بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

جواہر القرآن

از افادات حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ

مرتبہ

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ

کتب خانہ رشیدیہ
مدینہ مارکیٹ راولپنڈی

القرآن الحکیم

مع تفسیر

جواہر القرآن

از افادات شیخ التفسیر حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

ترمیم، اضافہ

مرتبہ

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب

فوائد موضح قرآن۔ مولانا شاہ عبد القادر محدث دہلوی رح

فوائد فتح الرحمٰن از مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راولپنڈی

ناشر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوۡرَۃُ الۡفَاتِحَۃ

خلاصہ سورۂ فاتحہ کے بہت سے نام ہیں جن میں سے " اُمُّ الۡقُرۡاٰنِ " سب سے زیادہ جامع اور مشہور ہے ۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اُمّ کے معنی یہاں مغز اور خلاصہ کے ہیں ۔ یہ سورت چونکہ ان تمام مضامین کا خلاصہ ہے جو سارے قرآن میں بالتفصیل مذکور ہیں اس لئے یہ سورۂ مبارکہ ام القرآن کے نام سے موسوم کی گئی ۔ اس کی دو تقریریں ہیں ۔

پہلی تقریر مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم نے اس کی تقریر یہ فرمائی کہ قرآن مجید میں چھ مضامین بیان کئے گئے ہیں (۱) توحید (۲) رسالت (۳) احکام (۴) قیامت ، (۵) ماننے والوں کے احوال اور (۶) نہ ماننے والوں کے احوال ۔ اور سورۃ فاتحہ میں یہ تمام مضامین بالاجمال موجود ہیں ۔ الحمد للّٰہ سے الرحمٰن الرحیم تک توحید ۔ مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ میں قیامت ، اِیَّاكَ نَعۡبُدُ اور اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ میں احکام کا بیان ہے کیونکہ نعبد میں عبادت کے تمام طریق اور احکام کی طرف اشارہ ہے ۔ اسی طرح الصراط المستقیم سے شریعت کے تمام احکام مراد ہیں صراط الذین انعمت علیھم میں ایک طرف رسالت کا بیان ہے کیوں کہ منعم علیہم چار جماعتیں ہیں جن میں انبیاء علیہم السلام سرفہرست ہیں ۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے اولٰئك الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصّٰلحین وحسن اولٰئك رفیقا (نساء ع ۹) اور دوسری طرف ماننے والوں کے احوال کی طرف اشارہ ہے ۔ یعنی ماننے والوں کو ہر قسم کے انعام واکرام سے نوازا جائے گا ۔ اور غیر المغضوب علیہم ولا الضّآلّین میں نہ ماننے والوں کا ذکر ہے ۔ اس طرح یہ سورت قرآن مجید کے تمام مضامین کا خلاصہ ہے اور اسی بنا پر اس کا نام امّ القرآن ہے ۔

دوسری تقریر دوسری تقریر ہمارے شیخ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے ۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام ربانی رحمہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے ۔ نیز تفسیر مواہب الرحمان ج ا ص۲ میں ہے کہ سارے آسمانی علوم اور قرآن مجید کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں موجود ہے ۔ آہ کیوں کہ مضامین کے اعتبار سے قرآن مجید کے چار حصے ہیں اور پہلا حصہ الحمد للّٰہ سے شروع ہوتا ہے ۔ پہلا حصہ سورۂ فاتحہ سے سورۂ مائدہ کے آخر تک ہے اس حصہ میں زیادہ تر خالقیت کا بیان ہے یعنی ساری کائنات کا پیدا کرنے والا صرف اللہ ہی ہے اور کوئی نہیں ۔ دوسرا حصہ سورہ انعام سے سورہ بنی اسرائیل کے آخر تک ہے اس حصہ کا مرکزی مضمون ربوبیت ہے یعنی اس میں زیادہ تر یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر چیز کو پیدا کرنے کے بعد اس کو حد کمال تک پہنچانے والا اور ہر چیز کی دیکھ بھال کرنے والا صرف اللہ تعالےٰ ہی ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں ۔ تیسرا حصہ ۔ سورہ کہف سے سورہ احزاب کے آخر تک ہے اس میں زیادہ تر یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ تخت بادشاہی پر وہ خود متمکن ہے وہی مالک و متصرف اور مختار و کارساز ہے اور وہی برکات دہندہ ہے اور وہ اپنی بادشاہی میں اپنے تصرفات اور اختیارات میں کسی کو شریک نہیں بناتا ۔ چوتھا حصہ ۔ سورہ سبا سے قرآن مجید کے آخر تک ہے ۔ اس حصے کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ قیامت کے دن مالک و مختار صرف اللہ ہی ہوگا ۔ اور اس کے سامنے کوئی شفیع غالب نہیں ہوگا ۔ یہ چاروں مضامین جو پورے قرآن میں تفصیل سے مذکور ہیں ان کا خلاصہ اور اجمالی خاکہ سورۂ فاتحہ میں موجود ہے چنانچہ الحمد للّٰہ میں حصہ اول کی طرف اشارہ ہے کیونکہ لفظ اللہ سے وصف مشہور مراد ہے یعنی خالق بمطابق قاعدہ مشہورہ لکل فرعون موسٰی ای لکل مبطل محق مشرکین عرب بھی اللہ تعالےٰ کی صفت خالقیت کا اقرار کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ (زخرف ع ۷) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ (ان کو) اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا ہے ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ (لقمان ع ۳) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالےٰ نے

دوسرا حصہ ربّ العٰلمین میں مذکور ہے اور تیسرے حصہ کی طرف الرحمٰن الرحیم ۔ میں اشارہ ہے یعنی مالک و مختار اور تخت حکومت پر وہی متمکن ہے کیونکہ انتہائی رحمت اور غایت شفقت بادشاہوں ہی کی صفتیں ہیں ۔

اور چوتھا حصہ مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ میں مذکور ہے ۔ نیز حضرت عبداللہ بن عباس سے منقول ہے لکل شیٔ لباب ولباب القراٰن الحوامیم (خازن ص۳۲ ج ۶) یعنی ہر چیز کا ایک خلاصہ ہوتا ہے ۔ اور قرآن کا خلاصہ حوامیم ہیں ۔ اور تمام حوامیم کا مبدا سورۂ زمر ہے ۔ اور سورہ زمر کا دعویٰ یہ ہے کہ عبادت صرف اللہ ہی کی کرو اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو ۔ چنانچہ ارشاد ہے ۔

فَاعۡبُدِ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّيۡنَ ۞ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيۡنُ الۡخَالِصُ ؕ (زمر ع ۱) سو آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ کی بندگی کرتے رہیے ۔ یاد رکھو عبادت جو کہ شرک سے خالص ہو اللہ ہی

کے لیے سزاوار ہے اس آیت میں بقرینہ فاعبد اللہ مخلصین کے معنی عبادت کے ہیں اور عبادت سے مراد غائبانہ دعا و پکار ہے جیسا کہ حم مومن میں اس کی وضاحت کی گئی ہے اللہ تعالے کا ارشاد ہے۔ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (حٰمٓ مومن ع ۲) سو تم سب خالص اعتقاد کرکے اس کو پکارا کرو یہاں اعبدوا کے بجائے ادعوا فرما کر اس طرف اشارہ فرمادیا کہ عبادت سے مراد دعا و پکار ہے اور پکار عبادت کا جزو اعظم ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ الدعاء هو العبادة اور الدعاء مخ العبادة ـــ اسی طرح حم مومن رکوع ۶ میں ہے۔ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ (حم مومن ع ۶) اور تمہارے پروردگار نے فرمادیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا جو لوگ صرف میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب (مرتے ہی) ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے) آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا عن عبادتی قال عن دعائی (ابن جریر ج ۲۴) یعنی عن عبادتی میں عبادت سے مراد دعا اور پکار ہے۔ اور حوامیم سبعہ کا دعویٰ یہی ہے کہ حاجات ومشکلات میں غائبانہ صرف اللہ ہی کو پکارو اور صرف اسی سے استمداد اور استعانت کرو۔ سورہ زمر کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں آگیا اور حوامیم سبعہ کا خلاصہ سورہ فاتحہ کے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں آگیا۔ اس طرح سارے قرآن کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں آگیا۔ سورہ فاتحہ کے خلاصہ اور دعویٰ کو سورہ جن رکوع ۲ میں اس طرح بیان فرمایا ہے قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار ہی کو (غائبانہ حاجات میں) پکارتا ہوں اور اس کی پکار میں) کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کرتا ہوں۔ بعینہ اس مفہوم کو علامہ ابن کثیر نے اس طرح بیان فرمایا ہے الفاتحة سر القرآن وسرها هذه الكلمة (اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ) یعنی سورہ فاتحہ تمام قرآن کا مغز ہے اور سورہ فاتحہ کا مغز اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہے

سوال یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا چوتھا حصہ جو سورہ سبا سے شروع ہوتا ہے اس کی ابتدا الحمد للہ سے ہوتی ہے۔ اور اس حصہ کی دوسری سورت یعنی سورہ فاطر وہ بھی الحمد للہ سے شروع کی گئی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب تو اس کا جواب یہ ہے کہ چوتھے حصہ میں دو مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ قیامت کے دن کوئی شفیع قہری نہیں ہوگا اور دوسرا یہ کہ عبادت اور پکار صرف اللہ ہی کی چاہیئے اور کسی کی نہیں۔ اس طرح یہ دونوں سورتیں آپس میں بھی مرتبط ہوگئیں یعنی جب خدا کے یہاں کوئی شفیع قہری نہیں تو عبادت اور پکار بھی اس کے سوا کسی کی نہیں چاہیئے۔ چنانچہ سورہ سبا میں شفاعت قہری کی نفی کی گئی ہے اور پھر سورہ یاسین، صافات، اور ص تینوں اس پر متفرع ہیں۔ سورہ یٰس میں فرمایا کہ ہم نے بدکردار قوموں کو پکڑا مگر کسی نے ان کو نہ چھڑایا۔ صافات میں بیان فرمایا کہ چھڑانا تو در کنار جن کے بارے میں چھڑانے کا زعم ہے یعنی انبیاء علیہم السلام وہ تو خود خدا کے سامنے زاری اور عجز و نیاز کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور ص میں بیان کیا نہ صرف زاری کر رہے ہیں بلکہ اللہ کی طرف سے بعض جسمانی مصائب میں خود گرفتار ہیں۔ اس طرح سورہ فاطر میں عبادت اور پکار کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ اور پھر زمر اور حوامیم سبعہ میں اس کی توضیح کی گئی ہے۔ اور شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔ سورہ سبا چونکہ یٰس صافات اور ص کا مبدأ نفی اور سورہ فاطر، زمر اور حوامیم سبعہ کا مبدأ نفی اس لیے دونوں سورتوں کو الحمد للہ سے شروع کیا گیا۔

جس طرح سارے قرآن کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں موجود ہے اسی طرح سورہ فاتحہ کا خلاصہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں موجود ہے۔ پہلا حصہ لفظ اللہ میں مذکور ہے کیوں کہ اس سے وصف مشہور یعنی خالق مراد ہے۔ تیسرا حصہ حسب بیان سابق الرحمٰن الرحیم میں مذکور ہے جب خالق بھی وہی ہے اور مالک بھی تو ظاہر ہے کہ مربی اور رزق رساں بھی وہی ہوگا اس طرح دو حصے صراحتہً اور ایک حصہ اشارۃً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں آگیا جن تینوں حصوں کا تعلق دنیا سے تھا وہ بسم اللہ میں آگئے۔ جب دنیا میں سب کا خالق اور پھر سب کا مربی اور مالک اللہ تعالےٰ ہی ہے تو آخرت کا مالک اور وہاں کا متصرف و مختار بھی وہی ہوگا۔ اور پھر ساری بسم اللہ کا خلاصہ بسم اللہ کی ب میں موجود ہے۔ گویا سارے قرآن کا اصل مقصد بار استعانت سے معلوم ہو جاتا ہے۔ ب کا متعلق محذوف ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم استعینوا متعلق آخر میں اسلیے نکالا گیا ہے تاکہ حصر کا فائدہ دے ای بسم اللہ استعینوا خاصة لا بما اشرك به المشركون بل عمهم وادعوه خاصة لا غيره۔ یعنی صرف اللہ ہی کے نام سے استعانت کرو۔ اور اللہ ہی کو غائبانہ حاجات میں پکارو۔ اور مشرکین اور نہ ہی ان کو پکارو۔

تعلیم المسئلہ سورہ فاتحہ کا ایک نام تعلیم المسئلہ بھی ہے جس کے معنی ہیں "سوال کی تعلیم" سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سوال کی تعلیم دی ہے کہ تم مجھ سے یوں سوال کیا کرو اس لیے اس سورت کو تعلیم المسئلہ بھی کہا گیا چنانچہ پوری سورہ فاتحہ میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ ساری کی ساری ایک عاجزانہ درخواست ہے جو بندہ اپنے مولا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ پہلے اس کی حمد وثنا بجالاتا ہے۔ اس کے لائق ہر خوبی ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ اس کے خالق ومالک اور ساری کائنات کا پروردگار اور رحمان ورحیم اور مالک روز جزا ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ اور پھر اپنی بندگی اور بے چارگی کا اعتراف کرکے اس سے سیدھی راہ پر قائم رہنے کی توفیق مانگتا ہے۔ یہ بھی اللہ تبارک وتعالےٰ کی انتہائی شفقت اور مہربانی ہے۔ کہ بندوں کو سوال کرنے کا طریقہ بھی سکھادیا۔

چونکہ سورہ فاتحہ میں بندوں کو سوال کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس لیے اس سے پہلے لفظ قُوْلُوْا (یوں کہو) محذوف ہے اور پھر تعریفی اور دعائیہ جملوں کی ابتداء میں بھی قُوْلُوْا محذوف ہے۔ مثلاً قولوا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نستعین قولوا الحمد للہ رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم ملك یوم الدین۔ قولوا ایاك نعبد۔ قولوا وایاك نستعین۔ قولوا اهدنا الصراط المستقیم الخ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں سورہ فاتحہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

قال تعالیٰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ای قولوا بسم اللہ الخ ومعناہ باللہ استعین خاصة وادعوہ خاصة لا غیرہ واتلبس بذکر اسمه ـ نسمی هذہ الطریق فی اصطلاحنا ادماجاً ای استعین باللہ الرحمٰن الرحیم لانه هو الخالق المالك وفهم المعنی الوصفی من العلم لشهرته بهذا الوصف قال تعالیٰ وهو اللہ فی السمٰوٰت وفی الارض فقال تعالیٰ وهو الذی فی السماء اله وفی الارض اله فهو الخالق الملك الرحمٰن الرحیم۔ اعلم یا اخی ان جمیع القراٰن منقسم الی اربعة ابحاث کل بحث یبتدأ بالحمد للہ الاول من فاتحة الکتاب الی اٰخر سورة النساء والثانی من الانعام الی اٰخر سورة بنی اسرائیل والثالث من الکهف الی اٰخر الاحزاب والرابع من السبا الی اٰخر القراٰن۔ فاجتمعت المضامین الاربعة فی الفاتحة والفاتحة فی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وبلفظ اٰخر تمام القراٰن فی الفاتحة فان لباب القراٰن الحوامیم وخلاصة الحوامیم فی حم المؤمن ای اُدْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کما نبینه فی تفسیر الحوامیم وذکر فی السورة السابقة انه تعالیٰ هو الخالق لا غیرہ فاعبدوا اللہ مخلصین له الدین وهذا المذکور ثابت فی الفاتحة والفاتحة فی بسم اللہ وبسم اللہ فی الباء بان لفظة اللہ جمعت فیه الالوهیة والربوبیة والمقصود من الحصر فی الحمد له هو حصر العبادة التی اعظم شعابها الاستعانة فاذا قرأ القاری بسم اللہ استعین بتقدیم الجار فهو حصر الاستعانة ای بسم اللہ

استعین لا بما اشرک بہ المشرکون۔ فالفاتحۃ جامعۃ ام للقرآن وھی فی البسملۃ والبسملۃ فی الباء نقل عن علی رضی اللہ عنہ ان الباء فی بسم اللہ جامعۃ کذا فی المکتوبات للامام الربانی قدس سرہ واللہ اعلم بالصواب فشروع القرآن بجمع الاستعانۃ والختم علی قل ھو اللہ احد وقل اعوذ برب الناس فالشروع بالاستعانۃ منہ والختم علیھا کذا سنۃ رب العلمین فی الاشجار الا تری الی حبۃ تنبت فالمبدأ والمنتھی الثمرۃ التی ھی الحبۃ وھذا یشعران المبدأ منہ والیہ المرجع والمصیر۔

ــ۵ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تفسیروں اور فنون کی کتابوں میں یہ بحث نہایت تفصیل سے مذکور ہے الحمد میں الف لام استغراق کے لیے ہے۔ پھر اس پر اعتراضات اور ان کے جوابات کا ایک طویل سلسلہ ہے جو ختم ہونے پر نہیں آتا۔ مثلاً اس پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اگر الف لام استغراق کے لیے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا تمام صفتوں اور خوبیوں کا مالک اللہ تعالےٰ ہے لہٰذا اللہ کے سوا اس کی مخلوق میں سے کسی میں بھی کوئی صفت اور خوبی موجود نہیں ہوگی۔ حالانکہ یہ بات صحیح نہیں بلکہ اللہ کی مخلوق میں بھی ہزاروں صفتیں موجود ہیں اور خود قرآن میں مخلوق کی صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کئی صفتیں مثلاً۔ رؤف ورحیم، سراج منیر، بشیر و نذیر وغیرہ قرآن میں موجود ہیں۔ آپ کے سوا انبیاء علیہم السلام کی کئی صفات مومنین صالحین اور حضرت جبریل علیہ السلام کے بعض اوصاف کا بھی خود قرآن مجید میں ذکر موجود ہے۔ علاوہ ازیں کافروں میں بھی بعض قابل تعریف خوبیاں موجود ہوتی ہیں

تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ مخلوق میں جو صفات ہیں ان کا خالق اللہ تعالےٰ ہی ہے نیز یہ صفات عارضی ہوتی ہیں یعنی مخلوق کی موت وفنا پر وہ صفتیں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ دائمی اور مستقل نہیں ہوتیں مگر اللہ تعالےٰ کی صفات دائمی اور مستقل ہیں۔ ان کو فنا نہیں وہ ازلی اور ابدی ہیں۔ مخلوق کی صفات کا سرچشمہ اور ان کا خالق اور معطی اللہ تعالےٰ ہے۔ اور مخلوق کی تمام صفات کا مرجع اللہ تعالےٰ ہے اس لیے تمام صفتوں اور خوبیوں کا مالک اور سزاوار درحقیقت اللہ تعالےٰ ہی ہے

لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص طرز کے مطابق کہ "ہر لفظ اور آیت کی ایسی مراد بیان کی جائے کہ جس پر کوئی اعتراض وارد ہی نہ ہو سکے" فرماتے ہیں کہ الحمد میں الف لام استغراق کے لیے نہیں بلکہ جنس اور عہد خارجی کے لیے ہے۔ اور قاعدہ نحو کے مطابق الف لام کا حقیقی معنی ہے ہی جنس اور عہد خارجی استغراق کو محققین نے الف لام کا مجازی محمل قرار دیا ہے۔ اور اس سے صرف وہی صفات مراد ہیں جو ذات باری تعالےٰ کے ساتھ مختص ہیں اور مخلوق میں نہیں پائی جاتیں یعنی صفات کارسازی یا بالفاظ دیگر صفات فاعلیہ یا صفات مافوق الاسباب مثلاً مالک و مختار، متصرف و کارساز حاجت روا، مشکلکشا اور دور و نزدیک سے یکساں طور پر سمیع و بصیر ہونا وغیرہ مطلب یہ ہے کہ تمام صفات الوہیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں اور ان میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس صورت میں نہ کوئی اعتراض وارد ہوتا ہے اور نہ ہی جواب دینے کی زحمت اٹھانا پڑتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے جابجا اپنی صفات الوہیت بیان فرمائی ہیں چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ (نمل ع ۵) کہہ دیجئے اللہ کے سوا نہ آسمان والے غیب جانتے ہیں نہ زمین والے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت علم غیب کا ذکر ہے جو صفات الوہیت میں سے ہے۔ ایک جگہ فرمایا وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ (یونس ع ۱۱) اس میں بیان فرمایا کہ نقصان کا مالک صرف اللہ ہے۔ اس کے بغیر نہ کوئی نفع دے سکتا ہے اور نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ ساری مخلوق پر صبح وشام مختلف انعامات کی جو بارش ہوتی رہتی ہے۔ وہ بھی اللہ کی طرف سے ہے چنانچہ فرمایا وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ (نحل ع ۷) یعنی تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ سب اللہ کی طرف سے ہیں ایک جگہ فرمایا یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ یَرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (فاطر ع ۱) اے لوگو اللہ کی نعمتیں یاد کرو جو اس نے تم پر کی ہیں۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور پیدا کرنے والا ہے۔ جو زمین وآسمان سے تمہیں روزی مہیا کرتا ہے۔ (یاد رکھو) اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے خالق ورزاق اور منعم ومربی ہونے کی صفات کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ اور مذکورہ بالا تمام صفات الوہیت ہیں۔

ان کے علاوہ اور سینکڑوں آیتوں میں اللہ تعالےٰ کی صفات مخصوصہ بیان کی گئی ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ کی یہ تمام صفات مافوق الاسباب ہیں اور عالم غیب سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہاں یہ بات سمجھ لی جائے کہ نظام عالم میں جو کام ہو رہے ہیں وہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہیں وہ یا تو ماتحت الاسباب ہیں یعنی اپنے اسباب عادیہ کے تحت انجام پذیر ہو رہے ہیں مثلاً بینائی وشنوائی رکھنے والا آدمی اپنے اردگرد کی چیزوں کو دیکھ سکتا ہے اور قرب وجوار کی آوازیں سن سکتا ہے یا مثلاً ایک آدمی اناج یا پھل اگانا چاہتا ہے تو وہ اس کام کے لئے اسباب استعمال کرتا ہے یعنی زمین میں ہل چلا کر اسے قابل کاشت بناتا ہے۔ پھر اس میں بیج ڈالتا ہے۔ اسے پانی دیتا ہے اس کی نلائی وغیرہ کرتا ہے۔ یہ تمام اسباب عادیہ ہیں ان کو استعمال میں لائے بغیر کام نہیں بن سکتا۔ دوسری قسم کے کام وہ ہیں جو مافوق الاسباب ہیں یعنی ان اسباب عادیہ سے بالاتر ہیں۔ مثلاً ساری کائنات کے ذرے ذرے کو ہر وقت دیکھنا زمین وآسمان کی چھپی ہوئی تمام چیزوں کو ہر آن مشاہدہ کرنا اسباب عادیہ سے بالاتر ہے اسی طرح زمین کے پیٹ میں پڑے بیجوں اور تخموں کو شق کر کے ان سے پودوں کی شاخیں نکالنا انسانی دسترس سے باہر اور اسباب عادیہ سے بالاتر ہے تو معلوم ہوا کہ انسانی دسترس میں صرف وہی کام ہیں جو ماتحت الاسباب ہیں اور ما فوق الاسباب سارے امور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کے تحت داخل ہیں لہٰذا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے مراد وہ تمام صفات ہیں جو مافوق الاسباب ہیں یعنی مافوق الاسباب تمام صفتیں اور خوبیاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں اور ان میں سے ایک صفت اور ایک خوبی بھی اللہ کے سوا کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔ مشرکین مکہ چونکہ انہی صفات الوہیت یا مافوق الاسباب صفات ہی میں اپنے معبودوں کو خدا کا شریک سمجھتے تھے۔ اس لئے الحمد میں مشرکین کے اسی خیال باطل کی تردید فرمائی گئی ہے کہ تمام مافوق الاسباب صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔

قرآن مجید میں جہاں کہیں جملہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ واقع ہوا ہے وہاں سیاق وسباق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مشرکین کے اسی خیال کی تردید ہے کہ ان کے مزعومہ معبود مافوق الاسباب صفات کے حامل ہیں۔ چنانچہ سورۂ انعام ع ۵ میں ارشاد ہے فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (پھر ظالم لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کارسازی کا ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً مصیبت کے وقت وہی کام آتا ہے، خدا کی گرفت زبردست ہے، ظالموں کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ آخر میں فرمایا "الحمد للہ" یعنی یہ تمام صفات کارسازی اللہ ہی کے ساتھ مختص ہیں۔ یہاں اگر الحمد کو صفات کارسازی سے مختص نہ کیا جائے تو ماقبل سے اس آیت کا کوئی ربط باقی نہیں رہتا۔ اور سورۂ نمل ع ۵ میں ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے سزاوار ہیں اور اس کے بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا ہے) اس آیت سے پہلے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہے کہ اس تکذیب کرنے والی قوم کو کس طرح تباہ کیا گیا اور ایمان والوں کو کس طرح بچایا گیا چنانچہ ارشاد ہے۔ اَنَّا دَمَّرْنٰھُمْ وَقَوْمَھُمْ اَجْمَعِیْنَ (ہم نے ان (نو غنڈوں) اور ان کی ساری قوم کو تباہ کر دیا) اور مومنین کے بارے میں فرمایا وَاَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ (اور ہم نے ان ایمان والوں کو جو ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہتے تھے بچا لیا)

اس کے بعد مؤمنین لوط اور منکرین لوط علیہ السلام کے بارے میں فرمایا فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ (تو ہم نے لوط علیہ السلام اور اس کے اہل کو اس کی بیوی کے سوا بچالیا) اور فَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا (اور ان کے منکرین پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا) حضرت صالح اور حضرت لوط علیہما السلام اور ان کی مومن قوم کو نجات دینے اور ان کے منکرین کو تباہ و برباد کرنے کا ذکر کر کے آخر میں فرمایا۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰى یعنی نیک بندوں کو سلامتی عطا کرنا اور کافروں کو ہلاک کرنا یہ صفتیں اللہ ہی کی ہیں۔ اللہ کے نیک بندوں پر اللہ کی طرف سے سلامتی تو نازل ہوتی ہے لیکن وہ کارساز اور متصرف و مختار نہیں ہوتے۔

اور سورہ جاثیہ کے آخری رکوع میں ارشاد ہوتا ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (سو تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جو مالک ہے آسمانوں کا اور مالک ہے زمین کا مالک تمام جہانوں کا) یہاں بھی صاف فرما دیا کہ زمین و آسمان کا مالک و مختار اور ساری کائنات کا کارساز اللہ ہی ہے اور صفات کارسازی اسی کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان میں کوئی اسکا شریک نہیں۔

اور سورہ صافات میں انبیاء علیہم السلام کے مختلف واقعات بیان کرنے کے بعد آخر میں فرمایا۔ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اور سلامتی ہے تمام پیغمبروں پر اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) مطلب یہ کہ تباہی اور عذاب سے رسولوں کو سلامت رکھنا اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے پیغمبر ولکا نہیں حاصل یہ کہ تمام مافوق الاسباب اور غائبانہ طاقتوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور تمام صفات الوہیت اسی کی ذات مقدسہ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مشرکین نے اپنے زعم باطل میں اللہ کے جن پیغمبروں اور نیک بندوں کو غائبانہ اور مافوق الاسباب طاقتوں میں خدا کا شریک سمجھ رکھا ہے وہ خود اللہ کے محتاج ہیں۔ اور اڑے وقت ان کے کام نہیں آسکتے۔

۳ھ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لفظ اللّٰہ ذات باری تعالیٰ کا اسم عَلَم ہے لیکن یہاں اس سے وصف مشہور مراد ہے یعنی خالق اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مع صفات باقیہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی دلیل بھی اس میں موجود ہے یعنی تمام صفات کارسازی اور تمام اوصاف الوہیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ کیونکہ وہ خالق ہے وہ رب العالمین ہے۔ وہ رحمان و رحیم ہے اور وہ مالک روز جزا ہے۔ اور اس کے سوا زمین و آسمان میں کوئی ایسی ہستی نہیں جو ان تمام صفات یا ان میں سے کسی ایک صفت سے متصف ہو۔ سورہ انعام رکوع نمبر ا میں ارشاد ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (تمام خوبیاں اس اللہ کے لیے زیبا ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اور اندھیروں اور اجالے کو بنایا) اس میں الذین موصول اپنے صلہ سے مل کر بمنزلہ علت ہے یعنی جب آسمانوں اور زمین کا خالق اور اندھیروں اور اجالے کو پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ تو صفات کارسازی بھی اسی کی ذات سے مختص ہیں کسی اور کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ اس کے متصل بعد فرمایا۔ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ (پھر کافر لوگ (اپنے باطل معبودوں کو) اپنے پروردگار کے برابر قرار دیتے ہیں۔ اس سے بھی اسی حقیقت کو واضح فرمایا کہ جب ارض و سما اور لیل و نہار کا خالق اللہ ہے تو صفات کارسازی کا مالک بھی تنہا وہی ہے۔ اگر اس کے سوا کوئی اور خالق نہیں تو لامحالہ یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ اس کے سوا کارساز اور مافوق الاسباب متصرف اور مختار بھی کوئی نہیں مخفی نہ رہے کہ الحمد للہ ایک دعویٰ ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ تمام صفات کارسازی کا مستحق صرف اللہ ہے۔ اس کے بعد رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ یہ سب اس دعویٰ کی دلیلیں ہیں۔ **۵ھ** رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ لفظ اللہ سے چونکہ وصفی معنی مراد تھے یعنی خالق اس لئے اس کی مناسبت سے اس کے بعد دوسری صفت رب العلمین لائی گئی کیونکہ ہر مخلوق اپنی وجود کے لیئے اپنی خالق کی محتاج ہیں طرح بقا و وجود کے لئے رب اور پروردگار کی محتاج ہے۔ رب کے معنی ہیں ہر چیز کو بتدریج اس کی حد کمال تک پہنچانے والا اور موقع کے مطابق اس کی ضرورتیں مہیا کرنے والا اور اسے زوال سے بچانے والا جیسا کہ امام سلفی حنفی نے امام واسطی سے نقل کیا ہے هو الخالق ابتداء و مربی غذاء و الغافر انتهاء وهو اسم الله الاعظم (مدارک ج اص ۶)

اَلْعٰلَمِیْنَ عالم کی جمع ہے اور اسم آلہ کا صیغہ ہے اور یہاں اس سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کے وجود سے خالق کائنات کے وجود پر استدلال کیا جاسکے خواہ وہ انسان ہو یا دیگر حیوانات، نباتات ہوں یا جمادات۔ چنانچہ امام نسفی فرماتے ہیں والعالم كل ما علم به الخالق من الاجسام والجواهر والاعراض او كل موجود سوى الله تعالیٰ سمی به لانه علم على وجوده الخ (مدارک ص ۶ ج ا) غرضیکہ ہر وہ چیز جو خلعت وجود میں ملبوس ہے اور جس کا انسان آنکھوں سے مشاہدہ کرسکتا ہے۔ یا دیگر حواس کے ذریعے ان کا وجود محسوس کرسکتا ہے۔ وہ سب العالمین کے جامع لفظ میں داخل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا نظام ربوبیت مخلوق کی ہر نوع کو شامل ہے اور کائنات عالم کا ایک ذرہ بھی اس کی ربوبیت سے مستغنی نہیں جس طرح ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح ہر چیز کا مربی اور محافظ بھی وہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نظام ربوبیت

تمام انسانوں کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ نطفہ سے لے کر طفل تک اور طفل سے لے کر بڑھاپے تک تمام منازل سے انسان کو وہی گزارتا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ نہایت اختصار سے اس حقیقت کو بیان فرمایا اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ (روم ع ۶) اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تم کو ناتوانی کی حالت میں پھر ناتوانی کی حالت کے بعد توانائی عطا کی پھر توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا کیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ جاننے والا قوت رکھنے والا ہے) زمین و آسمان کا خالق اور کائنات کے ذرے ذرے کا پیدا کرنے والا وہی ہے۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (تغابن ع ا) اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر پیدا کیا اور تمہارا نقشہ بنایا اور عمدہ نقشہ بنایا) اور ایک جگہ فرمایا خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا (فرقان ع ا) اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر سب کو الگ الگ اندازہ پر رکھا۔ اور ایک جگہ ارشاد ہے۔ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ۝ (زمر ع ۶) (اللہ تبارک و تعالیٰ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے) ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ عالم کے ذرے ذرے کا خالق اللہ ہی ہے اور اللہ کے سوا کوئی اور خالق نہیں اسی طرح اللہ کی ربوبیت بھی عام ہے اور ساری کائنات اسکے نظام ربوبیت کے تحت داخل ہے چنانچہ اللہ نے اپنی ربوبیت عامہ کا اس طرح اعلان فرمایا۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا (شعراء ع ۲) وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو مخلوقات ان کے درمیان ہے اس کا اور ایک جگہ فرمایا۔ قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ (انعام ع ۲۰)۔ کہہ دیجئے کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کیلئے تلاش کروں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے۔ انسان اور دیگر حیوانات کیلئے اللہ کس طرح روزی بہم پہنچاتا ہے۔ اس کا ذکر اس طرح فرمایا فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَیْتُوْنًا وَّنَخْلًا وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (عبس ع ا) سو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے کہ ہم نے عجیب طور پر پانی

اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کیا تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ کے لیے)

مندرجہ بالا آیات سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اللہ تعالے کا نظام ربوبیت ساری کائنات پر حاوی ہے۔ اور انسان سے لے کر تمام حیوانات۔ نباتات۔ جمادات۔ خدا کی ساری نوری ناری اور خاکی مخلوق۔ علویات اور سفلیات سب کا خالق و مربی و محافظ اور پروردگار وہی ہے۔

۵ اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ یہ دونوں صفت مشبہ کے صیغے ہیں اور دونوں میں مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اور دونوں رحم سے مشتق ہیں مفسرین کرام نے دونوں لفظوں کے مفہوم میں مختلف طریقوں سے فرق بیان فرمایا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ رحمان دنیا کے اعتبار سے ہے اور رحیم آخرت کے اعتبار سے یعنی دنیا میں اس کی رحمت مومنوں اور کافروں کے لیے عام ہے۔ دنیا میں دنیوی فوائد سے مومن اور کافر یکساں طور پر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یہ اس کی صفت رحمان کا اثر ہے اور آخرت میں اس کی رحمت مومنوں کے ساتھ مخصوص ہوگی اور کافر اس سے محروم رہیں گے۔ یہ اس کی صفت رحیم کا اثر ہوگا۔ جاء فی الدعاء یا رحمن الدنیا لانہ یعم المؤمن والکافر ورحیم الآخرۃ لانہ یخص المؤمن (مدارک صـ ج ۱) حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے دونوں صفتوں میں ایک نہایت لطیف فرق بیان فرمایا کہ رحمان اس موصوف کو کہتے ہیں جو بالفعل رحمت کر رہا ہو اور جس کی رحمت کائنات کے ذرہ ذرہ کو شامل ہو۔ اور رحیم (صیغہ صفت مشبہ) اس ذات کو کہتے ہیں۔ رحم جس کی صفت لازمہ اور خصوصیت ذاتیہ ہو صفت عارضہ نہ ہو تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ جو بالفعل ہر آن میں اپنی ساری مخلوق پر رحم فرما رہا ہے۔ یہ رحم اس کی ذات پاک کو لازم ہے اور اس کی صفت ذاتیہ ہے۔ اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کیلئے رحمان کے بعد رحیم کو بھی ذکر کیا گیا۔

رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کے بعد الرحمٰن الرحیم کا ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ نظام ربوبیت کے بعد تمام نظام عالم اللہ تعالے کی صفت رحم کا ظہور ہے گویا یہ تمام کارگاہ عالم اور یہ ساری کائنات صرف اس لیے بنی ہے تاکہ اس سے ہمیں فائدہ پہنچے اور ہماری ضرورتیں پوری ہوں اس مضمون کو اللہ تعالے نے قرآن مجید میں کئی جگہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔ وَسَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا مِّنۡهُ ؕ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ (جاثیہ ع ۲) (اور تابع کیا اس نے تمہارے (فائدے) کے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سارا اپنے حکم سے یقیناً اس میں سوچنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں)

نہ صرف زمین و آسمان کے درمیانی خلار میں بلکہ زمین کے پیٹ میں بھی اس نے اپنی رحمت و نعمت کے بے شمار خزانے اپنی مخلوق کے لیے مخفی کر رکھے ہیں۔ جو محض اس کی شفقت سے اور مہربانی سے زمین کی سطح پر نمودار ہوتے ہیں۔ اور اس کی ساری مخلوق ان سے فائدہ اٹھاتی ہے زمین کی سطح پھلوں پھولوں، غلہ، ترکاریوں اور میووں سے مالامال ہے اور پانی کے شفاف اور شیریں چشمے اس کے پیٹ سے ابل کر اس کی سطح پر بہہ رہے ہیں۔ اور زمین کی گہرائیاں سونے چاندی اور دیگر قیمتی معدنیات سے پُر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَهُوَ الَّذِيۡ مَدَّ الۡاَرۡضَ وَجَعَلَ فِيۡهَا رَوَاسِيَ وَاَنۡهٰرًا ؕ وَمِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيۡهَا زَوۡجَيۡنِ اثۡنَيۡنِ يُغۡشِي الَّيۡلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ۰ وَفِي الۡاَرۡضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّزَرۡعٌ وَّنَخِيۡلٌ صِنۡوَانٌ وَّغَيۡرُ صِنۡوَانٍ يُّسۡقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعۡضَهَا عَلٰى بَعۡضٍ فِي الۡاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ۰ (سورہ رعد ع ۱) (اور وہ ایسا ہے کہ اس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کیے۔ شب کو دن سے چھپا دیتا ہے۔ بیشک ان (مذکورہ بالا امور) میں سوچنے والوں کے لیے (توحید کے) دلائل موجود ہیں اور زمین میں پاس پاس مختلف خطے اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں جن میں سے بعضی تو اوپر جا کر دو تنے ہو جاتی ہیں۔ اور بعضی میں دو تنے نہیں ہوتے۔ سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے۔ اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں ان امور میں بھی) سمجھداروں کے لیے (توحید کے) دلائل ہیں)

خشکی کے علاوہ تری میں بھی اس کی رحمت عامہ کے آثار نمایاں اور ہویدا ہیں مثال کے طور پر سمندروں کی سطح جہازوں اور کشتیوں کے ذریعے نقل و حرکت اور آمد و رفت کے لیے ایک اعلیٰ شاہراہ کا کام دیتی ہے۔ اور اس کی گہرائی موتیوں اور دیگر مفید اور قیمتی اشیاء سے مالامال ہے۔ نیز دریاؤں اور سمندروں سے مچھلی کا تازہ بتازہ گوشت حاصل ہوتا ہے۔ جو انسان کے لیے بہترین غذا ہے۔ وَهُوَ الَّذِيۡ سَخَّرَ الۡبَحۡرَ لِتَاۡكُلُوۡا مِنۡهُ لَحۡمًا طَرِيًّا وَّتَسۡتَخۡرِجُوۡا مِنۡهُ حِلۡيَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا ۚ وَتَرَى الۡفُلۡكَ مَوَاخِرَ فِيۡهِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ (نحل ع ۲) (اور وہ ایسا ہے کہ اس نے دریا کو بھی مسخر بنایا کہ اس میں سے بھی تازہ تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے (موتیوں کا) گہنا نکالو جسے تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ اس میں پانی کو چیرتی ہوئی چلی جارہی ہیں۔ اور تاکہ تم خدا کی روزی تلاش کرو (جو اس نے پیدا کی ہوئی) اور تاکہ تم شکر کرو) ان آیتوں کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالے نے اس جہان کا ذرہ ذرہ پیدا کر کے پورے نظام عالم کو اپنے نظام ربوبیت کے تحت رکھا ہوا ہے اور اس کا نظام ربوبیت اس کے رحم و کرم اور اس کی رحمت و شفقت کے تحت چل رہا ہے۔ پورے نظام عالم کا ایک ذرہ بھی ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی رحمت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالے نے جس طرح خشکی اور تری کی ساری نعمتیں عالم جسمانی کی تربیت اور پرورش کے لیے پیدا فرمائی ہیں۔ اسی طرح اس کی رحمت بے پایاں نے عالم روحانی کی ترقی اور نشو و نما کے لیے بھی انتظام فرمایا اور دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کے ذریعے عالم روحانی کی غذا کا بندوبست کیا۔ چنانچہ اللہ تعالے نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اپنے آخری پیغام قرآن مجید کی تعلیم کو خصوصیت سے اپنی رحمت کے ساتھ متعلق فرمایا چنانچہ ارشاد ہے وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ (انبیاء ع ۷) رحمۃ — اَرۡسَلۡنٰكَ کا مفعول لہٗ ہے یعنی ہم نے آپ کو اس لیے بھیجا ہے تاکہ سارے عالم پر رحم کریں۔ یا رحمۃً مصدر بمعنی صیغہ صفت اَرۡسَلۡنَا کے فاعل یا كَ ضمیر مفعول یا دونوں سے حال ہے۔ مطلب ظاہر ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اَلرَّحۡمٰنُ ۰ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ (الرحمٰن ع ۱) رحمان نے قرآن کی تعلیم دی۔ اس نے انسان کو پیدا کیا (پھر) اس کو بولنا سکھایا۔ اس کی ربوبیت اور رحمت کس قدر عام اور حاوی ہے۔ کہ ایک طرف روح اور جسد کا تعلق باقی رکھنے کے لیے بے شمار مادی غذائیں مہیا کیں۔ اور دوسری طرف روح کی نشو و نما کے لئے اعلیٰ درجہ کی روحانی غذائیں مہیا فرمائیں۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ ۰

۶ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ لفظ دین قرآن مجید میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ بعض مقامات میں پوری شریعت کو دین کہا گیا ہے۔ مثلاً ارشاد ہے وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ (آل عمران ع ۹) یعنی جس نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو پسند کر لیا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اکثر جگہوں میں الدین اللہ کی توحید، اس کی خالص عبادت اور پکار کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ سورہ یوسف رکوع ۵ میں ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدیوں کو وعظ کرتے ہوئے فرمایا اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ نہیں حکم مگر اللہ کے لیے اس نے حکم دیا ہے کہ مت عبادت کرو اس کے سوا کسی کی یہی ہے دین محکم سورہ زمر رکوع ۱ میں فرمایا اَلَا لِلّٰهِ الدِّيۡنُ الۡخَالِصُ۔ خبردار اللہ ہی کے لیے ہے خالص عبادت اور پکار۔ اور سورہ حم مومن رکوع ۲ میں فرمایا فَادۡعُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ ۰ (سو اللہ کو پکارو خالص کر کے اس کے لیے عبادت کو گو کافروں کے لیے ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ مگر جہاں لفظ الدین یوم کا مضاف ہو وہاں اس کے معنی جزاء کے ہوتے ہیں جیسا کہ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ

مبین ہے۔ یعنی روزِ جزا کا مالک ہے اس دن میں تمام تصرفات اور اختیارات کا واحد مختار اور اعمال کی جزا و سزا مقرر کرنے والا اور اعمال پر نیک و بد نتائج مرتب کرنے والا اور اختیار رکھنے والا ہے مذکورہ دعویٰ یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کی تیسری دلیل ہے۔

روزِ جزا کی اہمیت

اللہ تعالےٰ نے ساری کائنات کو پیدا کیا اور نظامِ ربوبیت کے تحت ہر چیز کو انسان کی خدمت پر لگا دیا جدھر دیکھو خشکی اور تری پر اس کی رحمت اور نعمت کی چادریں پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں۔ مادی ترقی کے ساتھ ساتھ اس نے روح کی نشو و نما کا انتظام بھی فرمایا اور راہ ہدایت اور صراطِ مستقیم بتلانے کے لیے کتابیں اور رسول بھیجے اور آخر میں اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی آخری کتاب قرآن مجید نازل فرما کر نعمت اسلام کی تکمیل فرما دی۔ اس سارے نظامِ ربوبیت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ایک ایسا دن ضرور ہونا چاہیئے جس میں اس امر کا فیصلہ ہو سکے کہ کس نے اللہ کی ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کیا اور کس نے ناشکری کی۔ کس نے اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت پر عمل کیا۔ اور اس کے احکام کی تعمیل کی اور کس نے اس کی ہدایت کو اور اس کے احکام کو ٹھکرا یا۔ ایسا دن تو دنیا میں ہو نہیں سکتا کیوں کہ یہ دار العمل ہے اس لیے لامحالہ ایسا دن دنیا کے اختتام پر ہی ہو سکتا ہے اسی دن کا نام یوم الدین ہے اور اسی کو یوم آخر یا روزِ جزا وغیرہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ دن دنیا کے ختم ہونے پر آئے گا۔ اور اس میں نیک و بد اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس دن میں ہر قسم کے تمام اختیارات صرف اللہ کے قبضہ میں ہوں گے۔ وہاں مجازی طور پر بھی کسی کو کوئی اختیار یا اقتدار حاصل نہیں ہوگا۔

اہل کتاب کا تصورِ آخرت

اہل کتاب کے علماء سوء، ان کے احبار و رہبان اور ان کے پیروں اور پادریوں کو چونکہ حق چھپانے، غلط بیانی کرنے اور تورات اور انجیل کی آیتوں میں لفظی اور معنوی تحریفیں اور تبدیلیاں کرنے کی عادت پڑ چکی تھی اس لیے انہوں نے اپنے عوام میں بہت سے غلط عقائد پھیلا رکھے تھے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے جا بجا ان کے کرتوتوں کو ظاہر فرمایا ہے۔ تاکہ امت محمدیہ اس سے عبرت حاصل کرے چنانچہ ارشاد ہے ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (بقرہ ع ۹) پھر وہ اسے سمجھ لینے کے بعد بدل ڈالتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ ایک جگہ فرمایا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ پھیر دیتے ہیں وہ کلام کو اس کے مواقع سے۔ اہل کتاب کے علماء اور گدی نشینوں کو حق پوشی سے منع فرماتے ہوئے فرمایا يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (آل عمران ع ۷) کیوں مخلوط کرتے ہو حق کو باطل کے ساتھ اور کیوں چھپاتے ہو حق کو حالانکہ تم جانتے ہو۔ یہود اور نصاریٰ کے احبار اور رہبان سوء، غیر اللہ کی نذر و نیاز اور کئی دوسرے ذرائع سے حرام مال بھی کھاتے تھے سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (مائدہ ع ۶) یہ لوگ غلط باتیں سننے کے عادی ہیں۔ بڑے حرام خور ہیں۔

اہل کتاب کے پادریوں اور صوفیوں نے آخرت کے بارے میں ایک نہایت ہی غلط تصور عوام کے ذہن نشین کر رکھا تھا۔ اپنے متعلق تو انہوں نے عوامی ذہن میں یہ بات بٹھا رکھی تھی کہ ہم اللہ کے محبوب اور چہیتے ہیں اور اللہ کے بیٹے ہیں یعنی جس طرح باپ کی صفات بیٹوں میں ہوتی ہیں۔ اسی طرح اللہ کی صفات ہم میں موجود ہیں اس لیے آخرت میں ہمیں تو کسی قسم کا عذاب ہوگا ہی نہیں وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (مائدہ ع ۳) یہود اور نصاریٰ نے کہا ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اور عوام کو انہوں نے یقین دلا رکھا تھا کہ جنت ان کے لیے ریزرو ہے ان کے سوا اور کوئی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى (بقرہ ع ۱۳) انہوں نے کہا کہ جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہی جو یہودی ہوگا یا نصرانی۔ اور عوام کو انہوں نے یہ بھی باور کرا رکھا تھا کہ اگر ہم کو عذاب ہوا بھی تو صرف چند دنوں کے لیے ہوگا اور ہمیشہ کے لیے ہم عذاب میں نہیں رہیں گے قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۔ (بقرہ ع ۹) انہوں نے کہا کہ ہمیں تو صرف چند دن عذاب آئے گا ما اہل کتاب کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ حضرت عزیر اور حضرت عیسے علیہما السلام اور ان کے پیر اور پادری حاجت روا، مشکل کشا اور شفیع غالب ہیں اور قیامت کے دن ان کو عذاب سے بچا لیں گے۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ (توبہ رکوع ۵) انہوں نے اپنے پادریوں اور پیروں کو اور مسیح بن مریم کو خدا کے سوا رب بنا لیا تھا۔ سورۂ فاتحہ میں جس طرح دوسرے باطل عقیدوں کی تردید کی گئی ہے اسی طرح مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے اہل کتاب کے غلط تصورِ آخرت کی تردید فرمائی کہ قیامت کے دن کا مالک تو صرف اللہ تعالےٰ ہے اور اسی کے ہاتھ میں سب کا حساب و کتاب اور عذاب و ثواب ہے۔ اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھ رہے ہو اور ان کو مالک و مختار اور شفیع غالب مان رہے ہو اور جن کے بارے میں تمہارا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن وہ خدا کے عذاب سے چھڑا لیں گے قیامت کے دن ان کا کوئی زور نہیں چلے گا اور نہ ہی ان کو کسی قسم کے تصرف کا اختیار ہوگا۔ اور نہ ہی وہ کوئی بات منوا سکیں گے۔ کیونکہ تصرف صرف وہی کر سکتا ہے جو مالک و مختار ہو۔ اور قیامت کے دن کا مالک صرف اللہ ہی ہے اور سب کے نیک و بد اعمال کو جاننے والا بھی وہی ہے۔ اس لیے وہی لوگوں کے اعمال کی جزا و سزا کا مالک ہے وہ جس طرح چاہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس کے سوا کسی میں قدرت نہیں کہ اعمال کا حساب لے اور ہر ایک کے حسبِ حال اور حسبِ نیت نیک و بد اعمال کی جزا اور سزا دے۔

یہود و نصاریٰ کے اس غلط تصورِ آخرت کا قرآن مجید میں تفصیلاً بھی رد کیا گیا ہے چنانچہ اہل کتاب کے اس باطل عقیدے کے رد میں کہ ہم اللہ کے پیارے ہیں اور ہمیں عذاب نہیں ہوگا اللہ تبارک تعالےٰ نے فرمایا۔ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (نساء رکوع ۱۸) یعنی نجات نہ تو تمہاری خواہشات پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر بلکہ مالک الملک کا قانون یہ ہے کہ جو کوئی بھی برائی کرے گا اسے ضرور اس کا بدلہ ملے گا اور پھر وہاں اللہ کے سوا کوئی کارساز اور مددگار نہیں پائے گا۔ اور ایک جگہ فرمایا بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ جس نے برائی کمائی اور اسے اس کے گناہوں نے گھیر لیا یہ لوگ جہنمی ہیں اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے یہ لوگ جنتی ہیں اور جنت میں ہمیشہ رہیں گے اس آیت میں لفظ کسب سے اس طرف اشارہ ہے کہ نجات اور عذاب اور ثواب و عقاب کا تعلق عمل سے ہے۔ یہ نہیں ہوگا کہ اعمال تو برے ہوں اور شرک سے ملوث ہوں۔ لیکن کسی پیغمبر، ولی یا بزرگ کی مدد اور سفارش سے نجات مل جائے بلکہ وہاں تو اس اصول پر عمل ہوگا۔ جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں لفظ مَالِكِ سے اس طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالےٰ کا فعل اور اعمال کی جزا و سزا عدل و انصاف کے عین مطابق ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ پھر بھی مجبور نہیں بلکہ وہ مالک ہے اور اپنے ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرے اس کے سامنے کسی کو چوں چرا کرنے کی جرأت نہیں۔

دنیا و آخرت کا مالک و مختار

دنیا اور آخرت میں مالک و مختار صرف اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ (انبیاء ع ۲)۔ جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے کوئی

بازپرس نہیں کرسکتا اور اوروں سے بازپرس کی جاسکتی ہے۔ دنیا میں اگرچہ اللہ کے سوا کئی مالک مختار ہونے کے مدعی بن گئے اور مشرکین نے بھی اپنے معبودوں کو مالک و مختار سمجھے رکھا۔ مگر آخرت میں مشرکین کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ غلطی پر تھے۔ حقیقت میں اللہ کے سوا کوئی مالک و مختار نہیں تھا۔ فرعون اور نمرود جیسے سرکش حکمرانوں کو بھی قیامت کے دن معلوم ہوجائے گا۔ کہ ان کے سب دعوے غلط تھے اور آج وہ بالکل بے بس اور بے یار و مددگار ہیں۔ ان کے اختیار میں کچھ نہیں اور تمام معاملات صرف اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (الانفطار ع ۱) اس دن کوئی جان کسی جان کیلئے کوئی اختیار نہیں رکھے گی اور حکم صرف اللہ ہی کا ہوگا۔ اسی طرح قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں مالک و مختار صرف اللہ ہی ہے۔

۵ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ سورۂ فاتحہ میں یہ آیت مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں اِیَّاکَ مفعول کو نَعْبُدُ فعل پر مقدم کیا گیا ہے۔ تاکہ حصر کا فائدہ دے اور مطلب یہ ہو کہ عبادت صرف اللہ کے لیے ہونی چاہیے۔ اور اس کے سوا کسی پیغمبر، فرشتہ یا ولی کی عبادت اور پکار نہیں ہونی چاہیے کیوں کہ وہ سارے خود اللہ کے حکم سے اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی طرح اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں فائدہ حصر کے لیے مفعول بہ کو فعل پر مقدم کیا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ مدد صرف اللہ ہی سے مانگنی چاہیے۔ اور اس کے سوا کسی پیر یا پیغمبر سے اور کسی فرشتہ یا ولی سے مافوق الاسباب امور میں مدد نہیں مانگنی چاہیے۔ امام ابن کثیر بعض بزرگوں سے نقل فرماتے ہیں کہ سارے قرآن کا مرکزی حصہ سورۂ فاتحہ ہے اور سورہ فاتحہ کا مرکزی حصہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہے وہ لکھتے ہیں۔ الفاتحۃ سر القرآن وسرھا ھٰذہ الکلمۃ (ایاک نعبد وایاک نستعین) (ابن کثیر ص۲۵ ج ۱)

عبادت کا مفہوم عبادت کے مفہوم میں دو چیزیں داخل ہیں ایک غایت تذلل یعنی انتہائی عاجزی اور ذلت دوم غایت تعظیم لیکن اس اعتقاد اور شعور کے ساتھ کہ معبود کو غائبانہ تصرف اور قدرت حاصل ہے۔ جس سے وہ نفع نقصان پر قادر ہے۔ کیونکہ معبود صرف وہی ہوسکتا ہے جس میں دو صفتیں موجود ہوں (۱) یہ کہ وہ عالم الغیب ہو کائنات کا ذرہ ذرہ اس پر منکشف ہو اور زمین و آسمان کی ساری مخلوق کے ظاہر و باطن، سر و علانیہ کو وہ اچھی طرح جانتا ہو (۲) یہ کہ وہ مالک و مختار متصرف فی الامور اور اقتدار اعلیٰ کا مالک ہو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں اپنے لئے استحقاق عبادت و پکار کا ذکر فرمایا ہے وہاں اپنی انہی دونوں صفتوں کو اس کی علت قرار دیا ہے اور جہاں کہیں غیر اللہ سے عبادت و پکار کی نفی کی ہے وہاں غیر سے دونوں صفتوں کی نفی فرمائی ہے کہیں دونوں صفتوں کی نفی ہے اور کہیں صرف ایک کی۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے۔

وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ وَرَبُّکَ یَعْلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوْرُھُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ وَھُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ وَلَهُ الْحُکْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (قصص ع ۷)

اور تیرا رب جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور پسند کرتا ہے ان لوگوں کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔ اللہ ان کے شرک سے پاک ہے اور برتر ہے اور تیرا رب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود بننے کے لائق نہیں۔ دنیا و آخرت میں تمام صفات کارسازی کا مستحق وہی ہے۔ اور اسی کی حکومت ہوگی اور اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔

دوسری جگہ فرمایا لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی ۝ وَاِنْ تَجْھَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهُ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (طٰہٰ ع ۱) — اسی کی ملک میں ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان میں ہیں۔ اور جو چیزیں تحت الثریٰ میں ہیں اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اس سے زیادہ چھپی ہوئی بات کو بھی جانتا ہے، اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے اچھے اچھے نام ہیں اور ایک جگہ ارشاد ہے۔ وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَکَّلْ عَلَیْهِ وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (ھود ع ۱۰)

اور آسمانوں اور زمین میں جتنی بھی غیب کی باتیں ہیں۔ ان سب کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اور سب امور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں پس تم اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ کرو اور تمہارا رب ان باتوں سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو۔ ان کے علاوہ آیۃ الکرسی اور دوسری کئی آیتوں میں بھی یہ مضمون وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

ان تمام آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی ان دونوں صفتوں کا ذکر فرمایا کہ وہ متصرف و مختار ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اسی کے قبضہ میں ہے۔ زمین و آسمان کی ساری مخلوق کے تمام معاملات اور سارے کارخانۂ عالم کی تدبیر اور پورا نظام عالم اسی کے زیر اقتدار ہے۔ اور زمین و آسمان کے تمام غیوب کو جاننے والا بھی وہی ہے اور تینوں جگہوں میں دونوں صفتیں بیان کرنے کے بعد یہ اعلان فرمایا کہ جب عالم الغیب اور متصرف و مختار اللہ ہے تو معبود بننے اور پکارے جانے کے لائق بھی صرف اللہ ہی ہے، تمام صفات کارسازی بھی اسی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو۔ اسی کو پکارو۔ اسی کے آگے جھکو اور اسی سے مانگو جو کچھ بھی مانگو۔ ایک مقام پر تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو خطاب کرکے صاف صاف ان کے رد پر انکار فرمایا کہ تم ایسے بے بس اور بے چارے معبودوں کو پکارتے ہو جو تمہارے نفع اور نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ تمہارے حالات کو جانتے اور نہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں۔ اور اس خدا وند دانا و علام کو چھوڑتے ہو جو سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ اور تمہارے نفع اور نقصان کا بھی پورا پورا اختیار رکھتا ہے۔ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَاللّٰهُ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (مائدہ ع ۱۰) کہہ دیجئے کیا تم خدا کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہو (ایسوں کو پکارتے ہو) جو تمہیں نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ نفع پہنچانے کا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے سننے والا ہے۔

اس بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر قول اور فعل، دعا اور پکار، ثنا اور تعظیم، رکوع اور سجود، قیام اور قعود وغیرہ۔ جو اس اعتقاد اور شعور کے ساتھ ہو کہ معبود کو مافوق الاسباب ہمارے تمام معاملات پر غیبی قبضہ اور تسلط حاصل ہے۔ اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے وہ عبادت ہے۔ چنانچہ علامہ ابن القیم نے عبادت کی تعریف کو ایک جامع تعبیر سے حسب ذیل عبارت میں بیان فرمایا ہے العبادۃ عبارۃ عن الاعتقاد والشعور بان للمعبود سلطۃ غیبیۃ یقدر بھا علی النفع والضر فکل ثناء ودعاء وتعظیم یصاحبہ ھذا الاعتقاد والشعور فھی عبادۃ (مدارج السالکین ص۷ ج ۱) یعنی عبادت اس اعتقاد اور شعور کا نام ہے۔ کہ معبود کو ایک غیبی تسلط حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے وہ نفع و نقصان پر قادر ہے۔ اس لیے ہر تعریف ہر پکار اور ہر تعظیم جو اس مذکورہ اعتقاد و شعور کے ساتھ ہو وہ عبادت ہے

ایک شبہ کا جواب تقریر بالا سے اس شبہ کا جواب بھی ہوگیا کہ تعظیم و تکریم اور عزت و احترام تو اللہ کے سوا اوروں کا بھی کیا جاتا ہے۔ خدا کے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم تو ساری امت پر فرض ہے استاد اور پیر و مرشد کا ادب و احترام بھی لازم ہے۔ اور والدین کی تعظیم و تکریم بھی ضروری اور لابدی امر ہے۔ لہٰذا اگر تعظیم و تکریم اور عجز کا نام عبادت

ہے تو پھر یہ بھی عبادت ہوگی۔ حالانکہ عبادت صرف اللہ کا حق ہے۔ غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ تعظیم صرف وہی عبادت ہے جس میں معبود کو مافوق الاسباب غیبی طور پر متصرف اور مختار اور عالم الغیب سمجھا جائے اور اگر معظم و محترم ہستی کو صفات بالا سے متصف نہ مانا جائے تو یہ تعظیم عبادت میں داخل نہیں۔ اس لیے ایسی تعظیم غیر اللہ کی بھی جائز ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تعظیم کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو ذات باری تعالے کے ساتھ مخصوص ہے دوم وہ جو غیر خدا کے لئے بھی جائز ہے۔

تعظیم کی پہلی قسم

پہلے آیات قرآنیہ سے بوضاحت مذکور ہو چکا ہے کہ معبودیت کے لئے دو شرطیں ہیں ایک متصرف و مختار اور قدرت کاملہ کا مالک ہونا دوم زمین و آسمان کی تمام ظاہر اور چھپی ہوئی چیزوں کا عالم ہونا۔ علامہ ابن القیم کی جو عبارت پہلے نقل کی جا چکی ہے۔ اس کا حاصل بھی یہی ہے۔ کہ معبود وہی ہو سکتا ہے جسے علم اور تصرف کے اعتبار سے تمام مخلوق پر غیبی تسلّط حاصل ہو جس کی وجہ سے وہ نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر ہو۔ لہٰذا تعظیم کا ہر وہ طریقہ خواہ وہ حمد و ثنا ہو یا دعا و پکار، رکوع و سجود ہو یا کچھ اور جو اس اعتقاد اور شعور کے ساتھ بجالایا جائے کہ معظم و محترم ہستی مافوق الاسباب اختیار و تصرف کی مالک اور عالم الغیب ہے تو ایسی تعظیم عبادت ہوگی اور ذات باری تعالے کے ساتھ مخصوص ہوگی لہٰذا جب یہ عقیدہ ہو کہ فلاں کو مجھ پر ظاہری اسباب کے سوا مافوق الاسباب غیبی تسلّط حاصل ہے۔ اور وہ غائبانہ مجھے نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے اس اعتقاد کے تحت کوئی بھی تعظیم ہاتھ پاؤں سے سرزد ہو یا زبان سے ثنا یا پکار ہو تو وہ اس کی عبادت ہوگی اگر یہ اعتقاد اللہ تعالے کے متعلق ہو تو اس کے تحت کئے گئے تمام افعال تعظیم اللہ تعالے کی عبادت میں داخل ہوں گے اور اگر معاذ اللہ مذکورہ بالا اعتقاد غیر خدا کے لیے ہو مثلاً فرشتہ، جن، پیغمبر، ولی زندہ یا فوت شدہ تو اس اعتقاد کے تحت سجدہ، رکوع، پکار، نذر و نیاز، جھکنا، دو زانو بیٹھنا، قبر پر چادر یا پھول چڑھانا وغیرہ تعظیمی افعال ان کی عبادت ہوگی اور شرک ہوگا۔ اللہ تعالے نے جہاں کہیں خالص عبادت کا حکم دیا ہے اور شرک سے منع فرمایا ہے وہاں یہی مراد ہے کہ مذکورہ بالا اعتقاد و شعور کے ساتھ تمام تعظیمی افعال و اقوال (سجدہ، رکوع، دعا، پکار، نذر، نیاز وغیرہ) صرف اللہ تعالے کے لیے بجالائے جائیں سورہ زمر رکوع ا میں ارشاد ہے۔ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ سو آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہیے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ غیبی تسلّط اور مافوق الاسباب اقتدار اعلیٰ کے اعتقاد کے ساتھ ہر قسم کی تعظیم صرف اللہ ہی کی بجالاؤ نہ کہ کسی پیغمبر یا ولی یا فرشتہ کی اور سورہ زمر کے دوسرے رکوع میں فرمایا۔ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ اور ایک آیت کے بعد فرمایا قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ۔ مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیں کہ مجھے تو یہ حکم ملا ہے کہ میں غائبانہ تسلط اور مافوق الاسباب تصرف و قدرت کے تحت تمام تعظیمی افعال و اعمال صرف اللہ ہی کے لیے بجالاؤں اور اے مشرکین تم مذکورہ اعتقاد کے ساتھ یہ تعظیمی افعال اللہ کے سوا جس کیلئے چاہو بجالاؤ۔ ابراہیم و اسماعیل اور ہابیل (ہبل) علیہم السلام کے لئے یا لات اور دوسرے بزرگوں کے لیے لیکن میں تو ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ جو لوگ مذکورہ بالا تعظیم صرف اللہ کے لیے بجالائیں گے اور غیر اللہ کی ایسی تعظیم سے اجتناب کریں گے جنت اور نعیم آخرت کی خوشخبری بھی ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى (زمر ع ۲)۔ یعنی جو لوگ طاغوت کی عبادت اور غیبی تسلّط کے اعتقاد کے تحت اس کے لئے تعظیمی افعال و اعمال بجالانے سے اجتناب کریں اور یہ سب کچھ صرف اللہ ہی کے لیے بجالائیں تو خوشخبری ایسے ہی لوگوں کے لئے۔ حاصل یہ ہے کہ غیبی تسلّط اور مافوق الاسباب تصرف و قدرت کے اعتقاد کے تحت جو افعال تعظیمی بجالائے جائیں وہ عبادت میں داخل ہیں اور ایسی تعظیم اللہ کے ساتھ خاص ہے اور اللہ کے سوا کسی پیغمبر، ولی، پیر و مرشد، استاد اور ماں باپ اور حاکم وقت وغیرہ کے لئے جائز نہیں۔

تعظیم کی دوسری قسم

تعظیم کی دوسری قسم یہ ہے کہ غیبی تسلّط اور مافوق الاسباب قدرت و تصرف کا اعتقاد رکھے بغیر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم، اپنے استاذ، پیر و مرشد اور دوسروں کی تعظیم و تکریم بجالانا، ان کی اطاعت کرنا، ان کے سامنے دو زانو بیٹھنا۔ ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینا، ان کی خدمت میں تحفے تحائف اور ہدیے پیش کرنا وغیرہ وغیرہ یہ تعظیم چونکہ عبادت میں داخل نہیں اس لئے یہ اللہ کے سوا قابل احترام ہستیوں کے لئے جائز ہے کیونکہ اس میں وہ اعتقاد نہیں پایا گیا جو عبادت کی روح ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ عبادت اور غیر عبادت میں فارق اور مابہ الامتیاز نیت اور اعتقاد ہے لیکن یہ بات یاد رہے کہ تعظیم کی بعض صورتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالے کے ساتھ مخصوص ہیں وہ کسی بھی نیت سے غیر اللہ کے لئے جائز نہیں ہیں مثلاً سجدہ کرنا۔ خدا کے گھر کا طواف کرنا حلف اٹھانا (قسم کھانا) اور نذر و منت دینا وغیرہ یہ امور ایسے ہیں کہ ہر حال میں اللہ ہی کے لئے کرنے جائز ہیں۔ غیر خدا کے لئے بالکل ناجائز ہیں۔ اگر یہ امور غیر خدا کے لئے مذکورہ بالا اعتقاد (غیبی تسلّط اور مافوق الاسباب قدرت) کے ساتھ کئے جائیں تو صریح شرک ہیں اور اگر اس اعتقاد کے بغیر کئے جائیں تو شرک نہیں ہوں گے لیکن اس صورت میں حرام ہوں گے۔ حاصل کلام یہ کہ تعظیم کے وہ افعال و اقوال جو خدا کے ساتھ مخصوص نہ ہوں اور ان کو مذکورہ بالا اعتقاد کے بغیر غیر خدا کے لیے بجالایا جائے تو وہ عبادت میں شمار نہیں ہونگے اس لئے ایسی تعظیم غیر خدا کے لئے جائز ہے۔

استعانت

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ یہاں بھی مفعول کو فعل پر اس لئے مقدم کیا تاکہ حصر کا فائدہ حاصل ہو مطلب یہ کہ جس طرح عبادت صرف اللہ ہی کی ہونی چاہیئے اسی طرح استعانت (مدد طلب کرنا) بھی صرف اسی ہی سے ہونی چاہیئے۔ نہ کسی اور سے۔ استعانت یعنی حاجات و مشکلات میں پکارنا اور مدد مانگنا، چونکہ عبادت کی سب سے بڑی اور اہم شاخ ہے اس لئے عبادت کے بعد خصوصیّت سے اس کا ذکر فرمایا، ہر آدمی جو کسی معبود کی عبادت کرتا ہے۔ دنیوی زندگی کے اعتبار سے اس کی عبادت کا مقصد اور لبِ لباب یہی ہوتا ہے۔ کہ اس کی تمام حاجتیں پوری ہو جائیں اور اس کی تمام مشکلیں آسان ہو جائیں۔ اسی لئے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعا (پکار) عبادت کا مغز اور لب لباب ہے۔ اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ ـــــ اور ایک روایت میں ہے اَلدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ (تفسیر ابن جریر ج ۲۴ ص ۴۶، ابو داؤد ج ا ص ۲۸، ترمذی ج ا ص ۱۷۳) یعنی پکارنا ہی اصل عبادت ہے قرآن مجید میں بھی لفظ عبادت بمعنی دعا اور پکار وارد ہوا ہے اللہ تعالے کا ارشاد ہے۔ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ (مومن ع ۶) اور تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا جو لوگ (صرف) میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب (مرتے ہی) ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ اس آیت میں پہلے اللہ تعالے نے اپنی پکار کا حکم فرمایا ہے پھر پکار کو لفظ عبادت سے تعبیر فرمایا جیسا کہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ عبادتی سے مراد دعائی ہے یعنی اس آیت میں عبادت سے دعا اور پکار مراد ہے۔ (تفسیر ابن جریر ج ۲۴ ص ۴۷ و ابن کثیر ج ۴ ص ۸۵) سورۂ زمر اور حوامیم کا مرکزی مقصد ہے۔ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (مومن ع۷) اور سورۂ فاتحہ میں اسی دعوی کو اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے بیان کیا گیا ہے اس طرح سارے قرآن کا مرکزی مضمون حوامیم میں اور حوامیم کا خلاصہ سورۂ فاتحہ میں اور فاتحہ کا لب لباب اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں ہے۔

ایک شبہ

ہم ہر وقت یہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ ہر انسان دوسرے انسان سے مدد مانگتا ہے اور اسے اپنی مدد کے لیے پکارتا اور اس سے مدد کی درخواست کرتا ہے۔ یہ باہمی مدد و امداد کا سلسلہ اس قدر وسیع اور ضروری ہے کہ اس کے بغیر دنیا کا کاروبار ایک منٹ بھی نہیں چل سکتا اور اس باہمی امداد کا ثبوت خود قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے جب یہودیوں کی شرارت بھانپ لی اور سمجھ لیا کہ وہ کفر پر اڑ گئے ہیں تو اعلان کیا :۔
مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ (آلِ عمران ع ۵) اللہ کی طرف میرے مددگار کون ہیں تو حواریوں نے جواب دیا کہ ہم ہیں اللہ کے دین کے مددگار۔ اسی طرح حضرت ذوالقرنین نے بھی ایک قوم سے مدد کی درخواست کی تھی۔ سورۂ کہف رکوع ۱۱ میں ہے فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ۔ یعنی تم لوگ قوت بازو سے میری مدد کرو۔ علاوہ ازیں اللہ تعالٰے نے تمام انسانوں کو امداد باہمی کا حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (مائدہ ع ۱) اور نیکی اور خدا خوفی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر خدا سے مدد مانگنا جائز ہے آج کل کے اہل بدعت اس قسم کی چیزیں پیش کر کے عوام کو ورغلانے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو جی خدا نے ایک دوسرے سے مدد مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اور حضرت عیسٰے علیہ السلام نے بھی اپنے متبعین سے مدد مانگی تھی۔ لہٰذا اولیاء اللہ سے بھی مدد مانگنا جائز ہے۔

اس کا جواب

اہل بدعت کے قول سے معلوم ہوا العیاذ باللہ عوام الناس اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام کے حاجت روا اور مشکل کشا ہیں کیونکہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے مدد مانگی اور ذوالقرنین نے اپنی قوم سے۔ یہ اہل بدعت بھی عجب کشمکش اور مخمصے میں مبتلا ہیں ایک طرف تو دعوی کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام حاجت روا اور مشکلکشا ہیں اور دوسری طرف عوام الناس کو انبیاء اور اولیاء کا حاجت روا سمجھتے ہیں۔ معاذ اللہ ربی

یہ تو الزامی جواب تھا۔ اس کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں جو استعانت اور استمداد اللہ کے ساتھ مختص کی گئی ہے وہ اور ہے اور جو استمداد و استعانت روزمرہ کی زندگی میں ہر آدمی دوسرے سے کرتا ہے یا جو انبیاء علیہم السلام نے اپنے متبعین سے کی وہ اور ہے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے :۔

استعانت کی دو قسمیں

استعانت (مدد مانگنے) کی دو قسمیں ہیں۔ ایک استعانت ماتحت الاسباب یعنی ظاہری اسباب کے تحت کسی سے مدد مانگی جائے۔ یہ وہ امداد ہے جو تمام انسانوں کو روزمرہ کی زندگی میں ایک دوسرے سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے حواریوں سے جو مدد مانگی تھی وہ بھی ماتحت الاسباب تھی جب انہوں نے محسوس کیا کہ یہود ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو حواریوں سے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی ہے جو اللہ کے دین کے لیے میری امداد کرے۔ حواریوں نے جواب دیا کہ ہم ہیں اللہ کے دین کے مددگار۔ یہ سارا معاملہ ماتحت الاسباب تھا حواری حضرت عیسٰے علیہ السلام کے پاس تھے۔ غائب نہیں تھے۔ انہوں نے بالمشافہ حواریوں سے اسباب عادیہ کے تحت امداد طلب کی اسی طرح ذوالقرنین نے بھی یاجوج ماجوج کو روکنے کے لئے دیوار بنانے وقت لوگوں سے جو کہا تھا۔ اَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ۔ کہ تم لوگ قوت بازو یعنی کام سے میری مدد کرو یہ مدد بھی ظاہری اسباب کے تحت تھی۔ نہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے حواریوں کو غائبانہ پکارا اور نہ ان سے مافوق الاسباب مدد مانگی اور نہ ہی ذوالقرنین نے اپنی قوم سے ایسا کیا۔ جس طرح ظاہری اسباب کے تحت مدد امداد جائز ہے اسی طرح اسباب عادیہ کے تحت پکار بھی جائز ہے یعنی جو آدمی سامنے موجود ہو اسے پکار کر (یعنی اے فلاں کہکر) کوئی ایسا کام کرنے کا کہا جائے جو اسباب عادیہ کے تحت اس کی قدرت میں ہو مثلاً اسے کہا جائے کہ مجھے پانی پلادو یا بازار سے سودا سلف لادو وغیرہ۔ قرآن مجید میں ہے۔ جنگ احد میں وقتی افراتفری کی بنا پر جب کچھ صحابہ کرام حضور علیہ السلام سے علیحدہ ہو گئے تو آپ نے ان کو واپس بلایا۔ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ (آل عمران ع ۱۶) اور رسول پیچھے سے تم کو بلا رہے تھے۔ حضور علیہ السلام کا یہ بلانا اور پکارنا اسباب ظاہری کے تحت تھا۔ اور آواز ان کو دی جا رہی تھی جو میدان احد میں آپ کی آواز سن رہے تھے۔ یہ پکار ماتحت الاسباب ہے اور اس کے بغیر دنیا کا کاروبار ہی نہیں چل سکتا۔ ایک جگہ فرمایا لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا (نور رکوع ۹) یعنی جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو نام سے اور بلند آواز سے پکارتے ہو اس طرح رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ پکارا کرو۔ معلوم ہوا کہ جو استعانت، امداد باہمی اور پکار عادی اسباب کے تحت ہو وہ نہ صرف جائز ہے بلکہ اس کے سوا دنیا کا کاروبار ہی نہیں چل سکتا اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں اس قسم کی استعانت کا حصر مقصود نہیں اور نہ ہی اس کی قرآن میں ممانعت ہے۔

استعانت کی دوسری قسم ہے مافوق الاسباب یعنی اسباب عادیہ کے بغیر کسی کو دور و نزدیک سے غائبانہ پکارا جائے اور اس سے استمداد کی جائے یہ پکار اور استعانت اللہ تعالٰے کے ساتھ مخصوص ہے اور اللہ کے سوا کسی پیغمبر، فرشتہ یا ولی سے ہرگز جائز نہیں۔ تمام انسانوں بلکہ جانداروں کی مافوق الاسباب مدد اللہ تعالٰے ہی کرتا ہے۔ اس کی امداد میں قرب و بعد کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ استمداد غیر خدا سے شرک ہے۔ اور یہی وہ استمداد و استعانت ہے جس کا اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں حصر ہے۔ اس موقع پر تفسیروں میں ایک سوال و جواب مذکور ہے کہ انسان ایک دوسرے سے کئی امور میں مدد لیتا ہے۔ پانی مانگتا ہے، روٹی مانگتا ہے۔ اور اس سے کئی ضرورت کی چیزیں طلب کرتا ہے۔ تو پھر اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا حصر کس طرح صحیح ہوا اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ انسان ظاہری اسباب کے تحت ایک دوسرے سے جو امداد لیتا ہے۔ وہ ظاہری امداد بھی دراصل اللہ تعالٰے ہی سے ہوتی ہے۔ کیونکہ مدد کرنے والے انسان کے جسم و جان کو خدا ہی نے پیدا فرمایا ہے، اسے ہاتھ پاؤں اسی نے دیئے اور ان میں حرکت بھی اسی نے پیدا فرمائی لیکن استعانت اور استمداد کی مذکورہ بالا دو قسمیں (ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب) بیان کرنے کے بعد اس قسم کے سوال و جواب کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی

ایک مغالطہ

بعض اہل بدعت اس موقع پر ایک اور مغالطہ پیش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ تو درست ہے کہ غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں بلکہ شرک ہے۔ خواہ کسی پیغمبر کی عبادت ہو یا فرشتہ اور ولی کی۔ لیکن انبیاء اور اولیاء کو حاجات و مشکلات میں امداد کے لیے غائبانہ پکارنا شرک نہیں بلکہ جائز ہے اور قرآن مجید کی جن آیتوں میں غیر خدا کی دعا سے منع کیا گیا ہے وہاں دعا سے مراد عبادت ہے نہ کہ پکار اور ثبوت یہ پیش کرتے ہیں کہ مفسرین نے یَدْعُوْنَ کی تفسیر یَعْبُدُوْنَ سے یَدْعُوْا کی یَعْبُدُ اور اُدْعُوْا کی اُعْبُدُ سے کی ہے۔

جواب

غیر خدا کو غائبانہ مافوق الاسباب پکارنا شرک ہے اور اہل بدعت کا استدلال سراسر غلط ہے کیونکہ پہلے بالتفصیل بیان ہو چکا ہے کہ دعا اور پکار کی دو قسمیں ہیں ایک مافوق الاسباب اور دوم ماتحت الاسباب۔ پکار کی پہلی قسم عبادت ہے اور اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور دوسری قسم چونکہ عبادت نہیں اس لیے وہ غیر اللہ کے لئے بھی جائز ہے۔ اور یہی وہ پکار ہے جس سے مغالطہ دیا جاتا ہے۔

باقی رہا مفسرین کا یَدْعُوْنَ کی تفسیر تَعْبُدُوْنَ سے کرنا تو اس سے ان کا مقصد دعا کا حاصل معنی بیان کرنا ہے۔ اور یہ مطلب ہے کہ غائبانہ مافوق الاسباب دعا بھی عبادت ہی کا فرد ہے (بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ دعا اور پکار عبادت کا سب سے اہم فرد ہے) اور جس طرح عبادت اللہ کے سوا کسی کی جائز نہیں اسی طرح یہ دعا اور پکار بھی اللہ کے سوا کسی کی جائز نہیں شاہ ولی اللہ الفوز الکبیر میں فرماتے ہیں "مفسرین حاصل معنی بطریق ابہام بیان می کنند مردمانِ ناواقف گمان می کنند کہ لفظی معنی کردہ اند۔ دعا بمعنی مطلق خواندن کسے را منع نیست۔ مراد از خواندن کسے را در غائبانہ حاجات است۔ لہٰذا مفسرین تفسیر بعبادت می کنند" شاہ صاحب کی عبارت سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا دو قسم ہے ایک غائبانہ حاجات میں یعنی مافوق الاسباب مفسرین کرام یَدْعُوْنَ کی یَعْبُدُوْنَ سے تفسیر کرکے اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ کہ مافوق الاسباب غائبانہ حاجات میں پکارنا عبادت ہے اس لیے اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اور غیر اللہ کے لئے شرک ہے۔ پکار کی دوسری قسم ماتحت الاسباب ہے اور وہ غیر اللہ کے لیے جائز ہے۔ جیسا کہ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ اور لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ میں ہے جیسا کہ تفصیل سے مذکور ہو چکا ہے۔ نیز تمام اہل لغت نے دعا کے معنی خواندن (پکارنا) سے کئے ہیں عبادت سے نہیں کیے اور مفسرین کا کام لغوی معنی بیان کرنا نہیں بلکہ ان کا کام تو مطلب اور تفسیر بیان کرنا ہے۔

۵ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ: پہلی آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سب کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے پھر ہر چیز اور ہر جاندار کو رفتہ رفتہ حد کمال تک پہنچانے والا بھی وہی ہے۔ سارے عالم کا نظام بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی متصرف و مختار ہے اور پھر محاسبۂ اعمال کے دن یعنی قیامت کے دن کا مالک بھی وہی ہے۔ جب انسان ان چاروں حقیقتوں کا اعتراف کرلے اور ان پر پختہ ایمان لے آئے تو وہ بلاساختہ پکار اٹھے گا اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یہ دراصل بندوں کا اپنے خدا سے عہد ہے کہ اے اللہ ہم صرف تیری ہی بندگی کریں گے صرف تجھے ہی حاجات و مشکلات میں مدد کے لیے پکاریں گے۔ اس کے بعد اھدنا الصراط المستقیم میں اسی عہد پر استقامت کی دعا مانگی جا رہی ہے مطلب یہ ہے کہ اے اللہ یہ سیدھی راہ جو تو نے ہمیں دکھا دی ہے یعنی توحید اور صرف تیری عبادت و پکار اور صرف تجھی سے استعانت و استمداد کی راہ اب ہمیں اس پر قائم رکھ اور تا دم آخرین ہمیں اس پر چلا۔ الصراط المستقیم کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اس سے ایاک نعبد وایاک نستعین والا رستہ مراد ہے۔ اس صورت میں الصراط کا الف لام عہد خارجی کے لئے ہوگا۔ قرآن مجید کی دوسری کئی آیتوں میں صراط مستقیم سے توحید اور اللہ کی خالص عبادت و پکار کی طرف اشارہ ہے۔ ایک جگہ حضرت عیسے علیہ السلام کی زبان سے الصراط المستقیم کا یہ مفہوم بیان فرمایا۔ وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (مریم ع ۲) اور بے شک اللہ ہی میرا پروردگار ہے اور وہی تمہارا پروردگار اس لیے صرف اسی کی عبادت کرو اور صرف اسے ہی پکارو یہی ہے صراط مستقیم (سیدھی راہ) اور ایک جگہ تمام بنی آدم کو خطاب کرکے فرمایا اَلَمْ اَعْھَدْ اِلَیْکُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ (یس ع ۴) اے اولاد آدم کیا میں نے تمہیں اس بات کی تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی بندگی مت کرنا اور صرف میری ہی بندگی کرنا۔ یہی ہے صراط مستقیم۔

الصراط المستقیم کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس سے مطلق راہ حق مراد ہے جو اسلام کے تمام احکام کو شامل ہے۔ مثلاً عبادات، معاملات، اخلاق، معاشیات، سیاسیات احکام برزخ اصول آخرت وغیرہ۔ والمراد بہ طریق الحق وھو ملۃ الاسلام (روح المعانی جلد ۱ صہ) سورۂ انعام رکوع ۱۹ میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔ وہاں پہلے اللہ تعالیٰ نے شرک سے منع فرمایا پھر والدین سے احسان اور حسن سلوک کا حکم دیا۔ پھر قتل اولاد قتل نفس محرم اور دیگر تمام فواحش سے منع کیا۔ پھر یتیموں کی حق تلفی سے روکا پھر ناپ تول پورا کرنے اور ہر حال میں عدل و انصاف کو قائم رکھنے کا حکم دیا اور آخر میں جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کا حکم فرمایا۔ وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ۔ اور بے شک یہ ہے میرا راستہ جو بالکل سیدھا ہے۔ سو اس راہ پر چلو۔ یہاں دین کے تمام احکام کو صراط مستقیم فرمایا۔

الصراط المستقیم مرکب توصیفی ہے اور المستقیم اس چیز کو کہتے ہیں جو بالکل سیدھی ہو اور اس میں کسی قسم کی کجی اور پیچ و خم نہ ہو اور الصراط المستقیم (سیدھی راہ) توحید یا پوری ملت اسلام کو اس لئے فرمایا کہ توحید کی راہ بالکل سیدھی ہے جس پر چلنے سے انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر راہ توحید سے سر مو ہٹ گیا تو سیدھا جہنم میں پہنچے گا۔ اسی طرح ملت اسلام بھی سیدھی اور درمیانی راہ ہے۔ اس میں نہ افراط ہے نہ تفریط جیسا کہ یہود نے حضرت عزیر کے بارے میں افراط اور حضرت مسیح علیہما السلام کے بارے میں تفریط سے کام لیا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں افراط سے کام لیا اور حضرت خاتم نبوت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں تفریط کی اسی طرح باقی احکام شرعیہ میں بھی پہلی امتوں میں افراط و تفریط تھی لیکن شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہر قسم کی اعتقادی اور عملی افراط و تفریط سے بالکل پاک ہے۔

لفظ ہدایۃ ہمیشہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ مفعول اول کی طرف ہمیشہ بلاواسطہ حرف جر اور مفعول ثانی کی طرف کبھی بواسطہ حرف جر مثلاً یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (یونس ع ۳) اور وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (انعام ع ۱۰)۔ اور کبھی بلاواسطہ حرف جر مثلاً وَھَدَیْنٰھُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (صافات ع ۴) اور وَیَھْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا (فتح رکوع ۱)۔ لیکن استعمال کی ان دونوں صورتوں کے معنوں میں فرق ہے۔ پہلی صورت میں ہدایۃ کے معنی ارائۃ الطریق۔ راہ نمودن یعنی راہ دکھلانے کے ہوں گے۔ اور دوسری صورت میں اس کے معنی ایصال الی المطلوب بمنزل رسانیدن یعنی منزل مقصود تک پہنچانے کے ہوں گے۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں نا ضمیر منصوب متکلم مفعول اول ہے اور الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ مفعول ثانی ہے جو بلاواسطہ حرف جر استعمال ہوا ہے۔ اس لئے ہدایت کے معنی یہاں ایصال الی المطلوب (منزل مقصود تک پہنچا دینے) کے ہیں۔ یہاں چونکہ منزل مقصود صراط مستقیم ہے اس لیے معنی یہ ہوں گے کہ ہم کو صراط مستقیم (سیدھی راہ) پر چلا اور اس پر قائم رکھ جیسا کہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے "چلا ہم کو راہ سیدھی" اور یہاں یہی معنی موزوں اور مناسب ہیں کیونکہ جب ایک شخص الحمد للہ سے ایاک نستعین تک بیان کردہ تمام باتوں پر ایمان لے آتا ہے اور ان پر عامل ہو جاتا ہے تو صراط مستقیم تو اس نے دیکھ لیا اور سیدھی راہ اسے مل چکی۔ اس لیے اب اھدنا الصراط المستقیم۔ میں وہ سیدھی راہ دیکھنے کی دعا نہیں کر رہا بلکہ وہ یہ التجا کر رہا ہے کہ اے اللہ جو سیدھی راہ تو نے مجھے دکھا دی ہے۔ اب اس پر مجھے قائم رکھ ومعناہ ادم ھدایتنا (قرطبی ص۱۴۸ ج ۱)

ھدایۃ کی دو قسمیں ہیں ایک فطری دوسری کسبی۔ فطری ہدایت تو انسان اور غیر انسان سب کے لئے عام ہے۔ اور اللہ کی طرف سے ہر ذی روح کو پیدائش کے ساتھ ہی عطا کی جاتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَاَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی (طٰہٰ ع ۲)۔ اور اس نے ہر چیز کو صورت عطا کی اور پھر اس کی راہنمائی فرمائی اور ایک جگہ فرمایا۔ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی (الاعلیٰ) وہ جس نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا اور راہنمائی فرمائی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مرغی کا بچہ انڈے سے نکلتے ہی دانہ چگنے لگتا ہے جانوروں کے بچے پیدا ہوتے ہی پستان مادر سے دودھ پینے لگتے ہیں

آخرانھیں کون بتاتاہے کہ یہ ہماری غذا ہے اور اسے حاصل کرنے کا مقام اور طریقہ یہ ہے یہ راہنمائی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور ہر ذی روح کی فطرت میں ودیعت ہوتی ہے۔

ہدایت کی دوسری قسم کسبی ہے جو اللہ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام اور کتب سماویہ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے پھر اس کے چار درجے ہیں۔ (۱) انابت یعنی اللہ کی طرف رجوع کرنا اور ضد وعناد کو چھوڑ کر راہ ہدایت کی تلاش وجستجو کرنا۔ ہدایت صرف انہی لوگوں کو ملتی ہے جن میں انابت الی اللہ اور تلاش حق کا جذبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ (رعد ع ۴) اور دوسری جگہ فرمایا۔ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ (شوریٰ ع ۱) یعنی اللہ تعالےٰ ہدایت کی توفیق صرف ان لوگوں کو دیتا ہے۔ جو اس کی طرف رجوع اور انابت کرتے ہیں۔

سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ سَبْعُ اٰیٰتٍ

سورۂ فاتحہ مکی ہے اور اس میں سات آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پالنے والا سارے جہان کا بیحد مہربان

الرَّحِیْمِ ۝۲ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝۳ اِیَّاکَ

نہایت رحم والا مالک روز جزا کا تیری ہی

نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝۴ اِھْدِنَا

ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں چلا ہم کو

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝۵ صِرَاطَ الَّذِیْنَ

راہ سیدھی راہ ان لوگوں کی

اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۵ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ

جن پر تو نے فضل فرمایا جن پر نہ تیرا غصہ ہوا

وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝۶

اور نہ وہ گمراہ ہوئے

بسم ۔ ای قولو بسم اللہ ۔ اللہ حمد اور شکر کی طرف اشارہ ہے۔ لفظ اللہ سے رحمٰن الرحیم مراد ہے یعنی خالق الرحمٰن الرحیم ۔ حمد بسم کی طرف اشارہ ۔ حمد دوم کی طرف ۔ الحمد للہ ۔

(۲) ہدایت۔ یعنی سیدھی راہ پانا یہ انابت اور رجوع الی اللہ کے بعد حاصل ہوتی ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

(۳) استقامت۔ ہدایت کے بعد استقامت کا درجہ ہے جب ایک آدمی کو ہدایت حاصل ہوجاتی ہے اور اسے صراط مستقیم مل جاتا ہے تو اب وہ اللہ کی ہدایت کے مطابق سیدھی راہ پر چلتا ہے اور اس پر قائم ہوجاتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (حم سجدہ ع ۴) اس میں دوسرے اور تیسرے درجہ کا بیان ہے قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ میں ہدایت آگئی اور ثُمَّ اسْتَقَامُوْا میں استقامت۔

(۴) ربط القلب۔ راہ ہدایت اور صراط مستقیم پر استقامت کے بعد ربط القلب کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ درجہ رسوخ ایمان اور یقین کی پختگی کا سب سے اونچا اور بلند مقام ہے۔ جب مؤمن کو ایمان ویقین کا یہ درجہ حاصل ہوجائے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے راہ ہدایت سے نہیں ہٹا سکتی اور نہ اس کے ایمان ویقین کو متزلزل کرسکتی ہے یہ درجہ بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے اصحاب کہف کو یہ درجہ حاصل تھا چنانچہ ارشاد ہے اِنَّھُمْ فِتْیَۃٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّھِمْ وَزِدْنٰھُمْ ھُدًی وَّرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا (کہف ع ۲) وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی کردی اور ان کے دل مضبوط کردیئے اس آیت میں تین درجات کا ذکر ہے۔ اٰمَنُوْا بِرَبِّھِمْ میں ہدایت زِدْنٰھُمْ ھُدًی میں استقامت اور وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ ربط القلب کا ذکر ہے۔ ہدایت کا یہ درجہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی حاصل تھا جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ (حجرات رکوع ۱) لیکن اللہ تعالےٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنادیا اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کردیا اور کفر اور فسق اور نافرمانی سے تم کو نفرت دے دی اِھْدِنَا میں ہدایت کے آخری دو درجے حاصل کرنے کی درخواست کی گئی ہے یعنی استقامت اور ربط القلب۔ کیونکہ انابت اور ہدایت تو پہلے حاصل ہوچکی ہے۔ ہدایت کی طرح ضلالت کے بھی چار درجے ہیں۔ ان کا ذکر آگے آتا ہے۔ ۹ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے بدل الکل ہے اور بدل کا فائدہ یہ ہے کہ صراط مستقیم کی تفسیر اور تعیین ہوجائے یعنی صراط مستقیم وہ راستہ ہے جس پر وہ لوگ قائم رہے جو اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کے مصداق ہیں اور جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین مراد ہیں جیسا کہ ایک دوسری آیت میں اس طرف اشارہ ہے۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ ——— (بقیہ برصفحہ)

موضح قرآن ف جن پر تو نے فضل کیا ان سے چار فرقے مراد ہیں نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور جن پر غصہ ہوا ان سے یہود اور گمراہوں سے نصاریٰ مراد ہیں۔ یہ سورۃ اللہ صاحب نے بندوں کی زبان کر فرمائی کہ اس طرح کہا کریں۔

فتح الرحمٰن ف ۱ مترجم گوید یعنی عالم انس و عالم جن و عالم ملائکہ و علی ہذا القیاس واللہ اعلم ۱۲ ف ۲ مترجم گوید مراد آنانکہ انعام کردہ شد برآنہا چہار فرقہ اند۔ نبیین و صدیقین و شہداء و صالحین و آنہا کہ خشم گرفتہ شد برآنہا یہود اند و گمراہان نصاریٰ ۔ آمین قبول کن دعا و ما ۱۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃِ له اس سورت کا نام مشہور تو یہی ہے "بَقَرَۃٌ" کے معنی گائے کے ہیں چونکہ اس سورت کے آٹھویں رکوع میں گائے سے متعلق ایک قصہ بیان ہوا ہے اس لئے اسی مناسبت سے اس کا نام سورۃ البقرۃ (یعنی وہ سورت جس میں گائے کا ذکر ہے) رکھا گیا۔

فضیلت صحیح حدیثوں میں سورہ بقرہ کی بہت کچھ فضیلت ثابت ہے۔ ایک حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ إن لکل شیء سناماً و ان سنام القرآن سورۃ البقرۃ (مستدرک ...، جامع ترمذی ...، وانظر تفسیر ابن کثیر ...) یعنی ہر چیز کا ایک اعلیٰ حصہ ہوتا ہے اور قرآن مجید کا اعلیٰ و برتر حصہ سورۂ بقرہ ہے۔ قرآن مجید کی سورتیں کلام اللہ ہونے کے لحاظ سے سب برابر ہیں البتہ مضامین کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت ہے۔ سورۂ بقرہ میں چونکہ تمام بنیادی عقائد توحید، رسالت، کتب، آخرت وغیرہ، مرکزی اعمال (جہاد، انفاق، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ) اور بعض اہم معاملات (نکاح، طلاق، عدت، قصاص، وصیت، رہن، قرض، سود وغیرہ) تفصیل سے مذکور ہیں۔ بلکہ وہ تمام مضامین جو پورے قرآن میں پھیلے ہوئے ہیں وہ تفصیلاً یا اجمالاً سامنے کے سامنے اس سورت میں آگئے ہیں۔ اسی مناسبت سے بعض روایتوں میں اس سورت کا نام "فسطاط القرآن" بھی آیا ہے۔ فسطاط کے معنے خیمہ کے ہیں جس طرح خیمہ نیچے بیٹھنے والوں کو حاوی ہوتا ہے اسی طرح یہ سورت بھی قرآن مجید کے تمام مضامین پر حاوی ہے اس لئے اسے اس لحاظ سے باقی سورتوں پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔ ایک حدیث میں آپ کا ارشاد ہے اقرءوا سورۃ البقرۃ فان اخذھا برکۃ وترکھا حسرۃ ولا یستطیعھا البطلۃ (صحیح مسلم ...، ومسند احمد) یعنی سورۂ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اس کا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا باعث برکت اور اس کا ترک موجب حسرت و ندامت ہے مگر باطل پرست لوگ اس پر عمل نہیں کر سکیں گے۔

ربط سورۂ بقرہ کو سورۂ فاتحہ کے ساتھ کئی طرح سے ربط ہے (۱) ربط اسمی۔ یہ ربط حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص افادات میں سے ہے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ یہودی گائے کی پرستش اور اس کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ سامری نے جب سونے کا بچھڑا بنا کر ان کے سامنے لا رکھا تو سب اس کے سامنے جھک گئے اور اسے پوجنے لگے۔ یہود کے علاوہ خود مشرکین عرب بھی گاؤ پرستی میں مبتلا اور اس کے تقدس کے قائل تھے۔ جب کبھی بارش نہ ہوتی تو وہ گائے کی دم کے ساتھ گھاس پھونس باندھ کر اور اسے آگ لگا کر چھوڑ دیتے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ جب آگ سے گائے کی دم جلنے لگی تو وہ چیخ و پکار کرے گی اور اس کی چیخ و پکار اور بے چینی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا۔ چنانچہ زمانۂ جاہلیت کا ایک سمجھدار اور سلیم الفطرت شاعر الوَرَل الطائی ایسے ضعیف الاعتقاد مشرکوں کو ملامت کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

لا درّ درّ رجالٍ خاب سعیھمُ
یستمطرون لدی الازمات بالعُشَرِ

(ترجمہ) ان لوگوں کا عمل بے نتیجہ ٹھہرا جن کی کوشش ناکام ہوئی اور جو خشک سالی میں عُشَر (ایک پودا) کے ذریعہ بارش طلب کرتے ہیں (لسان العرب ...)

اجاعلٌ انت بیقورًا مسلّعةً
ذریعةً لک بین اللہ والمطرِ

(ترجمہ) کیا تو اللہ اور بارش کے درمیان اس گائے کو وسیلہ بناتا ہے جس کی دم سے سلع (ایک پودا) کی ٹہنیاں بندھی ہوئی ہیں (مشکل القرآن ابن قتیبہ ...)

له تمہید مضامین تین جماعتوں کا ذکر علی سبیل لف و نشر مرتب ۲۔ پہلی جماعت منعم علیہم کا ذکر

(الجزء ۱)

سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَھِیَ مِائَتَانِ وَسِتٌّ وَّثَمَانُوۡنَ اٰیَۃً وَّاَرۡبَعُوۡنَ رُکُوۡعًا

سورۂ بقرہ مدنی ہے اور اس میں دو سو چھیاسی آیتیں اور چالیس رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى

له یہ کتاب بلا شبہ سراپا ہدایت ہے

لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ

ڈرنے والوں کے لئے ته جو کہ یقین کرتے ہیں بے دیکھی چیزوں کا ته اور

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

قائم رکھتے ہیں نماز کو ته اور جو ہم نے دیا ان کو

يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ

اس میں سے خرچ کرتے ہیں ته اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر کہ جو کچھ نازل

اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ

ہوا تیری طرف اور اس پر کہ جو نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آخرت کو

هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ

وہ یقینی جانتے ہیں ته وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے

(معانقہ ۱)

اور اس وقت کے عیسائی آل عمران کے بعض بزرگوں کی الوہیت کے قائل تھے اور انہیں الٰہ مختار سمجھ کر حاجات و مشکلات میں پکارتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم صدیقہ کے متعلق عیسائیوں کے جو مشرکانہ عقائد تھے وہ قرآن مجید میں جابجا تفصیل سے مذکور ہیں۔ سورۂ بقرہ میں زیادہ تر روئے سخن یہود کی طرف اور سورۂ آل عمران میں نصاریٰ کی طرف ہے ان دونوں مدنی سورتوں میں زیادہ تر حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد کا ذکر آیا ہے۔ اس زمانہ میں جس طرح حقوق اللہ کو نہایت بیباکی سے پامال کیا جا رہا تھا۔ اسی طرح حقوق العباد کو بھی نہایت بیدردی سے ضائع کیا جا رہا تھا خصوصاً عورتوں کے ساتھ نہایت وحشیانہ اور غیر منصفانہ سلوک کیا جا رہا تھا۔ اور ان کی فطری کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان کی خوب حق تلفی کی جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کے بعد سورۂ نساء میں عورتوں کے حقوق کی واضح الفاظ میں حسن معاشرت کی تلقین فرمائی تاکہ مسلمان حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کریں اور اللہ کے خوان نعمت سے دنیا اللہ تعالیٰ

موضح القرآن له یہ پہلی سورت ہے جو مدینے میں نازل ہوئی مگر ایک آیت وہ باتفاق حجۃ الوداع کے دن منیٰ میں اتری اس سورت پہلی آیتوں کے نازل ہونے کا سبب مالک بن ضیف یہودی مرسو مدکہ ولہی شک تھا اتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ کتاب وہ کتاب نہیں ہے جس کی خبر اگلی کتابوں میں دی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے اس شک کو رفع کرکے مومنوں کی مدح اور کافروں کی مذمت میں آیتیں بھیجیں۔

ہیں بہرہ مند ہو سکیں۔ اب ان سورتوں میں اسمی ربط بطریق ذیل ہوگا۔ اللّٰھم ایاک نعبد وایاک نستعین (فاتحہ) ولا نعبد ولا نستعین البقرۃ کما فعل الیھود والمشرکون (بقرۃ) ولا نعبد ولا نستعین آل عمران کما فعل النصاری (آل عمران) ونؤدی حقوق النسآء رغبۃ ونؤتی صدقاتھن نحلۃ (نسآء) فانزل علینا مآئدۃ انعامک وافضالک فی الدنیا والاٰخرۃ (مآئدۃ)

اے اللہ ہم تیری بندگی کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اور تیرے سوا کسی کی بندگی اور پرستش نہیں کرتے جس طرح یہود اور مشرکین عرب گئے کی اور نصاریٰ آل عمران کے بزرگوں کی عبادت اور پرستش کرتے تھے۔ ہم عورتوں کے حقوق بہ رضا و رغبت ادا کریں گے پس اے اللہ دنیا و آخرت میں اپنے فضل و احسان اور انعام و اکرام سے سرفراز فرما۔

یہ اسمی ربط سورۂ مائدہ تک ہے۔ اس کے بعد کا اسمی ربط سورۂ انعام کے شروع میں مذکور ہوگا۔

دوسرا ربط سورۂ فاتحہ میں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے ہدایت کی درخواست کی گئی ہے اب سورۂ بقرہ کی ابتداء میں اس کی منظوری آگئی کہ یہ کتاب سرچشمۂ ہدایت ہے اور سیدھی راہ دکھاتی ہے اور پھر سورت میں ہدایت کا جامع اور مکمل پروگرام بیان فرمایا ہے۔

تیسرا ربط سورۂ فاتحہ میں تین جماعتوں کا ذکر تھا (۱) منعم علیہم جن پر اللہ کا انعام ہوا (۲) مغضوب علیہم جن پر اللہ کا غضب ہوا (۳) الضالین گمراہ لوگ۔ منعم علیہم سے مومنین مراد ہیں جن کے جا چکے ہیں۔ باقی دونوں گروہ غیر مومنین کے ہیں ان کے بھی جا چکے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں بالتفصیل گذر چکا ہے۔ مغضوب علیہم سے وہ لوگ مراد ہیں جو فساد باطن کے ساتھ ساتھ فساد عمل میں بھی مبتلا ہیں یعنی نہ ان کے عقائد صحیح ہیں اور نہ اعمال درست ـــــ یہ کافروں کا گروہ ہے اور الضالین سے مراد وہ لوگ ہیں جو صرف فساد باطن کا شکار ہیں اور ان کے عقائد میں کفر و شرک کی وہی گندگی موجود ہے۔ البتہ ان کے کچھ ظاہری اعمال مسلمانوں کے سے ہیں۔ یہ گروہ منافقوں کا ہے۔ سورۂ فاتحہ میں ان تینوں جماعتوں کا ذکر اجمالی تھا۔ اب سورۂ بقرہ کی ابتداء میں لف و نشر مرتب کے طور پر قدرے تفصیل سے ان کا ذکر کیا گیا اور ساتھ ہی ان کے کچھ اوصاف اور ان کی جزا و سزا کا بیان بھی آگیا ہے۔ قال الامام الرازی ویحتمل ان یقال المغضوب علیھم ھم الکفار والضالون ھم المنافقون وذٰلک لانہ تعالیٰ بدأ بذکر المؤمنین والثناء علیھم فی خمس اٰیات من اول سورۃ البقرۃ ثم اتبعہ بذکر الکفار وھو قولہ ان الذین کفروا ثم اتبعہ بذکر المنافقین وھو قولہ ومن الناس من یقول اٰمنا فکذا ھٰھنا بدأ بذکر المؤمنین وھو قولہ انعمت علیھم ثم اتبعہ بذکر الکفار وھو قولہ غیر المغضوب علیھم ثم اتبعہ بذکر المنافقین وھو قولہ ولا الضالین (تفسیر کبیر ص۲۰۳ ج ۱)

چوتھا ربط سورۂ فاتحہ میں بندوں سے اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے ذریعہ اللہ کی توحید کا اقرار لیا گیا ہے اور عبادت و استعانت کے اللہ کے ساتھ مخصوص ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ میں اسی دعویٰ توحید کو مختلف مقاصد کے پیش نظر تین جگہ ذکر کر کے ہر جگہ اسے دلیل عقلی سے واضح اور ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ پہلے رکوع ۳ کی ابتداء میں یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ سے دعویٰ پیش کیا اور پھر الَّذِیْ خَلَقَکُمْ سے وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تک دلیل عقلی پیش کی۔ دوسری دفعہ رکوع ۱۹ میں وَ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ سے دعویٰ پیش کیا اور اس کے بعد اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ سے یَعْقِلُوْنَ تک دلیل عقلی بیان کی۔ تیسری بار رکوع ۳۴ میں اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سے دعویٰ پیش کیا اور اس کے ساتھ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ سے اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ تک عقلی دلیل پیش کی۔ دعویٰ توحید کو تین بار ذکر کرنے کا مقصد جدا گانہ ہے۔ پہلے موقع پر شرک فی الدعاء کی نفی مقصود ہے یعنی اللہ کے سوا غائبانہ دعا اور پکار سننے والا اور کوئی نہیں۔ دوسرے مقام پر نذر و نیاز اور منت میں شرک کی نفی مقصود ہے۔ اور تیسری جگہ شفاعت قہری کی تردید مقصود ہے۔

خلاصۂ مضامین توحید، رسالت، جہاد فی سبیل اللہ، انفاق فی سبیل اللہ، امور انتظامیہ اور امور مصلحہ ـــــــــ سورۂ بقرہ مدینہ منورہ میں سب سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ مدینہ اور اس کے قرب و جوار میں یہودی کافی تعداد میں آباد تھے۔ اس لئے اس سورت میں یہود کی اصلاح کا پہلو بہت نمایاں ہے کیونکہ یہودیوں میں بڑے بڑے سرمایہ دار اور بڑے بڑے عالم اور پیر موجود تھے ان کی اصلاح سے پوری قوم کی اصلاح ہوسکتی تھی

تمام انبیائے سابقین علیہم السلام اور تمام کتب سابقہ کی تعلیم و تبلیغ کا ماحصل اور ان کی دعوت کا مرکزی نکتہ توحید باری تعالیٰ تھا۔ یعنی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معبود و مستعان، مالک و مختار، نافع و ضار، نذر و منت کا مستحق اور حاکم و کارساز سمجھنا ـــــ سورۂ بقرہ کا مرکزی مضمون یہی دعوت توحید ہے۔ باقی تمام مضامین اسی کے گرد گھومتے ہیں۔ اور اسی کے متممات اور لوازمات ہیں۔ اس سورت میں چار جگہ دعویٰ توحید کو عقلی دلائل اور عالمگیر حقائق و مسلمات سے مدلل اور واضح کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے تیسرے رکوع کی ابتداء میں یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ سے تمام بنی آدم کو توحید کی عام دعوت دی گئی اس کے بعد الذی خلقکم الخ سے تسلیم شدہ حقائق اور روزمرہ کے مشاہدات کے ذریعے اس کی وضاحت کردی گئی۔ اس کے بعد انیسویں رکوع کے آخر میں وَ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ سے دعوت توحید کا اعادہ کیا گیا۔ اور ساتھ ہی اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں اسے آفاقی مشاہدات اور عقلی اور سائنٹیفک دلائل سے مدلل کیا گیا۔ آگے چل کر چونتیسویں رکوع میں اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ میں پھر دعویٰ توحید کا اعادہ کیا گیا اور اس کے ساتھ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ تا اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ سے عقلی دلیل بیان کردی گئی۔ ان تینوں جگہوں میں دعویٰ توحید اور دلیل عقلی دونوں ساتھ ساتھ مذکور ہیں۔ چوتھی جگہ یعنی سورت کے آخری رکوع میں لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ تا وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ میں دعوائے توحید پر دلیل عقلی پیش کر کے اسے اور زیادہ واضح اور مدلل کیا گیا ہے۔ دعوت توحید کے بار بار ذکر سے توحید کا ہر پہلو سے اثبات اور شرک کی ہر پہلو سے نفی مقصود تھی۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب تین قسم کے شرک میں مبتلا تھے۔ (۱) وہ انبیاء علیہم السلام، ملائکہ کرام اور اولیاء اللہ کو عالم الغیب اور با اختیار سمجھ کر پکارتے اور حاجات و مشکلات میں ان سے استعانت کرتے تھے (۲) وہ اپنے مفروضہ معبودوں کو راضی رکھنے کے لئے ان کے نام کی نذریں، منتیں، نیازیں اور چڑھاوے دیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے معبودوں کی یادگاریں قائم کی ہوئی تھیں اور ان کے نام کے استھان بنائے ہوئے تھے اور وہاں بصورت غلہ، نقدی یا جانور وغیرہ ان کے نام کے چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ اس طرح ہمارے معبود ہم سے خوش ہو جائیں گے اور ہمارے مال اور اولاد میں برکت دیں گے۔ یا اللہ سے برکت دلائیں گے۔ (۳) وہ اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بنا کر پیش کرتے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ بزرگان دین جن کی ہم عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اس قدر محبوب اور پیارے ہیں کہ اللہ ان کی بات رد نہیں کرتا اور وہ جو مطالبہ کریں اللہ کو ماننا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں دعوائے توحید کا تین دفعہ ذکر فرما کر شرک کی تینوں اقسام کی نفی فرمادی۔ پہلے موقع پر شرک فی الدعاء یعنی پکار اور دعا میں شرک کی نفی کی، دوسرے موقع پر نذر و نیاز میں شرک کی۔ اور تیسرے موقع پر شفاعت قہری کی نفی فرمائی۔

مرکزی مضمون اور باقی ذیلی مضامین کے اعتبار سے اس سورت کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ابتدائے سورت سے شروع ہو کر بائیسویں رکوع میں وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ پر ختم ہوتا ہے۔ اور دوسرا حصہ اسی رکوع میں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی سے لے کر سورت کے آخر تک چلا گیا ہے۔ پہلے حصے میں دو اعتقادی مسئلے بیان کئے گئے یعنی توحید اور رسالت اور دوسرے حصے میں بھی دو ہی مسئلوں کا بیان ہے مگر ان کا تعلق عمل سے ہے یعنی جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ اور ساتھ ساتھ امور انتظامیہ اور امور مصلحہ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ حصۂ اول میں ابتدائے سورت سے لیکر پندرھویں رکوع میں وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ تک توحید کا مضمون بیان ہوا ہے۔ شروع کے دو رکوعوں میں بطور تمہید تین جماعتوں کا تذکرہ ہے جو دعوائے توحید کو ماننے اور نہ ماننے سے پیدا ہوئیں۔ پھر یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ سے دعوائے توحید اور اَلَّذِیْ خَلَقَکُمْ تا وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ دلیل عقلی اور کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ تا اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ دلیل عقلی کا تتمہ بیان کیا گیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ نظام عالم کا مالک و مدبر، کارساز اور ہر شئی جاننے والا

صرف اللہ ہی ہے اسلئے اپنی حاجات میں صرف اسے ہی پکارو۔ اس کے بعد توحید سے متعلق مشرکین کے دو شبہے ذکر کر کے ان کا جواب دیا ہے۔ مشرکین کا پہلا شبہ یہ تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی پوجا اور پرستش اور انہیں پکارنے سے روکتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ مجھے اللہ نے ایسا ہی حکم دیا ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کی پرستش سے منع کرے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا محمد جو کچھ کہتا ہے اپنی طرف سے کہتا ہے اور (عیاذا باللہ) خدا پر افترا کرتا ہے جیسا کہ سورہ یونس ع ۴ میں ہے اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ تو اللہ تعالیٰ نے وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ الخ سے اس کا جواب دیا مشرکین کا دوسرا شبہ یہ تھا کہ ہم کس طرح محمد کا دعویٰ مان لیں اور اس کلام کو کس طرح خدا کا کلام سمجھ لیں حالانکہ اس میں اللہ کے نیک بندوں کے پکارنے کو بالکل حقیر چیزوں سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ سورۂ عنکبوت ع ۴ میں ہے مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ع اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ اللہ کی طرف سے نہیں ہے اور نہ ہی یہ کلام اللہ کا کلام ہے تو اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ الخ ع ۳ سے اس کا جواب دیا کہ مثال ممثل لہ کی وضاحت کیلئے ہوتی ہے اور مکڑی کی مثال سے مسئلہ توحید کو واضح کیا گیا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ ان کے اعتراضات کی وجہ سے مثالیں بیان کرنا چھوڑ نہیں دیگا۔

مشرکین انبیاء و اولیاء کے علاوہ فرشتوں اور جنوں کو بھی پکارتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ۝ (سبا ع ۵) اسلئے اس کے بعد چوتھے رکوع میں وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ سے نوریوں، ناریوں اور خاکیوں کا ایک مسلم اصل قاعدہ بیان کر کے ثابت کیا کہ فرشتوں کو تو آدم خاکی کی فطری خوبیوں کا پتہ بھی نہ چل سکا اس لئے نہ وہ عالم الغیب ہیں اور نہ حاضر و ناظر لہٰذا وہ حاجات میں پکارے جانے کے لائق نہیں اور ابلیس اور اس کی ذریت کو بنی آدم کے ساتھ شروع ہی سے عداوت و دشمنی ہے اسلئے وہ کس طرح تمہارے حمایتی اور پکارے جانے کے لائق ہو سکتے ہیں جیسا کہ سورۂ کہف ع ۷ میں ہے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام تو جنت ہی میں بھول گئے تھے اور معبود اس عیب سے پاک ہوتا ہے اس لئے وہ بھی دعا و پکار کے لائق نہیں ہیں۔

مدینہ منورہ اور اسکے گرد و نواح میں یہودی قوم آباد تھی۔ ان میں بڑے بڑے عالم، پیر اور نواب موجود تھے اس لئے يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ میں دعوائے توحید کو عمومی طور پر بیان کرنے کے بعد پانچویں رکوع سے روئے سخن یہود کی طرف موڑ دیا ہے کہ اے عالمو، پیرو اور نوابو مسئلہ توحید کو مان لو اگر تم نے نہ مانا تو تمہاری وجہ سے تمہارے معتقدین اور تمہاری رعایا بھی نہیں مانے گی۔ اور ان کا وبال بھی تم پر پڑیگا۔ اس مسئلے کو ماننے سے اگر تمہیں دنیوی ریاست اور نذر و نیاز کی آمدنیاں چھوڑنی پڑیں تو صبر کرو اگر مان لوگے اللہ تعالیٰ تمہیں پہلے کی طرح اپنی نعمتوں سے نوازے گا اور اگر نہ مانا تو عذاب میں مبتلا کئے جاؤگے اس کو اُذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ تا وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ سے بیان فرمایا۔ پھر چھٹے رکوع سے گیارھویں رکوع کے آخر تک قوم یہود کی تذکیر و تفہیم کیلئے ان کے مختلف حالات و معاملات بیان کئے ہیں جن کی پانچ انواع ہیں۔ نوع اول میں وہ نعمتیں اور نقمتیں بیان کی گئی ہیں جو ان کے آباؤ اجداد پر ہوئیں تاکہ موجودہ بنی اسرائیل میں امید و خوف کا جذبہ پیدا ہو اور وہ دعویٰ توحید کو مان لیں۔ نوع ثانی میں بیان کیا گیا ہے کہ ان کے آباء و اجداد خدا کی نافرمانی کیا کرتے تھے اور اس کے حکموں میں حجت بازی کرتے تھے۔ نوع ثالث میں بیان کیا گیا کہ موجودہ بنی اسرائیل بھی اپنے باپ دادا کی طرح خدا کے احکام کو ٹھکرا رہے ہیں اور اس کی نافرمانی کر رہے ہیں۔ نوع رابع میں کہا گیا کہ موجودہ بنی اسرائیل کے آباء و اجداد نے صرف انبیاء علیہم السلام کی تکذیب پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ جب انہوں نے مسئلہ توحید بیان کیا تو یہ لوگ انہیں قتل کرنے سے بھی نہ چوکے۔ نوع خامس میں بیان کیا گیا ہے کہ گذشتہ بنی اسرائیل نے سابقہ انبیاء کی تکذیب کی اور انہیں قتل کیا لیکن موجودہ بنی اسرائیل آخری نبی کی تکذیب کر رہے ہیں اور اس کے لائے ہوئے دعویٰ توحید کو ٹھکرا رہے ہیں۔ اس کے بعد یہود کے ایک قول نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ کی پانچ طرح سے تردید کی گئی ہے اور آخر میں قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ اس تفصیلی وعظ و تذکیر سے بھی اگر یہودی ہدایت پر نہ آئیں اور مسئلہ توحید کو نہ مانیں اور اس ضد پر اڑے رہیں کہ جنت میں وہی جائیں گے اور کوئی نہیں جائیگا تو انہیں مباہلہ کا چیلنج دیا جائے کہ اگر وہ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں تو میدان مباہلہ میں نکلیں۔ جب یہودی مباہلہ کیلئے تیار نہ ہوئے تب انہوں نے توحید پر شبہات وارد کرنے شروع کر دیئے اور غیر اللہ کو پکار کو جائز ثابت کرنے کی کوشش میں لگ گئے۔ پہلا شبہ ان کا یہ تھا کہ دعوائے توحید جو يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ میں مذکور ہے اس کا لانے والا جبرائیل فرشتہ ہے اور وہ اور میکائیل دونوں قدیم سے ہمارے دشمن ہیں اور ہمیشہ ہماری مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ اسلئے یہ دعوائے توحید بھی محض ہماری مخالفت کیلئے ہے اس لئے ہم اسے کبھی نہیں مانیں گے۔ دوسرا شبہ ان کا یہ تھا کہ ہمارے ورد وظیفے جو حضرت سلیمان علیہ السلام سے منقول ہو کر ہم تک پہنچے ہیں ان میں غیر اللہ کی پکار موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی غیر اللہ کو پکارا کرتے تھے اور اسی پر ان کی حکومت کا مدار تھا۔ ان کا تیسرا شبہ یہ تھا کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے جن کو اللہ نے جادو سکھانے کے لئے دنیا میں بھیجا تھا اور جادو میں غیر اللہ ہی کو پکارا جاتا ہے۔ تو جب خود اللہ نے غیر اللہ کی پکار کی تعلیم کیلئے فرشتوں کو بھیجا تو پھر یہ کیوں ناجائز ہے تو اللہ تعالیٰ نے رکوع ۱۲ میں قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ الخ سے شبۂ اولیٰ کا جواب اور لَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ تا وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا سے شبۂ ثانیہ کا جواب اور وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ سے شبۂ ثالثہ کا جواب دیا۔

جب یہود کے شبہات کا تسلی بخش رد کر دیا گیا اور اب انہیں انکار و عناد کی کوئی وجہ نظر نہ آئی تو اب انہوں نے یہ سازش کی کہ مسلمانوں میں مل جل کر رہیں اور خفیہ طور پر ان میں موہم شرک الفاظ داخل کریں تاکہ آہستہ آہستہ غیر شعوری طور پر مسلمان پھر سے شرک میں مبتلا ہو جائیں۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہود کی اس سازش سے آگاہ فرمایا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ پیغمبر علیہ السلام کو "راعنا" کہنا چھوڑ دیں کیونکہ یہ لفظ یہودیوں نے اپنی خفیہ سازش کے تحت مسلمانوں میں رائج کیا تھا تاکہ ان کے ذہن میں یہ تصور پیدا ہو جائے کہ خدا کا پیغمبر بھی نگہبان ہے اور اس طرح وہ پھر شرک کی دلدل میں پھنس جائیں کیونکہ راعنا راعاۃ سے ہے جسکے معنے نگہبانی کرنے کے ہیں اور راعنا کے معنیٰ ہوں گے نگہبانی کر تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جگہ اُنْظُرْنَا کہنے کا حکم دیدیا۔ آخر میں فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا سے یہ فرمایا کہ اہل کتاب ضد و عناد اور بغض و حسد میں اس حد تک آگے بڑھ چکے ہیں کہ وہ کبھی مانیں گے نہیں۔ اس لئے جب تک اللہ کی طرف سے جہاد کا حکم نہیں آتا۔ اس وقت تک صبر و تحمل اور درگذر سے کام لو۔

اس کے بعد یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کی پانچ معاندانہ باتوں کا شکوہ کر کے ان کا جواب دیا ہے۔ **پہلا شکوہ**۔ یہود و نصاریٰ کا دعویٰ تھا کہ ان کے سوا جنت میں کوئی نہیں جائیگا تو اللہ تعالیٰ نے قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ سے اس کا جواب دیا۔ **دوسرا شکوہ**۔ یہودی کہتے تھے عیسائیوں کا دین باطل ہے اور عیسائی کہتے یہودیوں کا دین باطل ہے كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ (ع ۱۳) سے اس کا جواب دیا۔ **تیسرا شکوہ**۔ مشرکین اللہ کے گھر میں خدا کی توحید بیان کرنے اور خالص اسے ہی پکارنے سے منع کرتے تھے جیسا کہ مقام حدیبیہ میں مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روکا۔ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ الخ سے اس کا جواب دیا ہے۔ **چوتھا شکوہ**۔ یہودی کہتے حضرت عزیر خدا کا بیٹا اور اس کا نائب ہے، عیسائی حضرت عیسیٰ کو اور مشرکین فرشتوں کو خدا کی اولاد بتاتے اور انہیں کارسازی میں اللہ کے نائب سمجھتے تھے۔ سُبْحٰنَهٗ ط بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ سے اس کا جواب دیا۔ **پانچواں شکوہ**۔ مشرکین کہتے تھے کہ اللہ ہم سے کیوں ہمکلام نہیں ہوتا۔ اگر وہ براہ راست ہم سے باتیں کرے تو ہم مان لیں گے كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے اس کا جواب دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت یہ فکر رہتی تھی کہ مشرکین اور اہل کتاب ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ آپ کا فرض صرف یہ ہے کہ آپ ان تک دعوت توحید پہنچا دیں باقی منوانا آپکا کام نہیں اور اگر آپ یہ چاہیں کہ یہود و نصاریٰ آپ سے خوش ہو جائیں تو وہ تو صرف اس شرط پر آپ سے خوش ہوں گے کہ آپ ان کا دین قبول کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی کریں۔ اس کے بعد وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ میں بطور زجر فرمایا کہ اللہ کی طرف سے علم اور وحی آجانے کے بعد اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کر لی تو پھر آپ کو بھی خدا سے بچانے والا کوئی نہیں۔

ابتداء سورت میں دعوئی توحید کو الَّذِيْ خَلَقَكُمْ سے عقلی دلیل لاکر ثابت کیا گیا تھا۔ اب یہود کے حالات بیان کرنے کے بعد اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ سے دعوئی توحید پر نقلی دلیل پیش کی گئی ہے کہ یہود میں جو

علما اور ربانیین ہیں وہ اس دعوی کو مانتے ہیں۔ اس کے بعد یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا (رکوع ۱۵) سے بنی اسرائیل کو دوبارہ یاد دہانی کرا کر توحید کی بحث کو ختم کر دیا ہے۔ آگے رسالت کی بحث ہے۔

اس کے بعد پندرھویں رکوع میں وَ اِذِ ابۡتَلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ رَبُّہٗ سے بائیسویں رکوع میں وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ تک رسالت کا بیان ہے پہلے بطور تمہید حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا ہے جنہیں مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ اپنا روحانی و جسمانی باپ سمجھتے تھے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام جو بڑے پایہ کے پیغمبر تھے، جو ہر آزمائش میں پورے اترے اور جنہوں نے خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا۔ انہوں نے ہی اللہ سے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ مکہ میں ایک رسول بھیجنا۔ اب وہ رسول آگیا ہے اور اس رسول نے کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جو تمام پیغمبر کہتے چلے آئے ہیں اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔ ہم صرف خدا ہی کی عبادت کرینگے اور صرف اسے ہی پکارینگے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہود و نصاریٰ کے تین غلط پروپیگنڈوں کا جواب بھی دیا ہے۔ پہلا پروپیگنڈہ ان کا یہ تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام وفات کے وقت وصیت کر گئے ہیں کہ وفات کے بعد ان کو پکارا کرنا تو اللہ تعالیٰ نے اَمۡ کُنۡتُمۡ شُہَدَآءَ سے اس کا رد فرمایا۔ دوسرا پروپیگنڈہ وہ یہ کرتے تھے۔ یہودی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبر یہودی تھے اور عیسائی کہتے تھے کہ وہ عیسائی تھے اس لئے ان کا دعویٰ تھا کہ ہدایت صرف یہودیت اور نصرانیت ہی میں منحصر ہے۔ اور اس طرح وہ لوگوں کو اپنے دین کی طرف بلاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے قُلۡ بَلۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰہٖمَ حَنِیۡفًا اور قُلۡ ءَاَنۡتُمۡ اَعۡلَمُ اَمِ اللّٰہُ سے اس کا جواب دیا۔ تیسرا پروپیگنڈہ ان کا یہ تھا ہم انبیاء علیہم السلام کی اولاد ہیں اس لئے ہم پر کچھ مواخذہ نہیں ہوگا۔ اور ہم ان کے طفیل جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے تِلۡکَ اُمَّۃٌ قَدۡ خَلَتۡ سے تاکیداً دو دفعہ ان کے اس نظریے کی تردید فرمائی۔

اس کے بعد مشرکین عرب اور یہود کی طرف سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر دو شبہات وارد کئے جاتے تھے ان کا جواب دیا ہے۔ پہلا شبہہ یہ تھا کہ تمام انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ صدیوں سے بیت المقدس چلا آرہا ہے اور یہ پیغمبر ۱۶½ ماہ اسی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتا رہا لیکن اب اس نے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی شروع کر دی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ انبیاء بنی اسرائیل کا مخالف ہے یا اس پر اصل قبلہ مشتبہ ہوگیا ہے اور وہ حیران و سرگرداں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کے جواب میں تحویل قبلہ کی چار علتیں بیان فرمائی ہیں۔ دو اجمالی اور دو تفصیلی۔ لِلّٰہِ الۡمَشۡرِقُ وَ الۡمَغۡرِبُ الخ سے پہلی اجمالی علت بیان کی کہ تمام سمتیں اللہ کی ہیں وہ جس طرف چاہے منہ کرنے کا حکم دے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ سے دوسری اجمالی علت بیان فرمائی کہ علماء یہود اور اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ آخری پیغمبر کا قبلہ خانہ کعبہ ہوگا اگرچہ اب کتمان حق کر رہے ہیں اور وَ مَا جَعَلۡنَا الۡقِبۡلَۃَ الَّتِیۡ کُنۡتَ عَلَیۡہَاۤ سے پہلی تفصیلی علت بیان فرمائی کہ تحویل قبلہ سے مخلص اور غیر مخلص کا امتحان مقصود ہے۔ اور لِئَلَّا یَکُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَیۡکُمۡ حُجَّۃٌ میں دوسری تفصیلی علت بیان فرمائی کہ تحویل قبلہ کا حکم تو تورات و انجیل میں مذکور ہے۔ اگر تحویل کا حکم نہ آتا تو اہل کتاب کو ایک عذر ہاتھ آجاتا۔ اس کے بعد مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کا شکر بجا لائیں جس نے ان کو آخری اور ذوالقبلتین (دو قبلوں والے) پیغمبر کی امت ہونے کا شرف بخشا ہے۔ دوسرا شبہ ان کا یہ تھا بلکہ بعض نو مسلموں کے دل میں بھی یہ خیال گذرا کہ صفا و مروہ پر تو آج تک بتوں کی پوجا ہوتی رہی ہے اب یہاں حج کے موقع پر اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ یہ جگہ اس قابل نہیں ہے تو اِنَّ الصَّفَا وَ الۡمَرۡوَۃَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰہِ (رکوع ۱۹) سے اس کا جواب دیا کہ صفا و مروہ تو اللہ کے دین کی یادگاروں میں سے ہیں اور اب بتوں سے پاک ہو چکی ہیں اس لئے اب وہاں بے کھٹکے اللہ کی عبادت کرو۔ دونوں شبہات کے درمیان یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَ الصَّلٰوۃِ سے مسلمانوں کو صبر و استقلال کی تلقین فرمائی۔ ممکن ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد اہل کتاب و مشرکین سے مخالفت بڑھ جائے اور تمہیں ان کی طرف سے مالی و جانی نقصان برداشت کرنا پڑے اس لئے تم صبر کرنا اور ثابت قدم رہنا۔ ازالۂ شبہات کے بعد اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ سے وَ لَا ہُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ تک علمائے اہل کتاب کو زجر فرمایا جو حق کو چھپاتے تھے یا اس کا انکار کرتے تھے۔ آگے وَ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ سے اس دعویٰ توحید کا ذکر فرمایا جس کے کتمان و انکار پر اہل کتاب کو زجر کیا گیا پھر دعویٰ کو دلیل عقلی سے ثابت کرنے کے بعد وَ مَا ہُمۡ بِخٰرِجِیۡنَ مِنَ النَّارِ تک ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو دعویٰ توحید کو نہیں مانتے اور محبت و بندگی کا جو تعلق انہیں خدا سے رکھنا چاہیئے وہ ایسا تعلق غیر اللہ سے قائم کئے ہوئے ہیں اس کے بعد تمثیلاً اس تعلق کا مختصر بیان ہے جس میں دو چیزیں مذکور ہیں۔ اول تحریمات عباد یا تحریمات غیر اللہ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ کُلُوۡا سے اِنۡ کُنۡتُمۡ اِیَّاہُ تَعۡبُدُوۡنَ (رکوع ۲۱) تک اس کا بیان کہ یہ بحیرے اور سائبے وغیرہ جو تم نے اپنی طرف سے حرام کر رکھے ہیں، یہ حرام نہیں ہیں بلکہ حلال و طیب ہیں۔ انہیں کھاؤ اور اپنی طرف سے کسی حلال چیز کو حرام مت ٹھہراؤ۔ دوئم نذر و غیر اللہ اس کا ذکر اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃَ سے کیا کہ جو چیزیں غیر اللہ کی خوشنودی کیلئے ان کے نام پر بطور نذر و نیاز دیتے ہو یہ حرام ہیں اور اس کے ساتھ تین اور محرمات کا ذکر بھی فرمایا۔ آگے اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ سے شِقَاقٍۭ بَعِیۡدٍ تک ان لوگوں کے لئے زجر اور تخویف اخروی ہے جو حق بات بیان نہیں کرتے۔ اور غیر اللہ کی نذر و منت اور دیگر باطل طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں۔

تحویل قبلہ کے بعد یہود و نصاریٰ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈہ تیز تر کر دیا اور ہر ایک نے نیکی اور عمل صالح کو اپنے ہی قبلے کی پیروی میں منحصر کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا سے اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ تک اس کا جواب دیا کہ اصل نیکی مخصوص سمتوں کی پابندی نہیں ہے بلکہ اصل نیکی تو خالص ایمان اور عمل صالح ہے۔ جو شخص ایمان لائے، شرک سے بچے اور نیک اعمال بجا لائے اصل میں نیک اور متقی تو وہ ہے یہاں تک حصہ اول ختم ہوا۔ آگے حصہ دوم شروع ہوتا ہے جس میں جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ کا بیان ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ صرف وہی قوم کر سکتی ہے۔ جو آپس میں منظم ہو اور جس کا اندرونی نظم و نسق درست ہو۔ اس لئے جہاد کے ساتھ ساتھ امور انتظامیہ کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے بارے میں اسلامی طرز عمل کی وضاحت کی گئی ہے اور امور انتظامیہ کے بارے میں اسلامی احکام کی پابندی صحیح طور پر صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ انسان کے باطن کی اصلاح ہو جائے اور اس کی طبیعت میں صلاح و تقویٰ کی خوبیاں پیدا ہو جائیں اس لئے امور انتظامیہ کے دوش بدوش امور مصلحہ کا ذکر کیا گیا ہے اور امور انتظامیہ کا ذکر تین جگہ آیا ہے۔ پہلے یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِصَاصُ سے حکم قصاص اور کُتِبَ عَلَیۡکُمۡ اِذَا حَضَرَ سے حکم وصیت اور پھر رکوع ۲۳ میں وَ لَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَکُمۡ بَیۡنَکُمۡ بِالۡبَاطِلِ سے ناحق مال غیر کھانے، رشوت اور ناجائز مقدمہ بازی سے ممانعت فرمائی۔ اس کے بعد آگے چل کر پھر امور انتظامیہ کا بیان فرمایا۔ وَ لَا تَجۡعَلُوا اللّٰہَ عُرۡضَۃً (رکوع ۲۸) سے قسم کے احکام اور لِلَّذِیۡنَ یُؤۡلُوۡنَ سے ایلاء کے اور وَ الۡمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصۡنَ سے لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ (رکوع ۳۱) تک نکاح و طلاق، عدت و رجعت، رضاعت اور بیوی سے حسن معاشرت کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ اور پھر رکوع ۳۹ میں اِذَا تَدَایَنۡتُمۡ بِدَیۡنٍ سے ادھار پر خرید و فروخت، باہمی لین دین اور شہادت وغیرہ کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ ان امور انتظامیہ کے درمیان تین امور مصلحہ بیان کئے گئے ہیں۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ سے روزہ، اَتِمُّوا الۡحَجَّ وَ الۡعُمۡرَۃَ لِلّٰہِ (رکوع ۲۴) سے حج اور حٰفِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ (رکوع ۳۱) سے نماز کا حکم دیا ہے۔

تین امور انتظامیہ اور ایک امر مصلح کے بعد وَ قَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ (رکوع ۲۴) سے جہاد کا حکم نازل فرمایا اور ساتھ ہی وَ اَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ انفاق کے بغیر بھی جہاد نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یُّعۡجِبُکَ (رکوع ۲۵) سے اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ (رکوع ۲۶) تک مختلف طریقوں سے جہاد کی ترغیب دی ہے۔ اس کے بعد

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ سے انفاق کا بیان دہرایا ہے اور پھر كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ سے جہاد کا حکم دیا ہے اس کے بعد رکوع ۲۷ میں اشہر الحرم میں قتال کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیا ہے کہ ان عزت والے مہینوں میں قتال واقعی بڑا گناہ ہے لیکن لوگوں کو توحید سے اور مسجد حرام میں اللہ کی خالص عبادت سے روکنا اور کفر و شرک پھیلانا اس سے بھی بڑا گناہ ہے اس لئے بڑے گناہ اور فساد کو روکنے کے لئے ان مہینوں میں قتال جائز ہے چونکہ اشہر الحرم میں قتال کی دو جہتیں تھیں۔ ایک جواز کی اور ایک عدم جواز کی۔ اس لئے اسی مناسبت سے پانچ ذوجہتین مسائل اس کے بعد بیان فرمائے ہیں (۱) شراب اور جوا (۲) انفاق (۳) یتیم کا خرچ اپنے ساتھ رکھنا (۴) نکاح اہل شرک (۵) حائضہ بیوی سے مجامعت پھر اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا میں اسرائیلیوں کا ایک واقعہ بیان کیا ہے جو موت سے بھاگے تھے لیکن پھر بھی موت سے نہ بچ سکے اس کے بعد قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے دوبارہ جہاد کا حکم دیا اور مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ سے انفاق کی ترغیب دی۔ اس کے بعد اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ سے ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ تک بھی جہاد کی ترغیب ہے۔ اس میں بیان کیا ہے کہ اللہ پر بھروسہ رکھنے والی اور اس کی توحید قائم کرنے والی چھوٹی سی جماعت بھی بڑی جماعت پر غالب آسکتی ہے اس کے بعد يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا سے انفاق کا حکم ہے اور پھر اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ تک دعویٰ توحید سے دلیل عقلی کو دہرایا ہے جس کی خاطر جہاد اور انفاق مشروع کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد دو قاعدے بیان فرمائے ہیں۔ **پہلا قاعدہ** ایمان والوں کے دلوں میں اگر شبہات پیدا ہو جائیں تو اللہ ان کے شبہات دور کر کے توحید کا راستہ ان کے لئے واضح کر دیتا ہے اس کا بیان اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (رکوع ۳۴) میں ہے۔ **دوسرا قاعدہ**۔ جو لوگ عناد حق چھپائیں شیطان ان پر مسلط ہو جاتا ہے اور انہیں اس حد تک گمراہ کر دیتا ہے کہ ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ جاتی ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے فِيْهَا خٰلِدُوْنَ تک اس کا ذکر ہے اس کے بعد ان دو قاعدوں پر لف و نشر غیر مرتب کے طور پر تین قصے متفرع فرمائے ہیں۔ نمرود کی سرکشی اور حضرت ابراہیمؑ سے اس کا مناظرہ۔ یہ دوسرے قاعدہ پر متفرع ہے اور اس کے بعد حضرت عزیر اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے دونوں واقعے پہلے قاعدہ پر متفرع ہیں۔ یہاں تک تو جہاد کا بیان زیادہ تھا۔ اور انفاق کا کم۔ اب آگے انفاق کے اکثر پہلوؤں کا تفصیلی بیان ہے۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ (رکوع ۳۶) سے وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (رکوع ۳۸) تک انفاق کا ذکر ہے۔ اس سلسلے میں مختلف طریقوں سے فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ خرچ کرنے میں ریاکاری اور دکھلاوے سے بچنے اور محض خدا کی رضا جوئی کیلئے خرچ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ صدقات و خیرات کے مستحق کون لوگ ہیں، خیرات کس طرح دینی چاہیئے، اللہ کی راہ میں کیسا مال خرچ کرنا چاہیئے، اور اس کے علاوہ بہت سے احکام متعلقہ انفاق بیان کئے گئے ہیں۔ اور ساتھ ہی سود کی حرمت اور سود خواروں کیلئے دنیوی و اخروی تخویفیں بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد رکوع ۳۹ کی ابتدا میں لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ سے دعویٰ توحید کے اثبات میں چوتھی عقلی دلیل بیان فرمائی ہے جب پوری سورت میں دعویٰ توحید کو مختلف عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کر دیا گیا اور یہ واضح ہو گیا کہ اللہ کے سوا کوئی پکارے جانے کے لائق نہیں اور اللہ کے سوا کوئی نذر و نیاز اور منت کا مستحق نہیں اور نہ ہی اس کے مقابلہ میں کوئی شفیع غالب ہے تو آخر میں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ سے اعلان کر دیا کہ خدا کا رسول اور تمام مومنین نظریۂ توحید کو کما حقہ مان چکے ہیں۔ لہٰذا اب انہیں صرف اللہ ہی کو پکارنا چاہیئے۔ اسی ہی کے سامنے آہ و زاری کرنی چاہیئے اور اسی ہی سے اپنی امیدیں وابستہ کر کے دعا و التجا کرنی چاہیئے۔ اس لئے سورت کے اختتام پر اللہ سے دعا مانگنے اور اسے پکارنے کا طریقہ تعلیم کیا گیا ہے۔

مختصر خلاصہ

سورۂ بقرہ کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ اس کے دو حصے ہیں حصہ اول ابتداء سورت سے وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (رکوع ۲۲) تک ہے اور دوسرا حصہ وہاں سے سورت کے آخر تک۔ حصہ اول میں دو مضمون بیان کئے گئے ہیں۔ توحید اور رسالت۔ ابتدائے سورت سے وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (ع ۱۵) تک توحید اور وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ سے حصہ اول کے آخر تک رسالت کا بیان ہے۔ گویا کہ پہلا حصہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی تشریح ہے۔ دوسرے حصہ میں مسلمانوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح کے طریقے، اور اندرونی نظام کو درست کرنے کے لئے امور انتظامیہ بیان فرما کر مشرکین کے مقابلہ میں انہیں جہاد اور انفاق کا حکم دیا گیا ہے گویا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی خاطر مشرکین سے جہاد کا حکم فرمایا گیا ہے

سورت کی روح دینی اور دنیوی لحاظ سے منظم ہو کر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی خاطر مشرکین سے جہاد کرو۔

حصہ اوّل

(۱) تمہید (۲) توحید اور اس کے متعلقات (۳) رسالت اور اس کے متعلقات

تمہید ۔ تمہید میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اول یہ کہ جس ہدایت کی تمہیں طلب ہے وہ تمہیں کہاں سے ملے گی۔ دوم اس ہدایت کے رد و قبول کے اعتبار سے لوگوں کی مختلف جماعتوں کا ذکر۔ قدیم سے قدرت کا یہ قانون ہے کہ جب کوئی داعیِ حق دعوتِ دین پیش کرتا ہے تو لوگ دو حصوں میں بٹ جایا کرتے ہیں۔ کچھ ماننے والے اور کچھ نہ ماننے والے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ (نمل ع ۴) اس کے بعد اگر اہل حق کو دنیوی اقتدار بھی حاصل ہو جائے تو نہ ماننے والوں میں ایک خوشامدیوں کا گروہ پیدا ہو جاتا ہے جو ظاہر میں دوست مگر باطن میں خطرناک دشمن ہوتا ہے۔ اسی طرح دعوتِ توحید کے آخری علمبردار حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم نے دین حق کی دعوت پیش کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ اور دوسرے جاں نثاروں نے آگے بڑھ کر آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔ دوسری طرف ابولہب، ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور ولید وغیرہ آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ پہلی جماعت آپ کی صداقت اور آپ کے لائے ہوئے دین کی حقانیت پر دل و جان سے ظاہرًا و باطنًا ایمان رکھتی تھی۔ یہ مومنین کی جماعت کہلائی۔ دوسری جماعت سِرًّا و علانیۃً آپ کی نبوت اور صداقت کی منکر تھی یہ کفار کی جماعت کہلائی۔ ہجرت کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مادی قوت اور دنیوی اقتدار سے بھی سرفراز فرما دیا تو اب کافروں میں ایک اور گروہ پیدا ہو گیا۔ یہ لوگ مادی فوائد اور دنیوی مصالح کی خاطر دورنگی چال چلنے لگے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے سامنے اسلام کا اظہار کرتے اور اسلام کے ظاہری احکام بجا لاتے مگر باطن میں دوسرے کافروں کی طرح کفر و شرک اور انکار و عناد کی نجاستوں سے ملوث اور آلودہ تھے۔ یہ منافقین کا گروہ تھا۔ ان کا حال یہ تھا کہ جب مسلمانوں کی معیت میں کوئی دنیوی نفع دیکھتے تو ان کے ساتھ ہو لیتے اور ان سے کہتے ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ہمیں بھی اپنے ساتھ جانے دو (سورہ فتح ع ۲) اور جب سمجھتے کہ ان کی سنگت موت اور ہلاکت کے مرادف ہے تو کہنے لگتے ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ کہ ہمیں پیچھے رہنے والوں کے ساتھ رہنے دو (سورہ توبہ ع ۱۱) اور لنگڑے بہانے بنانے لگتے اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں۔ (سورہ احزاب ع ۲)

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں دعوت توحید پیش کرنے سے پہلے ان تینوں جماعتوں کا ذکر کر دیا ہے اور ساتھ ہی ان کے اوصاف اور ان کا انجام بھی بیان فرما دیا ہے تاکہ دعوت توحید کو قبول کرنے اور اسے رد کرنے کے نتائج و عواقب سامنے آ جائیں اور انسان رد و قبول کے سلسلے میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے۔

امرِ اوّل

جس ہدایت کے تم طالب و متلاشی ہو وہ تمہیں خدا کی کتاب میں ملے گی ۔ الٓمٓ یہ حروفِ مقطعات میں سے ہیں جو قرآن مجید کی انیس سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں ، مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان حروف کے ان سورتوں کی ابتداء میں ذکر کرنے کی حکمتیں ، ان کے ظاہری معانی اور ان کی تمثیلات بیان فرمائی ہیں ۔ مفسرین کرام نے جو کچھ بیان کیا ہے اسے ان حروفِ مقطعات کے حقیقی معانی اور مراداتِ الٰہی تو نہیں کہا جاسکتا زیادہ سے زیادہ نہیں فوائد سے تعبیر کیا جاسکتا ہے ۔ یہ حروف بے معنیٰ اور مہمل نہیں ہیں ان سے مراد خداوندی متعین ضرور ہیں لیکن اس کا بھید اللہ کے سوا کسی کو نہیں ۔ ہذا علم مستور و سر محجوب استأثر اللہ تبارک وتعالیٰ بہ (تفسیر کبیر ص۲۲۷ ج ۱ ، روح المعانی بمعناہ ص۹۲ ج ۳) خلفائے راشدین اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے ۔ اسی طرح عامر شعبی ، سفیان ثوری ، ربیع بن خثیم ، ابن حبان اور ابوبکر انباری رحمہم اللہ تعالیٰ بھی اسی کے قائل ہیں (قرطبی ص۱۵۲ ج ۱ ، ابن کثیر ص۳۶ ج ۱ ، بیضاوی ص۷) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ۔ لکل کتاب سر و سر القرآن اوائل السور (روح المعانی ص۱۰۰ ج ۱ تفسیر کبیر ص۲۲۷ ج ۱) یعنی ہر کتاب کا ایک بھید ہوتا ہے اور قرآن کا بھید سورتوں کے ابتدائی حصے یعنی حروفِ مقطعات ہیں ۔ امام شعبی فرماتے ہیں ۔ سر اللہ تعالیٰ فلا تطلبوہ (روح المعانی ص۱۰۰ ج ۱ ، تفسیر کبیر ص۲۲۷ ج ۱) یعنی یہ حروفِ مقطعات اللہ تعالیٰ کا بھید ہیں ان کے پیچھے مت پڑو ۔

سورتوں کی ابتداء میں ان حروف کے ذکر کرنے میں جو حکمتیں مفسرین کرام نے بیان کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اعمالِ شرعیہ کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک وہ جن کی حکمت اور علت ہماری سمجھ میں آسکے ، جیسے نماز ، روزہ ، اور زکوٰۃ ۔ یہ بات بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ نماز میں قیام اور رکوع و سجود وغیرہ کے ذریعے اپنے مالک اور آقا کے سامنے انتہائی عاجزی اور بے چارگی کا اظہار مقصود ہوتا ہے ۔ روزہ سے شہواتِ نفسانیہ کو کمزور کرکے روحانی پاکیزگی حاصل کی جاتی ہے ۔ بھوک کے تجربہ سے غریبوں اور بھوکوں کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور زکوٰۃ کے ذریعے ضرورت سے زائد دولت سوسائٹی کے معذور اور محتاج طبقہ میں تقسیم کرکے ان کی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے ۔ دوسری قسم ان اعمال کی ہے جن کی حکمت اور علت ہماری سمجھ سے بالاتر ہے مگر ہم ایسے اعمال بجا لانے کے مکلف ہیں جیسا کہ افعالِ حج ہیں مثلاً صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا (دوڑنا) طواف میں رمل کرنا (کندھوں کو ہلا کر چلنا) اور جمرات پر سنگریزے پھینکنا ۔ کمالِ انقیاد اور تسلیم اسی کا نام ہے کہ احکم الحاکمین کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے خواہ اس کی علت سمجھ میں آئے یا نہ آئے ۔ بلکہ اطاعت کرنے کے لئے علت دریافت کرنا بے ادبی میں داخل ہے ۔

اعمالِ شرعیہ کی طرح اقوال کی بھی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ ہیں جن کا مفہوم ہماری سمجھ میں آسکتا ہے ۔ ایسے اقوال کے پڑھنے ، ان کے معانی میں غور و فکر کرنے اور ان کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۔ اور کچھ اقوال ایسے ہیں جن کا مفہوم ہماری عقل و فہم سے ماوراء ہے مگر ہمیں ان کے حق ماننے اور پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے (تفسیر کبیر بتفصیل ص۲۳۱ ج ۱) سورۂ آل عمران کی اس آیت کا یہی مطلب ہے ۔ هُوَ الَّذِىٓ اَنۡزَلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ‌ؕ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَيۡغٌ فَيَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِيۡلِهٖ ‌ؕ وَمَا يَعۡلَمُ تَاۡوِيۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ‌ ؔ‌ۘ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِى الۡعِلۡمِ يَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖۙ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ‌ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۔ (ترجمہ) وہ ایسا ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کا ایک حصہ وہ آیتیں ہیں جو محکم ہیں (یعنی ان کا مطلب واضح اور ظاہر ہے) یہی آیتیں (اس) کتاب کا اصلی مدار ہیں ۔ اور اس میں کچھ آیتیں ایسی ہیں جن کی مراد مشتبہ ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ دین میں شورش ڈھونڈنے اور اس کا مطلب تلاش کرنے کی غرض سے اسی کے پیچھے ہو لیتے ہیں جس کی مراد مشتبہ ہے حالانکہ اس کا مطلب بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا ۔ جو لوگ علم (دین) میں پختہ کار ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر (اجمالاً) یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں ۔ اور نصیحت صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو اہلِ عقل ہیں ۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوگیا کہ قرآن مجید کی آیتیں دو قسم کی ہیں ۔ ایک "محکمات" یعنی وہ جن کا مطلب معلوم اور مراد متعین ہے ۔ ان کا حکم یہ ہے کہ ان کے مطابق عمل کرنا واجب ہے ۔ دوسری "متشابہات" یعنی وہ جن کی مراد مشتبہ ہے ، اور اللہ کے سوا ان کی صحیح مراد کسی کو معلوم نہیں ۔ علمائے ربانیین کا متشابہات کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہیں لیکن ان کا اصل مقصد خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے ۔ متشابہات کی دو قسمیں ہیں قسم اول حروفِ مقطعات جو بعض سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں جیسے ۔ الٓمٓ ۔ الٓرٰ ۔ الٓمّٓرٰ ۔ طٰهٰ ۔ حٰمٓ وغیرہ (ابن کثیر ص۳۵ ج ۱ ، روح المعانی ص۹۳ ج ۳ ، خازن ومعالم ص۲۲ ج ۱ ، ص۲۶۹ ج ۱ ، قرطبی ص۱۵ ج ۱) ۔ اور قسم دوم وہ الفاظ ہیں جن کے ظاہری اور لغوی معانی تو معلوم ہوں لیکن ان کی اصل مراد سوا اللہ کے کسی کو معلوم نہ ہو جیسے اللہ کی طرف يَدٌ (ہاتھ) وَجۡهٌ (چہرہ) وغیرہ کی اضافت جیسے اَيۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ (سورہ بقرہ رکوع ۱۴) اور يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَيۡدِيۡهِمۡ (سورہ فتح رکوع ۱) ۔ سے اس آیت کریمہ میں ترکیب نحوی کی کئی صورتیں ہیں ۔ (۱) ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ مبتدا اور لَا رَيۡبَ فِيۡهِ جملہ اس کی خبر ہو ۔ (۲) ذٰلِكَ مبتدا ہو اور الکتٰب اس کی پہلی خبر اور لَا رَيۡبَ فِيۡهِ خبر بعد خبر ہو یا علیحدہ جملہ ہو ۔ اس صورت میں الۡكِتٰبُ کا الف لام حقیقت کیلئے ہوگا ۔ اور ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ کا مطلب یہ ہوگا کہ کامل اور صحیح معنوں میں کتاب یہی (قرآن) ہے ۔ (روح المعانی ص۱۰۶ ج ۱) یا الکتاب کا الف لام عہد کیلئے ہوگا ۔ اور اس سے اشارہ اس کتاب کی طرف ہوگا جس کے نزول کی بشارت تورات و انجیل کے ذریعے یہود و نصاریٰ کو مل چکی تھی اور وہ جانتے تھے کہ بنی اسماعیل میں آخری نبی پیدا ہوگا ۔ اور اس پر اللہ کی طرف سے کتاب نازل ہوگی (روح المعانی ص۱۰۶ ج ۱) مگر اس صورت میں لَا رَيۡبَ فِيۡهِ کو علیحدہ جملہ قرار دینا زیادہ موزوں ہوگا ۔ اور ترجمہ یوں ہوگا بے شک یہ وہی کتاب ہے یعنی جس کی بشارت انبیائے سابقین دے چکے ہیں ۔ ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ ای الکتٰب الذی اخبر الانبیاء المتقدمون بان اللہ تعالیٰ سینزلہ علی النبی المبعوث من ولد اسماعیل (تفسیر کبیر ص۳ ج ۱)

ترکیب ۱ و ۲ میں هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ میں دو احتمال ہیں یا تو یہ جملہ پہلے مبتدا کی خبر بعد خبر ہوگا یا علیحدہ جملہ ہوگا ۔ اور اس کا مبتدا هُوَ محذوف ہوگا ۔ ان دونوں ترکیبوں کی صورت میں لَا رَيۡبَ فِيۡهِ کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کتاب کے اللہ کی طرف سے ہونے میں اور اس کے مضامین کی صحت اور واقعیت میں کوئی شک و شبہ نہیں ۔ یہاں نفس قرآن میں شک کی نفی مقصود ہے ۔ یہ مطلب نہیں کہ اس میں کسی فرد بشر کو شک نہیں کیونکہ کسی آدمی کا قرآنی مضامین کی صحت یا اس کے من عند اللہ ہونے میں شک کرنا اس کے اپنے قصور فہم کا نتیجہ ہے ۔ یہ ریب اس کے اپنے فہم میں ہے نہ کہ قرآن میں ۔ اس لئے یہاں مقصود یہ ہے کہ یہ کتاب فی نفسہٖ ہر قسم کے شک و ریب سے پاک ہے ۔ اسکے دلائل واضح اور براہین قاہرہ نے اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں چھوڑی (قرطبی ص۱۵۹ ج ۱ ، مدارک ص۸ ج ۱ ، کبیر ص۲۴۳ ج ۱)

(۳) ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ مبتدا ، لَا رَيۡبَ فِيۡهِ جملہ معترضہ برائے تاکید هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ خبر ۔ اس صورت میں آیت کا ترجمہ یوں ہوگا ۔ بے شک یہ کتاب ڈر والوں کے لئے سراپا ہدایت ہے ۔ اس ترکیب کی صورت میں ریب کے متعلق کوئی اشکال وارد ہوتا ہے اور نہ ہی کسی لفظ کو مقدر ماننے کی ضرورت ہے ۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسی ترکیب کو ترجیح دیا کرتے تھے

یہاں ایک شبہ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی کئی دوسری آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب (قرآن) بلا تخصیص تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے ۔ چنانچہ ارشاد باری ہے ۔ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى وَالۡفُرۡقَانِ (سورۂ بقرہ رکوع ۲۳) مگر اس آیت میں قرآن کے ہدایت ہونے کو متقی لوگوں کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ قرآن تا قیامت تمام بنی آدم کے لئے ہدایت ہے ۔ مگر چونکہ اس کی ہدایت سے فائدہ صرف وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جن کے دلوں میں خوفِ خدا ہو ۔ اس لئے یہاں صرف متقین کا ہی ذکر کیا گیا ہے (تفسیر کبیر ص۲۵۲ جلد ۱ ، روح المعانی ص۱۱۱ جلد ۱) یا متقین سے مراد المنیبین الی اللہ الذین یتقون الصد و یجتنبون العناد ۔ یعنی جو لوگ اللہ کی طرف متوجہ اور راہِ حق کے طالب ہیں ، جب وہ ضد و عناد کو بالائے طاق رکھ کر نظر انصاف سے اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو ان پر یہ کتاب یقیناً ہدایت کی راہیں کھول دیگی اور ان کے دلوں کو عرفان و ہدایت سے

روشن و منور کردے گی۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ (سورہ مومن رکوع ۲) وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (شوریٰ ۲) مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ (سورہ ق رکوع ۳) وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ (رعد رکوع ۴) قال الشیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ

امرِ دوم

یعنی ہدایت کو قبول کرنے اور اس کو رد کرنے کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسموں کا بیان

پہلی جماعت یعنی وہ لوگ جو ظاہر و باطن میں مسلمان ہیں۔ ان کی پانچ صفات بیان فرمائی ہیں **ے** متقین کی پہلی صفت۔ یومنون ایمان سے ماخوذ ہے اور ایمان کے معنی دل سے ماننے اور تصدیق کرنے کے ہیں (قرطبی ص۱۶۲ ج ۱) اور غیب ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو حس و عقل کی رسائی اور دسترس سے ماورا ہو۔ ما لایقع تحت الشعور ولا تقتضیہ بداھۃ العقل (روح المعانی ص۱۱۴ ج ۱) **وھو قول جمہور المفسرین** ان الغیب ھو الذی یکون غائبا عن الحاسۃ (تفسیر کبیر ص۲۷ ج ۱) اور یہاں **غیب** سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن کا ادراک عقل و حس سے ناممکن ہے اور ان کے متعلق جو کچھ بھی معلوم ہے وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع و اخبار ہی سے معلوم ہے۔ مثلاً ذاتِ باری تعالیٰ، فرشتے، کتب سماویہ، انبیائے متقدمین علیہم السلام، احوالِ برزخ، علاماتِ قیامت، حشر و نشر، صراط و میزان، جنت و دوزخ وغیرہ۔ کل ما اخبر بہ الرسول علیہ السلام مما لا تھتدی الیہ العقول من اشراط الساعۃ وعذاب القبر والحشر والنشر والصراط والمیزان والجنۃ والنار الخ (قرطبی ص۱۶۳ ج ۱) انہ ما اخبر بہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث جبریل علیہ السلام وھو اللہ تعالیٰ وملائکتہ ورسلہ والیوم الاٰخر والقدر خیرہ وشرہ الخ (روح المعانی ص۱۱۴ ج ۱، ابن کثیر ص۴۱ ج ۱، قرطبی ص۱۶۳ ج ۱، ابن جریر ص۸۴ ج ۱) تو آیت کا ماحصل یہ ہوا کہ وہ لوگ ان تمام امور کو جو ان کی عقل و فہم اور حس و ادراک سے باہر ہیں، **محض پیغمبر علیہ السلام کی اطلاع پر** سچا مانتے اور ان کی تصدیق کرتے ہیں۔

یہاں ایک بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ عالمِ غیب کی تمام اشیاء اور ان سے متعلق احوال و کوائف مثلاً عالمِ برزخ اور ما بعد الحشر کی تفصیلات و کوائف کو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق ہی مانا جائیگا ظن و تخمین اور عالمِ شہادت پر قیاس کے ذریعے عالمِ غیب کی کوئی چیز ثابت نہیں کی جاسکتی۔ عالمِ غیب کے امور جو نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہیں مثلاً عذابِ قبر، حشر و نشر وغیرہ ان کا انکار کفر اور جو امور دلائلِ ظنیہ سے ثابت ہیں مثلاً زندوں کے بعض اعمال سے مُردوں کا **منتفع** ہونا مثلاً ایصالِ ثواب) امت کے صلوٰۃ و سلام کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچنا، اور عالمِ برزخ میں ارواح کا اجسادِ مثالیہ میں متمثل ہو کر عبادات اور دیگر افعال بجالانا وغیرہ ان کا انکار بدعت ہے اور وہ امور جن کی بنیاد محض ضعیف اور بالکل کمزور روایتوں پر ہو ان کے انکار سے ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ ایسے امور کے رد و قبول میں قرآنی ارشادات اور صحیح روایتوں سے رہنمائی حاصل کی جائے گی۔ مُردوں کا سُننا، امت کے اعمال کا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش ہونا وغیرہ ایسے ہی امور ہیں۔ ان امور کی پوری تحقیق اپنی اپنی جگہ آئے گی۔ **۵** متقی لوگوں کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ نماز قائم رکھتے ہیں۔ نماز قائم رکھنے سے اس کو اس کے تمام فرائض و واجبات، سنن و مستحبات اور حقوق و آداب کے ساتھ ادا کرنا مراد ہے۔ یاتون بھا بحقوقھا (تفسیر جلالین ص۴) عن ابن عباس اقامۃ الصلوٰۃ اتمام الرکوع والسجود والتلاوۃ والخشوع والاقبال علیھا فیھا وقال قتادۃ اقامۃ الصلوٰۃ المحافظۃ علی مواقیتھا ووضوءھا ورکوعھا وسجودھا (ابن کثیر ص۴۲ ج ۱) اقامتھا عبارۃ عن تعدیل ارکانھا وحفظھا من ان یقع خلل فی فرائضھا وسننھا وآدابھا (تفسیر کبیر ص۲۵ ج ۱) ان عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز کی ایک ظاہری صورت ہے اور ایک باطنی حقیقت، ظاہری صورت تو یہ ہے کہ شرعی طریقہ کے مطابق نمازی کا بدن، اسکے کپڑے اور نماز پڑھنے کی جگہ پاک ہو۔ اور نماز کو اس کے تمام ظاہری ارکان و آداب کی شرعی حدود کی پابندی کرتے ہوئے ادا کیا جائے اور نماز کی باطنی صورت یہ ہے کہ نماز کو فریضۂ خداوندی سمجھ کر محض رضائے مولیٰ کی خاطر پورے خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کیا جائے اور نماز کے دوران نماز ہی کو اپنے دل کی توجہ کا مرکز بنایا جائے۔ خیالاتِ فاسدہ اور وساوسِ شیطانیہ سے دل کو خالی اور پاک رکھا جائے۔ لہٰذا نماز کو ان تمام ظاہری و باطنی حقوق کے ساتھ ادا کرنے کا نام اقامتِ صلوٰۃ ہے اور یہی متقین کی دوسری صفت ہے۔ اس صفت میں جس قدر کمال یا نقص ہوگا اسی قدر انقا میں فرق پڑ جائے گا۔ **ےہ** یہ متقین کی تیسری صفت ہے بعض مفسرین نے اس آیت سے "زکوٰۃ" مُراد لی ہے مگر اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ آیت اپنے عموم پر ہی محمول ہے اور تمام حقوقِ مالیہ کی ادائیگی کو شامل ہے خواہ وہ واجب ہوں یا غیر واجب، مثلاً زکوٰۃ، نفلی صدقہ، قربانی، اپنی ذات اور اہل و عیال پر خرچ وغیرہ۔ واولی التأویلات بالاٰیۃ واحقھا بصفۃ القوم ان یکون کانوا لجمیع اللازم فی اموالھم مؤدین زکوٰۃ کان ذلک او نفقۃ من لزمتہ نفقتہ من اھل وعیال وغیرھم ممن تجب علیھم نفقتہ بالقرابۃ والملک وغیر ذلک (ابن جریر ص۸۵ ج ۱، ابن کثیر ص۴۲ ج ۱) ویدخل فیہ انفاق الواجب کالزکوٰۃ والنذر والانفاق علی النفس وعلی من تجب نفقتہ علیہ والانفاق فی الجھاد اذا وجب علیہ والانفاق فی المندوب وھو صدقۃ التطوع ومواساۃ الاخوان وھذہ کلھا مما یمدح بھا (خازن ص۲۶ ج ۱) بلکہ آیت اس سے بھی زیادہ عموم کی متحمل ہے۔ لفظ "ما" اپنے عموم اور وسعت کی وجہ سے ان تمام انعامات کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمائے ہیں۔ خواہ مادی انعامات جیسے مال و اولاد، دولت و ثروت اور قوت و صحت وغیرہ۔ خواہ علمی جیسے علم و ہنر، عقل و حکمت اور فہم و فراست وغیرہ۔ لہٰذا اپنی قوت و صحت اور مال و اولاد کے ذریعے دوسروں کی مدد کرنا، علم و حکمت سکھانا، مفید اور مخلصانہ مشوروں سے تعاون کرنا یہ سب اس آیت کے تحت داخل ہیں (الانفاق) البذل من النعم الظاھرۃ والباطنۃ وعلم لا یقال بہ ککنز لا ینفق منہ (روح المعانی ص۱۱۸ ج ۱) وقال بعض المتقدمین فی تاویل قولہ تعالیٰ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ يُنْفِقُوْنَ ای مما علمناھم یعلمون (قرطبی ص۱۷۸ ج ۱) **ےے** یہ متقین کی چوتھی صفت ہے۔ اس آیت میں دو چیزوں کا ذکر ہے ایک وہ وحی جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ دوسری وہ وحی جو پہلے پیغمبروں پر اتری۔ پہلے انبیاء علیہم السلام کی کتابوں پر ایمان لانے سے مراد صرف یہ ہے کہ انہیں اللہ کی طرف سے مانا جائے اور انہیں سچا سمجھا جائے ان پر عمل کرنا واجب نہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وحی پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اُسے حق اور من عند اللہ ماننے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل بھی کیا جائے اور اپنی زندگی اس کی ہدایت کے مطابق بسر کی جائے۔ آپؐ کی وحی صرف قرآن مجید ہی میں منحصر نہیں بلکہ آپؐ کے تمام دینی ارشادات جو کتب احادیث میں موجود ہیں یہ سب وحی تھے تو جس طرح قرآن پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح قرآن کے علاوہ دوسری وحی کو ماننا بھی فرض ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد وحی منقطع ہو چکی ہے اگر جاری ہوتی تو یہاں اس پر بھی ایمان لانے کا ذکر ضرور ہوتا۔ اس آیت میں جس ایمان کا ذکر ہے وہ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کے الفاظ پورے عالمِ غیب پر حاوی تھے۔ مگر اس آیت میں عالمِ غیب کی صرف دو چیزوں کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے یعنی گذشتہ وحی اور موجودہ وحی پر ایمان لانا۔ تو اس تخصیص بعد التعمیم سے یہود و نصاریٰ میں سے جو لوگ ایمان لا چکے تھے ان کی عزت افزائی اور ان کی فضیلت کا اظہار مقصود ہے۔ (روح المعانی ص۱۲۰ ج ۱، تفسیر کبیر ص۲۵ ج ۱، تفسیر مظہری ص۲۱ ج ۱)
۵ یہ متقین کی پانچویں صفت ہے۔ یہاں آخرت سے مراد دارِ آخرت یعنی قیامت ہے نہ کہ نبوت جیسا کہ منکرینِ ختم نبوت کا خیال ہے۔ چنانچہ دوسری آیت میں ارشاد ہے وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ط (عنکبوت ع ۷) قیامت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ حشر و نشر، حساب و کتاب، جنت و دوزخ اور یوم قیامت کو جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب کچھ مانتے اور اس کے وقوع پر یقین رکھتے ہیں۔

یہاں تک تو دعوتِ توحید کو قبول کرنے والوں اور کتابِ ہدایت سے منتفع ہونے والوں کی صفات و علامات کا ذکر تھا۔ اب آگے ان صفات کا ثمرہ اور ان کے حاملین کی جزا کا بیان ہے۔

۵ دونوں جگہوں میں اولیک کا اشارہ مذکورہ بالا صفات کے حاملین کی طرف ہے۔ ای المتصفون بما تقدم من الایمان بالغیب واقام الصلوٰۃ والانفاق من الذی رزقہم (تفسیر ابن کثیر ص۴۴ ج۱) ای الذین ھٰذہٖ صفتھم (تفسیر خازن ص۲۶ ج۱) ای اھل ھٰذہ الصفۃ (معالم ص۲۶ ج۱) یعنی جو لوگ مذکورہ صفات سے متصف ہیں دنیا میں وہ سیدھی راہ پر ہیں اور آخرت میں بھی انہیں خاطر خواہ کامیابی ہوگی۔ فان الھدی فی الدنیا والفلاح فی الاٰخرۃ (روح المعانی ص۱۲۵ ج۱) اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مفلحون کا تعلق دنیا اور آخرت دونوں سے ہو (تفسیر ابن کثیر ص۴۴ ج۱) یعنی سیدھی راہ پر چلنے اور کتاب ہدایت پر عمل کرنے کی وجہ سے وہ دنیا میں بھی کامیاب ہوں گے اور آخرت میں بھی اولٰئک ھم المفلحون ۔ میں ھُمْ ضمیر فصل ہے جو حصر اور تخصیص کے معنی پیدا کرتی ہے۔ (تفسیر بیضاوی ص۸ تفسیر مظہری ص۲۲ ج۱) معتزلہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ مرتکب کبیرہ مخلد فی النار ہے اور اس کے لئے نجات نہیں کیونکہ اس آیت نے فلاح کو مذکورہ صفات والے مومنوں میں محصور کر دیا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ جن میں یہ صفات نہ ہوں وہ فلاح سے محروم رہیں گے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حصر مطلق فلاح کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ فلاح کامل کے اعتبار سے ہے۔ یعنی فلاح کامل تو صرف انہی لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو مذکورہ صفات سے متصف ہوں گے۔ البتہ مطلق فلاح ان کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جن لوگوں میں بعض عملی خامیاں ہونگی نجات و فلاح تو آخر ان کو بھی حاصل ہو جائے گی وَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ یدل علی انھم الکاملون فی الفلاح فیلزم ان یکون صاحب الکبیرۃ غیر کامل فی الفلاح (تفسیر کبیر ص۲۵ ج۱) المراد المفلحون الکاملون فی الفلاح ویلزم منہ عدم کمال فلاح من لیس منھم لا عدم الفلاح مطلقاً (تفسیر مظہری ص۲۲ ج۱، تفسیر بیضاوی ص۸) یہاں تک تو ان لوگوں کا ذکر تھا جنہوں نے کتاب ہدایت کو دل و جان سے مانا اور اسے اپنی زندگی کا دستور العمل بنایا۔ اب آگے دوسری جماعت کا ذکر ہے۔

وَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے ۵ بے شک جو لوگ (ضد اور عناد سے) منکر ہوئے

سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ
برابر ہے ان کو ۶ تو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان

لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۶ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى
نہ لاویں گے ۷ (کیونکہ) مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان

سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ؗ وَّلَهُمْ
کے کانوں پر ۸ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے

عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۷ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ
بڑا عذاب ہے اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ
ہم ایمان لائے اللہ پر اور دن قیامت پر اور وہ ہرگز

بِمُؤْمِنِیْنَ ۝۸ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ
مومن نہیں دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے یعنی ایمان

اٰمَنُوْا ۚ وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ
والوں سے ۱۲ اور درحقیقت کسی کو دغا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو ۱۳ اور

مَا یَشْعُرُوْنَ ۝۹ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ
نہیں سوچتے ۱۴ ان کے دلوں میں بیماری ہے پھر بڑھا دی

اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ۬ بِمَا
اللہ نے ان کی بیماری اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے اس بات

كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝۱۰ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ
جھوٹ کہتے تھے ۱۵ اور جب کہے ان کو

ع ۱ — وقف لازم

دوسری جماعت (کفار)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دعوتِ حق کو ظاہراً و باطناً ٹھکرا دیا، نہ دل سے مانا نہ زبان سے، بلکہ اپنی پوری طاقت سے اس کی مخالفت کی ۶ اس آیت میں کفروا سے مراد مطلق کافر مراد نہیں ہیں کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کی تبلیغ پر ہزاروں کافر ایمان لائے اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے بلکہ اس سے مراد خاص قسم کے کافر ہیں یعنی وہ لوگ جو حق کو اچھی طرح سمجھ چکے اور پہچان چکے ہوں مگر محض ضد اور عناد کی وجہ سے اس کا انکار کرتے ہوں۔ ضد و انکار کی وجہ سے ان کے ضمیر مردہ اور دل سیاہ ہو چکے ہیں اس لئے وعظ و نصیحت اور تبلیغ و انذار کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوسکتا ای ستروا الحق عناداً (مدارک) مشرکین مکہ میں ابوجہل، ابولہب، ولید بن مغیرہ وغیرہ اور یہود کے بعض علماء اور رؤسا مثلاً حی بن اخطب کعب بن اشرف وغیرہ اسی قسم کے کافر تھے۔ (ابو السعود ص۲۹۳ ج۱

قرطبی ص۱۸۴ ج۱ نیشا پوری ص۱۴۳ ج۱) جیسا کہ فرعون اور اس کی قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (نمل ع ۱) یہی حال مشرکین مکہ کا تھا۔ اور احبارِ یہود کے متعلق ارشاد ہے۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ (سورۂ بقرہ ع ۱۱) اور ءَاَنْذَرْتَهُمْ میں ہمزہ استفہام کے لئے نہیں ہے بلکہ تسویہ کے لئے ہے کیونکہ جو ہمزہ سواء، ما ادری، ما ابالی، لیت شعری وغیرہ کے بعد آئے وہ تسویہ کیلئے ہوتا ہے۔ اور علامت اس کی یہ ہے کہ مصدر اسکے مدخول کے قائم مقام ہوسکے (مغنی ابن ہشام ص۱۶ ج۱) اور رضی شرح کافیہ ص۳۲۸ ج۲) میں ہے ان الھمزۃ تستعمل مطرداً مع ام التسویۃ اور ام اس آیت میں احد الامرین کے لئے نہیں بلکہ یہ ام متصلہ ہے اور تسویہ کیلئے (رضی شرح کافیہ ص۳۱۲ ج۲، مغنی ص۳۹ ج۱) ترکیب نحوی — الذین کفروا موصول مع الصلۃ اسم انّ، سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ بتاویل المصدر، مبتدا مؤخر اور یہ جملہ خبرانّ ہے (تفسیر مظہری ص۲۳ ج۱، رضی ص۱۳ ج۲) لَا یُؤْمِنُوْنَ جملہ مفسرہ ہے جو ماقبل کی تفسیر کرتا ہے جملۃ مفسرۃ لاجمال ما قبلها فیما فیہ الاستواء

(تفسیر مظہری ص۳۳ ج ۱، روح المعانی ص۱۲۹ ج ۱) یعنی ان کافروں کے حق میں آپ کے انذار اور عدم انذار کے یکساں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور وہ ایمان نہیں لائیں گے یا لَا یُؤْمِنُوْنَ جملہ اِنَّ کی خبر ہے۔ اور سَوَاءٌ عَلَیْهِمْ الخ درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ اوخبران والجملة قبلها اعتراض (روح المعانی ص۱۳۰ ج ۱، تفسیر مظہری ص۲۳ ج ۱، مدارک ص۱۳ ج ۱) آیت کا مفہوم دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے۔ **لله** یہ جملہ معللہ ہے اور ماقبل کی علت اور اس کا سبب بیان کر رہا ہے۔ اعلم انه تعالیٰ لما بین فی الاٰیة انهم لا یؤمنون اخبر فی هذه الاٰیة بالسبب الذی لاجله لم یؤمنوا وهو الختم (تفسیر کبیر ص۱۸۶ ج ۱) خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ استیناف تعلیلی لما سبق من الحکم (ابو السعود ص۲۸۸ ج ۱) اشارة الی برهان لمی للحکم السابق (روح المعانی ص۱۳۱ ج ۱) یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے انذار کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے۔ کیونکہ ان کے دلوں اور کانوں پر مُہر لگ چکی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ چکا ہے۔ قبولِ حق کی تمام راہیں ان پر بند ہو چکی ہیں اس لئے اب وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اور اس دولت سے ہمیشہ کے لئے محروم رہیں گے۔ اب یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہی نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اور اس طرح ان پر قبولِ ہدایت کی تمام راہیں روک دیں تو پھر اگر وہ ایمان نہیں لائے اور کفر پر مر گئے تو انہیں سزا کس قصور پر دی جائے گی؟ کیونکہ مُہر خداوندی کی وجہ سے وہ کفر پر مرنے پر مجبور تھے۔ لہٰذا یہ بات عدل وانصاف کے منافی ہے کہ ایسے لوگوں کو سزا دی جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے، وہ کسی کو بلاقصور سزا نہیں دیتا اس آیت میں ان کافروں کا جو انجام بیان کیا گیا ہے وہ خود ان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ دیکھنے سننے کیلئے اسے آنکھیں اور کان دیئے غور وفکر اور سوچ بچار کیلئے اسے دل و دماغ اور عقل وشعور کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ ارشاد ہے۔ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (سورہ نحل رکوع ۱۱) پھر آفاق وانفس کے واضح اور روشن دلائل کے دفتر اس کے سامنے کھول دیئے تاکہ وہ اپنے حواس کے ذریعے ان میں غور وفکر کر کے حق و باطل میں امتیاز کر سکے۔ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (حم السجدہ رکوع ۶) اور پھر اسی پر ہی بس نہیں کی بلکہ سیدھی راہ دکھلانے اور عقلی ونقلی دلائل کے ساتھ حق سمجھانے کے لئے پیغمبر بھی بھیجے جنہوں نے دن رات اللہ کا پیغام انہیں سنایا اور ان کے تمام شبہات دُور کر کے اللہ کی حجت ان پر قائم کی رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ (سورہ نساء رکوع ۲۳) لیکن اس کے باوجود کہ حق ان پر واضح ہو گیا۔ اور انہوں نے حق کو اچھی طرح پہچان لیا۔ انہوں نے حق کو نہ مانا بلکہ محض ضد وعناد کی وجہ سے کفر وانکار پر ڈٹے رہے۔ نہ آنکھوں سے کام لیا نہ کانوں سے۔ نہ عقل وشعور ہی کو استعمال کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ کفر وانکار ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر کے ان کی طبیعت ثانیہ بن گیا۔ ان کے حواس بیکار ہو گئے اور حق کا احساس وشعور ہمیشہ کیلئے ان سے رخصت ہو گیا۔ اور ان پر گمراہی کی ایک ایسی تاریکی اور ظلمت چھا گئی کہ اب وہ اس سے باہر نہیں آ سکتے۔ گمراہی کی اس کیفیت کو مہر سے تعبیر کیا گیا ہے تو یہ مہر جو لگی ہے تو وہ قانونِ تکوینی کے تحت اپنے اسباب وعلل کی بنا پر لگی ہے۔ جب کوئی شخص حق کو پہچاننے کے بعد محض ضد وعناد کی وجہ سے اپنے ارادے اور اختیار سے کفر کو ایمان پر ترجیح دیتا ہے تو اس سے ایمان کی توفیق چھین لی جاتی ہے اور اس کے حواس بیکار ہو جاتے ہیں اور وہ جدھر جانا چاہے اسے ادھر ہی کو دھکیل دیا جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ۔ (سورہ احقاف رکوع ۳) اور دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا (سورہ نساء رکوع ۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے حواس پر مہر کا لگنا، اور سعادتِ ایمان سے ان کی ابدی محرومی، یہ ان کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہیں۔ ان کے جحود وانکار اور ضد وعناد کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس مہر کی وجہ سے انہیں کفر پر مجبور کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ رضی اللہ عنہ اسے "قہر جباریت" سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ اور عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

این نہ جبر ومعنیٔ جباریست ۔۔۔ معنی جباریت رازاریست

اب یہاں ایک اور سوال باقی رہ جاتا ہے کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ میں مُہر لگانے کو اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مہر لگنا ان کے اعمال کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک تمام افعالِ عباد کا خالق خدا تعالیٰ ہے اور ہر کام کیلئے فاعل مباشر اور سبب کا ہونا ضروری ہے اور کام کو چونکہ تینوں سے نسبت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مخلوق ہونے کی نسبت، فاعل سے صدور کی اور سبب سے ترتب کی۔ اس لئے فعل کو تینوں کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص کو قتل وغارت گری کے جرم میں پھانسی دے دی جاتی ہے تو اسے لوگ مختلف عبارتوں سے رائے زنی کریں گے۔ کوئی کہے گا "اللہ نے اس کا بیڑا غرق کر دیا"۔ کوئی کہے گا "اس نے خود ہی اپنا خانہ خراب کر دیا"۔ اور کوئی یوں گویا ہوگا کہ بد اعمالیاں اسے لے ڈوبیں۔ اپنی اپنی جگہ تینوں فقرے صحیح ہیں۔ جس نے اس مجرم کی تباہی کو خدا کی طرف منسوب کیا ہے اس کی ہرگز یہ غرض نہیں اور نہ ہی سامعین نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس کی تباہی کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے اور وہ مجرم بری الذمہ اور بے قصور ہے بلکہ اس کی تباہی کو اللہ کی طرف اس لئے منسوب کیا گیا ہے کہ وہ خالق الافعال ہے۔ باقی رہی اس کی تباہی تو وہ اس کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح مہر لگانے کو مختلف نسبتوں کی وجہ سے مختلف ذوات کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ مُہر لگنے کا اصل سبب چونکہ ان کے اپنے اعمال تھے اس لئے کبھی اس کیفیت کو ان کے اعمال سے وابستہ کیا گیا۔ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (تطفیف) اور کبھی ان معاندین نے اس مُہر کی سی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے سب کچھ اپنی ہی طرف منسوب کر لیا۔ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ (حم السجدۃ رکوع ۱) اور اللہ تعالیٰ چونکہ خالق الافعال، علۃ العلل اور مسبب الاسباب ہے اس لئے اس لحاظ سے مہر لگانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی کی گئی ہے جیسا کہ زیر بحث آیت میں ہے اس لئے مُہر لگانے کو اللہ کی طرف منسوب کرنے سے ایمان سے ان کی محرومی، کفر پر موت اور ابدی عذاب کی ذمہ داری اللہ پر عائد نہیں ہوتی یہ سب کچھ ان کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے اور ان کا اپنا ہی کیا دھرا ہے۔

یہاں تک کافروں کا ذکر تھا۔ اس کے بعد منافقوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔

تیسری جماعت (منافقین)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظاہری طور پر اسلام تو قبول کر لیا مگر باطن میں کافر ہی رہے۔ ان لوگوں نے زبان سے تو اسلام کا اقرار کیا۔ مگر دل سے انکار کیا۔ **۱۲** اس آیت میں منافقین کے ایمان کی حقیقت بیان فرمائی کہ زبان سے تو وہ اللہ کی توحید اور آخرت کا اقرار کرتے ہیں لیکن ان کے دل یقین وایمان اور تصدیق واذعان سے یکسر خالی ہیں۔ اس کے بعد منافقت اور دورُخی چال سے ان منافقین کی غرض وغائت بیان کی گئی ہے۔ **۱۳** اس دورُخی چال سے وہ مسلمانوں کو فریب دیکر ان سے دُنیوی اور مادّی فائدے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ ظاہری طور پر اسلام قبول کر لینے سے دُنیوی احکام میں وہ مسلمان ہی شمار ہوں گے۔ ان کا جان ومال محفوظ ہو جائے گا اور مسلمانوں کو وقتاً فوقتاً حاصل ہونے والے اموالِ غنیمت اور

بیگر یادی فوائد میں وہ ان کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے ۔ **يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ** پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ دھوکہ اور فریب تو اسے دیا جا سکتا ہے جو لاعلم ہو اور حقیقت سے ناواقف ہو لیکن اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب والشہادہ ہے ۔ اور ہر ظاہر اور ہر چھپی چیز کو جانتا ہے ۔ اسے کیونکر دھوکہ دیا جا سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے ای یخدعون رسول اللہ (تفسیر مدارک ص۱۵ ج۱، قرطبی ص۱۹۵ ج۱، مظہری ص۲۵ ج۱، خازن و معالم ص۲۸ ج۱، کبیر ص۲۸۴ ج۱، روح المعانی ص۱۴۶ ج۱، نیشاپوری ص۱۵۳ ج۱، بحر المحیط ص۵۶ ج۱) یعنی وہ اللہ کے رسول کو دھوکہ دیتے ہیں (اس سے یہ بھی بخوبی ظاہر اور معلوم ہو گیا کہ ان تمام مفسرین اہل سنت و جماعت کا یہ متفقہ اور مسلمہ عقیدہ تھا کہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم الغیب نہ تھے نہ ذاتی طور پر نہ عطائی طور پر) یا اللہ کو دھوکہ دینے سے ایمان والوں کو دھوکہ دینا مراد ہے کیونکہ اللہ والوں کو دھوکہ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ کو دھوکہ دینا ۔ وقیل المراد به المؤمنون واذا خادعوا المؤمنين فكانهم خادعوا الله تعالى (خازن ص۲۸ ج۱) وقيل ذكر الله ههنا تحسين والمقصود بالمخادعة الذين امنوا (معالم ص۲۸ ج۱) اس صورت میں واؤ تفسیریہ ہوگی ۔ اور **وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** کا عطف ماقبل پر تفسیری ہوگا ۔ **۱۳** منافق یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ وہ اپنی اس دو رنگی پالیسی سے مسلمانوں کو دھوکہ دے کر مزے کر رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو دھوکہ نہیں دے رہے بلکہ اپنی جانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں اور اس منافقانہ روش سے غیر شعوری طور پر اپنی ہی عاقبت خراب کر رہے ہیں ۔ **۱۵** مگر انہیں اس بات کا شعور و احساس تک نہیں ہے کہ ان کی یہ غلط روش خود انہی کی تباہی کا باعث ہوگی اور اس کا وبال خود انہی پر پڑے گا ۔ (قرطبی ص۱۹۷ ج۱، معالم ص۲۸ ج۱) اگلی آیت میں منافقین کے حال پر مزید روشنی ڈالی ہے ۔ **۱۶** ان کے باطن کی خرابی اور فساد عقائد کو بیماری سے تعبیر فرمایا ۔ والمرض عبارة مستعارة للفساد الذى فى عقائدهم (قرطبی ص۱۹۷ ج۱) اور یہ لفظ نفاق شک و ریب ، جحود و انکار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے عداوت اور بغض و حسد وغیرہ سب کو شامل ہے ۔

فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ شَكٌّ وَنِفَاقٌ (معالم ص۲۸ ج۱، ابن جریر ص۹۳ ج۱) ستعير ههنا لما فى قلوبهم من الجهل وسوء العقيدة وعداوة النبى صلى الله عليه وسلم وغير ذلك من فنون الكفر (ابو السعود) ومجاز ان يستعار لبعض اعراض القلب كسوء الاعتقاد والغل والحسد والميل الى المعاصى فان صدورهم كانت تغلى على رسول الله صلى الله عليه وسلم غلا وحنقا (تفسیر نیشاپوری ص۱۵۴ ج۱) اور بیماری عضو کی اس غیر طبعی حالت کا نام ہے جس کی وجہ سے عضو کے طبعی افعال میں خلل و فتور واقع ہو جائے ۔ یہ تمام امور چونکہ دل کو خدا کی معرفت اور اس کی سچی اطاعت اور مخلصانہ عبادت سے روکتے ہیں اس لئے یہ سب روحانی اور قلبی امراض ہیں ۔ (من الکبیر بتصرف) **۱۷** شک و نفاق اور بغض و حسد کی یہ بیماری جو ان کے دلوں کو لگی ہوئی تھی کم ہونے کے بجائے روز بروز بڑھتی گئی ۔ جوں جوں قرآن نازل ہوتا ان کا کفر و نفاق بڑھتا جاتا کیونکہ ہر آیت کے ساتھ وہ منافقانہ سلوک کرتے ۔ بظاہر اسے مانتے لیکن دل میں اس کا انکار کرتے یا جوں جوں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو دشمنوں پر غلبہ و اقتدار حاصل ہوتا گیا اور دین اسلام کی شان و شوکت میں ترقی ہوتی گئی تو ان کے دلوں کی جلن اور تکلیف اور ان کے سینوں میں بغض و حسد کی آگ بڑھتی گئی ۔ وزيادة الله تعالى مرضهم اما بتضعيف حسدهم بنعم الله تعالى على رسوله صلى الله عليه وسلم والمؤمنين او ظلمة قلوبهم بتجدد كفرهم بما ينزل سبحانه شيئا فشيئا من الآيات والذكر الحكيم (روح ص۱۴۹ ج۱) **فَزَادَهُمُ اللّٰهُ** میں فاء تعقیب کیلئے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فاء کا مابعد ماقبل پر مرتب ہے ۔ والفاء للدلالة على ترتب مضمونها عليه (ابو السعود ص۳ ج۱) یعنی ان کی بیماری انہیں کی بد عملیوں اور بد پرہیزیوں کا نتیجہ ہے ۔ باقی رہا اضافہ مرض کو خدا کی طرف منسوب کرنا تو وہ محض اس لئے ہے کہ وہ مسبب الاسباب ہے اور فاعل حقیقی ہے ۔ آیت کے ان دونوں حصوں میں منافقین کے انجام کی علت اور سبب کا بیان تھا آگے ان کے انجام کا ذکر ہے ۔ **۱۸** منافقین خبث باطن اور فساد عقیدہ کی خطرناک بیماری میں مبتلا تھے ۔ خدا کی طرف سے آیات شفا لگاتار نازل ہوتی رہیں ۔ مگر انہوں نے ان سے اعراض کیا اور ان سے فائدہ اٹھانے کی ادنیٰ سی کوشش نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا مرض بڑھتا گیا اور آخر ان کی ہلاکت کا باعث ہوا اور وہ دائمی عذاب اور دردناک سزا کے مستحق قرار پائے ۔ **بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ** یہاں باء سببیت کے لئے اور ما مصدریہ ہے ۔ (روح ص۱۵۰ ج۱، ابو السعود ص۳۹ ج۱) اور فعل ناقص دوام و استمرار کیلئے ہے (ابو السعود، روح ص۱۵۲ ج۱) یعنی مسلسل کذب بیانی اور نفاق پر لگاتار اصرار کی وجہ سے انہیں مذکورہ سزا کا حکم سنایا گیا ہے اور یہاں جھوٹ بولنے سے وہی نفاق مراد ہے یعنی دل میں اسلام کا انکار چھپائے ہوئے ہیں مگر زبان سے **اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ** کا اقرار کرتے ہیں ۔ ومعناه بكذبهم وقولهم امنا وليسوا بمؤمنين (قرطبی ص۱۹۸ ج۱) اى بكذبهم فى قولهم امنا بالله وباليوم الآخر (مدارک ص۱۶ ج۱)

آگے منافقین کی مزید خباثتیں ذکر کر کے ان کے حال کو اور واضح کیا گیا ہے ۔ **۱۹** منافقین بظاہر مسلمان تھے لیکن درپردہ کافروں سے ربط قائم کر رکھا تھا مسلمانوں کے پوشیدہ راز ان تک پہنچاتے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہتے اور اس طرح فتنہ و فساد کیلئے زمین ہموار کر رہے تھے ۔ وكان فساد المنافقين فى الارض انهم كانوا يمايلون الكفار ويمالئونهم على المسلمين بافشاء اسرارهم اليهم واغرائهم عليهم وذلك مما يؤدى الى هيج الفتن بينهم (مدارک ص۱۶ ج۱) والفساد منها النفاق الذى صافوا به الكفار فاطلعوهم على اسرار المؤمنين فان كل ذلك يؤدى الى خراب الارض وقلة الخير ونزع البركة وتعطل المنافع (روح ص۱۵۳ ج۱) **۲۰** یعنی ہم نے تو مسلمانوں اور کافروں دونوں فریقوں سے میل جول قائم کر رکھا ہے اس سے ہمارا مقصود صرف دونوں فریقوں میں صلح و آشتی کی فضا پیدا کرنا ہے اور کچھ نہیں ان هذه المداراة سعى فى الاصلاح بين المسلمين والكفار (کبیر ص۲۸۹ ج۱) قالوا انما نريد الاصلاح بين المؤمنين واهل الكتاب (ابن جریر ص۹۷ ج۱) **۲۱** یہ منافقوں کے دعوے کا نہایت ہی بلیغ طریقہ سے رد ہے ۔ جملہ مستانفہ لا کر اور حرف تنبیہ سے سامعین کو متوجہ کر کے حرف تاکید اور کلمہ حصر سے اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ یہ لوگ مصلح ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں حالانکہ فتنہ و فساد کا سرچشمہ یہی لوگ ہیں اور زیادہ تر فساد انہیں کے ذریعے پھیل رہا ہے ۔ **۲۲** ان کے دل مرض نفاق کی وجہ سے اس حد تک مردہ اور بے حس ہو چکے تھے کہ اصلاح و فساد میں امتیاز نہیں کر پاتے اور شر و فساد کو امن و صلاح قرار دے رہے ہیں ۔ وهذا انما نشأ عن جهل مركب فاعتقدوا الفساد صلاحا واصروا واستكبروا واستكبارا (روح ص۱۵۳ ج۱) **۲۳** یہ منافقین کی دوسری خباثت ہے ۔ زبان سے آمنا کہہ کر مومن ہونے کا دعویٰ تو وہ پہلے ہی کر چکے تھے ۔ یہاں دوبارہ انہیں ایمان لانے کا حکم دیا جا رہا ہے ۔ وہ منافقانہ طور پر ایمان لائے ہوئے تھے اب انہیں مخلصانہ طور پر ایمان لانے کا حکم دیا جا رہا ہے ۔ اى ايمانا مقرونا بالاخلاص بعيدا عن النفاق (کبیر ص۲۸۹ ج۱) مقرونا بالاخلاص خالصا عن شوائب النفاق (روح ص۱۵۵ ج۱) اور الناس میں الف لام عہد کا ہے اور اس سے مراد مہاجرین و انصار ہیں یا وہ مؤمنین مراد ہیں جو اہل کتاب میں سے ایمان لا چکے تھے ۔ عبد اللہ بن سلام وغیرہ من مؤمنی اهل الكتاب قيل كما امن المهاجرون والانصار (معالم ص۲۹ ج۱) انها للعهد اى كما امن رسول الله ومن معه وهم ناس معهودون او عبد الله بن سلام واشياعه (کبیر ص۲۸۹ ج۱، مدارک ص۱۷ ج۱) **۲۴** یہ منافقین کا قول ہے اور لفظ سفہا سے انہوں نے صحابہ کرام پر طنز کیا ہے یعنی ہم (خاکش بدہن) ان بیوقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں جو اپنے نفع و نقصان کو بھی نہیں سمجھتے ۔ وانما سفهوهم جهلا منهم حيث اشتغلوا بما لا يجدى فى زعمهم (روح ص۱۵۵ ج۱) امام رازی رح فرماتے ہیں کہ منافقین صاحب اقتدار لوگ تھے وہ دولت و اقتدار کے نشہ میں مخمور طبقہ دین اسلام کو باطل سمجھتا تھا اور جو شخص باطل دین کو قبول کرے وہ بیوقوف ہوتا ہے (کبیر ص۲۸۹ ج۱) جیسا کہ آج کل روشن خیالی کے مرض میں مبتلا اور نشۂ اقتدار میں بدمست طبقہ دین کا درد رکھنے والوں اور ان کی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے بغاوت پر حرف گیری کرتے

لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ⑪

فساد نہ ڈالو ملک میں ؀ تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں ؀

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ⑫

جان لو وہی ہیں خرابی کرنے والے ؀ لیکن نہیں سمجھتے ؀

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا

اور جب کہا جاتا ہے ان کو ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے سب لوگ یعنی ؀ صحابہ) تو کہتے ہیں

اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ

کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بے وقوف ؀ جان لو وہی ہیں

السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ⑬ وَاِذَا لَقُوا

بے وقوف ؀ لیکن نہیں جانتے ؀ اور جب ملاقات کرتے ہیں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى

مسلمانوں سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں ؀ اور جب تنہا ہوتے ہیں اپنے شیطانوں (یعنی

شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ

سرداران یہود و مشرکین ؀) کے پاس (جاکر) تو کہتے ہیں بیشک ہم تمہارے ؀ ساتھ ہیں ہم تو

مُسْتَهْزِءُوْنَ ⑭ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ

ہنسی کرتے ہیں (یعنی مسلمانوں سے) ؀ اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے ؀ اور ترقی دیتا ہے

فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑮ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا

ان کو ان کی سرکشی میں (اور) حالت یہ ہے کہ وہ ؀ (شک تردد میں) حیران پھر رہے ہیں۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے مول لی

الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا

گمراہی (فطری) ہدایت کے بدلے ؀ سو نافع نہ ہوئی ان کی سوداگری اور نہ

كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ⑯ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ

ہوئے وہ راہ پانے والے ؀ ان کی مثال ؀ اس شخص کی سی ہے جس نے

والوں کو کم فہم، دقیانوسی اور موجودہ دور کے تقاضوں سے بے خبر وغیرہ القاب سے سرفراز فرماتے ہیں۔ یہ بعینہٖ ان منافقین کی تقلید ہے۔ ۲۵ یہاں بھی اسی زور اور تاکید کے ساتھ منافقین کا ردّ کیا گیا ہے۔ یعنی اصل میں بے وقوف تو وہ خود ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام کے متفقہ دین کو قبول کرنیوالوں پر سفاہت اور کم عقلی کا الزام لگا رہے ہیں۔ الا انھم ھم السفھاء دون المؤمنین المصدقین باللہ وبرسولہ وثوابہ وعقابہ (ابن جریر ص۹۹ ج۱) ۲۶ ان کی جہالت اور نادانی کا یہ عالم کہ وہ اپنی اس کھلی ہوئی حماقت اور سفاہت کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔

فائدہ ان آیتوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوئی ہے یہ آیتیں ان کے مومنین مخلصین ہونے کا بیّن اور لافانی ثبوت ہیں ان کا ایمان اس قدر کامل، شوائب نفاق سے اس قدر پاک، خدا کے نزدیک اسقدر پسندیدہ اور مقبول ہے کہ اسے منافقین کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا گیا ہے نیز اس مبارک جماعت کو بیوقوف کہنے والوں کو پرلے درجہ کے بیوقوف قرار دیا ہے ۲۷ یہ منافقوں کی تیسری خباثت ہے کہ جب وہ با اثر اور مخلص مؤمنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم خالص ایمان لا چکے ہیں آمَنَّا سے منافقین مسلمانوں کو اس بات کا یقین دلانا چاہتے تھے کہ اب انہوں نے نفاق چھوڑ دیا ہے اور دل سے خالص ایمان قبول کر لیا ہے کیونکہ ان کا زبانی ایمان تو مسلمانوں کو پہلے بھی معلوم تھا۔ فالمراد اخلصنا بالقلب الدلیل علیہ ان الاقرار باللسان کان معلوماً منھم (کبیر ص۲۹۹ ج۱) مگر یہی لفظ ان کے نفاق کی غمازی کرتا ہے کیونکہ مسلمانوں کو پہلے سے اس نفاق کا علم تھا اب اس کی تردید کیلئے اور ان کے دلوں میں اپنے اخلاص کا سکہ بٹھلانے کے لئے انہیں کوئی تاکیدی جملہ استعمال کرنا چاہئے تھا مگر اس کے باوجود وہ سرسری طور پر صرف اٰمَنَّا کا لفظ استعمال کرتے ہیں اس لئے کہ نفاقِ قلبی کی وجہ سے وہ تاکیدی جملے کو گوارا نہیں کر سکتے۔ ۲۸ خلا کا صلہ عام طور پر بآ آتا ہے مگر یہاں اِلیٰ آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں خلا ذہابٌ کے معنوں کو متضمن ہے اور مطلب یہ ہے کہ منافقین مسلمانوں سے ملنے کے بعد جب اپنے لیڈروں کے پاس جاتے ہیں تو وہاں مسلمانوں کے سامنے کئے ہوئے اقرار کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ اس تضمین کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے منافقین کی منافقت خوب عیاں ہو جاتی ہے۔ لہذا اِلیٰ ذاھبین محذوف سے متعلق ہے جو خَلَوْا کے فاعل سے حال ہے ای خلوا ذاھبین الی شیاطینھم۔ اور شیاطین سے علمائے یہود، اور شرک و کفر کے لیڈر مراد ہیں۔ شیاطینھم سادتھم وکبراؤھم رؤساؤھم من احبار الیھود ورؤس المشرکین والمنافقین (ابن کثیر ص۵۱ ج۱) ۲۹ یعنی دین اور ایمان اور عقیدہ میں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اِنا معکم ای مصاحبوکم وموافقوکم علی دینکم (مدارک ص۱۸ ج۱) ۳۰ یعنی ہم دل سے تھوڑے مسلمان ہیں۔ دل سے تو تمہارے ساتھ ہیں مسلمانوں کے سامنے ایمان کا اظہار محض استہزاء اور تمسخر کے طور پر اور انہیں بیوقوف بنانے کے لئے کرتے ہیں۔ تاکہ وہ ہمیں مسلمان سمجھیں اور ہم سے مسلمانوں کا سا معاملہ کریں۔ ہمارا مال و جان محفوظ ہو جائے اور ہمیں مالِ غنیمت وغیرہ میں سے حصہ ملا کرے۔ انما نستخف بھم فی ذلک القول ونصون دماءنا واموالنا وذرياتنا (خازن ص۲۷ ج۱) ۳۱ بعض اوقات 'جرم' کی سزا پر لفظ "جرم" کا اطلاق کر دیا جاتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس تمسخر اور استہزاء کی سزا دیگا۔ ان ینتقم منھم ویعاقبھم ویجازیھم علی استھزائھم فسمی العقوبة باسم الذنب (قرطبی ص۲۰۷ ج۱) اور بعض نے کہا کہ جس طرح منافقین مسلمانوں کو بنا رہے ہیں اسی طرح اللہ بھی منافقوں کو بنا رہا ہے اور ان سے تمسخر کا سا معاملہ کر رہا ہے مثلاً دنیا میں ان پر اسلام کے احکام جاری کر رکھے ہیں اور انہیں مہلت دے رکھی ہے جب وہ کفر و سرکشی کی انتہا کو پہنچ جائینگے تو اچانک دھر لئے جائینگے منافقین ان چیزوں کو اپنے حق میں مفید سمجھ رہے ہیں مگر حقیقت میں یہ چیزیں ان کی تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہیں۔ الاٰیة جاریة علی سبیل التمثیل والمراد یعاملھم سبحانہ معاملة المستھزئ اما فی الدنیا باجراء احکام الاسلام واستدراجھم من حیث لا یعلمون (روح ص۱۵۸ ج۱) ۳۲ دوسری تفسیر کے مطابق یہ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ کا بیان ہے۔ معطوف علی قولہ سبحانہ وتعالیٰ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ کالبیان لہ علی رأی (روح ص۱۵۹ ج۱) فِىْ طُغْيَانِهِمْ، يَمُدُّهُمْ سے متعلق ہے اور يَعْمَهُوْنَ ضمیر مفعول سے حال ہے یعنی وہ انہیں سرکشی اور گمراہی میں بڑھا رہا ہے اور وہ بے اطمینانی اور شک و تردد میں حیران و سرگرداں پھر رہے ہیں ۳۳ اُولٰۗىِٕكَ سے مذکورہ منافقین کی طرف اشارہ ہے جن کی خباثتوں کا ابھی ابھی ذکر ہوا ہے۔ ان کی تمام خباثتوں کا سرچشمہ اختیاری گمراہی ہے

ا یہ لوگ چونکہ نفاق پر مفادات کی وجہ سے توحید کو مانتے تھے اور مشرکین سے زیادہ مفر تھے اس لئے ان کے حالات زیادہ بیان کئے گئے ۱۲

ے مثال فریق ثانی یعنی مشرکین ۱۲

انہوں نے راہ ہدایت کو چھوڑ کر راہ ضلالت پر چلنے کی ٹھان لی ہے۔ اشتراء کے معنیٰ خریدنے کے ہیں اور ظاہر ہے کہ خریداری کیلئے ضروری ہے کہ قیمت خریدار کے پاس موجود ہو۔ یہاں ہدایت کو گمراہی کی قیمت قرار دیا گیا ہے جس کے عوض منافقوں نے گمراہی مول لی تو اس سے لازم آتا ہے کہ منافقین پہلے ہدایت پر تھے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ شروع ہی سے منافقانہ طور پر ایمان لائے تھے تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہاں اشتراء بمعنیٰ استبدال نہیں بلکہ محض ترجیح اور اختیار کے معنیٰ میں ہے ان الاشتراء هٰهنا عن الاختيار فكانه تعالٰى قال اختاروا الضلالة على الهدٰى (روح ص۱۹۱ ج ۱) یعنی انہوں نے ہدایت پر گمراہی کو ترجیح دی اور ہدایت کی بجائے گمراہی کو اختیار کیا۔ لیکن اس صورت میں بالہدیٰ کی باء بمعنیٰ علیٰ ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اشتراء اپنے حقیقی معنوں ہی میں ہے اور ہدایت سے مراد وہ فطری ہدایت ہے جو اللہ نے انسان کی فطرت میں رکھی ہے۔ المراد بالهدى الجبلى وقد كان حاصلًا لهم حقيقةً فان كل مولود يولد على الفطرة (روح ص۱۹۱) اس صورت میں تمام الفاظ اپنی حقیقت پر رہتے ہیں اور کسی قسم کے مجاز کا ارتکاب کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ ۳۴ مگر یہ سودا ان کیلئے نفع بخش ثابت نہ ہوا۔ اور ہوتا بھی کیسے انہوں نے یہ سودا ہی بے عقلی اور بے بصیرتی سے کیا ہے اور ایک ایسی چیز خریدلی ہے جس میں سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔ ۳۵ عام مفسرین کی رائے کے مطابق اب یہاں سے منافقوں کی دو مثالیں بیان کی جارہی ہیں پہلی مثال مَثَلُهُمْ سے لے کر لَا يَرْجِعُونَ تک اور دوسری اَوْ كَصَيِّبٍ سے لیکر آخر رکوع تک۔

نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ

آگ جلائی (یعنی بھڑکائی) ۳۶ پھر جب روشن کر دیا آگ نے اس پاس کو (اور وہاں کچھ اور لوگ بھی موجود تھے) تو زائل کر دی

وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ

اللہ نے ان کی روشنی یعنی چھوڑ دیا ان کو اندھیروں میں کہ کچھ نہیں دیکھتے ۳۷ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں ۳۸

فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ

سو وہ نہیں لوٹیں گے ۳۹ ف یا ان کی مثال ایسی ہے ۴۰ جیسے زور سے مینہ برس رہا ہو آسمان سے

ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ

اس میں اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی دیتے ہیں انگلیاں اپنے کانوں میں

مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ

مارے کڑک کے موت کے ڈر سے ۴۱ اور اللہ احاطہ کرنے والا ہے

بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۭ

کافروں کا ۴۲ قریب ہے کہ بجلی خیرہ کردے ان کی آنکھیں

كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ڎ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ

جب چمکنے لگتی ہے ان پر تو چلنے لگتے ہیں اس کی روشنی میں اور جب اندھیرا ہوتا ہے تو کھڑے

قَامُوْا ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۭ

رہ جاتے ہیں ۴۳ اور اگر چاہے اللہ تو لے جائے ان کے کان اور آنکھیں ۴۴

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ

بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۴۵ ف ۲ اے لوگو بندگی

اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ

کرو اپنے رب کی ۴۶ جس نے (ہی) پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ

پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ جس (ہی) نے بنایا واسطے تمہارے

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا)

۳۶ آگے چل کر ان آگ جلانے والوں کے لئے جمع کی ضمیر ذکر کی گئی ہے۔ اس لئے یہاں اَلَّذِیْ معنےً جمع ہے۔ اِسْتَوْقَدَ اور حَوْلَهٗ میں لفظ کے لحاظ سے ضمیر واحد استعمال کی گئی ہے اور جمع کی ضمیروں میں معنیٰ کا لحاظ کیا گیا ہے۔ ۳۷ یہ ماقبل کی تفسیر ہے یعنی جب آگ کی وجہ سے چاروں طرف روشنی ہوگئی تو اچانک آگ بجھ گئی اور وہ روشنی ان سے سلب کر لی گئی اور وہ گھٹا ٹوپ اندھیروں میں چھوڑ دیئے گئے اور انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔ اس تمثیل میں منافقین کے زبانی اقرار ایمان کو آگ جلانے سے تعبیر کیا گیا ہے اور اظہار اسلام کے بعد بطور مسلمان جو فوائد انہیں حاصل ہوئے اسے ماحول کی روشنی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور روشنی سلب کر لینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے ان کا نفاق نبی علیہ السلام پر ظاہر کر کے انہیں ان فوائد سے محروم کر دیا اور انہیں پھر سے کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں چھوڑ دیا (کبیر ص۲۹۰ ج ۱) ۳۸ اگرچہ ان کے ظاہری حواس درست ہیں لیکن جب انہوں نے ان حواس سے کام نہ لیا، کانوں سے حق نہ سنا۔ زبان سے حق کا اقرار نہ کیا اور بصیرت کی آنکھوں سے حق کو نہ دیکھا تو گویا ان کے حواس ہی بیکار ہو چکے ہیں۔ اور وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ كانت حواسهم سليمة ولكن لما سدوا عن الاصاخة الى الحق مسامعهم وابوا ان ينطقوا به السنتهم وان ينظروا ويبصروا بعيونهم جعلوا كانما ايفت مشاعرهم (مدارک ص۲۰ ج ۱) ۳۹ یعنی اب ان کے ہدایت پر آنے کی امید نہیں رہیں۔ لیکن حضرت شیخ علیہ الرحمۃ والغفران نے فرمایا کہ دنیا میں جب بھی کسی داعئ توحید نے دعوتِ توحید پیش کی ہمیشہ لوگ دو جماعتوں میں بٹ گئے۔ کچھ لوگوں نے دعوتِ توحید کو مان لیا اور مومنین کہلائے اور کچھ لوگوں نے اس دعوت کو نہ مانا وہ کفار کے نام سے موسوم ہوئے پھر اگر مومنین کو مادی اور دنیوی اقتدار بھی حاصل ہوگیا تو کافروں میں خوشامدی لوگوں کی ایک جماعت پیدا ہوگئی۔ یہ لوگ ایک طرف مسلمانوں کے اقتدار سے مرعوب خائف ہوتے اس لئے ان کے سامنے اسلام کا اظہار کرتے اور اپنے کو اسلام اور مسلمانوں کے خیرخواہ ظاہر کرتے اور دوسری طرف کافروں سے ملے رہتے۔ یہ منافقین کی جماعت ہے۔ کافر بھی اسلام اور مسلمانوں کیلئے خطرہ ہوتے ہیں لیکن منافقین کافروں سے بھی زیادہ مضر اور خطرناک ہوتے ہیں۔ کیونکہ منافقین مسلمانوں میں ملے جلے رہتے ہیں اور مسلمان ان کو اپنی جماعت کے آدمی سمجھتے ہیں اس طرح منافقوں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیاں کرنے کا خوب موقع مل جاتا ہے اور وہ اپنے بن کر اس قدر نقصان پہنچاتے ہیں کہ اتنا دشمن اور بیگانہ بھی نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں جماعتوں یعنی مومنین، کفار اور منافقین کا حال بیان کرنے کے بعد آخر الذکر دو جماعتوں کا حال خوب واضح کرنے کے لئے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں ایک علانیہ کافروں کیلئے یعنی مَثَلُهُمْ سے لَا يَرْجِعُوْنَ تک اور ایک منافقوں کیلئے یعنی اَوْ كَصَيِّبٍ سے آخر رکوع تک اس لئے مَثَلُهُمْ کی ضمیر مطلق کفار کی طرف راجع ہے پہلی مثال کافروں کیلئے اور اس کی تفصیل حسب ذیل ہے اَلَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوں گے جنہوں نے آیاتِ بینات کے ذریعے

فتح الرحمٰن ف مترجم گوید حاصل مثل آنست کہ اعمال منافقاں ہمہ حبط شود چنانچہ روشنی آں جماعۃ دور شد ۱۲۔ ف۲ مترجم گوید حاصل مثل آنست کہ منافقان در ظلمات نفسانیہ افتادند و چون مواعظ بلیغہ شنوند فی الجملہ ایشانرا بیمی میشود و آن فائدہ نکند مانند مسافران کہ در شب تاریک و ابر حیران باشند و در برق دو سہ قدم بروند و باز ایستند واللہ اعلم ۱۲۔

رشد وہدایت کی آگ جلائی فَلَمَّآ اَضَآءَتۡ مَا حَوۡلَہٗ کے بعد یہ عبارت محذوف ہے وعندہ رجال آخرون یعنی اس آگ جلانے والے کے پاس کچھ اور لوگ بھی موجود تھے مگر یہ لوگ اس آگ کی روشنی سے محروم رہے کیونکہ آگ کے لئے روشنی کے ساتھ ساتھ بینائی کا ہونا بھی ضروری ہے ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوۡرِهِمۡ اللہ نے ان سے نور بصیرت ہی چھین لیا۔ یہ کفار مکہ تھے جو آگ جلانے والے کے پاس موجود تھے جب قرب وجوار کے لوگ اس نور ہدایت سے مستفید ہو رہے تھے اس وقت کفار مکہ ضد و عناد اور بغض وحسد کی وجہ سے کفر و عصیان اور جحود و انکار پر کمربستہ ہو گئے تو اس کا لازمی و تکوینی نتیجہ یہ ہوا کہ ان سے وہ نور بصیرت جو فطرۃً ہر انسان کو ملتا ہے چھین لیا گیا۔ اور ان کے دلوں سے احساس حق کی صلاحیت سلب کر لی گئی۔ وَتَرَكَهُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ ان کے دلوں اور کانوں پر مُہر جباریت ثبت کر دی گئی اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے گئے اور انہیں گھپ اندھیرے میں چھوڑ دیا گیا کہ اب وہ کبھی راستہ نہیں دیکھ سکیں گے۔ صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡىٌ فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ۔ اس آیت کا مفہوم بعینہٖ وہی ہے جو خَتَمَ اللّٰهُ الخ کا ہے۔ بہرے اور اندھے اس لئے کہ ان کے کانوں پر مُہر اور ان کی آنکھوں پر پردے ہیں۔ گونگے اس لئے ہیں کہ ان کے دلوں پر مُہر لگا دی گئی ہے۔ جب ان میں حق سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں تو حق گوئی کا وجود بھی نہیں ہو گا۔ جب کچھ سمجھیں گے ہی نہیں تو بولیں گے کیا؟ اور لَا يَرۡجِعُوۡنَ کا یہاں وہی مفہوم ہے جو وہاں لَا يُؤۡمِنُوۡنَ کا ہے۔

اَلۡاَرۡضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۖ وَّاَنۡزَلَ

زمین بچھونا اور آسمان عمارت اور اتارا

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ

آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے میوے

رِزۡقًا لَّكُمۡ ۚ فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ اَنۡدَادًا وَّ

کھانا تمہارا سو نہ ٹھہراؤ[۳۹] اللہ کے برابر کوئی اور

اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا

تم جانتے ہو[۴۰] اور اگر ہو تم[۴۱] شک میں اس کلام

نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۖ

سے جو اتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورت اس قسم کی[۴۲]

وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ

اور بلاؤ جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوا[۴۳] اگر تم

صٰدِقِيۡنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا

سچے ہو[۴۴] پھر اگر نہ کر سکو[۴۵] اور البتہ نہ کر سکو گے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ

تم بچو آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں[۴۶]

اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۲۴﴾ وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ

تیار ہے منکروں کے واسطے[۴۷] اور خوشی سنا ان کو جو یقین لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ

کام نیک کیے[۴۸] کہ ان کو ہیں باغ بہتی نیچے

تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوۡا مِنۡهَا مِنۡ ثَمَرَةٍ

ان کے نہریں[۴۹] جس بار ملے ان کو وہاں کا کوئی[۵۰] میوہ

ایک بات ذہن نشین رہے کہ یہاں کفار کی ذوات کو ذات مستوقد سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ ان کے قصے کو قصہ مستوقد سے تشبیہ دی گئی ہے۔ وانما شبہت قصتهم بقصة المستوقد (کبیر ص۲۹۵ ج۱) ۳۰؎ اَوۡ كَصَيِّبٍ پہلی تفسیر کے مطابق یہ منافقین کی دوسری مثال ہے اور اَوۡ تخییر کے لئے ہے اور حضرت شیخ کی تفسیر کے مطابق اَوۡ تنویع کیلئے ہے اور یہ منافقین کے حال کی واحد تمثیل ہے اور پھر اس تمثیل کی دو شقیں ہیں ایک وَاللّٰهُ مُحِيۡطٌۢ بِالۡكٰفِرِيۡنَ تک اور دوسری يَكَادُ الۡبَرۡقُ سے آخر رکوع تک۔ اور صَيِّبٍ سے پہلے لفظ ذوی یا اصحاب محذوف ہے ای کاصحاب صیب (معالم ص۳۱ ج۱) یعنی منافقوں کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جو شدید بارش میں گھر جائیں اور صیب کے معنی موسلا دھار بارش کے ہیں۔ ۴۱؎ سماء ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اوپر کی جانب ہو السماء کل ما علاک فاظلک (قرطبی ص۲۱۶ ج۱) اور یہاں سماء سے مراد بادل ہیں۔ ای من السحاب (معالم ص۳۱ ج۱) ۴۲؎ يَجۡعَلُوۡنَ الخ ظلمات اور رعد سے متعلق ہے۔ اور حَذَرَ الۡمَوۡتِ ــــ يَجۡعَلُوۡنَ کا مفعول لہٗ ہے جو اس فعل کی علت بیان کر رہا ہے۔ یعنی اس ڈر سے کہ کہیں صواعق کی گرجدار آواز سے وہ ہلاک نہ ہو جائیں وہ کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں تاکہ وہ صواعق کی آواز سن ہی نہ سکیں۔ اس تمثیل میں صیب سے مراد ایمان یا قرآن ہے۔ ظلمات اور رعد سے وہ شدائد اور تکالیف مراد ہیں جو ایمان لانے کے بعد برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ یا اس سے قرآنی وعیدیں اور تخویفیں مراد ہیں اور برق سے ایمان کے دنیوی فوائد یا قرآن میں رشد و ہدایت کا ذکر مراد ہے اور صواعق سے مراد شرعی تکالیف یا قرآن کی وعد و وعید کی آیات ہیں (کبیر ص۳۰۹ ج۱، معالم ص۳۲ ج۱، قرطبی ص۲۱۹ ج۱ وغیرہ) منافقین کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے تاکہ قرآن نہ سن سکیں کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ قرآن سننے سے کہیں ان کے دلوں میں ایمان نہ داخل ہو جائے اور ایمان قبول کرنے کو وہ موت کے مرادف سمجھتے تھے جعلهم اصابعهم فی اٰذانهم لئلا یسمعوا القراٰن فیؤمنوا به و بمحمد علیه السلام وذلك عندهم کفر والکفر موت (قرطبی ص۲۱۹ ج۱) ۴۳؎ لیکن یہ حیلہ انہیں موت سے نہیں بچا سکتا کیونکہ جس کے اختیار میں موت و حیات ہے وہ علم و قدرت کے لحاظ سے ان پر حاوی ہے وہ اس کی گرفت سے کبھی آزاد نہیں ہو سکتے۔ اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ موسلا دھار بارش ہو رہی ہو۔ چاروں طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا ہو۔ رعد کی گرجدار آواز بھی سنائی دے رہی ہو اور بجلی چمک رہی ہو تو اس وقت چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ رعد کی گرجدار آواز کی طرف دھیان دیتے اور سمجھتے کہ مزید بارش ہونے والی ہے اور وہ اولے برسنے والے ہیں اس لئے اپنے بچاؤ کی کوئی صورت تلاش کرتے جب بجلی چمکتی اس وقت اپنے مامن کا راستہ دیکھتے اور جب اندھیرا ہو جاتا اس وقت مامن کی طرف چل پڑتے مگر ان منافقوں کا حال یہ ہے کہ وہ رعد کی آواز یعنی قرآنی وعیدیں سنتے ہی نہیں بلکہ کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے کہ کہیں ان کے دلوں میں ایمان نہ داخل ہو جائے کیونکہ ایمان کو تو وہ موت جانتے ہیں۔ ۴۴؎ یہ اس تمثیل کی دوسری شق ہے یعنی جب اندھیرے میں بجلی کوندتی ہے تو وہ اس کی روشنی میں چند قدم چل لیتے ہیں اور جونہی بجلی کی روشنی غائب ہوئی وہیں رک گئے یہی حال منافقین کا تھا کہ جب اسلام کی فتح مندی اور مسلمانوں کی کامیابی دیکھتے تو ان کے دل ایمان کی طرف مائل ہو جاتے لیکن جب ان پر کوئی مصیبت یا تکلیف آ پڑتی تو ایمان کی طرف سے بددل ہو جاتے کلما اصاب المنافقین من عز الاسلام اطمأنوا الیه واذا اصاب الاسلام نکبة قاموا لیرجعوا الی الکفر (ابن کثیر ص۵۵ ج۱) حالانکہ چاہیئے تو یہ تھا۔

سے جواب شرط اولیٰ مقولون اقداز

کہ روشنی میں راستہ دیکھتے اور اندھیرے میں راستہ ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھنے کی کوشش کرتے یعنی ہر حال میں صدقِ دل سے اور خلوصِ نیت سے اسلام کی پیروی کرتے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ خطفِ ابصار سے یہاں آنکھوں کا اچک لینا مراد نہیں بلکہ اس کے معنی خیرہ اور حیران کرنے کے ہیں یعنی قرآنی ہدایت کی روشنی جسے یہاں برق سے تعبیر کیا گیا روز بروز پھیل رہی تھی اور اسلام کی شان و شوکت اس تیزی سے بڑھ رہی تھی کہ منافقین کی آنکھیں اسے دیکھ کر خیرہ اور مرعوب ہو رہی تھیں مگر وہ مذبذب کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے اور بعض موانع انہیں مخلصانہ ایمان سے روک رہے تھے۔ ۴۵ اس کا تعلق یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ اور یَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ سے ہے علی سبیل اللف والنشر المرتب یعنی انہیں کان اس لئے دیئے کہ وہ ان سے حق بات سنیں مگر وہ حق سننے کی بجائے کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں اور آنکھیں اس لئے دیں کہ وہ ان سے قرآنی ہدایت کی روشنی میں سیدھی راہ دیکھ کر منزل مقصود تک پہنچ سکیں۔ مگر انہوں نے ان سے کبھی کام نہ لیا تو اگر اللہ چاہے تو رعد کی کڑک سے ان کی سماعت اور بجلی کی چمک سے ان کی بینائی سلب کر لے۔ ۴۶ اس کیلئے کوئی کام مشکل نہیں۔ ہر کام یکساں طور پر اس کی قدرت کے تحت داخل ہے۔

یہاں تک تمہید تھی جس میں ہدایت کے اصل سرچشمہ کی نشان دہی کی گئی اور ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے اوصاف اور ان کے انجام کا ذکر تھا۔ اب اگلی آیت سے دعوائے توحید پیش کیا جا رہا ہے۔

دعوائے توحید

۴۷ تمہید میں تین جماعتوں یعنی مومنین، کفار اور منافقین کے اوصاف اور ان کی جزا و سزا بیان کرنے کے بعد اب یہاں ان سب کو مخاطب کر کے ان کے سامنے دعوتِ توحید بیان کی ہے۔ اس سورت میں دعویٰ توحید کو تین بار دہرایا گیا ہے جیسا کہ تفصیلاً پہلے گزر چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ (رکوع ۳) میں دعویٰ توحید کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ الخ (رکوع ۱۹) میں پہلی بار اس کا اعادہ فرمایا اور پھر اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (رکوع ۳۴) میں دوبارہ اعادہ فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین تین قسم کا شرک کرتے ہیں (۱) شرک فی الدعاء یعنی پکارنے میں شرک (۲) نذر و نیاز میں شرک (۳) شفاعتِ قہری کے ذریعے یعنی اپنے معبودوں کو خدا کے یہاں شفیع غالب سمجھتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تین جگہ دعویٰ توحید کو عقلی دلائل سے مدلل فرما کر بالترتیب شرک کی مذکورہ بالا تینوں قسموں کی نفی فرمائی ہے۔ عبادت کے معنی "غایت خضوع" اور "انتہائی عاجزی" کے ہیں۔ اس لفظ کا جامع مفہوم علامہ ابن قیم رحمہ کی زبانی سنئے۔ العبادۃ عبارۃ عن الاعتقاد والشعور بان للمعبود سلطۃ غیبیۃ (ای فی العلم والتصرف) فوق الاسباب یقدر بہا علی النفع والضر فکل دعاء وثناء وتعظیم ینشأ من ھذا الاعتقاد فھی عبادۃ (مدارج السالکین ص۲۴) یعنی یہ اعتقاد اور شعور کہ ہمارے حالات جاننے اور ان میں باختیار خود تصرف کرنے میں ہمارے معبود کا ما فوق الاسباب غیبی قبضہ ہے۔ اور اسی اعتقاد کے تحت اپنے معبود کو پکارا جائے، اس کی حمد و ثنا کی جائے، رکوع و سجود یا نذر و نیاز سے اس کی تعظیم بجا لائی جائے تو یہ سب کچھ عبادت ہے۔ تو یہ عبادت بجمیع اقسامہ وانواعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہاں عبادت سے "دعا" اور "پکار" مراد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الدعاء ھو العبادۃ (ابوداؤد ص۲۰۸ ج ۱، ترمذی ص۱۵۵ ج ۲) یعنی دعا ہی اصل عبادت ہے۔ اور دعویٰ توحید اعبدوا ربکم میں حصر اور تخصیص مراد ہے یعنی صرف اللہ ہی کی عبادت کرو، صرف اسی کو پکارو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ ای افردوا الطاعۃ والعبادۃ لربکم دون سائر خلقہ (ابن جریر ص۱۲۷ ج ۱) یعنی طاعت اور عبادت صرف اپنے رب ہی کی کرو اور اس کی مخلوق کو اس کی طاعت اور عبادت میں شریک نہ بناؤ۔ عبادت سے وہی دعا اور پکار مراد ہے۔ اور حصر کا دوسرا قرینہ وہ نتیجہ ہے جو دعویٰ توحید کے عقلی دلائل کے بعد مذکور ہے یعنی فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا ــــــ اَلَّذِیْ اب یہاں سے دعویٰ مذکورہ پر عقلی دلائل کی ابتداء ہوتی ہے۔ الموصول صفۃ مادحۃ للرب وفیھا ایضاً تعلیل العبادۃ والربوبیۃ علی ما قیل (روح ص۱۸۶ ج ۱) یہاں دعویٰ توحید پر جو عقلی دلیل پیش کی گئی ہے وہ پانچ امور پر مشتمل ہے۔ اول۔ خَلَقَكُمْ یعنی تمہیں پیدا کیا اور نعمتِ وجود سے سرفراز فرمایا۔ دوم وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ تمہارے آباء و اجداد، دوسرے تمام انسانوں، فرشتوں اور جنوں کا بھی وہی خالق ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ کیونکہ توحید کی پابندی ہی سے تقویٰ حاصل ہو سکتا ہے۔ لعل شک اور امید کیلئے موضوع ہے مگر جب اللہ کی طرف سے ہو تو یقین کے معنوں میں ہوتا ہے۔ قال سیبویہ لعل وعسیٰ حرفا ترج وھما من اللہ واجب (معالم ص۲۳ ج ۱) سوم اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا زمین کو تمہارے لئے اس نے فرش کی طرح ہموار بنا دیا ہے۔ تم اس پر چل پھر سکتے ہو، بیٹھ سکتے ہو اور اس پر اپنا کاروبار کر سکتے ہو۔ چہارم وَّپنجم وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ بارش کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کر کے اس سے تمہارے لئے روزی پیدا کی۔ ۴۸ یہ مذکورہ دلیل کا نتیجہ ہے۔ مخاطبین اپنا، اپنے آباؤ اجداد کا، باقی تمام انسانوں، جنوں اور فرشتوں کا، زمین و آسمان اور ساری کائنات کا خالق خدا ہی کو مانتے تھے۔ اور تمام تکوینی امور کو خدا ہی کے تصرف و اختیار میں سمجھتے تھے اس لئے ان مسلّمہ امور کو بطور دلیل پیش کر کے فرمایا کہ جب یہ سب کام اللہ ہی کے ہیں، جب یہ سارے انعامات اسی ہی نے تم کو دیئے ہیں۔ جب تمہارا اور ساری کائنات کا خالق و مالک اور رازق وہی ہے اور ان تمام کاموں میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے تو پھر صرف اسی ہی کی عبادت کرو اور صرف اسی ہی کو اپنی حاجات و مشکلات میں غائبانہ پکارو اور اس کی عبادت اور پکار میں کسی نوری، ناری یا خاکی کو اس کا شریک مت بناؤ۔ جس نے یہ ساری نعمتیں۔ زندگی، یہ خوبصورت بدن، آنکھیں، کان، ناک، دل، دماغ وغیرہ زمین و آسمان، زمین کے بے بہا خزانے، چاند، سورج اور تارے وغیرہ وغیرہ۔ طلب اور درخواست کے بغیر تمہیں دیدیں۔ کیا وہ طلب اور درخواست پر تمہیں کچھ نہیں دیگا؟ پھر اس محسن و مربی کو چھوڑ کر اوروں کو کیوں پکارتے ہو۔ ۴۹ اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ان تمام امور کا فاعل اور سب کا خالق و رازق صرف اللہ ہے۔ اور تمہارے یہ معبود ان کاموں میں سے کوئی کام نہیں کر سکتے۔ وانتم تعلمون انھا لا تخلق شیئاً ولا ترزق واللہ الخالق الرزاق (مدارک ص۲۶ ج ۱) دعویٰ توحید کو عقلی دلائل سے واضح کرنے کے بعد توحید سے متعلق مشرکین کے دو شبہوں کا جواب دیا ہے۔ ایک شبہ تو یہ تھا کہ یہ دعویٰ خدا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے پاس سے باتیں بنا کر اور پھر انہیں خدا کی طرف منسوب کر کے ہمارے سامنے پیش کر دیتا ہے جیسا کہ دوسری جگہ اللہ نے ان کے اس شبہ کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ (یونس ع۴) دوسرا شبہ یہ تھا کہ یہ مسئلہ توحید خدا کی طرف سے نہیں ہے اور نہ ہی یہ کتاب خدا کا کلام ہے کیونکہ اس میں اولیاء اللہ کیلئے مکڑی جیسی گھٹیا چیزوں کی مثالیں بیان کی گئی ہیں جو اولیاء اللہ کے حق میں سخت توہین ہے۔ بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ اپنے نیک بندوں کی توہین کرے۔ ۵۰ یہ مشرکین کے پہلے شبہ کا جواب ہے یعنی جو کچھ ہم نے اپنے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے اگر اس کے اللہ کی طرف سے ہونے میں تمہیں کسی قسم کا شبہ ہے تو اس کا واحد علاج حسب ذیل ہے ومعنی قولہ فی ریب منہ فی کونہ وحیاً من اللہ تعالیٰ شانہ (روح ص۱۹۲ ج ۱) ۵۱ کہ تم بھی زیادہ نہیں صرف ایک ہی سورت ایسی بنا لاؤ جو فصاحت و بلاغت میں، مضامین کی ندرت میں، واقعات ماضیہ اور آتیہ کی صداقت میں، امثال و مواعظ کی اثر انگیزی میں، دلائل و براہین کی جامعیت اور معقولیت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ قرآن کی مثل اور ہم پلہ ہو۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کا معجزہ ہونا صرف فصاحت و بلاغت ہی کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ کا چیلنج تو تمام دنیا کے منکرین کو دیا گیا ہے خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی۔ اسلئے قرآن جس طرح فصاحت و بلاغت اور ترکیب الفاظ کے اعتبار سے معجز ہے اسی طرح مضامین و مطالب، واقعات ماضیہ و آتیہ اور دلائل و براہین وغیرہ کے لحاظ سے بھی معجز ہے۔ ۵۲ شہداء سے مراد

ان کے وہ معبود ہیں جن کی وہ پوجا کرتے تھے اور جن کے متعلق ان کا خیال تھا کہ وہ ان کے حمائتی ہیں، اور آڑے وقت میں کام آتے ہیں لہٰذا اب وقت ہے کہ وہ تمہارے کام آئیں۔ المعنی ادعوا الذین اتخذتموھم الٰھۃ من دون اللہ (کبیر ص۳۴۴ ج۱) استعینوا بالٰھتکم فی ذلک یمدونکم وینصرونکم (ابن کثیر ص۵۹ ج۱) ای واستعینوا بالٰھتکم التی تعبدونھا (معالم ص۳۳ ج۱) یا اس سے کفر و انکار میں ان کے ہم مسلک اور ان کے یار و مددگار مراد ہیں۔ المراد من الشھداء اکابرھم او من یوافقھم فی انکار امر محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کبیر ص۳۴۷ ج۱) مطلب یہ ہے کہ اپنے تمام اعوان و انصار کو بلا لو اور اپنے معبودوں سے مدد کی درخواست بھی کر لو، اور قرآن کا مثل بنا لاؤ۔ ۵۳ یعنی اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ انسانی کلام ہے، تم اس کا مثل بنا لاؤ کیونکہ تم بھی تو اہل لسان ہو اور تمہیں اپنی فصاحت و بلاغت اور زبان آوری پر ناز ہے۔ ۵۴ اس شرط کی جزا محذوف ہے ای فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فامنوا۔ یعنی اگر تم قرآن کا مثل نہیں لا سکتے اور نہ ہی لا سکو گے تو تم مسئلہ توحید

رِزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ

کھانے کو تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ملا تھا ہم کو اس سے پہلے اور دیے جائیں گے ان کو

مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ڎ وَّهُمْ

پھل ایک صورت کے ۶۱ اور ان کے لیے وہاں عورتیں ہوں گی پاکیزہ ۶۲ اور وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا

وہیں ہمیشہ رہیں گے ۶۳ بے شک اللہ شرماتا نہیں اس بات سے کہ بیان کرے کوئی مثال

مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ

ایک مچھر یا اس چیز کی جو اس سے بڑھ کر ہے ۶۴ سو جو لوگ (مسئلہ توحید پر) ایمان رکھتے ہیں وہ یقیناً جانتے ہیں

اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ

کہ یہ مثال ٹھیک ہے جو نازل ہوئی ان کے رب کی طرف سے ۶۵ اور جو کافر ہیں سو کہتے ہیں

مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ

کیا مطلب تھا اللہ کا اس مثال سے ۶۶ گمراہ کرتا ہے اس سے بہتیروں کو اور ہدایت کرتا

بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ

ہے اس سے ۶۷ بہتیروں کو اور گمراہ نہیں کرتا اس مثال سے مگر بدکاروں کو ۶۸ جو توڑتے ہیں خدا کے

يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ

معاہدہ (توحید) کو مضبوط کرنے کے بعد ۶۹ اور قطع کرتے ہیں

مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ

اس چیز کو جس کو اللہ نے فرمایا ملانے کو ۷۰ اور فساد کرتے ہیں ملک میں (شرک پھیلا کر) ۷۱

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ

وہی ہیں ٹوٹے والے ۷۲ کس طرح کافر ہوتے ہو خدا تعالیٰ سے حالانکہ

كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ

تم بے جان تھے پھر جلایا تم کو پھر مارے گا تم کو پھر جلائے گا تم کو

مان لو۔ یہ قرآن مجید کا ایک اور معجزہ ہے کہ اس نے بلا خوف تردید اعلان کر دیا کہ قیامت تک قرآن مجید کا مثل کوئی پیش نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ آج تک قرآن کی ایک آیت کا مثل بھی پیش نہیں کیا جا سکا۔ اور نہ ہی قیامت تک ایسا ممکن ہے (ابن کثیر ص۶۰ ج۱) ۵۵ یہ جزا محذوف یعنی فَاٰمِنُوْا کے قائم مقام ہے۔ ۵۶ اگر تمام ذرائع اختیار کرنے کے باوجود بھی قرآن کا مثل پیش نہ کر سکو تو یقین کر لو کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے پیغمبر ہیں اگر اب بھی تم کفر و انکار پر اڑے رہے تو تمہارا ٹھکانہ جہنم کی وہ آگ ہوگی جس کا ایندھن خدا کے نافرمان بندے اور پتھر ہوں گے اور جو تم جیسے کافروں اور معاندوں ہی کیلئے تیار کی گئی ہے۔ لہٰذا اس نار جہنم سے بچو اور کفر و انکار سے باز آ جاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ جہنم میں پتھر کا ایندھن اسلئے استعمال کیا جائیگا تاکہ آگ کی گرمی میں شدت پیدا ہو۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے پتھر کی وہ مورتیاں مراد ہیں جنہیں سامنے رکھ کر مشرکین پوجا کرتے تھے۔ وقیل المراد بھا حجارۃ الاصنام والانداد التی کانت تعبد من دون اللہ (ابن کثیر ص۶۱ ج۱) اس سے ایک طرف تو ان پتھر کی مورتیوں کی وجہ سے آگ میں شدت پیدا ہوگی اور دوسری طرف جب مشرکین اپنے معبودوں کی یہ بے کسی اور بے بسی دیکھیں گے تو حسرت و افسوس کی وجہ سے ان کا عذاب دوگنا ہو جائے گا۔ ایک جہنم کا عذاب اور دوسرا حسرت و ندامت اور تاسف و یاس کا ــــ یہ منکرین کیلئے ڈراوا تھا۔ اب آگے مومنین کے لئے جنت کی خوشخبری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تخویف و تبشیر کو ساتھ ساتھ رکھا ہے۔ ومن عادۃ اللہ انہ اذا ذکر اٰیۃ فی الوعید ان یعقبھا باٰیۃ فی الوعد (کبیر ص۳۴۹ ج۱) ۵۷ جو لوگ مسئلہ توحید و رسالت پر ایمان لائے اور قرآن کو خدا کا کلام مانا اور اس کے مطابق عمل کیا انہیں خوشخبری سنا دیجئے۔ ۵۸ یعنی انہیں آخرت میں ایسے باغات ملیں گے جن کے درختوں اور محلوں کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ ای من تحت اشجارھا ومساکنھا (معالم ص۳۴ ج۱) ۵۹ منھا اور من ثمرۃ میں من ابتدائیہ ہے۔ اور رِزْقًا رُزِقُوْا کا مفعول ثانی ہے اور مفعول اول اس کا نائب فاعل ہے یعنی جب بھی انہیں جنت کے پھلوں سے کچھ کھانے کے لئے دیا جائیگا۔ ۶۰ وہ اسے دیکھتے ہی بول اٹھیں گے کہ یہ تو وہی مزیدار پھل ہے جو پہلے بھی ہم کھا چکے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی خوشی اور مسرت کا اظہار کریں گے۔ ۶۱ جنت میں جو پھل جنتیوں کو دیا جائیگا وہ ظاہری شکل و صورت اور رنگ میں ملتا جلتا ہوگا مگر ذائقہ ہر ایک کا جداگانہ ہوگا۔ قال ابن عباس ومجاھد والربیع متشابھا فی الالوان مختلفا فی الطعوم (معالم ص۳۴ ج۱) اور یہ چیز کوئی پھلوں ہی سے مخصوص نہیں ہوگی بلکہ جنت کے تمام کھانے ہی باہم ملتے جلتے ہوں گے۔ قال الحسن یؤتی احدھم بالصحفۃ فیأکل منھا ثم یؤتی بالاخری فیقول ھذا الذی اُتینا بہ من قبل فیقول الملک کل فاللون واحد والطعم مختلف (کبیر ص۳۵۲ ج۱، مدارک ص۳۳ ج۱) جنت میں اعلیٰ درجہ کی لذیذ مادی غذاؤں کے ساتھ سکون قلب کیلئے حسب منشاء ذوق بھی ملیں گے۔ ۶۲ یعنی وہ ہر قسم کی پلیدی اور ناشائستہ اخلاق اور ناپسندیدہ عادات سے پاک ہوں گی۔ مطھرۃ من الغائط والبول والحیض والنفاس والبصاق والمخاط والمنی والولد

(حاشیہ:) جواب شبہ ثانیہ (اللہ تعالیٰ عنکبوت جیسی حقیر چیزوں کا ذکر کیوں کرتا ہے) یہ فصل متفرع ہے یقولون ماذا اراد اللہ پر اور یہدی متفرع ہے فیعلمون انہ الحق پر بطریق لف و نشر غیر مرتب ۱۲ یہ متعلق بدلیل عقلی تا وھو بکل شیء علیم ۱۲

موضح القرآن ف یعنی جنت کے ہر میوے کا مزا جدا ہے اگرچہ صورت ملتی ہو۔ صورت دیکھ کر جانیں گے کہ وہی قسم ہے جو کھا چکے ہیں اور چکھیں گے تو مزا جدا پائیں گے۔ ف قرآن شریف میں کہیں مثال فرمائی ہے مکڑی کی کہیں مکھی کی۔ اس پر کافر عیب پکڑتے تھے کہ اللہ کی شان نہیں ان چیزوں کا ذکر کرنا یہ کلام اللہ کا ہوتا تو ایسے مذکور نہ ہوتے اس پر یہ دو آیتیں فرمائیں۔

فتح الرحمٰن ف ۱ کافراں چوں ذکر ذباب و عنکبوت در قرآن شنیدند طعن کردند و گفتند کہ خدا تعالیٰ ازیں چیزہائے خسیس چہ ارادہ کردہ است ایں آیت نازل شد ۱۲

ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی

پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۶۳ وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے جو کچھ

الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ

زمین میں ہے سب پھر (اس نے) قصد کیا آسمان کی طرف سو ٹھیک کر دیا

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾ وَ اِذْ

ان کو سات آسمان اور وہی ہر چیز سے خبردار ہے ۶۳ اور جب

قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ

کہا تیرے رب نے فرشتوں کو ۶۹ کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں

خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا

ایک نائب کہا فرشتوں نے کیا قائم کرتا ہے تو زمین میں اس کو جو فساد کرے اس میں

وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ

اور خون بہائے ۵ اور ہم پڑھتے رہتے ہیں تیری خوبیاں اور

نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ

یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو ۷ فرمایا بیشک مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے ۷ اور

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی

سکھا دیئے اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے ۸ پھر سامنے کیا ان سب چیزوں کو

الْمَلٰٓىِٕكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ

فرشتوں کے پھر فرمایا بتاؤ مجھ کو نام ان کے ۹ اگر تم

صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا

سچے ہو ۱۰ بولے پاک ہے تو ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا

عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ یٰۤاٰدَمُ

تو نے ہم کو سکھایا ۱۱ بیشک تو ہی ہے اصل جاننے والا حکمت والا ۱۲ فرمایا اے آدم

ع ۳ / ۹

استعلق بدعوی توحید مع دلیل عقلی ۱۲

ے عالم پکارنے کے لائق نہیں کیونکہ وہ غیب دان نہیں ۱۲

وکل قذر ..... وقیل مطہرۃ عن مساوی الاخلاق (معالم ص۲۵ ج۱) ۶۳ یعنی نہ انہیں جنت سے نکالا جائیگا اور نہ ہی ان پر موت آئے گی۔ اور نہ ہی جنت کی نعمتیں فنا ہونگی
لایموتون لایموتون فیہا ولا یخرجون (معالم ص۲۵ ج۱) فانہم مع ھذا النعیم فی مقام امین من الموت والانقطاع فلا آخر لہ ولا انقضاء بل فی نعیم سرمدی ابدی علی الدوام
(ابن کثیر ص۲ ج۱) ۶۴ مشرکین کے دوسرے شبہ کا جواب ہے۔ اور لایستحی کے معنی ہیں لا یترک کیونکہ جب انسانوں سے مختصہ اوصاف کو خدا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو ان اوصاف
سے ان کے نتائج مراد ہوتے ہیں اور حیا کا نتیجہ چونکہ ترکِ فعل ہے اس لئے یہاں یہی مراد ہے فاذا ورد الحیاء فی اللہ تعالیٰ فلیس المراد منہ ذلک الخوف الذی ھو مبدأ الحیاء ومقدمتہ بل
ترک الفعل الذی ھو منتہاہ وغایتہ (کبیر ص۲۵ ج۱) مثلاً کی تنوین تنکیر کے لئے ہے ما نکرہ مثلاً کی صفت ہے جو اس میں مزید ابہام پیدا کرتا ہے۔ اور بعوضۃ اس سے بدل یا عطف بیان ہے
(کبیر ص۲۵ ج۱، روح ص۲ ج۱) فما فوقہا یہاں فوقیت سے مراد
اسی معنی میں زیادتی اور فوقیت ہے جس میں تمثیل واقع ہوئی
ہے یعنی حجم کی کمی اور حقارت۔ والمراد بالفوقیۃ الزیادۃ فی
المعنی الذی وقع التمثیل فیہ وھو الصغر والحقارۃ
ای وتنزل من الحقیر الی الاحقر (روح ج۱ ص۲) تو مطلب یہ ہوا کہ
ان کے کہنے سے اللہ تعالیٰ مچھر یا اس سے بھی ادنیٰ اور حقیر چیز کی کوئی
مثال بیان کرنے کو چھوڑنے سے رہا یعنی وہ حسبِ ضرورت
اور مناسب محل ایسی مثالیں ضرور بیان کرتا رہیگا۔ مثال اس
لئے بیان کی جاتی ہے تاکہ مسئلہ واضح ہوجائے چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے مکڑی کے جالے کی مثال دیکر یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ اللہ کے سوا
کوئی نبی یا ولی عبادت و پکار کے لائق نہیں یعنی غیر اللہ کا سہارا ایسا
کمزور ہے جیسا مکڑی کا جالا۔ اگر یہ مثال بیان نہ کی جاتی تو غیر اللہ کی
پکار کا مسئلہ اس طرح واضح نہ ہوتا۔ اب آگے ان مثالوں کے بیان
سے مختلف لوگوں پر جو مختلف آثار مرتب ہوں گے ان کی تفصیل
ہے۔ ۶۵ جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے اور قرآن کے
کلام اللہ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اور مسئلہ توحید مان چکے ہیں،
انہیں تو اس بات کا یقین ہے کہ یہ مثال بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے
اور موقع ومحل کے مطابق ہے۔ ای یعلمون انہ کلام الرحمن وانہ من
عند اللہ (ابن کثیر ص۶ ج۱) ۶۵ لیکن کفار معاندین حقارت آمیز لہجہ میں
کہتے ہیں کہ آخر اس مثال سے خدا کی غرض کیا تھی؟ اس میں تو اولیاء اللہ
کی توہین ہے۔ ۶۶ منکرین کا خیال تھا کہ ان حقیر چیزوں کی تمثیلات
سے کوئی فائدہ نہیں تو ان دو جملوں میں مثالیں بیان کرنے کی حکمت
اور معتد بہ فائدہ بیان فرمادیا کہ یہ مثالیں حق ہیں جو مسلمانوں کی ہدایت
اور معاندین کی گمراہی میں اضافہ کا ذریعہ اور باعث بنتی ہیں۔ انہ
مشتمل علی حکمۃ جلیلۃ وغایۃ جمیلۃ ھی کونہ وسیلۃ الی ھدایۃ
المستعدین للہدایۃ واضلال المنہمکین فی الغوایۃ (ابو السعود ص۹ ج۱)
وقال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ فی ضرب الامثال بالمحقرات ابتلاء
للمؤمنین والکفار۔ تمثیل بیان کرنا تو کوئی اچنبھے کی بات نہیں تھی۔
تمثیل کا دستور قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔ اور خود مشرکین اپنی روزمرہ
کی گفتگو میں بھی مثالوں کا استعمال کرتے تھے۔ مشرکین کا یہ اعتراض کہ خداوند تعالیٰ مکھی اور مکڑی جیسی حقیر چیزوں کی مثالیں کیوں بیان کرتا ہے؟ یہ محض ضد اور عناد پر مبنی تھا۔ درحقیقت ان لوگوں کو چڑ تو مسئلہ توحید
سے تھی اور یہ اعتراض تکذیب کا ایک بہانہ تھا۔ ہدایت دینے اور گمراہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان مثالوں کے ذریعہ ہدایت وضلالت کا حدوث ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے ذریعے مومنین کو مزید انشراحِ صدر اور اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے اور
گمراہوں اور مشرکوں کی الجھنوں میں اور اضافہ ہوجاتا ہے (روح ص۲۰ ج۱) ۶۷ فاسقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدودِ ایمان سے نکل جاتے ہیں۔ والمراد بالفاسقین ھنا الخارجون عن حد الایمان (روح ص۲۰ ج۱) یعنی ان کے ذریعے صرف ان لوگوں کو
گمراہ کرتا ہے جو خود گمراہ رہنا چاہتے ہیں اور باختیار خود گمراہی اختیار کرتے ہیں۔ اضلال کو فاسقین سے مخصوص کرکے آگے ان کی کئی ایک خباثتیں بیان کی ہیں اس سے بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ان سے گمراہی پر قائم رہنے اور ان سے توفیقِ ہدایت
کے سلب ہوجانے کا اصل سبب ان کی یہی خباثتیں ہیں لہذا اس گمراہی کے اسباب خود ان کے اپنے پیدا کردہ ہیں اور ان اسباب میں اور ان کے آثار ونتائج میں وہی تعلق ہے جو آگ میں اور جلانے میں جس طرح آگ کا کام ہے جلانا اور بھسم کرنا اسی طرح
تمرد وسرکشی اور حسد وعناد کے توشے کا نتیجہ ہدایت سے ابدی محرومی اور یہاں اضلال کو اللہ کی طرف محض اسلئے منسوب کیا گیا ہے کہ وہ فاعل حقیقی اور خالق افعال ہے۔ واسناد الاضلال ای خلق الضلال الیہ سبحانہ تعالیٰ مبنی علی ان جمیع

الاشیاء مخلوقۃ لہ تعالیٰ (ابوالسعود ص۴۲۹ ج۱) ۶۸؎ یہ الفاسقین کی صفت کاشفہ ہے یعنی اللہ کے عہدِ توحید کو توڑتے ہیں اللہ کے وصل کو کاٹ کر غیر اللہ کو پکار رہے ہیں اور زمین میں شرک کے ذریعے فساد پھیلا رہے ہیں۔ عہد اللہ سے مراد توحید اور احکامِ الٰہی کا عہد ہے۔ قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ ما عہد اللہ الیہم ای من التوحید والاحکام۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں وعہدہ الی جمیعہم فی توحیدہ ما وضع لہم من الادلۃ علی ربوبیتہ وعہدہ الیہم فی امرہ ونہیہ ما احتج بہ لرسلہ من المعجزات الخ (ابن کثیر ص۶۶ ج۱) یعنی اس عہد کی توثیق ہمیشہ آفاقی اور انفسی دلائل سے کتب منزلہ اور معجزات انبیاء علیہم السلام سے ہوتی رہی المراد ما وثق اللہ بہ عہدہ من الآیات والکتاب (بیضاوی) ۶۹؎ ان یوصل بہ کی ضمیر مجرور سے بدل الاشتمال ہے۔ ما اپنے عموم اور وسعت کے اعتبار سے ان تمام تعلقات کو شامل ہے جن کو قائم رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ المراد بہ الامر الشامل لما ذکر لما یوجب قطعہ قطع الوسیلۃ بین اللہ تعالیٰ وبین العبد (روح ص۲۱۰ ج۱) یحتمل کل قطیعۃ لا یرضی بہا اللہ سبحانہ وتعالیٰ (ابوالسعود ص۲۳ ج۱) الاشارۃ الی دین اللہ وعبادتہ فی الارض واقامۃ شرائعہ وحفظ حدودہ فہی عامۃ فی کل ما امر اللہ بہ ان یوصل ھذا قول الجمہور (قرطبی ص۲۴۷ ج۱) ۷۰؎ شرک کرتے ہیں۔ لوگوں کو ایمان سے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے روکتے اور کفر کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور ہر کام خواہشاتِ نفسانیہ کے مطابق کرتے ہیں۔ خدا کی نافرمانیوں اور بداعمالیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ ای یعبدون غیر اللہ تعالیٰ ویجورون فی الافعال (قرطبی ص۲۴۷ ج۱) بالمعاصی وتعویق الناس عن الایمان بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم وبالقران (معالم ص۳۲ ج۱) افسادھم بأسنتہ عائدہم الی الکفر والترغیب فیہ وحمل الناس علیہ (روح ص۲۱۰ ج۱) والاظہر منہ الصد عن طاعۃ الرسول لان تمام الصلاح فی الارض بالطاعۃ (کبیر ص۳۶۶ ج۱) ۷۱؎ اولٰئک سے اشارہ فاسقین کی طرف ہے۔ ھم ضمیر فصل حصر کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا صفات سے متصف فاسقین ہی نقصان اٹھانے والے ہیں اور حصر کمال نقصان کے اعتبار سے ہے کیونکہ دولتِ ایمان کی محرومی کی وجہ سے وہ دنیا اور آخرت دونوں جہان میں خسارے میں رہے ۷۲؎ مشرکین کے دونوں شبہات کا جواب دینے کے بعد یہاں سے پھر اصل دعویٰ توحید کی طرف رجوع ہے اور مزید دلائل سے اسے ثابت کیا گیا ہے۔ استفہام تعجب اور انکار کیلئے ہے اور تکفرون کے معنی تشرکون کے ہیں یعنی ایسے واضح دلائل کی موجودگی میں تم کس طرح اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ بعد نصب الدلائل ووضوح البرھان ثم ذکر الدلائل (معالم ص۳۲ ج۱) کیف تکفرون باللہ ای کیف تعبدون معہ غیرہ (ابن کثیر ص۶۶ ج۱) دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ کی موجودگی میں تمہارا شرک کرنا نہایت ہی قابل تعجب ہے۔ تم جانتے ہو کہ مُحیی و مُمیت، خالقِ ارض وسما اور عالمِ کل شیٔ اللہ ہی ہے اور یہ اوصاف کسی میں نہیں پائے جاتے تو پھر کیوں اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا یعنی تم بے جان نطفے تھے نطفًا فی اصلاب اٰبائکم (معالم) فَاَحْيَاكُمْ تمہیں زندگی دی اور زندگی کو قائم رکھنے کے لئے تمام ضروریات مہیا کیں۔ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ پھر جب تمہاری مقررہ عمریں پوری ہو جائیں گی وہ تمہیں ماریگا۔ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ پھر قیامت کے دن وہ تم سب کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ پھر حساب وکتاب اور جزاء وسزا کے لئے تم اس کے سامنے لائے جاؤ گے۔ ۷۳؎ کائنات ارضی کو تمہارے لئے پیدا کیا تاکہ تم اس سے مادی فوائد حاصل کرو، اور اس میں غور وغوض کر کے خالق کی قدرت وصنعت کا اندازہ لگاؤ، زمین میں ہمارے صرف دنیوی فائدے ہی نہیں بلکہ اس میں دینی فائدے بھی ہیں اور سامانِ آخرت بھی۔ واما قولہ لکم فہو یدل علی ان المذکور بعد قولہ خلق لاجل انتفاعنا فی الدین والدنیا (کبیر ص۳۱۳ ج۱) ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاۗءِ۔ استوٰی کا صلہ جب اِلٰی ہو تو اس کے معنی قصد کرنے اور متوجہ ہونے کے ہیں۔ استوی الی ای اقبل (قرطبی ص۲۵۵ ج۱) زمین پیدا کرنے کے بعد وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ تسویہ سے مراد یہ ہے کہ آسمانوں کو بالکل او مکمل بنایا اور ان میں کسی قسم کی دراڑ یا شکن باقی نہ رہنے دی۔ ومعنی تسویتہن تعدیل خلقہن واخلاءہ من العوج والفطور واتمام خلقہن (کبیر ص۳۱۳ ج۱) وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ جس طرح وہ تمام کائناتِ ارضی وسماوی کا خالق ہے اسی طرح وہ سارے عالم کے ذرہ ذرہ کو جانتا ہے اور زمین وآسمان کی کوئی چیز اس کے علم محیط سے باہر نہیں۔ اس آیت کی ابتداء یعنی هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ میں مبتدا اور خبر ہر دو کے معرفہ ہونے کی وجہ سے حصر ہے پھر ثُمَّ اسْتَوٰى خَلَقَ پر معطوف ہے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ پر معطوف ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کلام کی ابتداء میں حصر ہو تو اس کے باقی اجزاء میں بھی حصر ہوگا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ ہی زمین وآسمان کا خالق وکارساز ہے اور صرف اللہ ہی ہر چیز کا عالم ہے۔

نتیجہ:۔ جب تم جانتے ہو کہ موت وحیات خدا کے قبضہ میں ہے، زمین وآسمان کا خالق بھی وہی ہے اور ہر ظاہر وچھپی ہوئی چیز کا جاننے والا بھی وہی ہے۔ جب یہ سب کام اسی کے ہیں اور ان میں کوئی اس کا شریک نہیں تو پھر عبادت اور پکاریں اوروں کو کیوں اس کا شریک بناتے ہو نیز تمام دینی ودنیوی نعمتیں بھی اسی نے عطا کی ہیں اور بغیر مانگے دی ہیں تو پھر وہ کونسی چیزیں ہیں جو وہ نہیں دے سکتا اور تم وہ غیروں سے مانگتے ہو۔ کوئی انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کو پکار رہا ہے، کوئی ملائکہ مقربین سے امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہے اور کوئی جنوں کے یہاں پناہ ڈھونڈ رہا ہے۔ حالانکہ کوئی ناری یا خاکی خدا کا شریک نہیں ہو سکتا کیونکہ معبود صرف وہی ہو سکتا ہے جو زمین وآسمان کا خالق ومالک اور ہر چیز کا عالم ہو مگر نوریوں، ناریوں اور خاکیوں میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔ ۷۴؎ اِذْ ظرف کا عامل یہاں محذوف ماننے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ بعض مفسرین نے یہاں اُذْكُرْ محذوف مانا ہے۔ کیونکہ بعد میں آنے والا قَالُوْٓا اس میں عامل ہے۔ اور ظروف کے عوامل کا ان پر مقدم ہونا جائز ہے۔ خَلِيْفَةً خلیفہ اسے کہتے ہیں جو کسی دوسرے کے بعد اس کی جگہ اس کے فرائض سنبھالے۔ الخلیفۃ من یخلف غیرہ ویقوم مقامہ (کبیر ص۳۸۱ ج۱) ۷۵؎ فرشتوں کا سوال بطور اعتراض یا بنی آدم سے بوجہ حسد کے نہیں تھا بلکہ محض استفسار اور استکشاف کے طور پر تھا۔ لیس علی وجہ الاعتراض علی اللہ ولا علی وجہ الحسد لبنی آدم کما قد یتوھمہ بعض المفسرین (ابن کثیر ص۶۹ ج۱) اور بنی آدم کے متعلق فساد برپا کرنے اور خون ریزی کرنے کا نظریہ انہوں نے ان کو جنوں پر قیاس کر کے قائم کیا تھا کیونکہ پہلے زمین پر جن آباد تھے اور ان کا فساد فی الارض خون خرابہ فرشتے دیکھ چکے تھے۔ تو انہوں نے خیال کیا کہ بنی آدم جنہیں اب خلیفہ بنایا جائیگا وہ بھی ایسے ہی ہونگے۔ ۷۶؎ قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ قول الملائکۃ نحن نسبح بحمدک یرجع الی نفی النقص فی ملکہ تعالیٰ فی الحال وقولہم نقدس لک یرجع الی نفیہ فی المستقبل فرشتوں کا یہ قول بھی فخر وغرور کی بناء پر نہیں تھا بلکہ محض نیازمندی کے اظہار کے طور پر تھا جس طرح ایک مخلص خادم اپنے آقا سے کہتا ہے کہ حضور یہ خدمت آپ جس کے سپرد کرنا چاہتے ہیں وہ اس کا صحیح حق ادا نہیں کر سکے گا۔ میں جو ہمیشہ سے آپ کا مخلص خادم ہوں اور ہر وقت خدمت میں کمربستہ رہتا ہوں یہ خدمت آپ میرے ہی سپرد کر دیں۔ بعینہٖ یہی طریقہ فرشتوں نے اختیار کیا تھا۔ لیس المقصود الا الاستفسار عن المرجح لا العجب والتفاخر (روح ص۲۲۳ ج۱) اعلی طریقۃ من یجد فی خدمۃ مولاہ وھو یامرہا غیرہ اتخدم العصاۃ وانا مجتہد فیہا (ابوالسعود ص۲۵۶ ج۱) ۷۷؎ فرشتوں کا علم محدود تھا۔ سابقہ تجربہ کی بناء پر وہ صرف یہ اندازہ تو لگا سکے کہ یہ نئی مخلوق فسادی اور خونریز ہوگی مگر اس مخلوق کی دوسری خوبیوں اور اسکے پیدا کرنے کی دیگر مصلحتوں سے وہ بالکل ناواقف تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے پیدا کرنے میں جو مصالح پوشیدہ ہیں انہیں تم نہیں جانتے ہو۔ ای اعلم من الحکم فی ذلک ما ھو خفی علیکم یعنی یکون فیہم الانبیاء والاولیاء والعلماء (مدارک ص۲۳ ج۱) ای اعلم من المصلحۃ الراجحۃ فی خلق ھذا الصنف علی المفاسد التی ذکرتموھا ما لا تعلمون انتم (ابن کثیر ص۶۹ ج۱) حاصل یہ ہے کہ ان میں فساد اور خون ریز بھی ہوں گے لیکن ان میں جو خوبیاں ہوں گی وہ ان مفاسد پر راجح ہوں گی۔ وہ یہ کہ ان میں انبیاء اور رسل ہونگے، صدیقین اور شہداء ہوں گے، اولیاء اور علماء ہوں گے۔ انسان کی خلقت میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ انسان صفات خداوندی کا مظہر بنا۔ اگر انسان کو پیدا نہ کیا جاتا تو خداوند تعالیٰ کی صفات مثلاً رزاقیت، جباریت، غفاریت وغیرہ کا ظہور نہ ہوتا۔ ۷۸؎ فرشتوں کے سوال کا اجمالی جواب تو اوپر گذر چکا اب ان کے مزید اطمینان کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کی اس برتری کا عملاً اظہار کیا جا رہا ہے۔ یہاں کُلّ استغراق حقیقی کے لئے نہیں بلکہ کُل اضافی ہے اور اس سے مراد وہ ضروری اشیاء ہیں جو آدم علیہ السلام کے مناسب تھیں ہر چیز مراد نہیں کما فی قولہ تعالیٰ یاخذ کل سفینۃ غصبًا واوتیت من کل شیٔ، وفتحنا علیہم ابواب کل شیٔ اسماء سے اشیاء

کے خواص اور ان کی تاثیرات مراد ہیں۔ المراد بالاسماء صفات الاشیاء ونعوتہا وخواصہا (روح صفحہ ج ۱) اور تعلیم سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی فطرت میں اس علم کی استعداد رکھ دی تھی اور انہوں نے اس فطری استعداد کے ذریعے ان اشیاء کے خواص واوصاف بیان کردیئے۔ لہٰذا آدمؑ کی یہ برتری ان کی فطرت اور جبلّت کے اعتبار سے تھی۔ یہ مطلب نہیں کہ فطری استعداد کے علاوہ ان کو علم دیا گیا تھا کیونکہ اس طرح یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ جب ان اشیاء کا علم حضرت آدمؑ کو دیدیا تو اس میں ان کا کیا کمال ہے؟ اور فرشتوں کو نہیں دیا تو اس میں ان کا کیا قصور ہے۔ **۷۹** پھر وہ اشیاء فرشتوں کے سامنے پیش کرکے ان سے سوال کیا کہ وہ ان اشیاء کے خواص بتائیں۔ **۸۰** اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو کہ ہماری موجودگی میں جو ہر وقت اللہ کی تسبیح وتقدیس اور تحمید وتمجید میں مصروف رہتے ہیں کسی اور مخلوق کے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں جس سے فساد اور خونریزی کا اندیشہ ہو۔ **۸۱** فرشتوں نے اپنے عجز اور قصور علم کا اعتراف کرلیا کہ اے اللہ! ہمیں تو صرف وہی چیزیں معلوم ہیں جن کا علم تو نے ہمیں ہماری استعداد کے مطابق عطا فرمایا ہے اور جو چیزیں ہماری قابلیت اور استعداد سے بالا ہیں ان کا ہمیں کوئی علم نہیں۔ لا علم لنا الا ما علمتنا بحسب قابلیتنا من العلوم المناسبة لعالمنا ولا قدرة لنا علی ماھو خارج عن دائرة استعدادنا (ابوالسعود صفحہ ج ۱)

۸۲ تو ہی علیم وحکیم ہے۔ تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، مختلف مخلوق میں مختلف استعدادیں رکھنے کی حکمت کو تو ہی اچھی طرح جانتا ہے۔ **۸۳** جب فرشتوں نے اپنے عجز اور قصور علم کا اعتراف کرلیا تو حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے وہی سوال ان پر پیش کیا گیا۔ **۸۴** میں تمہاری حقیقت کو اور تمہارے ظاہری اور باطنی حالات کو اچھی طرح جانتا ہوں مجھے معلوم ہے کہ تمہاری حقیقت اور ہے اور انسان کی حقیقت اور ہے۔ یہاں تک فرشتوں کا عجز، قصور علم اور کمالات میں حضرت آدم علیہ السلام سے فروتر ہونا روز روشن کی طرح واضح ہوگیا۔ خود فرشتوں کے اپنے اقرار سے بھی اور اللہ تعالیٰ کے اعلان سے بھی جب اس نوری مخلوق کے عجز اور قصور علم کا یہ حال ہے اور وہ آدمؑ سے بعض کمالات میں کم بھی ہیں تو پھر وہ خدا کے شریک کس طرح بن سکتے ہیں۔ لہٰذا انہیں متصرف ومختار اور عالم الغیب مت سمجھو اور انہیں غائبانہ مت پکارو۔ نیز فرشتے تو خود نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ، کا اعلان کرکے خدا کی توحید کا اقرار اور شرک کی تردید کررہے ہیں اور تم انہی کو خدا کا شریک بنا رہے ہو۔ **۸۵** فرشتوں کو سجدہ کا حکم، ان کے عجز ونیاز کا اظہار اور حضرت آدم علیہ السلام کی ان پر برتری ثابت کرنے کے لئے دیا گیا۔ سجدہ سے مراد شرعی سجدہ ہے۔ یہ حکم اس خاص وقت میں نوریوں کو ہوا تھا کہ وہ آدمؑ کو سجدہ کریں۔ یہ حکم فرشتوں ہی سے مخصوص تھا اب اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ ایک انسان دوسرے انسان کو سجدہ کرے یا لِاٰدَمَ کا لام بمعنی اِلیٰ ہوگا تو اس صورت میں مسجود حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہوگا اور حضرت آدم علیہ السلام کی حیثیت قبلہ کی ہوگی جیسا کہ ہم شب وروز بیت اللہ کی طرف سجدہ کرتے رہتے ہیں (روح صفحہ ج ۱) سجدہ غیر اللہ کی پوری تحقیق سورہ یوسف کی تفسیر میں آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ لیکن اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ یہ سجدہ شرعی نہیں تھا

۱ ابلیس اور اس کی ذرّیت بھی پکارنے کے لائق نہیں کیونکہ وہ تمہارے پرانے دشمن ہیں۔ ۱۲

۲ آدم اور حوا علیہما السلام بھی پکارنے کے لائق نہیں۔ کیونکہ وہ غیب دان نہیں۔ ۱

اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ

بتا دے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام **۸۳** پھر جب بتا دیئے اس نے ان کے نام

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ

فرمایا کیا نہ کہا تھا میں نے تم سے کہ میں خوب جانتا ہوں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی

وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ

اور زمین کی اور جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو

تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا

چھپاتے ہو **۸۴** اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو

لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَ

آدم کو تو سب سجدے میں گر پڑے مگر شیطان اس نے نہ مانا اور تکبر کیا اور

كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ

ہوگیا وہ کافروں میں کا **۸۵** اور ہم نے کہا اے آدم رہا کر تو

وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۪

اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اس میں جو چاہو جہاں کہیں سے چاہو

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ

اور پاس مت جانا اس درخت کے پھر تم ہو جاؤ گے

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا

ظالم **۸۶** پھر ہلا دیا ان کو شیطان نے اس جگہ سے **۸۷** پھر نکالا ان کو

مِمَّا كَانَا فِیْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

اس عزت وراحت سے جس میں تھے **۸۸** اور ہم نے کہا تم سب اترو تم ایک دوسرے کے

عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی

دشمن ہوگے۔ **۸۹** اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانا ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک

بلکہ لغوی تھا اور اس سے مراد صرف عجز وانکسار کا اظہار تھا۔ وقیل المعنی اللغوی ولم یکن فیه وضع الجباه بل كان مجرد تذلل وانقیاد (روح صفحہ ج ۱) فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ۔ اللہ کے اس حکم کی تمام فرشتوں نے فوراً تعمیل کی لیکن ابلیس اکڑ گیا۔ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ۔ اس نے کبر وغرور کی وجہ سے سجدہ کرنے سے انکار کردیا اور اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام سے برتر سمجھا۔ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ۔ اور اللہ کے علم میں وہ ازلی بدبخت تھا اور اللہ کو معلوم تھا کہ وہ ایمان کے بعد کفر کریگا۔ اور یا کَانَ بمعنی صَارَ ہے یعنی انکار اور استکبار کی وجہ سے وہ کافر ہوگیا۔ یہاں فرشتوں کے پجاریوں پر ایک حقیقت واضح کردی کہ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کیلئے ان کے سامنے جھکنے کا حکم ملا تھا۔ جو مخلوق تمہارے دادا کی تعظیم پر مامور کی گئی اب تم اس کے سامنے کیوں جھکتے ہو؟ اور اپنی خودی کو کیوں برباد کرتے ہو؟ جو لوگ جنات کو پوجتے ہیں وہ بھی غور کریں کہ جنات تو پہلے دن سے انسانوں کے دشمن ہیں اور ان کی دشمنی بالکل واضح ہے پھر ان کو وہ خدا کا شریک بناتے اور خدا کے سوا کارساز سمجھتے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّیَّتَهٗٓ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ (سورۂ کہف) **۸۶** زوجہ سے مراد مائی حوا ہیں جنہیں اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی دلجوئی اور تسکین خاطر کے لئے پیدا فرمایا۔

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا۔ اور جنت کے پھلوں اور میووں میں سے جہاں سے چاہو فراخی سے کھاؤ۔ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ۔ قرآن سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو جنت کے ایک مخصوص متعین درخت سے روکا گیا مگر قرآن یا حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ کونسا درخت تھا اور نہ ہی اس تعیین کی کوئی ضرورت ہی۔ واعلم انہ لیس فی الظاھر ما یدل علی التعیین فلا حاجۃ ایضاً الی بیانہ (کبیر ص۴۵۶ ج ۱) فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ہ ظالمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کی نافرمانی کی وجہ سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں یعنی اگر تم نے شجر ممنوعہ کھا لیا تو تم نافرمانوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ ۵۷ شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام سے بغض و حسد تو پہلے ہی سے پیدا ہو چکا تھا اس لئے وہ ہمیشہ تاک میں رہا کہ کسی نہ کسی طرح ان سے انتقام لے چنانچہ اسے موقع ملا تو اس نے حضرت آدم و حوا کو پھسلانا اور بہکانا شروع کیا اور جھوٹی قسمیں کھا کھا کر انہیں یقین دلا دیا کہ یہ درخت جس سے تمہیں منع کیا گیا ہے یہ شجرۃ الخلد ہے کہ اگر تم اسے کھا لو گے تو تمہیں کبھی بھوک اور پیاس نہیں لگے گی۔ اور تم کبھی نہیں مرو گے۔ چونکہ خدا کی صریح نہی کی مخالفت حضرت آدم علیہ السلام سے ممکن نہیں تھی اس لئے شیطان ملعون نے اس کی ایک تاویل بھی سکھا دی اور کہا کہ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ کے ذریعے خدا نے تمہیں صرف اس مشخص اور مشار الیہ درخت سے منع فرمایا ہے اس کی جنس سے منع نہیں فرمایا۔ لہٰذا تم اس مشار الیہ درخت کے قریب مت جاؤ۔ اور اس کی جنس کے باقی درختوں کے پھل بخوشی استعمال کرو۔ اکلا من غیر التی اشیر الیہ فلم یتأولا النہی واقعا علی جمیع جنسھا فان ابلیس غرّ بالظاہر (قرطبی ص۳۰۵ ج ۱)

۵۸ اس طرح جس انعام و اکرام کی دنیا میں وہ تھے اس سے شیطان نے انہیں نکال کے ہی دم لیا۔ ای من النعیم والکرامۃ او من الجنۃ۔ (روح ص۲۳۶ ج ۱) یہاں سے حضرت آدم علیہ السلام کا عجز و قصور علم بھی عیاں ہو گیا کہ وہ شیطان ملعون کی چالوں کی حقیقت نہ سمجھ سکے اور اپنے آپ کو اس لغزش سے نہ بچا سکے تو معلوم ہوا کہ وہ بھی معبود نہیں بن سکتے۔ معبود تو وہ ہو سکتا ہے جو مالک و مختار بھی ہو اور ہر چیز کا عالم بھی۔

خدا کے تمام پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر قسم کے گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ مگر یہاں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے خدا کی نافرمانی کس طرح کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ معصیت اور لغزش میں فرق ہے معصیت تو یہ ہے کہ نافرمانی کی نیت سے بالارادہ خدا کے حکم کو ٹھکرایا جائے یہ چیز عصمت کے منافی ہے اور اس کا صدور انبیاء علیہم السلام سے ناممکن اور محال ہے۔ اور لغزش وہ فعل ہے جو بلا قصد اور ارادہ مخالفت اللہ کے حکم کے بظاہر خلاف سرزد ہو جائے ایسی لغزش کا صدور عصمت کے منافی نہیں اور اس کا وقوع انبیاء علیہم السلام سے ممکن ہے۔ وھذا دلیل علی انہ یجوز اطلاق اسم الزلۃ علی الانبیاء علیہم السلام کما قال مشائخ بخاری فانہ اسم لفعل یقع علی خلاف الامر من غیر قصد الی الخلاف کزلۃ الماشی فی الطین۔ (مدارک ص۴۴ ج ۱) لیکن انبیاء علیہم السلام کو ان کی لغزشوں پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا اگر لغزش کا تعلق احکام سے ہو تو بذریعہ وحی انہیں اطلاع دے کر اس کی تلافی کرا دی جاتی ہے اور اگر اس کا تعلق ان کی اپنی ذات سے ہے تو اس کی تلافی استغفار سے کرا دی جاتی ہے۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام سے بھی اسی قسم کی لغزش سرزد ہوئی۔ اس کے صدور میں ان کے قصد و ارادہ خلاف کو قطعاً کوئی دخل نہیں تھا چنانچہ سورہ طٰہٰ میں خود اللہ نے اس کی تصدیق فرما دی ہے۔ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ یعنی آدم اس معاملہ میں بھول گئے تھے، عزم و ارادہ سے انہوں

حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ

وقت تک ۵۵ پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے چند باتیں ۵۹ ۱ پھر متوجہ ہو گیا اللہ اس پر

اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا

بیشک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان ۶۰ ۱ ہم نے حکم دیا نیچے جاؤ یہاں سے

جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ

تم سب پھر اگر تم کو پہنچے میری طرف سے کوئی ہدایت ۶۱ تو جو چلا

هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

میری ہدایت پر نہ خوف ہو گا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۶۲

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلایا میری نشانیوں کو وہ ہیں دوزخ میں

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

جانے والے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۶۳ اے بنی اسرائیل ۲

اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا

یاد کرو میرے وہ احسان جو میں نے تم پر کئے اور تم پورا کرو

بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾

میرا قرار تو میں پورا کروں تمہارا قرار ۶۴ اور مجھ ہی سے ڈرو ۶۵ اور

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا

مان لو اس کتاب کو جو میں نے اتاری ۶۶ سچ بتانے والی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے اور مت ہو

اَوَّلَ كَافِرٍ ۢ بِهٖ ۪ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ

سب میں اول منکر اس کے ۶۷ اور نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا ۱۰ اور مجھ ہی سے

فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا

بچتے رہو ۳ اور مت ملاؤ صحیح میں غلط کو ۱۱ اور مت چھپاؤ

موضح قرآن ۱ یعنی آدم کے دل میں اللہ نے کئی لفظ ڈال دیئے جو اس طرح پکارا تو بخشا گیا اور یہ لفظ سورہ اعراف میں ہیں۔ ۲ بنی اسرائیل کہتے ہیں اولاد حضرت یعقوب کو انہی میں حضرت موسیٰ پیدا ہوئے اور توریت اتری اور فرعون سے خلاص کر کر ملک شام میں بسایا ان سے اللہ تعالیٰ نے اقرار کیا تھا کہ حکم توریت پر قائم رہو گے اور جو نبی میں بھیجوں اس کے مددگار رہو گے تو ملک شام تم کو رہے گا پھر وہ گمراہ ہوئے یعنی بدنیت ہوئے رشوت لیتے اور مسئلہ غلط بتاتے اور خوشامد کے واسطے حق بات چھپاتے ان سے اپنی ریاست چاہتے پیغمبر کی اطاعت نہ کرتے اور پیغمبر کی جو صفت توریت میں لکھی تھی بدل ڈالی اللہ تعالیٰ ان کو یاد دلاتا ہے اپنے احسان اور ان کی نافرمانی۔ ۳ توریت میں نشان بتایا تھا کہ جو کوئی نبی اٹھے اور توریت کو سچا کہے تو جانو وہ سچا ہے نہیں تو جھوٹا ہے اور آیتوں پر تھوڑا مول یہ کہ دنیا کی محبت سے دین مت چھوڑو۔ فتح الرحمٰن ۔ ۱ و آن کلمات این است رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۱۲ ۔ ۲ مترجم گوید خدائے تعالیٰ بنی اسرائیل را نعمتہا خود یاد داد و معجزہ ہا کہ در ین قوم ظاہر شدہ بعد ذکر فرمود آں گاہ شبہات او معجزات ایشاں را رد کرد بدلائل درین قصہ ممتد است تا قولہ تعالیٰ واذ ابتلی ابراہیم ربہ ۱۲

ے ایسا نہیں کیا **٨٩** یعنی اب تم یہاں نہیں رہ سکتے۔ شجرۂ ممنوعہ نے تمہارے اندر ایسے اعراض پیدا کر دیئے ہیں کہ جنت ان کے اظہار کی جگہ نہیں ان کے لئے مناسب مقام زمین ہے اب وہاں چلے جاؤ۔ ان اعراض نفسانیہ میں سے ایک بغض وحسد ہے جو عداوت اور دشمنی کا بیج ہے نیز جس حکمت کے پیش نظر تخلیق آدم کا وجود میں آئی تھی اس کا تقاضا بھی یہ تھا کہ اب وہ زمین میں جا کر خلافت کے فرائض سرانجام دیں **٩٠** اب تمہاری زندگی کا بیا ڈیرہ دنیا ہوتا ہے۔ اب تم زمین پر جا رہو۔ اور وہیں تمہاری اولاد ہوگی، وہیں زندگی بسر کرے گی اور ہمارے انعامات سے متمتع ہوگی۔ **٩١** یہ اگرچہ ایک لغزش تھی لیکن حضرت آدم علیہ السلام جو خدا کے برگزیدہ پیغمبر تھے اس لئے انہوں نے اسے بہت محسوس کیا اور اللہ کے حضور میں روئے تو اللہ نے اس دوران میں ان کے دل میں کچھ دعائیہ کلمات الہام فرما دیئے۔ یہ کلمات وہی ہیں جو قرآن مجید میں دوسری جگہ موجود ہیں جو پچھلے صفحے میں تحریر ہوئے فَتَابَ عَلَيْهِ تو اللہ نے انہیں اپنی رحمت میں لے لیا۔ اور ان کی توبہ قبول فرمالی۔ **٩٢** وہ تائب کی صرف توبہ ہی قبول نہیں فرماتا بلکہ مزید مہربانی اور انعام سے نوازتا ہے۔ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا یہ حکم حضرت آدم و حوا اور ان کی تبعیت میں ان کی اولاد کو مل رہا ہے یہ حکم دوبارہ اس لئے دہرایا ہے کہ اب سر خلافت کی حکمت مرتب کرے اور خدا کی طرف سے آنیوالے دستور خلافت کی پیروی کی ترغیب دے اور نہ ماننے والوں کو عذاب کی دھمکی سنائے۔ الامر بالهبوط ثانی بعد التوبة لان الامر به کان تحقیقا للوعد المتقدم فی قوله اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (کبیر ص ج ۱) **٩٣** هُدًى سے مراد انبیاء ورسل ہیں جو پیغام توحید لے کر ان کے پاس آئیں گے۔ **٩٤** یعنی آخرت میں انہیں کوئی ڈر خطرہ ہوگا اور نہ گذشتہ پر انہیں غم اور افسوس ہوگا۔ یہ ہدایت کے متبعین کے لئے بشارت ہے۔ آگے منکرین کے حشر کا بیان ہے۔ **٩٥** کفر سے مراد دل سے انکار ہے اور تکذیب سے زبانی انکار مراد ہے فیراد بالکفر بالآیات انکارها بالقلب بالتکذیب انکارها باللسان ـــ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ خلود سے مراد یہاں دوام ہے یعنی وہ عذاب جہنم میں ابدالآباد مبتلا رہیں گے۔ فالخلود ههنا الدوام علی ما انعقد علیه الاجماع (روح ص ج ۱)

بنی اسرائیل کو دعوت

شروع میں یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ کے خطاب عام کے ذریعے تمام انسانوں کو توحید کی دعوت عام دی گئی عقلی دلیل سے دعوی توحید کو مدلل اور واضح کیا گیا۔ اور دعوی توحید سے متعلق دو شبہات کا نہایت تسلی بخش طریقہ سے ازالہ کر کے ثابت کیا گیا کہ نہ فرشتے پکارنے کے لائق ہیں نہ انبیاء علیہم السلام اور نہ جنات۔ اب اگلی آیت سے روئے سخن یہودیوں کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں سب سے پہلی سورت جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ سورہ بقرہ تھی۔ مدینہ اور اس کے گرد ونواح میں یہودیوں کی کافی آبادی تھی۔ ان میں بڑے بڑے نواب، علماء، پیر اور درویش موجود تھے۔ عوام کو ان سے محبت تھی۔ بلکہ مشرکین مکہ بھی ان کا احترام کرتے تھے اس لئے ان مولویوں اور پیروں کی اصلاح سے پوری قوم کی اصلاح ہو سکتی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی اور اس میں جا بجا یہودیوں کو خطاب فرمایا۔ اور انکی اصلاح کیلئے حکیمانہ پند ونصیحت کے مختلف طریقے اختیار فرمائے کہیں نرمی سے سمجھایا ہے کہیں سختی سے کہیں وعدۂ انعام کے ساتھ اور کہیں وعید انتقام کے ساتھ، کہیں تو ان پر اور ان کے آباء واجداد پر کئے گئے احسانات جتلا کر انہیں ایمان لانے کی ترغیب دی ہے اور کہیں ان کے غلط کار باپ دادوں کا برا انجام یاد دلا کر انہیں ڈرایا ہے تاکہ وہ ضد وعناد اور انکار حق سے باز آجائیں کہیں ان کی شرارتوں اور خباثتوں کے ذکر کے ساتھ ساتھ اپنے بے پایاں عفو ودرگزر کا ذکر فرمایا ہے تاکہ ان کا جذبۂ سپاس گزاری بیدار ہو اور ان میں غیرت وحیا کا کچھ احساس پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ چونکہ ناصح مہربان اور حکیم ہے اس لئے اس نے یہودیوں کے عوام وخواص کی اصلاح پند ونصیحت کا ہر ممکن انداز اختیار فرمایا ہے تاکہ وہ کسی نہ کسی طرح راہ راست پر آجائیں اور دعوت حق قبول کرلیں۔ اور اگر وہ ضد وانکار پر ڈٹے رہے تو حجت خداوندی ان پر قائم ہوجائے۔ پانچویں رکوع کی ابتداء یعنی یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ سے لیکر پندرھویں رکوع میں وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ تک بنی اسرائیل کی اصلاح کے عمومی پہلو کو مد نظر رکھا گیا ہے اور پھر وہاں سے مسئلہ رسالت ونبوت کا آغاز ہوتا ہے۔ اصلاح کے عمومی پہلو کے سلسلے میں تذکیر وارشاد کیلئے پانچ طریقے اختیار کئے گئے ہیں۔

(۱) یہودیوں کے باپ دادوں پر کئے گئے انعامات کا ذکر (۲) ان کے باپ دادوں کی خباثتوں کا ذکر (۳) نزول قرآن کے وقت موجودہ بنی اسرائیل کی بداعمالیوں کا ذکر (۴) ان کی بداعمالیاں تو ایک طرف رہیں ان کے باپ دادا توحید بیان کرنے والے پیغمبروں کو قتل کرتے رہے اور ان کو جھٹلاتے رہے اس کا ذکر (۵) ان کے آباء واجداد کا ذکر چھوڑ موجودہ بنی اسرائیل کا یہ حال ہے کہ آخری پیغمبر جب آگیا تو یہ اسکو جھٹلانے لگے۔ حالانکہ اس کے آنے سے پہلے اس کی آمد کی خوشخبری دیا کرتے تھے، ان کی مخالفت کا ذکر۔

اصلاحی پروگرام اس سلسلے کے آغاز میں بنی اسرائیل کے سامنے آٹھ اوامر اور چار نواہی پر مشتمل ایک اصلاحی پروگرام پیش کیا گیا ہے۔ **٩٦** اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں "اللہ کا بندہ"۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔ اور بنی اسرائیل سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد مراد ہے۔ اور یہاں بنی اسرائیل سے ان یہودیوں کو خطاب کیا گیا ہے جو مدینہ اور اس کے قرب وجوار میں آباد تھے ـــ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ پند ونصیحت سے پہلے انعامات کا ذکر نہایت ہی مؤثر حکمت عملی ہے اور یہاں نعمت اسم جنس ہے اور اس سے مراد وہ مادی اور روحانی انعامات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کئے مثلاً دولت، حکومت، نبوت اور دوسرے وقتی انعامات جیسا کہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ (سورہ مائدہ ع) ان انعامات کی کسی قدر تفصیل آگے آرہی ہے۔ **٩٧** یہ دوسرا امر ہے یہاں لفظ عہد دونوں جگہ مصدر ہے اور دونوں جگہ اپنے مفعول کی جانب مضاف ہے اور فاعل محذوف ہے۔ ای وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْ كُمْ اِیَّایَ اُوْفِ بِعَهْدِیْ اِیَّاكُمْ یعنی جو عہد تم نے میرے ساتھ کیا تھا تم اسے پورا کرو تو جو عہد میں نے تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے میں اسے پورا کروں گا۔ وهو المفهوم من کلام قتادة ومجاهد ان کلیهما مضاف الی المفعول ـــ ان فسر الایفاء باتمام العهد تکون الاضافة الی المفعول فی الموضعین (روح ص ج ۱) بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ بنی اسماعیل میں پیدا ہونے والے آخری نبی پر ایمان لائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ معاف کرنے اور انہیں جنت میں داخل کرنے کا عہد کیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔ ان الله تعالی کان عهد الی بنی اسرائیل فی التوراة انی باعث من بنی اسماعیل نبیا امیا فمن تبعه وصدق بالنور الذی یاتی به ای بالقرآن غفرت ذنبه وادخلته الجنة الخ (کبیر ص ج ۱، معالم ص ج ۱) یا مراد وہ عہد ہے جو آیت ذیل میں مذکور ہے۔ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج (سورہ مائدہ رکوع ۳) وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ یہ تیسرا امر ہے۔ جب تمہارا منعم حقیقی اور محسن حقیقی میں ہی ہوں تو صرف مجھ ہی سے ڈرو، اگر تم مجھ سے ڈر کر میرے احکام کی تعمیل کرنے لگ جاؤ گے تو کوئی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ **٩٨** یعنی جو کتاب میں نے اتاری ہے اور جو پیغمبر میں نے بھیجا ہے جن کا ذکر تورات اور انجیل میں موجود ہے ان پر ایمان لاؤ۔ یہ چوتھا امر ہے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ اللہ تعالیٰ کا جو دین تورات کی صورت میں تمہارے پاس موجود ہے۔ قرآن اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ تصدیق کرنے سے مراد یہ ہے کہ توحید ورسالت اور دیگر عقائد جو تورات میں پیش کئے گئے تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن کے ذریعے وہی دعوت اور وہی عقائد پیش کئے ہیں۔ ای موافقا لما معکم من التوراة فی التوحید والنبوة والاخبار ونعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (معالم ص ج ۱) اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ وہ صرف اللہ ہی کو مالک ومختار اور متصرف وکارساز سمجھیں اور حاجات ومشکلات میں صرف اسے ہی نصرت ومدد کیلئے پکاریں چنانچہ تورات کا یہ حوالہ خود قرآن نے پیش کیا۔ وَاٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ

وَكِيْلًا (سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۱) تورات کے اس مضمون کی قرآن مجید نے کئی جگہ تصدیق کی ہے چنانچہ سورۂ مزمل میں ارشاد ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا یعنی اللہ کے سوا کوئی ہر قسم کی عبادت کے لائق نہیں، اس کے سوا حاجات و مشکلات میں کوئی ملجا و ماوی نہیں لہٰذا اسے ہی پکارو، اسے ہی اپنا کارساز سمجھو، ضرورتوں اور مصیبتوں میں اسی ہی کی طرف رجوع کرو۔ ۹۹ یہ پہلی نہی ہے۔ کافِرٍ لفظاً مفرد ہے لیکن معنیً جمع ہے۔ معناه اول من كفر به او اول فريق او فوج كافر به (کبیر ص۴۹ج ۱، قرطبی ص۳۳۳ج ۱) ان یہودیوں سے پہلے مشرکین عرب دعوت توحید کا انکار کر چکے تھے پھر انہیں سب سے پہلے انکار کرنے والے کیوں فرمایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہودی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور آپ پر نزول قرآن کو اچھی طرح جانتے تھے۔ آپ کے اوصاف حمیدہ تورات میں مذکور تھے۔ آپ کی بعثت سے پہلے یہودی عالم آپ کے ظہور کی خوشخبری دیا کرتے تھے۔ اور ان کو تورات کی وہ آیتیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے جن میں قرآن اور صاحب قرآن کا ذکر ہوتا تھا تو چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ بہت پہلے قرآنی دعوت کو قبول کرتے مگر اس کے برعکس انہوں نے

الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا

سچ کو جان بوجھ کر اور قائم رکھو نماز اور دیا کرو

الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ

زکوٰۃ اور جھکو نماز میں جھکنے والوں کے ساتھ کیا حکم کرتے ہو

النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ

لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو ۱۰۱ اور تم تو

تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا

پڑھتے ہو کتاب پھر کیوں نہیں سوچتے ہو اور مدد چاہو

بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى

صبر سے اور نماز سے ۱۰۲ اور البتہ وہ بھاری ہے مگر انہی

الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ

عاجزوں پر جن کو خیال ہے کہ وہ روبرو ہونے والے ہیں ۱۰۳

وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا

اپنے رب کے اور یہ کہ ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ف اے بنی اسرائیل یاد کرو

نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى

میرے احسان جو میں نے تم پر کئے ۱۰۴ اور اس کو کہ میں نے تم کو بڑائی دی

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ

تمام عالم پر اور ڈرو اس دن سے کہ کام نہ آئے کوئی شخص کسی کے

شَيْـًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ

کچھ بھی ۱۰۵ اور قبول نہ ہو اس کی طرف سے سفارش اور نہ لیا جائے اس کی طرف سے بدلہ اور

لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

نہ ان کو مدد پہنچے ف اور جب چھڑا دیا ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے ۱۰۶

۱ امر خامس ۱۲ ۔ ۲ امر سادس ۱۲ ۔ ۳ امر سابع ۱۲ ۔ ۴ امر ثامن ۱۲ ۔ ع ۵ ۔ ۵ اعادہ لیبنی علیہم ۔ ۶ ترغیب ۱۲ ۔ ۷ ترہیب ۱۲ ۔ عذاب بدو کردہ ۔ انعام اول

جانتے بوجھتے اس کا انکار کر دیا۔ اب ان کے مریدین اور معتقدین اور ان کی اولاد ان کی دیکھا دیکھی کفر و انکار کرے گی۔ فان وظيفتكم ان تكونوا اول من اٰمن به لما انكم تعرفون حقيقة الامر (روح ص۲۴۴ج ۱) ۱۰۰ یہ دوسری نہی ہے۔ یہودیوں کے علماء اور پیروں کی ساکھ اپنی قوم میں خاصی مضبوط تھی۔ عوام کو ان کے ساتھ گہری محبت اور عقیدت تھی عوام ہمیشہ ان کی خوشنودی کے لئے انہیں نذریں نیازیں پیش کیا کرتے تھے۔ علمائے یہود کو یقین تھا کہ اگر ان کے عوام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیا تو ان کی ریاست اور شان و شوکت خاک میں مل جائیگی اور ان کی نذر و شیرنی کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ تورات کی ان آیتوں کو اپنے عوام سے چھپانے لگے جن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور آپ کی صفات و علامات بیان کی گئی تھیں۔ یہاں اسی کرتوت سے علماء یہود کو روکا گیا ہے۔ اور لفظ اشترا یہاں اپنے حقیقی معنوں میں نہیں ہے بلکہ اس سے مراد محض ترجیح اور استبدال ہے۔ یعنی ایک چیز کی جگہ دوسری چیز کو اختیار کرنا۔ اس آیت میں دنیوی دولت اور رفاہی منافع کو اظہار حق پر ترجیح دینے کو اشترا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور ثَمَنًا کے ساتھ لفظ قَلِيْلًا بڑھانے سے دولت دنیا کی حقارت کی طرف اشارہ ہے یعنی میری آیتوں کے عوض تم جو رقم وصول کرتے ہو، وہ میری آیتوں یا دولت آخرت کی نسبت نہایت قلیل اور حقیر ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا کی آیتوں کو تھوڑی رقم کے عوض بیچنا جائز نہیں ہے اور زیادہ رقم کے عوض جائز ہے۔ (من الکبیر ط۴۹ج ۱ والروح ص۲۴۵ج ۱ وغیرہما) حق چھپا کر پیٹ کا جہنم بھرنے کی یہ سنت آج بھی جاری ہے۔ یہودیوں کی طرح بہت سے مولوی اور پیر آپ کو ایسے نظر آئیں گے جو لوگوں کو گیارھویں شریف کی ترغیب تو دیتے ہوں گے۔ اپنے دادا کی قبر پر حاضر ہو کر چڑھاوے اور نذریں پیش کرنے کی تلقین کرتے ہوں گے۔ حاجتوں اور مصیبتوں میں اولیاء اللہ کی قبروں پر حاضری دیکر انہیں مدد کیلئے پکارنے کی تعلیم بھی دیتے ہونگے مگر اپنے مریدوں کے سامنے آپ نے انہیں قرآن مجید کی ان آیتوں کا وعظ کہتے ہوئے کبھی نہیں سنا ہوگا جن میں اللہ نے غیر اللہ کی نذر و نیاز اور چڑھاوے کو حرام کہا ہے اور جن میں اللہ نے فرمایا ہے کہ میرے سوا کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں، میرے سوا کوئی عالم الغیب اور کارساز نہیں اس لئے میرے سوا حاجات و مشکلات میں کسی اور کو مت پکارو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے یہودیوں کی طرح انہیں بھی یقین ہے کہ ان کی آمدنیاں بند ہو جائیں گی۔ اور ان کا جھوٹا وقار ختم ہو جائے گا۔ ۱۰۱ یہ تیسری نہی ہے وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ اس کا عطف تَلْبِسُوْا پر ہے اور یہ چوتھی نہی ہے۔ یہودی خود بھی کفر اور گمراہی میں مبتلا تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی ہر ممکن طریقہ سے گمراہ کرنے کے لئے کوشاں تھے۔ اس سے پہلی آیت میں خود یہود کو کفر و ضلالت سے باز رہنے کا حکم دیا گیا۔ اب اس آیت میں انہیں دوسرے لوگوں کو گمراہ کرنے سے روکا گیا ہے۔ اعلم ان قوله سبحانه واٰمنوا بما انزلت امر بترك الكفر والضلال وقوله وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ امر بترك الاغواء والاضلال (کبیر ص۴۹ج ۱)

موضح القرآن ف توریت پکڑو محنت سہارنے سے اور نماز سے یعنی اس کی عادت کرو تو سب کام دین کے آسان پڑیں ۱۲ ف۲ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ ہم کیسے ہی گناہ کریں پکڑے نہ جاوینگے۔ ہمارے باپ دادے پیغمبر ہم کو چھوڑا

علمائے یہود عوام کو گمراہ کرنے کے لئے دو طرح کے حربے استعمال کرتے تھے جن لوگوں کو حضور علیہ السلام کی تورات میں بیان کی گئی صفات و علامات کا تھوڑا بہت علم تھا ان کے دلوں میں تو شبہات پیدا کرکے انہیں یقین دلا دیتے کہ یہ صفات و علامات اس پیغمبر پر منطبق نہیں ہوتیں۔ ایسے لوگوں کی ہدایت کا جو ادنیٰ سا امکان پیدا ہوتا اسے وہ اس طرح ختم کر دیتے۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ میں اسی کرتوت سے منع فرمایا ہے۔ اور جو لوگ بالکل ہی بے خبر اور جاہل تھے ان سے وہ حق بات کو چھپاتے تاکہ وہ اندھیرے ہی میں رہیں اور ان کی ہدایت پانے کا کوئی امکان پیدا ہی نہ ہو۔ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ میں اس سے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ یعنی تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تم لبس و کتمان کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ خلق خدا کو گمراہ کرنا کتنا بڑا جرم ہے! اور اس کی سزا کس قدر سخت ہے اس لئے تمہیں تو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ یہ پانچواں امر ہے۔ وَآتُوا الزَّكَاةَ یہ چھٹا امر ہے۔ یعنی خود بھی ایمان لاؤ اور دوسرے لوگوں کو بھی ایمان لانے سے نہ روکو اور اس کے بعد اسلام کے دوسرے اعمال کی بھی پابندی کرو۔ بدنی اور مالی عبادتوں میں سب سے اہم نماز اور زکوٰۃ تھی اس لئے اس کا ذکر کر دیا۔ نیز ان دونوں عبادتوں میں ان کی بنیادی بیماری یعنی حُبّ دنیا کا مکمل علاج تھا اس لئے ایمان کے بعد سب سے پہلے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ نماز سے باطن کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس سے بغض و حسد کی بیماری سے دلوں کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ اور زکوٰۃ سے حرص و طمع اور حُبِّ جاہ و مال سے نجات مل جاتی ہے۔ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ۔ یہ ساتواں امر ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ پورے پورے اُمتِ محمدیہ میں شامل ہو جاؤ اور اسلام کے تمام احکام قبول کرلو۔ رَاكِعِينَ سے مراد اُمتِ محمدیہ کے نمازی ہیں کیونکہ رکوع اُمتِ محمدیہ کی خصوصیت ہے۔ ای صلوا مع الذین فی صلوٰتھم رکوع (معالم ج ۱) **۱۰۲** یہاں استفہام اظہارِ حیرت و تعجب کے لئے ہے یعنی تمہارا حال قابل تعجب ہے کہ تم لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو مگر خود نیکی نہیں کرتے ہو۔ یہ خطاب علمائے یہود سے ہے کہ وہ لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کی تلقین کرتے تھے مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ تورات میں نبی کریم علیہ السلام کی صداقت کی نشانیاں موجود تھیں مگر انہوں نے آپ کو نہ مانا۔ ان الیھود کانوا یامرون غیرھم باتباع التوراۃ ثم انھم خالفوہ لانھم وجدوا فیھا ما یدل علی صدق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم انھم ما اٰمنوا بہ (کبیر ج ۱) بعض مفسرین کا قول ہے کہ جب مشرکین مکہ یا یہودیوں کے مسلمان رشتہ داروں میں سے کوئی شخص پوشیدہ طور پر علمائے یہود سے حضور علیہ السلام کے بارے میں پوچھتا تو وہ کہتے کہ وہ پیغمبر سچا ہے اسے مان لو لیکن خود اسے نہیں مانتے تھے کیونکہ انہیں اپنی نذروں اور نیازوں کے بند ہو جانے کا ڈر تھا۔ اذا جاءھم احد فی الخفیۃ لاستعلام امر محمد صلی اللہ علیہ وسلم قالوا ھو صادق فیما یقول وامرہ حق فاتبعوہ وھم کانوا لا یتبعونہ لطمعھم فی الھدایا والصلات التی کانت تصل الیھم من اتباعھم (کبیر ج ۱) نزلت فی علماء الیھود وذلک ان الرجل منھم کان یقول لقریبہ وحلیفہ من المومنین اذا سالہ عن امر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اثبت علی دینہ فان امرہ حق وقولہ صدق (معالم ج ۱) وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ اور تم تو تورات کے عالم ہو۔ اور اسے پڑھتے رہتے ہو۔ اس میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و علامات مذکور ہیں نیز اس میں نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کا حکم ہے معناہ تقرءون التوراۃ وتدرسونھا و تعلمون ما فیھا من الحث علی افعال البر والاعراض عن افعال الاثم (کبیر ج ۱) أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ تعجب ہے کہ مندرجہ بالا امور کے باوجود تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ **۱۰۳** یہ آٹھواں امر ہے علمائے یہود کے اسلام (مسئلہ توحید) قبول کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ان کی آمدنی تھی جو انہیں معتقدین کے ذریعے حاصل ہوتی تھی۔ نیز ان کی شان و شوکت اور ریاست و سیادت جو عوام پر قائم تھی اسلام قبول کرنے کی صورت میں ان سب چیزوں سے ہاتھ دھونے پڑتے تھے۔ اور ساتھ ہی حرام خوری کی وجہ سے ان کے دل مُردہ ہو چکے تھے۔ ان کے دلوں سے خوفِ خدا اور احساس حق بالکل محو ہو چکا تھا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بیماری کا علاج بیان فرمایا۔ متصل بما قبلہ کانھم لما امروا بما یشق علیھم لما فیہ من الکلفۃ وترک الریاسۃ والاعراض عن المال عولجوا بذلک (بیضاوی ج ۱) اس صبر و نماز کی پابندی سے تم حُبِّ جاہ و مال کے جذبہ کو دبا سکو گے کیونکہ جب تم نفس کو مرغوباتِ نفسانیہ سے روکنے کا پختہ ارادہ کر لو گے (اور یہی صبر کا مفہوم ہے) اور ساتھ ہی نماز کے پابند ہو جاؤ گے تو نماز کا خشوع اور اس میں اللہ کا ذکر اور وعدہ و وعید اور ثواب و عقاب کی یاد یہ سب چیزیں مل کر تمہارے دلوں کو دنیا کی محبت سے پاک کر کے ان میں آخرت کی رغبت اور محبت بھر دیں گی (من الکبیر ج ۱، الروح ج ۱) مشہور ہے۔ من یتصبر یصبرہ اللہ۔

صبر آرد آرزو را اشتاب   صبر کن واللہ اعلم بالصواب

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ــــ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ــــ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ ــــ إِنَّهَا کی ضمیر صلوٰۃ کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد استعانت بالصبر و الصلوٰۃ ہے جو ما قبل سے مفہوم ہے یعنی نفس کو مرغوبات سے روکنا اور اسے دنیا کے گوناگوں منافع اور بوقلموں تحائف کو ترک کرنے پر آمادہ کرنا بہت ہی شاق اور دشوار کام ہے۔ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ۔ البتہ جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہے اور وہ احکامِ خداوندی کے سامنے جھک جاتے ہیں ان کے لئے یہ کام کوئی مشکل نہیں کیونکہ انہیں تو اپنے آقا کی فرمانبرداری میں لذت محسوس ہوتی ہے۔ **۱۰۴** لفظ ظن عربی زبان میں شک اور یقین دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ الظن من الاضداد یکون شکا ویقینا (معالم ج ۱) العرب قد تسمی الیقین ظنا والشک ظنا (ابن جریر ج ۱) یہاں یقین کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یظنون یستیقنون (ابن جریر ج ۱، معالم ج ۱) والظن ھنا فی قول الجمہور بمعنی الیقین (قرطبی ج ۱) یعنی وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں کسی کام پر آمادہ کرنے کے لئے دو ہی چیزیں محرک ہو سکتی ہیں یعنی امید اور خوف۔ مُلَاقُو رَبِّهِمْ میں صفت ربوبیت کی صراحت سے اشارہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے مہربان رب کے پاس جائیں گے جس سے ان کی تمام امیدیں وابستہ ہیں وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ خدا کی طرف رجوع سے فوراً ذہن یوم آخرت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اور اس کا نقشہ سامنے آ جاتا ہے جس میں اللہ کے سوا کسی کی حکومت اور عدالت نہیں ہوگی۔ اس سے ترہیب کا پہلو نکلتا ہے۔ اور ان کے خوفِ آخرت کی طرف اشارہ ہے۔

قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ ثبت من ھذہ القصۃ ان لا تعبدوا من ھو عدولکم واتبعوا ھدی الانبیاء علیھم السلام الذی اخذ علیکم العھد باتباعہ حین الاخذ علی اٰدم علیہ السلام حیث قال فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون فلما تم الخطاب ولا یقول یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الاٰیۃ فالاٰن خص الخطاب باھل الکتاب بقولہ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا الخ ونفی فی ضمنہ عبادۃ الانبیاء علیھم السلام یعنی قصۂ آدم و ابلیس سے ثابت ہوا کہ ابلیس آدم علیہ السلام اور اولادِ آدم کا سخت دشمن ہے اس لئے اس کی عبادت مت کرو اور انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی ہدایت کی پیروی کرو کیونکہ اتباعِ ہدیٰ کا تم سے عہد لیا جا چکا ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے یا ایھا الناس الخ میں خطاب عام کے ذریعے مسئلہ توحید ماننے کی تمام بنی آدم کو دعوت دی اس کے بعد یٰبنی اسرائیل اذکروا الخ سے خاص اہل کتاب کو اس مسئلہ کی طرف متوجہ کیا عوام ہمیشہ تین گروہوں کے تابع ہوتے ہیں۔ عالموں کے، پیروں اور گدی نشینوں کے اور سوم نوابوں کے بنی اسرائیل کا خطابِ عام سب کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو خطاب کر کے فرمایا کہ میری نعمتوں کو یاد کرو اور میرے احکام کی پیروی کرو تم نے جو میرے ساتھ عہد کیا تھا اسے پورا کرو۔ ان دونوں باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ مسئلہ توحید کی مخالفت نہ کرو بلکہ اسے مان لو۔ اس کے عوض میں تم کو مزید نعمتیں دوں گا اور دنیا و آخرت میں تم کو اجر عظیم عطا کروں گا۔ وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ الخ مسئلہ توحید جو میں نے قرآن میں نازل کیا ہے اس کو مان لو یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں بلکہ تمہاری کتاب تورات میں بھی موجود ہے اگر تم اس مسئلہ کا انکار کرو گے تو تمہاری دیکھا دیکھی تمہارے مرید و تمہاری رعیت بھی اس کا انکار کرے گی۔ اور اس کا گناہ اور وبال بھی تمہارے سر ہو گا وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي الخ چند روزہ اور حقیر دنیوی منافع، مذہبی اور خانقاہی ریاست کے بدلے مسئلہ توحید کو نہ چھوڑو وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ الخ سے بے خبر لوگوں سے مسئلہ توحید کو چھپاؤ اور جن کو اس کا تھوڑا بہت علم ہے ان پر اس کو گڈمڈ نہ کرو۔ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي یہ امر مصلح ہے۔ شرک چھوڑ کر مسئلہ توحید کو مان کر نماز قائم کرو۔ یہودیوں کے مولویوں ان کے پیروں اور گدی نشینوں کا جو اقتدار ان کے عوام کے دلوں میں جما ہوا تھا، ان کی مذہبی آمریت اور ریاست، عوام سے حاصل ہونے والے مالی اور دنیوی فوائد ان تمام چیزوں کو یکدم چھوڑنا بہت مشکل کام تھا۔ اور مسئلہ توحید کو ماننے سے یہ سب کچھ چھوڑنا پڑتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم فرمایا۔ کیونکہ نماز سے ظاہری اور باطنی طہارت حاصل ہوتی ہے اور زکوٰۃ دینے سے ایثار کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور حبِ جاہ و مال میں کمی واقع ہوتی ہے۔ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ اور جب تم مسئلہ توحید کو مان لو گے تو ظاہر ہے کہ تمہاری نذر و نیاز کی تمام آمدنیاں بند ہو جائیں گی۔ اور بہت سے تمہارے مرید اور نیاز مند بھی تم سے منحرف ہو جائیں گے۔ اس لئے اس نقصان کی تلافی کے

لئے نیز اس صدمہ کو برداشت کرنے کے لئے تم صبر اور نماز سے کام لو۔ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا (رکوع ۶) سے لے کر یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا (ع ۱۵) تک اجمال کے بعد تفصیل ہے اور اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ اور اِیَّایَ فَارۡهَبُوۡنِ ہی کا تفصیلی بیان ہے۔ بنی اسرائیل ایک ایسی قوم تھی جسے اللہ تعالیٰ نے مسئلہ توحید ماننے کی وجہ سے اپنی گوناگوں نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ لیکن جب اس قوم نے توحید کو چھوڑ کر شرک کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے عذاب و عتاب کا نشانہ بنایا۔ اس اجمال کی تفصیل کو آگے پانچ انواع میں بیان کیا گیا ہے۔

نوعِ اوّل ــــــ یہ ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہے

اس میں یہود کے آباء و اجداد پر آٹھ نعمتوں اور دو نقمتوں کا ذکر ہے۔ شروع میں اجمالی طور پر ترغیب و ترہیب کا اعادہ ہے اور پھر تفصیل ہے۔ یہ نوع گویا کہ اذکروا نعمتی اور ایای فارھبون کی تشریح و توضیح اور تفصیل ہے۔ **۵۱ه** یہ ترغیب ہے۔ اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ وَاَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ یہاں عالمین سے مراد صرف اس زمانے کے تمام لوگ ہیں یعنی اس آیت میں نزول قرآن کے وقت موجودہ یہودیوں کے باپ دادوں کی ان کی تمام ہم عصر اقوام پر فضیلت کا اظہار مقصود ہے۔ المراد فضلتکم علی عالمی زمانکم (کبیر ص۵۰ ج ۱، قرطبی ص۳۷۶ ج ۱، معالم ص۲۷ ج ۱) المراد بالعلمین سائر الموجودین فی وقت التفضیل (روح ص۲۵ ج ۱) لہٰذا اس سے بنی اسرائیل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر فضیلت لازم نہیں آتی۔ اور وجہ افضلیت کے لئے ہمیشہ کوئی امتیازی خوبی ہونی چاہئے اور وہ عقیدۂ توحید ہے۔ زمانۂ فترت میں صرف بنی اسرائیل ہی ایک ایسی قوم تھی جو مسلک توحید کی صدیوں پابند رہی۔ دنیا کی باقی قومیں کم و بیش شرک میں مبتلا تھیں لیکن رفتہ رفتہ قوم بنی اسرائیل بھی توحید سے دور ہوتی گئی۔ تا آنکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے تک یہودی کئی قسم کے شرکوں میں مبتلا ہو چکے تھے۔ وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا یہ ترہیب ہے یَوۡمًا نکرہ ہے۔ اور بعد میں آنے والی اس کی صفات متعین کر رہی ہیں کہ اس سے مراد یوم آخرت ہے۔ دنیا میں جرم کی سزا سے بچنے کیلئے عام طور پر چار ذرائع نجات میں سے کوئی ایک ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے اور اکثر مجرم ان کے ذریعے قرار واقعی سزا سے بچ جاتے ہیں (۱) اگر مجرم کا باپ یا دادا یا او پر کا کوئی مورث یا کوئی اور دور و نزدیک کا رشتہ دار دین یا دنیا کے لحاظ سے بڑا با اثر اور با رسوخ آدمی ہو، لوگ اس کے دنیوی کارناموں سے متاثر ہوں یا اس کی دینی اور مذہبی خدمات کی وجہ سے اسے اللہ کا ولی مانتے ہوں اور اس سے دلی عقیدت رکھتے ہوں تو ایسے شخص سے تعلق رکھنے والے مجرم کو محض اس تعلق اور انتساب کی بنا پر چھوڑ دیا جاتا ہے (۲) کسی با اثر اور صاحبِ اقتدار آدمی کی سفارش سے بھی مجرم کی سزا معاف کر دی جاتی ہے (۳) بعض اوقات کچھ دے دلا کر مجرم بری کرا لیا جاتا ہے (۴) اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ طاقت کے بل پر زبردستی مجرم کو چھڑا لیا جاتا ہے۔

یہودیوں میں شرک اور بدعقیدگی اس درجہ راسخ ہو چکی تھی کہ ان کا خیال تھا کہ ان حربوں کے ذریعے آخرت کی سزا سے بھی بچا جا سکے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آگاہ کر دیا کہ وہاں یہ چیزیں کام نہیں آئیں گی۔ **۱۰۶ه** اس میں امر اول کی نفی ہے۔ ای لا یغنی احد عن احد (ابن کثیر ص۸۹ ج ۱) لا تقضی یوم القیامۃ نفس عن نفس شیئا مما وجب علیہا ولا تغنی عنہا ولا تحتمل لما اصابہا (روح ص۲۵ ج ۱) وَلَا یُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَاعَةٌ۔ یہ امر ثانی کی نفی ہے۔ معتزلہ اور دیگر فرق باطلہ منکرۂ شفاعت نے اس آیت کے عموم سے نفی شفاعت پر استدلال کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مطلق شفاعت کی نفی نہیں بلکہ شفاعت قہری کی نفی ہے جس طرح یہودیوں کا خیال تھا کہ ہمارے باپ دادا ہم کو ہماری بدعنوانیوں کے باوجود خدا کے عذاب سے چھڑا لیں گے اور اللہ کو ان کی سفارش ماننی پڑے گی۔ یا یہ نفی کفار اور مشرکین سے مخصوص ہے اور مطلب یہ ہے کہ کفار اور مشرکین کے حق میں کسی قسم کی شفاعت قبول نہیں ہوگی۔ والجواب انہا خاصۃ بالکفار للآیات الواردۃ فی الشفاعۃ والاحادیث المرویۃ فیہا (ابو السعود ص۵۳ ج ۱) وَلَا یُؤۡخَذُ مِنۡهَا عَدۡلٌ یہاں تیسرے ذریعے کے نافع ہونے کی نفی ہے۔ وَلَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ یہ چوتھے ذریعہ کے غیر نافع ہونے کا اعلان ہے۔ آگے انعامات کی تفصیل ہے۔ **۱۰۷ه** یہ پہلا انعام ہے۔ آلِ فرعون سے مراد یہاں قوم فرعون ہے جو کفر و شرک کے مسلک میں اس کی ہمنوا تھی۔ اما آل فرعون فلا شک ان المراد منہ ھٰھنا من کان من قوم فرعون وھم الذین عزموا علی ھلاک بنی اسرائیل (کبیر ص۵۱۵ ج ۱) آل فرعون قومہ واتباعہ واھل دینہ (قرطبی ص۳۸۳ ج ۱) قوم فرعون سے نجات دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی طرف سے جو مظالم ان پر توڑے جاتے تھے اور جو تکلیفیں اور ایذائیں انہیں دی جاتی تھیں ان سے ان کو بچا لیا۔ یَسُوۡمُوۡنَکُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ۔ فرعون کی قوم چونکہ حکمران تھی اور بنی اسرائیل محکوم تھے اس لئے قوم فرعون ان کو بیگار میں پکڑ لیتے اور ان سے سخت محنت اور مشقت کراتے۔ اس طرح انہیں جسمانی عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ **۱۰۸ه** یہ ذہنی اور روحانی کوفت تھی جو انہیں فرعونیوں کی طرف سے اٹھانی پڑ رہی تھی۔ بنی اسرائیل کے بیٹوں کے قتل کی وجہ یہ تھی کہ فرعون نے سن رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا ہوا تھا کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ انبیاء و سلاطین پیدا ہوتے رہیں گے۔ (یہاں تک کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو جائے) اس سے فرعون نے اپنی سلطنت کیلئے خطرہ محسوس کیا۔ اور بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے لڑکوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ وقع الی فرعون وطبقتہ ما کان اللہ وعد ابراھیم ان یجعل فی ذریتہ انبیاء وملوکا فخافوا علی ذلک واتفقت کلمتہم علی اعداد رجال معہم الشفار یطوفون فی بنی اسرائیل فلا یجدون مولودا ذکرا الا ذبحوہ (کبیر ص۵۱۵ ج ۱)

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ

جو کرتے تھے تم پر بڑا عذاب ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے

نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ

تھے تمہاری عورتوں کو ؎ اور اس میں آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے بڑی ؎ ف۱ اور جب

فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ

پھاڑ دیا ہم نے تمہاری وجہ سے دریا کو پھر بچا دیا ہم نے تم کو ؎ اور ڈبا دیا فرعون کے لوگوں کو

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً

اور تم دیکھ رہے تھے ؎ ف۲ اور جب ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے چالیس رات کا ؎

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾

پھر تم نے بنا لیا بچھڑا موسیٰ کے بعد اور تم ظالم تھے ؎ ف

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾

پھر معاف کیا ہم نے تم کو اس پر بھی تاکہ تم احسان مانو ؎

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ

اور جب ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اور حق و ناحق کو جدا کرنے والے احکام تاکہ تم

تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ

سیدھی راہ پاؤ ف۳ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اے قوم تم نے

ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى

نقصان کیا اپنا یہ بچھڑا بنا کر سو اب توبہ کرو اپنے

بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ

پیدا کرنے والے کی طرف اور مار ڈالو اپنی اپنی جان یہ بہتر ہے تمہارے لئے تمہارے

بَارِىِٕكُمْ ۭ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

خالق کے نزدیک پھر متوجہ ہوا تم پر بے شک وہی ہے معاف کرنے والا نہایت مہربان ف۳

۱۰۹ لفظ **بلاء** نعمت اور مصیبت دونوں معنوں میں مستعمل ہے۔ فیقال للنعمۃ بلاء وللنقمۃ الشدیدۃ بلاء (کبیر ص۵۱۵ ج ا وغیرہ) یہاں اگر ذٰلک کا اشارہ فرعونیوں کے افعال کی طرف ہو تو بلاء کے معنی ابتلا اور مصیبت کے ہوں گے۔ اور اگر اشارہ نجات دینے کی طرف ہو تو اس کے معنی نعمت کے ہونگے اور یہی زیادہ موزوں ہے۔ البلاء ھھنا ھو المحنۃ ان اشیر بلفظ ذٰلکم الی صنع فرعون والنعمۃ ان اشیر بہ الی الانجاء وحمل علی النعمۃ اولی لانھا ھی التی صدرت من الرب تعالٰی ولان موضع الحجۃ علیھم انعام اللہ تعالٰی علی اسلافھم (کبیر ص۵۱۵ ج ا) کذا فی الروح ص۲۵۵ ج ا والقرطبی ص۳۸۸ ج ا والبیضاوی ص۲۳) **۱۱۰** یہ دوسرا انعام ہے۔ بِکُمْ میں با بمعنی لام ہے۔ یعنی ہم نے تمہارے لئے سمندر کو چیر کر اس میں راستے بنائے۔ ای فرقنا لکم (معالم ص۴۹ ج ا، قرطبی ص۳۸۸ ج ا) یا "باء" سببیت کے لئے ہے۔ فرقناہ بسببکم وبسبب انجاءکم (کبیر ص۵۱۵ ج ا، روح ص۲۵۵ ج ا) اور **البحر** سے مراد یہاں بحر احمر ہے جس کا دوسرا نام بحر قلزم ہے ویذکر ان البحر ھو بحر القلزم (قرطبی ص۳۹۰ ج ا) حضرت موسیٰ علیہ السلام شب و روز تبلیغ میں مصروف رہے مگر فرعون اور اس کی قوم پر ان کی دعوت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ و ارشاد اور معجزات کے ذریعے ان پر حجت خداوندی قائم کردی۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے مظلوم بنی اسرائیل کی آہ و پکار سن لی جو مدت ہائے دراز سے فرعونیوں کے ظلم و ستم سہہ رہے تھے اب فرعونیوں پر عذابِ الٰہی کے نزول کا وقت آ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کو ساتھ لے کر ہجرت کر جانے کا حکم دیدیا۔ چنانچہ وہ راتوں رات چل نکلے اور چلتے چلتے سمندر کے کنارے جا پہنچے۔ ادھر فرعون کو خبر ہو گئی۔ وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر ان کی تلاش میں چل نکلا۔ جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ سامنے سمندر ہے اور پیچھے دشمن اور دائیں بائیں پہاڑ تو گھبرا اٹھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم خداوندی پا کر اپنا عصا سمندر میں مارا جس سے فوراً سمندر کا پانی سمٹ گیا اور اس میں بارہ کشادہ راستے بن گئے۔ اسرائیلی ان راستوں کے ذریعے سمندر پار کر کے جزیرہ نمائے سینا میں پہنچ گئے۔ آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ **۱۱۱** جب فرعون لاؤ لشکر لیکر ساحلِ سمندر پہ پہنچا اور سمندر میں خشک راستے دیکھے تو اس نے بھی اپنا گھوڑا سمندر میں اتار دیا اور اس کے پیچھے سارا لشکر سمندر میں گھس گیا۔ جب سارا لاؤ لشکر سمندر میں اتر گیا تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو جاری کر کے سب کو غرق کر دیا فرعونیوں کے غرق ہونے کا یہ نظارہ اسرائیلیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا **۱۱۲** یہ تیسرا انعام ہے۔ سمندر پار کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کے لئے حکم خداوندی سے کوہ طور پر پہنچے۔ وہاں آپ نے چالیس راتیں بسر کیں۔ اور اللہ کی طرف سے تورات حاصل کی۔ **ثُمَّ اتَّخَذْتُمْ** ـــــ اِتَّخَذْتُمْ کا دوسرا مفعول محذوف ہے ای اتخذتم العجل الٰھًا۔ یعنی تم نے گوسالہ کو معبود بنا لیا (ابو السعود ص۵۱۳ ج ا، قرطبی ص۳۹۶ ج ا) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر خود کوہ طور پر چلے گئے تو سامری نے جو ایک منافق تھا، سونے کے زیورات اکٹھے کئے اور ان کو پگھلا کر ان سے بچھڑے کا بت تیار کیا اور حضرت ابن عباس اور معمر کے قول کے مطابق مٹی کی وہ مٹھی جو اس نے جبرئیل علیہ السلام کی سواری کے پاؤں کی جگہ سے اٹھائی تھی اس میں ڈال دی جس سے اس میں زندگی پیدا ہو گئی اور وہ جاندار بچھڑے کی طرح بولنے لگا۔ فلما جمعوہ القی السامری القبضۃ وقال کن عجلا جسدا لہ خوار فصار کذلک (روح ص۲۲۲ ج ا، قرطبی ص۲۳۵ ج ا) اور حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ بچھڑے کے پیٹ کی ساخت میں

سلہ انعام ثانی ۱۲

سلہ انعام ثالث ۱۲

سلہ انعام رابع ۱۲

پیم انعام خامس ۱۲

موضح القرآن ف۱ اس کا قصہ سورۂ اعراف اور سورۂ طٰہٰ میں بیان کیا گیا ہے۔ ف۲ چکوتی وہ حکم جن سے معاملے فیصل ہوں اور سدا نا سدا معلوم ہو۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید سبب کشتن پسراں آں بود کہ کاہناں فرعون را خبر دادہ بودند کہ در بنی اسرائیل پسرے پیدا شود کہ باعث برافتادن بادشاہی او گردد واللہ اعلم ۱۲ ف۲ مترجم گوید کہ خدائے تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام را وعدہ داد کہ چہل شب در طور معتکف شود تا تورات عطا فرمایم۔ دریں مدت بنی اسرائیل باغوائی سامری گوسالہ پرستی اختیار کردند۔ خدا تعالیٰ بعد عود موسیٰ حکم فرمود کہ بعض ایشاں بعض را بکشند وایں توبہ ایشاں الیت واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید موسیٰ علیہ السلام ہفتاد کس را از بنی اسرائیل باخود برد تا باوے کلام الٰہی استماع نمایند ایشاں بعد از شنیدن خواہان رؤیت شدند و در طلب آں پا از حد ادب بیروں نہادند۔ خدائے تعالیٰ آں ہمہ را بصاعقہ بسوخت و باز بدعاء موسیٰ زندہ ساخت۔ اشارہ بریں قصہ است ایں آیت واللہ اعلم ۱۲

اس قسم کے سوراخ تھے کہ جب ان میں ہوا داخل ہوتی تھی اس وقت ہو بہو بچھڑے کی سی آواز پیدا ہوجاتی خوارہ صوتہ کان بالوہم لانہ کان عمل فیہ خروقاً فاذا دخلت الریح فی جوفہ خار
ولم تکن فیہ حیاۃ وھٰذا قول مجاھد (قرطبی ص۲۳۵ ج۱) سامری نے اسرائیلیوں سے کہا کہ یہ تمہارا رب ہے اس کی پوجا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس میں حلول کئے ہوئے ہے۔ یہی عقیدہ عیسائیوں کا
تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام میں حلول کئے ہوئے ہے۔ یہی عقیدہ آج کل کے بعض غالی مبتدعین کا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے پیرو مرشد میں داخل ہے۔ چنانچہ اسرائیلی حضرت ہارون علیہ
السلام کے روکنے کے باوجود گوسالۂ سامری کی پوجا کرنے لگے۔ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ یعنی اس شرک کی وجہ سے تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ۔ اس ارتکاب شرک
کے بعد جب تم نے سچی توبہ کرلی تو ہم نے تمہارا یہ قصور معاف کردیا۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم اس انعام کا شکریہ ادا کرو اور آئندہ کے لئے شرک سے باز رہو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو شعار زندگی بناؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ
السلام چند دنوں کے لئے ہی اپنی امت سے غائب ہوئے تھے کہ سامری نے مکر و فریب سے ان کی امت کو گمراہ کردیا۔ اس قسم کے سامری تقریباً ہر امت میں موجود ہوتے ہیں۔ امت محمدیہ میں بھی آج کئی مذہبی اور
سیاسی سامری موجود ہیں جنہوں نے کمال عیاری سے سادہ لوح قسم کے لوگوں کو غلط راہ پر ڈال رکھا ہے۔ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ۔ یہ چوتھا انعام ہے۔ الکتاب اور الفرقان سے مراد تورات ہے کیونکہ
یہ دونوں اس کی صفتیں ہیں۔ ان التوراۃ لھا صفتان کونھا کتابا منزلا وکونھا فرقانا تفرق بین الحق والباطل (کبیر ص۵۲۴ ج۱ کذا فی المعالم ص۵۲ ج۱) لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ تاکہ ایک جامع
نظام زندگی تمہارے ہاتھ آجائے اور تم زندگی کے ہر شعبہ میں سیدھی راہ پر چل کر رضائے الٰہی حاصل کرسکو۔ پانچواں انعام۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے
اور قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا پایا تو انہیں توبہ کرنے کی تلقین فرمائی فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ یعنی جنہوں نے گوسالہ کی پوجا نہیں کی وہ ان کو قتل کریں جنہوں نے اس کی پوجا کی ہے۔
ای لیقتل بعضکم بعضاً۔۔۔۔ وروی انہ امر من لم یعبد العجل ان یقتل من عبدہ (روح ص۲۶۰ ج۱) توبہ کی اصل تو یہ ہے کہ آدمی گذشتہ گناہوں پر نادم ہو اور آئندہ کیلئے گناہوں کے ترک کا عزم مصمم کرے
مگر اسرائیلیوں کی توبہ کی قبولیت کے لئے قتل نفس کو شرط قرار دیا گیا۔ لان اللہ تعالیٰ اوحی الی موسٰی علیہ السلام ان شرط توبتھم قتل النفس (کبیر ص۵۲۵ ج۱) ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ
یعنی گناہ پر اصرار کرنے سے توبہ بہتر ہے کیونکہ اس سے تم گناہِ شرک سے پاک ہوجاؤ گے اور آخرت میں ابدی زندگی پاؤ گے۔ لما انہ طھارۃ عن الشرک ووصلۃ الی الحیاۃ الابدیۃ والبھجۃ السرمدیۃ۔
(ابو السعود ص۳۵ ج۱) فَتَابَ عَلَیْكُمْ جب تم نے سچی توبہ کرلی اور قتل ہونے کے لئے تیار ہوگئے اور تم میں سے کچھ قتل بھی ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے بقیہ سے قتل کا حکم اٹھالیا اور سب کی توبہ قبول کرلی ان اللہ تعالیٰ لما
امرھم بالقتل رفع ذلک الامر عنھم قبل فنائھم بالکلیۃ فکان ذلک نعمۃ فی حق اولئک الباقین الخ (کبیر ص۵۲۶ ج۱) اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے جب اس نے ان کے دلوں
کا اخلاص دیکھا تو ان کی توبہ قبول کرلی اور انہیں معاف کردیا۔ ۱۳۱ یہ چھٹا انعام ہے یعنی جب تک ہم اللہ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں اس وقت تک ہم تمہارے بیان کی تصدیق نہیں کریں گے جب حضرت
موسیٰ علیہ السلام تورات لیکر اپنی قوم کے پاس آئے اور قبولِ توبہ کے مذکورہ بالا واقعہ کے بعد ان سے کہا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اس پر عمل کرو تو ان میں بعض گستاخ اور ضعیف الایمان قسم کے لوگوں نے کہا کہ جب تک ہم
خود تورات کے متعلق اللہ کا حکم نہیں سنیں گے اس وقت تک نہیں مانیں گے۔ نیز ان میں سے بعض نے کہا کہ تورات کے احکام مشکل ہیں ہم سے ان پر عمل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی یہ بات ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مشکل
احکام نافذ فرمائے جس طرح آج کل نئی روشنی سے متاثر ذہنیتیں رکھنے والے مسلمان کہتے ہیں کہ جی قرآن کے کئی ایک احکام تو بڑے ہی سخت ہیں جو اسلام کے ابتدائی دور ہی کیلئے موزوں تھے مگر اس ترقی یافتہ زمانہ میں تو وہ
بالکل ہی ناقابلِ عمل ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ستر نیک اور برگزیدہ آدمیوں کو چن کر کوہ طور پر لے گئے۔ وہاں انہوں نے پس پردہ اپنے کانوں سے اللہ کا کلام سنا مگر پھر بھی مطمئن نہ ہوئے اور
ایک اور مہمل اور ناممکن مطالبہ پیش کردیا کہ اللہ کا کلام تو ہم نے سن لیا مگر ہمیں کامل اطمینان صرف اسی صورت میں ہوگا کہ ہم اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ۔ صاعقہ سے مراد گرجدار آواز ہے۔
صیحۃ سماویۃ خروا لھا صعقین میتین (روح ص۲۶۲ ج۱) یہ مطالبہ چونکہ نہایت گستاخانہ اور محض ضد اور عناد پر مبنی تھا۔ طلب ہدایت کے لئے نہیں تھا اس لئے انکو اس کی پاداش میں ایک گرجدار آواز کے ذریعے ہلاک کردیا
گیا۔ لانھم لو لم یسألوا سوال استرشاد بل سوال تعنت وعناد (مدارک ص۳۹ ج۱) لفرط العناد والتعنت وطلب المستحیل فانھم ظنوا انہ تعالیٰ یشبہ الاجسام فطلبوا رؤیتہ رؤیۃ الاجسام فی الجھات
والاحیاز المقابلۃ للرائی وھی محال اھ (بیضاوی ص۲۵) وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ یعنی تم نے اپنی آنکھوں سے صاعقہ کے ذریعے ایک دوسرے کو مرتے دیکھا۔ ای ینظر بعضکم لبعض حین اخذکم الموت
(معالم ص۵۳ ج۱) ۱۳۲ تاکہ تم دوبارہ جی اٹھنے کی نعمت کی قدر کرو اور میری بھیجی ہوئی تورات کو مانو اور عقیدۂ توحید کے پابند ہو معتزلہ اور روافض نے اس آیت سے امتناع رؤیت باری تعالیٰ پر استدلال کیا ہے۔ مگر یہ استدلال
صحیح نہیں کیونکہ اس سے امتناع فی الدنیا ثابت ہوتا ہے نہ کہ مطلق امتناع۔ اور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ فی نفسہ دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں ممکن ہے لیکن دنیا میں اس کا وقوع نہیں ہوگا۔ البتہ
آخرت میں مومنین دیدار الٰہی سے مشرف و محظوظ ہوں گے۔ واھل السنۃ والسلف علی جوازھا فیھما ووقوعھا فی الاٰخرۃ (قرطبی ص۴۰۳ ج۱) ۱۳۵ یہ ساتواں انعام ہے۔ بنی اسرائیل کا اصلی وطن ملک شام تھا حضرت
یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصر میں آکر آباد ہوگئے تھے۔ جب فرعون غرق ہوگیا اور اسرائیلی بالکل مطمئن ہوگئے تو انہیں قوم عمالقہ سے جو اس وقت ملک شام پر قابض تھے جہاد کرکے اپنا وطن آزاد کرانے کا حکم ملا تو
یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرکردگی میں جہاد کے لئے چل نکلے جب قریب پہنچے اور عمالقہ کی طاقت اور قوت کا پتہ چلا تو ہمت ہار بیٹھے اور ان سے لڑنے سے صاف انکار کردیا۔ اس پر اللہ نے ان کو یہ سزا دی کہ وہ
پورے چالیس سال میدانِ تیہ میں سرگرداں اور مارے مارے پھرتے رہے۔ یہ جنگل بالکل چٹیل اور بے آب و گیاہ تھا۔ اس میں نہ سایہ کے لئے کوئی درخت تھا نہ پینے کے لئے پانی اور نہ کھانے کے لئے کوئی چیز۔ جب انہوں نے
دھوپ کی شکایت کی، اللہ نے ان پر بادل پھیلا کر سایہ مہیا فرمادیا۔ جب بھوک کی شکایت کی، من و سلوٰی کا انتظام کردیا۔ اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اَلْمَنُّ کے معنے ترنجبین کے ہیں وہ گوند
کے مشابہ ایک میٹھی چیز ہے جو اوس کی طرح صبح کے وقت پودوں پر گرتی ہے۔ اسرائیلی جب صبح اٹھتے تو پودوں پر انہیں ترنجبین کی بہت بڑی مقدار ملتی جسے وہ مزے سے کھاتے۔ والمشھور انہ الترنجبین وھو شیٔ
یشبہ الصمغ حلو مع شیٔ من الحموضۃ کان ینزل علیھم کالطل (روح ص۲۶۳ ج۱) اور سلوٰی ایک قسم کی بٹیریں ہیں وھو طائر یشبہ السمانی او ھو السمانی بعینہ (روح ص۲۶۴ ج۱) کان یبعث علیھم الجنوب فتحشر
علیھم السلوٰی وھی السمانی فیذبح الرجل منھا ما یکفیہ (مدارک ص۳۹ ج۱) یعنی اللہ تعالیٰ جنوب کی طرف سے ہوا چلا دیتا جس کے ساتھ بٹیریں اڑتی چلی آتیں اور وہ انہیں پکڑ کر ذبح کرلیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک
سہولت بھی مہیا کی کہ بٹیریں ان سے بھاگتی نہیں تھیں وہ جب چاہتے پکڑ لیتے تھے۔ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ قرآن مجید میں گذشتہ واقعات کے سلسلہ میں جہاں کہیں صیغہ امر استعمال ہوگا اس سے پہلے قَالَ یا
قُلْنَا وغیرہ حسب موقع محذوف ہوگا (رضی ص) وقلنا لھم کلوا من الطیبات (مدارک ص۳۹ ج۱، روح ص۲۶۴ ج۱، قرطبی ص۴۰۶ ج۱) ۱۳۶ اسرائیلیوں نے اللہ کے انعامات کی ناشکری کی اور اس سے اللہ
کا انہوں نے کچھ نہیں بگاڑا بلکہ اپنا ہی نقصان کیا کیونکہ اس ناشکری کا وبال خود انہیں پر پڑا۔ بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ وہ صرف اتنا ہی من و سلوٰی جمع کریں جتنا وہ کھاسکیں اور آئندہ
کے لئے جمع نہ کریں مگر وہ حرص و لالچ کے بندے باز نہ آئے اور انہوں نے ذخیرہ اندوزی کرکے اللہ کی نافرمانی کی اور اس طرح انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ ۱۳۷ یہ پہلا عذاب ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تو میدانِ
تیہ ہی میں وفات ہوچکی تھی اور حضرت یوشع علیہ السلام آپ کے جانشین ہوچکے۔ ادھر بنی اسرائیل کے وہ بڑے بوڑھے سرکش بھی ختم ہوچکے تھے جنہوں نے جہاد سے انکار کیا تھا۔ اب حضرت یوشع علیہ السلام نے نوجوانوں کی نئی پود کو
جہادِ عمالقہ پر آمادہ کیا اور ملک شام کو فتح کرلیا اس کے بعد انہیں بیت المقدس کے شہر میں داخل ہونے کا حکم ملا یہاں القریہ سے مراد بیت المقدس کا شہر ہے۔ وھو اختیار قتادۃ والربیع وابی مسلم الاصفھانی

الله بیت المقدس (کبیر صفحہ ۵۳۳ ج ۱) ۸ الله یہاں دنیوی لذائذ سے متمتع ہونے کی اباحت فرمائی۔ وَادْخُلُوا الْبَابَ۔ الباب سے مراد بیت المقدس کا دروازہ ہے والمراد بھا علی المشھور احد ابواب بیت المقدس وتدعی الآن باب حطة قالہ ابن عباس (روح صفحہ ۲۶۲ ج ۱) وھو قول الضحاک ومجاھد وقتادة (کبیر صفحہ ۳۳۴ ج ۱) اور سجود سے مراد اصطلاحی سجدہ نہیں بلکہ محض انحنا اور جھکنا مراد ہے اور بعض نے اسے تواضع اور خضوع پر محمول کیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس سے مراد اصطلاحی سجدہ ہو یعنی پیشانی کا زمین پر رکھنا قال الحسن اراد بہ نفس السجود الذی ھو الصاق الوجہ بالارض (کبیر صفحہ ۵۳۳ ج ۱) امام رازی رحمہ اللہ نے اس پر اشکال وارد کیا ہے کہ اگر سجدہ سے مراد اصطلاحی سجدہ ہو تو سجدہ کی حالت میں دروازے سے داخل ہونا ناممکن ہے مگر اشکال صرف اسی صورت میں ہے جبکہ دروازے سے فصیلِ شہر کا دروازہ مراد ہو لیکن اگر دروازہ سے بیت المقدس کی مسجد کا دروازہ مراد ہو جیسا کہ امام نسفی فرماتے ہیں باب القبة التی کانوا یصلون الیھا (مدارک صفحہ ۳۹ ج ۱) اور سجداً حال مؤکدہ نہ ہو بلکہ حال مقدرہ ہو جیسا کہ یا یھا النبی انا ارسلنک شاھداً میں علامہ زمخشری نے لکھا ہے۔ (کشاف صفحہ ۴۳۴ ج ۲) تو اس صورت میں اصل عبارت یوں ہوگی وادخلوا باب المسجد مقدرین لکم السجود وقت حصولکم فیہ۔ اور مقصد یہ ہے کہ اس شہر میں کھانے پینے کی چیزیں کثرت اور فراوانی سے موجود ہیں۔ خوب فراغت سے کھاؤ پیو اور ساتھ ساتھ بطور شکر نعمت خدا کے گھر میں حاضر ہو کر اس کی عبادت بجا لاؤ۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ اسی معنی کو ترجیح دیتے ہیں ۹ الله حِطَّةٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ای مسئلتنا حطة (مدارک صفحہ ۴۰ ج ۱، کبیر صفحہ ۵۳۵ ج ۱) یعنی ہماری درخواست گناہوں کی معافی ہے نَغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ یہ ادخلوا اور قولوا دونوں کا جواب ہے۔ یعنی جب تم میری عبادت بجا لاؤ گے اور مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو گے تو میں تمہارے تمام گناہ معاف کر دونگا۔ سنزید المحسنین محسنین سے مخلصین کاملین مراد ہیں جیسا کہ حدیث جبریل میں احسان کی تفسیر میں ہے ان تعبد اللہ کانک تراہ مطلب یہ کہ گناہوں کی معافی تو ان سب کے لئے ہے جو مذکورہ حکم کی تعمیل کرینگے مگر مخلصین کو مزید انعام واکرام سے نوازا جائیگا۔ یا محسنین سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے ماضی میں خدا کی نافرمانی نہیں کی تھی مثلاً گوسالہ کی پوجا نہیں کی اور من وسلوی کا ذخیرہ نہیں کیا وغیرہ (قرطبی صفحہ ۴۱۵ ج ۱) ۱۲ الله ان میں سے جو نافرمان اور بدخو غلط کار تھے انہوں نے اللہ کی طرف سے تلقین کردہ الفاظ کو چھوڑ کر تمسخر واستہزاء کے طور پر کچھ اور ہی الفاظ اپنے شروع کر دیئے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ انہوں نے حِطَّةٌ کے بجائے حنطةٌ کی رٹ شروع کر دی (قرطبی صفحہ ۴۱۱ ج ۱، روح صفحہ ۲۶۲ ج ۱ وغیرہ) قولی مخالفت کے ساتھ ساتھ انہوں نے عملاً بھی اللہ کے حکم کی مخالفت کی۔ چنانچہ دروازے سے جھک کر گذرنے کے بجائے اکڑتے اور اتراتے ہوئے گذرے۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ

اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تیرا یقین نہ کریں گے جب تک کہ نہ دیکھ لیں اللہ

جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿۵۵﴾

کو سامنے ۷ الله پھر آلیا تم کو بجلی نے اور تم دیکھ رہے تھے

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۵۶﴾

پھر اٹھا کھڑا کیا ہم نے تم کو مر گئے پیچھے تاکہ تم احسان مانو ۷ الله ف۱

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ

اور سایہ کیا ہم نے تم پر ابر کا اور اتارا تم پر من اور

السَّلْوٰى كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا

سلوی ۵ الله کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو دیں۔ اور انہوں نے ہمارا کچھ

وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۵۷﴾ وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا

نقصان نہ کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے ۶ الله ف۲ اور جب ہم نے کہا داخل ہو

هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ

اس شہر میں ۷ الله ف۳ اور کھاتے پھرو اس میں جہاں چاہو فراغت سے ۸ الله اور

ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ

داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہتے جاؤ بخشدے ۹ الله تو معاف کر دینگے ہم تمہارے

خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِينَ

قصور اور زیادہ بھی دینگے نیکی والوں کو ف۴ پھر بدل ڈالا

ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى

ظالموں نے بات کو خلاف اس کے جو کہدی گئی تھی ان سے ۱۰ الله پھر اتارا ہم نے

الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۵۹﴾

ظالموں پر عذاب آسمان سے ۱۲ الله ان کی عدول حکمی پر ف۵ ﴿۵۹﴾

ع ۶ ۶

سا انعام سادس ۲

سا انعام سابع ۲

سا عذاب اول ۲

موضح القرآن ف۱ جب فرعون غرق ہوچکا اور بنی اسرائیل خلاص ہو کر چلے جنگل میں ان کے خیمے پھٹ گئے تو سارے دن ابر رہتا دھوپ کا بچاؤ اور اناج نہ پہنچا تو من وسلوی اترتا کھانے کو۔ من ایک چیز تھی میٹھی دھنیے کے سے دانے رات کو برستی لشکر کے گرد ڈھیر ہو رہتی صبح کو ہر آدمی اپنی قوت کے برابر چن لاتا۔ اور سلوی ایک جانور کا نام ہے شام کو لشکر کے گرد ہزاروں جانور جمع ہوتے اندھیرا پڑے پکڑ لاتے کباب کر کر کھاتے مدتوں تک یہی کھایا کئے ف۲ اس جنگل میں پھنسے تھے اپنی تقصیر سے سورۂ مائدہ میں اس کا بیان ہے پھر ایک کھانے سے تھک گئے تب ایک شہر میں پہنچایا اور حکم کیا کہ دروازے میں سجدہ کر کر جاؤ اور حطة کہو یعنی گناہ اترے۔ ف۳ یعنی ٹھٹھے سے حطة کے بدلے کہنے لگے حنطة یعنی گیہوں اور سجدے کے بدلے لگے سرین پر پھسلنے پھر شہر میں جا کر ان پر طاعون پڑی یعنی وبا پھوڑے کی دو پہر میں قریب ستر ہزار آدمی مرے۔

فتح الرحمن ف۱ بنی اسرائیل مامور شدند بجہاد عمالقہ وایشاں دراں باب تغافل کردند پس معاقب شدند بافتادن در بیابان چہل سال و آنجا چوں آب طعام وخیمہ مفقود شد خدائے تعالی بدعا موسی علیہ السلام من وسلوی نازل ساخت واز سنگے دوازدہ چشمہ رواں کرد وابر را سایہ بآں گردانید۔ قدر ایں نعمتہا نشناختند وکفر نعمت کردند اشارت بدیں قصہ است ایں آیت ۱۲ ف۲ یعنی دیہی کہ در زمان حضرت موسی فتح شدہ بود ۱۲

وَاِذِ اسۡتَسۡقٰى مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبْ بِّعَصَاكَ

اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے ۱۲۲ تو ہم نے کہا مار اپنے عصا کو

الۡحَجَرَ‌ؕ فَانۡفَجَرَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا‌ؕ

پتھر پر سو بہہ نکلے اس میں سے بارہ چشمے ۱۲۳

قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ‌ؕ كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا

پہچان لیا ہر قوم نے اپنا گھاٹ والے کھاؤ اور پیو

مِنۡ رِّزۡقِ اللّٰهِ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ ﴿۶۰﴾

اللہ کی روزی اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے ۱۲۴ ف ۱

وَاِذۡ قُلۡتُمۡ يٰمُوۡسٰى لَنۡ نَّصۡبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ

اور جب کہا تم نے اے موسیٰ ہم ہرگز صبر نہ کریں گے ایک ہی طرح کے کھانے پر ۱۲۵

فَادۡعُ لَنَا رَبَّكَ يُخۡرِجۡ لَنَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ

سو دعا مانگ ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے کہ نکال دے ہمارے واسطے جو اُگتا ہے زمین سے

مِنۡۢ بَقۡلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوۡمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا‌ؕ

ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز

قَالَ اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِىۡ هُوَ اَدۡنٰى بِالَّذِىۡ هُوَ

کہا موسیٰ نے کیا لینا چاہتے ہو وہ چیز جو ادنیٰ ہے بدلے اس چیز کے جو

خَيۡرٌ‌ؕ اِهۡبِطُوۡا مِصۡرًا فَاِنَّ لَكُمۡ مَّا سَاَلۡتُمۡ‌ؕ وَ

بہتر ہے ۱۲۶ اترو کسی شہر میں تو تم کو ملے گی جو مانگتے ہو اور

ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ

ڈالی گئی ان پر ذلت اور محتاجی ۱۲۷ اور پھرے اللہ کا غضب

مِّنَ اللّٰهِ‌ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

لے کر یہ اس لئے ہوا کہ نہیں مانتے تھے احکام خداوندی کو ۱۲۸

۱۲۱ جن لوگوں نے خدا کی نافرمانی کی اور اس کے حکم کو تمسخر سے بدل دیا ان پر آسمانی عذاب نازل کیا گیا۔ یہ عذاب طاعون کی بیماری کی صورت میں ان پر مسلط کیا گیا۔ والمراد به الطاعون (بیضاوی ص۲۵ ج۱) وقال ابن زید بعث اللہ علیہم الطاعون (کبیر ص۵۲۴ ج۱) بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ یہ عذاب ان پر ان کی مسلسل نافرمانی کی وجہ سے نازل کیا گیا۔ بسبب فسقهم المستمر (ابوالسعود ص۵۳۹ ج۱) ۱۲۲ یہ آٹھواں انعام ہے۔ یہ واقعہ بھی میدانِ تیہ میں پیش آیا۔ وہاں جب اسرائیلیوں کو پیاس لگی تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پانی کا مطالبہ کیا۔ جمھور المفسرین اجمعوا علٰی ان ھذا الاستسقاء کان فی التیہ (کبیر ص۵۴۴ ج۱) تو انہوں نے خدا کے حکم سے پتھر پر عصا مارا جس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اِضۡرِبْ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ الحجر میں الف لام عہد کے لئے ہے۔ اور اس سے کسی مخصوص اور معین پتھر کی طرف اشارہ ہے کان حجرا معینًا بدلیل انه عرفه بالالف اللام۔ (معالم ص۵۵ ج۱) ۱۲۳ اسرائیلیوں کے بارہ قبیلے تھے اور ان میں باہم منافرت اور نا اتفاقی تھی اس لئے ہر قبیلے کے لئے الگ الگ چشمہ جاری کر دیا کہ کہیں پانی پیتے پیتے آپس میں برسر پیکار نہ ہو جائیں لکونھم کانوا اثنی عشر سبطا وکان بینهم تضاغن وتنافس فاجری اللہ تعالٰی لکل سبط عینا یردھا لا یشرک فیھا احد من السبط الاٰخر فی الاشارۃ الشحناء۔ (روح ص۲۷ ج۱) قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ‌ؕ یعنی ہر قبیلے کو اپنی گھاٹ معلوم ہوگئی اور ہر قبیلے کو بتا دیا گیا کہ وہ صرف اپنی ہی گھاٹ سے پانی پی سکتے ہیں۔ ۱۲۴ یعنی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاؤ پیو اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اور اس کا دیا ہوا رزق کھا پی کر اس کی زمین پر اس کی نافرمانی کرکے شر و فساد مت بپا کرو مفسدین حال مؤکدۃ لعاملھا۔ (شرح شذور الذہب ابن ہشام ص۲۴۲) ۱۲۵ یہ دوسرا عذاب ہے۔ یہ واقعہ بھی میدان تیہ کا ہے۔ جب بنی اسرائیل سالہا سال تک ایک ہی طرز کا کھانا یعنی من و سلویٰ کھا کھا کر اکتا گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کی شکایت کی اور کہا کہ وہ اللہ سے درخواست کریں کہ وہ ہمارے لئے مختلف قسم کی ترکاریاں اور غلے پیدا کرے فَادۡعُ لَنَا رَبَّكَ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرنے کی درخواست کی کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی دعا اقرب الی الاجابۃ ہوتی ہے۔ اس سے زندہ بزرگ سے دعا کرانے کا جواز نکلتا ہے۔ وَفُوۡمِهَا۔ فوم کے معنی گیہوں اور لہسن دونوں کے آتے ہیں لیکن یہاں لہسن مراد ہے۔ وھو مروی عن ابن عباس ومجاھد واختیار الکسائی (کبیر ص۵۴۳ ج۱) ۱۲۶ استفہام اظہار تعجب کیلئے ہے یعنی تعجب ہے کہ تم عمدہ چیز کے عوض گھٹیا چیز کا مطالبہ کر رہے ہو۔ من و سلویٰ کی ان کی طلب کردہ اشیاء پر ترجیح اور افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ من و سلویٰ ایک قیمتی اور نہایت لذیذ غذا ہے اور ترکاریوں کی نسبت زیادہ مفید بھی ہے نیز ان کے حاصل کرنے میں کوئی تکلیف و دقت نہیں (روح ص۲۷ ج۱) اِهۡبِطُوۡا مِصۡرًا فَاِنَّ لَكُمۡ مَّا سَاَلۡتُمۡ‌ؕ ان کا مطالبہ منظور ہوا اور انہیں اجازت مل گئی کہ وہ قرب و جوار کے کسی شہر میں چلے جائیں۔ انہیں منہ مانگی چیزیں مل جائیں گی۔ ۱۲۷ الذلۃ سے مراد رسوائی اور المسکنۃ سے مراد فقر و احتیاج ہے والذلة الذل والصغار والمسكنة الفقر (قرطبی ص۴۳۰ ج۱) اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانی اور ضد و عناد کی وجہ سے بنی اسرائیل پر ذلت و رسوائی اور تنگدستی و محتاجی ہمیشہ کے لئے مسلط کر دی گئی۔ دنیا میں یہ قوم جہاں بھی ہے ذلیل و خوار اور فقیر و محتاج ہے۔ اگر ان میں دولتمند ہیں بھی تو گنتی کے چند آدمی باقی سب عوام تو ان کا شمار دنیا کی مفلس ترین اقوام میں ہے اب اسرائیلیوں کی ایک چھوٹی سی حکومت بھی دنیا کے نقشہ پر نمودار ہوگئی ہے مگر یہ حکومت حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔ امریکہ نے مشرق وسطیٰ میں اپنے مخصوص سیاسی مفادات کے پیش نظر ایک کاغذی ڈھانچہ سا کھڑا کر رکھا ہے اس کی اپنی کوئی طاقت نہیں اور نہ ہی کوئی منفرد پالیسی ہے اگر آج امریکہ اس کی امداد سے دست کش ہو جائے تو سورج ڈھلنے سے پہلے اسرائیلی حکومت کی ہڈی پسلی ٹوٹ جائے۔ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ باءو کے معنی یہاں استحقوا اور استوجبوا کے ہیں (کبیر ص۵۴۴ ج۱، ابن کثیر ص۱۰۳ ج۱، روح ص۲۷ ج۱) یعنی قوم بنی اسرائیل کفر و عصیان اور قتل انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے غضب الٰہی کی مستحق ٹھہری

موضح القرآن ف ۱ اس جنگل میں پانی نہ ملا تو ایک پتھر سے بارہ چشمے نکلے بارہ قوم تھے کسی میں لوگ زیادہ کسی میں کم ہر قوم کے موافق ایک چشمہ تھا اس سے پہچان لیا جب لشکر کوچ کرتا تو وہ پتھر ساتھ اٹھا لیتے جب قیام ہوتا تو رکھ دیتے۔

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی بنی اسرائیل دوازدہ قبیلہ بودند برائے ہر قبیلہ یک چشمہ معین شد ۱۲

انعام ہشتم

عذاب ثانی ۲

۱۲۸ھ آیات سے اللہ کی توحید کی آیتیں مراد ہیں یا اس سے مراد کتب سماویہ اور معجزات انبیاء ہیں ای یکذبون بآیات اللہ ای بکتابہ ومعجزات انبیائہ کعیسیٰ ویحیٰی وزکریا ومحمد علیہم السلام۔ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ یہ مضارع بھی کانوا کے تحت داخل ہے کان ماضی جب کسی فعل مضارع پر داخل ہو تو اس سے عام طور پر فعل میں دوام و استمرار کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ تکذیب آیات اور قتل انبیاء ان کی عادت مستمرہ ہو چکی تھی۔ ایک طرف تو وہ توحید کا انکار کرتے تھے اور دوسری طرف توحید بیان کرنے والے انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے تھے۔ اور یہی ان کے استحقاقِ غضب کا سبب ہے بِغَیْرِ الْحَقِّ کی قید سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام تو معصوم ہوتے ہیں اس لئے ان کا قتل صرف ناحق ہی ہو سکتا ہے پھر بغیر الحق کی قید بڑھانے سے کیا فائدہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قتل انبیاء علیہم السلام ایک بہت بڑا گناہ اور عظیم جرم ہے اس لئے اس کی قباحت اور شناعت کو تاکید کے ساتھ بیان کرنے کے لئے اس قید کی صراحت کی گئی۔ تعظیم للشنعۃ والذنب الذی اتوہ (قرطبی ۴۳۱ ج ۱) **۱۲۹ھ** ذٰلِکَ سے کفر بالآیات اور قتل انبیاء کی طرف اشارہ ہے اشارۃ الی الکفر والقتل الواقعین سببًا لما تقدم (روح ۲۷۷ ج ۱) بِمَا میں با سببیہ اور ما مصدریہ ہے خدا کی نافرمانی اور حدود شکنی نے انہیں اس حد تک پہنچا دیا کہ وہ آیاتِ الٰہی کی تکذیب اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنے لگے۔ کیونکہ جس طرح چھوٹی چھوٹی نیکیاں بڑی نیکیوں کی طرف لے جاتی ہیں اسی طرح بعض اوقات چھوٹے چھوٹے گناہ بڑے گناہوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ ای جرھم العصیان والتمادی فی العدوان الی ما ذکر من الکفر وقتل الانبیاء علیہم السلام فان صغار الذنوب اذا دووم علیہا ادت الی کبارھا کما ان مداومۃ صغار الطاعات مؤدیۃ الی تحری کبارھا۔ (ابو السعود ۵۴۸ ج ا کذا فی البیضاوی ۵۴) یہاں تک نوع اول کی تفصیل تھی۔ **۱۳۰ھ** یہ آیت نوعِ اول کا تتمہ ہے اور الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے ای من اٰمن بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم (بحر ۲۴۰ ج ۱) وَالَّذِیْنَ هَادُوْا۔ یہودیت کے پیرو یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت وَالنَّصٰرٰی دین عیسوی کے متبعین وَالصّٰبِئِیْنَ یہ لوگ بھی اہل کتاب ہی کا ایک گروہ ہیں فرقۃ من اہل الکتاب (ابن کثیر ۱۰۳ ج ۱) مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ہر فرقہ اپنے لقب اور نام پر خوش ہے مگر اصل ذریعہ نجات یہ القاب اور انتسابات نہیں ہیں بلکہ نجات کا مدار تو ایمان اور عملِ صالح پر ہے۔ یہاں یہ شبہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ آیت میں صرف اللہ پر ایمان لانے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ صرف اللہ پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا ضروری نہیں تو اس کا جواب یہ ہے۔ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو اس کی تمام صفات کمال اور نعوت جلال میں وحدہٗ لاشریک یکتا اور بے مثل مانا جائے اور اسکے تمام احکام کی تعمیل کی جائے لہٰذا یہ جملہ ایمان بالرسل، ایمان بالکتب، ایمان بالملٰئکہ وغیرہ سب کو شامل ہے۔ قد دخل فی الایمان باللہ الایمان بما اوجبہ اعنی الایمان برسلہ (کبیر ۵۵ ج ا) دوسری بات یہ ہے یہاں ایمان باللہ کا ذکر اجمالی ہے و قرآن مجید کی دوسری آیتوں میں اسکی تفصیل موجود ہے چنانچہ سورۂ حجرات رکوع ۲ میں ارشاد ربانی ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ اس آیت میں صاف اعلان کر دیا گیا ہے کہ مومن صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اللہ کے تمام رسولوں پر بھی ایمان لائیں اور ایمان بھی ایسا لائیں جو ریب و تردد اور ہر قسم کے شکوک و شبہات سے پاک ہو اور پھر ان کی عملی زندگی بھی اس ایمان کے عین مطابق ہو اور رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ

وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا

اور خون کرتے تھے نبیوں کا ناحق یہ اس لئے کہ نافرمان تھے

وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝۶۱ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ

اور حد پر نہ رہتے تھے ۱۲۹ھ بے شک جو لوگ مسلمان ہوئے ۱۳۰ھ اور جو لوگ

هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابئین جو ایمان لایا (ان میں سے) اللہ پر

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ

اور روز قیامت پر اور کام کئے نیک تو ان کیلئے ہے ان کا ثواب ان کے

رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۶۲ وَ

رب کے پاس اور نہیں ان پر کچھ خوف اور نہ وہ غمگین ہوں گے ف۱ ف۱ اور

اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ

جب لیا ہم نے تم سے قرار ۱۳۱ھ اور بلند کیا تمہارے اوپر کوہ طور کو

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ

کہ پکڑو جو کتاب ہم نے تم کو دی زور سے ۱۳۲ھ اور یاد رکھو جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم

تَتَّقُوْنَ ۝۶۳ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْ

ڈرو ف۲ پھر تم پھر گئے اس کے بعد ۱۳۳ھ سو اگر

لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۶۴

نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اس کی مہربانی تو ضرور تم خراب ہوتے ۱۳۴ھ

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى

اور تم (اے موجودہ اسرائیلیو) خوب جان چکے ہو جنہوں نے تم میں سے زیادتی کی تھی ہفتہ کے

السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ۝۶۵

دن میں ۱۳۵ھ تو ہم نے کہا ان سے ہو جاؤ بندر ذلیل ۱۳۶ھ

ع ۷

موضح القرآن ف۱ یعنی کسی فرقے پر موقوف نہیں یقین لانا شرط ہے اور عمل نیک اپنے اپنے وقت میں جس نے یہ کیا ثواب پایا یہ اس واسطے فرمایا کہ بنی اسرائیل اس پر مغرور رہتے کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں ہم ہر طرح خدا کے یہاں بہتر ہیں۔ یہودی کہتے ہیں حضرت موسیٰ ؑ کی امت کو اور نصاریٰ کہتے ہیں حضرت عیسیٰ ؑ کی امت کو، صابئین بھی ایک فرقہ ہیں حضرت ابراہیم ؑ کو مانتے ہیں۔ **ف۲** جب تورات اتری تو کہنے لگے ہم سے اتنے حکم نہ ہو سکیں گے تب پہاڑ اوپر آیا کہ گر پڑے تب ڈر کر قبول کیا۔

فتح الرحمٰن ف۱ حاصل معنی آیت آنکہ آدمی در اصل از ہر فرقہ کہ باشد چوں ایمان آورد از اہل نجات بود خصوصیت فرقہ معتبر نیست ۱۲

اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان لائیں اور سب کو اللہ کے سچے رسول مانیں ایسا نہ ہو کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۝ (سورہ نساء ع ۲۱) اس آیت سے دونوں باتیں واضح طور پر معلوم ہو گئیں۔ اول یہ کہ جس طرح اللہ پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اس کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ دوم یہ کہ بلا تفریق تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانا ضروری ہے۔ بعض پر ایمان لانا اور بعض پر ایمان نہ لانا نجات اور ایمان کے لئے کافی نہیں ہے۔ بعض پیغمبروں کا انکار تمام پیغمبروں کے انکار کے برابر ہے۔ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یوم آخرت اور اس میں جو کچھ ہونے والا ہے سب پر ایمان لائے۔ تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ یوم آخرت پر ایمان اٰمَنَ بِاللّٰہِ میں داخل ہے لیکن اس کے باوجود اس کا ذکر صراحت سے کیا گیا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اگرچہ آخرت پر ایمان رکھتے تھے مگر ان کا تصور آخرت قرآن کے پیش کردہ تصور سے بالکل جداگانہ تھا وہ سمجھتے تھے کہ آخرت میں صرف یہودی یا نصرانی ہی جنت میں جائیں گے۔ ان کے سوا اور کوئی جنت میں نہیں جانے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یوم آخر پر ایمان لانے کا علیحدہ ذکر فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ آخرت پر اس طرح ایمان لانا ضروری ہے جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے ذریعے اس کے احوال بیان فرمائے ہیں کہ آخرت میں کسی قوم یا گروہ کی اجارہ داری نہیں ہوگی بلکہ وہاں صرف ایمان اور عمل صالح کام آئیں گے۔

نوعِ ثانی

(اس میں نزول قرآن کے وقت موجود بنی اسرائیل کے باپ دادوں کی تین خباثتیں اور شرارتیں بیان کی گئی ہیں۔)

۱۳۱ھ یہ پہلی خباثت ہے۔ یہاں میثاق سے مراد تورات پر عمل کرنے کا عہد و میثاق ہے بقول ما فی التوریۃ (مدارک ص ۴۶ ج ۱) بالمحافظۃ علی ما فی التوراۃ (ابو السعود ص ۵۵ ج ۱) وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ جب موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر آئے اور بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اس پر عمل کرو تو انہوں نے کہا کہ یہ احکام سخت ہیں جب تک اللہ خود ہم سے ہمکلام نہ ہو اور اسے ہم اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں ہم نہیں مانیں گے جس طرح آج کل مغرب زدہ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کے احکام سخت ہیں جو موجودہ زمانے کے لئے غیر مفید ہیں اس لئے ان میں ترمیم ہونی چاہیئے۔ اس پر انہیں صاعقہ بھیج کر ہلاک کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر انہیں دوبارہ زندہ کر دیا گیا مگر اس کے بعد پھر بھی وہ تورات کو ماننے پر تیار نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ کو اٹھا کر ان کے سروں پر کھڑا کر دیا اور فرمایا کہ تورات پر عمل کرنے کا عہد کرو ورنہ پہاڑ گرا کر تمہیں ہلاک کر دیا جائیگا تو اس پر سب نے تورات پر عمل کرنیکا عہد کیا۔ یہاں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ دین میں تو جبر و اکراہ نہیں تو پھر اسرائیلیوں پر پہاڑ لٹکا کر انہیں تورات پر عمل کرنے پر کیوں مجبور کیا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابتداءً قبول اسلام پر کسی کو مجبور کرنے کی اسلام میں قطعاً کوئی اجازت نہیں البتہ قبول اسلام کے بعد اگر کوئی شخص اسلام کے دستور حیات سے بغاوت کرے گا تو اسے ہرگز برداشت نہیں کیا جائیگا۔ اسلام صرف چند مذہبی رسوم و احکام کا نام نہیں بلکہ وہ احکم الحاکمین کی حکومت و سلطنت کا کامل دستور اور مکمل آئین ہے اس لئے اسے قبول کرنے کے بعد اس سے بغاوت کو بشرط ضرورت جبر و اکراہ اور قوت و طاقت کے ذریعے روکا جائیگا بشرطیکہ حکومت اسلامی ہو۔ جیسا کہ دنیا کی تمام حکومتوں کا اصول ہے کہ وہ اپنے دستور اور آئین سے بغاوت و سرکشی کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتیں۔ اسرائیلی چونکہ اسلام قبول کر چکے تھے اور اب اس کے دستور (یعنی تورات) سے جو اس وقت اسلام کا دستور تھا سے بغاوت کر رہے تھے۔ اس لئے اسے برداشت نہیں کیا گیا اور بجبر و اکراہ ان سے تورات پر عمل کرنے کا عہد لیا گیا۔ **۱۳۲ھ** اس سے پہلے قُلْنَا محذوف ہے یعنی ہم نے کوہ طور ان کے اوپر کھڑا کر کے ان سے کہا کہ تورات کی صورت میں جو احکام ہم نے تمہیں دیئے ہیں ان کی سختی سے پابندی کرو وَاذْکُرُوْا مَا فِیْہِ اور اس کتاب کو درس و تدریس کے ذریعے یاد رکھو اس میں غور و فکر کرو اور اس کے امر و نہی پر عمل کرو واحفظوا ما فیہ وادرسوہ ولا تنسوہ ولا تغفلوا عنہ (مدارک ص ۴۲ ج ۱، کبیر ص ۵۵۲ ج ۱) ای تدبروہ واحفظوا اوامرہ ووعیدہ ولا تنسوہ ولا تضیعوہ (قرطبی ص ۴۳۷ ج ۱) لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم دنیا کی تباہی اور آخرت کے عذاب سے بچ سکو لکی تنجوا من الھلاک فی الدنیا والعذاب فی العقبیٰ (معالم ص ۴۸ ج ۱) **۱۳۳ھ** یہ اشارہ مذکورہ عہد و پیمان کی طرف ہے یعنی پختہ عہد و پیمان کے بعد پھر تم نے حسب عادت قدیمہ اس سے اعراض کیا۔ اور اسے پس پشت ڈال دیا من بعد اخذ ذلک المیثاق المؤکد (ابو السعود ص ۵۵۵ ج ۱) ای اعرضتم عن الوفاء بالمیثاق بعد اخذہ وخالفتم (روح ص ۲۸۲ ج ۱) **۱۳۴ھ** لیکن اس عہد شکنی کے باوجود اللہ نے اپنی خاص نوازش و مہربانی سے تمہیں موقع پر فوراً ہلاک نہ کیا اور سنبھلنے کے لئے تمہیں مزید مہلت دیدی اگر وہ ایسا نہ کرتا تو دنیا سے کب کا تمہارا نام و نشان مٹ چکا ہوتا۔ ولولا فضل اللہ تعالیٰ علیکم بالامھال وتاخیر العذاب لکنتم من الھالکین (ابو السعود ص ۵۵۵ ج ۱) **۱۳۵ھ** سبت یعنی ہفتہ کا دن دین یہود میں متبرک و مقدس دن تھا جیسا کہ مسلمانوں کے لئے جمعہ اور عیسائیوں کے لئے اتوار ہے ہفتہ کے دن انہیں مچھلی کے شکار سے روکا گیا تھا مگر انہوں نے خدا کے اس حکم کی پرواہ نہ کی اور ہفتہ کے دن بھی شکار سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عبرتناک سزا دی جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ یہ واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں پیش آیا اور جن اسرائیلیوں کا یہ واقعہ ہے وہ ساحل سمندر پر واقع ایلہ نامی گاؤں کے باشندے تھے (روح ص ۲۸۳ ج ۱، کبیر ص ۵۵۳ ج ۱) **۱۳۶ھ** ہم نے ان کی شکلیں مسخ کر دیں اور انہیں ذلیل بندر بنا دیا یہ مسخ حقیقی اور حسی تھا مجازی اور معنوی نہیں تھا اور مسخ کے بعد تین دن کے اندر اندر سب ہلاک ہو گئے۔ وظاھر القرآن انھم مسخوا قردۃ علی الحقیقۃ وعلی ذلک جمھور المفسرین وھو الصحیح ...... ولم یعیشوا اکثر من ثلثۃ ایام (روح ص ۲۸۳ ج ۱) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے موجودہ بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا کہ اپنے اسلاف کے عصیان و عدوان کا یہ واقعہ تو تم اچھی طرح جانتے ہو یہ تمہاری آبائی تاریخ کا ایک مسلّم واقعہ ہے اور ان کا جو حشر ہوا وہ بھی تمہیں بخوبی معلوم تو اب اس واقعہ سے اندازہ کر لو کہ اگر تم اسی طرح عصیان و عدوان اور تمرد و سرکشی میں رہے تو تم پر بھی قہر خداوندی نازل ہو کر رہے گا۔ انہ تعالیٰ لما اخبرھم بما عامل بہ اصحاب السبت فکانہ یقول لھم اما تخافون ان ینزل علیکم بسبب تمردکم ما نزل علیھم من العذاب فلا تغتروا بالامھال الممدود علیکم (کبیر ص ۵۵۳ ج ۱) **۱۳۷ھ** ھا کی ضمیر مذکورہ سزا کی طرف راجع ہے نَکَالًا نکال کے معنی عبرت کے ہیں نکالا عبرۃ تنکل المعتبر بھا ای تمنعہ وتردعہ (ابو السعود ص ۵۵۵ ج ۱) لِّمَا بَیْنَ یَدَیْھَا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس واقعہ کے ظہور کے وقت قرب و جوار میں موجود تھے۔ ای لمن قرب منھا (بحر ص ۲۴۲ ج ۱) لما حولھا من القری (بحر ص ۲۴۲ ج ۱) وَمَا خَلْفَھَا وہ لوگ جو اس زمانہ کے بعد ہوں گے۔ ای من جاء بعدھم (بحر) وما یحدث بعدھا من القری التی لم تکن (بحر) یعنی ہم نے اس سزا کو موجودہ لوگوں اور آنے والی نسلوں کے لئے عبرت بنا دیا کہ وہ اسے یاد کر کے خدا سے ڈرتے رہیں اور اس کی نافرمانی کی جرأت نہ کر سکیں وَمَوْعِظَۃً لِّلْمُتَّقِیْنَ متقین سے بنی اسرائیل کے وہ لوگ مراد ہیں جو اسرائیلیوں کو سبت میں شکار کرنے سے روکتے تھے۔ یہ واقعہ ان کے لئے بھی نصیحت آموز ہے اور اللہ کی اطاعت اور اس کی حدود کی پابندی کرنے کی زیادہ سے زیادہ ترغیب دیتا ہے یا متقین سے عام پرہیزگار اور خدا ترس لوگ مراد ہیں الذین نھوھم عن الاعتداء من صالحی قومھم او لکل متق سمعھا (مدارک ص ۴۲ ج ۱) **۱۳۸ھ** یہ دوسری خباثت ہے۔ اللہ نے بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا مگر وہ خبث باطن کی وجہ سے اس حکم کو مذاق سمجھنے لگے اور اس معاملہ کو چالیس سال تک ٹالتے رہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ گائے ذبح کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص کو اس کے عزیزوں نے اس کی دولت حاصل کرنے کے لئے رات کی تاریکی میں قتل کر دیا۔ صبح ہوئی تو شور و غل بپا کر دیا اور معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ہدایات حاصل کر کے انہیں گائے ذبح کر کے اس کا کوئی حصہ مقتول کے جسم سے لگانے کا حکم دیا تاکہ وہ زندہ ہو کر اپنے قاتل کا پتہ بتا دے۔ اس واقعہ کا پہلا حصہ بعد میں وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْھَا میں مذکور ہے اور وَاِذْ قَالَ

لہ ان روایات کے متعلق حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں۔ والظاھر انھا ماخوذۃ من کتب بنی اسرائیل وھی مما یجوز نقلھا ولکن لا تصدق ولا تکذب فلھذا لا یعتمد علیھا الا ما وافق الحق عندنا واللہ اعلم (ابن کثیر ص ۱۱۰ ج ۱) س۔ ب

مُوسٰی لِقَوْمِہٖ میں واقعہ کا آخری حصہ مذکور ہے۔ واقعہ کی ترتیب کو اس لئے بدلا گیا تاکہ ایک ہی واقعہ سے متعلق ان کی دو خباثتوں کی واضح طور پر نشاندہی کی جاسکے اول گائے ذبح کرنے کے سلسلے میں پس وپیش اور ٹال مٹول دوم بے گناہوں پر قتل کا الزام۔ اگر واقعہ کو اصل ترتیب سے ذکر کیا جاتا تو اس سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ دو مستقل واقعے ہیں جیسا کہ گذشتہ واقعات کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ وَاِذْ سے جتنے واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ سب مستقل واقعات ہیں۔ نیز بعض روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ گائے ذبح کرنے کے حکم اور گائے حاصل کرکے ذبح کرنے کے درمیان چالیس سال کا طویل وقفہ تھا (مدارک صـ۴۲ ج ۱، کبیر صـ۵۶۲ ج ۱) نعش کا اتنا عرصہ بے گور وکفن پڑا رہنا اور پھر متعفن نہ ہونا یہ امور بھی عقل وقیاس سے بعید ہیں۔ اس سے بھی اشارہ ملتا ہے کہ یہ ایک واقعہ نہیں بلکہ دو مستقل واقعے ہیں ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ پہلے انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہو طویل پس وپیش اور جستجو کے بعد جب وہ مطلوبہ گائے حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے ہوں تو قتل کا واقعہ پیش آگیا ہو اور انہیں اس گائے کا گوشت مقتول

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَ

پھر کیا ہم نے اس واقعہ کو عبرت ۱۳۷ ان لوگوں کے لئے جو وہاں تھے اور جو پیچھے آنے والے تھے اور

مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ

نصیحت ڈرنے والوں کے واسطے ف۱ اور جب کہا موسیٰؑ نے اپنی قوم سے

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا

اللہ فرماتا ہے تم کو ذبح کرو ایک گائے ۱۳۸ ف۱ وہ بولے کیا تو ہم

هُزُوًا ۭ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾

سے ہنسی کرتا ہے ۱۳۹ کہا پناہ خدا کی کہ ہوں میں جاہلوں میں سے

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۭ قَالَ اِنَّهٗ

بولے کہ پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بتادے ہم کو کہ وہ گائے کیسی ہے ۱۴۰ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ

يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ

ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ بن بیاہی درمیان میں ہے

ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ

بڑھاپے اور جوانی کے اب کر ڈالو جو تم کو حکم ملا ہے بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے

يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ

کہ بتادے ہم کو کیسا ہے اس کا رنگ ۱۴۱ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے

صَفْرَاۗءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا ادْعُ

زرد خوب گہری ہے اس کی زردی خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو بولے دعا کر

لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ

ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتادے ہم کو کس قسم کی ہے وہ ۱۴۲ کیونکہ اس گائے میں شبہ پڑا ہے ہم کو

وَاِنَّآ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ

اور ہم اگر اللہ نے چاہا تو ضرور راہ پالیں گے کہا وہ فرماتا ہے

کے بدن سے لگانے کا حکم دیا گیا ہو تاکہ وہ زندہ ہوکر اپنے قاتل کی نشاندہی کرے وقیل انہ یجوز ان یکون ترتیب نزولہا علی موسیٰ علیہ السلام علی حسب تلاوتہا بان یامرھم اللہ تعالیٰ بذبح البقرۃ ثم یقع القتال فیؤمروا بضرب بعضہا (روح صـ۲۹۵ ج ۱، قرطبی صـ۴۴۵ ج ۱) لیکن ایک سوال باقی رہ جائیگا کہ اس صورت میں گائے ذبح کرنے کے حکم کی وجہ کیا ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک واقعہ ہونے کی صورت میں جس چیز کو مفسرین کرام نے ذبح کیلئے گائے ہی کو منتخب کرنے کی حکمت کہا ہے اس صورت میں وہی ذبح بقرہ کی علت ہوگی مصریوں کے پاس مدتوں رہنے کی وجہ سے اسرائیلی بھی گوسالہ پرستی کے شرک میں مبتلا ہوچکے تھے۔ وہ گائے کی پوجا کرتے اور اس کی تعظیم بجالاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے باوجود انہیں گوسالہ پرستی سے قدرے انس باقی تھا اگرچہ عملی طور پر وہ گائے کی پوجا نہیں کرتے تھے لیکن گوسالہ پرستی سے وہ پورے طور متنفر بھی نہیں تھے جبھی تو سامری کے گوسالہ کو دیکھتے ہی اسکے سامنے سجدہ ریز ہوگئے اس لئے ان کے سابق معبود کو ان کی نظروں میں ذلیل کرنے اور انہیں اس کی عبادت سے کلی طور پر متنفر کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تاکہ توحید کی جڑیں انکے دلوں کی گہرائیوں میں پھیل کر خوب مضبوط ہوسکیں۔ وقیل انما امروا بذبح البقرۃ دون غیرھا من البہائم لانہا افضل قرابینہم ولعبادتہم العجل فاراد اللہ ان یہون معبودھم عندھم (مدارک صـ۴۲ ج ۱) وانما اختص البقر من سائر الحیوانات لانہم کانوا یعظمون البقر ویعبدونہا من دون اللہ فاختبروا بذلک الخ (بحر صـ۲۵۰ ج ۱) ۱۳۹ اسرائیلی سمجھے کہ گائے تو ایک مقدس اور معظم جانور ہے بھلا اللہ تعالیٰ اسے ذبح کرنے کا حکم کس طرح دے سکتا ہے یا انہوں نے ذبح بقرہ کے ذریعے قاتل کے پتہ لگانے کو بعید از عقل سمجھا اس لئے کہا ہونہ ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام ہم سے ہنسی مذاق کررہے ہیں۔ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ کیونکہ احکام خداوندی کی تبلیغ میں تمسخر کرنا جاہلوں اور بیوقوفوں کا کام ہے اور انبیاء علیہم السلام کو یہ چیز زیب نہیں دیتی لان الہزء فی اثناء تبلیغ امر اللہ سبحانہ جہل وسفہ (ابو السعود صـ۵۵ ج ۱) ۱۴۰ اب یہاں سے اسرائیلیوں کے تعنت اور حکم خداوندی کے امتثال میں لیت ولعل کا سلسلہ شروع ہوتا ہے یہاں مَا هِيَ کے ذریعے گائے کی حقیقت مختصہ سے سوال نہیں ہے بلکہ یہ سوال محض ایضاح حال کیلئے ہے لَا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ یعنی وہ نہ بوڑھی ہو اور نہ بچی الفارض اسم للمسنۃ التی انقطعت ولادتہا من الکبر والبکر اسم للصغیرۃ التی لم تلد من الصغر (روح صـ۲۹۶ ج ۱) عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ یہ ماقبل کی تاکید ہے عوان اسے کہتے ہیں جو مذکور دونوں عمروں کے درمیان ہو وسط بین السنین (معالم صـ۵۷ ج ۱) ای لا ھی صغیرۃ ولا ھی مسنۃ (قرطبی صـ۴۴۸ ج ۱) فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ یعنی حکم کی تعمیل کرو اور زیادہ سوال وجواب نہ کرو۔ ای من ذبح البقرۃ ولا تکثروا السوال

موضح القرآن ف۱ یہ قصہ سورۂ اعراف میں ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید شخصے را از بنی اسرائیل کشتہ یافتند وکشندۂ آں معلوم نبود خدا تعالیٰ حکم فرمود کہ گاوے را ذبح کنند وبعضوی از آں مقتول را بزنند تا زندہ شود واز قاتلان خود خبر دہد القصہ گاؤ را بمبلغ خطیر خریدہ کردند وبزدند مقتول زندہ شد وپسران عم خود را نام برد کہ ایشان کشتند پس قاتلاں را بقصاص رسانیدند واں بار قاتل را از میراث محروم ساختند واللہ اعلم ۱۲

ولا تتعنتوا (روح ص۲۸۳ ج ۱) تجديد للامر وتاكيد وتنبيه على ترك التعنت فما تركوه (قرطبی ص۴۴۹ ج ۱) ۱۴۱ جب عمر کے متعلق اطمینان ہوگیا تو اب رنگ کے متعلق سوال کردیا صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا فاقع کے معنی تیز زرد رنگ والے کے ہیں شديد الصفرة تكاد من صفرتها تبيض (ابن کثیر ص۱۱۱ ج ۱) تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ یعنی اس کا تیز اور گہرا زرد رنگ بدنما نہ ہو بلکہ ایسا خوشنما ہو کہ دیکھنے والے اسے دیکھ کر لطف اور سرور محسوس کریں ۱۴۲ یہ اسرائیلیوں کی سرکشی اور ان کے خبث باطن کی انتہا ہے کہ حکم خداوندی کی تعمیل میں کیسی چالاکی سے پس وپیش کررہے ہیں اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا یعنی مذکورہ بالا اوصاف تو بہت سی گائیوں میں پائے جاتے ہیں ان سے گائے کی تعیین نہیں ہوتی اس لئے مزید وضاحت فرمائی جائے وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ بار بار سوال کی وجہ سے گائے کے حصول میں دشواری بڑھ رہی تھی اس لئے اب انہوں نے اپنی غلطی محسوس کی اور اس پر نادم ہوئے اور آخری سوال میں اپنی کامیابی کو مشیت ایزدی سے معلق کیا گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم مطلوبہ گائے حاصل کرکے ہی دم لیں گے۔ حدیث میں ہے کہ اگر وہ انشاء اللہ نہ کہتے تو کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے تھے (قرطبی ص۴۵۲ ج ۱) ۱۴۳

اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ
وہ ایک گائے ہے محنت کرنیوالی نہیں ۱۴۳ جو جوتتی ہو زمین کو یا پانی دیتی ہو کھیتی کو

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ
بے عیب ہے کوئی داغ اس میں نہیں بولے اب لایا تو ٹھیک بات

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاِذْ قَتَلْتُمْ
پھر اس کو ذبح کیا اور وہ لگتے نہ تھے کہ ایسا کریں گے اور جب مار ڈالا تھا تم

نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ
نے ایک شخص کو پھر لگے ایکدوسرے پر دھرنے ۱۴۴ اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم

تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ
چھپاتے تھے پھر ہم نے کہا مارو اس مردہ پر اس کا ایک حصہ اسی طرح زندہ کرے گا

اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ
اللہ مردوں کو ۱۴۵ اور دکھاتا ہے تم کو اپنی قدرت کے نمونے تاکہ تم غور کرو ف پھر

قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ
تمہارے دل سخت ہوگئے اس سب کے بعد ۱۴۶ سو وہ ہوگئے جیسے پتھر

اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ
یا ان سے بھی سخت ۱۴۷ (کیونکہ) پتھروں میں تو ایسے بھی ہیں جن سے جاری ہوتی ہیں

مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ
نہریں اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور نکلتا ہے ان سے

الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا
پانی اور ان میں ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے اور

اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ
اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے ۱۴۸ اب کیا تم اے مسلمانو توقع رکھتے ہو کہ

یعنی اس سے محنت کا کام نہ لیا جاتا ہو۔ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ یہ ماقبل کی تفسیر ہے۔ مُسَلَّمَةٌ بے عیب ہو بريئة من العيوب (معالم ص۶۲ ج ۱) لَا شِيَةَ فِيْهَا وہ یک رنگ ہو اور اس میں کسی دوسرے رنگ کا داغ دھبہ نہ ہو ای ليس فيها لون يخالف معظم لونها هي صفراء كلها لا بياض فيها ولا حمرة ولا سواد (قرطبی ص۴۵۲ ج ۱) جِئْتَ بِالْحَقِّ یہاں حق بمعنی حقیقت ہے یعنی اب تم نے مطلوبہ گائے کی ٹھیک ٹھیک حقیقت بیان کی ہے۔ ای اظهرت حقيقة ما امرنا به فالحق هنا بمعنى الحقيقة (روح ص۲۹۰ ج ۱) فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ یعنی ان کی طبیعت گائے کے ذبح کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی تھی اس لئے بار بار سوال کرتے تھے۔ ذبح تو کیا مگر بڑی مشکل سے

بنی اسرائیل کو کوئی سی گائے ذبح کرنے کا حکم ملا تھا۔ مگر انہوں نے ازراہ تعنت اس میں موشگافیاں شروع کردیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذکورہ بالا اوصاف کی گائے کے لئے ایک طرف تو انہیں بہت زیادہ قیمت ادا کرنا پڑی اور دوسرا عرصہ دراز تک اس کی تلاش میں مارے مارے پھرے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر وہ کوئی سی گائے لیکر ذبح کرڈالتے تو ان کا کام بن جاتا۔ لو ذبحوا اى بقرة ارادوا لاجزأتهم ولكن شددوا على انفسهم فشدد الله تعالى عليهم (روح ص۲۹۰ ج ۱)۔

۱۴۴ یہ تیسری خباثت ہے۔ پہلی تفسیر کے مطابق یہ مذکورہ واقعہ کا پہلا حصہ ہے جسے بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور دوسری تفسیر کے مطابق یہ مستقل واقعہ ہے جو پہلے واقعہ کے بعد پیش آیا۔ ادّٰرَءْتُمْ درء سے ماخوذ ہے جسکے معنے ہٹانے اور دفع کرنے کے ہیں اور یہ اصل میں تدارءتم تھا۔ تا کو قرب مخرج کی وجہ سے دال سے تبدیل کیا گیا اور پھر اسے ساکن کرکے دوسرے دال میں ادغام کردیا گیا اور ابتدا میں ہمزہ وصل کا اضافہ کیا گیا۔ باب تفاعل کا خاصہ مشارکت ہے اس لئے مطلب یہ ہوا کہ تم میں سے ہر شخص قتل کا الزام دوسرے پر پھینکنے لگا۔ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ یعنی جس چیز کو تم مسلسل چھپانے کی کوشش کررہے تھے اللہ اسے ظاہر کرنے کا فیصلہ کرچکا تھا۔ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ہ کی ضمیر نفس کی طرف راجع ہے کیونکہ نفس مؤنث معنوی ہے۔ اس کی طرف مذکر ومؤنث دونوں ضمیریں راجع ہوسکتی ہیں اور بِبَعْضِهَا کی ضمیر گائے کی طرف راجع ہے مطلب یہ کہ گائے کے بدن کا کوئی ساحصہ مقتول کے بدن سے لگا دو تو وہ زندہ ہوکر قاتل کا پتہ بتا دیگا۔ وقال الشيخ رحمه الله تعالى ان الضمير في بعضها راجع الى النفس ايضا ومعناه اضربوا النفس القتيلة ببعض نفسها كاليد ونحوها والله اعلم ۱۴۵ یہ جملہ معترضہ ہے جو اس واقعہ کی عبرت اور موعظت کے اظہار کیلئے لایا گیا ہے۔ اس واقعہ میں منکرین حشر ونشر کے لئے عبرت ہے یعنی جس طرح اللہ نے اس مردہ کو زندہ کردیا تھا اسی طرح وہ تمام مردوں کو زندہ کرے گا۔ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ قدرت کے یہ نشانات اس لئے ظاہر فرماتا ہے تاکہ تمہیں معلوم ہوجائے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور تاکہ تم عقل سے کام لیکر اس کی قدرت کاملہ پر استدلال کرسکو ويريكم اٰيته على انه قادر على كل شيء لعلكم تعقلون فتعلمون على قضية عقولكم وهو ان من قدر على احياء نفس واحدة قدر على احياء

موضح قرآن ف بنی اسرائیل میں ایک شخص مارا گیا تھا۔ اس کا قاتل معلوم نہ تھا۔ اس کے وارث ہر کسی پر دعویٰ کرتے۔ حق تعالیٰ نے اس طرح اس مرنے کو جلایا۔ اُس نے بتایا کہ ان وارثوں ہی نے مارا تھا۔

جميعها (مدارک ص۳۲ ج ۱) یعنی جو ذات ایک مردہ کو زندہ کرسکتی ہے وہ سب کو خلعت حیات دوبارہ عطا کرسکتی۔ اس کے لئے یہ کوئی مشکل نہیں ۱۴۶ ؎ ذالک سے تمام گذشتہ واقعات، انعامات، آیات اور معجزات کی طرف اشارہ ہے۔ ما سبق من الآیات التی علموها (روح ص۲۹۵ ج ۱) یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ ان تمام آیات و معجزات اور تخویفات و تبشیرات کے بعد تمہارے دل نرم ہوجاتے ہیں۔ ان میں خوف پیدا ہو جاتا ہے اور پورے اخلاص کے ساتھ اللہ ——— کے حکام کی پیروی کرتے اور سچی نیت سے اس کی اطاعت کرتے مگر اس کے باوجود تمہارے دل سخت ہوگئے اور تم نے بڑھ چڑھ کر حدود اللہ توڑا اور اس کے پیغمبروں کی مخالفت کی۔ ثُمَّ یہاں تراخی بیان کے لئے نہیں بلکہ استبعاد کیلئے ہے۔ ثم لاستبعاد القسوة بعد مشاهدة ما يزيلها (ابو السعود ص۵۳۳ ج ۱) یعنی قبول حق کی طرف ان کے دل ذرا مائل نہ ہوئے مذکورہ بالا عبرتناک اور عبرت انگیز واقعات کے مشاہدہ کرنے کے بعد نرم ہونے کے بجائے ان کے دل اور سخت ہوگئے ۱۴۷ ؎ اور سخت بھی کیسے پتھر کی طرح بلکہ پتھر سے بھی سخت وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا

يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ

وہ مانیں تمہاری بات ۱۴۹ ؎ اور ان میں ایک فرقہ تھا کہ سنتا تھا

كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ

اللہ کا کلام پھر بدل ڈالتے تھے اس کو جان بوجھ کر

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا

اور وہ جانتے تھے اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے کہتے ہیں ہم

اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا

مسلمان ہوئے ۱۵۰ ؎ اور جب تنہا ہوتے ہیں ایک دوسرے کے پاس تو کہتے ہیں

اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ

تم کیوں کہہ دیتے ہو ان سے جو ظاہر کیا ہے اللہ نے تم پر تاکہ جھٹلائیں تم کو

بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَا

اس سے تمہارے رب کے آگے کیا تم نہیں سمجھتے ف کیا اتنا بھی نہیں

يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا

جانتے کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ

يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

ظاہر کرتے ہیں ۱۵۱ ؎ اور بعض ان میں بے پڑھے ہیں نہیں خبر رکھتے

الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾

کتاب کی ۱۵۲ ؎ سوائے جھوٹی آرزوؤں کے اور ان کے پاس کچھ نہیں مگر خیالات

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۤ ثُمَّ

سو خرابی ہے ان کو جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر

يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ

کہہ دیتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے ۱۵۳ ؎ تاکہ لیویں اس پر تھوڑا سا مول

النصف

۱۴۸ ؎ پہلی جماعت (محرفین) ۱۲

۱۵۰ ؎ دوسری جماعت (منافقین) ۱۲

۱۵۲ ؎ تیسری جماعت (ان پڑھ مریدین) ۱۲

۱۵۳ ؎ چوتھی جماعت (مال دنیا کی خاطر احکام خداوندی کو تبدیل کرنے والے) ۱۲

يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ کیونکہ پتھر تو کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں۔ قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ الواو تعلیلیة (کذا فی المغنی لابن ہشام ص۳۳ ج ۱) وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ اور کچھ پتھر ایسے بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے تھوڑا بہت پانی نکل آتا ہے۔ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو خوفِ خدا کے مارے گر پڑتے ہیں۔ پتھروں سے پانی کا نکلنا تو کوئی بعید نہیں البتہ پتھروں کے خوفِ خدا سے گرنے پر شبہ کیا جاسکتا ہے مگر یہ بھی کوئی بعید نہیں کیونکہ تمام جمادات کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک قسم کا شعور عطا کیا ہوا ہے جسے شعور بسیط کہتے ہیں۔ اور اس شعور کی بنا پر جمادات میں خوف و مسرت، حُبّ و بُغض اور دیگر اعراض پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں احد پہاڑ کے متعلق آتا ہے۔ احد جبل یحبنا و نحبہ یعنی احد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ پتھر تو پھر بھی کسی درجہ میں تأثر قبول کرتے ہیں مگر ان کے دل اتنے سخت ہیں کہ ان میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ والمعنی ان الحجارة تتأثر وتنفعل وقلوب ھٰؤلاء لا تتأثر ولا تنفعل عن امر اللہ تعالیٰ اصلاً۔

۱۴۸ ؎ یہ ان کی بداعمالیوں پر وعید ہے یعنی جو کچھ تم کررہے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور انہیں ساری بداعمالیوں کی ضرور سزا دیگا۔ یہاں تک نوع ثانی ختم ہوئی جس میں ان کی خباثتوں کا ذکر تھا۔ اب آگے اس نوع کا تتمہ ہے جس میں خباثت کے لحاظ سے یہودیوں کے پانچ گروہوں کا ذکر ہے۔ پہلا گروہ احبار و رہبان یعنی یہودیوں کے علماء اور درویشوں کا ہے جو سمجھ بوجھ کر تورات میں تحریف کرتے تھے۔ دوسرا گروہ منافقین یہود کا تھا۔ تیسرا گروہ ان پڑھ اور جہلاء کا تھا جو مولویوں اور پیروں کی بنائی ہوئی باتوں پر ایمان رکھتے تھے۔ چوتھا گروہ ان علماء یہود کا تھا جو تحریری طور پر تورات کی تحریف کرتے تھے۔ اور پانچواں گروہ ان صاحبزادگان کا تھا جنکو اپنے آباؤ اجداد پر ناز تھا۔ ۱۴۹ ؎ یہاں ہمزۂ استفہام انکار و توبیخ کے لئے اور خطاب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ہے مطلب یہ کہ آپ ان یہود سے یہ توقع نہ رکھیں کہ یہ ایمان لے آئیں گے کیونکہ ان کے اس وقت یہ پانچ گروہ ہیں اور ان سب کی خباثت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان سے ایمان کی توقع بیکار ہے وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ اس فریق سے یہود کے وہ علماء مراد ہیں جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں موجود تھے۔ المراد بالفریق من کان فی زمن محمد علیہ الصلوٰة والسلام (کبیر ص۵۵۵ ج ۱) قال مجاهد الذين يحرفونه والذين يكتمونه هم العلماء منهم (ابن کثیر ص۱۱۵ ج ۱) اور کلام اللہ سے مراد تورات ہے ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ یہود کے علماء اچھی طرح جانتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری

موضح قرآن ف وہ جو ان میں منافق تھے خوشامد کے واسطے اپنی کتاب میں سے پیغمبر آخر الزمان کی باتیں مسلمانوں کے پاس بیان کرتے اور وہ جو مخالف تھے ان کو اس پر الزام دیتے کہ اپنے علم میں سے ان کے ہاتھ سند کیوں دیتے ہو۔ ۱۲

رسول بھی اور تورات میں جس آخری پیغمبر کا ذکر ہے وہ آپ ہی ہیں مگر جان بوجھکر وہ ان آیتوں میں تحریف کرتے جن میں آپ کے اوصاف مذکور ہوتے تھے۔ ان کی یہ تحریف کسی غلط فہمی پر مبنی نہ تھی بلکہ دیدہ ودانستہ تھی عمدوا الی ما انزل اللہ فی کتابھم من نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فحرفوہ عن مواضعہ (ابن کثیر ص۱۱۵ ج ۱) یہاں تحریف عام ہے لفظی اور معنوی دونوں کو شامل ہے۔ علماء یہود دونوں طرح کی تحریف کیا کرتے تھے کبھی تورات کی آیتوں کے الفاظ ہی تبدیل کر دیتے اور کبھی انکے مضمون کو اس طرح مسخ کرکے بیان کرتے کہ اصل مطلب سے انہیں کوئی تعلق ہی باقی نہ رہ جاتا۔ قرآن مجید کے الفاظ میں تو تحریف ناممکن ہے۔ البتہ قرآن کی معنوی تحریف کرنے والے یہودیوں کے جانشین مولویوں اور پیروں کی آج امت محمدیہ میں بھی کمی نہیں۔ قرآن مجید کی معنوی تحریف کی ایک دو مثالیں ملاحظہ ہوں۔ پنجاب کے ایک پیر قرآن مجید کی ایک آیت اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی تفسیر یوں کیا کرتے تھے کہ یہاں اَنَا کی خبر محذوف ہے اصل میں یہ آیت یوں تھی انما انا انا بشر مثلکم یعنی میں تو میں ہوں اور بشر تمہاری طرح ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ بڑے بڑے

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ
سو خرابی ہے ان کو اپنے ہاتھوں سے لکھے سے اور خرابی ہے ان کو
مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۝ وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا
اپنی اس کمائی سے ۱۵۰ف وف اور کہتے ہیں ہم کو ہرگز آگ نہ لگے گی مگر
أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا
چند روز گنے ہوئے ۱۵۱ف کہدو کیا تم لے چکے ہو اللہ کے یہاں سے قرار
فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ
کہ اب ہرگز خلاف نہ کرے گا اللہ اپنے قرار کے یا جوڑتے ہو اللہ پر
مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝٨٠ بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ
جو تم نہیں جانتے کیوں نہیں جس نے کمایا گناہ ۱۵۲ف اور
أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ
گھیر لیا اس کو اس کے گناہ نے سو وہی ہیں دوزخ کے رہنے والے
هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝٨١ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے ۱۵۳ف اور جو ایمان لائے اور عمل کئے
الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا
نیک وہی ہیں جنت کے رہنے والے وہ اسی میں
خَالِدُونَ ۝٨٢ ع وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ
ہمیشہ رہیں گے ف۲ع اور جب ہم نے لیا قرار بنی اسرائیل سے
لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّ
کہ عبادت نہ کرنا مگر اللہ کی ۱۵۴ف اور ماں باپ سے سلوک نیک کرنا اور
ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ
کنبہ والوں سے اور یتیموں سے اور محتاجوں سے ۱۵۵ف اور کہیو سب لوگوں سے

ع ۹ ۱۱ ۹

۱؎ تحریف جاہت ۱۲ (پیر اور مشائخ)

۲؎ تحریف تحریری ۱۲

۳؎ بشارت تحریری ۱۲

۴؎ فرقہ ثالث ۱۲ (موجودہ بنی اسرائیل کی خباثتیں) ۱۲

مولویوں اور پیروں کو یہ کہتے ہوئے سنیں گے کہ قرآن میں جہاں کہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ یعنی غیر خدا کی عبادت کرنے سے منع کیا گیا ہے وہاں عبادت سے مراد بندگی ہے۔ غائبانہ دعا و پکار مراد نہیں۔ اسی طرح مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے مراد بت ہیں نہ کہ اللہ کے نیک بندے حالانکہ عبادت کے معنی صحیح حدیث میں پکار اور دعا کے آتے ہیں۔ نیز من دون اللہ سے خود قرآنی تصریحات کے مطابق کہیں انبیاء اور کہیں فرشتے مراد ہیں کہیں اولیاء اللہ اور کہیں جن مراد ہیں اور کہیں بت بھی مراد ہیں مگر یہ مولوی اور پیر اصل حقیقت کو جانتے ہوئے محض حقیر دنیا کی خاطر عوام کو اصل بات نہیں بتلاتے مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔ ۱۵۰ف یہ منافقین یہود کا ذکر ہے جو مسلمانوں کے سامنے ایمان کا اظہار کرتے تھے۔ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ یعنی جب منافقین یہود ان یہودیوں سے ملتے جو منافق نہیں تھے۔ قَالُوْا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ جب منافقین یہود مسلمانوں سے ملتے تو انہیں اپنے ایمان کا یقین دلاتے اور ان کی خوشامد کیلئے ان سے کہہ دیتے کہ حضور علیہ السلام کی صفات ونعوت تورات میں مذکور ہیں اور وہ تمام صفات آپ پر منطبق ہوتی ہیں لیکن یہ منافق اپنے لیڈروں کے پاس جاتے تو وہ انہیں ڈانٹ پلاتے کہ تم وہ باتیں مسلمانوں کو کیوں بتلاتے ہو جو اللہ نے تم کو تورات میں بتائے ہیں ای تخبرون المؤمنین بما بینہ اللہ تعالیٰ لکم خاصۃ من نعت نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (روح ص۲۹۹ ج ۱) لِيُحَاجُّوْكُمْ بِهٖ یعنی قیامت کے دن اللہ کے سامنے تمہارے ان اقراروں سے تم پر احتجاج کرینگے اس لئے تم عقل سے کام لو اور اس معاملے میں احتیاط برتو۔ ۱۵۱ف یعنی اللہ تعالیٰ ان کی ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جانتا ہے اگر ان کے منافقین مسلمانوں کو نہیں بتائیں گے تو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی مسلمانوں کو بتا دیگا۔ فحینئذ یظھر اللہ تعالیٰ للمؤمنین ما ارادوا اخفائہ بواسطۃ الوحی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیحصل المحاجۃ (ابو السعود ص۲۹۹) تو مسلمانوں کو پھر بھی احتجاج کا موقع مل جائے گا۔ ۱۵۲ف یہ تیسرا گروہ ہے جاہل اور کندۂ ناتراش مریدوں اور عقیدتمندوں کا کہ جو غلط سلط باتیں اپنے علماء اور فقراء سے سن لیں بس انہیں کو دین سمجھ لیا۔ یہ خود تو تورات پڑھ نہیں سکتے تھے اس لئے سنی سنائی باتوں پر ایمان رکھتے تھے۔ اِلَّآ اَمَانِيَّ من گھڑت قصوں جھوٹی آرزوؤں اور تمناؤں کے بغیر جو انہوں نے اپنے غلط کار اور محرف علماء سے سن رکھی تھیں اور وہ کچھ نہیں جانتے تھے الا اکاذیب اخذوھا تقلیدا من شیاطینھم المحرفین (روح ص۲۰۲ ج ۱) اکاذیب مختلقۃ سمعوھا من علمائھم فنقلوھا علی التقلید (بحر ص۲۷۴ ج ۱) وہ آرزوئیں اور تمنائیں کیا تھیں وہ بھی سن لیجئے علماء یہود نے عوام کو بتا رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان سے گناہوں کا مؤاخذہ نہیں کرے گا۔ اور ہمارے آباء واجداد یعنی انبیاء علیہم السلام انہیں بخشوالیں گے۔ اور جنت ہمارے اور ہمارے مریدین ہی کے لئے ہے۔ اور اگر ہم میں سے کوئی دوزخ میں گیا بھی تو چند ہی دنوں کے لئے جائے گا جس طرح آج کل کے بناوٹی پیروں نے اپنے مریدوں کو یہی کچھ سکھا رکھا ہے۔ چنانچہ ان کے مریدین علانیہ کہتے ہیں۔ ہمیں نماز روزے کی

موضح قرآن ۔ ف۱ یہ وہ لوگ ہیں جو عوام کو انکی خوشی کے موافق باتیں جوڑ کر لکھ دیتے ہیں اور نسبت کرتے ہیں خدا یا رسول کی طرف ۱۲ ف۲ گھیر لیا گناہ نے یعنی گناہ کرتا ہے اور شرمندہ نہیں ہوتا۔ ۱۲

فتح الرحمٰن ۔ ف۱ مترجم گوید یکے از عقائد باطلۂ یہود آں بود کہ می گفتند یہود نباشند در دوزخ مگر روزے چند وایں خطاء است زیرا کہ دخول جنت موقوف بر ایمان بخدا و روز قیامت و پیغمبر زمانیست جنبر مبرہ و غیر آں اعتبار ندارد و اشارت بہمیں معنیٰ است دریں آیت ۱۲

ضرورت نہیں ہم نے اپنا ہاتھ کامل پیر کے ہاتھ میں دے رکھا ہے وہ ہمارا ہاتھ پکڑ کر ہمیں پلصراط سے پار کردیں گے۔ اور اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے اور یہ بیچارے نمازی تو دیکھتے ہی رہ جائیں گے۔ دلمانہم
ان اللہ یعفو عنہم ویرحمہم ولا یؤاخذہم بخطایاہم وان اٰبآءہم الانبیاء یشفعون لہم (بحر ص ۲۷۵ ج ۱، روح ص ۳۰۱ ج ۱) وان الجنۃ لا یدخلہا الا من کان ہودًا وان النار لا
تمسہم الا ایامًا معدودۃ (روح ص ۳۰۱ ج ۱) وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ۝ مگر یہ سب ان کے اوہام باطلہ اور ظنون فاسدہ ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں **۱۵۳ھ** یہ چوتھا گروہ ہے اور یہ بھی ان کے خواص
اور علماء ہی کی ایک جماعت ہے۔ انہوں نے یہ کیا کہ اپنی طرف سے تورات کے چند نسخے تیار کئے اور تورات میں جہاں کہیں توحید کا بیان تھا یا حضور علیہ السلام کا ذکر اور آپ کی نعت تھی اسے اس طرح بدل
ڈالا کہ اصل سے اسے کوئی نسبت ہی نہ رہی۔ پھر اصل تورات کے نسخے چھپا ڈالے اور اپنے ہاتھوں سے تیار کئے ہوئے محرف نسخے اپنے عوام اور مشرکین عرب میں تقسیم کردیئے اور کہتے یہ تھے کہ دیکھو یہ اللہ کی
کتاب ہے اس میں تو اس نبی کا کہیں ذکر نہیں اور نہ ہی اس توحید کا بیان ہے جو وہ پیش کرتا ہے (روح ص ۳۰۲ ج ۱) اس جرم کی سنگینی اور ان بدکردار علماء کی تحقیر و تذلیل کے پیش نظر ان کا ذکر ویل و ہلاکت
اور ذلت و رسوائی کی وعید شدید کے ساتھ کیا ہے۔ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ط اس تحریف و تبدیل سے ان کا مقصد کوئی دین کی خدمت نہیں بلکہ محض دولت دنیا کی خاطر انہوں نے ایسا کیا۔ دولت دنیا
خواہ ڈھیروں ہو مگر آخرت اور دین کے مقابلے میں وہ بالکل حقیر اور بے حقیقت ہے اس حقارت کے پیش نظر اسے قلیل فرمایا۔ **۱۵۴ھ** یہ ماقبل کی تفصیل ہے پہلے وعید کا صرف اجمالی ذکر تھا اب اس کے
ساتھ اس کی علت کا بھی ذکر ہے۔ اور لفظ ویل کے تکرار سے وعید میں شدت اور مبالغہ پیدا ہوگیا ہے۔ الفاء لتفصیل ما اجمل ما فیہ من التنصیص بالعلۃ ولا یخفی ما فی ھذا الاجمال و
التفصیل من المبالغۃ فی الوعید والزجر والتھویل (روح ص ۳۰۲ ج ۱) یعنی ان کی اس وعید کا سبب ان کی تحریف و تبدیل اور وہ حرام کمائی ہے جو وہ تحریف کے ذریعے کماتے ہیں **۱۵۵ھ** یہ پانچواں گروہ
صاحب زادگان کا ہے جنہوں نے مکر و فریب سے عوام کو یقین دلا رکھا تھا کہ وہ چونکہ اللہ کے پیغمبروں کی اولاد ہیں اور ان کی نسل پاک پشتوں سے نکلی ہوئی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ان پر کوئی مواخذہ نہیں کرے گا
اور بڑے بڑوں کی طفیل انہیں معاف کردے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ دعویٰ نقل فرمایا ہے۔ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (مائدہ ع ۳) اور اگر ہمیں سزا دی بھی گئی تو وہ محض معمولی سی اور چند دنوں کیلئے ہوگی
قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا۔ یہ یہودیوں کے مذکورہ دعویٰ کی تردید ہے یعنی جہنم سے محفوظ رہنے کیلئے تم نے اللہ سے کوئی عہد لیا ہوا ہے جس کی بنا پر وہ تمہیں اس سے محفوظ رکھے گا یعنی اگر اس
نے ایسا عہد کیا ہوا ہے تو پھر تو وہ یقیناً اسے پورا کرے گا مگر یہ ظاہر ہے کہ اللہ نے تم سے ایسا کوئی عہد نہیں کیا۔ یا عہد سے مراد عہد توحید ہے اور مطلب یہ ہے کہ کیا تم نے کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر کے
اللہ سے توحید کا عہد کر لیا ہے کیونکہ جس نے اللہ سے توحید کا عہد کیا ہوا ہے اللہ نے بھی اسے جہنم سے بچانے کا عہد کیا ہوا ہے۔ قال ابن مسعود عھدًا بالتوحید یدل علیہ قولہ تعالٰی الا من اتخذ عند
الرحمٰن عھدًا یعنی قول لا الٰہ الا اللہ (معالم ص ۶۶ ج ۱) وروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان معنی الاٰیۃ ھل قلتم لا الٰہ الا اللہ وامنتم واطعتم (روح ص ۳۰۴ ج ۱) **۱۵۶ھ** بلی حرف
استدراک ہے ماقبل کی نفی اور مابعد کا اثبات کرتا ہے۔ دبلی وبل حرفا استدراک ومعناہ ھی نفی الخبر الماضی واثبات الخبر المستقبل (معالم ص ۶۶ ج ۱) یہ بھی یہودیوں کے غلط دعووں اور ان کی جھوٹی آرزوؤں
کی تردید ہے یعنی جیسا تم نے سمجھ رکھا ہے اور دل میں کئی امیدیں اور آرزوئیں پال رکھی ہیں ایسا نہیں بلکہ ہر بدکردار کو خواہ وہ کوئی ہو اس کے بداعمال کی ضرور سزا ملے گی یقول اللہ تعالٰی لیس الامر کما تمنیتم ولا کما
تشتھون بل الامر من عمل سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ ...... فھٰذا من اھل النار (ابن کثیر ص ۱۱۹ ج ۱) اور سیئہ سے یہاں کفر و شرک مراد ہے۔ وذھب کثیر من السلف الی انھا ھھنا الکفر
(روح ص ۳۰۴ ج ۱) سیئۃ شرکًا عن ابن عباس ومجاھد وغیرھما رضی اللہ عنہم (مدارک ص ۴۶ ج ۱) اور ممکن ہے کہ سیئہ سے مراد مطلق معصیت ہو جو سب کو شامل ہو۔ واحاطت بہ خطیئتہ اور گناہوں
نے اسے گھیر لیا ہو یہاں تک کہ اس پر نیکی کی تمام راہیں بند کردی ہوں اور اس پر گناہوں کا اس قدر غلبہ ہو کہ اس کے پلے کوئی نیکی نہ ہو یہاں تک کہ ایمان بھی مفقود ہو۔ لہٰذا اس صورت میں یہ آیت مومنین کو شامل نہ ہوگی
بلکہ صرف مشرکین اور کفار ہی سے متعلق ہوگی لہٰذا معتزلہ اور خوارج کا اس آیت سے استدلال کہ مومن عاصی مخلد فی النار ہوگا باطل ہوگیا۔ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ اور خلود سے یہاں دوام مراد ہے۔ **۱۵۷ھ** کفار و مشرکین
کی وعید کے بعد یہاں مومنین صالحین کے لئے خلود فی الجنۃ کی خوشخبری بیان کی ہے اور یہاں بھی خلود سے مراد دوام ہے۔ امام سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے یہاں دو لطیف نکتے بیان فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ عمل
کا عطف ایمان پر اس بات کی دلیل ہے کہ عمل ایمان کی حقیقت سے خارج ہے اور اس کا جزو نہیں کیونکہ جزو کا عطف کل پر نہیں ہو سکتا۔ دوم یہ کہ اصحاب نار کی وعید بیان کرتے وقت حرف فاء استعمال کیا
ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا مابعد ماقبل پر مرتب اور اس کا نتیجہ ہے لیکن اصحاب جنت کو خلود فی الجنۃ کی خوشخبری سناتے ہوئے حرف فاء استعمال نہیں فرمایا تو اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہل نار
کا خلود فی النار ان کے اعمال سیئہ کا نتیجہ ہے اور اہل جنت کا خلود فی الجنۃ محض اللہ کی مہربانی اور اس کے لطف و کرم سے ہے (روح ص ۳۰۵ ج ۱) یہاں تک نوع ثانی ختم ہوئی۔

نوع ثالث

اس میں نزول قرآن کے وقت موجود بنی اسرائیل کی خباثتیں اور شرارتیں بیان کی گئی ہیں یعنی ضد و عناد اور عدوان و عصیان کوئی تمہارے اسلاف ہی میں منحصر نہیں تھا تم بھی انہیں کے نقش قدم پر چل رہے
ہو یعنی جو احکام تورات میں تم تمام بنی اسرائیل کو دیئے گئے تھے اور جو عہود تم سے لئے گئے تھے تمہارے اسلاف نے ان احکام کو ٹھکرایا اور ان عہود کو توڑا اب تم بھی اللہ تعالیٰ کے ان احکام سے سرتابی کر رہے ہو اور اس کے عہود
مواثیق کو پاش پاش کر رہے ہو۔ **۱۵۸ھ** یہ موجودہ بنی اسرائیل کی پہلی خباثت ہے۔ بنی اسرائیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے تورات میں ان احکام کی پابندی کا عہد لیا گیا تھا۔ سب سے پہلا عہد جو ان
سے لیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں، اسی کو کارساز اور مالک و مختار سمجھیں اور اسے ہی حاجات میں پکاریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ توحید چونکہ حق اللہ ہے اور
تمام اعمال کی روح و جان ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اس کا ذکر کیا۔ لَا تَعْبُدُوْنَ بظاہر خبر ہے لیکن معنیٰ کے لحاظ سے امر ہے اور یہ تعبیر اس لئے اختیار کی کہ امر بصورت خبر زیادہ مؤکد ہوتا ہے۔ قال الزمخشری
خبر بمعنی الطلب وھو اٰکد (ابن کثیر ص ۱۱۹ ج ۱) وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد کا درجہ ہے اور ان میں پھر والدین کے حقوق سب پر مقدم ہیں اس لئے حق اللہ کے بعد ماں باپ سے حسن سلوک کا حکم دیا۔
قرآن مجید میں کئی جگہ توحید کے ساتھ ساتھ والدین کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وبالوالدین لاتعبدون پر معطوف ہے۔ اور اس کا متعلق تحسنون محذوف ہے اور احسانًا اس فعل مقدر کا مفعول مطلق ہے مطلب یہ ہوا کہ حقوق
اللہ کے بعد والدین کے حقوق کما حقہ ادا کرو۔ والدین کے حقوق بہت ہیں مثلاً ان کا اکرام و احترام کرنا، ان کے جائز احکام کی تعمیل کرنا، ادب سے اور نرمی سے باتیں کرنا، ان کی مالی اعانت کرنا وغیرہ۔ والدین کے یہ حقوق بہر حال لازم
ہیں اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں اگر والدین مشرک ہوں اور شرک کرنے پر مجبور کریں تو اس معاملہ میں ان کی اطاعت جائز نہیں البتہ ان سے حسن سلوک فرض ہے۔ **۱۵۹ھ** ان سب کا عطف الوالدین پر ہے۔ والدین کے بعد رشتہ داروں
یتیموں اور غریبوں سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔ یہاں حسن سلوک سے مراد ان کی مالی اعانت ہے۔ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ط اور بنی اسرائیل سے اس امر کا عہد لیا گیا تھا کہ وہ تمام لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آئیں حُسْنًا قولًا
محذوف کی صفت ہے۔ ای قولوا للناس قولًا حسنًا اور حسنًا کو بطور مبالغہ قولًا پر محمول کیا گیا ہے یعنی لوگوں سے ایسی گفتگو کرو جو سراپا حسن اخلاق ہو وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ بنی اسرائیل سے نماز قائم کرنے
اور زکوٰۃ دینے کا عہد بھی لیا گیا تھا۔ یہاں نماز اور زکوٰۃ سے وہی نماز و زکوٰۃ مراد ہے جو بنی اسرائیل پر فرض تھی۔ **۱۶۰ھ** لیکن تم نے یہ عہد پورا نہ کیا بلکہ ان احکام سے روگردانی کی، توحید کو چھوڑ دیا اور شرک

اختیار کرلیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام اور اپنے دوسرے بزرگوں کو خدا کے نائب اور کارساز مانا۔ انسانی حقوق پامال کئے۔ نماز و زکوٰۃ سے لاپرواہی کی اور تم میں سے بہت تھوڑے اس عہد پر قائم رہے۔ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ یہ اعراض اور عہد شکنی تم سے کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہمیشہ سے تمہاری عادتِ قدیمہ ہی یہی ہے۔ تمہارے آباء و اجداد کا بھی یہی شیوہ تھا۔ اب تمہارا دستور بھی یہی ہے ای وانتم قوم عادتکم الاعراض والتولی عن المواثیق (روح صـ۳۱۳ ج ۱) آج اگر دیکھا جائے تو بنی اسرائیل کے یہ تمام حالات مسلمانوں میں بھی پیدا ہو چکے ہیں جس طرح وہ اللہ کے نبیوں اور ولیوں کو خدا کا شریک بناتے اور پکارتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی حدیں توڑتے تھے بالکل اسی طرح آج اہل اسلام بھی کر رہے ہیں۔ ۱۶۱ یہ دوسری خباثت ہے۔ بنی اسرائیل سے تورات میں یہ بھی عہد لیا گیا تھا کہ وہ آپس میں اتفاق سے رہیں اور خانہ جنگیوں سے اجتناب کریں اپنے کسی بھائی کو اس کے گھر سے نہ نکالیں اور نہ ہی کسی کو قتل کریں۔ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ۔ اور تم نسلاً بعد نسلٍ اس عہد و پیمان کا اقرار کرتے چلے آئے ہو اور آج بھی تم معترف ہو کہ تم نے اس عہد کا اقرار کیا اور اسے قبول کیا۔ ۱۶۲ یہاں سے اسرائیلیوں کی عہد شکنی کا بیان ہے۔ یعنی تمہیں خانہ جنگی سے منع کیا تھا مگر تم پختہ اقرار کے باوجود باز نہ رہے اور اپنے بھائی بندوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ کے دو مشہور قبیلے اوس اور خزرج صدیوں سے ایک دوسرے کے دشمن چلے آ رہے تھے۔ مدینہ میں اور اس کے گرد و نواح کی بستیوں میں یہودی بھی ایک اقلیت کی حیثیت سے آباد تھے اور ان کے دو قبیلے بنی قریظہ اور بنی نضیر مشہور تھے۔ اقلیت کو ہمیشہ دوسروں کے سہارے چلنا پڑتا ہے اس لئے بنی قریظہ نے قبیلۂ اوس سے معاہدہ کر لیا اور بنی نضیر قبیلۂ خزرج کے حلیف بن گئے۔ اوس اور خزرج کے درمیان آئے دن خونریز لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اس لئے ان کے معاہد یہودیوں کو بھی اپنے اپنے حلیف قبیلہ سے مل کر ان لڑائیوں میں حصہ لینا پڑتا تھا اور اس طرح ایک طرف کے یہودیوں کے ہاتھوں دوسری طرف کے کئی یہودی قتل ہو جاتے تھے۔ اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ۱۶۳ مذکورہ جنگ و جدال اور قتل و غارت کے دوران فریقین میں سے کئی خاندانوں کو اپنے گھر چھوڑ کر بے خانماں ہونا پڑتا۔ ہر فریق کی اپنے گھروں سے بے دخلی کا سبب دوسرے فریق کے یہودی بنتے کیونکہ یہودیوں کا ایک فریق اپنے حلیف کافروں سے مل کر فریق ثانی کے حلیف یہودیوں کو ان کے گھروں سے نکال دیتا۔ اس لئے اخراج کو ان کی طرف منسوب کیا۔ ۱۶۴ تظاہرون اصل میں تتظاہرون تھا ایک تاء بغرض تخفیف حذف کر دی گئی ہے اور یہ تخرجون کی ضمیر سے حال ہے۔ علیھم میں ھم ضمیر فریقاً کی طرف راجع ہے جو معنیً جمع ہے۔ اثم سے مراد خدا کی نافرمانی اور عدوان سے مراد ظلم ہے۔ بالاثم والعدوان بالمعصیۃ والظلم (معالم صـ۶۷ ج ۱) مطلب یہ ہے کہ تم اپنے بھائیوں کے خلاف غیر اقوام کی مدد کرتے ہو اور یہ مدد بھی کسی نیک اور تعمیری کام کے لئے نہیں ہوتی۔ اس میں ایک طرف تو تم خدا کی نافرمانی کرتے ہو کیونکہ اس نے تمہیں اپنے بھائی بندوں کے قتل اور اخراج سے منع کیا ہے اور دوسری طرف قتل و اخراج کے ذریعے اپنے بھائیوں پر ظلم کرتے اور ان کی حق تلفی کرتے ہو۔

حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا

نیک بات اور قائم رکھیو نماز اور دیتے رہیو زکوٰت پھر تم پھر گئے مگر

قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اِذْ اَخَذْنَا

تھوڑے سے تم میں ۱۶۰ اور تم ہو ہی پھرنے والے اور جب لیا ہم نے

مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ

وعدہ تمہارا کہ نہ کرو گے خون آپس میں اور نہ نکال دو گے

اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ

اپنوں کو اپنے وطن سے پھر تم نے اقرار کر لیا اور تم

تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ

مانتے ہو ۱۶۱ پھر تم وہ لوگ ہو کہ ویسے ہی خون کرتے ہو

اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ

آپس میں ۱۶۲ اور نکال دیتے ہو اپنے ایک فرقہ کو ان کے وطن سے ۱۶۳

تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ؕ وَ اِنْ

چڑھائی کرتے ہو ان پر گناہ اور ظلم سے ۱۶۴ اور اگر

يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ

وہی آدمیں تمہارے پاس کسی کے قیدی ہو کر تو ان کا بدلہ دیکر چھڑاتے ہو ۱۶۵ حالانکہ حرام ہے تم پر

اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ

ان کا نکال دینا بھی تو کیا مانتے ہو بعض کتاب کو اور

تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ

نہیں مانتے بعض کو سو کوئی سزا نہیں اس کی جو تم میں یہ کام

مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں ۱۶۶ اور قیامت کے دن

۱ پہلی خیانت

۲ دوسری خیانت

۱۶۵ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ یہودیوں کے ایک فریق کے آدمی دوسرے فریق کے ہاتھوں قید ہو جاتے تو یہ لوگ فدیہ دے کر اپنے قیدیوں کو چھڑا لیتے جب ان سے پوچھا جاتا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو تو وہ لوگ کہتے کہ خدا نے ہمیں فدیہ دیکر قیدیوں کو چھڑا لینے کا حکم دیا ہے ہم اس لئے ایسا کرتے ہیں۔ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ یہ جملہ بھی تخرجون کی ضمیر سے حال ہے۔ یعنی فدیہ دیکر قیدی کو چھوڑنے کے حکم پر تو تم عمل کرتے ہو مگر اپنے بھائیوں کو ان کے گھروں سے نکالتے وقت یہ خیال نہیں کرتے ہو کہ ایسا کرنا تم پر حرام ہے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ استفہام تہدید اور دھمکی کے طور پر ہے اور الکتاب سے مراد تورات ہے کیونکہ خطاب بنی اسرائیل سے ہے یعنی تم نے تورات کے ایک حصے کو مان لیا اور ایک حصہ کو ٹھکرا دیا فدیہ دینے کے حکم پر عمل کر لیا اور قتل و اخراج سے نہی کی پرواہ نہ کی۔ ۱۶۶ خدا کے بعض حکموں کو ماننا اور بعض کو رد کر دینا یہ بہت بڑا جرم ہے اور خدائی احکام کے ساتھ ایک قسم کا تمسخر اور استہزاء ہے اس آیت میں اس جرم کی سزا بیان فرمائی ہے کہ تم میں سے جو شخص ایسا کرے گا وہ دنیا و آخرت میں مغضوب اور مقہور ہوگا۔ دنیا میں ذلت و رسوائی کے سوا اسے کچھ نہیں ملیگا۔ چنانچہ یہودیوں کا یہی حشر ہوا کہ اس کے چند ہی سال بعد بنی نضیر کو ذلت و خواری سے جلا وطن کیا گیا اور بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کیا گیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو

غلام بنایا گیا۔ ۱۶۷ھ اور قیامت کے دن انہیں بہت ہی سخت عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ اشد العذاب سے مراد جہنم کا ابدی عذاب ہے اور وہ سب سے سخت اس لحاظ سے ہوگا کہ وہ کبھی ختم نہیں ہوگا والمراد به الخلود فی النار دو اشد یته من حیث انه لا انقضاء له (روح ص۳۱۶ ج ۱) ۱۶۸ھ یہ گذشتہ وعید کے لئے ایک قسم کی تاکید ہے یعنی اللہ تعالیٰ گھات میں ہے۔ وہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں وہ تمہارے اعمال کی تم کو پوری پوری سزا دیگا۔ ان آیتوں کے مخاطب وہ بنی اسرائیل ہیں جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے لیکن اب پوری امت محمدیہ بھی ان احکام کی مخاطب اور مکلف ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه انه قال ان بنی اسرائیل قد مضوا وانتم تعنون بھذا یا امة محمد وبما یجری مجراہ (روح ص۳۱۶ ج ۱) ۱۶۹ھ ان لوگوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی حالانکہ آخرت حاصل کرنیکا پورا پورا سامان ان کے پاس موجود تھا۔ خدا کی کتاب تورات ان کے پاس موجود تھی مگر انہوں نے اس پر عمل کر کے سامانِ آخرت تیار کرنیکے بجائے اسے دُنیا حاصل کرنیکا ذریعہ بنایا۔ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ ان کے عذاب میں قطعاً کوئی تخفیف نہیں ہوگی نہ دنیوی سزا میں نہ اخروی میں وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ہ فعل مجہول لا کر اور فاعل کا ذکر نہ کر کے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ مذکورہ عذاب سے بچانے کے لئے انہیں کسی طرف سے کسی قسم کی مدد نہیں پہنچے گی نہ دولتِ دنیا کے ذریعے انہیں عذاب سے چھڑا جاسکے گا، نہ ان کے اسلاف کی وجاہت اور بزرگی کام آسکے گی اور نہ ہی انہیں اپنے ان بزرگوں کی سفارش اور کارسازی سے نجات مل سکیگی، جن کو انہوں نے خدا کے نائب اور کارساز سمجھے رکھا۔ یہ بات کوئی بنی اسرائیل ہی سے مخصوص نہیں بلکہ یہ تو اللہ کا ایک عالمگیر اور اٹل قانون ہے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے اور اس کی طرف سے آنیوالی تکلیفوں سے کسی کو کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔

يُرَدُّونَ إِلَىٰٓ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ

پہنچائے جاویں سخت سے سخت عذاب میں ۱۶۷ھ اور اللہ بے خبر نہیں

عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٨٥﴾ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَوٰةَ

تمہارے کاموں سے ۱۶۸ھ ف ۱ وہ ۱ یہ وہی ہیں جنہوں نے مول لی دنیا کی زندگی

الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۖ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

آخرت کے بدلے ۱۶۹ھ سو نہ ہلکا ہوگا ان پر عذاب

وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٨٦﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَٰبَ

اور نہ ان کو مدد پہنچے گی اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب ۱۷۰ھ

وَقَفَّيْنَا مِنۢ بَعْدِهِۦ بِالرُّسُلِ ۖ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ

اور پے در پے بھیجے اسکے پیچھے رسول اور دیئے ہم نے عیسےٰ

مَرْيَمَ الْبَيِّنَٰتِ وَأَيَّدْنَٰهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ

مریم کے بیٹے کو معجزے صریح ۱۷۱ھ اور قوت دی اس کو روح پاک سے

أَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُولٌۢ بِمَا لَا تَهْوَىٰٓ أَنفُسُكُمُ

پھر بھلا کیا جب پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارے جی کو

اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا

تو تم تکبر کرنے لگے ۱۷۲ھ پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو

تَقْتُلُونَ ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَل لَّعَنَهُمُ

تم نے قتل کر دیا ۱۷۳ھ ف ۲ اور کہتے ہیں ہمارے دلوں پر غلاف ہے بلکہ لعنت کی ہے

اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ وَلَمَّا

اللہ نے ان کے کفر کے سبب سو بہت کم ایمان لاتے ہیں ۱۷۴ھ اور جب

جَآءَهُمْ كِتَٰبٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا

پہنچی ان کے پاس کتاب اللہ کی طرف سے ۱۷۵ھ جو سچا بتاتی ہے اس کتاب کو

رکوع ۱۰

نوع رابع

اس میں بنی اسرائیل کے آباؤ اجداد کی انتہائی کج روی اور سنگدلی کی دو مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ اول تکذیب رسل، دوم قتل انبیاء، یعنی احکام کا ماننا نہ ماننا ایک طرف رہا تمہارے اسلاف کی کج روی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے خدا کے احکام لانے والے اس کے پیغمبروں کی تکذیب کی اور سرے سے انہیں مانا ہی نہیں اور پھر تکذیب ہی پر بس نہیں کی بلکہ بعض انبیاء علیہم السلام کو تو وہ سنگدل قتل کرنے سے بھی نہ چوکے۔ ۱۷۰ھ تمہاری ہدایت اور رہنمائی کے لئے حضرت موسیٰ ؑ کو شریعت کا ایک دستور دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنے اور شرک سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ اور اس کے علاوہ اور بہت سے احکام دیئے گئے۔ الکتٰب سے تورات مراد ہے۔ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی میں تمہیں تورات پر عمل کرنے کی تلقین کرتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد بھی انبیاء ورسل کا سلسلہ جاری رکھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہزاروں کی تعداد میں پیغمبر بھیجے دکانوا الی زمن عیسی علیه السلام اربعة آلاف (روح ص۳۱۶ ج ۱) بعض نے اس سے بھی زیادہ لکھے ہیں مثلاً حضرات یوشع، شمعون، داؤد، سلیمان، عزیر، حزقیل، الیاس، یونس، زکریا اور یحییٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر تھے۔ ۱۷۱ھ البیّنات یعنی واضح اور کھلے دلائل، اس سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے مثلاً مردوں کو زندہ کرنا، کوڑھی اور مادرزاد اندھے کو تندرست کرنا وغیرہ یا البیّنات سے انجیل مراد ہے کیونکہ اس کی آیتیں بھی رشد وہدایت کی واضح نشانیاں تھیں۔ المعجزات الواضحات من احیاء الموتی وابراء الاکمه والابرص والاخبار بالمغیبات او الانجیل (ابو السعود ص۶۱۲ ج ۱) قرآن مجید میں کسی پیغمبر کو اس کے باپ کی طرف منسوب کر کے ذکر نہیں کیا گیا البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اکثر والدہ کی نسبت سے ذکر کیا گیا ہے اس میں ایک طرف تو ان لوگوں کے خیال کی تردید ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

موضح قرآن ف ۱ یعنی اپنی قوم غیر کے ہاتھ پھنسے تو چھڑانے کو موجود ہوتے ہو اور آپ ان کے ستانے میں قصور نہیں کرتے اور خدا کے حکم پر چلنے ہو تو دونوں جگہ چلو۔ ف ۲ روح القدس کہتے ہیں حضرت جبریل کو ہر وقت ان کے ساتھ رہتے تھے۔

فتح الرحمٰن ف ۱ منع کردہ شدند از کشتن و جلا وطن کردن و دو ظلم مدد گاری نمودن و فرمودہ شدند بفدا اسیران وایشاں از ہمہ احکام بفدا اسیران عمل کردند پس زیرا کہ موافق نفس ایشاں افتاد در یں طاعت نفس است طاعت خدا نیست ۱۲

کے لئے باپ تجویز کرتے ہیں۔ اگر ان کا کوئی باپ ہوتا تو انہیں اس کی طرف منسوب کیا جاتا نہ کہ والدہ کی طرف، دوسری طرف ان عیسائیوں کی تردید ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں فرمایا وہ نہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا یا جزو، بلکہ وہ ایک انسان اور بشر ہے۔ اور ایک عورت کا بیٹا ہے۔ ہاں اپنی پیغمبرانہ عظمت و شان کے لحاظ سے خدا کا محبوب اور مقرب پیغمبر ہے۔ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ روح قدس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں اور روح القدس سے تائید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے نفخ سے ان کا حمل قرار پایا، ولادت کے وقت ان کی موجودگی کی وجہ سے شیطان کے اثر سے محفوظ رہے حضرت عیسٰی علیہ السلام جہاں جاتے روح القدس ساتھ ہوتے۔ اسی طرح یہودیوں کی سازشِ قتل سے ان کو بچایا۔ یہ روح القدس سے تائید بھی ایک معجزہ تھا۔ یہاں بھی واضح فرما دیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام باوجود علو مرتبت اور صاحب عزم پیغمبر ہونے کے ہماری تائید اور تقویت کے محتاج تھے۔ جب وہ خود محتاج تھے تو اوروں کی کیا مدد کریں گے۔ **۱۷۲ھ** تمہیں سمجھانے کے لئے ہم نے ہزاروں پیغمبر بھیجے۔ تورات و انجیل میں واضح دلائل کے ساتھ تمہیں مسئلہ توحید سمجھایا، تمہارے اطمینانِ قلب کی خاطر پیغمبروں نے معجزے دکھائے مگر اس کے باوجود جب بھی کوئی پیغمبر دعوت توحید لیکر آیا اور خدا کی طرف سے دوسرے احکام تمہیں دیئے جو تمہاری خواہش کے مطابق نہیں ہوتے تھے تو تم نے فوراً ان کا انکار کیا اور غرور سے انکو حقیر سمجھا اور تمہارا یہ رویہ کسی ایک پیغمبر کے ساتھ نہیں تھا بلکہ تم نے ہر پیغمبر کی آمد پر یہی کچھ کیا۔ **۱۷۳ھ** خدا کا ہر پیغمبر پیغام توحید لیکر آیا اور پیغام توحید جھوٹے پیروں غلط کار مولویوں، دنیا پرست سرمایہ داروں اور لیڈروں کے لئے پیغام موت ہے کیونکہ پیغام توحید کو ماننے سے نذریں نیازیں جاتی ہیں، عوام پر سے بناوٹی تقدس اور مصنوعی اقتدار کا اثر باطل ہو جاتا ہے یہودیوں میں یہ طبقے موجود تھے اس لئے جب بھی کوئی پیغمبر آتا یہ لوگ اس کو اپنے لئے خطرہ سمجھتے اور ڈٹ کر اس کی مخالفت اور تکذیب کرتے۔ اور اگر موقع مل جاتا تو اسے قتل کر ڈالتے یہ ان کی انتہائی خباثت اور سنگدلی تھی (کبیر تفسیر بیسر) **۱۷۴ھ** یہ نوع رابع کا تتمہ ہے۔ اور موجودہ یہودیوں کا مقولہ ہے۔ غُلْفٌ اغلف کی جمع ہے اور اغلف اسے کہتے ہیں جس پر غلاف چڑھا ہوا ہو۔ مطلب یہ کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے تمہاری دعوت اور وعظ و تبلیغ کا اثر ان تک نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت ابن عباسؓ کی قراءت میں یہ لفظ غُلُفٌ ہے جو غلاف کی جمع ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے دل تو پہلے ہی سے علم و حکمت سے بھرے ہوئے ہیں۔ ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن کے علوم کی ضرورت نہیں۔ قال ابن عباس ای قلوبنا ممتلئة علما لا تحتاج الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا غیرہ (قرطبی ص۲۵ ج۱) بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ ۔ بَلْ اضراب کے لئے ہے یعنی ایمان سے ان کی نفرت کی وجہ وہ نہیں جو انہوں نے بیان کی ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے مسلسل انکار اور ضد و عناد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں راندۂ درگاہ کر دیا ہے۔ انہیں اپنی رحمت سے دور کر کے ان سے ایمان کی توفیق چھین لی ہے۔ اس سے مراد مہر جباریت ہے فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ہ قلیلاً مفعول مطلق محذوف کی صفت ہے۔ اور مَا معنیٰ قلت کی تاکید کیلئے ہے (روح ص۳۱۹ ج۱) مطلب یہ ہے کہ وہ بہت ہی تھوڑا ایمان لاتے ہیں۔ اس تھوڑے سے ایمان سے مراد وہ ایمان ہے جو وہ بعض چیزوں پر لاتے ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۔ یا یہاں قلت عدم پر محمول ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ ملعون و مقہور ہونے کی وجہ سے وہ ذرا ایمان نہیں لائیں گے۔ معناہ لا یؤمنون اصلا لا قلیلا ولا کثیرا (کبیر ص۲۱۵ ج۳)

مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ

جو ان کے پاس ہے اور پہلے (سے اس بارے میں) بتایا کرتے تھے

كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫

کافروں کو پھر جب پہنچا ان کو جس کو پہچان رکھا تھا تو اس سے منکر ہو گئے **۱۷۶ھ**

فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ

سو لعنت ہے اللہ کی منکروں پر **ف ۵** بُری چیز ہے وہ جس کے بدلے بیچا انہوں نے

اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ

اپنے آپ کو **۱۷۷ھ** کہ منکر ہوئے اس چیز کے جو اتاری اللہ نے اس ضد پر کہ

يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ

اُتارے اللہ اپنے فضل سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ

سو کما لائے غصہ پر غصہ اور کافروں کے واسطے عذاب ہے

مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

ذلت کا اور جب کہا جاتا ہے ان سے مانو اس کو جو اللہ نے بھیجا ہے تو

قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا

کہتے ہیں ہم مانتے ہیں جو اترا ہے ہم پر **۱۷۸ھ** اور نہیں مانتے اس کو جو

وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ

سوا اسکے ہے حالانکہ وہ کتاب سچی ہے تصدیق کرتی ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے تو کہہ دو

فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ

پھر کیوں قتل کرتے رہے ہو اللہ کے پیغمبروں کو پہلے سے اگر تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ

ایمان رکھتے تھے **۱۷۹ھ** اور آچکا تمہارے پاس موسیٰ صریح معجزے لے کر **۱۸۰ھ**

موضح قرآن ف جب غلبہ کافروں کا دیکھتے تو دعا مانگتے کہ نبی آخر الزمان شتاب پیدا ہو، جب پیدا ہوا تو آپ ہی منکر ہوئے۔

فتح الرحمٰن ف۵ تعریض است بآں قصہ کہ یہود خیبر با غطفان جنگ می کردند و ہزیمت می یافتند آخر دعا کردند بحق محمد نبی امی کہ خروج او در آخر الزمان موعود است مارا نصرت دہ بعد ازاں فتح یافتند ۱۲

نوع خامس

نوع رابع میں یہودیوں کے اسلاف کی کج روی اور سنگدلی کا نمونہ پیش کیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کی تلقین و تبلیغ معجزات انبیاء علیہم السلام اور تورات و انجیل کی آیات بینات کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اب یہاں موجودہ یہودیوں کی کج روی اور شرارت کا ذکر ہے جو اس سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ رشد و ہدایت کے مذکورہ دلائل اور افہام و تفہیم کے معتبر ذرائع کی موجودگی میں کفر و انکار کے ساتھ سابقہ ان کے خبثِ باطن کا یہ حال ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور قرآن کے نزول سے قبل یہ لوگ ان دونوں کو مانتے تھے مگر جب ان کی جانی پہچانی ہوئی یہ چیزیں سامنے آئیں تو بغض و حسد اور ضد و عناد کی وجہ سے دونوں کا انکار کر دیا۔ **۱۷۵** کتاب سے مراد قرآن ہے اور تنوین اظہارِ عظمت کیلئے ہے۔ ھو القرآن و تنکیرہ للتفخیم (ابو السعود ج۱) مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ـــــ مَا مَعَهُمْ سے مراد تورات ہے یعنی قرآن مسئلہ توحید میں، تردید شرک میں، نبوت میں اور دیگر کئی احکام میں تورات کی تائید و تصدیق کرتا ہے۔ قرآن کی صداقت کی ایک دلیل تو یہ ہوئی وَ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ یہاں یستفتحون بمعنی یفتحون ہے کیونکہ باب استفعال کی ایک خصوصیت موافقت مجرد ہے جیسے استقر بھی بمعنی قر ہے اور فتح کے معنی بتلانے اور خبر دینے کے بھی آتے ہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے من قولھم فتح علیہ اذا علمہ و وقفہ کما فی قولہ تعالیٰ۔ اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ (روح ص۳۲۲ ج۱) یعنی یہی یہودی اس سے پہلے کفار اور مشرکین کو بتایا کرتے تھے۔ عرب میں جو آخری نبی پیدا ہونے والا ہے اس کے ظہور کا وقت قریب آپہنچا ہے اور اس نبی پر اللہ کی طرف سے ایک کتاب نازل ہوگی۔ ای یعرفون المشرکین ان نبیا یبعث منھم وقد قرب زمانہ (روح ص۳۲۲ ج۱، بحر ص۳۰۳ ج۱) یہ قرآن اور صاحبِ قرآن کی صداقت پر دوسری دلیل ہے۔ **۱۷۶** جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب آگئی اور خدا کا وہ رسول بھی آگیا جن کو وہ اچھی طرح جانتے پہچانتے تھے تو انہوں نے محض بغض و حسد اور ضد و عناد کی وجہ سے اور اپنے تقدس و اقتدار کی حفاظت اور حرص دنیا کی خاطر ان دونوں کا انکار کر دیا۔ بغیاً و حسداً و حرصاً علی الریاسۃ (مدارک ص۵۹ ج۱) کَفَرُوْا لما اولیٰ کا جواب ہے اور لما ثانیہ اولیٰ کی تاکید ہے یا لما اولیٰ کا جواب محذوف ہے اور یہ لما ثانیہ کا جواب ہے فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ان کافروں کے لئے کفر و انکار کی وجہ سے خدا کی رحمت سے دوری ہے۔ نہ دنیا میں ایمان کی توفیق نصیب ہوگی نہ آخرت میں نجات نصیب ہوگی۔ **۱۷۷** یہاں اشتراء کے معنے بیچنے کے ہیں یعنی جس چیز کے عوض انہوں نے اپنی جانیں بیچ دی ہیں اور جس کام کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے وہ بہت برا ہے۔ یہ نوع خامس کا تتمہ ہے۔ اَنْ یَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ یہ بئس کا مخصوص بالذم ہے یعنی جس برے کام کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے وہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ آیات بینات کا کفر و انکار ہے اور مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ سے مراد قرآن ہے جس کا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ کے الفاظ میں پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ والمراد بما انزل اللہ کتب مصدق (روح ص۳۲۲ ج۱) بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰهُ ـــــ بَغْیًا اَنْ یَّكْفُرُوْا کا مفعول لہ ہے اور ان کے کفر و انکار کی علت بیان کر رہا ہے اور مِنْ فَضْلِهٖ سے وحی مراد ہے۔ اور مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب نے قرآن کا انکار کسی غلط فہمی کی بنا پر نہیں کیا وہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کو اچھی طرح جانتے ہیں اور انکار محض بغض و حسد کی بنا پر کر رہے ہیں کیونکہ ان کا خیال تھا کہ آخری نبی ابھی ہمارے خاندان بنی اسرائیل ہی میں سے ہوگا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ وہ تو بنی اسمٰعیل میں پیدا ہو گیا ہے تو حسد کرنے لگے کہ بنی اسمٰعیل کے پیغمبر پر کیوں وحی نازل ہوئی ہے۔ ۹ انھم ظنوا ان ھذا الفضل العظیم بالنبوۃ المنتظرۃ یحصل فی قومھم فلما وجد فی العرب حملھم ذلك علی البغی والحسد (کبیر ص۶۲۶ ج۱) یعنی وہ دوہرے غضب کے مستحق ہو گئے ایک غضب تو توحید کو چھوڑ شرک کرنے اور گوسالہ پرستی کی وجہ سے نازل ہوا، اور دوسرا غضب آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننے کی وجہ سے وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝ اور ان کافروں کے لئے ایسا عذاب تیار ہے جو ان کے بغض و عناد اور کبر و غرور کو توڑ کر انہیں ذلیل و خوار کر دے گا۔ اب آگے یہود کے دعوائے ایمان کی تردید و تکذیب ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے پانچ دلیلیں قائم فرمائی ہیں۔

یہود کے ایک قول باطل کی تردید

یہاں تک افہام و تفہیم اور تبلیغ و ارشاد کے تمام ذرائع اور طریقے استعمال کرنے کے بعد آگے یہودیوں کی انتہائی ضد اور ہٹ دھرمی کا شکوہ کیا جا رہا ہے اور ان کی غلط بیانی کا مسکت جواب دیا جا رہا ہے۔ **۱۷۸** جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کتاب اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری ہے اس پر ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم بھی تو خدا کی کتاب کو مانتے ہیں۔ ہم کب اس کا انکار کرتے ہیں؟ مگر صرف اس کو جو ہم پر نازل ہوئی۔ یعنی ہم تو صرف اپنی کتاب تورات کو مانتے ہیں اس کے سوا کسی اور کتاب کو نہیں مانیں گے۔ وَ یَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ یہ قَالُوْا پر معطوف اور یہ قول یہود کے لئے بطور تتمہ لایا گیا ہے وَ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ یہ یہود کے کذب دعویٰ کی پہلی اور دوسری دلیل ہے اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہوتے تو قرآن پر ضرور ایمان لاتے۔ کیونکہ قرآن خود تعلیمات حقہ کا حامل اور اصول دین میں پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے لیکن ان کی ضد اور عصبیت کی حد یہ ہے کہ قرآن باوجودیکہ حق ہے اور پھر قرآن کوئی نئی اور غیر مانوس بات بھی پیش نہیں کرتا بلکہ وہ وہی دعوت توحید پیش کرتا ہے جو ان کی تورات میں موجود ہے مگر چونکہ یہ قرآن ان کی قوم کے کسی آدمی پر نازل نہیں ہوا اس لئے وہ اسے نہیں مانتے **۱۷۹** یہ یہودیوں کے دعویٰ ایمان میں جھوٹے ہونے کی تیسری دلیل ہے یعنی تمہارا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ تم اپنی قوم کے انبیاء کو مانتے ہو نیز اس وحی اور کتاب کو مانتے ہو جو تم پر نازل ہوئی ہے اگر تمہارا اپنی قوم کے انبیاء اور اپنی کتاب پر ایمان ہوتا تو تم نے اللہ کے پیغمبروں کو کیوں قتل کیا ہوتا؟ کیونکہ تورات تو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ بلکہ وہ تو انبیاء علیہم السلام کے اتباع کا حکم دیتی ہے۔ اس سے یہودیوں کے ایمان بالانبیاء اور ایمان بالنبوۃ کے دعویٰ کی حقیقت معلوم ہو گئی **۱۸۰** یہ یہودیوں کے کذب دعویٰ کی چوتھی دلیل ہے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس توحید باری کے واضح دلائل لیکر آئے کہ اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں اور اس کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں۔ الاظھر ان یراد بھا الدلائل الدالۃ علی الوحدانیۃ فانہ ادخل فی التفریع بما بعد (روح ص۳۲۵ ج۱) ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ـــــ بعدہٖ کی ضمیر کا مرجع جملہ ماقبل کا مضمون ہے۔ ای بعد مجیٔ موسیٰ علیہ السلام بھا (روح ص۳۲۵ ج۱) یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توحید کے دلائل واضحہ کے ساتھ آمد کے بعد تم نے گوسالہ کو معبود اور کارساز بنا لیا۔ اور اس کی نذریں اور منتیں دینا شروع کر دیا۔ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ اور اس شرک اور گوسالہ پرستی کی وجہ سے اس سے ان کے دعوائے توحید کا پول اور کذب ظاہر ہو گیا۔ **۱۸۱** یہ یہودیوں کے کذب دعویٰ کی پانچویں دلیل ہے یعنی تورات کو بھی تم نے ہرگز نہیں مانا جب تورات تمہارے سامنے پیش کی گئی تو تم نے اسے ماننے اور اس پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ تورات کو منوانے کے لئے ہم نے کوہ طور کو اٹھا کر تمہارے سروں پر کھڑا کیا، تمہارے سروں پر پہاڑ کھڑا کر کے تمہیں یہ حکم دیا گیا کہ تورات کے احکام کو قبول کرو اور ان پر مضبوطی سے عمل کرو۔ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَا تو ان ظالموں نے زبان سے تو ماننے کا اقرار کر لیا لیکن عملی طور پر نافرمانی کی اور اسے نہ مانا۔ یا واؤ مطلق جمع کے لئے ہے۔ سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَا دونوں باتیں انہوں نے مختلف اوقات میں کہی تھیں سَمِعْنَا تو اس وقت کہا جب پہاڑ ان کے سر پر لا کر کھڑا کیا گیا اور عصینا اس وقت کہا جب پہاڑ ہٹا دیا گیا۔

۱۸۲ف یہ لوگ تورات پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ کفر و شرک سے انہیں خاص انس رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سامری کے گوسالہ کی محبت ان کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور شرک و بت پرستی کی محبت ان کے رگ و پے میں اس طرح جاری و ساری تھی جس طرح کپڑے میں رنگ اور جسم کی گہرائیوں میں پانی سرایت کر جاتا ہے۔ کما یتداخل الصبغ الثوب و الشراب اعماق البدن (بیضاوی ص۱۰ ج۳) اس گوسالہ پرستی کی گہری محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ جب انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم ملا تو انہوں نے اس میں پس و پیش کیا تو کیا تورات شرک اور بت پرستی کی اجازت دیتی ہے؟ **۱۸۳ف** اگر واقعی تم مومن ہو تو یہ بھلا ایمان ہے جو تم سے ایسے ناشائستہ اور برے افعال کا ارتکاب کرا رہا ہے یعنی قتل انبیاء، شرک اور گوسالہ پرستی اور تورات کا انکار یہ تمام امور قبیحہ اور افعال شنیعہ مقتضائے ایمان کے خلاف ہیں۔ لہٰذا تمہارا اپنے انبیاء علیہم السلام پر نازل شدہ ہدایت اور وحی پر بھی ایمان نہیں ہے۔

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾
پھر بنا لیا تم نے بچھڑا اس کے گئے پیچھے اور تم ظالم ہو

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ
اور جب ہم نے لیا قرار تمہارا اور بلند کیا تمہارے اوپر کوہ طور کو ۱۸۱ف

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا
پکڑو جو ہم نے تم کو دیا زور سے اور سنو بولے سُنا ہم نے

وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ
اور نہ مانا اور پلائی گئی ان کے دلوں میں محبت اسی بچھڑے کی بسبب ان کے کفر کے ۱۸۲ف

قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
کہدے کہ بری باتیں سکھاتا ہے تم کو ایمان تمہارا اگر تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ
ایمان والے ہو ۱۸۳ف کہدے کہ اگر ہے تمہارے واسطے آخرت کا گھر

عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا
اللہ کے ہاں تنہا سوا اور لوگوں کے ۱۸۴ف تو تم مرنے کی

الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ
آرزو کرو اگر تم سچ کہتے ہو اور ہرگز آرزو نہ کریں گے موت

اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
کی کبھی بھی بسبب ان گناہوں کے کہ بھیج چکے ہیں ان کے ہاتھ ۱۸۵ف اور اللہ خوب جانتا ہے

بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ
گنہگاروں کو اور تو دیکھے گا ان کو سب لوگوں سے زیادہ حریص

عَلٰى حَيٰوةٍ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۛۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ
زندگی پر ۱۸۶ف اور زیادہ حریص مشرکوں سے بھی ۱۸۷ف چاہتا ہے ایک ایک ان کا

موافقۃ ۲

پیر پرستوں کا رد ۲

۳ انواع خمسہ اور قول باطل کی تردید کے بعد مباہلہ کا چیلنج ۱۴

یہود کو مباہلہ کا چیلنج

جس طرح آج کل کے بعض پیشہ ور گدی نشین اپنے مریدوں کے سامنے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ چونکہ بزرگوں کی اولاد ہیں اس لئے وہ اور ان کے مرید خیر و عافیت سے ضرور جنت میں جائیں گے اسی طرح یہودیوں کے مولوی اور پیر بھی دعویٰ کرتے تھے کہ جنت میں صرف وہی اور ان کے پیروکار جائیں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے افہام و تفہیم کی انواع کے بیان اور ان کے ایک باطل قول کی تردید کے بعد ان کو مباہلہ کا چیلنج دیا ہے۔ یہ چیلنج ان کے اسی سب سے بلند بانگ دعویٰ کے جواب میں ہے کہ ہم اللہ کے برگزیدہ پیغمبروں کی اولاد ہیں اس لئے ہم خدا کے چہیتے اور محبوب ہیں اور جنت میں ہمارے سوا کوئی نہیں جائے گا۔ سبب نزولہا قولہم لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ الخ وَنَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ الخ وَلَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ الخ (روح ص۳۲۳ ج۱، قرطبی ص۳۳ ج۲، معالم ص۷۱ ج۱، ابن کثیر ص۱۲۷ ج۱) تو اس کا جواب مباہلہ سے دیا گیا۔

۱۸۴ف الدار الاخرۃ سے مراد جنت ہے اور الناس سے مراد تمام وہ لوگ ہیں جو ان کے دین پر نہیں تھے فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ یعنی ہر فریق دوسرے کی موت کی تمنا کرے یعنی موت کی بددعا کرے جیسا کہ مباہلہ میں ہوتا ہے۔ ای ادعوا بالموت علی الکاذب من الفریقین والمراد منہ المباھلۃ کما صح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ من السلف (جامع البیان ص۱۶، قرطبی ص۳۳ ج۱) اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو کہ جنت صرف تمہارے ہی لئے ہے تو آؤ اور مباہلہ کرو۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں تمنی موت سے اپنی موت کی تمنا مراد ہے یعنی اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اللہ سے اپنے لئے موت مانگو کیونکہ جس شخص کو یقین ہو کہ وہ جنت میں جائے گا اس کی دلی خواہش یہ ہوگی کہ وہ اس دنیا کے جھمیلوں سے نجات پائے اور آخرت کی طرف منتقل ہو کر جنت میں اپنا بسیرا کرے **۱۸۵ف** یہودیوں کو اپنی سابقہ بداعمالیوں کی بنا پر اس بات کا یقین ہے کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں اس لئے وہ مباہلہ پر کبھی تیار نہ ہوں گے اور نہ ہی موت کی آرزو کریں گے۔ انہم فی دعواہم کاذبون (معالم ص۷۱ ج۱، قرطبی ص۳۳ ج۲) وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو اچھی طرح جانتا ہے اور ان کی تدبیروں اور ہتھکنڈوں سے خوب واقف ہے۔ **۱۸۶ف** تجد میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور ھم کی ضمیر ان یہودیوں کی طرف ہے جن کا پہلے ذکر ہو رہا ہے یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ موت کی تمنا کبھی نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ لوگ زندگی پر بڑے حریص ہیں اور تمام لوگوں سے بڑھ کر انہیں زندگی پیاری ہے کیونکہ انہیں اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنا بدانجام معلوم ہے یا ان کی حرص کی وجہ یہ تھی کہ عوام الناس پر ان کے تقدس و اقتدار کا سکہ بیٹھا ہوا تھا اور نذر و نیاز کی بے حساب آمدنی کا سلسلہ جاری تھا۔ اس مفت کے عیش و عشرت کی وجہ سے وہ چاہتے تھے کہ ہمیشہ زندہ رہیں **۱۸۷ف** من حیث المعنیٰ اس کا عطف الناس پر ہے یعنی یہ یہودی تو مشرکوں سے بھی بڑھ کر زندگی پر حریص ہیں کیونکہ مشرکوں کو آخرت میں عذاب کا کوئی ڈر نہیں تھا اس لئے کہ وہ آخرت کے قائل ہی نہیں تھے اور نہ ہی یہودیوں کے مولویوں اور پیروں کی طرح انہیں نذر و نیاز کی آمدنیاں وصول ہوتی تھیں۔ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ ھُمْ کی ضمیر بھی ان یہودیوں کی طرف راجع ہے یہ ان کی حرص کی زیادتی کا مزید بیان ہے۔

موضح قرآن ف۱ کہتے تھے کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہ جاوے گا اور ہم کو عذاب نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یقیناً بہشتی ہو تو مرنے سے کیوں ڈرتے ہو؟ **فتح الرحمٰن** ف۱ دیگر از تحریف یہود آں بود کہ می گفتند

یعنی ان میں سے ہر ایک کی یہ آرزو ہے کہ اسے ایک ہزار سال زندگی ملے وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ ۔۔ ما نافیہ ہے هُوَ اسکا اسم اور بِمُزَحْزِحِهٖ اس کی خبر ہے اور اَنْ يُّعَمَّرَ مبتدا رکا بیان ہے یعنی طویل عمر کا دیا جانا عذاب سے نہیں بچا سکتا کیونکہ ہزار سال کے بعد آخر موت ہے ۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ؏ اللہ تعالیٰ ان کی ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے اور ان کے تمام ظاہر و باطن اعمال سے باخبر ہے اسلئے لامحالہ انہیں ان کے اعمال کی سزا دے گا۔

یہودیوں کے شبہات کا ازالہ

افہام و تفہیم کے دوران مخاطب کے ذہن میں بعض شبہات کا پیدا ہونا ناگزیر ہے جبتک ان شبہات کا ازالہ نہ کیا جائے اس وقت تک مخاطب کو اطمینان قلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ گذشتہ سات رکوعات میں یہودیوں کو سمجھانے اور ان کو راہ راست پر لانے کے لئے افہام و تفہیم کے تمام ممکنہ ذرائع اختیار کئے گئے ہیں۔ اب آخر میں ان کے تین شبہات کا جواب دیا جا رہا ہے۔

لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ
عمر پاوے ہزار برس اور نہیں اس کو بچانے والا عذاب سے
اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قُلْ مَنْ
اس قدر جینا اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ف تو کہہ دے جو کوئی
كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ
ہووے دشمن جبریل کا ۱۶۵ سو اس نے تو اتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر
بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّ
اللہ کے حکم سے کہ سچا بتانے والا ہے اس کلام کو جو اس کے پہلے ہے اور راہ دکھاتا ہے اور
بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ
خوشخبری سناتا ہے ایمان والوں کو جو کوئی ہووے دشمن اللہ کا اور اسکے فرشتوں کا
وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾
اور اس کے پیغمبروں کا اور جبریل اور میکائیل کا ۱۵۵ تو اللہ دشمن ہے ان کافروں کا ف
وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا
اور ہم نے اتاریں تیری طرف آیتیں روشن اور انکار نہ کرینگے ان کا مگر
الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ
وہی جو نافرمان ہیں ف۱۷ کیا جب کبھی باندھیں گے کوئی قرار تو پھینک دیگی اس کو ایک جماعت
مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ
ان میں سے ۱۵۱ بلکہ ان میں اکثر یقین نہیں کرتے اور جب پہنچا ان کے پاس
رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ
رسول اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والا اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے ۱۶۹ تو پھینک دیا
فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ
ایک جماعت نے اہل کتاب نے اللہ کی کتاب کو

ع ۱۱ / ۱۰

سا چیلنج مباہلہ کے بعد آخر میں دعویٰ توحید کے بارے میں یہودیوں کے تین شبہات کا جواب ۔ جواب شبہ اول ۔ ۲۰ شبہ اول پر پہلی ۔ دعویٰ توحید لانے والا فرشتہ جبرائیل ہمارا دشمن ہے ۔ ۲۱ تردید کی وجہ اول ۔ دوسری وجہ ۔ تیسری وجہ ۔ چوتھی وجہ ۔ پانچویں وجہ ۔ زجر اول ۔ زجر ثانی ۔ جواب شبہ ثانیہ ۔ شبہ ثانیہ یہ تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام غیر اللہ کو پکارنا ثابت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعویٰ توحید الخ

پہلا شبہ: یہودیوں کو جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لانے والے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں تو کہنے لگے کہ جبریل فرشتہ تو ہمیشہ عذاب ہلاکت اور خط سالی کا پیغام لایا کرتا ہے۔ نیز جب بخت نصر نے بیت المقدس پر حملہ کیا تھا اس وقت جبریل ہی تھا جس نے اس ظالم بادشاہ کی مدد کی اور اس نے یہودیوں کو تہس نہس اور بیت المقدس کو برباد کر دیا۔ اسی طرح یہ جبریل ہمارے اندرونی راز اور پوشیدہ بھید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتا ہے اس لئے یہ فرشتہ ہمارا دشمن ہے۔ (بحر ص۳۱۹ ج۱، روح ص۳۳۲ ج۱) چونکہ توحید کا پیغام یہ فرشتہ لایا ہے ہم اسے ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ ہاں اگر يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ کا پیغام، يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ، وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اور وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ اور دیگر احکام میکائیل فرشتہ نے لائے ہوتے تو ہم انہیں بخوشی قبول کر لیتے۔ یہ اگرچہ حقیقت میں محض ضد پر مبنی اور نہ ماننے کا ایک لنگڑا بہانہ تھا لیکن ناصح حکیم جل مجدہٗ نے اس کا بھی نہایت متین اور معقول جواب دیا ہے۔

دوسرا شبہ: جب اللہ تعالیٰ نے یہود سے بار بار فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس پر نازل کی گئی کتاب کوئی نیا مسئلہ نہیں پیش کر رہے بلکہ یہ وہی پیغام توحید پیش کر رہے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کے ذریعے پیش فرمایا اور ان کے بعد آنے والے ہزاروں انبیائے کرام علیہم السلام بھی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے ہیں تو اس پر یہودیوں کے علماء نے کہا کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن نے جو نظریہ پیش کیا ہے بعینہٖ تورات کا اور ہمارے پیغمبروں کا بھی یہی نظریہ تھا کیونکہ ہمارے اوراد و وظائف اور تورات میں تو غیر اللہ کو پکارنے کی اجازت موجود ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام (عیاذاً باللہ) غیر اللہ کو پکارا کرتے تھے اور اسی وجہ سے جن و انس پر انکی حکومت قائم تھی۔ اگر تورات میں اس کی اجازت نہ ہوتی تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے اور عوام کو گمراہ کرنے کیلئے جادو کی پوتھیاں ان کو دکھاتے جو شیطانوں نے گھڑ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذمہ لگا دی تھیں (کبیر ص۶۳۶ ج۱) یہودی یہ پوتھیاں لوگوں کو دکھاتے اور کہتے دیکھو یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خاص یادداشتیں ہیں اور ان میں غیر اللہ کو پکارنا لکھا ہے۔

تیسرا شبہ: تیسرا شبہ ان کا یہ تھا کہ اگر غیر اللہ کو پکارنا ناجائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ دو مقرب فرشتوں ہاروت اور ماروت کو جادو سکھلانے کے لئے کیوں دنیا میں بھیجتا؟ حالانکہ جادو میں غیر اللہ ہی کو پکارا جاتا ہے اور ارواح خبیثہ سے استمداد و استعانت کی جاتی ہے (اس کی مزید تحقیق آگے آرہی ہے) تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا اور غیر اللہ سے استعانت کرنا جائز ہے۔ اب ترتیب وار تینوں شبہات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

موضح قرآن ف یہود نے کہا کہ یہ کلام لاتا ہے جبریل اور وہ ہمارا دشمن ہے کئی بار ہمارے دشمنوں کو ہم پر غالب کر گیا کوئی اور فرشتہ لاتا تو ہم مانتے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرشتے جو کرتے ہیں بے حکم نہیں کرتے جو ان کا دشمن ہوا اللہ بے شک اس کا دشمن ہے ۱۲

فتح الرحمٰن ف دیگر از مہفوات یہود آں بود کہ جبرئیل را دشمن می داشتند کہ عذاب بر امم سابقہ فرود آورد و ایں خطا است کہ جبرئیل مامور است مناسب حق عز و جل وے را چہ اختیار ۱۲

پہلے شبہ کا جواب ہے۔ ۱۸۸ مَنْ شرطیہ ہے اور اس کی خبر محذوف ہے ای فعل التّولا وجہ لہا ادما اشبہ ھٰذا التقدیر (بحر ۳۱۸ ج ۱) ای من کان عدو فلا انصاف لہٗ (جامع ۲۸) پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا کہ آپؐ ان کے شبہ کا جواب دیں کہ جو شخص حضرت جبریلؑ کا دشمن ہے اس کی دشمنی بلاوجہ ہے اور انصاف پر مبنی نہیں آگے اس کی پانچ علتیں اور دلیلیں بیان کی گئی ہیں فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ یہ جزاء محذوف کی پہلی علت ہے یعنی جبرئیلؑ سے عداوت رکھنا تو بالکل بے معنیٰ اور غیر منصفانہ حرکت ہے اس لئے کہ انہوں نے جو کچھ آپؐ کے قلب پر نازل کیا ہے وہ اپنے پاس سے اور اپنی مرضی سے نازل نہیں کیا بلکہ وہ تو اللہ کا کلام ہے اور انہوں نے اللہ ہی کے حکم سے نازل کیا ہے اس لئے حضرت جبریلؑ سے دشمنی سراسر حماقت ہے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ یہ جزاء محذوف کی دوسری علت ہے اور مُصَدِّقًا، نَزَّلَهٗ کی ضمیر منصوب سے حال ہے یعنی جو کتاب حضرت جبریلؑ نے اللہ کے حکم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری ہے وہ بھی کوئی نئی اور انوکھی نہیں بلکہ پہلی کتابوں کے بنیادی اور اصولی مضامین کی تصدیق کرتی ہے۔ اور وہی دعوت توحید پیش کرتی ہے جو اس سے پہلے خود تورات نے پیش کی تھی هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ * یہ تیسری اور چوتھی علت ہے اور ہدیٰ اور بشریٰ * دونوں مُصَدِّقًا پر معطوف ہیں۔ یہاں قرآن کی دو صفتیں اور بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ سیدھی راہ دکھاتا ہے اور کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور توحید کی روشنی کی طرف لاتا ہے۔ دوسری یہ کہ وہ ماننے والوں کو آخرت میں ابدی زندگی کی خوشخبری سناتا ہے تو ایسی کتاب لانے والے سے عداوت سراسر بے انصافی اور حماقت ہے۔ **۱۸۹** پچھلی آیت میں تو دلائل سے عداوتِ جبریلؑ کی غیر معقولیت بیان کی تھی اب اس آیت میں جبریلؑ اور دوسرے فرشتوں سے عداوت رکھنے والوں کا انجام بیان کیا ہے اس لئے یہ عداوت جبریلؑ کی غیر معقولیت کی پانچویں دلیل ہے۔ عَدُوٌّ عداوت سے اسم ہے اور عداوت محبت اور دوستی کی ضد ہے اور اس سے مراد ہر وہ فعل ہے جو دوستی اور محبت کے منافی ہو۔ تمام فرشتوں کے ذکر کے بعد جبریلؑ اور میکائیلؑ کی تخصیص باقی فرشتوں پر ان کی فضیلت اور برتری کے اظہار کے لئے ہے یا دونوں کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ یہودیوں نے ان دونوں کا ذکر کیا تھا اور انہیں کے سبب سے یہ آیت نازل ہوئی۔ لان الیھود ذکروھما ونزلت الاٰیۃ بسببھما (روح ص۳۳۴ ج ۱) من شرطیہ ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔ تقدیرہ فھو کافر مجزی باشد العذاب (روح ص۳۳۴ ج ۱) یعنی جو شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں اور رسولوں کا خصوصاً جبریلؑ اور میکائیلؑ کا دشمن ہو وہ کافر ہے اور اسے سخت سزا دی جائے گی۔ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ یہ جواب شرط محذوف کی علت ہے یعنی ان کی سزا کی علت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے اور ان کے کفر کی وجہ سے انہیں سزا دیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں سے دشمنی خدا کی ناراضی اور اسکے غضب کا موجب ہے آگے اہل کتاب کیلئے زجر و تنبیہ ہے۔ **۱۹۰** ہم نے آپؐ کو ایسے واضح دلائل اور ایسی کھلی نشانیاں دی ہیں کہ ان کا انکار صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے ضد و عناد کی وجہ سے فسق و فجور کو اپنا شیوہ بنا رکھا ہے المتمردون فی الکفر الخارجون عن الحدود (روح ص۳۳۵ ج ۱) یہ یہودی ضد و عناد اور تمرد و سرکشی میں اس حد تک بڑھ چکے ہیں کہ ایسے واضح دلائل کا بے کھٹکے انکار کر دیتے ہیں۔ **۱۹۱**

وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوْا

اپنی پیٹھ کے پیچھے گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں تھے اور پیچھے ہو لئے

مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ

اس علم کے جو پڑھتے تھے شیطان سلیمانؑ کی بادشاہت کے وقت ۱۹۳ اور کفر نہیں کیا

سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ

سلیمان نے ۱۹۴ لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ سکھاتے تھے

النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ

لوگوں کو جادو اور اس علم کے پیچھے ہو لئے جو اترا دو فرشتوں پر شہر بابل میں

هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى

جن کا نام ہاروت اور ماروت ہے ۱۹۵ اور نہیں سکھاتے تھے وہ دونوں فرشتے کسی کو جب تک

يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ

یہ نہ کہدیتے کہ ہم تو آزمائش کے لئے ہیں سو تو کافر مت ہو ۱۹۶ پھر ان سے سیکھتے

مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَ

وہ جادو جس سے جدائی ڈالتے ہیں مرد میں اور اس کی عورت میں ۱۹۷ اور

مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَ

وہ اس سے نقصان نہیں کر سکتے کسی کا بغیر حکم اللہ کے اور

يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا

سیکھتے ہیں وہ چیز جو نقصان کرے ان کا اور فائدہ نہ کرے ۱۹۸ اور وہ خوب جان چکے ہیں

لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۭ وَلَبِئْسَ

کہ جس نے اختیار کیا جادو کو نہیں اسکے لئے آخرت میں کچھ حصہ اور بہت ہی بری

مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ

چیز ہے جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو ۱۹۹ اگر ان کو سمجھ ہوتی اور اگر وہ

ان کے طغیان و عصیان کا یہ حال ہے کہ انہوں نے جب کبھی کوئی عہد کیا اسے پورا نہ کیا بلکہ ان میں ہمیشہ ایک بہت بڑی جماعت عہد شکنی پر کمربستہ رہی۔ گویا عہد شکنی، غداری اور نافرمانی ان کی عادتِ قدیمہ اور قومی خصوصیت ہے۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔۔۔ بلکہ ان کی اکثریت کا تو اپنی کتاب پر بھی مخلصانہ ایمان نہیں تھا صرف منافقانہ طور پر زبانی اقرار تھا لیکن ان کا عمل اسکے خلاف تھا۔ (کبیر ص۶۳۴ ج ۱) تو جن کے خبثِ باطن کا یہ حال ہو کہ اپنی کتاب اور اپنے رسول کو بھی نہ مانیں بھلا وہ دوسری قوم کے نبی اور اس کی کتاب کو کیوں ماننے لگے۔

دوسرے شبہ کا جواب ہے۔ ۱۹۲ رسول سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب ان اسرائیلیوں کے پاس خدا کا پیغمبر ایسا پیغام لے کر آیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کی تصدیق کرتا ہے اور جو دعوتِ توحید اور اصولِ دین انہوں نے بیان کئے ہیں ان کی تائید و توثیق کرتا ہے۔ صدق ما فیہا من قواعد التوحید واصول الدین واخبار الامم والمواعظ والحکم (روح ص۳۳۶ ج ۱) نَبَذَ فَرِيْقٌ

فتح الرحمٰن۔ **ف ۱** دیگر از ہفوات یہود آن بود کہ سحر میکردند وسلیمان علیہ السلام را ساحر میدانستند و این افترا بود بر سلیمان علیہ السلام و اشارت بہمیں معنیٰ است دریں آیت ۱۲

مِّنَ الَّذِیْنَ یہ لَمَّا کا جواب ہے اور اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ سے مراد یہی یہودی ہیں اور کِتٰبَ اللّٰہِ سے تورات مراد ہے اور یہ نَبَذَ کا مفعول ہے یعنی جب اللہ کا سچا پیغمبر تورات کی تصدیق کرتا ہوا ان کے پاس آیا تو ان تورات پر ایمان کے دعویداروں نے تورات کے احکام کو ٹھکرا دیا اور ان کی ذرا پرواہ نہ کی۔ تورات میں اس آخری نبی کے ظہور کی پیشگوئی اور آپ کی صفات و علامات موجود تھیں اور تورات میں یہ حکم بھی موجود تھا کہ جب یہ نبی ظاہر ہو تو اس پر ایمان لانا۔ اور یہودیوں کے علماء اچھی طرح جانتے تھے کہ تورات میں جس پیغمبر کا ذکر ہے وہ آپ ہی ہیں مگر اس کے باوجود آپ کو نہ مانا اور تورات کے حکم کو پس پشت ڈال دیا۔ کَاَنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ انہوں نے تورات کے حکم کی اس طرح لاپرواہی کی اور اسے اس طرح ٹھکرا دیا گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں ہیں کہ وہ اللہ کی کتاب ہے۔ **۱۹۳** شیاطین سے سرکش جن اور ابلیس کے چیلے مراد ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ والمتبادر من الشیاطین مردۃ الجن وھو قول الاکثرین (روح ص۳۳۸ ج ۱) ان یہودیوں نے تورات میں آخری نبی پر ایمان لانے کے حکم ہی کو نہیں ٹھکرایا بلکہ انہوں نے تو تورات کی دعوت توحید کو بھی پامال کر دیا اور اسے چھوڑ کر شیطانی جادو اور ٹونے ٹوٹکوں کے پیچھے پڑ گئے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں شیطانوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے گھڑے تھے۔ جب یہودیوں نے قرآن کی دعوت توحید کے مقابلہ میں غیر اللہ کی پکار کا جواز ثابت کرنے کے لیے تورات پیش کی تو تورات مسئلہ توحید پر قرآن سے متفق نکلی تو اب یہودی اپنی خفت مٹانے کے لیے جادو کی وہ پوتھیاں نکال لائے جو شیطانوں نے لکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے مومن وزیر آصف بن برخیا اور ہاروت و ماروت فرشتوں کے ناموں سے مشہور کر رکھی تھیں اور نسلاً بعد نسلٍ موجود ہوتی چلی آتی تھیں۔ قال السدی عارضت الیھود محمدا صلے اللہ علیہ وسلم بالتوراۃ فاتفقت التوراۃ والقرآن فنبذوا التوراۃ واخذوا بکتاب اٰصف وسحر ھاروت وماروت (قرطبی ص۴۱ ج ۲، کبیر ص۶۲۵ ج ۱، نیشاپوری ص۳۴۴ ج ۱) **۱۹۴** جادو میں چونکہ غیر اللہ کو پکارا جاتا ہے اس لیے ایسا جادو صریح شرک اور کفر ہے جب یہودی جادو، اور ٹوٹکوں کی پوتھیاں نکال لائے اور کہا دیکھو، یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خاص نوشتے ہیں اور وہ جادو کیا کرتے اور غیر اللہ کو پکارا کرتے تھے بلکہ اسی کی بنا پر وہ جنوں پر حکومت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس دعویٰ کی تردید و تکذیب فرمائی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس کفر و شرک سے برأت کا اعلان فرمایا کہ سلیمان پیغمبر نے تو ایسا کفر و شرک کبھی نہیں کیا جو یہ لوگ ان کے ذمے لگا رہے ہیں۔ وَلٰکِنَّ الشَّیٰطِیْنَ کَفَرُوْا ___ لکن ماقبل کی نفی اور مابعد کے اثبات کے لیے آتا ہے یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ جادو، اور کفر و شرک نہیں کیا بلکہ یہ سب شیطانوں کی کارستانیاں ہیں حضرت قتادہؓ کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں شیطانوں نے ایک کتاب تیار کی جس میں جادو اور شرک تھا۔ اور لوگوں میں اس کی اشاعت کی اور اس میں لکھا ہوا جادو لوگوں کو لکھانے لگے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے وہ کتابیں حاصل کر کے اپنے تخت کے نیچے دفن کرا دیں۔ جب ان کی وفات ہو گئی تو جنوں نے وہ کتابیں پھر سے نکال لیں اور لوگوں میں مشہور کرنا شروع کر دیا کہ یہ حضرت سلیمانؑ کے مخصوص نوشتے اور ان کا خاص علمی خزانہ ہے جسے انہوں نے ہم سے چھپایا ہوا تھا اور بعض نوشتوں کی ابتدا میں ان خبیثوں نے یہ الفاظ بھی بڑھا دیئے تھے۔ ھٰذا ما کتب آصف بن برخیا للملک سلیمان بن داؤد من ذخائر کنوز العلم یعنی یہ علم کے ذخیروں میں سے وہ خزانہ ہے جسے آصف بن برخیا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے لکھا تھا۔ جنوں نے یہ کتابیں نکال کر لوگوں میں پھیلانا اور انہیں سکھانا شروع کر دیں۔ (ھٰذا اکلہ من ابن جریر ص۳۳۹ ج ۱) رفتہ رفتہ یہی نوشتے اور پوتھیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کے پاس بھی پہنچ گئیں۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں شیاطین آسمان کے قریب جا کر آئندہ کاموں سے متعلق فرشتوں کی باتیں سنتے اور ان میں اپنی طرف سے سینکڑوں جھوٹ ملا کر کاہنوں اور نجومیوں کو بتاتے اور وہ ان تمام باتوں کو کتابوں میں لکھ کر لوگوں میں پھیلاتے اور انہیں سکھاتے۔ اور چونکہ کوئی بات سچی بھی ہو جاتی تھی اس لیے انہوں نے لوگوں میں مشہور کر رکھا تھا کہ جن غیب جانتے ہیں۔ اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا خاص علم ہے اور اسی علم کے ذریعے انہوں نے جن و انس اور ہوا کو تابع کر رکھا ہے (مدارک ص۵۵ ج ۱، نیشاپوری ص۳۴۳ ج ۱) اگر اس روایت کو پیش نظر رکھا جائے تو شیاطین سے شیاطین الجن اور شیاطین الانس دونوں مراد ہونے چاہئیں کیونکہ اس کام کو شروع تو شیاطین الجن نے کیا تھا لیکن لوگوں میں اس کی تعلیم و اشاعت شیاطین الانس کے ذریعے ہوئی۔

تحقیق السحر:- اس آیت میں جادو کو کفر کہا گیا ہے اس لیے جادو سے یہاں دواؤں کے ذریعے یا ہاتھ کی صفائی سے عجیب و غریب کرتب کھانے مراد نہیں کیونکہ بعض لوگ ان پر بھی جادو، اور سحر کا اطلاق کر دیتے ہیں اور یہ کفر بھی نہیں بلکہ اس سے جادو کی وہ تمام قسمیں مراد ہیں جن میں غیر اللہ کو پکارا جاتا ہے اور ارواح خبیثہ سے استعانت کی جاتی ہے اور اس میں شرکیہ وظائف پڑھے جاتے ہیں۔ ویستعان فی تحصیلہ بالتقرب الی الشیطان بارتکاب القبائح قولا کالرقی التی فیھا الفاظ الشرک الخ (روح ص۳۳۸ ج ۱) شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جادو کی تیرہ قسمیں ہیں اور سب کا خلاصہ غیر اللہ کو پکارنا، غیر اللہ کو قادر اور عالم الغیب سمجھنا ہے اس کے بعد فرمایا ہے کہ جادوگر کی سزا قتل ہے اور قتل کے بعد نہ اس کا جنازہ پڑھا جائے اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اے برادر! دعا لغیر اللہ کردن آثار عجیبہ ظاہری شود سحر است ہمیں است ماہیت دعا ناظ دعوت قمری ای مرسل الرحمۃ و منزل النعمۃ و ورد دعوت عطارد کل ما حصل لی من الخیر فہو منک و نیز گو ببند اتیہا العالم بخفیات الامور و مطلع علی السرائر و در تفسیر عزیزی است اگر در سحر قولی یا فعلی کہ موجب کفر باشد مثل ذکر نام بتاں و ارواح خبیثہ بہ تعظیمیکہ شایان رب العزت است مثل اثبات عموم علوم و قدرت و غیب دانی و مشکل کشائی یا ذبح لغیر اللہ یا سجدہ لغیر اللہ و غیر ذلک قبح شود بلاشبہ آں سحر کفر است و صاحب آں مرتد شود، انتہی مختصراً فی التوسل لابن تیمیہ ص۱۳۰ استغاثہ لغیر اللہ و اقسام لغیر اللہ سحر است"۔

اسی طرح امام ابن تیمیہ "قاعدہ جلیلہ" میں فرماتے ہیں کہ جادو میں غیر اللہ کو پکارنا لازم ہے۔

جس طرح یہودیوں نے اللہ کے معصوم پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذمہ جادو، اور غیر اللہ کو پکارنے جیسا شرک لگا دیا تھا اور ثبوت میں غیر مستند نوشتے پیش کئے تھے۔ اسی طرح آجکل بھی قرآن کی خالص توحید کے مقابلہ میں شرک پسند پیر اور بدعت نواز مولوی اپنے شرکیہ اعمال و عقائد اور بدعات کو جائز ثابت کرنے کے لیے امام ابوحنیفہؒ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ امام شعرانیؒ اور دیگر بزرگانِ دین کا نام لیتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ حضرات بھی غیر اللہ کو نہ صرف پکارنے کی اجازت دیتے تھے بلکہ خود بھی پکارا کرتے تھے اور ثبوت "قصیدہ نعمانیہ، قصیدہ غوثیہ، لطائف المنن اور بہجۃ الاسرار" ایسی غیر مستند اور بے سروپا کتابیں پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ بزرگانِ دین اس قسم کی خرافات سے بالکل بری تھے۔ اگر قرآن کے مقابلہ میں ایسی عبارتیں اور کتابیں بزرگوں کی طرف منسوب کر کے پیش کی جائیں تو اگر واقعی وہ بزرگ اور اولیاء اللہ تھے جیسے مذکورہ بزرگان تو اس نسبت کا معاف انکار کر دینا چاہیئے جس طرح وضاعوں اور کذابوں نے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جھوٹی حدیثیں لگا دی ہیں اسی طرح توحید کے غداروں اور سنت کے باغیوں نے یہ من گھڑت خرافات ان بزرگوں کے ذمہ لگا دی ہیں اور اگر ان عبارتوں کی نسبت ان بزرگوں کی طرف صحت سے ثابت ہو جائے تو ان میں تاویل کی جائے اور ان کا ایسا محمل بیان کیا جائے جو قواعد شرعیہ کے موافق ہو، اور اگر الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہ ہو تو کہا جائے کہ یہ کلمات اس شخص سے غلبہ حال کی حالت میں صادر ہوئے ہوں گے جس میں وہ معذور رہے۔ بہرحال قواعد شرعیہ کے خلاف کسی کا کوئی قول قابل قبول نہیں خواہ وہ کتنا ہی بڑا ولی اور امام کیوں نہ ہو۔ شریعت اماموں اور ولیوں کے تابع نہیں بلکہ امام اور ولی شریعت کے تابع ہیں۔ **۱۹۵** وَمَآ اُنْزِلَ میں مَا موصولہ ہے نافیہ نہیں جیسا کہ بعض کو غلطی لگی ہے اس کا عطف مَا تَتْلُوْا پر ہے یعنی یہودیوں نے تورات کا پیغام توحید چھوڑ چھاڑ کر شیطانی ٹوٹکوں اور ہاروت و ماروت کے جادو کی اتباع اور پیروی شروع کر دی۔ یہاں انزل سے مراد وحی نہیں بلکہ الہام کے ذریعے تعلیم مراد ہے۔ الانزال بمعنی الالھام والتعلیم (معالم ص۸۵ ج ۱) الملکین میں مشہور قرأت لام کے فتحہ سے ہے۔ القراءۃ المشھور بفتح اللام (کبیر ص۶۵۱ ج ۱) اسی بنا پر محققین کی رائے یہ ہے کہ ہاروت اور ماروت دونوں فرشتے تھے جنہیں لوگوں کے امتحان اور ابتلاء کے لیے اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجا تھا۔ ذھب کثیر عن السلف الی انھما کانا ملکین من السماء وانھما انزلا الی الارض (ابن کثیر ص۱۳۸ ج ۱) وھذا ان الملکان

انزلا لتعلیم السحر ابتلاء من اللہ تعالٰی للناس (روح ص۳۴۳ ج ۱)

ان فرشتوں کو زمین پر اتارنے کی وجہ کے متعلق علمائے محققین نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں سحر اور کا جادو کا چرچا عام تھا اور جادوگر بکثرت تھے بعض دفعہ جادوگر نبوت کا دعوی کر دیتے اور جادو کے عجیب و غریب کرتب دکھا کر لوگوں سے اپنی جھوٹی نبوت منوا لیتے۔ جادوگر لوگوں کو ایسے ایسے شعبدے دکھاتے کہ وہ حیران رہ جاتے سفلی عملیات اور جادو کے ٹوٹکوں سے عوام اس قدر متاثر ہوئے کہ انہیں حق سمجھنے لگے اور ان کے ذہنوں میں ایسی الجھنیں پیدا ہوگئیں کہ وہ جادو اور معجزہ کے درمیان امتیاز نہیں کر پاتے تھے۔ اس طرح جادو کے ذریعہ روز بروز گمراہی پھیل رہی تھی۔ لوگ انبیاء علیہم السلام، اللہ کے نیک بندوں اور جادوگروں اور شعبدہ بازوں کو ایک ہی سمجھنے لگے۔ تو اللہ تعالٰی نے حق و باطل کا فیصلہ کرنے اور جادو اور معجزہ میں امتیاز قائم کرنے کے لئے ان فرشتوں کو جادو کی حقیقت سے آگاہ کرکے زمین پر بھیجا تاکہ لوگ جادو اور معجزہ کی حقیقت اور باہمی امتیاز کو سمجھ کر جادوگروں کے مکر و فریب سے بچ سکیں۔ (من الکبیر ص۴۵۲ ج ۱، والروح ص۳۴۲ ج ۱، والبحر ص۳۲۹ ج ۱)

یہودیوں نے ہاروت و ماروت کے متعلق ایک عجیب و غریب اور جھوٹا قصہ مشہور کر رکھا تھا جس کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ نے ان دونوں فرشتوں کو بطور آزمائش بشری لوازمات دے کر زمین پر بھیجا تو انہوں نے ایک کنجری زہرہ کے ورغلانے پر بُت کو سجدہ کیا۔ شراب نوشی کی، ایک آدمی کو ناحق قتل کیا۔ اور زہرہ کنجری سے منہ کالا کیا۔ اس کے بعد انہوں نے زہرہ کنجری کو اسم اعظم بتا دیا اور وہ اس کے ذریعے آسمان پر چلی گئی تو اللہ نے اسے زہرہ سیارہ بنا دیا۔ ہاروت و ماروت اپنے گناہوں کی وجہ سے آسمان پر نہ جا سکے اور اب انہیں اُلٹا لٹکا کر عذاب دیا جا رہا ہے۔ تعجب ہے کہ بعض مفسرین نے یہ جھوٹا قصہ بلا نکیر اپنی کتابوں میں درج کر دیا ہے لیکن محققین مفسرین نے اس پر شدید انکار کیا ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں۔ واعلم ان ھذہ الروایۃ فاسدۃ مردودۃ غیر مقبولۃ لانہ لیس فی کتاب مایدل علی ذلک بل فیہ ما یبطلھا (کبیر ص۴۵۲ ج ۱) قرطبی لکھتے ہیں۔ قلنا ھذا کلہ ضعیف وبعید عن ابن عمر وغیرہ لا یصح منہ شیء (قرطبی ص۵۲ ج ۱) امام ابوحیان رقمطراز ہیں۔ وھذا کلہ لا یصح منہ شیء والملائکۃ معصومون لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون (بحر ص۳۲۹ ج ۱)

علامہ خازن لکھتے ہیں۔ فبان بھذہ الوجوہ رکۃ ھذہ القصۃ (خازن ص۸۴ ج ۱) علامہ سید محمود آلوسی حنفی امام رازی کا مذکورہ بالا قول نقل کرکے عراقی سے نقل فرماتے ہیں۔ ونص الشھاب العراقی علی ان من اعتقد فی ھاروت وماروت انھما ملکان یعذبان علی خطیئتھما مع الزھرۃ فھو کافر باللہ تعالٰی العظیم (روح ص۳۴۱ ج ۱) یہ واقعہ "موضح قرآن" میں بھی ہے جو شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے نام پر کتابی صورت میں چھپی ہوئی ہے مگر محققین مثلاً محدث العصر حضرت علامہ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک یہ تفسیر شاہ عبدالقادر کی نہیں ہے کسی نے لکھ کر ان کے نام منسوب کر دی ہے۔ حضرت شاہ صاحب کی "موضح قرآن" صرف وہی حواشی ہیں جو قرآن مجید کے حاشیہ پر چھپے ہوئے ہیں بعض ناشرین نے اب ان میں بھی کچھ رد و بدل کر دیا ہے **۱۹۶** یُعَلِّمٰنِ تعلیم سے ہے۔ اور تعلیم کے معنی یہاں درس و تدریس کے نہیں ہیں بلکہ یہاں تعلیم بمعنی اعلام ہے۔ انہ من الاعلام لا من التعلیم فیعلمان بمعنی یُعْلِمَانِ (قرطبی ص۵۴ ج ۲) وقرأ طلحۃ بن مصرف یُعْلِمَانِ من الاعلام لا من التعلیم وعلیہا حمل بعضھم قراءۃ التشدید (روح ص۳۴۴ ج ۱) اور من زائدہ ہے تاکید استغراق کے لئے۔ (روح ص۳۴۳ ج ۱) فتنہ کے معنی آزمائش اور امتحان کے ہیں۔ واما الفتنۃ فی ھذا الموضع فان معناھا الاختبار والابتلاء (ابن جریر ص۳۶۶ ج ۱) الفتنۃ الاختبار والامتحان (ابو السعود ص۴۵۳ ج ۱) یعنی جب کوئی ان دونوں فرشتوں کے پاس جادو سیکھنے کے لئے آتا تو وہ پہلے ازراہِ خیر خواہی اس پر واضح کر دیتے تھے کہ دیکھو جادو پر اعتقاد رکھنا اور اس پر عمل کرنا کفر ہے اور ہم تو محض اس لئے بھیجے گئے ہیں تاکہ جادو اور معجزہ کا فرق لوگوں پر واضح کر دیں لہٰذا جادو کے جو اصول ہم تمہیں بتلائیں گے ان کو ناجائز طور پر استعمال نہ کرنا اور اس طرح ہم تمہارے لئے امتحان اور آزمائش کا ذریعہ ہیں۔ دیکھنا کہیں جادو کے پیچھے پڑ کر اپنا ایمان نہ ضائع کر بیٹھنا۔ مذکورہ بیان سے ہاروت و ماروت فرشتوں کا دامن بھی شرک اور جادو سے پاک ہوگیا جو کہ یہودیوں نے ان کے ذمہ لگایا تھا۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ وہ خود جادو نہیں کیا کرتے تھے اور نہ ہی غیر اللہ کو پکارتے تھے وہ تو اللہ کے حکم سے محض لوگوں کے امتحان کے لئے جادو کی حقیقت واضح کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ **۱۹۷** فرشتوں کے روکنے کے باوجود لوگ اس جادو کو ناجائز طور پر استعمال کرنے لگے اور زیادہ تر خاوند بیوی کے درمیان جدائی ڈالنے کے لئے اسے استعمال کرتے تھے۔ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ جادو ٹوٹکے اور تعویذ گنڈے سے جو بھی آثار ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ کے حکم اور اس کی قضا سے ہوتے ہیں کیونکہ فاعل اور مؤثر حقیقی وہی ہے نہ کہ یہ چیزیں۔ یہ چیزیں تو محض اسباب کا درجہ رکھتی ہیں۔ قال سفیان الثوری الا بقضاء ہ وقدرتہ ومشیتہ (معالم ص۸۳ ج ۱) اس لئے ضروری نہیں کہ ہر ٹوٹکے اور تعویذ گنڈے کا اثر ظاہر ہو۔ **۱۹۸** یہ بدبخت یہودی جو کچھ سیکھتے ہیں اس کے ذریعہ دوسروں کو نقصان پہنچانا تو ان کے بس کی بات نہیں البتہ یہ جادو دنیا اور آخرت میں ان کے لئے سراسر نقصان ہی نقصان ہے اور اس میں انہیں ذرہ برابر فائدہ نہیں۔ وَلَقَدْ عَلِمُوْا ۔ علموا کا فاعل یہودیوں کے علماء ہیں ۔ قیل عائد علی علماء الیہود (بحر ص۳۳۳ ج ۱) اشْتَرٰهُ میں ضمیر مفعول مَا تَتْلُوْا کی طرف راجع ہے جس سے مراد جادو ہے۔ اور اشتراء سے مراد استبدال ہے۔ ای استبدل ما تتلوا الشیاطین بکتاب اللہ (ابو السعود ص۶۵۷ ج ۱) یعنی ان یہودیوں کے مولویوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جس نے خدا کی کتاب کو چھوڑ کر اس پر جادو اور سحر کی پوتھیوں کو ترجیح دی اور توحید سے منہ موڑ کر شرک اور غیر اللہ کو پکارنے میں لگ گیا وہ آخرت میں سخت بدنصیب ہوگا۔ خدا کی کتاب سے تورات یا قرآن مراد ہے۔ علامہ ابوحیان ایک صورت یہ بھی لکھتے ہیں کہ اشتراہ کی ضمیر تورات یا قرآن شریف کی طرف عائد ہو، اور اشترا بمعنی بیع ہو یعنی جس نے تورات یا قرآن کو چھوڑ اس کے عوض جادو کی کتابوں پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ او کتابھم الذی باعوہ بالسحر او القرآن لانہ تعوضوا عنہ بکتب السحر (بحر ص۳۳۳ ج ۱) **۱۹۹** بئس کا مخصوص بالذم محذوف ہے یعنی السحر اور شَرَوْا بمعنی بَاعُوْا ہے اور اَنْفُسَهُمْ سے پہلے لفظ حظوظ محذوف ہے یعنی یہ جادو جس کے عوض انہوں نے اپنی آخرت کا حصہ بیچ ڈالا ہے وہ بہت ہی بری چیز ہے۔ ای بئس ما باعوا بہ حظوظ انفسھم السحر (من البحر ص۳۳۳ ج ۱، والنہر ص۳۳۶ ج)

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وہ اس سودے کے خسارے کو جانتے تھے مگر چونکہ انہوں نے اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کیا اس لئے ان سے علم کی نفی کی ہے۔ **۲۰۰** اگر یہ یہودی اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لے آتے اور جادو کو چھوڑ کر قرآن کے مطابق عمل کرتے۔ یہ ان معاندین کے لئے ترغیب ہے اور یہ اللہ تعالٰی کی انتہائی رحمت و شفقت ہے کہ وہ ایسے سرکشوں اور ضدیوں کے لئے بھی رشد و ہدایت کی تمام راہیں کھولتا ہے۔ لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ یہ معنیً لَوْ کا جواب ہے۔ یعنی اگر وہ ایمان لاتے اور تقوٰی اختیار کر لیتے تو انہیں اللہ کی طرف سے اجر ملتا اور اللہ کا ثواب یقیناً سحر اور کفر سے بہتر ہے۔ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ وہ اس حقیقت کو جانتے ہوتے۔

یہاں تک تو یہودیوں کے شبہات کا جواب تھا۔ اب آگے مسلمانوں کو یہودیوں کے ہتھکنڈوں اور ان کے ناپاک عزائم سے آگاہ کیا گیا ہے۔ یہودی تحریف و تلبیس کے ماہر تو تھے ہی جس کی قرآن نے بھی شہادت دی ہے اور خود موجودہ تورات بھی ان کی تحریف اور تلبیس حق کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ یہودیوں نے سوچا کہ مسلمانوں میں علانیہ طور پر اور براہ راست شرک کا دخل کرنا تو بہت مشکل ہے لہٰذا کسی تدبیر اور سازش سے کام لینا چاہیئے۔ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اپنی طرف منعطف کرانے کے لئے لفظ "رَاعِنَا" استعمال کرتے تھے اس لفظ کے چونکہ دو معنی تھے ایک صحیح اور ایک موہم شرک اس لئے منافقین یہود نے بھی آپ کی مجلس میں حاضر ہو کر آپ کو "رَاعِنَا" کے لفظ سے مخاطب کرنا شروع کر دیا۔ بظاہر اس لفظ کے معنی بہت عمدہ تھے یعنی ہمارا بھی خیال فرمائیے۔ یہودیوں نے سوچا کہ جب یہ لفظ مسلمانوں میں رائج ہو چکا ہے تو ہمیں اس سے اپنا مطلب نکالنا چاہیئے۔ کیونکہ اس لفظ کے دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ ہماری نگہبانی اور حفاظت فرمائیے۔ راعنا فی اللغۃ ارعنا ولنرعک لان المفاعلۃ من اثنین فتکون من رعاک اللہ ای احفظنا ولنحفظک وارقبنا ولنرقبک (قرطبی ص۵۷ ج ۲) اس لفظ سے ان کا مقصد مسلمانوں میں غیر اللہ کے حافظ و ناصر ہونے کا خیال ڈالنا تھا تاکہ غیر شعوری طور پر مسلمانوں میں شرک کا عقیدہ رائج ہو جائے تو اللہ تعالٰی نے ایسے موہم شرک لفظ سے منع فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ موہم شرک الفاظ کا استعمال جائز نہیں۔ ان سے ہر حال میں اجتناب ہی کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ آج کل بعض جاہلوں میں اسی قسم کے موہم شرک الفاظ رائج ہیں مثلاً "جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول نے چاہا" اور "یا پیر استاذ" اور "یا رسول اللہ" اور "یا خواجہ معین الدین اجمیری" وغیرہ وغیرہ۔ **۲۰۱** اللہ نے مسلمانوں کو "راعنا" کے لفظ سے منع فرما دیا کیونکہ یہ لفظ موہم شرک تھا اور اس کے تحت یہودیوں کی ناپاک نیتیں

تقبیں اور لمس کی جگہ انظرنا کا لفظ استعمال کرنے کا حکم دیا۔ وَاسْمَعُوْا ۔ میرے امر و نہی کو غور سے سنو اور اس پر عمل کرو۔ ای ما امرتکم به و نہیتکم عنه بجد (روح ص۳۴۹ ج ۱) اس سے ایسے الفاظ کہنے اور ایسی رسموں کی بنا رکھنے کی ممانعت ثابت ہوئی جو مبدا شرک ہوں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ الاٰیۃ کا اعلان کرنے کا حکم دیا تاکہ نصاریٰ کی طرح مسلمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم الغیب اور مالک و مختار نہ سمجھنے لگیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ میری قبر ظاہر نہ ہونے پائے تاکہ وہ شرک کا اڈہ نہ بن جائے کذا فی الخازن ص وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اس کا تعلق لَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ سے ہے یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا تو وہ اس کے مقابلہ میں جادو منتر پیش کر دیتے ہیں۔ اب یہاں فرمایا گیا کہ وہ تو مشرک ہیں ہی اب تمہارے اندر بھی موہم شرک الفاظ کے ذریعے شرک پھیلانا چاہتے ہیں۔ اَلْكٰفِرِيْنَ میں الف لام عہد کا ہے اور اس سے مراد وہ سازشی یہودی ہیں جنہوں نے بدنیتی سے لفظ راعنا استعمال کرنا شروع کیا تھا۔ اب آگے اہل کتاب اور مشرکین کی ایک اور بری اور ناپاک خواہش کا ذکر کیا ہے۔ ۲۰۳ يَوَدُّ ۔۔۔ وَدٌّ سے ہے جس کے معنی چاہنے اور پسند کرنے کے ہیں۔ اور مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ میں من بیانیہ ہے اور وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ کا عطف اَهْلِ الْكِتٰبِ پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافروں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اہل کتاب دوسرے مشرکین اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمام اہل کتاب کافر ہیں جب تک وہ آخری رسول اور آخری کتاب پر ایمان نہ لائیں اس وقت تک وہ مسلمان نہیں ہو سکتے۔ من الاولیٰ للبیان لان الذین کفروا جنس تحته نوعان اھل الکتٰب والمشرکون (مدارک ص۵۴ ج ۱، کبیر ص۶۴۵ ج ۱) اور خیر کو بعض مفسرین نے بعض معانی کے ساتھ مخصوص کیا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اسے عام رہنے دیا جائے تاکہ وہ تمام انواع خیر کو شامل ہو جائے۔ او عام فی انواع الخیر کلھا لان المذکورین لایودون تنزیل جمیع ذٰلك علی المؤمنین عداوۃ وحسدا وخوفا من فوات الدراسة وزوال الریاسة (روح ص۳۵۱ ج ۱) اب آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ یہودیوں کے خبث باطن اور تمہاری بدخواہی کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو وہ تمہیں گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور وہ یہودی اور اسی طرح نصاریٰ اور مشرکین اس بات کو قطعاً پسند نہیں کرتے کہ تم پر اللہ کی طرف سے کوئی انعام و اکرام یا کسی قسم کی بہتری اور بھلائی نازل ہو۔ وہ ہرگز یہ نہیں چاہتے کہ تم پر قرآن نازل ہو تمہیں

اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ

ایمان لاتے اور تقویٰ کرتے تو بدلہ پاتے اللہ کے ہاں سے بہتر اگر ان کو سمجھ ہوتی ف۱ ف۲ اے ایمان والو تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور کافروں کو عذاب ہے دردناک ف۳ نہیں دل چاہتا ان لوگوں کا جو کافر ہیں اہل کتاب میں اور نہ مشرکوں میں اس بات کو کہ اترے تم پر کوئی نیک بات تمہارے رب کی طرف سے اور اللہ خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہے ۲۰۳ اور اللہ بڑے فضل والا ہے جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں تو بھیج دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس کے برابر کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۴ ف۵ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور نہیں تمہارے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کہ سوال شروع کرو اپنے رسول سے جیسے سوال ہو چکے ہیں موسیٰ سے

ع ۱۳/۷

موضح قرآن ف۱ یعنی یہود نے اپنے دین اور کتاب کا علم چھوڑ دیا اور لگے تلاش میں اعمال سحر کے اور سحر لوگوں میں دو طرف سے آیا ایک حضرت سلیمانؑ کے عہد میں آدمی اور شیطان ملے رہتے تھے، ان شیطانوں سے سیکھا اور وہ یہود اس کو نسبت کرتے حضرت سلیمانؑ کی طرف کہ ہم کو انہیں سے پہنچا ہے اور ان کو حکم جن اور انس پر اسی کے زور سے تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ یہ کام کفر کا ہے سلیمان کا نہیں اس کے عہد میں شیطانوں نے سکھایا ہے اور دوسرے ہاروت و ماروت کی طرف سے وہ شہر بابل میں دو فرشتے تھے خوبصورت آدمی رہتے تھے ان کو علم سحر معلوم تھا جو کوئی طالب اس کا جاتا اول کہہ دیتے کہ اس میں ایمان جاتا رہیگا۔ پھر اگر وہ چاہتا تو سکھا دیتے اللہ تعالیٰ کو آزمائش منظور تھی سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے علموں سے آخرت کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہے اور دنیا میں بھی ضرر پاتے ہیں اور بغیر حکم خدا کچھ کر نہیں سکتے اور علم دین اور کتاب سیکھتے تو اللہ کے یہاں ثواب پاتے۔ ف۲ یہود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے اور حضرت کلام فرماتے بعضی بات جو سنی ہوتی چاہتے کہ پھر تحقیق کریں تو کہتے "راعنا" یعنی ہماری طرف متوجہ ہوں ان سے مسلمان بھی سیکھ کر کسی وقت یہ لفظ کہتے۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ یہ لفظ نہ کہو اگر کہنا ہے تو اُنْظُرْنَا کہو اس کے بھی معنی یہی ہیں اور آگے سنتے رہو کہ پوچھنا ہی نہ پڑے۔ یہود کو اس لفظ کے کہنے میں دغا تھی اس کو زبان دبا کر کہتے تو رَاعِيْنَا ہو جاتا یعنی ہمارا چرواہا اور ان کی زبان میں راعنا احمق کو بھی کہتے ہیں۔ ف۳ یہ بھی یہود کا طعن تھا کہ تمہاری کتاب میں بعضی آیت نسخ ہوتی ہیں اگر اللہ کی طرف سے تھی تو پھر کیا عیب دیکھا جو اس کو موقوف کی۔ اللہ نے فرمایا کہ عیب نہ پہلی میں تھا نہ پچھلی میں ہر حاکم ہر وقت جو چاہے سو حکم کرے۔

فتح الرحمٰن ف۱ دیگر از شنوات یہود آں بود کہ در مجلس پیغمبر آمدہ لفظ راعنا میگفتند و ایں لفظ دو معنی است یکے آنکہ رعایت کن مارا و شفقت کن برما۔ دیگر رعونت دارندہ یعنی ابلہ و قصد ایشاں سب بود حق سبحانہ مسلمانرا ازیں کلمہ نہی کرد برائے سد باب فساد واشارت بہمیں معنی است دریں آیت۔ ف۲ دریں آیت تعریض است بجواب یہود کہ انکار نسخ می کردند۔ ۱۲

دشمنوں کے مقابلہ میں فتح حاصل ہو یا کسی قسم کا کوئی فائدہ اور نفع پہنچے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ تمام انواع خیر کے مستحق ہم ہیں۔ اور ان کی یہ خواہش محض عداوت اور بغض و حسد پر مبنی تھی۔ نیز انہیں یہ خطرہ تھا کہ اگر مسلمانوں پر وحی نازل ہو گئی تو ہمارے مدرسے اور ہماری آمدنی کی دکانیں بند ہو جائیں گی اور ہماری شان و شوکت خاک میں مل جائے گی۔ **۲۰۳** یہاں بھی لفظ رحمت عام ہے اور ان تمام انواعِ رحمت کو شامل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے کسی بھی وقت اپنے بندوں کو نوازا ہے۔ الرحمۃ فی ھذہ الاٰیۃ عامۃ لجمیع انواعہا قد منح اللّٰہ بہا عبادہٗ قدیمًا وحدیثًا (قرطبی ص۶۲ ج۲) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی رحمت کا مستحق ہے اور جسے وہ چاہتا ہے اپنی نوازشات کے لئے منتخب کر لیتا ہے لوگوں کی خواہشات کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بعض مفسرین نے خیر اور رحمت سے وحی مراد لی ہے اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ پہلے انبیاء بنی اسرائیل میں پیدا ہوتے رہے۔ جب آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسمٰعیل سے پیدا ہوئے تو یہودیوں نے تعصب اور حسد کی وجہ سے اسے ناپسند کیا۔ وقیل معنی الاٰیۃ ان اللہ تعالیٰ بعث الانبیاء من ولد اسحٰق فلما بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ولد اسمٰعیل لم یقع ذٰلک بود الیہود ومحبتہم (معالم ص۹۵ ج۱) لیکن مشرکین کے بغض و حسد کیلئے یہ وجہ موزوں نہیں بلکہ یہ چیز تو ان کے لئے باعث فخر ہے کیونکہ وہ سب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تو بہت وسیع ہے اس لئے بعض کی محرومی اس کی مشیت اور حکمت کے تحت ہے نہ کہ اس کے فضل اور مہربانی کی کمی کی وجہ سے۔ وان حرمان بعض عبادہ لیس لضیق فضلہ بل لمشیتہ وما عرف فیہ من حکمتہ (روح ص۳۵ ج۱)

یہود و نصاریٰ اور مشرکین کو اصل عداوت تو دعوتِ توحید سے تھی اور وہ اس عداوت کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتے تھے کبھی تو راعنا جیسے موہم شرک لفظ مسلمانوں کی زبانوں سے کہلا کر ان میں شرک داخل کرنے کی کوشش کرتے اور کبھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلط پروپیگنڈہ اور بے جا اعتراضات کرتے کبھی بکتے یہ لوگ اس قابل نہیں کہ اللہ کی طرف سے ان پر وحی یا کوئی بھلائی نازل ہو اور کبھی کہتے کہ اگر یہ قرآن خدا کا کلام ہے تو اس کے احکام کیوں بدلتے رہتے ہیں؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو ایک حکم دیتا ہے پھر اس کے خلاف دوسرا حکم صادر کر دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محمد کا اپنا کلام ہے خدا کا کلام نہیں۔ نزلت لما قال المشرکون او الیہود الا ترون الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یامر اصحابہ بامر ثم ینہاھم عنہ ویامرھم بخلافہ ...... ما ھذا الا کلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقولہ من تلقاء نفسہ (روح ص۳۵ ج۱) اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے غلط پروپیگنڈے کا جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر اور مالک و مختار ہے اور جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ **۲۰۴** نسخ سے مراد یہ ہے کہ آیت کا حکم اٹھ جائے لیکن اس کی تلاوت باقی رہ جائے۔ اور انساء سے مراد یہ ہے کہ حکم اور تلاوت دونوں اٹھ جائیں (بحر ص۳۴۳ ج۱) یہ راعنا کو منسوخ کر کے اس کی جگہ انظرنا کہنے کے حکم کی طرف اشارہ ہے۔ نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْہَاۤ اَوْ مِثْلِہَا۔ یعنی اگر ہم کسی حکم کو منسوخ کر دیتے ہیں تو وہ بھی ہماری حکمت اور مصلحت کے عین مطابق ہوتا ہے اور ہم منسوخ شدہ حکم کی جگہ اس سے زیادہ مفید اور زیادہ آسان یا نفع اور سہولت میں اس کے برابر دوسرا حکم نازل کر دیتے ہیں۔ ای بما ھو انفع لکم واسہل علیکم واکثر لاجرکم او مثلہا فی المنفعۃ والثواب الخ (معالم ص۸۴ ج۱) اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یہاں استفہام تقریری ہے اور اس کا مخاطب ہر سامع ہے۔ ھذا استفہام معناہ التقریر ...... والاولٰی ان یکون المخاطب السامع (بحر ص۳۴۳ ج۱) مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب تو اچھی طرح جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اپنے بندوں پر احکام میں رد و بدل اور محو و اثبات کا اسے پورا پورا اختیار ہے۔ لہٰذا اس پر کسی کو اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ اس سے اصل دعویٰ کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہے اور وہ انسانوں کی تمام حاجتیں اور ضرورتیں پوری کر سکتا اور ان کی تمام مشکلات آسان کر سکتا ہے۔ تو پھر اس کے سوا کیوں کسی اور کو پکارا جائے اور کیوں کسی اور سے استعانت کی جائے۔ اس آیت کا دوسرا ربط یہ ہے کہ اگر ہم کوئی ایسی رسم منسوخ کر دیں جو موہم شرک ہو تو اس کی جگہ اس سے بہتر طریقہ رائج کر دیتے ہیں جس طرح راعنا کا لفظ منسوخ کر کے اس کی جگہ انظرنا کا لفظ کہنے کا حکم دیا ہے۔

فائدہ ۔ متقدمین حضرات نسخ کو اس کے وسیع معنوں میں لیتے تھے یعنی وصفِ آیت کے مطلق تغیر کو نسخ کہتے تھے۔ اس لئے ان کے نزدیک پانچ سو سے بھی زیادہ آیتیں منسوخ ہیں لیکن متاخرین نے نسخ کو محدود معنی میں استعمال کیا یعنی آیت کا حکم مع التلاوۃ یا بدون التلاوۃ اٹھا دینے کو نسخ کہتے ہیں اس لئے اس مفہوم کے پیش نظر بیس سے زیادہ آیتیں منسوخ نہیں ہیں۔ جیسا کہ علامہ سیوطی نے اتقان میں بسط و تفصیل سے ذکر کیا ہے لیکن امام ولی اللہ دہلوی رح الفوز الکبیر کے باب دوم فصل دوم میں اس مفہوم کے تحت صرف پانچ آیتوں کو منسوخ مانتے ہیں اور باقی تمام آیتوں کی توجیہہ فرماتے ہیں لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ان پانچ آیتوں کو بھی منسوخ نہیں مانتے تھے اور حضرت شاہ صاحب کی طرز پر ان پانچوں آیتوں کی ایسی توجیہہ فرماتے تھے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پانچوں آیتوں کا حکم بھی تا قیامت باقی ہے۔ ان پانچوں آیتوں کی توجیہہ اپنی اپنی جگہ آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ بعض لوگ نسخ پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ پہلے ایک حکم دیکر پھر اسے واپس کیوں لیتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ کے معنی پہلا حکم واپس لینے کے نہیں بلکہ اس سے پہلے حکم کی مدت کی انتہا کا بیان مقصود ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف اس مدت تک تھا۔ اس کے بعد کے لئے نہیں۔ **۲۰۵** یہاں بھی استفہام تقریر کے لئے ہے اور خطاب ہر سامع کو ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ــــ ملک السمٰوٰت والارض مبتدا مؤخر اور لہ خبر مقدم ہے۔ اور اس کی تقدیم افادۂ حصر کیلئے ہے یعنی زمین و آسمان کی سلطنت اور زمین و آسمان میں ہونے والے تمام امور کا اختیار صرف اللہ ہی کو حاصل ہے وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ۔ یہ جملہ اَنَّ کی خبر پر معطوف ہے پہلا مِنْ ابتدائیہ اور استغراق عموم نفی کے لئے ہے (روح ص۳۵۵ ج۱، ابوسعود ص۶۷ ج۱) یعنی اللہ کے سوا کوئی بھی تمہارا حمایتی اور یار و مددگار نہیں۔ نہ کوئی نوری نہ ناری نہ خاکی۔ یہ آیت اصل دعویٰ یعنی اعبدوا ربکم سے متعلق ہے اور اس پر عقلی دلیل ہے یعنی جب زمین و آسمان کی سلطنت اللہ ہی کے قبضہ میں ہے اور اس کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں تو حاجات و مشکلات میں غائبانہ طور پر صرف اسے ہی پکارو اور اس کی عبادت اور دعا میں کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی حافظ و ناصر اور نگہبان نہیں۔ اس لئے غیر اللہ کے لئے کوئی ایسا لفظ مت استعمال کرو جس سے اس قسم کے شرک کا وہم بھی ہو مثلاً حضور علیہ السلام کو راعنا سے خطاب کرنا وغیرہ۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر بے جا سوالات کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ مشرکین مکہ ایک درخت کو مقدس مانتے تھے۔ اس درخت پر کھانے پینے کی اشیاء کے چڑھاوے چڑھاتے تھے اور اس کی تعظیم بجا لاتے اور پوجا کرتے تھے اور اسے ذات انواط کہتے تھے بعض مسلمانوں نے بھی حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ ہمارے لئے بھی ایک ایسا درخت مقرر فرما دیں تاکہ ہم بھی اس پر نذریں منتیں ڈالا کریں۔ مسلمانوں کا یہ سوال بعینہٖ ان اسرائیلیوں کی طرح تھا جنہوں نے ایک بت پرست قوم کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سفارش کی تھی کہ آپ ہمارے لئے بھی ایک ایسا بت بنا دیں تاکہ ہم اس کی پوجا کریں۔ اس لایعنی سوال پر اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں تنبیہ فرمائی (من الکبیر ص۶۶۵ ج۱ والنیشاپوری ص۳۵۹ ج۱) مگر اس روایت میں ایک بات کھٹکتی ہے اور وہ یہ کہ جن صحابہ کرام کا خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سالہا سال تزکیہ فرمایا ہو۔ اور جنہوں نے براہ راست شمع محمدی سے اپنے سینے نور توحید سے روشن کئے ہوں۔ ان سے یہ سوال بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے یہ آیت چونکہ مدنی ہے اس لئے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ مدینہ ہی میں پیش آیا۔ مدینہ میں سینکڑوں یہود منافقانہ طور پر مسلمان تھے۔ کیونکہ ان کا اصل مقصد اسلام کا جامہ اوڑھ کر اسلام کی تخریب کرنا تھا۔ اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ان یہودیوں نے راعنا کا لفظ رائج کر کے مسلمانوں میں شرک داخل کرنے کی ناپاک کوشش کی تھی اسی طرح ان منافقین یہود نے ہی حضور علیہ السلام سے یہ ذات انواط مقرر کرنے کا سوال کیا تھا گویا کہ مسلمانوں میں شرک داخل کرنے کے لئے انہوں نے یہ ایک اور حربہ استعمال کیا۔ جو اس وقت کامیاب نہ ہو سکا۔ **۲۰۶** یہاں "اَمْ" منقطعہ بمعنی "بَلْ" ہے اور مفید اضراب ہے یعنی ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال کے لئے (بحر ص۳۴۶ ج۱) اور تردید ان سے خطاب بتفصیل بالا منافقین یہود کو ہے یعنی تم نے اس بات میں غور نہ کیا کہ اللہ کے سوا کوئی یار و مددگار اور حافظ و ناصر نہیں اور تم نے راعنا کے ذریعے مسلمانوں میں شرک پھیلانے کی کوشش ترک نہ کی بلکہ شرک کی

بنیادیں رکھنے کے لئے الٹے سیدھے مطالبات پیش کردیئے۔ تمہارے یہ مطالبات بالکل ویسے ہی ہیں جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کئے گئے تھے **۲۰۷ف** کفر کو ایمان سے تبدیل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو ترجیح دے اور بجائے ایمان کے کفر کو اختیار کرے۔ ای یختارہ ویاخذہ لنفسہ (ابوالسعود ص۶۶ ج ۱) یعنی جس شخص نے پیغمبر سے معاندانہ سوالات کرکے کفر اختیار کیا وہ یقیناً سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔ **۲۰۸ف** اہل کتاب سے بعض مفسرین نے علماء یہود مراد لئے ہیں لیکن یہ کوئی علماء یہود ہی سے مخصوص نہیں۔ عیسائی پادریوں کی بھی ہمیشہ سے یہی خواہش رہی ہے اور آج پادری لوگ جس سرگرمی سے مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں وہ اس بات کا بین ثبوت ہے۔ آیت میں لَوْ مصدریہ ہے اور کفاراً یردون کا مفعول ثانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ یہ اہل کتاب تمہیں اسلام سے پھیر کر دوبارہ کافر بنانے کی خواہش رکھتے ہیں کبھی تو موہم شرک الفاظ تمہاری زبانوں سے کہلواتے ہیں اور کبھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسری مشرکانہ رسوم جاری کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ **۲۰۹ف** حَسَدًا ـــ وَدَّ کا مفعول لہٗ ہے یعنی وہ مسلمانوں کا ارتداد محض فرط بغض وعداوت اور حسد کی وجہ سے چاہتے ہیں اور اس بغض وحسد کا سرچشمہ ان کی نفسانی خواہشات ہیں۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ یعنی مسلمانوں کو مرتد کرنے کے سلسلے میں ان کی سرگرمیاں کسی غلط فہمی یا نادانی پر مبنی نہیں ہیں بلکہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں دیدہ دانستہ کر رہے ہیں۔ تورات کے بیانات اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے حق ان پر واضح ہو چکا ہے۔ اس لئے اب وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں، محض رشک وحسد کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ۔ امر سے مراد حکم جہاد ہے۔ والمراد بہ الامر بالقتال (روح ص۳۵۵ ج ۱) اہل کتاب کی مذکورہ حرکتوں پر مسلمانوں کا اشتعال لازمی تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انتقامی کارروائی سے فی الحال منع فرمایا۔ اور عفو ودرگذر کا حکم دیا یعنی جہاد کا حکم آنے تک صبر وسکون اور عفو ودرگذر سے کام لو۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وہ جب چاہے گا ان سرکشوں اور معاندوں سے انتقام لے لیگا اور اسلام اور اہل اسلام کی مدد کریگا **۲۱۰ف** وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ جب تک جہاد کا حکم نہیں آتا اس وقت تک نماز، زکوٰۃ اور دوسرے اسلامی احکام کی پابندی کرتے رہو۔ نماز اور زکوٰۃ وغیرہ امور مصلحہ میں سے ہیں ان سے باطن کی اصلاح ہوتی ہے جس سے ایک طرف تو دشمنوں کی تکلیف و اذیت پر صبر وسکون کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور دوسری طرف ان سے عقیدۂ توحید میں پختگی اور استواری پیدا ہوتی ہے جو مسلمان کو دشمنانِ توحید اور باغیانِ اسلام سے جہاد کرنے کے لئے تیار کرتی ہے۔ **۲۱۱ف** پہلے عفو ودرگذر اور نماز وزکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ یہاں انہیں احکام کی ترغیب فرمائی کہ اگر تم ان میں سے کوئی سا نیک کام کروگے تو وہ ضائع نہیں کیا جائیگا بلکہ اس کا ثواب اللہ کے پاس محفوظ رہیگا جسے تم آخرت میں اللہ کے یہاں پاؤگے۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ یہ بھی ماقبل کی تاکید ہے یعنی تمہیں تمہاری چھوٹی سے چھوٹی نیکی کا بدلہ بھی ملیگا کیونکہ تمہاری ہر نیکی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے لہٰذا نیکی کے ضائع ہونے کا وہاں ادنیٰ احتمال بھی نہیں۔

قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ

اس سے پہلے **۲۰۶ف** اور جو کوئی کفر لیوے بدلے ایمان کے تو وہ بھٹکا

سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

سیدھی راہ سے **۲۰۷ف** دل چاہتا ہے بہت سے اہل کتاب کا

لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا

کہ کسی طرح تم کو پھیر کر مسلمان ہوئے پیچھے کافر بنا دیں **۲۰۸ف** بسبب اپنے دلی حسد

مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ

کے **۲۰۹ف** بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ہے ان پر

الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ

حق سو تم درگذر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم بے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ

بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور قائم رکھو نماز کو اور

اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ

دیتے رہو زکوٰۃ **۲۱۰ف** اور جو کچھ آگے بھیجدو گے اپنے واسطے بھلائی

تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

پاؤگے اس کو اللہ کے پاس **۲۱۱ف** بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو سب

بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ

دیکھتا ہے اور کہتے ہیں کہ ہرگز نہ جاویں گے جنت میں مگر جو

كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا

ہوں گے یہودی یا نصرانی **۲۱۲ف** یہ آرزوئیں باندھ لی ہیں انہوں نے کہدے لے آؤ

بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ

سند اپنی اگر تم سچے ہو کیوں نہیں جس نے تابع کر دیا

لا موبعض لہمان

فائدہ بحث پانچ شکووں کا بیان یہ پہلا شکوہ ہے ۱۲

اہل کتاب اور مشرکین مسلمانوں کے خلاف ہر حربہ استعمال کر چکے۔ ان میں شرک پھیلانے اور انہیں گمراہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کر چکے انہیں ہر موقع پر ناکامی اور نامرادی کا سامنا کرنا پڑا تو اب انہوں نے پینترا بدل کر ایک اور پروپیگنڈہ شروع کردیا یعنی اپنے غلط اور مشرکانہ عقائد اور اعمال کو عجیب رنگ آمیزی اور ملمع سازی سے مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے لگے۔ چنانچہ اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کی ان ناشائستہ حرکات کا شکوہ فرمایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ معقول وجوہ سے انکی اصلاح بھی فرمادی ہے

پانچ شکوے

پہلا شکوہ **۲۱۲ف** یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ آخرت میں نجات صرف یہودیوں کی ہوگی اور عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ ان کے بغیر جنت میں کوئی نہیں جائے گا۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے

موضح قرآن ف۱ یعنی یہود کے بہکائے سے تم اپنے نبی پاس شبہے نہ لاؤ جیسے وہ اپنے نبی پاس لائے تھے۔ شبہے نکالنے کو یا یقین چھوڑ کر انکار پکڑنا ہے ۱۲ **فتح الرحمٰن ف۱** یعنی امر کند بجہاد ایشاں ۱۲

گناہوں کا کفارہ اور نجات دہندہ سمجھتے تھے اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو۔ دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ وہ پیغمبر زادے اور پیغمبر زادے ہیں۔ اللہ کے محبوب اور چہیتے ہیں۔ اس لئے جنت صرف انہی کے لئے ہے۔ درحقیقت یہود ونصاریٰ اس دعوےٰ سے اسلام پر ضرب لگانا چاہتے تھے اور لوگوں کے دلوں میں اسلام سے برگشتگی پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ نجات تو صرف ان کے دین سے وابستہ ہے۔ لہٰذا ان کے دین کی موجودگی میں دین اسلام کی کہاں ضرورت ہے۔ آگے اس دعوےٰ کی تردید ہے۔ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ۔ امانی کی تحقیق پہلے گذر چکی ہے کہ اس سے مراد ان کی باطل اور جھوٹی خواہشات ہیں اور ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ ای شہواتہم الباطلۃ التی تمنوھا (معالم وخازن ص۸۳ ج۱) یعنی یہ محض آرزوئیں ہی آرزوئیں ہیں قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ یہود ونصاریٰ کی تبکیت اور انہیں لاجواب کرنے کے لئے ان سے ان کے دعوےٰ پر دلیل کا مطالبہ کیا گیا ہے یعنی اگر تم اپنے مذکورہ دعوےٰ میں سچے ہو تو اس پر کوئی دلیل پیش کرو۔ اس کے بعد نجات اخروی کا اصل قانون بیان فرمایا ہے۔ **۲۱۳** بلیٰ یہود ونصاریٰ کے دعوےٰ کی تردید وتکذیب کے لئے لایا گیا ہے وَجْهَهٗ کے معنی چہرہ کے ہیں لیکن یہاں مجازاً اس سے مراد ذات یا ارادہ اور قصد ہے۔ یعنی اس نے اپنی ذات کو خدا کے سپرد کردیا۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا۔ اخلص لہ نفسہ او قصدہ فلم یشرك بہ تعالیٰ غیرہ اولم یقصد سواہ۔ (روح ص۳۶۶ ج۱) وَهُوَ مُحْسِنٌ اَسْلَمَ کے فاعل سے حال ہے۔ جب یہود اور نصاریٰ نے دعوےٰ کیا کہ ان کے سوا کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔ تو اس کا جواب دیا گیا کیوں نہیں جس نے بھی اپنے آپ کو خدا کے سپرد کردیا اور صرف اسی کا ہو کر رہ گیا اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کیا۔ اور ہر کام میں صرف اللہ کی رضا کو مد نظر رکھا تو اس کا اجر ہرگز ضائع نہیں ہوگا بلکہ خدا کے یہاں محفوظ رہیگا۔ تو معلوم ہوا جنت میں صرف وہ جائے گا۔ جو شرک نہ کرے لہٰذا یہود ونصاریٰ کا دعوےٰ غلط ہے کہ ان کے سوا جنت میں کوئی نہیں جائے گا۔ کیونکہ وہ تو حضرت عزیر اور حضرت مسیح کی عبادت کرتے اور ان کو پکارتے ہیں **۲۱۴** اس جملے کی تینوں ضمیریں مَنْ کی طرف راجع ہیں کیونکہ وہ معنیً جمع ہے یعنی ان لوگوں کو آخرت میں نہ گذشتہ زمانہ پر افسوس ہوگا نہ آئندہ کا غم ستائے گا۔

دوسرا شکوہ :- **۲۱۵** یہودیوں نے کہا کہ نصاریٰ کا دین باطل ہے کیونکہ وہ تثلیث اور الوہیت مسیح کے قائل ہیں۔ انہوں نے شرک کو اپنا دین بنایا ہوا ہے لہٰذا ان کا دین غلط ہے وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ اور عیسائی بولے کہ یہودیوں کا دین باطل ہے اور غلط ہے کیونکہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام اور انجیل مقدس کو نہیں مانتے۔ وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ الکتاب میں الف لام جنس کے لئے ہے اور اس سے مراد تورات اور انجیل ہے یعنی یہ دونوں فریق اپنی اپنی کتاب پڑھتے ہیں اور پھر ایسا دعوےٰ کرتے ہیں جس کی تردید خود ان کی اپنی کتاب کرتی ہے یا الکتاب سے مراد تورات ہے کیونکہ تورات کو نصاریٰ بھی مانتے ہیں مطلب یہ کہ دونوں فریق ایک ہی کتاب کو مانتے ہیں۔ پھر اس کے باوجود ایک دوسرے کے دین کا ابطال کرتے ہیں۔ **۲۱۶** اَلَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی جو لوگ علم نہیں رکھتے جن کے پاس کتاب اور اللہ کا دیا ہوا رشد وہدایت کا علم نہیں ہے۔ یہاں اس سے مراد مشرکین عرب ہیں۔ وھم مشرکوا العرب فی قول الجمھور (روح ص۳۶۶ ج۱)

سلا دوسرا شکوہ ۱۲

سلا تیسرا شکوہ ۱۲

سلا متعلق بمن ظلم ممن منع مساجد اللہ ۱۲

وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ

منہ اپنا اللہ کے اور وہ نیک کام کرنیوالا ہے تو اسی کے لئے ہے ثواب اسکا اپنے رب کے پاس **۲۱۴**

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَقَالَتِ

اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے **۲۱۵** ف۱ اور یہود تو کہتے ہیں کہ

الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى

نصاریٰ نہیں کسی راہ پر **۲۱۵** اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ

لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ

یہود نہیں کسی راہ پر باوجودیکہ وہ سب پڑھتے ہیں کتاب

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ

اسی طرح کہا ان لوگوں نے جو جاہل ہیں **۲۱۶** ان ہی کی سی بات

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ

اب اللہ حکم کریگا ان میں قیامت کے دن جس بات میں وہ

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ

جھگڑتے تھے **۲۱۷** ف۱ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں

اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ

کہ لیا جاوے وہاں نام اس کا **۲۱۸** اور کوشش کی ان کے اجاڑنے میں ایسوں کو

مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ لَهُمْ

لائق نہیں کہ داخل ہوں ان میں مگر ڈرتے ہوئے **۲۱۹** ان کیلئے

فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

دنیا میں ذلت ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے **۲۲۰** ف۲

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ

اور اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے اللہ **۲۲۱**

مِثْلَ قَوْلِهِمْ۔ ان اہل کتاب اور اہل علم کی طرح مشرکین عرب بھی ایسے ہی دعاوی کیا کرتے تھے۔ اور اپنے دین جاہلیت اور شرک کے سوا باقی تمام ادیان کو باطل سمجھتے تھے۔ قالوا لاھل کل دین لیسوا علی شیء

موضح قرآن **ف۱** جن پاس علم نہیں وہ عرب لوگ ہیں کہ آگے حضرت ابراہیم ؑ کا دین۔ کہتے تھے پھر آخر بہک بت پوجنے لگے۔ ایسے شخص کو مشرک کہئے وہ اپنی ہی راہ حق بتاتے تھے۔ **ف۲** نصاریٰ آپ کو منصف جانتے تھے اور یہود کو ظالم کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ ؑ سے دشمنی کی اور ہم نے ان کو مانا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب نصاریٰ نے غلبہ پایا تو مسجد بیت المقدس کو ویران کیا اور یہود کی مسجدیں اجاڑیں یہود کی ضد سے یہ کیا انصاف ہے کہ آدمیوں کی ضد سے اللہ کی مسجدیں ویران کریں اور فرماتا ہے کہ یہ کبھی لائق نہیں کہ اس ملک میں حاکم رہیں۔ آخر اللہ نے وہ ملک شام مسلمانوں کے ہاتھ لگایا۔

فتح الرحمٰن **ف۱** دیگر از مقولات اہل کتاب آں بود کہ ہر فرقہ از یہود ونصاریٰ دیگر را انکار میکرد واشارت بہمیں معنی است ایں آیت ۱۲ **ف۲** درآیت تعریض است بکفار مکہ واشارت بمغلوب شدن ایشاں واللہ علم۔ دیگر از مقولات یہود آں بود کہ چوں استقبال بیت المقدس منسوخ شد استہزا می کردند۔ اشارت بہمیں معنی است دریں آیت ۱۲

(مدارک ص۵۵ ج ۱)، قالوا فی نبیہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ انہم لیسوا علی شیء من الدین (معالم ص۱۳۵ ج ۱) جواب کا ماحصل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کا یہ دعویٰ بھی عرب کے جاہل مشرکوں کے دعویٰ کیطرح سراسر جاہلانہ اور احمقانہ ہے۔ ۲۱۷ بینہم کی ضمیر یہود و نصاریٰ کی طرف راجع ہے۔ یوم القیمۃ فیما دونوں ظرفیں یحکم کے متعلق ہیں۔ فیہ یختلفون کے متعلق ہے یعنی دنیا میں تو یہ جھگڑے ہی رہیں گے۔ ان کے جھگڑوں کا دو ٹوک فیصلہ تو قیامت کے دن خدا ہی کریگا۔

تیسرا شکوہ۔ ۲۱۸ من یہاں استفہام انکاری کیلئے ہے یعنی خدا کے گھروں سے روکنے والوں سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔ ولا یراد بالاستفہام حقیقتہ وانما هو بمعنی النفی فیؤل الی الخبر ای لا احد اظلم من ذلک (روح ص۳۶۲ ج ۱) من منع اور مساجد اللہ میں مفسرین نے بعض روایات کی بنا پر تخصیص کی ہے بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں جنہوں نے یہودیوں کو بیت المقدس سے نکالا اور بیت المقدس کو مسمار کیا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد مشرکین مکہ ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو مقام حدیبیہ پر بیت اللہ سے روکا لیکن بہتر یہ ہے کہ آیت اپنے عموم پر ہے اور اس سے مراد ہر وہ شخص ہو جو مسجدوں کو غیر آباد کرے خواہ انہیں گرا کر خواہ ان میں خالص توحید کے ذکر سے روک کر خواہ ان میں شرک کی تبلیغ اور غیر اللہ کی پکار کے ذریعے۔ وظاهر الآية العموم في كل مانع وفي كل مسجد وخصوص السبب لا يمنعه (روح ص۳۶۳ ج ۱) مساجد اللہ مبدل منہ ہے اور ان یذکر فیھا اسمہ بدل الاشتمال ہے۔ اور اللہ کے ذکر سے یہاں مطلق ذکر مراد نہیں کیونکہ اس سے تو دنیا کا کوئی کافر سے کافر انسان بھی نہیں روک سکتا۔ بلکہ ذکر اللہ سے نفی شرک اور توحید کے ساتھ اللہ کا ذکر مراد ہے۔ ای ان یذکر فیھا اسمہ وحدہ قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ مطلب یہ ہے کہ جو شخص خدا کے گھروں میں خالص توحید کے ساتھ خدا کے ذکر سے روکتا ہے وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی یا مشرک اور خواہ کوئی آج کل کا بناسپتی مسلمان۔ وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا تخریب عام ہے۔ خواہ عمارت کے گرانے سے ہو اور خواہ خالص توحید کے ساتھ خدا کے ذکر اور نماز سے روکنے کے ذریعہ ہو۔ ۲۱۹ انہیں تو خدا کے گھروں میں ان کی تعظیم و حرمت کی بنا پر ڈرتے ڈرتے داخل ہونا چاہیئے تھا۔ چہ جائیکہ یہ ظالم ان کی تخریب کے درپے ہو جاتے۔ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ایسے ظالموں کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں عذاب جہنم ہے۔ ۲۲۰ اس آیت میں خطاب مسلمانوں کو ہے۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی ہے کہ اگر کفار و مشرکین تمہیں مسجدوں سے روکیں تو تم فکر مت کرو مشرق و مغرب اور باقی تمام اطراف اللہ ہی کی ہیں۔ تم جہاں کہیں بھی ہو اگر وہیں سے قبلہ رخ ہو کر میری عبادت کر لیا کرو اور نماز پڑھ لیا کرو کیونکہ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ تم جہاں بھی اسے پکارو گے وہ تمہاری پکار سنے گا۔ ای ففی ای مکان فعلتم التولیة شطر القبلة (روح ص۳۶۵ ج ۱، مدارک ص۵۵ ج ۱) اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ اللہ تعالیٰ کی حکومت اور رحمت بہت وسیع ہے اور وہ بندوں کے مصالح سے بخوبی واقف ہے اسی لئے اس نے عبادت کے معاملہ میں کسی جگہ کی تخصیص نہیں فرمائی کہ یہاں عبادت کرو اور یہاں نہ کرو۔

إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا
بیشک اللہ بے انتہا بخشش کرنیوالا سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور کہتے ہیں اللہ رکھتا ہے اولاد ۲۲۱
سُبْحَانَهُ ۖ بَل لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ كُلٌّ
وہ تو سب باتوں سے پاک ہے بلکہ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں ۲۲۲ سب
لَّهُ قَانِتُونَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِذَا
اسی کے تابعدار ہیں نیا پیدا کرنے والا ہے آسمان اور زمین کا ۲۲۳ اور جب
قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿۱۱۷﴾ وَ
حکم کرتا ہے کسی کام کو تو یہی فرماتا ہے اس کو کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے اور
قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا
کہتے ہیں وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے ۲۲۴ کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ یا کیوں نہیں آتی
آيَةٌ ۗ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۘ
ہمارے پاس کوئی آیت اسی طرح کہہ چکے ہیں وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے انہی کی سی بات ۲۲۵
تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ ۗ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿۱۱۸﴾
ایک سے ہیں دل ان کے بیشک ہم نے بیان کر دیں نشانیاں ان لوگوں کے واسطے جو یقین لاتے ہیں ف۱
إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۖ وَلَا تُسْأَلُ عَنْ
بیشک ہم نے تجھ کو بھیجا ہے سچا دین دیکر ۲۲۶ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور تجھ سے پوچھ نہیں
أَصْحَابِ الْجَحِيمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا
دوزخ میں رہنے والوں کی ف۲ اور ہرگز راضی نہ ہوں گے تجھ سے یہود اور نہ
النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ
نصاریٰ جب تک تو تابع نہ ہو ان کے دین کا تو کہدے جو راہ اللہ بتاوے
هُوَ الْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي
وہی راہ سیدھی ہے۔ اور اگر بالفرض تو تابعداری کرے ان کی خواہشوں کی بعد اس

منزل ۱

چوتھا شکوہ۔ ۲۲۱ قالوا کا فاعل یہود، نصاریٰ اور مشرکین عرب تینوں گروہ ہیں۔ کیونکہ تینوں کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور مشرکین عرب کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ اتخذ اللہ ولدا سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کے لئے حقیقی اولاد ثابت نہیں کرتے تھے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کو اس قدر پیارے

موضح قرآن ف۱ یہ بھی یہود و نصاریٰ کا جھگڑا تھا کہ ہر کوئی اپنے قبلہ کو بہتر بتاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مخصوص ایک طرف نہیں اس کے حکم سے جس طرف منہ کرو وہ متوجہ ہے۔ ۱۲ ف۲ یعنی اگلی امت جو موجود تھے وہ بھی اپنے نبی سے بھی کہتے تھے جواب کے لوگ کہنے لگے ۱۲ ف۳ یعنی تجھ پر الزام نہیں کہ ان کو مسلمان کیوں نہیں کیا ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ دیگر از ہفوات اہل کتاب آں بود کہ یہود عزیر را و نصاریٰ عیسیٰ را پسر خدا می گفتند خدا تعالیٰ نازل کرد ۱۲

ہیں کہ اس نے ان کو بیٹے بنالیا ہے اور بیٹے سے ان کی مراد نائب و مختار بھی یعنی جس طرح بیٹا اپنے باپ کا نائب ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنے اختیارات میں سے کچھ اختیارات دیکر اور اپنے نائب بنا کر دنیا میں بھیجا ہوا ہے۔ اب وہ اللہ کے عطائی اختیارات مثلاً علمِ غیب، حاجت روائی، مشکل کشائی وغیرہ کے ذریعہ لوگوں کے حالات سے واقف رہتے ہیں۔ ان کی غائبانہ پکار سنتے اور ان کی حاجات و مشکلات میں ان کی مدد کرتے ہیں۔ اب آگے اس کا جواب ہے۔ ٢٢٢ ف زمین و آسمان کی ہر مخلوق خدا کی مملوک اور ہر چیز اس کی ملکیت ہے خواہ انبیاء ہوں یا ملائکہ۔ خواہ اللہ کے نیک بندے اور دیگر اشیاء۔ لہٰذا یہ سب خدا کے مملوک ہوئے تو پھر اسکے بیٹے کس طرح بن سکتے ہیں۔ نیز بیٹے کی ضرورت تو اسکو ہوتی ہے جو محتاج ہو اور فانی ہو تاکہ اس کا نام زندہ رہے اور اس کا کوئی وارث ہو سکے۔ تو اللہ تعالیٰ تو محتاج نہیں اور نہ وہ فانی ہے وہ زمین و آسمان کا تنہا مالک و رب بادشاہ ہے۔ زمین و آسمان کے تمام اختیارات اس کے اپنے ہاتھ میں ہیں۔ اس لئے اسے کسی نائب یا وارث کی ضرورت نہیں۔ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ۔ زمین و آسمان کی ساری مخلوق جن میں حضرت عزیرؑ حضرت مسیحؑ اور ملائکہ کرام بھی شامل ہیں سب خدا کے فرمانبردار اور مطیع ہیں۔ اور اس کی ربوبیت کے مقر اور اسکے دربار میں اپنی عبدیت کے معترف ہیں۔ اور اپنی حاجات میں اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔ اس لئے وہ اس کے بیٹے کیونکر بن سکتے ہیں بلکہ وہ تو اس کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ٢٢٣ ف وہ زمین و آسمان کو بغیر کسی کی مدد کے اور بغیر کسی سابقہ مثال کے از سرِ نو پیدا کرنے والا ہے اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا۔ یہاں قضی بمعنیٰ اراد ہے۔ ای اراد شیئًا (روح ص ٣٦٦ ج ١) یعنی وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ تو بس ارادہ کرتے ہی وہ چیز وجود میں آجاتی ہے کُنْ کہنے سے ہوجانا یہ سرعت اور جلدی سے کنایہ ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ لفظ کن بولتا ہے تو وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔ وہاں تو صرف ارادہ کی دیر ہوتی ہے کہ چیز پیدا ہوجاتی ہے وھذا مجاز عن سرعة التكوين وتمثيل ولا قول ثم (مدارک ص ٦٦ ج ١) تو جو اللہ اتنا زبردست اور قادر ہو کہ صرف ارادہ کرے اور کام ہوجائے تو تم ہی بتاؤ کہ اسے نائبوں کی کیا ضرورت ہے۔ لہٰذا اس کا کوئی دلدادہ و نائب نہیں۔

جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٢٠﴾
علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنیوالا اور نہ مددگار ٢٣٠ ف

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ
وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب وہ اس کو پڑھتے ہیں جو حق ہے اسکے پڑھنے کا ٢٣١ ف وہی

يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٢١﴾ ع
اس پر یقین لاتے ہیں ٢٣٢ ف اور جو کوئی منکر ہوگا اس سے تو وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں ٢٣٣ ف ف ١ ف ٢

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ
اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان ہمارے جو ہم نے تم پر کئے

وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٢﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ
اور اس کو کہ ہم نے تم کو بڑائی دی اہل عالم پر ٢٣٤ ف اور ڈرو اس دن سے کہ نہ کام آوے

نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَـيْــــًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا
کوئی شخص کسی کی طرف سے ذرا بھی اور نہ قبول کیا جاوے گا اس کی طرف سے بدلہ اور نہ

تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿١٢٣﴾ وَاِذِ ابْتَلٰٓى
کام آوے اس کو سفارش اور نہ ان کو مدد پہنچے ٢٣٥ ف ف ٣ اور جب آزمایا

اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ
ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں ٢٣٦ ف پھر اس نے وہ پوری کیں تب فرمایا میں تجھ کو کروں گا

لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ
سب لوگوں کا پیشوا ٢٣٧ ف بولا اور میری اولاد میں سے بھی فرمایا نہیں پہنچے گا

عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٢٤﴾ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً
میرا اقرار ظالموں کو ٢٣٨ ف ف ٤ اور جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماع کی جگہ

لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ
لوگوں کے واسطے اور جگہ امن کی ٢٣٩ ف اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو

وقف منزل

ع ٩ / ١٤

١ دلیل نقلی از مؤمنین اہل الکتاب ١٢

٢ خاتمہ بحث توحید پھر بنی اسرائیل کو دوبارہ یاددہانی ١٢

٣ تمہید برائے بیان صداقت رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ١٢

پانچواں شکوہ ٢٢٤ ف چوتھا شکوہ توحید میں گڑبڑ کرنے سے متعلق تھا۔ اور یہ رسالت پر جرح وقدح سے متعلق ہے۔ الذین لا یعلمون سے بعض نے مشرکین عرب مراد لئے ہیں اور بعض نے یہود ونصاریٰ لیکن بہتر یہ ہے کہ اس سے تینوں گروہ مراد ہوں کیونکہ بے جا اور معاندانہ سوال تینوں گروہوں سے ثابت ہیں مشرکین نے مطالبہ کیا تھا فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ (انبیاء ع ١) اور یہود ونصاریٰ کے متعلق ارشاد ہے يَسْــَٔــلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَاۗءِ (نساء ع ٢٢) باقی رہی یہ بات کہ مشرکین تو بے علم

موضح قرآن ف ١ یعنی یہود میں کم لوگ بالانصاف بھی تھے کہ اپنی کتاب کو پڑھتے تھے سمجھ کر وہ اس قرآن پر ایمان لائے ایک ان کے عالم تھے عبداللہ بن سلام ان کے ساتھ کئی اور بھی مسلمان ہوئے۔ ف ٢ بنی اسرائیل بہت مغرور اس پر تھے کہ ہم اولاد ابراہیم میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو وعدہ دیا کہ نبوت اور بزرگی تیرے گھر میں رہے گی اور ہم ابراہیمؑ کے دین پر ہیں اور اس کا دین ہر کوئی مانتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ ان کو سمجھاتا ہے کہ اللہ کا وعدہ ابراہیمؑ کی اولاد کو ہے جو نیک راہ پر چلیں اور اس کے دو بیٹے تھے پیغمبر ایک مدت اسحٰقؑ کی اولاد میں بزرگی تھی۔ اب اسمٰعیلؑ کی اولاد کو پہنچی اور اس کی دعا ہے دونوں کے حق میں اور فرماتا ہے کہ دین اسلام ہمیشہ ایک ہے۔ سب پیغمبر اور سب امتیں اسی پر گذریں وہ یہ کہ جو حکم اللہ کا پہنچے پیغمبر کے ہاتھ سو قبول کرنا۔ اب مسلمان ہیں اسی راہ پر اور تم اس سے پھر کر ہو۔

فتح الرحمٰن ف ١ مترجم گوید از ینجا تا سیقول السفہاء خدائے تعالیٰ اثبات می فرماید نبوت پیغمبر ما را صلی اللہ علیہ وسلم از قصہ دعائے ابراہیمؑ کہ در توریت مذکور است و ترجیح می دہد ملت حنیفیہ را کہ حضرت پیغامبر ما برائے اں مبعوث شدند و رد میکند قول یہود را کہ حضرت یعقوب ما را بہ یہودیت وصیت کردہ است و از تفریق در انبیاء نہی میفرماید یعنی معتقد بعضے باشد و منکر بعضے واللہ اعلم۔ ف ٢ یعنی آناں کہ تورات می فہمند تصدیق شریعت محمدیہ می کنند و آنانکہ تصدیق آں نمی کنند تورات را نفہمیدہ اند ١٢

ہوئے۔ کیونکہ ان کے پاس اللہ کی کتاب نہیں تھی۔ اہل کتاب کیسے لا یعلمون کے تحت داخل ہوں گے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی جاہلانہ حرکات اور بدعملی کی بنا پر ان کے علم کی نفی کی گئی ہے دعلی لاخبرین لتجاھلہم اولعدم علمھم بمقتضاہ (روح ص۳۷۶ ج ۱) لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کلام کرتا ہے یا جس طرح انبیاء کی طرف وحی بھیجتا ہے اس طرح وہ براہِ راست یا بذریعہ وحی ہم سے کیوں ہمکلام نہیں ہوتا۔ اور براہِ راست ہمیں ہی ہدایت نامہ کیوں نہیں دیدیتا اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ طآیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل مراد ہے۔ یہ سوالات ان کی انتہائی سرکشی اور ضد و عناد کا نتیجہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے واضح دلائل ان کے سامنے تھے۔ وہ کئی ایک معجزات بھی دیکھ چکے تھے مگر اس کے باوجود مزید دلائل کا مطالبہ کرتے تھے۔ اس لئے کہ ماننا مقصود نہیں تھا بلکہ محض ضد و عناد اور بغض و حسد کا اظہار مد نظر تھا۔ ۲۲۵ یعنی یہ سرکشانہ اور معاندانہ رویہ کوئی ان کے ساتھ ہی مخصوص نہیں۔ ان سے پہلے ان کے آباؤ اجداد بھی ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ (نساء ع ۲۲) تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ بے بصیرتی اور ضد و عناد میں ان کے اور ان کے بڑے بڑوں کے دل ملے ہوئے ہیں۔ نہ ان کے سوالات طلبِ حق پر مبنی تھے نہ ان کے مطالبات کسی نیک غرض پر مبنی ہیں۔ ای قلوب ھؤلاء ومن قبلھم فی العمی والعناد (روح ص۳۷۶ ج ۱) قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ ان لوگوں کا مقصد محض سرکشی اور ضد ہے۔ ورنہ دلائل و آیات کو تو ہم کھول کھول کر بیان کر چکے ہیں۔ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ جو لوگ صدقِ نیت کے ساتھ حق و یقین کی جستجو کرنے والے ہیں ان کے اطمینان کے لئے تو وہ آیات کافی و شافی ہیں۔ الطالبون معرفة حقائق الاشیاء علی یقین وصحة (ابن جریر ص۳۸۴ ج ۱) ای یطلبون الیقین (بیضاوی ص۳۶) البتہ ضد و عناد کا کوئی علاج نہیں۔ ۲۲۶ حق سے مراد قرآن اور دین اسلام ہے اور ظرف ارسلنا کے متعلق ہے (کبیر ص۳۱ ج ۱) بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا یہ ضمیر خطاب سے حال ہے وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝ جو لوگ کفر و انکار کر کے جہنم میں چلے گئے ان کے متعلق آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ آپ کی تبلیغ کا ان پر اثر کیوں نہیں ہوا، وہ ایمان کیوں نہیں لائے اور جہنم میں کیوں چلے گئے۔ جب اہلِ کتاب و مشرکین کا کفر و انکار، ضد اور عناد کی حد تک پہنچ گیا۔ تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محض شفقت علی الخلق کی بنا پر رنج اور افسوس ہوا۔ کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ آپ اس فکر میں کیوں پڑتے ہیں۔ ہم نے آپ کو قرآن جیسی حق و صداقت اور رشد و ہدایت سے لبریز کتاب دیکر بھیجا ہے اور آپ کا فرض صرف یہ ہے کہ آپ تبلیغ کا حق ادا کریں اور ماننے والوں کو خوشخبری اور نہ ماننے والوں کو ڈرا اور سنا دیں۔ باقی رہا منوانا تو یہ آپ کا فرض نہیں اور نہ ہی یہ آپ کے بس کی بات ہے۔ اس لئے جو لوگ کفر و انکار کر کے جہنم میں جاتے ہیں جائیں ان کے متعلق آپ سے کوئی سوال نہیں ہوگا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کے عدم ایمان کا آپ کی طرف سے عذر بیان فرما دیا کہ اس بد انجام کا سبب وہ خود ہیں۔ آپ کی تبلیغ کا قصور نہیں۔ بے بسی و بیچارگی کی حد ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مالک و مختار اور متصرف ہوتے تو دنیا میں کوئی کافر نظر نہ آتا بلکہ آپ سب کو ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیتے۔ اب آگے یہود و نصاریٰ کی اسلام سے شدتِ عداوت اور صلابت علی الکفر کا بیان فرمایا ہے۔ ۲۲۷ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور زجر و تنبیہ فرمایا کہ وہ شرک و گمراہی میں اس قدر پختہ ہیں کہ کبھی توحید کو نہیں مانیں گے اس لئے آپ ان کی خواہشات کا اتباع نہ کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود و نصاریٰ کے مسلمان ہو جانے کی انتہائی خواہش تھی اور آپ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ فرماتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس معمولی ملاطفت سے یہ راضی ہونے کے نہیں۔ یہ تو آپ سے صرف اسی صورت میں راضی ہو سکتے ہیں کہ آپ ان کی شریعت کی اتباع کر لیں اور ان کا دین اپنا لیں۔ یہودی حضرت عزیر کو اور عیسائی حضرت مسیح علیہما السلام کو خدا کا نائب اور متصرف و مختار سمجھ کر پکارتے ہیں، آپ بھی ان کو پکارنا شروع کر دیں اور ان کی دیگر مشرکانہ اور جاہلانہ رسمیں بجا لائیں تو بس یہ لوگ آپ سے راضی ہو جائیں گے۔ اس طرح آپ کے دل میں ان کے ایمان لانے کی جو ادنیٰ سی امید تھی اسے بھی ختم کر دیا۔ گویا ان کا ایمان لانا امکان سے باہر ہے کیونکہ اسے ایک امرِ محال پر معلق کیا گیا ہے۔ نہ حضور علیہ السلام ان کے دین کی پیروی کر سکتے ہیں نہ وہ ایمان لا سکتے ہیں۔ ملت سے مراد شریعت اور دین ہے۔ ۲۲۸ یہود و نصاریٰ کے گذشتہ مقالات و حالات ان کے اس دعویٰ پر مبنی تھے کہ صرف ان کا دین ہی حق ہے اور ہدایت صرف یہودیت اور عیسائیت میں ہے تو اس کا جواب دیا کہ ان کا دعویٰ باطل ہے بلکہ اصل ہدایت تو دین اسلام میں ہے۔ ہُدَی اللہ سے مراد اسلام ہے ـــــ ھُدَی اللّٰهِ ...... وھو الاسلام الذی انت علیه ھو الھدی (بحر ص۳۶۸ ج ۱) یعنی اے پیغمبر! اللہ کی ہدایت یعنی دین اسلام جس پر آپ ہیں اور جس کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں۔ اصل ہدایت یہی ہے جو اللہ کو پسند ہے اور جو آخرت میں کام آنے والی ہے۔ اس سے حضور علیہ السلام اور آپ کی امت کو متنبہ اور خبردار کیا گیا ہے کہ کہیں یہود و نصاریٰ کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اپنی عاقبت نہ خراب کر لیں۔ ۲۲۹ اَهْوَآءَ ہَوٰی کی جمع ہے جس کے معنی نفس کی خواہش کے ہیں۔ اہواء سے مراد ان کے وہ باطل عقائد ہیں جو انہوں نے محض خواہشاتِ نفسانیہ کے پیچھے لگ کر بنائے ہوئے تھے اور جنہیں وہ ملت اور دین کے نام سے لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ ای ارائھم الزائغة المنحرفة عن الحق الصادرة عنھم بتبعیة شھوات انفسھم (روح ص۳۷۷ ج ۱) جس طرح آج کل کے بعض پیروں اور مولویوں نے نفسانی خواہشات اور شیطانی وساوس کو دین بنایا ہوا ہے اور جو ان کے خانہ ساز دین کو نہ مانے وہ ان کے نزدیک مردود اور راندۂ خدا ہے۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر آپ کی وساطت سے یہ خطاب آپ کی امت کو بھی شامل ہے۔ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ علم سے مراد وحی ہے یعنی اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعے حق و باطل واضح ہو جانے کے بعد اور یہود و نصاریٰ کے عقائد کا بطلان و فساد آشکارا ہو چکنے کے بعد اگر تم میں سے کسی نے ان کی خواہشات باطلہ کی پیروی کر لی۔ ۲۳۰ یہ لئن کا جواب ہے یعنی اگر تم میں سے کسی نے ان کی پیروی کر لی تو اس کا کوئی حمایتی اور یار و مددگار نہیں ہوگا۔ جو اسے اللہ کے عذاب سے بچا سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی طرف تو ادنیٰ سا جھکاؤ بھی متصور نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ کو مخاطب کر کے یہ تنبیہ کیوں کی گئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی امت کو دینِ باطل اور شرک و بدعت کے اتباع کے خوفناک اور دردناک انجام سے شدت و مبالغہ کے ساتھ روکنا مقصود ہے تاکہ ان کے ذہن میں یہ بات جانشین ہو جائے کہ شرک و بدعت کا اتباع اتنا بڑا گناہ اور سنگین جرم ہے کہ اگر بفرضِ محال وہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی (نعوذ باللہ) سرزد ہو جائے تو اس کی سزا سے انہیں بھی مستثنیٰ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے حق میں کسی پیغمبر، فرشتے یا پیر کی سفارش قبول کی جائے گی تو پھر ہم کس باغ کی مولی ہیں۔ اس سے امتِ محمدیہ کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ فیه تھدید و وعید شدید للامة عن اتباع طرائق الیھود والنصاری بعد ما علموا من القراٰن والسنة (ابن کثیر ص۱۶۳ ج ۱) افسوس کا مقام ہے کہ آج توحید و سنت کی جگہ شرک و بدعت کو دین سمجھ کر اس کی اتباع کی جا رہی ہے۔ غیر اللہ کو پکارنا، بزرگوں کی نذریں منتیں دینا، قبروں پر عرس لگانا، قبروں پر غلاف ڈالنا اور چراغ جلانا وغیرہ آج دین اسلام کا ایک حصہ بن چکے ہیں۔ العیاذ باللہ العظیم۔

دعوٰی توحید پر نقلی دلیل

یہاں تک تو اہل کتاب میں سے نہ ماننے والوں کا ذکر تھا اب آگے ان لوگوں کا ذکر ہے جو ان میں سے ایمان لے آئے جنہوں نے تورات کو کما حقہٗ پڑھا۔ اس میں کسی قسم کی تحریف نہ کی اور پھر اس کی تعلیم کے مطابق عمل بھی کیا۔ اس آیت کا تعلق اصل دعویٰ اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ سے ہے اور یہ اس دعویٰ کی نقلی دلیل ہے۔ ۲۳۱ موصول عہد کے لئے ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل کتاب میں سے ایمان لا چکے تھے۔ مثلاً عبد اللہ بن سلام، ابن صوریا اور ابن یامین وغیرہ قال الضحاك ھم من اٰمن من الیھود كابن سلام وابن صوریا وابن یامین (بحر ص۳۶۹ ج ۱) الکتٰب سے مراد تورات و انجیل ہیں علی ارادة الجنس اور تلاوت کے معنی یہاں اتباع اور پیروی کے ہیں جیسا کہ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا میں تلا بمعنی اتبعها وذھب علی اثرھا کے ہیں۔ ای یتبعونه حق اتباعه ... . قال عکرمة اما سمعت

قول للہ تعالیٰ والقمر اذا تلاھا (قرطبی ص٩٥ ج٢) یعنی وہ اہل کتاب اپنی کتاب کی اتباع کا حق ادا کرتے ہیں حق اتباع یہ ہے کہ وہ اس کے تمام اوامر ونواہی کی تعمیل کرتے ہیں اور اس میں لفظی یا معنوی تحریف نہیں کرتے اور اگر تلاوت بمعنی قرأت ہو تو مطلب پھر بھی یہی ہوگا کہ وہ اسے اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح وہ نازل ہوئی ہے اور اس میں تحریف نہیں کرتے۔ یقرؤنہ کما انزل اللّٰہ، ولا یحرفون الکلم عن مواضعہ ولا یبتاء ولونہ علی غیر الحق (کبیر ص٢٣ ج١) **۲۳۲** اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ - بِہٖ کی ضمیر کو بعض مفسرین نے الکتاب کی طرف راجع کیا ہے اور اسے راجح قرار دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ اس صورت میں یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ اور اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہوگا اور تنوع عبارت اور تاکید کے بغیر جملہ ثانیہ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ یہ ضمیر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو کیونکہ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ میں آپ کا ذکر گذر چکا ہے تو اس صورت میں خطاب سے غیبت کی طرف التفات ہوگا۔ یا ضمیر ھُدَی اللّٰہِ کی طرف راجع ہو۔ (بحر ص٣ ج١) تو دونوں صورتوں میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو اہل کتاب اپنی کتاب کو کما حقہٗ پڑھتے ہیں اس کے اوامر ونواہی کی تعمیل کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں کرتے وہ تو اس آخری نبی کو مانتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں یا اس کی لائی ہوئی ہدایت کو مانتے ہیں۔ جب تمہارے یہ علماء تسلیم کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ پیغمبر سچا ہے اور جو دعویٰ توحید اس نے پیش کیا ہے وہ بھی صحیح اور درست ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس پیغمبر کی صداقت اور اس کی پیش کردہ دعوت توحید کی حقانیت خود ان کی اپنی کتاب میں بھی مذکور ہے جبھی تو انہوں نے ان کی تصدیق کی ہے اس طرح یہ آیت دعویٰ توحید کی نقلی دلیل ہوگی۔ **۲۳۳** جن لوگوں نے اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی لائی ہوئی ہدایت کا انکار کیا وہ سخت خسارے میں رہیں گے کیونکہ انہوں نے ایمان کے عوض کفر خرید کر سودا ہی ایسا کیا ہے جس میں سراسر خسارہ ہی خسارہ ہے۔

یہاں تک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے انعامات واحسانات کا ایک ایک کر کے ذکر کیا ہے پھر ان کی شرارتوں اور خباثتوں کو واضح فرمایا ہے۔ ان کی سرکشی اور ضد وعناد کی مثالیں بیان کی ہیں سب کچھ یاد دلا کر آخر میں انعامات یاد کرنے اور عذاب وانتقام سے ڈرنے کا حکم دیا ہے اس مکرر ترغیب وترہیب کے بعد اس سلسلہ مضامین کو ختم کر دیا ہے نیز یہ ترغیب وترہیب آئندہ مضامین کیلئے بطور تمہید لائی گئی ہے۔ **۲۳۴** میرے ان تمام انعامات کو یاد کرو جو ابھی ابھی تمہیں یاد دلائے ہیں خصوصاً اس نعمت توحید کو جس کی وجہ سے تمہارے اسلاف کو دنیا میں سب سے اونچا اور ممتاز مقام حاصل ہوا۔ **۲۳۵** میرے پیغمبر پر ایمان لے آؤ اور دعوت توحید مان لو ورنہ قیامت کے دن تیرے عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں اس آیت کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے

حصہ دوم۔ رسالت وما یتعلق بہا

یہ حصہ وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ سے شروع ہو کر پانچویں رکوع میں وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ پر ختم ہوا ہے۔ پہلے مختصر سی تمہید ہے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور حقیقت نبوت پر یہود ونصاریٰ اور مشرکین کے مسلمات سے دلائل پیش کئے گئے ہیں پھر رسالت پر چند شبہات کے جوابات اور آخر میں پیغام رسالت یعنی مسئلہ توحید کی مزید عقلی دلائل سے وضاحت کی گئی ہے۔ نزول قرآن کے وقت عرب میں مذہبی لحاظ سے تین گروہ زیادہ مشہور ومعروف تھے (١) مشرکین عرب (٢) یہودی (٣) نصاریٰ ـــــ یہ تینوں گروہ نسلی اور روحانی اعتبار سے اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسلک کرتے تھے۔ مشرکین عرب بت پرستی کے باوجود اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متبع ہونے کے مدعی تھے اور یہ زادعویٰ ہی نہیں کرتے تھے بلکہ شریعت ابراہیمی کے بعض اعمال بھی بجا لاتے تھے۔ گو ان اعمال کی شکل وصورت مسخ کر ڈالی تھی۔ مثلاً حج کرنا، قربانی دینا، ڈاڑھی رکھنا، ختنہ کرانا وغیرہ اور حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام سے محبت وعقیدت غلو کے درجے تک پہنچی ہوئی تھی۔ چنانچہ ان دونوں بزرگوں کے بت بنا کر بیت اللہ میں رکھے ہوئے تھے اور ان کی پوجا کرتے تھے۔ ان کی نذریں منتیں دیتے، ان کے نام پر سانڈ چھوڑتے اور انہیں حاجت روا، مشکل کشا اور عالم الغیب سمجھ کر غائبانہ پکارتے تھے۔ اسی طرح یہودی اور عیسائی بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا پیشوا مانتے تھے۔ اور ہر دو فریق کا دعویٰ تھا کہ وہ ان کے مذہب پر ہیں اور ان کا مذہب انہیں سے چلا ہے۔ ان کے علاوہ یہود ونصاریٰ حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ علیہم السلام اور اس سلسلے کے باقی تمام پیغمبروں کو بھی مانتے تھے۔ نصاریٰ ان سب کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی قائل اور متبع تھے۔

مخاطبین کے نزدیک ان مسلم شخصیات کی تصدیقات کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دو دلیلیں بیان کی گئی ہیں پہلی دلیل تو یہ ہے کہ یہ وہی پیغمبر ہے جس کی آمد و بعثت کیلئے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے بیت اللہ میں کھڑے ہو کر خدا کی جناب سے دعا کی تھی کہ اے اللہ! اس شہر مکہ میں ایک ایسا رسول بھیجنا جو ان کو تیرے احکام سنائے، تیرا دین سکھلائے اور ان کے ظاہر و باطن کا تزکیہ کرے۔ اب وہ رسول آگیا ہے اور بالکل انہیں صفات سے متصف ہے جو دعائے ابراہیم میں مذکور تھیں۔ لہٰذا اگر تم ابراہیمی ہونے کے دعوے میں سچے ہو تو اس پیغمبر کو مان لو جو ان کی دعا کا ثمرہ ہے۔ دوسری دلیل یہ دی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب علیہم السلام اور ان کے سلسلہ کے باقی تمام پیغمبر خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب کے سب دین توحید کے پابند تھے، صرف ایک خدا کی عبادت کیا کرتے تھے۔ صرف اسے ہی حاجات ومشکلات میں پکارا کرتے تھے۔ مرتے وقت اپنی اولاد کو بھی توحید پر پابند رہنے کی وصیت کیا کرتے تھے۔ یہ تمام بزرگ شرک وبت پرستی سے سخت بیزار تھے۔ چونکہ نظریہ توحید کے اعتبار سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ان تمام بزرگوں سے متفق ہیں اور اسی نظریہ توحید کی دعوت دیتے اور تبلیغ واشاعت کرتے ہیں جو خود تمہارے ان روحانی اور جسمانی آباء واجداد کا تھا۔ لہٰذا جس طرح یہ چیز اس نظریہ کے حق ہونے کی دلیل ہے اسی طرح یہ اس توحید کو پیش کرنے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی بھی دلیل ہے۔ رسالت پر مخالفین جو شبہات تھے ان کی تقریر ان کے مواقع پر آئے گی۔

تمہید

تمہید میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے اور سب کے مذہبی پیشوا تھے۔ انہوں نے ہی خانہ کعبہ تعمیر کیا اور اسے اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت سے آباد کیا۔ اس تمہید پر اگلے دلائل کی بنا ہے نیز آگے تحویل قبلہ کا حکم آرہا ہے یہ اس کے لئے بھی تمہید ہے کہ خانہ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ ہے اس لئے اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے پر اعتراض بے جا ہے۔

۲۳۶ اِذْ کا عامل قال ہے جو آگے آرہا ہے۔ والاختیار ان یکون العامل فیہ ملفوظا بہ وھو قال انی جاعلک (بحر ص٣٧٣ ج١) ابتلا کے معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے تو اس سے اس کا مقصد بندوں کے احوال کو جاننا نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو پہلے بھی جانتا ہے بلکہ اس سے ان کے احوال کا خود ان کے لئے اور دوسرے لوگوں کے لئے اظہار مقصود ہوتا ہے تاکہ خود ان بندوں پر اپنی حقیقت واضح ہو جائے اور دوسروں کو اس سے سبق حاصل ہو سکے۔ وابتلاء اللّٰہ العباد لیس لیعلم احوالھم بالابتلاء لانہ عالم بھم ولکن لیعلم العباد احوالھم بعالم (ص٣٥ ج١) کلمات کلمہ کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ امور واحکام ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا تھا۔ ان کلمات کے بارے میں مفسرین نے بہت سے اقوال ذکر کئے ہیں۔ بعض نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اس سے مراد خصائل فطرت ہیں یعنی کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مسواک کرنا، ناخن تراشنا، بغلوں اور زیر ناف کے بال صاف کرنا وغیرہ بعض نے اسی قسم کے کچھ اور احکام ذکر کئے ہیں لیکن اتنے بڑے جلیل القدر پیغمبر کا ابتلا اور پھر ایسے آسان احکام میں، یہ بات قرین قیاس معلوم نہیں ہوتی۔ یہ صحیح ہے کہ ان خصائل کو حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے مگر حدیث میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ جن کلمات میں ان کا امتحان لیا گیا تھا وہ یہ خصائل ہیں۔ اس لئے

قریبِ قیاس یہ ہے کہ اس سے مراد پیارے بیٹے اور پیاری جان کی قربانی ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے کی قربانی دینے کا اشارہ فرمایا تو اس کے لئے تیار ہوگئے۔ اللہ کی توحید کی خاطر انہیں آگ میں ڈالا گیا مگر اس شدت میں بھی انہوں نے صبر کیا اور صرف اللہ کو مدد کے لئے پکارا اور غیر اللہ کی مدد کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ العاشر ھی ما ابتلاہ بہ فی مالہ وولدہ ونفسہ فسلم مالہ للضیفان وولدہ للقربان ونفسہ للنیران وقلبہ للرحمٰن فاتخذہ اللہ خلیلا (بحر صـ۳۷۵ ج ۱) فَاَتَمَّهُنَّ ؕ وہ امتحان میں پورے اترے اور تمام باتوں کو خدا کی مرضی کے مطابق کر دکھایا۔ ۲۳۷ یہاں امام سے مراد صاحبِ شریعت رسول ہے یعنی وہ رسول جو پہلے کسی نبی کا متبع نہ ہو بلکہ اس کے بعد آنے والے تمام انبیاء اس کا اتباع کریں۔ اس سے مراد شیعوں کا اصطلاحی امام نہیں ہے۔ قال اھل التحقیق والمراد بالامام ھٰھنا النبی ای صاحب شرع متبع (بحر صـ۳۷۷ ج ۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے ابتلاء میں کامیابی پر اعزاز و اکرام کے طور پر آپ کو قیامت تک آنے والی نسلوں کا اصولِ دین اور عقائدِ توحید میں امام و پیشوا بنا دیا۔ قیامت تک جو رسول اور نبی آئیں گے وہ انہی کی نسل سے ہوں گے اور انہی کی ملت کے متبع ہوں گے۔ والامامۃ

مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ

نماز کی جگہ ۲۳۸ اور حکم کیا ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو کہ

طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَ

پاک کر رکھو میرے گھر کو واسطے طواف کرنے والوں کے اور اعتکاف کرنے والوں کے اور

الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ

رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے ۲۴۱ اور جب کہا ابراہیم نے اے رب میرے

اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ

بنا اس کو شہر امن کا ۲۴۲ اور روزی دے اس کے رہنے والوں کو

مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

میوے جو کوئی ان میں سے ایمان لاوے اللہ پر اور قیامت

الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ

کے دن پر ۲۴۳ فرمایا اور جو کفر کریں اسکو بھی نفع پہنچاؤں گا تھوڑے دنوں ۲۴۴ پھر

اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾

اس کو جبرًا بلاؤں گا دوزخ کے عذاب میں اور وہ بری جگہ ہے رہنے کی

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ

اور یاد کر جب اٹھاتے تھے ابراہیم بنیادیں خانۂ کعبہ کی

وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ

اور اسمٰعیل اور دعا کرتے تھے اے پروردگار ہمارے قبول کر ہم سے ۲۴۵ بیشک تو ہی ہے

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ

سننے والا جاننے والا اے پروردگار ہمارے اور کر ہم کو حکم بردار

لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا

اپنا ۲۴۶ اور ہماری اولاد میں بھی کر ایک جماعت فرمانبردار اپنی اور بتلا ہم کو

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ۱۴

علیہ السلام عامۃ مؤبدۃ اذ لم یبعث نبی بعدہ الا کان من ذریتہ مامورا باتباعہ ملتہ (ابو السعود صـ۲۰۳ ۱) قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ یہ جاعلک کے کاف پر معطوف ہے اور عطف تلقین کے قبیل سے ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام لوگوں کی پیشوائی کا اعزاز عطا ہوا تو خواہش ظاہر کی کہ ان کی اولاد سے بھی دین کے پیشوا اور انبیاء پیدا ہوں ۲۳۸ عہد سے مراد وہی عہد امامت ہے جس سے نبوت مراد ہے۔ فالمتبادر من العھد الامامۃ ولیست ھی ھنا الا النبوۃ (روح صـ۳۷۷ ج ۱) اور ظالمین سے مراد نافرمان ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہاری اولاد سے جو نافرمان ہوں گے وہ اس نعمت سے محروم رہیں گے اور فرمانبرداروں میں سے جنہیں اللہ چاہے گا مرتبۂ نبوت عطا فرمائے گا حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ لوگ دین میں تیری اقتدا کریں گے۔ اور فائدہ اٹھائیں گے عرض کیا میری اولاد سے بھی کوئی فائدہ اٹھائے گا فرمایا جس نے انابت کی اور ضد نہ کی وہ فائدہ اٹھائے گا۔ الحاصل اے یہود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاند کوئی فائدہ نہیں اور تم معاند ہو اس لئے ومن ذریتی سے مراد ہے ومن ینتفع من ذریتی ــــ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ای بالنفع لمن عاند مطلب یہ جو ظالم اور مشرک ہوگا اور ضد کرے گا وہ نفع نہیں اٹھائے گا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ جو ظالم نہیں ہوگا وہ پیشوا بنے گا۔ ۲۳۹ البیت سے مراد خانۂ کعبہ ہے مثابۃً اسم ظرف ہے اور تا مبالغہ کے لئے ہے یعنی وہ مقام جہاں لوگ بار بار آئیں۔ امن مصدر ہے جس سے مراد موضع امن یعنی امن کی جگہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ابتلاء میں کامیابی کے ذکر کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے مرجع و امن بنا دیا ہے کہ دور دور سے لوگ ہزاروں کی تعداد میں خصوصًا حج کے موقع پر وہاں جمع ہوتے ہیں اور جو لوگ حرم کعبہ کی حدود میں داخل ہو جاتے ہیں وہ اللہ کی پناہ اور اس کے حفظ میں ہوتے ہیں۔ انسان تو انسان ان حدود میں پرندوں اور جانوروں کا شکار بھی جائز نہیں۔ وہ بھی وہاں محفوظ و مامون ہیں۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اس گھر کو جہاں دور دور سے لوگ میری عبادت کے لئے آتے ہیں اور خائفین پناہ لیتے ہیں ہر قسم کر شرک کی گندگی سے پاک رکھنا۔ ۲۴۰ اس میں خطاب مسلمانوں سے ہے اور مقام ابراہیم سے وہ پتھر مراد ہے جس پر کھڑے ہو کر انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی۔ وھو قول جمھور المسلمین (روح صـ۳۷۹ ج ۱) حج کے موقع پر اس جگہ جو دو رکعت نفل ادا کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسی حکم کے تحت ہیں۔ اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک واجب ہیں۔ ۲۴۱ لفظ عہد کا صلہ جب الیٰ ہو تو اس کے معنی وصیت کرنے کے ہوتے ہیں اور اس سے مجازًا امر مراد ہوتا ہے۔ العھد اذا تعدی بالی یکون بمعنی التوصیۃ ویتجوز بہ عن الامر (روح صـ۳۸۰ ج ۱) لہٰذا یہاں عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ کے معنی ہوں گے۔ امرنا ابراھیم واسمٰعیل یعنی ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم دیا۔ اَنْ ماموربہ کے بیان کے لئے ہے اور تطہیر کعبہ سے مراد یہ ہے کہ وہ اسے بتوں اور بت پرستی سے پاک رکھیں اور اس میں خالص اللہ کی عبادت کریں اور اس میں شرک نہ ہونے دیں۔ والمعنی انہ لا ینصب فیہ وثن ولا یعبد فیہ غیر اللہ (بحر صـ۳۸۲ ج ۱) کیونکہ پہلے جب کبھی خانۂ کعبہ آباد تھا اس وقت مشرکین نے اپنے بزرگوں کی مورتیاں بنا کر اس میں رکھی ہوئی تھیں اور ان کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ذکروا انہ کان عامرًا علی عھد نوح وانہ کان فیہ اصنام علی اشکال صالحیھم وانہ طال العھد فعبدت من دون اللہ فامر اللہ بتطھیرہ من تلک الاوثان قالہ جبیر ومجاھد وعطاء ومقاتل (روح صـ۳۸۰ ج ۱، بحر صـ۳۸۲ ج ۱)

بیتی یعنی میرا گھر اس میں اضافت محض کعبہ کا شرف ظاہر کرنے کے لئے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا تو کوئی رہائشی گھر نہیں ہے یا یہ اضافت ایسی ہی ہے جس طرح مملوک یا مخلوق کی اضافت مالک اور خالق کی طرف ہوتی ہے اضاف البیت الی نفسه اضافة تشریف وتکریم وهی اضافة مخلوق الی خالق ومملوك الی مالك (قرطبی ص ۱۱۲ ج ۲) للطائفین میں لام تعلیلیہ ہے۔ ای لاجلهم فاللام تعلیلیة (مدح ص ۳۸۳ ج ۱) طائفین سے مراد وہ بیرونی لوگ ہیں جو وہاں جائیں اور عاکفین سے وہاں کے باشندے مراد ہیں اور الرکع السجود سے مراد نمازی ہیں مطلب یہ ہوا کہ ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم دیا کہ باہر سے آنے والوں، وہاں کے باشندوں اور دیگر تمام عبادت گزاروں کی خاطر میرے گھر کو شرک اور بت پرستی سے پاک رکھو اور وہاں اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کا طریقہ جاری کرو تاکہ ہر شخص کو توحید کی دعوت ملے پیدا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں مشرک لوگ موقع پاکر بیت اللہ میں پھر بزرگوں کی مورتیاں رکھ کر شرک کرنا شروع کر دیں اور بیت اللہ میں آنے جانے والے لوگوں میں شرک کے جراثیم پھیل جائیں۔ اس تمہید کے بعد اب

مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ

قاعدے حج کرنے کے اور ہم کو معاف کر بیشک تو ہی ہے توبہ قبول کرنے والا

الرَّحِيمُ ﴿١٢٨﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ

مہربان اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول ۲۴۴ انہی میں کا کہ

يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھاوے ان کو کتاب اور تہ کی باتیں

وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾ وَمَن

اور پاک کرے ان کو بیشک تو ہی ہے بہت زبردست بڑی حکمت والا ۲۴۸ اور کون ہے جو

يَرْغَبُ عَن مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُ ۚ

پھرے ابراہیم کے مذہب سے مگر وہی جس نے احمق بنایا اپنے آپ کو ۲۴۹

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ

اور بیشک ہم نے ان کو منتخب کیا دنیا میں اور وہ آخرت میں

لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٣٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۖ قَالَ

نیکوں میں ہیں یاد کرو جب اسکو کہا اس کے رب نے کہ حکمبرداری کر ۲۵۰ تو بولا

أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٣١﴾ وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ

کہ میں حکمبردار ہوں تمام عالم کے پروردگار کا اور یہی وصیت کر گیا ابراہیم

بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ

اپنے بیٹوں کو اور یعقوب بھی ۲۵۱ کہ اے بیٹو بیشک اللہ نے چن کر دیا ہے تم کو

الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٣٢﴾ أَمْ

دین سو تم ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان کیا

كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ

تم موجود تھے جس وقت قریب آئی یعقوب کے موت ۲۵۲ جب کہا

ع ۱۵ ۸ ۱۵

۱ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو اہم دعا ۱۲

۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ... لانے کی ترغیب ... کا وہ ملت ابراہیمی کا متبع ہے ۱۲

اہلِ مکہ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے آپ نے ان کے لئے دو دعائیں کی تھیں ایک مادی اور دنیوی زندگی کیلئے اور دوسری روحانی اور اخروی زندگی کے لئے۔ ۲۴۲ یہاں بھی اذ کا فاعل محذوف ہے یعنی اذکر هذا۔ بَلَدًا سے مکہ مکرمہ مراد ہے۔ اٰمِنًا فاعل نسبت کے لئے ہے جیسا کہ تامر ولابن ای ذا امن۔ یہ پہلی دعا کا پہلا حصہ ہے اس میں مکہ شہر کو امن وسکون کا گہوارہ بنانے کی دعا ہے کہ اس شہر اور اس کے مضافات کو ڈاکوؤں، چوروں اور غارت گروں سے محفوظ رکھنا تاکہ وہاں کے باشندے امن وچین سے تیری خالص عبادت کر سکیں اور تیری توحید پھیلا سکیں ۲۴۳ یہ پہلی دعا کا دوسرا حصہ ہے مکہ اور اس کے مضافات پہاڑوں اور ریگستانوں سے گھرے ہوئے ہیں جہاں کھیتی باڑی کا کوئی امکان نہیں اس لئے ان کے معاشی اطمینان کے لئے بھی دعا کی کہ انہیں پھلوں سے روزی مہیا کی جائے مَنْ اٰمَنَ، اَهْلَهٗ سے بدل البعض ہے یعنی اہل مکہ میں سے جو مومن ہوں ان کو روزی عطا کرنا پہلے لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ۔ کا فیصلہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ شاید اس روحانی نعمت کی طرح یہ دنیوی نعمت بھی اللہ کے فرمانبرداروں کے ساتھ مخصوص ہوگی اس لئے آپ نے دعا میں مومنین کی تخصیص کر دی لیکن اس شبہ کا اگلی آیت میں ازالہ کر دیا گیا ہے ایمان کے تمام اجزاء کا ذکر کرنے کی بجائے صرف ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت یعنی مبدأ ومعاد پر اس لئے اکتفا کیا ہے کہ ان دونوں پر ایمان لانا باقی پر ایمان لانے کو مستلزم ہے اور باقی تمام اجزائے ایمان اس کے ضمن میں آجاتے ہیں۔ واقتصر فی متعلق الایمان بذکر المبدأ والمعاد لتضمن الایمان بهما بجمیع ما یجب الایمان به (روح ص ۳۸۳ ج ۱، بحر ص ۳۸۳ ج ۱) ۲۴۴ وَمَنْ كَفَرَ کا معطوف علیہ محذوف ہے۔ ای ارزق من اٰمن ومن کفر (روح ص ۳۸۳ ج ۱) یعنی جو ایمان لائے گا اس کو بھی روزی دوں گا اور جو کفر کریگا اس کو بھی۔ فَاُمَتِّعُهٗ۔ مَنْ كَفَرَ پر معطوف ہے اور قَلِيْلًا۔ زمانًا محذوف کی صفت ہے اور اس سے مراد اس کی پوری زندگی کا زمانہ ہے وہ چونکہ آخرت کی ابدی زندگی کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے اس لئے اسے قلیل فرمایا۔ یعنی جو شخص کفر کریگا اسے بھی دنیا کی چند روزہ زندگی میں دنیوی رزق سے فائدہ اٹھانے کا موقع دوں گا۔ فنبه سبحانه وتعالیٰ علی ان الرزق رحمة دنیویة تعم المؤمن والکافر بخلاف الامامة والتقدم فی الدین (بیضاوی ص ۷۷ ج ۲) ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ لیکن آخرت میں کافر کو جہنم میں دھکیل دیا جائیگا جس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ اب آگے اپنے لئے دعا مانگتے ہیں ۲۴۵ وَاِذْ يَرْفَعُ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ پر معطوف ہے اور اِذْ کا عامل يَقُوْلَانِ ہے جو رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا سے پہلے محذوف ہے (روح ص ۳۸۵ ج ۱) ویجوز ان یکون القول المحذوف هو العامل فی اذ (بحر ص ۳۸۵ ج ۱) قواعد قاعدة کی جمع ہے جس کے معنی بنیاد کے ہیں۔ اسمٰعیل کا عطف ابراہیم پر ہے یعنی جب دونوں باپ بیٹا بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو اس وقت دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ محض اپنے فضل ورحمت سے ہمارے اعمال قبول فرما۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ انت ضمیر فصل اور خبر کا معرفہ ہونا حصر پر دلالت کرتا ہے اور جملہ کا اسمیہ اور اِنَّ سے مؤکد ہونا دونوں بزرگوں کی قوتِ یقین اور پختگی ایمان کو ظاہر کرتا ہے یعنی بیشک یقینًا صرف تو ہی ہماری دعاء کو قبول کرنے والا اور ہماری نیتوں کو جاننے والا ہے۔ ۲۴۶ مُسْلِمَيْنِ لَكَ ـــ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ سے ماخوذ ہے۔ ای مخلصین موحدین لك

روح ص۳۸۸ ج ۱) ای موحدین مخلصین لانعبد الا ایاک (کبیر ص۶۳ ج ۱) یعنی ہمیں مزید اخلاص نصیب فرما اور اپنی توحید اور خالص عبادت پر ثبات و دوام عنایت کر کہ ہمیشہ دل وجان اور زبان سے ہر نفع اور نقصان میں تجھے ہی پکاریں اور مالی، بدنی اور زبانی عبادتیں تیری ہی بجا لائیں یعنی ہمیں صفتِ اخلاص، اپنی توحید، اور خالص عبادت پر قائم رکھ۔ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَآ کا عطف اجۡعَلۡنَا کی ضمیر مفعول پر ہے مطلب یہ کہ ہماری اولاد میں بھی ہمیشہ ایک ایسی جماعت برقرار رہے جو توحید کی پابند ہو صرف تیری ہی عبادت کرے اور صرف تجھے ہی پکارے، توحید کی اشاعت کرے اور شرک سے رکے وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا یہاں ارارت بمعنی تعلیم ہے اور مناسک سے مراد احکام شریعت اور امورِ حج ہیں۔ علمنا وعرفنا۔۔۔۔شرائع دیننا واعلام حجنا (معالم ص۹۲ ج ۱) یعنی ہمیں احکام شریعت اور امورِ حج تعلیم فرما وَتُبۡ عَلَيۡنَا ۚ یہاں توبہ سے مراد وہ عوام کی توبہ نہیں جو گناہوں سے ہوتی ہے بلکہ یہ توبہ خواص الخواص کی ہے جس کا مقصد درجات کی بلندی اور مقامات کی رفعت کے لئے دعا و التجا ہوتا ہے۔ وتوبة خواص الخواص لرفع الدرجات والترقی فی المقامات (روح ص۳۸۸ ج ۱) اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ کیونکہ توبہ قبول کرنے والا اور اپنی رحمت کے سایہ میں لینے والا تو ہی تو ہے۔ اب آگے دوسری یعنی روحانی دعا کا ذکر ہے۔ ۲۴۷ هُمۡ ضمیر کا مرجع اُمَّةً مُّسۡلِمَةً ہے رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یہاں بھی ہُم کا مرجع اُمَّةً مُّسۡلِمَةً ہے اور اُمَّةً مُّسۡلِمَةً کے ساتھ ذُرِّيَّتِنَا کی قید گذر چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں کی اولاد میں جو امتِ مسلمہ ہو ان میں سے ایک رسول برپا کرنا یہ دعا صرف اسی صورت میں پوری ہو سکتی ہے جب کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ان صفات کا حامل رسول مبعوث ہو لہٰذا حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں پیدا ہونے والے انبیاء کے ذریعے یہ دعا پوری نہیں ہو سکتی کیونکہ ذُرِّيَّتِنَا میں نَا سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں اسلئے کہ بنائے کعبہ کے وقت یہی دونوں وہاں موجود تھے۔ مِنۡهُمۡ سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ امتِ مسلمہ چونکہ انسان ہیں، خاکی ہیں، بشر اور بنی آدم ہیں لہٰذا ان میں سے جو رسول پیدا ہوگا وہ بھی انسان اور بشر ہی ہوگا نہ کہ کسی اور جنس اور نوع کا ہوگا۔ آگے اس رسول کی چند صفات بیان کی ہیں۔

پہلی صفت: يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وہ انہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کے الفاظ بلا کم وکاست ان تک پہنچائے۔ **دوسری اور تیسری صفت:** وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ان کو کتاب و حکمت سکھلائے۔ کتاب سکھانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے الفاظ انہیں سمجھائے، ادائے الفاظ کی کیفیت بتائے، اس کی آیات کے مطالب و معانی اور حقائق و اسرار سے آگاہ کرے۔ بان یفہمہم الفاظہ ویبین لہم کیفیۃ اداءہ ویوقفہم علی حقائقہ واسرارہ (روح ص۳۸۶ ج ۱) اور حکمت سے مراد سنّت اور احکام شریعت کی تشریح و تبیین ہے۔ وقال قتادة الحکمة السنّة وبیان النبی للشرائع (قرطبی ص۱۳۱ ج ۲، بحر ص۳۹۳ ج ۱) یعنی اللہ کی کتاب کے احکام کی خدا کا پیغمبر جو زبانی تشریح و تفسیر کرے گا یا ان احکام کی کیفیتِ تعمیل بتائے گا حکمت سے یہ سب کچھ مراد ہے اور اسے ہی اصطلاح شریعت میں سنّت کہا جاتا ہے اس کی مزید تشریح رکوع ۱۸ میں آئے گی۔ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ط یہ پیغمبر کی چوتھی صفت ہے یعنی وہ پیغمبر انہیں کفر و شرک کی نجاستوں، بدعملی کی آلائشوں اور رذائل اخلاق کی آلودگیوں سے پاک صاف کرے۔ ۲۴۸ یقیناً تو ہی سب پر غالب اور ہر حکمت کو جاننے والا ہے تجھے کسی دعا کے رد و قبول پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور ہر دعا کا رد و قبول بھی تیری حکمت کے عین مطابق ہوتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ظہور حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ہوا۔ اس دعاء کو یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے سامنے حضور علیہ السلام کی صداقت پر بطور دلیل پیش کیا کہ یہی وہ پیغمبر ہے جس کے ظہور کے لئے تمہارے روحانی اور جسمانی باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ لہٰذا اس پر ایمان لاؤ اور اس کی لائی ہوئی دعوتِ توحید کو مانو کیونکہ یہ دعوت بھی وہی ہے جو خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے سامنے پیش کی اور مرتے وقت اس پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی۔ ۲۴۹ رغب کا صلہ جب عَنۡ آتا ہے تو اس کے معنی اعراض کرنے کے ہیں۔ سَفِهَ نَفۡسَهٗ ط کے معنی ہیں جعلہا مہانة ذلیلة (روح ص۳۸۸ ج ۱) یعنی جس نے اپنے آپ کو شرک و بدعت کی وجہ سے ذلیل و خوار کر رکھا ہو۔ اور یا اس کے معنی ہیں خسر نفسہ (بحر ص۳۹۴ ج ۱، معالم ص۹۶ ج ۱) یعنی جس نے اپنے آپ کو شرک کی وجہ سے خسارے میں ڈال رکھا ہو یا اس کے معنی حمق رأیہ کے ہیں (ایضاً) یعنی جس کی رائے احمقانہ ہو اور وہ بے وقوف ہو مطلب یہ ہے کہ ملتِ ابراہیمی تو سراسر اخلاص و توحید سے لبریز ہے اور اس کے تمام احکام عقل و فطرت کے مطابق ہیں اس لئے ایسی ملت سے صرف وہی اعراض کر سکتا ہے جو شرک میں ڈوبا ہوا ہو یا جس کی عقل میں فتور ہو۔ وَلَقَدِ اصۡطَفَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا ۚ اسی ملتِ وحدت اور دینِ توحید کی پیروی کی بنا پر تو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں سب کی پیشوائی کے لئے منتخب کیا تھا وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝ صالح فی الآخرت کے معنی ہیں کامیاب اور فائز المرام۔ الصالح فی الآخرة ھو الفائز (قرطبی ص۱۳۳ ج ۲) ملتِ ابراہیمی ایک ایسی چیز ہے جس کے اتباع کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کمالاتِ دنیویہ اور مقاصدِ اُخرویہ حاصل ہوئے لہٰذا ایسی ملت سے اعراض کرنے والا شخص یقیناً سرپھرا اور احمق ہے۔ امام قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جنہوں نے ملتِ ابراہیمی کو چھوڑ کر یہودیت و نصرانیت اختیار کی۔ (قرطبی ص۱۳۳ ج ۲) اور اپنے بزرگوں کو خدا کا شریک و نائب ٹھہرایا اور انہیں حاجات میں غائبانہ پکارنے لگے۔ نیز ان مشرکوں کا رد ہے جنہوں نے ابراہیمی ہونے کے دعوے کے ساتھ ساتھ اللہ کی توحید سے بغاوت کی اور اس کے ساتھ شرک کیا (ابن کثیر ص۱۸۵ ج ۱) اب آگے ملتِ ابراہیمی کی امتیازی خصوصیت اور اس کے خصوصی وصف یعنی توحید کا بیان ہے۔ ۲۵۰ اِذۡ کا عامل اصۡطَفَيۡنٰهُ ہے اَسۡلِمۡ اسلام مصدر سے ہے جس کے معنی تفویض اور حوالے کرنے کے ہیں جیسے اسلم وجہہ یہاں بھی اس لفظ کا معنی یہی ہے یعنی اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دے اور بالکل اسی کا ہو جا۔ اسی سے امیدیں وابستہ رکھ، اسی سے مانگ، اسی کو پکار اور اسی پر بھروسہ رکھ۔ معناه اسلم نفسك الی اللہ تعالیٰ وفوض امرك الیه (خازن ص۹۶ ج ۱) بعض نے اس کے معنی اخلاص کے لئے ہیں یعنی خالص اللہ کی عبادت کر اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کر اور اپنی عبادت کو شرک سے بچا کر رکھ۔ اخلص دینك وعبادتك للہ واجعلها سلیمة (خازن ص۹۶ ج ۱) قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بلا تامل اللہ کے حکم کی تعمیل کی اور فوراً مکمل اطاعت و انقیاد اور کامل فرمانبرداری کا اقرار کیا کہ میں نے اپنے آپ کو رب العلمین کے سپرد کیا اور اس کی پوری پوری اطاعت و فرمانبرداری قبول کی اور ہمیشہ اسکی توحید اور خالص عبادت پر کمر بستہ رہنے کا اعتراف کیا۔ ۲۵۱ بِهَآ کی ضمیر کا مرجع ملت ہے اور یعقوب کا عطف ابراہیم پر ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام جو سب کے جدِ اعلیٰ ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے جدِ اعلیٰ ہیں ان دونوں حضرات نے بوقتِ وفات اپنی اپنی اولاد کو ملتِ توحید پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰى لَـكُمُ الدِّيۡنَ۔ نیز انہوں نے اپنی اپنی اولاد کو یہ بھی بتایا کہ اللہ نے تمہارے واسطے دینِ اسلام کو منتخب اور پسند فرمایا ہے۔ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ۝ لہٰذا تم مرتے دم تک اسی دینِ اسلام اور ملتِ توحید پر قائم رہنا اور اللہ کی عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ بنانا۔ لہٰذا اے یہود و نصاریٰ اور مشرکینِ عرب اپنے اسلافِ کرام اور آباء و اجداد کا حال سن لو کہ وہ توحید کے کس قدر پابند اور شرک سے کس قدر متنفر تھے کہ موت کے وقت بھی توحید کو نہ بھولے اور اپنی اولادوں کو مرتے دم تک توحید پر قائم رہنے کی وصیت کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ تمہارا ابھی دعویٰ ہے کہ تم ان بزرگوں کو مانتے ہو مگر تم نے اس توحید کو چھوڑ دیا جس کے وہ قائل تھے اور خود انہیں بزرگوں کو خدا کے نائب اور شریک بنا کر پوجنے اور پکارنے لگے لہٰذا اس شرک کو چھوڑو اور میرے پیغمبر کے پیش کردہ دعوئ توحید کو مانو کیونکہ یہی توحید تمہارے باپ دادوں کی وراثت ہے۔ ۲۵۲ یہودیوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے تو اپنی اولاد کو یہودیت پر رہنے کی وصیت فرمائی تھی اس لئے ہم ان کی وصیت کو چھوڑ کر دینِ اسلام کو کس طرح قبول کریں؟ قالوا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم الست تعلم ان یعقوب لما مات اوصی بنیہ بالیھودیة (روح ص۳۹۰ ج ۱، جامع ص۲) تو ان یہودیوں کے کذب و افتراء کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی یہاں اَمۡ منقطعہ ہے بمعنی بَلۡ اضرابیہ و استفہام انکاری مطلب یہ کہ تم جھوٹ کہتے ہو کہ حضرت

یعقوب علیہ السلام نے یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی کیونکہ تم اس وقت وہاں موجود ہی نہ تھے جب ان کی وفات کا وقت قریب تھا اور وہ اپنی اولاد کو وصیت کررہے تھے ای ماکنتم حاضرین حین احتضار الموت علیہ الصلوٰۃ والسلام وسؤالہ بنیہ عن الدین فلم تدعون ما تدعون (روح ص۳۹۰ ج ۱) اور ہوسکتا ہے کہ اَمْ متصلہ ہو اور استفہام تقریری ہو اور مطلب یہ ہو کہ تمہارے اسلاف تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھے جب وہ اپنی اولاد کو اسلام اور توحید پر قائم رہنے کی وصیت کررہے تھے اور انہیں بخوبی معلوم تھا اور ان کی وساطت سے تم بھی جانتے ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہودیت کی کوئی وصیت نہیں کی تھی پھر کیوں جان بوجھ کر ان پر الزام لگاتے ہو۔ ؟ ولك ان تجعل لاستفهام للتقرير ای کانت اوائلکم حاضرين حين وصى بنيه عليه الصلوٰة والسلام بالاسلام والتوحيد وانتم عالمون بذلك فما لكم تدعون عليه خلاف ما تعلمون (روح ص۳۹۰ ج ۱) اِذْ حَضَرَ میں اِذْ — شُهَدَاءَ سے متعلق ہے۔ **۲۵۳** اِذْ قَالَ۔ اِذْ حَضَرَ سے بدل ہے۔ والعامل فی اذ الاولی معنی الشهادة واذ الثانية بدل من الاولى۔ (قرطبی ص۱۳۸ ج ۲) یعنی کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوبؑ نے وفات اپنی اولاد سے امتحاناً پوچھ رہے تھے کہ تم میری موت کے بعد کس کی پوجا کروگے۔

لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي ۖ قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ

اپنے بیٹوں کو تم کس کی عبادت کروگے میرے بعد ۲۵۳ بولے ہم بندگی کرینگے تیرے رب کی

وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا

اور تیرے باپ دادوں کے رب کی جو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق ہیں وہی ایک معبود

وَاحِدًا ۚ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ

ہے ۲۵۴ اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں وہ ایک جماعت تھی جو

خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا

گذر چکی ۲۵۵ انکے واسطے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم

تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۴﴾ وَقَالُوا كُونُوا هُودًا

سے پوچھ نہیں ان کے کاموں کی اور کہتے ہیں کہ ہو جاؤ یہودی

أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَ

یا نصرانی تو تم پالوگے راہ راست ۲۵۶ کہدے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے اختیار کی راہ ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا ۲۵۷ اور

مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۳۵﴾ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا

نہ تھا شرک کرنے والوں میں تم کہدو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر ۲۵۸ اور جو

أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ

اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق

وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا

اور یعقوب ۲۵۹ اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو ۲۶۰ اور جو

أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ

ملا دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے ہم فرق نہیں کرتے ان سب میں سے ایک میں بھی

وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۶﴾ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ

اور ہم اسی پروردگار کے فرمانبردار ہیں سواگر وہ بھی ایمان لاویں جس طرح پر تم ایمان لائے

۲۵۴ اِلٰهًا وَّاحِدًا۔ اِلٰهَكَ سے بدل ہے جو تاکید اور احتمال تعدد کو قطع کرنے کے لئے لایا گیا ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے سعادت مند فرزندوں نے بیک زبان جواب دیا کہ ہم تو اسی خدائے واحد کی عبادت کریں گے جو آپ کا معبود ہے اور جو آپ کے آبائے کرام حضرت ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحاق علیہم السلام کا معبود ہے۔ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ اور ہم مرتے دم تک اسی کے مطیع فرمان اور منقاد رہیں گے اور اسی کی خالص عبادت کرینگے اور اسی کی عبادت اور پکار میں، اس کی نذر و منت میں کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔ یہودیو! اب بتاؤ تم تو کہتے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہودیت کی وصیت کی تھی حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ انہوں نے مرتے وقت اپنی اولاد سے اسلام اور توحید پر قائم رہنے کا عہد و اقرار لیا تھا۔ **۲۵۵** تِلْكَ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی طرف اشارہ ہے۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کو اپنے بزرگوں پر ناز تھا اور وہ اپنی صاحبزادگی کے غرور میں مسرور تھے اور کہتے تھے کہ اچھا اگر ہم بدکار ہیں تو کیا ہوا ہمارے آباء و اجداد تو نیک اور توحید پرست تھے جب وہ جنت میں جائیں گے تو ہم بھی ان کے طفیل بخش دیئے جائیں گے اور ہمیں بھی جنت میں جگہ مل جائے گی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا غرور شکن جواب دیا کہ وہ جماعت تو گذر چکی اور ان کے کمالات بھی ان کے ساتھ ہی گئے۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ان کا کیا ان کے آگے آئے گا اور تمہارا کیا تمہارے آگے۔ لہٰذا دل سے یہ بات نکال ڈالو کہ ان کے نیک اعمال کی بدولت تم بھی جنت میں چلے جاؤگے۔ محض اس انتساب سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ ان جیسے عمال کروگے تو اس سے یقیناً نفع پاؤگے۔ بعینہٖ یہی حال آج کل کے بعض گدی نشینوں کا ہے کہ وہ اپنے مریدوں کے سامنے فخر کرتے ہیں اور زبان سے کہتے ہیں کہ ہمارے آباء و اجداد بہت نیک اور اللہ کے پیارے تھے۔ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اور تم سے ان کے اعمال کا حساب نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ تم سے تمہارے اپنے اعمال کی پرسش ہوگی۔ توحید و رسالت کو دلائل سے مدلل اور واضح کرنے کے بعد یہود و نصاریٰ کے بعض غلط نظریات کی تردید کی ہے۔ **۲۵۶ شکوہ**۔ باوجود اس کے کہ یہود و نصاریٰ کے آباء و اجداد جن کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے وہ سب کے سب دین اسلام اور ملت توحید کے پابند تھے لیکن یہ خود بھی شرک پر ڈٹے ہوئے ہیں اور لوگوں کو بھی شرک کی دعوت دیتے ہیں اور خود بھی مشرکانہ عقائد کو عین ہدایت تصور کرتے ہیں چنانچہ یہودی کہتے تھے کہ تم یہودی بن جاؤ اور حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا نائب اور متصرف سمجھو اور نصاریٰ کہتے تھے کہ تم عیسائی ہوجاؤ اور حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا نائب اور نجات دہندہ سمجھو تو تمہیں راہ ہدایت مل جائے گی۔ **۲۵۷ جواب شکوہ**۔ مِلَّةَ منصوب ہے اور اس کا عامل نتبع محذوف ہے اور خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یعنی آپ انہیں جواب دیں کہ ہم یہودیت اور نصرانیت قبول نہیں کرینگے بلکہ ہم تو ملت ابراہیمی کی پابندی کریں گے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین توحید کی پیروی کریں گے جو باطل اور مشرکانہ ادیان سے کنارہ کش اور دور تھے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ یہ مدعی یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب تو مشرک و بت پرست ہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام شرک سے دُور تھے لہٰذا ہم تو انہی کی پیروی کریں گے۔ یہ ان جھوٹے مدعیان ابراہیمیت کے لئے تازیانۂ عبرت ہے جنہوں نے توحید کو چھوڑ کر شرک کو دین بنا یا ہوا تھا اور بزرگوں کو خدا کا نائب اور متصرف سمجھ کر انہیں پکارتے تھے۔ والمقصود التعرض باهل الكتاب

۱۔ ایک شبہ کا جواب کہ ہمارے باپ دادا پیغمبر تھے اس لئے ہم بھی بخشے جائیں گے
۲۔ شکوہ
۳۔ جواب شکوہ

[illegible] یعنی ایمان تو تمام پیغمبروں پر [illegible] لیکن [illegible]

والعرب الذين يدعون اتباعه ...... فان فی کل طائفة منهم شرکا فالیهود قالوا عزیر ابن الله والنصارى المسیح ابن الله والعرب عبدوا الاصنام وقالوا الملٰئکة بنات الله (روح ص۲۹۴)
یہ اہلِ کتاب کے غلط نظریے کا الزامی جواب تھا یعنی انہوں نے کہا کہ یہودی یا نصرانی ہو جاؤ تو جواب دیا گیا کہ ہم تو ابراہیمی ہوں گے یہودی یا نصرانی نہیں ہوں گے۔ اب آگے اس کا تحقیقی جواب دیا گیا ہے کہ آبائی نسبت یا قبائلی عصبیت پر ایمان کا مدار نہیں بلکہ ایمان تو اللہ کی توحید، اس کے رسولوں کی رسالت اور اس کے دیگر احکام ماننے کا نام ہے۔ **۲۵۸** یہ خطاب مسلمانوں سے ہے کہ تم انہیں جواب دو کہ ہم یہودیت یا نصرانیت کو نہیں جانتے۔ ہم تو خدائے واحد کی توحید پر ایمان رکھتے ہیں وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا اور اپنے آخری رسول کی وساطت سے جو کچھ اس نے ہم پر اتارا ہے، ہم اسے بھی مانتے ہیں۔ **۲۵۹** حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں مختلف خاندانوں کو قبائل کہا جاتا ہے اسی طرح بنی اسرائیل کے خاندان اسباط کہلاتے تھے۔ والسبط فی بنی اسراءیل بمنزلة القبیلة فی ولد اسمٰعیل (قرطبی ص۱۴۱ ج ۲) یعنی ہم ان تمام صحائف کو بھی مانتے ہیں جو حضرت ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام پر نازل ہوئے نیز ان صحائف کو جو بنی اسرائیل میں ہونے والے باقی تمام انبیاء کرام پر اترے۔ **۲۶۰** اور ہم تورات وانجیل کو بھی مانتے ہیں۔ تورات وانجیل کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھیں اور اپنے اپنے وقت میں سرچشمۂ ہدایت اور واجب العمل تھیں۔ اب ان پر عمل واجب نہیں۔ یہود ونصاریٰ کی وجہ سے اسباط کے بعد حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہ السلام کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے۔ وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ان کے علاوہ باقی تمام نبیوں پر جو کچھ اترا ہم اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ تمام انبیاء علیہم السلام کو برحق مانتے ہیں اور ان میں کسی نسلی یا قبائلی بنیاد پر تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں جیسے یہود ونصاریٰ نے کیا ہے۔ ای کما فرق اھل الکتاب فاٰمنوا ببعض وکفروا ببعض بل نؤمن بھم جمیعًا (روح ص۳۹۴ ج ۱) وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ — لَهٗ کی تقدیم کی وجہ سے اس میں حصر پیدا ہو گیا یعنی ہم ایمان تو ان تمام انبیاء پر لاتے ہیں اور جو کچھ ان پر اترا اسے بھی مانتے ہیں لیکن انقیاد وعبودیت کو صرف اللہ کے ساتھ ہی مخصوص کرتے ہیں اور اپنی تمام ضروریات وحاجات کو اسی کے سپرد کرتے ہیں اور اسی کو مختار ومتصرف سمجھتے ہوئے خالص اس کی عبادت کرتے اور اسے ہی پکارتے ہیں جیسا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ **۲۶۱** یہود ونصاریٰ مدعی تھے کہ ہدایت کا مدار یہودیت اور نصرانیت ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا اصل معیار بیان فرمایا کہ اصل ہدایت تو انبیاء کرام اور ان کی تعلیمات کی پیروی کا نام ہے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین اگر ایسا ہی ایمان لے آئیں جیسا کہ تمہارا ایمان ہے یعنی تمام انبیاء پر ایمان تو پھر یقینًا وہ بھی ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ اور اگر وہ تم جیسا ایمان لانے سے پہلو تہی کریں اور اس سے انکار کریں تو سمجھ لو کہ یہ لوگ بغض وحسد اور ضد وعناد میں گرفتار ہیں طلبِ ہدایت یا احقاقِ حق ان کا مقصد نہیں ہے۔ ای فما ھم الا فی خلاف وعداوة ولیسوا من طلب الحق فی شیء (مدارک ص۶۱ ج ۱)

بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ
ہدایت پائی انہوں نے بھی **۲۶۱** اور اگر پھر جاویں تو پھر وہی ہیں
شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾
ضد پر سو اب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ اور وہی ہے سننے والا جاننے والا
صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّ
ہم نے قبول کر لیا رنگ اللہ کا **۲۶۲** ف۱ اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے **۲۶۳** اور
نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ
ہم اسی کی بندگی کرتے ہیں ف۱ کہہ دے کیا تم جھگڑا کرتے ہو ہم سے اللہ کی نسبت **۲۶۴** حالانکہ وہی
رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَ
ہے رب ہمارا اور رب تمہارا اور ہمارے لئے ہیں عمل ہمارے اور تمہارے لئے ہیں عمل تمہارے اور
نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ
ہم تو خالص اسی کے ہیں کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور
اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا
اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد تو یہودی تھے
اَوْ نَصٰرٰى ۗ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۗ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ
یا نصرانی **۲۶۵** کہہ دے کہ تم کو زیادہ خبر ہے یا اللہ کو اور اس سے بڑا ظالم کون جس نے
كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
چھپائی وہ گواہی جو ثابت ہو چکی اس کو اللہ کی طرف سے **۲۶۶** اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے
تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ
کاموں سے **۲۶۷** وہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی ان کے واسطے ہے جو انہوں نے کیا
وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۧ
اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے کچھ پوچھ نہیں ان کے کاموں کی **۲۶۸** ف۲

ع ۱۶/۱۲/۱۶

لیس غرضھم طلب الدین والانقیاد للحق وانما غرضھم المنازعة واظھار العداوة (کبیر ص۶۵ ج ۱) فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ۔ یہ دشمنانِ توحید کی مخالفت اور عداوت کے مقابلہ میں حضور علیہ السلام کے لئے تسلی اور مدد کا وعدہ ہے کہ آپ ان کی شدید مخالفت اور کثرتِ عدد کی پرواہ نہ کریں اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔ وہ ان کے کفر وانکار اور ضد وعناد

موضح القرآن ف۱ نصاریٰ کے پاس دستور تھا کہ جس کو اپنے دین میں داخل کرتے ایک زرد رنگ بناتے اور اس کے کپڑے بھی رنگ دیتے اور اس پر ڈال بھی دیتے۔ یہ ان کے مقابل فرمایا

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی دین او را ۱۲ ف۲ مترجم گوید چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمدینہ ہجرت فرمود شانزدہ ماہ یا ہفدہ ماہ بطرف بیت المقدس نماز می گذارد و آرزو میکرد کہ خدا تعالیٰ کعبہ را قبلہ وے سازد حق تعالیٰ نازل کرد۔ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ اِلیٰ آخرہ بعد ازاں جواب شبہ سفہا دریں مسئلہ نازل کرد سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ بعد ازاں امر فرمود بصبر بر مشاق جہاد در لبیاری از احکام توحید وقصاص وحج وصوم وصدقہ ونکاح وطلاق کہ اہلِ جاہلیت تحریف کردہ بودند بارعایت انصاف میگوید بیان حقیقت حال فرمود ورد وابطال شبہات مخالفین کرد وسوالہائے ایشاں را جواب داد وایں سیاق ممتد است تا آخر اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا

کو بھی جانتا ہے۔ اور آپؐ کے خلوص اور طہارت باطن سے بھی واقف ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان معیاری اور عند اللہ مقبول تھا۔ اور وہ ہدایت یافتہ تھے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کا ہدایت یافتہ ہونا ان جیسا ایمان لانے پر موقوف کیا گیا ہے۔ ۲۶۲ یہ منصوب ہے اور اس کا عامل محذوف ہے۔ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا کی مناسبت سے یہاں قَبِلْنَا کو حذف ماننا زیادہ موزوں ہے۔ ای قبلنا صِبْغَةَ اللّٰہِ اور صِبْغَةَ اللّٰہِ سے مراد دین توحید اور ملتِ حقہ ہے۔ نصرانی اپنے بچوں اور ان کے مذہب میں داخل ہونے والوں کو ایک خاص قسم کے زرد رنگ میں نہلایا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اب یہ پاکیزہ اور پکا نصرانی بن گیا ہے اور گناہوں سے پاک ہو گیا ہے اس فعل کو وہ بپتسمہ کہتے ہیں تو اس کے جواب میں مسلمانوں کو ارشاد ہوا کہ تم کہو کہ ہم نے تو اللہ کے دین اور اس کی توحید کا رنگ قبول کر لیا ہے۔ جس سے ہر قسم کی نجاست دور ہو جاتی ہے۔ ۲۶۳ یہاں استفہام انکار کے لئے ہے یعنی اللہ کے رنگ سے کسی کا رنگ اچھا نہیں اللہ کا رنگ تو اسلام اور توحید کا رنگ ہے۔ جسے قبول کر لینے سے ظاہر و باطن طاہر و طیب ہو جاتا ہے۔ اور اس مصنوعی اور بناوٹی رنگ میں یہ خوبی کہاں؟

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ
اب کہیں گے بیوقوف ۲۶۵ لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے
الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ
جس پر وہ تھے ۲۶۶ تو کہہ اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب ۲۶۷
يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (١٤٢) وَكَذَٰلِكَ
چلائے جس کو چاہے سیدھی راہ ف۱ اور اسی طرح
جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ
کیا ہم نے تم کو امتِ معتدل ۲۶۸ تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر
وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا
اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا ۲۶۹ ف۲ اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے
الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ
وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے تھا ۲۷۰ مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا
الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ
رسول کا اور کون پھر جائے گا الٹے پاؤں ۲۷۱ ف۳ اور بے شک یہ بات
لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ
بھاری ہوئی مگر ان پر جن کو راہ دکھائی اللہ نے اور اللہ ایسا نہیں
لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ (١٤٣)
کہ ضائع کرے تمہارا ایمان ۲۷۲ بیشک اللہ لوگوں پر بہت شفیق نہایت مہربان ہے ف۴
قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً
بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف ۲۷۳ سو البتہ پھیر دینگے ہم تجھ کو جس قبلہ
تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ
کی طرف تو راضی ہے ۲۷۴ اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد الحرام کے اور جس جگہ

شبہ ۱، سے شبہ کا جواب، پہلی اجمالی علت کا بیان، سے جواب شبہ پہلی تفصیلی علت کے ساتھ اور کاف بیان کمال کے لئے ہے ۱۲

وَنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ہم نے اللہ کے دین اور توحید کے رنگ کو قبول کر لیا ہے۔ اس لئے ہم تو ہر قسم کی عبادت صرف اللہ ہی کے لیے بجا لائیں گے تمام مالی، بدنی اور زبانی عبادتیں اسی کے ساتھ مخصوص کریں گے۔ اسی کی نذریں منتیں دیں گے۔ اسی کے سامنے سجدہ کریں گے۔ اور اسی کو پکاریں گے۔ یہ جملہ قبل کا خلاصہ اور مقصود ہے۔ ۲۶۴ یہ خطاب یہود و نصاریٰ سے ہے اور فی اللہ میں مضاف محذوف ہے۔ ای فی دینہ او القرب منہ (قرطبی ج۲)

حضرت شیخ نے فرمایا یعنی تم ہم سے اللہ کے دین اور اس کی توحید کے بارے میں جھگڑتے ہو کہ اللہ کا سچا دین یہودیت اور نصرانیت ہے اور حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کے نائب اور مختار اور متصرف مانے بغیر خدا راضی نہیں ہو سکتا۔ نیز ہم چونکہ اللہ کے محبوب اور چہیتے ہیں۔ اس لئے ہم خدا سے زیادہ قریب ہیں۔ قالوا نحن اولی باللہ منکم لانا ابناء اللہ واحباؤہ (قرطبی ص۱۴۳ ج۲) وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ۔ لیکن یہ تمہارا جھگڑا بالکل لغو ہے۔ اس لئے کہ جس طرح وہ تمہارا رب ہے اسی طرح وہ ہمارا رب ہے۔ ہمارا تمہارا پروردگار اور آقا وہی ہے، اس کے سوا کوئی آقا اور داتا نہیں اور اس کی ربوبیت کسی قوم اور قبیلے کے ساتھ مخصوص بھی نہیں ہے۔ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ہمارے اعمال تمہارے ساتھ اور ہمارے اعمال ہمارے ساتھ۔ خدا کا قرب تو انسان کو اس کے اعمال کے مطابق حاصل ہوتا ہے۔ اگر اس کے اعمال شرک اور ریاء سے پاک ہوں گے تو مقبول ہوں گے۔ اور اسے قرب خداوندی حاصل ہوگا۔ اور اگر اس کے اعمال شرک کی نجاست سے آلودہ ہوں گے تو وہ راندۂ درگاہ ہوگا اور سیدھا جہنم میں جائیگا وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ اس لیے ہم تو اپنے اعمال کو محض خدا کی رضامندی کے لیے بجا لاتے ہیں۔ اور ان کو شرک اور ریاکاری سے پاک رکھتے ہیں۔ قال سعید بن جبیر الاخلاص ان لا تشرک فی دینہ ولا ترائی احدا فی عملہ (روح ص۳۹۹ جلد ۱) یہ جملہ بھی مقصودی ہے۔ یہاں تین مقصودی جملے یکے بعد دیگرے آئے ہیں۔ یعنی نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ اور نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ اور نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ مقصد یہ ہے کہ اے ایمان والو اس بات کا اعلان کر دو کہ ایمان تو ہم تمام پیغمبروں پر لائے ہیں اور سب کی نبوت کا اقرار کیا ہے۔ لیکن جھکیں گے صرف اللہ کے آگے اور عبادت بھی صرف اسی ہی کی کریں گے اور پکاریں گے بھی خالصاً صرف اسی ہی کو ان کلموں

موضح قرآن ف۱ حضرت جب مکے سے مدینے آئے ایک سوا برس نماز پڑھی بیت المقدس کی طرف پھر حکم آیا کہ پڑھو کعبے کی طرف تب یہود اور بعضے کچے مسلمان ان کے بہکانے سے شبہے لگے ڈالنے کہ وہ قبلہ تھا سب نبیوں کا اس کا چھوڑنا نشان نبی کا نہیں اللہ تعالیٰ نے آگے ہی فرمایا کہ لوگ کہیں گے ف۲ یعنی جس طرح ان دونوں باتوں میں دیکھا کہ تمہارے پاس ہے پوری بات اور مخالفوں کے پاس ناقص ایک یہ کہ تم سب نبیوں کو مانتے ہو اور یہود و نصاریٰ کسی کو نہیں دوسرا یہ کہ تمہارا قبلہ کعبہ ہے کہ ابراہیم کے وقت سے مقرر ہوا ہے۔ ابراہیم پیشوا ہے سب کا۔ یہود و نصاریٰ کا قبلہ پیچھے ثابت ہوا اسی طرح ہر بات میں تم پورے ہو اور انہیں ناقص ان کو حاجت ہے کہ تم بتاؤ اور تم کو حاجت نہیں کہ کوئی بتاوے ف۳ یعنی تمہارا قبلہ ابراہیم کے وقت سے کعبہ مقرر ہے اور چندے روز بیت المقدس ٹھہرایا۔ ایمان آزمانے کو اور اس میں جو لوگ ایمان پر قائم رہے ان کو بڑا درجہ ہے۔

فتح الرحمان ف۱ یعنی آنچہ در سابق علم الٰہی مقرر شد آنست کہ قبلہ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ باشد و توجہ بہ بیت المقدس یک چندے بنا بر حکمت امتحان است ۱۲

میں کسی پیغمبر کو اللہ کا شریک نہیں بنائیں گے۔ **۲۶۵؎** جب یہود و نصاریٰ کو ہر طرح کے دلائل سے لاجواب کر دیا گیا اور کہا گیا کہ اگر توحید معیار صداقت ہے تو ہم موحد ہیں۔ اور اگر اتباع معیار حق ہے تو ہم تمام انبیاء پر ایمان لاتے اور ان کے پیغام توحید کو مانتے ہیں۔ مگر جب ان سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو انھوں نے یہ غلط پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ کہ پہلے تمام انبیاء علیہم السلام تو ان کے مذہب پر تھے۔ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ وہ سب یہودی تھے اور نصاریٰ کا دعویٰ تھا کہ وہ سب نصرانی تھے تو اللہ تعالیٰ نے بطور زجر فرمایا کہ کیا اب تم یہ کہتے ہو کہ تمام انبیاء علیہم السلام تمہارے مذہب پر تھے اور تمہاری طرح عیاذاً باللہ مشرک تھے۔ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ

جواب شکوہ کیا ان انبیاء کے دین اور مذہب کو تم خدا سے زیادہ جانتے ہو، ظاہر ہے کہ اللہ کا علم تم سے زیادہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے پہلے واضح طور پر بیان فرما دیا ہے کہ ان تمام انبیاء علیہم السلام کا دین دین اسلام تھا اور وہ سب کے سب توحید پر قائم تھے۔ اور مشرک نہیں تھے **۲۶۶؎** یہ اہل کتاب کے لیے زجر ہے اور شکوہ کا جواب بھی ہے۔ استفہام انکار کے لیے ہے اور شہادت سے اللہ تعالیٰ کی وہ شہادت مراد ہے جو تورات اور انجیل میں موجود ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام توحید پر تھے اور مذاہب باطلہ سے کوسوں دور تھے۔ شہادۃ التوراۃ والانجیل علی الانبیاء کانوا علی التوحید والحنیفیۃ (کبیر ص ۷۵ ج ۱)

یعنی سب سے بڑا ظالم وہ ہے جس نے اللہ کی اس شہادت کو چھپایا جو اس کے پاس موجود ہے۔ جیسا کہ یہود اور نصاریٰ نے کیا۔ ان کے پاس تورات و انجیل میں انبیائے کرام کے توحید پرست ہونے کی شہادت موجود تھی لیکن اس کے باوجود انھوں نے ان کو یہودی اور نصرانی ظاہر کیا **۲۶۷؎** یہ ان کے لیے وعید شدید ہے کہ اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں، انبیائے کرام پر تمہارے غلط افترا آت اور خدا کی شہادت کا کتمان اور تمہارے دوسرے اعمال سب اس کی نظر میں ہیں وہ تمہیں اس کی پوری پوری سزا دے گا۔ **۲۶۸؎** یہود اور نصاریٰ کے دلوں میں اپنے آباؤ اجداد پر فخر و غرور مضبوطی سے بیٹھ چکا تھا۔ اور وہ اپنی نجات کے لیے بس اپنے اسلاف ہی کے اعمال کو کافی سمجھتے تھے اس لیے ان کے اس بے فائدہ فخر کو توڑنے کے لیے اور انھیں اس غلط خیال کے بدانجام سے ڈرانے کے لیے اس آیت کا اعادہ کیا گیا تکریرلما تقدم للمبالغۃ فی التحذیر عما استحکم فی الطباع من الافتخار بالاٰباء والاتکال علیھم (روح ص ۲ ج ۱)

یہاں تک توحید و رسالت کے نقلی دلائل کا بیان تھا اب آگے رسالت کے متعلق یہود اور نصاریٰ اور مشرکین کے بعض شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔

پہلا شبہ جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اس وقت آپ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے۔ سولہ یا سترہ ماہ بعد آپ کو خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم مل گیا۔ تحویل قبلہ کا حکم دینے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بطور پیش گوئی آپ کو بتا دیا کہ مستقبل قریب میں جب آپ کو تحویل قبلہ کا حکم ملے گا اس وقت احمق اور بیوقوف لوگ اس بات پر اعتراض کریں گے کوئی کہے گا کہ اس نے بیت المقدس کو جو تمام انبیاء کا قبلہ تھا چھوڑ دیا ہے اس لیے یہ پیغمبر نہیں، کوئی کہے گا کہ بیت المقدس سے بیت اللہ کا رخ کیا ہے شاید وطن کی یاد نے ستایا ہے اور دیکھو عنقریب مدینہ چھوڑ کر مکہ واپس آنے والا ہے غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ یا اعتراض کا جواب دیا ہے **۲۶۹؎** یقول کو بعض مفسرین نے ماضی کے معنوں میں لیا ہے ان کا خیال ہے کہ یہ آیت تحویل قبلہ کے بعد نازل ہوئی لیکن جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ سَیَقُوْلُ مستقبل کے لیے ہے اور یہ آیت تحویل قبلہ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ اللہ نے بے وقوفوں کے اعتراض کی پہلے ہی سے آپ کو اطلاع دے دی تھی۔ سیقول ظاھر فی الاستقبال وانہ اخبار من اللہ تعالیٰ نبیہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ یصدر منھم ھذا القول فی المستقبل وذلک قبل ان یؤمروا باستقبال الکعبۃ (بحر ص ۴۱۹ ج ۱) السفہاء سے بعض نے یہود مراد لیے ہیں۔ اور بعض نے مشرکین مکہ اور بعض نے منافقین ـــــ لیکن لفظ اپنے عموم کے لحاظ سے سب کو شامل ہے اس لیے اسے عموم پر محمول کرنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ یہ سب دشمن تھے تحویل قبلہ کی آڑ میں موقع پا کر سب نے اعتراضات کیے تھے۔ اما منسوب ان یکون الکل قد قال ذلک لان الاعداء مجبولون علی القدح والطعن فاذا وجدوا مجالا لم یترکوا مقالا (کبیر ص ۳ ج ۲) **۲۷۰؎** یہ سُفَهَاءُ کا مقولہ ہے اور مَا استفہامیہ اور استفہام طنز اور استہزا کے لیے ہے۔ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ استھزاء واب لمسلمین (قرطبی ص ۱۴۸ ج ۲) قبلتھم سے مراد بیت المقدس ہے جو پہلے مسلمانوں کا قبلہ تھا۔ یعنی کم عقل اور احمق لوگ اعتراض کریں گے۔ اور بطور طنز کہیں گے کہ ان مسلمانوں کو اپنے پہلے قبلہ سے کس چیز نے ہٹا دیا ہے؟ یعنی ایک طرف تو یہ شخص پہلے انبیاء کے اتباع کا دعویٰ کرتا ہے۔ دوسری طرف انبیاء کا قبلہ چھوڑ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حیران و سرگرداں ہے اور اس پر حق مشتبہ ہو گیا ہے ان کے اس اعتراض کے اللہ تعالیٰ نے چار جواب دیئے ہیں۔ دو اجمالی اور دو تفصیلی ـــــ اس اعتراض کے جوابات کا سلسلہ انیسویں رکوع میں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ تک چلا گیا ہے۔ **۲۷۱؎** پہلا اجمالی جواب یعنی تمام سمتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ اور کسی سمت میں کوئی تقدس نہیں رکھا ہوا۔ وہ جس طرف چاہے منہ کرنے کا حکم دے دے۔ اور ہم تو حکم کے بندے ہیں۔ پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تو ادھر منہ کرکے نمازیں پڑھتے رہے اب کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ملا ہے تو اس حکم کی تعمیل کریں گے کیونکہ اس کے احکام کی تعمیل ہی اصل ہدایت ہے۔ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ اور اس کا ہر حکم سیدھی راہ ہے۔ **۲۷۲؎** مفسرین نے کذالک کو تشبیہ کیلئے قرار دیا ہے لیکن حضرت شیخ نے فرمایا کہ کذالک یہاں تشبیہ متعارف کے لیے نہیں ہے لہذا مشبہ اور مشبہ بہ مقدر ماننے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ بیان کمال کے لیے ہے۔ وسط کے معنی خیار اور بہتر کے ہیں تو مطلب یہ ہے کہ اس طرح ہم نے تم کو بہترین اور خیر امت بنا دیا ہے یعنی یہ ہمارا کمال ہے اسی طرح اور بھی کئی جگہوں میں کاف تشبیہ کے لیے نہیں بلکہ بیان کمال کیلئے ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا (رعد ع ۵) یعنی قرآن کو ایسا حکم عربی بنانا ہمارا کمال ہے چونکہ دنیا کی رہنمائی اور پیشوائی تمہارے سپرد ہونے والی ہے اس لیے کعبہ کو جو جغرافیائی اعتبار سے ساری دنیا کے سینٹر میں واقع ہے تمہارا مرکز بنا دیا ہے۔ **۲۷۳؎** یہ مرکزیت تمہیں اس لئے عطا کی ہے تاکہ میرا پیغمبر تم کو میری توحید بتلائے۔ اور میرے احکام سے تم کو آگاہ کرے اور تم دوسرے لوگوں کو توحید بتاؤ اور ان تک میرے احکام پہنچاؤ۔ اس میں خطاب صحابہ کرام سے ہے۔ اور شہداء، شہید کی جمع ہے۔ جو شہادۃ سے ماخوذ ہے۔ جن کے معنی میں بیان کرنا اس لئے شہید اور اسی طرح شاہد کے معنے ہوں گے اللہ کی توحید بیان کرنے والا اور راہ حق بتانیوالا۔ جیسا کہ علامہ ابن صفی حنفی نے لکھا ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا باللہ بالوحدانیۃ (جامع ص ۳۶۲) یعنی آپ کو ہم نے توحید بیان کرنے والا بنا کر بھیجا اسی طرح سورہ مائدہ میں وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ کے تحت علامہ موصوف لکھتے ہیں رقباء لئلا یبدل (جامع ص ۱۰۱) یعنی علماء یہود تورات کے محافظ تھے کہ اس میں تبدیلی نہ ہونے پائے اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے سورہ مزمل میں شَاهِدًا کا ترجمہ بتانے والا کیا ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ (ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتانے والا تمہارا۔ شاہ عبدالقادر) لیکن شرک پسند اور بدعت نواز مولوی کہتے ہیں کہ یہاں شہید کے معنی گواہ کے ہیں اور گواہ صرف وہی ہو سکتا ہے جو موقع پر موجود ہو اور واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو امت پر گواہ فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ ہر امتی کے ساتھ موجود ہوتے ہیں اور اس کی تمام حرکات و سکنات کو دیکھتے ہیں ورنہ گواہ نہیں بن سکتے تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہیں۔

پہلا جواب لفظ شہید یہاں بمعنی گواہ نہیں بلکہ جیسا کہ پہلے جامع البیان اور ترجمہ موضح قرآن کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں شہید کے معنی بیان کرنے والے اور بتانے والے کے ہیں۔ اور سیاق و سباق کے اعتبار سے بھی یہی معنی موزوں ہیں کیوں کہ اسی آیت میں صحابہ کرام کے لئے بھی لفظ شہداء استعمال کیا گیا ہے اور یہ لفظ بعینہ وہی مفہوم ادا کر رہا ہے۔ جو سورہ آل عمران رکوع ۳ میں ایک پوری آیت میں بیان کیا گیا ہے یعنی كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

دوسرا جواب اگر مان لیا جائے کہ اس آیت میں شہید بمعنی گواہ ہی ہے لیکن یہ دعویٰ غلط ہے کہ گواہ صرف وہی شخص بن سکتا ہے جو موقع پر موجود ہو اور واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھے کیونکہ فقہائے حنفیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ گواہی کے لئے واقعہ کا آنکھوں سے مشاہدہ کرنا ضروری نہیں کیونکہ قرآن مجید میں وارد ہے۔ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ الآیۃ یہاں اس شخص کو شاہد (گواہ) فرمایا جس نے زلیخا کی دست اندازی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ نہیں کیا تھا بلکہ محض علامات کی بنا پر گواہی دی تو معلوم ہوا کہ گواہی کے لیے مشاہدہ ضروری نہیں اسی طرح اگر ایک شخص موقعہ پر موجود نہ ہو۔ لیکن واقعہ کی خبر اس تک کسی ایسے معتبر اور باوثوق ذریعے سے پہنچ جائے جس سے اس کو واقعہ کی صداقت کا یقین ہو جائے تو اس کیلئے گواہی دینا جائز ہے۔ چنانچہ ہدایہ ج ۳ صفحہ ۱۵۷ پر ہے انما یجوز للشاھد ان یشھد بالاشتھار وذلک بالتواتر او اخبار من یثق بہ

تیسرا جواب شہید کے معنی یہاں نگہبان اور رقیب کے ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ خدا کا رسول تم پر (یعنی صحابہ کرام پر) نگہبان ہو تا کہ تم دین اسلام سے نہ ہٹنے پاؤ اور دین میں تحریف نہ ہونے پائے۔ اور تم ان لوگوں پر نگہبان ہو جو تم سے دین سیکھیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں دیکھوں گا۔ کہ میری امت کے کچھ لوگ لائے جا رہے ہوں گے لیکن قبل اس کے کہ وہ مجھ تک حوض کوثر پر پہنچیں انہیں جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ تو میں کہوں گا کہ یہ تو میرے امتی ہیں۔ تو مجھے جواب ملے گا کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے آپ کو معلوم نہیں تو:۔

فاقول کما قال العبد الصالح وکنتُ علیھم شہیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم (صحیح بخاری صفحہ ۶۶۵) میں اس کے جواب میں وہی کچھ کہوں گا جو اللہ کا نیک بندہ عیسیٰ علیہ السلام کہے گا۔ کہ جب تک میں ان میں موجود تھا ان پر نگران رہا اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔

اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے خود بیان فرما دیا کہ جب تک میں ان میں موجود رہا ان کے حالات سے آگاہ رہا تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا گواہ ہونا صحابہ کے لیے ہے اور باقی امتی پر آپ گواہ نہیں ہیں اور نہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

چوتھا جواب یا گواہ سے مراد یہ ہے کہ جب قیامت کے دن آپ کی امت پہلی امتوں پر گواہی دے گی کہ ان کے پیغمبروں نے ان کو اللہ کے احکام پہنچائے ہیں اور آپ اپنی امت پر تبلیغ رسالت کی گواہی دیں گے۔ جیسا کہ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں۔ لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ لتکون ھذہ الامۃ شھداء علی الناس ان الرسل قد بلغتھم ویکون الرسول علی ھذہ الامۃ شہیدا ان قد بلغ ما ارسل بہ (ابن جریر صفحہ ج ۲) جیسا کہ حدیث میں ہے۔ یجاء بنوح علیہ السلام یوم القیٰمۃ فیقال لہ ھل بلغت فیقول بلغت یعنی نعم یا رب فیسئل امتہ ھل بلغکم فیقولون ما جاءنا من نذیر فیقال من شھودک فیقول محمد وامتہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فیجاء بکم فتشھدون (صحیح البخاری ص ۶۴۵ ج ۲) یعنی قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام سے سوال ہوگا کیا تو نے میرے احکام اپنی امت تک پہنچائے تو وہ جواب دیں گے کہ اے میرے رب میں نے پہنچا دیئے۔ پھر اللہ تعالےٰ ان کی امت سے سوال فرمائے گا کیا اس نے تم کو میرے احکام پہنچائے تو وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں۔ تو حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا۔ تیرے گواہ کون ہیں تو وہ جواب دیں گے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت میری گواہ ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا چنانچہ پھر تمہیں بلایا جائے گا اور تم گواہی دو گے۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ قوم نوح امت محمدیہ پر اعتراض کرے گی کہ تم کس طرح گواہی دے سکتے ہو تم اس وقت موجود ہی نہیں تھے۔ تو امت محمدیہ جواب دے گی ان اللہ تعالیٰ بعث الینا رسولا وانزل علیہ الکتاب فکان فیما انزل الینا خبرکم یعنی اللہ تعالےٰ نے ہماری طرف اپنا رسول بھیجا اور اس پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں تمہارا ذکر بھی فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی توحید اور اس کے احکام کما حقہ پہنچائے تھے۔

پانچواں جواب اگر بالفرض مان لیا جائے کہ تمام دلائل قطعیہ اور نصوص صریحہ کے خلاف یہاں لفظ شہید کے معنی حاضر و ناظر ہی کے ہیں اور اس سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہو رہا ہے تو پھر صرف حضور علیہ السلام ہی کو نہیں بلکہ ساری امت محمدیہ کو حاضر و ناظر ماننا پڑے گا کیونکہ اسی آیت میں امت محمدیہ کے لیے بھی لفظ شھداء استعمال کیا گیا ہے جو شھید کی جمع ہے۔ بلکہ اس صورت میں تو امت کا رتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ جائے گا کیونکہ آپ تو صرف اپنی امت کے گواہ ہیں اور یہ امت پہلی تمام امتوں پر گواہ ہے جیسا کہ لتکونوا شھداء علی الناس سے ظاہر ہے۔

چھٹا جواب اگر شہید کے وہی معنی تسلیم کر لیے جائیں جو مبتدعین کہتے ہیں تو اس آیت اور قرآن مجید کی دوسری آیتوں کے درمیان ایسا اختلاف اور تضاد رونما ہوگا جس کا اٹھانا ممکن نہیں ہوگا۔ مثلاً سورۂ بقرہ جس میں یہ آیت ہے مدینہ منورہ میں سب سے پہلے نازل ہوئی۔ اس کے بعد تقریباً ۱۶، ۱۷ سورتیں اور نازل ہوئیں اور ان کے بعد سورۂ منافقون نازل ہوئی جس کا شان نزول صحیح روایتوں کے مطابق یہ ہے کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے موقع پاکر اپنے ساتھی منافقین سے کہا کہ اس پیغمبر اور اس کے ساتھیوں نے ہمیں بہت تنگ کر رکھا ہے۔ ان کی وجہ سے ہمیں بہت تکلیف ہے جب ہم مدینہ واپس پہنچیں گے تو (العیاذ باللہ) ان کمینوں کو شہر سے نکال دیں گے۔ عبداللہ کی یہ باتیں ایک کم سن صحابی حضرت زید بن ارقم نے سن لیں اور اپنے چچا سے کہہ دیں۔ انہوں نے سارا ماجرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا۔ تو آپ نے عبداللہ بن ابی کو بلا کر پوچھا تو اس نے قسمیں کھا کر حضور علیہ السلام کو یہ باور کرا دیا کہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ چنانچہ آپ نے زید بن ارقم کو جھٹلا دیا اور عبداللہ بن ابی کو سچا مان لیا تو اس پر سورۂ منافقون نازل ہوئی جس سے آپ پر حقیقت حال منکشف ہوئی۔

اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو یقیناً آپ کو عبداللہ بن ابی کی باتیں معلوم ہو جاتیں اور آپ زید بن ارقم کی تصدیق فرماتے اور عبداللہ کی قسموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس کو جھٹلا دیتے۔ اس لئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شہید کے معنی یہاں حاضر و ناظر کے نہیں ہیں جیسا کہ فریق مخالف کا زعم ہے۔

ایک شبہ بعض مبتدعین یہاں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی ایک عبارت پیش کر کے اس سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ شاہ صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے" یعنی وباشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ الخ (تفسیر عزیزی صفحہ ۶۳۶) یعنی اور ہو رسول تمہارا تم پر گواہ کیونکہ آپ نور نبوت سے اپنے ہر امتی کا رتبہ جانتے ہیں کہ وہ کس درجہ پر پہنچا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ ہر امتی کے تفصیلی حالات سے آگاہ ہیں اور حاضر و ناظر ہیں۔

جواب یہ عبارت حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں ہے بلکہ مدرج ہے بعد میں کسی نے بڑھائی ہے کیونکہ اس کے بعد آگے چل کر حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "شہادت دریں جا بمعنی گواہی نیست بلکہ بمعنی اطلاع و نگہبانی است تا از جادہ حق بیرون نروند چنانچہ واللّٰہ علیٰ کل شیءٍ شہید۔ و در مقولہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ وکنت علیہم شہیدًا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علیٰ کل شیءٍ شہید" (تفسیر عزیزی ص۴۶۴) یعنی اس آیت میں شہادت کے معنی گواہی کے نہیں بلکہ اطلاع اور نگہبانی کے ہیں تاکہ وہ راہ حق سے باہر نہ جاسکیں جیسا کہ واللّٰہ علیٰ کل شیءٍ شہید میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کنت علیہم شہیدًا میں شہید بمعنی گواہ نہیں بلکہ اس کے معنی نگران اور نگہبان کے ہیں یہ عبارت اس بات کا کھلا ہوا قرینہ ہے کہ پہلی عبارت حضرت شاہ صاحب کی نہیں ہے کیونکہ دوسری عبارت میں انھوں نے لفظ شہید کا جو مفہوم بیان فرمایا ہے وہ پہلی عبارت کے بالکل منافی ہے۔

دوسرا جواب یہ دوسرا جواب ہے اور پہلے جواب کی تفصیل ہے یعنی تحویل قبلہ کا حکم ہم نے اس لیے دیا ہے "تاکہ کھرے کھوٹے اور مخلص ومنافق میں امتیاز ہو جائے۔ مکہ معظمہ میں تو آپ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے ہجرت کے بعد بیت المقدس قبلہ مقرر کیا گیا۔ اور پھر سولہ سترہ ماہ کے بعد دوبارہ کعبہ ہی کو قبلہ مقرر کیا گیا اس طرح نسخ قبلہ دو دفعہ واقع ہوئی ہے۔ یہاں جَعَلَ بمعنی صیّر ہے لہٰذا اس کے دو مفعول ہونے چاہئیں چنانچہ اس کا مفعول اول محذوف ہے یعنی الکعبۃ اور القبلۃ مفعول ثانی ہے۔ اور التی کنت علیہا الکعبۃ کی صفت ہے والمعنی وما جعلنا الکعبۃ التی کانت قبلۃ لک اولًا ثم صرفت عنہا الی بیت المقدس قبلتک الآن الا لنعلم (بحر ص۴۲۳ ج۱)۔ یعنی کعبہ کو جو پہلے آپ کا قبلہ تھا۔ اور جس کے بعد بیت المقدس کو آپ کا قبلہ بنایا گیا اب دوبارہ آپ کا قبلہ صرف اس لیے مقرر کیا گیا ہے۔ "تاکہ فرمانبردار اور نافرمان میں امتیاز ہو جائے" لِنَعۡلَمَ استقبال کے لئے ہے لہٰذا اس سے شبہ پڑتا ہے۔ کہ اس سے پہلے اللہ تعالےٰ کو معلوم نہیں تھا کہ کون مانے گا اور کون نہیں مانے گا۔ حالانکہ یہ چیز اہل اسلام کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ تو ازل سے ابد تک تمام کلیات وجزئیات کا علم رکھتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں علم سے مراد خارج میں تمیز اور اظہار ہے۔ اما یراد بہ التمییز فی الخارج (روح ص۶ ج۲) فوضع العلم موضع التمییز لان بہ یقع التمییز (مدارک ص۶۳ ج۱) یعنی ہم نے تحویل قبلہ اس لیے کی ہے "تاکہ ہمارے پیغمبر کے فرمانبرداروں اور نافرمانوں میں امتیاز ہو جائے جو لوگ تحویل قبلہ کے حکم کو خوشی مان لیں گے وہ فرمانبردار ہوں گے اور جو نہ مانیں گے بلکہ اس کی پھبتی اڑائیں گے وہ نافرمان ہوں گے۔ چنانچہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس موقع پر کئی مسلمان مرتد ہو گئے۔ مگر یہ وہی مسلمان تھے جو بظاہر مسلمان کہلاتے تھے لیکن حقیقت میں مسلمان نہیں تھے یعنی منافقین یہ لوگ پہلے تو پوشیدہ طور پر مخالفت کرتے تھے مگر تحویل قبلہ کے موقع پر علانیہ اس کا تمسخر اڑانا شروع کر دیا تاکہ مخلص مسلمانوں کے دلوں میں بھی شبہات پیدا ہو جائیں تحویل قبلہ بھی مخلص ومنافق اور طیّب وخبیث کے درمیان امتیاز کرنے کا ایک ذریعہ ہے وَاِنۡ كَانَتۡ لَكَبِيۡرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيۡنَ هَدَى اللّٰهُ۔ ہدایت سے مراد ایمان ہے لانہ خلق الھدی الذی ھو الایمان فی قلوبھم (قرطبی ص۱۵۸ ج۲) یعنی تحویل قبلہ ایک بھاری آزمائش تھی مگر جن کے دلوں میں اللہ تعالےٰ نے ایمان پیدا کر دیا تھا ان کے لئے اس کا مقابلہ کرنا آسان تھا۔ کیونکہ وہ نہ مصلحتوں کو دیکھتے ہیں نہ حکمتوں کو۔ ان کی زندگی کا ماحصل تو بس ایمان وتسلیم ہے جہاں حکم ہوا وہیں سر جھکا دیا

۲۵۸ ایمان سے مراد نماز ہے، جیسا کہ صحیح روایتوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ تحویل قبلہ کے بعد بعض مسلمانوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ جو مسلمان بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھتے ہوئے فوت ہو گئے ہیں ان کی نمازوں کا کیا ہوگا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ اللہ تعالےٰ تمہاری نماز کو ضائع نہیں کرے گا۔ بیت المقدس کی طرف تمہاری پڑھی ہوئی نمازیں سب درست ہیں کیونکہ وہ بھی ہمارے حکم کے مطابق پڑھی گئی تھیں۔ اس طرح یہ سوال مقدر کا جواب ہے اور ممکن ہے ایمان اپنے ہی مفہوم یعنی تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان۔ پر باقی ہو۔ تو اس صورت میں اس آیت میں مسلمانوں کے اس شبہ کا ازالہ ہوگا۔ کہ جب اصل قبلہ کعبہ تھا تو بیت المقدس کی طرف سترہ کے نمازیں پڑھنے اور اسے اپنا قبلہ سمجھنے سے ہمارے ایمان میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوا اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ۔ اللہ تعالےٰ ایسا شفیق ومہربان ہے کہ اس کے تمام احکام شفقت ورحمت پر مبنی ہیں چنانچہ تحویل قبلہ کا حکم بھی اسی قبیل سے ہے۔ اور وہ کسی کا اخلاص وایمان کے ساتھ کیا ہوا عمل کبھی ضائع نہیں کرتا ۲۵۹ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ کعبہ کو آپ کا قبلہ بنا دیا جائے کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔ نیز اہل عرب کے لیے اس میں زیادہ کشش تھی۔ اور انھیں اسلام سے قریب لانے کا ایک عمدہ ذریعہ تھا۔ اہل کتاب میں سے جنھوں نے ایمان لانا تھا وہ لا چکے تھے اور جو باقی تھے ان کے ایمان سے آپ مایوس تھے جیسا کہ اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا لَـكُمۡ الآیۃ اور وَلَنۡ تَرۡضٰى عَنۡكَ الۡيَهُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰى الآیۃ سے واضح ہے اور آپ کو یہ توقع بھی تھی کہ تحویل قبلہ ہو جائے گی۔ کیوں کہ اب دین کی امامت وسیادت بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل کی طرف منتقل ہو چکی تھی۔ اس لیے اب ضروری تھا کہ قبلہ وہی مقرر ہو جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا تھا اس لئے آپ وحی کی آمد کی توقع پر بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ہم آپ کی بے چینی اور انتظار کو دیکھ رہے ہیں مگر بعض حکمتوں کے تحت اب تک آپ کو تحویل قبلہ کا حکم نہیں دیا۔ آیت کا مذکورہ بالا مطلب اس روایت کی بنا پر ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وحی کی آمد کے منتظر رہتے تھے اور بوجہ اشتیاق بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تھے لیکن حضرت شیخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ لفظ تقلب باب تفعل سے ہے جس کا خاصہ تکلف ہے صراح میں ہے تقلب الشیء ظہرا لبطن کالحیّۃ تتقلب فی الرمضاء یعنی سخت گرمی میں سانپ کے تکلیف کے ساتھ چلنے پر تقلب کا لفظ بولتے ہیں۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم دیکھ رہے ہیں تکلیف اور ناگواری کے ساتھ آپ کے بار بار آسمان کی طرف دیکھنے کو کہ کہیں تحویل قبلہ کا حکم نہ آجائے کیونکہ آپ کی خواہش یہ تھی۔ ابھی تحویل قبلہ نہ ہو اور بیت المقدس ہی قبلہ رہے تاکہ اس معاملہ میں یہودیوں سے موافقت رہے۔ اور شاید وہ اسی وجہ سے ایمان قبول کر لیں آیت کا یہ مفہوم حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے یہ مفہوم چونکہ لغت اور عرف کے بھی مطابق ہے اور اس سے اسلام کے کسی منصوص اور قطعی حکم کی مخالفت بھی نہیں ہوتی اس لئے آیت کی یہ تفسیر وتاویل، تفسیر بالرائی کے دائرہ میں داخل نہیں بلکہ یہ اس تاویل کے زمرہ میں داخل ہے جس کی شرعاً اجازت ہے چنانچہ علماء تفسیر نے لکھا ہے التاویل صرف الاٰیۃ الی معنی موافق لما قبلہا وبعدہا تحتملہ الاٰیۃ غیر مخالف الکتاب والسنۃ من طریق الاستنباط (الاتقان فی علوم القرآن ص۱۲۳ وتفسیر خازن ص۳ ج۱) یعنی تاویل یہ ہے کہ آیت کو ایک ایسے معنی پر محمول کیا جائے جو سیاق وسباق کے مطابق ہو اور آیت میں (لغتہً وعرفاً) اس کی گنجائش بھی ہو اور وہ کتاب وسنت سے مستنبط احکام کے خلاف بھی نہ ہو۔ اور پھر اس تفسیر کی تائید میں دو قرینے بھی موجود ہیں۔ پہلا قرینہ وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر زجر فرمایا کہ یہ لوگ اس قدر حاسد اور ضدی ہیں کہ کبھی آپ کا اتباع نہیں کریں گے اس لئے آپ ایسے لوگوں کا اس قدر کیوں خیال فرماتے ہیں دوسرا قرینہ وَلَئِنۡ اَتَيۡتَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوۡا قِبۡلَتَكَ۔ یہ بھی اس پر شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہود کو دین کی طرف مائل کرنے اور ان کے قلوب کی تالیف کے لئے ان سے کسی قدر ظاہری

موافقت (مثلاً اتحاد قبلہ) قائم رکھنے کے متمنی تھے لیکن اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس سے روک دیا۔ باقی رہی وہ روایت جس کی بنا پر پہلا مطلب بیان کیا گیا ہے تو اس کے بارے میں گذارش ہے کہ اکثر حدیثیں روایۃ بالمعنی کے طریق پر روایت کی گئی ہیں یہ حقیقت تمام محدثین کے نزدیک تسلیم شدہ ہے۔ اور زیر بحث روایت بھی اسی طریق پر نقل کی گئی ہے۔ اور اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۶ میں ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتےٰ تطلع الشمس من مغربہا فاذا طلعت وراٰھا الناس اٰمنوا اجمعون وذلک حین لا ینفع نفسًا ایمانہا ثم قرأ الاٰیۃ۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک سورج مغرب کی جانب سے طلوع نہیں ہوگا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی اور جب لوگ سورج کو مغرب سے طلوع ہوتا دیکھیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے لیکن اس وقت کا ایمان ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِىَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِىْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا الخ

مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ

تم ہوا کرو پھیرو منہ اسی کی طرف اور جن کو

اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۗ

ملی ہے کتاب البتہ جانتے ہیں کہ یہی ٹھیک ہے انکے رب کی طرف سے ۲۷۹

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ اَتَيْتَ

اور اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں ف اور اگر تو لائے

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ

اہل کتاب کے پاس ساری نشانیاں تو بھی نہ مانیں گے تیرے قبلہ کو ۲۸۰

وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ

اور نہ تو مانے ان کا قبلہ اور نہ ان میں ایک مانتا ہے دوسرے کا قبلہ

بَعْضٍ ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ

اور اگر تو چلا ان کی خواہشوں پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا

مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ

تو بے شک تو بھی ہوا بے انصافوں میں ۲۸۱ جن کو

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۗ وَ

ہم نے دی ہے کتاب پہچانتے ہیں اسکو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو ۲۸۲ اور

اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

بیشک ایک فرقہ ان میں سے البتہ چھپاتے ہیں حق کو جان کر ۲۸۳

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع وَلِكُلٍّ

حق وہی ہے جو تیرا رب کہے پھر تو نہ ہو شک لانے والا اور ہر کسی کے واسطے

وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۗ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا

ایک جانب ہے یعنی قبلہ کہ وہ منہ کرتا ہے اس طرف ۲۸۴ سو تم سبقت کرو نیکیوں میں جہاں کہیں تم ہوگے

۱ مراد تحویل قبلہ ہے ۱۲

اس حدیث میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہے کہ جب قیامت کی ایسی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی جنہیں دیکھ کر لوگ ایمان لانے پر مجبور اور مضطر ہو جائیں گے اس وقت کا ایمان لانا مفید نہیں ہوگا۔ اس پر بطور استشہاد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اس سے آپ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے لیکن بعض راویوں نے اس حدیث سے اپنے فہم کے مطابق یہی سمجھا اور روایت بالمعنیٰ کے ذریعہ بیان کر دیا کہ بعض آیات ربک سے طلوع شمس از جانب مغرب مراد ہے۔ حالانکہ یہ چیز حضور علیہ السلام کے منشا کے خلاف ہے اسی طرح حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن بے سینگ کے جانور کو سینگ والے جانور سے بدلا دلایا جائے گا۔ اس کو بعض لوگوں نے حقیقت پر محمول کر لیا حالانکہ جلجاء اور ذی القرن کمزور اور طاقت ور سے کنایہ ہے کیونکہ جانوروں کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ بس ان کا حشر ان کی موت ہی کا نام ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے منقول ہے۔

حشر کل شیٔ الموت سوی الجن والانس (جامع البیان ۔۔۔)

یعنی ہر چیز کا حشر اور انجام موت ہے سوا جنوں اور انسانوں کے کیونکہ ان کو موت کے بعد جزا سزا کے لئے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اسی طرح زیر تفسیر آیت کے سلسلہ میں پیش آیا۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا یہاں اللہ تعالےٰ نے آپ سے وعدہ فرما کر آپ کو مطمئن کر دیا کہ آپ کو ایسے قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا جائیگا جسے آپ پسند کریں گے۔ اور دوسرے مفہوم کی بنا پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جس قبلہ کو آپ پسند کرتے ہیں، ہم ادھر ہی منہ کرنے کی اجازت دے دیں گے۔ اور حضرت شیخ کے بیان کردہ مفہوم کے مطابق اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کو ایسے قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا جائے گا جسے آپ پسند کریں گے ۲۷۸ یہ پہلے وعدہ کا ایفا اور تحویل قبلہ کا حکم ہے۔ شطر کے معنی طرف اور جانب کے ہیں۔ المسجد الحرام کے معنی عزت وحرمت والی مسجد کے ہیں کیونکہ اس مسجد میں اور اس کی حدود میں جنگ وجدال اور شکار وغیرہ جائز نہیں اور وجہ سے مراد سارا بدن ہے المراد من الوجہ ھٰھنا جملۃ بدن الانسان (کبیر ص ۔۔ ج ۲) مفسرین نے لکھا ہے کہ قبلہ تو خانہ کعبہ ہے مگر آیت میں مسجد حرام کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مسجد حرام سے دور دوسرے علاقوں میں رہتے ہیں ان کے لئے مسجد حرام کی سمت کی طرف منہ کر لینا کافی ہے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا واجب نہیں وذکر المسجد الحرام دون الکعبۃ دلیل علیٰ ان الواجب مراعاۃ الجہۃ دون العین (مدارک ص ۔۔ ج ۱) البتہ جو لوگ خانہ کعبہ کے پاس موجود ہوں ان کے لئے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا واجب ہے۔ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ پہلے حضور علیہ السلام کو خطاب فرمایا تھا اس سے حضور علیہ السلام کی یا جگہ کی خصوصیت مفہوم ہو سکتی تھی کیونکہ یہ آیتیں مدنی ہیں۔ اب اس آیت میں صراحت کے ساتھ اس حکم کو تمام افراد کے لئے اور تمام جگہوں کے لئے عام کر دیا ہے یعنی تم جہاں کہیں ہو نماز میں مسجد حرام

کی سمت منہ کرلیا کرو۔ **۲۷۹** یہ تحویلِ قبلہ کی دوسری اجمالی دلیل ہے۔ الذین اوتوا الکتٰب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور انّہٗ کی ضمیر تحویلِ قبلہ کی طرف راجع ہے یعنی امرالقبلۃ وتحویلھا الی الکعبۃ (خازن ومعالم ص۱۲۰ ج۱) وَاِنَّہٗ لَلْحَقُّ میں خبر کی تعریف نے حصر کے معنی پیدا کردیئے ہیں یعنی اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ قبلہ کے بارے میں یہی حکم حق ہے کہ حضور علیہ السلام کا قبلہ خانہ کعبہ ہو کیونکہ ان کو تورات و انجیل کے ذریعے معلوم تھا کہ آخری پیغمبر دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھے گا اور آخر میں اس کا قبلہ وہی ہوگا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ جو کچھ یہ سب لوگ کررہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں جن لوگوں نے تحویلِ قبلہ کے معاملہ میں تسلیم و انقیاد سے کام لیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں بھی جانتا ہے اور جنہوں نے ان کا استہزا کیا ہے وہ ان کے اعمال سے بھی بخوبی واقف ہے۔ اس لئے وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا دے گا۔ الضمیر علی القراءتین لجمیع الناس فیکون وعدا و وعیداً للفریقین من المومنین والکافرین (روح ص۱۲ ج۲)

۲۸۰ یہاں بھی اہل کتاب کی ضد و عناد کا بیان ہے یعنی اس کے باوجود کہ یہ لوگ تحویلِ قبلہ کے حق ہونے کو جانتے ہیں مگر ضد و عناد اور حسد کی وجہ سے اپنا قبلہ چھوڑ کر آپ کا اتباع نہیں کریں گے۔ اگرچہ آپ تحویلِ قبلہ کی حقیت کے تمام دلائل ان کے سامنے پیش کردیں۔ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَھُمْ۔ اہل کتاب حضور علیہ السلام کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے تھے کہ اے محمد پھر سے بیت المقدس کو اپنا قبلہ مان لے تو ہم تجھے نبی مان لیں گے اور تیرا اتباع کریں گے (روح ص۱۳ ج۲) تو اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی اس آرزو کو ختم کردیا کہ یہ امر محال ہے کہ تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قبلہ کو دوبارہ قبول کرلے اس لئے انہیں اس قسم کی کوئی امید نہیں رکھنی چاہیئے وَمَا بَعْضُھُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَۃَ بَعْضٍ یعنی اہل کتاب کی ضد و عناد اور بغض و حسد کا معاملہ کوئی آپ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں یہ لوگ تو آپس میں بھی ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور ان میں آپس میں بھی بغض و حسد کی آگ شعلہ زن ہے۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ آپس میں بھی ایک دوسرے کا قبلہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہود، نصاریٰ کے دین اور قبلہ کو غلط سمجھتے ہیں اور نصاریٰ یہود کے دین اور قبلہ کو یہودیوں کا قبلہ بیت المقدس اور عیسائیوں کا قبلہ مشرق کی سمت تھی۔ فالیھود تستقبل بیت المقدس والنصاریٰ مطلع الشمس (مدارک ص۶۲ ج۱) **۲۸۱** آیت میں خطاب آنحضرت سے ہے۔ آپ کی خواہش تھی کہ قبلہ کے معاملہ میں فی الحال یہود سے موافقت رہے اس سے شاید ان کے دل دین اسلام کی طرف مائل ہوجائیں تو اس پر اللہ تعالیٰ نے بطور زجر فرمایا۔ اگر بفرضِ محال آپ ان کی خواہشات کا اتباع کرنے لگے تو آپ کا شمار ظالموں میں ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل کتاب کی اہواء باطلہ کی طرف رجحان ایک امر محال ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اہلِ باطل کی پیروی کی قباحت اور شناعت کو مؤکد کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کہ اے پیغمبر اگر بفرضِ محال آپ بھی جاننے پہچاننے کے باوجود ان کی خواہشات نفس کا اتباع کریں گے تو آپ کا شمار بھی اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں میں ہوگا۔ خواہشاتِ نفس سے مراد اہل باطل کا دین ہے کیونکہ وہ ان کی نفسانی خواہشات اور خود ساختہ آرزوؤں ہی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اس سے مسلمانوں کو اور خصوصاً ان علماء کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے جو رواداری کے جنون میں مشرکین اور اہل باطل کے بعض مشرکانہ اور جاہلانہ عقائد و اعمال کی تحسین کر بیٹھتے ہیں۔ یا کم از کم مداہنت سے کام لیتے ہوئے خاموش ہوجاتے ہیں۔

۲۸۲ الذین سے اہل کتاب کے اہل علم لوگ مراد ہیں۔ وان کان عامًا بحسب اللفظ لکنہ مختص بالعلماء منھم (کبیر ص۳۷ ج۲) یعرفونہ کی ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے جن کا ذکر بطور خطاب پہلی آیت میں موجود ہے یعنی علماء اہل کتاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تورات و انجیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف اس وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں کہ علماء اہل کتاب کو پورا پورا یقین ہے کہ یہ اوصاف صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی منطبق ہوتے ہیں اور وہی ان کا مصداق ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ یَعْرِفُوْنَہٗ کی ضمیر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بنانا اگرچہ فی نفسہٖ صحیح ہے لیکن سیاق وسباق کے مناسب نہیں لہٰذا یعرفونہٗ کی ضمیر امر قبلہ کی طرف راجع ہے۔ القول الثانی الضمیر فی قولہ یعرفونہ راجع الی امر القبلۃ (کبیر ص۳۷ ج۲) تو مطلب یہ ہوگا کہ تحویل قبلہ کے حق ہونے کو اہل کتاب اسی طرح یقینی طور پر جانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بچوں کو جانتے ہیں۔ **۲۸۳** مگر اس کے باوجود ان کی ایک جماعت حق کو چھپاتی ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے بیان شدہ اوصاف یا تحویلِ قبلہ کے معاملہ پر پردہ ڈالتی ہے۔ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان میں سے ایمان نہیں لائے تھے۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ ___ الحق میں الف لام عہد کے لئے ہے یعنی جس حق کو وہ چھپا رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس سے حضور علیہ السلام کی صفت و نعت مراد ہے یا تحویلِ قبلہ کا معاملہ۔ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ یعنی اہل کتاب کے جان بوجھ کر حق کو چھپانے کی وجہ سے حق کی حقانیت میں کوئی فرق نہیں آسکتا اور ان کے کتمان کے باوجود حق پھر بھی حق ہی ہے اور اس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ **۲۸۴** کُلٌّ کی تنوین عوض کے لئے ہے۔ ای لکل قوم اور وجھۃ کے معنی قبلۃ کے ہیں (مدارک ص۶۵ ج۱) مطلب یہ ہے کہ ہر قوم کا ایک علیحدہ قبلہ ہے اور ہر مذہب و ملت کے متبعین اپنے اپنے قبلہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ خطاب مسلمانوں سے ہے یعنی ہر قوم اپنے اپنے قبلہ کا اتباع کرتی ہے تم اللہ کے حکم کے مطابق نیکی کے کاموں میں سب پر سبقت لے جانے کی کوشش کرو اور جس طرف اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے اسی طرف منہ کرو۔ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا۔ یہ تخویف اخروی ہے تم سب مسلمان اور تمہارے دشمن جہاں کہیں بھی ہوں گے وہ تمہیں قیامت کے دن ایک جگہ جمع کردے گا اور تمہارے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کرے گا۔ لہٰذا فضول جھگڑوں اور بحثوں کو چھوڑو اور خدا کی عبادت کرو اور اس کے احکام کا اتباع کرو جو اصل نیکی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ مارنا اور پھر منتشر اجزاء کو جمع کرکے ان میں دوبارہ جان ڈالنا بھی اس کی قدرت کے تحت داخل ہے۔ **۲۸۵** تحویل قبلہ سے متعلق پہلا حکم بھی اگرچہ عام تھا لیکن یہاں اس بات کی صراحت فرمادی کہ یہاں حکم قیامِ مدینہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام احوال سفر و حضر کو شامل ہے۔ وَاِنَّہٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ اور یہ استقبال کعبہ کا حکم اللہ کی طرف سے ہے اور قیامت تک کے لئے ہے۔ اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ استقبال ھذہ القبلۃ ھو الحق ای الثابت الذی لا یعرض لہ نسخ ولا تبدیل (بحر ص۴۳۹ ج۱) ای الثابت الموافق للحکمۃ (روح ص۱۶ ج۲) وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ تمہارے تمام اعمال اس کی نگاہ میں ہیں اور وہ تمہارے نیک و بد اعمال کے مطابق تمہیں جزا دے گا۔ **۲۸۶** آگے چونکہ تحویل قبلہ کی چوتھی دلیل کا بیان تھا جو دوسری اجمالی دلیل کی تفصیل ہے اس لئے تحویل قبلہ کے حکم کا یہاں پھر اعادہ فرمایا تاکہ دلیل بلا فصل حکم سے متعلق ہوسکے لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْکُمْ حُجَّۃٌ۔ یہ تحویل قبلہ کی دوسری تفصیلی علت ہے۔ الناس سے مراد تمام مخالفین ہیں۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب، تورات اور انجیل میں یہ مذکور تھا کہ آخری نبی کا قبلہ کعبہ ہوگا تو اگر تحویلِ قبلہ کا حکم نہ دیا جاتا تو اہل کتاب کا اعتراض باقی رہتا کہ ہماری کتابوں میں اس کا قبلہ کعبہ لکھا ہوا ہے مگر یہ بیت المقدس کی طرف منہ کرتا ہے۔ لہٰذا یہ نبی موعود نہیں۔ المنعوت فی التوراۃ قبلتہ الکعبۃ لا الصخرۃ وھذا النبی یصلی الی الصخرۃ فلا یکون النبی الموعود (روح ص۱۷ ج۲) مشرکین کا یہ اعتراض تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعویٰ تو یہ کرتا ہے کہ وہ ملت ابراہیمی پر ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی مخالفت کرتا ہے لہٰذا وہ ملت ابراہیمی پر بھی نہیں۔ اب تحویل قبلہ سے مشرکین کا یہ اعتراض بھی رفع ہوگیا۔ وتندفع احتجاج المشرکین بانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یدعی ملۃ ابراھیم ویخالف قبلتہ (روح ص۱۷ ج۲) یعنی ہم نے تحویلِ قبلہ کا حکم اس لئے دیا ہے تاکہ مخالفین کو ان معقول اعتراضات کا موقع بھی نہ مل سکے **۲۸۷** یہ الناس سے استثناء ہے۔ اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا سے مراد معاندین اور ضدی لوگ ہیں۔ الا المعاندین منھم (مدارک ص۶۵ ج۱) یعنی مخالفین میں سے جو لوگ ضدی نہیں ہیں تحویل قبلہ کے بعد ان کے پاس تو کوئی معقول اعتراض باقی نہیں رہے گا۔ البتہ جو لوگ ضد و عناد کی وجہ سے مخالفت کررہے ہیں وہ تو تحویلِ قبلہ کے بعد بھی حجت بازی سے باز نہیں آئیں گے۔ چنانچہ یہودی یہ کہیں گے محض اپنے آبائی شہر کی محبت اور آبائی دین کی طرف رغبت کی وجہ سے اس پیغمبر نے کعبہ کو قبلہ بنایا ہے۔ مشرکین معاندین کہیں گے کہ اب اسے سمجھ آئی ہے اس نے اپنے باپ دادا کا قبلہ مان لیا ہے، اور عنقریب ہی اپنے دین کو چھوڑ کر ہمارے دین میں واپس آنا چاہتا ہے وغیرذالک فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِیْ لہٰذا تم ان کی مخالفت سے مت ڈرو اور تحویل قبلہ کے بارے میں ان کے اعتراضات کی پرواہ مت کرو اور میرے عذاب سے ڈرو اور میرے احکام کی تعمیل کرو۔ فلا تخافوا مطاعنھم فی قبلتکم فانھم لا یضرونکم (مدارک ص۶۵ ج۱) وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْکُمْ اس کا عطف لِئَلَّا یَکُوْنَ پر ہے۔ اتمام نعمت سے یہاں مراد تعیین قبلہ ہے واتمام النعمۃ

الھدایۃ الی القبلۃ (قرطبی ص۱۶۰ ج ۲) تحویل قبلہ اس لئے کی ہے کہ تم پر دنیوی اور روحانی نعمتوں کا اتمام کروں ۔ دنیا میں اس طرح کہ کعبہ کو تمہارا مرکز اور قبلہ بنا دینے کی وجہ سے تمہیں وہ شرف اور برتری حاصل ہوئی جو اور کسی کو حاصل نہیں ۔ ماحصل للعرب من الشرف بتحویل القبلۃ الی الکعبۃ (بحر ص۴۴۳ ج ۱) کعبہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکات وتجلیات کا مرکز ہے اس لئے نماز جیسی عبادت کے لئے جو مومنین کے لئے معراج کا درجہ رکھتی ہے ۔ خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر کرنا سب سے بڑی اخروی اور روحانی نعمت ہے وَلَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ۔ تاکہ تمہیں ملت ابراہیمی کی سیدھی راہ مل جائے ۔ کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ۔ اس کی تفسیر کوع ۱۵ میں گذر چکی ہے ۔ کاف تشبیہ کے لئے ہے اور ما مصدریہ ہے یعنی جس طرح ہم نے ان خوبیوں والا پیغمبر تم میں بھیج کر تم پر بہت بڑا انعام واحسان کیا ۔ اسی طرح تعیین قبلہ سے ہم نے تم پر اپنی نعمت تام کردی ۔ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۔ اور وہ پیغمبر تمہیں وہ باتیں بتاتا ہے جن کو نہ تم جانتے ہو اور نہ وحی کے بغیر ان کو معلوم کر سکتے ہو ۔ مما لا طریق الی معرفتہ سوی الوحی (روح ص۱۹ ج ۲) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ صفتیں یا پانچ حیثیتیں بیان فرمائی ہیں ۔ (۱) آپ کتاب اللہ کی آیتیں پڑھ کر لوگوں کو سناتے ہیں (۲) آپ لوگوں کو کتاب اللہ کے الفاظ کی کیفیت ادا، اس کے مطالب ومعانی اور اسرار ورموز سکھلاتے ہیں ۔ (۳) اپنی سنت اور اسوۂ حسنہ کے ذریعے کتاب اللہ کے احکام کی صحیح تعبیر وتصویر اور ان کا عملی نمونہ بتاتے ہیں (۴) ظاہری تعلیم کے ساتھ ساتھ لوگوں کی روحانی تربیت کر کے ان کے عقائد، اعمال اور اخلاق کا تزکیہ بھی فرماتے ہیں (۵) تمام امور دین جن کا لوگوں کو علم نہ ہو، اور نہ ہی وہ کسی ذریعے سے ان کا علم حاصل کر سکیں ۔ خدا کا پیغمبر ایسے تمام امور میں اللہ کی طرف سے ان کی راہنمائی کرتا ہے اور اس آیت میں یہ تمام افعال رَسُوْلًا سے حال ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام صفات وحیثیات سے اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کو متصف کر کے بھیجا ہے ۔ یہ نہیں کہ لوگوں نے اور سوسائٹی کے افراد نے یہ ڈیوٹیاں آپ کے ذمہ لگا دی تھیں جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی خدا کی طرف سے ڈیوٹی صرف یہ تھی کہ آپ آیتیں پڑھ کر لوگوں کو سنا دیں اور بس ۔ باقی کام آپ نے اپنے طور پر کئے ۔ یا لوگوں کی درخواست پر آپ ایسا کرتے تھے مگر قرآن مجید کی یہ آیت اس خیال کی تردید کرتی ہے اور واضح طور پر اعلان کرتی ہے کہ یہ تمام ذمہ داریاں خدا کی طرف سے آپ کے سپرد تھیں لہٰذا آپ کے ہر قول وفعل اور آپ کی ہر سنت پر عمل واجب ہے بشرطیکہ وہ صحت کے ساتھ ہم تک پہنچ جائے کیونکہ حضور علیہ السلام کی سنت اور آپ کے اسوہ کے بغیر قرآن کا سمجھنا ناممکن ہے ۔ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ لہٰذا تم میرے انعامات کے شکریہ کے طور پر ہر وقت مجھے یاد رکھو میرے احکام مانو ۔ صرف میری ہی عبادت کرو اور صرف مجھے ہی پکارو تو میں بھی تمہیں اجر وثواب اور مزید انعام واکرام سے نوازوں گا وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ ۔ توحید کی پابندی اور احکام کی تعمیل سے میری نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو ۔ کفر وشرک اور طغیان وعصیان سے میری نعمتوں کی ناقدری نہ کرو ۔ امام ابن جریر رح فرماتے ہیں ۔ واشکروا لی ایھا المؤمنون فیما انعمت علیکم من الاسلام والھدایۃ للدین الذی شرعتہ لانبیائی واصفیائی (ابن جریر ص۲۲ ج ۲) یعنی اے ایمان والو میری اس نعمت کا شکر ادا کرو کہ میں نے تم کو اسلام اور دین توحید کی توفیق دی ہے جسے میں نے اپنے تمام انبیاء اور برگزیدہ بندوں کے لئے مقرر کیا تھا ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ مسلمانوں کو آئے دن دشمنان اسلام کی طرف سے مصائب وتکالیف کا سامنا تو ہوتا ہی

یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۴۸﴾

کر لائے گا تم کو اللہ اکٹھا بیشک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے ف۱

وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

اور جس جگہ سے تو نکلے سو منہ کر اپنا مسجد

الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّہٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ

حرام کی طرف ف۲۸۵ اور بیشک یہی حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور اللہ بے خبر نہیں

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْھَکَ

تمہارے کاموں سے ف۲ اور جہاں سے تو نکلے منہ کر اپنا

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا

مسجد حرام کی طرف اور جس جگہ تم ہوا کرو منہ کرو

وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ ۙ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْکُمْ

اسی کی طرف ف۲۸۶ تاکہ نہ رہے لوگوں کو تم سے

حُجَّۃٌ ۗ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْھُمْ

جھگڑے کا موقع مگر جو ان میں بے انصاف ہیں ف۲۸۷ سو ان سے (یعنی ان کے

وَاخْشَوْنِیْ ۗ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْکُمْ وَلَعَلَّکُمْ

اعتراضوں سے) مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور اس واسطے کہ کامل کروں تم پر فضل اپنا اور تاکہ تم پاؤ

تَھْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ ۙ کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ

راہ سیدھی ف۱ جیسا کہ بھیجا ہم نے تم میں رسول تم ہی میں کا

یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ

پڑھتا ہے تمہارے آگے آیتیں ہماری اور پاک کرتا ہے تم کو اور سکھاتا ہے تم کو کتاب

وَالْحِکْمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ ؕ

اور اس کے اسرار اور سکھاتا ہے تم کو جو تم نہ جانتے تھے

معانقہ ۴

ف۱ اس زیادتی کے ساتھ بطور تاکید (۲) تحویل قبلہ کا اعادہ کیا گیا ہے ۱۲

ف۲ دوبارہ اعادہ کیا گیا یہ تیسری علت بیان کرنے کے لئے (۳) اگرچہ آپ مدینہ منورہ میں ہوں گے سے جواب شبہ دوسری تفصیلی علت کے ساتھ ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی یہ ضد کرنی کہ ہمارا قبلہ بہتر یا تمہارا عبث ہے ۔ بہتر یہی اس کو جو نیکیوں میں زیادہ ۔ ہر امت کو ایک ایک قبلے کا حکم ہوا تھا ۔ آخر سب کو ایک جگہ جمع ہونا ہے ۔ ف۲ مسجد الحرام کہتے ہیں مکے کی مسجد کو ۔ حرم کے معنی جس جگہ بند رہنا چاہئے اس مکان میں کئی باتیں منع ہیں ۔ آدمی کو مارنا اور جانور کو ستانا اور درخت اور گھاس اکھاڑنا اور پڑا مال اٹھانا ۔

فتح الرحمٰن ف۱ در تورات مذکور است کہ امتی از بنی اسماعیل پیدا خواہد شد کہ تعظیم کعبہ کنند پس توجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بکعبہ حجت باہرہ است بر صدق نبوت آنحضرت نزدیک احبار یہود واگرچہ سفہاء یہود طعن کنند کہ قبلہ انبیاء را گذاشت ۱۲

رہتا تھا۔ اب تحویلِ قبلہ کی وجہ سے معاندین کو ایذا رسانی کا ایک اور بہانہ ہاتھ آگیا۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ وہ ہر قسم کی مشکلات اور مصائب میں اپنے خدا پر بھروسہ رکھیں اسی کے ساتھ اپنا تعلق جوڑے رکھیں اور اسی کے آگے جھکیں۔ صبر و صلوٰۃ کی پابندی ان میں ایسا استقلال اور سکون پیدا کرے گی کہ وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز اور ہر خطرہ سے محفوظ ہو جائیں گے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ہ صبر کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ خصوصی مدد فرماتا ہے۔ یہ اس خصوصی نصرت و یاری ہی کے آثار تھے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کئی معرکوں میں قلتِ عدد اور بے سروسامانی کے باوجود فتحیاب ہوئے۔

(بقیہ ص١٣) وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا (نساء ع ٩) جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا تو ایسے اشخاص بھی ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، وصدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔ قال الجمھور من المفسرین انہ اراد صراط النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وانتزعوا ذٰلک من قولہ تعالیٰ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ الخ (قرطبی ص١٤٩ ج١)

ایک شبہ اگر الصراط المستقیم سے مندرجہ بالا چار گروہوں کی راہ مراد ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اھدنا الصراط المستقیم میں ان چاروں جماعتوں کے درجات حاصل کرنے کی درخواست کی گئی ہے اور اس میں النبیین کا درجہ بھی شامل ہے تو اس کے حاصل کرنے کی درخواست بھی اس میں شامل ہوگی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اب بھی درجہ نبوت حاصل کرنے کا امکان موجود ہے۔

جواب اول تو یہی غلط ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم میں ان چاروں جماعتوں کے درجات حاصل کرنے کی درخواست کی گئی ہے بلکہ اس میں تو صرف ان جماعتوں کی راہ پر چلنے کی اور قائم رکھنے کی درخواست ہے نیز درخواست اور دعا ہمیشہ ایسی چیز کے حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے جس کا حصول کسب اور محنت سے ممکن ہو اور جس فضل و کمال کا حصول کسب اور محنت سے ناممکن ہو، اس کے لئے درخواست کرنا بالکل بے معنی اور عبث ہے۔ اس لئے اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ اھدنا الصراط المستقیم میں ان چاروں جماعتوں کے درجات حاصل کرنے کی درخواست کی گئی ہے تو درجہ نبوت چونکہ کسب و ریاضت سے حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ نبوت ایک محض وہبی چیز ہے اور اس کے بارے میں قانونِ خداوندی یہ ہے اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (انعام ع ١٥) لہٰذا درخواست کا تعلق نبوت سے نہیں بلکہ درخواست صرف صدیقین، شہداء اور صالحین کے کمالات کے لئے ہے۔

ف۱۰ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ہ یہ اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ سے بدل ہے یا اس کی صفت ہے اور ولا الضالین ـــــ غیر المغضوب علیھم پر معطوف ہے۔ اور لا تاکید نفی کے لئے ہے جو لفظ غیر سے مفہوم ہے۔ بدل من الذین انعمت علیھم او صفۃ لہ، ولا مزیدۃ لتاکید ما فی غیر من معنی النفی (مظہری ج ١ ص١١) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ مغضوب علیھم سے یہود اور ضالین سے نصاریٰ مراد ہیں۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے (ابن جریر ص٦١ ج ١ ص٦٢، ص٦٣) غضب کے معنی شدید غصہ کے ہیں اور یہ ایک نفسانی کیفیت ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات میں غضب کے معنی ارادہ عقوبت اور قصدِ سزا کے ہیں۔ ومعنی الغضب فی صفۃ اللّٰہ تعالیٰ ارادتہ العقوبۃ فھو صفۃ ذات وارادۃ اللّٰہ تعالیٰ من صفات ذاتہ (قرطبی ص١٥٠ ج ١) اور ضلال کے معنی سیدھی راہ سے بھٹک جانا اور راہِ ہدایت سے علیحدہ ہو کر چلنا۔ الضلال فی الدین الذھاب عن الحق (روح ص٩٦ ج١)

ان آیتوں کا حاصل یہ ہے اے اللہ ہم کو ان لوگوں کی راہ پر قائم رکھ جن پر تو نے انعام فرمایا اور جن پر نہ تیرا غضب ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔ جن لوگوں پر تیرا غضب ہوا مثلاً یہود اور جو لوگ راہِ حق سے گمراہ ہوئے مثلاً نصاریٰ ان کی راہ سے ہم کو بچا۔ مغضوب علیھم کی تفسیر یہود سے اور ضالین کی نصاریٰ سے بطور تمثیل ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ مغضوب علیھم صرف یہود ہی ہیں اور ضالین سے صرف نصاریٰ ہی ہیں اس لئے یہود و نصاریٰ کے علاوہ مشرکین اور منافقین بھی ان دونوں لفظوں میں داخل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت چونکہ یہود و نصاریٰ مذہب اور خانقاہیت کے اجارہ دار تھے اور ساتھ ہی راہِ حق سے گمراہ اور بھٹکے ہوئے تھے اور خداوند تعالیٰ کے قہر و غضب کے مستحق تھے اس لئے المغضوب علیھم اور الضالین کی تفسیر ان دونوں گروہوں سے کی گئی۔

ہدایت کی طرح گمراہی کے بھی چار درجے ہیں (١) ریب و شک۔ یہ درجہ گمراہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ پہلے آدمی کے دل میں توحید اور دین حق کے بارے میں شبہات و شکوک پیدا ہوتے ہیں جو اسے صراطِ مستقیم اور راہِ ہدایت سے بھٹکاتے ہیں۔ (٢) ضلالت (گمراہی) توحید اور دین حق سے متعلق شکوک و شبہات کا ازالہ نہ کیا جائے اور وہ کسی کے دل میں جاگزیں ہو جائیں تو آدمی ضلالت اور گمراہی میں جا گرتا ہے اور راہِ حق کو چھوڑ کر باطل کی راہ اختیار کر لیتا ہے۔ (٣) جدال۔ ضلالت کے بعد جدال کا درجہ ہے گمراہی کے بعد گمراہ شخص اپنے باطل نظریات اور غلط عقائد کو حق اور صحیح ثابت کرنے کے لئے اہلِ حق سے جھگڑا اور مجادلہ و منازعہ کرتا ہے اور ضد و عناد سے ہر حق بات کو رد کر دیتا ہے۔ (٤) مہرِ جباریت یا طبع علی القلب یا ختم علی القلب۔ گمراہی کے بعد جب آدمی حق کے مقابلہ میں جھگڑا اور جدال شروع کرتا ہے اور تمام عقلی اور نقلی دلائل سے حق کے واضح اور ثابت ہو جانے پر بھی حق کو نہیں مانتا اور اپنی ضد اور عناد پر ڈٹا رہتا ہے تو اب اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے یعنی اس کے دل میں جو کفر و نفاق اور شرک ہے وہ دل سے باہر نہیں نکل سکتا اور جو چیز اس کے دل سے باہر ہے یعنی ایمان و یقین اور توحید و اخلاص وہ اس کے دل میں داخل نہیں ہو سکتی۔ جب آدمی گمراہی کے اس درجہ میں پہنچ جاتا ہے تو اس کا راہِ راست پر آنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس درجہ میں اس سے ہدایت کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس کو مہرِ جباریت سے تعبیر فرماتے تھے۔ قرآن میں یہ چاروں درجے کہیں جدا جدا اور کہیں دو دو یا اس سے زیادہ یکجا مذکور ہیں۔ سورہ مومن ع ٤ میں دو آیتوں کے اندر چاروں درجے ایک ساتھ مذکور ہیں۔ وَلَقَدْ جَآءَکُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّمَّا جَآءَکُمْ بِہٖ ط حَتّٰٓی اِذَا ھَلَکَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ مِنْ بَعْدِہٖ رَسُوْلًا ط کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ہ اِلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰھُمْ ط کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ وَعِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ط کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ ہ اور یقیناً اس سے قبل یوسف (علیہ السلام) تمہارے پاس دلائل (توحید و نبوت) لے کر آچکے ہیں سو تم ان امور میں برابر شک میں رہے جو تمہارے پاس لائے تھے۔ یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم کہنے لگے کہ بس اللہ اب ان کے بعد کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں اور توحید میں شک کرنے والوں کو گمراہ کر دیتا ہے جو محض ضد و عناد کی وجہ سے، بلا کسی دلیل کے جو ان کے پاس موجود ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں۔ یہ کج بحثی اور جھگڑا، خدا تعالیٰ کو بھی سخت ناپسند ہے اور ایمان والوں کو بھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ہر مغرور اور جابر کے پورے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ اس آیت میں کذٰلک میں دونوں جگہ کاف تعلیلیہ ہے اور بمعنی لام ہے جیسا کہ ترجمہ میں ظاہر کر دیا گیا ہے اس آیت میں چاروں درجات بالتدریج مذکور ہیں۔ پہلے وہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کے لائے ہوئے دلائل توحید و نبوت کے بارے میں ریب و شک میں پڑے رہے اس وجہ سے گمراہ ہوئے اور راہِ ہدایت اور جادۂ توحید سے بھٹک گئے۔ اس کے بعد انہوں نے ضد و عناد سے جھگڑا اور مجادلہ شروع کر دیا اور توحید اور دین حق سے دور بھاگنے لگے اس لئے اللہ نے ان کے دلوں پر مہرِ جباریت لگا دی۔ ضلالت کے یہ چار درجے ہدایت کے چاروں درجوں کے مقابلے میں ہیں۔ اوّل انابت کے مقابلہ میں ریب و شک دوم ہدایت کے مقابلہ میں ضلالت سوم استقامت کے مقابلہ میں جدال و مخاصمت چہارم ربط علی القلب کے مقابلہ میں طبع علی القلب۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں ضلالت کے چاروں درجات مذکور ہیں۔ پہلے تینوں درجے الضالین میں اور چوتھا درجہ مغضوب علیھم میں۔ (آگے ص١٧ پر ملاحظہ ہو)

۲۸۸ پہلے مصائب پر صبر کرنے کی تلقین فرمائی۔ اب یہاں بیان فرمایا کہ تحویل قبلہ کے معاملہ میں اگر کوئی مسلمان یہودیوں کے ہاتھوں شہید ہو جائے تو اس کی موت چونکہ اللہ کی راہ میں واقع ہوئی ہے اس لئے اسے مردہ مت کہو اسی طرح جو لوگ اللہ کے دین کی خاطر کافروں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو کر داغ جدائی دے گئے کیونکہ وہ بھی اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں۔ انہیں بھی مردے مت کہو۔ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ہ بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا ادراک نہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شہداء کی ایک بہت بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ ان کو دنیا سے رخصت ہو جانے اور فی سبیل اللہ مقتول ہو کر طبعی موت پا جانے کے بعد عالم برزخ میں ایک امتیازی زندگی اور حیات عطا کی جاتی ہے جو دوسرے غیر شہداء مومنین کو حاصل نہیں ہوتی اور اس حیات کا تعلق چونکہ عالم برزخ سے ہے۔ اس لئے اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ تم اپنے حواس و مشاعر سے اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اس مسئلہ کی مکمل تحقیق سورۂ آل عمران میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ

ع ۱۸ ۵ ۲

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ع

سو تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں تم کو اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو ف۱

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط

اے مسلمانوں مدد لو صبر اور نماز سے

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (۱۵۳) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ

بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ف۱ اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا

خدا کی راہ میں کہ مُردے ہیں ۲۸۸ بلکہ وہ زندے ہیں لیکن

تَشْعُرُوْنَ (۱۵۴) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ

تم کو خبر نہیں اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر سے اور

الْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط

بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے ۲۸۹

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ (۱۵۵) الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ لا

اور خوشخبری دے ان صبر کرنے والوں کو کہ جب پہنچے انہیں کچھ مصیبت

قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (۱۵۶) اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ

تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ۲۹۰ ایسے ہی لوگوں پر

صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ قف وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں

الْمُهْتَدُوْنَ (۱۵۷) اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ

سیدھی راہ پر ف۲ بیشک صفا اور مروہ نشانیوں میں سے ہیں

اللّٰهِ ج فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ

اللہ کی ۲۹۱ سو جو کوئی حج کرے بیت اللہ کا یا عمرہ تو کچھ گناہ نہیں اس کو

۲۸۹ ابتلاء کے معنی آزمانے اور امتحان لینے کے ہیں۔ والمعنی لنمتحننکم (قرطبی ص۱۷۳ ج ۲) یعنی ہم تمہارا امتحان لیں گے خوف سے مراد دشمن کا خوف ہے اور اس میں وہ تمام ڈراوے دھمکیاں اور مشکلات و مصائب بھی داخل ہیں جو تحویل قبلہ کے سلسلہ میں ان کو یہود کی طرف سے پہنچیں گی۔ اور بھوک سے قحط سالی مراد ہے۔ اموال کی کمی سے مویشیوں اور کھیتیوں کا ضائع ہونا، جانوں کی کمی سے عزیزوں اور دوستوں کی موت اور پھلوں کی کمی سے باغات کی تباہی یا بچوں کی موت مراد ہے۔ کیونکہ بچہ انسان کا ایک عمدہ نتیجہ اور پیارا پھل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ تم پر اللہ کی طرف سے امتحان و ابتلا کے طور پر مشکلات و مصائب آئیں گی تاکہ کھرے کھوٹے میں امتیاز ہو جائے۔ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ۔ یہاں حضور علیہ السلام کو مخاطب فرمایا کہ آپ مصائب میں صبر کرنے والوں اور اللہ پر بھروسہ رکھنے والوں کو خوشخبری سنا دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مصائب و مشکلات کے ذریعے مسلمانوں کا امتحان لے کر انہیں صبر و استقلال کا سبق سکھانا مقصود ہے ۲۹۰ اگر تحویل قبلہ کے سلسلہ میں انہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ اس پر صبر کرتے ہیں۔ یہ الصابرین کی صفت ہے اور اس سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ اجر و ثواب کے مستحق صرف وہی صابر ہیں، جو مصیبت کی ابتداء میں صبر کرتے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ نزول مصیبت کے وقت انتہائی بے صبری اور جزع و فزع کا اظہار کریں اور بعد میں صبر کریں وہ اس اجر کے مستحق نہیں ہیں کیونکہ مصیبت کے بھول جانے پر تو صبر کرنے کے کوئی معنی نہیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ اصل صبر جس پر اجر و ثواب ملتا ہے وہ تو صدمہ کی ابتداء میں ہوتا ہے۔ اشارۃ الی ان الاجر لمن صبر وقت اصابتہا کما فی الخبر انما الصبر عند اول صدمۃ (روح ص۲۲ ج ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ صبر تو یہ ہے کہ مصیبت کے وقت زبان سے واویلا اور جاہلیت کی باتیں کرنے کی بجائے انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا چاہیئے۔ یعنی ہم اللہ کے مملوک اور غلام ہیں وہ ہمارا مالک و آقا ہے۔ ہمارے امور میں اسے ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے اور ہم اسی کی طرف واپس جانے والے ہیں۔ دنیا میں اگرچہ ہم مصائب میں مبتلا رہے ہیں اور کفار کی ایذائیں سہی ہیں۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ ہمیں چین و آرام عنایت فرمائے گا پہلے حصہ میں بندگی اور مملوکیت کا اعتراف ہے اور دوسرے حصہ میں بعث بعد الموت کا اقرار ہے۔ وللہ معناہ الاقرار بالملك والعبودیة لله فھو المتصرف فینا بما یرید من الامور وانا الیہ راجعون اقرار بالبعث (بحر ص۱۵۵ ج ۱) اُولٰٓئِكَ یہ مذکورہ بالا صابرین کی طرف اشارہ ہے یعنی جو لوگ مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کہتے ہیں عَلَيْهِمْ

ما اللہ نے تم کو دو قبلوں والا کر دیا ہے لہٰذا اسے یاد کرو اور اس کا شکر بجا لاؤ۔ ۱۲

اہل کتاب کا قبلہ ترک کرنے پر ان کی طرف سے آمدہ مصائب قتل وغیرہ پر صبر کرنے کی تلقین اور صابرین کے لئے بشارت ۱۲

رسالت پر شبہ ثانیہ کا جواب ۱۲

موضح قرآن ف۱ یہاں سے اشارہ ہے کہ جہاد میں محنت اٹھاؤ اور مضبوطی اختیار کرو۔

فتح الرحمن ف۱ بعد ازیں خدائے تعالیٰ امر می فرماید بر صبر بر مشقتہائے جہاد و ثواب صبر ذکر میکند ۱۲ ف۲ بعض اہل اسلام صفا و مروہ را از شعائر طوا غیت گمان کردہ ازاں دست باز داشتند پس نازل شد ایں آیت ۱۲

صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ صلوٰت صلوٰۃ کی جمع ہے جس سے دنیا و آخرت میں اللہ کی عفو و درگذر، رحمت و برکت اور اس کا اعزاز و اکرام مراد ہے۔ وصلوٰۃ اللہ علی عبدہ عفوہ ورحمته وبرکته وتشریفه ایاہ فی الدنیا والآخرۃ (قرطبی ص ۱۷۶ ج ۲) اور رحمۃ کا لفظ تاکید اور مزید تعمیم کے لئے ہے یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اور اس کی عنایات خاصہ کے مستحق ہوں گے۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ یہاں مھتدون سے فائزون مراد ہے کیونکہ جن لوگوں کی خدا نے صفائی دیدی اور انہیں اپنی رحمت خاصہ سے نواز دیا ان سے بڑھ کر کون کامیاب ہے۔ والمعنی اولٰئك هم الفائزون بمطالبهم الدینیة والدنیویة فان من نال تزکیة اللہ تعالیٰ ورحمته لم یفته مطلب (روح ص ۲۴ ج ۲) **۲۹۱** یہ دوسرے شبہ کا جواب ہے۔ یہ صفا و مروہ وہی دونوں پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے معصوم بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی تلاش میں سات چکر کاٹے تھے۔ بعد میں مشرکین نے ان پہاڑیوں پر دو بت نصب کردیئے اور ان کی پوجا پاٹ شروع کردی۔ صفا پر اساف کا بت اور مروہ پر نائلہ کا بت تھا۔ مشرکین صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرتے وقت ان بتوں کو بھی ہاتھ لگاتے اور چومتے تھے۔ غلبۂ اسلام کے بعد ان بتوں کو توڑ دیا گیا لیکن ان بتوں کی وجہ سے اور گذشتہ زمانے میں ان دونوں پہاڑیوں کے مشرکوں کا تیرتھ بنے رہنے کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے سے کراہت اور انقباض سا پیدا ہوگیا تو انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اپنے اس شبہ کا اظہار کیا۔ ممکن ہے کہ یہود اور مشرکین نے بھی عناداً یہ اعتراض کیا ہو کہ ان پہاڑیوں پر تو آج تک شرک اور بت پرستی ہوتی رہی ہے اور یہ پیغمبر ان پہاڑیوں کی تعظیم کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صفا اور مروہ دونوں اللہ تعالیٰ کی توحید کی یادگاریں ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قائم کی تھیں۔ اسلئے ان کا طواف بھی کیا کرو تاکہ ملت ابراہیم کی اتباع پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔

۲۹۲ یہ ماقبل پر مرتب ہے اور جُناح کے معنی گناہ کے ہیں یعنی جب صفا اور مروہ خدا کی توحید کی یادگاریں ہیں تو جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اسے ان کے طواف کرنے میں قطعاً کوئی گناہ نہیں۔ اور نہ ہی گذشتہ زمانہ میں ان پہاڑیوں کے شرک گاہ ہونے کی وجہ سے اس کے دل میں کسی قسم کا انقباض ہونا چاہیئے اور یہاں طواف سے دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی اور دوڑ مراد ہے جو حج اور عمرہ کے موقع پر کی جاتی ہے۔ یہ سعی حضرت امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک واجب اور باقی ائمہ کے نزدیک فرض ہے۔ فریقین کے دلائل کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ بعض لوگوں نے لا جناح کے لفظ سے سعی کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے کیونکہ جناح کی نفی سے عدم لزوم متبادر ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جُناح کی نفی مطلق جواز پر دلالت کرتی ہے۔ واجب اور غیر واجب کے درمیان قدر مشترک ہے۔ لہٰذا نفی وجوب پر اس کی کوئی دلالت نہیں۔ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ لفظ خیر عام ہے۔ اور ہر نیکی کو شامل ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خوشی خوشی نیکی کے کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے اور وہ بڑا قدردان ہے۔ ان کے اخلاص پر مبنی اعمال کی ضرور انھیں جزا دے گا۔ وقال الحسن المراد منه جمیع الطاعات وهٰذا اولیٰ لانه اوفق لعموم اللفظ (کبیر ص ۱۷۶ ج ۲) **۲۹۳** یہاں اہل کتاب کو زجر اور وعید سنائی جارہی ہے جنہوں نے امر قبلہ اور صفا و مروہ کے بارے میں تورات و انجیل کے احکام کو چھپا رکھا تھا۔ اَلَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ نزلت فی اهل الکتاب من الیهود والنصارٰی (کبیر ص ۱۷۶ ج ۲) والاقرب انها نزلت فی الیهود والحکم عام (روح ص ۲۶ ج ۲) یعنی یہ آیت نازل تو علماء یہود کے حق میں ہوئی ہے لیکن اس کا حکم عام ہے۔ اگر امت محمدیہ کے علماء بھی علماء یہود کی روش پر چل کر خدا کی آیات بینات کو چھپانے لگیں گے تو وہ بھی انہی کے ساتھی ہونگے۔ بینات کا مطلب ہے واضح دلائل اور کھلے نشانات مراد حضور علیہ السلام کی صفات ہیں جو تورات

اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ

کہ طواف کرے ان دونوں میں **۲۹۲** اور جو کوئی اپنی خوشی سے کرے کچھ نیکی تو اللہ

شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ

قدردان ہے سب کچھ جاننے والا **۲۹۳** بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اتارے

الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى

صاف حکم اور ہدایت کی باتیں **۲۹۴** بعد اسکے کہ ہم اس کو کھول چکے لوگوں کے واسطے

الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

کتاب میں ان پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں ان پر لعنت کرنیوالے ف

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ

مگر جنہوں نے توبہ کی اور درست کیا اپنے کام کو اور بیان کردیا حق بات کو ف تو ان کو معاف کرتا

عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ

ہوں اور میں ہوں بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان۔ بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور

مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

مرگئے **۲۹۵** کافر ہی انہی پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی

وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ

اور لوگوں کی سب کی ہمیشہ رہیں گے اسی لعنت میں نہ ہلکا ہوگا ان پر سے

الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

عذاب اور نہ ان کو مہلت ملے گی **۲۹۶** اور معبود تم سب کا ایک ہی معبود ہے **۲۹۷**

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ

کوئی معبود نہیں اس کے سوا **۲۹۸** بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا۔ بیشک آسمان اور زمین کے پیدا

وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِىْ

کرنے میں **۲۹۹** اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں اور کشتیوں میں جو کہ

ع ۱۹ / ۳

سورۃ ما التبوار شبہات کا جواب دینے کے بعد زجر ہے اخبار و رہبان یہود و نصاریٰ قبلہ کے مسئلہ کو چھپاتے تھے یا انکار کرتے تھے ۱۲

سوالات توحید کا اعادہ مع دلیل عقلی برائے نفی شرک فعلی۔ اس مسئلہ توحید کو چھپانے والے اور اس کا انکار کرنے والے علماء یہود پر پہلے ان الذین یکتمون سے زجر ہو چکی ہے ۱۲ دلیل عقلی نمبر ۲ ۱۲

موضح قرآن ف صفا اور مروہ دو پہاڑ ہیں مکے کے شہر میں۔ عرب لوگ حضرت ابراہیم کے وقت سے ہمیشہ حج کرتے رہے ہیں لیکن کفر کے وقت میں اکثر غلطیاں پڑ گئی تھیں ان دو پہاڑیوں پر دو بت دھرے تھے حج میں وہاں بھی طواف کرتے تھے۔ جب لوگ مسلمان ہوئے جانا کہ یہ بھی کفر کی غلطی تھی اب وہاں نہ جایا چاہیئے۔ اس پر یہ آیت اتری ۱۲ ف یہ ان کے حق میں ہے جن کو حکم خدا کا پہنچا اور غرض دنیا کے واسطے چھپا رکھا ۱۲

اور انجیل میں مذکور تھیں۔ اور عموم کی صورت میں بینات سے مراد قرآن کی وہ آیات ہونگی جن سے مسئلۂ توحید کو خوب واضح کرکے بیان کیا گیا ہے اور جن میں مثالیں دے دے کر شرک کی تردید اور توحید کا اثبات کیا گیاہے اور ہُدٰی سے مراد توحید اور احکام کی آیتیں ہیں مِنۡۢ بَعۡدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الۡكِتٰبِ ۔ الکتاب جنس ہے اور اس سے مراد تورات وانجیل ہے اور عموم کی صورت میں قرآن مجید بھی اس میں شامل ہوگا۔ یعنی ہم نے آیات بینات اور رشد وہدایت کی باتیں کھول کھول کر اس لئے بیان کیں تاکہ انہیں لوگوں تک پہنچایا جائے۔ لیکن ان لوگوں نے محض نفسانی خواہشات کی خاطر انہیں چھپا ڈالا اور لوگوں پر ان کو ظاہر نہ کیا۔ اُولٰٓئِكَ يَلۡعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلۡعَنُهُمُ اللّٰعِنُوۡنَ ۔ خدا کی لعنت یہ ہے کہ وہ ان کو اپنی رحمت سے محروم کردے گا۔ اور ان کو دردناک عذاب کا مزہ چکھائے گا اور فرشتوں اور جنوں اور انسانوں کی لعنت سے لعنت کی بددعا مراد ہے۔ ای یبعدھم عن رحمتہ ویذیقھم الیم نقمتہ...... ان لعنۃ اللاعنین بمعنی الدعاء علیھم بالابعاد عن رحمۃ اللّٰہ تعالٰی (روح ص۲۸ ج ۲) یعنی حق چھپانے والوں پر خدا کی بھی لعنت اور پھٹکار پڑتی ہے اور انسان اور جن وملک بھی ان پر لعنت کی بددعا کرتے ہیں۔ **۲۹۴** یہ ماقبل سے استثناء ہے اور تَابُوۡا سے مراد یہ ہے کہ امر قبلہ اور صفا ومروہ کے معاملہ میں انہوں نے حق بات چھپانے سے توبہ کرلی اور اَصۡلَحُوۡا کا مطلب یہ ہے کہ اپنی اصلاح کرلی اور حق بات کو مان لیا اور بَيَّنُوۡا سے مراد یہ ہے کہ جس حق کو چھپاتے رہے یعنی امر قبلہ اور معاملہ صفا ومروہ۔ اب اسے خوب بیان کیا اور اس کی خوب اشاعت کی۔ فَاُولٰٓئِكَ اَتُوۡبُ عَلَيۡهِمۡ یعنی میں ایسی توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرلیتا ہوں وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ۔ اور نہ صرف توبہ ہی قبول کرتا ہوں بلکہ پچھلے گناہ معاف کرکے اس کو اپنی رحمت میں لے لیتا ہوں یہ توان علماء کا حکم تھا جو تحویل قبلہ اور صفا ومروہ کے شعائر اللّٰہ میں سے ہونے کو حق جانتے تھے اور پھر جان بوجھ کر حق چھپاتے تھے لیکن بعد میں توبہ کرلی۔ اب آگے ان لوگوں کا حکم بیان فرمایا جو سرے سے ان باتوں کو مانتے ہی نہ تھے اور ان کا انکار کرتے تھے۔ **۲۹۵** حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اسم موصول عموم کے لئے ہے اور کفروا سے تمام منکرین اور کفار مراد ہیں کذا قال الامام الرازی (کبیر ص۸۵ ج ۲) اُولٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ لَعۡنَةُ اللّٰهِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ۔ جملہ اسمیہ استمرار اور دوام کے لئے ہے یعنی ایسے لوگوں پر ہمیشہ خدا کی لعنت برستی رہتی ہے اور فرشتے اور تمام انسان بھی ان پر لعنت بھیجتے رہیں گے **۲۹۶** وہ لعنت وپھٹکار میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کے عذاب میں نہ کمی کی جائے گی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔

یہاں تک تو آں حضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات اور شبہات کا جواب تھا اور کتمان حق کے انجام بد کا ذکر تھا۔

ربط گذشتہ آیتوں کا ماقبل سے تو ربط یہ ہے کہ ان میں تحویل قبلہ اور صفا ومروہ سے متعلقہ احکام کو چھپانیوالوں اور سرے سے ان کا انکار کرنے والوں کے لئے وعید شدید اور کتمان احکام سے توبہ کرنے والوں، اپنی اصلاح کرنے والوں اور ان کو بیان کرنے والوں کے لئے بشارت کا بیان تھا اور مابعد والی آیتوں سے ان کا ربط اس طرح ہے کہ اگلی آیتوں میں دعوٰی توحید کا اعادہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا مسئلہ توحید کو چھپانے والوں اور اس کا انکار کرنے والوں کا بھی وہی حشر ہوگا جو پہلے بیان ہوا۔ **۲۹۷** یہاں دعوٰی توحید کا اعادہ کیا گیاہے۔ اس سے یہ اشارہ بھی ہوگیا کہ سب سے پہلے جس چیز کا اظہار واجب ہے اور جس کا چھپانا کسی حال میں بھی جائز نہیں وہ توحید ہے۔ لما حذر تعالٰی من کتمان الحق بین ان اول ما یجب اظھارہ ولا یجوز کتمانہ امر التوحید (قرطبی ص۱۹۰ ج ۲) اور اعادہ دعوٰی کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے کہ شروع میں تو شرک فی الدعاء کی نفی تھی۔ اب یہاں سے شرک فعلی کی نفی مقصود ہے یعنی جس طرح اللّٰہ کے سوا کوئی پکارنے کے لائق نہیں اسی طرح اللّٰہ کے سوا نذر ومنت کا مستحق بھی کوئی نہیں اور نہ ہی کسی کی تعظیم کے لئے سانڈ وغیرہ چھوڑنے جائز ہیں جیسا کہ آگے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ الخ میں غیر اللّٰہ کی نذر ونیاز اور كُلُوۡا مِمَّا فِي الۡاَرۡضِ حَلٰلًا طَيِّبًا الخ میں تحریمات لغیر اللّٰہ کا بیان آرہا ہے۔ اِلٰهٌ سے مراد وہ ذات ہے جو عالم الغیب، قادر علی الاطلاق، مالک ومختار، حاجت روا ومشکلکشا ہونے کی وجہ سے تمام عبادات مالیہ، بدنیہ، اور لسانیہ کی مستحق ہو جسے حاجات میں پکارا جائے، مصائب وبلیات میں جس کی پناہ ڈھونڈی جائے جس کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کی نذریں اور منتیں دی جائیں۔ اور رنج وبلا اور قحط ووبا میں جس کی دوہائی دی جائے اس سے مدد طلب کی جائے۔ اور واحد سے مراد یہ ہے کہ وہ بے مثل اور یگانہ ہے۔ ذات وصفات میں بے نظیر ہے، اور استحقاق عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ واکثر الناس علی ان الواحد ھنا بمعنی لا نظیر لہ ولا شبیہ فی ذاتہ ولا فی صفاتہ ولا فی افعالہ...... واصح الاقوال عند ذوی العقول السلیمۃ انہ الذی لا نظیر لہ ولا شبیہ لہ فی استحقاق العبادۃ (روح ص۳۰ ج ۲) فرد فی الوھیتہ لا شریک لہ فیھا ولا یصح ان یسمی غیرہ الھا (مدارک ص۶۷ ج ۱) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۔ لَا نفی جنس کے لئے ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور اِلَّا بمعنی غَيۡرُ ہے ای لا الہ موجود غیرہ یعنی نفس الامر اور عالم وجود میں اللّٰہ کے سوا کسی اِلٰہ کا نام ونشان تک موجود نہیں۔ پہلے جملہ سے اس بات کی نفی کی ہے کہ دنیا میں مستحق عبادت صرف اللّٰہ ہی ہے اور اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں۔ تو شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید دنیا میں اللّٰہ کے سوا کوئی اور بھی اِلٰہ ہو لیکن مستحق عبادت نہ ہو، تو اس جملہ میں سرے سے وجود اِلٰہ ہی کی نفی فرمادی۔ وھو مزیح علی ما قیل لما عسی ان یتوھم ان فی الوجود الھا لکن لا یستحق العبادۃ (روح ص۳۰ ج ۲) **۲۹۸** یہ دونوں صفتیں دعوائے توحید پر بطور دلیل لائی گئی ہیں۔ کیونکہ رحمٰن تو وہ ہے جس نے ہمیں دنیوی انعامات سے مالا مال فرمایا ہے۔ اور رحیم وہ ہے جو آخرت میں ہم پر اپنی رحمت خاصہ کے دروازے کھولے گا۔ جب دنیا وآخرت میں وہی ہمارا ولی نعمت اور محسن ومربی ہے اور باقی ساری کائنات ارضی وسماوی اور مخلوقات نوری وناری اور خاکی سب اس کی محتاج ودست نگر ہے تو وہی رحمٰن ورحیم ہی ہر قسم کی عبادت کا مستحق ہے۔ اس کے سوا کوئی علوی یا سفلی، ارضی یا سماوی، نوری، ناری یا خاکی عبادت کا مستحق نہیں۔ نہ پکارنے کے لائق نہ نذر ومنت کے۔ یہاں تک تو دعوٰی توحید کا اعادہ تھا۔ آگے اس کے اثبات کے لئے عقلی دلیل بیان کی گئی ہے جو مختلف سات دلیلوں پر مشتمل ہے۔ **۲۹۹** اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ معطوفات الخ لٰی خبر ہے۔ زمین وآسمان کا پیدا کرنا اور نہ صرف ان کی ذوات کو بلکہ ان کے دیگر متعلقات کو اور پھر فضائے آسمانی اور بطن ارضی میں بے بہا خزانوں کو پیدا کرنا یہ اس کی توحید کی پہلی عقلی دلیل ہے۔ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ یعنی رات دن کی آمد ورفت، روشنی اور تاریکی میں، کمی اور زیادتی میں ان کا یہ اختلاف یہ دوسری دلیل ہے۔ تیسری دلیل وَالۡفُلۡكِ الَّتِيۡ تَجۡرِيۡ فِي الۡبَحۡرِ بِمَا يَنۡفَعُ النَّاسَ یہ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ پر معطوف ہے۔ لفظ فُلک مفرد وجمع دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ یہاں بطور جمع استعمال ہوا ہے۔ بِمَا میں مَا مصدریہ ہے یا موصولہ۔ یعنی جو بحری جہاز سمندروں میں مال تجارت لے کر نقل وحرکت کرتے ہیں، یہ بھی خدا کی قدرت کاملہ کی دلیل ہے۔ چوتھی دلیل وَمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ ـــــ الفلك پر معطوف ہے۔ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا آسمانوں سے بارش کا اتارنا، پھر اس کے ذریعے خشک اور بنجر زمین کو سرسبز اور شاداب کرنا اور اس میں ہر قسم کی سبزیاں، غلے، پھل پھول اور جڑی بوٹیاں پیدا کرنا یہ سب اس کی وحدانیت کے منہ بولتے دلائل ہیں۔ پانچویں دلیل وَبَثَّ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ یہ اَنۡزَلَ پر معطوف ہے۔ یعنی ہر قسم کے چوپائے اور جانور زمین میں پھیلا دیئے۔ چھٹی دلیل۔ وَتَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ یہ مَآ اَنۡزَلَ پر معطوف ہے۔ اور تصریف الریاح سے ہواؤں کا مختلف سمتوں سے چلنا اور مختلف اوصاف سے متصف ہونا مثلاً سرد، گرم، تیز اور آہستہ وغیرہ۔ ساتویں دلیل وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَيۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ بادل کے زمین وآسمان کے درمیان

مسخر اور تابع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ تو زمین پر اتر آتا ہے اور نہ ہی آسمانوں میں اتنی بلندی پر چلا جاتا ہے جہاں ہمارے لئے اس میں کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ وہ فضا میں معلق رہتا ہے اور خدا کے حکم سے ہوائیں اسے ادھر ادھر لئے پھرتی ہیں (قرطبی ص۲۰۱ ج ۲، روح ص۳۳ ج ۲) لَاٰیٰتٍ یہ اِنَّ کا اسم ہے اور اس کی تنکیر تفخیم شان کیلئے ہے یعنی امور مذکورہ میں بہت زیادہ اور بہت بڑی دلیلیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ، رحمت واسعہ اور زبردست حکمت و دانائی پر دلالت کرتی ہیں اور ان سب کا مقتضیٰ یہ ہے کہ عبادت، کا مستحق صرف اللہ ہی ہے لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ یعنی دلائل صرف غور و فکر اور سوچ بچار کرنے والوں کے لئے ہیں۔ بلاشبہ اگر ان دلائل میں فکر و تأمل کیا جائے تو ان سے خداوند فادر و دانا کی وحدانیت کا پورا پورا یقین ہو جاتا ہے اور دل اس حقیقت پر مطمئن ہو جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر قسم کی عبادت اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ زبردست قدرت گہری حکمت اور وسیع علم کا مالک ہے۔ اس کی رحمت وشفقت کائنات کے ذرہ ذرہ کو شامل ہے۔

تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

لے کر چلتی ہیں دریا میں لوگوں کے کام کی چیزیں اور پانی میں جس کو کہ اتارا اللہ

مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

نے آسمان سے پھر جلایا اس سے زمین کو اس کے مر گئے پیچھے

وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ

اور پھیلائے اس میں سب قسم کے جانور اور ہواؤں کے بدلنے میں اور

السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ

بادل میں جو کہ تابعدار ہے اس کے حکم کا درمیان آسمان و زمین کے بیشک ان

لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ

سب چیزوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کیلئے اور بعضے لوگ وہ ہیں جو بناتے ہیں

دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ

اللہ کے برابر اوروں کو ان کی محبت ایسی رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ کی ن۳۰ اور

اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ یَرَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ

ایمان والوں کو اس سے زیادہ تر ہے محبت اللہ کی ن۳۱ اور اگر دیکھ لیں یہ ظالم اس وقت کو جبکہ

یَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ

دیکھیں گے عذاب کہ قوۃ ساری اللہ ہی کے لئے ہے اور یہ کہ اللہ کا

شَدِیْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ

عذاب سخت ہے ن۳۲ جبکہ بیزار ہو جائیں گے وہ کہ جن کی پیروی کی تھی ان سے کہ

الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ

جو ان کے پیرو ہوئے تھے اور دیکھیں گے عذاب اور منقطع ہو جائیں گے انکے

الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً

سب علاقے ن۳۳ اور کہیں گے پیرو کیا اچھا ہوتا جو ہم کو دنیا کی طرف لوٹ جانا مل جاتا

مراد ہے وہ مشرکین جو شرک اعتقادی کے ساتھ شرک فعلی بھی کرتے تھے ۱۲

پھر ان تمام صفات و افعال میں وہ واحد و یکتا ہے۔ ان افعال میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ حصر مخاطبین کے عقائد کے مطابق ہے، کیونکہ مشرکین مکہ ان تمام امور کو خدا ہی کے ساتھ مخصوص مانتے تھے اور ان افعال میں وہ کسی کو خدا کا شریک نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ خود قرآن میں اس کی صراحت موجود ہے۔ تو جب ان تمام صفات و افعال میں وہ یکتا و بے ہمتا ہے تو پھر استحقاقِ عبادت میں بھی اسے واحد و یکتا ہی سمجھو۔ اسی کے سامنے جھکو، اسی کو پکارو اور اسی کی رضا جوئی کے لئے نذریں اور منتیں دو۔

یہاں دعویٰ توحید کے اعادہ سے شرک فعلی یعنی غیر اللہ کی نذر و نیاز اور تحریمات لغیر اللہ کی تردید مقصود ہے اور اسی پر یہ سات عقلی دلائل قائم کئے گئے ہیں۔ یہ ساتوں دلائل نہایت لطیف اور دلنشیں پیرایہ میں اس دعویٰ پر منطبق ہوتے ہیں۔ نذر و منت ہمیشہ تین چیزوں سے دی جاتی ہے۔ (۱) زمین کی پیداوار مثلاً غلے، پھل، میوے اور کپڑے وغیرہ (۲) جانور۔ (۳) نقد روپیہ اللہ تعالیٰ نے یہ عقلی دلیل اس بات پر قائم فرمائی ہے کہ تینوں چیزوں میں سے کسی چیز کی نذر و منت خدا کے سوا کسی کے لئے عقلاً جائز نہیں اور صرف خدا ہی ہر قسم کی نذر و منت کا مستحق ہے۔ دلیل کے دعویٰ پر انطباق کی صورت حسب ذیل ہے۔ غلے پھل وغیرہ سب زمین میں پیدا ہوتے ہیں۔ زمین اپنی قوت نامیہ کے ذریعہ ان کی پرورش کرتی ہے۔ بارش کے ذریعہ زمین کی قوتِ نامیہ میں اضافہ ہوتا ہے اور بارش ہی سے یہ قوت زمین میں محفوظ رہتی ہے اور بارش ہی سے کھیتیاں سرسبز و شاداب ہوتی ہیں۔ رات کے وقت چاند اور ستاروں کے اثرات سے پھلوں اور میووں کے ذائقوں اور رنگوں کی تکمیل ہوتی ہے دن کی گرمی اور رات کی شبنم، کھیتوں، پھلوں اور میووں کو پختگی کی حد تک پہنچاتی ہے اور پھر ہر جاندار اور ذی روح (جس کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے) کی زندگی اور حیات زمین کی مذکورہ بالا پیداوار پر ہی موقوف ہے۔ اس کے بعد زمین کی اس پیداوار اور ان جانوروں کے ذریعہ ہی تم اپنے ملک میں اور بحری جہازوں کے ذریعہ دوسرے ملکوں میں تجارت کر کے دولت کماتے ہو۔ تو یہ تینوں چیزیں زمین کی پیداوار جانور اور دولت تم جن جن ذرائع و اسباب سے حاصل کرتے ہو ان تمام ذرائع اور اسباب کا خالق تم بھی مانتے ہو کہ اللہ ہی ہے اور یہ تمام اسی کے قبضۂ قدرت اور اختیار میں ہیں اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔ اور تم نے جو خدا کے سوا معبود بنا رکھے ہیں ان میں سے کسی نے ان چیزوں میں سے ایک چیز بھی نہیں بنائی اور نہ ہی ان کو ان چیزوں کا علم ہے۔ تو اب عقل و دانش اور جذبۂ شکر گذاری و نعمت شناسی کا تقاضا یہ ہے کہ اس محسن و رحیم اور محسن و منعم کے ان بے پایاں احسانات و انعامات کا شکر ادا کرنے اور اس کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے اسی کی نذریں، نیازیں اور منتیں دی جائیں۔ زمین کی پیداوار میں اسی کے نام کا حصہ مقرر کیا جائے۔ روپیہ اسی کے نام پر خرچ کیا جائے۔ جانور اسی کا تقرب ڈھونڈنے کیلئے، اسی کی تعظیم کے لئے، اسی کے نام پر قربان کئے جائیں ن۳۰ یہ مشرکین کے لئے زجر ہے توحید پر عقلی دلائل قائم کرنے کے بعد ان لوگوں کا حال بیان فرمایا ہے جو ان واضح اور روشن دلائل کے ہوتے ہوئے پھر شرک کرتے ہیں اور اپنے معبودوں کے ساتھ خدا کی محبت کا سا برتاؤ کرتے ہیں۔ اَنْدَادًا۔ نِدٌّ کی جمع ہے جس کے معنی مثل اور مشابہ کے ہیں اور یہاں انداد سے مراد اوثان ہیں۔ یعنی پتھر کی وہ مورتیاں جو مشرکین نے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی شکل وصو

پربنا رکھی تھیں اور ان سے محبت اور تعظیم کا وہی معاملہ کرتے تھے جو انہیں خدا سے کرنا چاہیئے تھا۔ خداوند تعالیٰ چونکہ خالق و مالک اور محسن و منعم ہے لہٰذا اس کی محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے اور اسی کے سامنے جھکا جائے، اسی سے مانگا جائے اور اسی کی نذر و منت دی جائے۔ مگر مشرکین یہی معاملات اپنے انداد سے کرتے ہیں جنہیں انہوں نے خدا کے سوا کارساز بنا رکھا ہے۔ ان کی عبادت کو خدا کے تقرب کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے۔ ان سے نفع و نقصان کی امید رکھتے ہیں۔ ان کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں ان کے لئے نذریں مانتے اور ان کی خوشنودی اور تعظیم کے لئے بحیرہ، سائبہ چھوڑتے ہیں۔ انہا ھی الاوثان التی اتخذوھا آلھۃ لتقربھم الی اللہ زلفًا ورجوامن عندھا النفع والضر وقصدوھا بالمسائل ونذروالھا النذور وقربوالھا القرابین وھو قول اکثر المفسرین کبیر ص ۱۰۵ ج

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں انداد اور اوثان و اصنام سے پتھر کے تراشیدہ بت مراد ہیں مشرکین انہیں کو سب کچھ سمجھتے تھے اور انہیں کے لئے سب کچھ کرتے تھے۔ مگر یہ سمجھنا نادانی ہے کیونکہ بت تو انہوں نے محض توجہ کی یکسوئی اور یادگار کے طور پر رکھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ عبادت و تعظیم کا جو سلوک کرتے تھے وہ محض اس لئے کرتے تھے کہ وہ ان کے بزرگوں کے مجسمے اور ان کی یادگاریں ہیں اور اس عبادت و تعظیم سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ہمارے بزرگوں کی ہمیں خوشنودی حاصل ہوجائے اور وہ ہماری حاجت روائی اور مشکلکشائی کردیں۔ اگر کوئی شخص بت نہ بنائے اور بت کے بغیر ہی اللہ کے نیک بندوں سے محبت و عقیدت اور عبادت و تعظیم کا وہی برتاؤ کرے جو اسے اللہ سے کرنا چاہیئے مثلاً اسے عالم الغیب، مالک، مختار، حاجت روا اور مشکلکشا سمجھے اور اس کی خوشنودی کے لئے اس کے نام کی نذر نیاز دے اور اس سے نفع و نقصان کی توقع رکھے تو اس شخص نے اس اللہ کے نیک بندے کو خدا کا ند بنایا اور اسے اس وحدہٗ لاشریک کا مثل اور شریک ٹھہرایا۔ کیونکہ اس نے اس سے محبت کا وہ معاملہ کیا جو اسے صرف خدا ہی سے کرنا چاہیئے تھا۔ اس لئے یہاں انداد کے تحت ہر وہ شخص اور ہر وہ چیز مندرج ہے جس سے خدا کی محبت کا سا سلوک کیا جائے۔ ف ۳۰ مشرکین نے تو خدا کی محبت میں کئی ایک شریک بنا رکھے ہیں لیکن مومنین خدا کی محبت میں کسی کو اس کا مثل اور شریک نہیں سمجھتے اور غیر خدا کے ساتھ خدا کی محبت کا سا سلوک نہیں کرتے اور خدا کی محبت ان کے دلوں میں ہر چیز کی محبت سے بڑھ کر ہے۔ محبت کے درجات مختلف ہیں۔ خدا کی محبت، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، بزرگان دین کی محبت، ماں باپ کی محبت، بھائی بہنوں کی محبت، اولاد کی محبت وغیرہ۔ ہر ایک سے محبت کا وہی سلوک کیا جائے گا جو اس کے شایانِ شان اور مناسب حال ہو۔ خدا کی محبت یہ ہے کہ اسی کی عبادت بجا لائے، اسی کو پکارے، اسی سے مانگے، اسی کی نذر و منت دے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ پیغمبر علیہ السلام کی محبت یہ ہے کہ آپ کو خدا کا سچا اور آخری رسول مانے۔ دل و جان سے آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرے، آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجے اور اسی میں اپنی سعادت اور نجات سمجھے۔ بزرگانِ دین کی محبت یہ ہے کہ انہیں اپنے پیشوا سمجھے اور ان کے نقش قدم پر چلے۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ اب کوئی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرنے لگے۔ آپ کو مالک و مختار سمجھ کر پکارنے لگے۔ آپ کی نذریں منتیں دینے لگے تو وہ محب رسول نہیں بلکہ مشرک ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے پیر و مرشد کو مثیل رسول سمجھنے لگے اور شریعت کے احکام میں اسے پیغمبر کی طرح اتھارٹی ماننے لگے تو وہ بھی اس اندھی محبت کی وجہ سے

فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ

تو پھر ہم بھی بیزار ہو جاتے ان سے جیسے یہ ہم سے بیزار ہوگئے ۔ اسی طرح پر دکھلائیگا

اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ

اللہ ان کو ان کے کام حسرت دلانے کو ۔ اور وہ ہرگز نکلنے والے نہیں

مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ

نار سے ف ۱ اے لوگو کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے

حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

حلال پاکیزہ اور پیروی نہ کرو شیطان کی

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٦٨﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ

بے شک وہ تمہارا دشمن ہے صریح ف ۲ وہ تو یہی حکم کرے گا تم کو کہ برے کام

وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

اور بے حیائی کرو اور جھوٹ لگاؤ اللہ پر وہ باتیں جو تم نہیں جانتے ف ۳

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ

اور جب کوئی ان سے کہے کہ تابعداری کرو اس حکم کی جو کہ نازل فرمایا اللہ نے تو کہتے ہیں ہرگز نہیں ہم تو

نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ

تابعداری کریں گے اس کی جس پر دیکھا ہم نے اپنے باپ دادوں کو ۔ بھلا اگرچہ ان کے باپ دادے

لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿١٧٠﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ

نہ سمجھتے ہوں کچھ بھی اور نہ جانتے ہوں سیدھی راہ ف ۴ اور مثال ان

كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً

کافروں کی ایسی ہے جیسے پکارے کوئی شخص ایک چیز کو جو کچھ نہ سنے سوا پکارنے

وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٧١﴾

اور چلانے کے بہرے گونگے اندھے ہیں سو وہ کچھ نہیں سمجھتے ف ۵

ع ۲۰ / ۴

۱ تحریمات مشرکین کا بیان ۱۲
۲ یعنی بحیرہ سائبہ نہ بناؤ ۱۲
۳ مراد ننگے ہو کر طواف کرنا ۱۲

موضح قرآن ف ۱ جن کو لوگ پوجتے ہیں سوا اللہ کے وہ اس روز پوجنے والوں کو جواب دیں گے اور ان کی امید سب طرف سے ٹوٹے گی اور افسوس کھا دیں گے اس وقت کچھ فائدہ نہیں افسوس کا یہاں سے بت پرستوں کا احوال ہے ف ۲ عرب کے لوگوں نے دین ابراہیم کئی طرح بگاڑا تھا اول سوا خدا اوروں کو پوجنے لگے اور ان کی نیاز جانور ذبح کرتے کہ وہ مردار ہوتا ہے اور کفر ہے اور مویشی میں سے کئی چیزیں حرام ٹھہرالیں۔ سورۂ مائدہ اور انعام میں جن کا بیان ہے اور گوشت خوک حلال سمجھا ان باتوں پر اللہ تعالیٰ ان کو الزام دیتا ہے۔ ف ۳ یعنی مسئلے اپنی طرف سے بنانا جیسے اب بھی غلط العام بہت ٹھہرے ہیں ۱۲ ف ۴ یعنی جب معلوم ہوا کہ باپ دادوں کی رسم خلاف حکم خدا کے پھر اس پر نہ چلے ف ۵ یعنی ان کافروں کو سمجھانا ایسا ہے جیسا کوئی جنگل کے جانوروں کو بلاوے وہ سوائے آواز کچھ نہیں سمجھتے یہی حال ہے جو شخص کہ آپ علم نہ رکھے اور علم والوں کی بات قبول نہ کرے ۱۲

فتح الرحمٰن ف ۱ مترجم گوید اہل جاہلیت چیزہا از نزد خویش حرام ساختہ بودند مانند بحائر و سوائب خدائے تعالیٰ در رد ایشاں نازل کرد واللہ اعلم ۱۲

کافر ہو جائے گا۔ اس لئے ہر ایک سے اس کے مناسب حال محبت کرنی لازم ہے۔ **۳۰۲** یہ مشرکین کے لئے تخویف ہے۔ اس آیت میں دو ترکیبیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ لَوْ شرطیہ ہے اور اس کا جواب
شدید العذاب کے بعد محذوف ہے یعنی لما فعلوا اور یری کا مفعول حال انفسہم محذوف ہے اور اذیرون العذاب ظرف یری کے متعلق ہے اور عذاب سے اخروی عذاب مراد ہے اور ان القوۃ
سے پہلے باء سببیہ محذوف ہے اور یہ اذیرون کا سبب ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ قیامت میں جب وہ اللہ کا عذاب دیکھیں گے اس
وقت ان کا کیا حال ہو گا تو وہ ہرگز شرک نہ کریں اور وہ عذاب اس لئے پائیں گے کہ قیامت کے دن سارا زور اور اختیار صرف اللہ کا ہو گا اور اس کا عذاب نہایت سخت ہو گا اور جن کو مشرکوں نے اپنے سفارشی
اور حیلہ ساز سمجھا ہوا تھا وہ سب بے بس اور عاجز ثابت ہوں گے۔ اس صورت میں اذ تبرأ، اذیرون العذاب سے بدل ہو گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ لَوْ تمنی کے لئے ہے جس کا جواب نہیں ہوتا۔
یری بمعنی یعلم ہے (قرطبی ص۲۰۳ ج ۲) اور عذاب سے دنیوی عذاب مراد ہے ان القوۃ الخ اور اَنَّ اللّٰہَ الخ منصوب بنزع خافض۔ یری کے دونوں مفعولوں کے قائم مقام ہیں۔ اور مطلب یہ ہے
کاش یہ مشرک جب دنیا میں مصائب و آلام کی صورت میں خدا کا عذاب دیکھتے تھے اس وقت وہ اس بات کا یقین کر لیتے کہ ہر قسم کی قوت و طاقت اور تصرف و اختیار صرف خدا ہی کو حاصل ہے
اور اس کی گرفت نہایت زبردست ہے اور یہ بات ان کی سمجھ میں آ جاتی کہ اللہ کے سوا کوئی پیغمبر یا ولی یا جن و فرشتہ ناصر و مددگار اور مختار و متصرف نہیں اور نہ اللہ کے عذاب سے کوئی بچا سکتا
ہے۔ اس صورت میں اِذْ تَبَرَّأَ تخویف اخروی کے لئے استیناف ہو گا۔ **۳۰۳** یہ تخویف اخروی ہے۔ قیامت کے دن جب مشرکین اپنے معبودوں اور مشرک پیشواؤں اور پیروں کو مدد کے لئے پکاریں گے تو
وہ ان سے جدا ہو جائیں گے اور ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ اس آیت میں قیامت کا یہ حسرتناک منظر پیش کیا گیا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا (یعنی متبوعین) سے یہاں مشرک علماء اور رؤسا مراد
ہیں جو دنیا میں اپنے ماننے والوں اور ماتحتوں کو شرک سکھایا کرتے تھے اور توحید سے انہیں دور رکھا کرتے تھے۔ انہم السادۃ من مشرکی الانس (کبیر ص۱۱۱ ج ۲) بِہِمُ میں ب بمعنی عن ہے
اور اسباب سے مراد محبت، نسل اور دین کے وہ تعلقات ہیں جن کو مشرکین نے اپنی نجات کے لئے کافی سمجھ رکھا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ منظر بھی سامنے لاؤ جب متبوعین یعنی شرک کے داعی اور مبلغ
اپنے ماننے والوں سے بیزار ہو کر ان سے جدا ہو جائیں گے۔ اپنا بد انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور ان کے تمام باہمی مزعومہ رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ چنانچہ متبوعین ان سے صاف کہہ دینگے
اَنَحْنُ صَدَدْنٰکُمْ عَنِ الْھُدٰی بَعْدَ اِذْ جَآءَکُمْ بَلْ کُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ (سورۂ السبا: ع ۴) **۳۰۴** مشرکین انتہائی حسرت و یاس کے عالم میں آرزو کریں گے کہ کاش ہمیں دوبارہ
دنیا میں بھیجا جائے اور ہم ان سے اسی طرح بیزاری کا اظہار کریں جس طرح آج انہوں نے ہم کو چھوڑ دیا ہے۔ اگر ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تو ہم کبھی شرک نہیں کریں گے اور صرف اللہ ہی کی عبادت
کریں گے اور ان گمراہ کرنے والوں کی باتوں میں نہیں آئیں گے فلا نلتفت الیہم بل نوحد اللہ وحدہ بالعبادۃ (ابن کثیر ص۲۰۳ ج ۱) **۳۰۵** کذلک یہاں ویسا ہی ہے جیسا کہ
کذلک جعلنکم امۃ وسطا میں ہے اور رؤیت سے رؤیت بصری مراد ہے اور حسرات، اعمالہم سے حال ہے و حال من اعمالہم ان کانت بصریۃ (روح ص۳۶ ج ۲)
یعنی اس طرح ان کے مزعومہ اسباب نجات کو باطل کر کے اور ان کی آرزوؤں پر پانی پھیر کر ہم ان کے اعمال کو سراپا حسرت و ندامت بنا کر ان کو دکھائیں گے یعنی ان کی وہ تمام عبادتیں
جو دنیا میں انہوں نے کی تھیں شرک کی وجہ سے سب رائیگاں جائیں گی اور آخرت میں حسرت و ندامت کے بغیر انہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ **۳۰۶** اور وہ کفار اور مشرکین کبھی جہنم سے نہیں نکل سکیں گے۔
یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ کفار اور مشرکین ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ دلیل علی خلود الکفار فیہا وانہم لا یخرجون منہا (قرطبی ص۲۰۸ ج ۲) وَمَا ھُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ کی ترکیب
مسند الیہ میں نفی حصر کا فائدہ دیتی ہے یعنی خروج من النار کی نفی کفار میں محصور ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ جو مومن گنہگار اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے دوزخ میں جائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ
نہیں رہیں گے۔ جیسا کہ معتزلہ و خوارج کا خیال ہے۔ المتبادر فی امثالہ حصر النفی فی المسند الیہ...... ففیہ اشارۃ الی عدم خلود عصاۃ المؤمنین الداخلین فی قولہ تعالٰی
والذین اٰمنوا اشد حبا للہ فی النار (روح ص۳۶ ج ۲) **۳۰۷** دلائل توحید اور مشرکین کے لئے تخویف اخروی کے بعد اب آگے شرک فعلی کی دونوں قسموں یعنی تحریم لغیر اللہ اور نذر لغیر اللہ یا
بالفاظ دیگر تحریمات مشرکین اور نیازات مشرکین کی تردید کی گئی ہے۔ مشرکین اپنے معبودوں کو خوش کرنے کے لئے دو قسم کا شرک فعلی کیا کرتے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ جانوروں کو اپنے معبودوں
کے لئے نامزد اور معین کر کے چھوڑ دیتے تھے۔ وہ جہاں چاہیں بلا روک ٹوک گھومیں پھریں اور کھائیں پئیں۔ اور اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اس سے ہمارے معبود ہم پر خوش اور مہربان ہو جائیں گے اور
آڑے وقت ہماری مدد کریں گے اور ہمارے مال و جان میں برکت دیں گے اور ہم سے بیماری اور تکلیف دور کریں گے۔ ایسے جانوروں کے متعلق انہوں نے یہ عقیدہ بنایا ہوا تھا کہ ان کا کھانا، ان کا
دودھ پینا اور ان سے کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں۔ وہ اس کے کھانے اور اس سے انتفاع کو حرام سمجھتے تھے اور ڈرتے تھے کہ اگر ہم نے اس جانور کو استعمال کیا یا اسے کوئی تکلیف پہنچائی تو ہمارے
معبود ہم پر ناراض ہو جائیں گے اور ہمیں تکلیف پہنچائیں گے تو یہ شرک اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے معبودوں کی خوشی کے لئے محض اپنے وہم باطل اور خیال خام کے تحت حرام کر دیتے تھے حالانکہ
انہیں اس کا کوئی حق نہیں تھا۔ یہ تو تحریمات مشرکین یا تحریمات لغیر اللہ ہیں۔ شرک فعلی کی دوسری قسم یہ تھی کہ وہ مصائب سے نجات اور مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اپنے معبودوں کی نذریں
اور منتیں مانتے تھے مثلاً کہتے تھے کہ اگر ہمارا فلاں کام ہو گیا یا فلاں مصیبت ٹل گئی تو ہم فلاں معبود کے استھان اور اس کی عبادت گاہ پر غلہ، نقدی، کپڑا یا کوئی جانور بطور نذر و نیاز لے جائیں گے
یا وہاں لے جائے بغیر ہی غرباء میں تقسیم کر دیں گے۔ اور کبھی ایسا بھی کرتے تھے کہ حاجت اور مصیبت کے بغیر ہی اپنے مال مویشی میں اپنے معبودوں کا حصہ مقرر کر دیتے تھے اور اس سے ان کا مقصد
ہوتا تھا کہ ہمارے معبود ہم سے خوش رہیں گے اور ہمارے مال و جان میں برکت دینگے اور ہمارے مال و جان کو مصائب اور بیماریوں سے محفوظ رکھیں گے۔ یہ نذور مشرکین یا نذور لغیر اللہ کہلاتی ہیں
اور ان کے متعلق مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ان کا کھانا اور استعمال کرنا جائز ہے حالانکہ یہ چیزیں تقرب غیر اللہ کیلئے نامزد ہو جانے کی وجہ سے حرام ہیں۔
یہاں اللہ تعالٰی نے ان دونوں قسم کی تعیینات اور تخصیصات کا حکم بیان فرمایا۔ جو مشرکین نے اپنے زعم میں جائز کر رکھی تھیں چنانچہ فرمایا کہ جن حلال و طیب چیزوں کو تم نے اپنی طرف سے حرام کر رکھا
ہے وہ حلال ہیں ان کو کھاؤ اور جو نذریں نیازیں تم نے غیر اللہ کی خوشنودی اور تعظیم کے لئے مقرر کر رکھی ہیں اور انہیں تم حلال سمجھتے ہو، وہ قطعاً حرام ہیں انہیں مت کھاؤ چنانچہ پہلے یٰۤاَیُّھَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا سے اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ تک تحریمات مشرکین یعنی تحریم لغیر اللہ کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اِنَّمَا حَرَّمَ سے لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ تک نذر لغیر اللہ کا حکم
بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت ان جانوروں کی حلت کا اعلان کرنے کے لئے نازل ہوئی جن کو بعض لوگوں نے بالکل حرام کر رکھا تھا یعنی بحیرہ سائبہ
وغیرہ قال ابن عباس رض نزلت الاٰیۃ فی الذین حرموا علی انفسہم السوائب والوصائل والبحائر (کبیر ص۱۱ ج ۲) انہا نزلت فی ثقیف وخزاعۃ وبنی مدلج فیما حرموہ
علی انفسہم من الانعام (قرطبی ص۲۰۸ ج ۲) اس آیت میں حلالاً طیباً سے وہ حلال جانور مراد ہیں جو مشرکین نے اپنی طرف سے حرام کر رکھے تھے مثلاً بحیرہ، سائبہ وغیرہ وقد فسرہا بعضہم بالبحیرۃ
والسائبۃ والوصیلۃ والحام یعنی کلوا البحیرۃ واخواتہا ولا تاکلوا المیتۃ واخواتہا (تفسیر احمدی ص۳۰) اس مسئلہ کی مزید تحقیق سورۂ مائدہ ع ۱۴ میں آئے گی۔ اس آیت سے تمام

حلال اشیاء سے انتفاع کی اباحت ثابت ہوتی ہے۔ **۳۰۸** خطوات خطوۃ کی جمع ہے یعنی نقوش قدم ای آثارہ کما حکی عن الخلیل (روح ص۲۹ ج ۲) اور اس سے وہ تمام گمراہی کے طریقے مراد ہیں جو شیطان لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اختیار کرتا ہے شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔ اور اس کے جاری کیے ہوئے طریقوں مثلاً تحریمات لغیر اللہ وغیرہ سے پرہیز کرو۔ وهی طرائقه ومسالکه فیما اضل اتباعه فیه من تحریم البحائر والسوائب والوصائل ونحوها (ابن کثیر ص۲۰۳ ج ۱) یہ شیطان سے نفرت دلانے کے لیے فرمایا یعنی شیطان تو تمہارا علانیہ دشمن ہے وہ ہمیشہ تمہیں ہلاکت وتباہی کی راہ ہی بتائیگا **۳۰۹** اِنَّمَا کلمہ حصر ہے اور مطلب یہ ہے کہ شیطان ہمیشہ شیطنت ہی کرے گا۔ اس سے بھلائی یا خیر خواہی کی کوئی توقع نہیں۔ السُّوٓء سے مراد وہ افعال ہیں جو عقلاً برے اور قبیح ہوں اور الفحشاء وہ جنکو شریعت نے بھی برا ٹھہرایا ہو۔ یہاں الفحشاء سے طواف بحالت عریانی مراد ہے۔ مشرکین ننگا طواف کرنے کو بھی اپنے معبودوں کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھتے تھے اس لیے باقی امور شرکیہ کے ساتھ اس سے بھی منع فرمایا۔ **۳۱۰** یہ السُّوٓء پر معطوف ہے۔ قول بغیر علم سے یہاں خدا پر افتراء مراد ہے یعنی جس طرح شیطان دیگر برے اور بے حیائی کے کاموں کی ترغیب دیتا ہے۔ اسی طرح وہ دین کے بارے میں خدا پر بہتان تراشی پر اکساتا ہے۔ جو لوگ اپنی خواہشات نفس کو دین کہتے ہیں، وہ خدا پر افترا کرتے ہیں کیونکہ ان کی خواہشات کو خدا نے دین نہیں بنایا۔ چنانچہ خدا کی حلال چیزوں کو حرام کرنا اور حرام چیزوں کو حلال ٹھہرانا اور برہنہ ہو کر طواف کرنے کو عبادت سمجھنا یہ سب خدا پر افترا اور شیطان کا فریب ہے **۳۱۱** مشرکین اپنے باپ دادا کی دیکھا دیکھی شرک کرتے تھے اور انہی کی تقلید میں اپنی طرف سے اشیاء کی تحریم کرتے تھے۔ جب انہیں کہا جاتا کہ ان آبائی رسموں کو چھوڑ کر خدا کی کتاب کی پیروی کرو تو ان کا جواب یہ ہوتا کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے دین ہی کی پیروی کرینگے اور اس کے مقابلہ میں کسی اور دین کو نہیں مانیں گے۔ یہ ان کی جہالت اور ضد وجمود کی حد تھی تو اللہ تعالیٰ نے آگے اس کا جواب دیا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ یعنی اگر ان کے آباء واجداد صاحب علم ہوتے، توحید کو جانتے ہوتے اور راہ ہدایت پر ہوتے اور پھر یہ لوگ ان کا اتباع کرتے تو کوئی بات بھی تھی۔ تو کیا اگرچہ وہ دین سے ناواقف اور سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں پھر بھی یہ ان کا اتباع کریں گے۔ **۳۱۲** یہ کفار ومشرکین کی مثال ہے جو اندھا دھند اپنے باپ دادا کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ مَا اسم موصول ہے، اور اس سے مراد چوپائے ہیں جو آواز تو سنتے ہیں مگر سمجھتے کچھ نہیں۔ یہ مشرکین کی نادانی اور بے حسی کی مثال ہے یعنی جس طرح ایک چوپائے کو آواز دی جائے تو وہ آواز تو سن لے گا لیکن جو کچھ اس کو کہا گیا ہے اس کا مطلب نہیں سمجھے گا۔ اسی طرح ان کا حال ہے کہ یہ آواز تو سن لیتے ہیں مگر سمجھتے کچھ نہیں عن مجاهد کمثل الذی ینعق مثل ضربه الله لمن یسمع مایقال له ولا یعقل کمثل البهیمة تسمع النعیق ولا تعقل (ابن جریر ص۴۶ ج ۲) یہ آواز حق سے بہرے ہیں کیونکہ اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتے اور حق بات کا اقرار کرنے کے لیے ان کی زبانیں گونگی ہیں اور وہ سیدھی راہ سے اندھے ہیں۔ جب علم کے تمام راستے ہی بند ہیں تو کیا خاک سمجھیں گے۔ **۳۱۳** پہلے عام انسانوں سے خطاب تھا۔ اب مسلمانوں کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ مشرکین کی طرح حلال وحرام کے بارے میں من مانی نہ کریں اور جن چیزوں کو ہم نے حلال کیا ہے ان کو نہ صرف حلال سمجھیں بلکہ ان کو کھائیں اور اس طرح اپنے عمل سے بھی اپنے اعتقاد کی تصدیق کر دیں بعض اوقات انسان ایک چیز کو عقیدے کی حد تک تو مان لیتا ہے لیکن اس پر عمل کرنے سے جھجکتا ہے اس لیے ایمان والوں سے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ

اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو

وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا

اور شکر کرو اللہ کا **۳۱۳** اگر تم اسی کے بندے ہو اس نے تم پر

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ

یہی حرام کیا ہے مردہ جانور اور لہو اور گوشت سؤر کا

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ

اور جس جانور پر پکارا جائے اللہ کے سوا کسی کا نام **۳۱۴** پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرنے والا

لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں **۳۱۵** بے شک اللہ ہے بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ف و۱

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ

بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ نازل کی اللہ نے

الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ

کتاب **۳۱۶** اور لیتے ہیں اس پر تھوڑا سا مول وہ

مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ

نہیں بھرتے اپنے پیٹ میں مگر آگ **۳۱۷** اور نہ بات کریگا ان سے

اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ښ وَلَهُمْ عَذَابٌ

اللہ قیامت کے دن **۳۱۸** اور نہ پاک کریگا ان کو اور ان کے لیے ہے عذاب

اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ

دردناک یہی ہیں جنہوں نے خریدا گمراہی کو

بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى

بدلے ہدایت کے اور عذاب بدلے بخشش کے سو کس قدر صبر کرنے والے ہیں وہ

موضح قرآن ف یعنی مواشی جتنی ہی چیزیں حرام ہیں سو بھی جب آدمی بھوک سے مرنے لگے تو یہ بھی معاف ہیں بشرطیکہ بے حکمی نہ کرے یعنی نوبت اضطرار کی نہیں پہنچی اور کھانے لگے اور زیادتی نہ کرے قدر ضرورت کھاوے ۱۲

فتح الرحمٰن و۱ مترجم گوید اگر گوئی کہ دریں آیت حصر کردہ شد تحریم را در اشیاء مذکورہ حالانکہ در حدیث سباع وحمار وماننداینہا نیز حرام شمردہ شدہ است پس وجہ تطبیق چہ باشد گوئیم حصر اضافی است بہ نسبت بحائر وسوائب کہ حرام می دانستند پس در بہیمۃ الانعام ہیچ چیز حرام نیست غیر اشیاء مذکورہ و در خبائث وسباع مانند آں سخن نداشتند ۱۲

ارشاد فرمایا کہ اگر واقعی دل و جان سے تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو اور تحریمات لغیر اللہ کے ذریعے شرک سے سچی توبہ کر چکے ہو تو اس بات کا عملی ثبوت بھی دو اور وہ یہ ہے کہ سائبہ بحیرہ وغیرہ کو کھاؤ اور ان سے فائدہ اٹھاؤ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ ابھی تم خالص اللہ کی عبادت نہیں کر رہے ہو بلکہ تمہارے اعمال میں ابھی شرک کا شائبہ موجود ہے۔ اور پھر اللہ کا شکر بھی بجا لاؤ جس نے تم کو یہ حلال چیزیں عطا فرمائی ہیں کیونکہ اس کا شکر بھی ایک بہت بڑی عبادت ہے اور اس کے بغیر عبادت کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اللہ کی دی ہوئی حلال چیزوں کا ایک شکریہ یہ بھی ہے کہ انہیں شرک کا ذریعہ نہ بنایا جائے اور اپنی طرف سے ان کو حرام نہ کیا جائے۔ **۳۱۴** اب یہاں سے ان چیزوں کی حرمت کا بیان شروع ہوتا ہے جن کو مشرکین حلال سمجھتے تھے۔ اس آیت میں حصر کے ساتھ چار چیزوں کی حرمت بیان کی گئی ہے (۱) مردار (۲) بہنے والا خون (۳) خنزیر (۴) نذر لغیر اللہ۔ اب ایک اشکال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اِنَّمَا کلمۂ حصر استعمال کر کے حرام چیزوں کو صرف چار میں بند کر دیا ہے حالانکہ ان چار چیزوں کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں حرام ہیں جن کی حرمت خود قرآن میں اپنی اپنی جگہ مذکور ہے تو پھر اس حصر کا کیا مطلب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں چوپایوں کی حلت و حرمت کا کوئی قانون بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ مقصود صرف مشرکین کی خود ساختہ تحلیل کی تردید ہے۔ مشرکین نے بحیرہ، سائبہ اور وصیلہ وغیرہ کو جن کا ذکر سورۂ مائدہ میں آئے گا، اپنی طرف سے حرام کر رکھا تھا تو ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن چیزوں کو تم نے حرام ٹھہرا رکھا ہے وہ حرام نہیں ہیں بلکہ حرام تو صرف یہ اشیا ہیں۔ لیس المراد من الاٰیۃ قصر الحرمۃ علی ما ذکر مطلقاً کما ھو الظاھر۔۔۔ بل مقید بما اعتقدوہ حلالاً (روح ص۴۳ ج ۲) مَیْتَۃ سے مراد مردہ جانور ہے جو ذبح کئے یا ہلاک کئے بغیر از خود مر جائے یا اسے ذبح تو کیا جائے لیکن وہ ذبح شرعی طریقہ کے مطابق نہ ہو۔ وھی التی ماتت من غیر ذکوۃ شرعیۃ (روح ص۴۱ ج ۲) جس طرح مردار کا گوشت کھانا حرام ہے اسی طرح اس کے باقی تمام اجزا سے فائدہ اٹھانا بھی جائز نہیں۔ البتہ اس کے بال، ہڈی بشرطیکہ اسے تمام رطوبتوں سے پاک صاف کر لیا گیا ہو اور اس کا چمڑہ دباغت (رنگائی) کے بعد پاک ہیں۔ ان کا استعمال جائز ہے اور دَم (خون) سے مراد دم مسفوح ہے یعنی وہ خون جو جانور کے بدن کے کسی حصہ سے بہہ کر نکلے جیسا کہ ذبح کے وقت رگوں سے خون نکلتا ہے۔ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ خنزیر کے تمام اجزا یعنی گوشت کھال، ہڈی، چربی، بال وغیرہ سب حرام ہیں۔ اس کے بدن کے کسی حصہ سے انتفاع جائز نہیں کیونکہ وہ نجس العین ہے اور گوشت کی تخصیص صرف اس لئے کی گئی ہے کہ گوشت ہی جانور کا مقصودی اور ضروری حصہ ہوتا ہے جب وہ حرام ہے تو باقی اجزا بطریق اولیٰ حرام ہوں گے۔ ان محرمات میں سے چوتھی چیز مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ہے اُهِلَّ اِهْلَال سے ہے جس کے معنے آواز بلند کرنے اور شہرت دینے کے ہیں۔ الاھلال اصلہ رفع الصوت (کبیر ص۲۱ ج ۲) یعنی وہ جانور بھی حرام ہیں جنہیں غیر اللہ کے نام پر شہرت دیدی جائے۔ اور غیر اللہ کی تعظیم اور خوشنودی کے لئے نامزد کر دیا جائے ــــــ مثلاً اگر کسی مشرک نے اپنے معبود کے لئے بکرا یا مرغا نامزد کر دیا یا کسی مسلمان نے کسی نبی یا ولی کے لئے کوئی جانور نامزد کر دیا اور مقصد یہ رکھا کہ یہ راضی ہو جائیں گے اور میری حاجت پوری کر دیں گے یا مشکل آسان کر دیں گے تو یہ جانور حرام ہیں اگر اسی نیت سے ان کو ذبح کیا گیا اور ذبح کے وقت خدا ہی کا نام لے کر ان کی گردن پر چھری چلائی تو پھر بھی یہ حلال نہیں ہوں گے۔ کیونکہ اس مشرکانہ نیت کی وجہ سے وہ جانور حرام ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب خدا کا نام لے کر ذبح کرنے سے وہ حلال اور پاک نہیں ہوگا جس طرح کتا اور خنزیر خدا کا نام لے کر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح غیر اللہ کی تعظیم اور خوشنودی کی خاطر نامزد کیا ہوا جانور بھی خدا کا نام لے کر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہو سکتا۔ جو شخص غیر اللہ کے تقرب اور رضا کے لئے ایسا کرتا ہے یعنی غیر اللہ کے لئے جانور کو نامزد کر کے پھر اسی نیت پر اسے ذبح بھی کر ڈالتا ہے تو وہ شخص مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ ذبیحہ حرام ہوتا ہے۔ قال العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحھا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد (کبیر ص۲۱ ج ۲) نیشاپوری ص۱۰ ج ۲) حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی فتاوٰی عزیزیہ میں رقمطراز ہیں کہ:-

در حدیث صحیح وارد شدہ کہ ملعونٌ من ذبح لغیر اللہ یعنی ہر کہ بذبح جانور تقرب بغیر خدا نماید ملعون است خواہ در وقت ذبح نام خدا بگیرد یا نہ۔ زیرا کہ چوں شہرت داد کہ ایں جانور برائے فلانست ذکر نام خدا بوقتِ ذبح فائدہ نہ کرد چہ آں جانور منسوب باآں غیر گشت و خبثے در آں پیدا شد کہ زیادہ از خبث مردار است و ہر گاہ ایں خبث در وے سرایت کرد دیگر بذکر نام خداوند حلال نمی شود مانند سگ و خوک کہ اگر بنام خداوند مذبوح شوند حلال نمی گردند۔ (فتاوٰی عزیزی ص۵۶ ج ۱)

صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص جانور ذبح کرنے سے غیر اللہ کا تقرب چاہے وہ ملعون ہے ذبح کے وقت خدا کا نام لے یا نہ لے کیونکہ جب اس نے مشہور کر دیا کہ یہ جانور فلاں غیر خدا کے لئے ہے تو ذبح کے وقت خدا کا نام لینے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا جب وہ جانور بطور نذر و منت غیر خدا کی طرف منسوب ہو گیا تو اس میں مردار سے بھی بڑھ کر نجاست پیدا ہو گئی اور اس میں اس طرح گھس جائے گی کہ اب وہ خدا کا نام لے کر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوگا۔ جس طرح کتا اور خنزیر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتے۔

اس کی مزید تحقیق سورۂ مائدہ میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ **۳۱۵** اس آیت میں اضطراری حالت کا حکم بیان فرمایا کہ اگر کوئی شخص بھوک سے مر جا رہا ہو اور کھانے کے لئے کوئی حلال چیز موجود نہ ہو، یا کسی کو کسی ظالم و جابر نے حرام چیز کھانے پر مجبور کیا ہو اور نہ کھانے کی صورت میں جان کا خطرہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں مذکورہ بالا حرام چیزوں مثلاً غیر اللہ کی نیاز وغیرہ میں سے بقدر ضرورت کھا لے تو اسے گناہ نہیں ہوگا وھذہ الضرورۃ لھا سببان احدھما الجوع الشدید وان لا یجد ماکولا حلالا یسد بہ الرمق فعند ذلک یکون مضطرا الثانی اذا اکرھہ علی تناولہ مکرہ فیحل لہ تناولہ (کبیر ص۲۳ ج ۲) مگر اس اجازت کے ساتھ دو قیدیں بھی لگا دیں ایک غَيْرَ بَاغٍ کی اور دوسری وَلَا عَادٍ کی۔ غیر باغ کا مطلب یہ ہے کہ صرف بوقت ضرورت کھائے اور بلا ضرورت نہ کھائے اور ولا عاد کا مطلب ہے کہ بقدر سد رمق کھائے اور ساتھ نہ لے جائے مگر آج کل عرسوں میں کیا ہوتا ہے غیر اللہ کی نیازیں پیٹ بھر کر کھاتے ہیں اور پھر بطور تبرک باندھ کر ساتھ گھر لے جاتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ جو تمہارے گناہوں پر بھی بعض اوقات مواخذہ نہیں کرتا اور مشکل اوقات میں آسانیاں بہم پہنچا دیتا ہے **۳۱۶** نذر غیر اللہ کے احکام بیان کرنے کے بعد اب ان لوگوں کے لئے زجر اور تخویف اخروی بیان فرمائی جو نہ صرف یہ کہ نذر غیر اللہ کے احکام چھپاتے ہیں بلکہ خود غیر اللہ کی نذریں نیازیں کھاتے بھی ہیں جن کو اللہ نے صاف صاف حرام فرمایا ہے۔ آج کل جو مولوی اور گدی نشین نذر و نیاز کا صحیح مسئلہ بیان نہیں کرتے بلکہ خود غیر اللہ کی نیازیں مزے سے کھاتے ہیں ان کے لئے بھی آخرت میں یہی سزا مقرر ہے۔ یہ آیت اگرچہ یہود کے حق میں نازل ہوئی تھی جو تورات میں بیان کئے ہوئے حلت و حرمت وغیرہ کے احکام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تورات میں بیان کردہ اوصاف چھپاتے تھے لیکن اس کا حکم عام ہے اور امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علماء کو بھی شامل ہے جو خدا کی کتاب کے احکام کما حقہ لوگوں تک نہیں پہنچاتے خصوصاً توحید کے اثبات اور شرک و بدعت اور نیازات غیر اللہ کی تردید کے متعلق قرآنی آیات کو لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرتے۔ اور اس حق پوشی سے ان کا مقصد صرف دنیا کی حقیر دولت کمانا اور اپنی گدیوں کو محفوظ کرنا ہوتا ہے کیونکہ حق بتلانے سے ناجائز نذر و نیاز کی تمام آمدنیاں بند ہو جاتی ہیں اس لئے ان دنیوی منافع اور آمدنیوں کو بحال رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ نذر غیر اللہ کے خدائی احکام لوگوں سے چھپائیں کیونکہ اگر عوام کو معلوم ہو جائے کہ غیر اللہ کی نذر و نیاز دین میں ناجائز اور حرام ہے تو پھر وہ کیوں انہیں نذریں نیازیں پیش کریں گے۔ **۳۱۷** حق چھپانے کی وجہ سے جو رقمیں، نذریں اور ہدیے ان کو ملتے ہیں۔ یہ سب جہنم کی آگ ہیں اور یہ ظالم دنیا میں یہ چیزیں کھا کر جہنم کی آگ سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں، چونکہ یہ چیزیں جہنم کی آگ میں جلنے کا سبب اور موجب ہیں تو گویا یہی جہنم کی آگ ہیں۔ لانہ لما اکل ما یوجب النار فکانہ اکل النار (کبیر ص۳۲ ج ۲) **۳۱۸** ان سے کلام

نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ قیامت کے دن خدا کی رحمت و شفقت سے محروم کردیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ مہربانی اور رحمت کے ساتھ ان سے کلام نہیں کرے گا بلکہ حکم ہوگا اخسئوا (دفع ہو جاؤ) اور انہیں نیاز یں کھانے اور دوسرے گناہوں کی میل اور گندگی سے پاک نہیں کرے گا۔ ای لا یطہرھم من دنس الذنوب (روح ص۴۴ ج ۲) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ۔ ان لوگوں نے تو حق چھپا کر ہدایت کے عوض گمراہی خریدلی۔ کتاب اللہ جس کے احکام سراسر حق و ہدایت تھے اور جس میں نذر و نیاز غیر اللہ کی حرمت موجود تھی اسے چھپایا اور ہدایت کی جگہ گمراہی پھیلائی محض دنیا کی حقیر دولت اور گدیوں کی حفاظت کی خاطر بسبب کتمانھم الحق لمطامع الدنیة والاغراض الدنیویة (روح ص۴۴ ج ۲) اگر یہ لوگ نذر غیر اللہ کا مسئلہ جس کی حرمت ان کی کتاب میں بصراحت مذکور ہے اور اسی طرح دیگر مسائل کو بیان کرتے اور ان پر عمل پیرا ہوتے تو ان کے لئے مغفرت تھی لیکن انہوں نے یہ مسئلہ چھپایا اور عملاً اس کی خلاف ورزی کی اس وجہ سے ان کے لئے عذاب ہے انہوں نے دنیا میں تو ہدایت کے بجائے گمراہی اختیار کی اور آخرت کی زندگی کے لئے جو سب سے بڑی

النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ

دوزخ پر ۳۱۹ یہ اس واسطے کہ اللہ نے نازل فرمائی کتاب سچی ۳۲۰ اور

الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع لَيْسَ

جنہوں نے اختلاف ڈالا کتاب میں وہ بیشک ضد میں دور جا پڑے ۳۲۱ ف نیکی کچھ بھی

الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ

نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف ۳۲۳ ف لیکن

الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ

بڑی نیکی ف تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور

الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى

سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر ۳۲۳ اور دے مال اس کی محبت پر ۳۲۴ رشتہ داروں کو

وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ

اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور

فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ

گردنیں چھڑانے میں ۳۲۵ ف اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور پورا کرنیوالے

بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ

اپنے اقرار کو جب عہد کریں ۳۲۶ اور صبر کرنے والے سختی میں اور تکلیف میں

وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ

اور لڑائی کے وقت ۳۲۷ یہی لوگ ہیں سچے ۳۲۸ اور یہی ہیں

الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ

پرہیز گار اے ایمان والو فرض ہوا تم پر

الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ

(قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں ۳۲۹ ف آزاد کے بدلے آزاد ف اور غلام کے بدلے غلام ف

ع ۲۱ / ۹ / ۵

م یعنی یہ دنیا میں گمراہی اور آخرت میں عذاب اس لئے ہے کہ محض عناد کی وجہ سے کتاب اللہ کے حکم کو چھوڑ دیا ۱۲

سے بحث کے خاتمہ پر تحویل قبلہ کے مسئلہ کی مزید تنویر ۱۲

سے اے امدح الصابرین پر منصوب علی المدح

سے جماعت حق کی وجہ سے آنے والی تکلیفوں پر صبر کرنے والوں کی امتیازی شان ظاہر کرنے کے لئے الصّٰبرین میں عنوانِ تعبیر رفع سے نصب کی طرف تبدیل کیا گیا ۱۲

سے سورت کے دوسرے حصے کی ابتداء ۱۲

سے پہلا انتظامی حکم قصاص لیا کرو تاکہ ملک قتل و خونریزی سے محفوظ ہو جائے ۱۲

نعمت ہدایت یافتہ ہونے کی صورت میں ان کے لئے مقدر تھی اسے گمراہی اختیار کرکے عذاب دائمی سے تبدیل کرلیا۔ ۳۱۹ یہ فعل التعجب ہے یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کا عذاب برداشت کرنیکے لئے وہ بہت دلیر ہیں جبھی تو وہ بے کھٹکے کتمانِ حق کئے جارہے ہیں۔ اور خدا کے عذاب کی ذرا پرواہ نہیں کرتے ما اشجعھم علی النار اذ یعملون عملا یؤدی الیھا (قرطبی ص۲۳۶ ج ۲) ۳۲۰ ذٰلِكَ سے مذکورہ عذاب کی طرف اشارہ ہے اور باء۔ لیستیقنوا محذوف کے متعلق ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ (حج ع ۱) ای لتستیقنوا بان اللہ الخ اور ایک جگہ فرمایا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (انفال ع ۲) اور اَلْكِتٰبَ سے جنس کتاب مراد ہے۔ الکتٰب جنس ہے۔ الحق سے مراد سچائی یا دلیل اور حجت ہے۔ بالحق ای بالصدق وقیل بالحجة (قرطبی ص۲۳۷ ج ۲) اور بالحق میں با بمعنی لام ہے اور اس کے بعد مضاف محذوف ہے ای لاظھار الحق (مدارک) یعنی یہ عذاب اس لئے دیا جائے گا تاکہ ان کو یقین ہو جائے کہ اللہ نے ان پر اظہار حق کے لئے کتاب نازل فرمائی جس میں نیاز ات غیر اللہ کی حرمت کا بیان تھا مگر وہ باز نہ آئے کیونکہ وہ محض ضدی اور معاند تھے۔ ۳۲۱ اب جن لوگوں نے ہماری کتابوں میں اختلاف پیدا کیا ہے اور ان کے تمام احکام کو قبول کرنے میں تامل کیا ہے ان لوگوں کے پاس نہ کوئی صحیح دلیل ہے اور نہ کوئی معقول عذر۔ انہوں نے محض شدید مخالفت کی بنا پر ایسا کیا ہے اور یہ مخالفت قبول حق سے بہت دور ہے اور ضد و عناد کی حد تک پہنچی ہوئی ہے تو جو لوگ محض ضد و عناد کی وجہ سے حق کو چھپائیں اور گمراہی کی راہ اختیار کریں۔ ان کی یہی سزا ہے چنانچہ یہودی علماء اور ان کے پیر خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ نذر غیر اللہ کی حرمت ان کی تورات میں موجود ہے مگر اس کے باوجود وہ اس کو چھپاتے ہیں وہ محض ضد اور عناد کی بنا پر ایسا کررہے ہیں اور اسی وجہ سے وہ اس عذاب شدید کے مستحق ٹھہرائے گئے ہیں۔ یہی حال بعض موجودہ پیروں اور گدی نشینوں کا ہے جو محض ضد و عناد کی وجہ سے گمراہ ہو رہے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ جنہوں نے اختلاف کیا ہے۔ انہوں نے محض ضد و عناد کی وجہ سے اختلاف کیا ہے اور دوسری جگہ فرمایا کہ اختلاف صرف بڑے بڑے عالموں اور پیروں نے کیا ہے وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ (بقرہ ع ۲۶) اور ایک اور جگہ فرمایا کہ ان علماء اہل کتاب نے اختلاف جان بوجھ کر کیا وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ (آل عمران ع ۲) ۳۲۲ لفظ بِرّ عام ہے اور نیکی کی تمام انواع کو شامل ہے۔ البر جامع لانواع الخیر والطاعات المقربة الی اللہ تعالیٰ والخطاب لاھل الکتابین (روح ص۴۴ ج ۲) اس آیت میں یہود و نصاریٰ کو خطاب ہے۔ بحث رسالت کے اختتام

موضح قرآن ف یہود نے اپنی کتاب میں سے نبی آخر زمان کی صفت چھپا ڈالی اور بہت آیتوں کے معنی بدل ڈالے غرض دنیا کے واسطے ۱۲

فتح الرحمن ف۱ یعنی توجہ بجہت مشرق و مغرب چنانکہ یہود و نصاریٰ زعم میکنند نیکوکارے نیست بلکہ منسوخ شدہ است ۱۲ ف۲ یعنی صاحب آں نیکوکاری کہ ملتہائے ودان اختلاف ندانند آنست ۱۲ ف۳ یعنی در آزادی بندگاں یا خلاصئی مکاتب ۱۲ ف۴ یعنی اعتبار مماثلت در کشتگاں ۱۲ ف۵ یعنی مثل اوست در حکم ۱۲ ف۶ یعنی مثل اوست در حکم ۱۲

پر تحویل قبلہ کے متعلق دوبارہ اہل کتاب کے خیال کی تردید فرمادی ہے۔ تحویل قبلہ کے معاملہ کو اہل کتاب بڑے شد و مد کے ساتھ بیان کرتے تھے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تاکیداً ان کا دوبارہ رد فرمایا ہے۔ یہودی مغرب کی طرف بیت المقدس کو صحیح قبلہ سمجھتے تھے اور عیسائی جانب مشرق کو کیونکہ حضرت مریم دردِ زہ کے وقت شہر سے مشرق کی جانب نکلی تھیں اور دونوں گروہوں کا عقیدہ تھا کہ ان کا قبلہ صحیح ہے باقی تمام قبلے غلط ہیں۔ اور اصل نیکی یہ نہیں ہے بلکہ اصل نیکی تو خالص ایمان اور عمل صالح یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو ماننا اور ان کی تعمیل ہے وہ جس سمت منہ کرنے کا حکم دیدے۔ بس وہی اصل قبلہ ہے نیز اس میں ان مشرک اقوام کی بھی تردید ہے جو ان سمتوں کو خیر و شر اور موت و حیات کا منبع و مصدر سمجھ کر مقدس جانتے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔ ۳۲۳ البرّ چونکہ معنی ہے اور مَنْ اٰمَنَ ذات ہے جو اس پر محمول نہیں ہو سکتی اس لئے یہاں یا تو البر سے پہلے ذا ـــــ محذوف ہے یا مَنْ اٰمَنَ سے پہلے برّ مضاف محذوف ہے یعنی ولکن ذا البر من اٰمن یا ولکن البر بر مَنْ اٰمَنَ یہود و نصاریٰ کے باطل خیال کی تردید کے بعد اصل نیکی کا بیان فرمایا کہ اصل نیکی تو ایمان اور عمل صالح ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ایمان کا ذکر ہے یعنی اللہ پر، قیامت پر، فرشتوں پر، خدا کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر۔ لیکن ایمان سے مراد وہ ایمان ہے جو خالص ہو اور شرک سے پاک ہو۔ یہود و نصاریٰ کے ایمان کی

وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ

اور عورت کے بدلے عورت ۳۳۳ پھر جس کو معاف کیا جائے ۳۳۴ اس کے بھائی کی طرف سے ۳۳۵ کچھ بھی فل تو تابعداری کرنی چاہیے

بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ۭ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ

موافق دستور کے فت اور ادا کرنا چاہیئے اس کو خوبی کے ساتھ ۳۳۶ فٹ یہ آسانی ہوئی تمہارے

رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ

رب کی طرف سے اور مہربانی پھر جو زیادتی کرے اس فیصلہ کے بعد تو اس کے لئے ہے عذاب

اَلِيْمٌ ۝۱۷۸ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ

دردناک ف اور تمہارے واسطے قصاص میں زندگی ہے لے عقلمند و

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۷۹ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ

تاکہ تم بچتے رہو ۳۳۴ ف فٹ فرض کر دیا گیا تم پر جب حاضر ہو کسی کو تم میں

الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَۨا ښ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ

موت بشرطیکہ چھوڑے کچھ مال ۳۳۵ وصیت کرنا ماں باپ کے واسطے اور

الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَي الْمُتَّقِيْنَ ۝۱۸۰ۭ فَمَنْۢ

رشتہ داروں کے واسطے انصاف کے ساتھ یہ حکم لازم ہے پرہیزگاروں پر فک پھر جو کوئی

بَدَّلَهٗ بَعْدَمَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَي الَّذِيْنَ

بدل ڈالے وصیت کو بعد اس کے جو سن چکا تو اس کا گناہ انہی پر ہے جنہوں نے

يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۸۱ۭ فَمَنْ خَافَ مِنْ

اس کو بدلا بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے فک پھر جو کوئی خوف کرے

مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ

وصیت کرنے والے سے طرفداری کا یا گناہ کا پھر ان میں باہم صلح کرا دے ۳۳۶ تو اس پر کچھ گناہ

عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۸۲ۧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

نہیں بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے فٹ اے ایمان والو

ع ۲۲ ۶

موضح قرآن ف صاحب کے بدلے صاحب اور غلام کے بدلے غلام اسی طرح عورت یعنی ہر صاحب دوسرے صاحب کے برابر ہر غلام دوسرے غلام کے برابر ہے۔ اشراف اور کم ذات کا فرق دولت مند اور فقیر کا فرق نہیں جیسے کفر میں معمول ہو رہا تھا جس کو معاف ہوا یعنی مقتول کے وارث اگر قصاص موقوف کرکے مال پر راضی ہوں تو قاتل کو چاہیئے کہ ان کو راضی کرے اور منت اٹھا کر خون بہا پہنچاوے یہ آسانی ہوئی یعنی اگلی امت پر قصاص ہی مقرر تھا اس امت پر معاف کرنا اور مال پر صلح کرنا بھی ٹھہرا۔ پھر جو کوئی زیادتی کرے یعنی صلح کرکے مبلغ خوں بہا لے کر پھر مارنے کا قصد کرے۔ ف یعنی حاکموں کو چاہیئے کہ قصاص دلانے میں قصور نہ کریں تا آئندہ خون کرنا بند ہو۔ ف کفر کی رسم میں مرنے کا وارث اولاد کے سوا کوئی نہ تھا اور اولاد میں بھی فقط بیٹا سوا اول اللہ صاحب نے وارث اولاد ہی رکھی ہے۔ مردے کو ضرور ہوا کہ ماں باپ کو اور ناتے والوں کو موافق ان کی حاجت کے روبرو دلوا جاوے۔ ف یعنی اگر مردہ کہہ مرا تھا اور دینے والوں نے نہ دیا مردہ بے گناہ ہے وہی ہیں گنہگار۔ ف یعنی کسی نے دیکھا کہ مردہ بے انصافی سے دلوا گیا اولاد کو بہت تھوڑا بچا تو اوروں کو سمجھا کر صلح کروا دے ویسا بدلنا گناہ نہیں۔ اول اللہ صاحب نے یہ حکم فرمایا تھا بعد اس کے سورۂ نساء میں وارثوں کے حصے آپ ہی ٹھہرا دیئے اب مردے کا دلوانا موقوف ہوا۔

۳۴ بالباطل سے مال حرام کھانے سے منع فرمایا درمیان میں روزہ کا ذکر کیا کیونکہ وہ اکل حرام سے مانع ہے ۱۲

فتح الرحمٰن ف یعنی چیزے از خون مسلمان مقتول ۱۲ ف یعنی ولی دم اس معاملہ مطالبہ کنند نہ بدرشتی ۱۲ ف یعنی قاتل بخوشخوئی ادا نماید نہ بصعوبت ۱۲ ف مترجم گوید اہل جاہلیت شریف در مقابلہ وضیع نمی کشتند و در مقابلہ شریف چند کس از وضیع می کشتند۔ خدائے تعالیٰ نازل فرمود کہ حکم الٰہی باعتبار مماثلت ست در اجناس کشتگاں کہ باین معنی کہ احرار را حکم جدا است کہ هم حر مثل حر دیگر است و در آں حکم و عبید را حکم جدا است کہ ہر عبد مثل عبد دیگر است در آں حکم و زناں را حکم جدا است و ہر زن مثل زن دیگر است در آں حکم و امتیاز حکم زناں در باب دیات است نہ در باب قود پس ہر فردے از یں جنس مساوی است با فرد دیگر ہر چند بعضے شریف باشد و بعضے وضیع بعضے جمیل و بعضے ذمیم و بعضے مالدار و بعضے فقیر و سنت یاد کردہ اند دو جنس دیگر کہ مسلمان در مقابلہ مسلمان است و کافر در مقابلہ کافر پس اگر بعضے ورثہ عفو کنند باز کشتن کشتہ نگردد خون بہا قبول نماید و ولی دم را باید کہ بحسن معاملہ مطالبہ کنند نہ بدرشتی و قاتل را باید کہ بخوشخوئی ادا کند نہ بدخوئی واللہ اعلم ۱۲ ف مترجم گوید حکم وصیت منسوخ است بآیت مواریث واللہ اعلم ۱۲ ف مترجم گوید مضمون ایں آیت تخییر است در صوم و فدیہ و ایں معنی منسوخ شد بآیتی کہ متصل می آید۔ مترجم گوید شاید کہ معنی آیت چنیں باشد و واجب است بر آناں کہ می توانند دادن فدیہ را دادن فدیہ کہ عبارت از طعام یک درویش است مراد صدقۃ الفطر است و سنت آں را مقدم کردہ بیک صاع جو یا نیم صاع از گندم پس آیت محکم باشد نہ منسوخ و شاید کہ معنی آیت چنیں باشد و واجب است بر آناں کہ می توانند قضا کردن یعنی و قضا نکردند تا آنکہ رمضان دیگر در آمد واللہ اعلم ۱۲

طرح نہ ہو جو خدا پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کے شریک سمجھتے تھے اور انہیں پکارتے تھے والمراد بھذا الایمان ایمان خال عن شائبۃ الاشراک لا کایمان الیہود و النصاریٰ القائلین عزیر ابن اللہ والمسیح ابن اللہ (روح ص۴۳ ج ۲) اسی طرح فرشتوں، پیغمبروں اور کتابوں پر بھی بلاتفریق ایمان لائے۔ ایسا نہ ہو کہ بعض فرشتوں اور پیغمبروں کو مانے اور بعض سے عداوت رکھے اسی طرح بعض کتابوں کو مانے اور بعض کو نہ مانے۔ ایسا ایمان قابل قبول نہیں **۳۲۴** اب یہاں سے اعمال صالحہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ اعمال کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق مال خرچ کرنے سے ہے۔ دوسرے وہ جن کا تعلق انسان کے بدن سے ہے۔ حُبِّہٖ کی ضمیر المال کی طرف راجع ہے مطلب یہ ہے کہ مال و دولت کی محبت کے باوجود وہ اسے خرچ کرے۔ ذوی القربیٰ۔ یہ اٰتی کا مفعول ہے اور رشتہ داروں سے مراد غریب اور محتاج رشتہ دار ہیں والیتامیٰ یتیم کی جمع ہے اور یتیم ہر اس نابالغ کو کہتے ہیں جس کا باپ مر چکا ہو جب یتیم کا اپنا کوئی مال نہ ہو۔ تو اس کی پرورش بھی اسکے قریبی رشتہ داروں پر لازم ہے۔ وَالْمَسٰکِیْنَ مسکین کی جمع ہے یعنی حاجت مند اور محتاج وابن السبیل یعنی مسافر جب سفر میں بے خرچ ہو جائے اگرچہ اس کے گھر میں مال موجود ہو وَالسَّآئِلِیْنَ اس سے مراد بھی حاجت مند لوگ ہی ہیں تو مساکین اور سائلین میں یہ فرق ہے کہ مساکین وہ ہیں جو کسی سے نہ مانگیں اور سائلین وہ ہیں جو مانگ لیں۔ اھل الحاجۃ ثم ھو ضربان منھم من یکف عن السؤال وھو المراد ھٰھنا ومنھم من یسأل وینبسط وھو المراد بقولہ والسائلین (کبیر ص۶۸ ج ۲) **۳۲۵** رَقَبَۃٌ کی جمع ہے اور رقبہ سے مجازاً شخص مراد ہے۔ الرقبۃ مجاز عن الشخص (روح ص۴۷ ج ۲) رقاب میں خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں چھڑایا جائے۔ ای فی تخلیص الرقاب وفکاکھا (روح ص۴۷ ج ۲) یہاں فک رقاب سے بعض مفسرین نے غلاموں کو آزاد کرانا اور بعض نے قیدیوں کو چھڑانا مراد لیا ہے مگر عموم لفظ اس بات کا مقتضی ہے کہ اس سے یہ دونوں مراد ہوں اور ان کے علاوہ وہ مقروض جو موحد ہو اور مشرک نہ ہو اس کی امداد کرنا بھی اس میں شامل ہو یہاں تک مالی صدقات کا ذکر تھا۔ اب آگے نماز کا ذکر ہے جو تمام عبادات بدنیہ میں سب سے اعلیٰ ہے۔ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ اقامت صلوٰۃ کا مفہوم وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ کے تحت گذر چکا ہے۔ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ پہلے نفلی صدقات کا ذکر تھا یہاں فرضی صدقہ یعنی زکوٰۃ کا ذکر فرمایا ہے۔ والمراد بالصلوٰۃ المفروضۃ کالزکوٰۃ فی واٰتی الزکوٰۃ بناءً علی ان المراد بما مر من ایتاء المال نوافل الصدقات (روح ص۴۷ ج ۲) **۳۲۶** عقائد و اعمال کی تصحیح کے بعد اب حسن اخلاق کا ذکر کیا جا رہا ہے اور عہد سے یہاں کوئی خاص عہد مراد نہیں بلکہ اس سے ہر وہ عہد مراد ہے جو کسی انسان نے کسی دوسرے انسان سے کیا ہو یا اللہ تعالیٰ سے کیا ہو۔ ای فیما بینھم وبین اللہ تعالیٰ وفیما بینھم وبین الناس (قرطبی ص۲۴۲ ج ۲) والظاھر حمل العھد علی ما یشمل حقوق الحق وحقوق الخلق (روح ص۴۷ ج ۲) انسانوں سے کئے گئے صرف ان وعدوں کا پورا کرنا جائز اور لازم ہے جو شریعت کے خلاف نہ ہوں۔ خلاف شریعت کام کے متعلق وعدہ پورا کرنا جائز نہیں۔ خدا سے کئے ہوئے عہد میں خدا کے نام کی نذر اور خدا کے نام کی قسم بھی شامل ہیں۔ اگر خدا کے لئے نذر مانی ہے تو اسے پورا کرنا واجب ہے البتہ غیر اللہ کی نذر و منت ناجائز اور شرک ہے اور کوئی جہالت سے مان بیٹھے تو اس سے توبہ کرے اور اس کو پورا نہ کرے۔ اسی طرح اگر کسی نے خدا کے نام کی قسم کھائی ہے اگر وہ ناجائز کام پر نہیں تو اسے ضرور پورا کرے اگر ناجائز کام پر ہے تو قسم توڑ دے۔ غیر اللہ کے نام کی قسم کھانی درست نہیں۔ **۳۲۷** الصّٰبِرِیْنَ منصوب علی المدح اور اس کا عامل محذوف ہے یعنی امدح۔ الصابرین کو ماقبل سے اس لئے جدا کیا گیا ہے تاکہ صابرین کی مزید فضیلت ثابت ہو جائے۔ البأسآء والضرآء دونوں کے معنی شدت اور تکلیف کے ہیں لیکن بأساء کا تعلق مال سے ہے یعنی فقر و فاقہ وغیرہ اور ضراء کا تعلق بدن سے ہے جیسے بیماری البأساء فی الاموال کالفقر والضراء فی الانفس کالمرض (بیضاوی ص۶۲) اور البأس سے مراد جنگ و جہاد ہے ای وقت القتال وجھاد العدو (روح ص۴۷ ج ۲) مطلب یہ کہ صرف آرام سے نماز پڑھنے ہی سے کام نہیں چلے گا بلکہ جہاد بھی کرنا پڑے گا۔ اور مال و جان میں تکلیفیں بھی برداشت کرنی پڑیں گی اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے۔ **۳۲۸** اُولٰٓئِکَ سے مذکورہ بالا صفات سے متصف لوگ مراد ہیں یعنی نیکی کے سچے طالب تو وہ لوگ ہیں جن میں ایمان و عمل (یعنی اللہ کے احکام کو دل و جان سے ماننے) اور حسن اخلاق کی مذکورہ بالا تمام خوبیاں موجود ہوں نہ کہ وہ لوگ جنہوں نے مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے کو ہی نیکی سمجھ رکھا ہے اور اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔ اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔ یہ آیت تمام اعمال خیر کی جامع ہے۔ اس میں تمام بنیادی عقائد اور ضروری اعمال آگئے ہیں اس لحاظ سے یہ آیت اصول دین میں سے ایک بہت بڑی اصل ہے۔

حصہ دوم

(۱) جہاد فی سبیل اللہ　(۲) انفاق فی سبیل اللہ

تمہید یہاں تک سورۂ بقرہ کا پہلا حصہ جس میں توحید و رسالت کا بیان تھا، ختم ہو گیا۔ اب آگے دوسرا حصہ شروع ہو رہا ہے۔ اس حصہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں جن کا تعلق عمل سے ہے ایک جہاد فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں اللہ کی توحید اور اس کے دین کی خاطر لڑنا اور دوسرا انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے دین کی خاطر اپنی دولت خرچ کرنا۔

اصل مسائل شروع کرنے سے پہلے امور انتظامیہ بیان فرمائے ہیں۔ کیونکہ باہمی نظم و ضبط اور محبت و انس کے بغیر اجتماعی قوت کے ساتھ جہاد نا ممکن ہے اور امور انتظامیہ کی پابندی صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ انسان کے دل میں خدا کا خوف اور اس کا باطن درست اور اس کی نیت نیک ہو اس لئے امور انتظامیہ کے ساتھ اور ان کے درمیان چند امور مصلحہ کا ذکر فرما دیا۔ مثلاً نماز، روزہ، حج۔ اس کے بعد جہاد کا ذکر ہے اور جہاد کے حکم کے ساتھ ساتھ امور مصلحہ بھی ذکر ہو رہے ہیں۔ تاکہ روزہ سے باطن کی صفائی حاصل ہو جائے اور حج کے موقع پر بیت اللہ میں حاضر ہو کر اللہ سے فتح کے لئے دعا کرو کیونکہ وہاں دعا قبول ہوتی ہے اور نماز سے باہمی محبت پیدا ہو گی۔ **۳۲۹** امور انتظامیہ میں سے یہ پہلا امر انتظامی ہے۔ یہودیوں کے مذہب میں قتل کی سزا صرف قتل ہی تھی۔ معافی کی صورت کوئی نہیں تھی۔ عیسائیوں کے یہاں بس ایک ہی عفو و درگذر کا قانون تھا۔ قصاص نہیں تھا۔ عرب میں قصاص اور عفو دونوں چیزیں موجود تھیں لیکن ان میں بہت افراط و تفریط سے کام لیا جاتا تھا۔ اگر قاتل کوئی معمولی آدمی ہوتا اور مقتول بڑا خاندانی تو اس کے عوض قاتل کے قبیلہ سے کئی آدمی قتل کر دیئے جاتے تھے۔ اس طرح بڑے لوگ اپنے زخموں کے عوض بھی دگنی تگنی دیتیں وصول کرتے تو اللہ تعالیٰ نے قصاص اور دیت کے احکام نازل فرما کر ان تمام بے اعتدالیوں کی اصلاح فرما دی۔ قصاص کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے ساتھ وہی کچھ کیا جائے جو اس نے دوسرے کے ساتھ کیا ہو (کبیر ص۵۱ ج ۲، روح ص۴۹ ج ۲) یہاں مراد یہ ہے کہ قاتل کو مقتول کے بدلے قتل کیا جائے اور قصاص صرف حکومت ہی لے سکتی ہے عوام کو اختیار نہیں ہے کہ وہ خود اپنے مقتولین کا قصاص لیتے پھریں کیونکہ اس سے بہت بڑی بے اعتدالیوں کا دروازہ کھل جائے گا۔ عداوتیں بڑھ جائیں گی اور زمین میں دنگا فساد برپا ہو جائے گا۔ اتفق ائمۃ الفتویٰ علی انہ لا یجوز لاحد ان یقتص من احد حقہ دون السلطان ولیس للناس ان یقتص بعضھم من بعض (قرطبی ص۲۵۶ ج ۲) **۳۳۰** حنفیہ کے نزدیک اگر کسی آزاد نے غلام کو یا کسی مرد نے عورت کو قتل کر دیا تو غلام کے بدلے آزاد اور عورت کے بدلے مرد کو قصاص میں قتل کیا جائے گا حضرت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما، سعید بن مسیب، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابن ابی لیلیٰ، قتادہ اور حکم بن عتیبہ کا بھی یہی مسلک ہے (قرطبی ص۲۴۶ ج ۲) امام شافعی اور دوسرے ائمہ کے نزدیک غلام کے بدلے آزاد کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ عورت کے بدلے مرد سے قصاص لیا جائے گا۔ اس آیت

میں چونکہ آزاد کا آزاد سے اور غلام کا غلام سے اور عورت کا عورت سے تقابل کیا گیا ہے اس لئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آزاد کو آزاد کے بدلے، غلام کو غلام کے بدلے اور عورت کو عورت کے بدلے تو قتل کیا جائے گا لیکن آزاد کو غلام کے بدلے اور مرد کو عورت کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اس تقابل کا مفہوم مخالف یہی ہے۔ اس طرح یہ آیت فریقین کے خلاف جاتی ہے۔ امام شافعیؒ نے تو اس کا جواب یہ دیا کہ اس آیت کا ایک حصہ یعنی الانثیٰ بالانثیٰ حدیث سے منسوخ ہے حنفیہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ آزاد کے بدلے غلام قتل نہ کرنے کا حکم آیت کے مفہوم مخالف سے لیا گیا ہے حالانکہ مفہوم مخالف احکام شرعیہ میں حجت نہیں ہے۔ قالہ صاحب المدارك۔ **فائدہ:۔** حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مفہوم مخالف اثباتِ احکام از قسم حلال وحرام کے لئے تو معتبر نہیں البتہ تقدیم و تاخیر یا حصر وغیرہ کا نکتہ بیان کرنے کے لئے اسے ذکر کیا جا سکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ الحر بالحر میں حصر مقصود نہیں ہے بلکہ مقصد صرف قصاص میں مساوات بیان کرنا ہے یعنی جاہلیت کے زمانہ میں قصاص کے بارے میں جو زیادتیاں کی جاتی تھیں ان کی روک تھام مقصود ہے۔ قالہ الامام ولی اللہ الدہلوی ؒ۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ قصاص کے معنوں میں عموم ہے کہ یہ لفظ قتل اور جراحت دونوں پر بولا جاتا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کسی آدمی کے ساتھ وہی کچھ کرنا جو اس نے دوسرے کے ساتھ کیا ہو۔ اما القصاص فھو ان یفعل بالانسان مثل ما فعل (کبیر ص۵۱۵ ج ۲) نیز صراح میں قصاص کے یہ معنی لکھے ہیں "کشندہ را باز کشتن وجراحت کردن عوض جراحت"، تو آیت میں قصاص بالنفس اور قصاص بالاطراف دونوں کا ذکر ہے چنانچہ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی میں قصاص بالنفس کا حکم ہے۔ اور الحر بالحر میں قصاص فی الاطراف کا حکم ہے۔ اب اگر مفہوم مخالف بھی مراد لے لیا جائے تب بھی یہ آیت حنفیہ کے خلاف نہیں جاتی کیونکہ قصاص فی الاطراف میں آزاد کے اعضاء کو غلام کے بدلے اور مرد کے اعضاء کو عورت کے بدلے قطع نہیں کیا جاتا۔ قالہ الشیخ روح اللہ تعالیٰ روحہ یہ تو قصاص کا حکم تھا یعنی قصاص نفس اور قصاص اطراف۔ اب آگے فَمَنْ عُفِیَ لَہٗ سے دیت اور خوں بہا کا بیان ہے (دیت نفس اور دیت اطراف)

۳۳۱ مَن سے مراد قاتل ہے اور لہٗ کی ضمیر اسی کی طرف راجع ہے۔ اور مِنْ اَخِیْہِ میں ضمیر مجرور مَن کی طرف راجع ہے اور اَخِیْہِ سے مراد مقتول ہے اور مقتول کی طرف سے معافی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ورثاء معاف کر دیں۔ مقتول کو قاتل کا بھائی کہہ کر اس لئے ذکر کیا کہ قاتل کے دل میں شفقت اور ندامت کے جذبات پیدا ہوں کہ جسے اس نے قتل کیا ہے وہ کوئی غیر نہیں تھا بلکہ دین اور بشریت میں اس کا بھائی تھا۔ سماہ اخا استعطافا بتذکیر اخوۃ البشریۃ والدین (روح ص۵ ج ۲)

۳۳۲ شیٌ کی تنوین تنکیر کے لئے ہے مطلب یہ ہے کہ مقتول کے ورثاء کی طرف سے سب کچھ نہ سہی کچھ ہی معافی دیدی جائے مثلاً قصاص معاف کر دیا جائے اور دیت لے لی جائے۔

۳۳۳ صلح ہو جانے کی صورت میں قاتل اور مقتول کے ورثاء، دونوں کو حسن سلوک کی تلقین فرمائی یعنی مقتول کے ورثاء بھی معقول طریقے سے خوں بہا کا مطالبہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ فریق ثانی کو تنگ کرنے کے لئے خوں بہا کے مطالبہ میں سختی کریں اور نہ زیادہ کا مطالبہ کریں اسی طرح قاتل کو بھی چاہئے کہ وہ مقررہ رقم معاہدے کے مطابق ادا کرے اور ٹال مٹول نہ کرے۔ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ـــ ذٰلِكَ کا اشارہ حکم مذکور کی طرف ہے یعنی عفو اور دیت کی مشروعیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تخفیف اور مہربانی ہے کہ اس نے معافی اور خوں بہا کی سہولتیں پیدا کر دی ہیں کیونکہ عفو کی صورت میں قاتل کو سہولت ہے اور دیت کی صورت میں مقتول کے ورثاء کا فائدہ ہے۔ لما فی مشروعیۃ العفو تسہیل علی القاتل وفی شرعیۃ الدیۃ نفع لاولیاء المقتول (روح ص۵۱ ج ۲) فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ الخ یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو حدود اللہ کے واضح ہو جانے کے بعد ان سے تجاوز کریں۔ مثلاً قاتل کے بجائے کسی بے گناہ کو قتل کر دیں یا معافی اور خوں بہا وصول کرنے کے بعد قاتل کو قتل کر دیں یا بے گناہ پر قتل کا الزام لگا کر اس پر جھوٹا دعویٰ دائر کر دیں

۳۳۴ قصاص اگرچہ بظاہر بہت دشوار اور برا معلوم ہوتا ہے مگر عقلمند اور صاحبِ ہوش لوگ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ قصاص تو زندگی کا باعث ہے کیونکہ قصاص کے خوف سے قاتل قتل سے رک جائے گا اور اس طرح قاتل اور مقتول کی جان بچ جائے گی۔ اسی طرح قتل سے قاتل اور مقتول کے قبیلوں میں عداوت اور انتقام کی جس آگ کے بھڑکنے کا اندیشہ ہے وہ بھی نہیں بھڑکے گی۔ اور اس طرح دونوں خاندان قتل وخونریزی سے بچ کر آرام اور چین کی زندگی بسر کریں گے۔ اس لئے ارشاد فرمایا۔ اے دانشورو! قصاص بری چیز نہیں بلکہ یہ تو تمہاری جانوں کی حفاظت کی ضمانت اور تمہاری زندگی کا بیمہ ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ قصاص سے ایک طرف تو تم دنیا میں قتل اور خون خرابہ سے بچ جاؤ گے اور دوسری طرف آخرت میں قتل اور فساد فی الارض کے عذاب سے بچ جاؤ گے۔

۳۳۵ کُتِبَ عَلَیْکُمْ الخ خیر سے مراد یہاں مال ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ہے وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ (بقرہ ع ۳۷) اور معروف سے مراد عدل اور انصاف ہے یعنی وصیت کرنے میں باقی ورثاء کا بھی خیال رکھے کہ ان کی حق تلفی نہ ہو۔ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ متقین سے مراد مومنین ہیں اور متقین کی تعبیر سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ حکم وصیت اور اسی طرح دیگر احکام الٰہی کی رعایت متقیوں و پرہیزگاروں کا شیوہ ہے۔ وضع المظھر موضع المضمر للدلالۃ علی ان المحافظۃ علی الوصیۃ والقیام بھا من شعائر المتقین الخائفین من اللہ (روح ص۵۵ ج ۲) فَمَنْ بَدَّلَہٗ بَعْدَ مَا سَمِعَہٗ الخ بدّلہ اور سمعہ کی منصوب ضمیریں ایصاء کی طرف راجع ہیں جو ما قبل سے مفہوم ہے۔ اِثْمُہٗ کی ضمیر تبدیل کی طرف راجع ہے جو بَدَّلَہٗ میں مذکور ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص میت کا وصی ہے یا وصیت کا شاہد ہے اگر یہ لوگ بعد میں میت کی وصیت میں ردوبدل کر دیں یا سرے سے وصیت کا انکار ہی کر دیں تو اس تبدیل وتغییر کا گناہ ان تبدیل کرنے والوں پر ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اللہ تعالیٰ وصیت کرنے والوں اور وصیت میں ردوبدل کرنے والوں کے اقوال وافعال کو سنتا اور جانتا ہے۔ اور وہ ان کے مطابق ہر ایک کو جزا دیگا۔

۳۳۶ جنف کے معنی حق سے ناحق کی طرف میلان کے ہیں۔ یہاں اس سے بلاقصد غلطی سے میلان عن الصواب مراد ہے اور اثمًا سے قصدًا میلان عن الصواب مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی دوسرے آدمی کو ڈر ہو کہ وصیت کرنے والا غلطی سے یا عمدًا وصیت میں شرعی ضابطہ کی خلاف ورزی کر رہا ہے یا دوسرے ورثاء کی حق تلفی کر رہا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ وصیت کرنے والے کی رہنمائی کرے اور اسے حق اور انصاف کی راہ بتائے۔ یہ شخص گنہگار نہیں ہوگا بلکہ اجر وثواب کا مستحق ٹھہرے گا۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ وہ گنہگاروں کو بھی معاف کر دیتا ہے جو نیک نیتی سے اصلاح کرنے والے ہیں۔ ان کو اپنی رحمت سے کیوں نہیں نوازے گا۔ والدین اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کا حکم ابتداء اسلام میں تھا مگر آیت میراث سے یہ حکم منسوخ ہو گیا اب والدین کے لئے اور اسی طرح دوسرے ورثاء کے لئے وصیت جائز نہیں۔ ثم ان ھذا الحکم کان فی بدء الاسلام ثم نسخ بآیۃ المیراث (روح ص۵۳ ج ۲) حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جن پانچ آیتوں کو منسوخ مانا ہے ان میں سے ایک یہ ہے لیکن بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں چنانچہ صاحب مدارک فرماتے ہیں کہ یہ آیت مشرک ماں باپ اور رشتہ داروں کے حق میں نازل ہوئی تھی اور حکم استحبابی ہے وجوب کے لئے نہیں ہے وقیل غیر منسوخۃ لانھا نزلت فی حق من لیس بوارث بسبب الکفر ... فشرعت الوصیۃ فیما بینھم قضاءً لحق القرابۃ ندبًا (مدارک ص۷۲ ج ۱) اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس کی توجیہ اس طرح فرماتے ہیں کہ یہاں وصیت والدین اور اقربین کے لئے نہیں بلکہ والدین اور اقربین کو ہے اور المعروف سے مراد حکم شرعی ہے اور مطلب یہ ہے کہ مرنے والے پر لازم ہے کہ وہ ماں باپ اور رشتہ داروں کو اس بات کی وصیت کرے کہ وہ اس کا ترکہ حکم شرعی کے مطابق تقسیم کریں

۳۳۷ یہاں سے امور مصلحہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ سب سے پہلے روزہ کا حکم فرمایا۔ اس سے پہلے وصیت میں گڑبڑ کر کے کسی کا حق مارنے سے منع فرمایا اور آگے چل کر وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ سے دوبارہ مال حرام کھانے سے ممانعت فرمائی۔ ان دونوں انتظامی امور کے درمیان ایک امر مصلح یعنی روزہ کا ذکر فرمایا کیونکہ روزہ مال حرام سے اجتناب میں ممد ومعاون ہے باین طور کہ روزہ سے قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے۔ خدا کی محبت اور نیکی کی رغبت بڑھتی ہے۔ باطن پاک صاف ہو جاتا ہے اور دل گناہوں سے پاک اور مالِ حرام سے متنفر ہو جاتا

ہے۔ چنانچہ اسی نکتہ کیلئے احکام روزہ کے درمیان فرمایا وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ الخ کیونکہ ایک روزہ سے انسان ستر سال کی مسافت سے بھی زیادہ خداوند تعالیٰ سے نزدیک ہوجاتا ہے
ف۲۳۸ یعنی روزے صرف تم پر ہی فرض نہیں کئے گئے بلکہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض تھے اور یہ تشبیہ تمام اوصاف میں نہیں ہے بلکہ نفس وجوب میں ہے۔ روزہ ہر پیغمبر کی شریعت میں فرض رہا ہے۔ البتہ روزوں کی تعداد اور وقت میں فرق تھا۔ علی الانبیاء والامم من لدن اٰدم علیہ السلام الی عھدکم فھو عبادۃ قدیمۃ (مدارک ص۷۲ ج۱) لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ یہاں روزہ کی غرض وغایت بیان فرمائی ہے کہ روزہ بظاہر فاقہ اور تکلیف معلوم ہوتا ہے مگر اس میں تمہارے لئے روحانی فوائد ہیں اور اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ تم روزے رکھنے سے متقی اور پرہیزگار بن جاؤ گے۔ کیونکہ روزہ رکھنے سے قوت شہوانیہ ضعیف ہوجائے گی اور نفس کی خواہش مرغوبات نفسانیہ کی طرف کم ہوجائے گی جس کا نتیجہ گناہوں سے بچنے اور نیکی کے کاموں میں رغبت کی صورت میں ظاہر ہوگا اور یہی تقویٰ ہے اس

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
فرض کیا گیا تم پر روزہ ف۲۳۹ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر ف۲۳۸

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ
تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ ف۱ چند روز ہیں گنتی کے پھر جو کوئی

مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ
تم میں سے بیمار ہو یا مسافر تو اس پر ان کی گنتی ہے اور دنوں

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ
اور ف۲۳۹ جن کو طاقت ہے روزہ کی ان کے ذمہ بدلہ ہے ایک فقیر کا کھانا ف۲۴۰ پھر جو کوئی

تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ
خوشی سے کرے نیکی تو اچھا ہے اس کے واسطے اور روزہ رکھو تو بہتر ہے تمہارے لئے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ
اگر تم سمجھ رکھتے ہو ف۲ ف۳ مہینہ ف۲۴۱ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا

فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ
قرآن ف۲۴۲ ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے کی اور

الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ
حق کو باطل سے جدا کرنے کی ف۴ ف۵ سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اس کے اور جو

كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ
کوئی ہو بیمار یا مسافر تو اس کو گنتی پوری کرنی چاہیئے اور دنوں سے

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا
اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری اور اس واسطے کہ تم پوری

الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾
کرو گنتی اور تاکہ بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم احسان مانو ف۲۴۳

[حاشیہ: ۱ تشبیہ نفس وجوب میں ہے نہ کہ تمام اوصاف میں ۱۲ — ۲ مفعول فیہ لانہ ظرف ۱۲ الصیام ۱۲ — ۳ ای فعلیکم العدۃ ۱۲ — ۴ یعنی جو لوگ بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے میں سخت مشقت اٹھاتے ہیں (شیخ فانی) — ۵ اعادہ برائے تغییب — ۶ یہ معطوف علیہ محذوف پر ہے لیکملوا العدۃ ...]

روحانی تزکیہ کے علاوہ روزہ سے بدن کی اصلاح بھی ہوتی ہے اس لئے مادی اور روحانی دونوں قسم کے فوائد کا حامل ہے اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ یہ كُتِبَ کا مفعول فیہ ہے۔ نصب علی الظرف لکتب ای کتب علیکم الصیام فی ایام (قرطبی ص۲۷۶ ج۲) اور ایاما معدودات (گنتی کے چند دن) سے مراد ماہ رمضان ہے۔ اور یہ حوصلہ بڑھانے کے لئے فرمایا کہ روزے کوئی زیادہ نہیں ہیں بلکہ گنتی کے چند دن ہیں۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ الخ روزہ کی فرضیت کا حکم دینے کے بعد معذورین کے لئے رعایت کا اعلان فرمادیا کہ جو مسلمان بیمار ہو اور روزہ کی طاقت نہ رکھتا ہو یا کسی شخص کو رمضان میں لمبا سفر پیش آئے تو ان کو اجازت ہے کہ وہ رمضان میں روزہ نہ رکھیں اور جتنے روزے ان سے چھوٹ جائیں رمضان کے بعد ان کی قضا دے کر ماہ رمضان کے روزوں کی تعداد پوری کرلیں۔ ف۲۳۹ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ شروع میں روزے علی التخییر فرض تھے یعنی ہر آدمی کو اختیار تھا کہ چاہے وہ روزے رکھے یا اگر طاقت ہو تو ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلادے۔ بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا بعض کا خیال ہے یہاں لَا مقدر ہے اور اصل میں عبارت یوں ہے وعلی الذین لا یطیقونہ یا ہمزہ افعال سلب ماخذ کیلئے ہے اور ضمیر منصوب سے مراد روزہ ہے اور اس میں شیخ فانی، حاملہ اور دودھ پلانیوالی عورت کا حکم بیان کیا گیا ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں حضرت شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں کہ یطیقونہ میں ضمیر منصوب فدیہ کی طرف راجع ہے جو بعد میں مذکور ہے لیکن رتبۃً مقدم ہے کیونکہ وہ مبتدا مؤخر ہے اور اس آیت سے مراد صدقۃ الفطر کا حکم ہے یعنی جو لوگ صدقۃ الفطر کی طاقت رکھتے ہیں ان پر صدقۃ الفطر واجب ہے (الفوز الکبیر) اور مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں ایام بیض کے روزوں کا ذکر ہے اور یہ حکم انہی سے متعلق ہے اور اب بھی یہ حکم باقی ہے۔ ایام بیض کے روزوں میں تخییر ہے چاہے روزے رکھے یا ہر روزہ کے عوض فدیہ دیدے۔ کیونکہ ابھی تک رمضان کی فرضیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ وھذا الحکم ایضا یتعلق بالایام البیض ولا تعلق لہ برمضان الخ (فیض الباری ج۳ ص۱۸۵) دوسری توجیہ یہ فرمائی کہ اطاق یطیق کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی چیز بڑی مشقت سے برداشت کی جائے مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ مشکل اور مشقت سے روزہ رکھ سکیں۔ وہ فدیہ

موضح قرآن ف۱ یعنی روزے سے سلیقہ آجاوے جی روکنے کا تو ہر جگہ روک سکو۔ ف۲ اول یہی حکم اترا کہ مریض و مسافر چاہیں تو پھر قضا کرلیں اور جن کو طاقت ہے یعنی بے عذر ہیں وہ چاہیں کہ قضا کریں تو بالفعل روزے کے بدلے ایک فقیر کو کھلا دیں اور تو بھی بہتر ہے روزہ ہی پھر اس کے بعد جو آیت اتری اس میں فقط مریض و مسافر کو رخصت ملی قضا کی اور کسی کو نہیں ف۳ اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کا مہینہ اسی سے ٹھہرا کہ اس میں اترا قرآن یعنی قرآن کی خدمت اس مہینے میں پہلے چاہیئے اسی سبب سے رسول خدا نے تقید کیا تراویح کا اور آپ چند روز جماعت کرکر پھر نہ کروائی کہ قرآن میں اشارات ہیں صریح فرض نہ ہو جاوے ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ فدیہ دادن کہ عبارت از یک طعام مسکین است بیک مد و ایں حکم منقول است از قاسم و سعید بن جبیر و ہمیں است مذہب شافعی و دریں صورت نیز محکم است غیر منسوخ ۱۲ ف۲ یعنی در رمضان یکدفعہ از لوح محفوظ بآسمان دنیا فرود آمد و از انجا بدفعات بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرود آمد در چند سال ۱۲

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ
اور جب تجھ سے پوچھیں بندے میرے مجھ کو سو میں تو قریب ہوں ۳۴۴ قبول کرتا ہوں دعا مانگنے
الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ
والوں کی دعا کو ۳۴۵ جب مجھ سے دعا مانگے تو چاہیئے کہ وہ حکم مانیں میرا ۳۴۶ اور یقین لائیں مجھ پر
لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ
تاکہ نیک راہ پر آئیں ف حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں
الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ
بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے ۳۴۷ وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم
لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ
پوشاک ہو ان کی ۳۴۸ اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے اپنی جانوں سے
فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ
سو معاف کیا تم کو ۳۴۹ اور درگذر کی تم سے پھر ملو اپنی عورتوں سے اور
ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ
طلب کرو اس کو جو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے ۳۵۰ اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آئے
لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ
تم کو دھاری سفید صبح کی جدا دھاری سیاہ سے فجر کی ۳۵۱
ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ
پھر پورا کرو روزہ کو رات تک ۳۵۲ اور نہ ملو عورتوں سے جب
اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا
تک کہ تم اعتکاف کرو مسجدوں میں ۳۵۳ یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی سو ان
تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
کے قریب نہ جاؤ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ

منزل ۱

دیدیں تو اس صورت میں اس سے مراد رمضان کے روزے ہوں گے۔ اور یہ آیت شیخ فانی کے حق میں ہوگی اور اس صورت میں لا کو مقدر کرنے یا ہمزہ کو سلب ماخذ کے لئے ماننے کی ضرورت نہ رہے گی یہ علامہ سے منقول ہے۔ قال الزمخشری ما حاصلہ ان فعل الاطاقۃ بمادتہ لا یستعمل الا فیما ۔ یتعذر او یتعسر الخ (فیض الباری ۹۵ ج ۳) ۳۳۹ فدیہ کی معین مقدار تو بہر حال لازم ہے اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے اس کی مقدار میں اضافہ کرے یا ایک کی بجائے دو مسکین کو کھانا کھلا دے تو یہ اس کے لئے اور بہتر اور مزید اجر و ثواب کا موجب ہے ای زاد علی مسکین واحد فاطعم مکان کل یوم مسکینین فاکثر وقیل من زاد علی القدر الواجب علیہ فاعطے صاعا وعلیہ مد رمعالم ۱۵۳ ج ۱) وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ اَنْ مصدریہ ہے اور ان تصوموا بتاویل مفرد مبتدا ہے اور خیر لکم اس کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سفر اور بیماری کی حالت میں اگرچہ رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن اگر سفر میں زیادہ تکلیف کا احتمال نہ ہو اور بیماری بھی زیادہ شدید نہ ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے وان تصوموا فی السفر والمرض غیر الشاق (قرطبی ۲۹۱ ج ۲) اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ اِنْ کا جواب محذوف ہے ای اخترتموہ یعنی اگر تمہیں معلوم ہو کہ روزہ رکھنے میں کیا فضیلت ہے تو تم سفر اور بیماری میں بھی روزہ رکھو۔ ۳۴۱ شہر مبتدا ہے اور اَلَّذِیْ الخ اس کی صفت اور فَمَنْ شَهِدَ الخ اس کی خبر ہے اور شَهْرُ رَمَضَانَ کی صفت چونکہ اسم موصول ہے اور اس وجہ سے وہ متضمن معنی شرط ہے اس لئے اس کی خبر پر فاء کا دخول صحیح ہے۔ شھر رمضان مبتدا خبرہ الموصول بعدہ او فمن شھد و الفاء لتضمنہ معنی الشرط لکونہ موصوفا بالموصول (روح ۵۹ ج ۲) یہاں ماہ رمضان کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ جس مہینے کے روزوں کا حکم دیا جا رہا ہے۔ وہ بہت ہی فضیلت والا مہینہ ہے۔ اس میں قرآن مجید اتار گیا۔ رمضان میں قرآن مجید اتارنے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان میں اس کے نزول کی ابتدا ہوئی۔ کیونکہ سارا قرآن تو تقریباً تئیس سال میں نازل ہوا تھا۔ ای ابتدی فیہ انزالہ وکان ذلک لیلۃ القدر (روح ۶۱ ج ۲) ۳۴۲ ھدی اور بینات دونوں القرآن سے حال ہیں یعنی قرآن تمام دنیا جہان والوں کے لئے ہدایت کا ایک جامع پروگرام ہے اور پھر اس کے دلائل ایسے ٹھوس اور واضح ہیں جو ہدایت کی تمام راہوں کو روشن کرتے ہیں اور حق و باطل کے درمیان امتیاز قائم کرتے ہیں۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ جن کے نزدیک پہلے روزے کی جگہ فدیہ دینا جائز تھا۔ ان کے نزدیک یہ آیت اس حکم کی ناسخ ہے۔ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ الخ مریض اور مسافر کا حکم اگرچہ پہلے بیان ہو چکا تھا لیکن فمن شھد کی صراحت سے اس حکم کے نسخ کا احتمال ہو سکتا تھا اس لئے اس حکم کا اعادہ فرما دیا وتکریرہ لئلا یتوھم نسخہ کما نسخ قرینہ (روح ۶۳ ج ۲) يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی انتہائی مہربانی اور وسعت رحمت ہی کا نتیجہ ہے کہ اس نے عذر کی حالت میں روزہ کی معافی دیدی اور ہمارے لئے آسانی پیدا کر دی۔ ۳۴۳ اس سے پہلے تین احکام بیان فرمائے ہیں یہاں تینوں کی الگ الگ علتیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلے ایک حکم تو یہ تھا کہ رمضان کے پورے روزے رکھو۔ سفر اور بیماری کی حالت میں جو روزے رہ جائیں۔ رمضان کے بعد ان کی قضا دو۔ دوسرا حکم چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کے طریقہ کے متعلق تھا اور تیسرا حکم بیماری اور سفر کی حالت میں رخصت کا تھا۔ اب یہاں ترتیب وار تینوں کی علتیں بیان فرمائی ہیں یعنی رمضان کے روزوں کی گنتی کا خیال رکھنے کا حکم اس لئے دیا تاکہ تمہاری گنتی پوری ہو جائے۔ اور کوئی روزہ کم نہ رہے۔ اور قضا کا طریقہ تمہیں بتایا تاکہ تم اللہ کے اس احسان پر اس کی عظمت اور برتری کا اقرار کرو۔ اور عذر کی حالت میں تمہیں روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی تاکہ تم اس کے اس انعام کا شکریہ ادا کرو۔ فقولہ لتکملوا علۃ الامر بمراعاۃ العدۃ ولتکبروا علۃ ما علم من کیفیۃ القضاء والخروج عن عھدۃ الفطرۃ ولعلکم تشکرون علۃ الترخیص (مدارک ۷۷ ج ۱)

موضح قرآن ف اوپر کی آیت میں فرمایا کہ بڑائی کرو اللہ کی یعنی عید کے دن جو تکبیر کہتے ہیں با آواز بلند اس واسطے دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ دور نہیں بلند آواز سے اور فائدے کے واسطے ہے۔ ایک شخص نے حضرت سے بھی پوچھا کہ ہمارا رب دور ہے تو ہم اس کو پکاریں یا نزدیک ہے تو آہستہ بات کہیں، اس پر یہ آیت اتری۔

۳۴۴ یہ جملہ معترضہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے سے قرب کا بیان ہے روزہ چونکہ قربِ الٰہی حاصل کرنے کا موجب ہے اس لئے روزہ کے بعد قربِ الٰہی کا ذکر کیا گیا ہے نیز پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بڑھائی کا بیان تھا اس لئے اس سے اللہ کے بُعد کا تصور آسکتا تھا۔ اس لئے صحابہؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمارا خدا دور ہے یا نزدیک۔ اگر دور ہے تو اس کو زور زور سے پکاریں اور اگر نزدیک ہے تو آہستہ پکاریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ عَنِّیْ کے معنی ہیں میرے قُرب اور بُعد کے متعلق یعنی اے پیغمبر جب میرے بندے آپؐ سے میرے متعلق پوچھیں کہ آیا ہمارا رب قریب ہے یا دور، تو آپ ان سے فرمائیں کہ میں نزدیک ہوں دُور نہیں ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ہر جگہ قریب ہے جہاں چاہو اس کی عبادت کرو اور جہاں سے چاہو پکارو لیکن مشرکین جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی قبروں پر جا کر ان کو ما فوق الاسباب حاجت روائی اور مشکلکشائی کے لئے پکارتے ہیں وہ اللہ کے بندے وہاں بھی ان سے دور ہوتے ہیں اور ان کی دعاء و پکار کو نہ سن سکتے ہیں اور نہ ان کی حاجت روائی کی قدرت رکھتے ہیں

۳۴۵ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب کی دلیل بیان فرمائی ہے۔ یہاں اجابت کے معنی قبول کرنے کے ہیں اور دعا کے معنی عبادت کے اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خالص میری عبادت کرتے ہیں اور توحید کے پابند ہیں ان کی عبادت اور پکار قبول کر لیتا ہوں تو اس سے معلوم ہوا کہ مشرک کی عبادت اور دعا مردود ہوتی ہے ای اقبل عبادة من عبدنی فالدعاء بمعنے العبادة والاجابة بمعنی القبول (قرطبی ص۳۱ ج ۲) **۳۴۶** جس طرح وہ مجھے حاجات میں پکارتے ہیں اور میں ان کی پکار سنتا ہوں اسی طرح انہیں بھی چاہیئے کہ وہ میری دعوتِ ایمان و توحید قبول کریں اور میری اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ فلیستجیبوا لی اذا دعوتہم للایمان والطاعة کما انی اجیبہم اذا دعونی لحوائجہم (مدارک ص۷۵ ج ۱، روح ص۶۳ ج ۲) وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ اور خالص ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اس میں شرک کی ملاوٹ نہ کریں۔ امر بالثبات والمداومة علی الایمان (روح ص۶۳ ج ۲) لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ تاکہ ان پر رشد و ہدایت کے دروازے کھل جائیں اور وہ دین و دنیا کی مصالح کو سمجھ سکیں۔ ای یہتدون لمصالح دینہم ودنیاہم (روح ص۶۳ ج ۲) **۳۴۷** شروع شروع میں جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی اس وقت جس طرح دن کو کھانے پینے اور جماع سے علیحدگی کا حکم تھا اسی طرح رات کو بھی ان چیزوں سے بچنا لازم تھا۔ صرف اس قدر اجازت تھی کہ غروبِ آفتاب کے وقت روزہ افطار کرنے کے بعد سے لے کر سو جانے تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت تھی۔ ایک دفعہ سو جانے کے بعد اجازت نہیں تھی اس تنگی کی وجہ سے بعض دفعہ صحابہ کرام کو بہت تکلیف اٹھانی پڑتی۔ چنانچہ حضرت قیس بن صرمہ انصاری کا واقعہ ہے کہ وہ روزہ سے تھے اور دن بھر ایک باغ میں مزدوری کرتے رہے افطار کے وقت گھر آئے اور بیوی سے کھانے کی کوئی چیز طلب کی۔ چونکہ کوئی چیز موجود نہیں تھی اس لئے ان کی بیوی کہیں سے کوئی چیز لینے کے لئے گئی۔ جب لیکر واپس آئی تو وہ دن کے تھکے ماندے سو چکے تھے اس لئے اب کچھ نہیں کھا سکے۔ صبح پھر روزہ رکھنا تھا۔ اگلے دن جب دوپہر ہوئی تو بیہوش ہو گئے۔ یہ واقعہ حضور علیہ السلام سے بیان کیا گیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (قرطبی ص۳۱۲ ج ۲) لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ کا مفعول فیہ ہے اور الرفث سے جماع مراد ہے۔ والرفث کنایة عن الجماع لان اللہ عزوجل کریم یکنی (قرطبی ص۳۱۶ ج ۲) یعنی اب روزوں کی راتوں میں بیویوں سے مشغول ہونا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے **۳۴۸** یعنی اب رات کے وقت میاں بیوی کا باہمی اختلاط جائز ہے۔ عربی زبان میں لباس کے معنی راحت اور سکون کے بھی آتے ہیں حضرت ابن عباسؓ سے یہاں یہی منقول ہے ای ھن سکن لکم وانتم سکن لھن قالہ ابن عباسؓ (روح ص۶۵ ج ۲) یعنی عورتیں تمہارے لئے آرام اور سکون کا باعث ہیں اور تم ان کے لئے۔ **۳۴۹** خیانت دراصل عہد پورا نہ کرنے سے عبارت ہے الخیانة عبارة عن عدم الوفاء بما یجب علیه (کبیر ص۲۷۰ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اگر رمضان کی راتوں میں حرمتِ جماع کا حکم باقی رہتا تو تم اس کو پورا نہ کر سکتے اور تم سے اس حکم کی خلاف ورزی ہو جاتی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حرمتِ جماع کا حکم اٹھا لیا اور بوقتِ شب بیوی سے مباشرت کی اجازت دیدی اس سے معلوم ہوا کہ ابھی تک صحابہ کرامؓ سے اس حکم کی خلاف ورزی نہیں ہوئی تھی۔ ان المراد علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم لو دامت تلک الحرمة ومعناه ان اللہ یعلم انه لو دام ذلك التکلیف الشاق لوقعوا فی الخیانة وعلی ھذا التفسیر ما وقعت الخیانة (کبیر ص۲۷۰ ج ۲) فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر مہربانی فرمائی اور سابقہ حکم اٹھا لیا وسع علیکم ان اباح لکم الاکل والشرب والمباشرة فی کل اللیل (کبیر) بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض صحابہؓ سے خیانت یعنی حکم کی خلاف ورزی ہو گئی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے وہ حکم اٹھا لیا اور گذشتہ خیانت کا گناہ معاف کر دیا۔ **۳۵۰** مباشرت سے مراد جماع ہے اور مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں لکھا ہے) سے مراد اولاد ہے قال ابن عباس ومجاھد والحکم بن عتیبة وعکرمة والحسن والسدی والربیع والضحاك معناه وابتغوا الولد (قرطبی ص۳۱۸ ج ۲) یعنی اب اجازت ہے رات کو اپنی بیویوں سے مباشرت کرو اور خدا نے جو اولاد تمہاری قسمت میں لکھی ہے۔ اس کی تلاش کرو۔ اس آیت سے اس طرف اشارہ ہے کہ مباشرت سے جنسی تسکین کے علاوہ سب سے بڑا مقصد افزائشِ نسل ہے وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا یعنی اب رات کے وقت عورتوں سے مباشرت کے علاوہ تمہیں کھانے پینے کی بھی اجازت ہے۔ **۳۵۱** اس آیت میں تینوں چیزوں یعنی مباشرت، کھانے اور پینے کی آخری غایت اور حد بیان کر دی ہے جس تک یہ تینوں کام جائز ہیں غایة الثلاثة الاشیاء من الجماع والاکل والشرب (بحر ص۵۰ ج ۲) خیط ابیض (سفید دھاری) سے، روشنی کی وہ لمبی لکیر مراد ہے جو صبح کے وقت افق کے ساتھ ساتھ نمودار ہوتی ہے اور خیط اسود (سیاہ دھاری) سے مراد رات کی تاریکی ہے۔ الخیط الابیض ھو اول ما یبدو من الفجر المعترض فی الافق کالخیط الممدود من الخیط الاسود وھو ما یمتد من سواد اللیل (مدارک ص۷۶ ج ۱) مِنَ الْفَجْرِ یہ الخیط الابیض کا بیان ہے اور اس بیان سے اس طرف اشارہ ہے کہ سفیدی سے بیاض معترض یعنی صبح صادق کی سفیدی مراد ہے جو زمین کے ساتھ ساتھ پھیلتی ہے اور بیاض مستطیل یعنی صبح کاذب کی سفیدی مراد نہیں جو صبح صادق سے پہلے ایک لمبے خط کی صورت میں آسمان پر ظاہر ہوتی ہے۔ سیاہ دھاری سے سفید دھاری کے نمودار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رات کی تاریکی سے صبح صادق کی روشنی افق کے ساتھ ساتھ ظاہر ہو جائے بس اس حد تک یعنی طلوع صبح صادق تک مباشرت اور کھانا پینا جائز ہے۔ **۳۵۲** پہلے روزے کی ابتداء بیان کی۔ اب یہاں اس کی غایت کا ذکر ہے یعنی صبح صادق سے لے کر رات کی ابتداء تک روزہ پورا کرو۔ معلوم ہوا کہ رات روزہ میں داخل نہیں اور رات غروبِ آفتاب سے شروع ہوتی ہے لہٰذا غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی روزہ ختم ہو جاتا ہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد سرخی کے غائب ہونے کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ مکروہ ہے جیسا کہ جہلاء میں مشہور ہے۔ فظاھر الاٰیة ان الصوم ینتھی عند دخول اللیل (کبیر ص۲۰۵ ج ۲) **۳۵۳** اس آیت میں اعتکاف کا حکم بیان فرمایا ہے یعنی ویسے روزوں میں رات کے وقت بیوی سے مباشرت جائز ہے مگر اعتکاف کی صورت میں رات کو بھی مباشرت جائز نہیں۔ مباشرت سے مراد جماع ہے۔ اگر رات کے وقت معتکف نے بیوی سے صحبت کر لی تو اس کا اعتکاف باطل ہو گیا۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ۔ تِلْكَ سے مذکورہ احکام کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ احکام اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ ان کے قریب بھی مت جاؤ۔ ای ھذه الاحکام حدود اللہ فلا تخالفوھا (قرطبی ص۳۳۷ ج ۲) **۳۵۴** یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے روزے کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمام احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے احکام اوامر و نواہی کا علم ہو جائے اور وہ اس کے اوامر و نواہی کی مخالفت سے بچ کر پرہیزگار بن جائیں۔

اعتکاف کے مسائل حنفیہ کے نزدیک رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں کسی ایسی مسجد میں اعتکاف بیٹھنا سنت مؤکدہ ہے جس میں پانچوں نمازیں باجماعت پڑھی جاتی ہوں۔ اگر ایک محلہ میں ایک آدمی اعتکاف بیٹھ جائے تو دوسروں سے اعتکاف ساقط ہو جائے گا کیونکہ وہ سنت کفایہ ہے۔ اعتکاف کے لئے مسجد اور روزہ شرط ہے۔ اعتکاف کی حالت میں طبعی حاجات

مثلاً کھانا پینا اور قضائے حاجت کے بغیر مسجد سے نکلنا جائز نہیں بعض شرعی ضروریات کے لئے بھی مسجد سے باہر جانا جائز ہے۔ مثلاً دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے جانا اگر اعتکاف والی مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو۔ اور نماز جنازہ وغیرہ۔ اگر کسی طبعی یا شرعی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر نکلے تو ضرورت سے زیادہ مسجد سے باہر نہ رہے۔ اگر بلا ضرورت مسجد سے باہر رہا تو اس سے اعتکاف باطل ہوجائے گا۔ جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ان سے اعتکاف بھی باطل ہوجاتا ہے۔ اعتکاف کی حالت میں نہ بلا ضرورت دنیوی باتیں جائز ہیں اور نہ ہی بالکل خاموش رہنا جائز ہے بلکہ ذکر اللہ، تلاوت قرآن اور صلوٰۃ و سلام میں مصروف رہنا چاہئیے۔

قصاص اور وصیت دو انتظامی امر بیان کرنے کے بعد ایک امر مصلح یعنی روزہ کا بیان فرمایا۔ روزہ چونکہ تقویٰ و طہارت کی ترغیب دیتا ہے اور باطن کا تزکیہ کرتا ہے کیونکہ روزہ کے ذریعہ مسلمان کو حلال مرغوبات سے باز رہنے کا عادی بنایا جارہا ہے۔ یعنی روزہ میں خدا کے حکم سے طلوع صبح صادق اور غروب آفتاب کے درمیان اکل و شرب اور جماع ممنوع ہے حالانکہ یہ چیزیں فی نفسہ حلال ہیں روزہ میں حلال چیزوں سے روک کر حرام چیزوں سے دور رہنے اور بچنے کا جذبہ پیدا کیا گیا ہے چنانچہ اسی مناسبت سے روزہ کے بعد اکل حرام کی ممانعت فرمائی۔ **ف۳۵۵** یہاں کھانے سے لینا اور قبضہ کرنا مراد ہے۔ المراد من الاکل ما یعم الاخذ والاستیلاء (روح ص۶۹ ج ۲) باطل سے مراد ہر وہ طریقہ ہے جو حرام ہو اور شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہو۔ والمراد من الباطل الحرام کالسرقة والغصب وکل مالم یاذن باخذہ الشرع (روح ص۶۹ ج ۲) تو اس تفسیر کے مطابق توحید اور حق چھپانے کی بنا پر جو نذریں نیازیں اور تحفے تحائف

يَتَّقُوْنَ ﴿١٨٧﴾ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ

بچتے رہیں ف۳۵۴ اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق ف۳۵۵ اور

تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ

نہ ان کو پہنچاؤ حاکموں تک ف۳۵۶ کہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال میں

النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٨﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ

سے ظلم کر کے (ناحق) اور تم کو معلوم ہے ف۳۵۷ ف۲ ف۳ تجھ سے پوچھتے ہیں حال

الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ

نئے چاند کا ف۳۵۸ کہہ دے کہ یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے واسطے اور حج کے واسطے ف۳۵۹ ف۵ اور

الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ

نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں آؤ ان کی پشت کی طرف سے ف۳۶۰ اور لیکن

الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا

نیکی یہ ہے کہ جو کوئی ڈرے اللہ سے اور گھروں میں آؤ دروازوں سے ف۳۶۱ اور اللہ سے

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٨٩﴾ وَقَاتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ

ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو ف۳۶۲ ف۶ اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے

يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿١٩٠﴾

جو لڑتے ہیں تم سے اور کسی پر زیادتی نہ کرو ف۳۶۳ بیشک اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنیوالوں کو ف۷

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ

اور مار ڈالو ان کو جس جگہ پاؤ ف۳۶۴ اور نکال دو ان کو جہاں

حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا

سے انہوں نے تم کو نکالا اور دین سے بچلانا قتل کرنے سے زیادہ سخت ہے ف۳۶۵ ف۳ اور نہ

تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ

لڑو ان سے مسجد حرام کے پاس جب تک کہ وہ نہ لڑیں تم سے اس جگہ

ع ۲۳ / ۷

موضح قرآن ف۱ جب روزہ فرض ہوا تو مسلمان سارے رمضان عورت کے پاس نہ جاتے اور پہلی امت کی طرح رات کو سو کر پھر نہ کھاتے۔ اس بیچ میں بعضے شخص نہ رہ سکے پھر حضرت کے پاس عرض کیا تب یہ آیت اتری یعنی تم اپنی چوری کرتے تھے اللہ نے منع نہیں کیا اور کھانا صبح تک رخصت ہے جب دھاری سفید پڑے وہی صبح صادق ہے اور جب تک روشنی اونچی رہے ستون سی وہ صبح کاذب ہے مگر اعتکاف میں رات دن عورت پاس نہ جاوے ف۲ نہ پہنچاؤ حاکموں تک یعنی کسی کے مال کی خبر نہ دو یا رشوت نہ دو کہ حاکم کو لپیٹ کر کسی کا مال کھا جاؤ۔ ف۳ لوگوں نے حضرت سے پوچھا کیا سبب ہے چاند ایک حالت پر نہیں رہتا اللہ صاحب نے جواب فرمایا کہ اس پر حال بدلتے رکھے ہیں تا مہینے کی حد ٹھہرے پھر مہینوں سے برس ٹھہرے اس پر خلق کے معاملے اور اللہ کی عبادت کو وقت مقرر ہو عبادت جو برس پر مقرر ہے ایک روزہ ہے جس کا حکم مذکور ہوا دوسرے حج اس کا حکم آگے شروع ہوتا ہے۔ کفر کی غلطیوں میں ایک یہ تھی کہ جب گھر سے نکل کر احرام باندھا حج کا پھر کچھ ضرورت ہوئی کہ گھر میں جائے تو دروازے سے نہ جاتے چھت پر چڑھ کر آتے اللہ نے اس کو غلط کیا۔ ف۴ حج کے ساتھ یہ مذکور بھی ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے جائے امان بھی اگر یہاں دشمن کو دشمن پاتا تو بھی کچھ نہ کہتا اور حج کے اول اور آخر تین مہینے ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور چوتھا رجب کہ وہ بھی وقت زیارت تھا یہ چار مہینے وقت امان تھے کہ تمام عرب میں راہیں جاری ہوتیں اور لڑائی موقوف رہتی اللہ تعالیٰ ان کا حکم فرماتا ہے اس بیچ میں اور بھی لڑائی کے حکم اور جہاد کے آداب فرماتا ہے۔ یہ جو فرمایا کہ جو تم سے لڑیں ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرو اس کے معنی یہ کہ لڑائی میں لڑکے اور عورتیں اور بوڑھے قصداً نہ مارئیے لڑنے والوں کو مارئیے ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید ظاہر نزدیک ایں بندہ آنست کہ سوال کردند از اشہر حج کہ شوال و ذیقعدہ و دہ روز از ذی الحجہ باشند کہ ایام حج موقت است بآنہا یا نہ و دیگر از تحریفات جاہلیت آں بود کہ از حال احرام از بالائے دیوار جستہ و یا از نقب دیوار گذشتہ بہ خانہ می آمدند و از راہ دروازہ نمی آمدند پس نازل شد ایں آیت واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی با مردمان احرام حج بندند ۱۲ ف۳ یعنی در مقابلہ او قتل جائز است ۱۲

وصول ہوں گے۔ وہ بھی باطل ذریعے کے تحت داخل ہوں گے۔ اسی طرح رشوت جھوٹے مدعی کی وکالت اور دیگر غیر شرعی پیشوں سے جو کمائی حاصل ہوگی وہ سب اس کے تحت آئے گی۔
۳۵۶ اس کا عطف تاکلوا پر ہے یعنی نہ غیر شرعی اور حرام ذریعے سے ایک دوسرے کا مال کھاؤ اور نہ ہی اپنا مال بطور رشوت حاکموں کو دو لتاکلوا فریقًا من اموال الناس بالاثم حکام کو رشوت دینے کا مقصد ہمیشہ یہی ہوا کرتا ہے کہ جو فیصلہ اپنے خلاف جاتا ہو اسے اپنے حق میں فیصل کرالیا جائے اور اس طرح ناجائز طور پر ایک اصل حقدار کی حق تلفی کر کے غیر شرعی طریقے سے اس پر قبضہ کیا جائے رشوت دینے کے اس گھٹیا مقصد کو اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر کیا ہے۔ یعنی اس گھٹیا اور غیر شرعی مقصد کی خاطر حاکموں کو رشوت نہ دو۔ **۳۵۷** اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تم دوسرے بھائی کی حق تلفی کر رہے ہو۔ اور اس کے مال پر ناجائز قبضہ کر رہے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص رشوت دیکر یا اپنی چرب زبانی کے ذریعے جج یا قاضی سے اپنے حق میں فیصلہ کرا کر دوسرے کا مال حاصل کر لیتا ہے تو قاضی کا فیصلہ اگرچہ بظاہر نافذ ہو جائے گا مگر عند اللہ وہ شخص سخت مجرم اور اس کا مال لینا اس کے لئے حرام ہے کیونکہ قاضی یا جج کے فیصلہ سے حرام چیز حلال نہیں ہوسکتی ومن الاکل بالباطل ان یقضی القاضی لك وانت تعلم انك مبطل فالحرام لا یصیر حلالا بقضاء القاضی لانہ انما یقضی بالظاھر وھذا اجماع فی الاموال (قرطبی ص ۳۳۸ ج ۲)
۳۵۸ اَهِلَّةٌ ہلال کی جمع ہے جس کے معنی نئے چاند کے ہیں بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کے بارے میں سوال کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ چاند سورج کی طرح ایک حال پر نہیں رہتا ہر ماہ کا چاند پہلے باریک سا ہوتا ہے اور پھر بڑھتے بڑھتے چودھویں تاریخ کو پورا ہو جاتا ہے اور پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دوبارہ پہلے کی طرح باریک رہ جاتا ہے۔ ذکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن زیادۃ الاھلۃ ونقصانہا فی اختلاف احوالہا (ابن جریر ص ۱۰۱ ج ۲)
۳۵۹ یہ اس سوال کا جواب ہے یعنی یہ چاند لوگوں کے لئے اپنے معاملات میں تعیین اوقات کا ذریعہ ہے نیز ان کے سب سے بڑے مذہبی اور سماجی اجتماع حج کی تعیین بھی اسی کے ذریعہ ہوتی ہے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے کے متعلق چونکہ سوال نامناسب اور موقع اور محل کے مطابق نہیں تھا اس لئے ان کے سوال کے مطابق جواب نہیں دیا گیا بلکہ جواب میں چاند کی کمی بیشی کی حکمت بیان کر کے اشارہ فرمایا ہے کہ ایسے بیکار اور بے فائدہ سوالوں اور کاموں سے اجتناب چاہیئے۔ چنانچہ مثال کے طور پر ان کی ایک فضول رسم آگے بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ ایسے فضول کام نیکی میں داخل نہیں ہیں لیکن حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے یہ پوچھا تھا کہ حج کیلئے اشہر حج کی تعیین ضروری ہے یا حج دوسرے مہینوں میں بھی کیا جاسکتا ہے تو اس کا جواب دیا گیا کہ اشہر حج کی تعیین ضروری ہے۔ مگر اس طرح بھی آیت کا ماقبل سے کوئی ربط ظاہر نہیں ہوتا اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوال یہ تھا کہ روزہ بذاتِ خود قرب خداوندی کا ذریعہ ہے اس کے لئے ماہ رمضان کا چاند دیکھنے کی تخصیص کیا ضروری ہے چاند دیکھے بغیر کوئی سے تیس دنوں کے روزے رکھ لئے جائیں تو کیا حرج ہے تو جواب دیا گیا کہ رمضان کی تخصیص ضروری ہے۔ اور اسی لئے چاند کی کمی بیشی سے بارہ ماہ معین کئے گئے ہیں تاکہ ہر شخص آسانی سے ایک ماہ کا اختتام اور دوسرے ماہ کی ابتداء سمجھ سکے۔
۳۶۰ زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ حج کے احرام کی حالت میں اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے بلکہ مکان کی پچھلی دیوار توڑ کر یا اسے پھاند کر گھر میں آتے تھے اور اس کو وہ بہت بڑی عبادت سمجھتے تھے اسلام کے بعد تو مسلمانوں نے بھی اپنی عادتِ قدیمہ کے مطابق ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس غلط روش سے منع فرمایا اور ان پر واضح فرما دیا کہ یہ غیر معقول حرکت نیکی اور ثواب کا کام نہیں۔ ان ناسًا من العرب کانوا اذا احجوا لم یدخلوا بیوتھم من ابوابہا کانوا ینقبون فی ادبارھا الخ (ابن جریر ص ۱۰۵ ج ۲)
۳۶۱ یعنی نیکی یہ نہیں کہ تم اس قسم کی جاہلانہ رسوم کی پابندی کرو بلکہ نیکی کی حقیقت تو تقویٰ ہے اس لئے تم تقویٰ اختیار کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لاؤ۔ اور جن کاموں سے اس نے روکا ہے ان سے بچو۔ یہ ماقبل کے لئے ایک تمثیل تھی یعنی چاند کے بارے میں سوال کرنا بالکل بے معنیٰ اور الٹا سا سوال ہے بلکہ اسی طرح جیسا کہ حج کے موقع پر گھروں میں پچھلی طرف سے داخل ہونا ایک الٹا کام ہے۔
۳۶۲ دنیا اور آخرت میں فلاح اور کامیابی کا راز خوفِ خدا ہی میں مضمر ہے خدا سے ڈر کر اس کے مقرر کئے ہوئے آئینِ حیات کے اتباع ہی سے دین و دنیا میں کامیابی اور کامرانی حاصل ہوسکتی ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ سے لے کر یہاں تک تین امور انتظامیہ قصاص، وصیت، مالِ غیر سے اجتناب اور ایک امر مصلح یعنی روزہ کا بیان تھا اب آگے جہاد کا حکم ہے۔
ربط ۳۶۳ دوسرے حصہ میں پہلے تین امور انتظامیہ بیان فرمائے کیونکہ نظم ونسق اور اتحادِ باہمی کے بغیر جہاد ناممکن ہے۔ پھر ایک امر مصلح بیان فرمایا کہ باطن کی صفائی ہو اور امور انتظامیہ پر بخوشی عمل کیا جاسکے اب آگے اصل مضمون کا ذکر ہے یعنی امر قتال اور یہ قتال محض اللہ کی توحید کو بلند کرنے کے لئے ہے مسلمانوں نے مکہ میں پورے تیرہ برس انتہائی مظلومی کی حالت میں گذارے مشرکین کی طرف سے ہر قسم کی ایذائیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔ آخر مدینہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے مگر دشمنوں نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی اپنی مدافعت کے لئے جنگ کرنے کی اجازت دیدی۔ لیکن ساتھ ہی تین شرطیں بھی عائد فرما دیں۔ اول یہ کہ لڑائی میں پہل نہ کریں اور صرف اس صورت میں لڑیں جبکہ کفار خود لڑائی کا آغاز کریں۔ ظاھرہ من بنا جزکم القتال ابتداءً او دفعًا عن الحق (بحر ص ۶۵ ج ۲) دوم لڑائی صرف انہیں سے کی جائے جو میدان جنگ میں تم سے لڑ رہے ہیں یا دشمن کو کمک پہنچا رہے ہیں یا انہیں جنگ کی تدبیریں بتا رہے ہیں۔ اور جو لوگ لڑائی میں کسی قسم کا حصہ نہیں لے رہے ان سے تعرض نہ کیا جائے یہ دونوں شرطیں الذین یقاتلونکم سے مفہوم ہیں تیسری شرط ولا تعتدوا کہ حد سے تجاوز نہ کرو۔ اس کے متعلق حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے لا تقاتل من لا یقاتلك یعنی النساء والصبیان والرھبان (ابن جریر ص ۱۱۰ ج ۲) یعنی جو لوگ لڑنے کے قابل نہیں یا لڑائی میں شریک نہیں ہیں مثلاً عورتیں، بچے اور ان کے مذہبی رہنما وغیرہ انہیں مت قتل کرو۔ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (اللہ کی راہ میں) یہاں سبیل سے مراد اللہ کا دین اور اس کی توحید ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے دین کو عزت حاصل ہو اور کلمۂ توحید سربلند ہو۔ ای جاھدوا لاعزاز الدین واعلاء کلمتہ (روح ص ۷۴ ج ۲)۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ یہ حکم ماقبل کی علت ہے یعنی اللہ تعالیٰ مقررہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔
۳۶۴ ھُمْ کی ضمیر اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ کی طرف راجع ہے ضمیر المفعول عائد علی الذین یقاتلونکم وھذا امر بقتلھم حیث ثم عام فی کل مکان حل وحرم الخ (بحر ص ۶۶ ج ۲) یعنی جو مشرکین تمہارے ساتھ برسر پیکار ہیں جب وہ تم سے لڑنے کے لئے نکل پڑیں تو جہاں کہیں بھی تمہاری ان سے مڈبھیڑ ہو جائے تم ان سے لڑو اور قتل کرو خواہ حرم ہی میں مقابلہ کیوں نہ ہو جائے۔ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ ——— حَیْثُ یہاں تعلیلیہ ہے یعنی ان کو مکہ سے نکالو کیونکہ انہوں نے تم کو نکالا ہے یا ظرفیہ ہے یعنی جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے۔ وہاں سے تم ان کو نکالو ——— یعنی مکہ مکرمہ سے یا حیث تشبیہ کے لئے ہے یعنی جس طرح انہوں نے تم کو سرزمین مکہ سے نکالا ہے اسی طرح تم ان کو وہاں سے نکال دو مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے قتل و اخراج میں سے جو ممکن ہو اس پر عمل کرو۔ والمراد افعلوا کل ما یتیسر لکم من ھذین الامرین فی حق المشرکین (روح ص ۷۵ ج ۲)
۳۶۵ یہ اقتلوھم کی علت ہے اور فتنہ سے مراد شرک ہے۔ مشرکین نے مسلمانوں پر طنز کی تھی کہ انہوں نے حرم کعبہ کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی اور اس میں جنگ و قتال شروع کر دیا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جو بیت اللہ میں شرک اور بت پرستی کرتے ہو وہ گناہ تو قتل اور خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے اور اس سے زیادہ برا ہے۔ اللہ نے تو اپنے خلیل حضرت ابراہیم کو حکم دیا تھا کہ وہ بیت اللہ کو شرک سے پاک رکھیں تم نے بیت اللہ کو شرک و بت پرستی کا مرکز بنا دیا ہے۔ ای شرکھم باللہ اشد حرامًا من القتل الذی عیروکم بہ فی شان ابن الحضرمی (بحر ص ۶۶ ج ۲) وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الخ اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت فرما دی کہ وہ حدود حرم میں مشرکین سے لڑنے میں پہل نہ کریں۔ ہاں اگر مشرکین حدود حرم میں داخل ہو کر مسلمانوں سے لڑنے لگیں تو اب مسلمانوں

کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے ان سے لڑیں ۔ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۔ ایسے ضدی اور معاند کفار کی یہی سزا ہے کہ جب وہ حرم کعبہ میں بھی شر و فساد اور قتل و خونریزی سے باز نہ آئیں تو وہیں ان کا خاتمہ کر دیا جائے ۔ **۳۶۶** یعنی اگر وہ ایمان لے آئیں اور شرک چھوڑ دیں اور جنگ و قتال سے باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گذشتہ گناہ معاف فرما کر انہیں اپنی رحمت میں شامل فرمالے گا ای عن قتالکم بالایمان فان اللہ یغفرلهم جمیع ما تقدم ویرحم کلا منهم بالعفو عما اجترم وا (قرطبی ص۳۵۲ ج ۲) وَقٰتِلُوْهُمْ الخ یہاں بھی ھُمْ کی ضمیر ان مشرکین عرب کی طرف راجع ہے اور فتنۃ سے مراد شرک ہے یعنی مشرکین عرب سے اس وقت تک جہاد جاری رکھو جب تک کہ سرزمین عرب سے شرک کا بالکل خاتمہ ہو جائے اور ہر طرف صرف اللہ ہی کی عبادت اور پکار ہونے لگے ۔ ضمیر المفعول عائد علی من قاتله وهم کفار مکة والفتنة ههنا الشرك وما تابعه من اذی المسلمین امروا بقتالهم حتی لا یعبدوا غیر اللہ ولا یسن بهم سنة اهل الکتاب فی قبول الجزیة قاله ابن عباس (بحر ص۶۶ ج ۲) یعنی لا یکون شرك باللہ وحتی لا یعبد دونه احد (ابن جریر ص۱۰۹ ج ۲) **۳۶۷** اگر وہ کفر و شرک سے باز آ جائیں اور تم سے لڑائی بند کر دیں اور دین اسلام اور توحید کو قبول کر لیں تو پھر ان پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے ۔ البتہ ان میں سے جو ظالم ہوں یعنی کفر و شرک پر قائم ہوں اور تم سے برسرِ پیکار ہوں ان سے بیشک لڑو اور انہیں قتل کرو ۔ فان انتهوا عن قتالکم ودخلوا فی ملتکم واقروا بما الزمکم اللہ من فرائضه وترکوا ما هم علیه من عبادة الاوثان (ابن جریر ص۱۰۹ ج ۲) اور عدوان سے یہاں جنگ اور سزائے قتل مراد ہے ۔ والمراد بالعدوان ههنا المعاقبة والمقاتلة (ابن کثیر ص۲۲۷ ج ۱) **۳۶۸** سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے یعنی محرم ، رجب ، ذیقعدہ اور ذی الحجہ اشہر الحرم کہلاتے تھے اور ان میں جنگ و قتال جائز نہیں تھا ۔ ذیقعدہ کے مہینے میں حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ بقصد عمرہ مکہ مکرمہ پہنچے تو مشرکین مکہ نے آپ کو مقام حدیبیہ میں روک دیا اور مسلمانوں پر تیراندازی اور سنگباری کے ذریعہ اس عزت والے مہینہ میں جنگ کی ابتدا کی ۔ اس وقت دونوں فریقوں میں یہ معاہدہ ہوا کہ مسلمان اگلے سال عمرہ کریں ۔ جب اگلے سال مسلمان عمرہ کے لئے روانہ ہوئے تو دل میں تردد پیدا ہوا کہ اگر کفار نے پہل کی اور لڑائی شروع کر دی تو پھر ہم کیا کریں اگر جوابی کاروائی نہ کریں تو یہ بھی مناسب نہیں اگر لڑیں تو عزت والے مہینے کی بے حرمتی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جوابی کاروائی میں تم پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ عزت والا مہینہ تو عزت والے مہینے کے بدلے ہوتا ہے ۔ اگر انہوں نے اس مہینے کی

فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾

پھر اگر وہ خود ہی لڑیں تم سے تو ان کو مارو یہی ہے سزا کافروں کی ۔ ف۱

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ

پھر اگر وہ باز آئیں تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۳۶۶ ف۲ اور لڑو ان سے

حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ

یہاں تک کہ نہ رہے باقی فساد اور حکم رہے خدا تعالیٰ ہی کا پھر اگر

انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ

وہ باز آئیں تو کسی پر زیادتی نہیں مگر ظالموں پر ۳۶۷ ف۳ حرمت والا

الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ

مہینہ بدلا (مقابل) ہے حرمت والے مہینے کا ۳۶۸ ف۴ اور ادب رکھنے میں بدلا ہے پھر جس نے

اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى

تم پر زیادتی کی ۳۶۹ تم اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے زیادتی کی

عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

تم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے ف۵

وَاَنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں ۳۷۰ اور نہ ڈالو اپنی جان کو

التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَاَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾

ہلاکت میں اور نیکی کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو ف۶ ع

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا

اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے لئے ۳۷۱ ف۲ پھر اگر تم روک دیئے جاؤ تو تم پر ہے جو کچھ

اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْىِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ

کہ میسر ہو قربانی سے ۳۷۲ اور حجامت نہ کرو اپنے سروں کی جب تک پہنچ نہ چکے

موضح قرآن ف۱ یعنی مکہ جائے امان ہے لیکن جب انہوں نے ابتدا کی اور تم پر ظلم کیا اور ایمان لانے پر ستانے لگے کہ یہ مار ڈالنے سے زیادہ ہے اب ان کو امان نہ رہی جہاں جاؤ مارو آخر جبکہ مکہ فتح ہوا تو حضرت نے بھی حکم کیا کہ جو ہتھیار سامنے کرے اسی کو مارو اور باقی سب کو امن ۔ ف۲ یعنی اس سب پر اگر اب بھی مسلمان ہوں تو توبہ قبول ہے ف۳ یعنی لڑائی کافروں سے اسی واسطے ہے کہ ظلم موقوف ہو اور دین سے گمراہ نہ کر سکیں اور حکم اللہ کا جاری رہے ۔ اگر تابع ہو کر رہیں تو لڑائی کی حاجت نہیں اور ایمان تو دل پر موقوف ہے زور سے مسلمان کرنا کیا حاصل ۱۲ ف۴ یعنی اگر کوئی کافر ماہِ حرام کو مانے کہ اس مہینے میں تم سے نہ لڑے تو تم بھی اس سے نہ لڑو اور مکے کے لوگ انہیں مہینوں میں ظلم کرتے رہے مسلمانوں پر پھر مسلمان پر کیوں قصور کریں بلکہ سفر حدیبیہ میں ماہ ذیقعدہ تھا حضرت عمرے کو گئے اور کافر لڑنے کو موجود ہوئے یہ آیت اسی واسطے اتری کہ مسلمان خطرہ کرتے تھے کہ اگر ماہِ حرام میں کافر لڑنے لگیں تو ہم کیا کریں ۱۲ ف۵ یعنی جہاد نہ چھوڑ بیٹھو اسی میں تمہاری ہلاکت ہے ۔

فتح الرحمن ف۱ حاصل ایں آیت آنست کہ در مسجد حرام ابتداء قتال نہ باید کرد و چوں کافراں ابتداء کنند در مقابلہ ایشاں باید جنگ کردن کہ ایں معنی با حرمت مسجد و شہر نزاع نہ دارد چنانچہ ابتداء کشتن مسلمان درست نیست و اگر خونِ ناحق ریختہ باشد بقصاص بتواں کشت و فقہا رابآں سبب تصریح نہ کردند کہ اقامت حربیاں بمکہ بعد فتح مکہ بودنی است ۱۲ ف۲ یعنی بشروع لازم می شود ۱۲

حرمت کو قائم نہیں رکھا اور تم سے لڑنے لگے ہیں تو تم پر سے بھی اس کا احترام ساقط ہے۔ قاتلہم المشرکون عام الحدیبیۃ فی ذیقعدۃ قتالا خفیفا بالرمی بالسہام والحجارۃ فاتفق خروجہم لعمرۃ القضاء فیہ فکرھوا ان یقاتلوھم ... ثم فقیل ھذا الشھر بذلک وھتکہ بھتکہ فلا تبالوا بہ (روح ص ج ۲) وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ اور عزت و حرمت والی چیزیں تو برابر اور عوض و معاوضہ کی چیزیں ہیں - اگر وہ انکا احترام کریں تو تم بھی احترام کرو اور اگر وہ احترام نہ کریں تو تم پر بھی لازم نہیں۔ ۳۶۹ یہ ماقبل پر متفرع ہے یعنی اگر وہ تم پر زیادتی کریں مثلاً شہر حرم میں تمہارے ساتھ لڑائی کی ابتدا کریں تو تم بھی جوابی کارروائی کرو مگر تمہاری جوابی کارروائی ان کے ظلم و عدوان سے بڑھ کر نہ ہو۔ عربی محاورات میں فعل کی جزا کو نفس فعل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی محاورے کے مطابق یہاں مسلمانوں کی جوابی کارروائی کو جو مشرکین کی زیادتی کی جزا تھی اعتدا اور زیادتی سے تعبیر کیا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ہ کیسا زریں اصول ہے یہ اسلام کا کہ دشمن سے انتقام لینے میں بھی خوفِ خدا کو بیچ میں رکھ دیا کہ کہیں دشمن پر زیادتی نہ ہو جائے اور پھر ساتھ ہی مسلمانوں کو اطمینان دلا دیا کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو ہمیشہ میری مدد تمہارے شامل حال رہے گی۔ ۳۷۰ جہاد کے حکم کے بعد اب یہاں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے کیونکہ خرچ کے بغیر جہاد ناممکن ہے۔ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ سے بخل کر کے اور جہاد سے جی چرا کر اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو بترک الغزو والانفاق فیہ (روح ص ج ۲) کیونکہ خرچ کے بغیر جہاد نہیں ہو سکتا اور جہاد کے بغیر نہ توحید قائم ہو سکتی ہے اور نہ مشرکین کا زور ٹوٹ سکتا ہے۔ وَاَحْسِنُوْا اور اپنے تمام اعمال کو اخلاص اور حسن نیت سے بجا لاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلصین کو بہت پسند کرتا ہے۔

ربط ۳۷۱ جہاد اور انفاق کے بعد اب یہاں سے دوسرے مصلح کا بیان شروع ہوتا ہے۔ امور مصلحہ کا ذکر ساتھ ساتھ چل رہا ہے تاکہ باطن کی اصلاح ہوتی رہے اور خدا کے احکام کی تعمیل طبیعت پر گراں نہ گزرے۔ جہاد کے بعد حج کا ذکر کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تم میرے گھر میں حاضر ہو کر مجھ سے دعا مانگو اور مدد کی درخواست کرو میں تمہاری مدد کروں گا اور مشرکین پر تم کو غلبہ دوں گا۔ اور تمہیں قیامت تک قائم رکھوں گا۔ کیونکہ بیت اللہ کی حاضری لوگوں کے لئے قیام کا باعث ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (مائدہ ع ۱۳)

الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى
قربانی اپنے ٹھکانے پر ۳۷۲ ف۱ پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کو تکلیف ہو

مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ
سر کی ۳۷۳ ف۲ تو بدلا دیوے روزے یا خیرات یا قربانی ۳۷۴

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۥ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا
پھر جب تمہاری خاطر جمع ہو جائے تو جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ کو ملا کر ف۳ حج کے ساتھ تو اس پر ہے

اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ
جو کچھ میسر ہو قربانی سے ۳۷۵ پھر جس کو قربانی نہ ملے تو روزے رکھے تین

اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ
حج کے دنوں میں اور سات روزے جب لوٹو ۳۷۶ یہ دس روزے

كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ
ہوئے پورے ۳۷۷ یہ حکم اس کے لئے ہے جس کے گھر والے نہ رہتے ہوں ف۴ ۳۷۸ مسجد

الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الحرام کے پاس اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ بیشک اللہ کا عذاب

الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ ع اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ
سخت ہے ف۵ ف۶ حج کے چند مہینے ہیں معلوم ۳۷۹ ف۷ پھر جس نے لازم کر لیا

فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ ؕ
ان میں حج تو بے حجاب ہونا جائز نہیں عورت سے اور نہ گناہ کرنا نہ جھگڑا کرنا حج کے زمانہ میں

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ
اور جو کچھ تم کرتے ہو نیکی اللہ اس کو جانتا ہے۔ اور زاد راہ لے لیا کرو کہ بیشک

خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾
بہتر فائدہ زاد راہ کا بچنا ہے سوال سے ۳۸۰ اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقلمندو ف۸ ف۹

موضح قرآن ف۱ یہاں سے حکم ہیں حج کے طریق یہ ہیں کہ احرام باندھے پھر عرفے کے دن عرفات میں حاضر ہو پھر وہاں سے چلے تو رات رہے مشعر الحرام میں پھر عید کی صبح منا میں پہنچ کر کنکر پھینکے اور حجامت کر کر احرام اتارے پھر مکے میں جا کر طواف کعبہ کرے پھر صفا اور مروہ کے بیچ دوڑے پھر منا میں آوے تین دن رہے ہر روز کنکر پھینکے پھر مکے میں جا کر طواف رخصت کرے اور چلا جاوے اور عمرے کے طریق یہ کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے اور طواف کعبہ کرے اور صفا و مروہ کے بیچ دوڑے پھر حجامت کر کر احرام اتارے اور حج و عمرہ میں قربانی ضرور نہیں مگر کسی سبب سے یہاں اللہ تعالیٰ نے تین سبب فرمائے ایک یہ کہ احرام کر کر وہ شخص روکا گیا مرض سے یا دشمن سے تو کسی کے ہاتھ قربانی بھیج دیوے جب مکہ میں قربانی ذبح ہو تب یہ احرام سے نکلے پہلے حجامت نہ کرے دوسرا یہ کہ آزار سے یا سر کے بالوں سے عاجز ہو کر احرام کے بیچ حجامت کرے تو اس کا بدلہ ہے یا قربانی پہنچانی یا تین روزے رکھنے یا چھ محتاجوں کو کھلانا۔ تیسرا یہ کہ حج و عمرہ جدا جدا نہ کرے ایک ہی سفر میں دونوں ادا کرے تو قربانی لازم ہے۔ یہ قربانی پیدا نہ ہو تو دس روزے تین حج کے دنوں میں اور سات پیچھے اور قربانی کم سے کم ایک بکری ایک شخص کو اور ایک گائے یا اونٹ سات شخص کو اور حج و عمرہ ملنے سے جو قربانی آئی سو مکے کے ساکنوں پر نہیں ۱۲ ف۲ حج کے واسطے احرام باندھنے کا وقت غرہ شوال سے تا شب عید قربان اس سے پہلے بہتر نہیں اور حج اور عمرہ لازم کر لینا احرام سے ہے احرام یہ کہ نیت کرے شروع کرنے کی اور زبان سے کہے لبیک تمام پھر جب احرام میں داخل ہوا تو پرہیز رکھے مرد عورت کی صحبت سے اور ہر گناہ سے اور آپس کے جھگڑے سے اور بدن کے بال اتارنے اور ناخن تراشنے اور خوشبو ملنے اور شکار مارنے اور مرد بن سیے کپڑے نہ پہنے اور سر نہ ڈھانکے اور عورت کپڑے پہنے سر ڈھانکے لیکن منہ پر کپڑا نہ ڈالے اور کفر کی ایک غلطی یہ تھی کہ بغیر خرچ حج جانا ثواب گنتے تھے اور توکل پر مقدور ہوتے ہوئے خرچ نہ لیتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مقدور ہو تو

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی در حج رمی جمرۃ العقبہ کند کہ بمنی و در عمرہ ازسعی بین الصفا والمروہ فارغ شوند بمکہ ۱۲ ف۲ یعنی پس بسیار دوستان باشد و ایں سبب حلق کند پیش از محل ۱۲ ف۳ یعنی با مور ممنوعہ احرام بہرہ ور شد ۱۲ مترجم گوید در ایں آیت چند

علامہ نسفی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ اگر ایک سال کوئی آدمی حج کو نہ جائے تو تمام جہان تباہ ہو جائے ۔ قیل لو ترکوہ عاما لم ینظروا ولم یؤخروا (مدارک ص۱۳۵ ج ۱) اور حج وعمرہ کے اتمام سے مراد یہ ہے کہ ان کو ان کے فرائض وواجبات کے ساتھ ادا کیا جائے اور ان میں سستی نہ کی جائے اور لِلّٰہ کا مطلب یہ ہے کہ حج محض اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے حج سے تجارت یا نمائش مقصود نہ ہو وادد ھما تامین بشرائطھما وفرائضھما لوجہ اللہ تعالیٰ بلا توان ونقصان (مدارک ص۸۲ ج ۱) اب آگے احکام کی جزوی تفصیلات کا ذکر ہے ۔ ۳۷۲ یہاں مَا موصولہ ہے اور مِنَ الْھَدْیِ اس کا بیان ہے اور ف کے بعد علیکم اسم فعل محذوف ہے اور یہ جملہ شرط کی جزا ہے اس آیت میں احصار کا حکم بیان فرمایا احصار سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص احرام باندھ کر بغرض حج یا عمرہ بیت اللہ کی طرف جا رہا ہو لیکن راستے میں کسی دشمن یا بیماری کی وجہ سے راستے کی کسی رکاوٹ کی بنا پر وہ بیت اللہ تک نہ پہنچ سکے تو اب وہ حج تو کر نہیں سکتا لیکن احرام سے بھی باہر آنا ہے ۔ اس لئے یہاں ایسے عازم حج کو احرام کھولنے کا طریقہ بتایا ہے کہ وہ قربانی کا ایک جانور حرم میں بھیج دے تاکہ وقت مقررہ پر اس کی طرف سے ذبح کر دیا جائے ۔ ھدی اس جانور کو کہتے ہیں جو بیت اللہ میں بطور ہدیہ بھیجا جائے ۔ اور اس میں وہ تمام جانور جائز ہیں جو قربانی میں جائز ہیں ۔ ۳۷۳ محل سے حدود حرم مراد ہیں کیونکہ حاجیوں کے لئے قربانی کی وہی جگہ ہے ۔ ای مکانہ الذی یجب نحرہ فیہ وھو الحرم (مدارک ص۸۲ ج ۱) سر منڈانا چونکہ احرام سے باہر آنے کی علامت ہے اس لئے ارشاد فرمایا کہ جب تک تمہیں یقین نہ ہو جائے کہ تمہاری ہدی حدود حرم تک پہنچ گئی ہے اس وقت تک تم سر منڈا کر احرام سے باہر مت نکلو ۔ ۳۷۴ یہ ولا تحلقوا پر متفرع ہے یہاں بیمار کا حکم بیان فرمایا کہ اگر کوئی عازم حج بیمار ہو جائے اور ایسی بیماری لاحق ہو جس کی وجہ سے قبل از وقت سر منڈانے کی ضرورت پیش آ جائے یا اس کے سر میں پھوڑے پھنسیاں نکل آئیں جن کی وجہ سے سر منڈانا پڑے ۔ ۳۷۵ تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ قبل از وقت سر منڈالے لیکن اسے اس کا شرعی فدیہ ادا کرنا پڑے گا ۔ اور فدیہ تین چیزوں میں سے ایک چیز ہے یا تو تین روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کے اندازے کے مطابق غلہ دے اور یا پھر ایک جانور کی قربانی کرے خواہ بکری ہو خواہ گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ ۔ ۳۷۶ اب یہاں سے حالت امن کے احکام کا بیان شروع ہوتا ہے ۔ امن سے مراد یہ ہے کہ احصار کی حالت نہ ہو ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمتع کا حکم بیان فرمایا ہے ۔ حج اور عمرہ کرنے کے تین طریقے ہیں ۔ (۱) افراد یعنی پہلے حج کا احرام باندھ کر حج کیا جائے اور اس کا احرام شرعی طریقے سے ختم کر کے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کیا جائے ۔ والافراد وھو ان یحرم بالحج وبعد الفراغ منہ بالعمرۃ (روح ص۸۲ ج ۲) یا برعکس کیا جائے یعنی پہلے عمرہ کیا جائے اور اس کا احرام ختم کر کے پھر حج کا احرام باندھ کر حج بجا لائے لیکن یہ ضروری نہیں کہ دونوں ایک ساتھ ہوں ۔ (۲) قران ۔ قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھے ۔ احرام باندھتے وقت دونوں کی نیت کرے اور دعا میں بھی دونوں کا نام لے اور پھر حج کے احکام ادا کرے اور ان کے ساتھ ہی عمرہ کے احکام بجا لائے القران ھو ان یحرم بھما معا ویاتی بمناسک الحج فیدخل فیھا مناسک العمرۃ (روح) (۳) تمتع اور وہ یہ ہے کہ پہلے عمرہ کا احرام باندھ اور اس کے احکام بجا لائے اور پھر مکہ مکرمہ سے حج کا احرام باندھ لے اور اس کے مناسک ادا کرے اور پھر حج کا احرام کھول دے وھو ان یحرم بالعمرۃ فی اشھر الحج ویاتی بمناسکھا ثم یحرم بالحج من جوف مکۃ ویاتی باعمالہ (روح) پھر تمتع کی دو قسمیں ہیں ایک مع سوق الھدی یعنی قربانی کا جانور ساتھ ہو ۔ دوم بغیر سوق الھدی یعنی قربانی کا جانور ساتھ نہ ہو پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ عمرہ بجا لانے کے بعد احرام نہ کھولے بلکہ مناسک حج ادا کرنے کے بعد دونوں احرام اکٹھے کھولے ۔ اور دوسری صورت میں عمرہ ادا کرنے کے بعد سر کے بال ترشوا کر عمرہ کے احکام سے حلال ہو جائے اور پھر مکہ میں مقیم رہے اور یوم ترویہ یا اس سے پہلے مکہ ہی سے حج کا احرام باندھے اور حج ادا کر کے اس کا احرام کھول دے ۔ اس آیت میں تمتع کا حکم بیان فرمایا ہے کہ جو شخص تمتع کرے اس پر ایک جانور کی قربانی لازم ہے بعض مفسرین نے یہاں تمتع کو لغوی معنوں پر محمول کر کے قران کو بھی اس میں شامل کر لیا ہے مگر آیت کے الفاظ اس کے متحمل نہیں کیونکہ آیت میں اِلَی انتہا کے لئے ہے اور اس میں عمرہ سے حج کی طرف منتقل ہونے کا ذکر ہے اور یہ چیز صرف تمتع پر صادق آسکتی ہے نہ کہ قران پر کیونکہ قران میں حج اور عمرہ دونوں اکٹھے ادا کئے جاتے ہیں اس لئے یہاں صرف تمتع کا ذکر ہے اور قران کا ذکر واتموا الحج والعمرۃ للہ میں آچکا ہے کیونکہ واؤ مطلق جمع کیلئے ہے اس لئے آیت افراد اور قران دونوں کو شامل ہے ۔ قالہ الشیخ الانور رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ ۳۷۷ جو شخص تمتع کرے مگر ہدی دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو ۔ تو اس کے لئے یہاں ایک رخصت کی صورت بیان فرما دی کہ وہ اس کی جگہ دس روزے رکھ لے ان میں سے تین روزے تو ایام حج ہی میں رکھے اور سات حج سے فارغ ہونے کے بعد ۔ واپس لوٹنے سے گھر واپس آنا مراد نہیں بلکہ اعمال حج سے فراغت مراد ہے ۔ وقال ابوحنیفۃ رضی اللہ عنہ المراد من الرجوع الفراغ من اعمال الحج والاخذ فی الرجوع (کبیر ص۲۳۳ ج ۲) لہٰذا اگر کوئی حج سے فارغ ہو کر مکہ ہی میں سات روزے بھی رکھ لے تو جائز ہے ۔ ۳۷۸ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ محض تاکید ہے یا کاملۃ سے فضیلت اور ثواب میں کامل مراد ہے اور یہ اس شبہ کے ازالہ کے لئے فرمایا کہ اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ قربانی کی جگہ دس روزے کس طرح کام دے سکیں گے ۔ یہ تو اس کے مقابلہ میں بہت کم ہیں ۔ تو فرمایا کم نہیں ہیں بلکہ یہ دس روزے فضیلت اور ثواب کے لحاظ ہدی کے برابر ہوں گے ۔ اور ہدی کا پورا پورا بدل ہوں گے ۔ ۳۷۹ ذٰلِکَ کا اشارہ تمتع کی طرف ہے جو فمن تمتع کے ضمن میں مذکور ہے ای التمتع بالعمرۃ الی الحج لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام (ابن جریر ص۱۴۲ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ تمتع اور اسی طرح قران صرف ان لوگوں کے لئے جائز ہے جو مکہ مکرمہ میں نہ رہتے ہوں یعنی باہر سے آنے والوں کے لئے مکہ یعنی حدود حرم میں رہنے والوں کے لئے جائز نہیں ہیں ۔ امام شافعی ذٰلک کا اشارہ ہدی اور بدل ہدی کی طرف راجع کرتے اور ہدی یا بدل ہدی کو آفاقی متمتع پر ایک جنایت کی وجہ سے واجب قرار دیتے ہیں ۔ آفاقی پر اپنے میقات سے حج کا احرام باندھنا واجب تھا لیکن تمتع کی صورت میں اس نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا اور بیت اللہ میں آکر عمرہ ادا کیا ۔ اب چونکہ حج کا احرام اس نے حرم سے باندھا ہے اور اس طرح ترک واجب کا ارتکاب کیا ہے لہٰذا اس جنایت کی وجہ سے اس پر ہدی واجب ہے لیکن ٹھیک نہیں کیونکہ اس صورت میں ذٰلک علیٰ من ہونا چاہئے تھا نہ کہ لمن کیونکہ ہدی واجب ہے اور واجب کا صلہ علیٰ آتا ہے ۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۔ اللہ کے اوامر و نواہی میں اس سے ڈرتے رہو اور یہ بات ذہن میں رکھو کہ نافرمانوں کے لئے اس کا عذاب بڑا سخت ہے تاکہ تم اس کی نافرمانی سے بچتے رہو ۔ ۳۸۰ الحج سے پہلے وقت مضاف محذوف ہے یعنی حج کا وقت مشہور و معروف مہینے ہیں اور وہ شوال ، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں ۔ فَمَنْ فَرَضَ فِیْھِنَّ الْحَجَّ فرض کے معنے یہاں مقرر اور لازم کر لینے کے ہیں اور حج لازم کر لینے سے مراد یہ ہے کہ حج کا احرام باندھ لے ای الزم نفسہ فیھن الحج بالاحرام (روح ص۸۵ ج ۲) رفث سے فحش کلامی ، جماع اور اس کے محرکات مثلاً بوسہ اور لمس وغیرہ مراد ہیں ۔ ای الجماع او الفحش فی الکلام (روح ص۸۶ ج ۲) الجماع ودواعیہ محظورۃ علی المحرم (ابوبکر جصاص) اور فسوق سے ہر قسم کے غیر شرعی افعال کا ارتکاب مراد ہے ۔ ولاخروج عن حدود الشرع بارتکاب المحظورات (روح ص۸۶ ج ۲) اور جدال سے ساتھیوں اور نوکروں سے جھگڑا اور سخت کلامی مراد ہے والخصام مع الخدم والرفقۃ (روح ص۸۶ ج ۲) اور فِی الْحَجِّ سے ایام حج مراد ہیں ۔ یعنی جو شخص احرام باندھ کر حج پر روانہ ہو جائے ، ایام حج میں اسے ان تمام چیزوں سے اجتناب کرنا چاہئے وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْہُ اللّٰہُ اس لئے تمہاری کوئی نیکی ضائع اور رائگاں نہیں جائے گی بلکہ تمہارے درجات اخلاص کے مطابق تمہیں ہر نیکی کا صلہ ملے گا ۔ ۳۸۱ کچھ لوگ زاد سفر کے بغیر ہی سفر حج پر نکل پڑتے اور اپنے آپ کو متوکل کہتے لیکن راستہ میں گداگری کرتے اور لوگوں پر بوجھ بن جاتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ گھر سے سفر خرچ لے کر چلو ۔ وکان اھل الیمن لا یتزودون ویقولون نحن متوکلون فیکونون کلا علی الناس فنزل فیھم (مدارک ص۹۰ ج ۱) فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی یہاں گداگری اور سوال کرنے سے بچنا مراد ہے یعنی سب سے اچھا زاد راہ اپنی عزت نفس اور خودداری کی حفاظت کی خاطر گداگری اور سوال سے بچنا ہے ۔

وتزودوا ما تبلغون به فان خير الزاد ما تكفون به وجوهكم عن السوال (کبیر ص۲۵۳ ج ۲) اور یہی زادِ راہ ہے جو انسان اپنے گھر سے لے کر چلے نہ کہ وہ نام نہاد توکل وَ اتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ تمام احکام میں میرے لئے تقویٰ اختیار کرو۔ اور میرے سوا کسی سے مت ڈرو۔ کیونکہ عقلِ کامل کا یہی تقاضا ہے۔ ای اخصوا لی التقوٰی فان مقتضٰی العقل الخالص عن الشوائب ذٰلك (روح ص۸۶ ج ۲) **۳۸۲ھ** یہاں فضل سے مراد تجارت اور تلاشِ معاش ہے وھو الربح والنفع بالتجارة والکراء (مدارک ص۸۶ ج ۱) بعض لوگوں کا خیال تھا کہ حج کے موقع پر تجارت کرنا مزدوری وغیرہ کرنا جائز نہیں۔ ایسا کرنے سے حج باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے اخلاص میں فرق آجاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس خیال کی تردید فرما دی اور ایام حج میں مکہ مکرمہ میں طلب معاش کے لئے تجارت اور مزدوری کی اجازت دیدی۔ هٰذہ الاٰیة نزلت ردا علی من یقول لا حج للتجار والاجراء والجمالین (کبیر ص۲۵۵ ج ۲) **۳۸۳ھ** مکہ مکرمہ سے تقریباً بارہ میل کے فاصلہ پر ایک بہت بڑا میدان ہے اس کا نام عرفات ہے ۹ ذی الحجہ کو پچھلے پہر تمام حاجی یہاں پہنچ جاتے ہیں اور آخر وقت عصر تک تکبیر و تہلیل اور ذکر اللہ میں مصروف رہتے ہیں۔ اس کا نام اصطلاح شرع میں وقوفِ عرفہ ہے اور یہ حج کا بہت بڑا رکن ہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد یہاں سے مزدلفہ کے لئے روانگی ہوتی ہے اور مزدلفہ میں پہنچ کر مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھی جاتی ہے۔ عرفات سے مزدلفہ کی طرف جانے کو افاضہ کہتے ہیں اور مشعر الحرام اصل میں تو وہ میدان ہے جو مزدلفہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان ہے مگر ذکر اللہ کے حق میں سارا میدان مزدلفہ مشعر حرام ہے اور مشعر حرام کی تخصیص شرف و فضیلت کے لئے ہے۔ اور یہ میدان مکہ مکرمہ سے کوئی چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ ویسے تو تمام اعمال حج میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا حکم ہے لیکن مزدلفہ کی رات میں خصوصیت سے حکم دے کر اسبات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ رات اپنی قومی بڑائی اور خاندانی برتری کے اظہار کے لئے نہیں ہے اور نہ ہی عیش و طرب اور جشن میلہ کے لئے ہے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں کیا جاتا تھا کہ مختلف قبیلوں کے شعراء اور خطباء اپنی قومی برتری کے اظہار کے لئے قصیدے اور خطبے پڑھا کرتے تھے۔ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ یعنی اللہ کی یاد اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق کرو۔ اپنی مرضی اور خواہش سے نئے نئے طریقے ایجاد نہ کرو۔ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ یعنی خدا کی ہدایت اور راہنمائی سے پہلے تم بالکل دین و ایمان سے غافل اور بے خبر تھے۔ والمراد من الضلال الجہل بالایمان و مراسم الطاعات (روح ص۹۰ ج ۲) تو اللہ نے اپنا پیغمبر بھیج کر تمہیں مناسک حج اور دیگر احکام سے آگاہ فرمایا۔ **۳۸۴ھ** قریش نے زمانہ جاہلیت سے اپنے لئے ایک امتیاز قائم کیا ہوا تھا اور وہ یہ تھا کہ یہ لوگ اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے برتر سمجھتے تھے اور حج کے موقع پر مزدلفہ ہی سے واپس آجاتے تھے۔ جبکہ دوسرے تمام لوگ عرفات تک جاتے۔ اور وہاں وقوف کرکے واپس آتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر یہ بات بھی یاد رکھو کہ واپس وہیں سے لوٹا کرو۔ جہاں سے عام لوگ واپس آتے ہیں یعنی عرفات سے اخرج البخاری عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کانت قریش ومن دان دینہا یقفون بالمزدلفة وکانوا یسمون الحمس وکانت سائر العرب یقفون بعرفات (روح ص۹۰ ج ۲) اس آیت میں ثُمَّ تعقیب حکمی کے لئے نہیں بلکہ محض تعقیب ذکری کے لئے ہے کیونکہ افاضہ یعنی عرفات سے مزدلفہ جانے کا ذکر تو پہلے ہو چکا ہے۔ اب یہاں تاکید کے لئے فرمایا پھر سن لو کہ مزدلفہ سے مت واپس آجاؤ بلکہ جہاں تک دوسرے لوگ جاتے ہیں یعنی عرفات تک تم بھی وہاں تک جاؤ اور وہیں سے تمہاری واپسی ہونی چاہئے۔ **۳۸۵ھ** اگر مناسک حج کی ادائیگی میں یا موقف کے سلسلے میں کوئی غلطی ہو جائے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ

کچھ گناہ نہیں تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا ۳۸۲ھ ف۱

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ

پھر جب طواف کے لئے لوٹو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر

الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ

الحرام کے ۳۸۳ھ اور اس کو یاد کرو جس طرح تم کو سکھایا اور بے شک تم تھے

مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ

اس سے پہلے ناواقف ف۲ پھر طواف کے لئے پھرو جہاں

حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

سے سب لوگ پھریں ۳۸۴ھ ف۳ اور مغفرت چاہو اللہ سے بیشک اللہ تعالیٰ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ

بخشنے والا ہے مہربان ۳۸۵ھ ف۴ پھر جب پورے کر چکو اپنے حج کے کام کو

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاۗءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ

تو یاد کرو اللہ کو جیسے تم یاد کرتے تھے اپنے باپ دادوں کو بلکہ اس سے بھی زیادہ ۳۸۶ھ پھر کوئی

النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ

آدمی تو کہتا ہے ف۵ اے رب دے ہم کو دنیا میں اور اس کے لئے

فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ

آخرت میں کچھ حصہ نہیں ۳۸۷ھ اور کوئی ان میں کہتا ہے

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً

اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی

وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ النصف اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا

اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے ۳۸۸ھ انہی لوگوں کے واسطے حصہ ہے اپنی

منزل ۱

تعقیب ذکری ۔ حجاج کی قسم اول ۱۲ ۔ حجاج کی قسم ثانی ۱۲ ۔ النصف

موضح قرآن ف۱ گناہ نہیں کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا یعنی حج کے سفر میں مالِ تجارت بھی لے جاؤ روزی کمانے کو منع نہیں۔ لوگوں نے اس میں شبہ کیا تھا کہ شاید حج قبول نہ ہو اس واسطے فرمایا۔ ف۲ یہ بھی کفر کی غلطی تھی کہ مکے کے ساکن عرفات تک نہ جاتے کہ عرفات حرم سے باہر ہے حرم کی حد پر کھڑے رہتے سو فرمایا کہ جہاں سے سب لوگ چلیں طواف کو تم بھی چلو اور اگلی تقصیر پر نادم ہو

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی تجارت ۱۲ ف۳ یعنی از عرفات نہ از مزدلفہ چنانکہ قریش تحریف کردہ بودند ۱۲ ف۵ بعد ازیں خدا تعالیٰ تصویر میفرماید حال کافر و مومن را ۱۲

مغفرت کرو کیونکہ وہ توبہ کرنے والوں سے رحمت اور مغفرت سے پیش آتا ہے۔ ۳۸۶ زمانہ جاہلیت میں مشرکین عرب حج سے فارغ ہو کر بیٹھتے اور اپنے آباءو اجداد کی تعریفیں کرتے اور اپنی خاندانی بڑائی بیان کرتے اور اپنے بڑوں کے کارناموں پر فخر کرتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح پہلے تم لوگ اپنے آباء کی بڑائی بیان کرتے تھے اس طرح اب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کیا کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تو تم اپنے باپ دادا سے بھی بڑھ کر کیا کرو۔ اب آگے حاجیوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ۳۸۷ پہلی قسم کے حاجی تو وہ ہیں کہ جس طرح ان کی زندگی کی ساری تگ و دو کا مطلب صرف حصول دنیا ہوتا ہے اسی طرح حج بھی وہ دنیوی اغراض ہی کے لئے کرتے ہیں جیسا کہ مشرکین عرب۔ یہ لوگ حج اس لئے کرتے تھے کہ حج کے موقع پر اور حج سے فارغ ہو کر اپنے آبائی مفاخر بیان کریں اور اپنی عظمت اور بڑائی کا اظہار کریں۔ نیز ان مقامات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ سے دولت، مال مویشی اور دشمنوں پر فتحمندی کے لئے دعا کریں۔ چنانچہ یہ لوگ وقوف عرفہ اور وقوف مزدلفہ کے وقت اللہ تعالیٰ سے اونٹ گائے اور بھیڑ بکری کے لئے دعائیں کرتے مگر اللہ کی بخشش اور انعام آخرت کی دعا کبھی نہ کرتے

كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ

کمائی سے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے اور یاد کرو اللہ کو

فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ

گنتی کے چند دنوں میں ۳۸۹ پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں

فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ

تو اس پر گناہ نہیں اور جو کوئی رہ گیا تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں

لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ

جو کہ ڈرتا ہے ۳۹۰ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو بیشک تم سب اسی کے پاس

تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ

جمع ہو گے ۳۹۱ ف۱ اور بعضا آدمی وہ ہے کہ پسند آتی ہے تجھ کو اس کی بات

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ

دنیا کی زندگانی کے کاموں میں ۳۹۲ اور گواہ کرتا ہے اللہ کو اپنے دل کی بات پر

وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ

اور وہ سخت جھگڑالو ہے اور جب پھرے تیرے پاس سے تو دوڑتا پھرے ملک میں

لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ

تاکہ اس میں خرابی ڈالے ۳۹۳ اور تباہ کرے کھیتیاں اور جانیں اور اللہ

لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ

ناپسند کرتا ہے فساد کو اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو آمادہ کرے اس کو

الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

غرور گناہ پر ۳۹۴ تو کافی ہے اس کو دوزخ اور وہ بیشک برا ٹھکانا ہے ف۲

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ

اور لوگوں میں ایک شخص وہ ہے جو بیچتا ہے اپنی جان کو اللہ کی رضا جوئی میں ۳۹۵

۱۔ مراد ایام تشریق ۱۲

۲۔ مجاہد کی پہلی ترغیب ۱۲

۳۔ مجاہد کی دوسری ترغیب ۱۲

عن ابن عباس رضہ ان المشرکین کانوا یقولون اذا وقفوا اللّٰھم ارزقنا ابلًا و بقرًا وغنمًا و عبیدًا واماءً او ما کانوا یطلبون التوبۃ والمغفرۃ (کبیر ص۲۲۰ ج ۲) کانوا یسئلون الابل والغنم والظفر بالعدو ولا یطلبون الاخرۃ (قرطبی ص۴۳۲ ج ۲) تو ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ بس جو کچھ ہم نے دینا تھا، دنیا میں دیدیا۔ آخرت میں ان کے لئے کچھ نہیں البتہ جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ۳۸۸ یہ حاجیوں کی دوسری قسم ہے۔ یہ لوگ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ سے دنیوی مقاصد کے لئے دعا کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ آخرت میں کامیابی اور جہنم کے عذاب سے بچنے کی دعا کرتے ہیں۔ اور حسنۃ سے دونوں جگہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں مراد ہیں۔ والذی علیہ اکثر اھل العلم ان المراد بالحسنتین نعم الدنیا والاخرۃ وھذا ھو الصحیح (قرطبی ص۴۳۲ ج ۲) یہ گروہ مومنین کا ہے جو حج کے موقع پر اللہ سے دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کی تمام نعمتیں مانگتے ہیں۔ ان کا مطمح نظر صرف دنیا ہی نہیں ہوتی اور یہی مومن کی شان ہونی چاہئیے بلکہ مومن کا اصل مقصد تو طلب آخرت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اسے دنیوی منافع حاصل کرنے کی بھی اجازت ہے بشرطیکہ دنیا طلب آخرت کی راہ میں حائل نہ ہو جاوے۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ یہ دوسری قسم کے حاجیوں کی جزاء ہے یعنی انہیں ان کی نیکی اور دعا کی جزا آخرت میں ملے گی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُولٰئک کا اشارہ دونوں فریقوں کی طرف ہو کہ فریقین میں سے ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا ملے گی (مدارک ص۱۰۹ ج ۱، البحر ص۱۰۶ ج ۲) وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ؕ وہ لوگوں کی کثرت کے باوجود تھوڑے سے وقت میں سب کا حساب لے لیگا۔ یا مطلب یہ ہے کہ وہ جلدی ہی حساب لینے والا ہے کیونکہ قیامت قریب ہے اس لئے نیکی کی طرف توجہ کرو۔ ۳۸۹ ایام معدودات سے مراد تین ایام تشریق ہیں یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ۔ ۹ ذی الحجہ کی رات مزدلفہ میں گذار کر علی الصباح حجاج کرام منی کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

موضح قرآن ف۱ ان آیتوں میں فرمایا کہ کفر کے وقت دستور تھا حج سے فارغ ہو کر تین دن اور عید کے بعد خوشی کرتے اور بازار لگاتے اور اپنے باپ دادوں کے ساکے بیان کرتے اب اللہ صاحب نے اس کے بدلے تین دن ٹھہرنا مقرر کیا کہ اللہ کو یاد کرو ان دنوں میں دوپہر کو کنکر پھینکتے ہیں اور ہر نماز کے بعد تکبیر کہتے اور سوائے نماز ہر وقت اور کوئی چاہے تو دو ہی دن رہ کر رخصت ہو اور تین دن رہے تو بہتر ہے اور یہ فرمایا جن کو رغبت نری دنیا ہی ہے وہ آخرت سے محروم ہیں۔ اب حج کا مذکور ہو چکا۔ ف۲ یہ حال ہے منافق کا ظاہر میں خوشامد کرے اور اللہ کو گواہ رکھے کہ میرے دل میں تمہاری محبت ہے اور جھگڑے کے وقت کبھی نہ کرے اور قابو پاوے تو لوٹ اور مار مچاوے اور منع کرنے سے اور ضد چڑھے زیادہ گناہ کرے۔ ایک شخص اخنس بن شریق تھا اس نے بھی حضرت سے یہی سلوک کیا۔

یہ مقام مکہ مکرمہ سے کوئی چار میل کے فاصلے پر شمال سے ذرا مغرب کی طرف ہٹ کر واقع ہے۔ اس جگہ ۱۰ سے لیکر ۱۲ کو غروب آفتاب تک قربانیاں کی جاتی ہیں اور جمرات کی رمی کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یہ ایام، تکبیر و تہلیل اور میری حمد و ثنا اور دعا و پکار ہی میں گذارو۔ **۳۹۰** منیٰ میں قیام کے دوران تین جگہوں پر جنہیں جمرات کہتے ہیں کنکریاں پھینکی جاتی ہیں۔ پہلے دن یعنی ۱۰ کو طلوع صبح کے بعد جمرہ عقبہ پر سات کنکریاں پھینکے۔ اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔ دوسرے اور تیسرے دن زوال شمس کے بعد تینوں جمروں پر رمی کرے۔ پہلے مسجد خیف کے ساتھ والے جمرہ کو پھر اس کے ساتھ والے پر اور سب سے آخر میں جمرہ عقبہ پر۔ ہر جمرہ پر سات کنکریاں پھینکے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منیٰ میں قیام کی دو صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ دسویں تاریخ کے بعد دو دن ٹھہرے اور ۱۲ کی شام کو مکہ مکرمہ چلا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ۱۳ کو بھی وہاں ٹھہرے اور جمرات کی رمی کرے مگر ۱۳ کو رمی کا وقت زوال آفتاب کے بعد نہیں بلکہ پہلے دن کی طرح طلوع صبح کے بعد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں صورتوں کا اختیار دیا ہے کہ جس پر چاہے عمل کرے کوئی گناہ نہیں مگر یہ گناہ و ثواب تو اس کے لئے ہے جسے خدا کا خوف ہو اور گناہ و ثواب کا احساس ہو جس کے دل میں خدا کا خوف نہیں اسے گناہ و ثواب کی کیا پرواہ ہے۔

۳۹۱ اپنے تمام اعمال میں خدا سے ڈرتے رہو اور اس بات کا یقین رکھو کہ دوبارہ زندہ ہونے کے بعد تم خدا کے یہاں اکٹھے کئے جاؤ گے اور تمہارے تمام اعمال کا حساب ہوگا۔

ربط :- یہاں تک تو حج کے ضروری احکام کا بیان تھا حکم جہاد کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ٹھیک گھر کی اس طریقے سے حاضری دو اور اس طریقہ سے مجھ سے دعا مانگو تو میں تمہیں فتح دوں گا۔ اب آگے پھر جہاد کا حکم آ رہا ہے۔ چنانچہ اگلی آیت سے جہاد کی دوسری بار ترغیب و تحضیض شروع ہو رہی ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ سے لے کر فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ تک ترغیب الی الجہاد ہے۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کئی طریقوں سے جہاد کی ترغیب دی ہے۔ (۱) شر و فساد برپا کرنے والے اور فتنہ انگیز عناصر جنہوں نے زمین کو فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنا یا ہوا ہے ایسے لوگوں کا خاتمہ کیوں نہیں کر دیتے ہو۔ ایسے شریر لوگوں سے جہاد نہ کرنا بھی اتباع شیطان میں داخل ہے۔ (۲) جہاد کے ذریعے خدا کی رضا حاصل کرو۔ (۳) اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور اس کے تمام احکام مانو ان میں سے ایک جہاد بھی ہے۔ (۴) اگر خدا کے احکام سے سرتابی کرو گے تو سخت سزا ملے گی بنو اسرائیل کا حال دیکھ لو خدا کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کا کیا حشر ہوا۔ (۵) مشرکین اور کفار دولت دنیا کے نشہ میں بدمست ہو کر اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ لہٰذا ان سے جہاد کرو۔ (۶) اللہ کے فطری دین توحید میں ان لوگوں نے اختلاف پیدا کر رکھا ہے ان کی بیخ کنی کرو۔ (۷) جنت میں جانا آسان کام نہیں۔ اس کی خاطر تمہیں مال و جان کی قربانی دینی پڑے گی۔ (۸) اللہ کے دین کی خاطر جہاد میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ ضائع نہیں جائے گا۔ **۳۹۲** یہ پہلی ترغیب ہے یعنی کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو محض دنیوی اغراض و مقاصد کے پیش نظر آپ سے ایسی میٹھی اور فصیح و بلیغ باتیں کرتے ہیں کہ آپ ان کی باتوں کو بہت وقعت دینے لگتے ہیں اور ان کو پسند کرتے ہیں۔ المعنی ومنهم من يروقك ويعظم في نفسك ما يقوله (روح ص۹۵ ج ۲، مدارک ص۸۱ ج ۱) بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد اخنس بن شریق ہے جو بہت بڑا منافق تھا مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت ہر اس آدمی کے حق میں ہے جو ان آیات میں مذکورہ اوصاف کا حامل ہو۔ القول الثانی وهو اختيار اكثر المحققين والمفسرين ان هذه الاية عامة في حق كل من كان موصوفا بهذه الصفات المذكورة (کبیر ص۳۷۷ ج ۲) وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ اللہ کو گواہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ قسمیں کھاتے ہیں یا مطلب یہ ہے کہ وہ "خدا شاہد ہے" "خدا گواہ ہے" وغیرہ الفاظ کہتے ہیں یعنی وہ اپنے مافی الضمیر کی سچائی پر خدا کو گواہ بناتے ہیں۔ اور قسمیں کھا کھا کر آپ کو اپنے اخلاص کا یقین دلاتے ہیں حالانکہ وہ آپ کے شدید ترین مخالف ہوتے ہیں۔ **۳۹۳** جب تک آپ کے پاس بیٹھے رہتے ہیں اس وقت تک تو چکنی چپڑی باتیں کرتے رہتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑے ہی مخلص ہیں لیکن جب آپ کے پاس سے اٹھ جاتے ہیں تو شر و فساد برپا کرنے کی سعی اور کوشش کرتے رہتے ہیں۔ شر و فساد سے یا تو کھیتوں اور مویشیوں کی تباہی مراد ہے اور یا مراد یہ ہے کہ آپ کے پاس سے اٹھ کر مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی بابت شبہات پیدا کرتا ہے اور کفر و شرک کی تائید میں عجیب و غریب حیلے نکالتا ہے۔ انه كان بعد الانصراف من حضرة النبي عليه السلام يشتغل بادخال الشبه في قلوب المسلمين وباستخراج الحيل في تقوية الكفر (کبیر ص۳۷۸ ج ۲) وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ جیسا کہ اخنس نے کیا تھا کہ حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھ کر اسلام سے محبت کا اظہار کرتا رہا جب آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر نکلا تو مسلمانوں کے ایک کھیت کے پاس سے گذرا تو کھیت کو جلا دیا اور ان کے مویشی قتل کر دیئے۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ اللہ تعالیٰ شر و فساد کو پسند نہیں کرتا اس لئے فساد سے اجتناب کرو ورنہ اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا۔ **۳۹۴** اصل میں ذِلّۃ کی ضد ہے مگر یہاں اس سے نخوت اور غرور مراد ہے۔ العزة في الاصل خلاف الذل واريد بها الانفة والحمية مجازا (روح ص۹۶ ج ۲) اور پھر اس نفاق اور فطری خباثت کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی درجہ کا ضدی اور متکبر بھی ہے یہاں تک کہ جب کوئی خیر خواہ از راہ نصیحت اسے خدا سے ڈرنے اور شر و فساد سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے تو نخوت اور غرور اسے اور آمادۂ گناہ کر دیتا ہے۔ اور وہ پہلے سے بھی بڑھ کر شر و فساد میں حصہ لیتا ہے۔ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ کسی ناصح مشفق کی نصیحت اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ اسے جہنم کی آگ سیدھا کرے گی جو بہت ہی بری جگہ ہے۔ **۳۹۵** یہ دوسری ترغیب ہے یَشْرِیْ شراء سے ہے جس کے معنی یہاں بیچنے کے ہیں اور اس سے جہاد میں جان دینا مراد ہے۔ ابتغاء یشری کا مفعول لہ ہے۔ ای يبيعها يبذلها في الجهاد (روح ص۹۶ ج ۲) یعنی منافقین کے مقابلہ میں کچھ ایسے مخلص اور جان نثار لوگ بھی ہیں جو محض اللہ کی رضا کے لئے جہاد میں اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں۔ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ عباد سے مراد مومنین ہیں۔ مومنین پر اللہ تعالیٰ خاص طور پر مہربان ہے کہ انہیں بلند درجات حاصل کرنے کے لئے اپنی راہ میں پیاری جانیں تج دینے کی راہ دکھائی اور اپنی رضامندی کے حصول کے طریقے انہیں بتائے۔ **۳۹۶** یہ جہاد کی تیسری ترغیب ہے۔ کَآفَّةً ادخلوا کی ضمیر سے حال ہے اور سلم کے معنی استسلام اور اطاعت کلی کے ہیں یعنی تم سارے کے سارے مکمل طور پر اللہ کے فرمانبردار بن جاؤ اور کوئی اس اطاعت سے باہر نہ رہے۔ ای استسلموا لله واطيعوه ..... کافة لا يخرج احد منكم يده عن طاعته (مدارک ص۸۲ ج ۱) یا اس کے معنی امن اور صلح و آشتی کے ہیں اور اس سے مراد دین اسلام ہے۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ایمان والوں کو حکم ہو رہا ہے کہ تم دین اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور عقائد سے لیکر اعمال تک اور عبادات سے لیکر اخلاق تک کے متعلق اسلام کی تمام ہدایات پر عمل کرو اور شیطان کے پیچھے لگ کر اسلامی احکام کی جگہ جاہلانہ رسوم کی پابندی مت کرو۔ اور نہ ہی ایسا کرو کہ اسلام کے بعض احکام کو مانو اور بعض احکام کو نہ مانو۔ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ وہ ہمیشہ تمہیں گمراہ کرنے کے متعلق ہی سوچتا رہتا ہے اور تمہارے دلوں میں نئے نئے خیالات اور نئی نئی جذتیں پیدا کرتا ہے تاکہ تمہارے عقائد و اعمال کو خراب کر ڈالے بعض نو مسلم جنہوں نے یہودیت ترک کر کے اسلام قبول کیا تھا انہوں نے بعض سابقہ رسموں کو ترک نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔ **۳۹۷** یہ زجر اور تخویف ہے اور چوتھی ترغیب ہے یعنی جب دلائل واضحہ تمہارے پاس آ چکے ہیں۔ اور دین اسلام کی صداقت و حقانیت تم پر واضح ہو چکی ہے تو اب بھی اگر تم پھسل گئے اور ڈگمگا گئے یعنی اسلام کے بعض احکام پر عمل نہ کیا مثلاً جہاد کرنا چھوڑ دیا تو پھر سن لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست اور صاحب حکمت ہے اسے سزا دینے سے کوئی نہیں روک سکتا اور بمقتضائے حکمت جو سزا دینا چاہے اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ **۳۹۸** یہ تخویف دنیوی ہے۔ وہ شریر لوگ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر وقت شرارتوں میں مصروف رہتے ہیں اور جن کی شرارت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اب وہ قیامت سے پہلے شر و فساد سے باز نہیں آئیں گے۔ ان سے کیوں جہاد نہیں کرتے ہو۔ يَنْظُرُوْنَ کی ضمیر یہود کی طرف راجع ہے (روح ص۹۹ ج ۲) یہودی اللہ تعالیٰ کے تجسم کے قائل تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جب ٹھاٹھ اور شان و شوکت سے آتا ہے تو بادلوں پر سواری کر کے آتا ہے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تجلی ڈالی تھی بادلوں ہی سے ڈالی تھی۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں کے خیال کے مطابق فرمایا کہ یہ یہودی جو اسلام کو قبول نہیں کر رہے یہ اس انتظار میں ہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے بادلوں پر سوار ہو کر آئیں اور قیامت قائم

ہو جائے تو پھر انہیں اسلام کی صداقت کا یقین ہو جائے گا - اور وہ اسلام قبول کر لیں گے - وذلك لان اليهود كانوا على مذهب التشبيه وكانوا يجوزون على الله المجئ والذهاب وكانوا يقولون انه تعالى تجلى لموسى عليه السلام على الطور فى ظلل من الغمام (کبیر ص۲۹۳ ج ۲) اور تورات میں ہے: "دیکھو خداوند ایک تیز رو بادل پر سوار ہو کر مصر میں آتا ہے اور مصر کے بت اس کے حضور لرزاں ہوں گے۔" (کتاب یسعیاہ باب ۱۹، فقرہ ۱)

تنبیہ ۱- اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے اور نہ کسی جسم کے مشابہ ہے - اور آنا جانا جسم کی صفات میں سے ہے اس لئے اللہ تعالیٰ آمد و رفت سے منزہ اور پاک ہے - اس لئے بہت سے مفسرین نے اس آیت کو متشابہات میں سے قرار دیا ہے اور اس کی تفسیر سے سکوت اختیار کیا ہے - اور بعض نے یہاں مضاف محذوف مانا ہے یعنی امر الله یا عذاب الله - جو توجیہ ہم نے اوپر لکھی ہے اسے امام رازی رحنے ترجیح دی ہے وَقُضِيَ الْأَمْرُ اور بندوں کے حساب و کتاب کا معاملہ طے ہو جائے اور نیک و بد اپنے اپنے انجام کو پہنچ جائیں - ای انتہ امر العباد وحسابهم فاثيب الطائع وعوقب العاصى (روح ص۹۹ ج ۲) وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ - اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے - **۳۹۹** یہ نافرمانی کے انجام اور تخویف دنیوی کا ایک نمونہ بیان فرمایا ہے - یعنی اللہ کی طرف سے حق واضح ہو جانے کے بعد جو لوگ نہیں مانتے ان کا کیا حشر ہوتا ہے - بنی اسرائیل سے پوچھو ہم نے انہیں حق سمجھانے کے لئے کس قدر واضح نشانیاں دیں - تورات نازل کی پیغمبروں کے معجزے ان کو دکھلائے مگر انہوں نے ضد و عناد سے ان کا انکار کیا پھر ان کو کیسے کیسے عذابوں میں مبتلا کیا گیا - **۴۰۰** نعمت سے مراد اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور وہ دلائل ہیں جو رشد و ہدایت کا سبب تھے کیونکہ ہدایت اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے - اور تبدیل نعمت سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے ان اسباب ہدایت سے کام نہ لیا اور جو ہدایت ان سے حاصل کرنی چاہیئے تھی اسے حاصل نہ کیا اور انہی اسباب کے ذریعے کفر اور گمراہی خریدی مثلاً تورات میں تحریف کر کے، اس کے احکام کو ٹھکرا کر اور معجزات کا انکار کر کے - المراد آياته ودلائله وهى من اجل اقسام نعم الله لانها اسباب الهدى والنجاة من الضلالة .... المراد بتبديلها ان الله تعالى اظهرها لتكون اسباب هداهم فجعلوها اسباب ضلالتهم (کبیر ص۲۹۶ ج ۲) یعنی جو شخص رشد و ہدایت کے اسباب و ذرائع کو غلط استعمال کر کے ان سے گمراہی اور فسق و فجور کا کام لے اسے خدا کی گرفت سے غافل نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اس کی گرفت سخت اور اس کا عذاب عبرتناک ہے - یہ بھی ترک جہاد پر تخویف ہے - اس واقعہ سے مسلمانوں کی تنبیہ مقصود ہے کہ دیکھو اللہ کی نافرمانی کا یہ انجام ہے - **۴۰۱** یہ ماقبل کی علت ہے یعنی جن لوگوں نے خدا کی ہدایت سے منہ موڑا، اس کے انبیاء کی تکذیب کی، اس کی آیات کو جھٹلایا اور اس کی توحید کا انکار کیا انہیں اس پر کس چیز نے آمادہ کیا اور اس کا سبب کیا تھا؟ فرمایا ان لوگوں کے دلوں میں دنیا کی دولت اور ظاہری شان و شوکت کی محبت بس چکی ہے - دین کے مقابلہ میں دنیوی وقار و اقتدار، زندگی کی مادی آسائشیں اور ٹھاٹھ باٹھ انہیں بھلی معلوم ہوتی ہے - اس لئے انہوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو قبول کیا ہے جس سے انہیں تمام دنیوی مقاصد اور مادی خواہشات کے پورا ہو جانے کی قوی امید ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام قبول کر کے ان لوگوں نے کیا حاصل کیا ہے - ان کے پاس دولت ہے نہ زمینیں — محلات ہیں نہ باغات - کیونکہ ان کوتاہ نظروں اور کج فہموں نے ان چیزوں ہی کو زندگی کا ماحصل سمجھا ہوا ہے - **۴۰۲** واؤ حالیہ ہے حالانکہ یہ غرباء جو خدا سے ڈرتے ہیں اور اس کے تمام احکام کی تعمیل کرتے ہیں قیامت کے دن ان کافروں

وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا

اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر - اے ایمان والو داخل ہو جاؤ

فِي السِّلْمِ كَافَّةً ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ

اسلام میں پورے **۳۹۶** اور مت چلو قدموں پر شیطان کے

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿۲۰۸﴾ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ

بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے - پھر اگر تم پھسلنے لگو بعد اس کے کہ

مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ

پہنچ چکے تم کو صاف حکم تو جان رکھو کہ بیشک اللہ زبردست ہے

حَكِيمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ

حکمت والا **۳۹۷** کیا وہ اسی کی راہ دیکھتے ہیں کہ آوے ان پر اللہ

فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ ۚ

ابر کے سائبانوں میں ف۱ اور فرشتے **۳۹۸** اور طے ہو جاوے قصہ

وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿۲۱۰﴾ سَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ

اور اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے سب کام ف۲ پوچھ بنی اسرائیل سے

كَمْ آتَيْنَاهُمْ مِنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ ۗ وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ

کس قدر عنایت کیں ہم نے ان کو نشانیاں کھلی ہوئیں **۳۹۹** اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت

اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

بعد اس کے کہ پہنچ چکی ہو وہ نعمت اس کو تو اللہ کا عذاب سخت ہے **۴۰۰**

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ

فریفتہ کیا ہے کافروں کو دنیا کی زندگی پر اور ہنستے ہیں

الَّذِينَ آمَنُوا ۘ وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ

ایمان والوں کو **۴۰۱** اور جو پرہیزگار ہیں وہ ان کافروں سے بالاتر ہوں گے قیامت کے دن **۴۰۲**

موضح قرآن ف۱ یہ حال ہے صاحب ایمان کا کہ اللہ کی رضا پر اپنی جان دیوے - ف۲ یعنی پیغمبر اور قرآن پر یقین نہیں لاتے تو اب منتظر ہیں اللہ آوے اور ہر کسی کو اس کے عمل کے موافق جزا دیوے -

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بیاید عذاب او - ۱۲

سے بہت بلند درجات میں ہوں گے کیونکہ ایسے ضدی اور معاند کفار و منافقین کا ٹھکانا جہنم کے نچلے طبقہ میں ہوگا اور یہ خدا سے ڈرنے والے فقرا مومنین اعلیٰ علیین میں ہونگے۔ فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ای فی الدرجة لانھم فی الجنة والکفار فی النار (قرطبی ص۳۱ ج ۳) لان الفقراء فی علیین والکفار والمنافقین فی اسفل السافلین (معالم ص۱۶۸ ج ۱) **۴۰۳** باقی رہا دنیا میں کثرتِ رزق اور مال و زر کی فراوانی کا سوال تو یہ چیز خدا کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے بے حساب دولت دیدے کسی مسلمان کو دیدے یا کسی کافر کو اس لئے وہ اپنی حکمت اور مصلحت کے تحت جسے چاہتا ہے دنیا کی دولت سے مالا مال کردیتا ہے۔ دولت کی کمی بیشی سے حق و باطل کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ اس آیت نے اس شبہ کا ازالہ بھی کردیا جس کے پیدا ہونے کا امکان تھا۔ کہ اگر کافر حق پر نہیں ہیں تو اللہ نے انہیں اتنی دولت کیوں دی ہے تو فرمایا کہ یہ دولت تو چند روزہ ہے اور محض دنیا کی زینت اور رونق ہے آخرت میں تو صرف یہی ایمان اور تقویٰ کام آئے گا۔

۴۰۴ یہاں وحدت سے دین اور عقیدے کی وحدت مراد ہے۔ یعنی شروع میں لوگ ایک ہی دین پر تھے۔ اور سارے کے سارے دین اسلام کے پابند اور توحید پرست تھے۔ متفقین علے دین الاسلام (مدارک ص۸۳ ج ۱) متفقین علی التوحید مقرین لعبودیته (روح ص۱۰۰ ج ۲) اس سے معلوم ہوا کہ آغاز فطرت میں انسان توحید پرست تھا۔ اور شرک کی بیماری بعد میں پھیلی ہے۔ پہلی کتابوں میں بھی مسئلہ توحید موجود تھا بعض پلیدوں نے بسبب بغاوت توحید کی مخالفت کی اور پچھلے لوگ باغیوں کی عبارتیں دیکھ کر مسئلہ توحید کے بارے میں شبہات میں پڑگئے۔ لیکن ان کا شبہ خدا کے یہاں کتاب اللہ کی موجودگی میں قبول نہیں ہوگا۔ ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کرو۔ **۴۰۵** یہ ماقبل پر مرتب ہے۔ لیکن اس میں بظاہر اشکال ہے کیونکہ جب سب لوگ دین توحید پر متفق تھے تو پھر پیغمبر بھیجنے کی کیا ضرورت تھی تو اس کا حل یہ ہے کہ اس سے پہلے فَاخْتَلَفُوْا محذوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ شروع میں تو سب لوگ توحید پر متفق تھے لیکن بعد میں ان کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے تاکہ وہ انہیں راہِ راست پر لانے کی کوشش کریں ماننے والوں کو جنت کی خوشخبری دیں اور نہ ماننے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ اور اس حذف پر آیت کا اگلا حصہ شاہد ہے کیونکہ آگے ارشاد ہو رہا ہے کہ ہم نے پیغمبروں کو کتابیں بھی دیں تاکہ وہ اللہ کی نازل کی ہوئی ہدایت کی روشنی میں لوگوں کے باہمی اختلاف فی التوحید کا فیصلہ کریں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی آمد سے پہلے ان میں توحید کے بارے میں اختلاف پیدا ہوچکا تھا جسے مٹانے کے لئے پیغمبر بھیجے گئے۔ نیز اسی مضمون کی ایک دوسری آیت میں فاختلفوا کی صراحت موجود ہے جیساکہ سورۂ یونس ع ۲ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا۔ اور چونکہ قرآن کے بعض حصے بعض حصوں

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ كَانَ النَّاسُ

اور اللہ روزی دیتا ہے جس کو چاہے بے شمار **۴۰۳** تھے سب لوگ

اُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ

ایک دین پر **۴۰۴** ف۱ پھر بھیجے اللہ نے پیغمبر خوشخبری سنانے والے اور

مُنْذِرِيْنَ ص وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ

ڈرانے والے **۴۰۵** اور اتاری ان کے ساتھ کتاب سچی کہ فیصلہ کرے

بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ

لوگوں میں جس بات میں وہ جھگڑا کریں **۴۰۶** اور نہیں جھگڑا ڈالا کتاب میں

اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ

مگر انہی لوگوں نے جن کو کتاب ملی تھی اس کے بعد کہ ان کو پہنچ چکے صاف حکم

بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ج فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا

آپس کی ضد سے **۴۰۷** پھر اب ہدایت کی اللہ نے ایمان والوں کو اس سچی بات

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ط وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ

کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے **۴۰۸** اور اللہ بتلاتا ہے جس کو

يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ

چاہے سیدھا راستہ **۴۰۹** ف۲ کیا تم کو یہ خیال ہے کہ

تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا

جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ تم پر نہیں گذرے حالات ان لوگوں جیسے جو ہو چکے

مِنْ قَبْلِكُمْ ط مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا

تم سے پہلے **۴۱۰** کہ پہنچی ان کو سختی اور تکلیف اور جھڑجھڑائے گئے

حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى

یہاں تک کہ کہنے لگے رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے کب آوے گی

ف۱ اس سے پہلے ان کا تنازع ہے ای فاختلفوا بغیا بینہم ... ف۲ جادو کی چھپی ترغیب ہے لوگوں نے اللہ کے فطری دین توحید میں اختلاف پیدا کر لیا تھی سے ان کی نزع کی گئی ۱۲

ف۳ یہ ساتویں ترغیب جنت میں یا آسمان ... نہیں مال و جان کی قربانی دینی پڑے گی پہلی امتوں کے مومنوں کو مال ...

موضح قرآن ف۱ یعنی اللہ نے کتابیں اور نبی متعدد بھیجے اس واسطے نہیں کہ ہر فرقے کو جدی راہ فرمائی اللہ کے یہاں سب خلق کو ایک ہی راہ کا حکم ہے جس وقت اس راہ سے کسی طرف نکلے اللہ نے نبی بھیجا کہ سمجھادے اور کتاب بھیجی کہ اس پر چلے جاویں پھر کتاب والے کتاب میں نکلے تب دوسری کتاب کی حاجت ہوئی سب نبی اور سب کتابیں اسی ایک راہ کے قائم کرنے کو آئی اس کی مثال جیسے تندرستی ایک ہے اور مرض بیشمار جب ایک مرض پیدا ہوا ایک دوا اور پرہیز اس کے موافق فرمایا جب دوسرا مرض ہوا دوسری دوا اور پرہیز اسکے موافق فرمایا اب آخری کتاب میں ایسی راہ فرمائی کہ ہر مرض سے بچاؤ ہے یہ سب کے بدلے کفایت ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی پیش از آمدن ہر پیغامبر کہ باشد متفق بودند بایکدیگر در دین او اختلاف نداشتند ۱۲ ف۲ مترجم گوید حاصل آنست کہ سنت اللہ جاری شدہ است بآنکہ بعد بعثت ہر پیغمبر در امت دعوت اختلاف واقع می شود و آں تبدل نباید شد۔ ۱۲

کی تفسیر کرتے ہیں اس لئے یہاں بھی فاختلفوا محذوف ہے وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ الکتاب میں لام جنس کیلئے ہے بالحق الکتاب سے حال ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کے ساتھ ایک کتاب بھیجی جس میں دین حق کا بیان تھا ۔ ۴۰۴ بعثت انبیاء اور انزال کتب کی علت ہے اور یحکم کا فاعل اللہ ہے یعنی جب لوگوں نے توحید پر اتفاق کے بعد اس میں اختلاف شروع کر دیا ، کچھ لوگ توحید پر قائم رہے اور کچھ لوگوں نے خدا کے سوا غیروں کی عبادت اور پکار شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نامے دیکر پیغمبر بھیجے تاکہ اس طرح ان کے درمیان اختلاف کا فیصلہ کرے ۔ فیصلے یہاں دلائل وبراہین سے حق وباطل میں واضح اور کھلا ہوا امتیاز پیدا کرنا مراد ہے ۔ اب جس کا جی چاہے توحید قبول کرے اور جس کا جی چاہے شرک کرکے اپنی عاقبت برباد کرلے ۔ دونوں راستے دلائل سے کے سامنے واضح کردیئے گئے ہیں ۔ ۴۰۵ اُوْتُوْہُ میں ضمیر مفعول الکتاب کی طرف راجع ہے ۔ الذین اوتو سے اس کتاب کے عالم اور اس کا درس وتدریس کرنے والے اور پیشوایان قوم مراد ہیں ۔ الذین اوتوہ ارباب العلم به والدراسة له (بحر ص۱۳۵ ج ۲) اور البینات سے مراد دلائل عقلیہ ہیں یعنی کتاب کے ساتھ ساتھ ہم نے توحید پر عقلی دلائل بھی قائم کردیئے تھے ۔ وھذہ البینات لا یمکن حملھا علی شئ سوی الدلائل العقلیة التی نصبھا اللہ تعالیٰ (کبیر ص۳۰ ج ۲) اور بغیا اختلف کا مفعول لہ ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ حق میں ہمیشہ اختلاف انہیں لوگوں نے ڈالا جو خدا کی کتاب کا علم رکھتے اور قوم کے پیشوا اور رہنما تھے ۔ یعنی علماء سوء اور پیران سوء اور اختلاف بھی انہوں نے کسی غلط فہمی کی بنا پر نہیں ڈالا بلکہ عقلی اور نقلی دلائل سے حق کو سمجھ بوجھ کر محض ضد اور عناد کی وجہ سے اختلاف کیا ۔ ایک حصر تو یہاں مذکور ہے کہ اختلاف ڈالنے والے صرف پیشوایان سوء ہی ہیں اور کوئی نہیں اور دوسرا حصر کہ ان علماء سوء نے اختلاف ہمیشہ جان بوجھ کر ڈالا ہے کسی غلط فہمی کی وجہ سے نہیں ہے یہ سورۂ جاثیہ ع ۲ میں مذکور ہے فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَھُمْ ۔ اس آیت میں تین چیزیں بیان ہوئیں (۱) اختلاف کن لوگوں نے کیا ، (۲) کب کیا اور (۳) کیوں کیا ۔ ؟ یعنی اختلاف ہمیشہ علماء سوء نے ڈالا ، اور جان بوجھ کر ڈالا اور محض ضد وعناد کی وجہ سے ڈالا ۔ ۴۰۶ من الحق ما کا بیان ہے اور اذن سے مراد اللہ کی توفیق ہے ۔ ای بتوفیقه وتیسیره (روح ص۱۰۲ ج ۲) اور اٰمنوا سے قصد والایمان مراد ہے یعنی جو لوگ صدق دل سے ایمان کے طالب اور حق کے جویا تھے ۔ علماء سوء تو ہمیشہ دین حق میں اختلاف ڈالنے میں مصروف رہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ طالبان حق کو محض اپنی مہربانی اور توفیق سے توحید کی راہ دکھائی اور فساد ماحول کے باوجود دین حق پر قائم رہے اور اگر الذین اوتوہ سے اہل کتاب مراد ہوں تو الذین اٰمنوا سے امت محمدیہ مراد ہوگی ۔ اور مطلب یہ ہوگا کہ جن امور میں اہل کتاب کے درمیان اختلاف رہا ۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان میں صحیح راستہ دکھادیا مثلاً یہود ونصاریٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا کہ وہ یہودی تھے یا نصرانی تو اللہ نے ہمیں بتایا کہ وہ نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ حنیف ومسلم تھے ۔ اسی طرح یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور عیسائیوں نے انہیں خدا بنا لیا ۔ مسلمانوں کو خدا نے بتایا کہ وہ خدا کے پیغمبر اور اس کے بندے تھے ۔ وغیر ذٰلک ۔ ۴۰۷ وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے اور اس کی مشیت ہمیشہ ان لوگوں کی ہدایت سے متعلق ہوتی ہے ۔ جو ضد اور عناد نہ کریں اور صدق دل اور اخلاص عمل کے ساتھ راہ حق کے طالب ہوں ۔ اس آیت میں بھی جہاد کی ترغیب ہے ۔ کیونکہ اس سے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے کہ اختلافات میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی صحیح راہنمائی فرماتا ہے ۔ نیز جہاد اس لئے بھی کرنا ضروری ہے تاکہ دین حق کے مٹانے والوں کا قلع قمع کیا جائے ۔ یہاں ایک شبہ ہے کہ اختلاف تو اگلوں نے ڈالا تھا پچھلوں کا کیا قصور ہے کہ ان سے جہاد کیا جائے ۔ انہوں نے تو اگلوں کی تقلید کی ہے ۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ اگلوں کی اندھا دھند پیروی میں معذور نہیں ہیں کیونکہ عقلی اور نقلی دلائل ان کے سامنے موجود ہیں ۔ انہوں نے ان میں غور وفکر کرکے اور انصاف سے کام لے کر حق سمجھنے کی کوشش نہیں کی ۔ چنانچہ ارشاد ہے ۔ والذین یحآجون فی اللہ من بعد ما استجیب له حجتھم داحضة عند ربھم (شوریٰ ع ۲) جبکہ علماء ربانیین اللہ کی توحید دلائل سے مان چکے ہیں ۔ اللہ کی طرف سے کتاب بھی نازل ہو چکی ہو تو اب باغیوں کے اقوال سے احتجاج مردود ہے ۔ ۴۰۸ مثل سے گذشتہ انبیاء کی امتوں کے سے شدائد اور مصائب مراد ہیں ۔ ای حالھم التی ھی مثل فی الشدة (مدارک ص۸۴ ج ۱) اس میں خطاب صحابہ کرام سے ہے ۔ اور یہ بھی ترغیب الی الجہاد ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ جنت کے جن بلند مقامات کے تم طالب ہو ۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ تم تکلیفوں اور آزمائشوں میں پڑے بغیر ہی وہاں تک پہنچ جاؤ گے ۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ۔ بلند درجات حاصل کرنے کے لئے تمہیں مال وجان کی قربانی دینی پڑے گی تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں گی ۔ مال وجان اور اولاد کے ذریعے جہاد کرنا پڑے گا ۔ ۴۰۹ یہ امم سابقہ کے حال کا بیان ہے ۔ باساء سے مالی نقصان اور معاشی بدحالی مراد ہے ۔ اور ضراء سے جانی نقصان اور جسمانی تکلیفیں اور بیماریاں مراد ہیں ۔ الباساء الفقر والضراء السقم (ابن کثیر ص۲۵۱ ج ۱) اور زلزلوا کے معنی ہیں ازعجوا ازعاجا شدیدا بانواع البلایا (روح ص۱۰۳ ج ۲) یعنی مصائب وتکالیف کی شدت اور کثرت سے ان کے دل دھل گئے ۔ اور شدت واضطراب اور بے چینی کی حالت میں پیغمبر اور مؤمنین طلب نصرت کے طور پر کہنے لگے ۔ آخر اللہ کی نصرت کب آئے گی ۔ اللہ تعالیٰ نے مصائب وشدائد میں ان سے مدد کا وعدہ کیا ہوا تھا ۔ جب کفار اور مشرکین کے ہاتھوں ان کی مصیبتیں اور تکلیفیں انتہا کو پہنچ جاتیں تو انبیاء ومؤمنین یہ سمجھتے کہ اب تو تکلیفیں انتہا کو پہنچ چکی ہیں اب تو اللہ کی مدد ضرور آنی چاہیئے ۔ پھر شدت اضطراب میں اللہ کی مدد پہنچنے کی تمنا کرتے ۔ ۴۱۲ اس تمنا اور طلب کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا کہ ثابت قدم رہو ۔ ہماری مدد اور نصرت پہنچنے ہی والی ہے ۔ اس سے مسلمانوں کو متنبہ فرمایا کہ تکلیفیں اور آزمائشیں ان پر بھی آئیں گی ۔ لہٰذا انہیں ان کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے ۔ ۴۱۳ مضمون انفاق کا دوسری بار بیان ۔ آیت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سوال منفق کے متعلق ہے ۔ یعنی کیا اور کس قدر خرچ کریں اور جواب میں خرچ کے مصارف بیان کئے گئے ہیں ۔ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس بات کو چھوڑو کہ کیا اور کتنا خرچ کرنا چاہیئے ۔ اصل چیز تو مصرف ہے ۔ اس لئے تم جو کچھ بھی خرچ کرو ۔ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ وہ صحیح مصرف میں خرچ ہو ۔ ظاھر الآیة انه سئل عن المنفق فاجاب ببیان المصرف صریحا لانه اھم فان اعتداد النفقة باعتباره (روح ص۱۰۵ ج ۲) حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ سوال یہ تھا کہ کتنا خرچ کریں تو جواب ملا کہ جتنا خرچ کرو مجھے تو کچھ نہیں دینا بلکہ اپنے والدین وغیرہ ہی کو دینا ہے ۔ ۴۱۴ ان الفاظ کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے اور ابن السبیل کے عموم میں جہاد فی سبیل اللہ کا مسافر بھی شامل ہے ۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ نیکی خواہ کوئی ہو مالی ہو یا بدنی چھوٹی ہو یا بڑی اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے ۔ اس لئے وہ ہر نیکی کی پوری پوری جزا دے گا ۔ یہاں تک انفاق کا ذکر تھا ۔ ۴۱۵ مضمون جہاد کا تیسری بار ذکر ۔ کُرْہٌ سے طبعاً ناپسندیدہ چیز مراد ہے ۔ مال و جان کا ضیاع ہمیشہ انسانی طبیعت کو گراں محسوس ہوتا ہے ۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ کا امر بالجہاد ناپسند تھا ۔ ای شاق علیکم قال بعض اھل المعانی ھٰذا الکرہ من حیث نفور الطبع عنه لما فیه من مؤنة المال ومشقة النفس وخطر الروح لا انھم کرھوا امر اللہ تعالیٰ (معالم ص۱۷۱ ج ۱) عَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ۔ یعنی ہو سکتا ہے کہ بعض چیزیں اپنے ظاہری اور مادی نقصانات کی وجہ سے تمہیں ناپسند ہوں اور تم انہیں اچھا نہ سمجھتے ہو مگر انجام کے لحاظ سے اور پوشیدہ فوائد کے لحاظ سے وہ تمہارے لئے خیر وبرکت اور فلاح دارین کا باعث ہوں مثلاً جہاد ہی کو لے لیجیئے جو بظاہر قتل وخونریزی اور مال وجان کے ضیاع کی وجہ سے تمہیں ناپسند ہے مگر اس کا انجام بہتر ہے ۔ کیونکہ جہاد ہی سے تم اپنا اور اپنے دین کا نام دنیا میں سربلند کر سکتے ہو ۔ اس کا وقار اور اس کی شان وشوکت کو قائم رکھ سکتے ہو ۔ جہاد ہی سے تم اپنی عزت وآبرو اور اپنے مال وجان کی حفاظت کر سکتے ہو اور جہاد ہی سے تم غازیوں اور شہیدوں کے درجات حاصل کر سکتے ہو ۔ اس سے بھی مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنا مقصود ہے ۔ ۴۱۶ اسی طرح یہ بھی عین ممکن ہے کہ ایک چیز کے ظاہری فوائد کی وجہ سے تم اسے پسند کرو مگر حقیقت میں

وہ چیز تمہارے حق میں سخت مضر ہو۔ مثلاً جہاد میں شرکت نہ کرنے اور آرام و راحت سے گھر بیٹھے رہنے کو تم پسند کرتے ہو۔ اس لئے کہ اس طرح مال و جان محفوظ رہے گا۔ لیکن دراصل ترک جہاد میں تمہارا سراسر نقصان اور خسارۃ دارین ہے۔ کیونکہ اس طرح تم کافروں کے ہاتھوں ذلیل ہو جاؤ گے۔ وہ تمہارا ستیاناس کر دیں گے۔ مال لوٹ لیں گے۔ عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیں گے۔ تمہارے شہروں پر قبضہ کر لیں گے۔ اور تمہارا دین دنیا سے مٹا ڈالیں گے۔ یہ دوسری طرز پر جہاد کی ترغیب ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور ہر چیز پر حاوی ہے۔ انسان کا علم ناقص اور محدود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے فوائد اور نقصانات سے بخوبی آگاہ اور ہر کام کی حکمتوں کو جانتا ہے۔ لہٰذا اس نے جو جہاد کا حکم دیا ہے اس میں یقیناً مسلمانوں کی بھلائی اور بہتری ہے۔ ۲۱۷ قتال فیہ، الشھر الحرام سے بدل الاشتمال ہے اور الشہر الحرام سے مراد یہاں رجب ہے اور یسئلون کا فاعل مشرکین ہیں۔

نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿٢١٤﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٢١٥﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَھُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَـيْـــًٔـا وَّھُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَـيْـــًٔـا وَّھُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢١٦﴾ ع

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَھْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ

اللہ کی مدد ۲۱۴ سن رکھو اللہ کی مدد قریب ہے ۲۱۵ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں ۲۱۵ کہدو کہ جو کچھ تم خرچ کرو مال سو ماں باپ کیلئے اور قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافروں کے ۲۱۵ اور جو کچھ کرو گے تم بھلائی سو وہ بیشک اللہ کو خوب معلوم ہے ۲۱۶ فرض ہوئی تم پر لڑائی اور وہ بری لگتی ہے تم کو ۲۱۶ اور شاید کہ تم کو بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں ۲۱۶ اور شاید تم کو بھلی لگے ایک چیز اور وہ بری ہو تمہارے حق میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ تجھ سے پوچھتے ہیں مہینہ حرام کو کہ اس میں لڑنا کیسا ہے ۲۱۷ تو کہدے لڑائی اس میں بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ کی راہ سے ۲۱۷ اور اس کو نہ ماننا اور مسجد الحرام سے روکنا اور نکال دینا اس کے لوگوں کو وہاں سے اس سے بھی بڑا گناہ ہے اللہ کے نزدیک ۲۱۷ اور لوگوں کو دین سے بچلانا ۲ قتل سے بھی بڑھ کر ہے ۳

(حاشیہ: ۱ مضمون انفاق کا دوسری بار بیان ۱۲ — ۲ ساتویں ترغیب اللہ کے دین کی خاطر جہاد میں جو کچھ خرچ کرو گے وہ ضائع نہیں ہوگا ۱۲ — ۳ مضمون جہاد کا تیسری بار ذکر ہے ۱۲ — ۴ متعلق بمضمون جہاد — ۵ شہر حرام میں جواز قتال کی پہلی علت ۱۲ — ۶ جواز قتال کی دوسری علت ۱۲ — تیسری علت — جواز قتال کی چوتھی علت ۱۲)

ایک دفعہ مقام نخلہ میں مسلمانوں کا مشرکین سے مقابلہ ہوگیا جس میں ایک مشرک عمرو بن الحضرمی مارا گیا۔ مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ آج جمادی الآخر کی آخری یعنی تیس تاریخ ہے مگر اتفاق سے چاند انتیس کا تھا اور اس دن رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ کانوا یظنون تلك اللیلۃ من جمادی وکانت اول رجب ولم یشعروا (ابن جریر ص۱۹۶ ج ۲) جب اس واقعہ کا علم مشرکین قریش کو ہوا تو ان کا ایک وفد حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے سوال کیا کہ کیا رجب جو کہ شہر حرام ہے اس میں قتال جائز ہے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ سوال مسلمانوں نے کیا تھا۔ کیونکہ اس واقعہ کی وجہ سے انہیں ندامت ہوئی کہ ہم نے شہر حرام میں قتل کر کے بڑا گناہ کیا ہے۔ قُلْ قِتَالٌ یہ اس سوال کا جواب ہے کہ واقعی شہر حرام میں قتال (لڑائی) کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ۲۱۸ یہاں سے شہر حرام میں قتال کے جواز کی پانچ دلیلیں بیان کی گئی ہیں۔ صَدٌّ اور قِتَالٌ دونوں نکرے ہیں اور چونکہ دونوں کے ساتھ جار مجرور متعلق ہے اس لئے ان میں تخصیص پیدا ہوگئی ہے اور ان کا مبتدا ہونا صحیح ہے۔ جیسا کہ امام ابن مالک نے الفیہ میں اس کی مثال یوں دی ہے۔ ورغبۃ فی الخیر خیر سبیل اللہ سے مراد اسلام ہے۔ عن سبیل اللہ وھو الاسلام (روح ص۱۰۹ ج ۲) یعنی اسلام سے اور توحید سے روکنا اور یہ پہلی علت ہے وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اس کا عطف سبیل اللہ پر ہے یعنی مسلمانوں کو مسجد الحرام سے روکنا یہ دوسری علت ہے۔ ۲۱۹ اور مسجد حرام کے اہل کو وہاں سے نکالنا اور اہل سے مراد حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور مومنین ہیں۔ یہ لوگ مسجد حرام کے اہل اس لئے تھے کہ یہ اس کی آبادی کے پورے پورے حقوق ادا کرتے تھے۔ چنانچہ اس کا سب سے بڑا حق تو یہی تھا کہ اس میں صرف خدائے واحد کی عبادت کی جائے اور اس میں شرک نہ کیا جائے۔ اور اس حق کو وہ کما حقہ ادا کرتے تھے۔ وھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمؤمنون وانما کانوا اھلہ لانھم القائمون بحقوقہ (روح ص۱۰۹ ج ۲) یہ تیسری علت ہے۔ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔ فتنہ سے مراد شرک ہے۔ والفتنۃ التی انتم علیہا مقیمون یعنی اللہ کے نزدیک شہر حرام میں یہ گناہ قتل کی نسبت زیادہ سنگین ہیں۔ یعنی الشرك اکبر من القتل (ابن جریر ص۱۹۷ ج ۲) اسی طرح شرک جو تم شہر حرام میں کرتے ہو وہ قتل سے زیادہ سنگین جرم ہے۔ یہ چوتھی علت ہے۔ حاصل جواب یہ ہے کہ مسلمانوں نے رجب کے مہینہ میں جو قتل کیا ہے وہ عمداً اور قصداً اس ماہ میں نہیں کیا بلکہ غلطی سے کیا ہے اور تم جو یہ گناہ ہمیشہ عزت والے مہینوں میں کرتے رہتے ہو وہ قتل سے کہیں بڑھ کر ہیں تم ان کا خیال نہیں کرتے ہو۔ اور اگر سوال مسلمانوں

موضح قرآن ف۱ لوگوں نے پوچھا تھا کہ مالوں میں سے کس مال کا خرچ کرنا بہت ثواب ہے جواب فرمایا کہ مال کوئی ہو لیکن مال جسقدر کمانے پر خرچ ہو ثواب زیادہ ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی رجب و ذی القعدہ و ذی الحجہ و محرم کہ در شریعت ابراہیم جنگ کردن بایں ہا حرام بود پس سوال کردند کہ در شریعت محمدیہ حکم تحریم باقی ماندیا نہ ۱۲ ف۲ یعنی ترویج شرک ۱۲ ف۳ حاصل جواب آنست کہ قتال کفار جائز است و تحریم قتال مسلمین مغلظ میشود ۱۲

نے کیا تھا۔ تو پھر جواب کی نوعیت تسلیہ کی ہوگی۔ یعنی مسلمان کو تسلی دی کہ اگر تم سے رجب میں قتل ہوگیا ہے تو یہ کوئی زیادہ بڑی گناہ کی بات نہیں خود مشرکین اشہر حرم میں جو جو کرتوت کرتے ہیں وہ قتل سے بھی بڑے گناہ ہیں۔ **ف۴۲۰** یہ خطاب مسلمانوں سے ہے۔ یعنی اگر تمہیں مشرکین سے اشہر حرم میں لڑنا پڑے تو بے کھٹکے ان سے لڑو۔ کیونکہ مشرکین تو اس بات کا تہیہ کر چکے ہیں کہ وہ بلا تمیا اشہر حرم ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں یہاں تک کہ تمہیں دین اسلام سے پھیر کر دوبارہ کافر بنا لیں۔ یہ اشہر حرم میں جواز قتال کی پانچویں علت ہے۔ الغرض اشہر حرم میں قتال نہ کرنے کی تو صرف ایک علت ہے مگر قتال کے جواز کی پانچ علتیں ہیں اِنِ اسْتَطَاعُوْا۔ یعنی اگر ان کے اختیار میں اور قابو میں ہو۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ بات بعید ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں اور تمہیں دوبارہ کافر بنا سکیں۔ قولہ ان استطاعوا استبعاد لاستطاعتہم کقول الرجل لعدوہ ان ظفرت بی فلا تبق علی (کبیر ص۲۲۳ ج۲، مدارک ج۱) **ف۴۲۱** یہ مسلمانوں کے لئے تخویف اور ڈراوا ہے فالاٰیۃ تھدید للمسلمین لیثبتوا علے دین الاسلام (قرطبی ص۴۶ ج۳) یعنی تم میں سے اگر کوئی مشرکین کے کہنے سننے سے اپنے دین یعنی اسلام سے پھر گیا۔ اور توبہ کے بغیر کفر پر مر گیا تو اس کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت جائیں گے اور ان کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ مرتد کے دنیا میں اعمال ضائع ہونے سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں اسلام کی وجہ سے جو اسے فوائد حاصل تھے وہ ان سے محروم ہو جائے گا۔ اور آخرت میں اس کے اسلام پر جو اجر و ثواب مرتب ہونے والا تھا۔ وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ لبطلان ما تخیلوہ و فوات ما للاسلام من الفوائد فی الاولیٰ وسقوط الثواب فی الأخرٰی (روح ص۱۱۰ ج۲) **ف۴۲۲** یعنی مرتدین کی وہی سزا ہے جو دوسرے کافروں کی ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اور ان کا گذشتہ ایمان ان کے کام نہیں آئے گا۔ کسائر الکفرۃ ولا یغنی عنھم ایمانھم السابق علی المردۃ شیئًا (روح ص۱۱۰ ج۲) اب آگے جہاد فی سبیل اللہ کا اجر و ثواب بیان کر کے جہاد کی مزید ترغیب فرمائی ہے اور جن مسلمانوں سے رجب میں غلطی سے قتل ہوگیا تھا۔ اور انہوں نے مذکورہ بالا جواب سے یہ تو سمجھ لیا تھا کہ وہ گناہ سے بچ گئے ہیں۔ مگر ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید اس مہم کے سر کرنے میں وہ ثواب سے محروم رہیں گے تو اگلی آیت میں انہیں خوشخبری دی کہ انہیں اللہ کی رحمت سے ضرور حصہ ملے گا۔ انہیں نا امید نہیں ہونا چاہیئے **ف۴۲۳** ایمان چونکہ تمام اعمال کی قبولیت کی شرط ہے اور اس کے بغیر نہ ہجرت مفید ہے نہ جہاد۔ اس لئے پہلے اس کا ذکر فرمایا وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا اللہ کے دین اور اس کی توحید کی خاطر اور اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے اپنا وطن چھوڑا۔ وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اللہ کے دین اور اس کی توحید کو سربلند کرنے کے لئے کفار سے جہاد کیا۔ اُولٰٓئِکَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ۔ اُولٰٓئِکَ سے صفات بالا کے حاملین کی طرف اشارہ ہے اور رجاء سے قطع اور یقین مراد ہے۔ المراد من الرجاء القطع والیقین۔ (کبیر ص۳۲۶ ج۲) اور خبر بمعنی امر ہے۔ یعنی یہ لوگ اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہوں بلکہ اس کی رحمت کا یقین رکھیں۔ **ف۴۲۴** مغفرت کے ساتھ صفت رحمت کا ذکر کر کے ایمان والوں کو مزید اطمینان دلا دیا کہ گناہ کی معافی کے ساتھ ساتھ اجر و ثواب بھی ملیگا۔

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ

اور کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ تم کو پھیر دیں تمہارے دین سے **ف۴۲۰**

اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ

اگر قابو پا دیں اور جو کوئی پھرے تم میں سے اپنے دین سے

فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

پھر مر جاوے حالت کفر ہی میں تو ایسوں کے ضائع ہوئے عمل

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

دنیا اور آخرت میں **ف۴۲۱** اور وہ لوگ رہنے والے ہیں دوزخ میں

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢١٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے **ف۴۲۲** **ف۱** بے شک جو لوگ ایمان لائے **ف۴۲۳** اور جنہوں نے

هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ

ہجرت کی اور لڑے اللہ کی راہ میں وہ

يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢١٨﴾

امیدوار ہیں اللہ کی رحمت کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے **ف۴۲۴**

يَسْـَٔــلُوْنَكَ عَنِ الْخَــمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ

تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا **ف۴۲۵** کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے

كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْـمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ

اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو **ف۴۲۶** **ف۲** اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے

نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلِ

فائدے سے **ف۲** اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں **ف۴۲۷** کہہ دے

الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

جو بچے اپنے خرچ سے **ف۳** اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے حکم تاکہ تم

ع جواز قتال کی پانچویں علت ۱۲

ع تخویف اخروی و تحریص مومنین ۱۲

ع بشارت اخروی ۱۲

مسئلہ ۱۲ — ع پہلا دو جمعین

مسئلہ ۱۲ — ع دوسرا دو جمعین

موضح قرآن ف۱ حضرت نے ایک فوج بھیجی جہاد پر انہوں نے کافروں کو مارا اور لوٹ لائے مسلمانوں کو خبر تھی کہ وہ دن جمادی الثانی کا ہے اور وہ غرہ رجب تھا کافروں نے اس پر بہت طعن کیا اور مسلمانوں کو شبہ پڑا اس پر یہ آیت اتری یعنی ان مہینوں میں ناحق کی لڑائی اشد گناہ ہے اور جن کافروں نے مسلمانوں سے ان مہینوں میں قصور نہ کیا ان سے لڑنا منع نہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی در دنیا ۱۲ **ف۲** یعنی حرام اند و لیکن منافع آنہا التفات نباید کرد ۱۲ **ف۳** یعنی از حاجت ضروری ۱۲

ربط: ۔حرمت والے مہینوں میں قتال کی دو جہتیں تھیں۔ ایک جہت سے ناجائز اور ایک جہت سے جائز۔ اگر مہینوں کی عزت اور نفوس کی حرمت کو دیکھا جائے تو جن افعال کا ارتکاب مشرکین ان مہینوں میں کرتے تھے ان کی روک تھام کے پیش نظر ان مہینوں میں قتال ناجائز ہے۔ حرمت نفوس و اشہر کے مقابلہ میں چونکہ توحید زیادہ اہم ہے۔ لہٰذا شرک کے استیصال کے لئے ان مہینوں میں قتال کرو۔ آگے اسی مناسبت سے پانچ اور ذو جہتین مسائل بیان فرمائے ہیں۔ اور ہر مسئلہ کا تعلق دفع شرک سے ہے جن کا خلاصہ پانچویں مسئلہ کے بعد آ رہا ہے۔ **۴۲۵** پہلا مسئلہ یعنی آپ سے شراب کی حلت و حرمت کے متعلق پوچھتے ہیں اور شراب سے مراد ہر وہ سیال ہے جو مسکر ہو اور عقل میں فتور پیدا کرے۔ خواہ کسی چیز سے تیار کیا گیا ہو اور خواہ اس کا کوئی سا نام رکھ دیا گیا ہو۔ الحق الذی لا ینبغی العدول عنہ ان الشراب المتخذ مما عدا العنب کیف کان وبای اسم سمی کان بحیث یسکر من لم یتعودہ حرام وقلیلہ ککثیرہ ویحد شاربہ الخ (روح ج ۲ ص ۱۱۳) اسی طرح میسر سے بھی جوئے کی تمام قسمیں مراد ہیں۔ خواہ وہ لاٹری کی صورت میں ہو یا امدادی کمیٹی کی شکل میں یا ان کے سوا جو کھیلوں پر یا گھوڑوں کی دوڑ وغیرہ پر بازی لگائی جاتی ہے یہ سب میسر میں داخل ہیں۔ وفی حکم المیسر انواع القمار من النرد والشطرنج وغیرھما (مدارک ج ۱ ص ۸۶) **۴۲۶** یعنی شراب اور جوئے میں ایک طرف تو بہت بڑا گناہ ہے مگر ساتھ ہی ان میں لوگوں کیلئے جسمانی اور مالی فوائد بھی ہیں۔ مثلاً شراب میں لذت و سرور کے علاوہ بدن کو تقویت پہنچتی ہے اور اس کی تجارت سے نفع ہوتا ہے اور جوئے سے بغیر محنت و مشقت کے مال ہاتھ آجاتا ہے وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا لیکن ان سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ ان کے فوائد سے کہیں زیادہ بڑی ہیں۔ ان سے حاصل ہونیوالے فوائد تو محض مادی اور گھٹیا قسم کے ہیں مگر ان کے نقصانات دین و دنیا کے لئے تباہ کن ہیں۔ یہاں سے اشارہ نکلا کہ معمولی مادی فوائد کے لئے دین و دنیا کو برباد نہ کرو اور شراب اور جوئے سے پرہیز کرو۔

نکتہ: اپنے مالی اور بدنی منافع کے لئے کسی کو ادنیٰ مارپیٹ اور مالی نقصان نہ پہنچاؤ لیکن شرک باللہ کے مقابلہ میں کسی کی جان تک نہ چھوڑو اور بے خوف مار ڈالو۔

۴۲۷ دوسرا ذو جہتین مسئلہ۔ یہ مسئلہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔ وہاں اس کے جواب میں مصارف کا ذکر کیا گیا اور یہاں مقدار کا ذکر ہے۔ کہ کتنا مال خرچ کرنا ہے۔ قُلِ الْعَفْوَ۔ عفو سے مراد وہ مال ہے جو ضروری حوائج سے زائد ہو۔ فالمعنی انفقوا ما فضل عن حوائجکم (قرطبی ص ۶۱ ج ۳)

تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ

فکر کرو دنیا اور آخرت کی باتوں میں اور تجھ سے پوچھتے ہیں یتیموں کا حکم **۴۲۸** کہدے سنوارنا ان کے کام کا بہتر ہے ف۱ اور اگر ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں **۴۲۹** اور اللہ جانتا ہے خرابی کرنے والے اور سنوارنے والے کو **۴۳۰** اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر مشقت ڈالتا بیشک اللہ زبردست ہے تدبیر والا ف۲ اور نکاح مت کرو مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لے آئیں اور البتہ لونڈی مسلمان **۴۳۱** بہتر ہے مشرک بی بی سے اگرچہ وہ تم کو بھلی لگے اور نکاح نہ کرو مشرکین سے ف۳ جب تک وہ ایمان نہ لے آویں اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ تم کو بھلا لگے **۴۳۲** ف۴ وہ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف **۴۳۳** اور اللہ بلاتا ہے جنت کی اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے اور بتلاتا ہے اپنے حکم لوگوں کو تاکہ وہ نصیحت قبول کریں ف۵ اور تجھ سے پوچھتے ہیں

ع ۵ ۲۷ ۱۱

منزل ۱

مراد تیسرا ذو جہتین مسئلہ یتامی کے واسطے اصلاح بہتر ہے۔ یعنی ان کا مال نہ لو اگرچہ ان کو کچھ بھی نہ دو لیکن ان کے مال کی حفاظت کرو۔ لیکن قتال فرض یعنی تم کی شانے کے دے ان کا مال بھی خرچ کرو (الخ)

چوتھا ذو جہتین مسئلہ مشرکین کے نکاح تک مشرکین اور وغیرہ اگرچہ حسن اور مال ہو لیکن شرک کے مقابلے میں اسے چھوڑ دو (الخ)

موضح قرآن ف۱ شراب اور جوئے کے حق میں کئی آیتیں اتریں ہر ایک میں ان کی برائی ہے۔ آخر سورۂ مائدہ کی آیت اتری کہ صاف حرام ہو گئی۔ جو چیز نشہ لاوے سب حرام ہے اور شرط بدی جاوے اس پر مال کیا جاوے سب حرام ہے اور پوچھا لوگوں نے کہ مال کس قدر خرچ کریں حکم ہوا کہ اپنی حاجت کو افزود ہو تب خرچ کرو جیسا آخرت کا فکر ضرور ہے دنیا کا فکر بھی ضرور ہے سارا مال اٹھا ڈالو تو دنیا کی حاجت میں عاجز رہو اور یتیموں کے حق میں پہلے تقید اترا کہ جو کوئی ان کا مال کھاوے وہ اپنے پیٹ میں آتش بھرے پھر جو کوئی یتیموں کے رکھنے والے تھے ان کے مال اور خرچ کھانے پینے کا جدا رکھنے لگے کہ ہمارے خرچ میں کوئی چیز نہ آجاوے پھر سخت مشکل پڑی کہ ایک چیز یتیم کے واسطے تیار اس کے کام نہ آئی ضائع ہوئی تب یہ حکم اترا خرچ اپنا اور ان کا ملا رکھو تو مضائقہ نہیں کہ ایک وقت ان کی چیز آپ خرچ کی تو دوسرے وقت اپنی چیز ان کے کام لگائی لیکن نیت چاہیئے سنوارنے کی اللہ نیت کو دیکھتا ہے۔ ف۲ پہلے کافر اور مسلمان میں نسبت ناتا جاری تھا اس آیت سے حرام ٹھہرا اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا ان کا نکاح ٹوٹ گیا۔ شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے مثلاً کسی کو سمجھے اس کو ہر ایک بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے یا ہمارا بھلا برا کرنا اس کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اللہ کی تعظیم اور پر خرچ کرے مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے اس سے حاجت مانگے اس کو مختار جان کر باقی یہود و نصاریٰ کی عورت سے نکاح درست ہے ان کو مشرک نہیں فرمایا۔

فتح الرحمن: ف۱ یعنی بغیر شرکت ۱۲ ف۲ یعنی زنان مومنہ را ۱۲ ف۳ یعنی ہر بندہ از بندگان خدا کہ مومن باشد دہر داہ از دہان خدا کہ مومنہ باشد بہتر است از مشرک و مشرکہ ۱۲

ای انفقوا ما فضل عن قدر الحاجة (مدارک ص۱۵۸) كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ جس طرح یہاں خرچ کرنے کا حکم بیان کیا ہے کہ ضرورت سے زائد خرچ کرو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمام احکام بیان کرتا ہے۔ اور ان میں تمہاری سہولت اور تمہارے فائدے کو مدنظر رکھتا ہے۔ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ظرف تَتَفَكَّرُونَ کے متعلق ہے یعنی یہ سہولت کا حکم اس لئے دیا ہے تاکہ تم دین و دنیا کے معاملہ میں غور کرو اور اپنی دولت کا ایک حصہ اصلاح معاش پر خرچ کرو اور باقی ماندہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ فتحبسون من اموالکم ما یصلحکم فی معاش الدنیا وتنفقون الباقی فیما ینفعکم فی العقبیٰ (قرطبی ج۳) انفاق میں بھی دو جہتیں تھیں۔ ایک مالی نقصان۔ دوسرا اخروی نفع۔ اخروی نفع دنیوی نقصان کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہے اس لئے ضروریات زندگی سے زائد روپیہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ لیکن اگر جہاد فرض ہو جائے تو شرک کو مٹانے کے لئے سارا مال خرچ کر ڈالو۔ **ف۴۲۸** تیسرا مسئلہ قرآن مجید میں یتیموں کا مال کھانے کی سخت ممانعت وارد ہوئی تو صحابہ کرام میں سے جس جس کے زیر کفالت کوئی یتیم تھا۔ انہوں نے یتیموں کے کھانے پینے کا انتظام اپنے سے الگ کر دیا۔ اگر کسی یتیم کا کچھ بچ رہتا تو وہ دوسرے وقت یتیم کو دیدیا جاتا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ وہ کھانا خراب ہو جاتا۔ نیز ان کا کھانا علیحدہ تیار کرنے میں بھی بہت دقت تھی۔ اس لئے صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آیا یتیموں کے کھانے کا علیحدہ انتظام رکھا جائے یا اپنے ساتھ ملانے کی اجازت ہے؟ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ تو اس کا جواب دیا گیا کہ وہ طریقہ اختیار کرو جس میں یتیموں کی اصلاح ہو اور ان کا فائدہ ہو۔ یعنی یتیموں کو مال دینا واجب نہیں البتہ ان کی خیر خواہی ضروری ہے۔

عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي

حکم حیض کا ف۲۲۴ کہدے وہ گندی ہے ف۲۲۵ سو تم الگ رہو عورتوں سے

الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا

حیض کے وقت اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک پاک نہ ہوویں پھر جب

تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ

خوب پاک ہو جاویں ف۲۲۶ فل تو جاؤ ان کے پاس جہاں سے حکم دیا تم کو اللہ نے ف۲۲۷ بیشک اللہ کو

يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾ نِسَاؤُكُمْ

پسند آتے ہیں توبہ کرنے والے اور پسند آتے ہیں گندگی سے بچنے والے ف۲۲۸ ف تمہاری عورتیں

حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا

تمہاری کھیتی ہیں ف۲۲۹ سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو ف۲۳۰ فل اور آگے کی تدبیر

لِأَنفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ

کرو اپنے واسطے ف۲۳۱ ف۳ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم کو اس سے ملنا ہے

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٢٣﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً

اور خوشخبری سنا ایمان والوں کو ف اور مت بناؤ اللہ کے نام کو نشانہ

لِّأَيْمَانِكُمْ أَن تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ

اپنی قسمیں کھانے کیلئے ف۲۳۲ کہ سلوک کرنے سے اور پرہیزگاری سے اور لوگوں میں صلح کرانے سے

النَّاسِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٢٤﴾ لَّا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ

بچ جاؤ ف۲۳۳ اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ف۲۳۴ ف۴ نہیں پکڑتا تم کو اللہ

بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا

بیہودہ قسموں پر تمہاری ف۲۳۵ ف۵ لیکن پکڑتا ہے تم کو ان قسموں پر جن کا

كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿٢٢٥﴾ لِّلَّذِينَ

قصد کیا تمہارے دلوں نے اور اللہ بخشنے والا تحمل کرنے والا ہے ف جو لوگ

قاعدہ:- قرآن مجید میں جہاں دو مسئلے بیان کرنے ہوں اور ان میں سے ایک سیاق سے معلوم ہو جائے اور ایک سیاق سے معلوم نہ ہو تو جو مسئلہ سیاق سے معلوم ہو جائے اس کی صراحت نہیں کی جاتی اور جو سیاق سے معلوم نہ ہو اسے صراحتہً بیان کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہے۔ یہ بات سیاق سے معلوم تھی کہ یتامیٰ کو مال دینا ضروری نہیں اس کا ذکر نہیں کیا گیا اور ان کی اصلاح کا ذکر کیا گیا ہے۔

ف۴۲۹ اور اگر تم ان کے کھانے پینے کا انتظام اپنے ساتھ مخلوط رکھو تو اس کی بھی اجازت ہے کیونکہ وہ بھی تمہارے بھائی ہیں اگر بھائیوں بھائیوں میں رضامندی سے تھوڑا بہت ادھر ادھر ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ غرض یہ ہے کہ یتیموں کا مال ناحق نہ کھایا جائے۔ اس آیت میں بہ شرط اصلاح یتیموں کو ساتھ رکھنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ **ف۴۳۰** اللہ تعالیٰ تو جانتا ہی ہے کہ یتیموں کا خرچ اکٹھا کرنے سے کس کی نیت نیک ہے اور کس کی نیت خراب ہے۔ کون یتیموں کے مال کی اصلاح اور حفاظت چاہتا ہے۔ اور کون ان کے مال میں خیانت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ الذی یقصد بالمخالطة الخیانة وافساد مال الیتیم واکله بغیر حق عن الذی یقصد الاصلاح (معالم ج۱ ص۱۹۶) وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ۔ مخالطت کی اجازت دے کر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سہولت پیدا کر دی ہے۔ اور اگر وہ چاہتا تو اس کی اجازت نہ دیتا اور تم پر اس معاملہ میں تنگی پیدا کر دیتا۔ ای لضیق علیکم ولم یجوز لکم مخالطتھم (روح ج۲ ص۱۱۵) إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ وہ جو چاہے حکم دے سکتا ہے۔ کوئی اسے روکنے والا نہیں۔ مگر وہ صرف وہی احکام صادر فرماتا ہے جو اس کی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہوں۔ اس کی بھی دو جہتیں تھیں۔ اگر یتیموں کا مال علیحدہ رکھا جائے تو اس میں حرج ہے اور اگر

موضح قرآن ف۱ حیض کہتے ہیں خون کو جو عورتوں کی عادت ہے اور خلاف عادت آوے سو آزار ہے حکم ہوا کہ اس وقت پرے رہو عورت سے۔ رسول خدا نے فرمایا کہ ازار سے آگے نہ چلے۔ پھر جب پاک ہوں تو جاوے جہاں سے حکم دیا اللہ نے یعنی دوسری جگہ جو ناپاک ہے اس کا تو حکم کبھی نہیں۔ **ف۲** یعنی جس راہ سے چاہو جاؤ لیکن کھیتی ہی میں کھیتی وہی جہاں تخم ڈالئے تو اُگے اور آگے کی تدبیر کرو یعنی اس صحبت میں نیت چاہیے اولاد کی تا ثواب ہو۔ **ف۳** یعنی خدا کی قسم اچھے کام چھوڑنے پر نہ کھائے مثلاً ماں باپ سے نہ بولوں گا یا اس فقیر کو نہ دوں گا اور اگر کھا بیٹھے تو قسم توڑے اور کفارہ دلوے **ف۴** تا کاری قسم وہ جو منہ سے نکلے اور دل کو خبر نہ ہو۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی غسل بجا آرند ۱۲ **ف۲** یعنی بہر صفت کہ جماع کنید شاید غلطانده واز پس پشت وغیر آں بعد از آنکه در قبل باشد ۱۲ **ف۳** یعنی اعمال صالحہ ۱۲ **ف۴** یعنی سوگند برائے موقوف کردن کار نیک جائز نیست

ملا یا جائے تو احتیاط نہیں رہتی ۔ **نکتہ** :۔ اگر یتامٰی کے پاس اپنا مال موجود ہو تو ان پر اپنا مال خرچ کرنا ضروری نہیں البتہ ان کے مال کی اصلاح اور حفاظت ضروری ہے لیکن مشرکین کے مقابلہ میں شرک مٹانے کے لئے جہاد میں سب مال خرچ کرنا نہایت ضروری ہے ۔ **۴۳۱** چوتھا مسئلہ ۔ یہاں ایک طرف تو حسن وجمال اور دنیوی مال ودولت ہے اور دوسری طرف مشرک یا مشرکہ کی رفاقت سے اپنے دین کی بربادی کا خطرہ ہے ۔ دوسری جہت کو ترجیح دیکر مشرک مرد سے مومنہ کا اور مشرک عورت سے مومن مرد کا نکاح حرام قرار دیدیا ۔ وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ حسن جمال اور دنیوی مال دین اور ایمان کے مقابلہ میں بے حقیقت ہیں اس لئے ایماندار لونڈی جو ظاہری حسن اور دنیوی مال سے محروم ہو اس آزاد عورت سے بہتر ہے جو حسینہ وجمیلہ ہونے کے ساتھ دولتمند بھی ہو مگر مشرکہ ہو حسن اور دنیوی مال کو شرک کے مقابلہ میں ٹھکرا دو اور مشرکین سے رشتہ نکاح مت جوڑو ۔ **۴۳۲** جس طرح مومن مرد کا نکاح مشرک عورت سے جائز نہیں ہے ۔ اسی طرح مومن عورت کا نکاح مشرک مرد سے جائز نہیں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں اگر مرد یا عورت نے شرک کیا ان کا نکاح ٹوٹ گیا ۔ شرک یہ کہ اللہ کی صفت غیر میں جانے مثلاً کسی کو سمجھے کہ اس کو ہر بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے یا ہمارا بھلا برا کرنا اس کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اللہ کی تعظیم غیر پر خرچ کرے مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت مانگے اس کو مختار جان کر ۔" **۴۳۳** مشرک مرد اور مشرک عورتیں باہمی میل جول اور رہن سہن کے ذریعے شرک اور کفر کی طرف بلاتے ہیں ۔ جس کا انجام جہنم کا عذاب ہے ۔ ای الی الاعمال الموجبة للنار (قرطبی ص۶۹ ج ۳) اس لئے ان کے ساتھ رشتہ ناطہ مت کرو ۔ وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلَی الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی صحبت ورفاقت اور ان کے میل جول کے ذریعے اعتقاد حق اور عمل صالح کی دعوت دیتا ہے جن کا ثمرہ اور نتیجہ اللہ کی بخشش اور جنت ہے ۔ ای الی اعتقاد الحق والعمل الصالح الموصلین الیہما (روح ص۱۲۰ ج ۲) بِاِذْنِهٖ ۔ ای بتوفیقه الذی من جملته ارشاد المؤمنین لمقاربیھم الی الخیر (روح ص۱۲۰ ج ۲) یعنی محض اللہ کی توفیق سے ہوتا ہے کہ وہ ایمان والوں کے ذریعے ان کے متعلقین کو سیدھی راہ دکھا دیتا ہے اس لئے مسلمانوں کو رشتہ ناطہ کرتے وقت ہمیشہ ایمان اور عمل صالح کو معیار قرار دینا چاہیئے نہ کہ ظاہری شان وشوکت اور مال ودولت کو ۔ **۴۳۴** پانچواں مسئلہ ۔ اگرچہ دیکھا جائے کہ حیض والی عورت اپنی منکوحہ ہے تو اس سے صحبت جائز ہے لیکن اگر حالت حیض کو مدنظر رکھا جائے تو صحبت جائز نہیں کیونکہ عورت کا بدن ناپاک ہے ۔ نیز فریقین کے بیمار ہوجانے کا بھی اندیشہ ہے اس لئے ترجیح اس شق کو دے کر اس حالت میں صحبت کو حرام قرار دیدیا گیا جس کی وجہ سے وطی کی حرمت عارضی ہے اور حیض سے طہارت کے بعد وطی جائز ہے ۔ اسلئے اذٰی کے مقابلہ میں ترک کردو ۔ اگر اذیت بدنی ہو تو چند روز بیوی سے مقاربت نہ کرو لیکن اگر بیوی مشرکہ ہو تو اسے سرے سے چھوڑ ہی دو ۔ **۴۳۵** قُلْ هُوَ اَذًى ۔ یعنی حیض کی حالت میں وطی عورت کے لئے باعث تکلیف ہونے کے ساتھ ساتھ مرد کے لئے بھی بدبو اور نجاست کی وجہ سے موجب تکلیف ہے ۔ ای ھو شئ تتاذی به المرأة وغیرھا ای برائحة دم الحیض (قرطبی ص۸۵ ج ۳) فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ مقصد یہ ہے کہ زمانہ حیض میں بیوی کی مجامعت سے پرہیز کیا جائے ۔ یہ مطلب نہیں کہ حالت حیض میں عورتوں سے بالکل ہی علیحدگی اختیار کی جائے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے سے بھی پرہیز کیا جائے ۔ والمراد من اعتزال النساء اجتناب مجامعتہن (روح ص۱۲۱ ج ۲) والمراد من ھذا الاعتزال ترک المجامعة لا ترک المجالسة او الملابسة فان ذلک جائز (فتح البیان ص۲۸۵ ج ۱)

خلاصہ :۔ دوسروں کو نقصان نہ پہنچاؤ اور ان کی خاطر اپنے مالی اور بدنی منافع قربان کردو لیکن جہاد میں مشرک کو بے خوف مار ڈالو ۔ انفاق میں اگرچہ دنیاوی نقصان ہے لیکن اخروی نفع کی وجہ سے ضرورت سے زائد مال خرچ کرو لیکن شرک کے مقابلہ میں تمام مال خرچ کر ڈالو ۔ دفع شرک کے موقع کے بغیر بھی یتیم کا مال اس کے سپرد کرنا ضروری نہیں البتہ ان کے مال کی اصلاح ضروری ہے خواہ علیحدہ رکھو یا اپنے ساتھ ملاؤ لیکن مشرکہ بیوی سے مخالطت اور میل جول حرام ہے اور اگر مشرکہ نہیں تو بوجہ حیض چند روز اس سے قربان نہ کرو ۔

۴۳۶ یہ حکم سابق کی تاکید ہے ۔ **نصارٰی** حالت حیض میں عورتوں سے جماع بھی کر لیا کرتے تھے اور یہودی اس حالت میں بالکل ہی عورتوں سے قطع تعلق کر لیتے ۔ یہاں تک کہ ان کا کھانا پینا بھی الگ کر لیتے ۔ مگر اسلام نے اس افراط وتفریط کے درمیان ایک عمدہ راہ بتائی کہ اس حالت میں جماع سے پرہیز کرو مگر اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے میں ان کے ساتھ ہی رہو سہو ۔ اور جماع سے ممانعت صرف اس وقت تک ہے کہ وہ حیض سے پاک ہوجائیں اور انہیں حیض کا آنا بند ہوجائے ۔ **۴۳۷** تَطَهَّرْنَ باب تفعّل سے ہے جو مبالغہ پر دلالت کرتا ہے ۔ اس لئے یہاں اس سے طہارت بالماء یعنی غسل مراد ہے ۔ فاذا تطھرن یعنی بالماء (قرطبی ص۸۹ ج ۳) یہاں ایک شبہ کیا جا سکتا ہے کہ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے عدم قربان کی غایت مطلق طہر بیان فرمائی ہے یعنی جماع کی ممانعت صرف حیض سے پاک ہونے تک ہے ۔ جب حیض آنا بند ہوجائے تو جماع جائز ہے مگر فاذا تطھرن جو اپنے ماقبل پر متفرع ہے ۔ یہاں جواز جماع تطہر بالماء یعنی غسل پر موقوف کیا ہے یعنی جب وہ غسل کر لیں تو ان سے جماع کی اجازت ہے تو آیت کے پہلے حصہ سے معلوم ہوا کہ صرف انقطاع حیض سے وطی جائز ہو جاتی ہے مگر آیت کا دوسرا حصہ اس امر کا مقتضی ہے کہ غسل کے بعد وطی جائز ہے ۔ دونوں حصوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حیض منقطع ہونے کی دو صورتیں ہیں ۔ ایک یہ کہ حیض پورے دس دن جاری رہنے کے بعد بند ہو ۔ دس دن چونکہ حیض کی اکثر مدت ہے ۔ اس لئے اس کے بعد حیض آنے کا کوئی امکان نہیں ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حیض دس دن سے کم مدت جاری رہنے کے بعد بند ہو ۔ دونوں صورتوں کے احکام الگ الگ ہیں ۔ پہلی صورت میں خون حیض بند ہوجانے کے بعد غسل سے پہلے بھی وطی جائز ہے لیکن دوسری صورت میں غسل سے پہلے جماع جائز نہیں ۔ تو اس آیت میں دونوں صورتوں کے احکام بیان کر دیئے گئے ہیں اور آیت میں صنعت احتباک ہے یعنی ایک لفظ آیت کے پہلے حصے سے محذوف ہے اور ایک دوسرے حصہ سے جو لفظ پہلے حصے میں مذکور ہے وہ دوسرے حصہ میں لفظ محذوف پر دلالت کرتا ہے ۔ اور جو دوسرے حصہ میں مذکور ہے وہ پہلے حصہ میں لفظ محذوف پر دلالت کرتا ہے اور اصل عبارت یوں تھی ولا تقربوھن حتی یطھرن ویطّھّرن فاذا اطھرن وتطھرن فاتوھن تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ عورتوں سے جماع مت کرو یہاں تک کہ وہ خون حیض سے پاک ہوجائیں اور انہیں خون آنا بند ہوجائے (یہ پہلی صورت کا حکم ہے) اور یہاں تک کہ وہ غسل کر لیں (یہ دوسری صورت کا حکم ہے) پس جب وہ خون حیض سے پاک ہوجائیں (یہ حتّٰی یطھرن پر متفرع ہے) اور غسل کر لیں ۔ (یہ یطّھرن بالتشدید پر متفرع ہے) تو تمہیں ان سے جماع کی اجازت ہے ۔ یہ تقریر حضرت سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے ۔ جو انہوں نے درس بخاری میں بیان فرمائی تھی ۔ فاتوھن جماع سے کنایہ ہے اور من حیث امرکم اللہ میں مقام وطی کی طرف اشارہ ہے ۔ یعنی طہارت کے بعد جس مقام میں وطی کرنے کی اللہ نے اجازت دی ہے اس مقام میں تم وطی کر سکتے ہو اور اس سے مراد عورت کا قُبل ہے ۔ کیونکہ وطی کا فطری اور طبعی مقام یہی ہے اور اس کے فطری ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ چوپائے جن کی رہنمائی صرف فطرت ہی کرتی ہے ، وہ اپنی جنس کے اسی مقام میں فعل جماع کرتے ہیں ۔

ف۴۳۸ توابین سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے مذکورہ بالا احکام کی تعمیل میں کوتاہی ہو جائے اور وہ فوراً اس سے سچی توبہ کرلیں مما عسی یند رمنھم من ارتکاب بعض الذنوب کالاتیان فی الحیض (روح ص۱۲۳ ج ۲) اور متطہرین سے وہ لوگ مراد ہیں جو حالت حیض اور غیر فطری مقام میں بیوی کی وطی سے پرہیز کرتے ہیں۔ المراد لایاتیھا فی زمان الحیض وان لا یاتیھا فی غیر المأتی الخ (کبیر ص۳۰۲ ج ۲) ف۴۳۹ حرث مصدر ہے اور اس سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ ای مواضع حرث لکم (روح ص۱۲۴ ج ۲) یعنی تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی اور زراعت کی جگہیں ہیں۔ عورتوں کو کھیتوں سے تشبیہ دی ہے۔ کیونکہ جس طرح کھیتوں میں بیج ڈالنے سے اس میں مختلف قسم کے پھل میوے اور غلے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح عورت کے رحم میں تخم ریزی کرنے سے اولاد پیدا ہوتی ہے۔ اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ بیوی سے اگرچہ اور بھی کئی منافع حاصل کئے جاتے ہیں لیکن نکاح کا اصل مقصد نسل کشی اور توالد و تناسل ہے۔ جو لوگ خاندانی منصوبہ بندی کے نام پر بچوں کی پیدائش روکنے کے درپے ہیں وہ شادی کی اصل غرض و غایت ہی سے نابلد ہیں۔ شاید انہوں نے شادی کی غرض و غایت صرف جنسی تسکین ہی سمجھ رکھی ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر اس معاملہ میں انسان اور دیگر حیوانات میں کوئی حد امتیاز باقی نہیں رہیگی۔ ف۴۴۰ انّٰی یہاں کَیْفَ کے معنوں میں ہے یعنی تم اپنی کھیتی میں جاؤ جس طرف سے چاہو۔ یہودیوں میں مشہور تھا کہ اگر بیوی سے پشت کی طرف سے جماع کیا جائے تو اس طرح حمل قرار پا جانے کی صورت میں جو بچہ پیدا ہوگا۔ وہ بھینگا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال کی تردید فرمائی کہ جس کیفیت اور جس ہیئت سے تم چاہو اپنی بیویوں سے جماع کرسکتے ہو لیکن یہ خیال رہے کہ جماع ہو مقام حرث ہی میں اس سے تجاوز کرکے مقام فرث (پاخانہ کی راہ) کی طرف مت بڑھنا۔ یہاں بھی فاتوھن کی بجائے فاتوا حرثکم سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ صرف اسی مقام میں وطی جائز ہے جو کھیتی اور نسل کشی کی جگہ ہے۔ اس سے عورتوں سے غیر فطری فعل کی ممانعت ثابت ہوتی ہے چنانچہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنی بیوی سے غیر فطری فعل کیا اس نے مجھ پر نازل کئے گئے اللہ کے احکام کی تکذیب کی۔ تو اللہ کا جو حکم اس بارے میں آپ پر نازل ہوا ہے وہ یہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے صرف مقام حرث میں وطی کی اجازت دی ہے۔ ف۴۴۱ یعنی اپنے لئے کوئی عمل صالح آگے بھیجدو۔ اس سے جماع کے وقت اللہ کا نام لینا اور شیطان سے پناہ مانگنا مراد ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ دعا پڑھ کر بیوی سے صحبت میں مشغول ہوگا تو اگر اس صحبت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں فرزند عطا کیا تو وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔ دعا یہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا (روح ص۱۲۵ ج ۲) وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے اوامر و نواہی کی تعمیل کرتے رہو۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ۔ اور یہ حقیقت ہمیشہ ذہن میں رکھو کہ ایک نہ ایک دن ضرور اس کے سامنے جزا و سزا کے لئے حاضر ہونا ہے۔ یہ اس لئے فرمایا تاکہ یہ چیز خوف خدا پیدا کرنے میں ممد اور معاون ہو۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ جن مومنوں نے مذکورہ بالا احکام کو قبول کرلیا اور ان کی تعمیل کی انہیں بے حد و بے اندازہ انعام و اکرام کی خوشخبری دے دیجئے۔ ف۴۴۲ ربط۔ پانچ ذوجہتین مسائل کے بعد امور انتظامیہ کا دوبارہ ذکر۔ جب بیویاں حیض سے پاک ہو جائیں تو ان سے مخالطت کرو۔ اگر تم ان سے صحبت نہ کرنے کی قسم بھی کھا چکے ہو تو اسے توڑ ڈالو۔ اور قسم توڑنے کا کفارہ دیدو۔ زمانہ جاہلیت میں ایک بری رسم یہ بھی کہ لوگ نیک کاموں پر خدا کی قسم کھا لیتے تھے مثلاً فلاں رشتہ دار سے نیک سلوک نہیں کرینگے۔ فلاں دو آدمیوں کے درمیان صلح نہیں کرائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ اور پھر ان قسموں کی پابندی کرتے۔ اور اس طرح خدا کے نام کو نیک کام کے نہ کرنے کا بہانہ بنا لیتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔ کیونکہ اس سے بہت سے امور انتظامیہ میں تعطل پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ عُرْضَةً کے معنی ہدف اور نشانہ کے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے معنی حاجز اور مانع کے بھی ہیں اور یہاں یہی معنی زیادہ چسپاں ہیں۔ العرضۃ عبارۃ عن المانع (کبیر ص۳۵ ج ۱) لِاَيْمَانِكُمْ کا لام تعلیل کیلئے ہے۔ ف۴۴۳ اَنْ مصدریہ ہے اور اس سے پہلے حرف جار مِنْ مقدر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نام کو اپنی قسموں کی وجہ سے نیکی اور تقویٰ کے کاموں اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے کیلئے مانع نہ بناؤ۔ تقدیر الآیۃ ولا تجعلوا ذکر اللہ مانعاً بسبب ایمانکم من ان تبروا الخ (کبیر ص۳۵۶ ج ۲) حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایمان سے ما علیہ الایمان مراد ہے یعنی وہ امور جن پر قسم کھائی جائے بمطلب یہ کہ اللہ کے نام کو نیکی اور تقویٰ اور اصلاح بین الناس سے روکنے کا ذریعہ نہ بناؤ اور اگر کہیں ایسی قسم کھا بیٹھو تو اسے فوراً توڑ ڈالو۔ ف۴۴۴ اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال و اعمال کو بخوبی سنتا اور جانتا ہے اس لئے ہر بات سوچ سمجھ کر منہ سے نکالو۔ اور ہر کام خدا کی رضا کیلئے کرو۔ اس آیت میں یمین منعقدہ کا ایک حکم بیان کیا ہے کہ نیکی کے کاموں پر قسمیں مت کھایا کرو اور قسموں کے بہانے نیکی کے کام مت چھوڑو۔ آگے یمین لغو اور یمین غموس کا ذکر ہے۔ ف۴۴۵ یہ یمین لغو کا حکم ہے۔ کہ اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ نہ دنیا میں کفارہ ہے نہ آخرت میں سزا۔ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک لغو کی صورت یہ ہے کہ کسی نہ کسی گذشتہ واقعہ کو صحیح سمجھتے ہوئے اس کے متعلق قسم کھائی کہ ایسا ہوا ہے حالانکہ واقعہ میں ایسا نہیں تھا۔ فعندنا ھو ان یحلف علی شیئ یظنہ علی ما حلف علیہ ثم یظھر خلافہ فانہ لا قصد فیہ الی الکذب (ابو السعود ص۲۵۸ ج ۳) مثلاً زید کو کسی ذریعے سے معلوم ہوا کہ خالد لاہور چلا گیا ہے اور اس نے کسی کو بتاتے وقت اس پر قسم کھالی کہ خالد لاہور چلا گیا ہے حالانکہ یہ خبر غلط تھی مگر زید نے اس خبر کو صحیح سمجھ کر قسم کھائی تو یہ یمین لغو ہوگی اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں حضرت ابن عباس، حسن، مجاہد، نخعی، زہری، قتادہ، سلیمان بن یسار وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔ وقول ابی حنیفۃ ھو قول ابن عباس والحسن والمجاھد والنخعی والزھری وسلیمان بن یسار وقتادۃ والسدی ومکحول (کبیر ص۳۵۷ ج ۲) وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ۔ یہ یمین غموس کا حکم ہے۔ اور یمین غموس یہ ہے کہ عمداً اور قصداً کسی گذشتہ واقعہ کے متعلق جھوٹی قسم کھائی جائے یعنی یمین لغو پر تو کوئی مواخذہ نہیں البتہ دل کے ارادہ اور قصد سے تم جو جھوٹی قسمیں کھاؤ گے ان پر مواخذہ ہوگا۔ اور یہ مواخذہ اخروی عذاب کی صورت میں ہوگا۔ دنیا میں اس کا کوئی کفارہ نہیں۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ وہ بخشنے والا ہے۔ چنانچہ غیر ارادی اور لغو قسموں پر مواخذہ نہیں کرتا۔ اور بُرد بار ہے۔ ارادۃً جھوٹی قسموں پر فوراً مواخذہ نہیں کرتا بلکہ بندوں کو توبہ کرنے اور گناہوں پر نادم ہونے کا موقع دیتا ہے۔ ف۴۴۶ ربط۔ قسم کی جاہلی رسموں میں سے ایک ایلاء کا غلط استعمال تھا۔ اس لئے یمین کے بعد جاہلی ایلاء کی اصلاح فرمائی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ناراض ہو جاتا اور اس کو ناپسند کرتا تو وہ اس سے ایلاء کرلیتا یعنی قسم کھا لیتا کہ میں اپنی بیوی سے ہمبستری نہیں کروں گا۔ اور ایلاء کی ان کے رواج میں کوئی مدت مقرر نہیں تھی۔ اس لئے ایک طرف تو خاوند ایلاء کی وجہ سے ساری عمر اپنی بیوی سے تعلقات زوجیت منقطع رکھتا دوسری طرف وہ عورت اس کی زوجیت سے خارج بھی نہ ہوتی تاکہ وہ دوسرے آدمی سے نکاح کرلے۔ اس طرح وہ بیچاری ساری عمر معلق رہتی تھی اور تکلیف اٹھاتی تھی۔ اسلام نے ان خرابیوں کو دور کرنے کیلئے جاہلیت کے ایلاء میں اصلاح کی اور اس کے لئے چار ماہ مدت مقرر کردی تاکہ خاوند ایلاء کے بعد اس عرصہ میں اپنی بیوی کے متعلق آخری فیصلہ کرنے سے پہلے ٹھنڈے دل سے سوچ سمجھ کر کوئی رائے قائم کرے اگر سوچ بچار کے بعد اس فیصلہ پر پہنچے کہ اسے اپنی بیوی سے صلح کرلینی چاہیئے اور دوبارہ اس سے تعلقات زوجیت استوار کرلینے چاہئیں تو اسے چاہیئے کہ وہ ایلاء کے دن سے چار ماہ کے اندر اندر اس سے ہمبستری کرلے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے اور اگر اس عرصہ میں اس نے یہی طے کیا ہے کہ وہ دوبارہ اپنی اس بیوی سے تعلقات برقرار رکھنا نہیں چاہتا تو وہ چار ماہ تک اس کے قریب نہ جائے اور اس سے صحبت نہ کرے۔ چار ماہ کا عرصہ گزرنے پر خود بخود عورت کو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی جس کی عدت گذارنے کے بعد وہ جہاں چاہے نکاح کرلے۔ یؤلون

ایلاء ۲۲۴ سے ہے۔ جس کے لغوی معنی مطلق قسم کھا لینے کے ہیں مگر اصطلاح شرع میں بیوی سے ترک صحبت پر قسم کھانے کو ایلاء کہتے ہیں۔ اما فی عرف الشرع فھو یمین علی ترك الوطئ (کبیر ص۳۵۹ ج ۲) ایلاء کے مختلف الفاظ ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ یہ جملہ خبر مقدم ہے۔ تربص اربعۃ اشھر۔ تربص کے معنی انتظار اور توقف کے ہیں اور یہ جملہ مبتدا مؤخر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کر لیتے ہیں (یعنی ان سے ہمبستری نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں) ان کے لئے چار ماہ کی مہلت ہے تاکہ وہ اس معاملہ میں اچھی طرح غور و فکر کر لیں۔ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ فَآءُوْ کے معنی رَجَعُوْا کے ہیں یعنی حلف اٹھانے کے بعد اگر وہ چار ماہ کے اندر اندر ترک جماع سے رجوع کر لیں۔ اور عورت کو تکلیف دینے اور اسے چھوڑنے کے ارادے سے باز آجائیں اور اپنی قسم توڑ ڈالیں تو اللہ تعالیٰ قسم توڑنے اور عورت کو بلا وجہ تکلیف پہنچانے کا گناہ معاف کر دیگا اور آئندہ کے لئے اصلاح احوال کے ارادے کی تکمیل میں اپنی رحمت اور

يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ

قسم کھا لیتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے سے ان کے لئے مہلت ہے چار مہینے کی ۲۲۴

فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا

پھر اگر باہم مل گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر ٹھہرا لیا

الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ

چھوڑ دینے کو تو بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۲۲۴ ف۱ اور طلاق والی عورتیں

یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا یَحِلُّ

انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو تین حیض تک ۲۴۸ اور ان کو حلال

لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ

نہیں کہ چھپا رکھیں ۲۴۹ جو پیدا کیا اللہ نے ان کے پیٹ میں

اِنْ كُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ

اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر ۲۵۰ اور ان کے خاوند

اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ

حق رکھتے ہیں ان کے لوٹا لینے کا اس مدت میں ۲۵۱ اگر چاہیں سلوک سے رہنا

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَ

اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے دستور کے موافق ۲۵۲ ف۱

لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۲۸﴾

اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا ف۲

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ

طلاق رجعی ہے دو بار تک ۲۵۳ اس کے بعد رکھ لینا موافق دستور کے یا چھوڑ دینا

بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ

بھلی طرح سے اور تم کو روا نہیں کہ لے لو کچھ

مہربانی سے مدد دیگا۔ اور اگر عورت کو چھوڑنے ہی کا ارادہ ہو تو اس کا حکم اگلی آیت میں بیان فرمایا ہے۔ ۲۴۷ اور اگر وہ اپنی بیویوں کو چھوڑنے اور انہیں طلاق دینے ہی کا عزم کر لیں تو بھی اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو خوب سنتا اور ان کی نیتوں کو خوب جانتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مدت ایلاء کے بعد تفریق قاضی کی ضرورت ہے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تفریق قاضی کی ضرورت نہیں بلکہ چار ماہ گذرنے پر خود بخود طلاق واقع ہو جائے گی۔ کما ھو منقول عن عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وزید بن ارقم وابن مسعود رضی اللہ عنہم رواہ الامام محمد بن الحسن رحمہ اللہ فی الموطا ص۲۶۳ آگے چار امور انتظامیہ کا ذکر فرمایا ہے۔ (۱) طلاق (۲) عدت (۳) رضاعت اور (۴) نکاح۔ ایلاء کے ذکر میں چونکہ طلاق کا ذکر آگیا تھا۔ اس لئے اس مناسبت سے پہلے طلاق کے اور عدت کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ ۲۴۸ عدت کے اعتبار سے عورت کی کئی قسمیں ہیں۔ (۱) صغیرہ جو ابھی تک بالغ نہ ہوئی ہو۔ (۲) جو عمر سے بالغ ہوئی ہو اور ابھی تک حیض نہ آیا ہو۔ (۳) بڑھاپے کی وجہ سے جس کو حیض آنا بند ہو چکا ہو۔ ان کو اگر طلاق ہو جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔ اس کا بیان سورہ طلاق پارہ ۲۸ میں ہے۔ (۴) حاملہ عورت اگر اسے طلاق مل جائے یا اس کا خاوند مر جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اس کا بیان بھی سورۂ طلاق میں ہے۔ (۵) وہ عورت جو حاملہ نہ ہو اور اس کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے۔ اس کا بیان سورۂ بقرع ۳۰ میں ہے۔ (۶) وہ عورت جو نہ حاملہ ہو نہ صغیرہ اور نہ آئسہ اگر اسے طلاق مل جائے تو اس کی عدت تین حیض ہے اس آیت میں اس کی عدت کا ذکر ہے۔ (۷) وہ عورت جسے خلوت صحیحہ سے پہلے ہی طلاق مل جائے اس کی کوئی عدت نہیں۔ اس کا حکم سورۂ احزاب ع ۶ میں بیان کیا گیا ہے۔ قروء، قرءٌ کی جمع ہے۔ یہ لفظ حیض اور طہر دونوں معنوں میں مشترک ہے مگر یہاں اس سے مراد حیض ہے کیونکہ اس آیت میں ثلٰثۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو اپنے مفہوم کے اعتبار سے خاص ہے اور کتاب اللہ کے خاص پر عمل فرض ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس آیت میں قرءٌ سے مراد طہر لیا جائے تو خاص پر عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ طلاق بحالت طہر میں دی جائے گی۔ حالت حیض میں طلاق دینی جائز نہیں۔ اب جس طہر میں طلاق دی گئی ہے۔ اگر اس کو شمار کیا جائے تو طلاق کے بعد تین طہر پورے نہیں ہوتے بلکہ دو پورے اور تیسرے کا کچھ حصہ

موضح قرآن ف۱ یعنی جس نے قسم کھائی کہ اپنی عورت پاس نہ جاوے تو چار مہینے میں جاوے اور قسم کی کفارت دے نہیں تو طلاق ٹھہرے۔ ف۲ جب مرد نے عورت کو طلاق کہی ابھی اس عورت کو اور نکاح روا نہیں جب تک تین بار حیض آوے یا حمل ہوئے تو معلوم ہو جاوے کسی کا بیٹا کسی کو نہ لگ جاوے اسی واسطے عورت پر فرض ہے کہ اس وقت حمل ہو تو ظاہر کر دے۔ اس مدت کا نام ہے عدت اس مدت تک مرد چاہے تو پھر عورت کو رکھ لے اگرچہ عورت کی خواہش نہ ہو۔ اسی واسطے فرمایا کہ عورتوں کے حق بھی مرد پر بہت ہیں۔ لیکن اس جگہ مرد ہی کو درجہ دیا۔

ف۱ یعنی زناں را بر مرداں حق است چنانچہ مرداں را بر زناں حق است ۱۲

اور اگر اس طہر کو نظر انداز کر دیا جائے تو عدت تین طہروں سے بڑھ جائے گی لیکن اگر قروٓ سے حیض مراد لیا جائے تو اس قسم کی کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی اور طلاق والے طہر کے بعد والے پورے تین حیض عدت ہو گی۔ **ف ۴۴۹** حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ مَا سے مراد حمل اور حیض ہے یعنی اگر معتدہ حاملہ ہو یا اسے حیض آجائے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ حمل یا حیض کو چھپائے اور کسی پر ظاہر نہ کرے۔ قال ابن عمرؓ الحمل والحیض ای لا یحل لہا ان کانت حاملۃ ان تکتم حملہا ولا ان کانت حائضًا ان تکتم حیضہا الخ (روح ص۱۳۳ ج ۲) زمانۂ جاہلیت میں بعض طلاق یافتہ عورتیں زمانہ عدت میں بعض اغراض کے تحت ایسا کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ بعض حاملہ عورتیں جن کو طلاق مل جاتی وہ اپنا حمل ظاہر نہ کرتیں۔ کیونکہ اگر وہ حمل ظاہر کر دیتی ہیں تو بچہ پیدا ہونے تک کوئی ان سے نکاح نہیں کریگا۔ اور یہ بچہ پہلے خاوند کا قرار پائے گا اور دوسرا خاوند اس کی پرورش کے سلسلے میں مناسب توجہ اور شفقت سے کام نہیں لیگا۔ اس لئے وہ حمل کا کسی سے ذکر نہ کرتیں اور ویسا اسے کہہ دیتیں

اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا

اپنا دیا ہوا عورتوں سے ف۱ مگر جب خاوند عورت دونوں ڈریں اس بات سے کہ قائم

حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ

رکھ سکیں گے حکم اللہ کا ف۴۵۳ ف۲ پھر اگر تم لوگ ڈرو اس بات سے کہ وہ دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے اللہ کا حکم

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ

تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر اس میں کہ عورت بدلہ دے کر چھوٹ جاوے ف۴۵۴ یہ اللہ کی باندھی ہوئی

اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ

حدیں ہیں سو ان سے آگے مت بڑھو اور جو کوئی بڑھ چلے اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ

سو وہی لوگ ہیں ظالم ف۱ پھر اگر اس عورت کو طلاق دی یعنی تیسری بار تو اب حلال نہیں

لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ ؕ فَاِنْ

اس کو وہ عورت اس کے بعد جب تک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اس کے سوا ف۴۵۶ ف۲ پھر اگر

طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ اَنْ یَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ

طلاق دیدے دوسرا خاوند ف۴۵۷ تو کچھ گناہ نہیں ان دونوں پر کہ پھر باہم مل جاویں اگر خیال کریں کہ

اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یُبَیِّنُهَا

کہ قائم رکھیں گے اللہ کا حکم اور یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی بیان فرماتا ہے ان کو

لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ

واسطے جاننے والوں کے ف۲ اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پہنچیں

اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ

اپنی عدت تک ف۳ تو رکھ لو ان کو موافق دستور کے یا چھوڑ دو ان کو

بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ

بھلی طرح سے اور نہ روکے رکھو ان کو ستانے کے لئے تاکہ ان پر زیادتی کرو ف۴۵۹

منزل ۱

ف۱ یہ حکام یا مسلمانوں کی پنچایت کو خطاب ہے ۱۲

ف۲ دو طلاق کے بعد مرد کو رجوع کا حق ہے لیکن رجوع سے اس کی مقصود یہ ہو۔ عورت پر ظلم کرنا مقصود نہ ہو ۱۲

ف۳ عدت ختم ہونے کے قریب ہو جائیں ۱۲

کہ ہماری عدت گذر چکی ہے اور دوسرے خاوند سے نکاح کر لیتیں اس طرح وہ بچہ دوسرے خاوند کے نکاح میں پیدا ہوتا اور اسی سے ملحق ہو جاتا اور بعض معتدہ عورتیں جو حاملہ نہ ہوتیں وہ آخری حیض ختم ہونے سے پہلے ہی کہہ دیتیں کہ ان کا حیض بند ہو چکا ہے اور وہ پاک ہو چکی ہیں تاکہ خاوند کا حقِ رجعت باطل ہو جائے اور وہ رجوع نہ کر سکے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس ناشائستہ حرکت سے منع فرمایا ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں خاوند کی حق تلفی ہوتی ہے۔ جو کسی طرح جائز نہیں۔ پہلی صورت میں ایک شخص کا بیٹا دوسرے سے ملحق ہو جاتا ہے۔ اور دوسری صورت میں خاوند کا حقِ رجعت باطل ہو جاتا ہے۔ **ف ۴۵۰** اِنْ شرطیہ ہے مگر یہ شرط تعلیق کے لئے نہیں ہے۔ یعنی مذکورہ بالا نہی ایمان کے ساتھ مشروط نہیں ہے کہ ایمان والی عورتوں کے لئے تو حمل اور حیض کو چھپانا جائز نہیں اور غیر مؤمنہ مثلاً کتابیہ کے لئے چھپانا جائز ہے۔ بلکہ یہ شرط محض وعید و تہدید کیلئے اور حرمتِ کتمان کی تاکید کیلئے ہے یعنی جو عورتیں خدا پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں ان کی یہ شان نہیں کہ وہ خدا کے احکام کی مخالفت کریں۔ ھٰذا وعید عظیم شدید لتاکید حرمۃ الکتمان (قرطبی ص۱۱۹ ج ۳) لیس المراد ان ذٰلک النہی مشروط بکونہا مؤمنۃ ...... ولا شک ان ھٰذا تھدید شدید علی النساء (کبیر ص۳۶۹ ج ۲) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں ایمان کا کامل درجہ بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جن عورتوں کا ایمان کامل ہے وہ تو ما فی الارحام کو نہیں چھپائیں گی۔ اور اللہ کے اس حکم کی پوری پوری تعمیل کریں گی **ف ۴۵۱** بُعُوْلَۃٌ بَعْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی خاوند کے ہیں البعولۃ جمع البعل وھو الزوج (قرطبی ص۱۱۹ ج ۳) رَدٌّ مصدر ہے جو اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے اور اس سے مطلقہ عورتوں کو نکاح اور زوجیت میں واپس لے آنا مراد ہے اور یہ صرف رجعی طلاق سے مخصوص ہے۔ احق بردھن الی النکاح والرجعۃ الیھن، وھٰذا اذا کان الطلاق رجعیًا للاٰیۃ بعدھا (روح ص۱۳۳ ج ۲) اور ذٰلک سے زمانۂ عدت کی طرف اشارہ ہے۔ ای فی زمان التربص (ابو السعود ص۲۶۹ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ طلاق رجعی کے بعد اگر خاوند رجوع کرنا چاہے تو عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اگر عورت رضامند نہ ہو تو بھی خاوند کو ایسا کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ وصیغۃ التفضیل لافادۃ ان الرجل اذا اراد الرجعۃ والمرأۃ تأباھا وجب ایثار قولہ علی قولہا (ابو السعود

موضح قرآن ف۱ یعنی عدت تک مرد چاہے تو عورت کو پھیر رکھ لے۔ یہ بات پہلی طلاق میں ہے اور دوسری میں۔ بعد اس کے نہ پھیر سکے گی تو موافق شرع اس کے حق ادا کر سکے تو رکھے کہ پھر قضیہ نہ ہو۔ اور نہ رکھ سکے تو رخصت کرے اس نیت سے نہ اٹکاوے کہ عاجز ہو کر جو میں نے دیا تھا وہ پھیر جاوے یہ جب روا ہے کہ ناچاری ہو اور دونوں کی خو نہ ملے اور مرد کی طرف سے ادائے حق میں قصور نہ ہو۔ اس وقت سب لوگ مل کر عورت سے کچھ پھروا دیں اور مرد کو راضی کر کر طلاق دلوا دیں اس کو خلع کہتے ہیں۔ **ف۲** یعنی تیسری طلاق کے بعد پھیر نہیں سکتے بلکہ دونوں کی خوشی ہو تو بھی نکاح نہیں بندھ سکتا جب تک بیچ میں اور خاوند کی صحبت نہ ہو چکے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی حلال نیست کہ بدل طلاق از مہر بگیرید ۱۲ **ف۲** یعنی در معاشرت ۱۲ **ف۳** یعنی او دخول کند ۱۲ **ف۴** یعنی نزدیک رسید ند بانقضاء عدت ۱۲

اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ یہاں بھی صحت رجعت کے لئے اِرادۂ اصلاح کا اشتراط مراد نہیں بلکہ قصدِ اصلاح اور ارادۂ اصلاح کی ترغیب مقصود ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ رجعت سے خاوند کی نیت اصلاح احوال کی ہونی چاہیئے نہ کہ عورت کو تکلیف دینے اور ضرر پہنچانے کی۔ ولیس المراد به شرطیة قصد الاصلاح لصحة الرجعة بل هو الحث علیه والزجر عن قصد الضرار (ابو السعود ص۲۳۳ ج ۲) لیس المراد من التعلیق اشتراط جواز الرجعة بارادة الاصلاح ... بل المراد تحریضهم علی قصد الاصلاح (روح ص۱۳۳ ج ۲) آیت کے پچھلے حصہ میں عورت پر خاوند کی فوقیت اور برتری کی طرف اشارہ تھا۔ اب اگلے حصے میں صراحت کردی گئی کہ جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں اسی طرح عورتوں کے کچھ حقوق ہیں جن کی ادائیگی مردوں کے ذمے ہے تاکہ مرد اس بھول اور غلط فہمی میں نہ رہیں کہ ان کے ذمہ عورتوں کا کوئی حق نہیں۔ **۴۵۲** یعنی جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے حقوق کی یہ مماثلت کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے نہیں بلکہ محض وجوب کے اعتبار سے ہے جس طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح مردوں پر عورتوں کے حقوق کا ادا کرنا فرض ہے۔ والمراد بالمماثلة المماثلة فی الوجوب لا فی جنس الفعل (روح ص۱۳۴ ج ۲) بِالْمَعْرُوْفِ سے اس طرف اشارہ ہے کہ خاوند بیوی کے یہ حقوق شریعت اور عقل سلیم کے مطابق ہوں گے جو حقوق اپنی طرف سے گھڑ کر بنائے گئے، یا رسوم جاہلیت کی پیداوار ہوں ان کی ادائیگی ضروری نہیں۔ بالمعروف بالوجه الذی لا ینکر فی الشرع وعادات الناس (مدارک ص۹۰ ج ۱) وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ البتہ مردوں کا حق عورتوں کی نسبت کچھ زائد ہے اور انہیں عورتوں پر فضیلت ہے کیونکہ وہ گھر کے منتظم ہوتے ہیں۔ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اس لئے وہ جو چاہے حکم دے۔ کوئی اس کا مزاحم نہیں۔ نیز اس کے تمام احکام ضرور کسی نہ کسی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں۔ **۴۵۳** یہاں الطلاق بمعنی مصدر یعنی التطلیق ہے وهو بمعنی التطلیق الذی هو فعل الرجل (روح ص۱۳۵ ج ۲) یعنی طلاق دینے کا فعل جس کے بعد رجوع کیا جاسکتا ہے اور نکاح کے بغیر عورت کو دوبارہ اپنی زوجیت میں رکھا جاسکتا ہے وہ دو بار طلاق ہے۔ بشرطیکہ طلاق لفظ صریح کے ساتھ ہو۔ نہ کہ کنایہ کے ساتھ اگر خاوند نے اپنی بیوی کو دو صریح طلاقیں دیدیں تو یہ رجعی ہونگی۔ اور ان کے بعد عدت کے اندر اندر وہ رجوع کرسکتا ہے اور اپنی بیوی کو بغیر نکاح دوبارہ اپنے گھر میں آباد کرسکتا ہے۔ اور اگر عدت گذر گئی تو اب بھی اسے واپس لاسکتا ہے مگر اب نکاح کی ضرورت ہوگی۔ زمانہ جاہلیت میں طلاق کی کوئی تعداد مقرر نہیں تھی جو شخص جتنی چاہتا اپنی بیوی کو طلاقیں دیتا۔ اور پھر عدت گذرنے سے پہلے رجوع کرلیتا بعض لوگ عورتوں کو تنگ کرنے کے لئے بار بار ایسا کیا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس کا سدباب کیا۔ اور رجوع کرنے کی اجازت کو دو طلاقوں تک محدود فرمادیا۔ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ فا فصیحہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل پر مرتب ہے۔ یعنی دو طلاقیں دینے کے بعد خاوند کو اختیار ہے۔ اگر چاہے تو عدت کے اندر رجوع کرلے یا اس کی عدت گذر جانے دے تاکہ عدت گذر جانے سے خود بخود رشتۂ نکاح منقطع ہوجائے مگر رشتۂ نکاح منقطع کرنے سے نیت بخیر ہو یعنی باہمی نزاع وخلاف کو ختم کرنا مقصود ہو۔ عورت کی دلشکنی اور اس کو تکلیف دینا مقصود نہ ہو بعض لوگوں نے ایک روایت کی بنا پر اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ سے تیسری طلاق مراد لی ہے۔ یعنی دو طلاقوں کے بعد یا تو عدت کے اندر رجوع کرلے یا دوسرے طہر میں اسے تیسری طلاق دیدے تاکہ وہ بائن ہوجائے تو اس صورت میں فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ الآیہ اس کا بیان ہوگا اور علیحدہ طلاق نہیں ہوگی مگر پہلا معنی راجح ہے۔ اور حضرت ابن مسعود، ابن عباس مجاہد، عروہ اور قتادہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے (ابن جریر ص۲۵۹ ج ۲) اور جس روایت کی بنا پر تسریح باحسان سے تیسری طلاق مراد لی گئی ہے اس کے متعلق علامہ قرطبی نے نقل کیا ہے کہ وہ ثابت نہیں۔ وذکر الکیا الطبری هذا الخبر وقال انه غیر ثابت من جهة النقل (قرطبی ج ۳ ص۱۲۸) لیکن الطلاق مرتٰن عام ہے اس سے کہ یہ دونوں طلاقیں بلا بدل ہوں یا ان میں سے ایک بطور خلع ہو لہٰذا طلاق بصورت خلع جو اس کے بعد مذکور ہے وہ تیسری طلاق نہیں بلکہ ان دو ہی میں شامل ہے لہٰذا فان طلقها سے تیسری طلاق کا ذکر ہے۔ **۴۵۴** زمانہ جاہلیت کی ایک ظالمانہ رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو جو کچھ اسے دیا ہوا ہوتا وہ بھی اس سے چھین لیتا تو اللہ تعالیٰ نے اس بدسلوکی سے منع فرمایا کہ جو کچھ تم اپنی بیویوں کو دے چکے ہو طلاق کے بعد اس میں سے کچھ بھی مت واپس لو۔ البتہ ایک صورت میں طلاق کے عوض کچھ مال لینے کی اجازت دیدی اور وہ یہ ہے کہ خاوند بیوی کے تعلقات اس قدر کشیدہ ہوجائیں کہ ان کے درمیان صلح کی کوئی صورت نہ نکل سکے اور عورت کی طرف سے شرعی حدود کے مطابق حقوق زوجیت ادا کرنے کی کوئی توقع باقی نہ رہے اور طلاق ناگزیر ہوجائے تو اس صورت میں جائز ہے کہ عورت کچھ دیکر خاوند سے طلاق حاصل کرلے۔ طلاق کی اس صورت کو شریعت کی اصطلاح میں خلع کہتے ہیں۔ **۴۵۵** یہ ماقبل کی تفصیل ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت فرمادی کہ خلع کی صورت میں عورت کے لئے خاوند کو مال دینا اور خاوند کو اس کا لینا ہر دو جائز ہیں۔ اور خلع حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک طلاق بائن ہے۔ حضرت عثمان، علی، ابن مسعود، ثوری، اوزاعی اور تابعین کی ایک جماعت سے یہی منقول ہے۔ روی عن عثمان وعلی وابن مسعود وجماعة من التابعین هو طلاق وبه قال مالك والثوری والاوزاعی وابوحنیفة واصحابه والشافعی فی احد قولیه (قرطبی ص۱۴۳ ج ۳) لیکن شوافع کے نزدیک خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک ولا یحل سے فیما افتدت به تک جملہ معترضہ ہے بیان خلع کے لئے اور فان طلقها سے تیسری طلاق مراد ہے۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا یعنی احکام مذکورہ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی حدود ہیں ان سے تجاوز مت کرو۔ جو لوگ اللہ کی حدود توڑتے ہیں وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ **۴۵۶** اس کا تعلق الطلاق مرتٰن سے ہے اور اس میں تین طلاقوں کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ دو طلاقوں کے بعد تو اگر رجعی ہوں، خاوند رجوع کرسکتا ہے اور اگر ایک بصورت خلع ہو تو دوبارہ نکاح کرسکتا ہے لیکن اگر اس نے عدت کے اندر تیسری طلاق بھی دیدی تو اب وہ اس سے نہ رجوع کرسکتا ہے اور نہ نکاح ہی کرسکتا ہے۔ البتہ ایک طریقہ ہے جس سے وہ عورت دوبارہ اس کے نکاح میں آسکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ عورت انقضاء عدت کے بعد کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرے اور وہ آدمی اس سے صحبت کے بعد اسے طلاق دیدے اور اس کی عدت گذر جائے تو پہلا خاوند اس سے نکاح کرسکتا ہے مذکورہ آیت میں یہی حکم بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی اجازت سے نکاح منعقد ہوسکتا ہے کیونکہ یہاں فعل نکاح کو عورت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

۴۵۷ یہ ماقبل کی تفصیل ہے اور طَلَّقَ کا فاعل دوسرا خاوند ہے یعنی اگر دوسرا خاوند بھی اس کو طلاق دیدے تو یہ عورت اور اس کا پہلا خاوند اگر یہ سمجھتے ہوں کہ اب وہ شرعی حدود کے مطابق ایک دوسرے کے حقوق ادا کرسکیں گے تو ان کے لئے جائز ہے کہ وہ دوبارہ نکاح کرکے تعلقات زوجیت استوار کرلیں۔ مگر اس مطلقہ کے پہلے شوہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کے جواز کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔ (۱) پہلے خاوند کی عدت پوری کریں (۲) عدت کے بعد دوسرے خاوند سے شرعی عقد کرے۔ (۳) دوسرا خاوند اس سے وطی کرے (۴) وطی کے بعد دوسرا خاوند اسے طلاق دے دے (۵) دوسرے خاوند کی طلاق کی عدت پوری کرے۔ ان میں سے اگر ایک شرط بھی مفقود ہوگی

تو پہلے شوہر سے اس کا نکاح جائز نہیں ہوگا۔ مذہب جمہور المجتہدین ان المطلقة بالثلاث لاتحل لذلك الزوج الابخمس طرائق تعتد منه وتعقد لثانی ويطأها ثم يطلقها ثم تعتد منه (کبیر ص۹۷ ج ۲) وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ٥ حدود اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکام اور قوانین ہیں اللہ تعالیٰ علم وبصیرت رکھنے والوں کے لئے اپنے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ وہ سوچ سمجھ کر ان پر عمل کریں اور ان کی پابندی کریں۔ **۴۵۸** أَجَلَهُنَّ میں اجل سے مراد عدت ہے اور بلوغ اجل سے عدت کا قریب الاختتام ہونا مراد ہے بقرینۃ فامسکوهن بمعروف الخ کیونکہ رجعت تو عدت کے اندر ہی ہوسکتی ہے۔ اختتام عدت کے بعد نہیں ہوسکتی المراد مقاربته دون انقضائه (احکام القرآن جصاص) طلاق رجعی کے بعد خاوند کو دو اختیار دیئے گئے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو عدت کے اندر رجوع کرکے مطلقہ بیوی کو پھر اپنے گھر میں آباد کرلے۔ یا عدت میں رجوع نہ کرے اور اسے چھوڑ دے

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَ

اور جو ایسا کرے گا وہ بیشک بڑا ہی نقصان کریگا ف۴۶۰ اور

لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ؗ وَّاذْكُرُوْا

مت ٹھہراؤ اللہ کے احکام کو ہنسی اور یاد کرو

نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ

اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور اس کو جو اتاری تم پر

مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا

کتاب اور علم کی باتیں کہ تم کو نصیحت کرتا ہے اس کے ساتھ اور ڈرتے

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ وَاِذَا

رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور جب

طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پورا کر چکیں اپنی عدت کو تو اب نہ روکو ان کو اس سے

اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ

کہ نکاح کرلیں اپنے خاوندوں سے ف۴۶۱ جبکہ راضی ہو جاویں آپس میں ف۱

بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ

موافق دستور کے یہ نصیحت اس کو کی جاتی ہے جو کہ تم میں سے

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ

ایمان رکھتا ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر اس میں تمہارے لئے بڑی ستھرائی ہے

وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

اور بہت پاکیزگی اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ف۱

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ

اور بچے والی عورتیں دودھ پلاویں اپنے بچوں کو دو برس پورے

ع ۲۹ / ۱۳

یعنی عدت ختم کرلیں ۱۲

ف۲ رضاعۃ یعنی بچوں کو دودھ پلانے کا بیان ۱۲ ف۳ تفصیلاً دو دو سال یعنی اور دو بارہ یعنی نیز بیا ... وبین اللہ ... سال ہی جیسا کہ فرمایا تعالیٰ وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا ۱۲

مگر اللہ تعالیٰ کو یہ ہرگز پسند نہیں کہ عورت کو کسی صورت میں تنگ کیا جائے۔ اگر دوبارہ اس سے زوجیت کے تعلقات استوار کئے جائیں تو اسے دوبارہ اپنی زوجیت میں لاکر تنگ کرنا مقصود نہ ہو۔ اسی طرح اگر اسے چھوڑ دینے ہی کا فیصلہ کیا جائے تو بھی شرعی حدود کی پابندی سے باہمی نزاعات کو ختم کرنے کے لئے کیا جائے نہ کہ عورت کو ذلیل کرنے اور اس کی دلشکنی کے لئے اور ممکن ہے کہ تسریح بمعروف سے مطلقہ کو ثیاب متعہ دینے کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اس آیت کا مفہوم بعینہ وہی ہے جو الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف او تسریح باحسان میں مذکور ہو چکا ہے۔ پھر اس کا اعادہ کیوں کیا گیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے تو عام حکم دیا کہ رجعی طلاق کے بعد عدت کے دوران اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرلو اور یہاں یہ فرمایا کہ عدت کے زمانہ میں جو تم نے مطلقہ کے متعلق فیصلہ کیا ہے۔ اختتام عدت کے قریب اس پر ایک دفعہ پھر غور وفکر کرلو ممکن ہے کہ پہلے فیصلہ کی نسبت اب تم زیادہ بہتر اور زیادہ مفید فیصلہ کرسکو۔ هٰذا تفصيل ما اشار اليه الشيخ رحمه الله تعالیٰ **۴۵۹** یہ حکم ماقبل کی تاکید اور توضیح ہے زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی بیویوں کو تنگ کرنے کیلئے انہیں طلاق دے دیتے۔ جب ان کی عدت قریب الاختتام ہوتی تو رجوع کرلیتے پھر کچھ عرصہ بعد طلاق دیدیتے اور رجوع کرلیتے یہ سلسلہ جاری رکھتے تاکہ وہ بیچاری نہ اس کے پاس آرام اور سکون کی زندگی گذار سکے اور نہ ہی کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرسکے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ اگر مطلقہ رجعیہ کو واپس لانا چاہو تو حسن معاشرت کی نیت سے واپس لاؤ تنگ کرنے اور اسے تکلیف پہنچانے کی غرض سے ایسا نہ کرو۔ روی مالك عن ثور بن زيد الديلی ان الرجل كان يطلق امرأته ثم يراجعها ولاحاجة له بها ولا يريد امساكها كيما يطول بذلك العدة وليضارها فانزل الله تعالى وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا الآية (قرطبی ص۱۵۶ ج ۳) نقله ابن کثیر ص۲۸۱ ج ۱ عن ابن عباس ومجاهد ومسروق والحسن و قتادة والضحاك والربيع ومقاتل بن حیان وغیر واحد۔ **۴۶۰** حقوق زوجیت میں کوتاہی کرنے والوں کے لئے یہ ایک وعید شدید ہے یعنی جو بیوی کو محض تنگ کرنے کی غرض سے اپنے پاس روکے گا وہ ظالم ہے اور اپنی جان پر ظلم کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ اس بدسلوکی کی دنیا یا آخرت یا دونوں میں سخت سزا پائے گا۔ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا اور اللہ کی آیتوں کو ہنسی کھیل یا مذاق نہ سمجھو کہ جس پر جی چاہا عمل کرلیا اور جسے چاہا ٹھکرا دیا۔ بلکہ ان پر جی لگا کر عمل کرو۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ نعمت سے دین اسلام اور آئین معاشرت کا تفصیلی بیان مراد ہے۔ ای بالاسلام وبیان الاحکام (قرطبی ص۱۵۶ ج ۳) وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ما انزل، نعمت اللہ پر معطوف ہے۔ کتاب وحکمت سے مراد قرآن حکیم ہے کیونکہ اس

موضح قرآن ف۱ یہ حکم ہے عورت کے ولیوں کو کہ اس کے نکاح میں اسی کی خوشی رکھیں جہاں وہ راضی ہو وہاں کردیں اگرچہ اپنی نظر میں اور جگہ بہتر معلوم ہو۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی با شوہران دیگر کہ بایشاں رغبت پیدا کردند ۱۲

ہیں یہ دونوں وصف موجود ہیں۔ یا کتاب سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد سنت ہے والمراد بھما القرآن الجامع للعنوانین او القرآن والسنۃ (روح ج ۲ ص ۱۴۲) والحکمۃ ھی السنۃ المبینۃ علی لسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد اللہ فیما لم ینص علیہ فی الکتاب (قرطبی ص ۱۵۶ ج ۳) یَعِظُكُمْ بِهٖ، انزل کے فاعل سے حال ہے۔ یعنی کتاب و سنت میں جو احکام تمہاری نصیحت کے لئے نازل کئے جاتے ہیں۔ ان کو ہر وقت پیش نظر رکھا کرو۔ اور ان کے مطابق عمل کیا کرو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ اللہ کے عذاب سے ڈرو۔ اور اس کے احکام کی مخالفت سے باز آجاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ تمام احکام کی حکمتیں جانتا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔ نیز وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کون اس کی اطاعت کرتا ہے اور کون اس کا نافرمان ہے۔ فلا یخفی علیہ شیئ مما تأتون وما تذرون فلیحذر من جزائہ وعقابہ (روح ص ۱۴۲ ج ۲، ابو السعود ص ۳۸۲ ج ۲) او انہ علیم بکل شیئ فلا یأمر الا بما فیہ الحکمۃ والمصلحۃ فلا تخالفوہ (روح ص ۱۴۲ ج ۲) **۴۶۱** یہاں بلوغ اجل سے انقضاء اجل اور اختتام عدت مراد ہے۔ بقرینۃ فلا تعضلوھن الخ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم یہ بھی تھی کہ بعض لوگ اپنی مطلقہ بیویوں کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے اور اسے اپنی ذلت سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس رسم کو توڑنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب تمہاری مطلقہ بیویوں کی عدت پوری ہو جائے تو انہیں اپنی مرضی کے مطابق منتخب کئے ہوئے خاوندوں کے ساتھ شادی کرنے سے مت روکو۔ الخطاب للازواج المطلقین حیث کانوا یعضلون مطلقاتھم بعد مضی العدۃ ولا یدعوھن ان یتزوجن ظلما وقسرا لحمیۃ الجاھلیۃ (روح ص ۱۴۴ ج ۲) اس آیت میں بھی اشارہ نکلتا ہے کہ عورتوں کے الفاظ سے نکاح منعقد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہاں بھی فعل نکاح کو عورتوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی بشرطیکہ عورتیں اپنے نئے خاوندوں کا انتخاب شرعی احکام اور مروت کے تقاضوں کے طریقوں کے مطابق کریں۔ مثلاً غیر کفو کا شوہر منتخب نہ کریں۔ اور مہر مثل میں کمی نہ کریں۔ اگر ایسا کریں تو ان کے اولیاء کو اعتراض کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ بالمعروف بما یحسن فی الدین والمروءۃ من الشرائط او بمھر المثل والکفوء لان عند عدم احدھما للاولیاء ان یتعرضوا (مدارک ص ۹۳ ج ۲) ذٰلِكَ یُوْعَظُ بِهٖ۔ یہ احکام تو سب مومنوں کے لئے یکساں طور پر واجب العمل ہیں مگر ان احکام پر دل و جان سے عمل کرنے والے اور ان کی قدر و منزلت پہچاننے والے صرف مومنین کاملین ہی ہیں۔ اس لئے ان کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ خصہ بالذکر لانہ المسارع الی الامتثال اجلالا للہ تعالیٰ وخوفا من عقابہ (روح ص ۱۴۵ ج ۲) ذٰلِكُمْ اَزْكٰی لَكُمْ وَاَطْهَرُ۔ ذٰلکم سے مذکورہ احکام کے مطابق عمل کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَی الْمَوْلُوْدِ
جو کوئی چاہے کہ پوری کرے دودھ کی مدت **۴۶۲** اور لڑکے والے یعنی

لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ
باپ پر ہے کھانا اور کپڑا ان عورتوں کا موافق دستور کے **۴۶۳** تکلیف نہیں دی

نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا
جاتی کسی کو مگر اس کی گنجائش کے موافق نہ نقصان دیا جاوے ماں کو اسکے بچہ کی وجہ سے

وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ وَعَلَی الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ
اور نہ اس کو جس کا وہ بچہ ہے **۴۶۴** یعنی باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے اور وارثوں پر بھی یہی لازم

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ
ہے پھر اگر ماں باپ چاہیں کہ دودھ چھڑا لیں ف۱ یعنی دو برس کے اندر ہی اپنی رضا اور مشورے

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا
تو ان پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تم لوگ چاہو کہ دودھ پلاؤ کسی

اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ
دایہ سے اپنی اولاد کو تو بھی تم پر کچھ گناہ نہیں جبکہ حوالہ کر دو جو تم نے

اٰتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا
دینا ٹھہرایا ہے موافق دستور کے **۴۶۵** اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو

اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۲۳۳﴾ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ
کہ اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتا ہے ف۱ اور جو لوگ مر جاویں

مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ
تم میں سے اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
چار مہینے اور دس دن پھر جب پورا کر چکیں اپنی عدت کو **۴۶۶**

ف۱ متوفی عنہا زوجہا یعنی جس عورت کا خاوند فوت ہو جاوے اس کی عدت واجبہ بیان ہے۔

ای الاتعاظ بہ والعمل بمقتضاہ (روح ص ۱۴۵ ج ۲) یعنی مذکورہ احکام پر عمل کرنا تمہارے لئے برکت و پاکیزگی کا باعث ہے۔ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ ان احکام کی حکمتیں اور مصلحتیں صرف اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے ہو۔ اس لئے تمہیں ہر حال میں ان پر عمل کرنا چاہیئے۔ **۴۶۲** یہاں سے احکام رضاعت کا بیان شروع ہوتا ہے۔ یُرْضِعْنَ لفظاً خبر ہے مگر معناً امر ہے اور یہ امر استحباب کیلئے ہے۔ ہاں اگر بچہ والدہ کے سوا کسی دوسری عورت کا دودھ نہیں پیتا۔ یا اس کے لئے دودھ پلانے والی نہیں ملتی یا مل تو سکتی ہے لیکن باپ اس کا معاوضہ ادا کرنے سے قاصر ہے تو ان

موضح قرآن ف۱ اگر مرد و عورت میں طلاق ہوئے اور لڑکا رہا دودھ پیتا تو ماں دو برس بند ہے اس کے دودھ پلانے کو اور باپ اس کا خرچ اٹھاوے اور اگر باپ اس کا مر گیا تو وارث اس کے خرچ اٹھاویں اور جو دو برس سے کم میں چھڑاویں اپنی خوشی سے تو بھی روا ہے اور اگر باپ کسی سے پلوا وے ماں کو بند نہ رکھے تو بھی روا ہے لیکن اس کے بدلے میں ماں کا کچھ حق نہ کاٹ رکھے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی پیش از دو سال ۱۲

صورتوں میں والدہ پر دودھ پلانا واجب ہے۔ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ سے اس طرف اشارہ ہے کہ دودھ پلانے کی پوری اور کامل مدت دوسال ہے اس سے زیادہ نہیں مطلب یہ ہے کہ دوسال سے زیادہ دودھ پلانا جائز نہیں۔ البتہ اگر بعض وجوہ کی بنا پر دوسال سے کم دودھ پلایا جائے تو جائز ہے۔ فقہاءِ اسلام نے اس آیت سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جو رضاعت حرمت نکاح میں مؤثر ہے وہ وہی ہے جو دوسال کے اندر ہو۔ دو سال کے بعد کی رضاعت کا حرمت نکاح میں کوئی اعتبار نہیں۔ واستدل بالآية علے ان اقصٰی مدة الارضاع حولان ولا يعتد به بعدهما فلا يعطے حكمه وانه يجوز ان ينقص عنهما (روح ص۱۴۳ ج ۲) الرضاعة المحرمة الجارية مجرى النسب انما هي ما كان في حولين لانه بانقضاء الحولين تمت الرضاعة ولا رضاعة بعد الحولين معتبرة (قرطبی ص۱۶۲ ج ۳) حنفیہ میں سے صاحبین کا یہی مسلک ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ وكان الاصح قولهما وهو مختار الطحاوي (فتح القدير ص۳۴۳)

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِيٓ اَنْفُسِهِنَّ
تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس بات میں کہ کریں وہ اپنے حق میں
بِالْمَعْرُوفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ
قاعدہ کے موافق ۴۶۶ اور اللہ کو تمہارے تمام کاموں کی خبر ہے ۱ اور کچھ گناہ نہیں
عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ
تم پر اس میں کہ اشارہ میں کہو پیغام نکاح ان عورتوں کو
اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ
یا پوشیدہ رکھو اپنے دل میں ۴۶۸ اللہ کو معلوم ہے کہ تم البتہ
سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ
ان عورتوں کا ذکر کرو گے ۱ لیکن ان سے نکاح کا وعدہ نہ کر رکھو چھپ کر مگر
تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا ؕ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ
یہی کہ کہہ دو کوئی بات رواج شریعت کے موافق اور نہ ارادہ کرو
النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوٓا اَنَّ
نکاح کا یہاں تک کہ پہنچ جاوے عدت مقررہ اپنی انتہا کو ۴۶۹ اور جان رکھو کہ
اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوٓا
اللہ کو معلوم ہے جو کچھ تمہارے دل میں ہے سو اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو
اَنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۟ع لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ
کہ اللہ بخشنے والا اور تحمل کرنیوالا ہے ۱ کچھ گناہ نہیں تم پر اگر
طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوا
طلاق دو تم عورتوں کو اس وقت کہ ان کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ اور نہ مقرر کیا ہو
لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚۖ وَّمَتِّعُوهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهٗ
ان کے لئے کچھ مہر ۴۷۰ ۲ اور ان کو کچھ خرچ دو ۳ مقدور والے پر اس کے موافق ہے

ع ۳۰ / ۱۴

۱ یعنی عدت میں نکاح کا پیغام صاف صاف دینا جائز نہیں البتہ اشارۃً اور تعریضاً یعنی کنایتہً خطبہ کرنا جائز ہے ۱۲

۲ مطلقہ عورتوں کی چار قسموں کا بیان دو کا صراحۃً اور دو کا ضمناً ۱۲

۴۶۳ مولود لہٗ سے مراد باپ ہے کیونکہ بچہ اسی کے لئے پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بچے کی ماں کا خرچ از قسم خوراک لباس باپ کے ذمہ ہے۔ اور معروف سے مراد یہ ہے کہ خرچ میں نہ اسراف ہو اور نہ تنگی۔ بلکہ مرد کی مالی حالت کے مناسب ہو۔ ای بلا اسراف وتقتير (روح ص۱۴۶ ج ۲، مدارك ج ۱ ص۹۲) ای بالمتعارف في عرف الشرع من غير تفريط ولا افراط (قرطبی ص۱۶۳ ج ۳) يدل على ان الواجب من النفقة والكسوة هو على قدر حال الرجل في اعساره ويساره (احكام القرآن للجصاص) لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا۔ امام نسفی رح فرماتے ہیں کہ یہ جملہ معروف کی تفسیر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے نہ تو خاوند کو اس کی وسعت سے زیادہ خرچ کرنے پر مجبور کیا جائے اور نہ ہی عورت کو تنگدستی کی زندگی گذارنے پر۔ ای لا تكلف المرأة للصبر على التقتير في الاجرة ولا يكلف الزوج ما هو اسراف بل يراعى القصد (قرطبی ص۱۶۶ ج ۳) ۴۶۴ بیٹے کی وجہ سے خاوند کی طرف سے عورت کو اور عورت کی طرف سے خاوند کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے مثلاً اگر ماں کسی بیماری یا جسمانی کمزوری کی وجہ سے دودھ نہ پلا سکتی ہو تو اسے مجبور نہ کیا جائے۔ یا اگر وہ دودھ پلانا چاہتی ہو تو بلاوجہ اس سے بچہ نہ چھینا جائے اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی جائے اور ماں کی طرف سے تکلیف دینے کی صورت یہ ہے کہ وہ خاوند کو تنگ کرنے کے لئے بچہ کو دودھ نہ پلائے یا اس کی وسعت سے زیادہ اس پر اخراجات کا بوجھ ڈالے۔ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ اگر بچے کا باپ مر جائے تو بچے کے ورثاء پر وہ تمام حقوق ادا کرنے واجب ہوں گے جو باپ پر واجب تھے مثلاً اس کی والدہ کی خوراک، اس کا لباس اور اسے تکلیف نہ دینا وغیرہ علیہ مثل ما علے والد الطفل من الانفاق علے والدة الطفل والقيام بحقوقها وعدم الاضرار بها وهو قول الجمهور (ابن کثیر ص۲۸۴ ج ۱) یہ اس صورت میں ہے جب بچے کا اپنا مال موجود نہ ہو۔ اگر اس کا اپنا مال ہو تو اس کے اور اس کی والدہ کے اخراجات اس کے مال میں سے ادا کئے جائیں گے۔ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ مدت رضاعت (دوسال) کی تکمیل سے پہلے اگر خاوند بیوی بچے کی ضرورت اور مصلحت کو سامنے رکھ کر باہمی رضامندی اور مشورے سے اس کا دودھ چھڑا دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ۴۶۵ اٰتَيْتُمْ میں ایتاء سے مقررہ اجرت دینے

موضح قرآن ۱ طلاق کی عدت تین حیض فرمائی اور موت کی عدت چار مہینے دس دن۔ دونوں جب ہیں کہ حمل معلوم نہ ہو اور اگر حمل معلوم ہوا تو حمل تک ۱۲ ۲ یعنی عورت ایک خاوند سے چھوٹی ہے اور عدت میں ہے تب تک کسی اور کو روا نہیں کہ اس سے نکاح باندھ لیوے یا صاف وعدہ کر رکھے تا اس سے پہلے اور کوئی نہ کہہ بیٹھے پر وہ یہ کہ ایک بات کہہ دے مروج سے مثلاً عورت کو کہے کہ تجھ کو کوئی عزیز کر لے گا یا کہے کہ مجھ کو ارادہ نکاح کا ہے۔

فتح الرحمٰن ۱ یعنی بتصریح بعد عدت ۱۲ ۲ یعنی مہر ۱۲ ۳ یعنی پوشاک ۱۲

کی ذمہ داری اور ضمانت اٹھانا مراد ہے اور معروف سے شرعاً اور مروۃً اچھا اور مستحسن طریقہ مراد ہے۔ اور بعض دفعہ والدہ کی موجودگی میں بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر بچے کو کسی دوسری عورت کا یا دایہ کا دودھ پلانے کی ضرورت پیش آجاتی ہے تو اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ بوقتِ ضرورت ایسا کرنا جائز ہے بشرطیکہ دایہ کی مقررہ اجرت جو شرعاً اور عرفاً مناسب ہو ٹال مٹول اور کمی بیشی کے بغیر اس کے حوالے کر دی جائے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی حدود کو مت توڑو اور یقین رکھو کہ وہ حاضر و ناظر ہے۔ اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اس لئے تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزا و سزا ملے گی۔ یہاں احکامِ رضاع کا بیان تھا۔ آگے بیوہ کی عدت اور اس سے متعلق بعض دوسرے احکام کا بیان ہے۔ **۴۶۶** پہلے گذر چکا ہے کہ بیوہ کی عدت چار ماہ اور دس دن صرف اسی صورت میں ہے جب وہ حاملہ نہ ہو۔ اگر وہ حاملہ ہوگی تو اس کی عدت وضعِ حمل ہے جیسا کہ سورۂ طلاق میں مذکور ہے۔ **۴۶۷** اس آیت میں بیوہ عورتوں کے نکاح کا حکم بیان ہوا ہے کہ عدت کے بعد اگر وہ اپنی مرضی سے کسی آدمی سے شرعی عقد کرنا چاہیں تو ان کے اولیاء کو انہیں اس سے نہیں روکنا چاہیئے بشرطیکہ وہ اپنے کفو میں نکاح کریں۔ غیر کفو میں نکاح کرنے سے رشتہ داروں کو روکنے کا حق ہے۔ آج کل بیوہ عورتوں پر انتہائی ظلم کیا جاتا ہے بعض عورتیں عین جوانی میں بیوہ ہو جاتی ہیں مگر انہیں عمر بھر خاوند کے بغیر رہنا پڑتا ہے اور ورثاء انہیں عقدِ ثانی کی اجازت نہیں دیتے اور اس میں اپنی ذلت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر جہالت اور خدا کی نافرمانی ہے اور اس بیوہ کی حق تلفی ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔ اس لئے اس کے احکام کی مخالفت مت کرو۔ **۴۶۸** بیوہ عورت کے سامنے اس سے نکاح کرنے کے ارادے کا اظہار عدت کے دوران صراحۃً جائز نہیں۔ البتہ اشارۃً ایسا کرے تو جائز ہے۔ مثلاً بیوہ یا اس کے ولی کے سامنے یوں کہے کہ "خدا کرے کہ میرا گھر بھی آباد ہو جائے" یا اس قسم کا کوئی اور جملہ۔ اسی طرح اگر دل میں ارادہ کر لے کہ عدت کے بعد اس سے نکاح کرونگا مگر اس کا صراحۃً اظہار نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا۔ اللہ کو معلوم تھا کہ تم ضرور ان کا ذکر کروگے۔ اور دل میں ان کی طرف دھیان کروگے اور اس سلسلے میں اپنے اوپر پورا کنٹرول نہیں کر سکوگے۔ اس لئے تمہیں اشارۃً ذکر کرنے کی اجازت دیدی لیکن نکاح کرنے کا صریح وعدہ اس کی

وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى

اور تنگی والے پر اس کے موافق جو خرچ کہ قاعدے کے موافق ہے لازم ہے

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ

نیکی کرنے والوں پر ف۱ اور اگر طلاق دو ان کو ہاتھ لگانے

تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ

سے پہلے اور ٹھہرا چکے تھے تم ان کے لئے مہر تو لازم ہوا آدھا

مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ

اس کا کہ مقرر کر چکے تھے ف۲ مگر یہ کہ درگذر کریں عورتیں یا درگذر کرے وہ شخص کہ اسکے اختیار

عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ

میں ہے گرہ نکاح کی یعنی خاوند ف۳ اور تم مرد درگذر کرو تو قریب ہے پرہیزگاری سے

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اور نہ بھلا دو احسان کرنا آپس میں بےشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو

بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۤ

خوب جانتا ہے ف۴ خبردار رہو سب نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے ف۵

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ

اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے ف۶ پھر اگر تم کو ڈر ہو کسی کا ف۷ تو پیادہ پڑھ لو یا

رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ

سوار پھر جس وقت تم امن پاؤ تو یاد کرو اللہ کو جس طرح کہ تم کو سکھایا ہے

مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ

جس کو تم نہ جانتے تھے ف۸ اور جو لوگ تم میں سے مر جاویں

وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ښ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا

اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو وہ وصیت کر جاویں اپنی عورتوں کے واسطے خرچ دینا

ف۱ سورۂ انتظامیہ کے بعد تیسرے امر مصلح نماز کا بیان ۱۲

ف۲ امر مصلح کے بعد سورۂ انتظامیہ سابقہ سے متعلق ایک استحبابی شق کا بیان ۱۲

موضح قرآن ف۱ اگر نکاح کے وقت مہر کہنے میں نہ آیا تو بھی نکاح درست ہے مہر پیچھے ٹھہر رہیگا۔ پھر اگر بن ہاتھ لگائے عورت کو طلاق دے تو مہر کچھ لازم نہ آیا لیکن کچھ خرچ دینا ضرور ہے خرچ کیا کہ ایک جوڑا پوشاک کا موافق حال کے۔ ۱۲ ف۲ یعنی اگر مہر ٹھہر چکا تھا پھر بن ہاتھ لگائے طلاق دے تو پھر آدھا مہر لازم ہوا۔ مگر عورتیں درگذر کریں کہ بالکل چھوڑ دیویں یا مرد درگذر کرے تو بہتر ہے کیونکہ اللہ نے بڑائی دی ہے مرد کو اور اس کو مختار کیا نکاح رکھنے اور توڑنے کا اپنی بڑائی رکھے۔ فائدہ:۔ چار صورتیں ہو سکتی ہیں یہاں دو کا حکم فرمایا۔ ایک یہ کہ مہر نہ ٹھہرا تھا اور ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دوسری یہ کہ مہر ٹھہرا تھا اور ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے اور دو صورتیں باقی رہیں ایک یہ کہ مہر ٹھہرا تھا اور ہاتھ لگا کر طلاق دے تو پورا مہر لازم ہوا یہ سورہ نساء میں مذکور ہے۔ دوسری یہ کہ مہر نہ ٹھہرا تھا اور ہاتھ لگا کر طلاق دے اس میں مہرِ مثل پورا دیا چاہیئے یعنی جو اس عورت کی قوم میں رواج ہے اور جب خلوت ہو چکی تو گویا ہاتھ لگایا۔ ف۳ بیچ والی نماز عصر ہے کہ دن اور رات کے بیچ میں ہے اس کا تقید زیادہ کیا اور طلاق کے حکموں میں نماز کا حکم فرمادیا کہ دنیا کے معاملے میں غرق ہو کر بندگی نہ بھول جاؤ اسی واسطے عصر کا تقید زیادہ ہے کہ اس وقت دنیا کا شغل اکثر ہے۔ فرمایا کہ کھڑے رہو ادب سے تو جو حرکت جس سے معلوم ہو کہ آدمی نماز میں نہیں ہے اسی سے نماز ٹوٹتی ہے جیسا کھانا پینا یا کسی سے بات کرنی اور سوائے اس کے۔ ف۴ یعنی لڑائی کا وقت ہو تو ناچاری کو سواری پر بھی اور پیادہ بھی اشارہ سے نماز روا ہے گو کہ قبلہ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی زوج خود گذاشتہ تمام دہد ۱۲ ف۲ یعنی از صدو و مانند آں ۱۲

نہ علانیہ اجازت ہے اور نہ ہی پوشیدہ طور پر۔ اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا قولًا معروفًا سے وہی اشارہ اور کنایہ مراد ہے۔ **۴۶۹** یہ ماقبل کی تاکید و تفصیل ہے۔ اور عزم سے مراد وہ پختہ ارادہ ہے جو مقارن فعل ہو۔ والمراد بہ العزم المقارن (روح ص۱۵۰ ج ۲) یعنی عدت گذرنے سے پہلے عزم نکاح کا اظہار مت کرو۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ اپنے باطن کو درست رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی باتیں بھی جانتا ہے۔ اور جو اس سے معافی مانگے وہ اسے معاف کر دیتا ہے۔ اور معافی نہ مانگنے والوں کا بھی جلدی مواخذہ نہیں فرماتا بلکہ انہیں توبہ کرنے کے لئے مہلت دیتا ہے۔

بیوہ کی عدت اور اس کے نکاح کے احکام بیان کرنے کے بعد آگے طلاق کے مزید کچھ احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں **۴۷۰** تَفْرِضُوْا لَهُنَّ کا عطف تَمَسُّوْهُنَّ پر ہے اور وہ بھی نفی کے تحت داخل ہے یعنی جن عورتوں کو مس نہ کیا گیا ہو اور نہ ہی ان کے لئے مہر مقرر کیا گیا ہو۔ اگر ان کو طلاق دیدی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ وَمَتِّعُوْهُنَّ یعنی جن عورتوں کیلئے نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں کیا گیا۔ ان کو اگر مس سے پہلے طلاق دیدی جائے تو ان کو متعہ کے کپڑے دینے واجب ہیں۔ متعہ کے کپڑے تین ہیں قمیص، دوپٹہ اور چادر قال الامام ابوحنیفۃ ھی درع وخمار وملحفۃ (روح ص۱۵۳ ج ۲) مس (ہاتھ لگانے) سے یہاں وطی مراد ہے خواہ حقیقۃً ہو خواہ حکمًا۔ حقیقی وطی تو ظاہر ہے حکمی وطی سے خلوت صحیحہ مراد ہے۔ اور خلوت صحیحہ یہ ہے کہ خاوند بیوی کسی ایسی تنہائی کی جگہ موجود ہوں۔ جہاں کوئی چیز مانع وطی موجود نہ ہو۔ مس اور تقدیر مہر کے لحاظ سے مطلقہ کی چار قسمیں ہیں (۱) یہ کہ مطلقہ کا مہر نکاح کے وقت مقرر کیا تھا۔ اور مس حقیقی یا حکمی کے بعد اسے طلاق دیگئی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اسے مقررہ مہر دیا جائے گا۔ اور اس میں سے کچھ واپس لینا جائز نہیں۔ اس کا حکم پہلے رکوع ۲۹ میں بیان ہو چکا ہے (۲) وہ عورت جسے دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اور اس کا مہر بھی مقرر نہ ہو۔ اس کے لئے مہر نہیں ہے۔ البتہ اسے ثیاب متعہ دیئے جائیں گے۔ اس آیت میں اسی عورت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ (۳) وہ عورت جسے وطی سے پہلے طلاق دیدی جائے لیکن اس کا مہر مقرر ہو۔ تو اس کا حکم اگلی آیت میں آ رہا ہے کہ اسے مقررہ مہر کا نصف دیا جائے (۴) وہ عورت جسے وطی کے بعد طلاق دی جائے مگر اس کا مہر مقرر نہ ہو تو اسے مہر مثل دیا جائے گا۔ جس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ یعنی ثیاب متعہ کی مالیت کا انحصار خاوند کی مالی حالت پر ہے۔ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ مَتَاعًا بمعنی تمتیعًا متّعوھنّ کا مفعول مطلق ہے بِالْمَعْرُوْفِ ظرف مستقر ہے جو متلبسًا محذوف سے متعلق ہے۔ اور متاعًا کی صفت اولیٰ ہے یعنی ثیاب متعہ ایسے طریقہ سے دو جو شرعًا اور عرفًا مستحسن ہو۔ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ یہ متاعًا کی صفت ثانیہ ہے اور حقًّا کے معنی واجبًا کے ہیں صفۃ لمتاعًا ای متاعًا واجبًا علیھم (مدارک ص۹۳ ج ۱) یعنی خوش معاملہ اور حسن سلوک کرنیوالے لوگوں پر متعہ واجب اور لازم ہے محسنین کی تخصیص ترغیب و تحضیض کے لئے فرمائی۔ **۴۷۱** یہ اس عورت کا حکم ہے جسے دخول سے پہلے طلاق دیدی گئی ہو اور اس کا مہر بوقت نکاح مقرر ہو چکا ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اسے مقررہ مہر کا نصف دیا جائے گا اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ۔ ہاں اگر عورت اپنا حق معاف کر دے اور نصف مہر جو اس کا حق ہے اس سے بھی دستبردار ہو جائے یا خاوند فیاضی سے کام لے اور مہر معجل کی صورت میں جو اسے نصف واپس لینے کا حق ہے وہ واپس نہ لے یا مہر مؤجل کی صورت میں پورا مہر مطلقہ کو دیدے تو یہ صورت ماقبل سے مستثنیٰ ہے اور یہ اقدام دونوں طرف سے مستحسن اور قابل تعریف ہے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ حسن سلوک اور باہمی لطف و احسان کو طلاق کے موقع پر بھی نہ بھولو۔ بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ عفو اور حسن سلوک سے پیش آؤ۔ مثلاً مہر کا معاف کر دینا یا مہر میں اضافہ کر دینا یا مہر مقرر ہونے کی صورت میں متعہ کے کپڑے دینا وغیرہ۔ ...... سب حسن سلوک اور احسان میں داخل ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اس لئے تمہارا کوئی عمل رائیگاں نہیں جائیگا۔ اور تمہیں ہر نیکی کی جزا ملے گی۔ **۴۷۲** حسن سلوک اور احسان کی ترغیب کے بعد نمازوں کی پابندی کا حکم دیا کیونکہ نماز ایک امر مصلح ہے جس سے ظاہر و باطن کی طہارت ہوتی ہے۔ اور اخلاق رذیلہ سے باطن پاک ہو کر اخلاق حسنہ سے معمور ہو جاتا ہے۔ نیز نماز کو باجماعت ادا کرنے سے باہمی محبت و الفت اور اتحاد و اتفاق کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے نماز حسن معاشرت حسن سلوک اور احسان کے لئے بہت بڑی معاون ہے۔ صلوٰۃ وسطےٰ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ اکثر صحابہ، تابعین اور ائمہ دین اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد نماز عصر ہے۔ الثانی انھا العصر لانھا بین صلاتی النھار وصلاتی اللیل وھو المروی عن علی والحسن وابن عباس وابن مسعود وخلق کثیر وعلیہ الشافعیۃ ...... والاکثرون صححوا انھا صلوٰۃ العصر (روح ص۱۵۷ ج ۲) اکثریت کی رائے یہ ہے کہ اس سے نماز عصر مراد ہے کیونکہ وہ دن کی دو نمازوں اور رات کی دو نمازوں کے درمیان ہے۔ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ قانتین کے معنی خاشعین کے ہیں۔ یعنی نماز میں خشوع اور عجز و انکساری سے قیام کیا کرو۔ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا یعنی اگر جنگ میں نماز کا وقت آ جائے اور دشمن کی طرف سے حملہ کے خطرہ کی وجہ سے اطمینان سے باقاعدہ نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو پیادہ یا سواری کی حالت میں جس طرح بھی ممکن ہو اسی طرح سے نماز ادا کر لو مگر ایسی خوف و ہراس کی حالت میں بھی نماز معاف نہیں۔ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ لیکن اگر خوف زائل ہو جائے اور حالت امن ہو تو پھر معمول کے مطابق نماز پڑھو جس طرح اللہ تعالیٰ نے امن اور خوف کی مختلف حالتوں کے احکام بیان فرمائے ہیں جن کا نزول وحی سے قبل تمہیں کوئی علم نہیں تھا۔ **۴۷۳** وَصِيَّةً فعل محذوف کا مفعول ہے یعنی لیوصوا، اور متاعًا، وصیۃً کا بیان ہے۔ اور غَيْرَ اِخْرَاجٍ ماقبل کی تاکید ہے یعنی جو لوگ فوت ہو جائیں۔ اور ان کی بیوائیں پیچھے رہ جائیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ مرنے سے قبل ورثاء کو ان کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک انہیں گھر سے نہ نکالا جائے اور سال بھر انہیں اس کے ترکہ سے خرچ دیا جائے۔ **۴۷۴** یعنی اگر وہ عدت واجبہ چار ماہ اور دس دن گذارنے کے بعد اپنی مرضی سے گھر چھوڑ کر چلی جائیں اور کسی مناسب جگہ عقد شرعی کر لیں تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے اور وہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور اور اس کا ہر حکم حکمت اور مصلحت کے ماتحت ہوتا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا جب میراث کے احکام ابھی نازل نہیں ہوئے تھے۔ اب یہ حکم آیت میراث سے منسوخ ہو چکا ہے کیونکہ اب خاوند کے ترکہ میں بیوہ کا حصہ مقرر ہو چکا ہے۔ اس لئے اب اس کے حق میں وصیت کا حکم باقی نہیں منسوخ کلہ عند جمھور العلماء (قرطبی ص۲۲۷ ج ۳) ثم ان اللہ نسخ ھذین الحکمین اما الوصیۃ بالنفقۃ والسکنیٰ فلان القراٰن دل علی ثبوت المیراث لھا والسنۃ دلت علی انہ لا وصیۃ لوارث فصار مجموع القراٰن والسنۃ ناسخًا للوصیۃ للزوجۃ بالنفقۃ والسکنیٰ فی الحول (کبیر ص۴۲۳ ج ۲) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر اس وصیت کو استحباب پر محمول کیا جائے تو اس آیت کو منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں اور یہ حکم استحبابی اب بھی باقی ہے یعنی اگر بیوہ ایک سال تک رہتی ہے تو تم اس کو تنگ کر کے نہ نکالو۔ ہاں اگر خود بخود چار ماہ اور دس دن والی عدت واجبہ جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے گذارنے کے بعد کسی مناسب جگہ نکاح کر لیتی ہے تو تم پر کوئی حرج نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ سال تک بیٹھنا وجوبی حکم نہیں بلکہ استحبابی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے وَصِيَّةً اور غَيْرَ اِخْرَاجٍ اور مَتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ اور فَاِنْ خَرَجْنَ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس لئے اس آیت کو منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں **۴۷۵** مَتَاعٌ کا یہ حکم تمام مطلقات کے لئے ہے۔ اور یہ حکم استحبابی ہے البتہ جس عورت کو دخول سے پہلے طلاق ہو جائے اور اس کا مہر مقرر نہ ہو اس کو متعہ کے کپڑے دینے واجب ہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے معاش و معاشرت کے احکام کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم انہیں سمجھو اور سمجھ کر ان پر عمل کرو۔ **۴۷۶** یہاں سے پھر اصل موضوع یعنی مسئلہ جہاد کا بیان شروع کیا جا رہا ہے۔ درمیان میں امور انتظامیہ اور

امورِ مصلحہ بیان کئے گئے ہیں مسئلہ جہاد کو دوبارہ ذکر کرنے سے پہلے ایک قدیم واقعہ بطور عبرت اور تخویف بیان فرمایا ہے۔ یہ واقعہ بنی اسرائیل کے کسی قبیلہ کا ہے۔ جب ان کو جہاد کا حکم ملا تو وہ گھروں سے بھاگ نکلے کہ کہیں وہ جہاد میں شریک ہو کر لقمۂ اجل نہ بن جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط کر دی اور وہ مر گئے۔ وہ نکلے تھے جان بچانے کے لئے مگر یہ تدبیر ان کے کام نہ آئی جس موت سے بھاگے تھے اسی کا لقمہ بن گئے۔ هو قوم من بنی اسرائیل دعاهم ملکهم الی الجهاد فهربوا حذر الموت فاماتهم الله تعالیٰ ثمانیة ایام ثم احیاهم (ابو السعود ج ۲ ص ۲۶۶) ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اللہ نے پھر انہیں زندہ کر دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کر لیں اور انہیں یقین ہو جائے کہ خدا کی قدرت کے سامنے کوئی تدبیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ واقعہ نقل کر کے مسلمانوں کو ڈرسنایا کہ وہ جہاد سے جی نہ چرائیں کیونکہ موت تو بہرحال آئے گی۔ جہاد سے بھاگ کر موت سے کوئی نہیں بچ سکتے ۴۷۴ اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ ایسے احکام نازل فرماتا ہے جن میں لوگوں کا فائدہ ہو مگر وہ ان احکام کو پامال کرتے ہیں اور ان کی قدر نہیں کرتے۔ اب آگے حکم جہاد کا اعادہ فرمایا ہے۔ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یہ خطاب امت محمدیہ سے ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور ان اسرائیلیوں کی طرح بزدلی نہ دکھاؤ جو موت کے ڈر سے گھر چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اللہ تعالیٰ تمہاری باتیں سنتا ہے۔ اس لئے اسے معلوم ہے کون تم میں سے دوسروں کو جہاد کی ترغیب دیتا ہے اور کون جہاد سے متنفر کرتا ہے اور وہ دل کے بھید جانتا ہے۔ اس لئے اسے یہ بھی معلوم ہے کہ کون دین کی خاطر جہاد کرتا ہے۔ اور کون مال غنیمت اور نیک نامی حاصل کرنے کی نیت سے جہاد میں شریک ہوتا ہے۔ ای هو سمیع کلامکم فی ترغیب الغیر فی الجهاد وفی تنفیر الغیر عنه وعلیم بما فی صدورکم من البواعث والاغراض فان ذلک الجهاد لغرض الدین او لعاجل الدنیا (کبیر ص ۳۳۶ ج ۲) ۴۷۵ حکم جہاد کے بعد یہ جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب ہے اور اللہ کو قرض دینے سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا مراد ہے۔ والمراد النفقة فی الجهاد لانه لما امر بالقتال فی سبیل الله ویحتاج فیه الی المال حث علی الصدقة لیتهیأ اسباب الجهاد (مدارک ص ۹۲ ج ۱) فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً اللہ کی راہ میں دیا ہوا تمہارا مال ضائع نہیں کیا جائے گا بلکہ اصل استحقاق سے کہیں زیادہ تمہیں اس کا اجر و ثواب دیا جائے گا۔ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ جہاد میں خرچ کرنے کی وجہ سے دولت کی کمی کا خطرہ محسوس نہ کرو۔ کیونکہ دولت کی کمی بیشی اور رزق کی فراخی و تنگی تو خدا کے اختیار میں ہے جب اس نے دولت دی ہے تو اسے اس کی راہ میں خرچ کرو۔ وہ تمہیں اور زیادہ دیگا پہلے خرچ کرنے پر ثواب آخرت کا وعدہ فرمایا۔ اور یہاں دنیا میں وسعتِ رزق کی امید دلائی۔ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ انجام کار خدا کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے اور تم سے سوال کیا جائیگا کہ تم نے خدا کی دی ہوئی دولت کہاں کہاں خرچ کی وہاں ایک ایک پائی کا حساب

اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

ایک برس تک بغیر نکالنے کے گھر سے ۴۷۳ ف۱ پھر اگر وہ عورتیں آپ نکل جاویں تو کچھ گناہ نہیں تم پر

فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ

اس میں کہ کریں وہ عورتیں اپنے حق میں بھلی بات ۴۷۴ ف۲ اور اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ

زبردست ہے حکمت والا اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ہے قاعدہ کے موافق

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ

لازم ہے پرہیزگاروں پر ۴۷۵ ف۳ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تمہارے واسطے

اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا

اپنے حکم تاکہ تم سمجھ لو ف۴ کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جو نکلے

مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ

اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے پھر فرمایا

لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۣ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ

ان کو اللہ نے کہ مرجاؤ ۴۷۶ پھر ان کو زندہ کر دیا بیشک اللہ فضل

فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾

کرنے والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ۴۷۷ ف۵ ف۶

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ بے شک خوب سنتا

عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

جانتا ہے کون شخص ہے ایسا جو کہ قرض دے اللہ کو اچھا قرض ۴۷۸

فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَ

پھر دوگنا کر دے اللہ اس کو کئی گنا اور اللہ ہی تنگی کر دیتا ہے اور

ع ۳۱ / ۷ / ۱۵

موضح قرآن ف۱ یہ حکم جب تھا کہ مردے کے اختیار پر رکھا تھا وارثوں کو دلوانا۔ اب جو سب کے حصے اللہ صاحب نے ٹھہرا دیئے عورت کا بھی ٹھہرا دیا اب مردے کا دلوانا موقوف ہوا۔ ف۲ پہلے خرچ فرمایا تھا یعنی جوڑا دینا اس طلاق پر کہ مہر نہ ٹھہرا ہو اور ہاتھ لگایا ہو یہاں سب پر حکم فرمایا سب طلاق والیوں کو جوڑا دینا بہتر ہے اور اس پہلی کو ضرور ہے۔ ف۳ یہاں حکم نکاح و طلاق کے تمام ہوئے ف۴ پہلی امت میں ہوا کہ کئی ہزار شخص گھر بار لیکر اپنے وطن کو چھوڑ نکلے ان کو ڈر ہوا غنیم کا اور لڑنے سے جی چھپایا یا ڈر ہوا وبا کا اور یقین نہ ہوا تقدیر کا۔ ایک منزل پر پہنچ کر سارے مر گئے۔ پھر سات دن کے بعد پیغمبر کی دعا سے زندہ ہوئے کہ آگے کو توبہ کریں یہاں اس واسطے فرمایا کہ جہاد سے جی چھپانا عبث ہے موت نہیں چھوڑتی ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بیکنی غیر برآوردن ۱۲ ف۲ یعنی نکاح بطور شرع ۱۲ ف۳ مترجم گوید ایں آیت نزدیک جمہور منسوخ است بہ آیت اربعة اشهر و عشرا واللہ اعلم ۱۲ ف۴ مترجم گوید ایشاں قومی از بنی اسرائیل بودند کہ از ترس وبا بصحرا رفتند و آنجا بغضب الٰہی یکبارہ ہلاک شدند و باز بدعاء حزقیل علیہ السلام زندگانی یافتند۔ واللہ اعلم ۱۲

ہوگا اس لئے اب وقت ہے اپنی دولت کو خدا کے پسندیدہ مصارف میں خرچ کرلو جن میں سب سے بہتر مصرف جہاد ہے۔ **۴۷۹** بنی اسرائیل کا یہ واقعہ ترغیب الی الجہاد کے لئے ذکر فرمایا ہے۔ نیز اس واقعہ سے یہ سبق دیا کہ جہاد امیر اور اطاعت امیر کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ یہ واقعہ حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً ایک ہزار سال قبل کا ہے۔ اور جس نبی کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد حضرت شموئیل علیہ السلام ہیں۔ قال ابو عبیدۃ ھو اشمویل بن حنۃ بن العاقر و علیہ الاکثر (روح ص۱۶۲ ج ۲) اس زمانہ میں قوم عمالقہ کا غلبہ ہوچکا تھا انہوں نے بنی اسرائیل کے کئی علاقوں پر قبضہ کرکے ان کو وہاں سے نکال دیا تو قوم کے شرفاء اور اصحاب الرائے نے حضرت شموئیل علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ ہمارے لئے ایک امیر مقرر فرمائیں تاکہ ہم اس کی ماتحتی میں دشمنانِ دین سے جہاد کریں۔ **۴۸۰** حضرت شموئیل علیہ السلام کو یقیناً بنی اسرائیل کی گذشتہ تاریخ اور ان کی سابقہ کج روی کی روایات معلوم تھیں اس لئے فرمایا کہ سوچ سمجھ کر بات کہو۔ ایسا نہ ہو کہ

يَبْصُۜطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ

وہی کشائش کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ف۱ کیا نہ دیکھا تو نے ایک جماعت

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ

بنی اسرائیل کو موسیٰ کے بعد جب انہوں نے کہا اپنے نبی سے

ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ قَالَ هَلْ

مقرر کر دو ہمارے لئے ایک بادشاہ تاکہ ہم لڑیں اللہ کی راہ میں **۴۷۹** پیغمبر نے کہا کیا

عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۭ

تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر حکم ہو تم کو لڑائی کا تو تم اس وقت نہ لڑو **۴۸۰**

قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ

وہ بولے ہم کو کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں اللہ کی راہ میں اور ہم تو

اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآىِٕنَا ۭ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ

نکال دیئے گئے اپنے گھروں سے اور بیٹوں سے پھر جب حکم ہوا ان کو

الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾

لڑائی کا تو وہ سب پھر گئے مگر تھوڑے سے ان میں کے **۴۸۱** اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ

اور فرمایا ان سے ان کے نبی نے بیشک اللہ نے مقرر فرمادیا تمہارے لئے طالوت کو

مَلِكًا ۭ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ

بادشاہ **۴۸۲** کہنے لگے کیونکر ہو سکتی ہے اس کو حکومت ہم پر اور ہم

اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ

زیادہ مستحق ہیں سلطنت کے اس سے اور اس کو نہیں ملی کشائش

الْمَالِ ۭ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ

مال میں **۴۸۳** پیغمبر نے کہا بیشک اللہ نے پسند فرمایا اس کو تم پر اور زیادہ

وقف لازم

ترغیب الی الجہاد مع بیان ... تعالیٰ ...

تمہارے اصرار پر تم پر جہاد فرض کردیا جائے اور پھر تم جہاد کرنے سے پس و پیش کرنے لگو اور بزدل بن جاؤ۔ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآىِٕنَا تو انہوں نے اس کا جواب دیا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم جہاد نہ کریں جبکہ ہمیں اپنے گھروں سے نکال بے گھر کردیا گیا ہے اور ہمیں اپنے بیٹوں سے جدا کردیا گیا ہے یعنی ایک طرف تو جہاد کے متعلق خدا کا حکم ہوگا اور دوسری طرف یہ صورت حال ہے تو اب اس سے بڑھ کر جہاد کا اور کیا محرک ہوسکتا ہے۔ **۴۸۱** مگر وہی کچھ ہوا جس کا حضرت شموئیل علیہ السلام کو اندیشہ تھا شروع میں تو ان لوگوں نے بڑی جرأت اور دلیری کا مظاہرہ کیا مگر دشمن کی تعداد، اس کی شان و شوکت اور اس کا لاؤ لشکر دیکھ کر ان میں سے اکثر ہمت ہار بیٹھے۔ ہزاروں میں سے صرف تین سو تیرہ ثابت قدم رہے **۴۸۲** یہ ماقبل کی تفصیل ہے۔ یہاں سے اس واقعہ کی تفصیل شروع ہوتی ہے کہ کس طرح ان پر قتال فرض ہوا اور کس طرح انہوں نے اس حکم سے روگردانی کی۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے خدا کے حکم سے بنی اسرائیل کے سامنے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا امیر لشکر مقرر کیا ہے لہٰذا تم اس کی اطاعت کرو اور متحد ہو کر اس کی کمان میں جہاد کرو۔ **۴۸۳** حضرت شموئیل علیہ السلام کا یہ اعلان سنتے ہی دولت مند اسرائیلی بول اٹھے اور تعجب اور حیرت سے کہنے لگے کہ طالوت جو ایک غریب اور مفلس آدمی ہے اسے ہم پر امارت اور ریاست کا کس طرح حق حاصل ہوسکتا ہے جبکہ ہم دولتمند اور اہل ثروت قوم میں موجود ہیں۔ نیز طالوت نہ تو سبط نبوت یعنی لاوی بن یعقوب کی اولاد میں سے ہے اور نہ سبط مملکت یعنی یہودا کی اولاد سے کیونکہ طالوت حضرت یعقوب علیہ السلام کے سب سے چھوٹے بیٹے بنیامین کی اولاد سے تھا۔ اس لئے اس کے مقابلہ میں ہم امیر بننے کے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ استفہام اظہار تعجب و حیرت کے لئے ہے۔ اس سے ان کا مقصد پیغمبر کی تکذیب و تردید نہیں تھی۔ بلکہ اس انتخاب پر حیرت و تعجب مقصود تھا۔ والاستفہام حقیقی او للتعجب لا لتکذیب نبیہم والانکار علیہ فی رائی (روح ص۱۶۶ ج ۲) **۴۸۴** اللہ کے پیغمبر نے ان کے شبہ کے تین طرح کے جواب دیئے (۱) یہ انتخاب انسانی نہیں بلکہ خدائی ہے۔ اس لئے جو حکمتیں اور مصلحتیں اس میں پوشیدہ ہیں وہاں تک تمہارے سطحی ذہنوں کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ تمہارا فرض یہ ہے کہ اسے بلا چون و چرا مان لو (۲) تم نے جو امارت و سیادت کا معیار مقرر کیا ہوا ہے کہ امیر وہی ہوسکتا ہے جو دولتمند ہو اور خاندان امارت سے تعلق رکھتا ہو تو یہ دراصل یہ کوئی معیار نہیں۔ ان دو صفتوں کی جگہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو دو ایسی خوبیاں عطا فرمائی ہیں جن کا امیر میں ہونا نہایت ضروری ہے اور جو ان پہلی دو صفتوں سے کہیں زیادہ اہم ہیں۔

موضح قرآن ف اللہ کو قرض دے یعنی جہاد میں خرچ کرے اسی طرح فرمایا مہربانی سے اور تنگی کا اندیشہ نہ رکھے اللہ کے ہاتھ کشائش ہے۔ **ف۱** بعد حضرت موسیٰ کے ایک مدت بنی اسرائیل کا کام بنا رہا پھر جب ان کی نیت بری ہوگئی ان پر غنیم مسلط ہوا۔ جالوت بادشاہ کافر نے ان کے اطراف کے شہر چھین لئے اور لوٹا اور بندی پکڑ لے گیا وہاں کے بھاگے لوگ شہر بیت المقدس میں جمع ہوئے حضرت شموئیل پیغمبر سے چاہا کہ کوئی بادشاہ با اقبال مقرر کردو کہ بغیر سردار با اقبال ہم لڑ نہیں سکتے۔

ایک علم دوسری جسمانی طاقت۔ یہ دونوں خوبیاں تم سب سے بڑھ کر طالوت میں موجود ہیں (۳) حکومت اور امارت خدا کے اختیار میں ہے اور تمام بندے بھی اسی کے مخلوق و مملوک ہیں اس لئے وہ جسے چاہتا ہے امارت و سیادت سے سرفراز فرماتا ہے اس پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں **۴۸۵** جب اسرائیلیوں نے طالوت کی امارت پر حیرت اور تعجب کا اظہار کیا تو حضرت شموئیل علیہ السلام نے بحکم الٰہی سے اعلان فرمایا کہ طالوت کے من جانب اللہ امیر ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تابوت سکینہ جو کبھی تمہارے پاس تھا مگر فلسطینی اسے تم سے چھین کر لے گئے تھے جس میں تمہارے لئے اطمینان قلب کا سامان ہے اور اس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے باقیماندہ تبرکات ہیں وہ تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ جب سے فلسطینی وہ تابوت چھین کر لے گئے وہ چین سے نہ بیٹھے کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا رہے۔ آخر تنگ آکر اس صندوق کو بیل گاڑی پر لادا اور اسے چھوڑ دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرشتوں کو متعین کر دیا جو بیلوں کو ہانک کر بنی اسرائیل کے علاقے میں لے آئے۔ (کذا فی البحر المحیط ص۲۶۳ ج۲

بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ

فراخی دی اس کو علم اور جسم میں اور اللہ دیتا ہے ملک اپنا

مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَقَالَ لَهُمْ

جس کو چاہے اور اللہ ہے فضل کرنے والا سب کچھ جاننے والا ۴۸۵ فٓ اور کہا بنی اسرائیل سے

نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ

ان کے نبی نے کہ طالوت کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ آوے تمہارے پاس ایک صندوق

فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ

کہ جس میں تسلی خاطر ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں ان میں سے جو

آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ

چھوڑ گئی تھی موسیٰ اور ہارون کی اولاد اٹھا لاویں گے اس صندوق کو فرشتے ۴۸۶ بیشک

فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۲۴۸﴾

اس میں پوری نشانی ہے تمہارے واسطے اگر تم یقین رکھتے ہو فٓ

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ

پھر جب باہر نکلا طالوت فوجیں لے کر کہا بیشک اللہ

مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ

تمہاری آزمائش کرتا ہے ایک نہر سے ۴۸۷ سو جس نے پانی پیا اس نہر کا تو وہ

مِنِّي ۖ وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ

میرا نہیں ۴۸۷ اور جس نے اس کو نہ چکھا تو وہ بیشک میرا ہے مگر جو کوئی

اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا

بھرے ایک چلو اپنے ہاتھ سے پھر پی لیا سب نے اس کا پانی مگر تھوڑوں

مِنْهُمْ ۚ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ

نے ان میں سے ۴۸۸ پھر جب پار ہوا طالوت اور ایمان والے اس کے ساتھ

ع ۳۲ ۱۶

وتفسیر ابن کثیر ص۲۳۰ ج۱) لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرشتے اس صندوق کو ہوا میں اڑا کر لائے تھے۔ اور لا کر طالوت کے سامنے رکھدیا۔ تمام لوگ یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ قال ابن عباس جاءت الملائکۃ تحمل التابوت بین السماء والارض حتی وضعتہ بین یدی طالوت والناس ینظرون (ابن کثیر ص۳۰۱ ج۱) سَکِیْنَۃٌ یعنی سکون و اطمینان کا باعث اور سبب ہے مراد تورات ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کا ایک نسخہ بطور تبرک اس صندوق میں محفوظ کیا ہوا تھا۔ بوقت جہاد اسے اپنے ساتھ رکھتے تھے جس سے بنی اسرائیل کے دل مطمئن رہتے تھے۔ وھو التوراۃ المودعۃ فیہ بناء علی ما مر من ان موسیٰ علیہ السلام اذا قاتل قدمہ فتسکن الیہ نفوس بنی اسرائیل (ابو السعود ص۲۴۳ ج۲) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بقیہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کچھ تبرکات مراد ہیں اور اس کا عطف سکینہ پر تفسیری ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمْ یعنی اس طریقے سے تابوت کے واپس آجانے میں تمہارے لئے ایک دلیل اور نشانی ہے جو طالوت کی امارت پر دلالت کرتی ہے۔ اگر خدا پر تمہارا ایمان ہے تو اطمینان کے لئے یہ دلیل کافی و شافی ہے۔ **۴۸۶** جس فوج کو طالوت لیکر دشمن کے مقابلہ میں نکلے تھے ان میں کچھ مخلص تھے مگر اکثریت ان لوگوں کی تھی جو اخلاص کی خوبیوں سے محروم تھے اور اتنی بڑی فوج جو ہزاروں سپاہیوں پر مشتمل تھی اس میں منافقین بھی ہوں گے اس لئے ضروری تھا کہ منافقین اور مخلصین میں امتیاز کیا جائے اور میدان جنگ میں پہنچنے سے پہلے ہی غیر مخلصین کو الگ کر دیا جائے۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی جنگ میں موجودگی ہمیشہ نقصان کا باعث ہوا کرتی ہے۔ اس لئے راستہ میں واقع ہونیوالے ایک دریا کے ذریعے انکا امتحان کیا گیا **۴۸۷** یہ امتحان کی تفصیل ہے یعنی جو شخص اس میں سے پیٹ بھر کر پانی پی لے گا وہ میرے ساتھیوں اور رفیقوں میں سے نہیں ہے۔ اور وہ میرے ساتھ جہاد میں شریک نہیں ہو سکیگا نفی صرف رفاقت کی کی ہے۔ ان کو ایمان سے خارج قرار دینا مقصود نہیں ای لیس بمنزا صحابی

فی ھذہ الحرب ولم یخرج حھم (قرطبی ص۲۵۲ ج۳) وَمَنْ لَّمْ یَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ۔ اور جس نے پانی کو نہ چکھا وہ میرے ساتھیوں میں سے ہوگا۔ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِیَدِهٖ اصل حکم تو یہی تھا کہ اس پانی میں سے کوئی چکھے تک نہیں مگر ساتھ رخصت دیدی کہ اگر کوئی ایک ہاتھ سے چلو بھر پانی پی لے تو مضائقہ نہیں مگر پیٹ بھر پانی پینے کی اجازت نہیں ۔ معناہ الرخصۃ فی اغتراف الغرفۃ بالید دون الکرع (مدارک ص۹۶ ج۱)

موضح قرآن فٓ طالوت کی قوم میں آگے سے سلطنت نہ تھی اور کسب کرتا تھا ان کی نظر میں وہ حقیر لگا۔ نبی نے کہا کہ سلطنت حق کسی کا نہیں ہے اور بڑی لیاقت ہے عقل اور بدن کی کشائش یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبر کو ایک عصا بتایا کہ جس کا قد اس کے برابر ہو سلطنت اس کو ہے اس کے برابر قد اسی کا آیا۔ فٓ اس قوم میں ایک صندوق چلا آتا تھا اس میں تبرکات تھے حضرت موسیٰ اور ہارون کے لڑائی کے وقت سردار کے آگے لے چلتے اور دشمن پر حملہ کرتے تو اس کو آگے دھر لیتے پھر اللہ فتح دیتا۔ جب بدنیت ہوگئے وہ صندوق ان سے چھینا گیا غنیم کے ہاتھ لگا۔ اب جو طالوت بادشاہ ہوا وہ صندوق خود بخود رات کے وقت اس کے گھر کے سامنے آموجود ہوا۔ سبب یہ کہ غنیم کے شہر میں جہاں رکھا تھا ان پر بلا پڑی پانچ شہر ویران ہوئے تب ناچار انہوں نے دو بیلوں پر لاد کر ہانک دیا پھر فرشتے بیلوں کو ہانک کر یہاں لے آئے۔

۴۸۸ موسم چونکہ گرمی کا تھا اور انہیں سخت پیاس لگی ہوئی تھی اس لئے انہوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا البتہ کچھ تھوڑے لوگوں نے جو ۳۱۳ تھے اللہ کے حکم کا احترام کیا اور پانی نہ پیا بس ایک چلو پر ہی اکتفا کیا جتنی اللہ نے اجازت دی تھی۔ ۴۸۹ اکثر مفسرین کا خیال ہے والذین آمنوا سے وہ مومن مراد ہیں جنہوں پانی نہیں پیا تھا کیونکہ صرف انہی طالوت کیساتھ دریا کو عبور کیا تھا۔ اور جنہوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا تھا وہ تو اس قابل ہی نہ رہے تھے کہ فوج کے ساتھ مارچ کر سکیں اسلئے وہ وہیں رہ گئے واکثر المفسرین علی انہ انما جاوز معہ النھر من لم یشرب۔ جملۃ (قرطبی ص۲۵۵ ج۳) لیکن دریا عبور کرنیکے بعد جب ان لوگوں کا دشمن کی فوج سے آمنا سامنا ہوا تو ان میں سے کچھ لوگوں نے بتقاضائے بشریت کمزوری دکھائی۔ دشمن فوج کا سردار جالوت بڑا قوی ہیکل شہ زور اور بہادر تھا اور اس کی فوج ایک لاکھ سپاہیوں پر مشتمل تھی جو سارے کے سارے جنگی ساز و سامان سے لیس تھے اسلئے بعض مسلمانوں نے یہ منظر دیکھ کر کہدیا کہ جالوت اور اسکے لشکر سے لڑنے کی ہم میں تو طاقت نہیں کیونکہ وہ ہمارے مقابلہ میں تعداد کے لحاظ سے بھی کئی گنا زیادہ ہیں اور سامان جنگ کے اعتبار سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ ۴۹۰ ظن یہاں یقین کے معنوں میں ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ والظن ھنا بمعنے الیقین (قرطبی ص۲۵۵ ج۳) یظنون ای یستیقنون (روح ص۱۷۱ ج۲) یعنی ان میں سے جو لوگ اصحاب عزم پختہ ایمان والے تھے جب انہوں نے یہ صورتحال دیکھی تو مسلمانوں کو سمجھانے لگے کہ فتح و شکست کا مدار فوج اور سامان کی کثرت و قلت پر نہیں بلکہ یہ معاملہ تو خدا کے اختیار میں ہے کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کئی چھوٹے چھوٹے لشکروں کو محض اپنی مدد اور توفیق سے بڑی بڑی فوجوں پر فتح دی ہے اس لئے تم ہمت مت ہارو اور جم کر استقلال کے ساتھ دشمن سے لڑو اللہ تمہاری مدد کریگا اور تمہاری قلت کے باوجود تم کو دشمن کی کثیر فوج پر فتح دیگا۔ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ کیونکہ وہ صبر و استقلال کا دامن تھامنے والوں کی مدد و نصرت کرتا ہے۔ ۴۹۱ برزو کے معنی ہیں صاروا فی البراز وھو الفسیح من الارض المتسع (قرطبی ص۲۵۵ ج۳ و بحر ص۲۶۶ ج۲) یعنی وہ جب کھلے میدان میں جالوت اور اسکے لشکر کے سامنے ہوئے تو چونکہ دشمن کی فوج ۹۰ ہزار اور بروایتے تین لاکھ سواروں پر مشتمل تھی اور مسلمان صرف ۳۱۳ تھے اس لئے انہوں نے گڑگڑا کر نہایت ہی عاجزی اور تضرع سے خدا سے دعا کی کہ اے اللہ ہمیں صبر و استقلال اور ثابت قدمی عطا کرنا اور کافروں کی اس فوج پر ہمیں فتحمند فرمانا فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور ان کی مدد فرمائی چنانچہ انہوں نے اللہ کی توفیق و نصرت سے ان کو شکست دیدی اس واقعہ میں یہ جملہ تعقیبی ہے یعنی ان کی قلت کے باوجود اللہ نے ان کو کثیر لشکر پر فتح دی اس لئے تم بھی اللہ پر بھروسہ کر کے جہاد کرو۔ ۴۹۲ داؤد سے حضرت داؤد اور ملک سے یہاں سلطنت اور حکمت سے مراد نبوت ہے یا عام ہے۔ جو حکومت و سلطنت کیلئے ضروری دانائی اور نبوت کو بھی شامل ہے اور مِمَّا يَشَآءُ میں ان تمام جنگی اور صنعتی علوم و فنون کو شامل ہے جو اللہ نے ان کو عطا فرمائے تھے فلسطینی عمالقہ کا سردار جالوت حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں مارا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بنی اسرائیل کی حکومت دی اور نبوت سے سرفراز فرمایا اور مختلف علوم و فنون سکھلائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ابھی کمسن نوجوان تھے۔ اور اپنی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ یہ طالوت کی فوج میں پہلے شامل نہیں تھے البتہ انکے سات بڑے بھائی شریک جہاد تھے۔ یہ تو محض لڑائی دیکھنے کیلئے وہاں چلے گئے لیکن جب وہاں پہنچے تو جالوت اپنے مقابلہ میں مبارز طلب کر رہا تھا۔ بنی اسرائیل میں سے جب کوئی اسکے مقابلہ میں نہیں نکل رہا تھا تو حضرت داؤد نے ایک پتھر سے اس کا کام تمام کردیا (قرطبی ص۲۵۸ ج۳ وغیرہ) ۴۹۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکومتوں کے انقلابات اور فتح و شکست کی تکوینی مصلحت اور حکمت بیان فرمائی ہے کہ جب کسی قوم یا حکومت کی طرف سے دوسروں پر ظلم و ستم اور جبر و تشدد کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ظلم و تشدد کو ختم کرنیکے لئے دوسری قوم کو کھڑا کردیتا ہے اور اس طرح ظلم و تعدی اور شر و فساد سے زمین کو بچا لیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور ظالم و جابر کو کھلا چھوڑ دیا جاتا تو زمین شر و فساد کا گہوارہ بن کر رہ جاتی۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ لیکن دنیا والوں پر اللہ کی بہت بڑی مہربانی ہے کہ وہ ایسے انقلابات سے عدل و انصاف اور امن و سکون کو قائم و دائم رکھے ہوئے ہے۔ ۴۹۴ یہ جملہ معترضہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے اظہار کیلئے لایا گیا ہے یعنی گذشتہ واقعات کا صحیح صحیح علم جو ہم آپ کو بتا رہے ہیں یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آپ سچے پیغمبر ہیں کیونکہ ان کا علم وحی الٰہی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ نبہ اللہ تعالیٰ نبیہ صلے اللہ علیہ وسلم ان ھذہ الایات التی تقدم ذکرھا لا یعلمھا الا نبی مرسل (قرطبی ص۲۶۰ ج۳) حیث تخبر بتلک الآیات وقصص القرون الماضیۃ واخبارھا علی ما ھی علیہ من غیر مطالعۃ کتاب ولا اجتماع باحد یخبر بذلک (روح)

قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ

تو کہنے لگے طاقت نہیں ہم کو آج جالوت اور اس کے لشکروں کو لڑنے کی ۴۸۹

قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ

کہنے لگے وہ لوگ جن کو خیال تھا کہ ان کو اللہ سے ملنا ہے بارہا

فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

تھوڑی جماعت غالب ہوئی ہے بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے ۴۹۰

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَ

اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ف اور جب سامنے ہوئے جالوت کے اور

جُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ

اس کی فوجوں کے تو بولے اے رب ہمارے ڈال دے ہمارے دلوں میں صبر اور

ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

اور جمائے رکھ ہمارے پاؤں اور مدد کر ہماری اس کافر

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ ؕ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ

قوم پر ۴۹۱ پھر شکست دی مومنوں نے جالوت کے لشکر کو اللہ کے حکم سے اور مار ڈالا

دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ

داؤد نے جالوت کو اور دی داؤد کو اللہ نے سلطنت اور حکمت اور سکھایا ان کو

مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ

جو چاہا ۴۹۲ اور اگر نہ ہوتا دفع کرا دینا اللہ کا ایک کو دوسرے سے

لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

تو خراب ہو جاتا ملک ۴۹۳ لیکن اللہ بہت مہربان ہے جہان کے لوگوں پر ف

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

یہ آیتیں اللہ کی ہیں ہم تجھ کو سناتے ہیں ٹھیک ٹھیک اور تو بیشک ہمارے رسولوں میں ہے ۴۹۴ ف

۱ یہ جملہ مقصود ہی ہے یعنی اللہ نے ... جو قلیل تھے ان کو فتح دی ۱۲
۲ یہ جملہ ... جہاد ۱۲
۳ یہ جملہ معترضہ ہے ... بیان صداقت ... صلی اللہ علیہ وسلم ... واقعات کی آپ کو خبر نہیں تھی ... ذریعہ ہوئی ۱۲

موضح قرآن ف طالوت کے ساتھ نکلنے کو سب تیار ہوئے ہوس سے اس نے تنقید کیا کہ جو شخص جوان اور بے فکر ہو وہی نکلے ایسے بھی اسی ہزار نکلے اس نے چاہا کہ ان کو آزمائے ایک منزل پانی نہ ملا بعد اس کے ایک نہر ملی اس نے تنقید کیا کہ ایک چلو سے زیادہ جو کوئی پیوے وہ میرے ساتھ نہ آوے تین سو تیرہ آدمی رہ گئے باقی سب موقوف ہوئے۔ ف تین سو تیرہ آدمیوں میں حضرت داؤد کے باپ اور ان کے چھ بھائی تھے۔ ان کو راہ میں

۴۹۵ امام رازی امام ابومسلم سے ناقل ہیں کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تسلیہ کے لئے ہے۔ پہلے اللہ نے اسرائیلیوں اور عیسائیوں کی کجروی اور کج بحثی کا ذکر کیا۔ چنانچہ یہودیوں نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہم کو خدا کی ذات کا آنکھوں سے مشاہدہ کرادو اور بت پرستوں کی طرح ہمارے لئے بھی ایک معبود مقرر کردو (یہ مطالبہ سورہ اعراف ع ۱۷ میں جو پہلے نازل ہوچکی تھی مذکور ہے) اسی طرح حضرت عیسٰے علیہ السلام کے معجزات دیکھنے کے باوجود ان کی تکذیب کرنا حضرت شمویل سے امیر مقرر کرنے کا مطالبہ کرنے کے بعد طالوت کی امارت پر اعتراض کرنا وغیرہ۔ یہ تمام واقعات بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام بڑی شان اور بزرگی والے تھے۔ ان کی قوموں کا رویّہ آپ نے دیکھ لیا۔ لہٰذا اگر آپ کی قوم بھی قیام معجزات اور وضوح دلائل کے باوجود ایمان نہیں لاتی تو اس پر غمگین اور دلگیر ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمام انبیاء اور اقوام عالم میں اللہ کا دستور یہی ہے (من الکبیر. ملخصاً صـ۱۵۴ ج ۲) حضرات انبیاء علیہم السلام اللہ کی تمام نوری، ناری اور خاکی مخلوق سے افضل و برتر ہیں۔ البتہ ان کے درجات باہم متفاوت ہیں۔ ہر پیغمبر کو کوئی نہ کوئی ایسی خصوصیت حاصل ہے جو دوسرے کو حاصل نہیں۔ آگے اس کی تمثیل ہے۔ من کلم اللہ سے حضرت موسٰے علیہ السلام مراد ہیں۔ جن سے اللہ نے کوہ طور پر بلا واسطہ کلام فرمایا اور رفع بعضھم درجت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ المکلم موسیٰ علیہ السلام (قرطبی صـ۲۶۴ ج ۳، مدارک صـ۹۹ ج ۱) والمراد ببعضھم ھٰنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما ینبئ عنہ الاخبار بکونہ صلی اللہ علیہ وسلم منھم (روح صـ۲ ج ۳، مدارک قرطبی)

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ

یہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ان میں بعض کو بعض سے کوئی تو وہ ہے

مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَ

کہ کلام فرمایا اس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے درجے ۴۹۵ اور

اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ

دیئے ہم نے عیسٰے مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور قوت دی اس کو روح

الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ

القدس یعنی جبرئیل سے ۴۹۶ اور اگر اللہ چاہتا تو نہ لڑتے وہ لوگ جو ہوئے ان پیغمبروں

بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ

کے پیچھے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کے پاس (توحید کے) واضح دلائل ۴۹۷ لیکن

اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ

ان میں اختلاف پڑ گیا پھر کوئی تو ان میں ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ

اور اگر چاہتا اللہ تو وہ باہم نہ لڑتے لیکن اللہ کرتا ہے

مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا

جو چاہے ۴۹۸ اے ایمان والو خرچ کرو اس میں سے جو

رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ

ہم نے تم کو روزی دی پہلے اس دن کے آنے سے کہ جس میں نہ خرید و فروخت

وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ

ہے اور نہ آشنائی اور نہ سفارش ۴۹۹ کیونکہ جو کافر ہیں وہی ہیں

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ

ظالم (مشرک) ف ۱ اللہ اس کے سوا کوئی عبادت (پکار) کے لائق نہیں (وہی ہے) زندہ سب

۱ تمہید برائے علت ثانیہ قتال ۱۲

۲ قتال کی علت ثانیہ (ابتلاء) ۱۲

۳ ذکر مضمون انفاق پانچویں بار ۱۲

۴ ذکر دعوائے توحید تیسری بار ۵ نفی شفاعت قہری ۱۲ ۶ سات دلیلوں پر مشتمل توحید کی تیسری عقلی دلیل ۱۲

ع ۳۳ / ۱

۴۹۶ بینات سے معجزات اور انجیل کی آیات واضحہ مراد ہیں۔ روح القدس اور تائید کی تفسیر رکوع ۱۱ میں گذر چکی ہے۔ امت مسلمہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ بعض انبیاء کو بعض پر جزوی فضیلت ہے۔ لیکن تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم ہیں۔ اجمعت الامۃ علی ان بعض الانبیاء افضل من بعض وعلی ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم افضل من الکل (کبیر صـ۱۵۴ ج ۲)

۴۹۷ اگر اللہ چاہتا تو وہ دین حق کے واضح ہوجانے کے بعد تمام لوگوں کو توحید پر قائم رکھتا اور ان میں اختلاف واقع نہ ہونے دیتا اور اس طرح جنگ وجدال کی نوبت ہی نہ آتی۔ ولکن اختلفوا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اللہ نے لوگوں سے اختیار چھین کر ان کو توحید قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ کیونکہ جبری ایمان مطلوب نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ بندے کو ایمان قبول کرنے پر مجبور کرتا تو ثواب وعقاب کا سلسلہ خدا کی حکمت بالغہ کے سراسر منافی اور بالکل بے معنی ہوتا۔ نیز اس طرح ابتلاء اور آزمائش کی حکمت فوت ہوجاتی۔ جو رسالت ونبوت کا اصل مدعا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل علیہم السلام کو بھیج کر اور ان کے ذریعے ایمان وتوحید کا راستہ دلائل وبینات سے واضح فرما کر بندوں کا امتحان کیا کہ کون مانتا ہے اور کون نہیں مانتا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اس لئے اللہ نے بندوں پر جبر نہیں کیا۔ بلکہ انہیں اختیار دیا ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر اپنے اختیار اور پسند کے مطابق حق وباطل میں سے کوئی ایک راستہ منتخب کریں۔ اس لئے لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ کسی نے ایمان اور توحید کی راہ اختیار کی اور کسی نے شرک وکفر کا راستہ لیا۔ ولو شآء اللہ ما اقتتلوا حضرت شیخ نے فرمایا ولو شآء اللہ ما اقتتل لخ

موضح قرآن ف ۱ یعنی عمل کا وقت ابھی ہے۔ آخرت میں نہ عمل بکتے ہیں نہ کوئی آشنائی سے دیتا ہے نہ کوئی سفارش سے چھڑا سکتا ہے جب تک پکڑنے والا نہ چھوڑے۔

لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ

کا تھامنے والا۔ نہیں پکڑ سکتی اسکو اونگھ اور نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمان اور

مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا

زمین میں ہے ف۲ ایسا کون ہے جو سفارش کرے اس کے پاس مگر

بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ

اجازت سے (دہی) جانتا ہے جو کچھ ان (سفارش کرنیوالوں) کے روبرو ہے اور جو کچھ انکے پیچھے ہے ف۳

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ

اور وہ سب احاطہ نہیں کر سکتے کسی چیز کا اس کی معلومات میں سے مگر جتنا کہ وہی چاہے

وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُهٗ

گنجائش ہے اس کی کرسی (علم اور قدرت) میں تمام آسمانوں اور زمین کو اور گراں نہیں اسکو

حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾ لَاۤ اِكْرَاهَ فِی

تھامنا ان کا اور وہی ہے سب سے برتر عظمت والا زبردستی نہیں

الدِّیْنِ ۙ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ

دین کے معاملہ میں ف۴ بیشک جدا ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے اب جو کوئی انکار

بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

کرے غیر اللہ (کے معبود ہونے) سے اور یقین لائے (صرف) اللہ (کی عبادت) پر تو اس نے پکڑ لیا

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ

حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں ف۵ اور اللہ سب کچھ سنتا

عَلِیْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ

جانتا ہے ف اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا ۳ نکالتا ہے ان کو

الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ۬ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا

اندھیروں سے روشنی کی طرف ف۵ اور جو لوگ کافر ہوئے

منزل ۱

۱؎ ذکر قتال چھٹی بار ۱۲

۲؎ قانون اول برائے مومنین ۱۲

۳؎ قانون ثانی برائے مشرکین ۱۲

ے بس اس جملے کا اعادہ اس لئے کیا گیا ہے تاکہ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ اس پر مرتب ہو سکے۔ یہ اعادہ، اعادہ لبعد العہد کے قبیل سے ہے۔ لوگوں میں دین کا اختلاف اور پھر اس اختلاف کی بنا پر جنگ و قتال یہ سب کچھ خدا کے تصرف و اختیار سے باہر نہیں۔ اگر وہ چاہتا تو اس اختلاف اور باہمی قتال کو روک سکتا تھا۔ مگر اس نے چاہا کہ لوگوں کو ایک راہ پر چلنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ بلکہ انہیں موقع دیا جائے کہ وہ اپنے اختیار سے جونسی راہ چاہیں اختیار کریں۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ وجوب اور مشروعیت قتال کی ایک علت وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ میں بیان ہو چکی ہے اور یہ مشروعیت قتال کی دوسری علت ہے یعنی اگر اللہ چاہتا تو جہاد و قتال کے بغیر ہی سب لوگوں کو دین حق اور توحید پر متفق کر دیتا۔ لیکن اس نے بندوں کے ابتلاء و امتحان کے لئے ان پر قتال واجب کر دیا ہے۔ ان آیات کا خلاصہ ربط یہ ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ سے مشروعیت جہاد کی علت بیان فرما کر تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ الآیۃ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت بیان کی کیونکہ ان مذکورہ واقعات کی خبر آپ کو نہ تھی۔ یہ سب کچھ آپ وحی من جانب اللہ کے ذریعے بتا رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ کے ذکر مبارک کی مناسبت سے اسکے بعد تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ الآیۃ میں باقی انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا سے یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ تک میں قتال کی دوسری علت بیان فرمائی۔ یعنی ہم نے تمام رسولوں کو فضیلت اور برتری عطا فرمائی اور بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ لیکن اس تفاوت درجات کے باوجود ان سب کا دین ایک تھا اور سب نے اپنے اپنے وقت میں دلائل و بینات سے دین توحید کو واضح فرمایا مگر ان کے بعد پچھلے لوگوں نے اس میں اختلاف کیا۔ کچھ توحید پر قائم رہے اور کچھ توحید کو چھوڑ کر شرک کرنے لگے یہاں تک کہ نوبت جنگ و قتال تک پہنچی اگر اللہ چاہتا تو تمام مشرکوں کو خود ہلاک کر دیتا یا ان کو ایمان اور توحید قبول کرنے پر مجبور کر دیتا تو جہاد و قتال کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ لیکن اللہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ ابتلاء اور آزمائش کے لئے قتال واجب کر دیا۔ ۴۹۸؎ اس کا ہر فعل اس کے اپنے ارادے کے مطابق ہوتا ہے۔ اس کا فعل نہ کسی دوسرے کے ارادہ کے ماتحت ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی اسے اس کے ارادہ سے باز رکھ سکتا ہے۔ اور امر بالقتال سے اس کا ارادہ بندوں کی آزمائش ہے کہ کون قتال و جہاد میں حصہ لیتا ہے اور کون نہیں لیتا۔ امر بالقتال اور ترغیب الی الجہاد کے بعد آگے پھر پانچویں بار جہاد کے لئے مال خرچ کرنے کا حکم ہے۔ ۴۹۹؎ یعنی نیکی کمانے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا موقع اس دنیا

موضح قرآن ف ۔ یعنی جہاد کرنا یہ نہیں کہ زور سے اپنا دعویٰ قبول کرواتے ہیں بلکہ جس کام کو سب نیک کہتے ہیں اور کرتے نہیں وہی کرواتے ہیں۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی حجت اسلام ظاہر شد پس گویا جبر کردن نیست اگرچہ فی الجملہ جبر باشد ۱۲

ہی میں ہے۔ دنیا میں کی ہوئی نیکی اور دنیا میں دی ہوئی خیرات ہی آخرت میں کام آئے گی۔ آخرت میں نہ تو تجارتی کاروبار ہوگا کہ عذاب سے بچنے کے لئے فدیہ کی رقم کما لے۔ نہ وہاں دوست کام آئیں گے اور نہ ہی کسی کی سفارش کام آسکے گی۔ یہاں اس شفاعت کے نافع ہونے کی نفی ہے۔ جس کے مشرکین قائل تھے یعنی شفاعت قہری۔ والکفرون ھم الظلمون ہ یہاں واؤ تعلیلیہ ہے۔ مطلب یہ کہ جہاد میں خرچ کرو۔ کیونکہ یہ کافر مشرک ہیں اور شرک کو دنیا سے مٹانا ہے۔ اللہ کے مقرر کئے ہوئے اصول عقائد اور آئین حیات کو نہ ماننے والے ہی اصل ظالم ہیں۔ جو خدا کی نافرمانی سے اپنی جانوں پر ظلم کرکے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ ... أَوْلِيَآؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ

ان کے رفیق ہیں شیطان نکالتے ہیں ان کو روشنی سے

إِلَى الظُّلُمَاتِ ۗ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا

اندھیروں کی طرف ٥٠٥ یہی لوگ ہیں دوزخ میں رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ

خَالِدُونَ ﴿٢٥٧﴾ ع أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ

رہیں گے ٥٠٦ ف کیا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے

فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ

اس کے رب کی بابت اسی وجہ سے کہ دی تھی اللہ نے اس کو سلطنت ٥٠٧ جب کہا ابراہیم نے میرا رب

الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ ۖ قَالَ

وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے ٥٠٨ وہ بولا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں ف١ کہا

إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ

ابراہیم نے کہ بیشک اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق سے

فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۗ وَ

اب تو لے آ اس کو مغرب کی طرف سے ٥٠٩ تب حیران رہ گیا وہ کافر اور

اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥٨﴾ ج أَوْ كَالَّذِي مَرَّ

اللہ سیدھی راہ نہیں دکھاتا بے انصافوں کو ف٢ یا نہ دیکھا تو نے اس

عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ

شخص کو کہ گذرا وہ ایک شہر پر اور وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتوں پر ف٢ ٥١٠ ٥١١ بولا

أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ

کیونکر زندہ کرے گا اس کو اللہ مرگئے پیچھے ٥١٢ پھر مردہ رکھا اس

اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ

شخص کو اللہ نے سو برس پھر اٹھایا اس کو کہا تو کتنی دیر یہاں رہا

وقف لازم ۲ ع ۳۴

ف۱ پہلا قصہ متفرع بر قانون ثانی ۱۲

ف۲ دوسرا قصہ متفرع بر قانون اول ۱۲

٥١٠ یہاں دعوی توحید کا دوبارہ اعادہ کیا گیا ہے اور جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے یہاں اعادہ دعوی سے مقصد شفاعت قہری کی نفی ہے جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا خیال تھا کہ ہمارے آباؤ اجداد جو اللہ کے پیارے اور برگزیدہ پیغمبر تھے وہ ہمیں خدا کے عذاب سے بچالیں گے اور ہمارے حق میں خدا کو ان کی سفارش ماننی پڑے گی تو مطلب یہ ہوا کہ جس طرح اللہ کے سوا کوئی کارساز اور فریادرس نہیں۔ جس کو پکارا جائے یا جس کی تعظیم اور رضا جوئی کے لئے نذریں نیازیں دی جائیں اسی طرح اس کے سامنے کوئی شفیع غالب بھی نہیں کہ دنیا و آخرت میں مصیبت کے وقت اس کی پناہ ڈھونڈی جائے اور اسے سفارشی بنایا جائے۔ لہٰذا کسی کو شفیع غالب سمجھ کر نہ پکارا جائے۔ اس جگہ دعوائے توحید کا اعادہ ماقبل کی دلیل بھی ہے۔ یعنی کافروں کے اصل ظالم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ شرک کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ دعوائے توحید پر یہاں چھ عقلی دلیلیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی دلیل الحی وہ زندہ ہے ایسا زندہ کہ زندگی اس کی صفت ذاتی ہے وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہیگا۔ جس پر کبھی عدم نہیں آیا اور نہ ہی کبھی اس پر موت آئیگی جیسا کہ سورۂ فرقان میں ہے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ ۔ دوسری دلیل القیوم وہ خود بھی قائم و دائم ہے۔ اور ہر چیز کو بھی اس نے سہارا دے رکھا اور قائم کر رکھا ہے وہ سب کا رازق اور نگہبان ہے۔ القائم الحافظ لکل شیٔ والمعطی لہ ما بہ قوامہ (روح ص۸ ج۳) تیسری دلیل لاتاخذہ سنۃ ولا نوم وہ ہر وقت خبردار اور بیدار رہتا ہے اور اپنی مخلوق سے کبھی غافل نہیں ہوتا اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔

نوم انبیاء علیہم السلام کے بارے میں محدثین کرام رح

موضح قرآن ف یعنی جہاد ہے کافروں کی ضد توڑنے کو ہدایت اللہ کرتا ہے جس کی قسمت میں رکھی ہے۔ ان کو شبہ آیا تو ساتھ ہی اس پر خبردار کر دیا ف٢ ایک بادشاہ تھا وہ اپنے تئیں سجدہ کرواتا تھا سلطنت کے غرور سے۔ حضرت ابراہیم ع نے اس کو سجدہ نہ کیا۔ اس نے پوچھا انہوں نے کہا میں اپنے رب ہی کو سجدہ کرتا ہوں۔ اس نے کہا رب تو میں ہوں۔ انہوں نے کہا میں رب حاکم کو نہیں کہتا۔ رب وہ ہے جو جلاوے اور مارے۔ اُسنے دو قیدی منگائے جس کو جلانا پہنچتا تھا مار ڈالا۔ جس کو مارنا پہنچتا تھا چھوڑ دیا تب انہوں نے آفتاب کی دلیل سے اس کو لاجواب کیا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بستم مستحق کشتن را می گذارم و کسی را کہ مستحق کشتن نیست می کشم ۱۲ ف۲ آن شخص عزیر بود ۱۲

قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ

بولا میں رہا ایک دن یا دن سے کچھ کم کہا نہیں بلکہ تو رہا

مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ

سو برس اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا

يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ قف وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً

سڑ نہیں گیا ف۵۱۳ اور دیکھ اپنے گدھے کو اور ہم نے تجھ کو نمونہ بنانا چاہا

لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا

لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کہ ہم ان کو کس طرح ابھار کر جوڑتے

ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ

ہیں پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت ف۵۱۴ پھر جب اس پر ظاہر ہوا یہ حال تو کہہ اٹھا

اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ

مجھ کو معلوم ہے کہ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۱ ف۵۱۵ اور جب کہا ابراہیمؑ نے

رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ

اے پروردگار میرے دکھلا دے مجھ کو کیونکر زندہ کریگا تو مردے فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا

قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً

کہا کیوں نہیں لیکن اسواسطے چاہتا ہوں کہ تسکین ہو جاوے ف۵۱۶ جاوے میرے دل کو۔ فرمایا تو پکڑلے چار

مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ

جانور اڑنے والے پھر ان کو ہلا لے اپنے ساتھ ف۵۱۷ پھر رکھ دے ہر پہاڑ پر ان کے بدن

مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَ

کا ایک ایک ٹکڑا پھر ان کو بلا چلے آویں گے تیرے پاس دوڑتے اور

اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۶۰﴾ ع مَثَلُ الَّذِیْنَ

جان لے کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا ف۵۱۸ ف۲ مثال ان لوگوں کی جو

۳۵ ع ۳

مر۱ یعنی قصہ مفروضہ برقانون اول ۱۲

مر۲ ذکر مضمون انفاق یعنی بار بالتفصیل ۱۲

کا مسلک یہ ہے کہ وہ ناقض وضو نہیں۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے رات اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے گھر میں بسر کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشا ادا کر کے حضرت میمونہؓ کے گھر تشریف لائے اور چار رکعت نماز ادا فرمائی اور پھر سو گئے۔ رات کے آخری حصہ میں آپ بیدار ہوئے اور وضو فرما کر نماز تہجد، وتر اور فجر کی سنتیں ادا کیں۔ اس کے بعد پھر سو گئے۔ یہاں تک کہ مؤذن نے آپ کو اطلاع دی اور آپ نے جا کر نماز فجر ادا کی۔ لیکن وضو نہیں فرمایا۔ اس موقع پر روایت کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔ فصلی فی تلك اللیلة ثلث عشرة رکعة ثم نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نفخ و کان اذا نام نفخ ثم اتاہ المؤذن فخرج فصلی ولم یتوضأ اور بعض روایتوں میں ہے ثم نام حتی سمعت غطیطہ (صحیح مسلم صفحہ ۲۶۰ ج ۱)، اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے قالت عائشة فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشة ان عینی تنامان ولا ینام قلبی (جامع ترمذی وغیرہ) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میری صرف آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتا رہتا ہے لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس کا یہ واقعہ کئی راویوں نے بیان کیا ہے اور اس ایک ہی واقعہ کی تفصیلات بیان کرنے میں راویوں کے درمیان شدید اختلاف ہے۔ حضرت شیخؒ نے اس واقعہ کے اکثر طرق نقل کر کے انکے باہمی اختلافات کی نشاندہی فرما دی ہے۔ ملاحظہ ہو آپ کی تصنیف تحریرات حدیث از صفحہ ۶۴ تا صفحہ ۶۶ مثلاً ایک روایت میں ہے کہ نماز عشا کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت میمونہؓ کے گھر چار رکعت نماز ادا کی اور پھر آپ سو گئے۔ یہاں تک کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ ایک روایت میں سونے اور خراٹوں کا ذکر نماز تہجد اور صبح کی سنتوں کے درمیان کیا گیا ہے اور ایک دوسری روایت میں یہ دونوں چیزیں صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان مذکور ہیں۔ اسی طرح بعض روایتوں میں آتا ہے کہ اس رات آپ تہجد کی نماز میں ہر دو رکعت کے بعد سوئے اور پھر اٹھ کر وضو فرمایا۔ لیکن دوسری روایتوں میں ہر دو رکعتوں کے بعد نیند اور وضو کا ذکر

موضح قرآن ف۱ یہ شخص حضرت عزیر تھے بخت نصر ایک بادشاہ تھا کافر بنی اسرائیل پر غالب ہوا۔ شہر بیت المقدس کو ویران کیا تمام لوگ بندی میں پکڑے گئے تب حضرت عزیر اس شہر پر گذرے تعجب کیا کہ یہ شہر کیونکر آباد ہو۔ اسی جگہ انکی روح قبض ہوئی۔ سو برس کے بعد زندہ ہوئے۔ انکا کھانا اور پینا پاس دھرا تھا اسی طرح اور سواری کا گدھا مر کر ہڈیاں اسی شکل میں دھری تھیں وہ انکے روبرو زندہ ہوا۔ اس سو برس میں بنی اسرائیل قید سے خلاص ہوئے اور شہر پھر آباد ہو رہا۔ انہوں نے زندہ ہو کر آباد ہی دیکھا۔ **ف۲** چار جانور لائے ایک مرغ ایک مور ایک کوا ایک کبوتر انکو اپنے ساتھ ہلایا۔ کہ پہچان رہے پھر ذبح کیا ایک پہاڑ پر چاروں کے سر رکھے ایک پر پر ایک پر دھڑ ایک پر پاؤں بیچ میں کھڑے ہو کر ایک کو پکارا اسکا سر اٹھ کر ہوا میں کھڑا ہوا پھر دھڑ ملا پھر پر لگے پھر پاؤں وہ دوڑتا چلا آیا اسی طرح چاروں آئے۔ فائدہ یہ تین قصے فرمائے اس پر کہ اللہ آپ ہدایت کرنیوالا ہے جس کو چاہے اگر شبہ پڑے تو ساتھ ہی جواب بھیجے اب آگے پھر جہاد کا مذکور ہے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی عین الیقین می خواھم ۱۲

ندارد ہے۔ ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ بعض روایتوں میں فجر کی سنتوں کے بعد مطلق نیند اور خراٹوں کا ذکر ہے بعض میں اضطجاع (یعنی پہلو کے بل لیٹنا) اور بعض میں احتباء (یعنی گھٹنوں کو کھڑے کرکے دونوں ہاتھوں کا دائرہ بنا کر ان کے سہارے بیٹھنا) کا ذکر ہے۔

یہ واقعہ چونکہ ایک ہی دفعہ پیش آیا ہے اس لئے اس کی تفصیلات میں اس قدر متضاد اختلافات کا وجود ناممکن ہے۔ لیکن مختلف طرق میں غور و فکر سے تطبیق و ترجیح کی حسب ذیل صورت نظر آتی ہے۔ اصل روایت میں نیند اور خراٹوں کا ذکر صرف ان چار رکعتوں کے بعد ہے۔ جو نماز عشاء کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ادا کی تھیں لیکن بعض راویوں نے تہجد کے بعد یا فجر کی سنتوں کے بعد بھی اس کا ذکر کر دیا۔ اسی طرح اصل واقعہ میں یہ ہے کہ فجر کی سنتوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احتباء فرمایا۔ اور اسی حالت میں آپ کو خفیف سی نیند آگئی اور سانس نکلنے کی آواز سنائی دینے لگی جس کو راوی نے نفخ سے تعبیر کیا ہے اور نفخ ہی کو بعض راویوں نے غطیط یا خطیط (خراٹے) سے تعبیر کر ڈالا ہے۔ جیسا کہ حافظ بدر الدین عینی فرماتے ہیں۔ نفخ بالخاء المعجمة ای من خیشومه و هو المعبر عنه بالغطيط (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ثانی صہ ۲۵۵) اور اس طرح احتباء کی حالت میں نیند کسی کے حق میں بھی ناقض وضو نہیں۔ اصل بات تو یہ تھی۔ پھر اسی مفہوم کو بعض راویوں نے روایت بالمعنی کرکے ثم اضطجع فنام سے ادا کر دیا۔

باقی رہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت تو اس کے الفاظ تو بظاہر قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ بحالت خواب نیند سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بند ہو جاتی تھیں لیکن آپ کا دل ہمیشہ بیدار رہتا تھا لیکن درحقیقت یہ قاعدہ کلیہ نہیں تھا۔ بلکہ بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اور قلب مبارک دونوں چیزیں نیند سے متاثر ہو جاتی تھیں اور بعض اوقات ایسا ہوتا کہ صرف آنکھیں نیند سے بند ہو جاتیں۔ لیکن دل بیدار رہتا۔ چنانچہ لیلۃ التعریس میں جس کی طرف پہلے اشارہ گزر چکا ہے۔ جب نیند کی وجہ آپ کی اور آپ کے ہم سفر صحابہ کی نماز فجر فوت ہو گئی۔ تو آپ نے از سر نو وضو کرکے نماز ادا فرمائی۔ اس واقعہ کی توجیہ کرتے ہوئے بعض محدثین نے فرمایا ہے کہ اس موقع پر آپ کی آنکھوں کے ساتھ دل پر بھی نیند طاری ہو گئی تھی۔ اس لئے آپ وقت پر بیدار نہ ہو سکے اور اسی لئے آپ نے وضو کی تجدید فرمائی جیسا کہ اوجز المسالک شرح موطا امام مالک صہ ۲۱۸۔ ج ۱ میں ہے۔ انه كان فی ذلك الوقت ينام قلبه لما قد ضرب الوادی لنومه۔

ؔ یہ چوتھی دلیل ہے زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب کو اسی نے پیدا کیا اور سب کچھ اسی کے قبضہ اور اختیار و تصرف میں ہے۔ پھر کون ہے جو اس پر جبر کر سکے اور اس سے اپنی بات منوا سکے۔ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنه یہ پانچویں دلیل ہے۔ استفہام انکاری ہے مطلب یہ کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے سامنے دم نہیں مار سکتا اور نہ ہی اس کی مرضی کے خلاف کسی مجرم کو سفارش کرکے سزا سے بچا سکتا ہے۔ جیسا کہ عام مشرکوں کا خیال تھا کہ جن بزرگوں کو ہم پکارتے ہیں وہ ہمیں بخشوا لیں گے۔ اور خدا سے ہمارے تمام کام بھی کرا دیں گے۔ وفی ذلك تایئس للکفار حیث زعموا ان الهتهم شفعاء لهم عند الله تعالیٰ (روح صہ ۹ ج ۳)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شفاعت کا مسئلہ قرآن مجید میں مختلف عنوانات سے بیان کیا گیا ہے۔ کہیں فرمایا مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (بقرہ ع ۳۴) کہیں فرمایا لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا (طٰہٰ ع ۶) کہیں ارشاد ہے اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى (انبیاء ع ۲) کہیں فرمایا اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ (زخرف ع ۷) کہیں ارشاد ہے لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (نباء ع ۲) ان کے علاوہ اور بہت سی آیتوں میں مسئلہ شفاعت مذکور ہے۔ ان تمام آیتوں کا مشترک مفہوم یہ ہے کہ ان میں شفاعت قہری کی نفی کی گئی ہے۔ جس کے مشرکین معتقد تھے اور اس کے سوا شفاعت کی ایک اور قسم کا اثبات کیا گیا ہے یعنی شفاعت بالاذن پھر اس جائز شفاعت کی دو قسمیں ہیں ایک شفاعت فی الدنیا اور دوم شفاعت فی الآخرت۔ شفاعت فی الدنیا یعنی دنیا میں شفاعت مومن اور کافر دونوں کے لئے جائز ہے۔ مومن کے لئے دنیا میں شفاعت یہ ہے کہ اس کے گناہوں کی بخشش اور حق پر اس کی استقامت کے لئے دعا کرے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امر ہوا۔ وصل علیهم ان صلوتك سكن لهم واستغفر لهم الله (توبہ ع ۱۲) اور کافر کے لئے شفاعت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے راہ راست پر آجانے کی دعا کرے۔ لیکن یہ صرف اسی وقت تک جائز ہے جب تک اس کے دل پر مہر جباریت نہ لگ جائے اور جب یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے دل پر مہر جباریت لگ چکی ہے۔ اس وقت اس کے حق میں دنیا میں شفاعت نہ کی جائے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں وارد ہے فلما تبین له انه عدو لله تبرأ منه۔ باقی رہی آخرت میں شفاعت تو وہ قبل العلم مومنوں اور کافروں دونوں کے لئے جائز ہے۔ لیکن بعد العلم صرف مومنوں کے لئے جائز ہے اور کافروں کے لئے جائز نہیں۔ اور علم سے مراد یہ ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ مشفوع لہٗ مومن ہے یا کافر۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن قبل العلم کافروں کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو فرشتے جہنم کی طرف لے جائیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی اصحابی پکار کر ان کی شفاعت فرمائیں گے۔ اس پر اللہ کی طرف سے آپ کو جواب ملے گا کہ آپ کو معلوم نہیں آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ اس پر آپ خاموش ہو جائیں گے اور پھر ان کی شفاعت نہیں کریں گے۔

ان آیتوں کے الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں پہلے شفاعت کرنے والوں کو باقاعدہ اذن دیا جائے گا کہ فلاں فلاں کے لئے شفاعت کرو تو قبول ہوگی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے (صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آخرت میں شفاعت کبریٰ کا اذن ملنا ثابت ہے) اس لئے من اذن له اور لمن اذن له وغیرہ سے اذن کا متبادر مفہوم یعنی اجازت مراد نہیں ہے۔ بلکہ دوسری آیتوں کی روشنی میں اس آیت میں مشفوع لہٗ سے مراد مومن ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے الا من شهد بالحق۔ جس نے حق کی شہادت دی یعنی مومن۔ اس کی تائید ایک دوسری آیت سے ہوتی ہے۔ الا لمن ارتضی جس کو خدا پسند کرے اور وہ صرف مومن ہی ہو سکتا ہے جن آیتوں میں بلا اجازت کلام کی نفی ہے۔ وہاں آخرت کی شفاعت مراد ہے۔ اور مشفوع لہٗ صرف ایمان والے ہیں اور جن آیتوں میں کلام کی نفی کی گئی ہے ان میں دنیا کی شفاعت سے متعلق ہیں اور بعض آخرت سے اور بعض دونوں کی محتمل ہیں مسئلہ شفاعت کی پوری تحقیق سورۂ یونس کی تفسیر میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ

یہ چھٹی دلیل ہے اور یہ محاورہ ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علمی کا بیان مقصود ہے یعنی وہ زمین و آسمان کی تمام مخلوقات کے تمام ظاہر و باطن اور گذشتہ و آئندہ حالات و واقعات کو خوب جانتا ہے دلیل علی احاطة علمه بجمیع الکائنات ماضیها و حاضرها و مستقبلها (ابن کثیر صہ ۳۰۹ ج ۱) حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ

مابین ایدیھم وما خلفھم میں ضمیر غائب من ذا الذی کی طرف راجع ہے۔ یعنی وہ لوگ جن کو مشرکین اپنے شفعاء غالب سمجھتے تھے ولا یحیطون بشیٔ من علمہ اور اس کی مخلوق میں سے کوئی جن و بشر، کوئی پیغمبر یا کوئی فرشتہ اللہ کے معلومات میں سے کسی ایک چیز کی حقیقت اور کنہ کو بھی نہیں جانتا۔ ہاں جو تھوڑا بہت علم اللہ نے ان کو دیدیا ہے۔ اس سے آگے ان کے علم کی حدود نہیں بڑھ سکتیں۔ وسع کرسیہ السموات والارض کرسی سے یا تو اس کا حقیقی معنی مراد ہے۔ لیکن اس کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یا اس سے مراد علم ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے یا یہ قدرت اور سلطنت سے کنایہ ہے۔ کرسیہ ملکہ وسلطانہ (معالم صہ ۲۲۰ ج ۱) اہل ادمن الکرسی السلطان والقدرۃ والملک (کبیر صہ ۷۰ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ اس کی قدرت اور حکومت پوری کائنات پر حاوی ہے۔ سب اس کے محکوم ومملوک ہیں اور کوئی اس کا شریک اور ہمسر نہیں۔ ولایؤدہ حفظھما زمین وآسمان کی حفاظت اور نگہبانی سے وہ تھکتا اور اکتاتا نہیں۔ یہ ساتویں دلیل ہے۔ وھو العلی العظیم ٥ وہ ہر چیز سے بلند تر اور بزرگ تر، ہر چیز اس کے سامنے ہیچ اور حقیر ہے۔ یہ آیت کریمہ آیۃ الکرسی کے نام سے مشہور ہے اور قرآن مجید کی تمام آیتوں سے افضل ہے اس لئے کہ اس میں اللہ کی توحید اور اس کی صفات کا کامل اور جامع بیان ہے۔ آیت الکرسی کی ابتدا میں بھی حصر ہے۔ یعنی ھو الحی القیوم میں اور آخر میں بھی یعنی ھو العلی العظیم میں۔ کیونکہ دونوں جگہوں میں خبریں معرفہ ہیں اسلئے آیت کے باقی تمام حصے بھی حصر پر ہی محمول ہوں گے۔ کیونکہ یہ قانون ہے کہ کلام کے کسی ایک حصہ میں جب حصر ہو تو اس کے باقی حصے بھی حصر پر ہی محمول ہوتے ہیں [illegible] یہ آیت جہاد سے متعلق ہے اور اس میں جہاد سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ کیا گیا ہے یعنی جہاد کا مقصد یہ نہیں کہ کافروں کو بزور شمشیر مسلمان بنایا جائے۔ بلکہ اس کا مقصد جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے یہ ہے کہ دنیا کو فتنہ وفساد سے پاک کیا جائے۔ اور کفار کو مومنوں کو جبراً کافر بنانے سے روکا جائے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ای حتی لا یفتن مومن (مدارک) ایمان کا تعلق چونکہ دل سے ہے اور دل پر جبر نہیں ہوسکتا کیونکہ دل اسی بات کو مانتا ہے۔ جسے وہ اپنے اختیار سے پسند کرتا ہے اس لئے اسلام میں کسی کو جبراً مومن بنانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ اس طرح انسان مجبور ہو جائے گا۔ اور اس سے اس کا اختیار چھن جائے گا اور ابتلاء وامتحان کی حکمت فوت ہو جائے گی۔ نیز جبر کا مطلب تو یہ ہوتا ہے۔ کسی کو اس کی مرضی کے خلاف ایسے فعل پر مجبور کیا جائے۔ جس میں فی نفسہ کوئی بہتری نہ ہو یا اگر ہو تو اس کو نظر نہ آتی ہو۔ مگر یہاں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام سرتاپا خیر ہی خیر ہے۔ نیز اسلام کی راہ اس قدر واضح ہو چکی ہے کہ کفر کی راہ سے اس کا امتیاز بالکل آسان ہے۔ ادنیٰ تامل سے اسلام کی خوبیاں اور کفر کی برائیاں سمجھ میں آسکتی ہیں اور انسان رضا ورغبت سے اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اس لئے جبر واکراہ کی ضرورت ہی نہیں۔ ہاں اگر کوئی مسلمان عیاذاً باللہ دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف چلا جائے تو وہ چونکہ اسلام کا باغی ہے۔ اس لئے اسے دوبارہ اسلامی آئین قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اگر اس نے دوبارہ اسلام قبول کرلیا تو اسے مسلمانوں کی جماعت میں شامل کرلیا جائیگا۔ ورنہ اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ قد تبین الرشد من الغی یہ ماقبل کی علت ہے تعلیل صدر بکلمۃ التحقیق لزیادۃ تقریر مضمونہ (روح صہ ۱۳ ج ۳)

[illegible] حضرت عمرؓ، حسین بن علی، مجاہد اور قتادہ سے منقول ہے کہ طاغوت سے مراد شیطان ہے۔ امام مالک اور امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ اللہ کے سوا ہر معبود طاغوت ہے۔ وعن مالک بن انس کل ماعبد من دون اللہ تعالیٰ (روح صہ ۱۳ ج ۳) والصواب من القول عندی فی الطاغوت انہ کل ذی طغیان علی اللہ فعبد من دونہ اما بقھر منہ لمن عبدہ واما بطاعۃ ممن عبدہ انسانا کان ذالک المعبود او شیطانا او وثنا او صنما او کائنا ما کان من شیٔ (ابن جریر صہ ۱۲ ج ۳) اور العروۃ الوثقی سے مراد ایمان اور خالص توحید ہے بالعروۃ الوثقی قال مجاھد العروۃ الایمان (قرطبی صہ ۲۸۲ ج ۳) یعنی جس نے شیطان کا اتباع ترک کردیا اور ہر غیر اللہ کی عبادت چھوڑ دی اور کفر وشرک سے توبہ کرکے خدائے واحد پر دل وجان سے ایمان لے آیا اس نے ایک ایسی مضبوط اور محکم کڑی کو تھام لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گی۔ یہ مضبوط کڑی ایمان اور اسلام ہے۔ جسے تھام لینے کے بعد دنیا اور آخرت میں خدا کی راہنمائی اور دستگیری حاصل ہو جاتی ہے دل مطمئن ہو جاتا ہے اور تمام کام آسان ہو جاتے ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ نے دو تکوینی قانون بیان فرمائے ہیں۔ پہلا قانون یہ ہے کہ اگر کسی وقت مومنوں کے دلوں میں توحید کے بارے میں کوئی ادنیٰ سا شبہ بھی واقع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فوراً شبہات کے اندھیروں کو نور ہدایت سے دور فرما کر ان کے دلوں کو مطمئن کردیتا ہے اور دوسرا قانون یہ ہے کہ اگر کبھی کسی مشرک کے دل میں دلائل توحید کو دیکھ کر توحید کی طرف میلان سا پیدا ہو جاتا ہے تو جھٹ شیاطین ان کو شبہات کی الجھنوں میں ڈال کر ان کے راہ راست پر آنے کے امکان کو ختم کردیتے ہیں۔ [illegible] یہ پہلے قانون کا بیان ہے۔ ولی کے معنی ناصر اور مددگار کے ہیں۔ ظلمات سے کفر وشرک اور شبہات کے اندھیرے مراد ہیں اور نور سے مراد یقین وایمان کی روشنی ہے اور الذین آمنوا سے وہ لوگ مراد ہیں جو حق کے متلاشی اور ایمان لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ والمراد بھم من اراد الایمان (روح صہ ۱۴ ج ۳) یعنی جو لوگ حق کے طالب ہوں اللہ کی طرف انابت کریں اور ایمان لانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری فرماتا اور ان کی مدد کرتا ہے اور انہیں کفر وشرک اور شکوک وشبہات کی الجھنوں سے نکال کر ان کے دلوں کو نور ایمان سے منور اور دولت یقین سے مالا مال کردیتا ہے [illegible] یہ دوسرا قانون ہے۔ لیکن جو لوگ ضد وعناد کی وجہ سے کفر پر رہنا چاہتے ہیں اور اپنے اختیار سے کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے ایمان کی توفیق چھین کر شیطانوں کو ان پر مسلط کردیتا ہے جو ان کے دلوں میں طرح طرح کے شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے دل شبہات کی سیاہی سے بالکل ڈھک جاتے ہیں اور ان سے فطری نور چھین لیا جاتا ہے اور ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ جاتی ہے۔ [illegible] اولئک کا اشارہ الذین کفروا کی طرف ہے۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے عناداً اور اختیاراً کفر قبول کیا ہے۔ وہ جہنمی ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اس کے بعد اللہ نے تین قصے بیان فرمائے ہیں۔ جو ان دونوں قاعدوں پر لف ونشر غیر مرتب کے طور پر متفرع ہیں۔ [illegible] یہ پہلا واقعہ ہے جو دوسرے قاعدے پر متفرع ہے۔ اور اس پر بطور تمثیل ذکر کیا گیا ہے۔ کہ ضدی اور معاند آدمی کو وضوح حق کے باوجود قبول حق کی توفیق نہیں ملتی۔ جیسا کہ نمرود کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ٹھوس اور اطمینان بخش دلائل سے خدا کی توحید واضح کرکے اس پر حجت خداوندی قائم کردی۔ مگر اس کے باوجود اس نے اسے قبول نہ کیا کیونکہ وہ ضد وعناد کی وجہ سے قبول حق کی استعداد سے محروم ہو چکا تھا۔ جس شخص سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مناظرے کا یہاں ذکر ہے۔ مفسرین نے اس سے نمرود مراد لیا ہے۔ جو اس زمانے کا بڑا ظالم وجابر اور سرکش بادشاہ تھا اور اپنے کو خدا کا اوتار سمجھتا تھا۔ ھذا الذی حاج ابراھیم فی ربہ وھو ملک بابل نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن نوح (ابن کثیر صہ ۳۱۳ ج ۱، قرطبی صہ ۲۸۳ ج ۳) اَنْ سے پہلے لام تعلیلیہ محذوف ہے۔ یعنی خدا کے بارے میں اس کے جھگڑنے کا سبب یہ تھا کہ خدا نے اس کو حکومت دی، اقتدار بخشا اور وہ نشۂ اقتدار سے مخمور ہو کر غرور کرنے لگا اور خدا کا شریک بن بیٹھا۔ لان آتاہ اللہ یعنی ان ایتاء الملک ابطرہ واورثہ

الکبر محتاج لذالک (مدارک صہ ۱۰۲ ج ۱) ۵۰۹ھ اذ ظرف حاج کے متعلق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول نمرود کے سوال کا جواب ہے۔ نمرود نے سوال کیا تھا۔ کہ وہ رب کونسا ہے۔ جس کی توحید کی تو دعوت دیتا ہے۔ قاله انّه قول نمرود من ربک الذی تدعو الیه؟ (روح صہ ۱۴ ج ۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں اللہ کی دو ایسی صفتوں کا ذکر کیا جو بالکل واضح تھیں اور جن کا روزمرہ کی زندگی میں نمرود بھی مشاہدہ کرتا تھا۔ یعنی زندہ کرنا (پیدا کرنا) اور مارنا۔ موت وحیات خدا کے اختیار میں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے زندگی عطا کرتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے زندگی سلب کرلیتا ہے قال انا احی و امیت۔ اس ضدی ملعون نے ان کے قول کو غلط مفہوم میں لیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ جس کو زندگی دیتا یا جس سے زندگی چھینتا ہے۔ وہ ظاہری اسباب ہی کے ذریعے ایسا کرتا ہے اور اسطرح ظاہری اسباب کے ذریعے تو میں بھی ایسا کرسکتا ہوں۔ مثلاً جسے چاہوں معاف کردوں اور جسے چاہوں قتل کرادوں۔ نمرود خوب جانتا تھا۔ کہ موت وحیات اس کے قبضہ میں نہیں۔ مگر محض ضد وعناد اور ڈھٹائی کی بنا پر اس نے یہ جواب دیا۔ و انما اراد ان یدعی لنفسه هذا المقام عنادا و مکابرة۔ (ابن کثیر صہ ۳۱۳۔ ج ۱) ۵۱۰ھ حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ وہ ضد اور ڈھٹائی پر تلا ہوا ہے۔ اس لئے فوراً ایسی دلیل پیش کردی جس کے سامنے وہ بالکل بے بس ہوگیا۔ اور اس کی ضد اور ڈھٹائی کی بھی پیش نہ چل سکی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا ان کی پہلی دلیل اس سرکش پر کارگر نہیں ہوئی تو فوراً دوسری دلیل پیش فرمادی۔ جس طرح طبیب حاذق جب دیکھتا ہے کہ مریض کو ایک نسخہ سے فائدہ نہیں ہوا تو اس کیلئے دوسرا نسخہ تجویز کردیتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق کی طرف سے نکالتا ہے اگر تو خدا ہے تو اسے مغرب کی طرف سے نکال کر دکھا دے۔ فبهت الذی کفر اس پر وہ کافر ھکا بکا ہو کر حیرت زدہ ہوگیا اور اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔ واللہ لا یھدی القوم الظلمین جو لوگ ضد و عناد کیوجہ سے حق قبول نہیں کرتے اور اپنے لئے عذاب جہنم کا سامان مہیا کرتے ہیں ایسے ظالموں کو خدا ہدایت قبول کرنیکی توفیق نہیں دیتا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں یعنی جو لوگ ضد اور عناد کی وجہ سے توحید کی مخالفت کرتے ہیں اور اللہ کی طرف انابت نہیں کرتے ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ جاتی ہے اور وہ کسی صورت میں راہ راست پر نہیں آسکتے ۵۱۱ھ یہ دوسرا واقعہ ہے جو پہلے قاعدہ پر متفرع ہے اور او تنویعیه ہے۔ یعنی دوسری نوع کے بیان کے لئے ہے۔ یہ قصہ پہلے قاعدہ پر متفرع ہے اور اس کی تمثیل ہے کہ جو لوگ اللہ کی طرف انابت کرتے ہیں۔ حق و صداقت اور اطمینان باطن کے متلاشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کس طرح ان کی دستگیری کرتا اور ان کے اطمینان کا سامان مہیا کرتا ہے۔ استشهاد علی ماذکر من ولایته تعالیٰ للمومنین و تقریر له (ابوالسعود صہ ۴۸۳ ج ۲) کالذی میں کاف تمثیل کے لئے ہے یعنی اس کے منجملہ شواہد میں سے ایک یہ ہے۔ اس قسم کے اور بھی کئی واقعات ہوچکے ہیں۔ مثلاً ایک واقعہ پارہ دوم میں الم تر الی الذین خرجوا میں مذکور ہوا ہے کہ بعض مومنوں کو قتال نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مار کر پھر زندہ فرمایا۔ یا کاف زائدہ ہے۔ الذی مر کے بارے میں اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔ والمار هو عزیر بن شرخیا کما اخرجه الحاکم عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجهه و اسحٰق بن بشر عن ابن عباس و عبد اللہ بن سلام والیه ذهب قتادة و عکرمة و الربیع والضحاک والسدی و خلق کثیر (روح صہ ۲۰ ج ۳) اور قریہ سے مراد بیت المقدس ہے جسے بخت نصر نے تباہ و برباد کردیا تھا۔ وقال عکرمة والربیع و وهب هی بیت المقدس و کان قد خربها بختنصر و هذا هو الاشهر (روح صہ ۲۱ ج ۳، بحر صہ ۲۹۱ ج ۲) ۵۱۲ھ انہوں نے جب اس کی تباہی کا منظر دیکھا تو اظہار تاسف کے طور پر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی والوں کو دوبارہ کس طرح زندہ کرے گا۔ مطلب یہ نہیں کہ انہیں ان کے دوبارہ جی اٹھنے کا یقین نہیں تھا بلکہ وہ کیفیت احیاء کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے۔ فاماته اللہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کیفیت احیاء کا مشاہدہ کرانے کے لئے ان پر موت وارد کردی اور وہ پورے سو سال اسی حالت میں زمین کے اوپر ہی پڑے رہے اور سو سال کا عرصہ گذر جانے کے بعد اللہ نے ان کو زندہ کیا۔ قال کم لبثت یہ سوال و جواب احاطۂ صفات سے انکے عجز کے اظہار کے لئے کیا گیا ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے حالت موت کی مدت صرف ایک دن یا اس سے بھی کم بتائی یہ محض ان کا اندازہ اور تخمینہ تھا۔ سو سال کا عرصہ انہیں یک روزہ خواب کی طرح معلوم ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حالت موت میں یہ جلیل القدر پیغمبر علیہ السلام اختلاف لیل و نہار اور انقلابات زمانہ سے بالکل بے خبر تھا۔ اگر انہیں ان چیزوں کا احساس ہوتا تو مدت کا وہ یہ تخمینہ بیان نہ کرتے بلکہ ان کو پوری مدت کا ٹھیک ٹھیک علم ہوتا۔ اس واقعہ سے سماع موتی کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت عزیر علیہ السلام دنیا میں ہونے والے تمام انقلابات سے بے خبر تھے۔ سو سال کے عرصہ میں نہ تو رات دن کے اختلاف کا ان کو پتہ چلا اور نہ ہی انہیں بیرونی آوازیں سنائی دیں۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبہ ان کے ابدان مبارکہ میں موجود نہیں رہتیں اور ان کی حیات دنیوی ناسوتی نہیں ہوتی بلکہ برزخی ہوتی ہے۔ ۵۱۳ھ یعنی تم تو پورے سو سال حالت موت میں رہے ہو۔ مگر دیکھو اس کے باوجود تمہارا کھانا پینا خراب نہیں ہوا۔ اس میں کسی قسم کا تغیر اور بو پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ آج بھی اسی طرح تر و تازہ ہے۔ جس طرح آج سے سو سال پہلے تھا۔ وانظر الی حمارک۔ الخ۔ حضرت عزیر علیہ السلام جب یہاں سے گذرے تھے اس وقت گدھے پر سوار تھے۔ آرام کرنے کے لئے گدھے کو وہاں چھوڑ کر لیٹ گئے۔ اور حالت نوم ہی میں ان کی روح قبض کرلی گئی۔ ادھر گدھا بھی مرگیا اور اس اثنا میں اس کا گوشت پوست تو مٹی نے کھالیا۔ مگر ہڈیوں کا ڈھانچہ صحیح سلامت پڑا رہا۔ تو اللہ نے فرمایا اپنے گدھے کی طرف بھی دیکھو ہم اسے کس طرح زندہ کرتے ہیں تاکہ ہم تمہیں بعث بعد الموت یعنی دوبارہ جی اٹھنے پر لوگوں کے لئے دلیل اور برہان بنادیں۔ ولنجعلک اٰیة للناس و دلالة علی البعث بعد الموت (قرطبی صہ ۲۹۴ - ج ۳) ۵۱۴ھ انشاز کے معنی ہلانے اور جنبش دینے کے ہیں۔ ہماری قدرت کاملہ کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کرلو اور مشاہدہ کرلو کہ ہم کس طرح گدھے کی ہڈیوں کو گوشت پوست پہنا کر اور اس میں روح پھونک کر اسے دوبارہ زندہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دیکھتے دیکھتے ہی گدھے کو زندہ کردیا۔ ۵۱۵ھ علم سے یہاں علم مشاہدہ اور معاینہ مراد ہے۔ کیونکہ خدا کی قدرت کا علم و یقین تو انہیں پہلے بھی حاصل تھا۔ مگر وہ علم شہود نہیں تھا۔ قال مکی انه اخبر عن نفسه عند ما عاین من قدرة اللہ تعالیٰ فی احیائه الموتیٰ فتیقن ذالک بالمشاهدة (قرطبی صہ ۲۹۶ - ج ۳) ۵۱۶ھ یہ واقعہ بھی پہلے قاعدہ پر متفرع ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اگرچہ اللہ کی قدرت علی الاحیاء کا پورا پورا یقین تھا۔ وہ اس کی کیفیت کا مشاہدہ کرکے مزید اطمینان قلب حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا۔ کیونکہ جو علم مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے وہ بدیہی اور ضروری ہوتا ہے اور علم استدلالی سے زیادہ محکم اور پائیدار ہوتا ہے۔ معناه بلیٰ اٰمنت و لکن لازید سکونا و طمانیة بمضامة علم الضرورة علم الاستدلال و تظاهر الادلة اسکن للقلوب و ازید للبصیرة (مدارک صہ ۱۰۳ - ج ۱) لم یکن ابراهیم علیه السلام شاکا فی احیاء اللہ الموتی قط و انما طلب المعاینة (قرطبی صہ ۲۹۰ - ج ۳) اللہ تعالیٰ کا یہ سوال کہ کیا تمہیں میری قدرت علی الاحیاء پر ایمان نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ جواب کہ ایمان تو ہے۔ لیکن آنکھوں سے مشاہدہ کرکے مزید اطمینان چاہتا ہوں۔ اس سوال و جواب سے اسی حقیقت کو واضح کرنا مقصود ہے۔ تاکہ سامعین میں سے کسی کو حضرت خلیل علیہ السلام کے ایمان کے بارے میں کسی قسم کی غلط فہمی نہ پیدا ہو۔ ۵۱۸ فصرهن الیک صرهن صور سے امر ہے جس کے معنی ہلانے اور مائل کرنے کے ہیں یعنی چار پرندے لو اور انہیں اپنے ساتھ خوب مانوس کرو اور ہلاؤ تاکہ بعد میں پہچاننے میں دقت نہ ہو۔ المعنی املهن الیک ای اضممهن و اجمعهن الیک (قرطبی صہ ۳۰۱ ج ۳) ثم اجعل علی کل جبل منهن جزءًا پھر انہیں ذبح کرکے اور ان کے ٹکڑے کرکے ان کے اجزاء کو قرب و جوار کے پہاڑوں پر رکھ دو۔ فقوله "الیک" علی تاویل الامالة و الضم متعلق بصرهن و فی الکلام متروک فاملهن الیک ثم قطعهن (قرطبی صہ ۳۰۱ ج ۳) ثم ادعهن یأتینک سعیا پھر انہیں اپنی طرف بلاؤ تو وہ زندہ ہوکر صحیح سلامت دوڑتے ہوئے تمہارے پاس چلے آئیں گے ۵۱۸ یہ کیفیت دیکھ کر تمہیں علم شہود حاصل ہو جائے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ بڑا زبردست ہے۔ کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ مگر وہ کرتا وہی کچھ ہے۔ جو حکمت کے عین مطابق ہو اب آگے پھر انفاق فی سبیل اللہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ کا پہلے بھی بیان ہو چکا ہے مگر پہلے جہاد کا مضمون زیادہ تھا اور انفاق کا کم تھا۔ اب یہاں سے انفاق کا مضمون تفصیل سے بیان ہوتا ہے۔ یہ تفصیل مثل الذین ینفقون سے لے کر وهم لا یظلمون تک چلی گئی ہے۔ یعنی پورے تین رکوعات پر مشتمل ہے۔ پہلے رکوع میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب بیان فرما کر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ریاکاری سے بچنے اور اخلاص کو اپنا معمول بنانے کا حکم دیا ہے۔ اخلاص اور ریاکاری کی مثالیں دے کر اخلاص کا اجر اور ریا کا برا نتیجہ واضح فرمایا ہے۔ دوسرے رکوع میں حلال اور طیب مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور تیسرے رکوع میں انفاق بطور قرض کی ایک مذموم اور ناجائز صورت سے منع فرمایا ہے۔

یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ

خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ

اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ

اس سے اگیں سات بالیں ہر بال میں سو سو دانے ۵۱۹

وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۱﴾

اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ نہایت بخشش کرنیوالا ہے سب کچھ جانتا ہے

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں پھر

یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ

خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں ۵۲۰ انہی کیلئے ثواب ان کا

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾

اپنے رب کے یہاں اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ غمگین ہوں گے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ

جواب دینا نرم اور درگذر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے جس

یَّتْبَعُهَاۤ اَذًى ؕ وَ اللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ﴿۲۶۳﴾ یٰۤاَیُّهَا

کے پیچھے ہو ستانا ۵۲۱ اور اللہ بے پرواہ ہے نہایت تحمل والا ف۱ اے

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ

ایمان والو مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور

الْاَذٰى ۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ

ایذا دے کر اس شخص کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو اور یقین نہیں

بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ

رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر ۵۲۲ سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر کہ اس پر پڑی

ر۱ ترغیب اخلاص فی الانفاق ۱۲

ر۲ انفاق میں من و ریا سے اجتناب کا حکم ۱۲

۵۱۹ یہ اخلاص نیت کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے۔ جسے ایک مثال سے سمجھایا گیا ہے یعنی جو لوگ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا کے لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک آدمی زمین میں ایک دانہ بو دیتا ہے۔ اس ایک دانہ سے سات شاخوں والا پودا پھوٹ نکلتا ہے۔ اور ہر شاخ پر ایک ایک خوشہ ہوتا ہے اور ہر خوشہ میں ایک سو دانہ ہوتا ہے۔ اس طرح ایک دانہ سے سات سو دانہ حاصل ہوا۔ تو جس طرح ایک دانہ زمین میں کاشت کرنے سے سات سو گنا بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح خدا کی راہ میں خرچ کی ہوئی دولت کی ایک اکائی (پیسہ۔ آنہ۔ روپیہ وغیرہ) خدا کے یہاں سات سو گنا بڑھ جاتی ہے مثلاً ایک روپیہ خرچ کرنے سے سات سو روپیہ خرچ کرنیکا ثواب ملیگا۔ و اللہ یضاعف لمن یشاء۔ جہاد میں اخلاص نیت کے ساتھ خرچ کرنے والوں کو سات سو گنا ثواب تو ہر حال میں ملے گا لیکن اگر خرچ کرنے والے کا تقویٰ، اخلاص نیت اور مال کی طہارت اور پاکیزگی عام سطح سے بلند ہوگی تو اسے سات سو گنا سے بھی زیادہ ثواب ملے گا۔ ای بحسب اخلاصه فی عمله (ابن کثیر صہ ۳۱۰ ج ۱) المتصدق اذا کان صالحا و المال طیبا و یضعه موضعه فیصیر الثواب اکثر (قرطبی صہ ۳۰۳ ج ۳) و اللہ واسع علیم○ وہ بڑی وسعت والا ہے اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں وہ جتنا چاہے دے سکتا ہے اور وہ خرچ کرنے والوں کی نیتوں سے بھی آگاہ ہے

موضح قرآن ف۱ - یعنی مانگنے والے کو نرمی سے جواب دینا اور اس کی بدخوئی پر درگذر کرنی بہتر ہے۔ اس سے کہ دیوے پھر اس کو بار بار دباوے۔ یہ سمجھے کہ میں نے اللہ کو دیا ہے۔ اس کو کیا پروا ہے۔ مگر اپنا بھلا کرتا ہوں۔

اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ کون کتنے ثواب کا مستحق ہے۔ ۲۲۵ خرچ کرنے کی ترغیب اور خرچ کا ثواب بیان کرنے کے بعد اب ان امور کو بیان کیا جاتا ہے جو مذکورہ بالا ثواب کے استحقاق کے لئے ضروری ہیں۔ مَنّ کے معنی احسان جتلانے کے ہیں اور اذی کے معنی تکلیف دینے کے ہیں اور اس سے مراد ہر وہ قول وفعل ہے۔جس سے متصدق علیہ (جس کو خیرات دی جائے) کو تکلیف پہنچے۔ مثلاً اسے یہ کہے کہ "یار بڑا جھگڑالو ہے، چمٹ ہی گیا ہے چھوڑتا ہی نہیں"۔ "کیسا ہٹا کٹا ہے کماتا بھی نہیں"۔صدقہ کرنے کے بعد لینے والے سے کام کرانا بھی اذی میں داخل ہے۔اس لحاظ سے احسان جتلانا بھی اذی میں داخل ہے۔مگر احسان جتلانے کی بیماری چونکہ عام تھی۔اس لئے اسے علٰحدہ ذکر کیا۔ لھم اجرھم عند ربھم۔یعنی جو لوگ صدقہ کرنے کے بعد نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ ہی کسی اور طریقے سے سائل کو تکلیف دیتے ہیں صدقہ وخیرات کا ثواب صرف انہیں لوگوں کو ملتا ہے۔کیوں کہ من اور اذی دونوں ایسی برائیاں ہیں کہ ان کی وجہ سے صدقہ اللہ کی رضا کے لئے نہیں رہتا۔اس لئے صدقہ باطل ہو جاتا ہے اور اللہ کے یہاں سے اس کا کوئی اجر وثواب نہیں ملتا ۲۲۶ قول معروف سے مراد ہے سائل کو نرمی سے ٹال دینا اور مغفرۃ سے مراد یہ ہے کہ اگر سائل درشتی سے پیش آئے تو اس سے درگذر کیا جائے اور ناشائستہ الفاظ استعمال نہ کئے جائیں۔ ای کلام جمیل یرد بہ السائل مثلا یرحمک اللہ و یرزقک اللہ انشاء اللہ تعالیٰ اعطیک بعد ھذا ومغفرۃ ای ستر لما وقع من السائل من الالحاف فی المسئلۃ وغیرہ مما یثقل علی المسئول وصفح عنہ (روح ص۳۴ ج۳) واللہ غنی حلیم ○ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے صدقات کی ضرورت نہیں ہے۔اس سے تمہاری ہی اصلاح مقصود ہے اور وہ بردبار ہے۔ گناہوں پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔

۲۲۷ اب یہاں نہایت تاکید کے ساتھ من اور اذی سے منع فرمایا ہے اور واضح کر دیا ہے کہ من اور اذی سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی ثواب نہیں ملتا۔ الذی ینفق سے مراد منافق یا مشرک ہے۔ و غالب المفسرین علی ان المراد بہ المنافق (روح ص ۳۵۔ ج ۳) رئاء۔ ینفق کا مفعول لہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک منافق ریاکار کی مثال دے کر ایمان والوں کو سمجھایا کہ جس طرح وہ منافق محض لوگوں کے دکھلاوے کے لئے خیرات کرتا ہے ور نہ اللہ تعالیٰ پر اس کا ایمان ہے اور نہ محاسبہ آخرت پر تو ظاہر ہے کہ رضائے الٰہی اور ثواب آخرت کی طلب کا تو اس نے دل میں کھٹکا تک نہیں ہو گا تو جس طرح اس ریاکار منافق کی خیرات بالکل رائیگاں اور اکارت ہے اور اس کیلئے کوئی ثواب نہیں۔ اے ایمان والو! اسی طرح تم بھی اپنے صدقات

تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا

ہے کچھ مٹی پھر برسا اس پر زور کا مینہ تو کر چھوڑا اس کو بالکل صاف ۲۲۷ کچھ

يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا

ہاتھ نہیں لگتا ایسے لوگوں کے ثواب اس چیز کا جو انہوں نے کمایا اور اللہ نہیں

يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۶۴﴾ وَمَثَلُ الَّذِیْنَ

دکھاتا سیدھی راہ کافروں کو ۱ ف اور مثال ان کی جو

یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ

خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی خوشی حاصل کرنے کو اور

تَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ

اپنے دلوں کو ثابت کر کر ایسی ہے جیسے ایک باغ ہے بلند زمین پر اس پر

اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَیْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ

پڑا زور کا مینہ تو لایا وہ باغ اپنا پھل دوچند اور اگر نہ

یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ

پڑا اس پر مینہ تو پھوار ہی کافی ہے ۲۲۸ اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتا ہے ۲ ف ف

اَیَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ

کیا پسند آتا ہے تم میں سے کسی کو یہ کہ ہووے اس کا باغ کھجور اور

اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِیْهَا

انگور کا بہتی ہوں نیچے اس کے نہریں اس کو اس باغ میں

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ

اور بھی سب طرح کا میوہ حاصل ہو اور آگیا اس پر بڑھاپا اور اس کی

ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ

اولاد ہیں ضعیف تب آپڑا اس باغ پر ایک بگولہ جس میں آگ

مثال برائے اخلاص فی الانفاق ۱۲

موضح قرآن ۔ ف اوپر مثال فرمائی خیرات کی جیسے ایک دانہ بویا اور سات بالیں نکلیں سات سو دانے ملے یہاں فرمایا کہ نیت شرط ہے اگر دکھاوے کی نیت سے خرچ کیا تو جیسے دانہ بویا پتھر میں جس پر تھوڑی سی مٹی نظر آتی تھی جب مینہ پڑا وہ صاف رہ گیا اس بیں سے کیا اُگے گا۔ ف۲ مینہ سے مراد بہت مال خرچ کرنا اور اوس سے مراد تھوڑا مال سو اگر نیت درست ہے تو بہت خرچ کا بہت ثواب اور تھوڑا بھی کام آتا ہے۔ جیسے خالص زمین پر باغ ہے جتنا مینہ برسے اسکو فائدہ ہے بلکہ اوس بھی کافی ہے اور نیت درست نہیں تو جسقدر زیادہ خرچ کرے ضائع ہے۔کیونکہ زیادہ مال دینے میں دکھاوا بھی زیادہ ہے۔ جیسے پتھر پر دانہ جتنا زور کا مینہ برسے اور ضرر کرے کہ مٹی دھو ئی جاوے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید حاصل ایں مثل آنست کہ عمل منان ومرائی در دنیا می نماید کہ عمل است و در آخرت حبط می شود و ہیچ فائدہ نمی دہد چنانکہ بر سنگی خاک افتادہ باشد و بظاہر چناں می نماید کہ قابل زراعت است و چوں باران بارد محو شود واللہ اعلم ۱۲ ف۲ مترجم گوید حاصل ایں مثل آنست کہ عمل اہل اخلاص فائدہ بامید بہر از سابقین باشد یا از اصحاب یمین ۱۲

کو من اور اذی کے ذریعے باطل نہ کرو، جس طرح اس ریاکار نے ریاکاری سے اپنا عمل باطل کر دیا۔ ۵۲۵ فمثلہ کی ضمیر سے ریاکار خرچ کنندہ مراد ہے۔ صفوان کے معنی ہموار اور صاف پتھر وابل۔ شدید بارش اور صلد۔ وہ صاف پتھر جس پر کوئی گرد و غبار نہ ہو۔ جو شخص ریاکاری سے مال خرچ کرتا ہے۔ اس کے عمل کے رائیگاں اور بے نتیجہ ہونے کی مثال یہ ہے کہ جس طرح ایک بالکل صاف اور نرم پتھر ہو اور اس پر معمولی سی مٹی ہو پھر اس پر سخت زور کی بارش ہو جائے تو وہ پتھر مٹی سے بالکل صاف ہو جاتا ہے اور اس پر مٹی کا ایک ذرہ بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ یہی حال ریاکاروں کے غیر مخلصانہ اور ریاکارانہ اعمال کا ہے کہ وہ ریاکاری کے سیلاب میں بہ کر ضائع ہو جاتے ہیں اور ان پر کوئی ثواب نہیں ملتا۔ لا یقدرون علی شیء مما کسبوا ط وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ کیا ہے۔ مگر آخرت میں کوئی چیز ہاتھ نہیں آئے گی۔ واللہ لایھدی القوم الکفرین جن کو اللہ نے عقل و بصیرت کی دولت دی مگر انہوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور جان بوجھ کر کفر اختیار کیا۔ ایسے لوگوں سے اللہ تعالے ایمان کی توفیق چھین لیتا ہے اور انہیں ہدایت نہیں دیتا۔ ۵۲۶ ریاکاروں اور منافقوں کی مثال بیان کرنے کے بعد ان مومنین کے صدقات کی مثال بیان فرمائی جو محض اللہ کی رضا جوئی اور تزکیہ نفوس حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ ابتغاء مفعول لہ ہے۔ تثبیتا اس پر معطوف ہے۔ من انفسھم میں من ابتدائیہ ہے یعنی وہ اللہ کی رضا جوئی اور دل کے کامل یقین اور ایمان کی وجہ سے خرچ کرتے ہیں۔ وقال الشعبی والسدی وقتادۃ ایضا و ابن زید و ابو صالح وغیرھم وتثبیتا معناہ وتیقنا ای ان نفوسھم لھا بصائر فھی تثبتھم علی الانفاق فی طاعۃ اللہ تعالٰی تثبیتا (قرطبی ص ۳۱۴ - ج ۳)۔ ربوۃ کے معنی ہیں ٹیلہ یعنی وہ جگہ جو دوسری زمین کی نسبت کچھ اونچی ہو۔ اور طل سے یہاں شبنم مراد نہیں۔ بلکہ ہلکی اور خفیف بارش مراد ہے۔ والطل المطر الضعیف المستدق من القطر الخفیف قالہ ابن عباس وغیرہ (قرطبی ص ۳۱۰ ج ۳) تمثیل کا ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی رضا کے لئے اور پورے ایمان و اخلاص کے ساتھ مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کے صدقات اس طرح پھولتے پھلتے اور بار آور ہوتے ہیں جس طرح ٹیلے پر ایک باغ ہو اور اس پر موسلا دھار بارش برسے تو اس باغ کے درخت دگنا پھل دیتے ہیں۔ اور اگر موسلا دھار بارش نہ ہو بلکہ خفیف بارش ہی پڑ جائے تو بھی وہ باغ کافی پھل دیتا ہے۔ اسی طرح اخلاص نیت سے کئے ہوئے صدقات کا اجر خدا کے یہاں کئی گنا ملتا ہے اگر اخلاص اعلیٰ درجہ کا نہ بھی ہو تو مطلق ایمان اور نیت کی درستی بھی صدقات کا ثواب بڑھانے کے لئے کافی ہے۔ واللہ بما تعملون

فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

تھی جس سے وہ باغ ۵۲۷ جل گیا۔ یوں سمجھاتا ہے تم کو اللہ آیتیں تاکہ تم

تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ

غور کرو ۵۲۸ ف ۱ اے ایمان والو خرچ کرو

طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ

ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور اس چیز میں سے کہ جو ہم نے پیدا کیا تمہارے واسطے

الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ

زمین سے ۵۲۹ اور قصد نہ کرو گندی چیز کا اس میں سے کہ اس کو خرچ کرو

لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا

حالانکہ تم اس کو کبھی نہ لو گے مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ ۵۳۰ اور جان رکھو

اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ

کہ اللہ بے پرواہ ہے خوبیوں والا ف ۲ شیطان ڈراتا ہے تم کو تنگ دستی سے

وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً

اور حکم کرتا ہے فحشاء (بخل) کا ۵۳۱ اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو اپنی بخشش

مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ

اور فضل کا اور اللہ بہت کشائش والا ہے سب کچھ جانتا ہے ف ۳ عنایت کرتا ہے سمجھ

مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ

جس کسی کو چاہے۔ اور جس کو سمجھ ملی اس کو بڑی

خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

خوبی ملی ۵۳۲ اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں ۵۳۳

وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ

اور جو خرچ کرو گے تم خیرات یا قبول کرو گے کوئی منت

ا ترغیب انفاق مال طیب ۱۲

۲ منع از انفاق مال خبیث ۱۲

موضح قرآن ف ۱ اب مثال فرمائی احسان رکھنے والے کی جو اپنی اچھی خیرات کو ضائع کرے۔ جیسے جوانی کے وقت باغ حاصل کیا توقع سے کہ بڑی عمر میں کام آوے۔ عین کام کے وقت جل گیا۔ ف ۲ یعنی خیرات قبول ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ مال حلال کمایا ہو۔ حرام کا نہ ہو اور بہتر چیز اللہ کی راہ میں دیوے۔ یہ نہیں کہ بری چیز خیرات میں لگا دے کہ لینے دینے میں آپ ویسی چیز قبول نہ کرے مگر نا چار ہو کر کیونکہ اللہ بے پرواہ ہے محتاج نہیں اور خوبیوں والا ہے خوب سے خوب پسند کرتا ہے۔ ف ۳ یعنی جب دل میں خیال آوے کہ مال خیرات میں دے ڈالوں تو میں مفلس رہ جاؤں اور ہمت آوے بیجائی پر کہ اللہ کی تاکید سن کر پھر بھی خرچ نہ کرے تو جان لیوے کہ یہ شیطان کی طرف سے آیا اور جب خیال آوے کہ خیرات سے گناہ بخشے جاویں گے اور اللہ کے ہاں کمی نہیں چاہے گا تو اور دے گا تو جان کہ یہ اللہ کی طرف سے آیا۔

فتح الرحمٰن ف ۱ حاصل این مثل آنست کہ عمل منان و مرائی در وقت شدت احتیاج حبط شود چنانکہ بوستان این شخص در وقت شدت احتیاج بسوخت ۱۲

بصیرہ اس لئے وہ مخلص اور ریا کار کو خوب جانتا ہے اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔ ۵۲۵ یہ ریا کاروں کے اعمال کے ضائع اور بے نتیجہ ہونے کی دوسری تمثیل ہے یعنی ایک آدمی جو بوڑھا ہو چکا ہو اور روزی کمانے کے لائق نہ رہا ہو اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہوں جو ابھی کمانے کے قابل نہ ہوں۔ اس کا ایک کھجوروں اور انگوروں کا سرسبز و شاداب باغ ہو اور اس کو بگولا جلا دے یعنی عین اس وقت وہ باغ جل کر تباہ ہو جائے۔ جب کہ مالک اس کے پھل کا سخت محتاج ہو یہی ریا کاروں کے اعمال کا حشر ہوگا۔ کہ میدان حشر میں جب ان کی سخت ضرورت ہوگی۔ وہ کام نہیں آسکیں گے۔ کیونکہ وہ تو دنیا ہی میں ریا کاری کے بگولوں سے جل کر راکھ ہو چکے ہوں گے۔ کذالک یبین اللّٰہ۔ اللہ تعالےٰ اس طرح تمثیلات کے ذریعے اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو اور انجام سوچ کر کوئی قدم اٹھاؤ۔ ۵۲۶ یہاں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں حلال و طیب اور عمدہ چیزیں خرچ کرو۔ مال حرام اور نکمی کار چیزیں خدا کی راہ میں نہ دو۔ یہاں امر وجوب کے لئے ہے اور اس سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، عبیدہ سلمانی اور ابن سیرین سے منقول ہے۔ عن عبیدۃ السلمانی قال سالت علیا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ عن ھذہ الاٰیۃ فقال نزلت فی الزکاۃ المفروضۃ (روح صہ ۳۹ - ج ۳) فقال علی بن ابی طالب وعبیدۃ السلمانی وابن سیرین ھی الزکاۃ المفروضۃ (قرطبی صہ ۳۲۰ - ج ۳) ما کسبتم سے مال تجارت اور ما اخرجنا لکم من الارض سے زمین کی پیداوار مثلاً غلہ اور معدنیات وغیرہ۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ جس طرح مال تجارت میں فرض ہے۔ اسی طرح زمین کی پیداوار میں بھی فرض ہے۔ والتفصیل فی کتب الفقہ

۵۲۷ لا تیمموا۔ تیمم" سے ہے۔ جس کے معنی قصد اور ارادہ کرنے کے ہیں یہ اصل میں لا تتیمموا تھا، ایک تا بطور تخفیف حذف کر دی گئی ہے۔ منہ تنفقون کے متعلق ہے اور یہ تیمموا کے فاعل سے حال مقدرہ ہے۔ ای لا تقصدوا الخبیث قاصدین الانفاق منہ اور ولستم باخذیہ تنفقون کی ضمیر سے حال ہے اور الخبیث سے بیکار اور ردی چیز مراد ہے۔ الخبیث ای الردیٔ (روح صہ ۳۹ - ج ۳) یعنی ردی اور گھٹیا چیزیں خدا کی راہ میں دینے کا ارادہ تک مت کرو۔ اپنا حال ہی دیکھ لو اگر تمہیں تمہارے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں کوئی ردی چیز دے دی جائے تو تم اسے لینے کے لئے تیار نہیں ہو اور بطیب خاطر اسے قبول نہیں کرتے ہو تو پھر خدا کی راہ میں ایسی ناپسندیدہ چیزیں کیوں دیتے ہو۔ واعلموا ان اللہ غنی حمید ○ اس بات کا یقین رکھو کہ اللہ کو تمہارے صدقات کی ضرورت نہیں وہ ان سے بے نیاز ہے یہ احکام محض تمہاری بھلائی اور بہبود کے لئے نازل کرتا ہے۔ اور وہ صفات کمال سے متصف ہے۔ اس لئے اس کامل کے نام پر عمدہ سے عمدہ اور پاکیزہ تر چیزیں قربان کرو۔ نہ کہ گھٹیا اور بے کار چیزیں۔ ۵۲۸ یعد۔ وعد" سے مشتق ہے اور وعد اصل لغت کے اعتبار سے خیر و شر دونوں میں مستعمل ہے۔ یہاں بقرینہ مابعد شر کے لئے ہے اور اس کے معنی تخویف یعنی ڈرانے کے ہیں اور الفحشاء ہر بری خصلت کو کہتے ہیں۔ مگر یہاں اس سے بخل مراد ہے۔ ای الخصلۃ الفحشاء وھی البخل وترک الصدقات (روح صہ ۴۰ جلد ۳) المراد بھا فی ھذا الموضع البخل (جصاص) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فحشاء سے یہاں بخل مراد ہے اور باقی اکثر جگہوں میں اس سے زنا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان تمہارے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر مال خرچ کرو گے تو دولت کم ہو جائے گی اور مفلس ہو جاؤ گے۔ اس قسم کے وسوسے ڈال کر بخل اور کنجوسی پر اکساتا ہے۔ واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ مال خرچ کرنے پر گناہوں کی معافی اور دولت میں اضافہ کا وعدہ فرماتا ہے۔ واللہ واسع علیم ○ اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے وہ خرچ کرنے کی ہمت اور خرچ کرنے پر فراخی عطا کرتا ہے۔ اور وہ غیب و شہادت کا جاننے والا ہے اسے معلوم ہے کہ کون خرچ کرتا ہے اور کہاں اور کس نیت سے خرچ کرتا ہے۔ والمراد ھنا انہ سبحانہ وتعالیٰ یعطی من سعۃ ویعلم حیث یضع ذالک ویعلم الغیب والشھادۃ (قرطبی صہ ۳۲۹ - ج ۳) ۵۲۹ حکمت سے مراد دین و دنیا کی صحیح سمجھ ہے جو ہر قول اور عمل میں انسان کی صحیح راہنمائی کرے قال مجاھد الاصابۃ فی القول والفعل (قرطبی صہ ۳۳۰ ج ۳) وعن مجاھد انھا الاصابۃ فی القول والعمل (روح صہ ۴۱ ج ۳) دولت کو صحیح مصارف میں خرچ کرنے اور دیگر اعمال و اقوال میں ہر لحاظ سے صحیح اور سیدھی راہ اختیار کرنے کی سمجھ اور ملکہ اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی نعمت ہے وہ جسے چاہتا ہے اس سے سرفراز فرماتا ہے۔ یہ ایک ایسی دولت ہے کہ اس کے ذریعے سے انسان دینی اور دنیوی فوائد حاصل کر سکتا اور دونوں قسم کے نقصانات سے بچ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکمت کو خیر کثیر فرمایا۔ ۵۳۰ پند و نصیحت سن تو ہر کوئی لیتا ہے مگر اس سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں جنکو اللہ نے حکمت اور عقل دی۔ ۵۳۱ تم جو صدقہ کرتے ہو خواہ فرضی ہو خواہ نفلی۔ اللہ کی راہ میں یا شیطان کی راہ میں۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ اسی طرح تم جو نذریں مانتے ہو خواہ وہ اللہ کی تعظیم و رضا کے لئے ہوں خواہ غیر اللہ کی تعظیم اور خوشنودی کیلئے۔ اللہ ان سے بیخبر نہیں سب کو جانتا ہے اور ہر ایک پر اسکے مطابق جزا دے گا۔ وما انفقتم من نفقۃ فی سبیل اللہ او فی سبیل الشیطن او نذرتم من نذر فی طاعۃ اللہ او فی معصیۃ فان اللہ یعلمہ لا یخفی علیہ وھو مجازیکم علیہ (مدارک صہ ۱۰۶ ج ۱) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نذر کے دو معنی آتے ہیں ایک معنی مشہور جس کا صلہ علیٰ آتا ہے۔ دوسرا معنی عہد و پیمان کرنا جس کا صلہ الی ہوتا ہے یہاں معنی ثانی مراد ہے تاکہ حدیث کی مخالفت لازم نہ آئے کہ نذر سے بخیل کا مال خرچ کرایا ہوتا ہے لہٰذا معنی یوں ہونگے کہ تم جو عہد و پیمان کرتے ہو کہ ہم خدا کے واسطے دوگے لہٰذا عہد پورا کرو اور مال دو۔ ۵۳۲ خدا کے احکام کو ٹھکرا کر اپنے حق میں ناانصافی اور ظلم کرنیوالوں کا کوئی مددگار نہیں جو انہیں اس ظلم کے بد انجام یعنی عذاب الٰہی سے بچا سکے نہ بذریعہ طاقت نہ بذریعہ سفارش ای اعوان ینصرونہ من باس اللہ تعالیٰ لا بشفاعۃ ولا مدافعۃ (روح صہ ۴۳ ج ۳) ظالمین کا لفظ عام ہے تمام ریا کار خیرات کرکے احسان جتلانے والے اللہ کی راہ میں گھٹیا چیزیں دینے والے۔ ناجائز مصارف میں دولت خرچ کرنیوالے خلاف شریعت نذریں منتیں ماننے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنیوالے وغیرہ سب میں شامل ہیں فیشمل المنفقین بالریاء والمن والاذی والمتحرین للخبیث فی الانفاق والمنفقین فی باطل والناذرین فی معصیۃ والممتنعین عن اداء ما نذروا فی حق والباخلین بالصدقۃ مما اتاھم اللہ تعالیٰ من فضلہ (روح صہ ۴۳ ج ۳) ۵۳۳ صدقات سے یہاں جمہور کے نزدیک نفلی صدقات مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر نفلی صدقات علانیہ غریبوں کو دیئے جائیں تو یہ بھی اچھا ہے کیونکہ اس سے دوسروں کے دلوں میں بھی خیرات کا جذبہ بیدار ہوگا۔ اور اگر نفلی صدقات پوشیدہ طور پر مستحقین کو دے دیئے جائیں تو یہ علانیہ دینے سے بہتر ہے کیونکہ اس طرح عمل ریا کاری سے محفوظ رہتا ہے لیکن اعمال مفروضہ مثلاً زکوٰۃ۔ صوم رمضان اور فرض نماز کا اظہار بہتر ہے۔ تاکہ ترک فرض کے الزام سے محفوظ رہے۔ والمراد من الصدقات علی ما ذھب الیہ جمھور المفسرین صدقات التطوع (روح صہ ۴۴ ج ۳) ذھب جمھور المفسرین

الیٰ ان ھذہ الایۃ فی صدقۃ التطوع لان الاخفاء فیھا افضل من الاظہار وکذالک سائر العبادات الاخفاء افضل فی تطوعھا لانتفاء الریاء عنھا ولیس کذالک الواجبات قال الحسن اظہار الزکوۃ احسن واخفاء التطوع افضل (قرطبی ص ۳۳۲ - ج ۳) القول الاول وھو قول الاکثرین ان المراد منہ صدقۃ التطوع قالوا لان الاخفاء فی صدقۃ التطوع افضل والاظہار فی الزکاۃ افضل (کبیر ص ۵۱۹ ج ۲) ویکفر عنکم من سیاتکم ان نیکیوں کی برکت سے اللہ تمہاری خطائیں معاف کردے گا۔ واللہ بما تعملون خبیر○ اللہ تعالیٰ نے اپنے عالم الغیب خبیر وبصیر اور حاضر وناظر ہونے کے نظریے کو بار بار دہرایا ہے کیونکہ گناہوں سے بچنے کا سب سے زیادہ مؤثر اور اکسیری نسخہ یہی ہے ۵۳۴ بعض مسلمان اس خیال سے اپنے کافر رشتہ داروں کو صدقہ نہیں دیتے تھے کہ شاید تنگدستی اور مفلسی کی وجہ سے ایمان لے آئیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ انکو صدقہ دیا کرو۔ باقی رہی انکی ہدایت تو تم اسکے ذمہ دار نہیں ہو۔ وہ اللہ کے اختیار میں ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٢٧٠﴾ اِنْ

تو بیشک اللہ کو سب معلوم ہے ۵۳۳ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ف۱ ۵۳۴ اگر

تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا

ظاہر کر کے دو خیرات ۵۳۵ تو کیا اچھی بات ہے اور اگر اس کو چھپاؤ

وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ

اور فقیروں کو پہنچاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے حق میں اور دور کرے گا

عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٧١﴾

کچھ گناہ تمہارے اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے ف۲

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ

تیرا ذمہ نہیں ان کو راہ پر لانا اور لیکن اللہ راہ پر لاوے جس کو

يَّشَآءُ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَا

چاہے ۵۳۴ اور جو کچھ خرچ کرو گے تم مال سو اپنے ہی واسطے ۵۳۵ جب

تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ

تک کہ خرچ کرو گے اللہ ہی کی رضا جوئی میں اور جو کچھ خرچ کرو گے

خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٢﴾ لِلْفُقَرَآءِ

خیرات سو پوری ملے گی تم کو اور تمہارا حق نہ رہے گا خیرات ان فقیروں

الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا

کے لئے ہے جو رکے ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں ف۱ چل پھر نہیں سکتے

فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ

ملک میں ۵۳۶ سمجھے ان کو ناواقف مالدار انکے سوال نہ کرنے سے

تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۗ وَ

تو پہچانتا ہے انکو ان کے چہرے سے نہیں سوال کرتے لوگوں سے لپٹ کر اور

جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ کان ناس من الانصار لھم قرابات من بنی قریظۃ والنضیر وکانوا لایتصدقون علیھم رغبۃ منھم فی ان یسلموا اذا احتاجوا فنزلت الایۃ بسبب اولئک (قرطبی ص ۳۳۳ - ج ۳) ۵۳۵ تمہارے صدقات سے اگرچہ محتاجوں کو فائدہ پہنچتا ہے مگر یہ فائدہ دنیوی اور فانی ہے ان کا اصل فائدہ تو تم اٹھاؤ گے جب آخرت میں ان صدقات کا ثواب تمہیں ملیگا۔ وما تنفقون یہ لفظاً خبر ہے مگر معنیً نہی ہے یعنی تم اللہ کی رضا جوئی کے سوا کسی اور غرض مثلاً ریاکاری وغیرہ کے لئے خیرات مت کرو۔ الثانی ان ھذا وان کان ظاھرہ خبرا الا ان معناہ نھی ای ولا تنفقوا الا ابتغاء وجہ اللہ (کبیر ص ۵۲۲ - ج ۲) وما تنفقوا الخ ۔ یہ جملہ ماقبل کی تاکید ہے اور اس میں اخلاص نیت کی ترغیب ہے مطلب یہ کہ اخلاص نیت سے تمہارا خرچ کیا ہوا مال رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ تمہیں اسکا پورا پورا اجر وثواب ملے گا اور تمہاری ذرہ بھر حق تلفی نہیں ہوگی۔

۵۳۶ للفقراء مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ای ھذہ الصدقات للفقراء (مدارک ص ۱۰۷ ج ۱) یعنی ان صدقات کے اصل مستحق تو وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں گھرے ہوئے ہیں۔ مراد مجاہدین اور طالبان علوم دین ہیں جنہیں دین کے کاموں سے اتنی فراغت نہیں ملتی کہ وہ خود روزی کما سکیں۔ اصل میں یہ آیت اصحاب صفہ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ یہ کم وبیش تین سو فقراء مہاجرین تھے جن کا کوئی کاروبار نہیں تھا یہ لوگ ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے اور علم دین حاصل کرتے تھے اور اگر ضرورت ہوتی تو جہاد میں بھی شریک ہوتے تھے۔ یحسبھم الجاھل یہ فقیر اور محتاج مجاہد اور طالب علم چونکہ گداگری نہیں کرتے اور لوگوں سے بھیک نہیں مانگتے اس لئے جو لوگ ان کے حال سے واقف نہیں ہیں وہ انہیں دولت مند سمجھتے ہیں۔ تعرفھم بسیمٰھم ۔ سیما کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں۔ اور الحاف کے معنی ہیں اصرار اور الحاح یعنی مانگنے میں ضد کرنا اور لئے بغیر نہ ٹلنا مطلب یہ ہے کہ ان کی مفلسی ان کے چہرے کی ظاہری حالت۔ ان کی عاجزی اور انکساری سے معلوم ہو سکتی ہے مگر وہ کسی سے ہرگز سوال نہیں کرتے۔ الحافا ۔ سوالا محذوف کی صفت ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ الحاح واصرار سے سوال نہیں کرتے تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر بوقت ضرورت بغیر الحاح سوال کیا جائے تو جائز ہے جیسا کہ سورۃ توبہ کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ

موضح قرآن ف۱ یعنی منت قبول کی تو واجب ہوگئی۔ اب ادا نہ کرے تو گنہگار رہے۔ نذر اللہ کے سوا کسی کی نہ چاہیئے۔ مگر یہ کہے کہ اللہ کے واسطے فلاں شخص کو دوں تو مختار ہے۔ ف۲ اگر نیت دکھاوے کی نہ ہو تو خیرات کھلی بھی بہتر ہے اور دوں کو شوق آوے اور چھپی بھی بہتر ہے کہ لینے والا نہ شرماوے

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بسبب اشتغال بجہاد کسب کردن نمی تواند ۱۲

اَحْلٰکُمْ عُقْبٰہٗ (توبرع ۱۲) وما تنفقوا من خیر فان اللہ بہ علیم○ جو کچھ تم خرچ کرتے ہو وہ اللہ کے علم میں ہے وہ تمہیں اس کی پوری پوری جزا دے گا۔ ۲۳۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر وقت اور ہر حال میں خیرات کرنے اور خدمت دین میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے لیل و نہار سے عموم اوقات اور سر و علانیہ سے عموم احوال مراد ہے لیل کو نہار پر اور سر کو علانیہ پر مقدم کر کے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ صدقہ میں اخفاء اور چھپا کر دینا افضل و بہتر ہے۔ المراد باللیل و النہار جمیع الاوقات کما ان المراد بما بعدہ جمیع الاحوال وقدم اللیل علی النہار والسر علی العلانیۃ للایذان بمزیۃ الاخفاء علی الاظہار (روح ص ۴۸ ج ۳) ۲۳۶ یہاں سے ان لوگوں کا بیان شروع ہوتا ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بجائے کسی کو قرض حسنہ دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں اگر کسی کو قرض دیتے ہیں تو وہ بھی سود پر۔ یہ ان لوگوں کیلئے زجر ہے جو دنیا میں سود لیتے ہیں قیامت کے دن ان کا حشر اس طرح ہو گا کہ جب وہ قبروں سے اٹھیں گے تو ان کے حواس باختہ ہوں گے اور وہ اس شخص کی مانند دیوانہ وار لڑکھڑاتے ہوئے میدان حشر کی طرف چلیں گے جسے شیطان نے ہاتھ لگا کر دیوانہ کر دیا ہو۔ قیامت کے دن میدان حشر میں سود خواروں کی یہ خصوصی علامت ہو گی جس سے ہر ایک انہیں پہچان لے گا اور یہ میدان حشر میں انہیں رسوا کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ ولعل اللہ تعالیٰ جعل ذالک علامۃ لہ یعرف بھا یوم الجمع الاعظم عقوبۃ لہ کما جعل لبعض المطیعین امارۃ تلیق بہ یعرف بھا کرامۃ لہ (روح ص ۴۹ ج ۳) وقالوا کلھم یبعث کالمجنون عقوبۃ لہ وتمقیتا عند جمیع اھل المحشر (قرطبی ص ۳۵۴ ج ۳) امام سید محمود آلوسی فرماتے ہیں کہ شیطان کے مس سے جنون کا پیدا ہونا اطباء کی اس تحقیق کے خلاف نہیں ہے کہ جنون غلبہ سودا سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ ایک چیز کے کئی سبب ہو سکتے ہیں جنون کا سبب قریب تو غلبہ سودا ہے مگر سبب بعید مس شیطان ہے جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے مثلاً یہ ممکن ہے کہ ایک آدمی کے اخلاط فاسدہ میں جنون پیدا کرنے کی استعداد اپنے کمال تک پہنچ جائے اور اسکے بعد مس شیطانی سے جنون بالفعل پیدا ہو جائے لیکن ضروری نہیں کہ ہر مس شیطانی موجب جنون ہو اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ ہر جنون میں مس شیطانی کا دخل ہو (روح ص ۴۹ ج ۳) ۲۳۹ ذالک سے گذشتہ عذاب کی طرف اشارہ ہے ذالک العقاب (مدارک ص ۱۰۵ ج ۱) ذالک اشارۃ الی الاکل او الی ما نزل بھم من العذاب (روح ص ۵۰ ج ۳) یہ انہیں اس جرم کی سزا دی جائے گی کہ انہوں نے تجارتی کاروبار اور سودی کاروبار کو یکساں قرار دیا واحل اللہ البیع وحرم الربوا حالانکہ یہ دونوں چیزیں برابر نہیں ہیں۔ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے چنانچہ تجارت کو تو اللہ نے جائز اور حلال کیا ہے مگر ربا اور سود کو حرام ٹھہرایا ہے جب ربا کی حرمت نازل ہوئی تو کافر سود خواروں نے اسکے جواب میں الزامی طور پر کہا کہ بیع بھی تو ربا ہی کی طرح نفع کمانے کا ایک طریقہ ہے لہٰذا اگر ربا حرام ہے تو پھر بیع و شرا کے ذریعے نفع کمانا بھی حرام ہونا چاہیئے۔ یہ انہوں نے الزاماً کہا حالانکہ انہیں کہنا یوں چاہیئے تھا کہ ربا بھی بیع ہی کی طرح ہے لہٰذا جس طرح بیع جائز ہے اسی طرح ربا بھی جائز ہونا چاہیئے ۲۴۰ حرمت سود نازل ہونے کے بعد جس نے سود لینے اور اسے جائز ٹھہرانے سے توبہ کر لی اب گذشتہ گناہ پر اسکو مواخذہ نہیں ہو گا اور جو سود وہ لے چکا ہے اسے واپس کرنا ضروری نہیں جو لے چکا سو لے چکا ای ما تقدم اخذہ قبل التحریم لا یسترد منہ (روح ص ۵۱ ج ۳) وامرہٗ الی اللہ اور آخرت کا معاملہ خدا کے سپرد ہے چاہے تو اسے معاف فرما دے۔

ع ۳۷/۷/۵

مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ اَلَّذِيْنَ

جو کچھ خرچ کرو گے کام کی چیز وہ بیشک اللہ کو معلوم ہے۔ ف۱ جو لوگ

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً

خرچ کرتے ہیں اپنے مال کو اللہ کی راہ میں رات کو اور دن کو چھپا کر اور ظاہر میں

فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

تو انکے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے ان پر

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا

اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۲۳۶ جو لوگ کھاتے ہیں سود

لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ

نہیں اٹھیں گے قیامت کو مگر جس طرح اٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کے حواس کھو دیئے ہوں جن

مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ

نے لپٹ کر ۲۳۹ یہ حالت ان کی اس واسطے ہوئی کہ انہوں نے کہا کہ سوداگری بھی تو ایسی ہی ہے جیسے

الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ

سود لینا ۲۴۰ حالانکہ اللہ نے حلال کیا ہے سوداگری کو اور حرام کیا ہے سود کو پھر جس کو

جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ

پہنچی نصیحت اپنے رب کی طرف سے اور وہ باز آ گیا تو اسکے واسطے ہے جو پہلے ہو چکا ۲۴۱

وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

اور اس کا معاملہ اللہ کے ف۱ حوالے ہے اور جو کوئی پھر سود لیوے ف۲ تو وہی لوگ ہیں دوزخ والے۔

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ف۲ مٹاتا ہے اللہ سود کو اور بڑھاتا ہے

الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ

خیرات کو ۲۴۱ اور اللہ خوش نہیں کسی ناشکر گنہگار سے ف۳ جو

وقف منزل

۱ زجر ان لوگوں کیلئے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بجائے سود لیتے ہیں ۱۲

وقف لازم

۲ تخویف اخروی ۱۲

۳ درجہ کامل ازالہ ہے ۱۲

۴ بشارت اخروی ان کے لئے جو سود نہیں لیتے بلکہ زکوٰۃ دیتے ہیں ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی بڑا ثواب ہے ان کا دینا جو اللہ کی راہ میں اٹک گئے ہیں کما نہیں سکے اور اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے جیسے حضرت کے اصحاب تھے اہل صفہ گھر بار چھوڑ کر حضرت کی صحبت پکڑی تھی علم سیکھنے کو اور جہاد کرنے کو اسی طرح اب بھی جو کوئی حفظ قرآن کو یا علم دین میں مشغول ہو لوگوں کو لازم ہے کہ انکی مدد کریں۔ ف۲ یہاں تک خیرات کا بیان تھا آگے سود کو حرام فرمایا۔ جب خیرات کا تقید ہوا تو قرض دینا ادنیٰ ہے۔ قرض پر سود کا ہے کو لیا جائے یعنی منع سے پہلے جو لیا دنیا میں پھروانا نہیں پہنچا اور آخرت میں اللہ کا اختیار ہے چاہے تو بخشے۔ باقی بعد منع کے جو کوئی لیوے وہ دوزخی ہے اور خدا کے حکم کے سامنے عقل لانی اسکی یہی سزا ہے جو فرمائی۔ ف۳ یعنی مال دار ہو کر محتاج کو قرض بھی مفت نہ دے جب تک سود نہ رکھ لے یہ نعمت کی ناشکری ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی سودے کہ قبل آیت تحریم گرفتہ باز گردانیدنش لازم نیست ۱۲ ف۲ یعنی بعد از تحریم ۱۲

ومن عاد فاولئك الخ۔ حرمتِ سود کے نزول کے بعد جو شخص پھر سود لینے لگے اور اسے جائز سمجھنے لگے تو اسکی سزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ یہ نافرمانی کا کامل درجہ ہے قرآن ہمیشہ کفر وایمان کے کامل درجہ بیان کرتا ہے۔ جیساکہ اللہ کا ارشاد ہے من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون مسند احمد میں ہے کہ من لم یحکم کے معنی ہیں من لم یعتقد تو اس سے بھی اس طرف اشارہ ہے کہ یہاں عدم حکم کا کامل درجہ مراد ہے یعنی انکار اسی لئے اس پر کفر کا اطلاق کیا گیا۔ ۵۴۱ محق کے معنی باطل کرنے اور گھٹانے کے ہیں والمحق النقص والذھاب (قرطبی صہ ۳۶۲ ج ۳) مطلب یہ ہے کہ ربا سے کمائی ہوئی دولت میں برکت نہیں ہوتی اگرچہ مقدار میں وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہو اور جس مال میں سود کی ملاوٹ ہو جائے گی اس کا انجام ضیاع ہو گا اور وہ مال کبھی نہ کبھی ضائع اور برباد ہو کر رہے گا یذھب ببرکتہ ویھلک المال الذی یدخل فیہ (مدارک صہ ۱۰۸ ج ۱) اسکے برعکس اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور خیرات دینے سے مال میں برکت ہوتی ہے اور مال بڑھتا ہے۔ ینمیھا ویزید ھا ای یزید المال الذی اخرجت منہ الصدقۃ ویبارک فیہ (مدارک صہ ۱۰۸ ج ۱) واللہ لا یحب کل کفار اثیم ○ کفار کا فر کا مبالغہ ہے یعنی جو لوگ سود کو حلال سمجھنے کے کفر عظیم کے مرتکب ہیں اور ساتھ ہی سودی کاروبار کے گناہ میں ملوث ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں پسند نہیں کرتا۔ عظیم الکفر باستحلال الربا متماد فی الاثم باکلہ (مدارک صہ ۱۰۸ ج ۱) سود خوروں اور سود کو حلال سمجھنے والوں کو عذاب کی خوشخبری سنانے کے بعد آگے ان لوگوں کیلئے اجر آخرت کی خوشخبری کا بیان ہے۔ جو ایمان لانے کے بعد تمام بدنی اور مالی عبادتیں ادا کرتے ہیں اور سود لینا تو درکنار وہ اللہ کی راہ میں دل کھول کر مال خرچ کرتے ہیں۔ ۵۴۲ اس آیت کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے۔ ۵۴۳ قبیلہ ثقیف کے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے بنو مغیرہ کو سود پر قرض دیا ہوا تھا۔ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد ثقیف کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ نزول حرمت سے پہلے جو سودی معاہدے ہو چکے ہیں ان پر اس حرمت کا اطلاق نہیں ہے آیت کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ کوئی سودی کاروبار کا معاہدہ نہ کیا جائے۔ اسی غلط فہمی کی بنا پر انہوں نے بنو مغیرہ سے سودی رقموں کا مطالبہ کیا لیکن بنو مغیرہ نے یہ کہہ کر سود دینے سے انکار کر دیا کہ اسلام میں سود حرام ہو چکا ہے اور اسکی ادائیگی ساقط ہو چکی ہے جب یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی جب قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے یہ آیت سنی تو وہ فوراً اس مطالبے سے دستکش ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم وارضاہم (قرطبی صہ ۳۶۳ ج ۱، روح صہ ۵۳ ج ۳، کبیر صہ ۵۴۰ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ جو ربا تم پہلے لے چکے ہو اسکی واپسی کا تم سے اسلام مطالبہ نہیں کرتا لیکن جو ربا قرضدار کے ذمہ باقی ہے اسے لینے کی اجازت نہیں۔ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ خدا کے حکم کے سامنے گردنیں جھکا دو اور اسکی نافرمانی سے باز آجاؤ۔ ۵۴۴ سود خوروں کیلئے یہ وعید شدید اور زبردست زجر ہے یعنی اے سود خوارو! اگر تم سود لینے سے باز نہیں آتے تو تمہیں خدا اور خدا کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے اب ان سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ چونکہ اسلامی حکومت کا سربراہ احکام شریعت اور آئین اسلام نافذ کرنے میں خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے اسلئے سود خوروں سے جنگ کو عملی جامہ پہنانا اس کا فرض ہے اگر سود خور سود کو حلال سمجھتے ہیں تو وہ مرتد ہیں کیونکہ انہوں نے خدا کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال سمجھ لیا اسلئے بوجہ ارتداد ان سے جنگ کی جائے اور اگر انہوں نے سود کو حلال تو نہیں سمجھا لیکن سود لینا ترک نہیں کیا تو وہ اسلامی حکومت کے آئین کے باغی ہیں اسلئے بوجہ بغاوت ان سے جنگ لازم ہے۔ فان لم تفعلوا ای ما امرتم بہ من الاتقاء وترک البقایا اما مع انکار حرمتہ واما مع الاعتراف فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وھو حرب المرتدین علی الاول وحرب البغاۃ علی الثانی (روح صہ ۵۳ ج ۳، قرطبی صہ ۳۶۴ ج ۳، خازن صہ ۲۵۴ ج ۱) ۵۴۵ اگر تم نے آئندہ کیلئے سود لینے سے توبہ کر لی ہے تو تم اپنا راس المال لے سکتے ہو مگر اس سے زائد لینے کی اجازت نہیں تاکہ نہ مقروض پر ظلم ہو اور نہ تم پر آجکل بعض لوگ جنکے ہاتھوں پر بینک کا سود حلال زنکا جنون

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ
لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے اور قائم رکھا نماز کو

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا
اور دیتے رہے زکوٰۃ ان کے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
ان کو خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۵۴۲ اے ایمان

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ
والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود اگر

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا
تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا ۵۴۳ ف۱ پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ

بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ
لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے ۵۴۴ اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمہارے واسطے

رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ
ہے اصل مال تمہارا نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر ۵۴۵ ف۲ اور اگر

كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۚ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا
ہے تنگدست تو مہلت دینی چاہیئے کشائش ہونے تک ۲ اور بخش دو تو

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا
بہت بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو سمجھ ہو ۵۴۶ ف۳ اور ڈرتے رہو اس دن سے

تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا
کہ جس دن لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف پھر پورا دیا جائیگا ہر شخص کو جو کچھ

كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہو گا ۵۴۷ اے ایمان والو

ع ۳۸ / ۶

ر ۱ سود خوروں کے لئے تخویف دنیوی ۱۲

ر ۲ تخویف اخروی ۱۲

ر ۳ مضمون جہاد و انفاق (مفصل) کے بعد قسم ہی (؟) بلا واسطہ انتظامیہ کا بیان ۱۲

ب کرلے تو تم پر ظلم ہے اور منع کے بعد اگلا چڑھا ہوا سود تم مانگو تو تمہارا ظلم ہے ف۳ یعنی جب دنیا

سوار ہے وہ کہتے ہیں کہ سود صرف وہی حرام ہے جس میں کسی فریق پر ظلم ہو اور بینک کے سود میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ معاملہ فریقین کی رضامندی سے ہوتا ہے لہٰذا یہ جائز ہے خدا جانے ان لوگوں کے ذہنوں میں ظلم کا کونسا تصور جاگزیں ہے۔ قرآن مجید نے تو اصل رقم سے زائد رقم وصول کرنے ہی کو ایک فریق کے حق میں ظلم قرار دیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرضخواہ کو حکم دیا کہ تم اپنا اصل مال لے سکتے ہو مگر اس سے زائد لینے کی اجازت نہیں اور نہ ہی اصل رقم چھوڑنے کا مطالبہ ہے تاکہ تم دونوں فریق ظلم سے بچ جاؤ کیونکہ مقروض سے مقدار قرض سے زائد رقم وصول کرنا اسکے حق میں ظلم ہے اور قرضخواہ کے راس المال میں کمی کرنا اسکے حق میں ظلم ہے۔ لاتظلمون غرماءکم باخذ الزیادۃ ولاتظلمون انتم من قبلھم بالنقص من راس المال (روح ص۵۳ ج ۳) یہاں کان تامہ ہے اور ذوعسرۃ اسکا فاعل ہے فنظرۃ میں فا جزائیہ ہے اور نظرۃ مصدر ہے اور اسکے معنی مہلت دینے کے ہیں اور یہ مبتدا ہے اور اسکی خبر محذوف ہے یعنی فحلیکم نظرۃ (روح ص۵۴ ج ۳) مطلب یہ ہے کہ اگر مقروض تنگدست ہو اور فوری طور پر تمہارا راس المال واپس نہ کر سکتا ہو تو اسے مہلت دیدو اور جب وہ قرض ادا کرنے کے قابل ہوجائے اسوقت اس سے اپنا حق وصول کرلو ٥٤٦

إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا ۚ فَإِن كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ ۖ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا ۚ وَلَا تَسْأَمُوا أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا

جب تم آپس میں معاملہ کرو ادھار کا کسی وقت مقرر تک تو اس کو لکھ لیا کرو ٥٤٨ اور چاہیئے کہ لکھ دے تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف سے ٥٤٩ اور انکار نہ کرے لکھنے والا اس سے کہ لکھ دیوے جیسا سکھایا اس کو اللہ نے سو اسکو چاہیئے کہ لکھ دے۔ اور بتلاتا جاوے وہ شخص کہ جس پر قرض ہے اور ڈرے اللہ سے جو اس کا رب ہے۔ اور کم نہ کرے اس میں سے کچھ ٥٥٠ پھر اگر وہ شخص کہ جس پر قرض ہے۔ بے عقل ہے یا ضعیف ہے یا آپ نہیں بتلا سکتا۔ تو بتلا دے کارگذار اسکا انصاف سے ٥٥١ اور گواہ کرو دو شاہد اپنے مردوں میں سے پھر اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے کہ جنکو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں تاکہ اگر بھول جائے ایک ان میں سے تو یاد دلا دے اس کو وہ دوسری ٥٥٢ اور انکار نہ کریں گواہ جس وقت وہ بلائے جاویں اور کاہلی نہ کرو اس کے لکھنے سے چھوٹا ہو معاملہ یا بڑا

اَن مصدریہ ہے اور جملہ بتاویل مفرد مبتدا ہے اور خیر لکم اسکی خبر ہے۔ پہلے قرض کا مطالبہ کرنے میں نرمی برتنے کی تلقین فرمائی اب یہاں سرے سے اصل مطالبہ سے ہی دستبردار ہوجانے کی ترغیب دی یعنی اگر مقروض اتنا غریب ہو کہ قرض ادا نہ کر سکتا ہو تو تم اسے معاف کردو اسطرح تمہیں اور زیادہ ثواب ملیگا یعنی مہلت دینے کی نسبت اس میں زیادہ ثواب ہے ای اکثر ثوابا من الانظار (روح ص۵۴ ج ۳) یعنی ان التصدق خیر لکم وافضل لان فیہ الثناء الجمیل فی الدنیا والثواب الجزیل فی العقبی (خازن ص۲۵۴ ج ۱) یہ تبشیر اخروی تھی اب آگے تخویف اخروی ہے ٥٤٧ اس آیت کے پہلے حصے میں برے اعمال سے بچنے اور دوسرے حصے میں نیک اعمال بجالانے کی ترغیب ہے۔ یوماً سے مراد قیامت کا دن ہے یوم قیامت کی دہشتناکی کے پیش نظر گناہوں سے بچنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہ سنکر کہ وہاں بے انصافی نہیں ہوگی بلکہ اعمال کی پوری پوری جزا دی جائیگی۔ دل میں نیک اعمال کا مزید شوق پیدا ہوتا ہے۔ یہاں تک جہاد اور انفاق کا مضمون مع متعلقات ختم ہوا۔ اب آگے تیسری بار امور انتظامیہ کا ذکر کیا جارہا ہے۔ اگلے رکوع میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر ادھار پر لین دین کیا جائے تو اسے لکھ لینا چاہیئے۔ اس ضمن میں تحریر لکھنے شہادت اور رہن کے احکام بھی بیان کئے گئے ہیں یہ سب امور انتظامیہ ہیں یہ احکام اسلئے ذکر کئے گئے ہیں تاکہ مسلمانوں کے باہمی معاملات کا انتظام حسن و خوبی سے چلتا رہے اور باہمی نزاع اور جھگڑا پیدا نہ ہو ٥٤٨ یہاں لفظ اِنْ جو شک کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے کے بجائے لفظ اِذَا استعمال کیا گیا ہے جو وقوع فعل پر دلالت کرتا ہے اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ لین دین کا معاملہ جب بالفعل واقع ہو اسوقت وثیقہ لکھنے کی ضرورت ہے اس سے پہلے نہیں۔ یہاں لفظ دین عام ہے۔ ثمن اور مبیع دونوں کو شامل ہے تمام تجارتی معاملات چار قسموں میں منحصر ہیں (۱) بیع العین بالعین یعنی سودا دست بدست ہو اسکا حکم آگے الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ میں آرہا ہے (۲) بیع الدین بالدین یعنی سودے کی مجلس میں نہ خریدار قیمت ادا کرے اور نہ فروخت کنندہ مال حوالے کرے دونوں چیزیں ادھار ہوں یہ بیع ناجائز ہے (۳) بیع العین بالدین یعنی خریدار مال وصول کرے لیکن رقم بعد کو ادا کرنے کا وعدہ کرے (۴) بیع الدین بالعین یعنی خریدار رقم پہلے ادا کردے لیکن مال بعد میں وصول کرے اسے اصطلاح شریعت میں بیع سلم کہتے ہیں ان دونوں قسموں کا حکم اس آیت میں بیان کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ جب تم کوئی ایسا سودا کرو جسمیں قیمت یا مبیع (فروخت شدہ چیز) ادھار ہو اسکو لکھ لیا کرو۔ القول الثالث وھو قول اکثر المفسرین۔۔۔۔۔ بقی ھنا قسمان بیع العین بالدین وھو ما اذا باع شیئا بثمن مؤجل وبیع الدین بالعین وھو المسمی بالسلم وکلاھما داخلان تحت ھذہ الآیۃ (کبیر ص۹۸ ج ۲) یہ معاملہ لکھنے کا حکم اسلئے دیا ہے تاکہ بعد میں کسی قسم کا نزاع اور جھگڑا پیدا نہ ہو۔ جمہور کے نزدیک یہ تحریر مستحب ہے۔ بقرینہ مابعد فان امن بعضکم بعضا یعنی اگر کسی نے کسی پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے تحریر نہ لکھوائی ہو تو مرتفع الذکر واجب حق میں کوتاہی نہ کرے۔ والجمھور علی استحبابہ (ابو السعود ص۲۴۶ ج ۲، روح ص۵۵ ج ۳) ٥٤٩ یہ لکھنے کے شرعی طریقے کا بیان ہے بالعدل یکتب سے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو شخص یہ تحریر لکھے وہ عدل و انصاف سے کام لے اور فریقین میں سے کسی ایک کی طرفداری کرکے دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے ولا یاب کاتب ان یکتب

یہ کاتب کیلئے دوسری ہدایت ہے یعنی اگر کاتب سے ایسی تحریر لکھنے کو کہا جائے تو اسے انکار نہیں کرنا چاہیئے ٥٥٠ یہاں یہ ہدایت فرمائی کہ تحریر لکھوانے کی ذمہ داری اس شخص پر عائد ہوتی ہے جس نے دوسرے کا حق دینا ہو کیونکہ یہ تحریر بمنزلہ اقرار ہے اور اقرار اسی کی طرف سے ہوتا ہے جسکے ذمہ کچھ واجب الادا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی تلقین فرمادی کہ جسکے ذمہ حق ہو۔ دستاویز لکھواتے وقت اسے خدا خوفی سے کام لینا چاہیئے اور ٹھیک ٹھیک اس نے دوسرے کا دینا ہے وہ صحیح صحیح لکھانا چاہیئے اور اس میں ذرہ برابر کمی نہیں کرنی چاہیئے ٥٥١ جسکے ذمہ حق ہو اگر وہ کم فہم ہو یا بہت بوڑھا ہو یا کسی اور وجہ سے دستاویز نہ لکھوا سکتا ہو مثلاً گونگا ہو یا زبان نہ جانتا ہو وغیرہ تو پھر اسکی طرف سے اسکا ولی عدل و انصاف سے دستاویز لکھوا کر صاحب حق کے حوالے کرے ٥٥٢ یہاں شہادت کے احکام بیان فرمائے ہیں یعنی مذکورہ بالا معاملہ میں تحریر پر دو گواہ بھی بنالو آیت میں خطاب مومنوں کو ہے اور ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے مردوں میں سے دو گواہ منتخب کریں اس سے اسطرف اشارہ ہے کہ گواہوں کا مسلمان ہونا، بالغ مرد اور آزاد ہونا شرط ہے وفی ذکر الرجال مضافا الی ضمیر المخاطبین دلالۃ علی اشتراط الاسلام والبلوغ والذکورۃ فی الشاھدین والحریۃ لان المتبادر من الرجال الکاملون (روح ص٥٩ ج ٣) ای من رجال المومنین والحریۃ والبلوغ مشروط مع الاسلام (مدارک ص١٠٩ ج ١) اگر گواہی کیلئے دو مرد میسر نہ آسکیں تو ایک مرد کیساتھ ایسی دو عورتوں کو گواہ بنالیا جائے جو قابل اعتماد ہوں۔ عورتوں پر چونکہ نسیان غالب ہوتا ہے اسلئے دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر قرار دیا تاکہ اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلادے شہداء کا لفظ یہاں عام ہے اور جو لوگ کسی معاملہ میں گواہ بن چکے ہوں یا انہیں گواہ بننے کیلئے کہا جائے دونوں کو شامل ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔ اذا مادعوا الاداء الشھادۃ او لتحملھا (روح ص٦٠ ج ٣) مطلب یہ ہے کہ اگر گواہوں کو گواہی دینے کیلئے یا کسی معاملہ میں گواہ بننے کیلئے بلایا جائے تو انہیں انکار نہیں کرنا چاہیئے ٥٥٣ تکتبوہ میں ضمیر مفعول دین یا حق کیطرف راجع ہے اور صغیرًا او کبیرًا دونوں اس سے حال ہیں یعنی دین اور ادھار کا معاملہ ہر حال میں لکھ لیا کرو خواہ چھوٹا ہو یا بڑا محض سستی کی وجہ سے اس میں کوتاہی نہ کرو الی اجلہ میں الی بمعنی مع ہے یعنی تحریر میں ادائے حق کی آخری مدت بھی لکھو ٥٥٤ ذالکم سے لکھنے کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ ایسے معاملہ کو لکھ لینا زیادہ سے زیادہ قرین انصاف ہے اور اسطرح گواہی بھی ہر قسم کے ردوبدل سے محفوظ رہے گی اور معاملہ ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر رہیگا الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ یہ ماقبل سے استثناء ہے۔ پہلے بیان فرمایا کہ اگر کسی لین دین کے معاملہ میں قیمت یا مبیع ادھار ہو تو اسکے متعلق ایک دستاویز لکھ لو یہاں فرمایا کہ اگر سودا دست بدست ہو اور کوئی چیز ادھار نہ ہو تو پھر لکھنا ضروری نہیں۔ امام عاصم کے علاوہ باقی قراء نے تجارۃ کو مرفوع پڑھا ہے اس صورت میں کان تامہ ہوگا اور تجارۃ اسکا فاعل ہوگا۔ امام عاصم کی قرات میں تجارۃ منصوب ہے اور تکون کی خبر ہے اسکا اسم اسمیں ضمیر مستتر ہے جسکا مرجع فراء کے نزدیک تجارۃ مؤخر ہے بعض کے نزدیک اسکا مرجع معاملہ ہے جو سیاق کلام سے مفہوم ہے (روح ص٦١ ج ٣) وقال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ الضمیر یعود الی المبیع والثمن جمیعاً حسن التجارۃ علیھا بتقدیر ذات ای الا ان تکون ذات المبیع تجارۃ حاضرۃ۔ ٥٥٥ بعض مفسرین نے اس حکم کو معاملہ بالدین سے مخصوص کیا ہے اور بعض نے اسے عموم پر محمول کیا ہے بہر حال یہ حکم جمہور کے نزدیک استحبابی ہے ولا یضار کاتب ولا شھید یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ کسی کو ضرر نہ پہنچایا جائے۔ دستاویز لکھنے والے اور گواہ کو اس سلسلے میں تکلیف نہ دی جائے مثلاً اگر کوئی کاتب یا گواہ کسی مجبوری کی بنا پر یہ خدمت انجام دینے سے قاصر ہو تو اسے اس پر مجبور نہ کیا جائے یا کاتب اور گواہ کو بعد میں کوئی یہ نہ کہے کہ تم نے یہ معاملہ کیوں لکھا یا تم نے اس بارے میں کیوں گواہی دی ٥٥٦ اگر تم ایسا کرو گے اور دوسروں کو ضرر پہنچانے سے باز نہیں رہو گے تو یہ تمہاری طرف سے اللہ کے احکام کی خلاف ورزی ہوگی اسلئے تم اللہ کے احکام کے بارے میں اس سے ڈرتے رہو اور یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ وہ تمہیں احکام دین سکھاتا ہے اور اسکا اسے حق پہنچتا ہے کیونکہ

اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ

اس کی میعاد تک ٥٥٣ اس میں پورا انصاف ہے اللہ کے نزدیک اور بہت درست رکھنے والا ہے گواہی کو

اَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

اور نزدیک ہے کہ شبہ میں نہ پڑو ٥٥٤ مگر یہ کہ سودا ہو ہاتھوں ہاتھ

تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ

لیتے دیتے ہو اس کو آپس میں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اس کو نہ لکھو

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا

اور گواہ کر لیا کرو جب تم سودا کرو ٥٥٥ اور نقصان نہ کرے لکھنے والا اور نہ

شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا

گواہ اور اگر ایسا کرو تو یہ گناہ کی بات ہے تمہارے اندر اور ڈرتے رہو

اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٨٢﴾ وَاِنْ

اللہ سے اور اللہ تم کو سکھلاتا ہے۔ اور اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے ٥٥٦ ف اور اگر

كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ

تم سفر میں ہو اور نہ پاؤ کوئی لکھنے والا تو گرو

مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ

ہاتھ میں رکھنی چاہیئے ٥٥٧ پھر اگر اعتبار کرے ایک دوسرے کا تو چاہیئے کہ پورا ادا

الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا

کرے وہ شخص کہ جس پر اعتبار کیا اپنی امانت کو اور ڈرتا رہے اللہ سے جو رب ہے اسکا ٥٥٨ اور

تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ

مت چھپاؤ گواہی کو اور جو شخص اس کو چھپادے تو بیشک گنہگار ہے

قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨٣﴾ لِلّٰهِ مَا فِى

دل اسکا ٥٥٩ اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے اللہ ہی کا ہے جو

ع ٣٩ / ٧

سرا توحید پر پوتھی دلیل عقلی ١٤٠

موضح قرآن ف اس آیت میں دو چیز کا تقید فرمایا ایک تو وعدے کے معاملے کو لکھ رکھنا کہ آپس میں جھگڑا نہ ہو اور اپنے تئیں شبہہ نہ پڑے اور شاہد کو دیکھ کر یاد آوے۔ دوسرے یہ کہ شاہد کر لینا ہر معاملہ پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں جنکو ہر کوئی پسند رکھے اور تقید فرمایا کہ نویسندہ اور شاہد نقصان کسی کا نہ کریں جو حق واجبی ہے سو ہی ادا کریں اور لکھنے میں جو دینے والا اپنی زبان سے کہے سو لکھیں یا اس کا کوئی بزرگ کہے اگر اس کو عقل نہ ہو۔

وہ دین و دنیا کی تمام مصلحتیں بخوبی جانتا ہے۔ ۵۵۳ یعنی اگر حالتِ سفر میں تم کسی سے معاملہ بالدین کرو (ادھار خرید و فروخت کرو) اور دستاویز لکھنے والا نہ مل سکے تو پھر جسکے ذمہ حق ہے اس سے کوئی چیز مثلاً زیور وغیرہ رہن رکھ لو تاکہ تمہیں اطمینان ہو جائے۔ اور حق کے ضائع ہونے کا اندیشہ باقی نہ رہے دھنی کے بعد تقا سب ذالک محذوف ہے یہاں سفر کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے۔ کیونکہ سفر میں یہ احتمال قوی ہے کہ کاتب میسر نہ آسکے اسلئے رہن رکھنا حالت سفر سے مخصوص نہیں بلکہ حالت حضر میں بھی جائز ہے۔ اسی طرح اگر لکھنے والا بھی مل جائے تو بھی رہن رکھنا اور لینا جائز ہے اتفقت الفقہاء الیوم علی ان الرھن فی السفر والحضر سواء وفی حال وجود الکاتب وعدمہ (کبیر ص ۵۵ ج ۲) ۵۵۴ امانت سے یہاں وہ حق مراد ہے جو مدیون کے ذمہ واجب الادا ہے یعنی اگر ایک شخص دوسرے کو امین سمجھ کر اس سے ادھار خرید و فروخت کرتا ہے اور اس سے کسی قسم کی دستاویز نہیں لیتا۔ نہ کسی کو گواہ بناتا ہے اور نہ ہی کوئی چیز بطور رہن اس سے لیتا ہے اپنے پاس بلکہ اسکی امانت و دیانت پر اعتماد کرتے ہوئے معاملہ کرے تو دوسرے شخص پر لازم ہے کہ وہ اسکا حق ادا کرے اور خدا سے ڈرے نہ اسکے حق میں کمی کرے اور نہ ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے الذی ائتمن۔ فلیؤد کا فاعل اور امانتہ اسکا مفعول ہے۔

اَلسَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ
کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ۵۵۶ اور اگر ظاہر کرو گے اپنے جی کی بات ف۱

اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ
یا چھپاؤ گے اس کو حساب لے گا اس کا تم سے اللہ ۵۵۶ پھر بخشے گا جس کو چاہے

وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۸۴﴾
اور عذاب کرے گا جس کو چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ
مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور

الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ
مسلمانوں نے بھی ۵۶۲ سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو

وَرُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫ وَقَالُوْا
اور اس کے رسولوں کو کہتے ہیں ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے ف۲ اور کہہ اٹھے

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾
کہ ہم نے سنا اور قبول کیا تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے ۵۶۳

لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا
اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جسقدر اس کی گنجائش ہے ۵۶۴ اسی کو ملتا ہے جو اس نے کمایا اور اسی پر پڑتا

مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ
ہے جو اس نے کیا۔ اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں ۵۶۵

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ
اے رب ہمارے اور نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا رکھا تھا ہم سے اگلے

مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ
لوگوں پر ۵۶۶ اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہم سے وہ بوجھ جسکی ہم کو طاقت نہیں ۵۶۷

ف۱ اعتقاد مراد ہیں بقرینہ یغفر و ما بعد ۱۲

ف۲ یعنی اس سورۃ میں توحید پر پیغمبر اور مومنین بھی ایمان رکھتے ہیں ۱۲

ف۳ مسئلہ توحید ماننے کے بعد اللہ سے دعا مانگنے کے طریقہ کی تعلیم ۱۲

۵۵۵ یہ گواہوں کیلئے ہدایت ہے کہ جب وہ کسی معاملہ میں گواہ بن جائیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ صحیح صحیح گواہی دیں اور اسکا کوئی حصہ چھپا کر یا اس میں ترمیم کر کے کسی کو نقصان نہ پہنچائیں۔ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ کوئی معمولی گناہ نہیں کرتا بلکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس شخص کا دل مجرم ہے کیونکہ جبتک دل میں کسی فعل کا ارادہ پیدا نہ ہو اسوقت تک اعضا سے کوئی فعل سرزد نہیں ہو سکتا اور دل چونکہ تمام بدن کا مدبر اور بادشاہ ہے اسلئے اسکا جرم بھی بہت بڑا ہوگا۔ لانہ اشرف الاجزاء وفسادہ وفعلہ اعظم من افعال سائر الجوارح فیکون فی الکلام تنبیہ علی ان الکتمان من اعظم الذنوب (روح ص ۶۳ ج ۳) اللہ تعالیٰ تمہارے ہر فعل سے باخبر اور واقف ہے وہ تمہارے ارادے کو بھی جانتا ہے اسلئے وہ ضرور تمہارے اعمال کی تمہیں جزا دیگا یہاں پر امور انتظامیہ کا بیان ختم ہو گیا اب آگے توحید پر چوتھی دلیل عقلی پیش کی گئی ہے۔

توحید پر چوتھی عقلی دلیل

اس سے پہلے سورت کے مختلف حصوں میں تین دفعہ دعویٰ توحید مذکور ہو چکا ہے اور ہر جگہ اسے عقلی دلائل سے مدلل کیا گیا ہے دعویٰ توحید کو بار بار دہرانے کی وجہ بھی مذکور ہو چکی ہے یہاں سورت کے آخری رکوع کی ابتداء میں دعویٰ توحید عقلی دلیل پیش کی گئی ہے ۵۶۰ یہ ایک ایسا جامع جملہ ہے کہ یہ ساری کائنات کو شامل ہے اور کوئی چیز اس سے باہر نہیں رہتی اور للہ خبر ہے جسے افادۂ حصر کیلئے مبتدا پر مقدم کیا گیا ہے یعنی ساری کائنات پر تنہا اللہ ہی کا قبضہ ہے اور ہر چیز اسی ہی کے تصرف و اختیار میں ہے اور اسمیں کوئی اسکا شریک نہیں لہٰذا عبادت بھی اسی کی کرو اور حاجات و مشکلات میں صرف اسی ہی کو پکارو ۵۶۱ یہاں ما سے مراد اعتقادات اختیاریہ اور وساوس کیونکہ ابداء اور اخفاء دونوں میں اختیار فاعل کو دخل ہے۔ اور وساوس خود بخود دل میں آتے ہیں ان میں فاعل کو کوئی دخل نہیں ہوتا اسلئے وساوس پر کوئی مؤاخذہ نہیں کیونکہ وہ اس آیت کے تحت داخل ہی نہیں ہیں فیغفر لمن یشاء الخ۔ محاسبہ کے بعد جسے وہ چاہے گا محض اپنے فضل و احسان سے معاف کر دیگا اور جسے چاہے گا قانون عدل و حکمت کے تحت

۵۶۲ اس سورۂ جلیلہ میں اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت۔ نماز، زکوٰۃ، حج، نکاح، طلاق، جہاد، انفاق اور حرمت ربا وغیرہ کے احکام بیان فرمائے ہیں اب سورت کے اختتام پر ارشاد فرمایا کہ خدا کا پیغمبر اور تمام مومنین ان احکام

موضح قرآن ف۱ یہاں سے معلوم ہوا کہ دل کے خیال پر بھی حساب ہوگا یہ سنکر اصحاب نے حضرت سے عرض کیا کہ یہ حکم سخت مشکل ہے۔ فرمایا کہ بنی اسرائیل کی طرح انکار مت کرو۔ بلکہ قبول رکھو اور اللہ سے مدد چاہو۔ پھر لوگوں نے کہا کہ ہم ایمان لاتے اور قبول کیا۔ اللہ کے ہاں یہ بات پسند ہوئی تب اگلی دو آیتیں اتریں۔ ان میں حکم آیا کہ مقدور سے باہر چیز کی تکلیف نہیں اب جو کوئی دل میں خیال کرے گناہ کا اور عمل میں نہ لاوے اس کو گناہ نہیں لکھتے

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی از قسم نفاق و اخلاص و حسد و نصیحت و مثل آن از قسم حدیث نفس ۱۲ ف۲ یعنی بعض را معتقد و بعض را منکر نمی باشیم ۱۲

کو دل و جان سے تسلیم کر چکے ہیں۔ اور عملی زندگی میں ان پر عمل پیرا ہیں آگے اسکی قدرے تفصیل ہے۔ کل امن باللہ وملئکتہ وکتبہ الخ۔ خدا کا پیغمبر اور سارے کے سارے مومن خدا کی توحید پر ایمان لا چکے ہیں۔ خدا کے فرشتوں، اسکی کتابوں اور اسکے تمام رسولوں کے برحق ہونے پر بھی ایمان لا چکے ہیں۔ رسولوں کے درمیان تفریق کی نفی سے مراد یہ ہے کہ وہ تمام رسولوں کو مانتے ہیں ایسا نہیں کرتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں جس طرح عیسائیوں نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم اور یہودیوں نے آپ کے ساتھ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بھی انکار کیا ف٥٦٣ قالوا کا عطف امن پر ہے پہلے انکے ایمان کا ذکر فرمایا۔ یہاں ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا تذکرہ کیا۔ وھو حکایۃ لامتثالھم الاوامر والنواھی اثر حکایۃ ایمانھم (روح ص ٦٨ ج ٣) سمعنا کے معنی اجبنا کے ہیں اور غفرانک سے پہلے طلبنا فعل محذوف ہے قالہ الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ بعض مفسرین نے اغفر محذوف مانا ہے یعنی وہ سب زبان سے اعلان کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم نے تیرے تمام احکام قبول کئے اور تیری مکمل اطاعت کا عہد کیا اور ہم تجھ سے عفو و درگذر کی درخواست کرتے ہیں اور اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر ہم نے تیرے سامنے حاضر ہونا ہے ف٥٦٤ اللہ تعالیٰ کا یہ ایک عام قانون ہے کہ وہ کسی انسان کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور اس سے ایسے احکام کی تعمیل کا مطالبہ نہیں کرتا جو اسکی طاقت سے باہر ہوں۔ اس سورت کے تمام احکام انسان کے دائرہ قدرت میں داخل ہیں اور اسمیں کوئی ایسا حکم نہیں جس کی تعمیل انسان کیلئے ناممکن ہو کیونکہ تمام مومنین ان احکام کو دل و جان سے قبول کر کے انہیں عملی زندگی میں اپنا معمول بنا چکے ہیں لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت یہ ایک دوسرا قانون ہے کہ ہر آدمی کو اسکے اپنے ہی نیک اعمال کا نفع پہنچے گا اور ہر شخص اپنے ہی بداعمال کی سزا پائے گا ف٥٦٥ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ بھی قالوا کے تحت داخل ہے اور مومنین کی بقیہ دعاؤں کی حکایت ہے اور بعض کا خیال ہے کہ دعا کی تعلیم ہے اور اس سے پہلے قولوا محذوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو تعلیم دے رہا ہے کہ اسطرح دعا مانگا کرو۔ اور نسیان سے یہاں ترک اور خطأ سے عصیان مراد ہے۔ المراد من الاول الترک ..... والمراد من الثانی العصیان (روح ص ٦٩ ج ٣) والقول الثانی فی تفسیر النسیان ان یحمل علی الترک (کبیر ص ٥٧٤ ج ٢) کذا فی مشکل القرآن یعنی اے اللہ اگر ہم سے عمداً یا خطأً تیری نافرمانی ہو جائے تو اس پر مواخذہ نہ فرمانا مومنین کی پہلی دعا ہے جسمیں گناہوں کی مغفرت کی درخواست ہے۔ ف٥٦٦ اصر سے مراد وہ احکام ہیں جو مشکل ہوں اور جنہیں انسان مشقت سے برداشت کر سکے والمراد بہ التکالیف الشاقۃ (روح ص ٧١ ج ٣، ابو السعود ص ٥٠٨ ج ٢) جس طرح یہودیوں پر تھے مثلاً مال سے چوتھا حصہ زکوٰۃ دینا اور ناپاک کپڑے کا پانی سے پاک نہ ہونا وغیرہ قال المفسرون ان اللہ تعالیٰ امرھم باداء ربع اموالھم فی الزکوٰۃ ومن اصاب ثوبہ نجاستہ امر بقطعھا الخ (کبیر ص ٥٨٠ ج ٢) ف٥٦٧ یہ مومنوں کی تیسری دعا ہے اور اس میں درخواست کی گئی ہے کہ انہیں ایسی مصائب اور آزمائشوں میں نہ ڈالا جائے جو انکی طاقت اور بساط سے بڑھ کر ہوں۔ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا الخ۔ یہ آخری دعا ہے مومنین ایک طرف اللہ کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اللہ سے عفو و درگذر کی التجا کرتے ہیں اور دوسری طرف اللہ سے اسکی رحمت مانگتے ہیں مشرکوں اور کافروں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اسباب مہیا کرنے کے بعد محض اللہ کی رحمت اور اسکی مدد پر اعتماد کرتے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی تفسیر ختم ہوئی والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی جمیع عبادہ الصالحین۔

وَاعْفُ عَنَّا وقفه وَاغْفِرْ لَنَا وقفه وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰنَا
اور درگذر کر ہم سے — اور بخشش ہم کو — اور رحم کر ہم پر — تو ہی ہمارا رب ہے

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٨٦﴾ ع
مدد کر ہماری — کافروں پر — ف

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَا اٰيَةٍ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا
سورۃ آل عمران مدینہ میں نازل ہوئی اس میں دوسو آیتیں ہیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓ ﴿١﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿٢﴾ نَزَّلَ
ف اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا — اتاری

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ
تجھ پر — کتاب — سچی — ف تصدیق کرتی ہے — اگلی کتابوں کی — اور

اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿٣﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى
اتارا — توریت — اور — انجیل کو — اس کتاب سے پہلے — لوگوں کی

لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
ہدایت کے لئے اور — اتارے — فیصلے — ف بے شک جو — منکر ہوئے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ
اللہ کی آیتوں سے انکے واسطے — سخت عذاب ہے۔ — اور اللہ زبردست ہے

ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ
بدلہ لینے والا — ف اللہ پر — چھپی نہیں کوئی چیز — زمین میں

وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ﴿٥﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ
اور نہ آسمان میں — ف وہی تمہارا نقشہ بناتا ہے — ماں کے پیٹ میں — جس

سورۂ بقرہ میں آیات توحید

١۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ

السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (ع ۳) دعویٰ توحید مع دلیل عقلی۔

۲۔ كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ۖ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ (ع ۳) متعلق بدلیل عقلی

۳۔ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝ (ع ۱۳) متعلق بدعویٰ توحید

۴۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۖ بَل لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُونَ ۝ بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۝ (ع)

۵۔ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝ (ع ۱۶)

۶۔ صِبْغَةَ اللَّهِ ۖ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ۖ وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ ۝ قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ۝ (ع ۱۶)

۷۔ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ۝ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ (ع ۱۹) نفی شرک فعلی

۸۔ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ۝ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (ع ۳۴) نفی شفاعت قہری

۹۔ لِّلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّهُ ۖ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (ع ۴۰) توحید پر جرحی عقلی دلیل

سورۂ آل عمران

نام | اس سورت کے چوتھے رکوع میں آل عمران کا ذکر ہے۔ اس لئے اسی مناسبت سے اس کا نام سورۂ آل عمران رکھا گیا ہے۔

شان نزول | مفسرین نے لکھا ہے کہ نجران کے نصاریٰ کا ایک وفد مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جو انکے ساٹھ چیدہ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ وفد میں تین آدمی سرکردہ تھے یعنی عاقب، سید اور ابو حارثہ۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں جھگڑنے لگے اور کہا کہ وہ اللہ کے ولد اور نائب ہیں اور حضرت مریم اور حضرت عیسٰی علیہما السلام ہمارے معبود ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا رب تو زندۂ جاوید اور سارے جہان کا نگہبان اور رازق ہے زمین و آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ ماں کے رحم میں اپنی مرضی کے مطابق بچے کی شکل بناتا ہے، وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ اب تم بتاؤ کیا ان صفات میں سے کوئی ایک صفت بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام میں پائی جاتی ہے۔ جب ان صفات میں سے کوئی صفت بھی ان میں نہیں تو پھر وہ معبود کس طرح بن سکتے ہیں اس پر سورۂ آل عمران کی ابتدائی اسّی آیتیں نازل ہوئیں (خازن۔ ج ۱ ص ۲۶۶ وحاشیہ شاہ عبدالقادرؒ)

ربط | سورۂ آل عمران کو سورہ بقرہ سے تین طرح کا ربط ہے۔
ربط اوّل (نامی) سورۂ فاتحہ میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے اقرار لیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں، صرف اسی کو پکاریں اور صرف اسی ہی سے حاجات و مشکلات میں مافوق الاسباب مدد مانگیں۔ سورۂ بقرہ میں گائے کی عبادت اور تعظیم سے نفرت دلائی اور سورۂ آل عمران میں تلقین فرمائی کہ اللہ کی عبادت اور پکار میں اللہ کے نیک بندوں کو شریک نہ کریں جس طرح نصاریٰ نے آل عمران کی عبادت کی حضرت عیسٰی اور حضرت مریم علیہما السلام کو الٰہ بنایا۔ ربط دوم۔ سورۂ بقرہ کے آخر میں فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ سے مسلمانوں کو کافروں کے مقابلہ میں اللہ سے مدد اور نصرت طلب کرنے کی تعلیم دی گئی۔ سورۂ آل عمران میں بتایا وہ کونسے کفار ہیں جنکے خلاف اللہ سے مدد مانگنے کا حکم ہوا ہے یعنی اس سے مراد مشرکین ہیں جو اللہ کے بندوں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں اللہ کے بندوں کو مالک و مختار سمجھ کر مصیبتوں میں پکارتے ہیں جیسا کہ نصاریٰ جو حضرت عیسٰی اور مریم علیہما السلام کو معبود سمجھتے اور انکو مافوق الاسباب پکارتے ہیں۔ ربط ثالث۔ سورۂ بقرہ میں قرآن مجید کے تمام مضامین کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے اور سورۂ آل عمران میں ان میں سے چار زیادہ اہم مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ اوّل۔ توحید جسکے ساتھ ساتھ نصاریٰ کے مشرکانہ عقائد کا رد بھی کیا گیا ہے اور زیادہ زور شرک اعتقادی کی نفی پر دیا گیا ہے۔ دوم۔ رسالت یعنی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت۔ سوم جہاد فی سبیل اللہ اور چہارم انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا

خلاصۂ مضامین | اس سورت کے خلاصۂ مضامین کی دو تقریریں ہیں۔
تقریر اوّل۔ اس سورت میں مشرکین نصاریٰ کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ انہیں کچھ شبہات توحید کے بارے میں تھے اور کچھ رسالت کے بارے میں۔ توحید کے متعلق انکے دلوں میں پانچ شبہات تھے

شبہات متعلقہ توحید

پہلا شبہ۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حق میں روح اللہ، کلمۃ اللہ اور ابن اللہ (کمانی الانجیل قالہ الخازن ص) وغیرہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق ہے اور وہ اللہ کے نائب ہیں۔ اللہ نے ان کو تصرف کا اختیار دے رکھا ہے۔ اس لئے ان کو پکارنا چاہیئے۔

دوسرا شبہ۔ حضرت مسیح علیہ السلام مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست اور چنگا بھلا کر دیتے تھے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے مٹی کے بے جان پتلے میں پھونک مار کر اسے جاندار بنا دیتے اور گھر میں رکھی ہوئی چیزیں بتا دیتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ متصرف و مختار، کارساز اور غیب دان تھے۔

تیسرا شبہ ہمیں اپنے بڑوں کی کچھ ایسی عبارتیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی عبادت اور پکار کا حکم دیا تھا اور اسی وجہ سے ہمارے اکابر ان کو پکارتے تھے

چوتھا شبہ۔ حضرت مریمؑ کے پاس ہر وقت بے موسم کے پھل موجود رہتے تھے حالانکہ انکو کوئی لاکر نہیں دیتا تھا۔ تو اس سے معلوم ہوا وہ خود صاحب اختیار و تصرف تھیں اور جب چاہتیں بے موسم کے میوے حاصل کر لیتی تھیں اس لئے حاجتوں اور مشکلوں میں انہیں مدد کے لئے پکارنا چاہیئے۔

پانچواں شبہ۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے گھر میں انکے انتہائی بڑھاپے کے زمانے میں بیٹا پیدا ہوا جب کہ انکی بیوی صاحبہ بھی ولادت کے قابل نہ تھیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کو اختیار اور تصرف حاصل تھا اور وہ کارساز تھے جبھی تو بے موسم بیٹا پیدا کر لیا۔

شبہات کے جوابات

پہلے شبہ کا جواب۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ الآیۃ میں اس شبہ کا جواب دیا ہے کہ یہ الفاظ متشابہات میں سے ہیں اور انکا حکم یہ ہے کہ ان کی تاویل محکمات کے مطابق کی جائے گی۔ اگر انکی تاویل سمجھ میں نہ آئے تو ان میں زیادہ بحث و کرید کرنے کی اجازت نہیں بلکہ ان پر اسقدر اجمالی ایمان کافی ہے کہ ان سے اللہ کی جو مراد ہے وہ برحق ہے۔ لہٰذا ایسے موہم شرک الفاظ سے استدلال کرنا جائز نہیں۔ جس طرح بنی اسرائیل سامری کے بچھڑے کی آواز سے دھوکہ کھا کر اسے الٰہ سمجھنے لگے تھے۔ مگر اللہ نے انکو انہیں معذور قرار نہیں دیا تھا چنانچہ ارشاد فرمایا اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ۙ۬ وَّ لَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا (طٰہٰ ع ۴)

دوسرے شبہ کا جواب۔ رکوع ۵ میں اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ الخ سے اس شبہ کا جواب دیا کہ مٹی سے پرندہ پیدا کرنا، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا۔ مردوں کو زندہ کرنا اور بعض غائب چیزوں کی اطلاع دے دینا یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے معجزہ کے طور پر تھا۔ اسمیں حضرت مسیح علیہ السلام کی قدرت اور طاقت کو کوئی دخل نہیں تھا کیونکہ معجزات محض اللہ کے حکم سے اور اسکی قدرت سے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے ہیں انکا ظاہر کرنا انکے اختیار میں نہیں ہوتا یہاں پہلے چار کاموں کے ساتھ باذن اللہ کی قید لگائی اور پانچویں کے بعد فرمایا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ مطلب یہ کہ سارے کام محض اللہ کے حکم سے بطور معجزہ ظہور پذیر ہوئے ان میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی قدرت کو دخل نہیں تھا۔

نیز حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے خود اپنی قوم سے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ (ع ۵) یعنی میرا اور تمہارا رب اور کارساز اللہ ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو اور اسی ہی کو پکارو۔ اس کے بجائے انھوں نے اپنی قوم سے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ میں تمہارا رب اور کارساز ہوں لہٰذا جو شخص خود اللہ کو اپنا کارساز مانتا ہو وہ اوروں کا کارساز کس طرح بن سکتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح علیہ السلام نے جب محسوس کیا کہ یہود ان کا دین قبول نہیں کرینگے۔ بلکہ وہ شرارت اور دشمنی پر آمادہ ہو چکے ہیں تو اعلان فرمایا کہ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ یعنی اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے اگر وہ خود کارساز اور مالک و مختار ہوتے تو اس طرح اپنے عجز کا اظہار نہ فرماتے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو یہودیوں کے شر سے بچانے کے لئے فرمایا اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ (ع ۶) تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ ان کے شر سے محفوظ رہنا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے اختیار اور قبضہ میں نہ تھا۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ مالک و مختار اور متصرف و کارساز نہیں تھے اور نہ ہی ان کو پکارنا جائز ہے۔

تیسرے شبہ کا جواب۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ تا اَیَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (ع ۸) اس میں تیسرے شبہ کا جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی انسان اور بشر کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرما کر اسے کتاب و حکمت عطا کرتا اور اسے دعوت توحید کو عام کرنے کا حکم دیتا ہے تو پھر یہ ناممکن ہے کہ وہ پیغمبر اپنی رسالت و نبوت کے تقاضوں اور اللہ کے احکام کے خلاف توحید کی اشاعت و تدریس کی بجائے شرک کی تلقین و تبلیغ فرمانے لگے اور اللہ کی عبادت اور پکار کی بجائے اپنی عبادت اور پکار کی تعلیم دینے لگے اسلئے جو شرکیہ کلمات اللہ کے سچے رسول حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ سب غلط ہیں اور عیسائیوں کے گذشتہ علماء اور ان کے بڑے بڑوں کا افترا ہیں حضرت مسیح علیہ السلام ان سے بری ہیں۔

چوتھے شبہ کا جواب۔ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (ع ۴) حضرت مریم صدیقہ کے پاس بے موسم کے میووں کا موجود ہونا ان کے قبضہ و اختیار میں نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے حضرت مریم کے لئے اظہار کرامت کے طور پر بھیج دیتا تھا۔

پانچویں شبہ کا جواب۔ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ تا وَ سَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِبْكَارِ (ع ۴) حضرت زکریا علیہ السلام نے تو بیٹے کیلئے اللہ سے دعا اور التجا کی تھی اور اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو بیٹا عطا کیا اس میں ان کو کوئی اختیار اور تصرف حاصل نہیں تھا۔

ان پانچوں شبہات کے دو مشترک جواب بھی دیئے ہیں۔ اوّل۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى تا ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ (ع ۴) یہ تمام حضرات بلاشبہ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے لیکن معبود بننے کے لائق نہیں تھے کیونکہ ان میں سے بعض بعض کی اولاد تھے اور مخلوق تھے لہٰذا جو خود اپنے وجود میں دوسروں کا محتاج ہو دوسرے کا حاجت روا اور کارساز کس طرح بن سکتا ہے۔ دوم۔ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (ع ۴) سمیع بکل شیٔ (سب کچھ سننے والا) اور علیم بکل شیٔ (سب کچھ جاننے والا) صرف اللہ ہی ہے یہ حضرات ان صفات سے متصف نہیں ہیں لہٰذا وہ الٰہ اور معبود بننے کے لائق بھی نہیں ہیں کیونکہ معبود کے لئے ان دونوں صفتوں سے متصف ہونا ضروری ہے۔

بیان بالا سے معلوم ہوا کہ نصاریٰ زیادہ زور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت پر دیتے تھے اسلئے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی الوہیت کی نفی پر زیادہ دلائل قائم فرمائے ہیں۔

شبہات متعلقہ رسالت

مشرکین عرب کی طرح مشرکین نصاریٰ کو اصل ضد تو مسئلہ توحید سے تھی اسلئے اسکے انکار کیلئے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر طعن کرتے اور اس میں شبہات پیدا کرتے تھے چنانچہ نصاریٰ اور مشرکین نے آپکی رسالت میں تین شبہات کا اظہار کیا۔ پہلا شبہ:۔ پہلے انبیاء علیہم السلام پر اونٹ کا گوشت حرام تھا مگر اس نبی نے اسے حلال کر دیا ہے یہ تو پہلے نبیوں کی مخالفت کرتا ہے اس لئے سچا نبی نہیں ہے۔

دوسرا شبہ:۔ قدیم سے بیت المقدس تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ چلا آرہا ہے مگر اس نبی نے تمام انبیاء کا قبلہ چھوڑ کر ایک نیا قبلہ بنا لیا ہے۔

تیسرا شبہ:۔ جنگ احد میں مسلمانوں کو کفار کے ہاتھوں شکست ہوئی اور انہیں شدید جانی اور مالی نقصان ہوا اگر یہ پیغمبر ہوتا اور یہ مسلمان سچے دین پر ہوتے تو کیوں شکست کھاتے اور مارے جاتے

شبہات کے جوابات

پہلے شبہ کا جواب۔ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ تا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (ع ۱۰) نصاریٰ کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ پہلے انبیاء پر اونٹ کا گوشت حرام تھا بنی اسرائیل کے لئے کھانے کی

سب چیزیں جن میں اونٹ کا گوشت بھی شامل ہے حلال تھیں۔ البتہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اطباء کے مشورے کی بنا پر اونٹ کے گوشت سے پرہیز کر رکھی تھی۔

دوسرے شبہ کا جواب۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ تا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (ع ۱۰) دنیا میں سب سے پہلی عبادت گاہ خانہ کعبہ ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا ہے۔

تیسرے شبہ کا جواب۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ (ع ۱۳) تا وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ (جنگ احد میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حسب وعدہ فتح دی جیسا کہ ارشاد ہے وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ الآیہ (ع ۱۶) لیکن ان سے ایک غلطی سرزد ہوگئی جس کی وجہ سے فتح شکست میں تبدیل کردی گئی۔ اس لئے یہ وقتی شکست محض ابتلاء اور امتحان کے لئے تھی ورنہ جنگ بدر میں باوجود اس کے کہ مسلمان کافروں کی نسبت تعداد میں بہت تھوڑے تھے اللہ نے ان کی مدد فرمائی اور ان کو کافروں پر فتح دی۔

خلاصہ مضامین کی دوسری تقریر

سورۂ آل عمران میں چار مضامین بیان کئے گئے ہیں (۱) توحید (۲) رسالت (۳) جہاد اور (۴) انفاق۔ ابتداء سورت سے اَیَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (ع ۸) تک توحید کا بیان ہے اور وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (ع ۹) سے فَقَدْ هُدِیَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (ع ۱۰) تک رسالت کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (ع ۱۱) سے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (ع ۱۹) تک جہاد فی سبیل اللہ کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ شروع میں ترغیب الی الجہاد ہے اور جہاد کے ساتھ ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا بھی ذکر ہے۔

چاروں مضامین کا اعادہ

پھر وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں مضمون توحید کا بالاجمال اعادہ کیا گیا ہے اور رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ (ع ۲۰) میں مضمون رسالت اور فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا الخ میں جہاد اور انفاق کا اجمالی ذکر دہرایا گیا ہے۔

مضامین اربعہ کا اجمالی اعادہ

پھر آخری آیت میں چاروں مضمونوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں توحید کیطرف صراحۃً اور رسالت کیطرف تبعاً اور اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا میں جہاد کیطرف صراحۃً اور انفاق کیطرف اجمالاً اشارہ کیا گیا ہے۔

توحید

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس سورت میں نصاریٰ کے شرکیہ عقائد کی تردید کے ساتھ ساتھ چھ بار توحید کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔

پہلی بار پہلے سورت کی ابتداء میں اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے دعویٰ توحید پیش کیا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ یعنی پکارے جانے کے لائق نہیں پھر اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ سے هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (ع ۱) تک جو آیات توحید میں۔ ان میں توحید کی تین دلیلیں بیان کی گئی ہیں ۱ دلیل وحی نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ سے ۲ دلیل نقلی وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ سے اور ۳ دلیل عقلی اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ الخ میں بیان کی گئی ہے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ میں تینوں دلیلوں کا نتیجہ اور ثمرہ بیان کیا گیا ہے۔

دوسری بار پھر شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ تا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (ع ۲) میں مضمون توحید بیان کیا گیا ہے اس جگہ توحید پر تین دلائل نقلیہ پیش کئے گئے ہیں۔ ۱ دلیل نقلی کتب سابقہ سے شَهِدَ اللّٰهُ سے اسی طرف اشارہ ہے ای شهد اللہ فی الکتب السابقۃ انہ لا الٰہ الا ھو یعنی اللہ نے پہلی کتابوں میں گواہی دی ہے (بیان کیا ہے) کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں۔ ۲ دلیل نقلی فرشتوں سے اور دلیل ۳ نقلی انبیاء سابقین اور علماء ربانیین سے وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ میں اسی کا بیان ہے۔

تیسری بار تیسری بار قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ سے تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (ع ۳) میں توحید کا مضمون بیان کیا گیا ہے یہ توحید کی پہلی تمام دلیلوں کا ثمرہ ہے یعنی جب دلیل وحی۔ دلیل نقل اور دلیل عقل سے ثابت ہوگیا کہ اللہ کے سوا عبادت اور پکار کے لائق اور کوئی نہیں تو پھر اللہ سے اسطرح دعا کیا کرو کہ اے اللہ ہماری حاجتیں پوری فرما یہاں مقصود بالنداء محذوف ہے ای اقض حاجتی

چوتھی بار اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ سے وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (ع ۴) تک میں چوتھی بار توحید کا مضمون بیان کیا گیا ہے یعنی اگرچہ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین اللہ کے برگزیدہ اور پسندیدہ بندے ہیں لیکن معبود یا حاجت روا بننے کے لائق نہیں ہیں کیونکہ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وہ مخلوق ہیں اور ایک دوسرے کی اولاد ہیں۔ اس لئے وہ خود محتاج ہیں اور عبادت اور پکار کے لائق نہیں نیز سمیع لکل شیٔ (سب کچھ سننے والا) اور علیم بکل شیٔ (سب کچھ جاننے والا) بھی اللہ ہی ہے وہ نہیں ہیں۔

پانچویں بار وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (ع ۱۱) میں پانچویں بار توحید کا ذکر آیا ہے یعنی زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے اور تمام اختیارات اور تصرفات اللہ کے قبضہ میں ہیں نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مائی مریم علیہا السلام کے قبضہ میں۔ لہٰذا نہ ان کی عبادت کرو اور نہ ان کو پکارو۔

چھٹی بار پھر آخر میں وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (ع ۱۹) میں مضمون توحید کا ذکر کیا گیا ہے۔

پہلی دفعہ مضمون توحید کا ذکر کرکے دو شبہوں کا جواب دیا گیا ہے۔ پہلا شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کلمۃ اللہ، روح اللہ اور ابن اللہ جیسے موہم شرک کلمات ملتے ہیں۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ الخ سے اسکا جواب دیا گیا کہ یہ متشابہات میں سے ہیں ان پر اجمالی ایمان لانا کافی ہے ان کا علم خدا کے حوالے کرنا ضروری ہے اور انکے معانی کے درپے ہونا جائز نہیں۔ اسکے ضمن میں دینوی اور اخروی تخویف بھی ہے۔

دوسرا شبہ یہ تھا کہ کافروں کے پاس مال بہت ہے اگر کافر اللہ کو ناپسند ہوتے تو ان کو اس قدر دولت کیوں دیتا۔ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ الخ (ع ۲) سے اسکا جواب دیا کہ یہ محض چند روزہ ٹھاٹھ اور عارضی زیب و زینت ہے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں تو اللہ کے یہاں ہیں اور صرف انہیں لوگوں کو ملیں گی جنہوں نے ایمان کے بعد شرک نہ کیا اور اعمال صالحہ بجالائے۔ اس کے ضمن میں دنیا دار عالموں اور پیروں کے مسئلہ توحید کو نہ ماننے کی وجہ بھی فرما دی کہ وہ چند روزہ دولت سے فریب خوردہ ہوگئے ہیں اور توحید کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ دوسری بار ذکر توحید کے بعد فرمایا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ الخ یعنی جب دلائل نقلیہ سے ثابت ہوگیا کہ مسئلہ توحید تمام پہلی کتابوں میں موجود تھا۔ تمام انبیاء علیہم السلام اور سچے عالموں نے بھی مسئلہ توحید بیان کیا اور اللہ کو بھی یہی توحید والا دین (اس کو پسند ہے پھر اس سے اہل کتاب کے عالموں نے محض ضد اور عناد کی وجہ سے اختلاف کیا اور اسکے خلاف لکھ گئے اور اب پچھلے ان کی جاہلیں دیکھ دیکھ کر دھوکے میں مبتلا ہو رہے ہیں تیسری بار ذکر توحید کے بعد فرمایا کہ جب مسئلہ توحید کی مخالفت صرف ضدی اور عناد کے باعث عالموں ہی نے کی ہے تو ان سے پورا پورا بائیکاٹ کیا جائے اور مسلمان ایسے باغیوں اور گمراہوں سے دوستی نہ کریں۔ چنانچہ فرمایا لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ الخ (ع ۳) چوتھی بار ذکر توحید کے بعد چند شبہات متعلقہ توحید کا ازالہ فرماکر واضح کیا کہ عمران کی بیوی حضرت مریم صدیقہ، حضرت عیسےٰ اور حضرت ذکریا علیہم السلام عبادت اور پکار کے لائق نہیں شبہات کا ازالہ کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر اب بھی نہیں مانتے تو انہیں مباہلہ کا چیلنج دیجئے۔ فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ الآیہ (ع ۶) اگر وہ مباہلہ کے لئے بھی میدان میں نہ آئیں تو آپ ایک بار پھر توحید کا اعلان فرمادیں وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ۔

اسکے بعد قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ الخ (ع ۷) سے اہل کتاب کو توحید کی دعوت دی۔ پھر اہل کتاب کے پانچ شکوے ہیں۔

پہلا شکوہ، قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ تا وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ (ع ۷)۔ دوسرا شکوہ، یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ تا وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (ع ۷)، تیسرا شکوہ۔ وَقَالَتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْۤ تا وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (ع ۸) چوتھا شکوہ:۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِیْنَارٍ لَّا یُؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ تا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (ع ۸)، پانچواں شکوہ:۔ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ تا وَ یَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ (ع ۸)

اس کے بعد مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ تا اَیَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (ع ۸) میں توحید سے متعلق تیسرے شبہ کا جواب دیا ہے۔ شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کچھ ایسے کلمات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو پکارنا چاہیئے۔ جواب دیا کہ یہ ان پر بہتان ہے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اللہ کا پیغمبر شرک کی تعلیم دے۔

رسالت

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ الخ (ع ۹) سے رسالت کا مضمون شروع ہوتا ہے۔ وہ رسول آگیا جو پہلے انبیاء کی دعوت توحید کی تصدیق کرتا ہے اور جس پر ایمان لانے کی تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی امتوں کو تلقین کی تھی۔ لہٰذا اس پر ایمان لاؤ اور اس کی دعوت یعنی توحید کو مانو۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (ع ۱۰) ایمان کے درجہ کمال کو تم اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم مسئلہ توحید کو نہ مان لو اور اس کی خاطر اپنی محبوب ترین دنیوی ریاست، شان وشوکت اور گدیاں نہ چھوڑ دو۔ اس کے بعد كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ سے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ تک میں رسالت سے متعلق پہلے شبہ کا جواب ہے۔ اور اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ سے دوسرے شبہ کا جواب دیا گیا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (ع ۱۱) سے آخر تک جہاد فی سبیل اللہ اور اس کے ساتھ ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا مضمون مذکور ہے ابتداء میں جہاد کی ترغیب ہے اس کے بعد چار دفعہ جہاد کا اور چار دفعہ انفاق کا ذکر ہے۔

رکوع ۱۱ کی مذکورہ بالا آیت سے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ع ۱۳) تک مضمون جہاد ہے اور یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا (ع ۱۴ کی ابتدا) سے وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ (ع ۱۴) تک مضمون انفاق کا ذکر ہے کہ اپنا روپیہ سود میں نہ لگاؤ بلکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ پھر وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ (ع ۱۴) سے وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ (ع ۱۸) تک جہاد کا ذکر ہے اور اسکے بعد وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ سے جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ (ع ۱۸) تک انفاق کا مضمون مذکور ہے اسکے بعد كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِ الآیہ اور لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ الآیہ (ع ۱۸) میں جہاد اور انفاق کی طرف اشارہ ہے۔ مضمون جہاد کے سلسلے میں مشرکین اور نصاریٰ کے ایک شبہ کا جواب دیا ہے۔ شبہ یہ تھا کہ اگر یہ پیغمبر سچا ہوتا اور مسلمانوں کا دین خدا کا پسندیدہ دین ہوتا تو جنگ احد میں ان کو شکست نہ ہوتی اس شبہ کا جواب اللہ تعالےٰ نے تدریجاً دیا ہے۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ الخ (ع ۱۳) میں فرمایا کہ اللہ نے کب مسلمانوں کو چھوڑا ہے۔ جنگ احد میں دو قبیلے ہمت ہارنے کا ارادہ کر بیٹھے تھے تو اللہ نے ان کی امداد فرمائی اور انکے دلوں سے وہ غلط ارادہ محو ہوگیا اور انکے دلوں میں اخلاص اور ہمت پیدا ہوگئی اور پھر جنگ بدر کا واقعہ دیکھ لو اس میں قلت عدد اور قلت سامان کے باوجود اللہ نے مسلمانوں کی مدد کی اور انکو فتح دی۔

پھر فرمایا اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ (ع ۱۴) جنگ احد میں اگر مسلمانوں کا جانی اور مالی نقصان ہوا ہے۔ تو یہ کونسی بڑی بات ہے۔ کافر بھی تو جنگ بدر میں اتنا بڑا نقصان اٹھا چکے ہیں۔ اسکے بعد اصل جواب دیا کہ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ (ع ۱۶) یعنی اللہ نے تو مسلمانوں کو فتحیاب کرنیکا وعدہ پورا فرمادیا تھا چنانچہ مسلمان کافروں کو کاٹ کاٹ کر پھینک رہے تھے حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ عَصَیْتُمْ یہاں تک کہ مسلمانوں سے ایک غلطی ہوگئی کہ انہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر مورچہ چھوڑ دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فتح شکست میں بدل گئی ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْ اور یہ محض مسلمانوں کے امتحان اور ابتلاء کے لئے تھا نہ اسلئے کہ ان کا دین سچا نہیں۔ اسکے بعد اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کی یہ غلطی معاف کرکے وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ کا سرٹیفکیٹ فرمادیا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا الخ (ع ۱۷) ان لوگوں کے فضائل اور درجات بیان فرمائے جو اس جہاد میں شہید ہوئے اور اس سے پہلے اور اسکے بعد ان منافقین کو زجر کیا گیا ہے جو مجاہدین کو طعن دیتے تھے۔ آخر میں لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ الخ اور وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ الخ (ع ۱۹) میں مشرکین اہل کتاب پر زجر ہے جو اللہ پر افترا کرتے تھے اور جن سے مسئلہ توحید بیان کرنے کا عہد لیا گیا تھا مگر انہوں نے دولت دنیا کی خاطر اللہ کے عہد کو پس پشت ڈال دیا اور حق کو چھپایا۔ مضمون جہاد کی ابتداء میں لَیْسُوْا سَوَآءً الخ (ع ۱۲)، اور سورت کے اختتام پر وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ الخ (ع ۲۰) میں فرمایا کہ اہل کتاب سب یکساں نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں اچھے لوگ بھی ہیں جو اپنی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لاچکے ہیں۔ انکو آخرت میں نجات کی خوشخبری بھی دی ہے

سورۂ آل عمران کا مختصر خلاصہ

آخری پیغمبر آچکا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا لایا ہوا پیغام توحید مان لو اور حضرت عیسٰی اور حضرت مریم علیہما السلام کی عبادت اور پکار چھوڑ دو۔ آخری پیغمبر کے ساتھ مل کر اشاعت توحید کی خاطر مشرکین سے جہاد کرو۔

پہلا حصہ - توحید

ذکر مضمون توحید بار اوّل

؎ اس پر کلام سورۂ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یہ دعوےٰ توحید ہے۔ الحی القیوم مبتدا محذوف کی خبر ہے (مدارک ج ۱ ص ۱۱۳)، یہاں سے لے کر العزیز الحکیم تک ؎ دعوےٰ توحید کی پہلی دلیل ہے۔ جو تین ضمنی دلیلوں پر مشتمل ہے۔ (۱) دلیل وحی (۲) دلیل نقلی اور (۳) دلیل عقلی۔ پہلی دونوں دلیلوں کا ذکر اشارۃً ہے اور تیسری کا صراحۃً۔ ؎ یہ دلیل وحی کی طرف اشارہ ہے یعنی آپ کا یہ دعویٰ اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ وحی ربانی کے تابع ہے۔ اللہ نے آپ پر جو کتاب نازل فرمائی ہے اس میں آپکو یہ دعویٰ پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے ؎ مصدقا

الکتاب سے حال مؤکدہ ہے (روح ج ۳ ص۶ ، بحر ج ۲ ص۳۷۹) مابین یدیہ سے کتب سابقہ مراد ہیں۔ قرآن مجید کے کتب سابقہ کی تصدیق کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ کتب سابقہ میں توحید و رسالت، نفی شرک اور عدل و احسان کے جو احکام بیان کئے گئے ہیں۔ قرآن ان سے اختلاف نہیں کرتا بلکہ انکی تصدیق کرتا ہے المراد منہ انہ لم یبحث نبیا نظ الا بالدعاء الی توحید والایمان وتنزیھہ عما لایلیق بہ والعدل و الاحسان والشرائع التی ھی صلاح اھل کل زمان فالقرآن مصدق تلک الکتب فی کل ذالک (بحر ج ۲ ص ۳۷۰) والفرقان سے مراد قرآن ہے۔ کیونکہ اس سے حق و باطل اور حلال و حرام میں امتیاز ہوتا ہے (روح ج ۳ ص۔، خازن ج ۱ ص۲۹۲) اس آیت میں دلیل نقلی من الکتب السابقہ کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ دعوےٰ صرف قرآن ہی میں نہیں بلکہ تمام کتب سابقہ جو اپنے اپنے زمانہ میں لوگوں کیلئے ذریعہ ہدایت تھیں انمیں بھی یہ دعویٰ توحید موجود تھا۔ جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل ع ۱ میں ہے۔ وَ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس دعویٰ توحید کیساتھ اپنی آخری کتاب حق و باطل کا فیصلہ کرنے کے لئے اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ۵ یہ دعویٰ توحید کو مدلل بیان فرمانے کے بعد نہ ماننے والوں کیلئے تخویف اخروی ہے ۶ یہ عقلی دلیل ہے معبود اور مستعان صرف وہی ہو سکتا ہے۔ جو عالم الغیب ہو ہر چیز کو جانتا ہو اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہ ہو اور وہ قادر مطلق ہو اور ہر کام انکی قدرت کے تحت داخل ہو اس آیت میں پہلی شق بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی چیز اسکے علم محیط سے باہر نہیں اسکے برعکس حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما السلام میں یہ صفت موجود نہیں تھی۔ اسلئے وہ معبود و مستعان نہیں بن سکتے۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ۔ یہ عقلی دلیل کا دوسرا حصہ ہے۔ جسمیں دوسری شق کیطرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر مطلق ہے کہ ماں کے پیٹ میں اپنے اختیار سے بچے کی صورتگری کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ محترمہ علیہما السلام تو ایسا ہرگز نہیں کر سکتے تھے۔ بلکہ انکی صورتیں بھی اللہ ہی نے انکی ماؤں کے رحموں میں بنائی تھیں۔ اسلئے وہ معبود و مستعان نہیں بن سکتے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ یہ دلیل عقلی کا نتیجہ ہے۔ نتیجہ کا بیان صراحت سے فرما کر اسطرف اشارہ کیا ہے کہ تقریب تام ہے اور دلیل دعوے کے عین مطابق ہے

یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۶﴾ هُوَ الَّذِیْۤ

طرح چاہے۔ کسی کی بندگی نہیں اسکے سوا زبردست ہے حکمت والا وہی ہے جس نے

اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ

اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں ہیں محکم یعنی انکے معنی واضح ہیں وہ اصل

اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ

ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں متشابہ یعنی جنکے معنی معلوم یا متعین نہیں ۸ سو جن کے دلوں میں

زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ

کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات کی گمراہی پھیلانے کی غرض سے

وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ج وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔم وَ

اور مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے ۸ اور ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے ۹ اور

الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ

مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم اس پر یقین لائے ۔ سب ہمارے رب کی

عِنْدِ رَبِّنَا ج وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا

طرف سے اتری ہیں ۱۰ اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے۔ ف اے رب

لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ

نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب تو ہم کو ہدایت کر چکا اور عنایت کر ہم کو اپنے پاس

لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ

سے رحمت تو ہی سب کچھ دینے والا ہے ۱۱ اے رب تو

جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

جمع کرنیوالا ہے لوگوں کو ایک دن جس میں کچھ شبہ نہیں بیشک اللہ خلاف نہیں

یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۹﴾ ع اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ

کرتا وعدہ ۱۲ بیشک جو لوگ کافر ہیں ہرگز کام نہ آویں گے

وقف غفران — ربنا انك جامع الناس عند النبي صلعم

ع ۸ / ۱ / ۹

نصاریٰ کے شبہ کا جواب

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ عیسائیوں کے دلوں میں توحید و رسالت سے متعلق بعض شبہات تھے جنہیں ایک ایک کر کے اس سورت میں دور کیا گیا ہے۔ انکا پہلا شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں رُوح اللہ، کلمۃ اللہ ابن اللہ جیسا کہ انجیل میں ہے اور اس قسم کے اور کئی الفاظ وارد ہوئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ایک خاص نسبت ہے جسکی بنا پر وہ اللہ کے نائب ہیں اور اللہ نے انکو غیب دانی اور حاجت روائی کے خصوصی اختیارات دے رکھے ہیں چنانچہ اگلی آیت میں انکے اسی شبہ کا جواب دیا گیا ہے۔ ۷ اسمیں شک نہیں کہ یہ کتاب تو خدا ہی نے نازل کی ہے جسمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے الفاظ موجود ہیں مگر اسکی آیتیں اپنے مفہوم و معنی کے اعتبار سے دو قسم کی ہیں ایک محکم دوم متشابہ۔ محکم تو وہ ہیں جنکا معنی متفق علیہ اور مفہوم معقول اور قابل فہم ہو اور متشابہ وہ ہیں جنکی تاویل مختلف فیہ ہو اور انکا ظاہر فہم سے بالا ہو مثلاً حروف مقطعات اور ید اللہ، روح اللہ اور کلمۃ اللہ وغیرہ المحکمات ھی المتفق علی تاویلھا والمعقول معناھا والمتشابھات ھی المختلف فی تاویلھا (المعتصر من مختصر مشکل الآثار طحاوی ج ۲ ص ۴۶۱) هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ یعنی کتاب کی اصل اور مرکزی حصہ اور احکام کا محور یہی محکمات ہیں احکام انہیں سے ثابت ہونگے نہ کہ متشابہات سے بلکہ متشابہات کا مفہوم محکمات کی روشنی میں متعین کیا جائے گا۔ ای اصلہ والعمدۃ فیہ یرد الیھا غیرھا (روح ج ۲ ص ۸۰) ۸ زیغ سے دل کی کجی، حق سے روگردانی اور ہوائے نفس کی طرف میلان

ر ۱ یہ دلائل گذشتہ ۱۲

ر ۲ جواب شبہ ۱۲

ر ۳ یہ بھی یقولون کے تحت داخل ہے ۱۲

ر ۴ یقولون کے تحت ۱۲

ر ۵ تخویف اخروی

موضح قرآن ف۔ اس سورت میں نصاریٰ کو سمجھانا منظور ہے۔ کہ حضرت مریم کو خدا کی عورت کہتے اور حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا اور وہ بہکے تھے۔ اس پر کہ اللہ کی مہربانی کے الفاظ انکے حق میں سنے تھے ایسے کہ بندگی سے زیادہ مرتبہ چاہیں اس واسطے اللہ صاحب فرماتا ہے کہ ہر کلام میں اللہ نے بعضی باتیں رکھی ہیں جنکے معنی صاف نہیں کھلتے تو جو گمراہ ہو انکے معنی عقل سے لگے پکڑنے اور جو مضبوط علم رکھے وہ ان کے معنی اور آیتوں سے ملا کر سمجھے۔ جو کتاب کی جڑ ہے۔ اس کے موافق سمجھ پاوے تو سمجھے اور جو نہ پاوے تو اللہ پر چھوڑے کہ وہی بہتر جانے ہم کو ایمان سے کام ہے۔

مراد ہے۔ ای میل عن الحق الی الاھواء (ابوالسعود ج ۲ ـ صـ ۱۰) فتنہ سے مراد شر و فساد ہے یعنی جن لوگوں کے دل حق سے متنفر اور باطل کی طرف مائل ہیں وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جس سے انکا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں مختلف قسم کے شکوک و شبہات پیدا کریں۔ وہ متشابہات کے اصل مفہوم کی کرید میں لگ جاتے ہیں۔ جب انکا اصل مفہوم حاصل نہیں کر پاتے تو مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں ۹ یہ جملہ یتبعون کی ضمیر سے حال ہے یعنی یہ بد باطن لوگ متشابہات کا اصل مفہوم معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے کیونکہ متشابہات کا صحیح علم تو صرف خدا کو ہے انکو اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ انکا علم اللہ تعالےٰ نے اپنے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے۔ وما یعلم تاویلہ الا اللہ پر وقف لازم ہے۔ اور اسکے بعد جملہ مستانفہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ متشابہات کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں جیسا کہ ابن عباس، عائشہ، ابن عمر، ابن مسعود، ابی بن کعب، عمر بن عبد العزیز، عروۃ بن الزبیر، امام مالک، ابو عبید، کسائی، فراء اور اخفش وغیرہم سے منقول ہے۔ وعلی ھذا القول لا یعلم المتشابہ الا اللہ وھذا قول ابن عباس وعائشۃ والحسن ومالک بن انس والکسائی والفراء ومن المعتزلۃ قول ابی علی الجبائی وھو المختار عندنا (کبیر ج ۲ صـ ۴۰) ھذا قول ابن عمر و ابن عباس وعائشۃ وعروۃ بن الزبیر وعمر بن عبد العزیز وغیرہ وھو مذھب الکسائی والاخفش والفراء وابی عبید وغیرھم ۔۔۔۔۔ وروی ذالک عن ابن مسعود وابی بن کعب (قرطبی ج ۴ صـ ۱۶) یہی حنفیہ کا مسلک ہے اور یہی راجح ہے۔ وھو الذی ذھب الیہ الحنفیۃ ۔۔۔۔۔ ورجح الثانی (ای الوقف علی الا اللہ) بانہ مذھب الاکثرین من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والتابعین واتباعھم خصوصًا اھل السنۃ وھو اصح الروایات عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (روح ج ۳ صـ ۸۴) ۱۰ وہ تو زائغین کا حال تھا اب راسخین کا حال بھی سن لیجئے۔ راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں جو علم دین میں پختہ کار اور فہم سلیم اور طبع مستقیم کے مالک ہیں وہ متشابہات کے پیچھے نہیں پڑتے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ یہ متشابہات اللہ کی طرف سے ہیں اور ان سے اللہ کی مراد برحق ہے راسخ فی العلم زیادہ سے زیادہ یہ کرتے ہیں کہ متشابہات کو محکمات کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اگر محکمات کی روشنی میں انکا کوئی مفہوم انکی سمجھ میں آجائے تو محکمات کی طرح اس پر بھی عمل کر لیتے ہیں لیکن اگر کوئی مفہوم سمجھ میں نہ آئے تو پھر خاموش ہو جاتے ہیں اور صرف ایمان بالمتشابہات پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور ظن و تخمین سے انکا کوئی مفہوم متعین کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ فاھل الحق یردون المتشابہ الی عالمہ ثم یلتمسون تاویلہ من المحکم الذی ھو ام الکتب فان وجدوہ فیہ عملوا بہ کما عملوا بالمحکم فان لم یجدوا المقصود لم یتجاوزوا فی ذالک الایمان بہ ولا یستحلوا فیہ الظنون المحرم استعمالھا فی غیرہ فکیف بہ (المعتصر من مختصر مشکل الآثار للطحاوی ج ۲ صـ ۱۶۵) اور لفظ روح اللہ اور کلمۃ اللہ بھی چونکہ متشابہات میں سے ہیں اسلئے انکا صحیح مفہوم خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ ظن و تخمین سے عیسائیوں نے جو ان الفاظ کا مفہوم سمجھ رکھا ہے اور جسکی بنا پر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو معبود اور الٰہ ٹھہرالیا ہے۔ یہ سب انکی کجروی اور کور باطنی کا نتیجہ ہے۔ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ نصیحت صرف وہی لوگ حاصل کرتے ہیں۔ جن کی عقلیں سلیم اور جنکے ذہن صاف ہوں۔ اس سے

عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ
ان کو ان کے مال اور نہ انکی اولاد اللہ کے سامنے کچھ ۱۳ اور

اُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۙ﴿۱۰﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ
وہی ہیں ایندھن دوزخ کے ۱۴ جیسے دستور فرعون والوں کا اور

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ
جو ان سے پہلے تھے ۱۵ جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو پھر پکڑا ان کو

اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾ قُلْ
اللہ نے ان کے گناہوں پر اور اللہ کا عذاب سخت ہے ۱۶ کہہ دے

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ
کافروں کو اب تم مغلوب ہوگے اور ہانکے جاؤگے دوزخ کی طرف

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ
اور کیا برا ٹھکانا ہے ۱۷ ابھی گذر چکا ہے تمارے سامنے ایک نمونہ دو فوجوں میں جن میں

الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ
مقابلہ ہوا ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری فوج کافروں

يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ
کی ہے دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دوچند صریح آنکھوں سے ۱۸ اور اللہ زور دیتا ہے

بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ
۳ اپنی مدد کا جس کو چاہے۔ اسی میں ہے عبرت دیکھنے والوں کو ف ۱

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ
فریفتہ کیا ہے لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے جیسے عورتیں اور بیٹے

وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ
اور خزانے جمع کئے ہوئے سونے کے اور چاندی کے

ر ۱ تخویف دنیوی ۱۲

ر ۲ تخویف دنیوی کا ایک نمونہ ۱۲

ر ۳ نصاریٰ کے علما کے مسئلہ توحید کو نہ ماننے کی وجہ ۱۲

راسخین فی العلم کی مدح و ثنا کی طرف اشارہ ہے ۱۱ یہ راسخین فی العلم کی دعا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم متشابہات پر ایمان لائے اور انکے صحیح علم کو تیرے حوالے کیا اور ظن و تخمین سے ان پر رائے زنی سے اجتناب کیا اے اللہ ہمیں ہدایت کی اسی راہ پر قائم رکھنا اور ہمارے دلوں کو باطل کی طرف مائل نہ کرنا اور اپنی رحمت سے دستگیری فرمانا۔ ۱۲ یہ بھی راسخین کی دعا ہی کا حصہ ہے۔ اس میں اعتراف ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اور اللہ تعالیٰ تمام بنی آدم کو حشر میں جمع کرے گا۔ اور سب سے حساب لیگا۔ اللہ کے نیک بندے ہر وقت فکر آخرت میں لگے رہتے ہیں اور خدا کے سامنے حساب و کتاب کے نظارے سے ہر وقت ترساں اور لرزاں رہتے ہیں۔ ۱۳ عیسائیوں کو انکے شبہ کا معقول جواب دینے کے بعد دنیوی اور اخروی تخویف سنائی کہ ان معقول اور واضح دلائل کے بعد بھی اگر تم اپنی ضد پر قائم رہوگے اور اللہ کی توحید کی واضح آیات کا انکار کرتے رہوگے تو قوم فرعون کے سے بدانجام

موضح قرآن ف ۱ یعنی جنگ بدر میں جسکا قصہ سورہ انفال میں ہے مسلمانوں کا فرتین برابر تھے۔ پر اللہ دوہی برابر دکھاتا تھا کہ خوف نہ کھادیں، پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ اس سے چاہیئے کہ سب کافر عبرت پکڑیں۔

کے لئے تیار ہو جاؤ جنہیں دنیا میں عذاب غرق سے ہلاک کیا گیا اور آخرت میں بھی سخت عذاب دیا جائے گا۔ اور جب اللہ کا عذاب آپہنچے گا۔ اسوقت مال و دولت اور اولاد و انصار کام نہیں آئینگے ۱۴ جو لوگ توحید کے دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ کے باوجود آیات الہی کا انکار کریں، توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کریں، غیر اللہ کی عبادت کریں اور حاجات و مشکلات میں غیر اللہ کو پکاریں۔ انکی سزا اسکے سوا کیا ہے کہ وہ جہنم کا ایندھن ہونگے اور ہمیشہ اسمیں رہیں گے ۱۵ کداب آل فرعون مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ای دأبھم کدأب آل فرعون اور دأبٌ کے معنی حال کے ہیں یعنی تکذیب و انکار میں ان کافروں کا حال اور رویہ بالکل وہی ہے۔ جو فرعونیوں اور ان سے پہلے کافروں کا تھا۔ اسیطرح عذاب میں بھی انکا وہی حال ہوگا جو انکا ہوا۔ دأب ھؤلاء الکفرۃ فی تکذیب الحق کدأب من قبلھم من آل فرعون وغیرھم (مدارک ج ۱ ص ۱۱۵) ای حال ھؤلاء فی الکفر و استحقاق العذاب کحال آل فرعون (روح ج ۳ ص ۹۳) ۱۶ یہ انکے دأب اور حال کی تفسیر ہے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا تو اللہ نے انہیں ان کے جرائم کی وجہ سے مبتلائے عذاب کر دیا اور ایسے لوگوں کیلئے خدا کا عذاب بہت سخت ہے۔ آیات سے مراد یہاں کتب الہی کی آیتیں ہیں یا مراد اللہ کی توحید اور انبیاء علیہم السلام کی صداقت کے دلائل ہیں۔ والمراد بالآیات اما المتلو فی کتب اللہ تعالی او العلامات الدالۃ علی توحید اللہ تعالی وصدق الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام (روح ج ۳ ص ۹۴، بحر ج ۲ ص ۳۹۰) یحتمل ان یرید الآیات المتلوۃ ویحتمل ان یرید الآیات المنصوبۃ للدلالۃ علی الوحدانیۃ (قرطبی ج ۴ ص ۲۳) ۱۷ یہ تخویف دنیوی کا ایک نمونہ ہے۔ اس میں کفار کی مغضوبیت اور انکا مستحق عذاب ہونا بیان کیا گیا ہے ۱۸ یہ ماقبل کا تتمہ ہے اور قل کے تحت داخل ہے اور اسمیں جنگ بدر کی طرف اشارہ ہے۔ اسمیں مسلمانوں کی تعداد کافروں کے مقابلہ میں بہت کم تھی مگر مسلمانوں کے رعب اور انکی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ کافروں کو مسلمان اپنے سے دو گنا نظر آتے تھے۔ مسلمانوں کا کافروں کو دوگنا نظر آنا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اللہ تعالی نے کافروں کے دلوں پر مسلمانوں کی ہیبت بٹھانے کے لئے اسکا اظہار فرمایا۔ اس آیت سے جنگ بدر میں شریک ہونیوالے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالے نے انکے متعلق ارشاد فرمایا فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ یعنی وہ ایک ایسی جماعت تھی جو محض اللہ کے دین کی خاطر لڑ رہی تھی۔ اللہ کی طرف سے یہ انکے اخلاص اور ایمان کامل کی زبردست شہادت ہے ۱۹ اللہ تعالی جسکی چاہے ظاہری اسباب کے بغیر بھی مدد کر سکتا ہے جس طرح بدر میں مسلمانوں کی مدد کی اور انہیں کفار پر غلبہ عطا کیا حالانکہ تعداد اور ظاہری اسباب میں وہ مسلمانوں سے زیادہ تھے۔ اس واقعہ میں عقل و بصیرت رکھنے والوں کے لئے کافی عبرت ہے اسلئے اے یہودیو! تم اس واقعہ سے عبرت حاصل کرو اور اب بھی موقع ہے تکذیب و انکار سے باز آجاؤ اور اسلام قبول کرلو۔ ۲۰ یہ عیسائیوں کے علماء اور گدی نشینوں کے مسئلہ توحید کو نہ ماننے کی وجہ ہے وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے مسئلہ توحید کو مان لیا تو یہ ساری شان و شوکت جاتی رہتی ہے اور سونے چاندی کے لبریز خزانوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آجکل کے بہت سے مولوی اور گدی نشین بھی حق بیان نہیں کرتے کیونکہ اسطرح دنیوی ٹھاٹھ اور اندھی آمدنی ہاتھ سے جاتی ہے۔ نیز اس میں ایک شبہ کا جواب بھی ہے۔ شبہ یہ ہے کہ اگر مشرکین مبغوض اور مستحق عذاب ہیں تو انکے پاس اس قدر دولت کیوں ہے۔ تو اسکا جواب دیا کہ یہ دنیا کی دولت چند روزہ اور بالکل حقیر چیز ہے۔ اسکی وجہ سے تمہیں دھوکہ نہیں کھانا چاہئیے۔ جیسے دوسری جگہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد متاع قلیل (آل عمران ع ۲۰) نیز ارشاد ہے۔ واعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد (حدید ع ۳) ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ یہ مذکورہ چیزیں تو دنیوی زندگی کا ایک حقیر سا سامان ہے۔ دائمی راحت اور حسن انجام صرف اللہ کی رضا جوئی میں ہے۔ ومعنی الآیۃ تقلیل الدنیا وتحقیرھا والترغیب فی حسن المرجع الی اللہ تعالی فی الآخرۃ (قرطبی ج ۴ ص ۳۰) ۲۱ یہ ماقبل ہی کی تقریر و تاکید ہے۔ دنیوی سامان اور فانی منافع بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ آخرت کی نعمتیں اور جنت کے منافع کمیت و کیفیت کے اعتبار سے نیز دوام و بقار کے اعتبار سے دنیوی ساز و سامان سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ انہ تعالی لما عدد نعم الدنیا بین ان منافع الآخرۃ خیر منھا (کبیر ج ۲ ص ۶۲۰) ذالکم کا اشارہ مذکورہ ساز و سامان

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذٰلِكَ

اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے اور مویشی اور کھیتی ۲۰ یہ فائدہ

مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

اٹھانا ہے دنیا کی زندگی میں اور اللہ ہی کے پاس ہے اچھا ٹھکانا

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا

کہہ دے کیا بتاؤں میں تم کو اس سے بہتر ۲۱ پرہیزگاروں کے لئے

عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اپنے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے جاری ہیں نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ

ہمیشہ رہیں گے ان میں اور عورتیں ہیں ستھری اور رضامندی

مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ ۚ اَلَّذِيْنَ

اللہ کی ۲۲ اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے وہ جو

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا

کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے ہیں سو بخش دے ہم کو گناہ ہمارے

وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ

اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے ۲۳ وہ صبر کرنے والے ہیں اور سچے

وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

اور حکم بجالانے والے ہیں اور خرچ کرنے والے اور گناہ بخشوانے والے پچھلی راتوں میں ۲۴

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا

اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا اور فرشتوں نے اور علم

الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ

والوں نے بھی وہی حاکم انصاف کا ۲۵ کسی کی بندگی نہیں سوا اس کے زبردست ہے

س ۱ مشرکین کے دولت مندوں کو بھی سکھانا چاہیئے وہ قلیل بھی ہے اور حقیر بھی ہے ۱۲

س ۲ بشارت ۱۲

س ۳ ذکر مضمون توحید بار دوم ۱۲

س ۴ مژدۂ ذیل ۱۲

فتح الرحمٰن ف ۱ ۔ ازینجا خدا تعالی شروع میفرماید در مناظرہ اہل کتاب و در رد شبہات ایشان و تعداد تحریفات ایشان و این قصہ ممتد است تا قولہ و اذ غدوت من اہلک ۱۲

کی طرف سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تبشیر بنعم الجنۃ وترغیب فی الآخرۃ بعد التزھید فی الدین یعنی دنیوی سازوسامان سے نفرت دلانے کے بعد یہاں اخروی نعمتوں کی بشارت اور ترغیب دی ہے کذافی المدارک ج ۱ ص ۱۱۶) ۲۲ للذین اتقوا خبر مقدم ہے اور جنات تجری الخ مع معطوفات مبتدا موخر ہے اور یہ ماقبل کی تفصیل ہے۔ کلام مستانف فیہ دلالۃ علی بیان ما ھو خیر من ذالکم فجنات مبتدأ وللذین اتقوا خبرہ (مدارک ج ۱ ص ۱۱۶) یعنی دنیوی منافع سے جو چیزیں بہتر ہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ سے ڈرنے والوں کو آخرت میں نہروں اور چشموں والے دائمی اور غیر فانی باغات اور پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور انہیں اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی اس سے معلوم ہوگیا کہ خیر سے مراد جنات ہیں وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ۝ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھتا ہے کسی بندے کا کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا اسلئے ہر شخص کو اسکے ہر عمل کی جزا ملے گی۔ ۲۳ الذین یقولون محل جر میں ہے اور العباد یا الذین اتقوا کی نعت یا اس سے بدل ہے۔ وان یکون فی حیز الجر علی انہ تابع للذین اتقوا نعتا او بدلا (روح ج ۳ ص ۱۰۲) یعنی جن لوگوں کے لئے مذکورہ اخروی نعمتیں ہیں وہ اپنے ایمان اور اعمال پر نازاں و شاداں نہیں رہتے بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے اور اسکی رحمت کی پناہ ڈھونڈتے رہتے ہیں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس آیت میں نفس ایمان پر طلب مغفرت کو متفرع کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس ایمان ہی سے بندہ اللہ کی رحمت و مغفرت اور جہنم سے رستگاری کا مستحق ہوجاتا ہے اور باقی طاعات اس کیلئے موقوف علیہ نہیں ہیں۔ دل ھذا علی ان العبد بمجرد الایمان یستوجب الرحمۃ والمغفرۃ من اللہ تعالیٰ (کبیر ج ۲ ص ۶۲۲ • کذافی الروح - ج ۳ ص ۱۰۲ ، البحر ج ۲ ص ۳۹۹) ۲۴ الصبرین محل جر میں ہے اور مع معطوفات الذین اتقوا ہی کا تابع ہے اَلصّٰبِرِيْنَ مسئلہ توحید بیان کرنے میں ہر تکلیف اور مصیبت میں صبر و استقلال سے کام لینے والے۔ الصّٰدِقِيْنَ ظاہر و باطن میں سچے باتوں میں بھی اور دل کے ارادوں میں بھی۔ الْقٰنِتِيْنَ اللہ کی اطاعت اور عبادت پر ہمیشہ قائم رہنے والے۔ الْمُنْفِقِيْنَ اللہ کی دی ہوئی دولت سے توحید اور دین اسلام کی اشاعت میں خرچ کرنے والے الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ بوقت سحر نماز پڑھنے والے اور مسئلہ توحید کے بیان میں کوتاہی اور دوسرے گناہوں کیلئے اللہ سے بخشش مانگنے والے۔ الکل من المروح

الْحَكِيْمُ ⑱ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ قف وَمَا

حکمت والا ۲۶ بیشک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکمبرداری ۲۷ اور مخالف

اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ

نہیں ہوئے کتاب والے مگر جب ان کو معلوم ہوچکا

الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ

آپس کی ضد ف۱ اور حسد سے ۲۸ اور جو کوئی انکار کرے اللہ کے حکموں کا تو اللہ

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑲ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ

جلدی حساب لینے والا ہے پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے میں نے تابع کیا

وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۭ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اپنا منہ اللہ کے حکم پر اور انہوں نے بھی کہ جو میرے ساتھ ہیں ۲۹ اور کہہ دے کتاب والوں کو

وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ

اور ان پڑھوں کو کہ تم بھی تابع ہوتے ہو پھر اگر وہ تابع ہوئے تو انہوں نے راہ پائی سیدھی ۳۰ اور اگر

تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ع

منہ پھیریں تو تیرے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے ف۱

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ

جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں

بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ

کو بغیر حق اور قتل کرتے ہیں ان کو جو حکم کرتے ہیں انصاف کرنے کا لوگوں

النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ㉑ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ

میں سے سو خوشخبری سنا دے انکو عذاب دردناک کی ۳۱ یہی ہیں جن کی

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ

محنت ضائع ہوئی دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں

النصف

ع ۲ / ۱۱ / ۱۰

ف۱ مراد مسئلہ توحید ۱۲

ف۲ ان دلائل توحید کی موجودگی میں صرف ضدی لوگ مخالفت کرینگے ۱۲

ف۳ تخویف اخروی ۱۲

ف۴ تخویف اخروی ۱۲

ذکر مضمون توحید بار دوم

۲۵ یہ دلیل نقلی کی طرف اشارہ ہے یعنی اللہ کی شہادت کتب سابقہ میں اور فرشتوں کی شہادت انبیاء علیہم السلام کے پاس اور علماء ربانیین بھی لکھ گئے ہیں۔ اور قآئما بالقسط تینوں سے حال ہے۔ اس میں توحید پر دلیل نقلی کی تین قسموں سے استدلال کیا گیا ہے (۱) دلیل نقلی کتب سابقہ سے (۲) دلیل نقلی فرشتوں سے اور (۳) دلیل نقلی انبیاء علیہم السلام اور علماء ربانیین سے شھد اللہ سے مراد ہے اللہ کی شہادت کتب سابقہ میں اس سے قسم اول کی طرف اشارہ ہے اور شہادت ملائکہ سے قسم دوم اور شہادت اولی العلم سے قسم سوم مراد ہے ۲۶ یہ دلائل ثلثہ کا نتیجہ اور ثمرہ ہے اور دونوں صفتیں ذکر کرکے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ چونکہ قوت کے اعتبار سے وہ سب پر غالب اور تدبیر و حکمت کے لحاظ سے ہر چیز پر حاوی ہے اسلئے اسے کسی شریک اور معاون کی ضرورت بھی نہیں ۲۷ یہ ماقبل ہی کی تاکید و تائید ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کے یہاں پسندیدہ دین صرف اسلام ہی ہے پہلے انبیاء علیہم السلام کا دین بھی اسلام ہی تھا اور کتب سابقہ میں بھی یہی دین پیش کیا گیا ہر قسم کی عبادت اور اطاعت کو خالصاً اللہ کے لئے کرنے اور صرف اللہ ہی کو عبادت و طاعت کا مستحق سمجھنے کا نام اسلام ہے۔ قال ابن الانباری المسلم معناہ المخلص للہ عبادتہ - - - - - فالاسلام معناہ اخلاص الدین والعقیدۃ للہ تعالیٰ (کبیر ج ۲ ص ۶۲۸) سورۃ انعام ع ۲۰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین ۝ لا شریک لہ ج وبذالک امرت وانا اول المسلمین ۝ ۲۸ الذین اوتوا الکتاب سے یہود و نصاریٰ کے علماء مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو کتب سابقہ میں دین اسلام اور مسئلہ توحید کو کھول کر بیان کر دیا تھا چنانچہ

موضح قرآن ف۱۔ ان پڑھے کہتے تھے عرب کے لوگوں کو کہ ان کے پاس اگلے پیغمبروں کا علم نہ تھا۔
فتح الرحمٰن۔ ف۱ یعنی حقیقت حال دانستند ۱۲۔

علماء اہل کتاب بھی اس حقیقت کو بخوبی جانتے ہیں۔ باقی توحید کے بارے میں انکے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے یا تورات و انجیل میں توحید کے خلاف جو مواد ملتا ہے۔ یہ علماء یہود و نصاریٰ کی ضد اور بغض و حسد کا نتیجہ ہے اور تورات و انجیل میں تحریف بھی انہی کے ہاتھوں کی کارروائی ہے۔ یہاں تک دلیل عقل و نقل اور دلیل وحی سے ثابت کیا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں۔ اور یہ بات کتب سابقہ میں اللہ کی شہادت سے اور فرشتوں، انبیاء سابقین اور علماء ربانیین کی شہادت سے بھی ثابت ہو چکی ہے اسکے بعد اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ سے مضمون بالا کی تاکید اور تائید فرمائی کہ اللہ کی خالص عبادت اور اسکی خالص پکار والا دین ہی اللہ کے یہاں پسندیدہ ہے اسکے بعد ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے اس مسئلہ توحید میں اختلاف کیا۔ مسئلہ توحید میں اختلاف کرنیوالوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اول یہ کہ اس اجماعی اور اتفاقی مسئلہ میں اختلاف کرنے والے صرف اہل کتاب کے علماء ہی ہیں۔ سب سے پہلے اختلاف ان علماء ہی نے کیا ہے۔ اسکے بعد انکے پیروکار انکے پیچھے لگ گئے۔ چنانچہ سورہ بقرہ ع ۲۶ میں اختلاف کو الذین اوتوا الکتاب (یعنی اہل کتاب کے علماء) میں منحصر فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ الآیہ۔ دوم یہ کہ مسئلہ توحید میں انکا اختلاف جہالت و نادانی یا کسی غلط فہمی کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ وہ مسئلہ توحید کی حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں اور انہیں اس کا پورا پورا علم ہے اسلئے انہوں نے یہ اختلاف جاننے اور سمجھنے کے بعد کیا ہے جیسا کہ آیت زیر تفسیر میں ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے انکے اختلاف کو اس وقت سے مخصوص کیا ہے جب کہ اللہ کے پیغمبروں اور اس کی کتابوں کے ذریعے توحید کا صحیح علم انکے پاس آچکا تھا۔ سوم یہ کہ مسئلہ توحید میں ان کا اختلاف دیانت اور تحقیق پر مبنی نہ تھا بلکہ محض بغض و حسد اور ضد و عناد کی وجہ سے تھا چنانچہ سورہ شوریٰ (ع ۲) میں ہے۔ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ یہاں بَغْيًا۔ تَفَرَّقُوْا کا مفعول لہ ہے اور تفرق و اختلاف کی علت بیان کر رہا ہے اور آیت زیر تفسیر میں بھی بَغْيًا اِخْتَلَفَ کی علت بیان کر رہا ہے مطلب یہ کہ اہل کتاب کا تفرق و اختلاف محض بغض و حسد کی وجہ سے تھا نہ کہ کسی اور وجہ سے۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ۔ توحید کو مذکورہ بالا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے واضح کر دینے کے بعد اب کسی کا انکار مسموع نہیں ہوگا اور ان دلائل قطعیہ کے مقابلے میں گمراہ مولویوں اور پیروں کے اقوال اور محرفین کی تحریفات حجت نہیں ہوں گی اور جو لوگ ان کی تقلید کرینگے وہ معذور نہیں ہوں گے جیسا کہ سورۃ شوریٰ (ع ۲) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الذین یحاجون فی اللہ من بعد ما استجیب لہ حجتھم داحضۃ عند ربھم۔ اسلئے اب اللہ کی توحید اور اسکی آیات کا انکار کرنیوالوں کو حساب و کتاب کے انجام سے خبردار رہنا چاہیئے یہ تخویف اخروی ہے ۲۹ اگر عوام اہل کتاب اپنے گمراہ اور ضدی مولویوں اور پیروں کے شرکیہ اقوال اور عبارتیں پیش کریں تو آپ اسکا صاف صاف جواب دیدیں کہ توحید کے عقلی اور نقلی قطعی دلائل کے مقابلے میں یہ شرکیہ عبارتیں ناقابل تسلیم ہیں اسلئے میں اور میرے تمام متبعین صرف اللہ ہی کو اپنا حاکم اور معبود سمجھتے ہیں۔ صرف اسی کی عبادت کرتے اور صرف اسے ہی پکارتے ہیں ۳۰ اسلمتم صورۃً استفہام ہے لیکن معنیً امر ہے۔ ھو استفہام فی معرض التقریر والمقصود منہ الامر (کبیر ج ۲ ص ۶۳۱) اور امیین سے مراد مشرکین عرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ اہل کتاب اور مشرکین عرب سے فرمائیں کہ وہ اسلام قبول کرلیں اور اللہ کی عبادت و اطاعت اور دعا و پکار میں کسی کو اللہ کا شریک نہ بنائیں اگر وہ لوگ اسلام لے آئیں اور ضدی لوگوں کی شرکیہ عبارتیں چھوڑ کر مسئلہ توحید کو مان لیں تو وہ بھی آپ اور آپ کے متبعین کی طرح ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ اسلام ہی حق اور اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۔ اور اگر وہ اعراض کریں اور اسلام قبول نہ کریں اور ضدی لوگوں کی عبارتیں چھوڑ کر مسئلہ توحید نہ مانیں تو اسمیں آپ کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ آپ کے ذمہ حکم پہنچانا تھا وہ آپ نے کما حقہٗ پہنچا دیا۔ ای لا یضرک شیئا اذ ما علیک الا البلاغ وقد ادیتہ علی اکمل وجہ وابلغہ (روح ج ۳ ص ۱۰۹) اور اللہ اپنے بندوں کے حالات بخوبی جانتا ہے اسلئے وہ انہیں انکے اعمال پر پوری پوری جزا دیگا۔ ۳۱ یہ منکرین اور توحید کے مبلغین کے قاتلوں کیلئے زجر اور اخروی تخویف ہے الذین یکفرون سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضد اور عناد کی وجہ سے حق کو قبول نہیں کرتے اور مسئلہ توحید کو نہیں مانتے

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ
ان کا مددگار ۳۲ کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جن کو ملا کچھ ایک حصہ

الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ
کتاب کا ان کو بلاتے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف تاکہ وہ کتاب ان میں حکم کرے پھر منہ

يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
پھیرتے ہیں بعضے ان میں سے تغافل کرکے ۳۳ یہ اس واسطے کہ

قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَغَرَّهُمْ
کہتے ہیں وہ ہم کو ہرگز نہ لگے گی آگ دوزخ کی مگر چند دن گنتی کے ۳۴ اور بہکے ہیں

فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ
اپنے دین میں اپنی بنائی باتوں پر ف پھر کیا ہوگا حال جب ہم انکو جمع کرینگے

لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ قف وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ
ایک دن کہ اسکے آنے میں کچھ شبہ نہیں اور ۳۵ پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کیا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي
اور ان کی حق تلفی نہ ہوگی ۳۶ تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے

الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ
جس کو چاہے اور سلطنت چھین لیوے جس سے چاہے اور عزت

مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى
دیوے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جسکو چاہے تیرے ہاتھ ہے سب خوبی ۳۶ بیشک تو

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ
ہر چیز پر قادر ہے تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرے دن

فِي الَّيْلِ ؗ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ
کو رات میں ۳۷ اور نکالے زندہ مردے سے اور نکالے مردہ

۱ زجر ۱۲

۲ من گھڑت قصے بے سند باتیں ۱۲

۳ ذکر توحید بار سوم در ثمرہ اول سابقہ ۱۲

موضح قرآن ف۔ یہ ذکر یہود کا ہے کہ تفسیر میں اپنی کتاب پر بھی عمل نہیں کرتے اور گناہ پر دلیر ہیں اس غرّے پر کہ اسکے اگلے جھوٹ بنا کر کہہ گئے ہیں کہ ہم میں اگر کوئی بہت بڑا گنہگار بھی ہوگا تو سات دن سے زیادہ عذاب نہ پاوے گا

۳۲ اولئک کا اشارہ مذکورہ صفات شنیعہ (کفر بآیات اللہ، قتل انبیاء علیہم السلام وقتل آمرین بالقسط) کے حاملین کی طرف ہے۔ اور دنیا میں اعمال کے بے نتیجہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں وہ ان تمام حقوق سے محروم رہیں جنکا ایک مسلمان مستحق ہوتا ہے۔ مثلاً مال وجان کی حفاظت اور استحقاق مدح وغیرہ اور آخرت میں اعمال کے ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں انکے اعمال بے اثر ثابت ہونگے۔ اور دفع عذاب اور جلب ثواب کا سبب نہیں بن سکیں گے۔ ای اولئک المتصفون بتلک الصفات الشنیعۃ الذین بطلت اعمالھم وسقطت عن حیز الاعتبار وخلت عن الثمرۃ فی الدنیا حیث لم تحقن دماؤھم واموالھم ولم یستحقوا بھا مدحا وثناء وفی الآخرۃ حیث لم تدفع عنھم العذاب ولم ینالوا بھا الثواب (روح ۔ ج ۳ ص ۱۰۹) **۳۳** اس آیت میں اہل کتاب کے غایت تمرد اور انکی انتہائی سرکشی کا شکوہ کیا گیا ہے یعنی اللہ کی کتاب سے اعراض کر کے گمراہ اور ضدی مولویوں کی عبارتوں سے تمسک کرتے ہیں الذین اوتوا نصیبا من الکتب سے اہل کتاب کے عالم مراد ہیں۔ اور کتاب اللہ سے مراد تورات وانجیل ہے دعوا الی حکم التوراۃ والانجیل وکانوا یابون (کبیر ج ۲ ص ۶۳۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو دین اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے آپ سے پوچھا کہ تمہارا دین کونسا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں دین ابراہیم علیہ السلام پر ہوں جو شرک وباطل سے بیزار اور توحید کے داعی اور پرستار تھے اس پر وہ کہنے لگے کہ وہ تو یہودی تھے تو آپ نے فرمایا کہ تورات لاؤ اور اسی سے اس کا فیصلہ کر لو مگر وہ اس پر تیار نہ ہوتے اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے (قرطبی ج ۴ ص ۵۰) **۳۴** ذالک کا اشارہ تولی اور اعراض کیطرف ہے جو یتولی کے ضمن میں مذکور ہے یعنی کتاب اللہ کے فیصلے سے اعراض اور روگردانی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں صرف چند دنوں کے لئے عذاب دیا جائے گا۔ اسلئے خدا کی نافرمانی اور کتاب اللہ سے روگردانی کا جرم ان کی نگاہوں میں بالکل معمولی چیز ہے۔ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ نیز ان یہودیوں کے ضدی اور معاند مولویوں اور پیروں نے جو من گھڑت باتیں اور اپنی شرکیہ عبارتیں دین کا جزو بنا رکھی تھیں۔ انکی وجہ سے وہ دھوکے اور فریب میں مبتلا تھے کہ چونکہ ہم اللہ کے لاڈلے اور چہیتے ہیں اسلئے ہمیں ہمارے گناہوں پر معمولی سی گرفت ہوگی۔ ای غرھم افتراؤھم علی اللہ وھو قولھم نحن ابناء اللہ واحباؤہ فلا یعذبنا بذنوبنا الا مدۃ یسیرۃ (مدارک ج ۱ ص ۱۱۸) **۳۵** یہ ان فریب خوردہ یہودیوں کے لئے اخروی تخویف ہے۔ لیوم میں لام بمعنی فی ہے (قرطبی ج ۴ ص ۵۱، روح ج ۳ ص ۱۱۲) یعنی دنیا میں تو وہ کتاب اللہ کی طرف آنے سے انکار کر رہے ہیں اور جھوٹی آرزوؤں سے دل بہلا رہے ہیں مگر اسوقت ان کا کیا حال ہوگا جب ہم ان سب کو ایک ایسے دن میں جمع کریں گے۔ جس کی آمد میں کوئی شک نہیں اور انکی آرزوؤں کے علی الرغم ہر شخص کو اسکے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائیگی اور اپنے ذاتی اعمال صالحہ کے بغیر بزرگوں سے انتساب کسی کام نہیں آئے گا۔ اور وہاں کسی پر ظلم بھی نہیں ہوگا۔ نہ کسی کے اعمال صالحہ کی جزا میں کمی کی جائے گی اور نہ کسی کے گناہوں کی واجبی سزا میں اضافہ کیا جائیگا اور نہ کسی کو ناکردہ گناہ کی سزا دی جائے گی۔

مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ لَا يَتَّخِذِ
زندہ سے اور تو رزق دے جسکو چاہے بے شمار ف ۱ ۔ نہ بناویں

الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ
مسلمان کافروں کو دوست مسلمانوں کو چھوڑ کر ۳۸

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ
اور جو کوئی یہ کام کرے تو نہیں اس کو اللہ سے تعلق مگر اس حالت

تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَ
میں کہ کرنا چاہو تم ان سے بچاؤ ۳۹ اور اللہ تم کو ڈراتا ہے اپنے سے اور

اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝۲۸ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ
اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۴۰ تو کہہ اگر تم چھپاؤ گے اپنے جی کی بات

اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
یا اسے ظاہر کرو گے جانتا ہے اس کو اللہ ۴۱ اور اسکو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو

فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يَوْمَ تَجِدُ
کچھ ہے زمین میں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس دن موجود

كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚۖ وَّمَا عَمِلَتْ
پاوے گا ہر شخص جو کچھ کی ہے اس نے نیکی اپنے سامنے اور جو کچھ کی

مِنْ سُوْۗءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ
ہے اس نے برائی ۴۲ آرزو کرے گا کہ مجھ میں اور اس میں فرق پڑ جاوے دور کا

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ ع
اور اللہ ڈراتا ہے تم کو اپنے سے اور اللہ ۳ بہت مہربان ہے بندوں پر ۴۳

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ
تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو تاکہ محبت کرے تم سے اللہ

ع ۱۱/۳ مع

سے ۱ یہاں مفعول بالذات محذوف ہے یعنی اتقی حاجتی ۱۲

سے ۲ مؤد کے بعد مشرکین سے قطع تعلقی کا حکم ۱۲

سے ۳ میری طرح بیگانہ مشرک رشتہ داروں سے قطع تعلق کرو ۱۲

ذکر توحید بار سوم

۳۶ قل اللھم جب دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہوگیا کہ اللہ کے سوا کوئی الہ (معبود) نہیں تو اب اسکا ثمرہ بیان فرمایا کہ غائبانہ حاجات میں صرف اللہ ہی کو پکارو اور پکارتے وقت یوں کہا کرو اے اللہ ان صفات کے مالک میری فلاں حاجت پوری کر۔ اللھم۔ خلیل اور سیبویہ اور بصرہ کے نحویوں کی رائے میں اصل میں یا اللہُ تھا۔ حرف ندا کو حذف کر کے اسکے عوض میں میم مشددہ مفتوحہ کا آخر میں اضافہ کر دیا گیا۔ مٰلِكَ الْمُلْكِ۔ امام مبرد اور زجاج کے نزدیک یہ اللھم کی صفت ہے اور اسی لئے منصوب ہے کیونکہ منادی مفرد مبنی علی الضم کی صفت جب مضاف ہو تو وہ منصوب ہوتی ہے وانتصاب مالک علی انہ صفۃ عند المبرد والزجاج (روح ج ۳ ص ۱۱۳، کبیر ج ۲ ص ۶۳۸) اور ملک بضم میم سے کامل قدرت واختیار اور مکمل غلبہ واقتدار مراد ہے تو مالک الملک کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی متصرف اور

موضح قرآن ف ۱۔ یعنی یہود جانتے ہیں کہ جو اول ہم میں بزرگی تھی وہی ہمیشہ رہے گی۔ اللہ کی قدرت سے غافل ہیں وہ جس کو چاہے عزیز کرے اور سلطنت دے اور جس سے چاہے چھین لیوے۔ اور ذلیل کرے اور جاہلوں میں سے کامل پیدا کرے اور کاملوں میں سے جاہل اور جس کو دینا چاہے بے حساب دیوے۔

فتح الرحمٰن ۔ ف ۱ مترجم گوید در امرایں دعا بشارت است بمغلوب شدن کافران واللہ اعلم ۱۲

ہر قسم کے اختیار واقتدار کا واحد مالک ہے۔ تمام تصرفات اور اختیارات اسی کے قبضہ میں ہیں اور ان میں کوئی اسکا شریک نہیں۔ فمالک الملک ھو الملک الحقیقی المتصرف بما شاء کیف شاء ایجادا و اعداما واحیاء و اماتة و تعذیبا و اثابة من غیر مشارک ولا ممانع (روح ج ۳ ص ۱۱۳) جب یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک الملک علی الاطلاق ہے تو اس کے بعد کچھ تصرفات کا ذکر کیا۔ جو اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ۔ یہ جملہ مع معطوفات منادی سے حال ہے۔ کیونکہ منادی معنیً مفعول ہوتا ہے۔ یا یہ جملہ مع معطوفات منادی کی صفت ہے اور جملہ (جو اگرچہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے) جب کسی مفرد معرفہ کے ساتھ مخصوص ہو تو وہ معرفہ کے حکم میں ہوتا ہے اور معرفہ کی صفت واقع ہو سکتا ہے۔ کما فی الرضی قالہ الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ اور یہاں ملک سے مراد حکومت وسلطنت ہے مطلب یہ ہے کہ تو جسے چاہتا ہے۔ دنیا کی حکومت دے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ جیسا کہ آئے دن حکومتوں میں ردوبدل اور انقلاب رونما ہوتا رہتا ہے الْخَیْرُ۔ مبتدا مؤخر ہے اور اس میں الف لام استغراق کے لئے ہے بیدک خبر مقدم ہے تاکہ حصر اور تخصیص کا فائدہ دے اور یَد سے یہاں قدرت اور قبضہ مراد ہے یعنی ہر قسم کی خیر اور بھلائی صرف تیری ہی قدرت اور صرف تیرے ہی قبضہ واختیار میں ہے اور متصرف علی الاطلاق تو ہی ہے تیرے سوا کوئی مالک ومختار، قادر وکارساز، حاجت روا اور مشکل کشا نہیں۔ تعریف الخیر للتعمیم و تقدیم الخبر للتخصیص ای بقدرتک الخیر کلہ لایقدرة احد من غیرک تتصرف فیہ قبضا وبسطا حسبما تقتضیہ مشیئتک (ابوالسعود ج ۲ ص ۱۴۱) ۳۷؎ یہ بھی مع معطوفات منادی سے حال یا اس کی صفت ہے۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے سے دن رات کا چھوٹا بڑا ہونا مراد ہے۔ مثلاً اگر رات کا کچھ حصہ دن میں داخل ہو جائے جیسا کہ موسم گرما میں ہوتا ہے تو دن بڑا ہو جاتا ہے اور اگر دن کا کچھ حصہ رات میں شامل ہو جائے تو رات بڑی ہو جاتی ہے۔ یہ حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور حسن وغیرہم سے منقول ہے ای تدخل ما نقص من احدھما فی الآخر الخ (قرطبی ج ۴ ص ۵۵) اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے لیل ونہار کا اختلاف اور رات دن کا ایک دوسرے کے بعد آنا مراد ہے۔ وتخرج الحی من المیت حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ زندہ سے مراد مومن اور مردہ سے مراد کافر ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ مومن سے کافر اور کافر سے مومن پیدا کرتا ہے جس طرح حضرت نوح علیہ السلام سے کنعان اور آزر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ یخرج المومن من الکافر کابراھیم من آزر والکافر من المومن مثل کنعان من نوح علیہ السلام (کبیر ج ۲ ص ۴۳۶، قرطبی ج ۴ ص ۵۶) اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ مردہ سے مراد نطفہ اور انڈا ہے جو جاندار سے نکلتے ہیں اور زندہ سے مراد جاندار ہیں جو نطفہ اور انڈے سے پیدا ہوتے ہیں (کبیر، قرطبی وغیرہ) وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ یہاں تک صفتیں تمام ہوئیں اور مقصود باندا محذوف ہے ای اقض حاجتی یعنی ای مالک الملک الخ میری ہر حاجت پوری کر ۳۸؎ اس آیت میں مسلمانوں کو کافروں سے قطع تعلق کا حکم دیا جا رہا ہے۔ پہلے بیان فرمایا کہ مالک الملک، معز ومذل اور رزاق مطلق صرف اللہ ہی ہے اس لئے اسی پر بھروسہ رکھو اور ان کافروں کی پرواہ نہ کرو۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ جو محض ضد وعناد کی وجہ سے توحید کو نہیں مانتے اور اسلام قبول نہیں کرتے چنانچہ وفد نجران باوجود بے دلیل ہونے کے شرک پر اڑا رہا اور یہودیوں کو کتاب اللہ (تورات) کے فیصلہ کی طرف بلایا گیا مگر وہ محض ضد کی وجہ سے تورات کا فیصلہ ماننے سے بھی انکاری ہو گئے اس لئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان سے ہر قسم کے دوستانہ تعلقات منقطع کریں۔ ۳۹؎ یہ مومنوں کے لئے زجر ہے یعنی جو مسلمان ان کافروں سے دوستی رکھے گا خدا کی دوستی کا رشتہ اس سے منقطع ہو جائے گا اور خدا کی جماعت میں اس کا شمار نہیں ہوگا ای فلیس من حزب اللہ ولا من اولیائہ فی شیء (قرطبی ج ۴ ص ۵۷)، کافروں سے معاملات اور دلی دوستی کسی صورت میں جائز نہیں البتہ اگر ان سے جان کا خطرہ ہو یا اس کے علاوہ کسی بھاری نقصان کا اندیشہ ہو تو ظاہری طور پر میل ملاقات اور خاطر مدارت میں کوئی حرج نہیں ۴۰؎ اس لئے ظاہر وباطن میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز رہو ۴۱؎ یہ تخویف دنیوی ہے یعنی اللہ تمہارے ظاہر وباطن کو جانتا ہے اگر تم خفیہ طور پر ان کافروں سے تعلقات رکھو گے تو بھی اس کے علم میں ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ دنیا میں ہی تمہیں اسکی سزا دے دے۔ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ یہ ماقبل کی علت ہے یعنی اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کے تمام معلومات اور حقائق پر حاوی اور ہر چیز پر قادر بھی ہے اس لئے وہ کافروں سے تمہاری پوشیدہ دوستی کو جانتا اور اس پر سزا بھی دے سکتا ہے۔ ۴۲؎ یوم کا عامل تَوَدُّ ہے جو بعد میں آ رہا ہے اور یہ تخویف اخروی ہے۔ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَبَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِیْدًا۔ قیامت کے دن جب ہر آدمی کے نیک اور برے اعمال اس کے سامنے کر دیئے جائیں گے اور اعمال کا حساب کتاب ہوگا تو ہر آدمی تمنا کرے گا کہ کاش! اس کے اور اس کے بد اعمال کے درمیان بہت فاصلہ ہوتا اور وہ ان کو نہ دیکھ پاتا۔ فیکون الضمیر فی بینہ عائد ا علی ما عملت من سوء (بحر ج ۲ ص ۴۲۷) ۴۳؎ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عین رحمت اور مہربانی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنے عذاب سے ڈراتا ہے تاکہ وہ اس کی نافرمانیوں سے باز رہیں اور اسی کی اطاعت کریں اور اسی میں ان کی دینی اور دنیوی بھلائی ہے ۴۴؎ یہ فان اللہ لا یحب الکفرین تک تخویف علی سبیل الترقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ مسلمانوں سے کہہ دیں کہ کافروں سے دوستی مت کرو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو اپنی محبت کا مرکز بناؤ اور اللہ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو اگر پیغمبر کی اطاعت سے روگردانی کرو گے تو اسلام سے خارج ہو کر کافروں میں شامل ہو جاؤ گے اور کافروں کا انجام سب سے بدتر ہوگا۔ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ یہ امر کا جواب ہے۔ یعنی جب تم میری اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو جائے گا اور تم سے محبت کرے گا۔ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ یہ یُحْبِبْکُمْ پر معطوف ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ۝ لیکن اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے اعراض کریں تو اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا اور انہیں اپنے انعام واکرام سے نہیں نوازتا۔

ذکر توحید بار چہارم

۴۵؎ ذریة الاٰیة ۔ آلین سے بدل یا حال واقع ہے۔ نصب علی البدلیة من الآلین او الحالیة منہما (روح ج ۳ ص ۱۳۲) یہود ونصاریٰ اس شبہ میں گرفتار تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو باقی مخلوق سے منتخب کر کے سب سے اونچا مقام اور مرتبہ عطا فرمایا ہے اور انہیں خاص خاص اختیارات بھی عطا کئے ہیں، چنانچہ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کارساز اور معبود سمجھ کر پکارنا اور پوجنا شروع کر دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام باوجود علو مرتبت اور رفعت شان کے انسان اور بشر تھے اور باہم ایک دوسرے کی اولاد اور نسل تھے اور اپنی پیدائش اور بقا میں محتاج تھے۔ اس لئے وہ معبود اور کارساز نہیں ہو سکتے۔ ان نصاریٰ نجران لما غلوا فی عیسیٰ علیہ الصلوٰة والسلام وجعلوہ ابن اللہ سبحانہ واتخذوہ الٰہا نزلت ردا علیہم واعلاما لہم بانہ من ذریة البشر المنتقلین فی الاطوار المستحیلة علی الالٰہ (روح ج ۳ ص ۱۳۰، بحر ج ۲ ص ۴۳۴) وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جن بزرگوں سے متعلق معبود ہونے کا شبہ تھا اسے دو طرح سے رفع کیا گیا۔ اوّل اس طرح کہ یہ حضرات باہم والد ومولود ہیں۔ دوم۔ یہ حضرات ہر چیز کو جاننے اور سننے والے نہیں ہیں۔ سمیع بکل شیء اور علیم بکل شیء صرف اللہ کی صفت ہے۔ اس لئے وہی معبود برحق ہے۔ اور اس کے سوا کوئی معبود اور کارساز نہیں۔ ۴۶؎ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ حضرت مریم صدیقہ کو بھی معبود مانتے تھے۔ انہیں شبہ اسلئے ہوا کہ بچپن میں بے موسم کے پھل ان کے پاس موجود ہوتے تھے۔ تو اس سے انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کو کچھ مافوق الاسباب اختیار حاصل تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ دیکھو تو سہی حضرت مریم کتنی دعاؤں کے بعد پیدا ہوئیں اور کس طرح ان کی پرورش کی گئی بھلا جو اپنی پیدائش اور پرورش میں دوسروں کی محتاج ہو وہ کس طرح معبود بن سکتی ہے۔

جب حضرت مریم کی والدہ امید سے ہوئیں تو انہوں نے نذر مانی کہ اے اللہ میرے بطن سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ تیری عبادت اور تیرے گھر کی خدمت کے لئے وقف ہوگا۔ لک میں لام تعلیل کے لئے ہے واللام من لک للتعلیل والمراد لخدمۃ بیتک (روح ۔ ج ۳ ص ۱۳۳) ومعنی لک ای لعبادتک (قرطبی ج ۴ ص ۶۶) ان کی شریعت میں اس قسم کی نذر ماننا جائز تھا۔ ۴۷ جب لڑکی پیدا ہوئی تو انہیں افسوس ہوا اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے لگیں کہ یہ تو لڑکی ہے اب میں اپنی نذر پوری نہیں کر سکتی اگر لڑکا ہوتا تو اسے تو اللہ کے گھر کی خدمت کے لئے وقف کر دیا جاتا۔ کیونکہ اسرائیلی شریعت میں لڑکی سے یہ خدمت نہیں لی جاسکتی تھی ۴۸ یہ جملہ معترضہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ حضرت مریم کی والدہ کا مقولہ نہیں ہے یعنی اللہ کو خوب معلوم ہے کہ اس کے لڑکی پیدا ہوئی ہے اور اس لڑکی کی جگہ اگر لڑکا پیدا ہوتا تو وہ اس لڑکی کے برابر نہ ہوتا کیونکہ جو اسرار و رموز اس لڑکی سے وابستہ ہیں۔ وہ اس کے لڑکا ہونے کی صورت میں مفقود ہوتے۔ ولیس الذکر الذی طلبت کالانثی التی وھبت لھا واللام فیھما للعھد (مدارک ج ۱ ص ۱۲۰) ۴۹ یہ حضرت مریم کی والدہ کا مقولہ ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتی ہوئی کہتی ہیں کہ اے اللہ میں نے اس بچی کا نام مریم رکھا ہے اور اسے اور اس کی اولاد کو شیطان کے شر سے تیری پناہ اور حفاظت میں دیتی ہوں۔ کس قدر خالص توحید کا جذبہ ہے۔ بلاشبہ ہر قسم کے شر سے صرف اللہ ہی محفوظ رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی جیساکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسکے پہلو میں انگلی سے چوکا لگاتا ہے جس کی وجہ سے وہ چیخ اٹھتا ہے لیکن مریم اور اس کے بیٹے کو اللہ نے شیطان کے چوکے سے محفوظ رکھا (قرطبی ج ۴ ص ۶۸ روح ج ۳ ص ۱۳۶ وغیرہ) ۵۰ اسرائیلی شریعت میں اگرچہ خدمت مسجد کے لئے باشعور اور عاقل لڑکے ہی کی نذر قبول ہو سکتی تھی اور لڑکی کی نذر قبول نہیں ہوتی تھی لیکن حضرت مریم کی والدہ کا اخلاص اور ان کی تضرع و زاری اللہ کو پسند آئی۔ اس لئے اس نے حضرت مریم کی کمسنی ہی میں نذر قبول فرمائی (کبیر ج ۲ ص ۶۵۸، روح ج ۳ ص ۱۳۸) وَ اَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا اور جسمانی روحانی اور اخلاقی اعتبار سے اس بچی کی بہت عمدہ تربیت فرمائی۔ عبارۃ عن حسن النشاۃ والجودۃ فی خلق وخلق فانشاھا علی الطاعۃ والعبادۃ (بحر ج ۲ ص ۴۴۱) ۵۱ محراب کے معنی حجرے اور خلوت گاہ کے ہیں۔ رزق سے کھانے پینے کی چیزیں مراد ہیں اور رزقا کی تنوین تفخیم کے لئے ہے اور کلما تکرار فعل پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت مریم کے والدان کے بچپن ہی میں وفات پا چکے تھے اسلئے ان کی پرورش کا سوال پیدا ہوا تو اس کا فیصلہ قرعہ کے ذریعے کیا گیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا آپ رشتہ میں حضرت مریم کے خالو بھی تھے اسلئے وہی انکے کفیل ہوئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی حضرت مریم کے حجرہ میں آتے انکے پاس بے موسم کے تر و تازہ پھل دیکھتے۔ تو امنت الروایات بہ ان زکریا علیہ السلام کان یجد عندھا فاکھۃ الشتاء فی الصیف وفاکھۃ الصیف فی الشتاء (کبیر ج ۲ ص ۶۶۰) ۵۲ حضرت زکریا علیہ السلام ان سے پوچھتے کہ اے مریم یہ تر و تازہ پھل کہاں سے آئے ہیں۔ تو وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں اور اللہ نے کسی انسان کے واسطے کے بغیر مجھے دیئے ہیں میں اپنے اختیار سے کہیں سے نہیں لائی ہوں۔ اس سے عیسائیوں کے اس شبہ کا ازالہ کر دیا۔ کہ

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾ قُلْ

اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف تو کہہ

أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ

حکم مانو اللہ کا اور رسول کا ۴۴ پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو محبت نہیں

الْكَافِرِينَ ﴿٣٢﴾ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ

ہے کافروں سے ف۲ ف۱ بیشک اللہ نے پسند کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم

إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٣٣﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا

کے گھر کو اور عمران کے گھر کو سارے جہان سے ف۳ ۳ جو اولاد تھے ایک دوسرے

مِن بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٣٤﴾ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ

کی ۴۵ اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے جب کہا عمران کی عورت

عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا

نے کہ اے رب میں نے نذر کیا تیرے جو کچھ میرے پیٹ میں ہے سب سے آزاد

فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا

رکھ کر سو تو مجھ سے قبول کر بیشک تو ہی ہے اصل سننے والا اور جاننے والا ۴۶ ف۴ پھر جب

وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

اس کو جنا بولی اے رب میں نے تو اس کو لڑکی جنی ۴۷ اور اللہ کو خوب

بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا

معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا اور بیٹا نہ ہو جیسی وہ بیٹی ۴۸ ف۲ اور میں نے اس کا

مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ

نام رکھا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسکو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود

الرَّجِيمِ ﴿٣٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا

سے ۴۹ ف پھر قبول کیا اس کو اس کے رب نے اچھی طرح کا قبول ۵۰ اور بڑھایا

ف۱ ذکر توحید بار چہارم انبیاء علیہم السلام اللہ کے برگزیدہ ہیں لیکن پکارے جانے کے لائق نہیں ۱۲

ف۲ یہ قید مقصودی ہے ۱۲

ف۳ مائی مریم اور انکی والدہ معبود نہیں بن سکتیں ۱۲

موضح قرآن ۔ ف یعنی کوئی کسی کی محبت کا دعویٰ کرے تو اس طرح محبت کرے جس طرح محبوب چاہے نہ جس طرح اپنا جی چاہے اور اسی طرح چاہے تو محبوب اسکو چاہے اور بندوں کو چاہے تو یہی کہ ان پر مہربان ہو اور گناہ پر نہ پکڑے اور خیالات عبث ہیں ف۲ یعنی بندے کی محبت یہی کہ شوق سے اللہ کے کام پر اور حکم پر دوڑے اب آگے سے مذکور ہے کہ اللہ نے حضرت مریم کو اور حضرت عیسیٰ کو محبت کے یا پسند کے لفظ فرمائے ہیں۔ سو محبت اللہ کی بندوں پر تو یہی ہے جو سن چکے اور پسند کے لفظ اکثر مقربوں کو فرمائے ہیں ایسے لفظوں سے شبہ نہ کھانا چاہیئے۔ ف۳ عمران حضرت موسیٰ کے باپ کا نام بھی ہے اور حضرت مریم کے باپ کا نام بھی ہے شاید یہاں یہی منظور ہے ف۴ اس امت میں دستور تھا کہ بعضے لڑکوں کو ماں باپ اپنے حق سے آزاد کرتے اور اللہ کی نیاز کرتے پھر تمام عمر اگر دنیا کے کام میں نہ لگاتے اور ہمیشہ مسجد میں وہ عبادت کیا کرتے عمران کی عورت کو حمل تھا اس نے آگے سے یہی نذر کر رکھی ف۵ بیچ میں اللہ نے فرمایا کہ اللہ کو بہتر معلوم ہے اور بیٹا نہ ہو جیسی وہ بیٹی۔ باقی اسکا کلام ہے وہ ناامید ہوئی کہ میری نذر پوری نہ پڑی کیونکہ دستور لڑکی کے نیاز کرنے کا نہ تھا ——— فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید کہ نصاری با حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم در باب عیسیٰ علیہ السلام گفتگو کردند حق سبحانہ وتعالیٰ این آیات نازل ساخت بعد از نزول آیتہا نصاری را بمباہلہ دعوت کرد ندجہ عاجز شدہ جزیہ قبول نمودند واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی دختر خدمت بیت المقدس را نمی شاید ۱۲

حضرت مریم اپنے اختیار سے بے موسم کے پھل حاصل کر لیتی تھیں۔ ۵۳ اللہ کو یہ قدرت اور اختیار حاصل ہے کہ وہ جسے چاہے بلاحساب فراخی سے روزی عطا کرے اس میں کسی فرد بشر کو اختیار حاصل نہیں حضرت مریم صدیقہ پیغمبر نہیں تھیں بلکہ اولیا باللہ میں سے تھیں۔ اسلئے بلا واسطہ بشر اس عجیب وغریب رزق کا اللہ کی طرف سے انکے پاس آنا انکی کرامت تھی۔ یہ آیت کرامات اولیا کے حق ہونے کی واضح دلیل ہے۔ واستدل بالآیۃ

جواز الکرامۃ للاولیاء لان مریم لانبوۃ لها علی المشهور وهذا هو الذی ذهب الیه اهل السنۃ والشیعۃ وخالف فی ذالک المعتزلۃ (روح ج ۳ ص ۱۴۰)

ایک شبہ کا جواب: ۵۴ حضرت زکریا علیہ السلام کے یہاں ایسی عمر میں بچے کے پیدا ہونے سے جس میں عادۃً بچہ پیدا نہیں ہو سکتا عیسائی اس شبہ میں پڑ گئے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو کچھ تصرف اور اختیار حاصل تھا جس کی وجہ سے ان کے یہاں بڑھاپے میں بیٹا پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی تردید فرمائی۔ ھنالك ظرف ہے زمان اور مکان دونوں کے لئے یہاں مکان کی طرف اشارہ ہے یعنی جب حضرت زکریا

نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا

اس کو اچھی طرح بڑھانا اور سپرد کی زکریا کو جس وقت آتے اس کے پاس زکریا

الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى

حجرے میں پاتے اس کے پاس کچھ کھانا ۵۳ ف۱ کہا اے مریم کہاں سے آیا

لَكِ هٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ

تیرے پاس یہ کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے ۵۳ اللہ رزق دیتا ہے۔ جس

يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ

کو چاہے بے قیاس ۵۴ ف۱ وہیں دعا کی زکریا نے اپنے رب سے کہا

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ

اے رب میرے عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے اولاد پاکیزہ ۵۴ بیشک تو سننے والا ہے

الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي

دعا کا پھر اس کو آواز دی فرشتوں نے جب وہ کھڑے تھے نماز میں

الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ

حجرے کے اندر کہ اللہ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی ۵۵ جو گواہی دے گا اللہ کے

مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

ایک حکم کی ف۲ اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جاوے گا اور نبی ہوگا صالحین سے ف۲ ۵۶

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ

کہا اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا اور

امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۖ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ

عورت میری بانجھ ہے ۵۷ فرمایا اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہے ۵۸ کہا

رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۖ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ

اے رب مقرر کر میرے لئے کچھ نشانی ف۳ کہا نشانی تیرے لئے یہ ہے کہ نہ بات کرے گا تو لوگوں سے

علیہ السلام نے حضرت مریم کے پاس بے موسم کے میوے دیکھے تو وہیں اللہ سے دعا کی اور خیال کیا کہ جو اللہ مریم کو بے موسم کا پھل دے سکتا ہے وہ مجھے بھی اس بڑھاپے میں فرزند عطا کر سکتا ہے (روح ج ۳ ص ۱۴۴) اس سے معلوم ہوا کہ انکے تصرف و اختیار میں تو کچھ نہیں تھا۔ بیٹے کے لئے تو وہ اللہ سے دعا کر رہے تھے۔ اسلئے وہ مالک و مختار یا متصرف کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔ یہ بھی انکی دعا ہی کا حصہ ہے حرف تاکید اور جملہ اسمیہ لا کر حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ کے سامنے اعتراف کیا اے اللہ دعائیں قبول کرنے والا اور آرزوئیں بر لانے والا صرف تو ہی ہے تیرے سوا اور کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں۔ بھلا جو اس طرح اللہ سے التجا کرے وہ کس طرح معبود اور کارساز ہو سکتا ہے ۵۵ فا تعقیب کیلئے ہے جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل پر مرتب ہے یعنی جب حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی دعا کی تو اسکے نتیجہ میں اللہ نے انکی دعا قبول فرمائی اور بیٹے کی خوشخبری سنانے کے لئے فرشتے انکے پاس بھیجے۔ چنانچہ جب حضرت زکریا علیہ السلام اپنے حجرہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اس وقت فرشتوں نے آپ کو خوشخبری دی ۵۶ مصدقا مع معطوفات یحییٰ سے حال ہے اور کلمہ سے حضرت عیسے علیہ السلام مراد ہیں چنانچہ یہی حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور اجلہ مفسرین سے منقول ہے اور حضرت عیسے علیہ السلام کو کلمہ اسلئے کہا گیا کہ انکی پیدائش اسباب عادیہ کے بغیر محض لفظ کن سے ہوئی۔ والمراد بالکلمۃ عیسٰی علیہ السلام وهو المروی عن ابن عباس ومجاهد وقتادۃ وعلیه اجلۃ المفسرین وانما سمی عیسٰی علیه السلام بذالك لانه وجد بکلمۃ کن من دون توسط سبب عادی الخ (روح ج ۳ ص ۱۴۷) یعنی عیسٰی علیه السلام فی قول اکثر المفسرین وسمی عیسٰی کلمۃ لانه کان بکلمۃ الله تعالی التی هی کن۔ فکان من غیر اب (قرطبی ج ۴ ص ۷۶) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یحیے علیہ السلام کی حیثیت حضرت عیسے علیہ السلام کے لئے نقیب اور تصدیق کنندہ کی تھی۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی اس بات کی تصدیق کی جو کتب سابقہ میں لکھی ہوئی تھی کہ میں ایک شخص کو بغیر باپ کے پیدا کروں گا بعض مفسرین نے تصدیق سے ایمان مراد لیا ہے۔ چنانچہ وہ سب سے پہلے حضرت عیسے علیہ السلام پر ایمان لائے اور اس بات کی تصدیق کی کہ وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ وارید بهذا التصدیق الایمان وهو اول من آمن بعیسٰی علیه السلام

۱ جواب شبہ متعلقہ مائی مریم ۱۲

۲ جواب شبہ متعلقہ حضرت زکریا علیہ السلام ۱۲

موضح قرآن ف۱ انکی ماں نے خواب دیکھا کہ اگرچہ یہ لڑکی ہے اللہ نے یہی نیاز میں قبول کی اسکو مسجد میں لے جاؤ وہ لے گئی۔ مسجد کے بزرگوں نے پہلے کہا کہ لڑکی کا رکھنا دستور نہیں جب اسکا خواب سنا تب قبول کیا اور حضرت زکریا کی عورت انکی خالہ تھی۔ وہی رکھنے لگی انکے واسطے الگ مسجد میں ایک حجرہ بنایا۔ دن کو یہ وہاں عبادت کرتیں۔ رات کو حضرت زکریا اپنے ساتھ گھر لے جاتے ان سے یہ کرامت دیکھی کہ بے موسم میوہ خدا کے یہاں سے آیا تب حضرت زکریا جو ساری عمر اولاد سے ناامید تھے اب امیدوار ہوئے کہ شاید میوہ بے موسم مجھ کو بھی ملے اسی جگہ اولاد کی دعا کی ف۲ گواہی دے گا اللہ کے حکم کی یعنے مسیح کی جو حضرت عیسے پیدا ہوئے۔ حضرت یحیے لوگوں کو آگے سے خبر دیتے تھے۔ حضرت عیسے کو اللہ نے خطاب دیا ہی اپنا حکم یعنے محض حکم سے پیدا ہوئے بغیر باپ کے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی میوہ زمستان در تابستان ومیوہ تابستان در زمستان ۱۲ ف۲ یعنی عیسے علیہ السلام را باور دارد ۱۲ ف۳ یعنی نشان حمل آں فرزند ۱۲

وعدق انہ کلمۃ اللہ تعالیٰ و روح منہ فی المشہور (روح ج ۳ ص ۱۴۰، کبیر ج ۲ ص ۶۶۴) سید ا سے مراد ہے دین کے معاملات میں راہنما اور پاکبازی میں سب سے فائق اور برتر۔ حصورا جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو اور لذات وشہوات اور گناہوں سے کنارہ کش ہو۔ نبیا کے ساتھ من الصالحین کی قید بظاہر زائد معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر نبی لازمی طور پر صالح ہوتا ہے لیکن یہ قید صلاح کا اعلیٰ درجہ بیان کرنے کے لئے ذکر کی گئی ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو صلاح وتقوے کا درجۂ اتم حاصل تھا۔ یہانتک کہ انہوں نے زندگی بھر گناہ کا خیال تک نہیں کیا۔ کذافی الکبیر ج ۲ ص ۶۶۵ ۵۷ انّی بمعنی کیف ہے اور وقد بلغنی الکبر اور وامرأتی عاقر دونوں جملے حالیہ ہیں اور لی میں یائے متکلم سے حال ہیں۔ خوشخبری سن کر حضرت زکریا علیہ السلام کو اس پر تعجب ہوا کہ بیٹا پیدا ہونے کے ظاہری اسباب مفقود ہیں۔ میں ہوں تو ننانوے سال کا بوڑھا۔ بیوی ہے تو وہ سرے سے قابل ولادت ہی نہیں۔ اسلئے ان حالات میں ہمارے ہاں بیٹے کا پیدا ہونا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ان الفاظ میں تعجب کا اظہار کرتے ہیں ۵۸ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میری قدرت کاملہ کی کوئی انتہا نہیں اسی طرح خلاف عادت بلا اسباب عادیہ میں جو چاہوں کرسکتا ہوں۔ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ اب اللہ سے دعا کی کہ کوئی ایسی علامت مقرر کی جائے۔ جس سے معلوم ہوجائے کہ بیوی امید سے ہے تاکہ اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کا سامان پہلے ہی سے کیا جاسکے اور ظہور عادی تک اس میں تاخیر نہ ہو نیز بطور شکر نعمت پہلے سے زیادہ عبادت کروں ای علامۃ اعلم بہا وقت حمل امرأتی فازید فی العبادۃ شکرا لك (معالم وخازن ج ۱ ص ۲۹۰) لیتلقی تلک النعمۃ بالشکر حین حصولہا ولا یؤخر حتی تظہر ظہورا معتادا (روح ج ۳ ص ۱۵۰) ۵۹ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے گھر میں حمل کی علامت یہ ہوگی کہ تم متواتر تین دن تک لوگوں سے بات چیت نہیں کرسکو گے۔ تمہاری زبان بند ہوجائے گی اور تین دن صرف اشاروں ہی سے کام چلاؤ گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ انہ تعالیٰ حبس لسانہ ثلثۃ ایام فلم یقدر ان یکلم الناس الا رمزا (کبیر ج ۲ ص ۶۶۸) ۶۰ زوال آفتاب سے غروب تک کو عشی اور صبح صادق سے چاشت تک کو ابکار کہتے ہیں۔ تسبیح سے بعض مفسرین نے نماز مراد لیہے اور بعض نے ذکر سے ذکر قلبی اور تسبیح سے ذکر لسانی مراد لیا ہے مطلب یہ کہ ان ایام میں شکر نعمت کے طور پر صبح شام زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

نتیجہ :۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی اللہ سے دعا کی جب بیٹے کی خوشخبری ملی تو اللہ کی قدرت کاملہ پر تعجب کا اظہار کیا یہ چیزیں عجز واحتیاج اور نقصان قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ پھر بیوی کے حاملہ ہونے کی اللہ سے علامت دریافت کرتے ہیں۔ جو نقصان علم کی دلیل ہے۔ اس لئے وہ معبود ومستعان بننے کے لائق نہیں ہیں۔ ۶۱ حضرت عیسےٰ علیہ السلام چونکہ قدرت خداوندی سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور پھر بچپن میں ہی باتیں بھی کی تھیں اور پھر جب بڑے ہوئے تو ان کے ہاتھوں بڑے بڑے عجیب وغریب معجزے ظاہر ہوئے مثلاً مٹی کے پرندے میں جان ڈالنا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرنا۔ مردوں کو زندہ کرنا اور لوگوں کو ان کی پوشیدہ باتیں بتانا۔ تو ان تمام چیزوں سے یہود ونصاریٰ کے دلوں میں مختلف شبہات پیدا ہوئے

اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَ

تین دن مگر اشارہ سے ۶۰ اور یاد کر اپنے رب کو بہت اور تسبیح کر شام اور

الْاِبْكَارِ ۟۴۱ؑ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ

صبح ۶۱ ف اور جب فرشتے بولے اے مریم اللہ نے تجھ کو پسند کیا

وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ۟۴۲ یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ

اور ستھرا بنایا اور پسند کیا تجھ کو سب جہان کی عورتوں پر ۶۲ اے مریم بندگی کر

لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ۟ ذٰلِكَ

اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنیوالوں کے ساتھ ۶۳ یہ خبریں

مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ

غیب کی ہیں۔ ہم جو بھیجتے ہیں تجھ کو اور تو نہ تھا ان کے پاس

اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ

جب ڈالنے لگے اپنے قلم ف۱ کہ کون ۲ پرورش میں لے مریم کو اور تو نہ تھا

لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ۟ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ

ان کے پاس جب وہ جھگڑتے تھے ۶۳ ف۲ جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ

اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖۗ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ

تجھ کو بشارت دیتا ہے ایک اپنے حکم کی جس کا نام مسیح ہے عیسےٰ بیٹا

مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ۟۴۵

مریم کا مرتبہ والا دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں میں ۶۴ ف۳

وَیُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۟۴۶

اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب کہ ماں کی گود میں ہو گا اور جبکہ پوری عمر کا ہوگا اور نیک بختوں ۶۵

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ؕ قَالَ

ف۴ میں ہے۔ بولی اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور مجھ کو ہاتھ نہیں لگایا کسی آدمی نے ۶۶ فرمایا

ع ۱۱ / ۴ / ۱۲

ف۱ حق تو یہا ہے لیکن معبود نہیں بن سکتیں ۱۲

ف۲ جملہ معترضہ برائے بیان صداقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

ف۳ جواب شبہ متعلقہ حضرت مسیح علیہ السلام ۱۲

موضح قرآن ف۱ پھر جب حضرت یحییٰ ماں کے پیٹ میں پڑے تو حضرت زکریا کی تین روز یہی حالت رہی کہ آدمی سے کلام نہ کرسکے اسوقت انکی عمر ایک کم سو برس کی تھی اور انکی عورت کی عمر دو کم سو اور انہی دنوں میں حضرت مریم کے پیٹ میں حضرت عیسےٰ پیدا ہوئے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ مسجد کے بزرگوں نے جب حضرت مریم کی ماں کا خواب سنا تو سب لگے چاہنے کہ ہم پالیں مریم کو فیصل اس پر ہوا کہ ہر ایک نے اپنا قلم جس سے لکھتے تھے۔ بہتے پانی میں ڈالا سب کے قلم بہاؤ پر بہے اور حضرت زکریا کا قلم الٹا اوپر بہا تب ان ہی کیطرف انکا پالنا ٹھہرا۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۳ حضرت عیسےٰ کی بشارت پہلے نبیوں نے دی تھی کہ مسیح پیدا ہوگا جس سے بنی اسرائیل کا عروج ہوگا۔ مسیح کے معنی جسکے ہاتھ لگانے سے بیمار اچھے ہوں یا جسکو کہیں وطن نہ ہو ہمیشہ سیاحی میں رہے سو حضرت عیسےٰ پیدا ہوئے اور یہود انکو نہیں مانتے۔ جب یہود میں دجال پیدا ہوگا وہ آپ کو مسیح کہے گا یہود اس کو مسیح جانیں گے ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۴ یعنی ہدایت کی باتیں سکھا دے گا لوگوں کو سو وہ باتیں حضرت عیسےٰ نے ماں کی گود میں کہیں یا نبی ہو کر کہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی قرعہ می انداختند ۱۲

یہودیوں نے حضرت مریم صدیقہ کے بارے میں زبان طعن درازی کی اور ان پر بدکاری کی تہمت لگائی۔ دوسری طرف عیسائیوں نے افراط سے کام لے کر حضرت مریم اور حضرت عیسےٰ علیہما السلام کو مافوق الاسباب قدرت اور تصرف و اختیار کا مالک قرار دیا اور انہیں حاجات اور مشکلات میں پکارنے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے یہود و نصاریٰ کے یہ تمام شبہات دور فرمائے۔ پہلے حضرت مریم صدیقہ کی عفت اور پاکدامنی کی شہادت دی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش محض قدرت خداوندی سے بغیر باپ کے ہوئی ہے اور حضرت مریم صدیقہ عفیفہ اور پاکدامن ہیں۔ اس کے بعد حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہ تمام معجزے محض اللہ کے حکم سے ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ان کے ظہور میں انکے تصرف اور اختیار کو کوئی دخل نہ تھا۔ اسکے ضمن میں حضرت مریم کی الوہیت کی بھی تردید فرمادی۔ اصطفٰک تجھے باقی تمام خدام بیت اللہ پر فوقیت دی اور خصوصی خوبیوں سے نوازا۔ وطہرک اخلاق ذمیمہ، عادات قبیحہ، کفر و معصیت یا حیض و نفاس وغیرہ سے پاک رکھا و اصطفٰک علی نساء العلمین یہاں نساء العلمین سے حضرت مریم کے زمانہ کی عورتیں مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اس زمانہ کی عورتوں پر فوقیت اور بزرگی عطا کی اسلئے اس سے ان کا حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت عائشہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہن سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ والتفصیل فی روح المعانی ج ۳ ص ۱۰۵-۷۔ ۶۲ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم اللہ کی طرف سے اللہ کی عبادت کرنے اور اسکے آگے رکوع اور سجدہ کرنے پر مامور تھیں لہٰذا وہ معبود اور الٰہ نہیں ہوسکتیں ۶۳ یہ جملہ معترضہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ واقعات جو آپ بیان کر رہے ہیں، یہ سب سینکڑوں برس پہلے کے ہیں۔ ان واقعات میں آپ موجود نہیں تھے لیکن اس کے باوجود آپ ان کی صحیح صحیح تفصیلات بیان فرما رہے ہیں۔ لہٰذا یہ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ یہ غیب کی خبریں اللہ تعالےٰ نے آپ کو بذریعہ وحی بتائی ہیں اور آپ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ فیہ دلالۃ علی نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حیث اخبرمن قصۃ زکریا و مریم ولم یکن قرا الکتب و اخبر عن ذالک و صدقہ اھل الکتاب بذالک (قرطبی ج ۴ ص ۸۵) حضرت مریم کے والد چونکہ پہلے ہی فوت ہوچکے تھے اسلئے ان کی پرورش کا سوال پیدا ہوا تو ہیکل سلیمانی کے تمام خدام باہم جھگڑنے لگے ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ حضرت مریم کی کفالت اس کے سپرد ہو چنانچہ اس جھگڑے کو قرعہ کے ذریعے طے کیا گیا۔ قرعہ ڈالنے کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ ہر ایک اپنا اپنا قلم لائے ان سب قلموں کو بہتے ہوئے پانی میں ڈالا جائے۔ جس کا قلم ٹھہر جائے اور پانی کے ساتھ بہہ نہ جائے اسے کفالت کا حقدار قرار دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس طرح قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام پڑا۔ (قرطبی ج ۴ ص ۸۶) بعض نے لکھا ہے کہ جو حقدار ہوگا اس کا قلم پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت کو حرکت کرے گا (کبیر ج ۲ ص ۴۷۶) بہر حال یہ حضرت زکریا علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا۔ ۶۴ یہاں سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ پہلے اللہ تعالےٰ نے حضرت جبریل کو انسانی شکل میں حضرت مریم کے پاس بیٹے کی خوشخبری سنانے کے لئے بھیجا چنانچہ حضرت جبریل نے خوشخبری کے ساتھ یہ بھی واضح کردیا کہ وہ محض کلمۂ "کن" سے پیدا ہوگا اور اس کا نام عیسےٰ اور لقب مسیح ہوگا اور وہ ماں کی طرف منسوب ہوگا کیونکہ وہ باپ کے بغیر ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں بڑی شان والا اور خدا کے مقربین میں سے ہوگا۔ ۶۵ یہ بھی فرشتے کا کلام ہے یعنی وہ بچہ شیر خوارگی کے زمانہ میں بھی باتیں کرے گا اور بڑھاپے میں بھی اور صالحین میں سے ہوگا شیر خوارگی کے زمانہ میں باتیں کرنا تو ایک معجزہ تھا۔ اسلئے اس کا ذکر کرنے کی وجہ تو سمجھ میں آتی ہے مگر بڑھاپے میں باتیں کرنا تو کوئی کمال نہیں پھر اسکے ذکر کی آخر کیا وجہ ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی عمر تینتیس برس کی ہوئی اس وقت اللہ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا چنانچہ ابھی تک حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر ہیں اور ان کا کہولت میں باتیں کرنا ابھی باقی ہے کیونکہ کہولت چالیس سال کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔ اسلئے وہ آسمان سے اتریں گے اور دوبارہ زمین پر آکر چوبیس سال زندگی بسر کریں گے اور اس طرح کہولت میں باتیں کرنے کا خدائی وعدہ پورا ہوگا۔ وعلی ماذکر فی سن الکھولۃ یراد تکلیمہ علیہ السلام کھلا تکلیمہ لھم کذالک بعد نزولہ من السماء وبلوغہ ذالک السن بناء علی ماذھب الیہ سعید بن المسیب وزید بن اسلم وغیرھما انہ علیہ السلام رفع الی السماء وھو ابن ثلاث وثلثین سنۃ وانہ سینزل الی الارض ویبقی حیا فیھا اربعا وعشرین سنۃ کما رواہ ابن جریر بسند صحیح (روح ج ۳ ص ۱۶۴، کبیر ج ۲ ص ۶۷۷، قرطبی ج ۴ ص ۹۰) ویکلم الناس فی المھد وکھلا قال (ابن زید) رفعہ اللہ الیہ قبل ان یکون کھلا قال وینزل کھلا (ابن جریر ج ۳ ص ۱۸۴) یہ آیت حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور رفع الی السماء کی واضح دلیل ہے۔ نیز یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے بطلان پر نص صریح ہے کہ اس سے ان کے تغیر احوال کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا، طفل ہونا اور کہل ہونا وغیرہ اور جو ذات اس قدر متغیر اور انقلاب زمانہ سے متاثر ہو وہ معبود اور الٰہ بننے کے لائق نہیں جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ المراد منہ بیان کونہ متقلبا فی الاحوال من الصبا الی الکھولۃ والتغیر علی الالٰہ تعالیٰ محال والمراد منہ الرد علی وفد نجران فی قولھم ان عیسیٰ کان الٰھا (کبیر ج ۲ ص ۶۷۷) ۶۶ حضرت مریم چونکہ ابھی کنواری تھیں۔ اور نہایت ہی عفیفہ اور پاکدامن تھیں۔ اسلئے یہ خوشخبری سن کر تعجب اور حیرت سے بولیں کہ مجھے تو کسی مرد نے چھوا تک نہیں، میرے بیٹا کس طرح پیدا ہوگا۔ ۶۷ اس پر فرشتے نے کہا کہ تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالےٰ اسی طرح ظاہری اسباب کے بغیر جو چاہتا ہے پیدا کرلیتا ہے۔ اس کے لئے یہ کام کوئی مشکل نہیں۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے۔ تو بس اس کام کے مکمل ہوجانے کے لئے صرف اس کا ارادہ ہی کافی ہوتا ہے۔ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ یہ بھی فرشتے کا مقولہ ہے اور یبشرک پر معطوف ہے۔ فرشتے نے مزید کہا کہ اللہ تعالےٰ اس ہونے والے بچے کو کتاب و حکمت اور تورات و انجیل کا علم دے گا۔ یہاں الکتاب میں الف لام کا عہد کا ہے اور اس سے قرآن مراد ہے۔ اور حکمت سے سنت رسول اللہ یا پختہ باتیں مراد ہیں۔ جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اس وقت قرآن و سنت کا علم ان کو اللہ کی طرف سے وہبی طور پر عطا ہوگا۔ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ رسولا کا عامل ناصب محذوف ہے ای یجعلہ رسولا (روح ج ۳ ص ۱۶۶) انی میں رسولا عامل ہے۔ یعنی وہ بچہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا اور ان سے کہے گا کہ میں اللہ کی طرف سے تمہارے پاس اپنی صداقت کی نشانیاں لے کر آیا ہوں۔ ۶۸ یہ انی قد جئتکم سے بدل ہے اور اذن اللہ سے مراد امر اللہ ہے اور یہاں سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے معجزات کی تفصیل شروع ہوتی ہے ان کا ایک معجزہ تھا کہ وہ مٹی سے پرندے کی شکل بنا کر اس میں دم کردیتے تو وہ زندہ ہوجاتا۔ باذن اللہ کا اضافہ کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ مٹی کے بت کا زندہ ہوجانا یہ محض اللہ کے حکم سے تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس میں کوئی تصرف یا اختیار نہیں تھا۔ والمراد بامر اللہ وانما ھذا الکلام الی ان احیاءہ من اللہ تعالیٰ ولکن بسبب النفخ ولیس ذالک لخصوصیۃ فی عیسیٰ علیہ السلام الخ (روح ج ۳ ص ۱۶۸) ۶۹ یہ اخلق پر معطوف ہے۔ اکمہ اسے کہتے ہیں۔ جو ماں کے پیٹ سے ہی اندھا پیدا ہوا ہو اور ابرص کوڑھی کو کہتے ہیں۔ یہ بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے معجزات تھے۔ جب انکے پاس کوئی علاج کے لئے آتا تو اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے۔ تو اللہ شفا عطا کر دیتا۔ اسی طرح مردوں کو زندہ کرنے کے لئے بھی خدا سے دعا مانگتے اور یہ سب کچھ اللہ کی مشیت اور اسکے حکم سے ہوتا تھا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ان کاموں کا اختیار نہیں تھا۔ اسلئے وہ الٰہ اور معبود نہیں تھے۔ وکان یداویھم بالدعاء الی اللہ تعالیٰ بشرط الایمان (روح ج ۳ ص ۱۶۹) ۷۰ یہ بھی ان کا معجزہ تھا۔ وہ لوگوں کو بتادیتے تھے کہ وہ کیا کھا کر آئے ہیں۔ اور کیا گھر بچا کر رکھا ہے یہ بھی اللہ تعالےٰ کے بتانے سے انہیں معلوم ہوتا تھا۔ وہ خود غیب نہیں جانتے تھے۔ ۷۱ حضرت عیسےٰ علیہ السلام مذکورہ معجزات دکھا کر اپنی قوم سے کہیں گے کہ اگر ایمان لانا چاہو اور میری تصدیق کرنی چاہو تو یہ معجزات میری رسالت و نبوت کی بہت بڑی دلیل ہیں۔ کیونکہ یہ خارق عادت امور پیغمبر کے سوا کسی جھوٹے مدعی کے ہاتھ پر ہرگز ظاہر نہیں ہوسکتے۔ ۷۲ مصدقا کا عطف رسولا پر ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا ایک فریضہ یہ بھی تھا کہ وہ تورات کی تصدیق کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ تورات خدا کی کتاب ہے اور اسکی تعلیمات پر ایمان لانا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ۔ تورات کے بعض احکام حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ذریعے منسوخ بھی کئے گئے مثلاً کئی چیزیں جو تورات میں حرام تھیں حلال کردی گئیں۔ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ مذکورہ دلائل میری نبوت و رسالت پر کافی ہیں۔ اسلئے خدا سے ڈرو میرا انکار نہ کرو اور میری اطاعت کرو ۷۳ اور میرے ان حیرت انگیز اور تعجب خیز معجزات سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوجانا اور مجھے متصرف و مختار اور کارساز نہ سمجھ بیٹھنا میں خدا کا شریک نہیں ہوں بلکہ اللہ کا بندہ ہوں جو خدائے واحد تمہارا پروردگار ہے۔ وہی میرا پروردگار اور کارساز ہے۔ اسلئے صرف اسی کی عبادت کرو اور صرف اسے ہی پکارو اور یہی صراط مستقیم اور سیدھی راہ ہے جس کی طرف تمام انبیاء علیہم السلام دعوت دیتے رہے۔ ۷۴ یہاں کلام میں اندماج ہے یعنی فلما سے پہلے کچھ عبارت محذوف ہے ای فولد عیسیٰ کما بشر بہ وبلغ قومہ الرسالۃ۔ یعنی جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام حسب بشارت پیدا ہوچکے اور تبلیغ رسالت کا فریضہ انجام دیدیا تو یہودیوں نے ان کے خلاف حسد و بغض

کی وجہ سے سازشیں شروع کردیں۔ جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ان کے کفروانکار اور عداوت کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنے ماننے والوں کو اپنی مدد اور نصرت کی دعوت دی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتے کا قول ورسولا الی بنی اسرائیل تک اور اس کے بعد اندماج ہو اور مذکورہ عبارت اس کے بعد محذوف ہو دکذا فی الروح ج ۳ ص ۱۷۴) اس سے بھی عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت مسیح کی تردید ہوگئی کہ جو شخص خود عالم اسباب میں مدد اور نصرت کا طالب ہے وہ کس طرح الٰہ بن سکتا اور دوسروں کی مشکل کشائی اور حاجت برآری کر سکتا ہے **۷۵** حواریین حواری کی جمع ہے یہ لوگ اپنے علاقہ کے سردار تھے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر نہایت اخلاص سے ایمان لاچکے تھے وہ بول اٹھے کہ ہم اللہ کے دین کی خاطر آپکی مدد کریں گے۔ آپ اس پر گواہ رہیں کہ ہم ایمان لاچکے ہیں اور دل وجان سے اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ وقیل کانوا ملوکا ۔۔۔۔ قالہ ابن عون (قرطبی ج ۴ ص ۹۸ دکذا فی الکبیر ج ۲ ص ۴۸۶) **۷۶** حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے وعدہ نصرت کے بعد حواریوں نے اللہ سے مناجات شروع کردی اور صدق نیت سے اقرار کرلیا کہ وہ اللہ کے نازل کردہ تمام احکام پر ایمان لے

كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا

اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے جب ارادہ کرتا ہے کسی کام کا تو یہی

يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ

کہتا ہے اس کو ہوجا سو وہ ہوجاتا ہے **۶۷** اور سکھادے گا اس کو [۱] کتاب اور

الْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا

تہ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور کرے گا اسکو پیغمبر

اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۥ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ

بنی اسرائیل کی طرف بیشک میں آیا ہوں تمہارے پاس نشانیاں لیکر

مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـــَٔةِ

تمہارے رب کی طرف سے کہ میں بنادیتا ہوں تم کو گارے سے پرندہ کی شکل

الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو ہو جاتا ہے وہ اڑتا جانور اللہ کے حکم سے **۶۸**

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى

اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور جلاتا ہوں مردے

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا

اللہ کے حکم سے **۶۹** اور بتادیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور جو

تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

رکھ کر آؤ اپنے گھروں میں **۷۰** اس میں نشانی پوری ہے

لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا

تم کو اگر تم ایمان رکھتے ہو ف ۱ **۷۱** اور سچا بتاتا ہوں اپنے سے پہلی

بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ

کتاب کو جو توراۃ ہے **۷۲** اور اسواسطے کہ حلال کردوں تم کو بعضی

منزل ۱

ع ۱ — ای دیجعل رسولا ۱۲

آئے ہیں اور اسکے پیغمبر کی اطاعت قبول کرچکے ہیں اسلئے انہیں بھی ان لوگوں کی فہرست میں شامل فرمالیا جائے جو اللہ کی توحید اور اس کے پیغمبروں کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں ای اکتبنا فی جملۃ من تشہد لک بالتوحید ولانبیاءک بالتصدیق (کبیر ج ۲ ص ۴۸۶) اس سے معلوم ہوا کہ خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے صحابی جو مسیحی تھے وہ تو صرف اللہ ہی کو معبود مانتے تھے اور حضرت مسیح علیہ السلام سے متعلق ان کا صرف یہی نظریہ تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا اتباع ان پر لازم ہے ان کو الٰہ یا ابن اللہ کہنا وغیرہ خرافات تو انکے تصور میں بھی نہ تھیں **۷۷** مکر عربی کا لفظ ہے جس کے معنی گہری اور خفیہ تدبیر سوچنے کے ہیں۔ اور یہ چیز اپنے اصل کے اعتبار سے بری اور معیوب نہیں ہے اسلئے اللہ کی طرف اس کی نسبت بے کھٹکے جائز ہے۔ البتہ خفیہ تدبیر اگر کسی ناجائز کام کے لئے ہوگی تو معیوب ومذموم ہوگی مکروا کا فاعل یہودی ہیں یہ لوگ چونکہ مشرک اور بد عقیدہ تھے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی توحید پرستی اور حق بیانی سے برہم ہوکر ان کے دشمن بن چکے تھے اس لئے انہوں نے ان پر الحاد اور بے دینی کا الزام لگا کر اپنی مذہبی عدالت سے ان کے کافر اور واجب القتل ہونے کا فیصلہ حاصل کرلیا۔ یہودی چونکہ رومیوں کی مشرک اور بت پرست حکومت کے ماتحت تھے اور رومی حکومت کی منظوری کے بغیر کسی کو قتل کی سزا نہیں دے سکتے تھے۔ اسلئے انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام پر بغاوت کا ایک جھوٹا مقدمہ بھی قائم کردیا اور رومی عدالت سے ان کے قتل کے احکام حاصل کرلئے اس وقت سزائے موت صلیب کے ذریعے دی جاتی تھی۔ اس لئے اب وہ ان کو سولی پر لٹکانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ان کی تمام تدبیریں خاک میں ملادیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کو ان سے بچاکر آسمان پر اٹھالیا جب یہودی حضرت کو سولی کے لئے پکڑنے آئے تو جس آدمی کو اندر بھیجا اللہ نے اس کو حضرت مسیح علیہ السلام کا ہمشکل بنادیا اور ان کو اوپر اٹھالیا۔ چنانچہ یہودیوں نے اسی شخص کو مسیح سمجھ کر سولی پر لٹکادیا۔ **۷۸** حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے بھی عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت مسیح کی تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام الٰہ اور متصرف ومختار ہوتے تو یہودیوں کے مکر سے خود بخود بچ جاتے۔ لیکن اس میں وہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے محتاج تھے متوفی توفی سے اسم فاعل ہے اور توفی کے معنی کسی چیز کو پورے طور پر لینے اور وصول کرلینے کے ہیں۔ المتوفی اخذ الشئ وافیا (کبیر ج ۲ ص ۴۸۹) اور رافعک ماقبل کی تفسیر ہے اور اذ ظرف مکروا کے متعلق ہے یعنی یہودی جب حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کرنے کی خفیہ تدبیریں سوچ رہے تھے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ نے انہیں یہ خوشخبری سنادی کہ میں تم کو پورا پورا یعنی روح مع الجسد آسمانوں پر اٹھالوں گا۔ اور ان کافروں کے ناپاک منصوبوں سے تم کو بچالوں گا۔ المراد آخذک وافیا بروحک وبدنک فیکون ورافعک الی کالمفسر لما قبلہ (روح ج ۳ ص ۱۷۹) اللہ تعالی نے رافعک کے ساتھ اس سے پہلے متوفیک کا اضافہ فرمایا ہے۔ حالانکہ رفع الی السماء پر دلالت کرنے کے لئے رافعک الی ہی کافی تھا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسکی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر صرف رافعک الی پر ہی اکتفا کیا جاتا تو اس سے شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی روح کا رفع ہوا ہے جسد کا نہیں ہوا۔ اس لئے متوفیک لا کر صراحت فرمادی کہ رفع روح مع الجسد ہوا ہے نہ کہ صرف روح کا۔

موضح القرآن۔ ف ۱۔ حضرت عیسےٰ کو توریت اور ہر کتاب بغیر پڑھے آتی تھی۔ اور یہ سب معجزے ہوتے تھے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

ولما علم الله ان من الناس من يخطر ببالہ ان الذی رفعہ الله هو روحہ لا جسدہ ذکر هذا الکلام لیدل علی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رفع بتمامہ الی السماء بروحہ وجسدہ الخ (کبیر ج ۲ صہ ۴۸۹)

یہ آیت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کی صریح اور واضح دلیل ہے اس کے علاوہ اور کئی آیتوں میں بھی اس کی صراحت ہے اور نزول مسیح کے بارے میں حدیثیں تو درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ جیسا کہ امام ابن جریر اور دیگر مفسرین نے کہا ہے۔ قال ابوجعفر واولی هذه الاقوال بالصحۃ عندنا قول من قال معنی ذالک انی قابضک من الارض ورافعک الی لتواتر الاخبار عن رسول الله صلی الله علیہ وسلم انہ قال ینزل عیسی بن مریم فیقتل الدجال ثم یمکث فی الارض۔ الخ (ابن جریر ج ۳ صہ ۱۸۴) چنانچہ ایک مرفوع روایت میں ہے جسے حضرت ابوہریرۃ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے۔ حضرت عیسےٰ ابن مریم ضرور بالضرور تم میں حاکم عادل بن کر نازل ہوں گے الخ۔ الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ان سعید بن المسیب سمع اباهریرۃ قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ الخ (صحیح بخاری ج ۱ صہ ۲۹۶، ج ۱ صہ ۳۳۶، ج ۱ صہ ۴۹۰) یہ روایت حدیث کی تمام متداول کتابوں میں موجود ہے۔ نزول کے بارے میں کتب حدیث میں جتنی بھی روایتیں موجود ہیں ان سب میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی شخصیت کی صراحت موجود ہے کسی ایک روایت میں بھی مثیل عیسےٰ کا لفظ نہیں آیا اور نہ ہی کسی مرفوع حدیث میں اور نہ ہی صحابہ کرام، تابعین اور اتباع تابعین کے کسی اثر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا ذکر آیا ہے۔ بلکہ صحابہ اور تابعین سے حیات مسیح تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ حضرت ابن عباس سے جو متوفیک کا معنی ممیتک بخاری میں منقول ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو یہ روایت منقطع ہے اور اسکے مقابلہ میں حضرت ابن عباس سے جو روایت صحت کے ساتھ منقول ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ چنانچہ علامہ قرطبی رقمطراز ہیں۔ والصحیح ان الله تعالی رفعہ الی السماء من غیر وفاۃ ولا نوم کما قال الحسن وابن زید وهو اختیار الطبری وهو الصحیح عن ابن عباس وقالہ الضحاک (قرطبی ج ۴ صہ ۱۰۰) ثانیاً اگر روایت صحیح بھی ہو تو بھی اس کا مفہوم یہ نہیں کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں بلکہ اس صورت میں آیت میں تقدیم و تاخیر ہوگی کیونکہ واو مطلق جمع کے لئے آتی ہے ترتیب لازم نہیں اور مطلب یہ ہوگا کہ تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور پھر آخر زمانہ میں زمین پر اتار کر تجھے موت دینے والا ہوں۔ جیسا کہ حضرت قتادہؓ سے منقول ہے۔ عن قتادۃ قال هذا من المقدم والمؤخر ای رافعک الی ومتوفیک (روح ج ۳ صہ ۱۷۹)

لفظ توفی کے معنی تمام اہل لغت کے نزدیک اخذ الشیٔ وافیا کے ہیں اور قرآن مجید میں یہ لفظ حیات کے مقابلہ میں کہیں استعمال نہیں ہوا

الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

وہ چیزیں جو حرام تھیں تم پر اور آیا ہوں تمہارے پاس نشانی لے کر تمہارے رب کی

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ

سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو بیشک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا

فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّاۤ اَحَسَّ

سو اس کی بندگی کرو یہی راہ سیدھی ہے ف ۱ ف ۲ پھر جب معلوم کیا

عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ

عیسےٰ نے بنی اسرائیل کا کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں ف ۳

قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ

کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کی ہم یقین لائے اللہ پر

وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنْزَلْتَ

اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا ف ۵ ف ۲ اے رب ہم نے یقین کیا اس چیز کا جو تو نے

وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۳﴾

اتاری اور ہم تابع ہوئے رسول کے سو تو لکھ لے ہم کو ماننے والوں میں ف ۶

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ﴿۵۴﴾ ع

اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے ف ۲ اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے ف ۳ ف ۸

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ

جس وقت کہا اللہ نے اے عیسےٰ میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھا لوں گا اپنی طرف

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ

اور پاک کر دوں گا تجھ کو کافروں سے ف ۸ اور رکھوں گا ان کو جو تیرے

اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۚ

تابع ہیں غالب ان لوگوں پر جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک ف ۹

ع ۵ ‎/ ۱۳ ‎/ ۱۳

ربط: اس سے پہلے مذکور ہے یعنی القصہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی۔ ۱۲

موضح قرآن ۔ ف ۱ ۔ حضرت عیسےٰ کے وقت توریت میں سے کئی حکم جو مشکل تھے۔ موقوف ہوئے باقی وہی توریت کا حکم تھا۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف ۲ ۔ حضرت عیسےٰ کے بارہ یار کا خطاب تھا حواری۔ حواری اصل کہتے ہیں دھوبی کو۔ ان میں پہلے دو شخص جو ان کے تابع ہوئے دھوبی تھے۔ حضرت عیسےٰ نے کہا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو میں تم کو دل دھونے سکھا دوں وہ انکے ساتھ ہوئے اسطرح سب کا یہی خطاب ٹھہر گیا۔ فائدہ اس آیت کے معنی یہ کہ حضرت عیسےٰ اصل رسول تھے واسطے بنی اسرائیل کے۔ جب معلوم کیا کہ یہ میرا دین قبول نہ کریں گے چاہا کہ اور کوئی میرے دین کو رواج دے حواریوں کے ہاتھ سے غیروں کو دین پہنچا۔ اب تک بنی اسرائیل انکے دین میں کم ہیں ۱۲ منہ ف ۳ یہود کے عالموں نے اسوقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ شخص ملحد ہے توریت کے حکم سے خلاف بتاتا ہے اس نے لوگ بھیجے کہ ان کو پکڑ لاویں جب وہ پہنچے۔ حضرت عیسیٰ کے یار سرک گئے اس شتابی میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور ایک صورت ان کی رہ گئی اسی کو پکڑ لائے پھر سولی پر چڑھایا ۱۲ منہ رح

فتح الرحمٰن ۔ ف ۱ القصہ ایں بشارت در حق عیسےٰ علیہ السلام متحقق شد و یہود را بدین خود دعوت نمودند ۱۲۔ ف ۲ یعنی با کافراں ۱۲

حیات کے مقابلہ میں لفظ موت آیا ہے۔ مثلاً کنتم اموانا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم (بقرہ ع ۳) ام نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا (مرسلات ع ۱) بلکہ توفی کے مقابلہ میں ہونا اور رہنا آیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے وکنت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم (مائدہ ع ۹) البتہ اس لفظ کا اطلاق موت پر بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہاں بھی اخذ الشئ وافیا ہوتا ہے تو موت بھی توفی کا ایک فرد ہے۔ جس طرح بدن کے ساتھ اٹھا لینا بھی اس کا فرد ہے مگر اس آیت میں رفع روح مع الجسد مراد ہے نہ کہ موت۔ مرزائیوں کی طرف سے ایک قاعدہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب توفی سے باب تفعل ہو اور فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح ہو تو وہاں قبض روح کے سوا کوئی معنی نہیں ہوتا یعنی رفع مع الجسد مراد نہیں ہوتا۔ یہ امت مرزائیہ کی طرف سے سراسر فریب اور دھوکہ ہے۔ اول تو اسلئے کہ حضرت عیسے علیہ السلام کے سوا کسی کا رفع روح مع الجسد ثابت نہیں اسلئے یہ الفاظ کسی دوسرے کے لئے وارد نہیں ہوئے۔ ثانیاً یہ قاعدہ من گھڑت اور جعلی ہے کسی لغت کی کتاب میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جب رفع کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی جسد ہو اور اس کا صلہ الی ہو تو وہاں رفع جسد کے سوا کوئی معنی نہیں ہو سکتا۔ قرآن سے حدیث اور محاورات عرب سے اسکے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔ والتفصیل فی رسالۃ عقیدۃ الاسلام للسید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۷۹ پہلے تین وعدے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات سے مخصوص تھے اور یہ وعدہ انکے متبعین اور ان پر ایمان لانے والوں کے ساتھ ہے۔ الذین اتبعوک سے مسلمان اور سچے عیسائی مراد ہیں اور الذین کفروا سے مراد یہود ہیں۔ جنہوں نے حضرت عیسے علیہ السلام کا انکار کیا اور ان کے قتل کے درپے ہوئے۔ فوقیت اور غلبہ سے معنوی اور قوت دلائل کے اعتبار سے غلبہ مراد ہے۔ چنانچہ اس حیثیت سے یہود ہمیشہ مغلوب رہے ہیں اگر مادی اور سیاسی حیثیت سے فوقیت مراد ہو تو اس اعتبار سے بھی یہودی ہمیشہ ذلیل و خوار اور مقہور و محکوم ہی رہے ہیں۔ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ۔ اور جب تم سب میدان حشر میں میرے سامنے حاضر آؤ گے تو عملی اور حتمی فیصلہ تمہارے اختلافات کا میں خود کروں گا ۸۰ الذین کفروا سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت عیسے علیہ السلام کو نہیں مانتے تھے اور انہیں قتل کرنا چاہتے تھے یا جنہوں نے ان کو معبود بنا لیا تھا۔ آخرت کا عذاب تو ظاہر ہے اور دنیا کے عذاب سے قید و بند اور قتل کا عذاب مراد ہے۔ چنانچہ دنیا میں بھی ان لوگوں کو عذاب دیا گیا اور آخرت میں بھی دیا جائیگا وکذالک فعل بمن کفر بالمسیح من الیہود او غلا فیہ او اطراہ من النصاری عذبہم فی الدنیا بالقتل والسبی واخذ الاموال وازالۃ الایدی عن الممالک و فی الدار الآخرۃ عذابہم اشد واشق۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۶) اور ان کافروں کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوگا جن کو انہوں نے اپنے حاجت روا اور مشکلکشا سمجھ رکھا ہے وہ انہیں نہ دنیا میں خدا کے عذاب سے بچا سکیں گے اور نہ آخرت میں ۸۱ اور جن لوگوں نے اللہ کے تمام پیغمبروں کو مانا اور ان کے لائے ہوئے پیغام توحید کو تسلیم کیا اور عیسائیوں کی طرح اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارا اور اعمال صالحہ بجا لا کر ایمان کے تمام تقاضے پورے کئے تو انہیں انکے اعمال کا پورا پورا اجر ملے گا اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ مطلب مؤمنین کے اجر و ثواب میں کمی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مزدور کو اسکی مزدوری نہ دینا یا اس میں کمی کرنا ظلم ہے اور اللہ تعالےٰ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا۔ اسلئے اس بات کا ادنے احتمال بھی نہیں ہے کہ وہ کسی کے اجر میں کمی کرے گا۔ ۸۲ یہ جملہ معترضہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے اظہار کیلئے لایا گیا ہے ذالک مبتدا ہے اور نتلوہ علیک اسکی خبر ہے من الآیات والذکر الحکیم خبر بعد خبر ہے یا نتلوہ میں ضمیر منصوب سے حال ہے اور ذکر حکیم سے مراد قرآن ہے یعنی جو کچھ ہم آپ پر نازل کر رہے ہیں۔ یہ آپ کی نبوت کے واضح دلائل ہیں اور حکمت سے بھرپور قرآن کی آیتیں ہیں جنکا علم وحی کے بغیر ناممکن ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں۔ ای الحجج الدالۃ علی صدق نبوتک اذ علمتہم بما لا یعلمہ الا قاری کتاب او معلم ولست بواحد منہما فلم یبق الا ان تعلمتہ من طریق الوحی (ر۔ح۔ج ۳ ص ۱۸۵)

ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا كُنْتُمْ

پھر میری طرف ہے تم سب کو پھر آنا پھر فیصلہ کردوں گا تم میں جس بات میں تم

فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ

جھگڑتے تھے ف سو وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کو عذاب کروں گا

عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ز وَمَا لَهُمْ

سخت عذاب دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں

مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

ان کا مددگار ۸۰ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام نیک

الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ط وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ

کئے سو ان کو پورا دے گا ان کا حق ۸۱ اور اس کو خوش نہیں آتے

الظّٰلِمِیْنَ ○ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَ

بے انصاف یہ پڑھ سناتے ہیں ہم تجھ کو آیتیں اور

الذِّكْرِ الْحَكِیْمِ ○ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ

بیان تحقیقی ۸۲ بیشک عیسےٰ کی مثال اللہ کے نزدیک

كَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ

جیسے مثال آدم کی بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو کہ ہو جا

فَیَكُوْنُ ○ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ

وہ ہوگیا ف ۸۳ حق وہ ہے جو تیرا رب کہے پھر تو مت رہ شک

الْمُمْتَرِیْنَ ○ فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا

لانے والوں سے ۸۴ پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں بعد اس کے

جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا

کہ آچکی تیرے پاس خبر سچی تو تو کہدے آؤ بلاویں ہم اپنے بیٹے

ربط تخویف دنیوی و اخروی برائے منکرین ۱۲

مر ۲ بشارت برائے مومنین ۱۲

مر ۳ جملہ معترضہ برائے صداقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

موضح قرآن ف۔ حضرت عیسے کے تابع اول نصارےٰ تھے اب مسلمان ہیں۔ سو ہمیشہ یہود پر غالب رہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالےٰ ف۲ نصاریٰ اس بات پر حضرت سے بہت جھگڑے کہ عیسے بندہ نہیں اللہ کا بیٹا ہے آخر کہنے لگے کہ اگر وہ اللہ کا بیٹا نہیں تو بتاؤ کس کا بیٹا ہے اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہ آدم کو تو ماں نہ باپ عیسےٰ کو باپ نہ ہو تو کیا عجب ہے ۱۲ منہ رح

۸۳ یہ سابقہ شبہ کے جواب کی تکمیل ہے یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ان کے معبود ہونے کی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی یہ کام قدرت خداوندی کے سامنے مشکل یا عجیب ہے ان کی پیدائش قدرت خداوندی کا ایک نمونہ ہے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ماں اور باپ دونوں کے بغیر قدرت خدا کا نمونہ تھی جس طرح حضرت آدم کی پیدائش محض اللہ کی قدرت اور اس کے ارادے سے ہوئی اسی طرح حضرت عیسےٰ کی پیدائش ہوئی۔ ۸۴ الحق خبر ہے اور اس کا مبتدا ھو محذوف ہے یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ آدم علیہ السلام کی طرح محض ہماری قدرت کاملہ سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور الٰہ نہیں تھے۔ اور ان کی والدہ حضرت مریم صدیقہ پاکباز عورت تھی یہ سب حق ہے اس میں کوئی شک نہیں اور اس کے مقابلے میں یہود و نصاریٰ کے نظریات غلط اور باطل ہیں مثلاً نصاریٰ نے کہا کہ حضرت عیسےٰ معبود اور کارساز ہیں اور یہودیوں نے حضرت مریم کو زنا کی تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کے خیالات کا ابطال فرمایا قال ابومسلم المراد ان ھذا الذی انزلت علیک ھو الحق من خبر عیسیٰ علیہ السلام لاما قالت النصاریٰ و الیھود فالنصاریٰ قالوا ان مریم ولدت الٰھا والیھود رموا مریم علیھا السلام بالافک (کبیر ج ۲ ص ۶۹)۔ ۸۵ فیہ کی ضمیر حضرت عیسےٰ کی طرف راجع ہے الوہیت مسیح کو دلائل قطعیہ سے باطل کرنے کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ حضرت مسیح کے الٰہ (معبود) نہ ہونے اور اللہ کا بندہ اور رسول ہونے کے قطعی اور یقینی دلائل کے واضح ہوجانے کے بعد بھی اگر وفد نجران الوہیت مسیح کے بارے میں آپ سے اختلاف اور جھگڑا کریں تو اب آپ انہیں مباہلہ کا چیلنج کردیں کیونکہ دلائل سے تو مسئلہ واضح ہوچکا ہے اور ان سے کہیں کہ تم بھی اپنی عورتوں اور بچوں کو لے آؤ اور ہم بھی لے آتے ہیں۔ اور پھر عاجزی اور خشوع سے دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں لیکن وفد نجران کے پادری اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ سچے رسول ہیں اور آپ کے مقابلہ میں مباہلہ کرنے سے وہ تباہ ہوجائیں گے اسلئے وہ مباہلہ پر آمادہ نہ ہوئے اور آپ سے صلح کرلی۔ یہ آیت مباہلہ کے نام سے مشہور ہے جس کا شان نزول اور صحیح مفہوم اوپر بیان کیا جاچکا ہے شیعہ حضرات اول تو قرآن مجید کو صحیح مانتے ہی نہیں بلکہ اس میں بیسیوں غلطیاں اور خامیاں نکالتے ہیں اور اگر مانتے ہیں تو خواہ مخواہ قرآن کی آیتوں سے کھینچ تان کر اماموں کی امامت اور حضرت علی کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ آیت مباہلہ سے بھی شیعوں نے حضرت علی کی خلافت بلافصل پر استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی اسوقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی حضرت فاطمہ اور حسنین کو ساتھ لیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ انفسنا سے حضرت علی اور ابناءنا سے حضرات حسنین اور نساءنا سے حضرت فاطمہ مراد ہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت علی نفس رسول ہیں اور نفس رسول کی موجودگی میں اور کوئی خلافت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

جواب: یہ شیعوں کی طرف سے ایک سراسر مغالطہ ہے اور اس آیت سے ان کا استدلال از سرتاپا باطل ہے۔ اول اسلئے کہ ان کا استدلال اس آیت سے نہیں بلکہ ایک روایت سے ہے کیونکہ روایت کو ساتھ ملائے بغیر ان کا مطلب آیت سے نہیں نکل سکتا بلکہ آیت میں اس طرف ادنیٰ سا اشارہ بھی موجود نہیں۔ دوم اسلئے کہ انفسنا سے صرف حضرت علی کو مراد لینا یہ مفسرین کی تصریحات کے خلاف ہے۔ بلکہ اس سے خود حضور علیہ السلام کی ذات یا آپ کے ساتھ حضرت علی اور دوسرے مسلمان مراد ہیں۔ چنانچہ مفسر طبری فرماتے ہیں۔

لانسلم ان المراد بانفسنا الامیر بل المراد نفسہ الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم (ج ۳ ص ۱۹۲) اور معالم میں ہے عنی نفسہ وعلیا رضی اللہ عنہ والعرب تسمی ابن عم الرجل نفسہ کما قال اللہ تعالیٰ ولا تلمزوا انفسکم یرید اخوانکم وقیل ھو علی العموم لجماعۃ اھل الدین۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ حضرات چونکہ آپ سے علیحدہ گھر میں رہتے تھے اسلئے مباہلہ میں ان کو شریک کرنے کے لئے آپ نے ان کو اپنے گھر بلایا

سلا خلاصہ بحث اور نتیجہ دلائل سابقہ ۱۲

سلا آخر میں اہل کتاب کو دعوت الی التوحید مع زجر ۱۲

سلا پہلا شکوہ ۱۲

ع ۶ ۱۴

وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَ

اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور

أَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى

تمہاری جان پھر التجا کریں ہم سب اور لعنت کریں اللہ کی ان

الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا

پر جو جھوٹے ہیں ۸۵ ف۱ بیشک یہی ہے بیان سچا ۸۶ اور کسی

مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ

کی بندگی نہیں ہے سوائے اللہ کے اور اللہ جو ہے وہی ہے زبردست

الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾

حکمت والا ۸۷ پھر اگر قبول نہ کریں تو اللہ کو معلوم ہیں فساد کرنے والے ۸۸

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا

تو کہہ اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں

وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ

اور تم میں کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہراویں اس کا

شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن

کسی کو اور نہ بناوے کوئی کسی کو رب سوائے

دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا

اللہ کے ۸۹ پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو گواہ رہو

بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ

کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں ۹۰ اے اہل کتاب کیوں

تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ

جھگڑتے ہو ابراہیم کی بابت ف۱ اور توریت

موضح قرآن ف۱ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نصاریٰ اس قدر سمجھائے پر بھی اگر قائل نہ ہوں تو ان کے ساتھ قسم کرو یہ بھی ایک صورت فیصلہ کی ہے کہ دونوں طرف اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہے اس پر لعنت اور عذاب پڑے پھر حضرت آپ اور حضرت فاطمہ اور امام حسن اور امام حسین اور حضرت علی کو لے کر گئے ان نصاریٰ میں جو دانا تھے انہوں نے مقابلہ نہ کیا اور جزیہ دینا قبول رکھا۔ ۱۲ منہ رح

فتح الرحمٰن۔ ف۱ یعنی بعضی گفتند یہودی بود و بعضی گفتند نصرانی بود ۱۲

لیکن مباہلہ کی نوبت ہی نہ آئی اگر نجران کے عیسائی مباہلہ کرتے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو بھی یقیناً ساتھ لے جاتے اور تمام مسلمانوں کو اپنے اہل وعیال سمیت مباہلہ کے لئے نکلنے کا حکم دیتے۔ علامہ ابو حیان اندلسی فرماتے ہیں۔ ولو عزم نصاریٰ نجران علی المباھلۃ وجاء وا لھا لامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسلمین ان یخرجوا باھالیھم لمباھلۃ (بحر ج ۲ صہ ۴۷۹) اور حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں کہ مباہلہ کے لئے تو حضور علیہ السلام خلفاء ثلاثہ کو بھی مع اہل وعیال ساتھ لے چلے تھے جیسا کہ امام ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔ عن جعفر بن محمد عن ابیہ فی ھذہ الآیۃ تعالوا ندع ابناءنا الآیۃ قال فجاء بابی بکر وولدہ وبعمر وولدہ وبعثمان وولدہ وبعلی وولدہ (در منثور ج ۲ صہ ۴۰، روح ج ۳ صہ) اسلئے اس آیت سے شیعہ حضرات کا استدلال سراسر باطل ہے اس آیت سے نہ حضرت علی کی خلافت بلافصل ثابت ہوتی ہے اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ مباہلہ میں حضرت علی۔ فاطمہ، حسن حسین رضی اللہ عنہم کے سوا کوئی اور شریک نہیں ہوا۔ بلکہ معلوم ہو گیا کہ حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو بھی مباہلہ میں شریک ہونے کے لئے مع اولاد بلایا گیا اور اگر مباہلہ ہو جاتا، تو تمام مسلمانوں کو مع اہل وعیال مباہلہ میں شریک ہونے کا حکم دیا جاتا۔ **۸۶** ہذا کا اشارہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بارے میں مذکورہ تفصیلات کی طرف ہے ای المذکور فی شان عیسٰی علیہ السلام قالہ ابن عباس (روح ج ۳ صہ ۱۹۰) یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بارے میں تمام مذکورہ تفصیلات ہی صحیح اور درست ہیں اور نصاریٰ کا الوہیت اور ابنیت مسیح کا دعویٰ سراسر باطل ہے ان ھذا ھو الحق لاما یدعیہ النصاریٰ من کون المسیح علیہ السلام الٰھا و ابن اللہ سبحانہ وتعالیٰ عما یقولہ الظالمون علوا کبیرا (روح ج ۳ صہ ۱۹۰) **۸۷** یہ تمام گذشتہ بحث کا نتیجہ اور ماحصل ہے جب دلائل واضحہ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا محض اللہ کی قدرت کاملہ سے تھا اس سے ان کا الٰہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اسی طرح ان سے جو خارق عادت امور ظاہر ہوئے وہ ان کے معجزات تھے اور اللہ کے حکم سے انکے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ان میں انکے اختیار اور تصرف کو کوئی دخل نہیں تھا۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے معبود اور الٰہ نہیں تھے۔ اسلئے اللہ کے سوا کوئی بندگی اور پکار کے لائق نہیں اور قدرت وحکمت کے اعتبار سے وہ سب پر فائق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں **۸۸** اتنی واضح تصریحات کے بعد بھی جو لوگ حق قبول نہ کریں اور توحید سے سرتابی کریں اور شرکیہ عقائد پھیلا کر شر و فساد برپا کرنے میں مصروف رہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے مفسدین کو خوب جانتا ہے ان کا کوئی کام اس سے پوشیدہ نہیں وہ ان کو ان کے اعمال کی پوری پوری سزا دے گا۔ **۸۹** توحید سے متعلق نصاریٰ کے تمام شبہات کا ازالہ کرنے کے بعد تمام اہل کتاب کو توحید کی دعوت عام دی ہے۔ سواء مصدر بمعنی اسم فاعل ہے اور کلمہ سے بطور مجاز مرسل کلام مراد ہے یعنی اہل کتاب کو ایک ایسی بات کی دعوت دو۔ جو تمہارے اور ان کے درمیان متفق علیہ ہے اور جس میں تورات، انجیل اور قرآن کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ ای لا تختلف فیہا التوراۃ والانجیل والقرآن (روح ج ۳ صہ ۱۹۳) الا نعبد مع معطوفات کلمۃ کی تفسیر ہے اور اس سے بدل ہے وقد فسرھا بقولہ تعالیٰ الا نعبد الا اللہ فموضع ان خفض علی البدل من کلمۃ (قرطبی ج ۴ صہ ۱۰۶) یعنی وہ بات جس کی طرف اہل کتاب کو دعوت دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم سب مل کر صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور کسی کو اسکا شریک نہ بنائیں اور نہ ہی آپس میں ایک دوسرے کو رب اور مالک ومختار سمجھیں۔

وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا

اور انجیل تو اتریں ‏ اس کے بعد ‏ کیا تم کو

تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَاۤءِ حَاجَجْتُمْ

عقل نہیں ‏ ۹۱ ف ‏ سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات میں

فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاۤجُّوْنَ

تم کو کچھ خبر تھی ‏ اب کیوں جھگڑتے ہو

فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

جس بات میں تم کو کچھ خبر نہیں ‏ ۹۲ ‏ اور اللہ جانتا ہے

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ

اور تم نہیں جانتے ‏ ف ۱ ‏ نہ تھا ابراہیم

يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا

یہودی ‏ اور نہ نصرانی ‏ لیکن تھا حنیف یعنی سب جھوٹے مذہبوں

مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾

سے بیزار اور حکم بردار ‏ اور نہ تھا ‏ مشرک ‏ ۹۳ ف ۲

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ

لوگوں میں زیادہ مناسبت ‏ ابراہیم سے ان کو تھی ‏ جو ساتھ

اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ

اس کے تھے ‏ اور اس ‏ نبی کو ‏ اور جو ایمان لائے اس نبی پر ۹۴

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ طَّاۤىِٕفَةٌ

اور اللہ والی ہے مسلمانوں کا ‏ ف ۲ ‏ آرزو ہے بعضے

مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا

اہل کتاب کو ‏ کہ کسی طرح گمراہ کریں تم کو ۹۵ ‏ اور

موضح قرآن - ف یہود و نصاریٰ کا ایک جھگڑا یہ تھا کہ ہر کوئی کہتا تھا کہ ابراہیم ہمارے دین پر تھا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ **ف ۲** اللہ صاحب نے فرمایا کہ ابراہیم کو یہودی یا نصرانی اگر اس معنی سے کہتے ہو کہ توریت اور انجیل پر عمل کرتا تھا یہ تو صریح بے عقلی ہے توریت اور انجیل اس سے بعد نازل ہوئی ہیں اور اگر یہ غرض ہے کہ اس وقت بھی اہل ہدایت کا نام یہود تھا یا نصاریٰ تو بھی غلط ہے بلکہ ابراہیم نے اپنے تئیں حنیف کہا ہے یا مسلم۔ حنیف کے معنی جو کوئی ایک راہ حق پکڑے اور سب راہیں باطل چھوڑ اور مسلم کے معنی حکم بردار۔ اور اگر یہ غرض ہے کہ دینوں میں یہود کے دین کو یا نصاریٰ کے دین کو زیادہ مناسبت ہے ابراہیم کے دین سے سو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ زیادہ مناسبت ابراہیم سے اس وقت کی امت کو تھی یا پچھلی امتوں میں اس نبی کی امت کو ہے تو یہ امت نام میں بھی اور راہ میں بھی ابراہیم سے مناسبت زیادہ رکھتی ہے پھر فرمایا کہ اپنی راہ کے حق ہونے پر کسی کی موافقت سے دلیل جب پکڑے کہ اپنے او پر وحی نہ آئی ہو سو یہ اللہ والی ہے مسلمانوں کا کہ یہ اس کے حکم پر چلتے ہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ

فتح الرحمن ف ۱ یعنی در مسائل منصوصہ در توریت اختلاف کردید تا بغیر منصوصہ چہ رسد ۱۲ ف ۲ مترجم گوید حنیف آنرا گویند کہ استقبال کعبہ کند و ختنہ نماید و از جنابت غسل کند حاصل آنکہ نام کسی بود کہ بشریعت ابراہیمی متدین باشد ۱۲

اور نہ ہی اپنے عالموں اور درویشوں کی خود ساختہ تحلیلات اور تحریمات کو مانیں۔ ای لا نطیع احبارنا فیما احدثوا من التحریم والتحلیل (مدارک ج ۱ ص ۱۲۶) نصاریٰ میں چونکہ یہ تینوں باتیں موجود تھیں اسلئے ان تینوں کا ذکر کیا۔ وہ خالص اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے سوا مسیح کی عبادت بھی کرتے تھے اور اللہ کے ساتھ شرک کرتے تھے۔ فیعبدون غیر اللہ وھو المسیح ویشرکون بہ غیرہ (کبیر ج ۲ ص ۴۰۷) نیز وہ اپنے مولویوں اور پیروں کو حلال وحرام کا مختار سمجھتے تھے اور نذر و نیاز اور سجدوں سے ان کی عبادت بھی کرتے تھے۔ انھم اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ فیدل علیہ وجوہ احدھا انھم کانوا یطیعونھم فی التحلیل والتحریم والثانی انھم کانوا یسجدون لاحبارھم الخ (کبیر ج ۲ ص ۴۰۵)، بالکل اسی طرح جس طرح آجکل بدعتی لوگ اپنے مولویوں اور پیروں کی ہر بات پر وحی کی طرح ایمان لاتے ہیں اگرچہ وہ کتاب وسنت کے صریح خلاف ہو۔ ۹۰ لیکن اگر یہود و نصاریٰ اس دعوت توحید کو قبول نہ کریں تو پھر آپ ان سے کہہ دیں کہ اچھا تم اس بات کے گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں اور اللہ کی خالص توحید کو دل وجان سے ظاہراً و باطناً ماننے والے ہیں۔

يُضِلُّونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٩﴾

گمراہ نہیں کرتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں سمجھتے ۹۲

يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ

اے اہل کتاب کیوں انکار کرتے ہو اللہ کے کلام کا

وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٧٠﴾ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ

اور تم قائل ہو ۹۷ ف اے اہل کتاب کیوں

تَلْبِسُونَ ٱلْحَقَّ بِٱلْبَٰطِلِ وَتَكْتُمُونَ ٱلْحَقَّ

ملاتے ہو سچ میں جھوٹ ۲ اور چھپاتے ہو سچی بات

وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٧١﴾ وَقَالَت طَّآئِفَةٌ مِّنْ

جان کر ۹۸ ف ۳ اور کہا بعضے

أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ ءَامِنُوا۟ بِٱلَّذِىٓ أُنزِلَ عَلَى ٱلَّذِينَ

اہل کتاب نے مان لو جو کچھ اترا مسلمانوں پر

ءَامَنُوا۟ وَجْهَ ٱلنَّهَارِ وَٱكْفُرُوٓا۟ ءَاخِرَهُۥ لَعَلَّهُمْ

دن چڑھے اور منکر ہو جاؤ آخر دن میں شاید وہ

يَرْجِعُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَا تُؤْمِنُوٓا۟ إِلَّا لِمَن تَبِعَ

پھر جاویں ۹۹ اور نہ مانیو مگر اسی کی جو چلے

دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ ٱلْهُدَىٰ هُدَى ٱللَّهِ

تمہارے دین پر کہدے کہ بیشک ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے

أَن يُؤْتَىٰٓ أَحَدٌ مِّثْلَ مَآ أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَآجُّوكُمْ

اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اور کسی کو بھی کیوں مل گیا جیسا کچھ تم کو ملا تھا یا وہ غالب

عِندَ رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ ٱلْفَضْلَ بِيَدِ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ

کیوں آگئے تم پر رب کے آگے ۱۰۰ تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ دیتا ہے

رکوع ۸ / ۱۵

پانچ شکوے

۹۱۔ پہلے عقلی اور نقلی دلائل سے توحید کا اثبات فرمایا اور ساتھ ساتھ عیسائیوں کے شبہات متعلقہ توحید کا ازالہ کیا۔ اب یہاں سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ پر پانچ شکوے بیان فرمائے ہیں۔ پہلا شکوہ: یہود و نصاریٰ آپس میں جھگڑتے تھے اور ہر فریق دعوے کرتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے دین پر تھے۔ نیز یہود و نصاریٰ یہ پراپیگنڈا بھی کرتے تھے کہ ہمارا دین سچا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے دین پر تھے اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ دین اسلام سے متنفر ہو جائیں۔ جب مسئلہ توحید دلائل سے واضح ہو گیا اور اہل کتاب کو اس کے نہ ماننے پر مباہلہ کا چیلنج بھی دیدیا گیا تو اب انہوں نے اسلام کے خلاف یہ پراپیگنڈا شروع کر دیا کہ ان کا دین ابراہیمی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آگاہ فرما دیا کہ وہ انکے غلط پروپیگنڈے سے ہوشیار رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے دعوے کی تردید کی ہے اور اہل کتاب سے فرمایا کہ جن کتابوں کو تم اپنی مزعومہ یہودیت اور نصرانیت کی بنیاد قرار دیتے ہو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سینکڑوں برس بعد نازل کی گئیں اسلئے یہ نہایت ہی بے عقلی کی بات ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی یا نصرانی تھے۔ ۹۲ یہاں اہل کتاب کی حماقت کا مزید اظہار فرمایا کہ پہلے تو تم حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے بارے میں جھگڑتے تھے لیکن خیر ان کے بارے میں تو تمہیں کچھ ناقص سا علم تھا۔ لیکن اب یہ کیا حماقت ہے کہ تم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے بارے میں جھگڑا شروع کر دیا حالانکہ تمہیں ان کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے بارے میں تم بالکل بے خبر ہو اور اللہ تعالیٰ کو ان کے دین کا خوب علم ہے اس لئے اب اللہ تعالیٰ کا اس بارے فیصلہ سن لو۔ ۹۳ اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ سنا دیا کہ ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ تو حنیف مسلم تھے اور مشرک بھی نہیں تھے۔ یہاں نفی اس یہودیت اور نصرانیت کی ہے جس کے مدعی یہود و نصاریٰ تھے کیونکہ ان لوگوں نے تورات وانجیل کو محرف اور دین موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو مسخ کرکے اسکی اصلی شکل بالکل بگاڑ کر رکھ دی تھی اور شرک و بدعت کو دین کا حصہ بنا ڈالا تھا البتہ اصل دین جو حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام نے پیش کیا تھا وہ سراسر دین اسلام اور توحید پر مبنی تھا مگر موجودہ یہود و نصاریٰ کو اس اصل دین سے سخت دشمنی تھی جسطرح آجکل کے غلط کار عالموں اور پیروں نے اصل دین کو بگاڑ کر اس میں نئی نئی من گھڑت باتیں داخل کر ڈالی ہیں۔ یہودیت اور نصرانیت کی نفی کرکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین صفتیں بیان فرمائی ہیں اور تینوں سے یہود و نصاریٰ کے دعوے کی تردید و تکذیب ہوتی ہے اوّل یہ کہ وہ حنیف تھے یعنی ادیان باطلہ اور عقائد فاسدہ سے الگ تھے۔ دوم یہ کہ وہ مسلم تھے یعنی خدا کی توحید کے معتقد اور احکام خداوندی کے فرمانبردار تھے۔ سوم یہ کہ وہ مشرک نہیں تھے۔ حنیفا ای مائلا عن العقائد الزائغۃ مسلما ای منقادا لطاعۃ الحق اوموحدا لان الاسلام یراد بحق التوحید ایضا (روح ج ۳ ص ۱۹۵) اور مشرکین سے مراد یہود و نصاریٰ ہی ہیں کیونکہ وہ حضرت عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کے نائب سمجھتے تھے اور انہیں پکارتے تھے۔ کانہ ارادوا بالمشرکین الیہود والنصاریٰ لاشراکھم بہ عزیرا والمسیح (مدارک ج ۱ ص ۱۲۷، بحر ج ۲ ص ۴۸۷) وقیل ارادھم الیہود والنصاریٰ لقول الیہود عزیر ابن اللہ وقول النصاریٰ

حاشیہ: ۱ دوسرا شکوہ ۱۲ — ۲ تیسرا شکوہ ۱۲ — ۳ جواب از قول یہود ۱۲ — ۴ یہود کے دوسرے مقولہ کی تردید

موضح قرآن: ف ۱ یعنی تورات کے قائل ہو پھر اسی کے خلاف کہتے ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف ۲ تورات کے بعض حکم تو موقوف ہی کر ڈالے تھے۔ غرض کے واسطے اور بعضی آیتوں کے معنی پھیر ڈالے تھے اور بعضی چیز چھپا رکھی تھی ہر کسی کو نہ خبر کرتے تھے جیسے بیان پیغمبر آخر الزماں کا منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

المسیح ابن اللہ تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا (روح ج ۳ صہ ۱۹۶) بعض نے کہا ہے کہ مشرکین سے مشرکین عرب مراد ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اس بات کے مدعی تھے کہ وہ دین ابراہیم پر ہیں تو اللہ تعالے نے انکے دعویٰ کی بھی تردید فرمادی کہ تم مشرک ہو ابراہیم مشرک نہیں تھے اسلئے تم کس طرح انکے دین پر ہو سکتے ہو۔ ای عبدۃ الاصنام کالعرب الذین کانوا یدعون انہم علی دینہ ﴿روح. ج ۳ صہ ۱۹۵﴾ ۹۴ انکے دعووں کی تکذیب کے بعد فرمایا کہ ابراہیمی ہونے اور ابراہیم سے زیادہ قریب ہونے کا صرف وہی لوگ حق رکھتے ہیں جو انکے دین کے صحیح متبع تھے اسی طرح یہ پیغمبر یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قریب تر ہیں۔ کیونکہ یہ سب ان کی ملت کے متبع ہیں۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اللہ تعالی ایمان والوں کا مددگار اور ناصر ہے اہل باطل کی ریشہ دوانیوں سے دنیا میں انہیں محفوظ رکھے گا بشرطیکہ وہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں کیونکہ اللہ کی ولایت اور نصرت و امداد وصف ایمان سے متعلق ہے ۹۵ لو مصدریہ ہے اور یہ ودت کا مفعول ہے۔ یہود و نصاری گمراہی میں اسقدر آگے نکل چکے تھے کہ ان میں سے کچھ لوگ تو مسلمانوں کو بھی اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش میں مصروف تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو اسلام سے ہٹا کر اپنے دین پر لے آئیں۔ اسی لئے وہ یہ غلط پروپیگنڈا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے دین پر تھے ۹۶ لیکن مسلمانوں کو تو وہ اسلام سے برگشتہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے اسلئے اپنا ہی نامۂ اعمال سیاہ کرکے اپنی ہی عاقبت خراب کر رہے ہیں اور انکی نادانی کا یہ عالم ہے کہ اس کا انہیں شعور تک نہیں ۹۷ دوسرا شکوہ امام رازی فرماتے ہیں کہ پہلے اس طائفہ کا ذکر کیا جو جاہل اور نادان تھا۔ اب یہاں ان علماء اہل کتاب کو مخاطب فرمایا جو اللہ کی ان آیات کو جانتے تھے جو توراۃ میں موجود تھیں اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ آیات سے توراۃ و انجیل کی وہ آیتیں مراد ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالے کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام اور توحید ہے۔ لم تکفرون بما فی کتبکم من ان الدین عند اللہ الاسلام و انتم تشہدون ذالک (روح ج ۳ صہ ۱۹۹) یعنی جب تم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا دیکھتے ہو کہ توحید حق اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا سچا پیغمبر ہے تو پھر دیدہ و دانستہ کیوں اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہو ۹۸ لبس کے معنی چھپانے اور غلط کرنے کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اپنی باطل تاویلوں اور تحریفوں کے ذریعے حق بات (توحید) کو کیوں چھپاتے ہو نیز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذکر جو تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔ اس پر کیوں پردہ ڈالتے ہو۔ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ حق ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں ۹۹ تیسرا شکوہ۔ طائفہ اہل کتاب سے مراد یہود ہیں۔ اور آمنوا میں ایمان لانے سے مراد بطور نفاق اظہار ایمان ہے اور الذین آمنوا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مراد ہیں۔ وجہ النہار سے دن کا پہلا حصہ اور آخر النہار سے دن کا آخری حصہ یعنی شام مراد ہے۔ یہودی اسلام کی بڑھتی ہوئی شان و شوکت دیکھ کر حسد و بغض سے جل اٹھے تھے اور ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرنے اور اسلام کا وقار انکے دلوں میں کم کرنے کے لئے اجتماعی منصوبہ تیار کیا اور اس منصوبے کے کرتے دھرتے یہود کے بڑے بڑے عالم تھے چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ صبح کے وقت ظاہری طور محض زبانی زبانی اسلام

مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ

جس کو چاہے۔ اور اللہ بہت گنجائش والا ہے ۱۰۱ خالص کرتا ہے اپنی مہربانی

مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ وَمِنْ

جس پر چاہے۔ اور اللہ کا فضل بڑا ہے ف اور بعضے

اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ

اہل کتاب میں وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت رکھے

يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ

ڈھیر مال کا تو ادا کردیں تجھ کو اور بعضے ان میں وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت

لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَاۗىِٕمًا ۭ

رکھے ایک اشرفی تو ادا نہ کریں تجھ کو مگر جب تک کہ تو رہے اس کے سر پر کھڑا ۱۰۲

ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ

یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ نہیں ہے ہم پر امی لوگوں کے حق

سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَھُمْ

لینے میں کچھ گناہ ف ۱۰۳ اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر اور وہ

يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰي مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى

جانتے ہیں ۱۰۴ کیوں نہیں جو کوئی پورا کرے اپنا قرار اور وہ پرہیزگار ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

تو اللہ کو محبت ہے پرہیزگاروں سے ف ۱۰۵ جو لوگ

يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَـمَنًا

مول لیتے ہیں اللہ کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا

قَلِيْلًا اُولٰۗىِٕكَ لَا خَلَاقَ لَھُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

سا مول ان کا کچھ حصہ نہیں آخرت میں

ف۱ پہ تو تھا شکوہ ۱۲

ف۲ یعنی جو کچھ انہوں نے سمجھا ہے وہ صحیح نہیں بلکہ مسئلہ یوں ہے ۱۲

ف۳ تخویف اخروی ۱۲

موضح قرآن ف یعنی یہود نے آپس میں مشورت کی کہ تم صبح کو جا کر ظاہر میں مسلمان ہو جاؤ اور شام کو پھر جاؤ تو شاید مسلمان بھی پھر جاویں جانیں کہ یہ لوگ منصف تھے کہ اپنا دین چھوڑ کر ہمارے دین میں آئے تھے پھر کچھ ایسی ہی غلطی پائی کہ پھر گئے اور آپس میں کہا کہ دل سے ہرگز نہ یقین کرو مگر اپنے دین والوں کی بات تا کسی کے دل میں سچ اسلام نہ آجائے سو اللہ تعالے نے ان کا فریب کھول دیا فرمایا کہ تو کہہ ہدایت وہی ہے جو اللہ دے تمہارے فریب سے کوئی گمراہ نہ ہو گا مگر تم یہ حسد کرتے ہو کہ آگے نبوت اور بزرگی نبی اسرائیل میں تھی اب اور فرقے میں کیوں ہوئی یا دین کی مددگاری میں ہمارے مقابل اور کوئی کیوں ہوا۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہا دیا کسی کا حق نہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۲ یہ اللہ صاحب مسلمانوں کو سناتا ہے کہ جس کی نیت یہ ہے کہ پرایا حق کھانے کو یہ مسئلہ بنا لیا کہ ہم کو غیر دین والوں کی امانت میں خیانت کرنی روا ہے۔ ان کی بات دین کے مقدمہ میں کیا سند ہو سکے ہمارے ہاں بھی کافر حربی کا مال زور سے لینا روا ہے۔ لیکن امانت میں خیانت روا نہیں ۱۲ منہ رح

فتح الرحمٰن. ف۱ یعنی مارا بر مال عرب کہ ہم در دین ما نیستند مواخذہ نخواہد شد ۱۲

قبول کرلیا کریں اور شام کو دین اسلام سے بیزاری کا اعلان کردیا کریں اور اسکے ساتھ یہ بھی واضح کردیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہم نے اپنی کتابوں کو دیکھا اور اپنے علماء سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ دین (عیاذاً باللہ) سچا نہیں اس لئے ہم نے اس کو چھوڑ کر پھر سے اپنا پہلا دین قبول کرلیا ہے بیزوہ کہتے سارادن اس پیغمبر کے پاس گذارا ہے پیغمبروں اور ولیوں کی بے ادبی کے سوا اس سے اور کچھ نہیں سنا وہ صاف کہتا ہے کہ نبی اور ولی نہ کارساز ہیں نہ حاجت روا۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ جب ہم اسلام کو چھوڑ کر اسکے بارے میں مذکورہ بالا ریمارکس دینگے تو مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ خیال پیدا ہوگا کہ جب پہلی کتابوں کے اتنے بڑے عالم اسلام سے برگشتہ ہوگئے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ دین سچا نہیں۔ اس طرح مسلمانوں میں بھی اسلام سے بیزاری اور برگشتگی پیدا ہوجائے گی اور اسلام کی ترقی رک جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو غیب وشہادت کا جاننے والا ہے اس نے مسلمانوں پر یہودیوں کا یہ منصوبہ منکشف کرکے اسے ناکام بنادیا۔ ومعنی الآیۃ ان الیہود قال بعضہم لبعض اظہروا الایمان بمحمد اول النہار ثم اکفروا بہ آخرہ فانکم اذا فعلتم ذالک ظہر لمن یتبعہ ارتیاب فی دینہ فیرجعون عن دینہ الی دینکم ویقولون ان اہل الکتاب اعلم بہ منا (قرطبی ج ۴ ص ۱۱۱) قال الحسن والسدی تواطأ اثنا عشر رجلا من احبار یہود خیبر وقری عرینۃ وقال بعضہم لبعض ادخلوا فی دین محمد اول النہار باللسان دون الاعتقاد واکفروا آخر النہار وقولوا انا نظرنا فی کتبنا وشاورنا علماءنا فوجدنا محمدا لیس بذالک وظہرنا کذبہ وبطلان دینہ فاذا فعلتم ذالک شک اصحابہ فی دینہم فقالوا انہم اہل الکتاب وہم اعلم بہ فیرجعون عن دینہم الی دینکم (روح ج ۳ ص ۲۰۰) ۔ ۱۲ یہ بھی ان منصوبہ باز احبار یہود ہی کا قول ہے۔ البتہ قل ان الھدی ھدی اللہ جملہ معترضہ ہے جو قول یہود کا جواب ہے اور ان یوتی جملہ استفہامیہ ہے اور ہمزہ استفہام محذوف ہے۔ اصل ءَ اَنْ یُّوتیٰ تھا جیساکہ ابن کثیر کی قراءت میں ہے لیکن یہ استفہام انکاری ہے۔ اور اویحاجوکم، یُوتیٰ پر معطوف ہے مطلب یہ ہے کہ یہودیوں نے آپس میں طے کیا کہ ظاہری طور پر اسلام کا اظہار تو مسلمانوں کے سامنے کردینا لیکن صدق دل سے اس کو نہ ماننا اور نہ ہی اپنے دین کے متبعین کے علاوہ کسی کی یہ بات ماننا کہ تمہارے دین کی طرح کسی اور کا دین ہے یا تمہاری کتاب کی طرح کسی اور دین والوں کے پاس بھی کوئی سچی کتاب ہے یا یہ کہ کسی دوسرے دین والے خدا کے پاس تم پر قیامت کے دن دلیل اور حجت سے غالب آجائینگے۔ قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ والاولی ان یقال ان قولہ لاتؤمنوا مقولۃ اہل الکتاب وقولہ تعالیٰ قل ان الہدی جملۃ واقعۃ بین کلامہم وان یوتی بحذف ھمزۃ الانکار مقولۃ الیہود ۔ ۱۲ یہ یہودیوں کے قول کی تردید ہے یہودیوں نے جو یہ فرض کر رکھا تھا۔ کہ رسالت ونبوت بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص ہے اسلئے انکے علاوہ اور کسی قوم میں نہ کوئی نبی پیدا ہوسکتا ہے اور نہ اللہ کی کوئی کتاب نازل ہوسکتی ہے۔ اصل میں یہودیوں کے مولویوں اور گدی نشینوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا یہ ایک بہانہ تراشا تھا۔ جس عند تو انکو مسئلہ توحید سے تھی کیونکہ اس سے ان کی گدیوں اور آمدنیوں پر زد پڑتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکے اس خیال کا ابطال فرمایا کہ فضل ورحمت کے خزانے جن میں رسالت ونبوت بھی شامل ہے۔ سارے کے سارے خدا کے قبضے میں ہیں وہ ان میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اس کی رحمت صرف بنی اسرائیل ہی سے مخصوص نہیں اسکی رحمت نہایت وسیع اور بے پایاں ہے جسے وہ اپنی رحمت کے کسی عطیہ کا مستحق سمجھتا ہے اسے اس سے نواز دیتا ہے۔ ۱۲ چوتھا شکوہ۔ یہودیوں میں دو قسم کے لوگ تھے کچھ دیانتدار اور امین جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے دوسرے ساتھی جو مسلمان

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا

اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف قیامت کے دن اور نہ پاک کرے گا ان کو اور ان کے واسطے عذاب ہے دردناک ۱۲ ف۱ اور ان میں ایک فریق ہے کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب تاکہ تم جانو کہ وہ کتاب میں ہے اور وہ نہیں کتاب میں ف۲ اور کہتے ہیں وہ اللہ کا کہا ہے اور وہ نہیں اللہ کا کہا ف۳ اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں جان کر ۱۲ ف۴ کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو دیوے کتاب اور حکمت اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہوجاؤ اللہ کو چھوڑ کر ۱۲ لیکن یوں کہے کہ تم اللہ والے ہوجاؤ جیسے کہ تم سکھلاتے تھے کتاب اور جیسے

۱۲ خود ساختہ اعتقادی مسائل اپنی طرف سے درج کرلیتے ہیں۔ ۱۲

۱۲ ایک شبہ کا جواب شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود فرما گئے ہیں کہ حاجات میں مجھے پکارا کرو ۱۲

موضح قرآن۔ ف۱ یہ یہود میں صفت تھی کہ ان سے اللہ نے قرار لیا تھا اور قسمیں دی تھیں کہ ہر نبی کے مددگار رہیو پھر غرض دنیا کے واسطے پھر گئے اور جو کوئی جھوٹی قسم کھاوے دنیا ملنے کے واسطے اسکا یہی حال ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ یعنی بن پڑھوں کو دغا دیتے ہیں اپنی عبارت بنا کر قرآن کی طرح پڑھنے لگے کہ اللہ نے یوں فرمایا ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بتکلف از خود چیزی نوشتہ در کتاب غلط ساختہ می خوانند۔ ۱۲

ہو چکے تھے اور جو لوگ یہودیت پر قائم تھے وہ پرلے درجہ کے خائن اور بددیانت تھے۔ پہلے گروہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ اس قدر امین ہیں کہ اگر دولت کا ڈھیر بھی انکے سپرد کردیا جائے تو وہ اس میں ایک پائی کی خیانت نہیں کرینگے اور پوری امانت واپس کردینگے لیکن اس کے برعکس دوسرے گروہ کی بددیانتی اور حُبِّ مال کا یہ عالم ہے کہ اگر صرف ایک دینار ہی انکے حوالے کردو تو وہ اسے بھی ہضم کرجائیں گے۔ اور واپس کرنے کا نام نہیں لیں گے ہاں اگر آپ انکے سر پر چڑھے رہیں تو البتہ واپسی کی امید ہوسکتی ہے ان پر کھڑے رہنے سے بار بار تقاضا کرنا مراد ہے۔ آجکل بھی ایسے متعصب پیر اور گدی نشین موجود ہیں اگر انکو کسی طریقہ سے توحید پرستوں کا مال ہاتھ آجائے تو اسے ہضم کرجائیں اور واپس کرنے کا نام تک نہ لیں۔ ۱۰۳؎ اُمیّین۔ اُمی کی جمع ہے اور وہ ام القریٰ کی طرف منسوب ہے۔ ام القریٰ مکہ کا نام ہے اور اُمیّین سے یہاں عرب کے لوگ مراد ہیں۔ اس بددیانتی خیانت اور بدمعاملگی کی وجہ وہ یہ بیان کرتے کہ عرب کے لوگوں کے جو اموال ہمارے ہاتھ لگ جائیں انہیں خرد برد کرنے میں ہم پر کوئی گناہ نہیں اور نہ عتاب ہے۔ بلکہ ہمیں اسکا پورا پورا حق ہے ای لیس علینا فیما اصبناہ

كُنتُمْ تَدْرُسُونَ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن

کہ تم آپ بھی پڑھتے تھے اُسے ۱۱۳؎ اور نہ یہ کہے تم کو کہ

تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم

ٹھہراؤ فرشتوں کو اور نبیوں کو رب ۱۱۴؎ کیا تم کو

بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ۚ وَإِذْ

کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہوچکے ہو ۱۱۵؎ ف۱ اور جب

أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم

لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ ف۱ جو کچھ میں نے تم کو دیا

مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ

کتاب اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول

مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَ

کہ سچا بتاوے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی

لَتَنصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ

مدد کرو گے ۱۱۶؎ فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر

عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ

میرا عہد قبول کیا بولے ہم نے اقرار کیا۔

قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ

فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں ۱۱۷؎ ف۲

فَمَن تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٨٢﴾

پھر جو کوئی پھر جائے اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں نافرمان ۱۱۸؎

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ

اب کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں سوائے دین اللہ کے اور اسی کے حکم میں ہے جو

منزل ۱

ع ۸ ۹ ۱۶

رد توحید کے بعد بحث رسالت کی ابتدا ۱۲

من اموال العرب عتاب وخم (روح۔ ج ۳ صہ ۲۰۲) اور پھر اسکے ساتھ یہودیوں کا یہ دعویٰ بھی تھا کہ یہ حکم ان کی کتاب تورات میں موجود ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے انکو اس طرح لوگوں کا مال خرد برد کرنے کا حکم دیا ہے اس طرح ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ پر افترا کیا جسے اللہ تعالیٰ نے آیت کے اگلے حصے میں بیان فرمایا ہے ۱۰۴؎ یعنی ان کا یہ دعویٰ کہ یہ حکم اللہ کی کتاب تورات میں موجود ہے سراسر جھوٹ اور اللہ تعالےٰ پر افترا ہے اور پھر ان ظالموں کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ بات تورات میں نہیں ہے۔ مگر اسکے باوجود جان بوجھ کر عمداً قصداً خدا پر افترا کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے تو ناجائز طریقے سے کسی کا مال کھانا ان پر بھی حرام کیا تھا۔ ای وقد اختلقوا ھذہ المقالۃ وائتفکوھا بھذہ الضلالۃ فان اللہ حرم علیھم اکل الاموال الا بحقھا وانما ھم قوم بھت (ابن کثیر ج ۱ صہ ۳۷۴) ۱۰۵؎ کلا بلی ماقبل کی نفی کے لئے ہے۔ یہودیوں نے کہا تھا کہ امیین کے اموال میں ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں تو اس کا رد فرمایا کہ کیوں نہیں۔ ذمہ داری تو ہر شخص پر عائد ہوتی ہے جب کوئی شخص کسی سے کوئی عہد کرتا ہے تو اسکی پابندی اس پر لازم ہے لہٰذا جو شخص اپنے عہد کی پابندی کرے اور خدا سے ڈرے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالےٰ پسند کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح تم نے سمجھ رکھا ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت یوں ہے۔ ۱۰۶؎ تخویف اخروی عہد اللہ سے مراد ایمان واطاعت کا عہد ہے یہ عہد شکنی پر وعید اخروی ہے یعنی جو لوگ دنیا کے معمولی سے مفاد کی خاطر اللہ کے عہد اطاعت اور آپس کے حلفی معاملات کی پرواہ نہیں کرتے، اللہ سے کئے ہوئے عہد اور بندوں سے طے شدہ معاہدوں کو توڑتے ہیں۔ آخرت میں ان لوگوں کا کوئی حصہ نہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے ایفائے عہد اور محافظت یمین پر دنیا کے حقیر مفاد کو ترجیح دی اور ایفاء ومحافظت کی صورت میں جو آخرت کا اجر وثواب ان کیلئے مقدر تھا اس سے محروم ہوگئے ۱۰۷؎ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کے خطاب شفقت ومحبت اور اسکی نگاہِ رحمت سے بھی محروم رہیں گے اور اسکے عفو عام سے بھی کوئی حصہ نہیں پائیں گے۔ اسلئے وہ گناہوں کی نجاست اور آلودگی سے پاک نہیں ہوسکیں گے اور نار جہنم کا دردناک عذاب پائیں گے۔ ۱۰۸؎ پانچواں شکوہ۔ ان خائنین اہل کتاب میں ایک جماعت یعنی ان کے علماء کی جماعت، ایسی بھی تھی جو اللہ کی کتاب میں تحریف کرتی تھی اور اپنی گھڑی ہوئی عبارت کو تورات سے ملا کر اسطرح پڑھتی تھی کہ سننے والے سمجھیں کہ یہ سب کچھ خدا کی کتاب ہی سے پڑھ رہے ہیں۔ من اھل الکتاب الخائنین لجماعۃ یلون السنتھم بالکتب ای یحرفونہ

موضح قرآن۔ ف۱ یہود مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تمہارا نبی ہم کو کہتا ہے کہ بندگی کرو اللہ کی ہم تو آگے سے اسی کی بندگی کرتے ہیں۔ مگر وہ چاہتا ہے کہ میری بندگی کرو سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس کو اللہ نبی کرے اور وہ لوگوں کو کفر سے نکال کر مسلمان کر دیوے پھر کیونکر انکو یہ بات سکھا دے مگر تم کو یہ کہتا ہے کہ تم میں جو آگے دینداری تھی کتاب کا پڑھنا اور سکھانا وہ نہیں رہی اب میری صحبت میں وہی کمال حاصل کرو ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ اللہ نے قرار لیا نبیوں کا یعنی نبیوں کے مقدمہ میں بنی اسرائیل سے قرار لیا۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالےٰ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی از بنی آدم پیمان گرفت برائے پیغامبران ۱۲

قالہ مجاہد (روح ج ۳ صہ ۲۰۸) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علماء اہل کتاب نے خود ساختہ اعتقادی مسائل اپنی طرف سے اللہ کی کتاب میں درج کر دیئے تاکہ سننے والا سمجھے کہ یہ مسئلہ اللہ کی کتاب کا ہے بالکل اسی طرح جیسا کہ آجکل کے شرک پسند مولوی شرکیہ عقائد کے ساتھ قرآن مجید کی آیتیں اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ سننے والے سمجھیں کہ یہ سب کچھ قرآن میں لکھا ہے۔ ١٠٩ علماء یہود و نصاریٰ کبھی تو اپنی بنائی ہوئی عبارتوں کو تورات و انجیل کی آیتوں سے اس طرح خلط ملط کر کے پڑھتے کہ سننے والا سمجھے کہ یہ سب اللہ کی کتاب کی آیتیں ہیں جس کا پہلے ذکر فرمایا اور کبھی اپنی من گھڑت عبارتوں اور خود ساختہ شرکیہ عقیدوں کے متعلق صاف صاف کہہ دیتے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں اسی کو یہاں بیان فرمایا۔ ویقولون مع ماذکر من الی د التحریف علی طریقۃ التصریح لا بالتوریۃ والتعریض الخ (ابو السعود ج ۲ صہ ۲۱ ، روح ج ۳ صہ ۲۰۵) جیسا کہ آجکل مشرک لوگ قل لا املک لکم ضرا ولا رشدا ایں اور قل لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ ولا اعلم الغیب میں بالذات کی قید لگا کر کہتے ہیں کہ یہاں ذاتی اختیار اور ذاتی علم غیب کی نفی ہے ١١٠ یہ تحریف اور کذب و افترا کسی غلط فہمی کی بنا پر نہیں بلکہ وہ عمداً قصداً یہ کارروائی کر رہے ہیں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل کو بدل دیا تھا اور ان میں اپنی طرف سے بہت کچھ شامل کر دیا تھا جس پر یہ آیت نازل ہوئی عن ابن عباس ان الآیۃ نزلت فی الیہود والنصاریٰ جمیعا وذالک انھم حرفوا التوراۃ و الانجیل والحقوا بکتاب اللّٰہ مالیس منہ (معالم و خازن ج ۱ صہ ۳۱۲)

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّ

کوئی آسمان اور زمین میں ہے خوشی سے یا لاچاری سے اور

اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ

اسی کی طرف سب پھر جائیں گے ١١٠ ف۱ تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ

اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ

اترا ہم پر اور جو کچھ اترا ابراہیم پر

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور انکی اولاد پر ١٢٠

وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ

اور جو ملا موسےٰ کو اور عیسےٰ کو اور جو ملا سب نبیوں کو ان کے

رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ

پروردگار کی طرف سے ١٢١ ہم جدا نہیں کرتے ان میں کسی کو ١٢٢ اور ہم اسی

لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ

کے فرماں بردار ہیں اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے

دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ

اور کوئی دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا

خراب ہے ١٢٣ کیونکر راہ دے گا اللہ ایسے لوگوں کو

كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ

کہ کافر ہوگئے ایمان لا کر اور گواہی دے کر کہ بیشک رسول

الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ

سچا ہے اور آئیں ان کے پاس نشانیاں روشن ١٢٤ اور اللہ

ایک شبہ کا جواب

١١١ نصاریٰ نجران نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام خود انہیں فرما گئے ہیں کہ انکو رب بنا لینا اور انکی عبادت کرنا اور انکو پکارنا جیسا کہ آجکل کے پیر پرست حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر حضرت عیسےٰ اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف سے صفائی دی۔ ان نصاریٰ نجران کانوا یقولون ان عیسیٰ امرھم ان یتخذوہ ربا فقال اللّٰہ تعالیٰ ردا علیہم ما کان لبشر الخ (معالم و خازن ج ۱ صہ ۳۱۳) یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو کتاب اور نبوت عطا کرے اور اسے علم و فہم سے نوازے تو اس سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تو اسے بھیجے توحید کی دعوت دینے کے لئے اور وہ لگ جائے اپنی عبادت کی دعوت دینے میں یہ ایک ناممکن بات ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کچھ ایسی صفات سے متصف ہوتے ہیں کہ وہ الوہیت اور ربوبیت کا دعوےٰ نہیں کر سکتے ان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام موصوفون بصفات لایحسن مع تلک الصفات ادعاء الالہیۃ والربوبیۃ۔ الخ (کبیر ج ۲ صہ ۲۳۷) وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ۔ یہ تو ناممکن ہے کہ کوئی پیغمبر لوگوں کو اپنی بندگی اور عبادت کی طرف بلائے بلکہ ہر پیغمبر لوگوں سے یہی کہے گا کہ تم سب اللہ والے بن جاؤ اللہ کے دین کو مانو اور اس پر عمل کرو چنانچہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے بھی اپنی امت کو یہی تلقین کی تھی۔ ١١٣ یہ کونوا سے متعلق ہے با سببیہ اور ما مصدریہ ہے یعنی تم لگاتار اللہ کی کتاب کے پڑھنے، پڑھانے اور درس و تدریس میں لگے رہتے ہو اسلئے تمہیں تو ہر حال میں باطل اور شرکیہ عقائد سے بچنا چاہیئے اور صرف خدائے واحد کی عبادت کرنی چاہیئے۔

سر۱ یہ جملہ مفعول سے ہے مطلب یہ کہ ایمان تو تمام پیغمبروں پر لاتے ہیں لیکن جھکیں گے صرف اللہ کے سامنے ۱۲

سر۲ زجر مع تخویف اخروی ۱۲

سر۳ پہلے بھی کہتے رہے کہ محمد رسول اللہ کا آنا حق ہے ۱۲

١١٤ یعنی جس طرح خدا کا کوئی پیغمبر لوگوں کو اپنی پکار اور عبادت کی دعوت نہیں دے سکتا اسی طرح وہ اللہ کے سوا دوسرے پیغمبروں اور فرشتوں کی پکار اور عبادت کی تلقین و تبلیغ بھی نہیں کر سکتا۔ ١١٥ استفہام تعجب اور انکار کیلئے ہے یعنی یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جب تم توحید کا اقرار کر چکے ہو تو کوئی پیغمبر تمہیں کفر اور شرک کرنے کا حکم دے اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے سوا کسی کو (خواہ وہ پیغمبر ہو یا فرشتہ) خدائی صفات میں شریک ماننا، خدا کے سوا کسی کی عبادت کرنا اور حاجات میں پکارنا کفر ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کی طرف شرکیہ عقائد کی نسبت کے بارے میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جامع قاعدہ بیان فرمایا جو حسب ذیل ہے یہ تو ناممکن ہے کہ قرآن مجید یا اللہ کی کسی دوسری کتاب میں اللہ کے کسی نیک بندے کی طرف کوئی شرکیہ عبارت منسوب ہو کیونکہ اللہ کی تمام کتابیں مسئلہ توحید بیان کرنے کے لئے نازل ہوئیں اور سب میں مسئلہ توحید کے خلاف کوئی چیز نہیں

موضح قرآن ف۱ یعنی ہر عہد کا جو حکم فرمایا اس کے سوا اور دین قبول نہیں۔

ہاں اگر کوئی عبارت متشابہات میں سے ہو تو اسکا حکم پہلے گذر چکا ہے کہ اسکا مطلب محکمات کی روشنی میں بیان کیا جائے اگر اس طرح بھی اسکا مطلب سمجھ میں نہ آئے تو اس کا علم خدا کے سپرد کیا جائے اور اگر ایسی شرکیہ عبارت قرآن یا آسمانی کتاب کے علاوہ کسی دوسری کتاب میں منسوب کی جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ جس نیک بندے کی طرف وہ عبارت منسوب کی گئی ہے حقیقت میں وہ نیک ہے ہی نہیں اسلئے وہ عبارت مردود ہے۔ دوم یہ کہ وہ بندہ تو واقعی بزرگ اور نیک ہے۔ اسلئے اب یا تو یہ کہا جائیگا کہ اس شرکیہ عبارت کی نسبت اس نیک بندے کی طرف صحیح نہیں شرک پسند لوگوں نے اس پر افترا کیا ہے لہذا وہ عبارت قابل رد ہے۔ جس طرح حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک شرکیہ قصیدہ منسوب کر دیا گیا ہے جو قطعاً حضرت شیخ کا نہیں ہے اور اگر اس عبارت کی نسبت اس بزرگ کی طرف صحت سے ثابت ہو جائے تو اس عبارت میں مناسب تاویل کرکے کتاب و سنت کے مطابق اس کا مطلب بیان کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ عبارت قابل تاویل بھی نہ ہو اور اسکا کوئی صحیح مطلب نہ نکل سکتا ہو تو اس عبارت کو بھی رد کر دیا جائے گا اور سمجھا جائیگا کہ یہ بات اس بزرگ کی زبان سے غلبۂ حال میں صادر ہوئی ہوگی جو احکام شرعیہ میں حجت نہیں۔ یہاں تک توحید کا بیان تھا آگے رسالت کا بیان ہے۔

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ﴿٨٦﴾ أُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ

راہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ۱۲۴ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے

أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ

کہ ان پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی

أَجْمَعِينَ ﴿٨٧﴾ خٰلِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ

سب کی ۱۲۶ ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ہلکا ہوگا ان سے

الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا الَّذِينَ

عذاب اور نہ ان کو فرصت ملے ۱۲۷ مگر جنہوں نے

تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللّٰهَ

توبہ کی اس کے بعد اور نیک کام کئے تو بیشک اللہ

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٨٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ

غفور رحیم ہے ۱۲۸ جو لوگ منکر ہوئے مان کر

ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَ

پھر بڑھتے رہے انکار میں ہرگز قبول نہ ہوگی ان کی توبہ ۱۲۹ اور

أُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا

وہی ہیں گمراہ ف۱ جو لوگ کافر ہوئے اور مرگئے

وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِّلْءُ

کافر ہی تو ہرگز قبول نہ ہوگا ف۲ کسی ایسے سے زمین بھر

الْأَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ أُولٰٓئِكَ

کر سونا اور اگرچہ بدلا دیوے اس قدر سونا ان کو

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِينَ ﴿٩١﴾ ع

عذاب دردناک ہے اور کوئی نہیں ان کا مددگار

ع ۹ / ۱۱ / ۱۷

سا زجر مع تخویف اخروی ۱۲

حصہ دوم

۱۱۶ حصہ اول میں توحید کو عقلی اور نقلی دلائل سے واضح کیا گیا اور ساتھ ہی توحید سے متعلق اہل کتاب کے شبہات کا جواب دیا گیا۔ اب یہاں سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا اثبات شروع ہوتا ہے آپ کی صداقت کے دلائل کے ساتھ ساتھ ان تمام شبہات و اعتراضات کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے۔ جو اہل کتاب یہود و نصاری کی طرف سے آپکی رسالت پر وارد کئے جاتے تھے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس عہد کا ذکر فرمایا جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی پیشگوئی کرنے کے بارے میں تمام انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ آخر الزمان پیغمبر پر ایمان لائے یعنی اسے اللہ کا سچا نبی مانے اور اپنی امت کو اس کی آمد کی اطلاع دے اور انہیں حکم دے کہ اگر وہ اس کا زمانہ پائیں تو اس پر ایمان لائیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد نبوت ملنے کے ساتھ ساتھ لیا گیا۔ یہ عہد و میثاق آپ کی سچائی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ چنانچہ اہل کتاب کے سامنے پہلے اسے ہی پیش فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ پیغمبر ہیں جن پر ایمان لانے کا عہد تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں سے لیا گیا۔ سوائے اہل کتاب تورات و انجیل میں تمہارے پیغمبروں سے بھی یہ عہد لیا جا چکا ہے اور تورات و انجیل پر ایمان لانے کا دعوی کرکے تم بھی اس پیغمبر پر ایمان لانے کا عہد کر چکے ہو وہ معہود پیغمبر اب آچکا ہے۔ لہذا اس پر ایمان لاؤ اور ہر طریقے سے اس کی نصرت اور مدد کرو۔ ۱۱۷ اِصْرٌ کے لغوی معنی بوجھ کے ہیں اور مراد اس سے عہد ہے۔ اقررتم سے انبیاء علیہم السلام کا اپنا اقرار مراد ہے اور اخذتم علی ذالکم اصری سے امتوں سے عہد لینا مراد ہے۔ معناہ هل اخذتم علی ذالکم اصری علی الامم والاصر بکسر الهمزة المعهد (روح ج ۳ ص ۲۱۲) تمام انبیاء علیہم السلام سے اللہ نے پختہ عہد و اقرار لیا اور آخر میں فرمایا کہ تم ایک دوسرے کے اقرار پر گواہ بن جاؤ اور میں بھی تمہارے اقرار و شہادت پر گواہ ہوں فلیشهد بعضکم علی بعض بالاقرار وانا علی اقرارکم واشهاد بعضکم بعضا من الشاهدین (کبیر ج ۲ ص ۳۱۷) ۱۱۸ مذکورہ عہد چونکہ انبیاء علیہم السلام کی تبعیت میں ان کی امتوں سے بھی لیا گیا تھا۔ اسلئے یہاں اعراض کرنے والوں اور عہد توڑنے والوں سے امتیں ہی مراد ہیں۔ کیونکہ عہد شکنی کبیرہ گناہ ہے جس کا صدور انبیاء علیہم السلام سے ناممکن ہے۔ ۱۱۹ دین اللہ سے یہاں دین اسلام مراد ہے یعنی تمام انبیاء علیہم السلام سے جس آخری پیغمبر علیہ السلام کے متعلق عہد لیا گیا تھا۔ اب وہ آچکا اور اس نے بھی اللہ کا وہی دین پیش کیا ہے جو ان سے پہلے تمام انبیاء نے پیش کیا تھا تو معلوم ہوا کہ دین اسلام تمام انبیاء سابقین کا متفق علیہ دین ہے ان کے علاوہ زمین و آسمان کی ساری مخلوقات خواہ وہ جاندار ہو یا غیر جاندار اور خواہ وہ ذی عقل ہو یا غیر ذی عقل سب کا دین اسلام ہے جب تمام انبیاء علیہم

موضح قرآن۔ ف۱ یعنی یہود پہلے اقرار کرتے تھے کہ یہ نبی تحقیق ہے جب ان سے مقابلہ ہوا تو منکر ہوگئے اور بڑھتے گئے انکار میں یعنی لڑائی کو مستعد ہوئے انکی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی یعنی انکو توبہ کرنا نصیب ہی نہ ہوگا کہ قبول ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

فتح الرحمن ف۱: یعنی اصرار کردند تا وقت غرغرہ ۱۲

الصلاۃ تمام فرشتے ۔ اور تمام مومنین جن وانس اپنے ارادہ اور اختیار سے دین اسلام کے پابند ہیں اور صرف اللہ ہی کو اپنا معبود و مستعان سمجھتے ہیں اور اسے ہی دن رات پکارتے ہیں اور اسی طرح زمین و آسمان کی باقی تمام جاندار اور غیر جاندار مخلوق بھی اللہ کے تکوینی قوانین کی مطیع و فرمانبردار ہے ۔ تو پھر یہ لوگ اللہ کے دین کو چھوڑ کر باطل دین کے پیچھے کیوں دوڑتے ہیں اور اللہ کے سوا غیروں کو کیوں پکارتے ہیں ۔ جب انجام کار سب کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے ۔ تو چاہیئے کہ اللہ کے دین کی پیروی کر کے اس وقت کے لئے کچھ سامان کیا جائے ۔ **۱۲۰ــہ** پہلے بیان فرمایا کہ وہ موعود پیغمبر اپنے سے پہلے تمام پیغمبروں کی تصدیق کرے گا اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی امت کو اس تصدیق کے اعلان و اظہار کا حکم دیا گیا یعنی اعلان کر دو کہ اللہ نے جو احکام ہم پر نازل فرمائے ہمارا اس پر بھی ایمان ہے اور پہلے انبیاء پر جو کچھ اترا ہم اسے بھی برحق مانتے ہیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب کا مشن ایک تھا اور سب کو دین توحید ہی دے کر بھیجا گیا **۱۲۱ــہ** حضرت موسیٰ اور عیسےٰ علیہما السلام اگرچہ اسباط میں شامل تھے مگر خطاب چونکہ یہود و نصاریٰ سے ہے اسلئے ان کا ذکر اہتمام سے کیا گیا **۱۲۲ــہ** یہاں تفریق سے تکذیب و تصدیق میں تفریق مراد ہے یعنی یہ کہ بعض کو مانا جائے اور بعض کا انکار کیا جائے جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا دونوں گروہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی انکار کیا ۔ باقی رہی رتبے اور فضیلت کے اعتبار سے تفریق تو وہ جائز بلکہ نفس الامر میں واقع ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ۔ ای بالتصدیق و التکذیب کما فعل الیہود والنصاری و التفریق بغیر ذالک بالتفضیل جائز (روح ج ۳ ص ۲۱۵) وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ۔ یہ جملہ مقصودی ہے اور ظرف کی تقدیم افادہ حصر کیلئے ہے اور مسلمون کے معنی ہیں خالص اللہ کی عبادت کرنے والے اور شرک نہ کرنے والے ای مخلصون لہ فی العبادۃ (روح ج ۳ ص ۲۱۵) موحدون مخلصون انفسنا لہ لانجعل لہ شریکا فی عبادتنا (مدارک ج ۱ ص ۱۳۱ ، خازن ج ۱ ص ۳۱۵ ، ابوالسعود ج ۲ ص ۳۶) ونحن لہ منقادون بالطاعۃ متذللون بالعبودیۃ مفرون لہ بالالوھیۃ والربوبیۃ و انہ لا الہ غیرہ (ابن جریر ج ۳ ص ۲۲۳) حاصل یہ کہ ایمان تو ہمارا تمام انبیاء علیہم السلام پر ہے اور ہم سب کو برحق سمجھتے ہیں مگر معبود صرف خدا کو سمجھتے ہیں ، اسی کی عبادت کرتے ، اسی کے آگے جھکتے ، اسی سے مانگتے اور حاجات و مشکلات میں اسی کو اور صرف اسی کو پکارتے ہیں اللہ تعالےٰ کے ان انبیاء اور برگزیدہ بندوں کو اس کا شریک نہیں مانتے ۔ نہ علم میں نہ قدرت میں ، نہ سمع میں نہ بصر میں اور نہ اس کی دوسری صفات میں ۔ تعالیٰ شانہٗ ۔ **۱۲۳ــہ** دین اسلام کی حقانیت اور اسکے پسندیدۂ حق ہونے کا اعلان کرنے کے بعد اسلام سے اعراض کرنے والوں کو تخویف اخروی کے ساتھ زجر فرمایا کہ جو شخص دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے اور توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کرے تو وہ عند اللہ مقبول نہیں ہوگا اور اسکے تمام اعمال رائیگاں ہونگے اور وہ آخرت میں ان اعمال سے محروم ہو کر دائمی عذاب میں مبتلا ہوگا یہی خسران آخرت کا مفہوم ہے ۔ والخسران فی الآخرۃ ھو حرمان الثواب وحصول العقاب (روح ج ۳ ص ۲۱۹) **۱۲۴ــہ** یہاں قوم سے مراد اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تو ان کا آپ پر ایمان تھا اور وہ آپ کے بارے میں تورات کی بیان کردہ صفتیں اور پیشگوئیاں پڑھ کر سنایا کرتے تھے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے ۔ کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا (البقرہ ع) انہوں نے اس بات کا کئی بار اقرار کیا اور اسکی شہادت دی اس کے علاوہ پیغمبر کی صداقت کے عقلی و نقلی دلائل بھی ان کے سامنے آگئے ۔ ان تمام باتوں کے باوجود جب انہوں نے جان بوجھ کر عمداً قصداً انکار کیا اور باختیار خود کفر کو ترجیح دی تو بھلا اب ان کے ایمان لانے اور راہ راست پر آنے کی بھی کوئی توقع ہو سکتی ہے کیونکہ جب یہود و نصاریٰ نے دیکھا کہ جس پیغمبر کی پیشگوئی تورات و انجیل میں موجود ہے اور جس کے متعلق انہیں توقع تھی کہ وہ بنی اسرائیل میں پیدا ہوگا ۔ وہ تو عرب کے قبیلہ بنی اسمعیل میں پیدا ہو گیا ہے تو بغض و حسد کی وجہ سے انکار کر دیا **۱۲۵ــہ** جو لوگ اپنی جانوں پر اس طرح ظلم کریں کہ اللہ کی دی ہوئی عقل سے ذرا کام نہ لیں اور محض ضد و عناد اور بغض و حسد کی بنا پر حق سے آنکھیں بند کر لیں اور اسے قبول کرنیکے بجائے اسکا انکار کر دیں تو اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کو دنیا میں یہ سزا دیتا ہے کہ انکے دلوں پر مہر جباریت لگا کر ان سے توفیق ہدایت ہی سلب کر لیتا ہے اور وہ کبھی راہ اسلام پر نہیں آسکتے ۔ الظلمین الذین ظلموا انفسھم بالاخلال بالنظر (روح ج ۳ ص ۲۱۶) ای ماداموا مختارین الکفر (مدارک ج ۱ ص ۱۳۱) **۱۲۶ــہ** یہ تخویف اخروی ہے ۔ اولئک سے مذکورہ بالا صفات شنیعہ کے حاملین کی طرف اشارہ ہے یعنی جو لوگ حق کو سمجھ بوجھ کر محض ضد و حسد کی وجہ سے کفر و انکار کرتے ہیں ۔ ان پر اللہ کی لعنت ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے ۔ اللہ کی لعنت تو یہ ہے کہ اللہ انہیں اپنی رحمت سے دور اور جنت سے محروم اور عذاب میں مبتلا کر دے ۔ فرشتوں اور انسانوں کی لعنت سے مراد یہ ہے کہ وہ زبان سے ان پر لعنت بھیجتے ہیں ۔ لعنۃ اللہ بالابعاد عن الجنۃ و انزال العقوبۃ و العذاب واللعنۃ من الملائکۃ ھی بالقول وکذالک من الناس الخ (کبیر ج ۲ ص ۳۸) اور الناس سے مراد تمام انسان ہیں خواہ مسلمان ہوں خواہ کافر کیونکہ کافر بھی ہر جھوٹے اور باطل پرست پر لعنت بھیجتے ہیں ۔ اگرچہ انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ خود بھی جھوٹے اور باطل پرست ہیں ۔ **۱۲۷ــہ** فیھا میں ضمیر لعنت کی طرف راجع ہے ۔ اور مطلب یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں لگاتار ان پر لعنت کا نزول ہوتا رہے گا ۔ اور آخرت میں ان کے عذاب میں نہ کمی کی جائے گی اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی ۔ **۱۲۸ــہ** یہ ماقبل سے استثناء ہے یعنی جن لوگوں نے ایمان کے بعد کفر کیا اور کفر و ارتداد کے بعد پھر توبہ کر لی اور آئندہ کے لئے اپنا رویہ درست کر لیا اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور ان کے گذشتہ گناہ معاف کر کے انہیں مزید فضل و رحمت سے نوازے گا **۱۲۹ــہ** پہلے ان لوگوں کا ذکر تھا جنہوں نے ارتداد اور کفر بعد الایمان کے بعد توبہ کر لی اور صلاح و تقویٰ کا راستہ اختیار کر لیا ۔ یہاں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کیا اور پھر دیدہ و دانستہ کفر پر ڈٹے رہے ۔ یہاں تک کہ کفر ان کے دلوں میں راسخ ہو گیا تو ایسے لوگوں کے دلوں پر چونکہ مہر جباریت لگ جاتی ہے اسلئے ان سے توبہ کی توفیق چھین لی جاتی ہے ۔ اور انہیں توبہ کی کبھی ہمت نہیں ہوتی یہاں سلب ہمت ہی کو عدم قبول توبہ سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر وہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی ۔ کیونکہ توبہ بڑے سے بڑے مجرم کی بھی عند اللہ مقبول ہے ۔ جب تک وہ سکرات الموت میں داخل نہ ہو جائے ۔ قالہ الشیخ روح اللہ روحہ ۔ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الضَّآلُّوْنَ ٥ اور یہی لوگ درحقیقت گمراہ ہیں کیونکہ مہر جباریت کی وجہ سے وہ کبھی ہدایت یافتہ نہیں ہوں گے فلن یقبل یعنی جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور توفیق توبہ کے بغیر ہی مر گئے ۔ وہ آخرت میں عذاب الٰہی سے کسی صورت نہیں بچ سکیں گے اگر بالفرض قیامت کے دن زمین بھر سونا انکے ہاتھ آجائے اور وہ اسے بطور فدیہ دے کر عذاب سے بچنا چاہیں تو یہ فدیہ ان سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے ۔ الکلام ورد علی سبیل الفرض والتقدیر والمعنی لو ان للکافر قدر ملء الارض ذھبا یوم القیمۃ لبذلہ فی تخلیص نفسہ من العذاب (خازن ج ۱ ص ۳۱۰ ، کبیر ج ۲ ص ۴۱۱) اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ انہیں بہرحال دردناک عذاب دیا جائے گا ۔ یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ اگر فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا ۔ تو ویسے ہی معافی مل جائے ۔ وفی تعقیب ماذکر بھذہ الجملۃ مبالغۃ فی التحذیر والاقناط لان من لایقبل منہ الفداء ربما یعفی عنہ تکرما (روح ج ۳ ص ۲۲۰) وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ٥ نہ فدیہ دے کر بچ سکیں گے نہ معافی مل سکے گی اور نہ ہی کسی یار و مددگار کی نصرت و یاری اور نہ ہی کسی سفارشی کی سفارش سے نجات مل سکے گی ۔ انہ تعالیٰ لما بین انہ لاخلاص لھم عن ھذا العذاب الالیم بسبب الفدیۃ بین ایضا انہ لاخلاص لھم عنہ بسبب النصرۃ والاعانۃ والشفاعۃ الخ (کبیر ج ۲ ص ۴۱۱)

۱۳۰؎ یہ خطاب بھی حسب سابق اہل کتاب ہی سے ہے اور اس سے انہیں اسلام لانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور بِر سے ایمان و تقویٰ کا وہ درجہ مراد ہے جس کے حاصل ہونے پر آدمی ابرار کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ جن کا اللہ تعالیٰ نے ان الابرار لفی علیین میں ذکر فرمایا ہے۔ ما تحبون سے دنیوی ریاست و دولت اور ظاہری شان و شوکت مراد ہے۔ اہل کتاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب تک تم اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب چیز کی قربانی نہیں دو گے یعنی دنیوی شان و شوکت اور ریاست کو نہیں چھوڑ دو گے۔ اس وقت تک حقیقت خیر اور اصل تقویٰ کو نہیں پا سکو گے اس لئے ان دنیوی منافع کو چھوڑ کر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرو۔ اور مسئلہ توحید کو مانو حضرت مولانا شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو۔ اس کا خرچ کرنا بہت درجہ ہے اور ثواب ہر چیز میں ہے شاید یہود کے ذکر میں یہ آیت اس واسطے فرمائی کہ ان کو اپنی ریاست بہت عزیز تھی جس کے تھامنے کو نبی کے تابع نہ ہوتے تھے۔ جب تک

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَمَا

ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ ۱۳۰؎ اور جو

تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ

چیز خرچ کرو گے سو اللہ کو معلوم ہے ف۱ ۱۳۱؎ سب

الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا

کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو مگر وہ جو

حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ

حرام کر لی تھی اسرائیل نے اپنے اوپر توریت نازل ہونے

التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ

سے پہلے ۱۳۲؎ تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

سچے ہو ف۲ ۱۳۳؎ پھر جو کوئی جوڑے اللہ پر جھوٹ

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ

اس کے بعد تو وہی ہیں بڑے بے انصاف ف۲ ۱۳۴؎ تو کہہ

صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا

سچ فرمایا اللہ نے اب تابع ہو جاؤ دین ابراہیم کے جو ایک ہی کا ہو رہا تھا اور

كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ

نہ تھا شرک کرنے والا ۱۳۵؎ بیشک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا

لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾

لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکے میں ہے۔ برکت والا اور ہدایت جہان کے لوگوں کو ۱۳۶؎

فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ

اس میں نشانیاں ہیں ظاہر جیسے مقام ابراہیم ف۲ ۱۳۷؎ اور جو کوئی اس کے اندر آیا

الجزء الرابع

وقف جبرئیل علیہ السلام

ف۱ اہل کتاب کے علماء کو ترغیب الی الاسلام ۱۲

ف۲ رسالت پر شبہ اولیٰ کا جواب ۱۲

نہ چھوڑیں اللہ کی راہ میں درجہ ایمان نہ پاویں ۱۳۱؎ اللہ کی راہ میں جو چیز بھی خرچ کرو گے خواہ وہ محبوب ہو یا غیر محبوب بہر حال اللہ کو اس کا علم ہے اور وہ اس کے مطابق اس کی جزا دیگا۔ باقی رہا خیر کامل کا اعلیٰ درجہ تو وہ صرف محبوب ترین چیز ہی کی قربانی سے حاصل ہو سکتا ہے والحاصل انه لا وصول الى المطلوب الا باخراج المحبوب (مدارک)

شبہات متعلقہ رسالت

۱۳۲؎ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے جس کے معنی ہیں عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہودیوں کے احبار و رہبان یعنی ان کے مولوی اور پیر اور سجادہ نشین حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نت نئے اعتراضات سوچتے رہتے اور مختلف طریقوں سے مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ وہ کہتے تھے کہ یہ پیغمبر اوپر سے تو ملت ابراہیمی کا متبع ہونے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اندر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مخالف ہے۔ کیونکہ یہ اونٹ کا گوشت کھاتا ہے۔ حالانکہ ابراہیمی مذہب میں اونٹ کا گوشت حرام تھا۔ اسی طرح یہ پیغمبر اوپر سے تمام انبیاء علیہم السلام کو ماننے کا دعویدار مگر اندر سے سب کا مخالف ہے چنانچہ اس نے انبیاء بنی اسرائیل کے قبلے بیت المقدس کو چھوڑ کر خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے حالانکہ بیت المقدس، خانہ کعبہ سے بھی پہلے کا ہے اس لئے اس لحاظ سے خانہ کعبہ سے افضل اور بہتر بھی ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے پہلے اعتراض کا جواب دیا کہ یہود کا کہنا سراسر غلط اور ان کا دعویٰ باطل ہے کھانے کی جن چیزوں کے بارے میں یہودی جھگڑتے ہیں اور انہیں ملت ابراہیمی میں حرام بتاتے ہیں وہ ساری کی ساری حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب میں حلال تھیں اور ان کے بعد بنی اسرائیل کیلئے بھی بدستور حلال ہی رہیں البتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النسا ر ایک بیماری، کی وجہ سے اطباء نے مشورہ دیا تھا کہ وہ اونٹ کا گوشت نہ کھایا کریں چنانچہ وہ اسی بنا پر اونٹ کے گوشت سے پرہیز کرتے تھے اور یہ پرہیز محض بیماری کی وجہ سے تھا نہ کہ حرمت شرعیہ کی وجہ سے اشارت علیه الاطباء باجتنابه ففعل ذالک باذن من اللہ (کشاف جلد ۱) اور یہ سب کچھ نزول تورات سے پہلے ہوا۔ اگر ابراہیمی مذہب میں اونٹ کا گوشت حرام تھا تو اس کا ذکر تورات میں ضرور ہوتا۔ اسی طرح بعض چیزیں یہودیوں پر بطور سزا حرام کر

موضح قرآن ف۱ یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو اس کا خرچ کرنا بڑا درجہ ہے اور ثواب ہر چیز میں ہے شاید یہود کے ذکر میں یہ آیت اس واسطے فرمائی کہ ان کو اپنی ریاست بہت عزیز تھی جس کے تھامنے کو نبی کے تابع نہ ہوتے تھے جب تک وہی نہ چھوڑیں اللہ کی راہ میں درجہ ایمان نہ پاویں ف۲ یہود کہتے کہ تم کہتے ہو ہم ابراہیم کے دین پر ہیں اور ابراہیم کے گھرانے میں جو چیزیں حرام ہیں سو کھاتے ہو جیسے اونٹ کا گوشت اور دودھ اللہ نے فرمایا کہ جتنی چیزیں اب لوگ کھاتے ہیں ابراہیم کے وقت حلال تھیں جب تک توریت نازل ہوئی توریت میں خاص بنی اسرائیل پر حرام ہوئی ہیں مگر ایک اونٹ توریت سے پہلے حضرت یعقوب نے اس کے کھانے سے قسم کھائی تھی ان کی تبعیت سے ان کی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا اس قسم کا سبب یہ تھا کہ ان کو ایک مرض ہوا تھا۔ انہوں نے نذر کی کہ اگر میں صحت پاؤں تو جو میری بہت رغبت کی چیز ہو وہ چھوڑ دوں ان کو یہی گوشت بہت بھاتا تھا سو نذر کے سبب چھوڑ دیا۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یہود بر حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طعن میکردند کہ شما دعویٰ ملت ابراہیم کنید و آنچہ در خاندان ابراہیم نمی خوردند مانند گوشت شتر و شیر آن می خورید حق تعالیٰ جواب داد کہ ہمہ چیز حلال بود پیش از نزول توریت الا گوشت و شیر شتر و تحریم گوشت و شیر ملت ابراہیم نیست خاصہ بنی اسرائیل بود بسبب تحریم جد ایشان ۱۲ ف۲ یعنی نقشی کہ در سنگ ظاہر شدہ ۱۲

دی گئی تھیں ابراہیمی شریعت سے ان کو بھی کوئی واسطہ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وعلی الذین ھادوا حرمنا علیھم کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیھم شحومھما الا ما حملت ظھورھما او الحوایا او ما اختلط بعظم ذلک جزینھم ببغیھم وانا لصدقون (انعام ع ۱۸) ۱۳۳ے اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تورات لاؤ اور اس میں سے یہ حکم نکال کر دکھاؤ حالانکہ تورات میں اس کا کوئی ذکر نہیں بلکہ تورات میں تو ان چوپایوں کی حلت کا حکم موجود ہے چنانچہ کتاب پیدائش باب ۹ آیت ۳ میں ہے۔ "ہر چلتا پھرتا جاندار تمہارے کھانے کو ہوگا۔ ہر سبزی کی طرح میں نے سب کا سب تم کو دے دیا۔" ۱۳۴ے اللہ تعالیٰ کے اس واضح بیان سے یہودیوں کے جھوٹ اور کذب وافترا کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اب اگر اس کے بعد بھی وہ غلط بیانی سے باز نہ آئیں اور بدستور انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابوں پر افترا کرتے اور بہتان تراشتے رہیں تو یہ بہت بڑے ظالم ہیں کیونکہ وہ حق واضح ہو جانے کے بعد بھی اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے ۱۳۵ے اللہ تعالیٰ نے توحید اور دفع شبہات کے سلسلے میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ سب حقیقت اور صداقت پر مبنی ہے لہٰذا تم توحید پر قائم ہو جاؤ اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا اتباع کرو جو باطل دینوں سے یکسو اور شرک سے بیزار تھے اور ملت ابراہیمی سے مراد اسلام ہے حنیفا مائلا عن الباطل وھی ملۃ الاسلام (جامع البیان ص۵۶) بیان بالا سے معلوم ہو گیا کہ اونٹ کا گوشت ابراہیمی مذہب میں حرام نہیں تھا اور نہ بنی اسرائیل پر حرام تھا اب اس اعتراض کو چھوڑ دو اور حق بات کو قبول کر لو اور ملت ابراہیمی کا پورا پورا اتباع کرو۔ شرک کو چھوڑ دو اور توحید کو قبول کرو۔ ۱۳۶ے بکہ مکہ ہی کا دوسرا نام ہے قال مجاہد بکۃ ہی مکۃ (قرطبی ص۱۳۸ ج۴) البکۃ من اسماء مکۃ علی المشھور (ابن کثیر ص۳۸۳ ج۱) تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ دنیا میں سب سے پہلا گھر جسے لوگوں کے لئے معبد اور عبادت گاہ بنایا گیا وہ وہ گھر ہے جو مکہ میں ہے یعنی خانہ کعبہ ای لعموم الناس لعبادتھم ونسکھم یطوفون به ویصلون به ویعتکفون عندہ (ابن کثیر ص۳۸۳ ج۱) ان ھذا البیت وضع اللہ موضعا للطاعات والخیرات والعبادات (کبیر ص ج) صحیح حدیث میں وارد ہے کہ زمین پر سب سے پہلی عبادت گاہ مسجد حرام ہے ثبت فی صحیح مسلم عن ابی ذر قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اول مسجد وضع فی الارض قال المسجد الحرام (قرطبی ص۱۳۷ ج۴) مبٰرکا اور ھدًی وضع کی ضمیر سے حال ہیں۔ یعنی خانہ کعبہ خیر و برکت کی جگہ ہے اور تمام بنی آدم کے لئے مرکز ہدایت ہے بیت اللہ کے مبارک ہونے کا ایک اثر یہ ہے کہ جو عمل وہاں ادا کیا جائے اس کا اجر و ثواب دوسری جگہوں کی نسبت کئی گنا زیادہ ملتا ہے جعلہ مبارکا لتضاعف العمل فیہ فالبرکۃ کثرۃ الخیر (قرطبی ص۱۳۹ ج۴) وقیل لان الطاعات وسائر العبادات تتضاعف ویزداد ثوابھا عندہ (خازن ص۳۲۲ ج۱) اور خانہ کعبہ چونکہ تمام جہان کے مسلمانوں کا قبلہ نماز ہے نیز وہاں حج اور عمرہ ادا کیا جاتا ہے اس لئے وہی ساری دنیا کیلئے رشد و ہدایت کا مرکز ہے لانہ قبلتھم ومتعبد ھم (مدارک ص۱۳۲ ج۱) ۱۳۷ے فیہ کی ضمیر کا مرجع بیت یعنی خانہ کعبہ ہے اور آیات سے بیت اللہ کی فضیلت اور حرمت کی نشانیاں مراد ہیں جن میں سے کچھ تو اس سے پہلے مذکور ہو چکی ہیں مثلاً بیت اللہ کا مبارک اور مرکز ہدایت ہونا اور کچھ کا ذکر آرہا ہے مثلاً اسمیں داخل ہونیوالوں کا امن اور محفوظ ہو جانا اور اس کے حج کا فرض ہونا والجملۃ اما مستانفۃ جیٔ بھا بیانا وتفسیرا للھدی (روح ص۶ ج۴) قال الزجاج ان قولہ ومن دخلہ کان آمنا من بقیۃ تفسیر الآیات الخ (کبیر ص۱۶۲ ج۸) اور مقام ابراہیم مبتدا ہے اور اس کی خبر منھا محذوف ہے (روح) یعنی منجملہ آیات بینات کے مقام ابراہیم ہے اور مقام ابراہیم سے مشہور تفسیر کے مطابق وہ پتھر مراد ہے جس پر کھڑے

كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ
اس کو امن ملا ۱۳۸ے اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص

اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ
قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی ۱۳۹ے اور جو نہ مانے تو پھر اللہ پروا نہیں رکھتا

عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ
جہان کے لوگوں کی ف ۱۴۰ے تو کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ
اللہ کے کلام سے اور اللہ کے روبرو ہے جو تم کرتے ہو ۱۴۱ے تو کہہ

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ
اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے ایمان

اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ
لانیوالوں کو کہ ڈھونڈتے ہو اس میں عیب اور تم خود جانتے ہو ف ۱۴۳ے اور اللہ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ
بے خبر نہیں تمہارے کام سے اے ایمان والو اگر

تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ
تم کہا مانوگے بعضے اہل کتاب کا تو پھر کر دیں گے وہ

بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ
تم کو ایمان لائے پیچھے کافر ف ۱۴۴ے اور تم کس طرح کافر ہوتے ہو اور تم پر

تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ
پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اس کا رسول ہے ۱۴۵ے اور جو کوئی مضبوط پکڑے

بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ يٰۤاَيُّهَا
اللہ کو تو اس کو ہدایت ہو گئی سیدھے رستہ کی ۱۴۶ے اے

ع ۱۰

ف ۱ از الزام ہر دو شبہات کے بعد زجر اول برائے اہل کتاب ۱۲
ف ۲ زجر ثانی برائے اہل کتاب ۱۲
ف ۳ یعنی اللہ کی توحید میں شبہات ڈالتے ہو
ف ۴ تنبیہ برائے مومنین باجتناب شبہات و اتباع رسول ۱۲
ف ۵ زجر برائے مومنین ۱۲
سورت کا دوسرا حصہ تمہید برائے ترغیب الی الجہاد ۱۲

موضح قرآن ف ۱ یہ بھی یہود کا شبہ تھا کہ ابراہیم کا گھرانہ ہمیشہ سے شام میں رہا اور بیت المقدس کو قبلہ رکھا اور تم کے میں ہو اور کعبہ کو قبلہ کرتے ہو تم کیونکر اس ابراہیم کے وارث ہوئے سو اللہ نے فرمایا کہ ابراہیم کے ہاتھ سے اول عبادت خانہ اللہ کے نام پر یہی بنا اور اس میں بزرگی کی نشانیاں اور خوارق ہمیشہ دیکھتے رہے ہیں اصل مقام ابراہیم کا یہی ہے۔ ف ۲ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے شبہوں کا جواب دے کر مسلمانوں کو فرمایا کہ ان کی بات مت سنو یہی علاج ہے نہیں تو شبہے سنتے سنتے اپنی راہ سے نکل جاؤ گے اب بھی ہر مسلمان کو چاہیے کہ شبہے والوں کی بات نہ سنے اسی میں دین کی سلامتی ہو اور جھگڑنے سے شبے پڑتے ہیں

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی شبہات می آرید تا نزدیک مردماں ظاہر شود کہ کج است۔

ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ تعمیر فرمایا تھا۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان لگ گئے تھے جو اب تک باقی ہیں ۱۳۹ھ یہ بھی منجملہ آیات بینات کے ہے۔ قال قتادۃ ذالک ایضامن آیات الحرم قال النحاس وھو قول حسن لان الناس کانو یتخطفون من حوالیہ ولا یصل الیہ جبار و قد وصل الی بیت المقدس وضرب (قرطبی ص۱۴۰ ج۴) جو شخص حدود حرم میں داخل ہو جائے۔ وہ محفوظ الدم ہو جاتا ہے اگرچہ وہ قاتل اور مستوجب حد ہی کیوں نہ ہو جب تک وہ حدود حرم کے اندر ہے۔ اس وقت تک اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا اور نہ ہی اس پر حد قائم کی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ ولھذا المعنی قال الامام السابق النعمان بن ثابت من اقترف ذنبا واستوجب بہ حدا ثم لجأ الی الحرم عصمہ لقولہ تعالیٰ ومن دخلہ کان آمنا (قرطبی ص۱۴۰ ج۴)۔ بیت اللہ کا جائے امن ہونا کوئی انسانوں ہی سے مخصوص نہیں۔ بلکہ حدود حرم میں ہر جاندار کی جان محفوظ ہے اور علاوہ ازیں وہاں سے ہری گھاس اور درختوں کا کاٹنا بھی ممنوع ہے۔ لہٰذا لفظ مَن اگرچہ ذوی العقول کے لئے آتا ہے لیکن یہاں علی سبیل التغلیب غیر ذوی العقول کو بھی شامل ہے ومن اما للعقلاء اولھم ولغیرھم علی سبیل التغلیب لانہ یامن فیہ الوحش والطیور والنبات الخ (روح ص۶ ج۴) من دخلہ کان امنا یہ خوبی تو صرف اللہ کے گھر کو حاصل تھی۔ لیکن آج کل کے پیر پرستوں نے اپنے پیروں کی خانقاہوں اور ان کے مزاروں کو بھی یہ درجہ دے رکھا ہے چنانچہ پاک پٹن کا جنتی دروازہ اس بات کا گواہ ہے۔ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں پیر پرست اور ضعیف الاعتقاد لوگ اس میں سے گذرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ جنتی ہو گئے ہیں۔ اس دروازے پر من دخلہ کان آمنا لکھا ہوا ہے ۱۳۹ھ للہ خبر مقدم اور حج البیت مبتدا مؤخر ہے اور من استطاع، الناس سے بدل البعض ہے خانہ کعبہ کی حرمت وفضیلت کی آیات بینات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے۔ یعنی جو لوگ خانہ کعبہ تک آمدورفت کا خرچ برداشت کر سکتے ہیں۔ ان پر حج فرض ہے۔ فرضیت حج کی اور بھی کئی شرطیں ہیں۔ مثلاً عاقل و بالغ ہونا، تندرست ہونا، راستے کا پُرامن ہونا اور عورت کے ساتھ خاوند یا محرم کا ہونا وغیرہ تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ خانہ کعبہ کی مذکورہ بالا خوبیاں اور خصوصیتیں ایسی ہیں جو بیت المقدس میں نہیں پائی جاتیں اس لئے خانہ کعبہ کو اس پر فوقیت اور برتری حاصل ہے ۱۴۰ھ کفر سے فرضیت حج کا انکار مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس اور دوسرے حضرات سے منقول ہے۔ ای جحد فرضیۃ الحج وھو قول ابن عباس والحسن وعطاء (مدارک ص۱۳۴ ج۱) اور ممکن ہے کہ کفر سے مراد کفران نعمت اور ناشکری ہو ویجوزان یکون من الکفران ای ومن لم یشکر ما انعمت علیہ من صحۃ الجسم وسعۃ الرزق ولم یحج (مدارک) یعنی جس نے فرضیت حج کا انکار کر دیا یا اللہ کی دی ہوئی جسمانی صحت اور فراخی رزق کا شکر ادا نہ کیا اور فریضہ

الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ

ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیئے اس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر

اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا

مسلمان ۱۴۱ھ اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی ۱۴۲ھ سب

وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ

مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپس

اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ

میں دشمن ف۱ پھر الفت دی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اس کے فضل سے

اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ

بھائی ۱۴۳ھ اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے

فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ

پھر تم کو اس سے نجات دی ۱۴۴ھ اسی طرح کھولتا ہے اللہ تم پر آیتیں

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ

تاکہ تم راہ پاؤ مت ف اور چاہیئے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے

اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ

نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی

الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا

سے ۱۴۵ھ اور وہی پہنچے اپنی مراد کو ف۳ مت ۱۴۶ھ اور مت ہو ان

كَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ

کی طرح جو متفرق ہو گئے۔ اور اختلاف کرنے لگے۔ بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کو

الْبَیِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۰۵﴾ لا یَّوْمَ

حکم صاف ۱۴۷ھ اور ان کو بڑا عذاب ہے مت جس دن

۱۴۱ تمسک بالقرآن اور توحید پر اتفاق سے اجتناب کی تلقین ۱۲

۱۴۵ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی رسم جاری رکھنے کا حکم ۱۴۶ زجر مع تخویف اخروی ۱۲

موضح قرآن ف۱ ایک مجلس میں مسلمان تھے اور یہود نے مسلمانوں کو آپس میں لڑا دیا اور قریب ہوا کہ شمشیر چلے حضرت آپ وہاں پہنچے اور صلح کرا دی۔ لڑا دیا اس طرح کہ مدینے کے لوگ دو فرقے تھے اسلام سے پہلے آپس میں لڑ چکے تھے اور دونوں طرف بہت لوگ مرے تھے اس وقت یہود نے دونوں کو وہی لڑائی یاد دلا کر غصہ دلایا حق تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار کرتا ہے کہ نہ بہکو اور آپس کا اتفاق غنیمت سمجھو اور یہود کی طرح پھوٹ کر خراب نہ ہو۔ ف۲ معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں فرض ہے ایک جماعت ان کی قائم رہے جہاد کرنے کو اور دین کی باتوں کا تقید رکھنے کو تا دین کے خلاف کوئی نہ کرے اور جو اس کام پر قائم رہیں وہی کامیاب ہیں اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود یہ راہ مسلمانی کی نہیں

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی اوس وخزرج وعرب معدیہ دینیہ وعرب وعجم با یکدیگر دشمنی داشتند ۱۲ ف۲ یعنی تفرق در اصول دین حرام است کہ بجمی معتزلی بانند وجمی شیعہ وعلی ہذا القیاس ۱۲ ف۳ یعنی واجب بالکفایۃ است کہ جمعی بامر معروف ونہی از منکر قیام نمایند ۱۲ ف۴ یعنی مانند یہود ونصاریٰ مشوید کہ ہفتاد و چند فرقہ گشتند ۱۲

حج بجا نہ لایا اس نے اللہ کا کچھ نہیں بگاڑا اس نے اپنا ہی نقصان کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی عبادت کی ضرورت نہیں وہ ان کی عبادت وطاعت سے مستغنی ہے۔ ۱۴۱ے پہلے اہل کتاب کے شبہات کا جواب دیا۔ اب یہاں سے انہیں زجر فرمایا۔ اے اہل کتاب تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام ظاہری اور باطنی اعمال کو اچھی طرح جانتا ہے اور وہ تمہیں تمہاری بداعمالیوں پر پوری پوری سزا دے گا۔ اور اہل کتاب سے یہود ونصاریٰ کے علماء مراد ہیں جیسا کہ حضرت حسن سے مروی ہے۔ قال الحسن هم علماء اهل الكتاب (کبیر ص۲۰ ج۲)

۱۴۲ے سبیل اللہ سے مراد توحید اور دین اسلام ہے جو لوگ دین اسلام کو قبول کر لیتے تھے یہود ونصاریٰ کے علماء مختلف حیلوں اور بہانوں سے ان کے دلوں میں شبہات ڈال کر انہیں اسلام سے روکنے کی کوشش کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس پر ملامت فرمائی وهو الاسلام وكانوا ايبغون من اراد الدخول فيه بجهدهم وحيل (مدارک ص۱۳۲ ج۱)، وكانت صدهم عن سبيل الله بالقاء الشبه والشكوك فی قلوب الضعفة من المسلمین (کبیر ص۲۰ ج۲)، ۱۴۳ے تبغونها میں ضمیر منصوب سبیل اللہ کی طرف راجع ہے اور اس سے پہلے لام محذوف ہے۔ تطلبون لها فحذف اللام مثل واذا کالوهم (قرطبی ص۱۵۴ ج۴) ای تبغون لها (روح ص۱۵ ج۴)۔ عوج سے ٹیڑھا پن اور حق سے انحراف مراد ہے اور وانتم شهداء ای تصدون بانبغون کے فاعل سے حال ہے مطلب یہ ہے کہ تم دین اسلام، مسئلہ توحید اور صداقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح جانتے ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ تورات وانجیل میں جس آخری نبی کی بشارت ہے وہ یہی ہے جس کو آج تم جھٹلا رہے ہو۔ اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ دین اسلام ہی دین حق ہے۔ اور توحید تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ہے۔ اس لئے تم جان بوجھ کر لوگوں کو دین اسلام سے کیوں روکتے ہو۔ اور ان کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈال کر انہیں اسلام اور توحید سے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں بدگمان کرتے ہو۔ وانتم شهداء ان فی التوراة مكتوبا ان دين الله الذی لا يقبل غيره الاسلام وان فيه نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (قرطبی ص۱۵۵ ج۴) ای كيف تفعلون هذا وانتم علماء عارفون بتقدم البشارة بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم مطلعون علی صحة نبوته (روح ص۱۵ ج۴) ۱۴۴ے یہودیوں کے عالم اور پیر نقیر مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کر کے انہیں توحید اور دین اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوششوں میں ہر وقت لگے رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراضات اور شبہات کا جواب دے کر مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ وہ ان کی چالوں سے ہشیار رہیں۔ اور ان کے کہنے میں نہ آئیں۔ بلکہ اللہ کی کتاب پر عمل کریں اور اس کے رسول کا اتباع کریں اور اس قسم کے مولویوں اور گدی نشینوں سے دور رہیں ۱۴۵ے یہ مومنین کے لئے زجر ہے کہ دیکھو ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ تم پر اللہ کی آیتیں بھی نازل ہو رہی ہوں جن میں توحید کے تمام پہلوؤں اور اسلام کے دوسرے احکام کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے اور اللہ کی آیتوں کا صحیح مفہوم اور منشا بیان کرنے کے لئے اور دل میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کو دور کرنے کے لئے تم میں اللہ کا رسول بھی موجود ہو اور پھر تم اہل کتاب کے چھانسے میں آ کر دین اسلام سے پھر جاؤ۔ ایک شبہ۔ بریلوی صاحبان اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ وَفِيكُمْ رَسُولُهٗ (یعنی اللہ کا رسول تم میں موجود ہے) میں خطاب تمام مسلمانوں سے ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام آج بھی ہر جگہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں موجود اور حاضر وناظر ہیں۔

جواب۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ اس کے مخاطب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کو اللہ نے براہ راست یہ احکام دیئے ساری امت مخاطب نہیں اور اگر فرض کر

تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

سفید ہوں گے بعضے منہ اور سیاہ ہوں گے بعضے منہ ۱۵۴ے سو وہ لوگ کہ

اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ ۖ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

سیاہ ہوئے منہ ان کے ان سے کہا جائے گا کیا تم کافر ہو گئے ایمان لا کر ۱۵۵ے

فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا

اب چکھو عذاب بدلا اس کفر کرنے کا ۱۵۶ے اور وہ

الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ

لوگ کہ سفید ہوئے منہ انکے سو رحمت میں ہیں اللہ کی ۱۵۷ے وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ

اسی میں ہمیشہ رہیں گے ف۱ یہ حکم ہیں اللہ کے ہم سناتے ہیں تجھ کو

بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا

ٹھیک ٹھیک ۱۵۸ے اور اللہ ظلم کرنا نہیں چاہتا خلقت پر ف۲ ۱۵۹ے اور اللہ ہی

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ

کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ کہ ہے زمین میں ۱۶۰ے اور اللہ کی طرف رجوع ہے ہر

الْاُمُوْرُ ۝ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

کام کا ف۳ ۱۶۱ے تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں ف۴ ۱۶۲ے

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ

حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ

ایمان لاتے ہو اللہ پر ۱۶۳ے اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو ان کے لئے

خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ

بہتر تھا ۱۶۴ے کچھ تو ان میں سے ہیں ایمان پر اور اکثر ان میں

ع ۸ / ۱۱ / ۲

۱۵۴ بشارت اخروی ۱۱

۱۵۸ دلیل توحید نقلی بنرہ اور تشجیع علی الجہاد ۲

۱۶۱ اشاعت توحید اور تردید شرک جاری رکھنے کی ترغیب ۱۲

۱۶۴ زجر مع ترغیب الی التوحید ۱۲

موضح قرآن ف۱ معلوم ہوا کہ سیاہ منہ ان کے ہیں جو مسلمانی میں کفر کرتے ہیں یعنی منہ سے کلمہ اسلام کہتے ہیں اور عقیدہ خلاف اسلام رکھتے ہیں سب فرقے گمراہ یہی حکم رکھتے ہیں ف۲ یعنی جہاد اور امر معروف کا جو حکم فرمایا یہ ظلم نہیں خلق پر اس میں ان کی تربیت ہے ف۳ یعنی جہاد میں خلق کی جان و مال تلف ہو تو مالک کے حکم سے ہے سب چیز مال اللہ کا ہے

فتح الرحمٰن ف۴ یعنی مقرر کردہ شدہ ۱۲

لیا جائے کہ خطاب ساری امت سے ہے۔ تو رسول کے ان میں موجود ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، آپ کی نبوت کے دلائل اور آپ کا اسوۂ حسنہ اور آپ نے امت میں جو قرآن چھوڑا ہے۔ وہ ان میں موجود ہے۔ اس لئے اس آیت کا بریلویوں کے اس عقیدہ باطلہ یعنی حضور علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ علامہ قرطبی نے امام زجاج سے نقل کیا ہے یجوزان یکون ھذا الخطاب لاصحاب محمد خاصۃ لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فیھم وھم یشاھدونہ ویجوزان یکون ھذا الخطاب لجمیع الامۃ لان اٰثارہ وعلامتہ والقراٰن الذی اوتی فینا مکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فینا وان لم نشاھدہ (قرطبی ج ۴ ص ۵) اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں والاکثرون علی تخصیص ھذا الخطاب باصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوالاوس والخزرج منھم وبعضھم من جعلہ عاما لسائر المؤمنین وجمیع الامۃ وعلیہ معنی کونہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھم ان اٰثارہ وشواھد نبوتہ فیھم لانھا باقیۃ حتی یاتی امر اللہ (روح ج ۴ ص ۱۶) ۱۴۶ اعتصام سے مراد ہے اللہ پر ایمان لانا اور اس کے دین پر مضبوطی سے قائم رہنا المراد بالاعتصام باللہ الایمان بہ سبحانہ والتمسک بدینہ کما قالہ ابن جریج (روح ج ۴ ص ۱۶) یہاں اہل کتاب کی طرف سے ڈالے جانیوالے شبہات کے اثر بد سے محفوظ رہنے کا اکسیری نسخہ بیان فرما دیا اور وہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان لے آئے اور اس کے دین پر مضبوطی سے قائم ہو جائے تو وہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی شبہات سے اس کا ایمان متزلزل ہو سکتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اعتصام سے اللہ پر بھروسہ اور توکل کرنا مراد ہو۔ جیسا کہ ابو العالیہ سے منقول ہے المراد منہ الثقۃ باللہ تعالیٰ والتوکل علیہ والالتجاء الیہ (روح) تو مطلب یہ ہوگا جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے اور اسی کو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھے وہ اسے تمام شبہات سے محفوظ رکھے گا۔ ومن یجعل ربہ ملجأ ومفزعا عند الشبہ یحفظہ عن الشبہ (مدارک ج ۱ ص ۱۳۵)

حصہ دوم

یہ تین امور پر مشتمل ہے (۱) جہاد کا (۲) انفاق (۳) جہاد سے متعلق ایک شبہ کا جواب۔ ابتداء میں یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ (رکوع ۱۱) سے ان اللہ بما یعملون محیط (رکوع ۱۲) تک ترغیب الی الجہاد کا بیان ہے کافروں کی طرف سے یہ شبہ کیا گیا تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو جنگ احد میں شکست ہوئی اور انہیں شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ اگر واقعی وہ سچا پیغمبر ہوتا تو اس کو شکست نہ ہوتی اور نہ ہی اسے نقصان اٹھانا پڑتا۔ آگے چل کر اس کا تفصیلی جواب فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے تو حسب وعدہ فتح دے دی تھی لیکن مسلمانوں سے کوتاہی ہوئی کہ انہوں نے مورچہ چھوڑ دیا۔ اور ان کی فتح وقتی شکست سے بدل گئی ۱۴۷ یہ تمہید ہے اس میں حکم دیا کہ تم ظاہر و باطن میں اور سر و علانیہ میں اللہ سے ڈرو اور اس کے تمام احکام کی پیروی کرو اور مرتے دم تک توحید اور دین اسلام پر قائم رہو اور صرف اللہ کی عبادت کرتے رہو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ ای مخلصون نفوسکم للہ عزوجل لا تجعلون فیھا شرکۃ لسواہ اصلا (روح ج ۴ ص ۱۸) کیونکہ جب تک دل میں خدا کا خوف نہ ہو اور سینہ میں توحید اور دین اسلام کو زندہ رکھنے کی سچی تڑپ نہ ہو اس وقت تک کوئی آدمی جہاد پر آمادہ نہیں ہو سکتا ۱۴۸ حبل اللہ (اللہ کی رسی) سے مراد یہاں قرآن ہے جیسا کہ صحیح سند کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ ھو حبل اللہ الممدود من السماء الی الارض (ابن جریر ج ۴ ص ۲۱) اور اعتصام کے معنی تمسک اور مضبوطی سے پکڑنے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان پر مضبوطی سے قائم رہو ولا تفرقوا جس کتاب اور دین حق پر تمہیں قائم رہنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے علیحدگی مت اختیار کرو ولا تتفرقوا عن الحق الذی امرتم بالاعتصام بہ (روح ج ۴ ص ۱۹) یا مطلب یہ ہے کہ آپس میں اتفاق اور محبت سے رہو، نفاق و عداوت سے پرہیز کرو۔ (نھی عن المعاداۃ والمخاصمۃ فانھم کانوا فی الجاہلیۃ مواظبین علی المحاربۃ والمنازعۃ فنھاھم اللہ عنھا (کبیر ج ۳ ص ۲۵) کیونکہ جب تک آپس میں اتفاق اور ہم آہنگی نہیں ہوگی اس وقت تک جہاد میں کامیابی نہیں ہو سکتی ۱۴۹ اس آیت میں اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت کی باہمی عداوت اور دشمنی کی طرف اشارہ ہے زمانہ کفر کی عداوتیں اور لڑائیاں جو پشتہا پشت سے چلی آ رہی تھیں اسلام کی برکت سے وہ یکسر ختم ہو گئیں۔ انصار کے دو قبیلے خزرج اور اوس تھے ان کے مابین کئی پشتوں سے جنگ و جدال اور قتل و خون کا سلسلہ چلا آ رہا تھا جب ان دونوں قبیلوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان کی دشمنی ختم ہو گئی۔ جنگیں موقوف ہو گئیں اور آپس میں بھائیوں کی طرح محبت اور الفت سے رہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کی پرانی عداوت کا ذکر کر کے اسلام کے ذریعے محبت و الفت پیدا کرنے کی نعمت کا ذکر فرمایا ہے تاکہ انہیں اس نعمت کی قدر کا اچھی طرح احساس ہو سکے۔ اور یہاں نعمت سے مراد اسلام ہے جس کی برکت سے محبت اور الفت پیدا ہوئی امر تعالیٰ بتذکیر نعمہ واعظمھا الاسلام واتباع نبیہ محمد علیہ السلام فان بہ زالت العداوۃ والفرقۃ وکانت المحبۃ والالفۃ الخ (قرطبی ج ۴ ص ۱۶۲) ۱۵۰ شفا کے معنی کنارے کے ہیں اور حفرۃ من النار سے مراد جہنم ہے وہ لوگ چونکہ پہلے مشرک تھے اس لئے وہ جہنم کے کنارے پر کھڑے تھے صرف مرنے کی دیر تھی۔ مرتے ہی جہنم میں پہنچ جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نعمت اسلام سے ان کو مالا مال کر دیا اور اس طرح انہیں جہنم سے بچا لیا۔ ای وکنتم علی طرف حفرۃ من جھنم اذ لم یکن بینکم وبینھا الا الموت (روح ج ۴ ص ۲۰) وکنتم مشفین علی ان تقعوا فی نار جھنم لما کنتم علیہ من الکفر فانقذکم منھا بالاسلام (مدارک ج ۱ ص ۱۳۵) اللہ تعالیٰ نے یہاں صحابہ کرام کو مخاطب کر کے ان دو نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے ایک دنیوی یعنی دنیا میں باہمی محبت و اتفاق کا پیدا ہونا اور دوسری اخروی یعنی آخرت میں جہنم سے نجات پانا۔ فائدہ اس آیت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے دشمنان صحابہ نے مشہور کر رکھا ہے کہ ان کے درمیان باہمی عداوت اور دشمنی تھی لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ اسلام لانے کے بعد صحابہ میں عداوت اور دشمنی باقی نہیں رہی تھی بلکہ ان میں محبت اور الفت پیدا ہو گئی تھی وہ آپس میں بھائی بھائی ہو گئے تھے۔ اور دوسرا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ انہیں جہنم کی آگ سے بچا کر جنت کا مستحق بنا دیا گیا ہے۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۱۵۱ لفظ خیر عام ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں کو شامل ہے اس لئے تعمیم کے بعد تخصیص ان دونوں کاموں کی اہمیت اور مزید فضیلت کے اظہار کے لئے ہے۔ معروف ہر وہ کام ہے جو کتاب و سنت کے مطابق ہو اور منکر وہ کام ہے جو ان کے مخالف ہو۔ المعروف ما وافق الکتاب والسنۃ والمنکر ما خالفھما (مدارک ج ۱ ص ۱۳۵) پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایمان اور تقویٰ کے ذریعے اپنی اصلاح کا حکم دیا پھر ارشاد فرمایا کہ اپنی اصلاح کے بعد اب دوسروں کی اصلاح کی طرف توجہ کرو۔ ولما انتقل الی مخاطبۃ المؤمنین امرھم اولا بالتقویٰ والایمان ثم امرھم بالسعی فی القاء الغیر فی الایمان والطاعۃ (کبیر ج ۳ ص ۲۶) اور مطلب یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جو سلسلہ تمہارے اندر جاری ہے اسے قائم رکھو یہ سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اب یہ سلسلہ شروع کرو کیونکہ یہ سلسلہ تو پہلے سے موجود تھا۔ بقرینۃ کنتم خیر امۃ حضرت شاہ عبد القادر فرماتے ہیں مسلمانوں پر فرض ہے ان کی ایک جماعت قائم رہے جہاد کرنے کو اور دین کی باتوں کا خیال رکھنے کو تاکہ دین کے خلاف کوئی کچھ نہ کرے۔ جو اس پر قائم رہیں۔ وہی کامیاب ہیں اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے۔ موسیٰ بدین خود و عیسیٰ بدین خود یہ راہ مسلمانوں کی نہیں۔ ۱۵۲ یہاں حصر فلاح کامل کے اعتبار سے ہے نہ کہ فلاح مطلق کے اعتبار سے ای ھم الاخصاء بالفلاح الکامل (مدارک ج ۱ ص ۱۳۶) ۱۵۳ یہ مسلمانوں کے لئے زجر ہے اور ساتھ ہی اخروی تخویف ہے۔ اصلاح احوال کا حکم دینے کے بعد دوبارہ تفرق و اختلاف سے منع فرمایا اور اختلاف کی صورت میں عذاب اخروی کی دھمکی دی تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں اتفاق اور محبت کی جڑیں مضبوط ہو جائیں اور میدان جنگ میں ڈٹ کر کفار کا مقابلہ کر سکیں۔ تفرقوا اور اختلفوا کو بعض مفسرین نے ایک ہی معنی میں لیا ہے۔ اور تکرار لفظ کو

تاکید پر محمول کیا ہے۔ اور اختلاف سے توحید باری تعالیٰ اور دیگر اصول دین میں اختلاف مراد ہے اور بعض مفسرین نے تفرقوا سے باہمی عداوت اور اختلاف سے مذہبی اختلافات مراد لئے ہیں۔ واختلفوا فی التوحید والتنزیہ واحوال المعاد قیل وھذا معنی تفرقوا ذکرہ للتاکید وقیل التفرق بالعداوۃ والاختلاف بالدیانۃ (روح ج ۴ ص ۲۳) اور الذین سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جنہوں نے توحید اور دیگر اصول دین میں اختلاف کیا۔ وھم الیھود والنصاری فانھم اختلفوا وکفر بعضھم بعضا (مدارک ج ۱ ص ۱۳۶) یعنی الیھود والنصاری فی قول جمھور المفسرین (قرطبی ج ۴ ص ۱۶۶) اور بینات سے تورات و انجیل کی وہ صریح اور واضح آیتیں مراد ہیں جن میں دین اسلام، توحید، صداقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کا تفصیلی ذکر موجود ہے اور جن کے بعد انہیں کسی قسم کا اختلاف نہیں کرنا چاہیے تھا۔ من بعد ما جاءھم فی التوراۃ والانجیل تلک النصوص الظاھرۃ الخ (کبیر ج ۳ ص ۲۸) واولئک لھم عذاب عظیم ۵ اولئک سے انہی اختلاف کرنے والوں کی طرف اشارہ ہے یعنی جن لوگوں نے دین میں اختلاف و تفرقہ ڈالا ہے ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ اس طرح اس میں مسلمانوں کے لئے زجر ہے ۱۵۴ یوم منصوب علی الظرفیۃ ہے اور عذاب عظیم سے متعلق ہے انہ نصب علی الظرف والتقدیر ولھم عذاب عظیم فی ھذا الیوم الخ (کبیر ج ۳ ص ۳۰) یعنی یہ عذاب اس دن میں ہوگا جس میں کچھ چہرے سفید اور نورانی ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے اور وہ قیامت کا دن ہے۔ جس میں مومنین کے چہرے جگمگا رہے ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ اور یہ اس لئے ہوگا تاکہ میدان حشر میں ہر شخص مومن اور کافر سعید اور شقی اور نیک بخت اور بدبخت کو ان علامتوں سے پہچان لے والحکمۃ فی بیاض الوجوہ وسوادھا ان اھل الموقف اذا رأوا بیاض وجہ المؤمن عرفوا انہ من اھل السعادۃ واذا رأوا سواد وجہ الکافر عرفوا انہ من اھل الشقاوۃ (خازن ج ۱ ص ۳۳۶) ۱۵۵ یہاں دونوں گروہوں کے انجام کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور اکفرتم سے پہلے فیقال لھم محذوف ہے ۱۵۶ العذاب سے عذاب معہود مراد ہے یعنی وہ عذاب جو صفت عظیم سے متصف ہے فذوقوا میں ف فصیحیہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل پر مرتب ہے اور اس کا نتیجہ ہے اور بما میں ب سببیہ ہے مطلب یہ کہ یہ عذاب ان کے کفر و انکار کا نتیجہ ہے ان پر ظلم نہیں ہے ۱۵۷ یہ مومنوں کے لئے خوشخبری ہے اور رحمۃ اللہ سے مراد جنت ہے۔ جنت کو لفظ رحمت سے تعبیر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ مومن اگرچہ تمام عمر عبادت الٰہی میں بسر کر ڈالے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی نافرمانی نہ کرے تو آخرت میں جو انعام اسے ملے گا۔ وہ محض اس کی رحمت اور اس کے فضل سے ملے گا۔ وانما عبر عن ذالک بالرحمۃ اشعارا بان المؤمن وان استغرق عمرہ فی طاعۃ اللہ تعالیٰ فانہ لاینال ماینال الا برحمتہ تعالیٰ (روح ج ۴ ص ۲۶) ھم فیھا خلدون ۵ اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے نہ انہیں موت آئے گی اور نہ جنت اور اس کی نعمتوں پر فنا آئے گی۔ فی جنتہ ودار کرامتہ خالدون باقون (قرطبی ج ۴ ص ۱۶۹) ۱۵۸ تلک سے گذشتہ آیات کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ آیتیں ہم آپ پر اصل حقیقت واضح کرنے کے لئے نازل کرتے ہیں۔ ای نکشف ما الامر علیہ فی الدنیا والآخرۃ (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۹۰) ۱۵۹ پہلے کفار کے لئے سخت سزا کا اعلان تھا۔ اس لئے ساتھ ہی اعلان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے وہ بلا وجہ کسی کو سزا نہیں دیتا وہ حاکم عادل ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ وہ مالک و مختار اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اور سب کچھ جانتا ہے۔ اس لئے اسے اپنی مخلوق پر ظلم کرنے کی کیا ضرورت ہے ۱۶۰ یہ توحید پر پانچویں عقلی دلیل ہے۔ اور اس میں جار مجرور کی تقدیم افادہ حصر کے لئے ہے یعنی زمین و آسمان کی ساری کائنات صرف اللہ ہی کی ہے۔ ساری کائنات کو اللہ ہی نے پیدا فرمایا اور وہی ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز میں متصرف اور مختار ہے ای لہ سبحانہ وحدہ ما فیھما من المخلوقات ملکا وخلقا وتصرفا (روح ج ۴ ص ۲۷) ۱۶۱ تمام معاملات کا فیصلہ اور تمام امور کا انجام خدا کے ہاتھ میں ہے جب زمین و آسمان اور ساری کائنات کا خالق و مالک اور متصرف و مختار اللہ ہی ہے تو پھر وہی عبادت اور پکار کے لائق ہے اس لئے عبادت صرف اسی کی کرو اور ضرورتوں اور مصیبتوں میں صرف اسے ہی پکارو۔ قال الشیخ۔ اس میں تشجیع علی الجھاد ہے۔ یعنی سب کچھ خدا ہی کے قبضہ میں ہے اور فتح و شکست اس کے اختیار میں ہے۔ تو پھر اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے کفار سے جہاد کرو۔ اور ہمت نہ ہارو۔ وہ ضرور تمہیں فتح دے گا ۱۶۲ للناس خیر امۃ سے متعلق ہے جیسا کہ ابن عباس، ابوہریرہ، مجاہد، عطاء، عکرمہ اور ربیع رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ یعنی خیر الناس للناس والمعنی انھم خیر الامم وانفع الناس للناس۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۹۱) یعنی تم ایک ایسی امت ہو جو سب امتوں سے بہتر ہو اور تمام امتوں سے بڑھ کر لوگوں کے لئے مفید اور نفع رساں ہو۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں یہاں فلتکونوا علی ذالک محذوف ہے یعنی تم اسی پر قائم رہو اور تمہارا شیوہ یہی رہے کہ توحید بیان کرتے رہو اور توحید کی خاطر مشرکین سے جہاد میں مصروف رہو ۱۶۳ یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس میں امت مسلمہ کے افضل اور خیر الامم ہونے کی علت بیان کی گئی ہے۔ ھذا کلام مستانف والمقصود منہ بیان علۃ تلک الخیریۃ لکونھم خیر امۃ (خازن ج ۱ ص ۳۳۲) اس آیت میں معروف اور منکر سے اگرچہ بعض مفسرین نے توحید اور شرک مراد لیا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ دونوں لفظوں کو عموم پر محمول کیا جائے اور معروف سے وہ تمام نیک کام مراد ہوں جو شرعاً معروف اور جائز ہوں اور منکر سے مراد تمام گناہ ہوں والظاھر فی المعروف والمنکر العموم (بحر ج ۳ ص ۲۹) او المتبادر من المعروف الطاعات ومن المنکر المعاصی التی انکرھا الشرع (روح ج ۴ ص ۲۸) اس طرح توحید سے لے کر چھوٹے سے چھوٹا نیک کام معروف میں داخل ہے اور شرک سے لے کر چھوٹے سے چھوٹا گناہ منکر کا فرد ہے۔ موجودہ زمانہ کی نئی تہذیب نے اب نئے اڈے دیکر منکرات میں اضافہ کر دیا ہے مثلاً سینما تھیٹر، ناچ گھر، جم خانے، شراب خانے، میوزک سکول، فوٹو اسٹوڈیو وغیرہ سب منکرات کے اڈے ہیں۔ اور ان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب منکرات ہیں اور ان سے منع کرنا علماء وقت پر فرض ہے۔ جن مفسرین نے معروف اور منکر کو توحید اور شرک سے مخصوص کیا ہے انہوں نے معروف اور منکر سے فرد کامل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایمان چونکہ تمام امتوں میں مشترک تھا اور اس امت کی خصوصیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھی اس لئے اس خصوصیت کو ذکر میں ایمان پر مقدم کیا نیز اس سے اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اگرچہ بعض پہلی امتوں پر بھی فرض تھا لیکن امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جو نظام عطا فرمایا ہے وہ پہلی امتوں کی نسبت ہر لحاظ سے کامل و مکمل اور جامع ہے اور اس کا دائرہ عمل انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اعتقادات سے لے کر اعمال تک اور اخلاقیات و معاشیات سے لے کر سیاسیات تک تمام شعبوں کی تنظیم و اصلاح کی ذمہ داری اس امت پر ڈالی گئی ہے اور اسے خبردار کیا گیا ہے کہ دنیا میں نظام حق کو قائم رکھنے اور اسے چلانے کے لئے شریعت حقہ کا اتباع کیا جائے اور کوئی قدم اس کے خلاف نہ اٹھایا جائے۔ آیت میں خطاب تو اگرچہ صحابہ کرام سے ہے مگر بقرینہ علت اس سے ساری امت مراد ہے قال الزجاج قولہ کنتم خیر امۃ الخطاب فیہ مع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکنہ عام فی کل امۃ الخ (خازن ج ۱ ص ۳۳۳) اور ایمان باللہ سے مراد یہ ہے کہ دل و جان سے اس کی ہستی کا یقین کیا جائے اور بلا شرکت غیرے اس کی خالص اطاعت اور عبادت کی جائے اور اس کے دئیے ہوئے نظام حیات کے سامنے سر انقیاد خم کر دیا جائے۔ ای وتصدقون باللہ وتخلصون لہ التوحید والعبادۃ (خازن ج ۱ ص ۳۳۳) ۱۶۴ یہ اہل کتاب کے لئے اس دین کو قبول کرنے کی ترغیب ہے۔ جس کی وجہ سے اس امت کو باقی تمام امتوں پر افضلیت کا درجہ ملا یعنی اہل کتاب ایمان لے آئیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کر لیں تو یہ دنیوی ریاست اور شان و شوکت کے مقابلہ میں ان کے لئے دنیا اور آخرت کے اعتبار سے بہت بہتر اور مفید ہوگا کیونکہ ایمان لانے کی صورت میں ایک طرف تو وہ افضل امت میں شامل ہو جائیں گے اور دوسری طرف آخرت میں اجر عظیم اور ثواب جزیل کے مستحق ہوں گے اور ان میں جو علماء ہیں ان کو عوام پر دنیا میں دینی سیادت و ریاست بھی حاصل رہے گی۔ ولو آمنوا لحصلت لھم ھذہ الریاسۃ فی الدنیا مع الثواب العظیم فی الآخرۃ فکانت خیرا لھم مما یتمنونہ (کبیر ج ۳ ص ۳۳) ۱۶۵ یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ

اہل کتاب کے کچھ ذی علم اور صاحب فہم ایمان لا چکے ہیں جیسا کہ یہودیوں میں سے عبداللہ بن سلام ان کے بھائی اور ان کے دوسرے ساتھی اور عیسائیوں میں سے نجاشی، عدی بن حاتم وغیرہ لیکن ان کی اکثریت کفر پر ہے اور وہ تورات و انجیل کی ان آیتوں سے جن میں آخری پیغمبر پر ایمان لانے کے احکام ہیں روگردانی پر تلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے جو ایمان لا چکے ہیں۔ منکرین کو ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔
لن یضروکم الا اذی یہ ترغیب الی الجہاد ہے، اذی ضرر کے مقابلہ میں ہلکی اور معمولی سی تکلیف کو کہتے ہیں۔ الاذی بمعنی الضرر الیسیر (روح ج۴ ص۲۸) اور اس سے مراد گالی گلوچ طعن و تشنیع اور دھمکی وغیرہ ہے۔ الاضرار مقتصرا علی اذی بقول من طعن فی الدین او تھدید او نحو ذالک (مدارک ج۱ ص۱۳۶) یعنی اہل کتاب تم کو مالی یا جانی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور نہ ہی انہیں تم پر غلبہ حاصل ہو سکے گا۔ بس زیادہ سے زیادہ وہ تمہارے خلاف زبانی پروپیگنڈہ، افترا اور اللہ کی آیتوں کی تکذیب و تحریف کرتے رہیں گے۔ یعنی کذبھم و تحریفھم و بھتھم لا تنکوت لھم الغلبۃ (قرطبی ج۴ ص۱۷۳) ف۱۶۶ یہ ماقبل کا تتمہ ہے۔ مسلمان مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے اطمینان دلا دیا کہ اہل کتاب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، اول تو وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں گے ہی نہیں اور اگر کبھی جرأت کر کے مقابلہ میں آ بھی گئے تو شکست کھا کر پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگ نکلیں گے اور مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکیں گے ثم لا ینصرون مغلوب اور شکست خوردہ ہونے کے بعد پھر انہیں کبھی نصرت و غلبہ اور شوکت و قوت حاصل نہیں ہوگی ای انھم بعد صیرورتھم منھزمین لا یحصل لھم شوکۃ ولا قوۃ البتۃ (کبیر ج۳ ص۱۰) یا مطلب یہ ہے کہ جن مشرکین عرب کی مدد پر ان کو اعتماد ہے شکست کی صورت میں کوئی ان کی مدد نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی منافقین ان کی مدد کو پہنچیں گے۔ یہ پیش گوئی حرف بحرف صحیح نکلی اہل کتاب نے ہر معرکہ میں شکست کھائی۔ اور ہر میدان میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ وکل ھذہ الاخبار وقعت کما اخبر اللہ عنھا فان الیھود لم یقاتلوا الا انھزموا وما اقدموا علی محاربۃ وطلب ریاسۃ الا خذلوا الخ (کبیر) ف۱۶۷ حبل کے معنی عہد اور ذمہ کے ہیں والحبل العھد والذمۃ (مدارک ج۱ ص۱۳۷) حبل من اللہ سے مراد عقد ذمہ اور ادائے جزیہ ہے اور حبل من الناس سے لوگوں کی طرف سے امان نفس اور حفاظت مال وغیرہ کا عہد مراد ہے۔ ای بذمۃ من اللہ وھو عقد الذمۃ لھم وضرب الجزیۃ علیھم والزامھم احکام الملۃ و حبل من الناس ای امان منھم لھم کما فی المھادن والمعاھد الخ (ابن کثیر ج۱ ص۳۹۶) حاصل یہ کہ یہودیوں پر ذلت و رسوائی مسلط کر دی گئی ہے اور ہر جگہ ان کا مال اور ان کی جان بے وقعت ہیں اور سوائے دو صورتوں کے نہ ان کا مال و جان محفوظ ہے۔ اور نہ ہی ان کو عزت اور وقار کی زندگی نصیب ہے۔ اول یہ کہ وہ کسی مسلم حکومت کے ذمی بن کر رہیں ان کو جزیہ ادا کریں اور اس طرح وہ حقوق ذمہ حاصل کر لیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ دوم یہ کہ کسی دوسری قوم سے دوستی اور نصرت و مدد کا کوئی معاہدہ کر لیں اور اس طرح ان کو زندگی میں کچھ چین نصیب ہو جائے ان دونوں صورتوں کے سوا دنیا میں نہ ان کی کوئی خود مختار حکومت قائم ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی ان کا مال و جان محفوظ ہو سکتا۔ آج اگر دنیا کے ایک مختصر سے حصے میں یہودیوں کی حکومت قائم ہو گئی ہے تو حقیقت میں اس کا اپنا کوئی وجود نہیں وہی حبل من الناس کے تحت امریکہ کے سہارے جی رہے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے۔ اسرائیلی حکومت کا وجود مغرب کے ان سیاسی جوئے بازوں کے اپنے ذاتی مفادات کا نتیجہ ہے۔ اور کچھ نہیں ف۱۶۸ یہ ان کی بداعمالیوں

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ
نافرمان ہیں ف۱۶۵ وہ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے تمہارا مگر ستانا زبان سے اور اگر تم سے لڑیں گے
يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ
تو پیٹھ دیں گے ف۱۶۶ پھر ان کی مدد نہ ہوگی ماری گئی
عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ
ان پر ذلت جہاں دیکھے جائیں سوائے دستاویز اللہ کے
وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ
اور دستاویز لوگوں کے ف۱۶۷ مد۲ اور کمایا انہوں نے غصہ اللہ کا اور
ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا
لازم کر دی ان کے اوپر حاجتمندی ف۱۶۸ یہ اس واسطے کہ وہ انکار
يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ
کرتے رہے ہیں اللہ کی آیتوں سے اور قتل کرتے رہے ہیں پیغمبروں کو
حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ لَيْسُوْا
ناحق ف۱۶۹ یہ اس واسطے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور حد سے نکل گئے ف۱۷۰ وہ سب
سَوَاۗءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ
برابر نہیں اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر پڑھتے ہیں
اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ
آیتیں اللہ کی راتوں کے وقت اور وہ سجدے کرتے ہیں ف۳ ف۱۷۱ ایمان لاتے ہیں
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ
اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور حکم کرتے ہیں اچھی بات کا اور
يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَ
منع کرتے ہیں برے کاموں سے اور دوڑتے ہیں نیک کاموں پر ف۱۷۲ اور

منزل ۱

مومنین اہل کتاب

موضح قرآن ف یہ امت ہر امت سے بہتر ہے اسی دو صفت سے امر معروف یعنی جہاد اور ایمان یعنی توحید کا عقیدہ اس قدر اور دین میں نہیں ہے ف سوائے دستاویز یہود دنیا میں کہیں اپنی حکومت سے نہیں رہتے بغیر دستاویز اللہ کے کہ بعضی رسمیں توریت کی عمل میں لاتے ہیں اس کے طفیل سے پڑے ہیں اور بغیر دستاویز لوگوں کے یعنی کسی رعیت میں اس کی پناہ میں پڑے ہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بسبب زبان درازی ۱۲ ف۲ یعنی مگر بعہد و ذمہ ۱۲ ف۳ یعنی آنکہ از ایشان مسلمان شدہ اند مانند عبداللہ بن سلام ۱۲

کی سزا ہے جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ یعنی ان بداعمالیوں کی وجہ سے وہ غضب الٰہی کے مستحق ہو چکے ہیں اور دنیا میں ان پر غضب الٰہی کا ظہور ابدی ذلت اور رسوائی کی صورت میں ہو چکا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہیں ذلیل و خوار اور دوسروں کے محتاج ہیں۔ مسکنۃ سے اکثر مفسرین نے جزیہ مراد لیا ہے جو ذلت و رسوائی کی علامت ہے والاکثرون حملوا المسکنۃ علی الجزیۃ وھو قول الحسن (کبیر ج ۳ ص ۴۳) اور بعض نے اس لفظ کو فقر اور تنگدستی پر محمول کیا ہے۔ یہودیوں میں جو مالدار ہیں وہ معدودے چند ہیں اور ان کی اکثریت فقر اور تنگدستی ہی میں مبتلا ہے اور جو مالدار ہیں وہ بھی اپنا غنا ظاہر نہیں کرتے فھم فی الغالب مساکین وقلما یوجد یھودی یظھر الغنی (روح ج ۴ ص ۲۹) ۱۶۹؎ ذالک سے مذکورہ سزاؤں کی طرف اشارہ ہے اور آیات سے تورات کی وہ آیتیں مراد ہیں جن میں مسئلہ توحید کا بیان تھا۔ اور جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں (روح ج ۴ ص ۲۹) یعنی ان کو مذکورہ سزائیں اس لئے دی گئیں کہ ایک تو وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے

أُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ‎﴿١١٤﴾‏ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ

وہی لوگ نیک بخت ہیں اور جو کچھ کریں گے وہ لوگ نیک کام

فَلَنْ يُكْفَرُوهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ‎﴿١١٥﴾‏ إِنَّ الَّذِينَ

اس کی ہرگز ناقدری نہ ہوگی ۱۷۳؎ اور اللہ کو خبر ہے پرہیزگاروں کی ف۱ وہ لوگ جو

كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ

کافر ہیں ہرگز کام نہ آویں گے ان کو ان کے مال اور نہ اولاد

مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا

اللہ کے آگے کچھ ۱۷۴؎ اور وہی لوگ رہنے والے ہیں آگ میں دوزخ کی وہ اس آگ

خَالِدُونَ ‎﴿١١٦﴾‏ مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ

میں ہمیشہ رہیں گے ۱۷۵؎ جو خرچ کرتے ہیں اس دنیا کی زندگی

الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ

میں اس کی مثال جیسے ایک ہوا کہ اس میں ہو پالا جا لگی کھیتی کو اس قوم کی

ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَ

کہ انہوں نے اپنے حق میں برا کیا تھا پھر اسکو نابود کر گئی ۱۷۶؎ اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن

لَٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ‎﴿١١٧﴾‏ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا

وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ۱۷۷؎ ف۲ فد۱ اے ایمان والو نہ

تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا

بناؤ بھیدی کسی کو فد۲ اپنوں کے سوا ۱۷۸؎ وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں

وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ

ان کی خوشی ہے تم جس قدر تکلیف میں رہو نکلی پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے ۱۷۹؎

وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

اور جو مخفی ہے ان کے جی میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔ ہم نے بتا دیئے تم کو

[حاشیہ:] ۱ تخویف اخروی برائے مشرکین اہل کتاب ۱۲

۲ مشرکین کا مال خرچ کرنا ضائع ہے اور تشبیہ کا جواب ۱۲

۳ زجر برائے مؤمنین ایسے مشرکین سے دلی دوستی مت رکھو ۱۲

دوم اس لئے کہ وہ اللہ کی توحید بیان کرنے والے پیغمبروں کو بیدردی سے قتل کیا کرتے تھے ۱۷۰؎ ذالک سے کفر اور قتل انبیاء کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار اور انبیاء علیہم السلام کو قتل اس لئے کیا کرتے تھے کہ خدا کی لگاتار نافرمانی اور اس کی مسلسل حدود شکنی کی وجہ سے ان کے دل سیاہ اور سخت ہو چکے تھے۔ کفر و عصیان ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ اور ضد و عناد کی وجہ سے ان کے دلوں پہ مہر جباریت ثبت ہو چکی تھی اس لئے ایمان و اطاعت کی تو ان سے توقع ہی نہیں تھی۔ ان سے اگر صادر ہو سکتے تھے۔ تو کفر و عصیان اور قتل انبیاء ایسے برے افعال اور سنگین جرائم ہی صادر ہو سکتے تھے لیسوا سواء حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب قوموں پر خدا کا غضب آتا ہے تو ان کا ہر ہر فرد بدکار نہیں ہوتا بلکہ ان میں بعض نیکوکار بھی ہوتے ہیں اور ان سنگریزوں کے ڈھیروں میں کوئی کوئی سچا موتی بھی ہوتا ہے یہی حال اہل کتاب کا تھا۔ جہاں ان کے عالموں، پیروں، درویشوں اور سجادہ نشینوں کی اکثریت دنیا دار، غلط کار اور حق پوش تھی وہاں ان میں خال خال خدا سے ڈرنے والے، حق کہنے اور توحید بیان کرنیوالے عالم بھی موجود تھے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود کے باطل پرست اور شرک پسند عالموں کی شرارتوں اور ان کی سزاؤں کا ذکر فرمایا اب یہاں سے یہود کے ان عالموں اور پیروں کا ذکر شروع ہوتا ہے جنہوں نے دین توحید یعنی اسلام قبول کر لیا تھا اور پھر توحید کی تبلیغ و اشاعت بھی کرتے تھے اور خود بھی توحید پہ قائم تھے چنانچہ فرمایا کہ اہل کتاب سب یکساں نہیں ہیں بلکہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی موجود ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے قبول حق کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور دین توحید (اسلام) کو قبول کر کے نہ صرف خود اس پہ قائم ہیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں۔ ۱۷۱؎ یہ استیناف لیسوا سواء کا بیان ہے، امۃ قائمۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ توحید اور دین اسلام پر ثابت قدم ہیں، ان کا ایمان نہایت مضبوط ہے، ان کے دل شک و اضطراب سے خالی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی پر قائم ہیں۔

انھا ثابتۃ علی التمسک بالدین الحق ملازمۃ لہ غیر مضطربۃ فی التمسک بہ (کبیر ج ۳ ص ۴۵) ای امۃ مستقیمۃ علی طاعۃ اللہ تعالیٰ ثابتۃ علی امرہ الخ (روح ج ۴ ص ۳۳) اور یتلون آیات اللہ الخ قال الشیخ ای یبینون التوحید ویسجدون للہ خاصۃ یعنی وہ توحید بیان کرتے اور صرف اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں یا اس سے کثرت نماز کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نماز پڑھتے ہیں اور کثرت سے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ وھم یسجدون یتلون کی ضمیر سے حال ہے اور یسجدون کے معنی یصلون کے ہیں کیونکہ تلاوت

موضح قرآن ف۱ یہود میں پانچ سات آدمی حق پرست تھے وہ مسلمان ہو گئے ان کے سردار عبداللہ بن سلام تھے حق تعالیٰ ہر جگہ اہل کتاب کی مذمت میں سے ان کو نکال لیتا ہے یہ بھی انہیں کا مذکور تھا۔ ف۲ یعنی جو مال خرچ کیا اور اللہ کی رضا پر نہ دیا آخرت میں وہ دیا نہ دیا برابر ہے

فتح الرحمٰن فد۱ حاصل آنست کہ صدقات ایشاں حبط میشود ۱۲ فد۲ یعنی از غیر مسلمانان ۱۲

سجدے میں نہیں ہوتی۔ اور نماز سے تہجد کی نماز یا نماز عشاء مراد ہے۔ وعبر بالتلاوۃ فی ساعات اللیل عن التہجد بالقرآن (بحر ج ۳) عبر بالسجود عن الصلاۃ لان التلاوۃ لاتکون فی السجود وقیل ھی صلاۃ التہجد وقیل ھی صلاۃ العشاء الخ (خازن ج ۱) ای یقیمون اللیل ویکثرون التہجد ویتلون القرآن فی صلواتہم (ابن کثیر ج ۱) **۱۷۲ھ** مومنین اہل کتاب کی مزید مدح اور تعریف فرمائی کہ وہ اللہ پر اور آخرت پر ٹھیک ٹھیک شریعت مصطفویہ کے مطابق ایمان لاتے ہیں اور اپنے گذشتہ شرکیہ عقائد مثلاً ابنیت مسیح اور عزیر سے تائب ہو چکے ہیں نیز اپنے سابقہ تصور آخرت سے بھی دستبردار ہو چکے ہیں۔ کیونکہ پہلے وہ آخرت میں شفاعت قہری کے قائل تھے۔ وذالک لان ایمان اھل الکتاب فیہ شرک ویصفون الیوم الاخر بغیر ما یصفہ المؤمنون (خازن ج ۱) اور پھر صرف یہی نہیں کہ خود ہی ایمان لا کر نیک اعمال میں مصروف ہو گئے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی ایمان اور اعمال صالحہ کی دعوت دیتے اور کفر اور منکرات سے ان کو منع کرتے ہیں اور رضائے الٰہی کی خاطر اس کی طاعت اور بندگی میں دوسروں سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں واولئک من الصلحین ۝ یعنی اہل کتاب میں سے جو لوگ مذکورہ بالا صفات جمیلہ سے متصف ہیں اللہ کے نزدیک ان کا شمار نیکوکار لوگوں میں ہے ای من جملۃ الصلحین الذین صلحت احوالھم عند اللہ عزوجل (خازن ج ۱) یہاں تک تو ان کی مدح وثنا تھی آگے ان کے اعمال صالحہ کی جزا کا ذکر ہے **۱۷۳ھ** ایمان لانے کے بعد اب وہ جو بھی نیک عمل بجا لائیں گے اس کے اجر وثواب سے وہ محروم نہیں رہیں گے بلکہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اور ان کا سابقہ کفر اور ان کے گذشتہ برے اعمال اس پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ ای لن یحرموا ثوابہ البتۃ (روح ج ۴) وما تفعلوا من خیر فلن تجحدوا ثوابہ بل یشکر لکم وتجازون علیہ (قرطبی ج ۴) واللہ علیم بالمتقین پرہیزگار لوگ اللہ سے چھپے ہوئے نہیں وہ ان کی نیکی اور پرہیزگاری کی ضرور جزا دے گا۔ اس میں متقین کے لئے اخروی جزا کا وعدہ ہے۔ ومعنی علیم بھم انہ مجازیھم علی تقواھم وفی ذالک وعد للمتقین ووعید للمفرطین (بحر ج ۳) **۱۷۴ھ** حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے مومنین اہل کتاب کا ذکر فرمایا ان کی خوبیاں گنائیں اور انہیں بشارت اخروی سے نوازا اب یہاں سے کفار اہل کتاب کا ذکر کر کے انہیں اخروی تخویف فرمائی۔ قال مقاتل لما ذکر تعالیٰ مومنی اھل الکتاب ذکر کفارھم وھو قولہ ان الذین کفروا (قرطبی ج ۴) اور کفار اہل کتاب سے یہاں مراد عام ہے خواہ عوام ہوں یا خواص، مریدین اور متبعین ہوں یا ان کے علماء سجادہ نشین اور متبوعین جس طرح مریدین اپنے پیروں اور سجادہ نشینوں پر خرچ کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں نذرانے اور شیرینیاں پیش کرتے اور ان نذرانوں کے ذریعے اپنے پیروں سے آخرت میں نفع کی امید رکھتے ہیں اور اس توقع میں رہتے ہیں کہ ان نیازوں اور نذرانوں کے عوض ان کے پیر قیامت کے دن ان کی سفارش کریں گے اور خدا کے عذاب سے ان کو چھڑا لیں گے اسی طرح پیر اور سجادہ نشین بھی دنیا میں بزعم خود اپنی دولت نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ مثلاً بزرگوں کے مزارات اور ان کی خانقاہیں تعمیر کراتے ہیں، مریدوں اور مزارات پر نذرانے لانے والوں کے لئے سرائیں بنواتے اور لنگر جاری کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہودیوں کے ان مولویوں اور سجادہ نشینوں اور اسی طرح ان کے مریدوں کا اس طرح دنیا میں دولت خرچ کرنا بالکل بیکار ہے اس کا ان کو سرمو فائدہ نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ انفاق اور دوسرے اعمال صالحہ کا آخرت میں مفید اور نفع بخش ہونا ایمان خالص اور توحید پر موقوف ہے اور وہ شرک اور کفر میں منہمک ہیں۔ **۱۷۵ھ** لہٰذا انجام کار ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ خلود فی النار ان کے کفر و شرک پر قائم رہنے کا نتیجہ ہے۔ اس آیت سے معتزلہ کے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ فساق المؤمنین مخلد فی النار ہوں گے۔ کیونکہ اولئک اصحاب النار کی ترکیب مفید حصر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ صرف کفار ہی ایسے جہنمی ہیں جو جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور اس سے کبھی نہیں نکلیں گے تو معلوم ہوا کہ مومن گنہگار جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیں گے جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے۔ ولما افادت ھذہ الکلمۃ معنی الحصر ثبت ان الخلود فی النار لیس الا للکافر (کبیر ج ۳) **۱۷۶ھ** صِرٌّ کے معنی شدید سردی کے ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے الصر البرد الشدید (قرطبی ج ۴، روح ج ۴، کبیر ج ۳) اور ظلموا انفسھم میں ظلم سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے شرک اور کفر و عصیان کے ذریعے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور ہلاکت وخسران کے مستحق ہوئے۔ ظلموا انفسھم بالکفر والمعاصی ومنع حق اللہ تعالیٰ فیہ (معالم وخازن ج ۱) حضرت شیخ کی تفسیر کے مطابق انفاق سے یہاں یہودیوں کے پیروں کا مریدوں پر اور مریدوں کا پیروں پر خرچ کرنا مراد ہے نفقۃ الیھود علی علمائھم (جامع البیان ص ۵۹) پہلے گذر چکا ہے کہ آخرت میں کفار کو ان کے مال ومنال سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا تو یہاں ایک شبہہ پیدا ہو سکتا تھا کہ اگر کفار دنیا میں اپنی دولت نیک کاموں میں خرچ کر ڈالیں تو شاید آخرت میں اس کا انہیں ثواب مل جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس شبہہ کا ازالہ فرما دیا کہ کافروں کا دنیا میں صدقہ وخیرات کرنا اور نیک کاموں میں اپنی دولت کو لگانا اجر آخرت کے اعتبار سے بالکل بے سود ہے آخرت میں انہیں اس کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ اعمال صالحہ کے عنداللہ مقبول اور باعث اجر وثواب بننے کے لئے ایمان اور اخلاص توحید شرط ہے اور کفار اس سے محروم ہیں اس لئے ان کے تمام اعمال باطل اور رائیگاں ہیں۔ کافروں کی خیرات کے بے سود ہونے کو اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت ہی آسان مثال کے ذریعے واضح فرمایا ہے جس طرح کافر اور مشرک قوم کی سرسبز وشاداب کھیتی ہو لیکن انہوں نے اسے برف اور پالے سے محفوظ رکھنے کا کوئی انتظام نہ کیا ہو اور وہ اس کی شادابی کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں۔ اور اس کی پیداوار کے بارے میں بہت پر امید ہوں کہ اچانک ہوا کا طوفان آ جائے جس میں شدت کی سردی اور برف اور پالا ہو اور اس لہلاتی ہوئی کھیتی کو بالکلیہ تباہ و برباد کر کے رکھ دے اور کھیتی والے کف افسوس ملتے رہ جائیں اور ان کی اس کھیتی سے غلہ اور دیگر منافع حاصل کرنے کی تمام امیدیں خاک میں مل جائیں بالکل یہی حال کفار کی خیرات کا ہے جس طرح ان کھیتی والوں کو اس کے نفع کی بڑی امید تھی مگر طوفان باد وبرف نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اسی طرح کافر دنیا میں رفاہ عامہ کے کاموں میں اور دیگر کار ہائے خیر میں اپنی دولت خرچ کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ اگر واقعی قیامت آنے والی ہے تو انہیں اس کا اجر وثواب ملے گا۔ لیکن کفر وشرک کی وجہ سے ان کے تمام اعمال باطل اور رائیگاں ہیں مثل نفقۃ الکافرین فی بطلانھا وذھابھا وعدم منفعتھا کمثل زرع اصابہ ریح باردۃ اونار فاحرقتہ واھلکتہ فلم ینتفع اصحابہ بشیء بعد ما کانوا یرجون فائدتہ ونفعہ (قرطبی ج ۴) مثال میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی کھیتی کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ کافروں کی خیرات کی ایسی چیز سے تشبیہ مقصود تھی جو بالکلیہ تباہ وبرباد ہو چکی ہو اور یہ بات صرف کافروں کی کھیتی ہی میں پائی جا سکتی ہے کیونکہ دنیا میں تو وہ اس کے منافع سے محروم ہو ہی گئے آخرت میں بھی انہیں اس کا کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ لیکن مسلمان کے دنیا میں مالی نقصان کا معاملہ اس سے جدا گانہ ہے دنیا میں مالی نقصان کی وجہ سے اگرچہ وہ اس کے فوائد ومنافع سے محروم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس نقصان کے عوض آخرت میں اجر وثواب کی صورت میں اسے اس کا صلہ ضرور ملے گا۔ (کبیر ج ۳) **۱۷۷ھ** ان کے نفقات وصدقات کو اللہ تعالیٰ نے باطل اور مردود کر کے ان پر ظلم نہیں کیا یہ ان کی اپنی ہی بے راہ روی کا نتیجہ ہے کیونکہ انہوں نے ایمان وطاعت اور توحید خالص سے اعراض کیا جو صدقات اور دیگر اعمال کے قبول ہونے کی شرط اولین ہے اور شرک وطغیان اور کفر وعصیان کی راہ اختیار کر لی جو غضب الٰہی کی طرف لے جاتی ہے۔ لان علمھم لم یکن للہ وھم بالوحدانیۃ دائنون ولامرہ متبعون ولرسلہ مصدقون بل کان ذالک منھم وھم بہ مشرکون ولامرہ مخالفون ولرسلہ مکذبون بعد تقدم منہ الیھم انہ لایقبل عملا من عامل الامع اخلاص التوحید لہ الخ (ابن جریر ج ۴) **۱۷۸ھ** یہ آیت مومنین کے لئے زجر ہے اس میں ماقبل سے ترقی کر کے فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی کرتے رہو اور غیر مسلموں سے پوشیدہ اور گہری دوستی بھی مت رکھو قال الشیخ بطانۃ کے معنی راز دار دوست یعنی جس کے

سامنے آدمی اپنے تمام ملی اور ذاتی راز کہہ ڈالے وبطانۃ الرجل خاصتہ الذین یستبطنون امرہ (قرطبی ج۴ ص۱۷۸) اسلام سے پہلے انصار کے بعض قبیلوں کے کچھ قرب وجوار کی بنا پر اور کچھ مابین القبائلی معاہدات کی بنا پر یہود سے دوستانہ تعلقات تھے یہ تعلقات اسلام کے بعد بھی انصار نے بدستور قائم رکھے ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ دار الاسلام بن گیا۔ اور اسلام دن بدن ترقی کرنے لگا تو ان یہودیوں نے انصار سے دوستانہ تعلقات سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اندر ہی اندر مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کردیں ظاہری طور پر مسلمانوں کے گہرے دوست بنے ہوئے تھے لیکن دلوں میں مسلمانوں کے خلاف سخت عداوت رکھتے تھے اور مسلمانوں سے ان کے پوشیدہ راز حاصل کرکے کافروں کو پہنچاتے رہتے اور ہر ممکن طریق سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صورت حال سے آگاہ فرمایا اور ان کو یہودیوں سے دوستانہ تعلقات رکھنے سے روک دیا۔ قال ابن عباس کان رجال من المسلمین یواصلون الیہود لما بینہم من القرابۃ والصداقۃ والحلف والجوار والرضاع فانزل اللہ عزوجل ہذہ الایۃ ونہاہم عن مباطنتہم خوف الفتنۃ (خازن ج۱ ص۳۴۲) لا یالونکم خبالا خبال کے معنی فساد اور شرارت کے ہیں۔ یعنی یہ یہودی اگرچہ ظاہری تعلقات کی بنا پر تمہارے خلاف جنگ میں علانیہ شریک نہیں ہوں گے لیکن خفیہ طور پر تمہارے خلاف مکر و فریب اور سازشیں کرتے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑیں گے **۱۷۹** ظاہر میں تو وہ تمہارے جانی دوست بنے ہوئے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کرتے ہیں لیکن ان کی دلی آرزو اور خواہش یہ ہے کہ تمہیں کوئی فائدہ اور آرام و راحت میسر نہ ہو اور تم سخت تکلیف اور مشقت میں مبتلا رہو ان کی دلی عداوت اور اور ان کا اندرونی بغض وحسد ان کی زبانوں سے کئی بار ظاہر ہوچکا ہے یہودی اگرچہ اپنے مبغضانہ جذبات کو چھپانے کی کوشش کرتے لیکن شدت عداوت کی بنا پر بعض دفعہ غیر اختیاری اور غیر شعوری طور پر ان کی زبانوں سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن سے ان کی خفیہ عداوت ظاہر ہوجاتی وما تخفی صدورہم اکبر۔ زبان سے تو وہ کھل کر عداوت وتکذیب کا اظہار نہیں کرتے ان کی باتوں سے جو بغض وعداوت کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ اس عداوت اور بغض وحسد کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ جو تمہارے خلاف ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے۔ یعنی من العداوۃ والغیظ اکبر مما یظہرونہ (خازن ج۱ ص۳۴۳) حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ کے عالموں اور پیروں کے جو حالات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں وہ آج کل کے علماء سوء اور پیران سیاہ کار پر پوری طرح منطبق ہیں اس طرح ان آیات کا حل آسان ہوجاتا ہے **۱۸۰** کفار سے ترک موالات کے بارے میں ہم نے کھلے الفاظ میں اپنے احکام دے دیئے ہیں اور وہ آیتیں کھول کر بیان کردی ہیں جن میں کفار کی دوستی سے روکا گیا ہے ای اظہرنا لکم الایات الدالۃ علی النہی عن موالات اعداء اللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (روح ج۴ ص۳۶) یا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان یہودیوں کے بغض وعناد اور حسد وعداوت کی نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں تاکہ ان کو فوراً پہچان لو اور ان سے علیحدہ رہو۔ او قد اظہرنا لکم الدلالات الواضحات التی یتمیز بہا الولی من العدو (روح ج۴ ص۳۶) قومی اور ملی دشمنوں سے دوستانہ تعلقات سیاسی نتائج کے لحاظ سے بہت ہی خطرناک ہوتے ہیں بعض اوقات دشمن کو کئی کلیدی رازوں کا پتہ چل جاتا ہے جس سے کئی اہم جنگی اور دوسرے تعمیری منصوبے ناکام ہوجاتے ہیں۔ جنگ جیتنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی خفیہ جنگی تدبیروں کو دشمن کی رسائی سے بالاتر رکھا جائے۔ یہ وقت چونکہ مسلمانوں کی جنگی تیاریوں کا تھا اس لئے مسلمانوں کو خبردار کردیا گیا تاکہ وہ محتاط رہیں **۱۸۱** الکتاب میں لام جنس کا ہے اور مراد اس سے تمام آسمانی کتابیں ہیں اور ضمیر غائب سے منافقین یہود مراد ہیں یہ مسلمانوں کی نیک دلی اور یہودیوں کے روایتی بغض وعداوت کا بیان ہے مطلب یہ کہ تم تو ان سے دوستی بھی رکھتے ہو اور تمام آسمانی کتابوں کو حتیٰ کہ تورات اور انجیل پر بھی ایمان رکھتے ہو۔ اور ان کا حال یہ ہے کہ تم سے دوستی اور محبت تو درکنار وہ تمہاری کتاب یعنی قرآن پر بھی ایمان نہیں رکھتے حاصل یہ کہ وہ تمہارے ساتھ کسی وجہ سے انس اور محبت نہیں رکھتے **۱۸۲** عض انامل یعنی انگلیاں کاٹنا یہ ایک محاورہ ہے اور اس وقت بولا جاتا ہے۔ جب آدمی شدت غیظ سے دیوانہ ہو رہا ہو اور غصے کو عملی جامہ نہ پہنا سکتا ہو۔ والعض عبارۃ عن شدۃ الغیظ مع عدم القدرۃ علی انفاذہ (قرطبی ج۴ ص۱۸۲) یہاں ان کے نفاق کا بیان ہے مطلب یہ کہ ان سے دوستی اور خیر خواہی کی امید بالکل بیکار ہے کیونکہ ان کے دلوں میں کفر وعناد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور ان کا دعویٰ ایمان سراسر منافقانہ ہے تمہارے سامنے تو وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن جب آپس میں مل بیٹھتے ہیں تو تمہارے خلاف شدت غیظ وغضب سے دانت پیستے ہیں۔ مسلمانوں کی شوکت وکثرت اور اسلام کی ترقی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی مگر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کچھ کر بھی نہیں سکتے اس لئے شدت غیظ سے جھنجھلا اٹھتے ہیں والمعنی اذا خلا بعضہم ببعض اظہروا شدۃ العداوۃ وشدۃ الغیظ علی المومنین حتی تبلغ تلک الشدۃ الی عض الانامل الخ (کبیر ج۳ ص۵۰)

۱۸۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا ہے کہ آپ منافقین سے کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے اور اس نے تمہارے اندرونی کینہ اور بغض کی ہم کو اطلاع دے دی ہے باقی تمہاری یہ خواہش کہ اسلام مغلوب ہوجائے اور مسلمان ناکام ہوجائیں۔ یہ کبھی پوری نہیں ہوگی تم بیشک شدت غضب میں مرتے رہو۔ **۱۸۴** خطاب مسلمانوں سے ہے اور اس میں اسلام کے خلاف منافقین کے بغض وحسد اور کینہ پروری کا مزید بیان ہے یعنی ان کی عداوت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ تمہاری خوشحالی اور تمہارے نفع کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کرسکتے اگر تمہیں دشمنوں پر فتح حاصل ہوجائے یا تم پر خوشحالی کا دور آجائے تو اس سے ان کے دل رنجیدہ ہوجاتے ہیں لیکن اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے یا تم مشقت میں پڑ جاؤ تو اس سے انہیں بہت خوشی ہوتی ہے ان تمام آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ ایمان والوں کے خلاف جن لوگوں کی کینہ پروری اور ان کے بغض وعداوت کا یہ حال ہو وہ ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ انکو اپنا رازدار بنایا جائے خصوصاً جب کہ جہاد کا معاملہ درپیش ہو جس پر مسلمانوں کی دنیا اور آخرت کی بھلائی کا مدار ہے والمعنی فی الایۃ ان من کانت ہذہ صفتہ من شدۃ العداوۃ والحقد والفرح بنزول الشدائد علی المومنین لم یکن اھلا لان یتخذ بطانۃ لا سیما فی ہذا الامر الجسیم من الجہاد الذی ہو ملاک الدنیا والاخرۃ (قرطبی ج۴ ص۱۸۳) **۱۸۵** یہاں مسلمانوں کو صبر وتقویٰ کی تلقین فرمائی۔ فرمایا کہ دشمنوں کے مکر وفریب اور ان کی چالوں سے محفوظ رہنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ تم صبر واستقلال سے کام لو۔ ان کی طرف سے تمہیں جو تکلیفیں دی جاتی ہیں انہیں برداشت کرو۔ دین اسلام پر قائم رہو۔ اور خدا کی اطاعت کو اپنا شعار بناؤ۔ اور خدا سے ڈرتے رہو اور اس کی نافرمانی سے بچو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی پر فریب چالوں سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ان چند کلمات میں اللہ تعالیٰ نے جہاد میں کامیابی حاصل کرنے اور دشمنوں کے مکر وفریب سے محفوظ رہنے کے لئے نہایت اختصار کے ساتھ دو زریں اصول بیان فرمائے ہیں ایک استقلال دوم خدا کا خوف ھذا تعلیم من اللہ وارشاد الی ان یستعان علی کید العدو بالصبر والتقوی (مدارک ج۱ ص۱۳۶) ان اللہ بما یعملون محیط ۔ منافقین جو کرتے ہیں وہ اللہ کے علم میں ہے اس لئے وہ اپنے کرتوتوں کی سزا ضرور پائیں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تسلی دی ہے اور منافقین کو عذاب اخروی کی تخویف فرمائی ہے۔ **۱۸۶** اب یہاں سے جنگ احد کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ والجمہور علی انہا غزوۃ احد (قرطبی ج۴ ص۱۸۴) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کا تعلق اِنْ تَصْبِرُوْا الخ سے ہے یعنی اگر تم ہمت واستقلال، صبر واستقامت سے کام لوگے تو کافر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ آگے صبر وتقویٰ کے نتائج اور اس کے لئے دو نمونوں کا بیان ہے۔ جنگ بدر میں مشرکین کو مسلمانوں کے ہاتھوں انتہائی ذلت ورسوائی کی شکست اٹھانا پڑی۔ ان کے ستر سردار اور جنگجو بہادر قتل ہوگئے اور ستر گرفتار ہوکر مسلمانوں کے قیدی ہوئے مالی نقصان اس کے علاوہ تھا اور ذلت ورسوائی اتنی ہوئی کہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ اب وہ شکست خوردہ مشرکین انتقامی جنگ کی تیاری کرنے لگے چنانچہ واقعہ بدر سے ایک سال بعد ۳ھ کے اواخر میں جنگی تیاریاں مکمل کرلیں۔ اب ان کی تعداد تین ہزار تھی جن میں سات سو زرہ پوش دو سو گھڑ سوار اور باقی شتر سوار تھے۔ اور ان کا کوئی لڑا کا خالی ہاتھ نہ تھا۔ مشرکین چونکہ جوش انتقام میں دیوانے ہوئے جارہے تھے اس لئے تمام قبیلوں کے سرداروں نے بھی جنگ میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا حتیٰ کہ مشرکین کی عورتوں نے بھی اس جنگ میں شرکت کی جو باجوں اور ڈھولکوں کی تھاپ پر مقتولین بدر کے مرثیے گا گا کر اپنے جوانوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا رہی تھیں اور مسلمانوں کے ساز وسامان

کا یہ حالی تھا کہ مجاہدین کی تعداد صرف ایک ہزار تھی اور پوری فوج میں صرف دو گھوڑے تھے اور تمام مجاہدین کے پاس تلواریں بھی نہیں تھیں اور پھر عین اس وقت جب کہ دشمن سامنے آیا اور مسلمان ابھی نماز صبح ہی میں مصروف تھے۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اپنے تین سو ساتھیوں کو ساتھ لے کر میدان جنگ سے واپس آ گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف سات سو رہ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ سے پہلے تمام مجاہدین کی صفیں مناسب جنگی ترتیب کے مطابق بنائیں اور مختلف فوجی دستوں کو مختلف مورچوں پر متعین فرمایا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی صف بندی کی حالت کا ذکر فرمایا ہے واللہ سمیع علیم۔ **۱۸۷ھ پہلا نمونہ** یہ اذ غدوت سے بدل ہے۔ اور طآئفتان سے انصار کے دو قبیلے مراد ہیں یعنی قبیلہ خزرج کے بنو سلمہ اور قبیلہ اوس کے بنو حارثہ دا لطائفتان بنو سلمۃ من الخزرج وبنو حارثۃ من الاوس (قرطبی ج۴ ص۱۸۵) اور ھمّ بمعنی ارادہ اور حدیث نفس یعنی وسوسہ دونوں میں مستعمل ہے۔ لیکن یہاں وسوسہ اور حدیث نفس مراد ہے والظاھر ان ھذا الھم لم یکن عن عزم..... بل کان مجرد حدیث نفس و وسوسۃ (روح ج۴ ص۴۴) اور فَشَل کے معنی بزدلی اور کم ہمتی دکھانے کے ہیں۔ ہوا یوں کہ جب عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اپنے تین سو منافق ساتھیوں کو لے کر میدان جنگ سے یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ جب ہماری بات نہیں مانی گئی تو ہم کیوں ان کا ساتھ دیں اور مفت میں اپنی جانیں ضائع کریں (عبداللہ بن ابی نے بھی حضور علیہ السلام کو مشورہ دیا تھا کہ جنگ کے لئے مدینہ سے باہر نہ جائیں بلکہ شہر ہی میں رہیں اگر مشرکین نے شہر پر حملہ کیا تو ہمیں ان سے جنگ کریں گے) تو مسلمانوں کے ان دونوں گروہوں کو قلت سامان اور قلت عدد کی بنا پر خیال گذرا کہ وہ بھی آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹ جائیں۔ غرضیکہ ان کی بزدلی اور کم ہمتی دکھانے کی وجہ شک و نفاق یا ضعف ایمان نہیں تھا۔ بلکہ مادی وسائل کی کمی کی وجہ سے ان کے ارادے میں ضعف آ گیا۔ وذالک انہ انما کان ذالک منھما عن ضعف ووھن اصابھما غیر شک فی دینھما (سیرت ابن ہشام ج۲ ص۱۱۲) لیکن ابھی یہ ارادہ وسوسہ کی حد سے آگے نہیں بڑھا تھا اور نہ ہی انہوں نے اس پر عمل کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی۔ اور ان کی ہمتیں پھر سے مضبوط کر دیں۔ اور اپنی مدد اور نصرت سے ان کو تھام لیا۔ اور دونوں قبیلے نئے جوش شجاعت کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی لغزش سے درگذر فرمایا۔ یہ کم ہمتی کے اظہار کا ارادہ وقتی طور پر صبر و تقویٰ سے ذہول کا نتیجہ تھا۔ ادھر خدا پر بھروسہ اور تقویٰ سے ذہن مادی وسائل کی قلت و کثرت کی طرف منتقل ہوا۔ ادھر فوراً ہی اس کا برا نتیجہ سامنے آ گیا۔ **۱۸۸ھ** یہاں اللہ تعالیٰ نے تمام ایمان والوں کو نصیحت فرمائی کہ انہیں صرف خدا کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرنا چاہیے نہ کہ مادی وسائل پر۔ مادی وسائل اور ظاہری ساز و سامان کو اسباب عادیہ کی حد تک اختیار کرنا چاہیے اور ان کو کامیابی اور ناکامی میں موثر حقیقی نہیں سمجھنا چاہیے۔ بعض جاہل صوفی ترک اسباب کا نام توکل رکھتے ہیں حالانکہ یہ نظریہ سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ اور خود حضور علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کے بھی مخالف ہے قال سہل من قال ان التوکل یکون بترک السبب فقد طعن فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (قرطبی ج۴ ص۱۸۹) توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ پر بھروسہ کرے اور یقین رکھے کہ

اَلْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ

ہے اگر تم کو عقل ہے ۱۸۰ھ ف سن لو تم لوگ ان کے دوست ہو

وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا

اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم سب کتابوں کو مانتے ہو ۱۸۱ھ اور جب

لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ

تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کھاتے ہیں

الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْ ؕ اِنَّ

تم پر انگلیاں غصہ سے ۱۸۲ھ تو کہہ مرو تم اپنے غصہ میں اللہ کو

اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ

خوب معلوم ہیں دلوں کی باتیں ۱۸۳ھ اگر تم کو ملے

حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَیِّئَةٌ

کچھ بھلائی تو بری لگتی ہے ان کو اور اگر تم پر پہنچے کوئی برائی

یَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّكُمْ

تو خوش ہوں اس سے ۱۸۴ھ اور اگر تم ٹھہرے رہو اور بچتے رہو کچھ نہ بگڑے گا

كَیْدُهُمْ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

تمہارا ان کے فریب سے ۱۸۵ھ بے شک جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے ف۲

ع ۱۲ ۱۱ ۳

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ

اور جب صبح کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھانے لگا مسلمانوں کو

مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۲۱﴾ۙ اِذْ هَمَّتْ

لڑائی کے ٹھکانوں پر ۱۸۶ھ اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے جب قصد کیا

طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِیُّهُمَا ؕ

دو فرقوں نے تم میں سے کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا ان کا ۱۸۷ھ

مجاہدین کی ایمانی کمزوری کے دو فرقوں کا بیان ۱۲

دونوں فرقوں کا پہلا نمونہ ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی مسلمانوں کو کافروں سے دوستی نہ کرنی چاہیے وہ ہر طرح دشمن ہیں ف۲ اکثر منافق بھی یہود ہی میں سے تھے اس واسطے ان کے ذکر کے ساتھ انکا ذکر بھی فرمایا اب آگے جنگ احد کی باتیں مذکور ہیں کہ اسمیں مسلمانوں نے بعضے کافروں کا کہا مان لیا تھا اور لڑائی سے پھر چلے تھے اور منافقوں نے اپنے نفاق کی باتیں ظاہر کی تھیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ در غزوہ احد اہل نفاق میل کردند با آنکہ در شہر متحصن شوند و اصحاب خواستند کہ بیرون آمدہ جنگ کنند بعد از آنکہ ہزیمت واقع شد منافقان ایں را محل طعن گرفتند وقت حرب حضرت پیغامبر برشعبی تمام مقید ساختند کہ از منحاز نجنبند چوں آثار فتح ظاہر شدن گرفت آں جماعت در پی غارت افتادند و عصیاں پیغامبر کردند بشومی ایں عصیاں ہزیمت بر مسلمانان افتادہ و ہمہ فرار کردند الا ما شاء اللہ و در ہماں خبر شہادت حضرت پیغامبر شائع شد منافقان فقد اللہ اکرد ند پس در جواب طعن منافقان و عتاب خلاف امر کنندگان و تشنیع بے وفایان حق سبحانہ نازل کرد ۱۲

اللہ کی نصرت پوری ہو کر رہے گی اور ہر کام کے لئے اللہ نے تکوینی طور پر جو اسباب عادیہ مقرر فرمائے ہیں ان کو عمل میں لائے اور ان کو محض عادی وسائل خیال کرے اور مؤثر حقیقی صرف خدا کو جانے ۱۸۹ے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا کا دوسرا نمونہ ہے یعنی صبر و تقوی اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے تائید غیبی اور نصرت آسمانی کے سامان بہم پہنچ جاتے ہیں۔ چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر ایسا ہی ہوا تم تعداد میں بہت قلیل تھے اور سامان جنگ بھی بالکل معمولی تھا۔ اذلۃ ذلیل کی جمع ہے جس کے معنی حقیر اور پست کے ہیں یعنی تعداد اور سامان کی قلت کے باعث تھی ما کانوا علیہ من الضعف وقلۃ السلاح والمال والمرکوب (بحر ج ۳ ص ۴۷) ای بقلۃ العدد والسلاح (جامع البیان ص ۵۹) چنانچہ مسلمانوں کی کل تعداد ۳۱۳ تھی اور پوری فوج کے پاس سواری کے لئے صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے اور تلواریں بھی صرف آٹھ تھیں اور باقی سامان جنگ بھی نہایت قلیل اور ناکافی تھا۔ لیکن اس بے سر و سامانی کے باوجود انہوں نے ہمت نہ ہاری اور نہ ہی صبر و تقوی کا دامن ہاتھ سے چھوڑا تو اللہ تعالی کی طرف سے غیبی مدد اور نصرت بھی فوراً آپہنچی۔ بدر کا واقعہ یاد دلا کر اللہ تعالی نے مسلمانوں کو جہاد میں ثابت قدم رہنے اور تقوی اختیار کرنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ نیز اس میں کافروں کے شبہ کے جواب کی طرف بھی اشارہ ہے کافروں کا شبہ یہ تھا کہ جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور انہیں نقصان اٹھانا پڑا اگر اسلام سچا دین ہوتا تو اس کے ماننے والے کیوں اس طرح ذلیل ہوتے یہاں اشارہ فرمایا کہ اگرچہ دنیا میں فتح و شکست صداقت کا معیار نہیں۔ فتح کی مثال کنوئیں کے ڈول کی سی ہے کبھی کسی کے ہاتھ کبھی کسی کے ہاتھ اس لئے اے ایمان والو احد کی وقتی شکست سے دلگیر اور افسردہ خاطر نہ ہونا اگر احد میں ایسا ہو گیا ہے تو ہوا کیا جنگ بدر میں جب کہ تم بالکل بے سر و سامان تھے کیا اس وقت میں نے تم کو غیبی امداد سے منصور و مظفر نہیں کیا تھا۔ اس شبہ کا اصل جواب آگے آرہا ہے۔ ۱۹۰ے یعنی تقوی اور خوف خدا سے شکر گذاری کے جذبہ کو تقویت پہنچتی ہے اور شکر گذاری ایک ایسا مبارک عمل ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالی کی طرف سے تمام نعمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم ع ۱)

۱۹۱ے اذ ظرف نصرکم سے متعلق ہے۔ اور یہ تین ہزار اور پانچ ہزار فرشتوں کے اتارنے کے وعدے بھی جنگ بدر ہی سے متعلق ہیں۔ جنگ بدر میں بالفعل مشرکین کی تعداد کے مطابق صرف ایک ہزار فرشتے اتارے گئے تھے جنہوں نے مسلمانوں کے دوش بدوش کافروں سے جنگ کی جیسا کہ سورۂ انفال ع ۱ میں ہے۔ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ٥ لیکن اس کے بعد جب کافروں نے یہ افواہ اڑا دی کہ کرز بن جابر محاربی مزید دو ہزار سپاہیوں کی کمک لے کر پہنچ رہا ہے۔ تو اس وقت اللہ تعالی نے تین ہزار فرشتوں کی کمک نازل کرنے کا وعدہ فرمایا تاکہ مسلمان مطمئن اور ثابت قدم رہیں۔ اس آیت میں اسی وعدہ کا ذکر ہے

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ

اور اللہ ہی پر چاہیئے بھروسہ کریں مسلمان ف ۱۸۸ے اور تمہاری

نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا

مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور تھے ۱۸۹ے سو ڈرتے رہو

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

اللہ سے تاکہ تم احسان مانو ۱۹۰ے جب تو کہنے لگا مسلمانوں کو

اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ

کیا تم کو کافی نہیں کہ تمہاری مدد کو بھیجے رب تمہارا تین

اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ

ہزار فرشتے آسمان سے اترنے والے ۱۹۱ے البتہ اگر

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا

تم صبر کرو اور بچتے رہو اور وہ آئیں تم پر اسی دم

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے

مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ

نشان دار گھوڑوں پر ۱۹۲ے ف ۲ اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی

وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۗ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ

اور تاکہ تسکین ہو تمہارے دلوں کو اس سے اور مدد ہے صرف

عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا

اللہ ہی کی طرف سے جو کہ زبردست ہے حکمت والا ۱۹۳ے تاکہ ہلاک کرے بعضے

مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا

کافروں کو یا ان کو ذلیل کرے تو پھر جاویں

ف ۱ دونوں شرطوں کا دوسرا نمونہ ۱۲

ف ۲ شبہ متعلقہ جہاد کا پہلا جواب ۱۲

ف ۳ ایک ہزار کا وعدہ حتمی تھا اور تین ہزار اور پانچ کا مشروط، عدم شرط کی وجہ سے تین ہزار اور پانچ ہزار نازل نہ ہوئے ۱۲

الربع

۱۹۲ے اس کے بعد جب یہ خبر پھیلی کہ پانچ ہزار سپاہیوں کی مزید کمک مشرکین کو پہنچ رہی ہے تو مسلمان اس خبر سے ذرا دلگیر ہوئے تو اللہ تعالی نے مزید

موضح قرآن ف ۱ حضرت مکے سے مدینہ میں آئے اس کے ایک برس چھ مہینے بعد جنگ بدر ہوئی مکے کے لوگوں سے اللہ تعالی نے فتح دی مسلمانوں کو ستر آدمی کافر مارے گئے اور ستر اسیر آئے۔ اگلے سال کافر جمع ہو کر مدینے پر چڑھ آئے حضرت نے مسلمانوں سے مشورت کی اکثر کہنے لگے کہ ہم شہر میں لڑیں گے حضرت کی مرضی بھی یہی تھی۔ اور بعضے کہنے لگے کہ یہ عار ہے۔ بلکہ ہم میدان میں مقابلہ ہوں گے۔ آخر یہی مشورت قبول ہوئی۔ جب حضرت شہر سے باہر چلے عبداللہ ابن ابی کافر تھا مدینے کا ساکن وہ بھی شریک جنگ تھا ناخوش ہو کر پھر گیا کہ ہمارے قول پر عمل نہ کیا اور اس کے بہکانے سے دو قبیلے انصار کے بھی پھر چلے آخر ان کے سردار عوام کو سمجھا کر لے آئے۔ اللہ تعالی مسلمانوں کو تقویت دیتا ہے کہ اللہ پر توکل چاہیئے اطاعت حکم میں اندیشہ نہ کریئے۔

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی بنی سلمہ و بنی حارثہ کہ داعیہ فرار بخاطر ایشان گذشتہ بود باز خدا ایتعالی ایشاں را از بیں محفوظ داشت ۱۲ ف ۲ یعنی خود را و اسپان خود را بنیک آراستہ ۱۲

پانچ ہزار فرشتے نازل کرنے کا وعدہ فرمایا لیکن جب کرز نے مشرکین کی شکست کی خبر سنی تو امداد دینے کا ارادہ ترک دیا اس لیے پانچ ہزار فرشتے بھی نازل نہ ہوئے قال الشعبی بلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یوم بدران کرز بن جابر المحاربی یرید ان یمد المشرکین فشق ذالک علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی المسلمین فانزل اللہ تعالیٰ (الن یکفیکم الی قولہ مسومین) فبلغ کرزا الھزیمۃ فلم یمد ھم ورجع فلم یمد ھم اللہ ایضا بالخمسۃ الآف وکانوا قد امدوا بالف (قرطبی ج ۴ ص ۱۹۵) اور مسومین کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتے مخصوص نشانات اور امتیازی علامات کے ساتھ نازل ہوں گے۔ آیت کا حاصل یہ ہوا کہ تین ہزار پر ہی بس نہیں اگر تم صبر و تقویٰ پر قائم رہے اور مشرکین کے امدادی دستے آپہنچے۔ اور انہوں نے تم پر اچانک حملہ کر دیا تو اللہ تعالیٰ بھی فوراً امتیازی علامتوں والے پانچ ہزار فرشتے تمہاری امداد کے لیے بھیج دے گا۔ چونکہ مشرکین کو تین ہزار اور پانچ ہزار کی کمک نہیں پہنچی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی تین ہزار اور پانچ ہزار فرشتے نازل نہیں فرمائے تھے کیونکہ فرشتوں کی ان دونوں جماعتوں کا نزول مشرکین کو ان کی موعودہ کمک پہنچنے پر معلق تھا۔ اس لیے نہ ان کو کمک پہنچی نہ فرشتے نازل ہوئے۔ البتہ ایک ہزار فرشتے پہلے ہی نازل ہو چکے تھے ۱۹۳ جعلہ میں ضمیر غائب مذکورہ مدد کی طرف راجع ہے۔ جو ایک ہزار فرشتوں کے بالفعل انزال اور تین ہزار اور پانچ ہزار کے وعدہ انزال کی صورت میں نمودار ہوئی۔ العزیز یعنی ایسی قدرت و قوت والا جو ظاہری اسباب کے سوا بھی غلبہ اور فتح دلا سکتا ہے۔ الحکیم جو اپنی حکمت بالغہ کے مطابق تمام کاموں کو ظاہری اسباب پر مرتب فرماتا ہے یعنی جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تائید غیبی سے جو تمہاری کامیابی اور فتحمندی کے ظاہری اسباب مہیا فرمائے تھے یہ محض تمہاری خوشی اور دلجمعی کی خاطر تھے۔ باقی رہی فتح و نصرت تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھی۔ جو ایسا زبردست ہے کہ ان اسباب کا محتاج نہیں لیکن اپنی تکوینی حکمت کے تحت ہر کام کو اس کے سبب سے متعلق فرماتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے صاف اعلان فرما دیا ہے کہ حقیقت میں کارساز اور منصرف و مختار اللہ تعالیٰ ہی ہے فتح و ظفر اور امداد و نصرت نہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہے اور نہ ہی فرشتوں کے۔ جنگ بدر اور جنگ احد کے واقعات ہمارے سامنے ہیں صحابہ کرام کی مقدس جماعت مشرکین کے مقابلہ میں صف آرا ہے۔ اور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدہ ہستی بنفس نفیس ان میں موجود ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ امداد خداوندی کے محتاج ہیں بدر میں ایک ہزار فرشتے بالفعل امداد کے لیے میدان جنگ میں موجود ہے اور آٹھ ہزار آنے کے لیے حکم ربانی کے منتظر کھڑے ہیں مگر ان سب کی حیثیت ظاہری سبب سے بڑھ کر کچھ نہیں اور حقیقی مؤثر اور ناصر و مددگار صرف اللہ ہے جل جلالہ و تعالیٰ جدہ۔ یعنی لاتحیلوا النصر علی الملائکۃ والجند وکثرۃ العدد فان النصر من عند اللہ لا من غیرہ والغرض ان یکون توکلھم علی اللہ لا علی الملائکۃ الذین امدوا بھم (خازن و معالم ج ۱ ص ۳۴۹)

۱۹۴ لیقطع میں لام نصرکم سے متعلق ہے۔ قطع کے معنی قتل کے ہیں اور طرف جماعت اور گروہ کے معنی میں ہے لیھلک طائفۃ منھم بالقتل والاسر (مدارک ج ۱ ص ۱۴۲) یعنی جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری غیب سے امداد اس لیے فرمائی تاکہ کافروں کی ایک جماعت تمہارے ہاتھوں ماری جائے اور وہ ذلیل و خوار ہو جائیں اور نامراد ہو کر گھروں کو لوٹیں اور اس طرح کفر کا زور ٹوٹ جائے۔ اور کافروں کی شان و شوکت اور ان کا رعب و وقار مسلمانوں کے ہاتھوں خاک میں مل جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بدر میں کفر و شرک کے ستر لیڈر اور سرغنے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور ستر قید ہوئے ۱۹۵ اس آیت کا تعلق جنگ احد سے ہے صحیح مسلم میں ہے کہ۔ جنگ احد میں حضور علیہ السلام کا سامنے کا ایک دانت شہید کر دیا گیا۔ اور آپ کے سر مبارک میں بھی زخم آیا۔ آپ زخم سے خون پونچھ رہے تھے اور ساتھ یہ بھی فرماتے جا رہے تھے کیف یفلح قوم شجوا نبیھم صلی اللہ علیہ وسلم وکسروا رباعیتہ وھو یدعوھم الی اللہ تعالیٰ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۸) یعنی اس قوم کو کس طرح ہدایت نصیب ہو گی۔ جس نے اپنے پیغمبر کو زخمی کر دیا حالانکہ وہ ان کو خدا کی طرف بلاتا ہے گویا کہ آپ نے ان کے لیے توفیق ایمان کو مستبعد سمجھا اور ان کی ہلاکت کے لیے بد دعا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر آپ کا استبعاد دور فرما دیا اور آپ کو ان کے اسلام لانے کی امید دلا دی۔ استبعاد لتوفیق من فعل ذالک بہ وقولہ تعالیٰ لیس لک من الامر شئ تقریب لما استبعد واطماع فی اسلامھم (قرطبی ج ۴ ص ۱۹۹) او یتوب اور او یعذبھم میں او بمعنی الا ان ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ایمان سے مایوس ہو کر ان پر بد دعا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان مشرکین کی عاقبت اور انجام کار کو میں جانتا ہوں نیز ان کے تمام امور اور معاملات میرے اختیار و تصرف میں ہیں کیونکہ میرا علم محیط اور قدرت ہر چیز پر حاوی ہے آپ کا نہ علم ہر چیز پر محیط ہے اور نہ قدرت اس لیے آپ کو بد دعا کرنے کا اختیار نہیں یہاں تک کہ ان میں سے بعض کو میں توبہ کی توفیق دیدوں اور وہ اسلام قبول کر لیں اور جو کفر پر قائم رہیں ان کو دائمی عذاب میں مبتلا کروں ومعنی الایۃ لیس لک من امر مصالح عبادی شئ الا ما اوحی الیک فان اللہ تعالیٰ ھو مالک امرھم فاما ان یتوب علیھم ویھدیھم فیسلموا او یھلکھم ویعذبھم ان اصروا علی الکفر (خازن ج ۱ ص ۳۵۰) یا یہ دونوں لیقطع پر معطوف ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں اس لیے تمہاری امداد فرمائی تاکہ وہ کافروں کو ہلاک کرے یا ذلیل کرے یا ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان کو عذاب دائمی میں مبتلا کرے والمعنی ان مالک امرھم علی الاطلاق وھو اللہ تعالیٰ نصرکم علیھم لیھلکھم او یکبتھم او یتوب علیھم ان اسلموا او یعذبھم ان اصروا ولیس لک من امرھم شئ ان انت الا عبد مامور بانذارھم وجھادھم (روح ج ۴ ص ۵۰) بعض روایات کے مطابق آپ بعض مشرکین پر چالیس دن بد دعا کرتے رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی بہرحال شان نزول جو بھی ہو آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ غیب دان تھے اور نہ مختار کل ۱۹۶ قال الشیخ یہ توحید کی پانچویں عقلی دلیل کا اعادہ ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب خدا کے قبضہ قدرت میں ہے ہر چیز اس کی ملکیت میں اور اس کے اقتدار و تصرف کے ماتحت ہے وہ کسی کو معاف کرنے یا سزا دینے میں نہ کسی خاص سبب کا محتاج ہے اور نہ مجبور ہے وہ عام قانون رحمت کے تحت جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا اور اپنے خاص قانون عدل و انصاف کے تحت جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے۔ لیکن اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ وفی تخصیص التذییل بہ اشارۃ الی ترجیح جھۃ الاحسان والانعام (روح ج ۴ ص ۵۲) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یغفر لمن یشاء من المنیبین منھم ویعذب من یشاء من المصرین المعاندین منھم یعنی ان میں سے جو لوگ خدا کی طرف انابت کریں گے اور توحید اور دین اسلام قبول کر لیں گے ان کے گذشتہ گناہ معاف فرما دے گا۔ اور جو لوگ ضد و عناد سے کفر پر اصرار کریں گے۔ ان کو اللہ تعالیٰ عذاب دے گا۔ ۱۹۷ حضرت شیخ نے فرمایا کہ ترغیب الی القتال کے بعد یہاں سے یکرہ وھم یعلمون تک ترغیب الی الانفاق ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کیوں نہیں کرتے خرچ کرنا تو درکنار تم تو کسی کو قرض بھی سود کے بغیر نہیں دیتے ہو آؤ اللہ کی راہ میں خرچ کرو کیونکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا دوزخ کی آگ سے بچنے، اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے استحقاق اور دخول جنت کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں انفاق فی سبیل اللہ کی طرف ایک عجیب انداز سے ترغیب فرمائی ہے پہلے مختلف طریقوں سے مسلمانوں کے دلوں میں جہاد کی سپرٹ پیدا کی اس کے بعد اچانک سود خوری سے ممانعت کے احکام نازل فرما دیے۔ سودی کاروبار سے ممانعت بھی دراصل روح جہاد کی تقویت کے لیے ہے جہاد میں جان کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ اور جو شخص اس قدر بخیل اور کنجوس ہو کہ اگر کسی کو قرض دے تو اس پر بھی سود وصول کرے اور خدا کے لیے قرض حسنہ کے طور پر ذرہ بھر کسی سے ہمدردی نہ کر سکے تو اس سے یہ توقع کس طرح کی جا سکتی ہے کہ وہ پیاری جان کی قربانی دے گا۔ اس لیے سود پر قرض دینے سے منع فرمایا اور اس کے ضمن میں ہمجنسوں سے ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا سبق دیا۔ اضعافا مضاعفۃ (دو نے پر دونا) کی قید سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہاں سود مرکب سے منع کیا گیا ہے اور سود مفرد سے منع نہیں کیا گیا بلکہ یہ قید مراعات واقع کیلئے ہے کیونکہ جاہلیت میں سود مرکب (سود در سود) ہی کا زیادہ رواج تھا۔ اس لیے اس سے منع فرمایا۔ لہٰذا اس قید سے سود مفرد کی حرمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا (روح ج ۴ ص ۵۵، کبیر ج ۳ ص ۲۷) یا یہ صفت سود خوری کی مزید قباحت ظاہر کرنے کے لیے ہے قالہ الشیخ الانور رحمہ اللہ تعالیٰ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ۔ سود خوری سے ممانعت کے بعد خدا سے ڈرنے کا حکم دیا گیا تاکہ پہلے تقویٰ کو مخدوش کرنے والے اعمال کا سد باب ہو جائے اور پھر تقویٰ اپنی کامل صورت میں جلوہ گر ہو۔ امید فلاح کو خوف خدا پر مرتب کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ مومن کو امید و بیم اور خوف و رجا کے درمیان رہنا چاہیے۔ ایک طرف خدا کے عذاب سے ڈرتا رہے اور دوسری طرف

اس کی رحمت و مغفرت کی امید بھی رکھے نہ مایوس ہو جائے اور نہ نا امید ۱۹۸ یہ سود خوری پر وعید شدید ہے۔ اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ سود خوری کبیرہ گناہ ہے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ قرآن میں سب سے زیادہ ڈراونے کی آیت ہے کیونکہ اس میں خدا کے محارم سے نہ بچنے والوں کو جہنم کے اس طبقہ میں عذاب دینے کی دھمکی دی گئی ہے جو دراصل کافروں کے لئے تیار کیا گیا ہے کان ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ یقول ھی اخوف اٰیۃ فی القراٰن حیث اوعد اللہ المومنین بالنار المعدۃ للکافرین ان لم یتقوہ فی اجتناب محارمہ (مدارک ج۱ ص۱۴۱، روح ج۴ ص۵۶) اور آگ سے بچنے کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام اعمال سیئہ سے بچا جائے جو عذاب نار کے موجب ہوں ۱۹۹ نہ صرف سود کے احکام میں بلکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اوامر و نواہی میں اس کی اطاعت کرو اور اللہ کی اطاعت کا طریقہ وہی اختیار کرو جو اس کے رسول نے اپنے اسوۂ حسنہ اور نمونہ عمل سے قائم کیا ہے لہٰذا اللہ کی اطاعت کے لئے اس کے رسول کی اطاعت نہایت ضروری اور لابدی ہے اور رسول کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہے۔ امید اور استحقاق رحمت کو اطاعت سے متعلق فرما کر بتا دیا کہ رحمت کی امید صرف فرمانبرداروں کو رکھنی چاہیے نہ کہ نافرمانوں کو۔ ان آیتوں سے اہل سنت کے مسلک کی تائید اور فرقہ مرجئہ کے خیال باطل کی تردید ہوتی ہے اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ ایمان کے بعد اعمال صالحہ کا بجا لانا اور گناہوں سے بچنا بھی ضروری ہے اور معاصی کا ارتکاب کرنے والے مومنوں کو عذاب ہوگا۔ اور مرجئہ کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد کوئی گناہ مضر نہیں اور کسی مومن کو آگ کا عذاب نہیں ہوگا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو سود خوری سے منع فرمایا اور باز نہ رہنے والوں کو عذاب نار کی دھمکی دی اور پھر اپنی رحمت کے استحقاق کے لئے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو موقوف علیہ قرار دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ نافرمانی اور معصیت غضب الٰہی کا موجب ہے وفیہ رد علی المرجئۃ فی قولہم لا یضر مع الایمان ذنب ولا یعذب بالنار اصلا (مدارک ج۱ ص۱۴۱) ۲۰۰ وجنۃ مخفض تو پر معطوف ہے اور اس سے پہلے مضاف محذوف ہے ای الی اسبابھا من الاعمال الصالحۃ (روح ج۴ ص۵۶) یعنی بخشش اور جنت کی طرف دوڑنے سے ایسے اعمال صالحہ کی طرف دوڑنا اور مسابقت کرنا مراد ہے جو استحقاق مغفرت اور دخول جنت کا موجب ہوں۔ مثلاً اخلاص توحید، جہاد، انفاق وغیرہ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہاں موجب مغفرت سے اخلاص عبادت اور توحید مراد ہے فانک قلت انہ الاخلاص وھو قول عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ووجہہ ان المقصود من جمیع العبادات الاخلاص کما قال وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین۔ (کبیر ج۳ ص۳۹) اور جنت کا آسمانوں اور زمین کے برابر چوڑا ہونا اپنے ظاہر پر محمول ہے یعنی اس جنت کی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمین کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر بچھانے سے جس قدر پھیلاؤ پیدا ہوگا۔ اس کے برابر ہوگی اور ظاہر ہے عرض ہمیشہ طول سے کم ہوتا ہے جب اس جنت کا عرض اس قدر ہے تو اس کا طول اس سے کہیں زیادہ ہوگا جس کا اندازہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قال ابن عباس تقرن السموات والارض بعضھا الی بعض کما تبسط الثیاب ویوصل بعضھا ببعض فذلک عرض الجنۃ ولا یعلم طولہا الا اللہ وہذا قول الجمہور (قرطبی ج۴ ص۲۰۴) اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے خصوصیت کے ساتھ چوڑائی کا بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ جنت کی غایت وسعت اور کشادگی سے کنایہ ہے فلیس المقصود تحدید عرضہا … بل الکلام کنایۃ عن غایۃ السعۃ بما ھو فی تصور السامعین (روح ج۴ ص۵۶) اعدت للمتقین ٥ حضرت

ل اعادہ دلیل نو ترجیح عقلی ۱۲

ل جہاد کے بعد منع انفاق کا بیان ۱۲

ل تخویف اخروی ۱۲

ل مادد رجم کا لازم ۱۲

ل بشارت اخروی ۱۲

ل ترقی اعلیٰ کلا ذکر ۱۲

خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ

محروم ہو کر ۱۹۴ تیرا اختیار کچھ نہیں یا ان کو توبہ دیوے خدا تعالیٰ

اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي

یا ان کو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں ۱۹۵ ف اور اللہ ہی کا مال ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ

آسمانوں میں ہے۔ اور جو کچھ زمین میں ہے۔ بخشش دے جس کو چاہے۔

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ يٰٓاَيُّهَا

اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۹۶ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪

ایمان والو مت کھاؤ سود دونے پر دونا ۱۹۷

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ

اور ڈرو اللہ سے تاکہ تمہارا بھلا ہو ف اور بچو اس آگ

الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

سے جو تیار ہوئی ہے کافروں کے واسطے ۱۹۸ اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ

تاکہ تم پر رحم ہو ۱۹۹ اور دوڑو بخشش کی طرف

رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ

اپنے رب کی اور جنت کی طرف جس کا عرض ہے آسمان اور زمین ۲۰۰ تیار ہوئی

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ

ہے واسطے پرہیزگاروں کے جو خرچ کئے جاتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں ۲۰۱

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ

اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو

موضح قرآن ف حق تعالیٰ نے پیغمبر کو تربیت فرمائی کہ بندے کو اختیار نہیں اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کرے اگرچہ کافر تمہارے دشمن ہیں اور ظلم پر ہیں لیکن چاہے ان کو ہدایت دے اور چاہے عذاب کرے تم بھی طرف سے بددعا نہ کرو ف شاید سود کا ذکر یہاں اس واسطے فرمایا کہ اوپر مذکور ہوا جہاد میں نامردی کا سود کھانے سے نامردی آتی ہے دو سبب سے ایک یہ کہ مال حرام کھانے سے توفیق طاعت کم ہوتی ہے اور بڑی طاعت جہاد ہے دوسرے یہ کہ سود دینا کمال بخل ہے کہ اپنا مال جتنا دیا تھا لے لیا بیچ میں کسی کا کام نکلا یہ بھی مفت نہ چھوڑے اس کا بدلہ چاہے تو جس کو مال پر اتنا بخل ہو وہ جان کیا دیا چاہے۔

شیخ علام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسا وسیع اور کشادہ جنت جن متقی لوگوں کے لئے تیار کیا گیا ہے وہ دو فریق ہیں۔ الذین ینفقون سے واللہ یحب المحسنین تک پہلے فریق کا ذکر ہے اور یہ فریق اعلیٰ ہے۔ اور والذین اذا فعلوا سے وھم یعلمون تک دوسرے فریق کا ذکر ہے اور یہ پہلے کی نسبت ادنیٰ ہے ۲۰۱ یہ المتقین کی نعت ہے اور فریق اعلیٰ کی پہلی صفت ہے۔ اس میں ترغیب الی الانفاق کا پہلی بار اعادہ کیا گیا ہے۔ ظرف ینفقون کی ضمیر سے حال ہے اور سراء سے فراخی اور ضراء سے تنگدستی مراد ہے۔ عن ابن عباس فی العسر والیسر (ابن جریر ج ۴ ص ۵۹) یعنی وہ ہر حال میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خواہ دولت مند ہوں یا مفلوک الحال ہوں والکاظمین الغیظ یہ فریق اعلیٰ کی دوسری صفت ہے۔ کظم الغیظ کے معنی غصہ پی جانے اور ضبط کرنے کے ہیں یعنی وہ لوگ غصے کی حالت میں مغلوب الغضب نہیں ہو جاتے۔ بلکہ غصے کو پی جاتے ہیں اور اس پر قابو پا لیتے ہیں اور اسکو عملی جامہ نہیں پہناتے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے الکاظمین الغیظ فرمایا ہے الفاقدین الغیظ نہیں فرمایا کیونکہ غصہ غیرت وحمیت اور حرارت طبیعیہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا پیدا ہونا ایک طبعی امر ہے اس لئے غصہ کا بالکل پیدا ہی نہ ہونا یہ کوئی خوبی نہیں بلکہ عیب ہے خوبی تو یہ ہے کہ غصہ آئے لیکن اسے ضبط کر لیا جائے والعافین عن الناس یہ فریق اعلیٰ کی تیسری صفت ہے یعنی وہ قصوروار لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں اور دل میں کسی قسم کی ناراضگی نہیں رکھتے یہ درجہ الکاظمین الغیظ سے بلند تر ہے یعنی وہ نہ صرف یہ کہ غصہ پی جاتے ہیں اور انتقام نہیں لیتے بلکہ سرے سے قصور اور خطا ہی کو معاف کر دیتے ہیں اور خطاکار کے متعلق دل میں کوئی کدورت نہیں رکھتے واللہ یحب المحسنین یہ ماقبل کا تکملہ ہے اور احسان سے یہاں انعام مراد ہے اور یہ درجہ پہلے دونوں درجوں سے بلند تر ہے یعنی وہ عفو ودرگذر سے آگے بڑھ کر انعام واکرام اور حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ ۲۰۲ اس کا عطف الذین ینفقون پر ہے۔ اور یہ متقین کے فریق ادنیٰ کا ذکر ہے۔ ذکر اللہ تعالیٰ فی ھذہ الایۃ صنفا ھم دون الصنف الاول فالحقھم بہ برحمتہ ومنہ فھؤلاء ھم التوابون (قرطبی ج ۴ ص ۲۱۰) فاحشۃ اور ظلم نفس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں بعض نے کہا ہے کہ فاحشہ سے کبیرہ گناہ اور ظلم نفس سے صغیرہ گناہ مراد ہے۔ الفاحشۃ ہی الکبیرۃ وظلم النفس ہی الصغیرۃ (کبیر ج ۳ ص ۱۰۴، بحر ج ۳ ص ۵۹، مدارک ج ۱ ص ۱۴۲) اور بعض نے کہا ہے کہ فاحشہ مطلق گناہ کو کہتے ہیں اس کا تعلق خواہ بندے کی حق تلفی سے ہو یا خدا کی حق تلفی سے الفاحشۃ تطلق علی کل معصیۃ (قرطبی ج ۴ ص ۲۱۰) اور ظلم نفس سے حقوق اللہ کا اتلاف مراد ہے۔ وظلم النفس ما بین العبد وبین ربہ (بحر ج ۳ ص ۵۹) بہر تقدیر فاحشہ میں اس تیرانداز دستے کا جرم بھی داخل ہے جن کو جنگ احد میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہاڑی راستے پر متعین فرمایا تھا۔ اور ان کو حکم دیا تھا کہ اگرچہ مسلمانوں کو فتح بھی ہو جائے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں مگر ان سے اس معاملہ میں کوتاہی ہو گئی جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ وایا ما کان فباطلاق اللفظ ینتظم ما فعلہ الرماۃ انتظاما اولیا (روح ج ۴ ص ۶۰) یہ آیت ان دو گروہوں کو بھی شامل ہے۔ جو منافقین کی دیکھا دیکھی ہمت ہارنے لگے تھے۔ مگر اللہ نے ان کو سنبھلنے کی توفیق دے دی۔ اسی طرح جو مسلمان جنگ احد میں پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے تھے اور بعد میں تائب ہو گئے تھے۔ وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ ذکروا اللہ سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ وہ لوگ بغاوت وانکار کے جذبہ کے تحت خدا کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ احکام الٰہی سے ذہول اور وعید اخروی سے غفلت کی وجہ سے ان سے معصیت کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ مگر جونہی ان کو خدا کا حکم اور اس کی وعید یاد آتی ہیں وہ فوراً نادم ہو جاتے اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں ۲۰۳ یہ جملہ معترضہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تنبیہ فرما دی کہ اللہ کے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا نہ کوئی پیغمبر نہ کوئی ولی اور نہ کوئی فرشتہ اس لئے اللہ کے سوا کسی کے سامنے گناہ کی معافی کی درخواست نہ کی جائے۔ ولم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون۔ یعنی جب ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣٤﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا
اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو ۔ اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ

فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا
کھلا گناہ یا برا کام کریں اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں

لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۣ۠
اپنے گناہوں کی ۲۰۲ اور کون ہے گناہ بخشنے والا سوا اللہ کے ۲۰۳

وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٥﴾ اُولٰۗىِٕكَ
اور اڑتے نہیں اپنے کئے پر اور وہ جانتے ہیں انہی کی

جَزَاۗؤُھُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
جزا ہے بخشش ان کے رب کی اور باغ جن کے نیچے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿١٣٦﴾
نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ ان باغوں میں اور کیا خوب مزدوری ہے کام کرنیوالوں کی ۲۰۴

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ
ہو چکے ہیں تم سے پہلے واقعات سو پھرو زمین میں

فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٣٧﴾ ھٰذَا
اور دیکھو کہ کیا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا ف ۲۰۵ یہ بیان

بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَھُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٨﴾
ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت اور نصیحت ہے ڈرنے والوں کو ۲۰۶ اور

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ
سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ
ایمان رکھتے ہو ۲۰۷ اگر پہنچا تم کو زخم تو پہنچ چکا ہے ان کو بھی

فریق اعلیٰ کا ذکر

دونوں فریقوں کے لئے بشارت جنت ۱۲

اشارہ جنگ احد ۱۲

موضح قرآن ف یعنی کافروں کا مقابلہ نبیوں سے قدیم دستور ہے ہر ملک کی خبر تحقیق کرو تو جانو کہ اول نبیوں پر بھی تکلیفات گذری ہیں۔ آخر جھٹلانے والے خراب ہوئے جنگ احد میں ستر مسلمان کامل شہید ہوئے اور لڑائی بگڑ گئی اس واسطے حق تعالیٰ تقویت فرماتا ہے۔

تو وہ فوراً پشیمان ہوکر خدا سے استغفار کرتے ہیں۔ اور جان بوجھ کر گناہ پر اصرار نہیں کرتے۔ اصرار یہ ہے کہ انسان بار بار گناہ کرے اور دل سے ہر دفعہ یوں کہے کہ اچھا اب گناہ کر لیتا ہوں کل توبہ کر لوں گا والاصرار ھو التسویف والتسویف ان یقول اتوب غدا (قرطبی ج۴ ص۲۱۷) تو اس اصرار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے کبھی توبہ کی توفیق نہیں ملتی اور وہ اسی طرح گناہوں میں ملوث ہی دنیا سے چل بستا ہے ۲۰۴؎ یہ دونوں فریقوں کے لئے مشترکہ اُخروی بشارت ہے کہ ان کو گناہوں کی معافی مل جائے گی۔ اور بطور انعام جنت کی پُرعیش اور دائمی زندگی نصیب ہوگی اس معافی نامہ میں وہ تمام مسلمان بھی داخل ہیں جن سے جنگ احد میں مختلف شکلوں میں غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہو گئی تھیں ۲۰۵؎ یہ تخویف دنیوی ہے اور سُنَنٌ سے مراد گذشتہ مکذبین کے واقعات ہیں ای وقائع فی الامم المکذبۃ (روح ج۴ ص۶۷) یعنی اللہ کی توحید اور خدا کے پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کی تباہی و بربادی کے کئی واقعات تم سے پہلے وقوع پذیر ہو چکے ہیں ان سے اندازہ لگا لو کہ مکذبین کا کیا حشر ہوا اس سے مسلمانوں کو گناہوں (مثلاً سود خوری، میدان جنگ میں بزدلی دکھانے اور امیر کی اطاعت سے سرتابی کرنے وغیرہ) سے بچنے اور طاعات (مثلاً جہاد، انفاق، اطاعت امیر وغیرہ) بجالانے کی ترغیب دینا مقصود ہے (روح) ۲۰۶؎ ھٰذا کا اشارہ قرآن کی طرف ہے قال الحسن وقتادۃ وابن جریج والربیع الاشارۃ الی القرآن (بحر ج۳ ص۶۱) قرآن کی صفت بیان کو تمام لوگوں کے لئے عام کیا۔ اور ہدایت و موعظت کو متقین سے مخصوص کر دیا کیونکہ یہ قرآن اعلان واظہار اور بلاغ و بیان تو تمام دنیا کے لئے ہے لیکن اس کی ہدایت اور پند و نصیحت سے نفع صرف وہی لوگ اٹھاتے ہیں جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہو اور وہ اللہ کی طرف انابت کریں اور ضد و عناد سے بچیں یا ھٰذا سے پہلے تمام مذکورہ واقعات کی طرف اشارہ ہے ۲۰۷؎ یہاں پھر مضمون جہاد کا اعادہ کیا گیا ہے اور یہ سلسلہ رکوع ۱۸ میں فلکم اجر عظیم تک چلا گیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تشجیع علی القتال اور ترغیب الی الجہاد کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو جنگ احد کے نقصانات کے بارے میں تسلی بھی دی ہے اور انہیں صبر و استقامت کی تلقین فرمائی ہے۔ عزاھم وسلاھم بما نالھم یوم احد من القتل والجراح وحثھم علی قتال عدوھم ونھاھم عن العجز والفشل (قرطبی ج۴ ص۲۱۶) لا تھنوا وھنٌ سے ہے جس کے معنی کمزوری دکھانے کے ہیں یعنی اے ایمان والو دشمن کے مقابلہ میں کمزوری اور بزدلی مت دکھاؤ اور احد میں جو کچھ ہو چکا اب اس کا غم اور افسوس چھوڑ دو اور یاد رکھو اگر تم ایمان کے تمام تقاضے صحیح معنوں میں پورے کرو گے۔ تو دنیا میں ہمیشہ سربلند اور غالب رہو گے اور دنیا کی کوئی طاقت تم کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکے گی۔ ہاں اگر کبھی وقتی طور پر شکست بھی ہو گئی تو وہ اللہ کی طرف سے آزمائش اور امتحان کے طور پر ہو گی ۲۰۸؎ یہ جہاد سے متعلق مذکورہ شبہ کا علی سبیل الترقی جواب ہے اور القوم سے مشرکین مراد ہیں۔ اور فقد مس القوم جزائے محذوف کے قائم مقام ہے مثلاً فلا تحزنوا یعنی اگر احد میں تم نے مشرکین کی طرف سے زخم کھائے اور شکست اٹھائی ہے تو اس کا غم مت کرو وہ بھی تو بدر میں تمہارے ہاتھوں شکست کھا چکے ہیں۔ اگر احد میں تم کو شکست ہوئی تو یہ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جزائے محذوف فلا تضعفوا ہو (بحر ج۳ ص۶۲ مدارک ج۱ ص۱۴۲) یعنی اگر احد میں تم کو شکست ہوئی ہے تو تم اس سے شکستہ خاطر ہو جاؤ اور نہ آئندہ کے لئے جہاد میں کمزوری دکھاؤ تم دیکھتے نہیں کہ بدر میں مشرکین کو تمہارے ہاتھوں بری طرح شکست ہوئی مگر اس کے باوجود وہ کمزور نہیں ہوئے اور احد میں تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے لاؤ لشکر لے کر پہنچ گئے۔ جنگ احد میں ستر مسلمان شہید اور ستر زخمی ہوئے تھے ۲۰۹؎ ولیعلم میں واو عاطفہ ہے۔ اور اس کا معطوف علیہ محذوف ہے ای یکون کیت وکیت ولیعلم الخ اور معطوف علیہ محذوف اس لئے کیا گیا ہے تاکہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ مداولت ایام سے مقصد صرف کھرے کھوٹے کا اظہار ہی نہیں۔ بلکہ اس میں اور بھی کئی مصلحتیں ہیں (کبیر ج۳ ص۲۳) لیکن حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ واؤ زائدہ ہے اور لیعلم ماقبل کی علت ہے۔ اور یتخذ لیعلم پر معطوف ہے اور علم سے یہاں اظہار اور تمییز مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ازل ہی سے سب کو جانتا ہے اور شہداء سے شہداء احد مراد ہیں واراد بھم شھداء احد کذا قال الحسن وقتادۃ وابن اسحٰق (روح ج۴ ص۶۹) حاصل آیت یہ ہوا کہ ہم فتح و شکست کو تمہارے دشمنوں کے درمیان اس لئے گھماتے ہیں تاکہ مومنوں اور منافقوں کو ظاہر کر کے ایک دوسرے سے ممتاز اور الگ کر دیں۔ اور خوش قسمت مومنوں کو درجہ شہادت سے سرفراز کریں۔ ای لیری اللہ الذین اٰمنوا ای یمیز المؤمن من المنافق ویتخذ منکم شھداء ای یکرم اقواما بالشھادۃ (معالم ج۱ ص۳۵۷) واللہ لا یحب الظٰلمین یعنی ان کافروں ظالموں کی وقتی فتح سے ان کے حق پر ہونے کا تو کسی کے دل میں وسوسہ بھی نہ آئے اللہ تعالیٰ تو ان کو پسند ہی نہیں کرتا۔ کافروں کی یہ ہنگامی کامیابیاں تو اللہ کی تکوینی مصلحتوں کے تحت رونما ہو رہی ہیں ۲۱۰؎ یہ بھی لیعلم پر معطوف ہے تمحیص کے معنی ہیں خالص کرنا اور یہاں مراد ہے گناہوں سے پاک و صاف کرنا اور محق سے مراد مٹانا اور فنا کرنا ہے یعنی فتح و شکست کے الٹ پھیر کرنے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے تاکہ ایمان والوں کو گناہوں کی میل سے پاک و صاف کیا جائے اور کافروں کا استیصال کر کے ان کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اگر فتح کافروں کی ہو تو اس سے مومن اور منافق میں امتیاز ہوتا ہے۔ اور مسلمان مقتولین شہادت کا درجہ پاتے ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ مومنوں کو گناہوں سے پاک کرتا ہے اور اگر فتح مسلمانوں کی ہو تو اس سے کافروں کا استیصال ہو جاتا ہے یعنی ان کانت الدولۃ علی المؤمنین فللتمییز والاستشھاد والتمحیص وان کانت علی الکافرین فلمحقھم ومحو اٰثارھم (مدارک ج۱ ص۱۴۳) ۲۱۱؎ ترغیب الی الجہاد کے بعد یہ مومنوں کے لئے زجر و توبیخ ہے اور علم سے یہاں بھی بدستور اظہار اور تمییز مراد ہے اور خطاب ان لوگوں سے ہے جنہوں نے احد میں کمزوری دکھائی اور شکست خوردہ ہو کر بھاگ نکلے تھے یہاں فتح و شکست کے الٹ پھیر کا اصل مقصد بیان کیا گیا ہے جو مداولت کی مذکورہ تینوں علتوں کا نتیجہ ہے۔ خطاب للمنھزمین یوم احد وھو کلام مستأنف لبیان ما ھی الغایۃ القصوی من المداولۃ والنتیجۃ لما ذکر من العلل الثلث الاول (روح ج۴ ص۷۰) یعنی تم احد کی شکست و ہزیمت اور جراحات سے اس قدر کیوں دلگیر ہو گئے تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت کے اعلیٰ درجات ابتلاء و امتحان، میدان جنگ میں کشت و خون اور صبر و استقامت کے بغیر ہی حاصل کر لو گے ہرگز نہیں بلکہ تم کو بڑے بڑے مشکل اور دشوار امتحانات سے گذرنا ہوگا میدان جنگ میں ہمت و استقلال سے محض اللہ کی رضا کی خاطر اور توحید کو سربلند کرنے کے لئے جہاد کرنا ہوگا۔ اور پھر جہاد میں تمہارا مالی نقصان بھی ہوگا تمہیں زخم بھی آئیں گے اور احباب و اقارب کی شہادت کا صدمہ بھی اٹھانا ہوگا۔ ۲۱۲؎ ان تلقوہ اور رأیتموہ میں ضمیر منصوب الموت کی طرف راجع ہے اور الموت سے موت شہادت مراد ہے۔ المراد بالموت ھنا الموت فی سبیل اللہ تعالیٰ وھی الشھادۃ (روح ج۴ ص۷۰) اس آیت میں روئے سخن ان مسلمانوں کی طرف ہے جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور بعد میں اس غیر حاضری پر سخت نادم ہوئے اور تمنا کرنے لگے کاش کہ اب ہمیں اللہ کی راہ میں جہاد کا موقع ملے اور ہم بھی شہادت کی سعادت عظمیٰ حاصل کر لیں۔ لیکن جب ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے جنگ احد میں اپنی تمنائے شہادت پورا کرنے کا موقع دیا تو ان میں سے بہت سوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ ثابت قدم نہ رہ سکے اس پر اللہ تعالیٰ نے بطور زجر و عتاب فرمایا کہ تم تو شہادت فی سبیل اللہ کی تمنا کرتے تھے لیکن جب اللہ نے تم کو موقع دیا اور تم نے اپنی آنکھوں سے اس کا معائنہ کر لیا تو میدان چھوڑ بھاگے قال الایۃ عتاب فی حق من انھزم لا سیما وکان منھم حمل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الخروج من المدینۃ (قرطبی ج۴ ص۲۲۱) ۲۱۳؎ یہ بھی مومنین کے لئے زجر ہے۔ جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر کی امارت میں پچاس تیر اندازوں کا دستہ لشکر کی پشت پر متعین فرمایا تاکہ دشمن پیچھے سے آکر حملہ نہ کر سکے۔ اور ان کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو فتح ہو یا شکست وہ ہر حال میں اسی جگہ ڈٹے رہیں اور یہاں سے ہرگز نہ ہلیں ادھر جنگ شروع ہو گئی اور حضور علیہ السلام اور صحابہ نے مشرکین پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ سب بھاگ نکلے۔ جب تیر انداز دستے نے دیکھا کہ میدان مشرکین سے خالی ہو چکا ہے اور مسلمان فتحیاب ہو کر مال غنیمت جمع کرتے میں مصروف ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہماری فتح ہو چکی ہے اس لئے

اب یہاں ٹھہرے رہنے کی ضرورت نہیں چنانچہ وہ اپنے امیر کے روکنے کے باوجود مورچہ چھوڑ کر میدان کی طرف لپکے اور مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہوگئے صرف چند تیر انداز حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھ باقی رہ گئے چنانچہ جب سپاہ مشرکین کے دائیں بازو کے امیر خالد بن ولید نے دیکھا کہ مسلمانوں کی پشت خالی ہے تو اڑھائی سو سواروں کے دستے سے فوراً پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا ادھر عبداللہ بن قمیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوا حضرت مصعب بن عمیر جن کے ہاتھ میں مسلمانوں کا جھنڈا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے لئے سامنے ہوگئے اور ابن قمیہ شقی کے ہاتھوں شہید ہوگئے ابن قمیہ نے سمجھا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالا ہے اس لئے چلا کر کہا کہ میں نے محمد کو قتل کر دیا اس پر ابلیس لعین نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ محمد قتل ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر مسلمانوں کی ہمتیں پست ہوگئیں، کچھ ان میں سے بھاگ نکلے اور کچھ مشرکین سے صلح کی سوچنے لگے ادھر اس افواہ سے منافقین نے فائدہ اٹھایا۔ اور بعض ضعیف الایمان مسلمانوں سے کہنے لگے کہ اگر محمد قتل ہو گئے ہیں تو تم اپنے پہلے دین

قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ

زخم ایسا ہی ۲۰۸ اور یہ دن باری باری بدلتے رہتے ہیں ہم ان

النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ

لوگوں میں اور اس لئے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے۔ اور کرے تم

مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝

میں سے شہید اور اللہ کو محبت نہیں ظلم کرنیوالوں سے ۲۰۹

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور اس واسطے کہ پاک صاف کرے اللہ ایمان والوں کو اور مٹا دیوے کافروں کو ف ۲۱۰

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ

کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں اور ابھی تک معلوم نہیں کیا

الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو ۲۱۱

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ

اور تم تو آرزو کرتے تھے مرنے کی اس کی ملاقات سے

تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ع

پہلے سو اب دیکھ لیا تم نے اسکو آنکھوں کے سامنے ۲۱۲

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے اس سے پہلے بہت

الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى

رسول ۲۱۳ پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے

اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ

الٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائے گا الٹے پاؤں تو ہرگز نہ

ع ۱۴ ۵

۱۰ کمزوری دکھانے والے مومنین کیلئے زجر ۱۲

میں واپس آ جاؤ و ذلک ان المنافقین قالوا لضعفة المسلمین ان کان محمد قتل فالحقوا بدینکم (کبیر ص ۳) اس پر بعض انصاریوں نے ان سے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے ہیں تو محمد کا رب تو قتل نہیں ہوا۔ آؤ اسی مقصد اور مشن کی خاطر لڑو جس کی خاطر محمد صلی اللہ علیہ وسلم لڑتے رہے یعنی دین اسلام اور رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا نہیں ہیں کہ ان پر موت نہ آئے بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں تو ہیں اور موت تو ہر جاندار کے لئے مقدر ہے جو اپنے وقت پر ضرور آئے گی۔ تو کیا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں یا شہید کر دئے جائیں تو تم دین اسلام کو چھوڑ کر پھر سے پہلا دین قبول کر لو گے؟ آپ سے پہلے بھی تو ہزاروں پیغمبر گزرے ہیں۔ لیکن جب وہ دنیا سے رخصت ہو گئے تو ان کی امتوں نے ان کی وفات کے بعد ان کے دین کو چھوڑا نہیں۔ بلکہ وہ ان کے بعد بھی انہیں کے ادیان پر قائم رہے۔ حاصل یہ کہ پیغمبر کی وفات سے اس کا دین ختم نہیں ہو جاتا۔ اور نہ باطل ہو جاتا ہے ۲۱۴ لیکن اس فہمائش کے باوجود اگر کوئی دین اسلام سے پھر جائے تو وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور نہ ہی اس کے ارتداد سے مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر کچھ اثر پڑے گا۔ بلکہ اس سے وہ اپنی ہی عاقبت خراب کرے گا۔ بل یضر نفسه بتعریضها للعقاب بسبب المخالفة واللہ تعالیٰ لا تنفعه الطاعة ولا تضره المعصية لغناه (قرطبی ص ۲۲۳) وسیجزی اللہ الشاکرین اور جو لوگ نعمت اسلام کی قدر کریں گے اور دین توحید پر قائم اور ثابت قدم رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کو اس کی عمدہ جزا دے گا۔ الذین لم ینقلبوا وسماهم شاکرین لانهم شکروا نعمة الاسلام فیما فعلوا (مدارک ص ۱۴۳) ۲۱۵ یہ مضمون جہاد کا اعادہ ہے یہاں سے واللہ یحب المحسنین تک مختلف طریقوں سے ترغیب الی القتال ہے۔ ھذا حض علی الجہاد و اعلام ان الموت لا بد منه (قرطبی ص ۲۲۴) یعنی موت کے ڈر سے جہاد مت ترک کرو کیونکہ موت تو ہر حال میں اپنے مقررہ وقت پر آئے گی خواہ تم گھر ہی کیوں نہ بیٹھے رہو اس لئے پھر بہتر یہی ہے کہ تم خدا کی راہ

۲- زجر برائے مومنین ۳

میں لڑتے ہوئے مارے جاؤ اور رتبہ شہادت حاصل کرو ۲۱۶ جہاد کرنے سے گھاٹے میں کوئی بھی نہیں رہتا کیونکہ موت تو ہر حال میں آ کر رہے گی۔ خواہ گھر بیٹھا رہے یا جہاد میں شریک ہو۔ جہاد سے اگر کسی کی غرض ثواب دنیا یعنی مال غنیمت ہو تو اسے اس سے جو اس کا مقدر ہے مل جاتا ہے اور اگر کسی کی غرض محض اللہ کے دین کو سربلند کرنا اور آخرت میں اجر و ثواب پانا ہو تو اللہ کے یہاں اس کی بھی کمی نہیں اس آیت میں تیر اندازوں کے فعل سے تعریض ہے جنہوں نے مال غنیمت کی خاطر اپنا مورچہ چھوڑا۔ نیز ان لوگوں کی مدح ہے جو مورچہ پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے وھذا تعریض بالذین شغلتهم الغنائم یوم احد عن مصابرة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ..... واشارة الی مدح الثابتین مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (روح ص ۴۴) وسنجزی الشاکرین جنگ احد میں جو لوگ ثابت قدم رہے اور اپنے فرائض سے غافل ہو کر مال غنیمت کی طرف مائل نہیں ہوئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے مزید انعام و اکرام کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور جزا کی اہمیت و کیفیت

موضح قرآن ف یعنی فتح اور شکست بدلتی چیز ہے اور مسلمانوں کو شہادت کا درجہ عطا تھا اور مومن اور منافق کا پرکھنا منظور تھا اور سدھارنا۔ اس واسطے اتنی شکست ہوئی نہیں۔ تو اللہ کا فروں سے راضی نہیں۔

کو مبہم چھوڑ کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ ان کی جزا اس قدر جزیل و جمیل ہوگی کہ اس کا اندازہ سوا اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ وستجزی الجزاء المبهم الذین شکروا نعمة الله فلم یشغلهم شئ عن الجهاد (مدارک ص۱۴۵ ج۱) ۔ ۲۱۷؎ یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلی امتوں کے مخلص اور بہادر مجاہدین کی ہمت و شجاعت اور ان کے عزم و استقلال کا ذکر کر کے زجر آمیز انداز سے مسلمانوں کو غیرت و جرات دلائی ہے اور انبیاء سابقین کے متبعین کی طرح ثابت قدم رہنے کی تلقین کی ہے ومعنی الایة تشجیع المؤمنین والامر بالاقتداء بمن تقدم من خیار اتباع الانبیاء (قرطبی ص۲۲۹ ج۴) ربیون۔ ربی کی جمع ہے جو رب کی طرف منسوب ہے اور اس سے انبیاء علیہم السلام کے مخلص اللہ والے اور فرمانبردار لوگ مراد ہیں والربیون الربانیون (مدارک ص۱۴۵ ج۱) اور بعض نے کہا ہے کہ ربی، ربة کی طرف منسوب ہے جس کے معنی جماعت کے ہیں اور ربی کے معنی مطلق جماعت کثیرہ یا دس ہزار افراد پر مشتمل جماعت کے ہیں تو اس طرح ربیون کے معنی ہوں گے بہت سی جماعتیں یا ہزار ہا افراد پر مشتمل جماعتیں والربیون الالوف الکثیرة ..... وقال ابان بن تغلب الربی عشرة الاف (قرطبی ص۲۳۰ ج۴) ما وهنوا انہوں نے جہاد کی مشقتوں اور تکلیفوں کے پیش نظر بزدلی نہیں دکھائی وما ضعفوا یعنی سست اور کمزور نہیں ہوئے وما استکانوا اور دشمن کے سامنے جھکے نہیں نہ صلح کے لئے اور نہ اس کا دین قبول کرنے کے لئے ای ما جبنوا ..... وما فتروا عن الجهاد ..... وما خضعوا لعدوهم (روح ص۸۴ ج۴) واللہ یحب الصبرین اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتا ہے۔ جو اس کی راہ میں اس قدر تکلیفیں اٹھائیں اور صبر و استقامت دکھائیں ۲۱۸؎ یہ ماقبل کا تتمہ اور تاکید ہے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں کے جان نثار مجاہدین جہاد میں سستی بزدلی اور کمزوری دکھانے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے اس طرح صبر و استقامت کی دعائیں اور گناہوں کی معافی کے لئے درخواستیں کیا کرتے تھے اس لئے تمہارا طرز عمل بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ ۲۱۹؎ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر و استقلال کے عوض اور ان کی دعا و زاری کی بنا پر ان کو دنیا کی جزا یعنی فتح و نصرت اور مال غنیمت بھی دی اور آخرت میں بھی ان کو اجر جزیل ثواب جمیل اور جنات نعیم عطا کرنے کا فیصلہ فرمایا اور یہ سب کچھ ان لوگوں کے اخلاص نیت اور احسان عمل کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ مخلص اور محسن لوگوں کو پسند فرماتا ہے ۲۲۰؎ یہ مومنوں کو کافروں کے اتباع سے زجر ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ الذین کفروا سے مشرکین مراد ہیں جو مسلمانوں کو شرک کی طرف بلاتے اور ان کو جہاد میں شریک ہونے سے روکتے تھے قال السدی هم ابوسفیان واصحابه من عبادة الاوثان (بحر ص۷۳ ج۳) یعنی اے ایمان والو مشرکین کی اطاعت مت کرو اور جہاد میں سستی اور کمزوری مت دکھاؤ۔ الذین کفروا سے وہ منافقین مراد ہیں جنہوں نے شکست احد کے وقت مسلمانوں سے کہا تھا کہ اپنے آبائی دین میں واپس آجاؤ وقال علی رضی اللہ عنه یعنی المنافقین فی قولهم للمؤمنین عند الهزیمة ارجعوا الی اخوانکم وادخلوا فی دینکم (معالم ص۳۶۲) یعنی اگر تم ان منافقوں کی بات مان لوگے تو وہ تمہیں پھر سے کفر و شرک کی طرف دھکیل دیں گے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دنیا اور آخرت کی خیر و سعادت سے محروم ہو جاؤ گے اور یہ سب سے بڑا خسارہ ہے ۲۲۱؎ یہ مشرکین اور منافقین تمہارے خیر خواہ نہیں ہیں یہ کبھی آڑے وقت میں تمہارے کام نہیں آئیں گے اس لئے اللہ تعالیٰ جو تمہارا دوست اور بہترین ناصر و مددگار ہے۔ جو کسی سے مغلوب نہیں ہوتا اور جو زندہ جاوید ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ اس کے ہوتے ہوئے تم کیوں کمزوری دکھاتے اور نصرت و یاری اور پناہ جوئی کے لئے غیروں کی طرف جھکتے ہو ان آیتوں کا شان نزول اگرچہ خاص ہے لیکن ان کا حکم قیامت تک کے لئے عام ہے اگر مسلمان کسی بھی زمانے میں کفار و مشرکین کی اطاعت کریں گے اور اسلام کے مقابلے میں اپنے مذہبی معاملات، ملکی اور سیاسی مسائل، معاشی اور معاشرتی امور میں غیر مسلموں کی تقلید کریں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ غیر شعوری طور پر اسلام سے بالکل بیگانہ ہو جائیں گے۔ نام اسلام کا ہوگا مگر کام سارے کافرانہ ہوں گے جیسا کہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ۲۲۲؎ یہ آیت ماقبل کا تتمہ ہے الرعب خوف و ہراس بما میں باء سببیہ ہے اور بہ میں ضمیر دوسرے ما کی طرف راجع ہے جو معبودان باطلہ سے کنایہ ہے۔ اور اس کا مضاف محذوف ہے ای بعبودیته سلطانا حجت اور دلیل حجة وبیانا وعذرا وبرهانا (قرطبی ص۲۳۳ ج۴) یعنی کافروں کی اطاعت مت کرو اور کمزوری مت دکھاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے اور دیکھو ہم ابھی ان مشرکین کے دلوں پر تمہارا رعب اور خوف مسلط کئے دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بزدلانہ انداز میں شکست کھا کر بھاگ نکلیں گے اور یہ اس لئے کہ وہ اللہ کے ساتھ اس کی عبادت میں ایسے معبودوں کو شریک کرتے ہیں جن کے معبود ہونے اور غائبانہ دعاء و پکار کے لائق ہونے پر اللہ نے کوئی دلیل اور حجت نازل نہیں فرمائی یعنی ان کی بزدلی اور خوف و ہراس کی وجہ اور علت شرک ہے کیونکہ مشرک کا اعتماد اور بھروسہ غیر اللہ کے کمزور ترین سہاروں پر ہوتا ہے اور کمزور سہاروں پر اعتماد کا اثر نفسیاتی اور تکوینی طور پر ہمیشہ خوف، کمزوری اور بزدلی ہوتا ہے۔ اور یہ القاء رعب کا واقعہ عین جنگ احد میں نہایت معجزانہ طریقے سے پیش آیا۔ احد میں جب مشرکین نے تیر اندازوں کے دستے کی غلطی سے فائدہ اٹھا کر پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اور حضور علیہ السلام کے شہید ہونے کی افواہ پھیلا دی۔ اس پر مسلمان بددل ہو کر منتشر ہو گئے اور ایک جماعت آپ کے ساتھ ثابت قدم رہی اس پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو آواز دی جب ان کو پتہ چلا کہ آپ تو زندہ ہیں اور شہید نہیں ہوئے تو سب واپس آکر آپ کے گرد جمع ہونے لگے اس وقت مشرکین کے دلوں پر مسلمانوں کا اس قدر رعب چھایا کہ سب میدان چھوڑ بھاگے حضور علیہ السلام نے ان کا تعاقب کرنے کا حکم دیا چنانچہ مسلمان مجاہدین نے حمراء الاسد (ایک جگہ) تک مشرکین کا تعاقب کیا۔ ان الکفار لما استولوا علی المسلمین وهزموهم اوقع اللہ الرعب فی قلوبهم فترکوهم وفروا منهم من غیر سبب (کبیر ص۹۳ ج۳) وبئس مثوی الظلمین، دنیا میں تو ان کو تمہارے ہاتھوں ذلیل مرد ہی گا۔ آخرت میں بھی ان کے لئے بدترین ٹھکانا ہے یعنی جہنم ۲۲۳؎ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ احد کی ہنگامی شکست کی وجہ سے دشمنوں نے مسلمانوں کے سامنے جس شبہ کا اظہار کیا اور جس کی وجہ سے بعض مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ واقعی اللہ نے تو ہمیں مدد اور نصرت کا وعدہ دیا تھا۔ تو پھر ہمیں شکست کیوں ہوئی قال ناس من اصحابه من این اصابنا هذا وقد وعدنا اللہ النصر (مدارک ص۱۴۶ ج۱) اللہ تعالیٰ نے یہاں اس کا اصل جواب ارشاد فرمایا ہے اور مسلمانوں کی اس ہنگامی شکست کی اصل وجہ بیان فرمائی ہے اس سے پہلے دو دفعہ اس شبہ کا جواب گذر چکا ہے جس کا حاصل صرف تسلی اور دلاسا ہے۔ صدق راست کر دیعنی سچ کر دکھایا ای حقق (مدارک) حس کا معنا اور قتل کرنا۔ باذنه یعنی اللہ کی توفیق اور اس کی طرف سے اسباب کی آسانی سے ای بتیسیرہ وتوفیقه (روح ص۸۹ ج۴) اور وعدہ سے مراد نصرت و امداد کا وعدہ ہے جو ان تصبروا وتتقوا الخ (رکوع ۱۳) میں مذکور ہے یعنی اللہ نے تو اپنے وعدہ کے مطابق تمہاری مدد کی اور تمہیں ہمت اور توفیق عطا فرمائی چنانچہ یہ اللہ کی مدد اور اس کی طرف سے ہمت افزائی ہی کا اثر تھا کہ تم جنگ میں مشرکین کو کاٹ کاٹ کر ڈھیر کر رہے تھے۔ اور کشتوں کے پشتے لگا رہے تھے ۲۲۴؎ یہ شکست کی اصل وجہ کا بیان ہے حضور علیہ السلام نے عبداللہ بن جبیر کی سرکردگی میں ۵۰ تیر اندازوں کا دستہ ایک گھاٹی میں متعین فرمایا تھا جب مسلمانوں کی فتح ہو گئی تو ان تیر اندازوں میں اختلاف واقع ہو گیا اکثر نے کہا اب ہمارا یہاں ٹھہرنا ضروری نہیں کیونکہ ہماری فتح ہو چکی ہے۔ امیر دستہ اور تقریباً دس اور سپاہیوں نے کہا کہ ہمیں ہر حال میں یہیں کھڑے رہنے کا حکم ہے اس لئے اپنے مورچے کو مت چھوڑو لیکن وہ نہ مانے اور حضور علیہ السلام کے احکام نیز اپنے امیر کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے گھاٹی چھوڑ کر چلے گئے اور مال غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہو گئے مطلب یہ کہ اللہ نے تو اپنا وعدہ پورا فرما دیا۔ یہاں تک کہ تم نے اپنا محبوب مقصد (یعنی فتح و ظفر) پا لیا مگر اس کے بعد تم نے کمزوری ہمت کا ثبوت دیا اور رہبر پیغمبر کے حکم کی تعمیل میں جھگڑنے لگے اور آخر امر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حکم امیر کی خلاف ورزی کی اور درہ چھوڑ دیا اور نتیجہ میں تمہاری فتح شکست میں بدل گئی حاصل یہ کہ جو کچھ ہوا محض تمہاری اپنی غلطی کی بنا پر ہوا۔ اللہ کے وعدۂ نصرت میں کوئی تخلف نہیں ہوا۔ ۲۲۵؎ یہ ان مومنوں کے لئے زجر و عتاب ہے۔ جنہوں نے طمع مال کی خاطر درہ چھوڑ دیا اور جو اپنے امیر کے ساتھ ثابت قدم رہے اور محض ثواب آخرت کی خاطر اس درہ پر ہی اپنے امیر کے ہمراہ حملہ آور مشرکوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ان کے حسن صنیع کی طرف اشارہ ہے

الغناب مع من انہزم لا مع من ثبت فان من ثبت فاز بالثواب (قرطبی ج۴ ص۲۳۶) ثم صرفکم عنہم جب تم نے یہ غلطی کی تو اللہ نے تم کو کافروں سے پھیر دیا اور تم منہزم ہو کر منتشر ہو گئے۔ لیبتلیکم اللہ نے یہ وقتی شکست بھی تمہیں نیچا دکھانے اور مشرکین کے سامنے ذلیل کرنے کے لئے نہیں دی تھی۔ بلکہ اس سے تمہارا ابتلاء و امتحان مقصود تھا۔ یہ اللہ کی طرف سے درہ چھوڑنے والوں اور میدان سے بھاگنے والوں کیلئے عام معافی نامہ ہے جب اس غلطی اور کوتاہی کے بعد وہ سخت نادم ہوئے اور گڑ گڑا کر اللہ سے معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے از روئے تفضل و ترحم ان کی دعائیں قبول کیں اور ان کو معافی عطا فرمائی۔ لہٰذا اب آخرت میں ان کو اس پر گرفت نہیں ہوگی۔ المراد بذالک العفو عن الذنب وھو عام لسائر المنصرفین (روح ج۴ ص۹۰) ۲۲۶ اللہ تعالیٰ ہر حال میں مسلمانوں پر متفضل اور مہربان ہے اگر ان کو شکست دیتا ہے تو امتحان و ابتلاء میں ثابت قدم رہنے کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے کیونکہ اس سے ان کا ابتلاء مقصود ہوتا ہے جو ان کے حق میں سراسر رحمت ہے امتحان و ابتلاء میں ثابت قدم رہنے سے ان

يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا

بگاڑے گا اللہ کا کچھ ۲۱۴ اور اللہ ثواب دے گا شکر گذاروں کو ف۱ اور

كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ

کوئی مر نہیں سکتا بغیر حکم اللہ کے۔ لکھا ہوا ہے ایک وقت مقرر ۲۱۵

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ

اور جو کوئی چاہے گا بدلہ دنیا کا دیویں گے ہم اسکو دنیا ہی سے ۲۱۶ اور جو

يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى

کوئی چاہے گا بدلہ آخرت کا اس میں دے دیں گے ہم اسکو اور ہم ثواب دیں گے

الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ

احسان ماننے والوں کو ف۲ اور بہت نبی ہیں جن کے ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے

كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

طالب پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں اور نہ

وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

سست ہوئے ہیں اور نہ دب گئے ہیں ۲۱۷ اور اللہ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں کو

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا

اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا کر اے رب ہمارے بخش

ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِىْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا

ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ قدم ہمارے

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ

اور مدد دے ہم کو قوم کفار پر ۲۱۸ پھر دیا اللہ نے ان کو

ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ

ثواب دنیا کا اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ

کے ایمان میں پختگی آتی ہے اور ان کے دل شکوک و شبہات کی میل کچیل سے صاف اور مجلّٰی ہو جاتے ہیں۔ ھو متفضل علیہم فی جمیع الاحوال سواء ادیل لہم او ادیل علیہم لان الابتلاء رحمۃ کما ان النصرۃ رحمۃ (مدارک ج۱ ص۱۴۷) یہ مومنین اور حضرات صحابہ کرام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت کی انتہا ہے ۲۲۷ اذ ظرف صرفکم سے متعلق ہے اذ تصعدون متعلق بصرفکم (ابو السعود ج۳ ص۹۸) تصعدون جب تم وادیوں میں سے ہو کر بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے۔ (قرطبی ج۴ ص۲۳۹) اتلوٗن۔ لَیٌّ سے ہے جس کے معنی گردن موڑ کر ادھر ادھر دیکھنے کے ہیں۔ فی اخرٰکم پیچھے سے یعنی کم من ورائکم (روح ج۴ ص۹۱) جب اللہ نے تم کو کافروں سے پھیر کر منہزم کر دیا تو تمہارا یہ حال تھا کہ تم بدحواسی کے عالم میں میدان سے وادیوں میں بھاگ رہے تھے اور خوف و ہراس کی وجہ سے ادھر ادھر گردن موڑ کر کسی طرف نہیں دیکھتے تھے اور خدا کا رسول تمہیں پیچھے سے واپس بلا رہا تھا۔ اس میں بھاگنے والوں کے لئے زبردست زجر اور توبیخ ہے کہ خدا کا رسول جسکے حکم کی تعمیل تم پر فرض تھی وہ تمہیں بلا رہا تھا لیکن تم سیدھے بھاگے جا رہے تھے ۲۲۸ غم اول سے مراد قتل و ہزیمت کا غم ہے اور غم ثانی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنج مراد ہے جو مسلمانوں کی وجہ سے آپ کو اٹھانا پڑا۔ ای اثابکم غما بسبب غم اذقتموہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعصیانکم لہ و مخالفتکم امرہ (روح ج۴ ص۹۲) لکیلا اگر اثابکم سے متعلق ہو تو بظاہر مفہوم غیر مرتبط سا ہو جاتا ہے کیونکہ غم کی جزا غم سے دنیا حزن کا سبب تو بن سکتا ہے نہ کہ عدم حزن کا اس لئے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ لکیلا اثابکم سے متعلق نہیں بلکہ اس کا متعلق محذوف ہے ای اخبرکم بذالک المنّ کوس لکیلا تحزنوا الخ اور یہاں پہلی تمام زجریں بیان کرنے کی وجہ بتائی ہے مطلب یہ کہ ان تمام مذکورہ واقعات کی اطلاع تم کو اس لئے دے رہا ہوں تا کہ تم فوت شدہ منافع اور جو تکلیفیں تم کو پہنچی ہیں ان پر افسوس اور غم نہ کرو حضرت شاہ ولی اللہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں این پند دادن برائے آنست کہ نا اندوہناک نشوید۔ اللہ تمہارے ظاہری اعمال اور باطنی اغراض و نیات کو بخوبی جانتا ہے اس لئے ظاہر و باطن میں اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو اس طرح اس میں نیک کاموں کی ترغیب اور برے کاموں سے ترہیب ہے وھذا ترغیب فی الطاعۃ و ترھیب عن المعصیۃ (مدارک ج۱ ص۱۴۷) ۲۲۹ نعاسًا۔ امنۃً سے بدل ہے جب مسلمانوں کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی جو مخلص مسلمان میدان میں باقی تھے ان پر ایک دم غنودگی طاری ہو گئی

ف۱ ترغیب الی الجہاد ۱۲

ف۲ جہاد میں سستی نہ دکھاؤ بلکہ اللہ سے یوں دعائیں مانگو ۱۲

موضح قرآن ف اس جنگ احد میں بعضے مسلمان کامل بھی بہت ہٹ گئے تھے اس واسطے کہ ایک کافر نے اپنی فوج میں پکارا کہ محمد کو مار آیا اور حضرت کے زخم سے خون بہت گیا تھا ضعف آ کر گڑھے میں گر رہے تھے مسلمانوں نے حضرت کو نہ دیکھا یہ بات یقین ہو گئی جب حضرت ہوشیار ہوئے تو میدان میں جو لوگ حاضر رہے تھے ان کو جمع کر کر پھر لڑائی قائم کی تب کافر پھر کر چلے گئے سو اللہ نے فرمایا کہ رسول زندہ رہے یا نہ رہے دین اللہ کا ہے اس پر قائم رہو اس سے اشارت نکلتی ہے کہ حضرت کی وفات پر بعضے لوگ پھر جاویں گے اور جو قائم رہیں گے انکو بڑا ثواب ہے اسی طرح ہوا کہ بہت لوگ حضرت کے بعد مرتد ہوئے اور حضرت صدیق ہوئے ان کو پھر مسلمان کیا اور بعضوں کو مارا۔ ف۲ یعنی جو لوگ دین پر ثابت رہیں گے ان کو دین بھی ملے گا اور دنیا بھی لیکن جو کوئی اس نعمت کی قدر جانے۔ ۱۲

اور وہ کھڑے کھڑے ہی اونگھنے لگے۔ اور ان کے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ چھوٹ کر زمین پر گرنے لگیں۔ عین لڑائی اور ہنگامہ کارزار میں نیند کا آجانا یہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی تھی اس کا اثر یہ ہوا کہ تھکے ہارے، زخموں سے چور اور سہمے ہوئے مجاہدین کے دلوں سے خوف وہراس کا اثر کافور ہوگیا اور وہ تازہ دم ہوکر از سر نو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ طائفۃ منکم۔ یہ غنودگی تمام مسلمانوں پر طاری نہیں ہوئی تھی بلکہ صرف مخلص مومنین پر۔ ان ھذہ الطائفۃ ھم المؤمنون الذین کانوا علی البصیرۃ فی ایمانھم (کبیر ص۱۰۲ ج۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنے انعام واحسان کا ذکر فرمایا کہ کس طرح اس نے شکست وخذلان کے بعد دوبارہ فتح عطا کی اور کس طرح ان کے خوف وہراس کو سکون واطمینان سے تبدیل کیا۔ جو لوگ صادق الایمان تھے ان پر عین معرکہ جنگ میں غنودگی ڈال دی جس سے خوف وہراس جاتا رہا۔ ۲۳۰ اس طائفہ سے منافقین مراد ہیں اجمع المفسرون علی ان ھذہ الطائفۃ ھم المنافقون (بحر ص۸۵ ج۳) قد اھمتھم انفسھم ان کو تو بس اپنی جانوں کی فکر تھی، نہ اسلام کی فکر تھی، نہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا اور نہ مسلمانوں کا۔ کیونکہ یہ لوگ تو آئے ہی مال غنیمت کی خاطر تھے نہ کہ اسلام کے لئے غیر الحق خلاف حقیقت اور ایسا گمان جو خدا کے شایان شان نہ ہو یظنون باللہ غیر الظن الحق الذی یجب ان یظن بہ (کبیر ص۱۰۵ ج۳) ظن الجاھلیۃ یہ مفعول مطلق ہے، تشبیہ کے لئے یا ماقبل سے بدل ہے اور لفظ جاہلیت محاورہ قرآنی میں اسلام سے پہلے دور شرک کے لئے استعمال ہوا ہے اہل اخلاص پر تو ہلکی سی نیند طاری کردی جو ان کے لئے زوال خوف اور ثبات واستقامت کا باعث ہوئی لیکن منافقین اس رحمت نعاس سے محروم رہے اس لئے ان کی گھبراہٹ اور بزدلی بحال رہی اور لگے وہ اپنے کفرونفاق کا اظہار کرنے اور اللہ کی ذات منزہ صفات سے متعلق ایسی بدگمانیاں کرنے لگے جو سراسر اس کی شان بے پایاں کے خلاف اور بالکل دور جاہلیت کے مشرکوں اور جاہلوں کے خیالات باطلہ سے ملتی جلتی تھیں مثلاً وہ یہ گمان کرنے لگے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سے تائید ونصرت اور فتح وظفر کا وعدہ کرے اور پھر اسے پورا نہ کرے ای یظنون ان اخلاف وعدہ سبحانہ حاصل (روح ص۹۴ ج۴) ۲۳۱ وہ تو ان کے باطن کا حال تھا۔ اب ظاہر کا حال بھی سن لو استفہام انکار کے لئے ہے اور امر سے فتح ونصرت مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ منافقین آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ جس فتح ونصرت کا محمد ہم سے وعدہ کرتا ہے وہ ہرگز نہیں آئے گی۔ المعنی یقول لیس لنا من الظفر الذی وعدنا بہ محمد شیء (قرطبی ص۲۴۲ ج۴) یا استفہام اپنے اصل پر ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ منافقین بطور سوال نیازمندانہ حضور علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ حضور! جس فتح ونصرت کا اللہ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کیا وہ آئے گی؟ یقول المخاطب منھم لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صورۃ الاسترشاد ھل لنا من امر اللہ تعالیٰ ووعدہ بالنصر شیء (روح ص۹۵ ج۴) تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ جواب دینے کا حکم دیا کہ فتح ونصرت کا معاملہ مکمل طور پر خدا کے اختیار میں ہے جب اس نے اپنے رسول سے وعدہ کرلیا تو وہ ضرور اس کی مدد فرمائے گا۔ یخفون فی انفسھم مالا یبدون لک ان کی یہ ساری نیازمندیاں اور چاپلوسیاں محض منافقانہ ہیں وہ اپنے دلوں میں ایسی ایسی باتیں چھپائے ہوتے ہیں جن کو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرسکتے ۲۳۲ یہ ماقبل سے بدل ہے یا سوال مقدر کا جواب ہے۔ اور منافقین جو کچھ اپنے دلوں میں چھپائے پھرتے تھے اس کا بیان ہے والجملۃ اما بدل من یخفون او استئناف وقع جوابا عن سؤال نشأ مما قبلہ کانہ قیل ما الذی اخفوہ؟ فقیل ذالک (روح ص۹۶ ج۴) اور الامر سے وہی فتح ونصرت کا وعدہ مراد ہے منافقین آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے وعدہ وغیرہ نہیں اگر واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

ع ۵ / ۱۵ / ۶

يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٤٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا

دوست رکھتا ہے نیک کام کرنے والوں کو ۲۱۹ اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا

کافروں کا تو وہ تم کو پھیر دینگے الٹے پاؤں پھر جا پڑو گے تم نقصان

خٰسِرِيْنَ ﴿١٤٩﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ

میں ف ۲۲۰ بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور اس کی مدد

النّٰصِرِيْنَ ﴿١٥٠﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا

سب سے بہتر ہے ۲۲۱ اب ڈالیں گے ہم کافروں کے دل میں

الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ

ہیبت اس واسطے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جسکی اس نے کوئی سند نہیں اتاری ۲۲۲

وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَقَدْ

اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور وہ برا ٹھکانا ہے ظالموں کا ف۲ اور اللہ

صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓي

تو سچا کر چکا تم سے اپنا وعدہ جب تم قتل کرنے لگے انکو اسکے حکم سے ۲۲۳ یہاں تک

اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ

کہ جب تم نے نامردی کی اور کام میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد

بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا

اس کے کہ تم کو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز ۲۲۴ کوئی تم میں چاہتا تھا دنیا

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ

اور کوئی تم میں سے چاہتا تھا آخرت پھر تمکو الٹ دیا ان پر سے تاکہ تم کو

لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ

آزماوے ۲۲۵ اور وہ تم کو معاف کرچکا اور اللہ کا فضل ہے

مر ۱ الکفار کی اطاعت مت کرو بلکہ اللہ کی اطاعت کرو وہ تم پر بہت مہربان ہے ۱۲

مر ۲ ای لمعبودیتہا

مر ۳ زیر دشمن متعلقہ جہاد کا علی سبیل الترتیب تیسرا جواب یہی اصل جواب ہے ۱۲

موضح قرآن ف یعنی اس جنگ میں جو مسلمانوں کے دل ٹوٹے تو کافروں نے اور منافقوں نے وقت پایا لینے الزام دینے لگے۔ بعضے خیر خواہی کے پردے میں سمجھانے لگے تا آگے لڑائی پر دلیری نہ کریں۔ حق تعالیٰ خبردار کرتا ہے کہ دشمن کا فریب نہ کھاؤ۔ ف۲ یعنی وہ جو زور میں خدا کے اور جو رکے جی میں ڈر ہوتا ہے اسواسطے اللہ انکے دل میں ہیبت ڈالیگا۔

ذریعے اللہ نے ہم سے فتح و نصرت کا کوئی وعدہ کیا ہوتا تو ہم یوں بری طرح شکست نہ کھاتے اور نہ ہی اس طرح ہمارے عزیز رشتہ دار قتل ہوتے دوسرے لفظوں میں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب تھی بعض مفسرین نے الامر سے تدبیر اور مشورہ مراد لیا ہے من الامر قیل من الرأی والتدبیر (بحر ج ۳ ص ۸۹) یعنی وہ آپس میں کہتے ہیں کہ ہماری تو سنی کسی نے نہیں ہم نے تو کہا تھا کہ ہم مدینہ سے باہر نکلیں ہی نہیں اپنے گھروں ہی میں رہیں اگر ہماری رائے مان لی جاتی اور ہمارے مشورہ پر عمل کر لیا جاتا تو نہ ہمیں یہ ہزیمت ہوتی اور نہ ہمارا اس قدر خون ہوتا ۲۳۳ مضاجع جمع مضجع کی ہے اور اس سے قتل ہو کر گرنے کی جگہ مراد ہے جہاں اللہ کے علم میں ان کا قتل مقدر تھا ای مصارعھم التی علم اللہ تعالیٰ وقدر قتلھم فیھا (روح ج ۴ ص ۹۶) یہ منافقین کے مذکورہ بالا قول کا جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ موت کا وقت مقدر کسی صورت میں نہیں ٹل سکتا اور نہ تدبیر و احتیاط سے قضاء و قدر کو بدلا جا سکتا ہے۔ اے منافقین! اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلتے اور گھروں ہی میں بیٹھے رہتے تو جن لوگوں کا قتل اللہ کے علم ازلی میں غزوہ احد میں مقدر ہو چکا تھا وہ اللہ کے تکوینی اور تقدیری قانون کے ماتحت ضرور اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوتے اور اپنی قتل گاہوں میں پہنچ کر یقیناً قتل ہو جاتے بھلا اللہ کے تکوینی احکام بھی کسی سے ٹل سکتے ہیں! ومعنی الایۃ ان الحذر لا ینفع من القدر والتدبیر لا یقاوم التقدیر فالذین قدر علیھم القتل وقضاہ وحکم بہ علیھم لا بد وان یقتلوا الخ (خازن ج ۱ ص ۳۶۶)

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ

ایمان والوں پر ۲۳۳ ف جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے پھر کر نہ دیکھتے تھے کسی کو

وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ

اور رسول پکارتا تھا تم کو تمہارے پیچھے سے ۲۲۷ پھر پہنچا تم کو غم عوض میں غم کے

لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

تاکہ تم غم نہ کیا کرو اس پر جو ہاتھ سے نکل جاوے اور نہ اس پر جو کچھ پیش آجاوے ۲۲۸ اور اللہ

خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

کو خبر ہے تمہارے کام کی ف پھر تم پر اتارا تنگی کے بعد

الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَ

امن کو جو اونگھ تھی کہ ڈھانک لیا اس اونگھ نے بعضوں کو تم میں سے ۲۲۹ اور

طَاۗىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُھُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ

بعضوں کو فکر پڑ رہا تھا اپنی جان کا خیال کرتے تھے اللہ پر

غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا

جھوٹے خیال جاہلوں جیسے ۲۳۰ کہتے تھے کچھ بھی کام ہے ہمارے

مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ

ہاتھ میں ف ۲۳۱ تو کہہ سب کام ہے اللہ کے ہاتھ وہ اپنے

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا

جی میں چھپاتے ہیں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں اگر کچھ کام ہوتا

مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ

ہمارے ہاتھ تو ہم مارے نہ جاتے اس جگہ ۲۳۲ تو کہہ اگر تم ہوتے اپنے

بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى

گھروں میں البتہ باہر نکلتے جن پر لکھ دیا تھا مارا جانا

۲۳۴ ولیبتلی میں واؤ عاطفہ ہے اور اس کا معطوف علیہ محذوف ہے ای فعل ذالک لمصالح جمۃ وللابتلاء والتمحیص (مدارک ج ۱ ص ۱۴۷) اور یہ خطاب عام ہے مومنین اور منافقین دونوں کو شامل ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر جہاد فرض کیا اور پھر جنگ احد میں تھوڑی دیر کے لئے امداد و نصرت کو روک لیا اور تمہیں شکست دے دی یہ سب کچھ بہت سی حکمتوں کے تحت کیا جن میں سے ایک یہ تھی کہ تاکہ تمہارے صبر و استقلال کا امتحان لیا جائے اور تمہارے دلوں کے پوشیدہ رازوں کو منکشف کیا جائے یعنی مخلصین کا اخلاص اور منافقین کا نفاق ظاہر کیا جائے۔ لیختبر اللہ تعالیٰ ما فی صدورکم باعمالکم ..... ای لیکشف ما فی قلوبکم من مخفیات الامور من الاخلاص والنفاق ویمیز ھا (روح ج ۴ ص ۹۶) ۲۳۵ اللہ تعالیٰ تو پہلے ہی سے دلوں کے بھید جانتا ہے اس لئے اسے تو ابتلاء و امتحان کی ضرورت نہیں البتہ بعض مصلحتوں کی بنا پر وہ اپنے بندوں کو امتحان میں مبتلا کرتا ہے مثلاً مخلص مومنین کی تمرین و تثبیت اور منافقین کے نفاق کا کشف و اظہار وغیرہ ۲۳۶ الجمعان دو لشکر یعنی مسلمانوں کا اور مشرکوں کا جنگ احد میں جن صحابیوں سے لغزش ہو گئی تھی اور وہ مشرکین کے اچانک حملے پر بدحواس ہو کر بھاگ نکلے تھے اس آیت میں ان کی مزید تسکین و تسلی فرمائی اور آئندہ کے لئے محتاط رہنے کی تلقین فرمائی۔ ببعض ما کسبوا سے یا تو تیر اندازوں کا اپنے مورچہ کو چھوڑ دینا مراد ہے کیونکہ احد میں مسلمانوں کی شکست اس لغزش کا سب سے زیادہ دخل ہے یا اس سے ان کے بعض گذشتہ گناہ مراد ہیں کیونکہ بعض اوقات انسان اپنی شامت اعمال کی وجہ سے بھی خدا کی تائید و نصرت سے محروم ہو جاتا ہے اور ایک گناہ سے دوسرے گناہ کیلئے آمادہ کرنے کا شیطان کو بھی موقع مل جاتا ہے یعنی جنگ احد میں جو مسلمان شکست خوردہ ہو کر بھاگ نکلے تھے انکے کسی پچھلے گناہ کی شامت سے شیطان نے ان کو بہکا پھسلا کر ان کے قدم ڈگمگا دیئے اور وہ میدان سے ہٹ گئے۔ اس سے چند آیتیں پہلے بھی اللہ نے ان مومنین کے لئے معافی کا اعلان فرمایا ہے اب ان کی مزید تسکین و تشفی کے لئے دوبارہ معافی کا اعلان فرما دیا اللہ کا فضل و کرم اور اس کی شفقت و رحمت سے بھرپور الفاظ کے ساتھ۔ تیر اندازوں یا میدان سے ہٹنے والوں سے جو لغزش ہوئی اس پر صرف تنبیہ فرمائی اور اس کی پاداش میں کوئی تباہ کن شکست بھی نہیں دی۔ اور پھر ان کا قصور بھی ایسا معاف فرمایا کہ آخرت میں اس پر ان کو کوئی دار و گیر نہیں ہوگی اس لئے اب اس قصور کی بنا پر دنیا میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و ملامت کرنے کا بھی کسی کو حق نہیں ۲۳۷ ۔ جو لوگ اللہ سے اپنے گناہوں کی

مرادہ بر ملائے منافقین ۱۲ ۔ مر ۲ شکوہ ۱۲ ۔ مر ۳ جواب شکوہ ۱۲ ۔ مر ۴ شکوہ ۱۲ ۔ مر ۵ جواب شکوہ ۱۲

موضح قرآن ف یعنی اول فتح مسلمانوں کا تھا کافروں کو مارتے تھے اور وہ بھاگتے تھے اور آثار فتح کے نظر آتے تھے کسی کو خوشی تھی مال کی اور کسی کو غلبہ اسلام کی جب کافروں سے بےخبری بے حکمی ہوئی تب مقدمہ الٹا ہو گیا وہ بے حکمی ایک یہ کہ حضرت نے پچاس آدمی تیر انداز پہاڑ کی راہ پر کھڑے کئے تھے نگہبانی کو باقی لشکر لڑنے لگا جب ان تیر اندازوں نے فتح اور غلبہ دیکھا اسجگہ سے جا کر چلے آدمی جنھوں نے منع کیا پر نہ مانا وہاں دس آدمی رہ گئے اسطرف سے کافروں کی فوج پھاٹی پر آپڑی دوسری یہ کہ جب کافر بھاگنے لگے مسلمان دوڑتے تعاقب کو حضرت پیچھے سے پکارتے رہے کہ میری طرف آؤ تئے منتشر ہو اسطرف جو غنیمت نظر آئی لوگ پھرے اس بے حکمی سے شکست پڑی ف یعنی تم نے رسول کا دل تنگ کیا اس کے بدلے تم پر تنگی آئی تاکہ آگے کو یاد رکھو

معافی مانگ لیتے ہیں اللہ ان کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور آخرت میں ان پر مواخذہ نہیں فرمائے گا اور جو مجرم اور گنہگار اس سے معافی نہیں مانگتے ان پر فوراً گرفت نہیں فرماتا بلکہ انہیں توبہ استغفار کا موقع دیتا ہے ۲۳۸ الذین کفروا سے منافقین مراد ہیں وھم المنافقون کعبد اللہ بن ابی واصحابہ (روح ص۹۹ ج۴) لاخوانھم میں لام بمعنی فی ہے اور اخوان سے یہاں مذہبی بھائی مراد ہیں یعنی منافقین اور اگر اخوت سے نسبی اخوت مراد ہو تو اس میں وہ مخلص مومنین بھی شامل ہوں گے جو ان کے ہم نسب تھے ای فی حق اخوانھم فی النسب او فی النفاق (مدارک ص۱۴۸ ج۱) اس آیت سے لا الی اللہ تحشرون تک ایمان والوں کو خطاب ہے اور انکو ان منافقین کی طرح ہونے سے روکا گیا ہے جن کا تقدیر پر بھی ایمان نہیں تھا اور وہ اپنے ان مذہبی بھائیوں (منافقوں) یا نسبی بھائیوں (مسلمانوں) کے حق میں جو کسی تجارتی یا دوسرے سفر میں مر گئے یا کسی غزوہ میں شہید ہو گئے یوں کہتے تھے کہ اگر یہ ہمارے بھائی سفر پر نہ جاتے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوتے تو موت اور قتل سے بچ جاتے اور زندہ رہ کر خوب مزے کرتے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب فرمایا کہ محی اور ممیت تو میں خود ہوں موت وحیات میرے اپنے قبضہ میں ہے اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہو گے تو وہاں بھی موت تمہیں اپنے معین وقت پر آکر دبوچ لے گی اس لئے اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ جس کو جہاں چاہے مارے اور پھر اللہ کی راہ میں اور پھر جہاد کرتے ہوئے مر جانا تو سراسر اللہ کی رحمت ومغفرت کا موجب ہے ان آیتوں میں خطاب مومنوں سے ہے لیکن اس کے ضمن میں منافقوں کو زجر بھی کیا گیا ہے ۲۳۹ لیجعل میں لام عاقبت کا ہے اور قالوا سے متعلق ہے ای قالوا ذالک واعتقدوا لیکون ذالک حسرۃ فی قلوبھم (مدارک ص۱۴۸ ج۱) یعنی ان منافقوں نے مذکورہ بالا بات کہی کہ اگر وہ گھر رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے اور دل میں بھی یہ اعتقاد جما لیا کہ واقعی گھر میں رہنا موت اور قتل سے بچا سکتا ہے تو اس اعتقاد کا نتیجہ اور انجام یہ ہو گا کہ ان کے دلوں میں حسرت وافسوس اور ندامت و پشیمانی پیدا ہو گی اور اس سے ان کو سخت اذیت اور تکلیف پہنچے گی والاشارۃ الی القول لکن باعتبار مافیہ من الاعتقاد واللام لام العاقبۃ (روح ص۱۰۰ ج۴) اور اگر لام کا متعلق محذوف مانیں یعنی القی اللہ ذالک الاعتقاد فی قلوبھم تو اس صورت میں لام عاقبت کا نہیں بلکہ تعلیلیہ ہو گا ۲۴۰ یہ منافقوں کے قول مذکور کا رد ہے یعنی موت وحیات اللہ کے اختیار میں ہے سفر وحضر کو اس میں کوئی دخل نہیں وہ جب چاہے مسافر اور مجاہد کو زندہ سلامت واپس لے آئے اور جب چاہے گھر میں بیٹھے بٹھائے اور جہاد میں شریک نہ ہونے والوں کو لقمہ اجل بنا دے ۲۴۱ لئن قتلتم کی جزا محذوف ہے یعنی فلا تحزنوا اور لمغفرۃ الخ جزاء محذوف کی علت ہے اور یجمعون کی ضمیر الذین کفروا کی طرف راجع ہے کفار اور منافقین چونکہ دنیا کے بندے تھے ان کی ساری دوڑ دھوپ بس صرف دنیوی فوائد کے لئے تھی اور ان کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ ان کی عمریں بہت لمبی ہوں اور وہ دنیا میں رہ کر خوب مزے کریں۔ سفر میں مرنے والوں اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں

مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ
اپنے پڑاؤ پر ف۱ ۲۳۳ اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے جی میں ہے
وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
اور صاف کرنا تھا اس کا جو تمہارے دل میں ہے ۲۳۴ اور اللہ جانتا ہے
بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٥٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ
دلوں کے بھید ف۲ ۲۳۵ جو لوگ تم میں سے ہٹ گئے
يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ
جس دن لڑیں دو ۲۳۶ فوجیں سو ان کو بہکا دیا
الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا
شیطان نے ان کے گناہ کی شامت سے اور ان کو بخش چکا
اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٥٥﴾ يَا أَيُّهَا
اللہ اللہ بخشنے والا ہے تحمل کرنے والا ۲۳۷ اے
الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَ
ایمان والو تم نہ ہو ان کی طرح جو کافر ہوئے اور
قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ
کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر کو نکلیں ملک میں
أَوْ كَانُوا غُزًّى لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا
یا ہوں جہاد میں اگر رہتے ہمارے پاس تو نہ مرتے
وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي
اور نہ مارے جاتے ۲۳۸ تاکہ اللہ ڈالے اس گمان سے افسوس
قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا
ان کے دلوں میں ۲۳۹ اور اللہ ہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ

ع ۱۶ / ۷

مراد شکوہ وزجر ہے منافقین ۱۲

موضح قرآن ف۱ اس شکست میں جن کو شہید ہونا تھا ہو چکے اور جن کو ہٹنا تھا ہٹ گئے اور جو میدان میں باقی رہے ان پر اونگھ آئی اس کے بعد رعب ودہشت دفع ہو گئی اور اتنی دیر حضرت کو غشی رہی پھر جب ہوشیار ہوئے سب نے حضرت پاس جمع ہو کر پھر لڑائی قائم کی اور سست ایمان والے کہنے لگے کہ کچھ بھی کام ہمارے ہاتھ ہے ظاہر یہ معنی کہ اس شکست کے بعد کچھ بھی ہمارا کام بنا رہے گا یا بالکل بگڑ چکا یا یہ معنی کہ اللہ نے چاہا سو کیا ہمارا کیا اختیار اور نیت میں یہ معنی تھے کہ ہماری مشورت پر عمل نہ کیا جو اتنے لوگ مرے اللہ تعالیٰ نے دونوں معنوں کا جواب فرما دیا اور بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کو اس میں حکمت منظور تھی تا صادق اور منافق معلوم ہو جاویں۔ ف۲ اس سے معلوم ہوا کہ اس جنگ میں جو لوگ ہٹ گئے ہیں ان پر گناہ نہیں رہا۔

فتح الرحمٰن ف۱ داین کار برائے آں گروہ شد کہ در علم الٰہی مقدر بود ۱۲

کے بارے میں ان کا مذکورہ قول جہاں ان کے باطنی خیالات اور قلبی رجحانات کو طشت از بام کرتا ہے وہاں اس سے یہ بھی ممکن تھا کہ کہیں مسلمانوں کے دلوں میں کم ہمتی یا جہاد سے جی چرانے کا وسوسہ پیدا ہو جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب فرمائی اور اللہ کی راہ میں ان کو جو تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں ان کے بارے میں ان کی تسلی اور تشفی فرمادی وفیہ ترغیب المؤمنین فی الجہاد.... وتعزیۃ لھم وتسلیۃ فما اصابھم فی سبیل اللہ تعالیٰ اثر ابطال ماعسی ان یثبطھم عن اعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ (روح ج۴ ص۱۰۲) یعنی اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مارا جائے یا کسی اور دینی کام میں موت طبعی سے مرجائے تو غم کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ کی رحمت ومغفرت ان نفسانی حظوظ اور دنیوی منافع سے کہیں بہتر ہے جن کو حاصل کرنے میں یہ کفار اور منافقین دن رات مصروف ہیں ۲۴۲ھ اگر تم طبعی موت مرجاؤ یا اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جاؤ تو تمہارے لئے خوف وہراس کی

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

تمہارے سب کام دیکھتا ہے ۲۴۰ھ اور اگر تم مارے گئے اللہ کی راہ میں

اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا

یا مرگئے تو بخشش اللہ کی اور مہربانی اسکی بہتر ہے اس چیز سے جو وہ

يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ

جمع کرتے ہیں ۲۴۱ھ اور اگر تم مرگئے یا مارے گئے تو البتہ اللہ ہی کے آگے

تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ

اکٹھے ہو گے تم سب ۲۴۲ھ ف سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ

اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس

حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ

سے ۲۴۳ھ سو تو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور

شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى

ان سے مشورہ لے کام میں ۲۴۴ھ پھر جب قصد کر چکا تو اس کام کا تو پھر بھروسہ

اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ

کر اللہ پر اللہ کو محبت ہے توکل والوں سے ف ۲۴۵ھ اگر اللہ تمہاری مدد

اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا

کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ ہو سکے گا اور اگر مدد نہ کرے تمہاری تو پھر ایسا کون

الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

ہے جو مدد کرے تمہاری اس کے بعد ۲۴۶ھ اور اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ وَمَنْ

مسلمانوں کو اور نبی کا کام نہیں کہ کچھ چھپا رکھے ۲۴۷ھ اور جو کوئی

کوئی وجہ نہیں کیونکہ تم موت اور قتل کے بعد خدائے غفور ورحیم کی بارگاہ میں حاضر کئے جاؤ گے جو تمہیں اپنی رحمت اور بخشش سے نوازے گا آخرت میں خدا کی رحمت ومغفرت کے امیدوار صرف تم ایمان والے ہو کفار، مشرکین اور منافقین آخرت میں رحمت ومغفرت کے بجائے خدا کے غضب وعقاب کا مورد بنیں گے۔ یا یھا الذین آمنوا سے یہاں تک خطاب ایمان والوں سے ہے لیکن اس سے منافقین کا زجر بھی مقصود ہے ۲۴۳ھ یہاں سے وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے فبما میں ما زائدہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے جنگ احد میں جن صحابہ کرام کے پاؤں اکھڑ گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نہایت ہی مشفقانہ سلوک فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے نیک سلوک کو سراہتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آپ کا یہ سلوک محض اللہ کی مہربانی اور اسکی توفیق کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کے دل میں القا فرمایا کہ آپ ان سے رفق اور مہربانی کا سلوک کریں اگر اس موقعہ پر آپ ان صحابہ کا سختی سے نوٹس لیتے اور درشتی سے پیش آتے تو ان کے دل ٹوٹ جاتے اور ان کے دلوں میں نفرت کے جذبات انگڑائیاں لینے لگتے اور نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ آپ سے علیحدہ ہو جاتے انہ علیہ السلام لما رفق بمن تولی یوم احد ولم یعنفھم بین الرب تعالیٰ انہ انما فعل ذالک بتوفیق اللہ تعالیٰ ایاہ (قرطبی ج ۴ ص ۲۴۸) فَظًّ بد زبان غَلِيْظَ الْقَلْبِ سخت دل ۲۴۴ھ صحابہ کرام سے مزید رحمت وشفقت سے پیش آنے کی تلقین فرمائی کہ ان سے جو غلطی ہوئی اس سے آپ بھی درگذر فرمائیں اور اللہ سے بھی ان کے لئے بخشش کی دعا کریں۔ اور ان میں جو اصحاب رائے ہیں ان سے تو آپ جنگی معاملات اور دیگر امور جن کے بارے وحی سے کوئی حکم نازل نہ ہوا ہو ان سے مشورہ بھی فرمایا کریں اس سے ان کے دلوں میں مزید خوشی اور راحت پیدا ہو گی۔ نیز ان کی قدردانی ہو گی۔ وشاورھم ای فی امر الحرب ونحوہ مما لم ینزل علیک فیہ وحی تطییبا لنفوسھم وترویحا لقلوبھم ورفعا لاقدارھم (مدارک ج۱ ص۱۴۹) ۲۴۵ھ جب مشورہ وغیرہ ہو چکے اور آپ کسی کام کا عزم اور پختہ ارادہ کرلیں تو اس میں کامیابی کے لئے آپ کا اعتماد اور بھروسہ محض اللہ پر ہونا چاہیئے نہ کہ اسباب و ذرائع پر اور مشوروں پر المعنی اذا حصل الرای المتأکد بالمشورۃ فلا یجب ان یقع الاعتماد علیہ بل یجب ان یکون الاعتماد علی اعانۃ اللہ وتسدیدہ وعصمتہ الخ (کبیر ج ۳ ص ۱۲۳) کیونکہ اسباب میں تاثیر پیدا کرنا اور باہمی صلاح ومشورہ سے سوچی ہوئی تدبیروں اور سکیموں کو کامیاب کرنا اور مقاصد وحاجات کو برلانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لانہ سبحانہ السند الاقوم والملجأ الاعظم الذی لا تؤثر الاسباب الا بہ ولا تنقضی الحاج الا عندہ بابہ (روح ج۴ ص۱۰۷) اس لئے جنگ وقتال سے پہلے تمام ممکنہ اسباب مہیا کرنے اور باہمی مشورہ کرنے کے بعد کامیابی کے لئے محض اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرکے میدان جنگ میں کود پڑو اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ دے گا۔ کیونکہ جو لوگ ظاہری اسباب مہیا کرنے کے بعد اللہ

ل بشارت برائے مومنین ۱۲

۲ زجر برائے منافقین جنہوں نے نبی علیہ السلام پر خیانت کا الزام دھرا تھا

موضح قرآن ف۱ یعنی نیک کام پر نکلے یا مارے گئے تو نکلنے پر افسوس نہ کرے اس میں انکار آتا ہے تقدیر کا اور آخرت کا فائدہ نہ دیکھنا، دنیا کے جینے کو عزیز رکھنا یہ سب خصلت ہے کافروں کی ف۲ شاید حضرت کا دل مسلمانوں سے خفا ہوا ہو گا اور چاہا ہو گا کہ اب سے انکی مشورت نہ لیجئے سو حق تعالیٰ نے سفارش کی اور فرمایا کہ دل میں مشورت لینی بہتر ہے جب ایک بات ٹھہر چکے تو پھر پس و پیش نہ کرے

بہ بھروسہ کرتے اور تمام نتائج کو اس کے سپرد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند کرتا اور انکی مدد فرماتا ہے ۲۴۶ فتح و شکست اور نصرت و خذلان سب اللہ کے ہاتھ میں ہے ۔ وہ مدد کرتے پر آتا ہے تو بے سرو سامانی کے باوجود غلبہ عطا فرما دیتا ہے اور بڑی بڑی طاقت ور اور کثیر فوجوں کو مغلوب کر دیتا ہے جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا بے سرو سامان اور مٹھی بھر مسلمانوں نے اللہ کی تائید و امداد سے مشرکین کی عظیم فوج کو شکست فاش دیدی لیکن اگر اللہ تعالیٰ تمہاری امداد اور نصرت سے دست کش ہو جائے تو پھر زمین و آسمان میں کوئی تمہارا ناصر و غمخوار اور یار و مددگار نہیں ہوگا جیسا کہ جنگ احد میں ہوا۔ اس لئے حقیقی اعتماد اور بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی ہونا چاہیئے وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے کیونکہ انہوں نے صرف ایک اللہ کو اپنا معبود (عبادت و پکار کے لائق) کارساز، حاجت روا اور مشکلکشا مانا ہے اور ان کا ایمان ہے کہ صرف اللہ پر توکل و اعتماد ہی سے ان کو ہر کام میں کامیابی اور ہر میدان میں غلبہ حاصل ہوگا اور وہ جانتے ہیں کہ قضا و قدر اسی کے ہاتھ میں ہے اور کار گاہ عالم کا ہر معاملہ اسی کے قبضہ میں ہے۔ یعنی بما ثبت ان الامر کلہ بید اللہ وانہ لا راد لقضائہ ولا دافع لحکمہ وجب ان لا یتوکل المؤمن الا علیہ (کبیر ج ۳ ص ۱۳) ۲۴۷ یہاں سے بے کرد اللہ بصیر بما یعملون تک منافقین کے لئے زجر اور ان کا شکوہ ہے جنگ بدر کے بعد جب مال غنیمت تقسیم کیا جا رہا تھا اس وقت ایک جبہ یا چادر ذخیرہ غنیمت سے غائب پایا گیا تو بعض منافقین نے کہہ دیا کہ رسول نے لے لیا ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بطور زجر فرمایا کہ مال غنیمت سے اس طرح بلا اطلاع کوئی چیز لے لینا تو صریح خیانت ہے اور کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت جیسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرے جواب کے اس طرز سے اشارہ فرما دیا کہ نبوت اور خیانت کسی ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ خیانت ایک جرم اور کبیرہ گناہ ہے اور انبیاء علیہم السلام ہر قسم کے گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں المراد ان النبوۃ والخیانۃ لا یجتمعان (کبیر ج ۳ ص ۱۳۴) المعنی انہ لا یمکن ذالک منہ لان الغلول معصیۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم من المعاصی فاعین ان یقع فی شئ منہا وھذا النفی اشارۃ الی انہ لا ینبغی ان یتوھم فیہ ذالک (روح ص ۱۰۸) قرآن مجید کے اس مختصر اور بلیغ جملے نے ان تمام غلط خیالات کی تردید کر دی جو نبوت کے بارے میں کسی کے دل میں پیدا ہو سکتے تھے مشرکین اور منافقین تو ویسے ہی مرتبہ نبوت کے شرف و فضل سے نا واقف اور بے خبر تھے اہل کتاب اگرچہ نبوت سے آشنا تھے مگر رفتہ رفتہ ان کے خیال میں نبی کی حیثیت صرف کاہن کی سی رہ گئی۔ اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ نبی ایک کاہن ہوتا ہے جو آئندہ کی خبریں دیتا ہے اور عصمت کو وہ لازمہ نبوت نہیں سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ بائیبل میں جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کی طرف کئی کبیرے گناہ منسوب کئے گئے ہیں اس آیت میں ان تمام غلط خیالات کی تردید فرما دی ۲۴۸ جو شخص دنیا میں خیانت کرے گا قیامت کے دن وہ مال خیانت

يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ

چھپا دے گا۔ وہ لائے گا۔ اپنی چھپائی ہوئی چیز دن قیامت کے پھر پورا پا دے گا

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ

ہر کوئی جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ف۱ ف۱ ۲۴۸ کیا ایک شخص جو تابع ہے

رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ

اللہ کی مرضی کا برابر ہو سکتا ہے اسکے جس نے کما یا غصہ اللہ کا اور اس کا ٹھکانا

جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ

دوزخ ہے۔ اور کیا ہی بری جگہ پہنچا۔ ف۲۴۹ لوگوں کے مختلف درجے ہیں اللہ

اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ

کے ہاں اور اللہ دیکھتا ہے۔ جو کچھ کرتے ہیں ف۲ اللہ نے احسان کیا

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ

ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انہی میں کا

اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

ف۲۵۰ پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو یعنی شرک

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ

وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور کام کی بات اور وہ تو پہلے سے صریح

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ

گمراہی میں تھے ف۲۵۱ کیا جس وقت پہنچی تم کو ایک تکلیف کہ

اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ

تم پہنچا چکے ہو اس سے دو چند تو کہتے ہو یہ کہاں سے آئی تو کہہ دے یہ تکلیف

عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾

تم کو پہنچی تمہاری ہی طرف سے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۳ ف۲۵۲

ف۱ بشارت اخروی ۱۲

ف۲ تخویف اخروی ۱۲

ف۳ اس قسم کے خیالات دل میں مت لاؤ بلکہ شکر ادا کرو اللہ نے تم پر احسان فرمایا ۱۲

ف۴ زجر برائے مومنین ۱۲

النصف

موضح قرآن ف۱ اس سے مراد مسلمانوں کی خاطر جمع کرنی ہے یہ نہ جانیں کہ حضرت نے ہم کو ظاہر معاف کیا اور دل میں خفا ہیں پھر کبھی خفگی نکالیں گے یہ نبیوں کا کام نہیں کہ دل میں کچھ اور ظاہر میں کچھ یا مسلمانوں کو کچھ سمجھانا ہے کہ حضرت پر گمان نہ کریں کہ غنیمت کا مال کچھ چھپا رکھیں شاید اس واسطے فرمایا کہ وہ تیر انداز مورچہ چھوڑ کر دوڑے غنیمت کو کیا حضرت ان کو حصہ نہ دیتے یا بعضی چیز چھپا رکھتے اور کہتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں غنیمت سے ایک چیز گم ہو گئی کسی نے کہا شاید حضرت نے اپنے واسطے رکھی ہوگی اس پر یہ آیت نازل ہوئی ف۲ یعنی نبی اور سب خلق برابر نہیں طمع کے کام اونی کام نبیوں سے نہیں ہوتے ف۳ یعنی تم بدر کی لڑائی میں ستر کافروں کو مار چکے ہو اور ستر کو پکڑ لائے تھے اسی لڑائی میں تمہارے ستر آدمی شہید ہوئے تو بد دل کیوں ہوتے ہو۔ سو یہ بھی اپنے قصور سے کہ بے حکمی سے لڑے یا قصور یہ کہ بدر کے اسیروں کو مار نہ ڈالا مال لے کر چھوڑ دیا اور حضرت نے فرمایا تھا کہ اگر ان کو چھوڑتے ہو تم میں ستر آدمی شہید ہوں گے لوگوں نے قبول کر کر مال لیا اور ان کو چھوڑا

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متصرف بودند در غنیمت این آیت نازل شد تا کسی گمان خیانت نکند واللہ اعلم ۱۲

اٹھائے ہوئے ذلت خداوندی میں حاضر ہوگا ۲۴۹ یا نبی کا تتمہ ہے اور استفہام انکاری ہے یعنی جو شخص اپنے ہر قول و فعل میں رضائے الٰہی کا طالب و متلاشی ہے جیسا کہ ہر پیغمبر کی شان ہے کیا وہ اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو غضب الٰہی کا مستحق ہو کر جہنمی ہو چکا ہو جیسا کہ خائن اور دوسرے مجرموں کا حال ہے مطلب یہ کہ یہ دونوں ایک جیسے نہیں ہیں تو پھر یہ کس طرح تصور کیا جا سکتا ہے کہ اللہ کا پیغمبر جس کی زندگی کا مقصد ہی رضائے الٰہی کی طلب ہو وہ خیانت جیسے جرم کا ارتکاب کرے جو سراسر غضب الٰہی اور عذاب خداوندی کا موجب ہے هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے یہاں ان کے درجات مختلف ہیں جو لوگ اللہ کی رضا پر چلنے والے ہیں ان کے انعام و اکرام اور درجات محبوبیت ہوں گے اور جو راہ حق کی مخالفت کر کے غضب خداوندی کے خریدار ہوئے ان کے لئے ذلت و رسوائی اور درجات مبغوضیت ہوں گے اس طرح یہ آیت اخروی بشارت اور تخویف پر بھی مشتمل ہے هُمْ دَرَجٰتٌ میں چونکہ دَرَجٰتٌ کا حمل هُمْ پر صحیح نہیں اس لئے یا هُمْ سے پہلے لام مقدر ہے یا دَرَجٰتٌ سے پہلے ذَوُوْ۔ ای هم ذوو درجات ای منازل ...... وهذا معنى قول مجاهد والسدى لهم درجات (روح ج ۴ ص۱۱۲) ۲۵۰ یہ بھی وَمَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ ہی سے متعلق ہے۔ یعنی پیغمبر کی بعثت تو اللہ تعالیٰ کی ایک بہترین نعمت اور اس کا عظیم احسان ہے جو اس نے مومنین پر فرمایا ہے اس لئے نہیں تو اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کرنا اور اللہ کے پیغمبر کا اتباع کرنا چاہیے نہ کہ اس قسم کی غلط باتیں پیغمبر کی ذات کی طرف منسوب کرنے لگو۔ حضور علیہ السلام کی بعثت اگرچہ سارے جہان کے لئے بہترین نعمت تھی لیکن اس نعمت سے فائدہ اٹھانے والے چونکہ صرف مومنین ہی ہیں اسلئے انکا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔ اور پھر مِنْ اَنْفُسِهِمْ کا اضافہ کر کے اپنی مزید رحمت و شفقت کی طرف اشارہ فرمایا۔ رسول کی بعثت بھی اللہ کی رحمت اور نعمت تھی کیونکہ اس کے ذریعے انسان آخرت کی ابدی اور آرام و چین کی زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن پھر رسول انسانوں ہی کی جنس سے مبعوث فرمانا یہ اس کی مزید شفقت اور رحمت ہے مجانس ہونے کی وجہ سے وہ بے خوف و تکلیف اس سے ہدایت حاصل کر سکتے ہیں نیز اس صورت میں پیغمبر کی طبعی خواہشیں اور فطری ضرورتیں دوسرے انسانوں سے ملتی جلتی ہوں گی اس لئے اس کی زندگی ان کے لئے اسوۂ حسنہ بن سکے گی اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں ہی کی جنس سے تھے۔ اراد به المؤمنين كلهم ومعنى من انفسهم انه واحد منهم وبشر مثلهم (قرطبی ج ۴ ص۲۶۴) ۲۵۱ آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں انہیں رسالت کے تین فرائض کہہ لیجئے۔ اول یہ کہ وہ لوگوں پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور ان کے الفاظ پڑھ کر ان کو سناتے ہیں۔ دوم یہ کہ وہ ماننے والوں کی عملی تربیت کرتے ہیں اور اخلاق رذیلہ، عقائد باطلہ اور اعمال سیئہ مثلاً شرک و کفر اور آبائی رسم و رواج سے ان کے ظاہر و باطن کو پاک کرتے ہیں۔ سوم یہ کہ وہ ان کو کتاب اللہ کے مطالب و معانی اور اس کے اسرار و رموز سکھاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈیوٹی صرف یہی نہیں تھی کہ آپ اللہ سے کتاب حاصل کر کے لوگوں کو دے دیں اور لوگ خود ہی اسے پڑھیں سمجھیں اور اس پر عمل کریں جیسا کہ منکرین حدیث کا خیال ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ اللہ کی کتاب کو پڑھ کر لوگوں کو سنانا کتاب اللہ کے اسرار و معانی ان کو سمجھانا اور کتاب اللہ کی تعلیمات کے مطابق ان کی عملی تربیت کرنا یہ بھی پیغمبر علیہ السلام کے فرائض میں سے ہے اور یہ تمام فرائض اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذمہ لگائے ہوئے تھے۔ جیسا کہ قرآن کے اسلوب بیان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ہم نے اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ بالا صفات سے متصف اور مندرجہ بالا فرائض کا ذمہ دار بنا کر بھیجا قرآن کا انداز بیان اس خیال کی تردید کرتا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ بالا کام اپنے طور پر یا لوگوں کی درخواست اور تفویض کی بنا پر سرانجام دیتے تھے جیسا کہ پرویزیوں کا زعم ہے

فائدہ - اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تین صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان کا تعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براہ راست اور بلا واسطہ تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس ان کو قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ ان کو کتاب اللہ کے اسرار و معارف سمجھائے اور ان کا تزکیہ فرمایا تو اس آیت میں جس طرح حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم کے فضائل و مناقب اور محامد و محاسن بیان کئے گئے ہیں اسی طرح اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی بہت بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ وہ خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اور اخلاق رذیلہ اور اعمال ذمیمہ سے مطہر و مزکی تھے

آخر میں وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کی جامع تعبیر سے اس ناپاک ماحول کی تصویر بھی پیش فرما دی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ کی بعثت سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے وہ زندگی کے ہر شعبہ میں سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے تھے ان کے اکثر عقائد و اعمال اور اخلاق و شمائل خدا کے یہاں پسندیدہ نہیں تھے وہ لوگ انسان ہونے کے باوجود انسانیت سے کوسوں دور حیوانیت و بربریت سے قریب تر تھے اس ناپاک ماحول کے ذکر سے بعثت رسول کے احسان عظیم کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے ۲۵۲ یہ مومنین کے لئے زجر ہے جنگ احد میں مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوئے اور وقتی طور پر ان کو شکست بھی ہوئی تو اس پر مسلمانوں نے حیرت و استعجاب سے کہا کہ یہ شکست کہاں سے آگئی ہم اللہ کے مسلمان بندے، اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے اس کی توحید کی خاطر مشرکین سے جہاد کرنے والے ہم مومن ہمارے مدمقابل مشرک اور ہم میں خدا کا نبی موجود پھر ہم سے اللہ کا وعدۂ فتح و نصرت بھی لیکن ان سب باتوں کے باوجود پھر بھی شکست ہم کو ای من این اصابنا هذا الانهزام والقتل ونحن نقاتل فی سبیل الله ونحن مسلمون وفینا النبی والوحی وهم مشركون (قرطبی ج ۴ ص۲۶۵) اس پر اللہ تعالیٰ نے بطور زجر فرمایا کہ جب تم پر مصیبت آئی یعنی احد میں تمہارے ستر آدمی مارے گئے تو تم بول اٹھے کہ یہ مصیبت ہم پر کہاں سے آگئی حالانکہ تم کافروں کو اس سے پہلے جنگ بدر میں اس سے دگنا نقصان پہنچا چکے تھے۔ بدر میں تم نے ان کے ستر آدمی قتل کئے اور ستر قید کئے قل هو من عند انفسكم مسلمانوں کو ان کی حیرت و استعجاب کا جواب دیا گیا کہ یہ شکست تمہاری اپنی ہی عملی کوتاہیوں کا نتیجہ ہے تم نے مرکز کو چھوڑ دیا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پرواہ کی اور مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے ای انها السبب له حيث خالف الرماة امر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بترکهم المرکز وحرصوا على الغنيمة تعالیهم الله تعالى بذلك (روح ج ۴ ص۱۱۶) ۲۵۳ یوم التقی الجمعان جس دن دو جماعتوں کی مڈبھیڑ ہوئی، سے جنگ احد مراد ہے اور اذن اللہ سے اللہ کے ارادہ اور اس کی قضاء و قدر کی طرف اشارہ ہے۔ پہلے فرمایا کہ احد کی شکست تمہاری اپنی ہی بعض عملی خامیوں کا نتیجہ تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شکست کی تمام تر ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنی شفقت و رحمت سے اس بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے فرمایا کہ احد میں جو وقتی شکست ہوئی تھی۔ اس کے بارے میں اللہ کا ارادہ اور فیصلہ یہی تھا کہ وہ واقع ہو کیونکہ اس میں کئی مصلحتیں پوشیدہ تھیں ۲۵۴ و لیعلم المؤمنین پہلے بعلم پر معطوف ہے اور اس کا عطف باذن اللہ پر ہے از قبیل عطف سبب بر مسبب اور علم سے مراد اظہار ہے عطف على باذن الله من عطف السبب على المسبب والمراد ليظهر للناس ويثبت لديهم ايمان المؤمنين (روح ج ۴ ص۱۱۶) یعنی اللہ تعالیٰ نے احد میں مسلمانوں کی شکست کا قضاء و قدر میں اس لئے فیصلہ فرمایا تاکہ مخلص مومن اور منافق ظاہر ہو جائیں اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کون لوگ خلوص دل سے ایمان لائے ہیں اور کون لوگ منافق ہیں ۲۵۵ قیل لهم کا عطف نافقوا پر ہے یا یہ استیناف ہے اور هم ضمیر الذین نافقوا کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد عبد اللہ بن ابی اور اس کے وہ تین سو ساتھی ہیں جو احد میں مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ جب وہ واپس جانے لگے تو عبد اللہ بن عمرو بن حرام اور دوسرے مسلمانوں نے ان کو سمجھا بجھا کر واپس لانے کی کوشش کی اور ان منافقین سے کہا کر واپس کیوں جاتے ہو آؤ ہمارے ساتھ آگے بڑھو اور قاتلوا فی سبیل الله اللہ کے دین اور اسکی توحید کو سر بلند کرنے کے لئے مشرکین سے جہاد کرو او ادفعوا اور اگر تم اللہ کی خوشنودی اور ثواب آخرت کے لئے نہیں لڑنا چاہتے تو کم از کم اپنے مال و جان اور اپنے شہر سے مدافعت ہی کے لئے کافروں سے لڑو او ادفعوا عن اهلكم وبلدكم وحريمكم ان لم تقاتلوا فی سبیل الله تعالی (ابو السعود ج ۳ ص۱۳۳) وقيل انهم خيروا بين ان يقاتلوا للآخرة او لا تقع الكفار عن انفسهم واموالهم (روح ج ۴ ص۱۱۸) ۲۵۶ یہ منافقین

کا جواب ہے مسلمانوں کی پند و نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ کہنے لگے کہ اگر یہ جنگ کسی ڈھنگ کی ہوتی تو ہم ضرور اس میں تمہارا ساتھ دیتے مگر یہ جنگ نہیں یہ تو خودکشی ہے۔ دشمن کی فوج زیادہ اس کے پاس تم سے سامان جنگ زیادہ اور پھر اپنے شہر سے باہر نکل کر ایسے زبردست دشمن سے لڑنا یہ کونسی دانشمندی ہے ای لو نعلم مایصح ان یسمی قتالا لاتبعناکم یعنون ان ما انتم فیہ لخطأ رأیکم لیس بشیء ولا یقال لمثلہ قتال انما ہو القاء النفس فی التھلکۃ (مدارک ج ۱ ص۱۵۰) لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم اس کو جہاد سمجھتے تو ضرور اس میں شریک ہوتے اور تمہارا ساتھ دیتے لیکن یہ تو جہاد ہے ہی نہیں یہ تو ظلم اور خونخواری ہے۔ ہم للکفر یومئذ اقرب منہم للایمان یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق اور پوشیدہ کفر کو واضح تر الفاظ میں بیان فرما دیا ہے کہ جب انہوں نے یہ باتیں کہیں اس وقت وہ ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب ہوگئے۔ پہلے تو وہ اپنے اقوال و افعال میں پوری احتیاط سے کام لیتے تھے جس سے ان کا نفاق پوشیدہ اور

وَمَآ اَصَابَكُمۡ يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ فَبِاِذۡنِ اللّٰهِ وَ

اور جو کچھ تم کو پیش آیا اس دن کہ ملیں دو فوجیں سو اللہ کے حکم سے ۲۵۳ اور

لِيَعۡلَمَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعۡلَمَ الَّذِيۡنَ نَافَقُوۡا ۖۚ

اس واسطے کہ معلوم کرے ایمان والوں کو اور تاکہ معلوم کرے ان کو جو منافق تھے ۲۵۴

وَقِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا قَاتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَوِ ادۡفَعُوۡا ؕ

اور کہا گیا ان کو کہ آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا دفع کرو دشمن کو ۲۵۵

قَالُوۡا لَوۡ نَعۡلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعۡنٰكُمۡ ؕ هُمۡ لِلۡكُفۡرِ

بولے اگر ہم کو معلوم ہو لڑائی تو البتہ تمہارے ساتھ رہیں ف ۲۵۶ وہ لوگ اس دن کفر

يَوۡمَئِذٍ اَقۡرَبُ مِنۡهُمۡ لِلۡاِيۡمَانِ ۚ يَقُوۡلُوۡنَ

کے قریب ہیں بہ نسبت ایمان کے کہتے ہیں اپنے منہ

بِاَفۡوَاهِهِمۡ مَّا لَيۡسَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا

سے جو نہیں ان کے دل میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو

يَكۡتُمُوۡنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيۡنَ قَالُوۡا لِاِخۡوَانِهِمۡ وَقَعَدُوۡا

کچھ چھپاتے ہیں ۲۵۷ ف وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ رہے ہیں

لَوۡ اَطَاعُوۡنَا مَا قُتِلُوۡا ؕ قُلۡ فَادۡرَءُوۡا عَنۡ اَنۡفُسِكُمُ

اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نہ جاتے ۲۵۸ تو کہہ دے اب ہٹا دیجو اپنے اوپر سے

الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ

موت کو اگر تم سچے ہو ۲۵۹ اور تو نہ سمجھ ان لوگوں

قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ

کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب

يُرۡزَقُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيۡنَ بِمَاۤ اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۙ

کے پاس کھاتے پیتے ۲۶۰ خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا انکو اللہ نے اپنے فضل سے

مخفی تھا۔ لیکن ان کے جہاد میں شریک نہ ہونے اور ان کی مذکورہ بالا باتوں سے ان کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اور وہ بالکل ننگے ہوگئے انہم کانوا یظہرون الایمان ولم تکن تظہر لہم امارۃ تدل علی الکفر فلما انخذلوا عن المؤمنین وقالوا ما قالوا ازدادوا قربا للکفر وتباعدا عن الایمان (بحر ج ۳ ص۱۱۰) ۲۵۶ یہ جملہ مستانفہ ہے جو منافقین کا مطلق حال بیان کر رہا ہے یعنی وہ زبانوں سے ایک ایسی بات کا اقرار کرتے ہیں جو ان کے اندرونی اور باطنی عقیدہ کے خلاف ہے زبان سے تو وہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے ان کے دلوں میں تو وہی کفر و شرک کا اعتقاد ہے اہل ادان لسانہم مخالف لقلبہم فہم وان کانوا یظہرون الایمان باللسان لکنہم یضمرون فی قلوبہم الکفر (کبیر ج ۳ ص۱۳۶) واللہ اعلم بما یکتمون اللہ تعالیٰ ان کے نفاق اور ان کی پوشیدہ خباثتوں کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کی نسبت زیادہ جانتا ہے کیونکہ ان کو تو ظاہری علامتوں سے کچھ تھوڑا بہت معلوم ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کی پوری حقیقت کو تمام تفصیلات کے ساتھ جانتا ہے ۲۵۸ یہ الذین نافقوا سے بدل ہے اور منصوب ہے کیونکہ مبدل منہ محل نصب میں ہے منصوب علی الذم او علی انہ نعت للذین نافقوا او بدل منہ (روح ج ۴ ص۱۳۰) اور لاخوانہم میں اخوت سے نسبی یا قرب و جوار اور وطنیت کی اخوت مراد ہے اور اخوان سے وہ مومنین مراد ہیں جو جنگ احد میں شہید ہوئے معناہ لاجل اخوانہم وہم الشہداء المقتولون من الخزرج وہم اخوۃ نسب ومجاورۃ لا اخوۃ الدین ای قالوا لہولاء الشہداء لو قعدوا ای بالمدینۃ ما قتلوا (قرطبی ج ۴ ص۲۶۴) یعنی منافقوں نے ان شہداء کے بارے میں جو احد میں شہید ہوئے اور جو نسب کے اعتبار سے ان کے قبیلہ اور بھائی بند تھے یہ کہا کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے اور اس جنگ میں شریک نہ ہوتے اور مدینہ ہی میں بیٹھ رہتے تو ان کی جانیں بچ جاتیں اور وہ مارے نہ جاتے ۲۵۹ یہ منافقین کے مذکورہ قول کا جواب ہے۔ قل میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ یعنی آپ منافقین سے فرما دیں کہ اگر تمہاری یہ بات درست ہے کہ گھر میں بیٹھ رہنا موت سے بچاؤ اور زندگی کی ضمانت ہے تو تم جو گھروں میں بیٹھے رہے ہو۔ اور جنگ میں شریک نہیں ہوئے پھر تم اپنی جانوں سے موت کو روک لو یہ گویا کہ منافقین کی ان کے دعویٰ میں تکذیب ہے ای ان کان القعود ینجیکم بہ الشخص من القتل والموت فینبغی انکم لا تموتون والموت لابد آت الیکم ولو کنتم فی بروج مشیدۃ (ابن کثیر ج ۱ ص۴۲۵) مفسرین نے لکھا ہے کہ جس دن منافقین نے یہ بات کہی تھی اس دن انکے ستر آدمی مر گئے تھے روی انہ مات یوم قالوا ہذہ المقالۃ سبعون منافقا

موضح قرآن ف یہ بھی منافقوں کا کلام تھا کہ ہم کو معلوم ہو لڑائی یعنی ظاہر میں کہا جس وقت لڑائی دیکھیں گے تو شامل ہوں گے یا کہا کہ ہم لڑائی کے قاعدے سے واقف نہیں اور دل میں طعن دیا کہ ہماری مشورت نہیں مانتے ان کو معلوم نہیں کہ ایسے لفظ سے کفر کے قریب ہوگئے اور ایمان سے دور۔

فتح الرحمٰن ف یعنی مصلحت میدان نیم ۱۲

مدارک ج ا ص۱۵۱، قرطبی ج ۲ ص۲۶۸، ص۲۶۹ ولا تحسبن سے لا یضیع اجر المومنین تک شہداء کے لئے اخروی بشارت ہے پہلے منافقین کی اس بات کا رد فرمایا کہ حذر اور احتیاط کے ذریعے موت مل سکتی ہے اب یہاں فرمایا کہ جس قتل سے تم ڈر رہے ہو وہ تو ڈرنے کی چیز نہیں وہ تو نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اور دین و دنیا کی بہت بڑی سعادت ہے جن لوگوں کو یہ شہادت کی موت نصیب ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں تو قتل ہو جانے کے بعد برزخ میں ان کو ایک امتیازی حیات حاصل ہوتی ہے جو عامۃ المسلمین کو حاصل نہیں ہوتی اس لئے شہادت کی موت تو ایسی چیز نہیں کہ اس سے بچنے اور بھاگنے کی تدبیریں سوچی جائیں بلکہ اسے تو حاصل کرنے کی تمنا ہر ایک کے دل میں ہونی چاہیئے۔ القتل الذی یحذرونہ ویحذرون منہ لیس مما یحذر بل ھو من اجل المطالب التی یتمنا نس بہا المتنافسون (روح ج ۴ ص۱۲۱)

تحقیق حیات شہداء

حیات شہداء کے بارے میں قرآن مجید کی دو آیتیں ہیں ایک تو یہی زیر تفسیر آیت اور دوسری آیت سورۂ بقرہ ع ۱۹ میں گذر چکی ہے یہاں فرمایا کہ شہداء کو مردے مت سمجھو اور وہاں فرمایا کہ ان کو مردہ مت کہو۔ حالانکہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شہداء قتل کر دیئے جاتے ہیں اور ان کی روحیں ان کے ابدان عنصریہ سے پرواز کر جاتی ہیں اور ان کے ابدان سے اس طرح جدا ہو جاتی ہیں کہ ان سے ان کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ علامہ بیضاوی کا قول آگے آ رہا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کرام کی دنیوی زندگی تو اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے اور روح کے بدن سے نکل جانے کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے اس لئے ظاہر ہے کہ شہادت کے بعد جو ان کو زندگی اور حیات حاصل ہوتی ہے وہ دنیوی نہیں ہوتی بلکہ اس سے مختلف ہوتی ہے جب وہ دنیا میں زندہ تھے تو ان کی زندگی بھی دنیوی تھی یعنی روح اور بدن دونوں کے ملاپ سے وہ زندہ تھے لیکن موت سے دنیوی زندگی ختم ہو گئی اور برزخ کا زمانہ شروع ہو گیا اس لئے اب اس زندگی کو برزخی زندگی کہا جائے گا اور یہ زندگی بلا مشارکت بدن عنصری صرف روح کے لئے ہو گی یہ معاملہ چونکہ عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ برزخ عالم غیب کی چیز ہے اس لئے اس برزخی حیات کی کیفیت کے بارے میں عقل و فکر رائے اور قیاس سے کچھ کہنے کا کسی کو کوئی حق نہیں اور نہ ہی اس معاملہ میں نصوص کتاب و سنت سے جو کچھ ثابت ہو اس سے تجاوز کرنا جائز ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی سورۂ بقرہ میں ولکن لا تشعرون کے تحت فرماتے ہیں۔ ای لا تحسون ولا تدرکون ما حالھم بالمشاعر لانھا من احوال البرزخ التی لا یطلع علیھا ولا طریق للعلم بھا الا بالوحی (روح ج ۲ ص۲۲) حیات شہداء کی کیفیت کی طرف قرآن مجید میں تو چند اجمالی اشارات ہی ہیں۔ تفصیل نہیں ہے مثلاً قرآن مجید میں اس طرف اشارہ ہے کہ قتل کے بعد شہداء کو جو حیات ملتی ہے وہ دنیوی نہیں بلکہ برزخی اور عالم غیب کی ایک حالت ہے۔ احیاء عند ربھم میں عند ربھم سے اسی طرف اشارہ ہے وہ اپنے مہربان رب کے پاس اور عالم غیب میں زندہ ہیں۔ علامہ خازن لکھتے ہیں۔ انھم احیاء عند اللہ تعالیٰ فی عالم الغیب لانھم صاروا الی الاخرۃ (تفسیر خازن ج ا ص۱۹۰) قرآن مجید میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ شہداء عالم برزخ میں کھاتے پیتے بھی ہیں۔ حیات شہداء کی تفصیلی کیفیت سب سے عمدہ اور صحیح ترین وہی ہے جو خود صاحب وحی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا کہ یا رسول اللہ وہ کس طرح زندہ ہیں ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ وہ قتل ہو چکے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا وہ اسطرح زندہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم عطا فرما کر ان کو جنت میں آزاد چھوڑ دیا ہے۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں آتے جاتے اور سیر کرتے ہیں۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

وقال آخرون ارواحھم فی اجواف طیر خضر وانھم یرزقون فی الجنۃ ویأکلون ویتنعمون وھذا ھو الصحیح من الاقوال لان ما صح بہ النقل فھو الواقع (قرطبی ج ۴ ص۲۶۷) اور علامہ ابو السعود حنفی امام واحدی سے ناقل ہیں الاصح فی حیاۃ الشہداء ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ان ارواحھم فی اجواف طیور خضر وانھم یرزقون ویأکلون ویتنعمون (ابو السعود ج ۳ ص۱۳۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عبد اللہ بن مسعود سے آیت ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الآیۃ کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا ارواحھم فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح من الجنۃ حیث شاءت ثم تأوی الی تلک القنادیل الحدیث (صحیح مسلم ج ۲ ص۱۳۵، جامع ترمذی ج ۲ ص۱۲۶، ابن ماجہ ص۲۰۲، تفسیر ابن جریر ج ۴ ص۱۶۳، ص۱۷۰) اسی طرح حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ارواح الشہداء فی طیر خضر تعلق من ثمر الجنۃ او شجر الجنۃ (جامع ترمذی ج ا ص۱۹۷ ابن ماجہ ص۲۰۲، ص۳۱۶ نسائی ج ا ص۲۹۲۔ موطا امام مالک ص۸۴، مسند احمد ج ۲ ص۳۸۶) اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اصیب اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحھم فی اجواف طیر خضر ترد انھار الجنۃ وتاکل من ثمارھا وتاوی الی قنادیل من ذھب فی ظل العرش الحدیث (مستدرک حاکم ج ۲ ص۸۸، ص۲۹۷ تفسیر ابن جریر ج ۴ ص۱۷۰، مسند احمد ج ا ص۲۶۶، ابو داؤد ج ا ص۳۴۳) اسی طرح حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی ایک مرفوع حدیث مروی ہے ملاحظہ ہو۔ درمنثور ج ۲ ص۹۶۔ ان حدیثوں کے الفاظ میں اگرچہ خفیف سا اختلاف ہے لیکن ماحصل سب کا وہی ہے جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے ان حدیثوں میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت وضاحت سے شہداء کی برزخی زندگی کی حقیقت بیان فرما دی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے بھی یہی کچھ منقول ہے اور اسی کو محققین مفسرین نے راجح اور صحیح قرار دیا ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس، کعب الاحبار، عکرمہ، سدی کبیر، ابو العالیہ، قتادہ، ربیع وغیرہم کے اقوال کے لئے ملاحظہ ہو۔ تفسیر ابن جریر ج ۲ ص۲۳ ج ۴ ص۱۶۳ و ص۱۷۰ و تفسیر درمنثور ج ا ص۱۵۵، ج ۲ ص۹۶۔ حاصل کلام یہ کہ عالم برزخ میں شہداء کی حیات کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ارواح کو پرندوں کی شکلیں عطا ہوتی ہیں جن میں داخل ہو کر وہ جنت میں گھومتے پھرتے اور کھاتے پیتے ہیں اور رات کو عرش کے نیچے قنادیل میں بسیرا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ طیوری اجسام مثالی ہیں نہ کہ عنصری کیونکہ شہداء کے عنصری ابدان تو قبروں میں مدفون ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ عالم برزخ میں شہداء کی حیات محض روحانی اور برزخی ہے جسمانی نہیں ان کے ابدان قبروں میں ہیں۔ لیکن ان کی ارواح طیوری قالبوں میں نعیم جنت سے متمتع ہو رہی ہیں۔ علامہ بیضاوی سورۂ بقرہ میں فرماتے ہیں۔ ولکن لا تشعرون ما حالھم وھو تنبیہ علی ان حیوتھم لیست بالجسد ولا من جنس ما یحس بہ من الحیوانات وانما ھی امر لا یدرک بالعقل بل بالوحی (تفسیر بیضاوی ج ا ص۲۰۱) لیکن تم نہیں جانتے کہ وہ کس حال میں ہیں اور یہ اس امر پر تنبیہ ہے کہ ان (شہداء) کی حیات جسمانی نہیں اور نہ زندوں کی مانند ظاہری حواس سے محسوس قسم کی زندگی ہے اور نہ اس کا ادراک عقل سے ہو سکتا ہے بلکہ اس کی کیفیت کا ادراک صرف وحی سے ہو سکتا ہے اور مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی فرماتے ہیں حیات شہداء بمعنی تعلق ارواح با بدانست برائے استیفا ئی لذاتی کہ موقوف بر آلات بدنیست نہ تعلق ارواح با ابدان سابقہ نہ بقای روح با دراک وشعور (عزیزی ص۶۸۹) یعنی حیات شہداء کا مطلب یہ ہے کہ وہ لذات حاصل کرنے کیلئے جن کا حصول آلات پر موقوف ہے ارواح ابدان مثالیہ سے متعلق ہو جائیں یہ مطلب نہیں کہ ارواح سابقہ (عنصری) ابدان سے متعلق ہو جائیں اور نہ یہ کہ روح کا ادراک و شعور باقی رہے

حیات انبیاء علیہم السلام

اس دنیائے آب و گل سے رحلت و انتقال کی کیفیت اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم کے لئے ایک ہی مقرر فرمائی ہے اور وہ ہے موت اور اس سے کسی فرد بشر کو مفر نہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (انبیاء ع ۳) یعنی ہر جی موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔ خواہ پیغمبر ہو یا غیر پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا خدا کے تمام پیغمبر ساغر موت نوش فرما چکے ہیں۔ حضرات ادریس الیاس اور خضر علیہم السلام کے بارے میں محقق اور صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ (البقرہ ع ۱۶) کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب پر موت کا وقت آیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا (مومن ع ۴) یہاں تک جب وہ فوت ہو گئے تم کہنے لگے کہ اب تو اللہ تعالیٰ کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ (سبا ع ۲) پس جب ہم نے اس (سلیمان) پر موت کا حکم جاری کر دیا تو ان (جنوں) کو اس کی موت کا پتہ کسی نے نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے جو اس کے عصا کو کھاتا تھا اور خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (زمر ع ۳) آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بھی ہو چکا ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں موجود ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی وفات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس صدمۂ جانکاہ کی شدت کو برداشت نہ کر سکے اور از خود رفتہ ہو کر اعلان کرنے لگے خبردار کوئی یہ مت کہے کہ حضور فوت ہو گئے ہیں۔ ورنہ میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صورت حال دیکھی تو آپ نے تمام صحابہ کرام کے سامنے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اس کا اقتباس ملاحظہ ہو من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت وقال انک میت وانھم میتون (صحیح بخاری ج ا ص۵۱۷) تم میں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ آپ تو فوت ہو گئے اور آپ پر موت وارد ہو چکی اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا سو اللہ زندہ جاوید ہے اور یہ آیت بھی پڑھی بیشک آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب خطبہ دیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی ان کی کسی بات پر انکار نہیں کیا اور حضرت عمر نے بھی تسلیم کر لیا کہ واقعی آپ وفات پا چکے ہیں چنانچہ تمام صحابہ کرام نے یہی سمجھ کر کہ آپ وفات پا چکے ہیں آپ کے جسد اطہر کو قبر مبارک میں دفن کیا الغرض موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام بنی آدم اسی دروازے سے گذر کر عالم برزخ میں پہنچے اور جو باقی ہیں وہ بھی اسی دروازے سے گذریں گے۔ اور موت کے معنی ہیں روح کا بدن عنصری سے نکل جانا اور اس سے جدا ہو جانا۔ امام راغب اصفہانی اس آیت میں موت کا مفہوم اس طرح بیان فرماتے ہیں وقولہ، کل نفس ذائقۃ الموت فعبارۃ عن زوال القوۃ الحیوانیۃ وابانۃ الروح عن الجسد (مفردات ص۴۹۴) یعنی موت قوت حیات کے زائل ہو جانے اور روح کے بدن سے جدا ہو جانے کا نام ہے۔ علامہ ابو عبد اللہ قرطبی لکھتے ہیں واجل الموت ھو الوقت الذی فی معلومہ سبحانہ ان الروح تفارق جسدہ (قرطبی ج ۴ ص۲۲۶) اجل موت اس وقت کا نام ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق جاندار کی روح اس کے بدن سے جدا ہو گی علامہ سیوطی فرماتے ہیں قال العلماء الموت لیس بعدم محض ولا فناء صرف وانما ھو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقتہ وحیلولۃ بینھما وتبدل حال وانتقال من دار الی دار (شرح الصدور ص۵ وبشری الکئیب ص۱۵) علماء نے کہا ہے کہ موت عدم محض اور فناء صرف کا نام نہیں بلکہ موت بدن سے تعلق روح کے منقطع ہو جانے، روح اور بدن میں جدائی اور پردہ حائل ہو جانے اور ایک دار (دنیا) سے دوسرے دار (عالم برزخ) کی طرف منتقل ہونے سے عبارت ہے اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی رقمطراز ہیں الاماتۃ بمعنی اخراج الروح وسلب الحیاۃ (روح ج ۸ ص۱۲) اماتت کے معنی ہیں روح کا نکال لینا اور زندگی کا سلب کر لینا۔ اور پھر موت کی یہ کیفیت مذکورہ بالا مفہوم کے ساتھ سب کے لئے یکساں ہے اور تمام بنی آدم انبیاء علیہم السلام ہوں یا شہداء اور عامۃ المسلمین پر موت اخراج روح از بدن اور ابانت روح از جسد ہی کے طریق پر وارد ہوتی ہے البتہ اعزاز و اکرام اور تحقیر و تذلیل کا فرق ضرور ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام، شہداء اور دیگر مومنین سے قبض روح کا معاملہ علی حسب المراتب اعزاز و اکرام سے کیا جاتا ہے اور کفار و مشرکین سے تذلیل و اہانت کے ساتھ شہداء کے بارے میں تو پہلے گذر چکا ہے کہ ان کی روحیں ان کے ابدان عنصریہ سے نکال کر پرندوں کے مثالی قالبوں میں داخل کر دی جاتی ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبہ بھی ان کے ابدان طاہرہ سے نکال کر جدا کر لی جاتی ہیں چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی اللہ تعالیٰ کی عادت مستمرہ اور دستور متعارف کے مطابق اسی طرح واقع ہوئی کہ آپ کی روح طیبہ وطاہرہ آپ کے بدن مبارک سے نکالی گئی جیسا کہ خود آپ کا ارشاد ہے ان جمیع الانبیاء تقبض ارواحھم ملک الموت وھو الذی سیقبض روحی — (قرطبی ج ۴ ص۲۲۶) یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کی روحیں ملک الموت نے قبض کیں اور وہی میری روح کو بھی قبض کرے گا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ فقبضہ اللہ وان رأسہ لبین نحری وسحری (صحیح بخاری ج ا ص۶۴۰) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آپکی روح قبض فرمائی اس وقت آپکا سر مبارک میرے سینے اور حلق کے درمیان تھا اس حدیث کے تحت حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ فی روایۃ ھمام عن ھشام بھذا الاسناد عند احمد فلما خرجت نفسہ لم اجد ریحا قط اطیب منھا (فتح الباری ج ۸ ص۱۰۷) اس روایت کو امام احمد نے بھی اس اسناد کے ساتھ ہشام سے بواسطہ ہمام روایت کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں (حضرت عائشہ فرماتی ہیں) جب آپ کی روح مبارک (بدن سے) نکلی تو ایسی خوشبو آئی کہ میں نے اس سے عمدہ خوشبو کبھی نہیں سونگھی یہ خوشبو آپ کی روح طیبہ کی تھی۔ اور حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اخرجت الینا عائشۃ کساء وازارا غلیظا فقالت قبض روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذین (صحیح بخاری ج ۲ ص۸۶۵) حضرت عائشہ نے ہمیں ایک چادر اور ایک موٹا تہبند دکھایا اور کہا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح طیبہ ان دو کپڑوں میں قبض ہوئی۔ باقی رہی یہ بات کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح ان کے ابدان سے نکلنے کے بعد کہاں رہتی ہیں اور ان کا مستقر کہاں ہے تو اس بارے میں صحیح مسلک یہ ہے کہ عالم برزخ میں ان کی ارواح کو ان کے عنصری بدنوں کے ہمشکل اور مماثل مشک و کافور کے مثالی اجسام عطا کئے جاتے ہیں اور ان کا مقام و مستقر جنت کا اعلیٰ ترین اور سب سے اونچا درجہ اعلیٰ علیین ہے ویسے جنت میں وہ جہاں چاہیں آتے جاتے اور جنت کے میوے تناول فرماتے ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی اور علامہ سید محمود آلوسی امام نسفی سے ناقل ہیں ارواح الانبیاء تخرج من جسدھا وتصیر مثل صورتھا مثل المسک والکافور وتکون فی الجنۃ تاکل وتشرب وتتنعم الخ (شرح الصدور ص۲۴۰، بشری الکئیب ص۱۳۴، روح المعانی ج ۵ ص۱۶۳، تفسیر مظہری ج ۱ ص۲۲۴) یعنی انبیاء علیہم السلام کی ارواح ان کے بدنوں سے نکل کر ان کے مماثل مشک و کافور کے جسموں میں متشکل ہو جاتی ہیں اور جنت میں کھاتی پیتی ہیں۔ اسی طرح علامہ ابن القیم اور حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں الانبیاء علیہم السلام فلاشک ان ارواحھم عند اللہ فی اعلیٰ علیین وقد ثبت فی الصحیح ان آخر کلمۃ تکلم بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند موتہ انہ قال اللھم الرفیق الاعلیٰ (روح ج ا ص۱۳۱، شرح الصدور ص۱۴۳) ان روایتوں اور عبارتوں سے تین باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ شہداء اور دیگر اموات کی طرح انبیاء علیہم السلام کی ارواح بھی ان کے ابدان سے نکالی جاتی ہیں دوم یہ کہ ان کی ارواح کو ان کے اصلی ابدان کے مماثل مشک و کافور کے مثالی اجسام دیئے جاتے ہیں، سوم یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا مستقر اعلیٰ علیین ہے نہ کہ ان کے ابدان کیونکہ ان کے ابدان مبارکہ تو قبور ارضی میں مدفون ہوتے ہیں لیکن دیگر اموات کے برعکس ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت اور شرف عطا فرمایا ہے کہ ان کے ابدان قبروں میں بالکل اسی طرح صحیح سالم رہیں گے جس طرح رکھے گئے تھے اور مٹی ان کو نہیں کھائے گی ان کے ابدان کو محفوظ رکھنے کی اللہ کی طرف سے ضمانت ہے

لیکن غیر انبیاء علیہم السلام خواہ شہداء ہوں یا عامۃ المسلمین ان کے لئے ایسی کوئی ضمانت نہیں اور اگر کسی صدیق و شہید کا یا کسی اور برگزیدۂ خدا کا بدن قبر میں محفوظ رہے اور مٹی اسے نہ کھائے تو یہ بھی کوئی بعید نہیں۔ بلکہ عین ممکن ہے۔ باقی رہا ارواح کا تعلق ابدان کے ساتھ تو اس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ سے تو اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اور نہ ہی صحابہ کرام۔ تابعین، اتباع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے ارشادات و اقوال میں تعلق روح بجسم عنصری کا کوئی نفیاً و اثباتاً ذکر اذکار ہے۔ برزخ میں حیات انبیاء علیہم السلام اور حیات شہداء کرام کی جو کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے وہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ قرون ثلٰثہ میں یہ اسی طرح منقول ہو کر نیچے تک چلی آئی ہے لیکن تعلق کا قصہ کسی نے نہیں چھیڑا۔ البتہ چوتھی صدی کے بعد سے شارحین حدیث نے بعض حدیثوں میں تطبیق کے سلسلے میں تعلق روح بجسد عنصری کا مختلف عنوانات سے ذکر کیا ہے کسی نے اتصال معنوی سے کسی نے اشراق سے کسی نے اشراف سے اور کسی نے مثل تعلق صاحب خانہ بخانہ و عاشق بمعشوق وغیرہ الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ البتہ اس پر سب متفق ہیں کہ یہ تعلق ایسا نہیں جیسا کہ حیاتِ دنیا میں تھا بلکہ یہ تعلق بے کیف ہے اور اس کی حقیقت وکنہہ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں اس لئے عالم برزخ میں تعلق ارواح با بدان عنصریہ کے بارے میں سکوت سب سے احوط مسلک ہے کیونکہ قرون ثلٰثہ مشہود لہا بالخیر میں تعلق کا کوئی ذکر اذکار نہیں لیکن اگر کوئی شخص غیر معلوم الکیفیت تعلق کا اثبات کرتا ہے تو وہ بھی قابل ملامت نہیں کیونکہ متقدمین میں ایک کثیر تعداد مختلف عنوانات کے ساتھ اس کی قائل ہے لیکن اس تعلق کے باوجود ان کے مدفون فی القبور ابدان میں کسی قسم کی حرکت یا جنبش پیدا نہیں ہوتی اور نہ قیامت سے پہلے ان کے یہ ابدان قبروں سے باہر نکلیں گے یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل اور تسلیم شدہ ہے۔ خلاصۃ الکلام یہ کہ برزخ میں انبیاء علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہے وہ ہمارے ادراک و حواس سے بالا ہے لیکن حیات شہداء سے بہت بلند و اعلیٰ ہے اور پھر حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تمام انبیاء علیہم السلام کی نسبت ارفع و اعلیٰ اور اتم و اکمل ہے والمراد تبلک الحیاۃ نوع من الحیاۃ غیر معقول لنا وھی فوق حیاۃ الشہداء بکثیر وحیاۃ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکمل واتم من حیاۃ سائرھم علیھم السلام (روح ج ۲۲ ص۳۵)

ایک اشکال

یہاں ایک اشکال ہے جس نے بڑے بڑوں کو متحیر و سرگرداں کر رکھا ہے اور جسے حل کرنے کے لئے بڑے بڑے شہسواران قلم رہوار قلم دوڑا چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا مقام و مستقر اعلیٰ علیین ہے اور وہ نہ ان کے عنصری ابدان میں موجود ہیں اور نہ قبروں کے قرب و جوار میں اور ان کے ابدان قبروں میں مدفون و محفوظ ہیں اور ارواح کا ابدان میں اعادہ نفخۂ ثانیہ پر ہو گا اور اس وقت وہ قبروں سے نکلیں گے اس سے پہلے نہیں، لیکن صحیح حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں مختلف آسمانوں پر کئی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی اور بیت المقدس میں انبیاء علیہم کی امامت بھی فرمائی نیز حدیث میں ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے کثیب احمر کے قریب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا نیز آپ نے فرمایا میں نے یونس علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اونٹنی پر سوار تلبیہ پڑھ رہے ہیں اور وادی میں اتر رہے ہیں اور بعض کاملین نے حالت بیداری میں حضور علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا۔ بعینہٖ یہی اشکال غیر انبیاء کے بارے میں ہے۔ کیونکہ بعض کاملین کو بھی بیداری کی حالت میں دیکھا گیا ہے تو ان مشاہدات اور منصوصات سے بظاہر یہ قاعدہ ٹوٹتا ہوا نظر آ رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر اموات کے ابدان عنصریہ میں نہ قبروں میں جنبش ہوتی ہے اور نہ ہی قیامت سے پہلے وہ قبروں سے باہر نکلیں گے۔

اشکال کا حل

اس اشکال کے کئی حل پیش کئے گئے ہیں لیکن بیشتر توجیہات دل کو مطمئن نہیں کر سکتیں بلکہ ان سے مزید پیچ در پیچ اشکالات پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں صرف ایک حل ایسا ہے جس سے یہ اشکال نہایت عمدہ طریقے سے حل ہو جاتا ہے اور کوئی الجھن باقی نہیں رہتی۔ محققین علماء اور صوفیائے بھی اسے ترجیح دی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح حیات دنیا میں ارواح ابدان عنصریہ کے ذریعے متحرک ہوتی اور تمام اعمال و تصرفات بجا لاتی ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور بعض کاملین کی ارواح وفات کے بعد عالم برزخ میں مثالی اور برزخی اجسام کے ذریعے حرکت کرتی اور نماز، تلاوت قرآن، حج اور کئی دوسرے اعمال بجا لاتی ہیں اگر کسی کامل بزرگ کو حالت بیداری میں کسی پیغمبر یا کسی فوت شدہ ولی کی زیارت بشکل انسانی نصیب ہو جائے تو یہ شکل اسکی مثالی شکل ہے اور اسکی روح مثالی جسم میں متشکل ہو کر اس کے سامنے آتی ہے اور اسکا عنصری جسم قبر میں بلا حرکت و جنبش موجود ہو گا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں وعندی ان الحیاۃ فی البرزخ ثابتۃ لکل من یموت من شہید وغیرہ وان الارواح وان کانت جواھر قائمۃ بانفسھا مغایرۃ لما یحس بہ من البدن لکن لا مانع من تعلقھا ببدن برزخی مغایر لھذا البدن الکثیف (روح ج ۲ ص۲۱) یعنی میرے نزدیک برزخ میں ہر میت کو حیات حاصل ہے اور ارواح اگرچہ جواہر ہیں اور قائم بانفسہا ہیں اور ابدان محسوسہ کے مغایر ہیں لیکن اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ ارواح کا تعلق برزخی جسم سے ہو جائے جو اس عنصری بدن کے مغایر ہو اور دوسری جگہ فرماتے ہیں الارواح المقدسۃ قد تظھر متشکلۃ وتجتمع بالکمّل من العباد وقد صح انہ صلی اللہ علیہ وسلم رای موسی علیہ السلام قائما یصلی فی قبرہ ورآہ فی السماء ورآہ یطوف بالبیت (روح ج ۱۵ ص۳۲) پاکیزہ روحیں کبھی متشکل ہو کر ظاہر ہوتی ہیں اور کامل بندے ان سے ملاقات کرتے ہیں اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کھڑے ہو کر قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور شب معراج میں) انکو آسمان پر بھی دیکھا اور انہیں خانہ کعبہ کا طواف کرتے بھی دیکھا اور بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کے بارے میں آپ کا اپنا ارشاد ہے جس کی امام ابویعلیٰ نے مسند میں امام طبرانی نے کبیر میں تخریج کی ہے قال مثل لی النبیوت فصلیت بھم (بیضاوی ج ۳ ص۱۱ و مظہری ج ۵ ص۳۹۹) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میرے لئے مثالی اجسام میں حاضر کئے گئے اور میں نے انہیں نماز پڑھائی علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔ لکن تمام ھذا التوجیہ ان یقال ان المنظور الیہ ھی ارواحھم فلعلھا مثلت لہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا کما مثلت لہ لیلۃ الاسراء واما اجسادھم فھی فی القبور قال ابن المنیر وغیرہ یجعل اللہ لروحہ مثالا فیری فی الیقظۃ کما یری فی النوم (فتح الملہم ج ۱ ص۳۳) یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے اور ان کو اور حضرت یونس علیہ السلام کو حج کرتے دیکھنے کی پوری توجیہ یہ ہے کہ جو کچھ آپ نے دیکھا وہ ان کی ارواح تھیں تو شاید دنیا میں آپ کے لئے ان کو مثالی شکلیں دی گئی ہوں جیسا کہ شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کو آپ نے مثالی اجسام میں دیکھا لیکن ان کے ابدان عنصریہ قبروں میں موجود تھے (اور وہ قبروں سے نہیں نکلے (ابن منیر وغیرہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کی روح کو مثالی جسم عطا فرماتا ہے اور وہ جس طرح خواب میں دکھائی دیتا ہے اسی طرح بیداری میں بھی نظر آتا ہے۔ اور علامہ سیوطی لکھتے ہیں ولکن الذی رآہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء فی لیلۃ الاسراء فی السموات الصحیح انہ رای فیھا الارواح فی مثل الاجسام (شرح الصدور ص۱۰) اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھنا تو اس کے متعلق صحیح بات یہ ہے کہ وہاں آپ نے ان کی ارواح کو دیکھا تھا۔ جو مثالی اجسام میں متمثل تھیں۔ اسی طرح اگر کسی خوش بخت انسان کو بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے تو اکثر صوفیہ یہ فرماتے ہیں کہ اس نے آپ کے جسم مثالی کی زیارت کی ہے نہ کہ جسم عنصری کی چنانچہ امام غزالی فرماتے ہیں لیس المراد انہ یری جسمہ وبدنہ بل مثالا لہ صار ذالک المثال آلۃ یتادی

بھا المعنی الذی فی نفسہ (روح المعانی ج ۲۲ ص۳۵) اور شیخ علاء الدین قونوی فرماتے ہیں "وسادہ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم عالمی متوسط در عالم اجساد و ارواح اثبات کردہ اند کہ آنرا عالم مثال گویند الطف از عالم اجساد و اکثف از عالم ارواح و ظہور ارواح در صور مختلفہ مبتنی بر آن ساختہ و ظہور جبریل علیہ السلام بصورت دحیہ کلبی و تمثل او در مریم را بصورت بشر سوی متعلق از آن عالم میدانند و بنا علیہ جائز بود کہ موسیٰ علیہ السلام با وجود استقرار در آسمان ششم بشبح و پیکر مثالی در قبر متمثل باشد و آنحضرت او را ہم در مکان مشاہدہ فرمودہ و بعد از اثبات عالم مثال جواب از مسائل کثیرہ بیرون آید و اشکالات بسیار حل شود مثلاً بیان سعت جنت و رویت او در عرض حائط مثلاً منحل گردد انتہیٰ کلام الشیخ (جذب القلوب ص۲۰۹) صوفیائے کرام عالم اجساد اور عالم ارواح کے درمیان ایک اور عالم تسلیم کرتے ہیں جسے وہ عالم مثال کہتے ہیں جو عالم اجساد سے زیادہ لطیف لیکن عالم ارواح کے مقابلہ میں کثیف ہے اور ارواح کا مختلف شکلوں میں ظاہر ہونا ان کے نزدیک اسی عالم مثال کے وجود پر مبنی ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام کا حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل میں اور حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے بشر سوی کی صورت میں متمثل ہونا اسی قبیل سے ہے اور اس بنا پر یہ جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر موجود ہونے کے ساتھ ساتھ پیکر مثالی کے ساتھ قبر میں بھی متمثل ہو کر نماز پڑھ رہے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (شب معراج میں) ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو اور عالم مثال کا وجود تسلیم کر لینے سے بہت سے مسائل کا جواب نکل آتا ہے اور بہت سے اشکالات حل ہو جاتے ہیں مثلاً جنت کی وسعت کا بیان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں (جنت کو دیوار کی عرض میں دیکھنا وغیرہ) یہ سب عالم مثال کی چیزیں ہیں)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں طویل بحث وتمحیص کے بعد اصل حقیقت کی اس طرح ترجمانی فرماتے ہیں "وحقیقت آنست کہ تحقیق مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام وغیر ایشان موقوف بمعرفت این عالم است وتحقیق دیدن آنحضرت موسیٰ و یونس را علیہ وعلیہما السلام بمعرفت زمان و مکان روحانیات وتمیز و فرق آنہا از زمان و مکان جسمانیات چنانچہ محققین صوفیہ کردہ اند دست دہد الخ (جذب القلوب ص۲۰۹) اور حقیقت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء کی عالم برزخ میں حیات کا مسئلہ اس عالم (عالم مثال) کی پہچان پر منحصر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت موسیٰ اور یونس علیہما السلام کو دیکھنے کی تحقیق روحانیات کے زمان و مکان کی معرفت اور محققین صوفیہ کے بیان کے مطابق جسمانیات کے زمان و مکان سے ان کے امتیاز ہی سے پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے

اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کو کئی بزرگوں نے عالم بیداری میں دیکھا ہے تو چونکہ قول محقق اور مسلک صحیح کے مطابق ان کی وفات ہو چکی ہے اس لئے صوفیائے کرام میں سے بعض کاملین نے فرمایا ہے کہ خضر علیہ السلام کی رویت مثالی اور عالم مثال کی چیز ہے جسد عنصری کے ساتھ نہیں جیسا کہ حضرت شیخ صدر الدین اسحاق قونوی اپنی کتاب تبصرۃ المبتدی وتذکرۃ المنتہی میں فرماتے ہیں۔ ان وجود الخضر علیہ السلام فی عالم المثال (روح ج ۵ ص۳۲۶) **۲۶۱** فرحین یہ یرزقون کی ضمیر سے حال ہے اور فضلہ سے وہ انعام واکرام مراد ہے جو شہادت کے بعد جنت میں ان کو عطا کیا گیا ہے جنت کی یہ خاص نعمتیں اور یہ اعزاز واکرام چونکہ شہادت کی جزاء ہے اس لئے نعمتِ شہادت بھی فضلہ میں داخل ہے۔ وھو فی الشھادۃ وما ساق الیھم من الکرامۃ والتفضیل علی غیرھم من کونھم احیاء مقربین معجلا لھم رزق الجنۃ ونعیمھا (مدارک ج ا ص۱۵۱) یعنی بما اعطاھم من الثواب والکرامۃ والاحسان والانفضال فی دار النعیم (خازن ج ا ص۳۷۶) مطلب یہ کہ درجہ شہادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عالم برزخ میں ان کو جن نعمتوں سے نوازا ہے۔ وہ ان میں خوش وخرم ہیں۔ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ الخ یہ یرزقون پر معطوف ہے اور الذین لم یلحقوا بھم سے وہ مجاہدین مراد ہیں جن کو یہ شہداء جہاد میں مصروف چھوڑ کر آئے تھے جب شہداء نے عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ کے بے پایاں انعام واکرام اور وہاں کی عیش وعشرت اور نعیم مقیم کو دیکھا تو انہیں مجاہدین کے حق میں بہت خوشی ہوئی کہ جب وہ شہادت پا کر وہاں پہنچیں گے تو ان کو بھی اسی اعزاز وانعام سے نوازا جائے گا۔ ھم الشھداء الذین یاتو نھم بعد من اخوانھم المؤمنین الذین ترکوھم یجاھدون فیستشھدون فرحوا لانفسھم ولمن یلحق بھم من الشھداء اذ یصیرون الی ما صاروا الیہ من کرامۃ اللہ تعالیٰ (بحر ج ۳ ص۱۱۱) بعض مفسرین کا خیال ہے کہ الذین لم یلحقوا بھم میں تمام ایمان والوں کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب شہداء عالم برزخ میں پہنچے اور اللہ کے انعام واحسان کا معاینہ کیا تو ان کو عین الیقین حاصل ہو گیا کہ دین اسلام ہی دین حق ہے اس لئے ان کو تمام مومنین کے بارے میں خوشی ہوئی کہ اگر ان کا خاتمہ ایمان اور دین اسلام پر ہی ہوا تو ان کا انجام بہت عمدہ ہو گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب جزیل حاصل کریں گے۔ الاشارۃ بالاستبشار للذین لم یلحقوا بھم الی جمیع المؤمنین وان لم یقتلوا ولکنھم لما عاینوا ثواب اللہ وقع الیقین بان دین الاسلام ھو الحق الذی یثیب اللہ علیہ فھم فرحون لانفسھم بما اٰتاھم اللہ من فضلہ مستبشرون للمؤمنین الخ (قرطبی ج ۴ ص۲۷۰) **۲۶۲** یہ الذین لم یلحقوا بھم سے بدل الاشتمال ہے یا منصوب بنزع خافض ہے اور اصل میں لئلا یا بان لاھا اور یستبشرون کے مفعول لہ کی جگہ واقع ہے (روح ج ۴ ص۱۲۳) بہرصورت اس میں شہداء کی خوشی کا اصل متعلق بیان کیا گیا ہے یعنی شہداء کو زندہ مجاہدین یا قیامت تک ہونے والے تمام مومنین کے بارے میں خوشی اس لئے ہو گی کہ آخرت میں ان (مجاہدین اور مومنین) کو نہ کسی قسم کا خوف لاحق ہو گا اور نہ غم تو خوشی کا منشا مجاہدین اور مومنین کی ذوات واشخاص نہیں بلکہ ان کا نیک انجام اور آخرت کی نعیم مقیم ہے۔ خوف (ڈر) کا اطلاق آئندہ کے نقصان یا مستقبل میں نازل ہونے والی کسی ناپسندیدہ بات پر ہوتا ہے اور حزن (غم) گذشتہ منفعت کے فوت ہونے پر ہوتا ہے مطلب یہ کہ ان شہداء اور مومنین کو آخرت میں نہ تو قیامت کے اہوال اور عذاب وعقاب کا ڈر ہو گا۔ اور نہ ہی دنیا کی عیش وعشرت کے ہاتھ سے جاتے کا غم لاخوف علیھم فیما سیاتیھم من احوال القیامۃ ولاحزن لھم فیما فاتھم من نعیم الدنیا (کبیر ج ۳ ص۱۲۳) **۲۶۳** پہلے بیان فرمایا کہ شہداء کو اپنے بھائیوں (بعد میں شہید ہونے والوں یا جملہ مومنوں) کے نیک انجام کی بنا پر انتہائی خوشی ہو گی اب یہاں ان کی اپنی خوشی کو بیان فرمایا ہے نعمۃ من اللہ اور فضل سے وہ تمام نعمتیں اور اللہ کی وہ تمام نوازشیں مراد ہیں جو عالم غیب میں شہداء پر ہوتی ہیں۔ مثلاً جب شہید زخموں سے گھائل اور خاک وخون میں لت پت ہو کر اپنی جان آفریں کے سپرد کرتا ہے اس وقت اس کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں۔ اسے جنت میں اپنا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے، اسے عذاب قبر سے مامون ومحفوظ کر دیا جاتا ہے قیامت کے دن وہ فزع اکبر (سب سے بڑی گھبراہٹ) سے محفوظ رہے گا، اسے عزت اور وقار کا تاج پہنایا جائے گا، اور اسے گنہگاروں کے حق میں شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ وغیر ذالک (قرطبی ج ۴ ص۲۷۶) اور وان اللہ لا یضیع اجر المؤمنین یہ نعمۃ پر معطوف ہے نیا مت کے دن یہ حقیقت بھی شہداء کی خوشی اور مسرت میں اضافہ کا باعث ہو گی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے کسی عمل کو اکارت اور رائیگاں نہیں فرما رہا۔ بلکہ ان کے ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل پر بھی اجر وثواب اور جزاء جمیل عطا فرما رہا ہے۔ اس سے اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ آخرت کا اجر وثواب کوئی شہداء ہی سے مخصوص نہیں بلکہ تمام مومنین کو ان کے تمام اعمال صالحہ پر اجر وثواب ملے گا۔ یعنی کما انہ تعالیٰ لا یضیع اجر المجاھدین والشھداء کذالک لا یضیع اجر المؤمنین (خازن ج ا ص۳۷۶) **۲۶۴** الذین استجابوا سے ذو فضل عظیم تک مومنوں کے لئے اخروی بشارت ہے اور اس کے ضمن میں کفار کے لئے تخویف اخروی کی طرف اشارہ ہے الذین مبتدا اور للذین تا اجر عظیم اس کی خبر ہے اور استجابوا بمعنی اجابوا ای اطاعوا اللہ والرسول بامتثال الاوامر (روح ج ۴ ص۱۲۴) یعنی انہوں نے اللہ کے رسول کے احکام کی تعمیل کی القرح (زخم) سے وہ چوٹیں اور جراحتیں مراد ہیں جو مسلمانوں کو جنگ احد میں آئیں۔ للذین احسنوا منھم واتقوا جملہ خبر مقدم ہے اور اجر عظیم مرکب توصیفی مبتدا مؤخر ہے۔ اور جملہ الذین استجابوا کی خبر ہے کما مر۔ احسنوا انہوں نے پورے اخلاص باطن سے احکام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کی ما تقوا اور مخلصانہ اطاعت کے بعد معصیت اور نافرمانی سے اجتناب کیا۔ احسنوا فیما اتوا بہ من طاعۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم واتقوا ارتکاب شیء من المنہیات بعد ذالک (کبیر ج ۳ ص۱۲۵) منھم میں من بعضیہ نہیں

بلکہ بیانیہ ہے کیونکہ جنہوں نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی وہ سارے کے سارے محسن اور متقی تھے اس لئے یہ دو صفتیں بیان کرنے سے علت مدح کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے یعنی الذین استجابوا اس لئے لائق مدح ہیں کہ وہ صفت احسان اور اتقاء سے متصف ہیں دذھب غیر واحد الی انھا لبیان .... المقصود من الجمع بین الوصفین المدح والتعلیل لا التقیید لان المستجیبین کلھم محسنون ومتقون (ر د ح ج ۴ ص۲۴) لان الذین استجابوا للہ والرسول قد احسنوا کلھم واتقوا لا بعضھم مدارک ج ا ص۱۵۱ د بحرج ۳ ص۱۱۱) حاصل مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے زخموں سے چور ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے کیونکہ وہ سارے کے سارے محسن اور متقی ہیں اس آیت میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو جنگ احد سے دوسرے ہی دن پیش آیا تھا۔ جب ابوسفیان اپنے شکست خوردہ ساتھیوں سمیت جنگ احد سے واپس جا رہے تھے

وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ

اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پاس ان کے پیچھے سے ۲۶۱

أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٧٠﴾ يَسْتَبْشِرُونَ

اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر۔ نہ ان کو غم ۲۶۲ خوش وقت ہوتے ہیں

بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ

اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری

الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٧١﴾ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ

ایمان والوں کی ۲۶۳ ف۱ ف۲ جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور رسول کا

مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ

بعد اس کے پہنچ چکے تھے ان کو زخم جو ان میں نیک ہیں

وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٢﴾ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ

اور پرہیزگار ان کو ثواب بڑا ہے ۲۶۴ ف۳ جن کو کہا لوگوں نے کہ مکہ والے

إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ

آدمیوں نے جمع کیا ہے سامان تمہارے مقابلہ کو سو تم ان سے ڈرو تو اور زیادہ ہوا ان کا

إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾

ایمان اور بولے کافی ہے ہم کو اللہ اور خوب کارساز ہے ۲۶۵ ف۳

فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ

پھر چلے آئے مسلمان اللہ کے احسان اور فضل کے ساتھ نہ پہنچی ان کو برائی

وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١٧٤﴾ إِنَّمَا

اور تابع ہوئے اللہ کی مرضی کے اور اللہ کا فضل بڑا ہے ۲۶۶ یہ جو ہے

ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ

سو شیطان ہے کہ ڈراتا ہے اپنے دوستوں سے سو تم ان سے مت ڈرو

وقف لازم ع ۱۷ ۸ منزل

ف۱ مومنین مجاہدین احد کو بشارت اخروی ۱۲

ف۲ تخویف بلائے مومنین از مرشیطان

تو مقام روحاء میں پہنچکر ان کو خیال آیا کہ ہم نے غلطی کی ہے ہمیں واپس نہیں آنا چاہیئے تھا ہم نے ان کے ستر آدمی تو مار ڈالے تھے۔ بقیہ کا بھی صفایا کر نا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی واپسی پر نادم ہوئے اور دوبارہ واپس جا کر لڑنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کسی طرح ان کے ارادے کی اطلاع مل گئی تو آپ نے بھی کافروں کو مرعوب کرنے کے لئے انہیں راستے ہی میں جا لینے کا ارادہ فرمایا اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی فرما دیا کہ میرے ساتھ صرف وہی مجاہدین جائیں گے جو کل معرکہ احد میں شریک تھے چنانچہ آپ ستر آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ کافروں کی طرف روانہ ہوئے جب آپ مقام حمراء الاسد میں پہنچے۔ جو مدینہ سے صرف تین میل کے فاصلہ پر ہے تو ابوسفیان اور اس کے لشکر کو اس بات کا علم ہو گیا جس سے ان کے دلوں پر لشکر اسلام کا رعب چھا گیا اور وہ بدول ہو کر واپس ہو گئے (کبیر۔ روح۔ بحر۔ ابن کثیر۔ خازن وغیرہ)، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان ستر مجاہدین کو ـــــ جو گذشتہ دن کی جنگ کے زخم خوردہ تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے خدا و رسول کے احکام کی تعمیل کی اور حضور علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہو گئے ـــــ محسن اور متقی فرمایا اور ان کو آخرت میں اجر عظیم کی خوشخبری سنائی ۲۶۵ الذین قال لھم الخ یہ الذین استجابوا سے بدل ہے حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ابوسفیان نے مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ سال پھر بدر میں ہماری تمہاری جنگ ہوگی لیکن اس میعاد مقررہ سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں خوف اور رعب ڈال دیا۔ اور اس نے جنگ کا ارادہ ترک کر دیا۔ ابوسفیان نے کچھ آدمیوں کے ذریعے مسلمانوں سے کہلا بھیجا کہ ابوسفیان نے تو بہت بڑا بھاری لشکر تیار کیا ہوا ہے اور مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بالکل مستعد ہے اس سے اس کا

موضح قرآن ف شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک طرح کی زندگی ہے کہ اور مردوں کو نہیں کھانا پینا عیش و خوشی بھی ان کو پوری ہے اوروں کو قیامت کے بعد ہوگی ف۲ جب جنگ احد تمام ہوئی ابوسفیان سردار تھا۔ کافروں کا کہہ گیا کہ اگلے سال بدر پر لڑائی ہے اور حضرت نے قبول کر لیا۔ جب اگلا سال آیا حضرت نے لوگوں کو حکم دیا کہ چلو لڑائی کو اس وقت جنہوں نے رفاقت کی اور تیار ہوئے ان کو یہ بشارت ہے کہ شکست کے بعد پھر جرأت کی ف۳ ابوسفیان نے چاہا کہ حضرت وعدے پر نہ آدیں تو الزام انہیں پر رہے اور لڑائی سے خوف کھایا۔ ایک شخص مدینے کی طرف جاتا تھا۔ اسکو کچھ دینا کیا کہ وہاں اس طرف کی ایسی خبریں کہیو کہ وہ خوف کھا دیں اور جنگ کو نہ آدیں وہ شخص مدینے میں پہنچ کر کہنے لگا کہ مکے کے لوگوں نے بڑی جمعیت کی ہے تم کو لڑنا بہتر نہیں۔ مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے استقلال دیا۔ انہوں نے یہی کہا کہ ہم کو اللہ بس ہے آخر بدر پر گئے تین روز رہ کر تجارت کر کر نفع لے کر پھر آئے اگلی آیتوں میں بھی یہی ذکر ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید در احد مسلمانان و کفار باہم عہد بستند کہ وعدہ گاہ ما و شما میان ایشان سال آئندہ سوق بدر باشد چون موسم سوق بدر رسید کفار شخصی را فرستادند تا جمعیت ایشان بیان کرد و مسلمانان را در سیر توقف اندازد باوجود آن جماعہ از مسلمانان ہمراہ آنحضرت برآمدند و به بدر رسیدند و در تجارت سود یافتند و ہیچ یک از کفار مزاحم ایشان نشد ہمین غزوہ را غزوہ بدر صغری میگویند خدا در مدح ایشان میفرماید ۱۲

مقصد یہ تھا کہ مسلمان اس خبر سے بد دل ہو جائیں گے اور مقابلہ میں نہیں آئیں گے۔ تو اس طرح اس پر وعدہ خلافی اور بزدلی کا الزام نہ آئے گا۔ لیکن جب مسلمانوں کے پاس یہ خبر پہنچی تو ان کے ایمان میں مزید جوش پیدا ہو گیا۔ ان کے ارادے اور مضبوط ہو گئے اور اللہ پر ان کے توکل اور بھروسے میں مزید قوت اور پختگی پیدا ہو گئی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اسی پختگی ایمان اور ان کے عزم و توکل کا ذکر فرمایا ہے۔ الناس میں دونوں جگہ الف لام عہد کے لئے ہے۔ پہلے الناس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں ابوسفیان نے بطور جاسوس مسلمانوں کے پاس بھیجا تھا اور دوسرے الناس سے ابوسفیان اور اس کے ساتھی مراد ہیں۔ (مدارک ج ۱ ص ۱۵۲، کبیر ج ۳ ص ۱۰۵) سید محمود آلوسی اور کئی دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ جنگ احد سے دوسرے دن جب ابوسفیان دوبارہ بغرض جنگ واپس مسلمانوں کی طرف جانے کا منصوبہ بنا رہا تھا اس وقت کسی نے اسے بتایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھاری جمعیت کے ساتھ تمہارے تعاقب میں نکل پڑے ہیں تو وہ مرعوب ہو گیا۔ ادھر قبیلہ عبدالقیس کے چند سوار جو مدینہ جا رہے تھے ابوسفیان کے پاس سے گذرے تو اس نے ان کے ہاتھ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام دے بھیجا کہ ہم نے دوبارہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے اور ہم ان کو بالکل مٹانے کا عزم کر چکے ہیں جس کے جواب میں مسلمانوں نے حسبنا اللہ و نعم الوکیل کا نعرہ بلند کیا۔ اس صورت میں الناس اول سے عبدالقیس کے وہ سوار مراد ہوں گے جو ابوسفیان کا پیغام مسلمانوں کے پاس لائے تھے ۲۶۶ فانقلبوا میں فاء عاطفہ ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے والمعنی خرجوا فانقلبوا (کبیر ج ۳ ص ۱۲۸) یعنی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان بدر صغریٰ کی طرف ابوسفیان کے وعدہ کے مطابق نکل پڑے اور خیریت و عافیت سے واپس آئے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی اور نہ کوئی نقصان اٹھانا پڑا۔ واتبعوا رضوان اللہ جب مسلمانوں کو لشکر کفار کی کثرت تعداد اور کثرت ساز و سامان کی خبر ملی تو انہوں نے کسی قسم کی کمزوری اور بزدلی کا اظہار نہ کیا بلکہ اللہ پر توکل اور بھروسہ کیا۔ اور اس کی رضا جوئی کو ہر چیز پر ترجیح دی اور جنگ کے لئے نکل کھڑے ہوئے لما بلغھم کثرۃ جموعھم لم یفتروا ولم یفشلوا وتوکلوا علی اللہ ورضوا بہ کافیا ومعینا فلھم اجر عظیم (کبیر) ۲۶۷ یہ جملہ مستأنفہ ہے اس میں شیطان کی شرارت و شیطنت کا ذکر فرمایا نیز ایمان والوں کو نصیحت فرمائی کہ جس طرح اس موقع پر وہ شیطان کے پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوئے اور نہ اس سے ڈرے ہیں اسی طرح آئندہ بھی وہ شیطان کے چیلوں سے مت خوف کھائیں اور صرف مجھ سے ڈریں۔ ذالکم میں خطاب مسلمانوں سے ہے اور اشارہ اس پروپیگنڈا کرنے والے کی طرف ہے جو مسلمانوں سے کفار کی جمعیت اور کثرت سامان کا ذکر کر کے ان کی ہمتیں پست کرنا چاہتا تھا۔ اور یخوف کا پہلا مفعول محذوف ہے اصل میں تھا یخوفکم اولیاءہ (روح ج ۴ ص ۱۲۹، کبیر ج ۳ ص ۱۳۰) اور اولیاءہ میں ضمیر الشیطٰن کی طرف راجع ہے اور اولیاء الشیطٰن سے یہاں ابوسفیان اور اس کے ساتھی مراد ہیں۔ اولیاءہ ھم الکفار ابوسفیان ومن معہ (بحر ج ۳ ص ۱۱۷) شیطان جب بھی بنی آدم کو غلط راستہ پر ڈالنا چاہتا ہے تو اپنے انسانی چیلوں کو سامنے کر دیتا ہے جو شیطان کی پوری پوری نمائندگی کرتے ہیں چنانچہ ابوسفیان کی طرف سے جن لوگوں (عبدالقیس کے سواروں یا نعیم بن مسعود ثقفی علی اختلاف القولین) نے مسلمانوں کو بد دل کرنے کی کوشش کی تھی وہ شیطان ہی کے ایجنٹ تھے اور اسی کے سکھے سکھائے تھے تو آیت کا مطلب یہ ہوا اے ایمان والو! یہ تمہیں بد دل کرنے والا اور تمہاری ہمت پست کرنے کی کوشش کرنے والا دراصل شیطان ہے جو اپنے دوستوں (ابوسفیان وغیرہ) سے تم کو خوفزدہ اور

وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧٥﴾ وَلَا يَحْزُنكَ

اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو ۲۶۶ اور غم میں نہ ڈالیں تجھ کو

الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ

وہ لوگ جو دوڑتے ہیں کفر کی طرف وہ نہ بگاڑیں گے اللہ

شَيْئًا ۗ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۖ

کا کچھ اللہ چاہتا ہے کہ ان کو فائدہ نہ دے آخرت میں

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ

اور ان کے لئے عذاب ہے بڑا ۲۶۸ جنہوں نے مول لیا کفر کو ایمان

بِالْإِيمَانِ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ

کے بدلے وہ نہ بگاڑیں گے اللہ کا کچھ اور ان کے لئے عذاب ہے

أَلِيمٌ ﴿١٧٧﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي

دردناک ۲۶۹ اور یہ نہ سمجھیں کافر کہ ہم جو مہلت دیتے ہیں ان کو کچھ

لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا

بھلا ہے ان کے حق میں ہم تو مہلت دیتے ہیں ان کو تاکہ ترقی کریں وہ گناہ میں

إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٧٨﴾ مَّا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ

اور ان کیلئے عذاب ہے خوار کرنے والا ۲۷۰ اللہ وہ نہیں کہ چھوڑ دے مسلمانوں

الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ

کو جس حالت پر تم ہو جب تک کہ جدا نہ کر دے ناپاک کو

مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ

پاک سے ۲۷۱ اور اللہ نہیں ہے کہ تم کو خبر کر دے غیب کی

وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ ۖ

لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے۔ اپنے رسولوں میں جس کو چاہے ۲۷۲ ف ۳

۲۶۶ تسلی برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

۲۶۸ تخویف اخروی برائے کفار ۱۲

۲۶۹ جواب سوال مقدر ۱۲

۲۷۰ دوسرے سوال مقدر کا جواب ۱۲

موضح قرآن ف ۱ یعنی وہ شخص جو خبر کہتا تھا۔ اس کو شیطان سکھاتا تھا۔ ف ۲ یعنی منافق لوگ کہ جہاں مسلمانوں کے بیچ آ بیٹھے اور کفر کی باتیں کرنے لگے ف ۳ یعنی حق تعالیٰ مومن اور منافق اسی طرح جدا کرتا ہے اور غیب سے خبر کسی کو نہیں پہنچاتا مگر رسولوں کو۔

فتح الرحمٰن ۔ ف ۱ یعنی ضعیف الاسلام ۱۲

مرعوب کرنا چاہتا ہے لیکن تم خدا پر بھروسہ رکھو اور جس طرح اس موقع پر تم نے استقامت اور جرأت دکھائی ہے اور شیطان کے دوستوں سے مرعوب نہیں ہوئے اسی طرح آئندہ بھی کبھی ان سے خوفزدہ مت ہونا اور ہمیشہ صرف مجھ سے ڈرنا اور میرے احکام کی تعمیل کرنا کیونکہ ایمان کا تقاضا یہی ہے لان الایمان یقتضی ان یؤثر العبد خوف اللّٰہ علی خوف غیرہ (مدارک ج ۱ ص۱۵۲) **۲۶۸** یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کافروں کے لئے تخویف اخروی ہے الذین یسارعون سے مراد وہ منافقین ہیں جنہوں نے جنگ احد کے موقع پر اپنے قول وعمل سے کھلم کھلا کفر کا اظہار کر دیا تھا۔ والمراد بالموصول المنافقون من المتخلفین (ابو السعود ج ۳ ص۱۴۵) ادھر مسلمانوں کو معمولی سی شکست ہوئی ادھر وہ علانیہ کفر میں جا پڑے اور اسے مسلمانوں کو بھی بہکانے لگے۔ یہاں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقین کے علانیہ کفر میں پڑنے پر غم کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن یہ مناسب نہیں کیونکہ کفر قبیح ہے اور اس پر حضور علیہ السلام کا غمگین ہونا آپ کی شان رحمت اور حرص علی الایمان کے عین مطابق تھا۔ بلکہ یہاں آپ کو اس خوف پر غم کرنے سے منع فرمایا کہ یہ منافقین جو اب علانیہ کفر کا اظہار کر رہے ہیں کہیں دوسرے کافروں سے مل کر مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش نہ کریں اور انہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ جیسا کہ انہم لن یضروا اللّٰہ شیئًا اس پر دال ہے والمعنی لا یحزنک خوف ان یضروک ویعینوا علیک ویدل علی ذالک ایلاء قولہ تعالیٰ انہم لن یضروا اللّٰہ شیئًا (روح ج ۴ ص۱۳۳) اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا یہاں لن یضروا کے بعد مضاف محذوف ہے ای لن یضروا بذالک اولیاء اللّٰہ البتۃ (ابو السعود ج ۳ ص۱۴۵) یعنی وہ اللہ کے دوستوں (حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہ مذکورہ نہی کی علت اور تسلیہ کی تکمیل ہے یرید اللّٰہ ان لا یجعل لہم حظا فی الاخرۃ یعنی ان کے کفر میں دوڑ دوڑ کر گرنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت مضمر ہے کہ دنیا میں وہ اپنے اعمالنامے خوب سیاہ کر لیں اور جو کچھ نیکی ان کے پلے میں ہے اس کا بدلہ ان کو دنیا ہی میں دے دیا جائے اور آخرت میں ان کے لئے صرف عذاب عظیم ہو اور اجر وثواب میں ان کا کوئی حصہ نہ ہو۔ اے **حکمتہ فیہم** انہ یرید بمشیتہ وقدرتہ ان لا یجعل لہم نصیبا فی الاخرۃ (ابن کثیر ج ۱ ص۴۳۲)

۲۶۹ یہ آیت عام ہے اور تمام کفار کو شامل ہے الأیۃ الاولی فیمن نافق من المتخلفین .... والثانیۃ فی جمیع الکفار او علی العکس (مدارک ج ۱ ص۱۵۲)

۲۷۰ انما نملی لہم میں ما مصدریہ ہے اور وہ اپنے مابعد کے ساتھ بتاویل مفرد مبتدا ہے اور خیر لانفسہم اس کی خبر ہے ما مع ما بعدھا فی تقدیر المصدر والتقدیر لا یحسبن الذین کفروا ان املائی لہم خیر (کبیر ج ۳ ص۱۵۱) اور یہ جملہ لا یحسبن کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے اور الذین کفروا اس کا فاعل ہے والفعل مسند الی الموصول وان بما فی حیزھا ساد مسد مفعولیہ (ابو السعود ج ۳ ص۱۵۱) یعنی دنیا میں ہم نے کافروں کو زندہ رہنے اور عیش وعشرت میں منہمک رہنے کی مہلت دے رکھی ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہماری طرف سے یہ مہلت ان کے حق میں اچھی اور عمدہ نتائج کی حامل ہے بلکہ انما نملی لہم لیزدادوا اثما ان کو ہمارا مہلت دینا ان کے لئے خیر اور بہتر نہیں ہے یہ مہلت ان کو صرف اس لئے دی جا رہی ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ گناہ کر کے آخرت میں اپنے کیفر کردار کو پہنچیں ولہم عذاب مہین اور وہ ذلت آمیز عذاب کے مستحق ہیں اور ان کفار کے لمبی عمر کے ساتھ گناہوں میں اضافہ ہونا اور ان کا ذلت آمیز عذاب کے مستحق ہونا یہ سب چیزیں ان کے کفر اختیاری کا نتیجہ ہیں۔ کیونکہ جب ایک شخص سمجھ بوجھ کر محض ضد وعناد کی وجہ سے حق کا انکار کرتا ہے تو اسے قبول حق کی توفیق سے محروم کر دیا جاتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قانون کے تحت ہوتا ہے **۲۷۱** حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ تھا کہ مومنوں پر اللہ کی آزمائشیں کیوں آتی ہیں تو جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ مومن اور منافق آپس میں ملے جلے رہیں اور ان میں کوئی امتیاز نہ ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو مختلف آزمائشوں میں مبتلا فرما دیتا ہے تاکہ منافق ظاہر ہو کر مخلص مومنوں سے جدا ہو جائیں ما انتم علیہ سے وہ حالت مراد ہے جس میں مخلص مومنین میں منافقین ملے ہوئے ہوں من اختلاط المومنین الخلص والمنافقین (مدارک ج ۱ ص۱۵۳) الخبیث سے منافق اور الطیب سے مخلص مومن مراد ہے۔ منافق کو اس کے کفر ونفاق کی باطنی نجاست وخباثت کی بنا پر الخبیث فرمایا اور مخلص مومن کا قلب اخلاص اور نور ایمان کی طہارت ونورانیت کی وجہ سے طیب وطاہر ہوتا ہے اور پھر باطنی طہارت کے ساتھ اسے عملی اور اخلاقی طہارت بھی حاصل ہوتی ہے اس لئے اسے الطیب سے تعبیر فرمایا **۲۷۲** یہ ماقبل پر معطوف ہے اور لیطلعکم میں خطاب مومنوں سے ہے بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ خطاب عام ہے مومنوں اور کافروں سب کو شامل ہے والاول اولیٰ یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے۔ مومنوں نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ انہیں کوئی علامت دی جائے جس سے وہ مومن اور منافق میں پہچان کر سکیں۔ ان المومنین سألوا ان یعطوا علامۃ یفرقون بہا بین المومن والمنافق فنزلت (روح ج ۴ ص۱۳۸) حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نہ تو ایسا کرے گا کہ مومنوں اور کافروں کو باہم ملا جلا رہنے دے اور ان میں حد امتیاز قائم نہ کرے بلکہ وہ ضرور منافقین کو مومنین سے جدا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرے گا کہ تم کو غیب کا علم دے دے اور تم دل کی پوشیدہ باتوں پر مطلع ہو جاؤ اور اس طرح مومن اور منافق کو پہچان لیا کرو بلکہ تمہارے لئے ایک ہی صورت ہے کہ امتحان وابتلاء اور تکلیف ومحنت کے ذریعے بطور استدلال تم مومن اور منافق میں امتیاز کرو جیسا کہ احد میں واقع ہوا یا معشر المومنین ای ما کان اللّٰہ لیعین لکم المنافقین حتی تعرفوھم ولکن یظھر ذالک لکم بالتکلیف والمحنۃ وقد ظھر ذالک فی یوم احد فان المنافقین تخلفوا واظھروا الشماتۃ (قرطبی ج ۴ ص۲۸۹) باقی رہا اطلاع علی الغیب کے ذریعے مومن ومنافق میں امتیاز کرنا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے بعض رسولوں کو منتخب کرتا ہے اور بذریعہ وحی ان کو اطلاع دیتا ہے۔

تحقیق مزید جہاں تک آیت کے نفس مفہوم کا تعلق تھا وہ تو اوپر بیان ہو چکا ہے اب یہاں اہل بدعت کے ایک مغالطہ کا رد مقصود ہے مبتدعین اس آیت سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے لئے کلی علم غیب ثابت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہاں الغیب میں الف لام استغراق کیلئے ہے اس آیت میں غیر انبیاء سے الغیب یعنی کلی غیب کی نفی کی گئی ہے اور پھر لکن سے برگزیدہ رسولوں کے لئے الغیب یعنی کلی غیب کو ثابت کیا گیا ہے لیکن یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔ اولاً اس لئے کہ الف لام بلاشبہ استغراق کے لئے بھی آتا ہے لیکن یہ اس کا حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی ہے اور الف لام عہد خارجی میں اصل اور حقیقت ہے چنانچہ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں التعریف لا یلزم ان یکون للاستغراق بل العہد ھو الاصل (تلویح ص۱۶۰) یعنی لام تعریف کے لئے ضروری نہیں کہ وہ استغراق کے لئے ہو بلکہ اصل تو عہد خارجی ہے اور مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی فرماتے ہیں۔ انما الفرق بان الجنس لا یحتاج الی مؤنۃ المقام الخطابی بخلاف الاستغراق (حاشیہ عبد الغفور ص۳) یعنی جنس اور استغراق میں فرق یا یں طور ہے کہ جنس کے لئے مقام خطابی کے قرینہ کی ضرورت نہیں لیکن استغراق قرینہ کا محتاج ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ استغراق میں الف لام کا استعمال مجازی ہے۔ کیونکہ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ قرینہ کے محتاج ہمیشہ مجازی معنی ہوتے ہیں۔ اور حقیقی معنی محتاج قرینہ نہیں ہوتے۔ اور فاضل محقق مولانا نور محمد لکھتے ہیں قال العلامۃ التفتازانی فی بعض تصانیفہ انہم اختلفوا فی اللام المزید بعد وقع الاسم بالابتداء کما فی سلام علیک فذھب بعضہم الی انہا تعریف الجنس او العہد ھھنا ولا ثالث لمعنی اللام باتفاق ائمۃ اللغۃ اس کے بعد صاحب لباب الاعراب سے نقل کیا ہے۔ اللام لا یفید الا التعریف والاسم لا یدل الا علی الجنس فاذن لا یکون ثمہ الاستغراق نعم یصار الیہ بقرینۃ المقام لان یکون مدلول اللام (حاشیہ عبد الغفور ص۳) دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ الف لام باتفاق ائمہ لغت عہد خارجی اور جنس میں اصل اور حقیقت ہے اور استغراق میں اس کا استعمال مجازی اور محتاج قرینہ ہے، بکذا فی المتن المتین وغیرہ۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ استغراق الف لام کا مجازی استعمال ہے تو بلا قرینہ صارفہ حقیقت یعنی عہد خارجی کو

چھوڑ کر استغراق مراد لینا ہرگز جائز نہیں لان المجاز خلف الحقیقۃ اور مجازی معنی صرف اسی وقت مراد لئے جاتے ہیں جب حقیقت متعذر ہو۔ فمتی تعذر الحقیقۃ اریدالمجاز لیکن یہاں تو حقیقی معنی متعذر نہیں ہیں بلکہ ممکن اور عین مراد ہیں کما سیاتی ثانیاً اس آیت میں الف لام کو استغراق پر محمول کرنا ویسے بھی مقام کے مناسب نہیں کیونکہ مقام نوع عہد خارجی کا مقتضی ہے اسلئے کہ سوال تو غیب کے ایک خاص معاملہ کے بارے میں تھا یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں صاف صاف بتا دے کہ فلاں فلاں شخص منافق ہے یعنی ان کے دلوں میں نفاق ہے اس لئے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس غیب کی بات پر مطلع فرما دے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسول کو اس غیب کی اطلاع دیدے۔ اس لئے الغیب میں الف لام عہد خارجی کے لئے ہے اور اس سے وہ مخصوص غیب مراد ہے یعنی منافقوں کی نشاندہی بذریعہ وحی الٰہی ثالثاً تمام مفسرین حضرات نے یہاں الغیب سے بعض علم غیب مراد لیا ہے ما کان و مایکون اور جمیع مغیبات کا کلی اور تفصیلی علم کسی نے بھی مراد نہیں لیا۔ تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ الف لام استغراق کے لئے نہیں۔ چنانچہ علامہ قاضی بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فیوحی الیہ ویخبرہ ببعض المغیبات (بیضاوی ج ۱ ص۵۶) لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے تو اس کی طرف وحی کرتا ہے اور اسے بعض مغیبات کی خبر دیتا ہے۔ امام بغوی فرماتے ہیں ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی بعض علم الغیب (معالم ج ۱ ص۳۸۲) لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب فرما لیتا ہے تو اسے بعض علم غیب پر مطلع فرما دیتا ہے علامہ خازن لکھتے ہیں یعنی ولکن اللہ یصطفی ویختار من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی ما یشاء من غیبہ (خازن ج ۱ ص۳۸۳) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے اور اپنے جس بعض غیب کی چاہتا ہے اسکو اطلاع دے دیتا ہے اور علامہ ابن صفی لکھتے ہیں ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فیخبرہ ببعض المغیبات (جامع البیان ص۶۶) اور مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں۔ فیطلعہ علی البعض من علوم الغیب احیاناً (تفسیر مظہری ۲ ص۱۸۵) یعنی اللہ تعالیٰ جس کو رسول منتخب کرتا ہے اسے بعض غیوب کی اطلاع دیتا ہے اور وہ بھی احیاناً یعنی کبھی کبھی۔ رابعاً اگر یہاں تمام قواعد عربیت اور اصول تفسیر کے خلاف الف لام استغراق کے لئے مان لیا جائے اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و مایکون کا کلی اور تفصیلی علم غیب تھا تو اس سے مذکورہ بالا خرابیوں کے علاوہ قرآن مجید کی ان بہت سی آیتوں کی تکذیب لازم آئے گی جن میں نہایت صراحت سے حضور علیہ السلام کی ذات گرامی سے کلی علم غیب کی نفی کی گئی ہے مثلاً وممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم اور کچھ تمہارے گردوپیش والوں میں اور کچھ مدینہ والوں میں ایسے منافق ہیں جو نفاق کی حد کمال کو پہنچے ہوئے ہیں آپ بھی ان کو نہیں جانتے (کہ یہ منافق ہیں بس) ہم ان کو جانتے ہیں۔ اس آیت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحۃً مدینہ کے ان منافقین کی پہچان کی نفی کی گئی ہے جو اپنا نفاق چھپانے میں انتہائی حزم و احتیاط سے کام لیتے تھے یہ آیت سورۂ توبہ کی ہے جو سورہ آل عمران کے بعد نازل ہوئی تھی تو اگر آل عمران کی آیت سے حضور علیہ السلام کے لئے کلی علم غیب ثابت کیا جائے تو سورۂ توبہ کی جو بعد میں نازل ہونے والی آیت اس کی نفی کرتی ہے اور یہ کھلا ہوا تضاد ہے جس کا خدا کے کلام میں پایا جانا محال ہے۔ لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ زیر تفسیر آیت میں نہ الف لام استغراق کیلئے ہے اور نہ ہی اس سے حضور علیہ السلام کے لئے ما کان و مایکون کا کلی علم غیب ثابت ہے۔

۲۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ (توبہ ع ۷) اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف (تو) کر دیا (لیکن آپ نے انکو (ایسی جلدی) اجازت کیوں دے دی جب تک آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور آپ جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو جنگ میں شریک نہ ہونے کی اجازت دے دی آپ نے ان کی چکنی چپڑی باتوں سے واقعی ان کو معذور سمجھ لیا حالانکہ وہ جھوٹے اور مکار تھے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ نازل فرمائی کہ آپ نے تمام عذر کرنے والوں کو کیوں اجازت دے دی یہاں تک کہ آپ کو عذر میں سچے اور جھوٹے کا علم ہو جاتا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو عذر میں سچے اور جھوٹے کی پہچان نہ تھی۔ یہ آیت بھی سورہ توبہ کی ہے۔

۳۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (تحریم ع ۱) اے نبی کیوں حرام کرتا ہے تو اس چیز کو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے (اور وہ بھی) اپنی بیویوں کی رضا جوئی کے لئے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بعض ازواج مطہرات کی خاطر شہد نہ کھانے کی قسم کھالی تھی جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ کو قسم سے دستبردار ہونے کا حکم دیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس وقت تک آپکو ما کان و مایکون کا کلی غیب حاصل نہیں تھا۔ اگر آپ کو کلی غیب ہوتا تو آپ ایک ایسی چیز کو اپنے اوپر حرام نہ فرماتے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تنبیہ ہوتی یہ سورت بھی آل عمران کے بعد نازل ہوئی تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں الغیب میں استغراق ہرگز مراد نہیں۔

۴۔ سورۂ منافقون جو آل عمران کے بعد نازل ہوئی ہے اس میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس واقعہ کی تفصیل کتب حدیث میں موجود ہے چنانچہ صحیح بخاری ج ۲ ص۷۲۷ پر ہے حضرت زید بن ارقم کہتے ہیں کہ ایک غزوہ میں میں نے عبداللہ بن ابی منافق کو کہتے سنا کہ پیغمبر کے ساتھیوں کی مالی امداد مت کرو تاکہ وہ بھوک کے مرتے اس کا ساتھ چھوڑ دیں اور اب جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو العیاذ باللہ ان کمینوں کو شہر سے نکال باہر کریں گے۔ میں نے یہ باتیں حضور علیہ السلام تک پہنچائیں تو آپ نے اس منافق کو بلا کر اس سے پوچھا تو وہ صاف مکر گیا۔ اور اس نے قسمیں کھا کھا کر اپنی سچائی کا انکو یقین دلا دیا چنانچہ آپ نے میری تکذیب اور اس کی تصدیق فرما دی جس سے مجھے بہت صدمہ ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ منافقون کی ابتدائی آیتیں نازل فرما کر اصل حقیقت واضح فرمائی کہ ان منافقوں نے یہ باتیں کہی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے لفظ بلفظ ان باتوں کی تصدیق فرمائی جو میں نے بیان کی تھیں اور حضور علیہ السلام نے مجھے بلا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری باتوں کی تصدیق فرما دی ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو اس واقعہ تک بھی کلی غیب حاصل نہیں تھا۔ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے جو ۹ھ میں پیش آیا۔ تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آل عمران کی آیت میں استغراق مراد نہیں اور نہ ہی اس آیت میں آپ کے کلی علم غیب کا کوئی ثبوت ہے۔

۵۔ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا (توبہ ع ۱۳) اور جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ (اسلام کو) ضرر پہنچائیں اور اس میں بیٹھ کر کفر کی باتیں کریں۔ اور ایمان والوں میں تفریق ڈالیں اور ان لوگوں کو گھات کی جگہ مہیا کریں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں اور وہ قسمیں کھا جائیں گے کہ بجز بھلائی کے ہماری اور کوئی نیت نہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ آپ اس میں کبھی (نماز کے لئے) کھڑے نہ ہوں۔ ابو عامر ایک نہایت ہی خبیث اور مکار پادری تھا۔ جو خود تو قیصر روم کے پاس پہنچا تاکہ اسے مسلمانوں کے خلاف آمادہ جنگ کر سکے ادھر مدینہ کے منافقین کو لکھا کہ وہ مسجد کے نام پر ایک عمارت بنائیں اور نماز کے بہانے اس میں جمع ہو کر اسلام کے خلاف سازشیں کیا کریں اور اس کے خفیہ خطوط بھی انکو اسی جگہ ملا کریں گے۔ نیز اگر کبھی وہ مدینہ

آیا تو اس کا قیام بھی یہیں ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اس مقصد کے لئے ایک مسجد نما عمارت بنالی اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر گئے قسمیں کھاتے کہ حضرت ہمارا ارادہ نیک ہے ہم صرف یہ چاہتے تھے کہ مسجد قبا ہم سے دور ہے اور بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کا وہاں تک پہنچنا دشوار ہے اس لئے ہم نے یہ مسجد بنائی ہے تاکہ یہ لوگ اس میں آسانی سے نمازیں ادا کرسکیں۔ اور ہماری دلی خواہش ہے کہ اس مسجد کا افتتاح آپ کی نماز سے ہو اس لئے آپ اس میں نماز پڑھنے کے لئے تشریف لے چلیں۔ اس وقت حضور علیہ السلام غزوہ تبوک کی مہم پر جارہے تھے اس لئے آپ نے ان سے وعدہ فرمالیا کہ تبوک سے واپسی پر میں تمہاری نئی مسجد میں آؤں گا۔ اور اس میں نماز بھی پڑھوں گا۔ چنانچہ مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں ولو قفلنا ان شاء الله تعالٰی اتینا کم فصلینا لکم فیہ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۳۸۸) یعنی اگر انشاء اللہ اس مہم سے بخیریت واپس آگئے تو تمہاری مسجد میں جاکر نماز پڑھیں گے۔ جب آپ غزوہ تبوک سے بخیریت واپس تشریف لے آئے تو دل میں ایفائے عہد کا خیال آگیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو اصل حقیقت حال سے آگاہ فرمادیا تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع مغیبات کا علم نہیں تھا۔ اگر آپ کو کلی غیب ہوتا تو ان منافقین کی مکاری اور عیاری کا بھی آپ کو علم ہوتا اور آپ مسجد ضرار میں تشریف لے جاکر نماز پڑھنے کا وعدہ نہ فرماتے۔ مندرجہ بالا پانچ آیتیں سورۂ آل عمران کے بعد نازل شدہ سورتوں کی ہیں اور ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کلی علم غیب کی صاف صاف نفی ہوتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ آل عمران کی اس آیت میں الغیب کا الف لام استغراق کے لئے نہیں ہے اور نہ ہی یہاں الغیب سے ما کان و ما یکون کا کلی علم غیب مراد ہے بلکہ الف لام یہاں عہد کے لئے ہے اور الغیب سے احد میں بیوفائی کرنے والے منافقین کی پہچان مراد ہے حاصل یہ کہ اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی پر استدلال کرنا سراسر غلط اور باطل ہے ۲۷۳؎ جب یہ بات واضح ہوگئی کہ تم کو اللہ تعالیٰ غیب پر مطلع نہیں کرنے کا تو اب تمہارے لئے صرف یہی چیز باقی رہ جاتی ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ اور اس پر قائم رہو تمہارا کام ایمان و تصدیق ہے نہ کہ علم غیب حاصل کرنے کی تگ و دو کرنا۔ ای علیکم التصدیق لا التشوف الی اطلاع الغیب (قرطبی ج ۴ صفحہ ۲۹)

یہاں اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ ہی کو قادر مطلق مانو اور صرف اسے ہی عالم الغیب اور پوشیدہ باتیں جاننے والا سمجھو اور رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں اللہ نے ان کو اپنی رسالت کے لئے چنا ہے اور وہ عالم الغیب نہیں ہیں ان کو صرف اتنا ہی غیب معلوم ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے ان کو بتادیا اور وہ اللہ کی طرف سے وحی کے بغیر دین میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ فامنوا بالله ورسله بان تعتقدوه حق قدره وتعلموه وحده مطلعا على الغيوب وان تنزلوهم منازلهم بان تعلموهم عبادا مجتبين لايعلمون الا ما علمهم الله ولا يخبرون الا بما اخبرالله به من الغيوب وليسوا من علم الغيب فی شیء (بحر ج ۳ صفحہ ۱۲۷) المراد من الایمان بالله تعالٰی ان یعلموه وحده مطلعا علی الغیب ومن الایمان برسله ان یعلموهم عبادا مجتبین لایعلمون الا ما علمهم الله تعالٰی ولا یقولون الا ما یوحی الیهم فی امر الشرائع (روح ج ۴ صفحہ ۱۳۱) وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا الخ اور اگر تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر کما حقہ ایمان لے آؤ گے اور پھر اللہ کے اوامر و نواہی میں اس کی مخالفت سے بچو گے تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و احسان سے تم کو اتنا بڑا اجر اور ثواب عطا کرے گا۔ جو اندازے اور حساب سے باہر

فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ

سو تم یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تم کو

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ

بڑا ثواب ہے ۲۷۴؎ اور نہ خیال کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس

اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ

چیز پر جو اللہ نے ان کو دی ہے اپنے فضل سے کہ یہ بخل بہتر ہے ان کے حق میں بلکہ یہ بہت بُرا ہے

شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

ان کے حق میں ۲۷۵؎ طوق بنا کر ڈالا جائیگا ان کے گلوں میں وہ مال جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ۲۷۶؎ ف

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا

اور اللہ وارث ہے آسمان اور زمین کا۔ اور اللہ جو کرتے ہو سو

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ

جانتا ہے ۲۷۷؎ ف بیشک اللہ نے سنی ان کی بات جنہوں نے

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا

کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ف۲ ۲۷۸؎ اب لکھ رکھیں گے

قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ

ہم ان کی بات اور جو خون کئے ہیں انہوں نے انبیاء کے ناحق اور کہیں گے

ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

چکھو عذاب جلتی آگ کا ف۳ یہ بدلہ اس کا ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے

اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ ۚ

بھیجا اور اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو کہہ رکھا ہے کہ یقین نہ کریں

ع ۹ وقف لازم

۱۸۱ جہاد کے بعد ترغیب الی الانفاق ۱۲

موضح قرآن ف۱ جو کوئی زکوٰۃ نہ دے گا۔ اس کا مال اژدہا بن کر گلے میں پڑے گا۔ اور اسکے کلے چیرے گا اور اللہ وارث ہے یعنی آخر تم مر جاؤ گے اور مال اسی کا ہو رہے گا تم اپنے ہاتھ سے دو تو ثواب پاؤ ف۲ یہود نے جو یہ آیت سنی کہ اقرضوا اللہ کہنے لگے کہ اللہ ہم سے قرض مانگتا ہے تو اللہ محتاج ہے اور ہم دولتمند ہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی آں مال را بصورت مار در گردن ایشاں اندازند ۱۲ ف۲ یعنی چوں یہود شنیدند اقرضوا اللہ گفتند ما غنی ایم و خدا فقیر است ۱۲

ہوگا۔ ولا یکتبہ ولا یجعل فی الدنیا والاٰخرۃ (روح ج ۴ ص۱۳۱) خلاصہ ماقبل۔ شبہ متعلقہ جہاد کا بالتدریج جواب ارشاد فرمایا۔ پہلے اذ ھمت طائفتٰن سے لعلکم تشکرون (ع ۱۳) تک فرمایا کہ تم کوکب بے یارومددگار چھوڑا ہے۔ میدان احد میں بھی تمہاری مدد کی تم میں سے دو قبیلوں نے بزدلی دکھانے اور جنگ میں شریک ہونے کا ارادہ کر لیا تو اللہ نے ان کو تھام لیا اور ان کی ہمتیں مضبوط کر دیں اور اس سے پہلے جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تم تعداد میں کم اور بے سروسامان تھے۔ لیکن پھر بھی اللہ نے تم کو فتحیاب فرمایا۔ اس کے بعد ع ۱۴ میں علی سبیل الترقی فرمایا وتلک الایام نداولھا بین الناس ولیعلم اللہ الذین اٰمنوا الخ یہ شکست اللہ کی حکمت بالغہ کا عین مقتضا تھی اللہ تعالیٰ مخلص مومنوں اور منافقوں کے درمیان امتیاز کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اگر احد میں تمہیں مالی اور جانی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ تو ہوا کیا تمہارے دشمن بھی تو تمہارے ہاتھوں اس قدر نقصان اٹھا چکے ہیں۔ آخر میں اس سے ترقی کر کے فرمایا ولقد صدقکم اللہ وعدہٗ الخ (ع ۱۶) یہ شبہ کا اصل جواب ہے یعنی اللہ نے تو اپنا وعدہ پورا فرما دیا اور وعدہ کے مطابق تمہاری امداد فرمائی اور تم کو فتح بھی دے دی۔ لیکن تمہاری کوتاہی اور امر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے تمہاری فتح شکست میں بدل گئی۔

اب تک چار فریقوں کا ذکر آچکا ہے (۱) مومنین مخلصین (۲) منافقین طاعنین (۳) شہداء اور (۴) حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ولا تھنوا ولا تحزنوا الخ (ع ۱۴) سے یغشیٰ طائفۃ منکم (ع ۱۶) تک مخلصین کا ذکر ہے جس میں ان کو زجریں بھی ہیں اور قتال وانفاق کی ترغیبیں بھی ان کی کوتاہیوں پر عفو و درگذر کا اعلان بھی تاکہ ان کی ان فروگذاشتوں کی بنا پر کوئی ان کے خلاف زبان طعن نہ کھولے اس لئے ایک ہی رکوع میں دو دفعہ اعلان فرمایا ولقد عفا عنکم اور ولقد عفا اللہ عنھم (ع ۱۶) پھر فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم الخ (ع ۱۷) سے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مشفقانہ برتاؤ کی تعریف وتحسین فرمائی کہ جن کی غلطی شکست کا سبب بنی اور اسی طرح جو مسلمان شکست خوردہ ہو کر بھاگے ان پر سختی نہیں فرمائی۔ بلکہ پیار و محبت سے ان کی دلجوئی کی نہ دل میں ان کے بارے میں کدورت باقی رکھی اور نہ زبان سے سختی کی۔ فرمایا آپ کی نرم خوئی اور مشفقانہ برتاؤ یہ سب آپ پر اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے آپ کو ایسے کریمانہ اخلاق کی دولت عطا فرمائی ہے اگر آپ ان سے سختی کا برتاؤ کرتے تو وہ سب بددل ہو کر آپ سے برگشتہ ہو جاتے آخر میں ارشاد ہوا کہ آپ ان سے درگذر فرمائیں اور آئندہ کے لئے امور مہمہ میں ان سے مشورہ کریں تاکہ مزید ان کی دلجوئی ہو جائے اس سے یہ مسئلہ معلوم ہو گیا کہ اگر ماتحتوں سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو ان سے سختی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ ان سے نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ اور طائفۃ قد اھمتھم انفسھم (ع ۱۶) سے ان کنتم صدقین تک منافقین کے مختلف حالات بیان کئے ہیں اور درمیان میں ان کو زجر فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مشفق و مہربان ہستی جو نہ دل میں کسی کے خلاف کینہ رکھے اور نہ زبان سے سختی کرے۔ کیا اس پر خیانت کا طعن کرتے ہو لقد من اللہ علی المؤمنین الخ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے اس پر طعن کرنے کی بجائے تمہیں تو اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ ولا تحسبن الذین قتلوا سے لا یضیع اجر المؤمنین تک اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کی فضیلت اور ان کے ثواب کا ذکر ہے پھر الذین استجابوا سے فلکم اجر عظیم (ع ۱۸) تک تین چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلے تمام مومنین مخلصین کی شان اور ان کی تعریف فرمائی جو اللہ کی راہ میں لڑے زخموں پر زخم کھائے اور عزیزوں کی شہادت کے صدمات برداشت کئے۔ پہلے ان کو زجریں کی تھیں یہاں ان کی دلجوئی فرمائی تاکہ ان کے زخمی دلوں کی مرہم پٹی ہو جائے پھر ولا یحزنک سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ آپ ان شریر منافقوں کا غم نہ کریں یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اس کے بعد منافقین اور مشرکین کو زجر فرمایا اور ان کو عذاب اخروی سے تخویف فرمائی ۲۷۴ ولا یحسبن سے واللہ بما تعملون خبیر تک مضمون انفاق کا پہلی بار اعادہ ہے۔ یہاں جہاد میں خرچ کرنے کی ترغیب فرمائی ہے یعنی تم اللہ کی راہ میں خرچ کیوں نہیں کرتے ہو۔ یہ سب کچھ دیا ہوا تو اللہ ہی کا ہے پھر اس کا دیا ہوا مال اسی کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کرنا بہت بری بات ہے۔ آخر تم مرو گے اور سب کچھ دنیا میں چھوڑ جاؤ گے۔ باقی تو صرف اللہ ہی رہے گا۔ سورۂ آل عمران اور سورہ بقرہ میں مضمون انفاق کی آیتوں سے اس آیت کا ربط اس طرح ہے۔ سورہ بقرہ میں ایک جگہ فرمایا وانفقوا فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرو پھر فرمایا من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا۔ آل عمران میں علی سبیل الترقی فرمایا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا تو درکنار تم تو قرضہ بھی سود کے بغیر نہیں دیتے ہو۔ حالانکہ چاہیئے تو یہ تھا کہ تم ہر حال میں فی السراء والضراء اللہ کی توحید اور اس کے دین کی خاطر مال خرچ کرتے اور توحید کو ماننے والوں کی غلطیوں پر غصہ پی جاتے اور ان سے درگذر کرتے۔ اب یہاں فرمایا یاد رکھو اگر اللہ کی راہ میں مال خرچ نہ کیا۔ اور اگر بخل ہی کرتے رہو گے تو آخرت میں اس کی سزا پاؤ گے اور اس کا برا نتیجہ بھگتو گے وجہ الارتباط انہ تعالیٰ لما بالغ فی التحریض علی بذل الارواح فی الجہاد وغیرہ شرع ھھنا فی التحریض علی بذل المال وبین الوعید الشدید لمن یبخل الخ (روح ج ۴ ص۱۳۹) یہاں لا یحسبن کا پہلا مفعول محذوف ہے یعنی البخل اور خیرا لھم اس کا دوسرا مفعول ہے اور ھو ضمیر فصل ہے قال الخلیل وسیبویہ والفراء المعنی البخل خیرا لھم ای لا یحسبن الباخلون البخل خیرا لھم (قرطبی ج ۴ ص۲۹۰) بخیل اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے اپنے فعل بخل کو اپنے حق میں مفید سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ نادان خیال کرتے ہیں کہ خرچ کرنے سے مال کم ہو جائے گا۔ لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے۔ بخل ان کے لئے مفید نہیں بلکہ سخت مضر اور بری چیز ہے جیسا کہ آیت کے اگلے حصہ میں بیان فرمایا ۲۷۵ یہ بخل کے مضر اور شر ہونے کا بیان ہے اور بخل کرنے والوں یعنی مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں اور جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ نہ کرنیوالوں کے لئے تخویف اخروی ہے یہ آیت اپنے ظاہر پر محمول ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اٰتاہ اللہ مالا فلم یؤد زکوٰتہ مثل لہ مالہ شجاعا اقرع لہ زبیبتان یطوقہ یوم القیمۃ یاخذ بلھزمتیہ یعنی شدقیہ یقول انا مالک انا کنزک ثم تلا ھذہ الاٰیۃ (بخاری ج ۲ ص۶۵۵) جس کو اللہ نے مال دیا لیکن اس نے اس کا حق ادا نہ کیا تو قیامت کے دن اس کا مال گنجے اژدہا کی صورت میں متمثل کیا جائے گا جس کی آنکھوں پر سیاہ نقطے ہوں گے اور وہ اس کے گلے کا طوق بن جائے گا اور اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر اس سے کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ۲۷۶ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے ہر چیز کا مالک اللہ ہے۔ یہ تمام اموال و املاک جو ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتے چلے آرہے ہیں یہ سب اللہ ہی کی عطا کردہ ہیں اور آخر کار یہ تمام مدعی مرکھپ جائیں گے اور صرف اللہ ہی باقی رہے گا۔ جب یہ تمام اموال و املاک اللہ کی ہیں۔ اسی کے عطا کردہ ہیں اور انجام کار بھی اسی کی رہیں گی تو پھر ان چیزوں کے خرچ کرنے میں بخل کرنا اور وہ بھی اللہ کی راہ میں اور بھی مذموم اور بری بات ہے۔ ۲۷۷ یہ ترغیب علی الانفاق اور تخویف اخروی کے بعد منافقین یہود کا شکوی ہے جب اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے کی اقرضوا اللہ قرضا حسنا سے ترغیب دی تو وہ ازراہ استہزاء و تمسخر کہنے لگے کہ اللہ محتاج ہے اور ہم دولت مند ہیں کیونکہ وہ ہم سے قرض مانگ رہا ہے سنکتب ماقالوا یہ تخویف اخروی ہے اور یہاں سین تاکید کے لئے ہے اور لکھنے کی نسبت اللہ کی طرف مجازی ہے یعنی جو کچھ انہوں نے کہا ہے ہم ضرور کراما کاتبین کو اسے لکھنے کا حکم دیں گے اور اسے ضرور قلمبند کر لیا جائے گا۔ ای نامر الحفظۃ باثبات قولھم الخ (قرطبی ج ۴ ص۲۹۵) والسین للتاکید ای لن یفوتنا ابدا تدوینہ واثباتہ الخ (روح ج ۴ ص۱۴۱) وقتلھم الانبیاء بغیر حق یہ ماقالوا پر معطوف ہے یعنی ہم نے

ان کا مذکورہ بالا قول اور قتل انبیاء علیہم السلام اور ان کے قتل پر رضا مندی کا جرم بھی ان کے اعمال ناموں میں ثبت کر لیا ہے قیامت کے دن وہ خود ہی اپنے اعمالنامے پڑھ لیں گے اس وقت ان کے عذاب میں اضافہ کرنے اور ان کی حسرت و یاس بڑھانے کے لئے ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنے ان سابقہ گناہوں کی پاداش میں جہنم کا عذاب چکھو۔ یہاں تک یہود کے لئے وعید اور تخویف اخروی ہے ذالک بما قدمت ایدیکم وان اللہ لیس بظلام للعبید یہ ماقبل ہی کا تتمہ ہے اس میں بیان فرمایا کہ سزا ان کے خود کردہ گناہوں کی ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں نہ بندوں کو ناحق سزا دے۔ ۲۷۸ یہ پہلے الذین قالوا سے بدل ہے اور اس میں یہود کے ایک قول باطل اور ان کے ایک صریح بہتان کا شکوی ہے جہاں انہوں نے از راہ تمسخر یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے جو بندوں سے خیرات مانگتا ہے وہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ پر یہ صریح بہتان بھی باندھا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ جب تک کوئی پیغمبر ہمیں یہ معجزہ نہ دکھائے کہ آسمان

لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ

کسی رسول کا جب تک نہ لاوے ہمارے پاس قربانی کہ کھا جائے اس کو آگ ف ۲۷۹ تو کہہ

جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ

تم میں آچکے کتنے رسول مجھ سے پہلے نشانیاں لے کر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر ان کو کیوں

فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ

قتل کیا تم نے اگر تم سچے ہو ف ۲۷۹ پھر اگر یہ تجھ کو جھٹلا دیں

فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ

تو پہلے تجھ سے جھٹلائے گئے بہت رسول جو لائے نشانیاں اور

الزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ

صحیفے اور کتاب روشن ف ۲۸۰ ہر جی کو چکھنی ہے موت

وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ

اور تم کو پورے بدلے ملیں گے قیامت کے دن ف ۲۸۱ پھر جو کوئی دور

عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ

کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اس کا کام تو بن گیا اور نہیں زندگانی

الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ

دنیا کی مگر پونجی دھوکے کی ف ۲۸۲ البتہ تمہاری آزمائش ہوگی مالوں میں

وَاَنْفُسِكُمْ ۫ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اور جانوں میں ف ۲۸۳ اور البتہ سنو گے تم اگلی کتاب والوں

مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ

سے اور مشرکوں سے بدگوئی بہت اور اگر

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں ف ۲۸۴

سے آگ آئے اور اس کی قربانی کو کھا جائے اس وقت تک ہم اس پر ایمان نہ لائیں اس سے ان کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر طعن کرنا تھا کہ چونکہ آپ نے ایسا کوئی معجزہ نہیں دکھایا اس لئے آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں (معاذ اللہ) نیز وہ کہتے کہ پہلے پیغمبر تو قربانی کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ لیکن یہ قربانی کا گوشت کھاتا ہے اور پہلے رسولوں کی مخالفت کرتا ہے اس لئے یہ کس طرح رسول ہو سکتا ہے۔ اسی لئے ہم اس کے پیش کردہ مسئلہ توحید کو بھی نہیں مانتے ات دعوی اولئک الیہود ھذا العھد من مفتریاتھم (روح ج ۴ ص ۱۴۴) ۲۷۹ یہ یہود کے کذب وافتراء شکوی اور ان کے مطالبہ کا جواب ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ ان کو یہ جواب دیں کہ مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ کے کئی رسول تمہارے پاس آئے اور انہوں نے تمہیں کئی معجزے بھی دکھائے اور خاص طور پر جس معجزے کا تم اب مطالبہ کر رہے ہو یعنی آسمانوں سے آگ اترے اور قربانی کی چیز کھا جائے، وہ بھی تمہیں دکھایا گیا۔ لیکن اس کے باوجود تم نے ان رسولوں کو نہ مانا بلکہ ان میں سے کسی ایک کو تمہارے باپ دادا نے قتل بھی کر دیا اس لئے تمہارا مخصوص معجزے کا مطالبہ تلاش حق اور طلب ہدایت پر مبنی نہیں بلکہ محض تعنت اور ضد کی وجہ سے تم یہ مطالبہ کر رہے ہو اگر تم اپنے مطالبہ میں صادق ہوتے اور تم سچائی اور ہدایت کے طالب ہوتے تو ان رسولوں کو مان لیتے اور ان پر ایمان لے آتے، ان کی تکذیب نہ کرتے اور نہ ان کو قتل کرتے فالمعنی ان ھذا منکم معشر الیھود تعلل وتعنت ولو جاء بالقربات تتعللوا بغیر ذالک مما تقترحون (بحر ج ۳ ص ۱۳۲) اعلم ان تعالیٰ بین بھذہ الدلائل انھم یطلبون ھذہ المعجزۃ لا علی سبیل الاسترشاد بل علی سبیل التعنت الخ (کبیر ج ۳ ص ۱۴۳) ۲۸۰ یہ ایک طرف حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیہ ہے اور دوسری طرف جھٹلانے والوں کے لئے زجر و توبیخ ہے۔ فرمایا اگر یہ اہل کتاب آپ پر ایمان نہیں لاتے اور آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ اس سے غمگین اور رنجیدہ نہ ہوں اس قسم کے ضدی اور متعنت لوگ پہلے رسولوں کے وقت بھی موجود تھے اور انہوں نے بھی ان کی تکذیب کی حالانکہ وہ تمام پیغمبر دلائل و معجزات اور اللہ کی طرف سے نور ہدایت پھیلانے والی کتابیں لے کر آئے تھے اس لئے یہ معاملہ تو پہلے انبیاء علیہم السلام کو بھی پیش آ

ف ۱ جواب شکوی ۴

ف ۲ تسلی برائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

ف ۳ اعادہ مضمون جہاد دوسری بار ۱۲

ف ۴ اعادہ مضمون انفاق دوسری بار ۱۲

ف ۵ اعادہ ہر دو مضمون جہاد و انفاق تیسری بار بطریق نعت و زندہ مرتب ۱۲

ف ۶ تسلی برائے مؤمنین و زجر برائے احبار و رہبان یہود ۱۲

موضح قرآن ف ۱ بعضے رسولوں سے معجزہ ہوا تھا کہ کچھ چیز اللہ کی نیاز رکھی پھر آسمان سے آگ آئی اس کو کھا گئی تب وہ قبول ہوئی۔ اب یہود بہانے پکڑتے تھے کہ ہم کو حکم ہے کہ جس سے یہ معجزہ نہ دیکھیں اس پر یقین نہ لاویں اور یہ جھوٹے بہانے تھے۔ ہر نبی کو معجزہ ملا ہے جدا۔ سب کو ایک ہی معجزہ کیا لازم ہے۔

فتح الرحمن ف ۱ یعنی گوسفندی از غیب آتش او را بہ دارد ۱۲

چکا ہے۔ وفی ذالک کمال تو بیخہم وتوضیح صدق قدصلی اللہ علیہ وسلم وتسلیۃ لہ بیس نوتھا تسلیۃ (روح ج ۴ ص۱۴۵) ۲۸۱ یہاں دوبارہ مضمون جہاد کا اعادہ ہے اور جہاد کرنے کی ترغیب فرمائی ہے کہ جہاد میں شریک نہ ہونے کی وجہ تو یہی سکتی ہے کہ اس میں موت کا ڈر ہے کہ کہیں مارے نہ جائیں لیکن یاد رکھو موت کا مزہ تو ہر کسی کو چکھنا ہے اور موت ہر حال میں آئے گی خواہ تم گھروں میں بیٹھے رہو یا قتال میں شرکت کرو اس لئے تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم جہاد کرو کیونکہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بہت بڑی نیکی اور اعلیٰ درجہ کا نیک عمل ہے اس کے دنیوی فوائد مثلاً اپنے مال وجان، عزت وآبرو اور ملک وملت کی حفاظت اور مال غنیمت وغیرہ کے علاوہ آخرت میں بھی تمہیں اس کا پورا پورا اجر وثواب ملے گا۔ فمن زحزح عن النار الخ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر اللہ کی راہ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے تو سیدھے جنت میں داخل ہو جاؤ گے ۲۸۲ یہ مضمون انفاق کا دوسری بار اعادہ ہے یعنی دولت دنیا تمہیں اس

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿١٨٧﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوا وَّيُحِبُّونَ أَن يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُم بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٨٨﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٨٩﴾ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَٰفِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَءَايَٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَٰبِ ﴿١٩٠﴾ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَٰمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا

اور جب اللہ نے عہد لیا کتاب والوں سے کہ اس کو بیان کرو گے لوگوں سے اور نہ چھپاؤ گے ۲۸۵ پھر پھینک دیا انہوں نے وہ عہد اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے تھوڑا سا مول سو کیا برا ہے جو خرید تے ہیں تو نہ سمجھ کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور تعریف چاہتے ہیں بن کئے پر ۲۸۶ سو مت سمجھ ان کو کہ چھوٹ گئے عذاب سے اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک ف۱ ۲۸۷ اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۲۸۸ بیشک آسمان اور زمین کا بنانا اور رات اور دن کا آنا جانا اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو ف۲ ۲۸۹ وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور فکر کرتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں ۲۹۰ کہتے ہیں اے رب

ع ۱۹/۱۰

۲۸۲ زجر بمانعے اجہاد وبہ جان ہو ۱۲

۲۸۳ بیقرار وعن یعنی نذر ونیاز کی آمدنی اور اپنی گدیوں کی حفاظت کی خاطر ۱۲

۲۸۴ سورت کے چار مضامین میں سے مضمون توحید کا اعادہ مع دلیل عقلی ۱۲

قدر محبوب ہے کہ تم اسے اللہ کی راہ میں بھی خرچ نہیں کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ دولت تم کو کچھ فائدہ دے گی لیکن سن لو یہ دنیا کی زندگی اور اس کا ساز وسامان اور مال ومتاع بالکل عارضی اور فانی ہے اور اجر آخرت پر جو تمہیں اللہ کی راہ میں مال وجان دینے سے حاصل ہو گا۔ اس چند روزہ دنیوی عیش وعشرت کو کیوں ترجیح دیتے ہو یہ سراسر دھوکے کا سودا ہے جو اپنی ظاہری خوب صورتی سے تم کو آخرت سے غافل کر رہا ہے وما نفع الحیاۃ الدنیا الا نفع الغرور ای نفع یغفل عن النفع الحقیقی لن وامہ وھوا لنفع فی الحیاۃ الاخرویۃ (بحر ج ۳ ص۱۳۴) ای تغر المومن وتخدعہ فیظن طول البقاء وھی فانیۃ (قرطبی ج ۴ ص۳۰۲) ۲۸۳ یہاں تیسری بار مضمون انفاق وقتال کا لف ونشر مرتب کے طور پر اعادہ کیا گیا ہے۔ فرمایا ابھی تم پر مال وجان کے سلسلے میں کئی امتحانات آئیں گے۔ مال میں امتحان یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ اور دیگر کار ہائے خیر میں مال خرچ کرنے کا حکم ہو گا۔ یا مال پر آفات وبلیات آئیں گی اور جان میں ابتلاء یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہو گا۔ قتل وجراح۔ قید وبند اور دیگر مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ای لتختبرن فی اموالکم بالانفاق فی سبیل اللہ وبما یقع فیھا من الآفات وفی انفسکم بالقتل والاسر والجراح وما یرد علیھا من انواع المخاوف والمصائب (مدارک ج ۱ ص۱۵۵) اسلئے ان امتحانات کے لئے تیار ہو جاؤ اور ان تکالیف کو برداشت کرنے کے لئے اپنی ہمتوں کو آمادہ کر لو ولتسمعن من الذین اوتوا الکتب الخ یہ بھی ابتلا ہی کی ایک صورت ہے الذین اوتوا الکتب سے یہود ونصاریٰ اور الذین اشرکوا سے مشرکین عرب مراد ہیں اور اذی کثیرا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں توہین آمیز کلمات، ہجویہ نظمیں، اسلام اور مسلمانوں پر طعن وتشنیع اور ان کا تمسخر مراد ہے۔ من الطعن فی الدین الحنیف والقدح فی احکام الشرع الشریف وصدمن ارادان یومن وتخطئۃ من امن وما کان من کعب بن الاشرف واضرابہ من ھجاء المومنین الخ (ابو السعود ج ۳ ص۱۶۷) یعنی تم اہل کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے بہت کچھ طعن وملامت اور تحقیر وتذلیل کی باتیں سنو گے اور یہ بھی تمہارے حق میں ایک امتحان ہو گا۔ ان دشمنان دین اور اعداء اسلام کی باتیں سن کر تم بد دل مت ہونا۔ نہ ہمت ہارنا اور نہ

موضح قرآن ف۱ وہی یہود مسئلے غلط بتاتے اور رشوتیں کھاتے اور پیغمبر کی صفت چھپاتے پھر خوش ہوتے کہ ہم کو کوئی پکڑ نہیں سکتا اور امید رکھتے کہ لوگ ہماری تعریف کریں کہ خوب عالم دین دار وحق پرست ہیں۔ ف۲ یعنی نبی سے معجزہ مانگنا کیا ضرور جو بات وہ کہتا ہے یعنی توحید اسکی نشانیاں سارے عالم میں نمودار ہیں۔

ہی ان کی باتوں سے مشتعل ہوکر سنجیدگی اور تقویٰ کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا اور ان تمام امتحانات کا صبر و تحمل اور متانت سے مقابلہ کرنا ۲۸۴؎ اس میں ایمان والوں کو بوقت ابتلاء و امتحان جرأت و شجاعت سے کام لینے اور اہل کتاب اور مشرکین کی طرف سے دی گئی تکلیفوں پر صبر و ثبات کا دامن تھامنے کی تلقین کی گئی ہے ذالک سے صبر و تقویٰ کی طرف اشارہ ہے اور عزم الامور میں عزم مصدر بمعنی اسم مفعول ہے اور عزم الامور سے مراد وہ کام ہیں جو نہایت اہم اور تاکیدی ہوں اور جن کو بجالانے کا ہر ایک کو عزم اور پختہ ارادہ کرنا چاہیئے۔ ای الامور التی ینبغی ان یعزمها کل احد (روح ج ۴ ص۱۴۸) یہ جملہ جواب شرط مقدر کی علت ہے اور اس کے قائم مقام ہے ای وان تصبروا وتتقوا فهو خیر لکم فان ذالک من عزم الامور (ابوالسعود ج ۳ ص۱۶۷) اس سے موجودہ دور کے مبلغین توحید کو سبق حاصل کرنا چاہیئے اگر آج کل کے مشرک مولوی، پیر اور گدی نشین ان کو گالیاں دیں، ان پر طعن و تشنیع کریں اور ان کو بے ادب اور گستاخ کہکر بدنام کرنیکی کوشش کریں تو انہیں انکی پرواہ کئے بغیر صبر و تحمل اور ثبات و استقلال سے اپنا کام جاری رکھنا چاہیئے ۲۸۵؎ یہ ماقبل ہی سے متعلق ہے پہلے مومنوں کو تشجیع دلائی کہ اہل کتاب اور مشرکین کی طرف سے دی گئی ایذاؤں پر صبر کریں اب یہاں اہل کتاب کے لئے زجر کا ذکر فرمایا کہ ہم نے ان سے عہد لیا تھا کہ وہ حق یعنی مسئلہ توحید کو مانیں گے اور اسے بیان کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں لیکن انہوں نے اس عہد و میثاق کی کوئی پروا نہ کی فنبذوہ وراء ظهورهم ضمیر میثاق کی طرف راجع ہے انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اس کی پابندی نہ کی واشتروا به ثمنا قلیلا به کی ضمیر الکتاب کی طرف راجع ہے جس کتاب کو کھول کھول کر بیان کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس کتاب کو بیان کرنے کی بجائے اسے عوام سے پوشیدہ رکھا۔ اور کوئی حق بات ان کے کانوں تک نہ پہنچنے دی اور یہ سب کچھ محض دنیائے دنی کی حقیر دولت اور دنیا کی فانی اور عارضی عیش اور اپنی گدیوں کی حفاظت کی خاطر کیا۔ اس آیت میں خاص طور پر علماء یہود مراد ہیں یعنی فتنحاص واشیع واشباههما من الاحبار (ابن جریر ج ۴ ص۱۳۶) یہ لوگ محض اپنی دنیوی ریاست عزت و وقار اور نذر و نیاز کی آمدنی کی حفاظت کے لئے حق چھپاتے تھے اور عوام کو الو بنا کر غلط راہ پر ڈال رکھا تھا۔ ۲۸۶؎ اس کا تعلق ولا تکتمونه سے ہے اور ما اتوا سے کتمان حق اور تحریف کا فعل مراد ہے یعنی پہلے تو ان علماء اہل کتاب نے عہد کیا تھا کہ وہ حق بیان کریں گے مگر اب وہ ایک طرف تو عہد شکنی کرکے حق چھپا رہے ہیں اور پھر اس فعل پر خوش بھی ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کی مدح سرائی ہو اور ان کی حق بیانی دیانت و امانت اور ان کے علم و فضل کی تعریف کی جائے قال ابن عباس رضی الله عنهما هم الیهود حرفوا التوراة وفرحوا بذالک واحبوا ان یوصفوا بالدیانة والفضل (ابوالسعود ج ۳ ص۱۷۰) ۲۸۷؎ یہ علماء یہود کے لئے تخویف اخروی ہے اور اس میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر مخاطب سے ان کی ظاہری شان و شوکت اور ٹھاٹھ سے کوئی یہ اندازہ نہ کر بیٹھے کہ شاید آخرت میں بھی یہ لوگ عیش میں ہوں گے بلکہ اس بات کا تو کسی کے ذہن میں گمان اور خیال بھی نہ آنے پائے کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے بلکہ انہیں مفسدانہ اور گمراہانہ کارروائیوں کی ضرور سزا ملے گی جو بہت ہی دردناک ہوگی فاخبرات لهم عذابا الیما بما افسدوا

خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَا

ہمارے تو نے یہ عبث نہیں بنایا تو پاک ہے سب عیبوں سے سو ہمکو بچا دوزخ کے عذاب سے ۱؎ اے

اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ

رب ہمارے جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا سو اس کو رسوا کر دیا اور نہیں کوئی گنہگاروں کا

مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ

مددگار ۲۹۱؎ اے رب ہمارے ہم نے سنا کر ایک پکارنے والا پکارتا ہے ایمان

اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا

لانے کو ۲۹۲؎ کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر سو ہم ایمان لائے۔ اے رب ہمارے اب بخش دے گناہ ہمارے

وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَ

اور دور کر دے ہم سے برائیاں ہماری اور موت دے ہمکو نیک لوگوں کیساتھ اے رب ہمارے

اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

اور دے ہمکو جو وعدہ کیا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے واسطہ سے اور رسوا نہ کر ہم کو قیامت کے دن

اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ

بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ۲۹۳؎ پھر قبول کی ان کی دعا ان کے رب نے کہ میں

لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ

ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم میں سے مرد ہو یا عورت تم آپس میں

مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

ایک ہو پھر وہ لوگ کہ ہجرت کی انہوں نے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے

وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ

اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے البتہ دور کروں گا میں ان سے برائیاں

سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ان کی اور داخل کروں گا ان کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں۔

ربط مضمون رسالت کی طرف اشارہ ۱۷۰

ربط مضمون جہاد کی طرف اشارہ ۱۷۰

موضح قرآن ۱؎ عبث نہیں بنایا یعنی اس عالم کا انتہا ہے دوسرے عالم میں۔

فتح الرحمن ۱؎ یعنی بغیر تدبیر بلیغ ۱۲

ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

یہ بدلہ ہے اللہ کے ہاں سے اور اللہ کے ہاں ہے اچھا بدلہ

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ ﴿۱۹۶﴾

تجھ کو دھوکا نہ دے چلنا پھرنا کافروں کا شہروں میں ۲۹۵

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۟ قف ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾

یہ فائدہ ہے تھوڑا سا پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ

لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ۲۹۶ ہمیشہ رہیں گے ان میں مہمانی ہے اللہ کے ہاں سے

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ

اور جو اللہ کے ہاں ہے سو بہتر ہے نیک بختوں کے واسطے اور کتاب والوں میں بعضے وہ بھی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر ۲۹۷ اور جو اترا تمہاری طرف اور جو اترا ان کی طرف عاجزی کرتے ہیں اللہ کے آگے نہیں خریدتے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ قف وَاتَّقُوا

اللہ کی آیتوں پر مول تھوڑا یہی ہیں جن کے لئے مزدوری ہے ان کے رب کے ہاں بیشک اللہ جلد لیتا ہے حساب اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو ۲۹۹ اور ڈرتے رہو

۱ زجر برائے مشرکین مع تخویف اخروی ۱۲

۲ مضمون انفاق کی طرف اشارہ ۱۲

۳ بشارت برائے مومنین ۱۲

۴ بشارت برائے مومنین اہل کتاب ۱۲

۵ چاروں مضامین کا اعادہ آمنوا میں توحید، وہ رسالت، اصبروا اور صابروا اور رابطوا میں جہاد ۱۲

الدین علیٰ عباد اللہ (قرطبی ج ۴ ص ۳۱۰) اسی طرح موجودہ زمانہ کے گدی نشین اور بدعت پسند مولوی محض اپنی گدیوں اور اپنے جھوٹے وقار کی خاطر مسئلہ توحید کو چھپاتے ہیں اور اسے ظاہر نہیں کرتے۔ سورۂ آلِ عمران میں چار مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ توحید، رسالت، جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ۔ اب یہاں ان چاروں کا اعادہ کیا گیا ہے۔ پہلے مضمونِ توحید کا اعادہ ہے۔ سورۂ آلِ عمران میں چونکہ زیادہ تر نصاریٰ کی اصلاح مدنظر تھی، جو حضرت عیسیٰ، مائی مریم اور آلِ عمران کو کارساز سمجھتے اور ان کو پکارتے تھے، اس لئے فرمایا لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۲۸۸ یعنی سب کچھ اللہ کا ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ، حضرت مریم اور آلِ عمران کے کسی بزرگ کا۔ اور ہر چیز کا خالق اور ہر چیز پر قادر بھی صرف اللہ ہی ہے نہ کہ یہ حضرات۔ جب زمین و آسمان کا مالک اور ساری کائنات میں متصرف و مختار اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کی قدرت اس قدر کامل اور حاوی ہے کہ کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں تو پھر عبادت اور پکار کے لائق بھی صرف وہی ہے اور وہی سب کا حاجت روا اور مشکلکشا ہے اور اس کے سامنے نہ کوئی شفیع غالب ہے اور نہ کوئی صفاتِ کارسازی میں اس کا شریک و نائب ہے۔ ای السلطان القاھر فیھما بحیث یتصرف فیھما وفیما فیھما کیف ما یشاء ویرید ایجادًا واعدامًا احیاءً وامانۃً تعذیبًا واثابۃً من غیر ان یکون لغیرہ شائبۃ دخل فی شیٔ من ذلک بوجہ من الوجوہ (ابوالسعود ج ۳ ص ۱۰۳) ۲۸۹ یہ بھی دعوائے توحید پر عقلی دلیل ہے۔ زمین و آسمان کی پیدائش میں اور دن رات کی آمد و رفت میں عقل و فہم رکھنے والوں اور غور و فکر کرنے والوں کے لئے اللہ کی توحید، اس کی کمالِ صنعت و حکمت کے واضح دلائل موجود ہیں۔ اگر نظامِ فلکی کو دیکھا جائے تو اس میں سورج اور چاند، لاتعداد ستارے، آسمانوں اور سیاروں کی حرکات اور گردشِ فلک، آسمان کے آثار و نتائج، زمین کی شکل و صورت، اس پر اگنے والی کھیتیاں، باغات، پھل پھول اور زمین کے پیٹ کے خزانے۔ موسموں کی تبدیلی۔ دن رات کا اختلاف۔ دن رات کی کمی بیشی، غرضیکہ یہ امور اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ ان سب کا پیدا کرنے والا اور اس پورے نظام کا نظم و نسق قائم رکھنے والا بڑا ہی مدبر، صنعت و حکمت میں فرد اور صفات کمال میں واحد و یکتا ہے ۲۹۰ الذین یذکرون سے بعضکم من بعض تک اولی الالباب کے اوصاف اور ان کے حالات کا ذکر ہے۔ یہاں تک ان کی صفتیں بیان فرمائیں۔ ایک یہ کہ وہ ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے اور اس کی توحید کو بیان کرتے اور اسے ہی پکارتے رہتے ہیں اور کسی حال میں بھی اس سے غافل نہیں ہوتے۔ دوم یہ کہ وہ زمین و آسمان کی مخلوقات اور کائناتِ عالم میں غور و تدبر کرتے رہتے ہیں اور کائنات کے ذرے ذرے سے اللہ کی توحید پر استدلال کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں۔ ۲۹۱ یہ اولی الالباب کی دعا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خالق و مالک ہونے کا اعتراف کرتے اور کہتے ہیں اے اللہ! تو ہی کارساز ہے نظامِ عالم کے پیدا کرنے میں اور اسے چلانے میں تیرا کوئی شریک نہیں۔ ای یقولون ما خلقتہ عبثًا وھزلا بل خلقتہ دلیلًا علی قدرتک وحکمتک (قرطبی ج ۴ ص ۳۱۵) ۲۹۲ یہ اولی الالباب کی دوسری دعا ہے جس میں عذابِ جہنم سے پناہ مانگنے کے لئے انتہائی تضرع و زاری کا اظہار ہے اور پہلی دعا کیلئے بمنزلہ علت ہے۔ یعنی اے ہمارے پروردگار! جن مشرکوں اور نافرمانوں کو جہنم میں داخل کر دے گا ان کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوگا اور انہیں کوئی نہیں بچا سکے گا اور جہنم کا داخلہ انتہائی ذلت اور ہلاکت کی آخری منزل ہوگی اس لئے اے ہمارے مہربان پروردگار ہمیں اس سے محفوظ فرمائیے گا۔ ۲۹۳ یہ بھی ان کی دعا کی حکایت ہے اور اس میں مضمونِ رسالت کا اعادہ ہے کیونکہ منادی سے یہاں حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں یعنی اے اللہ! تیرے پیغمبر نے مسئلہ توحید بیان کیا ہم نے اسے مان لیا۔ جیسا کہ ابنِ عباس رض، ابنِ مسعود رض اور ابن جریج رض وغیرہم سے منقول ہے والمراد بالمنادی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وھو المروی عن ابن مسعود وابن عباس وابن جریج واختارہ الجبائی وغیرہ (روح ج ۴ ص ۱۶۳) ۲۹۴ یہاں تک اللہ کے نیک بندوں کی دعائیں تھیں ان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ کے پیارے اور نیک بندے تو خود اللہ کے محتاج اور اس کے سامنے عاجز ہیں اور دم دم میں اس کو یاد کرتے اور اس

کے عذاب سے اس کی پناہ مانگتے ہیں اور ہر حال میں اسے ہی پکارتے ہیں اس لئے وہ کسی طرح بھی عبادت اور پکار کے لائق نہیں **۲۹۵** یہاں اللہ تعالے نے مذکورہ بالا دعائیں کرنے والوں کو خوشخبری سنائی ہے کہ ان کی دعائیں اس نے قبول فرمالیں کیونکہ وہ کسی کا کوئی عمل ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل پر اجر و ثواب دیتا ہے عمل کرنیوالا خواہ مرد ہو یا عورت۔ اس لئے کہ وہ دونوں کوئی جداجدا مخلوق نہیں ہیں بلکہ ایک ہی نوع کی دو شاخیں ہیں اور اعمال کی قبولیت تو عامل کے اخلاص پر موقوف ہے نہ کہ اس کے نر یا مادہ ہونے پر فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا سے وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ تک مضمون جہاد کا اعادہ ہے اس میں قتال فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی ہے اور مجاہدین و شہداء کے لئے بشارت اخروی کا ذکر ہے اور اس کے ضمن میں ترغیب الی الانفاق کا مضمون بھی آگیا۔ **۲۹۶** لَا يَغُرَّنَّكَ میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور مراد آپ کی امت ہے الخطاب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم والمراد منہ امتہ وکثیرا ما یخاطب سید القوم بشیٔ ویراد اتباعہ فیقوم خطابہ مقام خطابہم (روح ج ۴ ص ۱۷۱) اور یہ بھی ممکن ہے کہ خطاب عام ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور بطریق تغلیب امت کو بھی۔ ویحتمل ان یکون عاما للنبی صلے اللہ علیہ وسلم وغیرہ بطریق التغلیب تطییبا لقلوب المخاطبین (روح) اور تقلب فی البلاد سے بسلسلۂ تجارت مختلف شہروں میں آمد ورفت مراد ہے والمراد بتقلب الذین کفروا فی البلاد تصرفہم فی التجارات والمکاسب (کبیر ج ۳ ص ۱۸۵) یعنی کافروں کی تجارتیں، ان کے پاس دولت کی فراوانی اور وسعت عیش کہیں آپ کو اس دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ خدا کے یہاں ان کی کوئی قدر و منزلت ہے اور آخرت میں بھی ان کو اسی طرح عیش و عشرت کی مسرتیں حاصل ہوں گی۔ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ یہ دنیا کی حقیر دولت اور چند روزہ عیش و عشرت خدا کے اس اجر و ثواب کے مقابلہ میں بالکل قلیل اور بے وقعت ہے جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والوں کے لئے مقدر ہے۔ اس لئے اے ایمان والو! دنیوی منافع کو کوئی وقعت نہ دو بلکہ اللہ کی خوشنودی اور ثواب آخرت کی خاطر اپنی دولت جہاد فی سبیل اللہ اور دیگر نیک کاموں میں خرچ کرو ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی بجائے عیش و طرب اور لہو و لعب میں اپنی دولت برباد کرتے ہیں **۲۹۷** یہ بشارت اخروی ہے ماقبل سے یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ تجارت ہر حال میں بری چیز ہے اس لئے اس وہم کا ازالہ کر دیا گیا کہ جو لوگ اللہ سے ڈریں اور اپنے ہر کام مثلاً تجارت، زراعت، معیشت، معاشرت وغیرہ میں اللہ کی رضامندی اور اس کے احکام کی پابندی کو مدنظر رکھیں تو ان کے لئے آخرت میں خدا کے یہاں شاندار مہمانی ہے۔ اور آخرت میں ان کے لئے جو ثواب مقدر ہے وہ دنیا کی نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہے وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ۔ مشرکوں کا مال ترویج شرک کے لئے اور مومنین کا مال اشاعت توحید کے لئے خرچ ہوتا ہے اس لئے توحید کی خاطر خرچ کرنے والوں کے لئے اللہ کے یہاں بہت بڑا اجر ہے۔ اس طرح اس آیت سے ترغیب الی الانفاق کی طرف اشارہ ہے **۲۹۸** پہلے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ الخ (۱۹۶) میں مسئلہ توحید کو نہ ماننے والے اہل کتاب کو زجر کے مقابلہ میں یہاں ان کے لئے بشارت اخروی ہے جو ان میں دعوے مذکورہ مان چکے ہیں۔ اور اس میں نہ ماننے والوں کے لئے ترغیب کا پہلو بھی موجود ہے۔ یعنی اکثر اہل کتاب مسئلہ توحید نہیں مانتے۔ حالانکہ ان میں سے بعض مان چکے ہیں۔ اگر یہ مسئلہ حق نہ ہوتا تو وہ کیوں مانتے۔ اس لئے انہیں بھی مسئلہ توحید پر ایمان لے آنا چاہیئے۔ **۲۹۹** اس آخری آیت میں سورت کا اجمالی خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے اِصْبِرُوْا یعنی توحید کی خاطر جس قدر مصیبتیں آئیں ان پر صبر کرو اور انہیں برداشت کرو۔ وَصَابِرُوْا اور ثابت قدم رہو یعنی دین اور مقابلہ میں (شاہ عبدالقادر) وَرَابِطُوْا درون میں گھوڑے باندھو۔ یعنی جہاد کے لئے تیار رہو (جلالین) اس میں ترغیب علی القتال کا ذکر ہے اور انفاق فی القتال چونکہ قتال کا مبدا اور اس کے لئے موقوف علیہ ہے۔ اس لئے وہ ضمناً اس میں آگیا۔

سورۃ آل عمران میں آیات توحید
مع مختصر خلاصجات

۱۔ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (ع ۱) نفی شرک فی التصرف۔

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ (ع ۱) نفی شرک فی العلم۔

۳۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ (ع ۱) نفی شرک فی التصرف۔

۴۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىِٕمًۢا بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ (ع ۲) نفی شرک فی التصرف از ملائکہ و انبیاء علیہم السلام۔

۵، ۶۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○ نفی شرک فی التصرف۔ (ع ۳)

۷، ۸۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ○ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ (ع ۴) نفی شرک فی التصرف والعلم۔

۹۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ (ع ۴) نفی نذر لغیر اللہ و نفی شرک فی العلم۔

۱۰۔ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○ (ع ۴) کرامات اولیاء کا ظہور خدا کے اختیار میں ہے۔

۱۱۔ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ○ (ع ۴) نفی شرک فی الدعاء۔

۱۲۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ○ (ع ۵) نفی شرک فی العلم۔

۱۳۔ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ الخ (ع ۵) معجزات انبیاء علیہم السلام ان کے اختیار میں نہیں ہوتے۔

۱۴۔ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (ع ۵) نفی شرک فی العبادۃ۔

۱۵۔ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْکُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (ع ۵) نفی شرک فی التصرف

۱۶۔ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ (ع ۶) نفی شرک فی التصرف۔

۱۷۔ قُلْ یٰٓاَهْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (ع ۷) نفی شرک فی العبادۃ۔

۱۸ و ۱۹۔ مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰہُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتٰبَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ○ وَلَا یَاْمُرَکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِکَةَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (ع ۸) کسی پیغمبر نے غیر اللہ کو پکارنے کی تعلیم نہیں دی کیونکہ یہ چیز نبوت کے بالکل منافی ہے۔

۲۰۔ وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ (ع ۱۱) نفی شرک فی التصرف۔

۲۱۔ وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ○ (ع ۱۳) نفی شرک فی التصرف۔

۲۲ تا ۲۵۔ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰہُ اِلَّا بُشْرٰی لَکُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُکُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ○ لِیَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْ یَکْبِتَهُمْ فَیَنْقَلِبُوْا خَآئِبِیْنَ ○ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (ع ۱۳) نفی شرک فی التصرف۔

۲۶ تا ۲۸۔ وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ○ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (ع ۱۹ و ۲۰) نفی شرک فی التصرف۔

(بعون اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران کی تفسیر ختم ہوئی۔ ۱۶ شوال ۱۳۸۲ھ بروز بدھ بوقت گیارہ بجے دن۔)

سورۃ النساء

ربط سورۂ نساء کو سورۂ آل عمران سے دو طرح کا ربط ہے ایک اسمی دوسرا معنوی۔

اسمی ربط۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ فاتحہ سے مائدہ تک سورتوں کا اسمی ربط اس طرح ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ وَلَا نَعْبُدُ وَلَا نَسْتَعِیْنُ الْبَقَرَةَ کَمَا فَعَلَتِ الْیَهُوْدُ وَالْمُشْرِکُوْنَ وَلَا اٰلَ عِمْرَانَ کَمَا فَعَلَتِ النَّصَارٰی وَنُؤَدِّیْ حُقُوْقَ النِّسَآءِ اَللّٰهُمَّ فَاَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةَ اِنْعَامِکَ وَرَحْمَتِکَ (اے اللہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم نہ گائے کی عبادت کریں گے نہ اسے پکاریں گے جیسا کہ یہود اور مشرکین نے کیا اور ہم نہ آل عمران کو پکاریں گے جیسا کہ عیسائیوں نے کیا۔ اور ہم عورتوں کے حقوق ادا کریں گے۔ اے اللہ ہم پر اپنی رحمت و برکت کا دسترخوان نازل فرما)

معنوی ربط۔ سورۂ بقرہ میں چار بنیادی مضامین (توحید، رسالت، جہاد، انفاق) بیان کئے گئے تھے اور ان کے ساتھ ساتھ امور انتظامیہ و امور مصلحہ بھی مذکور تھے۔ بقرہ میں توحید کا بیان اور شرک کا رد ہر پہلو سے تھا۔ نفی شرک فعلی، نفی شرک اعتقادی اور نفی شفاعت قہری۔ سورۂ آل عمران میں توحید و رسالت سے متعلق شبہات کا ازالہ کیا گیا اور شرک اعتقادی کی نفی کی گئی۔ جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی۔ اب مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر منظم کرنے کے لئے سورۂ نساء میں تفصیل سے امورِ انتظامیہ بیان کئے گئے ہیں اور ساتھ ہی ایک امر مصلح یعنی نماز کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ نماز امورِ انتظامیہ پر عملدرآمد کرنے میں ممد و معاون ہے گویا کہ سورۂ بقرہ کے مضامین میں سے ایک مضمون یعنی امورِ انتظامیہ کو سورۂ نساء میں شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔

خلاصہ سورۂ نساء میں جو امورِ انتظامیہ مذکور ہیں وہ چونکہ دو قسم کے ہیں۔ کچھ امور ایسے ہیں جن کا تعلق پبلک اور عام لوگوں سے ہے اور کچھ امور حکام سے متعلق ہیں۔ اس اعتبار سے یہ سورت دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ ابتداء سے لیکر وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا (ع ۸) تک ہے اور دوسرا حصہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَهْلِهَا سے لے کر وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا (ع ۱۸) تک ہے۔ پہلے حصہ میں احکام رعیت اور دوسرے حصہ میں احکام سلطانیہ کا بیان ہے۔ اور ہر حصہ کے بعد اصل مسئلہ توحید بیان کیا گیا ہے۔ حصہ اول کے بعد اجمال کے ساتھ اور حصہ دوم کے بعد تفصیل کے ساتھ۔ احکام رعیت کا مقصد یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کرو اور ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اور احکام سلطانیہ کا حاصل یہ ہے کہ دوسروں کی حق تلفی اور ان پر ظلم نہ ہونے دو۔ سورت کی ابتداء میں تخویفِ اخروی ہے یعنی جو احکام آگے آرہے ہیں ان کو بجالاؤ۔ ورنہ آخرت میں تمہیں عذاب دیا جائے گا۔ اس کے بعد عذاب سے بچنے کے لئے تین امور بیان کئے گئے یعنی ظلم نہ کرو، شرک نہ کرو۔ اور احسان کرو۔ احکام رعیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ظلم نہ کرو اور اس کے بعد ہی باقی دونوں امور بھی مذکور ہیں۔

احکام رعیت اس کے بعد چودہ احکام رعیت جاری فرمائے (۱) وَاٰتُوا الْیَتٰمٰٓی اَمْوَالَهُمْ تا حُوْبًا کَبِیْرًا (ع ۱) یتیموں کا مال نہ کھاؤ وہ تمہارے لئے خبیث ہے (۲) وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا تا ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا۔ اگر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرو تو ان کا مہر اور ان کے دوسرے حقوق ادا کرو (۳) وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً تا هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا۔ یتیم لڑکیوں کے علاوہ دوسری عورتوں کے مہر بھی ادا کرو (۴) وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَکُمْ تا وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیْبًا۔ یتیم بچے جب تک سن رشد کو نہ پہنچیں اس وقت تک ان کے اموال ان کے حوالے نہ کرو اور جب حوالے کرو اس پر گواہ بنا لو تاکہ معلوم ہو جائے کہ تم نے ان کا مال کھایا نہیں (۵) لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ تا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۔ ترکۂ میت میں تمام ورثاء کا حق ہے۔ اور ان کے حصے مقرر کر دئے گئے ہیں۔ کسی وارث کی حق تلفی نہ کرو خواہ یتیم ہو یا غیر یتیم۔ (۶) یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ (ع ۲) تا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۔ ورثاء کے مقرر حصے یہ ہیں۔ ان کے مطابق ترکہ تقسیم کرو (۷) وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ (ع ۳)

تا اعتدنا لھم عذاباً الیماً۔ مردوں اور عورتوں کو وراثت سے حصہ بیشک دو لیکن اگر ان میں سے کوئی بُرا فعل کرے تو اسے شرعی قانون کے مطابق اس کی سزا دو (۸) یاایھا الذین اٰمنوا لایحل لکم تا واخذن منکم میثاقاً غلیظاً۔ ورثاء کو وراثت میں مال ملتا ہے عورتیں نہیں ملتیں۔ ہاں اگر خوشی سے نکاح کریں تو کر لو (۹) ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم (۴۶) تا کتٰب اللہ علیکم (۴۴) عورتیں نکاح سے ملتی ہیں لیکن ان عورتوں سے نکاح جائز نہیں اگرچہ وہ بخوشی نکاح کریں (۱۰) واحل لکم ما وراء ذٰلکم تا خلق الانسان ضعیفاً (۵۶) جن عورتوں سے نکاح جائز ہے بصورتِ نکاح ان کا مہر ادا کرنا ضروری ہے خواہ آزاد ہوں خواہ باندیاں۔ باندیوں سے نکاح کی اجازت اس لئے دی گئی تاکہ تم ظلم (زنا) سے بچ سکو۔ (۱۱) یاایھا الذین اٰمنوا لاتاکلوا اموالکم تا وندخلکم مدخلاً کریماً۔ مالِ یتیم، وراثت اور مہر کے علاوہ بھی کسی طرح کا مال حرام نہ کھاؤ۔ (۱۲) ولا تتمنوا ما فضل اللّٰہ بہ تا ان اللّٰہ کان علےٰ کلّ شیءٍ شھیداً۔ وارثوں کے جو کم و بیش حصے مقرر کئے گئے ہیں ان میں سے کسی کا حسد نہ کرو۔ ہر ایک کو اس کا پورا حصہ دو۔ اور اس میں کمی کر کے ظلم نہ کرو اور جس کا حصہ زائد ہے اس کی خواہش نہ کرو (۱۳) **الرّجال قوّامون علی النسآءِ** (۶۶) تا ان اللّٰہ کان علیاً کبیراً اگرچہ عورتوں کا وراثت میں حصہ ہے لیکن مردوں کو عورتوں پر بالادستی حاصل ہے۔ ان پر خاوندوں کی فرمانبرداری لازم ہے دو وجہ سے۔ اول اللہ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی۔ دوم مرد عورتوں پر مال خرچ کرتے ہیں۔ اگر عورت میں بدخوئی ہو تو اسے نصیحت کرو اور بقدرِ ضرورت اسے مار بھی سکتے ہو لیکن اس پر ظلم نہ کرو۔ (۱۴) وان خفتم شقاق بینھما تا انّ اللّٰہ کان علیماً حکیماً۔ اگر خاوند بیوی میں اختلاف واقع ہو جائے تو ان کے درمیان صلح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہاں تک چودہ احکامِ رعیت ختم ہوئے۔ ان کے خاتمہ پر واعبدوا اللّٰہ ولا تشرکوا بہ شیئاً الخ سے دو چیزیں بیان کی گئیں۔ اول صرف اللہ کو پکارو۔ اس کی پکار میں کسی کو شریک نہ کرو۔ دوم ماں باپ، رشتہ داروں، ہمسائے بندوں اور دوسرے حقداروں پر احسان کرو۔ احکامِ رعیت کے بعد اصل دعوٰی توحید کا اجمالاً ذکر فرمایا۔ اس کے بعد الذین یبخلون (۶۶) سے ان اللّٰہ کان عزیزاً حکیماً (۸۶) تک مشرکین اور اہلِ کتاب کے لئے متعدد زجریں اور تخویفیں ہیں۔ اور زجروں کے بعد مسئلہ توحید کی اہمیت کے پیشِ نظر پھر فرمایا ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ الخ یعنی یہ تمام احکام مانو لیکن شرک بہت بری چیز ہے اس سے بچو۔ اور آخر میں والذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت الخ سے مومنین کے لئے اخروی بشارت ہے۔ اس دوران میں یاایھا الذین اٰمنوا لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکٰرٰی (۶۷) سے امرِ مصلح یعنی نماز اور طہارت کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ طہارتِ بدن سے انسان نماز کے قابل ہو سکتا ہے اور نماز ظلم سے بچنے، احسان کرنے اور توحید پر قائم رہنے میں ممد و معاون ہے۔ کیونکہ نماز میں سراسر توحید کی تعلیم ہے اور نماز سے مختلف دلوں میں الفت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے۔ سوّوا صفوفکم اولیخالفن اللّٰہ بین قلوبکم (مشکوٰۃ ص۹۸) یعنی نماز میں صفیں سیدھی کیا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں باہمی عداوت پیدا کر دیگا۔

احکامِ سلطانیہ۔ اب آگے نو احکامِ سلطانیہ کا بیان ہے۔ جو حکام اور صاحبِ اقتدار طبقہ سے متعلق ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ حاکمانِ وقت کو چاہیئے کہ وہ اللہ کے ان احکام کو قائم کریں اور کمزوروں اور ضعیفوں پر ظلم نہ ہونے دیں اور نہ ان کی حق تلفی ہونے پائے۔ احکامِ سلطانیہ کے درمیان جابجا مشرکین، منافقین اور اہلِ کتاب کے لئے زجریں، تخویفیں اور شکوے بھی مذکور ہیں۔ احکامِ سلطانیہ حسبِ ذیل ہیں (۱) ان اللّٰہ یامرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الی اھلھا (۶۸) تا ذٰلک خیر واحسن تاویلا۔ حقداروں کو ان کے حقوق دلواؤ اور فیصلے انصاف سے کیا کرو۔ اس کے بعد الم تر الی الذین یزعمون (۹۶) سے ولھدینٰھم صراطاً مستقیماً تک منافقین کے لئے زجر۔ اور ومن یطع اللّٰہ والرسول سے وکفٰی باللّٰہ علیماً تک مومنین کے لئے اخروی بشارت ہے (۲) یاایھا الذین اٰمنوا خذوا حذرکم (۶۰۱) تا فسوف نؤتیہ اجراً عظیماً۔ اپنے حکمرانوں کے حکم کے تحت ہتھیار پہن کر نکلو اور اللہ کی راہ میں مشرکین سے جہاد کرو (۳) وما لکم لاتقاتلون فی سبیل اللّٰہ تا ان کید الشیطٰن کان ضعیفا۔ کمزور اور ضعیف مسلمانوں کو جو کہ مکہ مکرمہ میں تکلیف میں ہیں، ظالم مشرکوں کے پنجے سے چھڑاؤ۔ اس کے بعد الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم الخ (۶۱۱) سے منافقین کو زجر۔ ویقولون طاعۃ فاذا برزوا من عندک الخ سے منافقین کے لئے شکوٰی ہے فقاتل فی سبیل اللّٰہ الخ سے ترغیب الی الجہاد۔ ومن یشفع شفاعۃ الخ حرض المؤمنین سے متعلق ہے یعنی لوگوں کو جہاد کی ترغیب دینے کا اللہ تم کو اجر دیگا۔ اللّٰہ لا الٰہ الا ھو سے جہاد کی غرض و غایت کا بیان ہے۔ اور آخر میں لیجمعنکم الی یوم القیٰمۃ الخ سے تخویفِ اخروی ہے (۴) فما لکم فی المنٰفقین فئتین (۶۲۱) تا جعلنا لکم علیھم سلطاناً مبینا۔ راستہ میں مدینہ منورہ سے باہر جو منافقین تمہیں ملیں انہیں بھی ختم کر ڈالو البتہ معاہد اور غیر جانبدار فریق کو قتل کرنے سے گریز کرو۔ (۵) وما کان لمؤمن ان یقتل مؤمناً (۶۳۱) تا واعدلہ عذاباً عظیماً۔ اگر راستہ میں کسی مسلمان کے ہاتھوں غلطی سے کوئی مسلمان قتل ہو جائے تو اس سے متعلق احکام یہ ہیں (۶) یاایھا الذین اٰمنوا اذا ضربتم تا ان اللّٰہ کان بما تعملون خبیرا۔ اگر راستہ میں کوئی شخص تمہیں کہہ دے کہ میں مومن ہوں تو مال کے لالچ میں اسے قتل نہ کرو۔ اس کے بعد لایستوی القٰعدون من المؤمنین سے وکان اللّٰہ غفوراً رحیماً تک ترغیب الی الجہاد اور مجاہدین کے لئے بشارتِ اخروی ہے (۷) ان الذین توفّٰھم الملٰئکۃ (۶۴۱) تا وکان اللّٰہ غفوراً رحیماً۔ اے مکہ کے محصور مسلمانو! تمہاری مدد کے لئے مجاہدین کی جماعت تو بھیج رہا ہوں لیکن تم مکہ سے ہجرت کرنے کی کیوں کوشش نہیں کرتے (۸) واذا ضربتم فی الارض (۶۵۱) تا وکان اللّٰہ علیماً حکیماً۔ جہاد کے لئے جا رہے ہو تو نمازیں قصر کرو اور میدانِ کارزار میں نماز کا وقت آجائے اور دشمن کے حملہ کا ڈر بھی ہو تو نماز اس طریقہ سے ادا کرو۔ (۹) انا انزلنا الیک الکتٰب بالحق (۶۶۱) تا وکان فضل اللّٰہ علیک عظیماً (۶۷۱) اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی احکام کی تعلیم فرما دی ہے جب آپ سفرِ جہاد پر نکلیں تو فیصلے حسنِ ظن سے نہ کریں بلکہ قواعدِ شرعیہ کے مطابق کریں تاکہ آپ دھوکہ نہ کھا جائیں۔ جیسا کہ طعمہ کے قصہ میں آپ کو دھوکہ دیا گیا۔ اس کے بعد لاخیر فی کثیر من نجوٰھم سے وساءت مصیراً تک نویں حکمِ سلطانی سے متعلق ہے۔ یہاں تک نو احکامِ سلطانیہ ختم ہوئے۔

احکامِ سلطانیہ کے بعد اصلی دعوٰی یعنی مسئلہ توحید کا ذکر پہلے کی نسبت قدرے تفصیل سے کیا گیا۔ ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ (۶۸۱) سے مشرکین کے لئے تخویفِ اخروی ہے۔ ان یدعون من دونہ الا اناثاً سے وما یعدھم الشیطٰن الا غروراً تک شرکِ اعتقادی اور شرکِ فعلی ہر دو کی نفی ہے۔ پھر اولٰئک ماوٰھم جھنم سے تخویفِ اخروی۔ والذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سے بشارتِ اخروی۔ لیس بامانیکم ولا امانیّ اھل الکتٰب سے زجر۔ ومن یعمل من الصّٰلحٰت من ذکرٍ او انثٰی الخ سے پھر بشارتِ اخروی ہے۔ احکامِ رعیت اور احکامِ سلطانیہ کے اختتام پر دو احکامِ رعیت یعنی دوسرے اور چودہویں۔ اور ایک حکمِ سلطانی یعنی نویں پر ان سے متعلق بعض شبہات دور کرنے کے لئے مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔ ویستفتونک فی النسآء (۶۹۱) سے فان اللّٰہ کان بہ علیماً تک دوسرے حکمِ رعیت پر تنویر ہے یعنی مقصد یہ نہیں کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح ناجائز ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ یتیموں اور ضعیفوں سے انصاف کرو۔ وان امرأۃ خافت من بعلھا نشوزاً سے وکان اللّٰہ واسعاً حکیماً تک چودہویں حکمِ رعیت پر تنویر ہے۔ خاوند بیوی کے درمیان اختلاف و نزاع کو ختم کر کے بہرحال اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ خواہ فریقین میں سے کسی ایک کو اپنے حق سے دستبردار ہونا پڑے۔ اگر خاوند پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرے تو پہلی بیوی کے حقوق بھی بدستور ادا کرے اور اسے کالمعلقہ نہ بنائے۔ وللّٰہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض سے وکان اللّٰہ سمیعاً بصیراً تک تخویف ہے۔ سب کچھ اللہ کے قبضہ و تصرف میں ہے، اس سے ڈرو۔ اس کے بعد یاایھا الذین اٰمنوا کونوا قوّامین بالقسط (۶۰۲) سے فان اللّٰہ کان بما تعملون خبیراً تک

نویں حکم سلطانی پر تنویر ہے۔ انصاف کا دامن کسی حال میں مت چھوڑو۔ ماں، باپ، دیگر رشتہ داروں کی رشتہ داری یا کسی غریب آدمی کی غربت کی وجہ سے بھی گواہی میں مت لحاظ کرو۔ اور انکی خاطر گواہی میں کمی بیشی مت کرو۔ پھر یایہا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہ (۲۰۶) سے واعتدنا للکفرین عذابا مھینا (۲۱۶) تک یہود اور منافقین کے لئے زجر و تخویف ہے یعنی جو کتاب دفعۃً نازل ہوئی ہے مثلاً تورات اسے بھی مانو اور جو آہستہ آہستہ نازل ہوئی ہے یعنی قرآن، اسے بھی مانو، دونوں اللہ کی وحی ہیں۔ اور والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ سے ماننے والوں کے لئے بشارت ہے۔ اس کے بعد یسئلک اھل الکتٰب (۲۲۶) سے یہود کے ایک سوال کا ذکر ہے کہ قرآن دوسری آسمانی کتابوں کی طرح بیک وقت اکٹھا کیوں نازل نہیں ہوا۔ آگے یہود کے لئے زجر کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے جو رکوع ۲۲ کے آخر تک چلا گیا ہے۔ درمیان میں لکن الرّاسخون فی العلم منھم الخ سے فرمایا کہ یہود میں جو راسخ فی العلم ہیں وہ تو مان چکے ہیں۔ اب انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح (۲۳۶) سے وکفٰی باللہ شھیدًا تک یہود کے سوال کا جواب ہے کہ باقی انبیاء علیہم السلام پر بھی تمام وحی دفعۃً نازل نہیں ہوئی بلکہ سب پر وحی آہستہ آہستہ آتی تھی اگرچہ بعض انبیاء (مثلاً موسیٰ علیہ السلام) پر کتابیں ایک دفعہ نازل ہوئیں لیکن باقی وحی ان پر بھی متفرق طور پر ہی آتی تھی پھر ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ سے وکان اللہ علیما حکیما تک یہود کے لئے تخویف اخروی ہے۔ یا اھل الکتٰب لاتغلوا فی دینکم سے وکفٰی باللہ وکیلا تک یسئلک اھل الکتب سے متعلق ہے۔ یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی طعن کرتے تھے کہ وہ نبی نہیں۔ اگر نبی ہوتے تو تورات کی طرح ان پر قرآن سارا ایک ہی دفعہ نازل ہوتا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو بھی برُا کہتے تھے کہ وہ عیاذًا باللہ ابن الزانیہ ہے۔ اس لئے فرمایا۔ نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرو نہ حضرت عیسیٰؑ کو برا کہو۔ اگرچہ وہ الٰہ اور معبود نہیں لیکن ان کو برُا بھی مت کہو۔ پھر لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للہ (۲۴۶) سے ولایجدون من دون اللہ ولیا ولا نصیرا تک ولا تقولوا ثلٰثۃ سے متعلق ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو معبود بھی نہ بناؤ اور ان کو برا بھی نہ کہو۔ دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے اللہ کے عابد اور پجاری ہونے سے نفرت نہیں کرتے بلکہ سب اللہ کی عبادت کرتے اور اسے ہی پکارتے ہیں پھر ان کو کیوں معبود بناتے اور پکارتے ہو۔ آگے یایہا النّاس قد جاء کم برھان من ربکم سے ویھدیھم الیہ صراطًا مستقیما تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کی ترغیب اور ایمان لانے والوں کے لئے بشارت اخروی ہے۔ پھر یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلٰلۃ الخ سورت کی آخری آیت احکام رعیت میں سے حکم وراثت پر تنویر ہے پہلے کلالہ کے اخیافی بھائی بہنوں کا حصہ بیان کیا گیا تھا۔ یہاں کلالہ کے عینی بھائی بہنوں کا حصہ بیان ہوا ہے۔ کلالہ اسے کہتے ہیں جس کے اصول و فروع میں کوئی مذکر نہ ہو۔ لیکن اس میں یہ بھی شرط ہے کہ کہ اس کی بیٹی بھی نہ ہو جیسا کہ ولہ اخت اس پر قرینہ ہے یعنی اس کے نہ ماں باپ ہوں نہ بیٹا اور بیٹی۔ نیز مسئلہ وراثت سے سورت کو ختم کرکے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ سورت کا مقصد احکام کا بیان ہے۔

تنبیہ: سورۂ آل عمران میں شرکِ اعتقادی کی ایک قسم کی نفی کی گئی تھی کہ اللہ کے سوا کسی کو پکارا اور عبادت کے لائق اعتقاد نہ کیا جائے۔ سورۂ نساء میں شرکِ اعتقادی کی دوسری قسم کا رد کیا گیا ہے یعنی غیر اللہ کے احکام کے متعلق واجب الاتباع ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے کیونکہ غیر خدا کے احکام کو واجب الاتباع سمجھنا شرک ہے حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ ان اللہ بین فی سورۃ النسآء احکامًا ثم قال اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئًا فعلم ان کون العبد بحیث یعتقد ان علی اتباع امور غیر ما امر بہ الشارع شرک۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں احکام بیان کرنے کے بعد فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ شرک نہ کرو تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی یہ اعتقاد رکھے کہ جن امور کا شارع نے حکم فرمایا ہے ان کے علاوہ بھی کچھ احکام کا اتباع اس پر واجب ہے تو یہ شرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان احکام کی تعمیل نہ کرنے پر خلود فی النار (جہنم میں ہمیشہ رہنے) کی وعید سنائی گئی ہے۔ چنانچہ چھٹے حکم رعیت کے بعد یدخلہ نارا خالدًا فیھا (۳۶) سے اور پانچویں حکم سلطانی کے بعد فجزآءہ جھنم خالدًا فیھا (۱۳۶) سے خلود فی النار کی وعید مذکور ہے۔ قرآن مجید میں ہمیشہ اطاعت اور عصیان کا درجہ کامل ہی بیان کیا جاتا ہے۔ اسی لئے مومن کے ذکر کے بعد اس کی جزاء کامل یعنی جناتِ نعیم کا ذکر آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجانہ لانے کی سزا خلود فی النار بیان کی جاتی ہے یعنی جو اللہ کے احکام کو نہ مانے۔ ان پر ایمان نہ لائے اور ان کے خلاف کو حلال جانے تو وہ خالد فی النار ہوگا کیونکہ یہ مرتبہ کفر کا ہے۔

تفصیل بالا سے معلوم ہوا۔ کہ مضامین کے اعتبار سے اس سورت کے تین حصے ہیں۔ حصّہ اول۔ احکام رعیت۔ حصّہ دوم۔ احکام سلطانیہ اور حصہ سوم خاتمہ۔ جس میں پہلے دونوں حصوں کے بعض احکام کی تنویر ہے۔

حِصّہُ اول

پہلے حصہ میں رعایا اور عام پبلک کے لئے چودہ احکام بیان کئے گئے ہیں جن کا تعلق ان کے اندرونی نظم وضبط، اصلاح معاشرہ، باہمی معاملات میں عدل وانصاف۔ ایک دوسرے کے حقوق کی نگہداشت اور ایک دوسرے پر فضل و احسان کا برتاؤ کرنے سے ہے۔ پہلا حصہ سورت کی ابتداء سے لے کر وندخلھم ظلا ظلیلا (۸۶) تک ہے۔ **۱۲** یہ تخویف اخروی ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا خالق اور محسن ومربی ہے اس سے ڈرو اور جو احکام آئندہ بیان ہو رہے ہیں ان کی تعمیل کرو۔ تمہاری ہر حرکت خدا کی نگاہ میں ہے وہ تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور جو اس کے احکام کی مخالفت کریگا اسے عذاب دیگا۔ تخویف اخروی کے بعد پوری سورت میں عذاب سے بچنے کے لئے تین امور بیان فرمائے (۱) ظلم نہ کرو۔ چنانچہ احکام رعیت کا خلاصہ ہے ظلم نہ کرو۔ (۲) شرک نہ کرو (۳) احسان کرو۔ احکام رعیت کے بعد یہ دونوں امور مذکور ہیں۔ نفس واحدۃ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ جو تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ فرعکم من اصل واحد وھو نفس اٰدم ابیکم (مدارک ج ۱ ص۱۵۸) تسآءلون یہ اصل میں تتساءلون تھا۔ ایک تاء بطور تخفیف حذف کردی گئی۔ باب تفاعل کا خاصہ اشتراک ہے اس لئے تسآءلون بہ کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اللہ کے نام پر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو ای یسأل بعضکم بعضا باللہ (مدارک ج ۱ ص۱۵۹) والتساؤل باللہ ھو کقولک اسألک باللہ واحلف علیک باللہ واستشفع الیک باللہ (خازن ج ۱ ص۳۹۶) یا تساءلون بمعنی تسألون مجرد ہے۔ اور بہ میں باء زائدہ۔ اور مطلب یہ ہے کہ جس اللہ سے تم سوال کرتے اور مانگتے ہو اس سے ڈرو۔ والارحام یہ رحم کی جمع ہے اور لفظ اللہ پر معطوف ہے اور اس سے مراد قطع ارحام ہے۔ یعنی اللہ سے ڈرو اور قطع رحمی سے بھی بچو۔ اتقوا الارحام ان تقطعوھا (مدارک، معالم، خازن) یہ حکم اول کی طرف اشارہ ہے۔ اصل میں یہ آیت پوری سورت کی تمہید ہے ابتداء میں تخویف اخروی کے ذریعے خبر دار کیا گیا کہ آنیوالے احکام (احکام رعیت اور احکام سلطانیہ) کی پیروی کرو۔ ورنہ عذاب آخرت کے لئے تیار ہوجاؤ۔ اور آیت کے آخر میں احکام رعیت کی مناسبت سے قطع رحمی سے منع فرمایا۔ کیونکہ احکام رعیت کا تعلق تمام تر رشتہ داروں سے حسن سلوک اور حسنِ معاشرت سے ہے اور پھر ان اللہ کان علیکم رقیبًا فرماکر اپنے بندوں کو خبردار کیا کہ اللہ کی کبھی نہ اونگھنے والی نگاہ تمہاری ہر حرکت کی نگرانی کر رہی ہے۔ تمہارے نیک و بد اعمال سب اس کے سامنے ہیں تمہاری اطاعت اور نافرمانی اس پر ظاہر و آشکارا ہے اس لئے تم سب اس کے احکام بجالاؤ۔ اور مکافاتِ عمل سے غافل مت ہوجاؤ۔

چودہ احکام رعیت

۵۳ پہلا حکم رعیت :- (یتیموں کا مال نہ کھاؤ وہ تمہارے لئے خبیث ہے) مالِ یتیم کے بارے میں تین چیزوں سے منع فرمایا (۱) یتیم کا عمدہ مال لے کر اس کے بدلے اپنا ردی مال دیدینا۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ایسا کرتے تھے وکانوا فی الجاھلیۃ لعدم الدین لا یتحرجون عن اموال الیتمٰی فکانوا یاخذون الطیب والجید من اموال الیتمٰی ویبدلونہ بالردی من اموالھم الخ (قرطبی ج ۵ ص ۹) مالِ یتیم کو بوجہ حرمت خبیث فرمایا۔ کیونکہ وہ ولی یتیم کے لئے حرام ہے (۲) اپنے پاس مال نہ ہو تو یتیم کا مال کھانا۔ لا تتعجلوا اکل الخبیث من اموالھم وتدعوا انتظار الرزق الحلال من عند اللہ (قرطبی) (۳) اور اگر اپنے پاس بھی مال ہو تو یتیم کا مال اس میں ملا کر کھانا۔ تینوں طریقے ظالمانہ تھے اس لئے ان سے منع فرمایا۔ الیٰ اموالکم میں الیٰ بمعنی مع ہے اور اس سے تیسرے حکم کی طرف اشارہ ہے۔ یا اموالکم سے پہلے مضاف مقدر ہے ای الیٰ حصول اموالکم اس طرح یہ حکم ثانی کی طرف اشارہ ہوگا۔ واٰتوا الیتامیٰ اموالھم میں خطاب اولیائے یتیم سے ہے۔ اور یتیموں کو ان کا مال دینے سے یہاں یہ مراد نہیں کہ ان کا مال انکے حوالے کر دو کیونکہ یہ حکم آگے آرہا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ یتیموں کا مال محفوظ رکھو اور اس میں کسی قسم کی خیانت نہ کرو۔ والمراد بایتاء اموالھم ترکھا سالمۃ غیر متعرض لھا بسوء فھو مجاز مستعمل فی لازم معناہ (روح ج ۴ ص ۱۸۶)

۵۴ دوسرا حکم رعیت (اگر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرو تو ان کا مہر اور دوسرے حقوق ادا کرو) زمانہ جاہلیت میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک شخص کی تولیت میں یتیم لڑکی مثلاً اس کی چچازاد بہن ہوتی جو وراثت میں اس کی شریک ہوتی وہ شخص یہ سوچکر کہ اگر اس یتیمہ کی شادی کسی دوسرے شخص سے کریگا تو اسکی دولت اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی، وہ خود ہی اس لڑکی سے نکاح کر لیتا لیکن مہر اور دیگر حقوقِ معاشرت میں اس سے بے انصافی کرتا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے یتیم سے بے انصافی اور ان پر ظلم کرنے سے ممانعت فرما دی اور مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ اگر وہ اپنی زیرِ کفالت یتیم لڑکیوں سے نکاح کریں تو ان کی حیثیت کے مطابق ان کے مہر ادا کریں اور ان کے دوسرے حقوق بھی پورے کریں لیکن اگر انہیں یہ ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کے بعد وہ ان سے انصاف کا برتاؤ نہیں کر سکیں گے تو انہیں چاہیئے کہ وہ یتیم لڑکیوں سے نکاح نہ کریں بلکہ دوسری عورتوں میں سے جو شرعاً انکے نکاح میں آسکتی ہیں، ایک، دو، تین، یا چار عورتوں سے نکاح کر لیں۔ ماطاب سے مراد ہے ماحل یعنی جن عورتوں سے نکاح حلال ہے اور من النسآء سے وہ عورتیں مراد ہیں جو یتیمٰی کے علاوہ ہوں۔

۵۵ واحدۃ کا ناصب اس سے پہلے محذوف ای فاختاروا واحدۃ (روح ج ۴ ص ۱۹۵ ومدارک ج ۱ ص ۱۶۰) ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت اس صورت میں ہے کہ ان سب کے ساتھ انصاف کر سکو لیکن اگر یہ اندیشہ ہو کہ انصاف کے ساتھ ان کے حقوق ادا کرنے سے قاصر رہو گے تو صرف ایک بیوی پر ہی اکتفا کرو۔ اوماملکت ایمانکم اس کا عطف واحدۃ پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ایک آزاد عورت کے بھی حقوق ادا نہ کر سکو تو اپنی مملوکہ لونڈیوں پر ہی اکتفا کرو۔ ای ان خاف ان لا یعدل فی واحدۃ فما ملکت یمینہ (قرطبی ج ۵ ص ۲۰) ذٰلک سے ایک بیوی یا لونڈیوں پر اکتفا کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ الا تعولوا ای الا تجوروا (قرطبی روح۔ مدارک) یعنی ایک بیوی یا اپنی مملوکہ لونڈیوں پر اکتفا کرنا تمہارے لئے عدل و انصاف سے قریب تر ہے اور ظلم و جور سے بچنے کا قریب ترین ذریعہ ہے۔

۵۶ تیسرا حکم رعیت۔ (یتیم لڑکیوں کے علاوہ دوسری عورتوں کے بھی مہر ادا کرو) پہلے حکم سے ترقی کر کے فرمایا کہ یتیم لڑکیوں کے علاوہ جن عورتوں سے نکاح کرو ان کو بھی مہر ادا کرنا ضروری ہے۔ ہاں اگر وہ خوشی سے پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیں تو وہ تمہارے

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ع

اللہ سے تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو ف۱

سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّسَبْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۂ نساء رکوع ۵۲ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اور اس میں ایک سو ستتر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ

اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے ۵۲ جس نے پیدا کیا تم کو ایک

نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا

جان سے اور اسی سے پیدا کیا اس کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے

رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ

بہت مرد اور عورتیں اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے واسطہ سے سوال کرتے

بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ وَ

ہو آپس میں اور خبردار رہو قرابت والوں سے۔ بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے ف۲ اور

اٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪

دے ڈالو یتیموں کو ان کا مال ۵۳ اور بدل نہ لو برے مال کو اچھے مال سے

وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا

اور نہ کھاؤ ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ یہ ہے بڑا

كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا

وبال ف۱ ف۳ اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کر سکو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں ۵۴ تو نکاح کر لو

مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ

جو اور عورتیں تم کو خوش آویں دو دو تین تین چار چار

موضح قرآن ف۱ ثابت رہو یعنی دین پر اور مقابلے میں یعنی جہاد میں اور لگے رہو یعنی کافروں کے سامنے ۱۲۔ ف۲ یعنی ایک آدم سے حوا کو بنایا پھر ان سے سارے لوگ اور خبردار رہو ناتوں سے یعنی بدسلوکی مت کرو آپس میں۔ ف۳ جس لڑکے کا باپ مر جائے تو اس کے بڑوں کو تقید ہے کہ اس مال میں ہاتھ نہ ڈالیں اور بدل نہ لیں اور احتیاط سے رکھیں جب بالغ ہو تب حوالے کر دیں۔

فتح الرحمٰن - ف۱ مترجم گوید کہ در جاہلیت اولیاء دختران یتیمہ مانند ابنائے اعمام ایشاں را بنکاح خود می آوردند و ایفاء حقوق نکاح نمی کردند خدا یتعالیٰ آیت فرستاد ۱۲۔

لئے حلال ہے اسے کھاؤ اور اپنے استعمال میں لاؤ۔ صدُقٰت۔ صدُقَۃ کی جمع ہے۔ صدقۃ کے معنی ہیں مہر۔ نحلۃ کے معنی فریضۃ کے ہیں اور یہ صدُقٰت سے حال واقع ہے۔ نحلۃ ای فریضۃ قالہ ابن عباس وابن زید وابن جریج وقتادۃ فانتصابہا علی الحالیۃ من الصدقات ای اعطوھن مھورھن حال کونہا فریضۃ من اللہ تعالیٰ لھن (روح ج ۴ ص ۱۹۸)۔ عن شیءٍ موقع حال میں واقع ہے اور عافیات کے معنی کو متضمن ہے۔ اور نفسًا تمیز ہے جو طبن کی نسبت سے ابہام کا رفع کر رہی ہے اور ھنیئًا صحت مند اور مریئًا ہضم ہونے والا۔ یہ دونوں الفاظ بطور مبالغہ وارد ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر عورتیں بطیب خاطر مہر کا کچھ حصہ یا پورا مہر معاف کردیں تو وہ تمہارے لئے حلال وطیب ہے اور اس کے کھانے میں تم پر کسی قسم کی ملامت نہیں اور نہ گناہ ہے وھذہ عبارۃ عن المبالغۃ فی الاباحۃ وازالۃ التبعۃ (مدارک ج ۱ ص ۱۶۱) **ف چوتھا حکم رعیت** ۔ (سن رشد سے پہلے یتیموں کو ان کا مال نہ دو۔ جب دو اس پر گواہ بنالو) یہ حکم یتیموں کا مال ان کے حوالے کرنے سے متعلق ہے۔ یعنی جب تک یتیم

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ

پھر اگر ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی نکاح کرو ف یا لونڈی جو اپنا مال ہے

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴿۳﴾ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ

اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے۔ اور دے ڈالو عورتوں کو مہر ان کے خوشی سے ف

فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ﴿۴﴾ وَلَا

پھر اگر وہ اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تم کو اپنی خوشی سے تو اس کو کھاؤ رچتا پچتا ف اور مت

تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ

پکڑا دو بے عقلوں کو اپنے وہ مال جن کو بنایا ہے اللہ نے تمہارے گذران کا

قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ

سبب ف اور ان کو اس میں سے کھلاتے اور پہناتے رہو اور کہو ان سے

قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۵﴾ وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا

بات معقول ف ف اور سدھاتے رہو یتیموں کو جب تک پہنچیں نکاح

النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ

کی عمر کو پھر اگر دیکھو ان میں ہوشیاری تو حوالہ کردو ان کے

اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ

مال ان کا اور کھا نہ جاؤ یتیموں کا مال ضرورت سے زیادہ اور حاجت سے پہلے کہ یہ بڑے نہ ہوجائیں

وَمَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِیْرًا

اور جس کو حاجت نہ ہو تو مالِ یتیم سے بچتا رہے ف اور جو کوئی محتاج ہو

فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ

تو کھاوے موافق دستور کے پھر جب ان کو حوالہ کرو ان کے مال

فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ﴿۶﴾ لِلرِّجَالِ

تو گواہ کرلو اس پر اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو ف مردوں کا بھی

منزل ۱

کم عقل اور نابالغ ہوں اس وقت تک ان کے اموال انکے حوالے نہ کرو۔ البتہ ان کی خوراک و پوشاک وغیرہ کے اخراجات انہی کے مال سے اٹھاؤ اور یتیموں سے کہہ دو کہ تمہارا مال ہمارے پاس محفوظ ہے ہم اس کے امین اور محافظ ہیں۔ جب تم بالغ ہوجاؤ گے اور اپنے نفع اور نقصان کو سمجھنے لگو گے تو تمہارا مال تمہارے حوالے کردیا جائیگا۔ اور جب یتامیٰ سن رشد کو پہنچ جائیں اور تم ان کے اموال ان کے سپرد کرنے لگو تو وصولی پر گواہ بنالو تاکہ تم پر تہمت خیانت کا شبہ باقی نہ رہے اور ان کو اطمینان ہوجائے کہ تم نے ان کا مال ضائع نہیں کیا۔ اسرافًا وبدارًا دونوں مصدر ہیں بمعنی اسم فاعل اور لاتاکلوا کی ضمیر سے حال ہیں ای لاتاکلوھا مسرفین ومبادرین (روح ج ۴ ص ۲۰۲، مدارک ج ۱ ص ۱۶۲) اور ان یکبروا سے پہلے من مقدر ہے۔ یعنی یتیموں کا مال اس طرح مت کھاؤ کہ اسراف سے کام لو اور ان کا سارا مال ہضم کرنیکی غرض سے جلدی جلدی اسے ختم کرڈالو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بڑے ہوکر سن رشد کو پہنچ جائیں اور تمہیں ان کا مال ان کے حوالے کرنا پڑے۔ اس کے بعد جائز طریقہ سے مالِ یتیم سے فائدہ اٹھانے کی اجازت فرما دی۔ ومن کان غنیا فلیستعفف۔ یعنی اگر یتیم کا ولی مالدار ہو تو وہ یتیم کے مال سے بالکلیہ اجتناب کرے نہ اس میں سے قرض لے اور نہ اس میں تجارت کرے ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف۔ اور اگر تنگدست ہو تو اسے اجازت ہے کہ جائز طریقہ سے انتفاع کرے۔ مثلاً اس میں سے قرض لے اور بوقتِ فراخی ادا کردے۔ یا مالِ یتیم میں تجارت کرے اور منافع سے جائز حصہ وصول کرے۔ یا اس کے مال کی حفاظت و اصلاح کی اجرت لے۔ والمعروف القرض ای یستقرض مال الیتیم

ف ۱ یعنی یتیم لڑکیوں کے علاوہ جن عورتوں سے بھی نکاح کرنا چاہو کرو۔ کی تعداد ذکر کردہ معاف نہ کریں۔ ۱۲

ف ۲ چوتھا حکم رعیت۔ یتیم جب عاقل بالغ ہوجائیں تو گواہوں کی موجودگی میں ان کا مال ان کے حوالے کردو۔ ۱۲

موضح قرآن ف ۱ یعنی اگر جانو کہ یتیم لڑکی کو ہم نکاح کریں گے تو اس کا حق نہ ادا کرسکیں گے کیونکہ اس کا حق مانگنے والا نہیں تو اور عورتیں بہت ہیں کچھ کمی نہیں۔ ایک مرد کو دو بھی، تین بھی چار بھی روا ہیں۔ اس سے زیادہ جمع کرنی روا نہیں کیونکہ اتنے میں بھی انصاف کرنا مشکل ہے زیادہ میں کب ہوسکے گا۔ سو اسقدر بھی جب کرو کہ جانو انصاف سے رہو گے نہیں تو ایک ہی بس ہے۔ یا اپنی لونڈی کفایت ہے جس کی کئی عورتیں ہوں تو واجب ہے کھانے پہننے میں اور دینے لینے میں برابر رکھے اور رات رہنے میں باری برابر باندھے۔ اگر نہ کریگا تو قیامت میں اس کا آدھا بدن گھسٹتا چلے گا اور تقید فرمایا کہ عورت کا مہر پورا خوشی سے ادا کرو۔ اگر وہ خوشی سے کچھ چھوڑ دے تو روا ہے۔ ف ۲ یعنی لڑکا بے عقل ہے تو اس کا مال اس کے ہاتھ میں نہ دو اس کا خرچ اس میں چلاؤ۔ جب بالغ ہو اور عقل پیدا کرے تب مال حوالے کرو۔ لیکن بات معقول کہو۔ یعنی تسلی کرو کہ مال تیرا ہے، ہمارا نہیں۔ ہم تیری خیرخواہی کرتے ہیں۔ ف ۳ یعنی یتیم کا مال اپنے خرچ میں نہ لاؤ۔ مگر اس کا رکھنے والا محتاج ہو تو خدمت کے موافق درماہہ لیوے اور جس وقت باپ مرے تو پنچایت کے روبرو یتیم کا مال لکھ کر امانت دار کو سونپ دیں۔ جب یتیم بالغ ہو تو اس کے موافق حوالے کرے جو خرچ ہوا وہ سمجھاوے اور اس وقت بھی شاہدوں کو دکھادے۔

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی برسفہا رجحر باید کرد۔ واموالِ ایشاں کہ بحقیقت ہمہ مسلمانان باں منتفع اندبے واسطہ یا بواسطہ بدستِ ایشاں دادہ ضائع نباید ساخت ۱۲۔ ف ۲ یعنی وصی یتیم اگر توانگر باشد از اموالِ یتیم چیزے نگیرد۔ ۱۲

اذا احتاج الیہ فاذا ایسر قضاہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وقال قوم المعروف ان یاخذ من مالہ بقدر قیامہ و اجرۃ عملہ (خازن ج ۱ ص۳۴۲) **۵ پانچواں حکم رعیت** (ترکہ میں تمام ورثاء کے حصے مقرر ہیں کسی کا حصہ کم نہ کرو) جاہلیت کی ایک رسم تھی کہ وہ میت کے ترکہ سے عورتوں اور بچوں کو حصہ نہیں دیتے تھے۔ وہ کہتے تھے وراثت سے حصہ کا حقدار صرف وہی ہوسکتا ہے جو جنگ کرے اور اپنے علاقہ اور اپنی قوم کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالےٰ نے اس رسم کو توڑنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میت کا ترکہ خواہ کم ہو یا زیادہ اس میں تمام وارثوں کا حق ہے۔ مردوں کا بھی اور عورتوں کا بھی۔ بڑوں کا بھی اور بچوں کا بھی۔ البتہ تمام وارثوں کے حصے جداگانہ ہیں اور ان کی مقداریں مقرر ہیں۔ **۹** یعنی اگر ورثاء میں یتامیٰ اور مساکین بھی ہوں تو ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے کھانے کے لئے انہیں کچھ دیدیا کرو۔ اور ان سے کہہ دیا کرو اب ترکہ تقسیم نہیں کر رہے ہیں جب تقسیم ہوگا تم کو بھی بلا لیا جائے گا۔ کیونکہ ترکہ میں غیر منقولہ جائیداد کی تقسیم بیک وقت ممکن نہیں۔ اس آیت میں اولوا القربیٰ سے ورثاء مراد ہیں اور والیتٰمیٰ والمسٰکین کا عطف تفسیری ہے اور فارزقوھم بمعنی فاطعموھم ہے اور اولوا القربیٰ کے بعد یتامیٰ اور مساکین کی تخصیص ان کے حقوق کی نگہداشت کے پیش نظر ہے تاکہ ان کے حقوق ضائع نہ کئے جائیں۔ اس طرح یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ اس کے بعد ولیخش الذین لو ترکوا الخ اور ان الذین یاکلون اموال الیتٰمیٰ ظلمًا الخ یہ دونوں زجریں بھی اس پر قرینہ ہیں کہ اس آیت میں یتامیٰ اور مساکین سے وارث مراد ہیں۔ اور فارزقوھم کا حکم وجوبی ہے استحبابی نہیں۔ کیونکہ زجر ترک مندوب اور مستحب پر نہیں ہوتا بلکہ فرض یا واجب کے ترک پر ہوتا ہے اس لئے اب اس تاویل کی ضرورت نہیں کہ پہلے اولوا القربیٰ، یتامیٰ اور مساکین کو ترکہ سے حصہ دیا کرتے تھے۔ اور اب آیت میراث سے یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے اور نہ اس توجیہ کی ضرورت ہے کہ یہ حکم استحبابی تھا۔ اور اب بھی اپنے استحباب پر باقی ہے۔ **۱۰** یہ ان لوگوں کو زجر ہے جو یتامیٰ اور مساکین کی حق تلفی کریں اور میراث سے ان کو ان کا مقررہ حصہ نہ دیں۔ لیخش کا مفعول (اللہ) محذوف ہے یعنی اولیاء میت خدا سے ڈریں اور سوچیں کہ اگر وہ مر جائیں اور ان کے پیچھے ان کے یتیم بچے رہ جائیں تو وہ ان کے حق میں کس قسم کے سلوک کی تمنا کریں گے۔ اس لئے اب ان کو دوسرے یتیموں و مسکینوں سے ویسا ہی برتاؤ کرنا چاہئے جیسے برتاؤ کی وہ اپنی یتیم اور مسکین اولاد سے تمنا اور خواہش رکھتے ہیں ای افعلوا بالیتامیٰ ما تحبون ان یفعل باولادکم من بعدکم (قرطبی ج ۵ ص۵۲) ان الذین یاکلون اموال الیتٰمیٰ ظلمًا انما یاکلون فی بطونھم نارًا۔ یہ تخویف اخروی ہے۔ پہلے احکام کا خلاصہ یہ ہے کہ یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کی حق تلفی نہ کرو۔ ان سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرو۔ اور ان کا مال ظلمًا نہ کھاؤ۔ اس لئے یہاں اس پر وعید شدید کی دھمکی دی گئی ہے۔ **۱۱ چھٹا حکم رعیت** (ورثاء کے مقررہ حصے یہ ہیں۔ ان کے مطابق تقسیم کرو) پہلے فرمایا تھا کہ ترکہ میت میں بلا امتیاز مرد و زن اور بلا تفریق صغیر و کبیر ہر وارث کا مقررہ حصہ ہے اب یہاں وارثوں کے مقررہ حصے بیان کرتے ہیں کہ وارثوں کے مقررہ حصے یہ ہیں ان کو ان کا پورا پورا حق دو اور اس میں کمی بیشی نہ کرو۔ اس رکوع میں تقسیم ترکہ کی کل بارہ صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی صورت۔ اگر

نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ

حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے ف۵ اور عورتوں کا

نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ

بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے تھوڑا ہو یا

مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿٧﴾ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ

بہت ہو۔ حصہ مقرر کیا ہوا ہے ف۵ اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت

أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ

رشتہ دار ف۶ اور یتیم اور محتاج ف۷ تو ان کو کچھ کھلا دو اس میں سے

وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٨﴾ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ

اور کہہ دو ان کو بات معقول ف۸ اور چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ کہ اگر

تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ

چھوڑتے ہیں اپنے پیچھے اولاد ضعیف ف۹ تو ان پر اندیشہ کریں۔

فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ

تو چاہیے کہ ڈریں اللہ سے اور کہیں بات سیدھی ف۱۰ ف۱۱ جو لوگ کہ

يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي

کھاتے ہیں مال یتیموں کا ناحق وہ لوگ اپنے پیٹوں میں

بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴿١٠﴾ يُوصِيكُمُ اللَّهُ

آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب داخل ہوں گے آگ میں حکم کرتا ہے تم کو اللہ

فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ

تمہاری اولاد کے حق میں کہ ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے ف۱۲ پھر اگر صرف

نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِنْ

عورتیں ہی ہوں دو سے زیادہ تو ان کیلئے ہے دو تہائی اس مال سے جو چھوڑ مرا ف۱۳ اور اگر

میت کی اولاد میں لڑکے بھی ہوں اور لڑکیاں بھی تو ان کے مابین ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ ہر لڑکے کو لڑکی سے دوگنا حصہ ملے۔ یہ صورت للذکر مثل حظ الانثیین میں مذکور ہے۔ **دوسری صورت** اگر میت کی اولاد میں لڑکا کوئی نہ ہو صرف لڑکیاں ہوں اور وہ بھی دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ترکہ کے دو ثلث یعنی دو تہائی حصے ۲/۳ ان کے ہوں گے۔ باقی دوسرے ورثاء میں تقسیم ہوگا فَإِن كُنَّ نِسَاءً

موضح قرآن ف۱ کفر کی رسم میں عورت کو وارث نہ گنتے اب عورت کو بھی میراث ٹھہری ف۲ یعنی جس وقت میراث تقسیم ہوا اور برادری کے لوگ جمع ہوں تو جن کو حصہ نہیں پہنچتا اور قرابتی ہیں یا یتیم یا محتاج ہیں تو کچھ کھلا کر رخصت کرو اور بات معقول کہو یعنی جواب سخت نہ دو اور اگر توقع زیادہ کریں تو عذر کرو۔ ف۳ یعنی میت کے پیچھے اس کی اولاد کے حق میں قصور نہ کریں اپنے دل پر قیاس کریں کہ ہماری اولاد رہ جاوے پیچھے تو ہم کو ان کا کیسا ڈر ہوگا

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مردان و زنان ہر دو حصہ دارند از ہر مال کہ باشد کم بود یا بسیار دریں رواست برا ہل جاہلیت کہ زنان را حصہ نمی دادند ۱۲۔ ف۲ یعنی خویشان غیر وارث ۱۲ ف۳ یعنی آنانکہ اولاد داشتہ باشند بوجہی وصیت کنند کہ اولاد را ضرر نہ رسد و ایں مقدر است در شرع بسیم حصہ مال یا کم از آں ۱۲۔ ف۴ حکم دو دختران نیز ثلثان است۔ واللہ اعلم ۱۲۔

فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ میں دوسری صورت مذکور ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ لفظ "فوق" اس آیت میں زائد ہے جیسا کہ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ میں زائد ہے (بحرج ۳ ص۱۸۲) کیونکہ دو کا بھی یہی حکم ہے۔ اور وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ بھی اس پر قرینہ ہے **۱۲** اس میں **تیسری صورت** بیان کی گئی ہے۔ یعنی اگر میت کی اولاد صرف ایک لڑکی ہو تو وہ ترکہ کے نصف (½) کی حقدار ہے اور باقی نصف دوسرے وارثوں میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا۔ **چوتھی صورت** مذکورہ تینوں صورتوں میں میت کی اولاد کے ساتھ اگر اس کے والدین بھی موجود ہوں تو دونوں میں سے ہر ایک کو کل ترکہ کا سدس یعنی چھٹا حصہ (⅙) ملیگا۔ اور باقی دوسرے ورثاء کا ہوگا۔ مثلاً ایک آدمی مرگیا۔ اور اس نے ماں باپ۔ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں وارث چھوڑے اور ترکہ کی مالیت اٹھارہ سو روپے ہے تو دو سدس (۲ × ⅙) یعنی چھ سو روپے والدین کے ہوں گے۔ بحساب تین سو فی کس اور باقیماندہ پہلی صورت کے مطابق اس طرح تقسیم ہوگا کہ بھائی کو چھ سو روپیہ اور دونوں بہنوں کو تین تین سو روپیہ ملیگا۔ یہ صورت

كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ

ایک ہی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے **۱۲** اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کے لئے

مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ

دونوں میں سے چھٹا حصہ ہے اس مال میں سے جو کہ چھوڑ مرا اگر میت کے اولاد ہے۔ اور اگر

لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ

اس کے اولاد نہیں اور وارث ہیں اسکے ماں باپ تو اس کی ماں کا ہے تہائی **ف۱** پھر اگر

كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ

میت کے کئی بھائی ہیں تو اس کی ماں کا ہے چھٹا حصہ **ف۱** بعد وصیت کے

يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ

جو کر مرا یا بعد ادائے قرض کے **۱۳ ف۲** تمہارے باپ اور بیٹے تم کو معلوم نہیں

اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کون نفع پہنچائے تم کو زیادہ حصہ مقرر کیا ہوا اللہ کا ہے بیشک اللہ

كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ

خبردار ہے حکمت والا **ف۱** اور تمہارا ہے آدھا مال جو کہ چھوڑ مریں تمہاری عورتیں اگر

لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ

نہ ہو ان کے اولاد **۱۴** اور اگر ان کے اولاد ہے تو تمہارے واسطے

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَاۤ اَوْ

چوتھائی ہے اس میں سے جو چھوڑ گئیں بعد وصیت کے جو کر گئیں یا بعد

دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ

قرض کے اور عورتوں کے لئے چوتھائی مال ہے اس میں سے جو چھوڑ مرو تم اگر نہ ہو تمہارے اولاد

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

اور اگر تمہارے اولاد ہے تو ان کے لئے آٹھواں حصہ ہے اس میں سے کہ جو کچھ تم نے چھوڑا بعد

وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ میں مذکور ہے۔ **پانچویں صورت** اگر میت کے کوئی اولاد نہ ہو اور نہ کوئی بھائی بہن ہو اور اس کے ماں باپ زندہ ہوں تو اس کی والدہ ثلث یعنی تیسرے حصے (⅓) کی حقدار ہوگی اور باقیماندہ سارا ترکہ باپ کو ملیگا۔ یہ صورت فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ میں بیان کی گئی ہے۔ **چھٹی صورت** اگر میت کے کوئی لڑکی لڑکا نہ ہو اور دو یا دو سے زیادہ بھائی یا بہنیں یا مخلوط اور ماں باپ زندہ ہوں تو اس کی والدہ کو چھٹا حصہ ملیگا اور باقی سب والد کو اور اس کے بھائی بہنیں محروم رہیں گے فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ میں یہی صورت مذکور ہے۔ یہاں لفظ اخوۃ اگرچہ جمع ہے لیکن دو کا بھی یہی حکم ہے اور لفظ جمع کا اطلاق دو پر لغت عرب میں عام ہے۔ جمہور مفسرین اسی طرف گئے ہیں قال الجمهور ان حكم الاثنين فى باب الميراث حكم الجماعة (روح ج ۴ ص۲۲۶) **۱۳** یہ حکم پہلی تمام صورتوں سے متعلق ہے۔ یہاں دو حقوق ایسے بیان کئے گئے ہیں جن کا ادا کرنا ورثاء میں ترکہ تقسیم کرنے پر مقدم ہے۔ مرنے والے کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے ترکہ سے ثلث یعنی تیسرے حصے تک ان رشتہ داروں کے حق میں وصیت کرجائے جو شرعاً وارث نہیں ہیں اور وصیت کی تنفیذ تقسیم ترکہ پر مقدم ہے۔ سب سے پہلے ترکہ میت سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے جو نہ اسراف کی حد کو پہنچے اور نہ کنجوسی کی حد کو بلکہ اس میں میت کی مالی حالت کو پیش نظر رکھا جائے اس کے بعد میت کے ذمہ جو حقوق العباد (بندوں کے حقوق) ہیں وہ ادا کئے جائیں۔ مثلاً قرضہ اور ادھار وغیرہ اَوْ دَيْنٍ میں انہی حقوق کا ذکر ہے۔ حقوق العباد ادا کرنے کے بعد باقیماندہ ترکہ کے تیسرے حصے (⅓) میں سے میت کی وصیتیں نافذ کی جائیں مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ میں یہ حکم مذکور ہے۔ اس کے بعد جو بچ جائے وہ وارثوں میں ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کیا جائے اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا دستور جاہلیت میں صرف بیٹے ہی میت کے ترکہ کے وارث ہوتے تھے، بیٹیوں کو کچھ نہیں دیتے تھے۔ ابتداء اسلام میں والدین کے

موضح قرآن۔ **ف۱** اس آیت میں دو میراثیں بیان فرمائیں۔ اولاد کی اور ماں باپ کی۔ اولاد اگر ملی ہوئی ہیں دو قسم ہیں مرد و عورت تو مرد کا دوہرا حصہ عورت کا اکہرا۔ اور اگر فقط عورتیں ہیں تو ایک کو آدھا مال اور زیادہ ہوں دو تہائی برابر بانٹ لیں اور ماں کا حصہ اگر میت کے اولاد ہے یا بھائی بہن ہیں ایک سے زیادہ تو چھٹا حصہ۔ اور اگر دونوں نہیں تو تہائی اور باپ کا حصہ اگر میت کو اولاد ہے تو چھٹا حصہ اور اگر اولاد نہیں تو عصبہ ہوا اور میت کا مال اول اس کے دفن کفن میں لگائیے جو بچے وہ اس کے قرض میں دیجئے اس سے جو بچے تو اس کی وصیت میں ایک تہائی تک لگائیے۔ اس کے پیچھے جو رہ جائے اس میں میراث کے حصے ہیں۔ اور ان دونوں حصوں میں عقل کا دخل نہیں۔ اللہ صاحب نے مقرر فرمائے۔ وہ سب دانا تر ہے۔

فتح الرحمٰن **ف۱** یعنی مابقی پدر راست ۱۲ **ف۲** یعنی اگر وصیت باشد نخست ادائے وصیت کنند و اگر دین باشد نخست ادائے دین کنند۔ واللہ اعلم ۱۲ **ف۳** یعنی برادران یا خواہران حصہ مادر را ناقص میسازند اگرچہ خود چیزے نیابند و یک برادر و یک خواہر ناقص نمی سازند۔ واللہ اعلم ۱۲۔

حق میں وصیت کا حکم تھا اس کے بعد آیت میراث سے تمام وارثوں کے حصے مقرر کر دیئے گئے اور پہلا حکم منسوخ کر دیا گیا اور فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ والدین اور بیٹوں میں سے کون تمہارے لئے دنیوی یا اخروی نفع کا باعث ہے کبھی باپ کی طرف سے ایسا دنیوی یا اخروی نفع حاصل ہو جاتا ہے جو بیٹے کی طرف سے نہیں ہوتا اور کبھی بالعکس۔ اس لئے ہم نے نفسِ میراث میں سب کو برابر کر دیا ہے اور سب کے حصے مقرر کر دیئے ہیں (من ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۹) ۱۴ پہلی چھ صورتیں ذوی الفروض نسبیہ کی تھیں اب آگے ذوی الفروض سببیہ یعنی خاوند بیوی کے حصوں کا بیان ہے۔ ساتویں **صورت** اگر بیوی فوت ہو جائے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی کے ترکے سے خاوند کو نصف (½) ملیگا۔ باقی دوسرے ورثا میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا۔ **آٹھویں صورت** فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ الخ یعنی اگر بیوی فوت ہو جائے اور اس کے اولاد ہو خواہ موجودہ خاوند سے یا پہلے خاوند سے تو اس صورت میں بیوی کے ترکہ سے چوتھا حصہ (¼) خاوند کا ہوگا۔ اور باقی دیگر ورثا کا ہوگا۔

وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۗ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ

وصیت کے جو تم کر مرو یا قرض کے ف۱ اور اگر وہ مرد کہ جس کی میراث ہے

كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا یا عورت ہو ایسی ہی ف۲ اور اس میت کا ایک بھائی ہی یا بہن ہی تو دونوں میں سے ہر ایک کا

السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ

چھٹا حصہ ہے ۱۵ اور اگر زیادہ ہوں اس سے تو سب شریک ہیں

فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ

ایک تہائی میں بعد وصیت کے جو ہو چکی ہے یا قرض کے جب اوروں کا

مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ تِلْكَ

نقصان نہ کیا ہو ف۳ یہ حکم ہے اللہ کا اور اللہ سب کچھ جاننے والا تحمل کرنیوالا ف۲ یہ حدیں

حُدُوْدُ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ

باندھی ہوئی اللہ کی ہیں اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور رسول کے اس کو داخل کریگا جنتوں میں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ

جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں ۱۶ اور یہی ہے بڑی مراد

الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ

ملنی اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نکل جاوے اس کی حدوں سے

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾

ڈالیگا اس کو آگ میں ہمیشہ رہیگا اس میں اور اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے

ع ۱۲

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا

اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ لاؤ

عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ

ان پر چار مرد اپنوں میں سے ۱۷ پھر اگر وہ گواہی دیویں تو بند رکھو ان عورتوں کو

نویں صورت وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ۔ اور اگر خاوند فوت ہو جائے اور کوئی اولاد نہ چھوڑے تو بیوی کو ترکہ کا چوتھا حصہ ملیگا۔ اگر بیویاں ایک سے زیادہ ہوں تو وہی چوتھا حصہ ان میں مساوی طور پر تقسیم کیا جائے۔ **دسویں صورت** فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ الخ اور اگر میت کے اولاد ہو خواہ موجودہ بیوی سے یا سابقہ سے تو بیوی خواہ ایک ہو یا زیادہ ہوں وہ ترکہ کا آٹھواں حصہ (⅛) پائیں گی۔ ۱۵ **گیارہویں اور بارہویں صورت** ۔ كَلٰلَةً لغت میں اس مرد یا عورت کو کہتے ہیں جس کے اصول اور فروع میں کوئی مذکر موجود نہ ہو اور اصطلاح شرع میں اس میں یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ اس کے لڑکی بھی نہ ہو جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق، عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ الكلالة من لم يترك ولدا ولا والدا (ابن جریر ج ۴ ص ۱۷۶) سلیم بن عبد کہتے ہیں کہ اس پر مفسرین کا اجماع ہے اجمعوا ان الكلالة الذی ليس له ولد ولا والد (ایضا) اس سورت

موضح قرآن ف۱ یہاں تک مرد و عورت کی میراث فرمائی۔ عورت کے مال میں مرد کو آدھا ہے اگر عورت کو اولاد نہیں اور اگر اولاد ہے اس مرد سے یا اور مرد سے تو مرد کو چوتھائی اور اسی طرح مرد کے مال میں عورت کو چوتھائی اگر مرد کو اولاد نہیں۔ اور اگر اولاد ہے تو عورت کو آٹھواں حصہ ہر جنس مال میں نقد یا جنس سلاح یا زیور، حویلی یا باغ باقی عورت کا مہر میراث سے جدا ہے قرض میں داخل ہے۔ ف۲ یہاں میراث فرمائی بھائی بہن کی۔ سو باپ کے اور بیٹے کے ساتھ بھائی بہن کو کچھ نہیں جب باپ بیٹا نہ ہو، تب بھائی بہن کو پہنچے۔ بھائی بہن تین طرح کے ہیں سگے جو ماں باپ میں شریک ہیں یا سوتیلے جو باپ میں شریک ہیں یا اخیافی جو ماں میں شریک ہیں۔ یہ میراث ان تیسروں کی ہے ایک کو چھٹا حصہ اور زیادہ کو تہائی ان میں مرد و عورت کو برابر۔ اور وہ دو قسم کے بھائی بہن مثال اولاد کے ہیں جب باپ بیٹا نہ رہا ہو۔ پہلے سگے وہ نہ ہوں تو سوتیلے! اس سورت کے آخر ان کی میراث ہے۔ اور یہ فرمایا کہ وصیت پہلے ہے جب اوروں کا نقصان نہ کیا۔ نقصان دو طرح کا ہے ایک یہ ہے کہ مال کی تہائی سے زیادہ دلوا مرے وہ تہائی تک جاری ہے زیادہ نہیں۔ دوسرا یہ کہ جس کو میراث کا حصہ ملیگا اس کو اپنی طرف سے رعایت کر کر زیادہ کچھ دلوا مرا۔ وہ معتبر نہیں اگر سب راضی ہوں تو یہ دونوں وصیتیں قبول رکھیں نہیں تو نہ رکھیں۔ اور یہ پانچ میراثیں جو فرمائیں یہ حصہ داروں کی ہیں اور ان کے سوا اور قسم کے وارث ہیں جن کو عصبہ کہتے ہیں ان کو حصہ نہیں اگر عصبہ ہو اور حصہ دار نہ ہو تو سب مال عصبہ لیوے اور جو دونوں ہوں تو حصہ داروں سے جو بچے وہ عصبہ ہوئے اور جو نہ بچے نہ لیوے اور عصبہ اصل تو وہ کہ مرد ہو عورت نہ ہو اور عورت کا واسطہ نہ رکھے اس کے چار درجے ہیں۔ اوّل درجے میں بیٹا اور پوتا ہے۔ دوسرے درجے میں باپ اور دادا۔ تیسرے درجے میں بھائی اور بھتیجا۔ چوتھے درجے میں چچا اور چچا کا بیٹا یا پوتا۔ ایک درجے میں اگر کئی شخص ہوں تو جو میت سے قریب ہو وہ مقدم ہے جیسے پوتے سے بیٹا بھتیجے سے بھائی پھر سوتیلے سے سگا باقی اولاد اور بھائیوں میں مرد کے ساتھ عورت بھی عصبہ ہے اوروں میں نہیں اگر دونوں قسم کے وارث نہ ہوں تو تیسری قسم ہیں ذوالارحام یعنی ایسی قرابت والے جس میں واسطہ عورت کا ہے اور حصہ دار نہیں جیسے نواسا اور نانا اور بھانجا اور ماموں خالہ پھپھی اور ان کی اولاد ان کا حساب بھی عصبے کا سا ہے۔ ف۱ فتح الرحمٰن ف۲ کلالہ آنست کہ پدر و فرزند ندارد ۱۲ ف۳ یعنی وصیتی کہ زیادہ از ثلث باشد اعتبار ندارد ۱۲۔

میں کلالہ کی چھ صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ چار سورت کے آخر میں اور دو اس رکوع میں۔ اوّل کلالہ مرد ہو یا عورت اگر وہ مرجائے اور اس کا ایک مادری بھائی یا ایک مادری بہن زندہ ہو تو اس کو ترکہ کا سدس یعنی چھٹا حصہ (⅙) دیا جائے وَاِنْ کَانَ رَجُلٌ سے السُّدُسُ تک اس کا بیان ہے۔ دوّم یہ کہ مادری بھائی بہنیں ایک سے زیادہ ہوں تو وہ ترکہ کا ثلث (⅓) پائیں گے اور ثلث ان کے عدد رؤس کے مطابق مساوی حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور نر و مادہ کے حصہ میں کوئی فرق نہیں ہوگا فَاِنْ کَانُوْٓا اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَهُمْ شُرَکَآءُ فِی الثُّلُثِ میں یہ صورت مذکور ہے۔ بھائی بہنوں سے یہاں اولاد الام یعنی مادری مراد ہیں جیسا کہ حضرت صدیق رض اور سعد بن ابی وقاص رض سے منقول ہے ای من امّ کما هو فی قراءة بعض السلف منهم سعد بن ابی وقاص وکذا فسرها ابوبکر الصدیق فیما رواه قتادة عنه (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۶۰) اور اگر بھائی بہنیں عیانی یا علاتی ہوں تو ان کے حصے اس سورت کے آخر میں بیان کئے گئے ہیں غَیْرَ مُضَآرٍّ، یُوْصٰی بِهَا کے فاعل سے حال ہے بصورت قراءت فعل معروف اور بصورت قراءت فعل مجہول فعل محذوف کے فاعل سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرنے والا وصیت یا اقرار بالدین سے وارثوں کو نقصان نہ پہنچائے مثلاً یہ کہ تیسرے حصہ سے زیادہ وصیت نہ کرے اور جس کا اس کے ذمے کوئی حق نہیں اس کے لئے قرض کا اقرار نہ کرے فلا یقر بحق لیس علیه ولا یوصی باکثر من الثلث قاله ابن جبیر (روح ج ۴ ص ۲۳۱) ۱۶؎ یہ بشارت اخروی ہے۔ احکام میراث جن کی آئے دن ضرورت رہتی ہے بیان کرنے کے بعد فرمایا یہ اللہ کی حدود اور اس کے مقررہ احکام ہیں جو اللہ کے رسول کی وساطت سے بندوں کو دیئے گئے ہیں جو ان احکام پر ایمان لائیگا اور ان پر عمل کریگا اس کے لئے آخرت میں جنات نعیم اور نعیم مقیم کی بشارت ہے وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ الخ یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو اللہ کی حدود کو توڑتے اور اس کے نافذ کردہ احکام میراث کو معطل کرتے اور ان کے مطابق وارثوں میں ترکہ تقسیم نہیں کرتے۔ عصیان سے یہاں عصیان کا کامل درجہ مراد ہے یعنی جو شخص ان احکام پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیگا جیسا کہ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ اس پر قرینہ ہے۔ اور جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ (مائدہ رکوع ۷) مسند امام احمد میں مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ کی مَنْ لَّمْ یَعْتَقِدْ سے تفسیر کی گئی ہے یعنی جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام پر ایمان نہ لائیں اور ان کے حق ہونیکا اعتقاد نہ رکھیں وہ کافر ہیں۔ ۱۷؎ ساتواں حکم رعیت (عورتوں کو وراثت سے حصہ ضرور دو لیکن اگر ان سے زنا سرزد ہوجائے تو ان پر شرعی حکم نافذ کرو) احکام وراثت بیان کرنے کے بعد ان عورتوں کا حکم بیان کیا گیا جن سے زنا کا ارتکاب ہوجائے یعنی عورتوں کو میراث سے بیشک حصہ دو لیکن اگر کسی عورت سے زنا سرزد ہوجائے تو اگر چار گواہوں کی شہادت سے ان کا جرم ثابت ہوجائے تو ان کو بند رکھو یہاں تک کہ ان کے لئے کوئی دوسرا حکم آجائے اور اگر ان

فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ
گھروں میں یہاں تک کہ اٹھا لیوے ان کو موت یا مقرر کرے

اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ﴿١٥﴾ وَاللَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنكُمْ
اللہ ان کے لئے کوئی راہ ف۱ ف۲ اور جو دو مرد کریں تم میں سے وہی بدکاری

فَآذُوهُمَا ۖ فَإِن تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا
تو ان کو ایذا دو پھر اگر وہ دونوں توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان کا خیال

عَنْهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿١٦﴾ إِنَّمَا التَّوْبَةُ
چھوڑ دو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ف۲ ف۳ توبہ قبول کرنی

عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ
اللہ کو ضرور تو ان کی ہے جو کرتے ہیں برا کام جہالت سے

ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ
پھر توبہ کرتے ہیں جلدی سے تو ان کو اللہ

اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾ وَ
معاف کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور

لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۚ
ایسوں کی توبہ نہیں جو کئے جاتے ہیں برے کام

حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي
یہاں تک کہ جب سامنے آجائے ان میں سے کسی کے موت تو کہنے لگا میں

تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ
توبہ کرتا ہوں اب اور نہ ایسوں کی توبہ جو کہ مرتے ہیں حالت

كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٨﴾
کفر میں ان کے لئے تو ہم نے تیار کیا ہے عذاب دردناک ف۳ ف۳

موضح قرآن:۔ ف۱ یہ حکم زنا کا فرمایا کہ چار مرد مسلمان گواہ چاہئیں پھر ابھی حد نازل نہ فرمائی، وعدہ رکھا۔ آخر حد نازل ہوئی سورۂ نور میں۔ ف۲ اگر دو مرد فعل بد کریں ان کا حکم اس وقت مجملاً ایذا دینی فرمائی اور توبہ کریں تو ایذا نہ دو پھر جب حد زنا نازل ہوئی تو اس کی حد جدی نہ فرمائی۔ اس میں علماء کو اختلاف رہا کہ وہی حد ہے اس کی بھی یا شمشیر سے قتل کرنا یا کچھ اور طور سے۔ ف۳ یعنی موت جب یقینی ہو چکی اور آخرت نظر آنے لگی تب توبہ قبول نہیں اور اس سے پہلے قبول ہے مسلمان کی توبہ اور کافر اگر گناہ سے توبہ کرے وہ گناہ نہیں اترتا مگر جو مسلمان ہو کر مرے۔

فتح الرحمٰن ف۱ بعد ایں آیت خدا تعالٰی راہے مقرر کرد و آں رجم ثیب و جلد بکر است پس الحال حکم حبس نیست ۱۲۔ ف۲ ایں آیت مجمل است در احادیث مذکور شد کہ بکر جزاے صد تازیانہ باید زد و ثیب حر را رجم باید کرد و عبد را پنجاہ تازیانہ۔ واللہ اعلم ۱۲۔ ف۳ مترجم گوید اہل جاہلیت زنان را نیز از جملہ میراث می دانستند۔ ولی میت اگر خواستے بجبر در نکاح خود در آوردے و اگر خواستے منع میکرد کہ با اجنبی نکاح کنند تا آنکہ مہر رد نماید۔ حق تعالٰی ایں آیت فرستاد۔ واللہ اعلم۔

کو بطور سزا کوئی تکلیف دینا چاہو تو زیادہ نہ دو اور حدِ اعتدال سے آگے نہ بڑھو۔ یہ حکم حدِ شرعی کے نزول سے پہلے تھا۔ اور اگر وہ سچی توبہ کر لیں تو پھر ان سے تعرض نہ کرو اور انہیں کچھ نہ کہو کیونکہ جو شخص گناہ کرنے کے بعد سچی توبہ کرے اور گناہ پر اصرار نہ کرے تو اللہ تعالےٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْھُمَا یہ ساتویں حکم ہی سے متعلق ہے یعنی اس میں زنا ہی کا حکم مذکور ہے۔ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ الخ یعنی اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے ان لوگوں کی توبہ کو قبول کرنا اپنے ذمہ لے رکھا ہے جو نادانی میں گناہ کریں اور پھر فوراً ہی سچی توبہ کر لیں اور آئندہ کے لئے اس گناہ کے قریب بھی نہ پھٹکیں۔ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الخ یہ زجر اور تخویفِ اخروی ہے یعنی جو لوگ زندگی میں بے دھڑک اور اندھا دھند گناہ کرتے ہیں جب موت کا وقت آپہنچا اور غرغرہ کی حالت شروع ہو جائے تو توبہ کرنے لگیں تو یہ توبہ خدا کو منظور نہیں ہوگی۔ اسی طرح وہ لوگ جو حالتِ کفر میں مر جائیں ان کے گناہ ہرگز معاف نہیں ہوں گے اور انہیں دردناک سزا دی جائیگی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا

اے ایمان والو حلال نہیں تم کو کہ میراث میں لے لو تم

النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ

عورتوں کو زبردستی ۱۸ اور نہ روکے رکھو ان کو اس واسطے کہ لے لو ان سے کچھ

مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ

اپنا دیا ہوا۔ مگر کہ وہ کریں بے حیائی صریح۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ

اور گذران کرو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پھر اگر وہ تم کو نہ بھاویں

فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا

تو شاید تم کو پسند نہ آوے ایک چیز اور اللہ نے رکھی ہو اس میں بہت

كَثِيْرًا ⑲ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ

خوبی ۱ اور اگر بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری

زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا

عورت کو اور دے چکے ہو ایک کو بہت سا مال تو مت پھیر لو

مِنْهُ شَيْئًا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا

اس میں سے کچھ کیا لیا چاہتے ہو اس کو ناحق اور صریح

مُّبِيْنًا ⑳ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى

گناہ سے اور کیونکر اس کو لے سکتے ہو اور پہنچ چکا ہے

بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا

تم میں کا ایک دوسرے تک اور لے چکیں وہ عورتیں تم سے عہد

غَلِيْظًا ㉑ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ

پختہ ۲ ۱ اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے ۱۹

۱۸ آٹھواں حکمِ رعیت (ورثہ میں مال ملا کرتا ہے عورتیں نہیں ملا کرتیں۔ ہاں اگر وہ راضی ہوں تو ان سے نکاح کر لو) زمانۂ جاہلیت کی ایک ننگِ انسانیت رسم یہ تھی کہ ورثاء مال کی طرح اپنے مورثوں کی بیویوں کو بھی اپنی وراثت سمجھتے تھے اور اگر وہ کسی سے نکاح کرنا چاہتی تھیں تو انہیں جبراً روک دیتے تھے اگر وہ خوبرو ہوتی تو خود اس سے نکاح کر لیتے ورنہ اسے محبوس رکھتے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے مال پر قابض ہو جاتے تو اس پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ وراثت میں مال ملا کرتا ہے عورتیں نہیں ملا کرتیں۔ ہاں اگر کوئی عورت بخوشی نکاح کرنا چاہے تو نکاح کر لو بشرطیکہ وہ تمہاری محرم نہ ہو۔ كَرْهًا۔ فعلِ محذوف کا مفعولِ مطلق ہے ای تکرھون کرھا ولا تعضلوھن ای لا تمنعوھن (جامع ص۳۵) یعنی ان کو منع نہ کرو۔ ببعض میں با تعدیہ کے لئے ہے اور خطاب وارثوں سے ہے بعض دفعہ ورثاء بیوہ کو اس شرط پر دوسری جگہ نکاح کی اجازت دیتے کہ خاوند سے جو کچھ اسے میراث میں ملا ہے وہ لے واپس کر دے یا اپنا مہر واپس دیدے تو اس سے منع فرمایا یا خطاب خاوندوں سے ہے کچھ لوگ اپنی بیویوں کو نہ طلاق دیتے اور نہ حسنِ سلوک سے پیش آتے تھے بلکہ ان کو تنگ کرتے تھے تاکہ وہ اپنے وصول کردہ مہر واپس دے کر خلع کر لیں اس پر ممانعت کا حکم نازل فرمایا اور حسنِ معاشرت کا حکم دیا وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ الخ یعنی تم عورتوں کو مال کی خاطر تنگ نہ کرو اور اگر بیوی کو طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے شادی کرنا چاہو تو پہلی بیوی کو دئے ہوئے مہر سے کچھ بھی واپس مت لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کی طرف سے ناچاقی کی وجہ سے خلع نہیں ہو سکتا۔ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا دونوں مصدر ہیں بمعنی اسم فاعل تاخذونہ کے فاعل سے حال ہیں ای اتاخذونہ باھتین واٰثمین۔ اور افضٰی بعضکم الی بعض جماع سے کنایہ ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ خلوتِ صحیحہ کو بھی شامل ہے (روح ج ۴ ص۲۴۴) اس لئے اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق ہو جائے اگرچہ جماع کی نوبت نہ آئے تو بھی عورت سے مہر کا کوئی حصہ واپس لینا جائز نہیں

۱۹ نواں حکمِ رعیت (وہ عورتیں نکاح سے ملتی ہیں لیکن حسبِ ذیل عورتیں اگر راضی بھی ہوں تب بھی نکاح میں نہیں آسکتیں) پہلے فرمایا تھا کہ جو عورتیں رضامندی سے تمہارے ساتھ نکاح کرنا چاہیں

موضح قرآن ف۱ اس آیت میں دو حکم ہیں میت مر جاوے تو اس کی عورت اپنے نکاح کی مختار ہے میت کے بھائیوں کو زور آوری سے اپنے نکاح میں لینا نہیں پہنچتا اور نہ ان کو روکنا پہنچے نکاح سے کہ عاجز ہو کر جو کچھ میت نے دیا تھا پھیر جاوے مگر بے شرح بات سے روکنا البتہ چاہیئے۔ دوسرا حکم یہ کہ عورتوں سے گذران کرے تحمل کے ساتھ اگر ان میں بعضی چیز ناپسند ہو تو شاید کچھ خوبی بھی ہو بدخو کے ساتھ بدخوئی نہ چاہیئے۔ ف۲ یعنی مرد عورت تک پہنچا تو اس کا تمام مہر لازم ہوا اب بغیر اس کے چھوٹے نہیں چھوٹتا اور عہد گاڑھا یہی کہ حکمِ شرع سے عورت مرد کے قبضے میں آئی ورنہ اس کا مالک نہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی ایجاب و قبول بحضورِ شہود درمیان آمد۔ ۱۲۔

مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً
تمہارے باپ مگر جو پہلے ہو چکا ف۱ یہ بے حیائی ہے

وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ
اور کام ہے غضب کا اور برا چلن ہے ف حرام ہوئی ہیں تم پر

اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَ
تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور

خٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ
خالائیں اور بیٹیاں بھائی کی اور بہن کی اور جن ماؤں نے تم کو

اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ
دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور

اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ
تمہاری عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری

حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ
پرورش میں ہیں جن کو کہ جنا ہے تمہاری ان عورتوں نے جن سے تم نے

بِهِنَّ ؗ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا
صحبت کی اور اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو

جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ؗ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ
تم پر کچھ گناہ نہیں ان سے نکاح ہیں اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو

مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ
تمہاری پشت سے ہیں اور یہ کہ اکٹھا کرو دو بہنوں کو

اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾
مگر جو پہلے ہو چکا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ع ۳ ۱۴

منزل ۱

ان سے نکاح کر لو لیکن حسب ذیل عورتیں اگر راضی ہوں تب بھی ان سے نکاح نہ کرو کیونکہ یہ محرمات ہیں اور ان سے نکاح کرنا تمہارے لئے ابدی حرام ہے یہاں پندرہ محرمات مذکور ہیں (۱) باپ کی منکوحہ یعنی جو عورت باپ کی زوجیت میں آ چکی ہو پھر بیوہ یا مطلقہ ہو جائے (۲) ماں۔ دادی اور نانی بھی امّہات میں داخل ہیں (۳) وَبَنٰتُكُمْ بیٹیاں اس میں پوتیاں اور نواسیاں بھی داخل ہیں (۴) اَخَوٰتُكُمْ بہنیں خواہ عینی ہوں یا علاتی اور اخیافی (۵) وَعَمّٰتُكُمْ پھوپھیاں (۶) وَخٰلٰتُكُمْ خالائیں (۷) وَبَنٰتُ الْاَخِ بھتیجیاں۔ ان کی بیٹیوں کا بھی یہی حکم ہے (۸) وَبَنٰتُ الْاُخْتِ بھانجیاں اور ان کی بیٹیاں بھی اسی حکم میں ہیں (۹) وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ اور وہ عورتیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو (۱۰) وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ اور تمہاری دودھ شریک بہنیں (۱۱) وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ اپنی بیویوں کی مائیں خواہ نسبی ہوں یا رضاعی (۱۲) وَرَبَآئِبُكُمُ الخ تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو ان کے پہلے خاوندوں سے ہوں بشرطیکہ تم ان سے خلوت کر چکے ہو لیکن اگر کسی نے ابھی اپنی بیوی سے خلوت نہ کی ہو تو اس کو طلاق دے کر اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے فِیْ حُجُوْرِكُمْ کی قید محض اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے (۱۳) وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں اَلَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ کی قید احترازی ہے اور اس سے متبنّٰی کی بیوی سے احتراز ہے کیونکہ بیوگی یا طلاق کے بعد اس سے نکاح جائز ہے (۱۴) وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اور دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا۔ دو بہنیں خواہ نسبی ہوں یا رضاعی۔ اسی طرح ہر وہ دو عورتیں جن کے درمیان رشتہ محرمیت ہو۔ مثلاً خالہ اور بھانجی۔ پھوپھی اور بھتیجی۔ ان کو بھی ایک آدمی کے نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں (۱۵) وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اور جو عورتیں صحیح نکاح کے ساتھ دوسروں کی منکوحہ ہوں، ان سے بھی نکاح جائز نہیں۔ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ سے بظاہر یہ شبہ پڑتا ہے کہ شادی شدہ آزاد عورتوں سے نکاح جائز نہیں لیکن شادی شدہ لونڈیوں سے نکاح جائز ہے حالانکہ ایسا کرنا جائز نہیں اس لئے لونڈیوں سے وہ لونڈیاں مراد نہیں ہیں جو پہلے سے مسلمانوں کی ملک میں ہوں بلکہ وہ لونڈیاں مراد ہیں جو بذریعہ سبی (قید) کافروں سے مسلمانوں کے ہاتھ آئیں اور دار الکفر میں ان کے خاوند موجود ہوں کیونکہ سبی سے ان کا سابقہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور ان سے نکاح جائز ہے والمراد بالملك الملك بالسبی خاصة فانه المقتضى لفسخ النكاح وحلها للسابی دون غیره وهو قول عمر وعثمان وجمهور الصحابة والتابعين والائمة الاربعة (روح ج ۵ ص۲)

۲۰ دسواں حکم رعیت (جن عورتوں سے نکاح جائز ہے خواہ حرہ ہوں یا لونڈیاں، ان کو مہر دینا ہوگا) یہ آٹھویں اور نویں حکم سے متعلق ہے۔ آٹھویں حکم میں فرمایا کہ میراث میں مال ملا کرنا ہے عورتیں نہیں ملا کرتیں۔ ہاں جو عورتیں خوشی سے نکاح کرنا چاہیں ان سے نکاح کر سکتے ہو۔ نویں حکم میں فرمایا کہ یہ پندرہ عورتیں تم پر حرام ہیں وہ اگر راضی ہوں تو بھی ان سے نکاح جائز نہیں۔ اب یہاں علیٰ سبیل الترقی فرمایا کہ ان کے علاوہ باقی عورتیں تم پر حلال ہیں لیکن حلت کی شرط یہ ہے کہ تم ان کو ہمیشہ کے لئے اپنی زوجیت میں رکھنے کی غرض سے ان سے شرعی عقد کرو۔ وقتی یا چند روزہ شہوت رانی مقصود نہ ہو اس سے متعہ کی ممانعت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ متعہ کی غرض و غایت وقتی یا چند روزہ تمتع اور قضاء شہوت کے سوا کچھ نہیں وفیه اشارة الى النهی عن كون القصد مجرد قضاء الشهوة وصب الماء واستفراغ اوعية المنی فبطلت المتعة بهذا القيد لان مقصود المتمتع ليس الا ذاك (روح ج ۵ ص۶) اور یہ بھی یاد رکھو جس عورت سے نکاح کرو خواہ آزاد ہو یا لونڈی اس کو مہر ضرور دینا ہوگا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ۔ ہاں اگر مہر مقرر ہو چکنے کے بعد عورتیں اپنا پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیں تو وہ تمہارے لئے حلال ہے اس میں تم پر کوئی حرج نہیں

۲۱ جو لوگ آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتے وہ لونڈیوں سے نکاح کر لیں لیکن لونڈی سے نکاح کرنے کے لئے اس کے مالک کی اجازت شرط ہے۔ اس آیت سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ جس میں آزاد عورت سے نکاح کی استطاعت ہو اس کے لئے لونڈی سے نکاح جائز نہیں جیسا کہ مفہوم شرط کا تقاضا ہے اور اہل حجاز کہتے ہیں کہ غیر مستطیع کے لئے کنا بیہ لونڈی

موضح قرآن۔ ف۱ مگر جو ہو چکا یعنی کفر میں اس کا پرہیز نہ کرتے تھے۔ سو اسلام کے بعد وہ گناہ نہ رہا۔ اب آگے پرہیز چاہیئے۔

سے نکاح جائز نہیں کیونکہ فتیاتکم کے بعد المؤمنات کی قید موجود ہے لیکن امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک لونڈی خواہ مومنہ ہو خواہ کتابیہ سے بہر صورت نکاح جائز ہے۔ حرّہ سے نکاح کی استطاعت ہو یا نہ ہو کیونکہ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اور وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ دونوں مطلق ہیں جو نکاح امہ کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور تخصیص و تقیید کے لئے دلیل کی ضرورت ہے باقی رہا مفہوم شرط اور مفہوم صفت تو وہ امام کے نزدیک حجت نہیں ہے کما تقرر فی الاصول ۲۲ یہاں ان شادی شدہ لونڈیوں کی سزا بیان کی گئی ہے جن سے زنا کا ارتکاب ہو جائے۔ کنواری آزاد عورت کیلئے زنا کی حد سو کوڑے ہے جیسا کہ سورۂ نور میں مذکور ہے اور لونڈی کیلئے اسکا نصف یعنی پچاس کوڑے ہے ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ الخ عنت سے مراد زنا ہے جیسا کہ ابن عباس سے منقول ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہما هو الزنا لانه سبب الهلاك (مدارک ج ۱ صـ۱) یعنی آزاد عورتوں کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں لونڈیوں سے نکاح کی اجازت اس لئے دی گئی ہے تاکہ تم گناہ میں مبتلا نہ ہو جاؤ لیکن اگر تم اپنے جذبات کو قابو میں رکھ سکو اور لونڈیوں سے نکاح نہ کرو اور نکاح کی استطاعت کا انتظار کرو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے کیونکہ لونڈی سے نکاح کی صورت میں اس سے تمہاری اولاد اپنی ماں کے تابع ہوگی اور غلام ہوگی اس لونڈی کا مالک تمہاری اولاد کو فروخت کرنے کا مجاز ہوگا۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ الخ نکاح سے

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ
اور خاوند والی عورتیں مگر جن کے مالک ہو جائیں تمہارے ہاتھ ف۱

كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ
حکم ہوا اللہ کا تم پر ف اور حلال ہیں تم کو سب عورتیں ان کے سوا ف۲ بشرطیکہ

تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۚ فَمَا
طلب کرو ان کو اپنے مال کے بدلے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو ف۳ پھر جس

اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ
کو کام میں لائے تم ان عورتوں میں سے تو ان کو دو ان کے حق جو مقرر ہوئے ف۴

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ
اور گناہ نہیں تم کو اس بات میں کہ ٹھہرا لو تم دونوں آپس کی رضا سے مقرر

الْفَرِيْضَةِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ لَّمْ
کئے پیچھے ف۵ بیشک اللہ ہے خبردار حکمت والا ف۶ اور جو کوئی نہ

يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ
رکھے تم میں مقدور اس کا کہ نکاح میں لائے بیبیاں مسلمان ف۷

فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۚ
تو نکاح کرلے ان سے جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں جو کہ تمہارے آپس کی لونڈیاں ہیں مسلمان

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ
اور اللہ کو خوب معلوم ہے تمہاری مسلمانی تم آپس میں ایک ہو ف۸ سو ان سے نکاح کرو

بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ
ان کے مالکوں کی اجازت سے اور دو ان کے مہر موافق دستور کے

مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ
قید میں آنے والیاں ہوں نہ مستی نکالنے والیاں اور نہ چھپی یاری کرنے والیاں ف۹ پھر جب

منزل ۱

ف۲ متعہ کی نفی کی طرف اشارہ ہے

موضح قرآن ف۱ سات ناتے حرام فرمائے ایک ماں اس میں داخل ہے نانی اور دادی یعنی جو عورت اس شخص کی جڑ ہے۔ دوسری بیٹی اس میں داخل ہے نواسی اور پوتی یعنی جو اسکی شاخ ہے تیسری بہن چوتھی بھتیجی پانچویں بھانجی یعنی جو اس کے ماں باپ میں ملتی ہے چھٹی پھوپھی اور ساتویں خالہ یعنی جو ماں باپ سے اوپر ملتی ہیں بشرطیکہ بے واسطہ ملتی ہو اور جو واسطے سے ملے وہ حلال ہے جیسے پھوپھی کی بیٹی۔ اور دودھ کے دو ناتے فرمائے ماں اور بہن اشارہ ہے کہ ساتوں ناتے اس میں بھی حرام ہیں اور سسرال کے چار ناتے فرمائے عورت کو مرد کی جڑ اور شاخ اور مرد کو عورت کی جڑ اور شاخ مگر شاخ جب حرام ہے کہ نکاح کے بعد صحبت بھی ہوئی ہو اور جڑ فقط نکاح سے حرام ہے دودھ سے بھی یہ چار ناتے حرام ہوئے لیکن دودھ پینا وہ معتبر ہے کہ اسی عمر میں پیئے بڑی عمر میں پینا معتبر نہیں اس جگہ ناتا سگا اور سوتیلا اور اخیافی سب برابر ہے اور دودھ میں بھی سوتیلا ناتا معتبر ہے اور بعد اسکے منع فرمایا جمع کرنا دو بہنوں کا اس اشارت سے معلوم ہوا کہ ساتوں ناتوں کا جمع کرنا حرام ہے اور سسرال کے ناتوں میں جمع کرنا حرام نہیں آخر کو حرام فرمائی نکاح بندھی عورت یعنی ایک کے نکاح میں ہے تو ہر کسی کو اسکا نکاح حرام ہے مگر یہ کہ اپنی ملک ہو جاوے اس کی صورت یہ کہ کافر مرد اور عورت میں نکاح تھا۔ وہ عورت قید میں آئی جسکو پہنچی اسکو حلال ہے اگر دودھ کا ناتا یا سسرال کا مرد کو اپنی لونڈی سے ہے تو اسی صحبت حرام ہے مگر ملک میں رہا کرے اور یہ فرمایا کہ عورتیں تمہاری بیٹیوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں یعنی لے پالک کو بیٹا نہ جانو کسی حکم میں وہ بیٹا نہیں ف۲ یعنی جو عورتیں حرام فرما دیں ان کے سوا سب حلال ہیں لیکن چار شرط سے۔ اوّل یہ کہ طلب کرو یعنی زبان سے ایجاب و قبول درمیان آوے دوسرے یہ کہ مال دینا قبول کرو یعنی مہر تیسرے یہ کہ قید میں لانے کی طرح ہو مستی نکالنے کی نہ ہو یعنی ہمیشہ کو وہ عورت اس مرد کی ہو جاوے اس کے چھوڑے بغیر نہ چھوٹے یعنی مدت کا ذکر نہ آوے کہ مہینے تک یا برس تک اس سے متعہ حرام ٹھہرا چوتھی شرط سورۂ مائدہ میں فرما دی اور یہاں بھی لونڈیوں کے نکاح میں آگے فرمائی ہے کہ چھپی یاری نہ ہو یعنی لوگ شاہد ہوں کم سے کم دو مرد یا ایک مرد دو عورت پھر فرمایا کہ جو کام میں آئی اسکا مہر پورا دینا پڑا یعنی کام میں آئی یعنی صحبت ہوئی یا خلوت ہوئی۔ اب کسی طرح مہر نہیں چھوٹتا اور جب تک کام میں نہیں آئی تو اگر مرد چھوڑے تو آدھا مہر دے اور اگر عورت ایسا کام کرے کہ نکاح ٹوٹ جاوے تو سب مہر اتر گیا پھر فرمایا کہ بعد مہر مقرر کرنے کے جو دونوں اپنی خوشی سے بڑھا دیں یا گھٹا دیں وہ بھی معتبر ہے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی اگر زنی را از دار الحرب اسیر کردہ اند نکاح وتسری او صحیح بود ہر چند آنجا زوج داشتہ باشد ۱۲ ف۲ یعنی نکاح صحیح آنست کہ با مہر باشد و مؤبد باشد بحسب ظاہر زیرا کہ حاجت جماع ہمیشہ است احصان بدون عقد مؤید حاصل نشود ۱۲ ف۳ یعنی بجماع تمام مہر لازم می شود ۱۲ ف۴ یعنی بعد مقرر کردن اگر بتراضی زیادہ یا کم کنید باک نیست ۱۲ ف۵ یعنی کنیزکان نیز بنات آدم اند ف۶ مترجم گوید فارق در نکاح و اتخاذ اخدان شرط شہود است و در احصان دسفاح مؤید بودن عقد بحسب ظاہر واللہ اعلم ۱۲

متعلق تین احکام بیان کرنے کے بعد بیان کی وجہ بتادی کہ یہ نکاح کی حلت وحرمت کے احکام اس لئے بیان کئے گئے ہیں تاکہ تمہیں ان کا علم ہو جائے اور تم ان پر عمل کرکے گناہ سے بچ سکو اور انبیاء علیہم السلام و صالحین کی راہ پر چل سکو ۲۳ **گیارہواں حکم رعیت** :۔ پہلے مال حرام کھانے کے مخصوص تین طریقوں سے منع فرمایا۔ یتیم کا مال ناحق کھانا، بیوی کا مہر بلامعاوضہ دبا جانا اور میراث میں سے وارثوں کا حق مار لینا اب یہاں مال حرام کھانے سے عام ممانعت فرمائی کہ کسی بھی ناجائز طریقہ سے کسی کا مال نہ کھاؤ وَلَا تَقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ اور مال حرام کھانے، شرک کرنے اور اسی طرح کے دوسرے گناہوں سے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو کیونکہ ایسے گناہوں کا ارتکاب اپنے آپ کو قتل کرنے اور ہلاکت میں ڈالنے کے مرادف ہے۔ المعنی لا تهلكوا انفسكم بارتكاب الآثام كاكل الاموال بالباطل وغيرها من المعاصي التي تستحقون بها العقاب (روح ج ۵ ص ۱۶) یا یہ اپنے ظاہر پر ہے اور اس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے کی نہی ہے ۲۴ کبائر کبیرہ کی جمع ہے۔ کبائر سے مراد وہ گناہ ہیں جن پر کتاب و سنت میں سزا اور

أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا
وہ قید نکاح میں آچکیں تو اگر کریں بے حیائی کے کام تو ان پر آدھی سزا ہے

عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ
بیبیوں کی سزا سے ف۱ ۲۲ یہ اس کے واسطے ہے جو کوئی ڈرے تم میں تکلیف

مِنكُمْ وَأَن تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٥﴾
میں پڑنے سے اور صبر کرو تو بہتر ہے تمہارے حق میں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۲

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ
اللہ چاہتا ہے کہ بیان کرے تمہارے واسطے اور چلاوے تم کو پہلوں کی

مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾
راہ اور معاف کرے تم کو اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا

وَاللَّهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ
اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر متوجہ ہووے اور چاہتے ہیں وہ لوگ جو

يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَن تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيدُ
لگے ہوئے ہیں اپنے مزوں کے پیچھے کہ تم پھر جاؤ راہ سے بہت دور ف۳ اللہ

اللَّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾
چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان بنا ہے کمزور ف۴

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم
اے ایمان والو نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں

بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ
ناحق ف۵ ۲۳ مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے

وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٢٩﴾
اور نہ خون کرو آپس میں بیشک اللہ تم پر مہربان ہے

ع ۴

وعید وارد ہو یا ہر گناہ اپنے ماتحت کے اعتبار سے کبیرہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ کبائر سے یہاں انواع کفر و شرک مراد ہیں حملوا قوله تعالى كبائر ما تنهون عنه على انواع الشرك والكفر (بحر ج ۳ ص ۲۳۳) یعنی اگر تم کفر و شرک کی تمام انواع سے اجتناب کرو گے تو باقی گناہ اللہ تعالیٰ جسے چاہیگا معاف کر دیگا مگر شرک معاف نہیں ہوگا۔ ۲۵ **بارہواں حکم رعیت** (جن وارثوں کے حصے زیادہ ہیں ان کو حصہ پورا پورا دو اور اپنے حق سے زیادہ لینے کی خواہش نہ کرو) یہاں تفضیل سے میراث کے حصوں میں تفضیل مراد ہے بقرینہ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا الخ ورثاء کے حصے کم و بیش مقرر کئے گئے ہیں کسی کا حصہ زیادہ ہے اور کسی کا کم اس لئے حکم دیا گیا کہ کسی کا حق مار لینا اور اس کے حصہ میں کمی کرنا تو درکنار یہ تو صریح ظلم ہے تم اپنے حصہ سے زیادہ لینے کی خواہش بھی نہ کرو۔ پہلے فرمایا کہ لوگوں کا مال باطل طریقوں سے مت کھاؤ اب فرمایا کہ باطل طریقہ سے مال کھانے کا خیال بھی دل میں مت لاؤ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ہر انسان کے اپنے اپنے وارث ہوتے ہیں اس لئے ہر ایک کو میراث سے صرف اپنا حصہ ہی لینا چاہئے اور دوسرے کا حق لینے کی تمنا اور آرزو نہیں کرنی چاہئے بين تعالى ان لكل انسان ورثة وموالي فلينتفع كل واحد بما قسم الله له من الميراث ولا يتمن مال غيره (قرطبی ج ۵ ص ۱۶۵) بعض مفسرین کا قول ہے کہ جاہلیت میں ایک آدمی دوسرے سے موالات کا عقد کر لیتا تھا اور ان میں یہ بات طے پاتی تھی کہ ایک سے لڑائی دوسرے سے لڑائی اور ایک سے صلح دوسرے سے شمار ہوگی اور وہ دونوں ایک دوسرے کا تاوان ادا کریں گے اور دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اس طرح مولی موالات کو میراث سے چھٹا حصہ ملتا تھا ابتداء اسلام میں بھی اس پر عمل کرنے کا حکم بحال رہا چنانچہ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ میں یہی حکم مذکور ہے پھر یہ حکم اسی آیت کے پہلے حصہ یعنی وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ اور دوسری آیات میراث سے منسوخ ہو گیا (من الکبیر وغیرہ) لیکن حضرت ابن عباس رض اور مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان جو اخوت (بھائی چارہ) قائم کی تھی اسکی وجہ سے ہر مہاجر اپنے انصاری بھائی کا وارث ہوتا تھا اور انصاری کے رشتہ دار وارث نہیں ہوتے تھے۔ جب یہ آیت وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ نازل ہوئی تو وہ

موضح قرآن ف۱ فرمایا کہ جس کو مقدور نہ ہو آزاد عورت نکاح کرنے کا اور صبر میں ڈرتا ہو کہ مجھ سے حرام ہو جاوے تو روا ہے کہ کسی کی لونڈی نکاح کرے مالک کے اذن سے اور چھپی یاری سے منع فرمایا تو نکاح میں شاہد لازم ہوئے اور جس کے نکاح میں ایک عورت آزاد ہے اس کو کسی کی لونڈی سے نکاح حلال نہیں اور ان پر جو آدھی مار فرمائی یعنی آزاد مرد یا عورت اگر نکاح سے فائدہ لے چکے پھر زنا کرے تو سنگسار ہوئے اور بغیر نکاح کے زنا کرے تو سو کوڑے مارے سو فرمایا کہ لونڈیوں کو نکاح کئے پر بھی زنا کی حد پچاس کوڑے ہیں زیادہ نہیں یہی حکم ہے غلام کا ف۲ یعنی بری صحبت جو آدمی کا دل دوڑاوے برے کام پر اور شرع پر مقید نہ رہنے دے ف۳ یعنی شرع میں کسی چیز کی تنگی نہیں کہ کوئی حلال کو چھوڑے اور حرام کو دوڑے۔

حکم منسوخ ہوگیا اس کے بعد وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ فَاٰتُوْھُمْ نَصِیْبَھُمْ سے حلفاء موالی یعنی ان لوگوں کا حصہ ادا کرنے کا حکم دیا جن سے باہمی تعاون اور نصرت کا عہد باندھا گیا ہو ان لوگوں کے حصہ سے ان کی خیر خواہی، انھیں آرام پہنچانا اور حسب معاہدہ ان سے تعاون اور بذریعہ وصیت ان کی مالی امداد وغیرہ مراد ہے وفی روایۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما اخرجھا البخاری وابوداؤد والنسائی وجماعۃ عنہ انہ قال فی الاٰیۃ کان المھاجرون لما قدموا المدینۃ یرث المھاجر الانصاری دون ذوی رحمہ للاخوۃ التی اٰخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بینھم فنزلت (ولکل جعلنا موالی) نسخت ثم قال (والذین عاقدت ایمانکم فاٰتوھم نصیبھم) من النصر والوفادۃ والنصیحۃ وقد ذھب المیراث ویوصی لہ وروی عن مجاھد مثلہ (روح ج ۵ ص۲۳ کذا فی القرطبی ج ۵ ص۱۶۵) اس طرح آیت کے دوسرے حصہ کو پہلے حصہ سے منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ بعض مفسرین کا خیال ہے بلکہ آیت کے دونوں حصے اپنی جگہ محکم اور برقرار ہیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی توجیہ کو پسند فرماتے تھے آپ فرماتے تھے

وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْهِ

اور جو کوئی یہ کام کرے تعدی سے اور ظلم سے تو ہم اس کو ڈالیں گے

نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ

آگ میں اور یہ اللہ پر آسان ہے ف۱ اگر تم بچتے رہو گے ان چیزوں سے

مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ

جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کردینگے تم سے چھوٹے گناہ تمہارے ۲۴ اور داخل کریں گے تم کو

مُّدْخَلًا كَرِیْمًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ

عزت کے مقام میں ف۲ ف۳ اور ہوس مت کرو جس چیز میں بڑائی دی اللہ نے

بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ

ایک کو ایک پر ۲۵ مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے

وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ

اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور مانگو اللہ سے اس

فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا

کا فضل بے شک اللہ کو ہر چیز معلوم ہے ف۴ اور ہر کسی کیلئے ہم نے مقرر کردیئے

مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِیْنَ

ہیں وارث اس مال کے کہ چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے اور جن سے

عَقَدَتْ اَیْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

معاہدہ ہوا تمہارا ان کو دیدو ان کا حصہ بیشک اللہ کے

عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ﴿۳۳﴾ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى

روبرو ہے ہر چیز ف۵ ف۶ مرد حاکم ہیں

النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ

عورتوں پر ۲۶ اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر ف۷ اور اس واسطے کہ

ف۱ بارہواں حصہ جن داروں سے کچھ زیادہ ہیں ان کو حصہ پر راضی رہو اور اپنے حق سے زیادہ لینے کی خواہش نہ کرو ۱۲

ف۲ دینی نصرت، تعاون اور خیر خواہی مراد ہے ... حصہ میراث مراد نہیں ... کما قال ابن عباس ... [illegible] ۱۲

اگر ایک آیت کے دو معنی ہو سکیں ایک معنی کے اعتبار سے آیت منسوخ ہو اور دوسرے کے اعتبار سے غیر منسوخ تو آیت کو اس معنی پر محمول کیا جائے جس پر وہ منسوخ نہ ہو اور اس معنی کو معنی ابقائی کہتے ہیں **۲۶ تیرہواں حکم رعیت** وراثت میں بے شک عورتیں بھی مردوں کے ساتھ شریک ہیں لیکن دو باتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر منتظم مقرر کیا ہے اور ان کو ان پر بالادستی اور تسلط کی شان عطا فرمائی ہے بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ میں بار سببیہ ہے اور یہ مردوں کے عورتوں پر قوام ہونے کی پہلی علت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو علم و عقل، فہم و تدبر اور قوت و قدرت میں عورتوں پر جو برتری اور فضیلت عطا فرمائی ہے اس بنا پر وہی اس شرف کے مستحق ہیں کہ نظام کار انہی کے ہاتھ میں ہو اور عورتوں پر انھیں تسلط حاصل ہو وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ یہاں بھی بار سببیہ ہے اور یہ تسلط کی دوسری علت ہے یعنی خاوند عورت کو مہر دیتا ہے اور اس کی خوراک، رہائش، پوشاک اور دیگر ضروریات زندگی پر اپنی جیب سے روپیہ خرچ کرتا ہے اس لئے لازمی طور پر مرد کو عورت پر فضیلت حاصل ہے اور وہ عورت پر حاکم ہونے کا مستحق ہے **۲۷** للغیب میں لام بمعنی فی ہے ای یحفظن انفسھن وفروجھن فی حال غیبۃ ازواجھن (روح ج ۵ ص۲۴) بما میں بار سببیہ اور ما مصدریہ ہے ما مصدر یہ ای بحفظ تعالیٰ ایاھن بالامر بحفظ الغیب والحث علیہ بالوعد والوعید والتوفیق لہ (ابوالسعود ج ۳ ص۱۷۱) جب دو وجوہ سے عورتوں پر مردوں کی برتری اور بالادستی ثابت ہوگئی تو اب عورتوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کی اطاعت کریں اور ان کی وفادار بن کر رہیں اور ان کی امانت میں خیانت نہ کریں قال ابن عباس امروا علیھن فعلی المرأۃ ان تطیع زوجھا فی طاعۃ اللہ (خازن ج ۱ ص۴۳۳) چنانچہ نیک بیویوں میں یہ صفتیں موجود ہوتی ہیں قٰنِتٰتٌ وہ اپنے خاوندوں کی وفادار ہوتی ہیں حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ الخ اور اللہ کی طرف سے حفاظت و نگہبانی کی توفیق سے خاوندوں کی عدم موجودگی میں اپنی عزت و آبرو اور عفت و عصمت کی حفاظت کرتی ہیں وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ الخ نشوز سے نافرمانی اور خاوند کی اطاعت سے نفرت اور خاوند سے بدخوئی کا سلوک مراد ہے۔

موضح قرآن ف۱ یعنی مغرور نہ ہو کہ ہم مسلمان دوزخ میں کیوں جاویں گے اللہ پر یہ بھی آسان ہے ف۲ کبیرہ گناہ وہ ہیں جن پر قرآن یا حدیث میں صاف وعدہ دیا دوزخ کا یا اللہ کے غصے کا یا حد مقرر فرمائی اور صغیرہ وہ جن سے منع فرمایا اور کچھ زیادہ نہیں ف۳ عورتوں نے حضرت سے پوچھا کہ کیا سبب ہے حق تعالیٰ ہر جگہ مردوں پر حکم فرماتا ہے عورتوں کا نام نہیں لیتا اور میراث میں مرد کو حصہ دوہرا ٹھہرایا اس پر یہ آیت اتری ف۴ اکثر لوگ حضرت کے ساتھ اکیلے مسلمان ہوئے تھے ان کے اقربار کافر ہے تو حضرت نے دو دو مسلمانوں کو آپس میں بھائی کردیا وہی ایک دوسرے کا وارث ہوتا جب ان کے اقربا مسلمان ہوتے تب یہ آیت اتری کہ میراث ہے قرابت ہی پر اور قول کے بھائیوں سے زندگی میں سلوک ہے یا مرتے وقت کچھ وصیت کردو۔

فتح الرحمٰن ف۱ گناہ کبیرہ آنست کہ برآن حد مشروع باشد یا وعدہ دوزخ کردہ آید یا بکفر مسمی شد در قرآن یا سنت صحیحہ و ہر کس کہ از کبائر اجتناب کند صغائر او را نماز روزہ و صدقہ نابود بسازد ۱۲ ف۲ یعنی حلیف را رعایت کردن یا وصیت کردن مینوان وایشاں را در میراث دخل نیست و میراث برائے اقربا مقرر کردہ شدہ ۱۲ ف۳ یعنی بسبب آنکہ مرداں در جبلت بہتر اند از زناں ۱۲۔

نشوزھن عصیانھن وترفعھن عن طاعۃ الازواج (مدارک ج ۱ صـ۱۷۴) یعنی جو عورتیں خاوند کی اطاعت نہ کریں اور بدخوئی کا اظہار کریں تو ان کو نصیحت کرو اور خدا کا خوف دلاؤ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ اگر زبانی وعظ و نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہو تو ان سے مباشرت اور ہمبستری ترک کردو شاید اسطرح وہ نافرمانی اور بدخوئی سے باز آجائیں وَاضْرِبُوهُنَّ اگر اس سے بھی وہ متاثر نہ ہوں اور بدستور اپنی شرارت وعصیان کو جاری رکھیں تو بطور سزا ان کو مارو مگر اس قدر نہ مارو کہ ظلم کی حد کو پہنچ جاؤ اور ان کو زخمی کردو یا ان کا کوئی عضو توڑ ڈالو فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا لیکن اگر وہ تمہاری اطاعت کریں اور تمہارے حقوق بجالائیں تو ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو، ان کی حق تلفی نہ کرو اور انھیں ایذا نہ دو ف۲۸ **چودھواں حکم رعیت**: (اگر خاوند بیوی کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے تو اصلاح کی کوشش کرو) اگر خاوند بیوی کے درمیان اختلاف شقاق و مخالفت کی حد تک پہنچ جائے اور وعظ و نصیحت ہجران اور مار پیٹ کے بعد بھی ان کے درمیان صلح کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان کے درمیان اصلاح کی کوشش کریں اس طرح کہ دونوں کے رشتہ داروں سے ایک ایک سمجھدار اور معاملہ فہم آدمی منتخب کر کے ان کو زوجین کے درمیان اصلاح پر مقرر کریں إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا۔ یریدا سے دونوں حَکَم مراد ہیں اور بینھما کی ضمیر زوجین کی طرف راجع ہے یعنی اگر وہ دونوں حَکَم نیک نیتی سے خاوند بیوی کے درمیان اصلاح کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں الفت و محبت ڈالدے گا اور ان کے درمیان موافقت کردے گا ای ان قصدا اصلاح ذات البین وکانت نیتھما صحیحۃ وقلوبھما ناصحۃ لوجہ اللہ تعالیٰ (یوفق اللہ بینھما) یوقع بین الزوجین الموافقۃ والالفۃ والقی فی نفوسھما المودۃ والرأفۃ (ابوالسعود ج ۳ صـ۳۲۰) یہاں تک رعیت کے لئے چودہ امور انتظامیہ یا بالفاظ دیگر احکام رعیت مذکور ہوئے ف۲۹ احکام رعیت بیان کرنے کے بعد اصل مسئلہ یعنی مسئلہ توحید کا ذکر فرمایا اُعْبُدُوا اللّٰہَ صرف خدائے واحد کی عبادت بجالاؤ صرف اسے ہی پکارو قال ابن عباس المعنی وحدوہ (کبیر ج ۳ صـ۳۲۱) وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا اور اس کی عبادت اور پکار میں اس کی کسی مخلوق کو اس کا شریک نہ بناؤ نہ پیغمبروں اور ولیوں کو نہ فرشتوں اور جنوں کو۔ اس کے بعد وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا سے لیکر وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا تک چار چیزیں بیان کی گئی ہیں (والدین، دوسرے رشتہ داروں، یتیموں، غریبوں، پڑوسیوں، مسافروں غلاموں اور دیگر مستحقین پر احسان کرو حسن سلوک سے پیش آؤ اور ان کی مالی امداد کرو۔ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وہ پڑوسی جس کا گھر تمہارے گھر سے متصل ہو یا وہ پڑوسی جو تمہارا رشتہ دار ہو وَالْجَارِ الْجُنُبِ جس کا گھر تم سے ذرا فاصلہ پر ہو یا وہ جو تمہارا رشتہ دار نہ ہو قال ابن عباس ومجاھد وعکرمۃ والضحاک وقتادۃ وابن زید ومقاتل فی آخرین ھو الجار القریب النسیب والجار الجنب ھو الجار الاجنبی لا قرابۃ بینک وبینہ (بحر ج ۳ صـ۲۴۴) والجار ذی القربی قیل ھو الذی قرب جوارہ والجار الجنب ھو الذی بعد جوارہ (کبیر ج ۳ صـ۳۲۲) اور الصاحب بالجنب سے مراد رفیق سفر طلب علم تجارت وغیرہ میں ہے یا بیوی مراد ہے یہ بھی ممکن ہے کہ آیت کے عموم میں دونوں داخل ہوں وقد تتناول الآیۃ الجمیع بالعموم

ر۱ چودھواں حکم رعیت اگر خاوند بیوی میں اختلاف پیدا ہو جائے تو مسلمان کو ان کے درمیان اصلاح کی کوشش کرنا چاہیئے۔

۱۰/

ر۲ یہاں تک رعایا کے چودہ امور انتظامیہ بیان ہو چکے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ظلم نہ کرو ۔۱۲

ر۳ احکام رعیت کے بعد اصل مسئلہ توحید کا بیان یعنی ماں باپ رشتہ دار اور بیویوں پر ظلم نہ کرو اور اللہ کی عبادت اور پکار میں اس کی مخلوق کو شریک نہ کرو ۔۱۲

أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ۚ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ

خرچ کئے انہوں نے اپنے مال — پھر جو عورتیں نیک ہیں سو تابعدار ہیں نگہبانی کرتی ہیں

لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ۚ وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ

پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے ف۲۷ اور جن کی بدخوئی کا ڈر ہو تم کو

فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ ۖ

تو ان کو سمجھاؤ اور جدا کرو سونے میں اور مارو

فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۗ إِنَّ اللَّهَ

پھر اگر کہا مانیں تمہارا تو مت تلاش کرو ان پر راہ الزام کی ف۲۸ بے شک اللہ

كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا ﴿٣٤﴾ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا

ہے سب سے اوپر بڑا ف اور اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں

فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن

تو کھڑا کرو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے ف۲۹ اگر

يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

یہ دونوں چاہیں گے کہ صلح کرادیں تو اللہ موافقت کردیگا ان دونوں میں بے شک اللہ سب کچھ

عَلِيمًا خَبِيرًا ﴿٣٥﴾ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ

جاننے والا خبردار ہے — اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَ

اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو ف۲۹ اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور

الْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَ

فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور

الصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ

پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام

(قرطبی ج ۵ صـ۱۸۹)۔ (۲) وَالَّذِينَ يَبْخَلُونَ سے عَذَابًا مُّهِينًا تک ان لوگوں کیلئے تخویف ہے جو مذکورہ بالا مصارف میں خرچ نہیں کرتے یہاں أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سے معلوم ہوا کہ بخل سے بخل کا درجہ کامل مراد ہے یعنی وہ اللہ کی راہ میں خرچ بھی نہ کریں اور اللہ پر ایمان بھی نہ لائیں۔ (۳) وَالَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ سے فَسَاءَ قَرِينًا تک بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ صحیح مصارف میں مال خرچ نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو محض ریاکاری اور نام و نمود کیلئے کرتے ہیں، خوف خدا یا ثواب آخرت کی وجہ سے نہیں کرتے دراصل خدا اور آخرت پر ان کا ایمان نہیں ہے شیطان ان کا ساتھی اور ہمدم ہے جو انھیں گمراہ کر رہا ہے۔

موضح قرآن ف یعنی اللہ نے مرد کا درجہ اوپر بنایا تو عورت کو حکم برداری چاہیئے اور اگر ایک عورت بدخوئی کرے تو مرد پہلے درجے سمجھاوے دوسرے درجے جدا سوئے لیکن اسی گھر میں پھر آخر درجے مارے بھی لیکن نہ ایسا کہ ضرب پہنچے پھر اگر مطیع ہو جاوے تو گرید نہ کرے تقصیروں پر اللہ سب پر حاکم ہے باقی ہر تقصیر کی ایک حد ہے۔ مارنا آخر کا درجہ ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید کہ درین آیت بیان فرمودہ کہ مرد فرمان رواست بسبب فضل جبلی وبسبب انفاق وزن صالحہ کسی ست کہ فرمان برداری کند وحفظ مال نماید واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی حیلہ ایذا دادن تجسس مکنید ۱۲۔

(۴) وَمَاذَا عَلَيۡهِمۡ سے كَانَ اللّٰهُ بِهِمۡ عَلِيۡمًا تک ان لوگوں کیلئے زجر اور تخویف اخروی ہے اگر یہ لوگ اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لے آتے اور اللہ کی دی ہوئی دولت سے اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرتے تو اس میں انکا کیا نقصان تھا۔ یہاں بھی درجہ کامل مراد ہے یعنی خرچ نہ کریں اور اعتقاد بھی نہ رکھیں مراد مشرکین ہیں ۳۲ یہاں احسان کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ اب وقت ہے مال خرچ کرو۔ اب احکام خداوندی کے مطابق خرچ کرنے کا اجر و ثواب آخرت میں کئی گنا ملیگا اس لئے اس موقع کو ہاتھ سے مت جانے دو ۳۱ یہ ماقبل کی تخویف کا تکملہ ہے یعنی جب قیامت کے دن گذشتہ امتوں کے منکرین کے خلاف ان کے انبیاء علیہم السلام گواہی دے رہے ہوں گے اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے زمانہ کے ان مشرکین و کفار کے خلاف گواہی دیں گے اس وقت ان کا کیا حال ہوگا۔ اس وقت ان کی حالت ناگفتہ بہ ہوگی اور شدت ہول اور خوف عذاب کی وجہ سے وہ خواہش کریں گے کہ زمین میں سما جائیں جیسا کہ اگلی آیت میں مذکور ہے کیف یکون حالهم اذا جئنا یوم القیمة من کل امة من الامم و طائفة من الطوائف بشهید یشهد علیهم بما کانوا علیه من فساد العقائد و قبائح الاعمال و هو نبیهم (روح ج ۵ ص۳۲)

اَيۡمَانُكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ۙ﴿۳۶﴾
باندیوں کے ساتھ بے شک اللہ کو پسند نہیں آتا اترانے والا بڑائی کرنے والا ف

الَّذِيۡنَ يَبۡخَلُوۡنَ وَيَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ وَ
جو کہ بخل کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں لوگوں کو بخل اور

يَكۡتُمُوۡنَ مَاۤ اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَاَعۡتَدۡنَا
چھپاتے ہیں جو ان کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے

لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا مُّهِيۡنًا ۚ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ
کافروں کے لئے عذاب ذلت کا اور وہ لوگ جو کہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال

رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ
لوگوں کو دکھانے کو اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ قیامت کے دن پر

وَمَنۡ يَّكُنِ الشَّيۡطٰنُ لَهٗ قَرِيۡنًا فَسَآءَ قَرِيۡنًا ﴿۳۸﴾ وَمَاذَا
اور جس کا ساتھی ہوا شیطان تو وہ بہت برا ساتھی ہے ف۲ اور کیا

عَلَيۡهِمۡ لَوۡ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا
نقصان تھا ان کا اگر ایمان لاتے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور خرچ کرتے اللہ کے

رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمۡ عَلِيۡمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ
دیئے ہوئے میں سے اور اللہ کو ان کی خوب خبر ہے۔ بیشک اللہ حق نہیں رکھتا

مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنۡ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفۡهَا وَيُؤۡتِ
کسی کا ایک ذرہ برابر ۳۲ اور اگر نیکی ہو تو اس کو دونا کر دیتا ہے اور دیتا ہے

مِنۡ لَّدُنۡهُ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ
اپنے پاس سے بڑا ثواب ف۳ پھر کیا حال ہوگا جب بلاویں گے ہم ہر امت

اُمَّةٍۢ بِشَهِيۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيۡدًا ؕ﴿۴۱﴾ يَوۡمَئِذٍ
میں سے احوال کہنے والا ۳۱ اور بلاویں گے تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا اس دن

وقف النبی علیہ السلام

ر۱ امر ثالث کا بیان یعنی ظلم نہ کرو، شرک نہ کرو اور احسان کرو ۱۲

ر۲ زجر مع تخویف اخروی ان لوگوں کے لئے جو مذکورہ بالا مصارف میں مال خرچ کرنے کو جائز نہیں سمجھتے ۱۲

ر۳ یعنی یا خرچ کرتے ہیں لیکن مقصود محض ریاکاری، نمائش اور نام و نمود ہوتا ہے ۱۲

ر۴ زجر مع تخویف اخروی ۱۲

ر۵ ترغیب الی الاحسان آج وقت ہے خرچ کرنے کا اللہ اس کے عوض دگنا دے گا لہذا تمہیں چاہیئے کہ حسنہ مضاعفہ حاصل کرو ۱۲

ر۶ تخویف اخروی ۱۲

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لفظ شہید استعمال ہوا ہے جس سے اہل بدعت آپ کے ہر امتی کیساتھ حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کرتے ہیں مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ شہید کے معنی یہاں رقیب اور نگہبان کے ہیں اور پھر یہ نگہبانی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے مخصوص تھی جیسا کہ صحیح بخاری (ج ۲ ص۶۶۵) میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگوں کو جہنم کی طرف لیجایا جائیگا تو میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا یہ تو میرے امتی ہیں اس پر مجھے جواب دیا جائیگا کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے وہ آپ کو معلوم نہیں تو۔

فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم (میں اس کے جواب میں وہی کچھ کہوں گا جو اللہ کا نیک بندہ عیسیٰ علیہ السلام کہے گا کہ جب تک میں ان میں موجود تھا ان پر نگران رہا اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی انکا نگہبان تھا) اس لئے اس آیت سے آپ کے ہر زمانہ میں ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر استدلال درست نہیں لفظ شہید کی پوری بحث سورۃ بقرع ۱۷ کی تفسیر میں آیت۔ وَيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيۡدًا کے تحت گذر چکی ہے ۳۲ یہاں کافروں اور نافرمانوں کا حال بیان کیا گیا ہے جس کی طرف پہلے اشارہ کیا گیا تھا استئناف لبیان حالهم التی اشیر الی شدتها و فظاعتها (روح ج ۵ ص۳۲) لَوۡ تُسَوّٰى میں لَوۡ مصدریہ ہے اور جملہ بتاویل مفرد يَوَدُّ کا مفعول ہے۔ لو مصدریہ ای یودون ان یدفنوا وتسوی الارض ملتبسة بهم (روح) ۳۳ یہ امر مصلح ہے جو دہ امور انتظامیہ برائے رعیت بیان کرکے فرمایا صرف ایک اللہ کی عبادت کرو شرک سے بچو۔ اس کے بعد احسان کرنے اور ظلم سے بچنے کی تلقین فرمائی اور زجر و تخویف کے ذریعے احسان و انفاق پر اکسایا اور سب سے آخر میں امر مصلح یعنی نماز کا ذکر فرمایا کیونکہ نماز احسان کرنے ظلم و حق تلفی سے بچنے اور توحید پر قائم رہنے میں ممد و معاون ہے نماز سے دلوں میں الفت و محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے خصوصاً نماز باجماعت کی برکت سے دلوں کی تمام کدورتیں صاف ہو جاتی ہیں اور آدمی اپنے بھائی بندوں اور رشتہ داروں پر آمادہ انعام و احسان ہو جاتا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے سووا صفوفکم او لیخالفن اللہ بین قلوبکم (مشکوٰۃ ص۹۷ بحوالہ مسلم) یعنی صفیں سیدھی کیا کرو ورنہ تمہارے دلوں میں باہمی نفرت و عداوت پیدا ہو جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ نماز باجماعت ادا کرنے اور صفیں سیدھی رکھنے سے دلوں میں الفت پیدا ہوگی اسی طرح نماز کی پابندی سے نمازی کے دل میں گناہوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ متقی بن جاتا ہے۔ حدیث میں ہے جب انسان نماز میں قیام کرتا ہے

موضح قرآن ف یعنی اول اللہ کا حق ادا کرو پھر ماں باپ کا پھر ان سب کا درجہ بدرجہ ہمسایۂ قریب کا زیادہ حق ہے ہمسایۂ اجنبی سے قریب یعنی قرابتی اور برابر کا رفیق جو ایک کام میں شریک ہو جیسے ایک استاد کے شاگرد یا ایک خاوند کے دو نوکر اور فرمایا کہ ان کے حق ادا نہ کرنے والا وہی ہے جس کے مزاج میں تکبر اور خود پسندی ہے کہ کسی کو اپنے برابر نہیں سمجھتا ف۲ یعنی مال دینے میں بخل کرنا جیسا اللہ کے نزدیک برا ہے ویسا ہی خلق کے دکھانے کو دینا اور قبول وہ ہے جو حقداروں کو دے جن کا مذکور اوّل ہوا اور خدا کے یقین اور آخرت کی توقع سے دے۔ ف۳ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا نقصان کسی طرح نہیں اور آخرت کا ثواب بے شمار ہے اور دنیا میں بھی عوض پاتا ہے اس پر رسول خدا نے قسم کھائی ہے۔

تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو کر عاجزی کر رہا ہے اور اس پر اللہ کی رحمت برس رہی ہے، جب رکوع میں جاتا ہے تو رحمت خداوندی کے دریا میں غوطہ لگانے کیلئے تیار ہو جاتا ہے اور جب سجدہ میں جاتا ہے تو گویا دریائے رحمت میں غوطہ لگا رہا ہے اور گویا خدا کے قدموں پر سر رکھ دیا ہے پھر جس طرح قدموں پر گرے ہوئے سے کہا جاتا ہے کہ اب سر اٹھاؤ اسی طرح باری تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب سر اٹھا لے وہ شخص سر اٹھا کر پھر دوبارہ قدموں پر گر پڑتا ہے (کنز العمال) بدن کی طہارت اور وضو چونکہ نماز کے مصحح ہیں اور ان کے سوا نماز جائز نہیں ہو سکتی اس لئے نماز کے ساتھ بدن کی طہارت اور وضو کے احکام بیان کر دیئے گئے اس طرح طہارت بھی بالواسطہ احسان کرنے پر ممد ہے **۳۴** حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا۔ جُنُبًا سے متعلق ہے اور عابری سبیل سے مسافرین مراد ہیں۔ الا ان تکونوا مسافرین (مدارک ج ۱ ص ۱۷۶) اور یہ ماقبل سے مستثنیٰ ہے یعنی حالت جنابت میں نماز کے قریب مت جاؤ یہاں تک کہ غسل کر لو البتہ اگر تم حالت سفر میں جنبی ہو جاؤ اور پانی نہ ملے تو تیمم کر لو اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ یا یہاں صنعت استخدام کے ماتحت

يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ

آرزو کریں گے وہ لوگ جو کافر ہوئے تھے اور رسول کی نافرمانی کی تھی کہ برابر ہو جاویں

الْاَرْضُ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

زمین کے ف ۳۳ اور نہ چھپا سکیں گے اللہ سے کوئی بات ف اے ایمان والو

اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا

نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو ۳۳ یہاں تک کہ سمجھنے لگو

مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا

جو کہتے ہو ف۲ اور نہ اس وقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر راہ چلتے ہوئے یہاں تک کہ غسل کر لو ۳۴

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ

اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں یا آیا کوئی شخص تم میں

الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا

جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے پھر نہ ملا تم کو پانی تو ارادہ کرو

صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ

زمین پاک کا پھر ملو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو بے شک

اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا

اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا ف۴ کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جن کو ملا ہے

نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ

کچھ حصہ کتاب سے ۳۵ خرید کرتے ہیں گمراہی اور چاہتے ہیں کہ

تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

تم بھی بہک جاؤ راہ سے اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے

وَلِيًّا ؗ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ

حمایتی اور اللہ کافی ہے مددگار ف۳ بعضے لوگ یہودی پھیرتے ہیں

حتی تعلموا ما تقولون تک الصلوٰۃ سے نماز مراد ہے اور ولا جنبا میں الصلوٰۃ سے مواضع الصلوٰۃ یعنی مسجدیں مراد ہیں۔ اور عابری سبیل سے مسجدوں سے گذرنا مراد ہے مطلب یہ بحالت جنابت تم مسجد سے گذر سکتے ہو جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے ولا جنبا ای ولا تقربوا المسجد جنبا الا عابری سبیل الا مجتازین فیہ (مدارک) اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ یہاں اَوْ بمعنی واو حالیہ ہے کیونکہ اگر او اپنے اصل معنی پر ہے تو اس سے لازم آئیگا کہ مریض اور مسافر پر بغیر حدث بھی تیمم ضروری ہے حالانکہ ایسا نہیں قال الرازی معناہ وجاء حتی لا یلزم المریض والمسافر التیمم بلا حدث (مدارک ج ۱ ص ۲۱۲)۔ بعض نے کہا ہے کہ یہاں او زائدہ ہے اور بعض نے اس سے قبل کوئی مناسب معطوف علیہ محذوف مانا ہے لیکن سب سے اولیٰ یہ ہے کہ او کبھی تغایر مفہوم کیلئے بھی آتا ہے جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے قالہ الشیخ الانور رحمۃ اللہ علیہ **۳۵** اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ سے فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا تک یہود پر زجریں اور شکوے ہیں کہ وہ مذکورہ احکام کو نہیں مانتے تھے کیونکہ یہ احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے ہیں نیز وہ آپ کی تکذیب کرتے اور ان کی کتابوں میں آپ کی جو صفتیں مذکور تھیں ان میں تحریف کرتے تھے کیونکہ آپ کو آخری پیغمبر مان لینے کی صورت میں آپ کا لایا ہوا مسئلہ توحید بھی ماننا پڑے گا اور مسئلہ توحید کو ماننے سے ان کی گدیاں، نذریں، منتیں اور تمام دنیوی وقار ختم ہو جائے گا۔ ان سے فرمایا

موضح قرآن ف یعنی ہر امت اور ہر عہد کے لوگوں کا احوال اس وقت کے پیغمبر سے اور معتبر نیک بختوں سے بیان کروا دیں گے منکروں کا انکار اور اطاعت والوں کی اطاعت بیان ہو گی تب منکر آرزو کریں گے کہ ہم انسان نہ ہوتے مٹی میں ملکر خاک ہو جاتے ف یعنی اس آیت میں ذکر ہے تیمم کا وہ جو مذکور ہوا کہ کافر آخرت میں آرزو کریں گے کہ خاک میں مل جاویں خاک انسان کی پیدائش ہے اور اپنی پیدائش کیطرف جانا گناہوں سے بچاؤ ہے اس واسطے مٹی ملنے سے بھی طہارت فرمائی پہلے حکم فرمایا کہ نشہ میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔ یہ حکم جب تھا کہ نشہ حرام نہ ہوا تھا۔ لیکن نماز سے مانع ٹھہرا تھا اور اگر چہ نیند سے بیہوش ہو یا مرض سے کہ اپنے منہ کا لفظ نہ سمجھے تو اس حالت کی نماز درست نہیں پھر قضا کرے، پھر فرمایا کہ جنابت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔ جب تک غسل نہ کرو مگر راہ چلتے یعنی سفر میں کہ اس کا حکم آگے ہے پھر فرمایا اگر پانی کا عذر ہو اور طہارت ضرور ہو تو زمین سے تیمم کرو۔ پانی کا عذر تین صورت سے بتایا اور طہارت کا ضرور ہونا دو صورت سے ایک صورت پانی کے عذر کی یہ کہ مریض ہو اور پانی ضرر کرتا ہے۔ دوسری یہ کہ سفر درپیش ہے پانی پینے کو رکھا ہے آگے دور تک نہ ملے گا۔ تیسری یہ کہ پانی موجود نہیں اس تیسری کے ساتھ دو صورتیں طہارت کی ضرورت کی فرمائیں ایک یہ کہ آدمی جائے ضرور سے آیا وضو کی حاجت ہے۔ دوسری یہ کہ عورت سے لگا غسل کی حاجت ہے اور تیمم کے طریق یہ کہ زمین پاک پر دونوں ہاتھ مارے پھر منہ کو مل لے پھر دونوں ہاتھ مارے پھر ہاتھوں کو مل لے کہنیوں تک ف۳ یہود کو فرمایا کہ کچھ حصہ ملا ہے کتاب کا یعنی لفظ پڑھنے ملے ہیں اور سمجھنا اور عمل کرنا نہیں ملا۔

حاشیہ: ۱ امور ثلاثہ (ظلم نکردہ، شرک نکردہ، احسان کردہ) کے بعد امر مصلح یعنی نماز کا بیان کیونکہ نماز احسان کرنے اور ظلم و حق تلفی سے بچنے اور توحید پر قائم رہنے میں ممد و معاون ہے ۱۲۔ ۲ یہ لا تقربوا کی انتہا ہے بقید و انتم سکاری ۱۲۔ ۳ یہاں صنعت استخدام ہے اگر الصلوٰۃ سے نماز مراد ہے تو حرمت عذر تیمم کرلے اور اگر الصلوٰۃ سے مسجد مراد ہے تو متعلقت ہے گو مسجد سے بحالت جنابت گذرنے کی اجازت ہے۔ ۴ یہ لا تقربوا کی انتہا ہے بقید جنبا ۱۲ ۵ او تغایر مفہوم کے لئے ہے ۱۲۔ ۶ زجر برائے اہل کتاب ۱۲۔ ۷ یہ الی الذین اوتوا کا بیان ہے ۱۲۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی از ایشان نامی و نشانی نماند ۱۲ ف۲ مترجم گوید این حکم قبل از تحریم خمر بود و بعد از ان مستی بالکلیہ حرام شد واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید کہ خدا عزوجل در رد یہود و تعداد قبائح ایشان آیات فرستاد واللہ اعلم ۱۲

کہ اگر وہ آخری پیغمبر کو مان لیتے تو ان کے لئے بہتر تھا یشترون کے معنی یستبدلون کے ہیں اور مفعول کے بعد بالھدی محذوف ہے اور جملہ اوتوا کی ضمیر سے حال ہے و معنی یشترون یستبدلون فھو فی موضع نصب علی الحال وفی الکلام حذف تقدیرہ یشترون الضللۃ بالھدیٰ (قرطبی ج ۵ ص۲۴۲) مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا میں مِنْ بیانیہ ہے۔ اور یہ اَلَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا کا بیان ہے اور اَلْكَلِمَ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صفات مراد ہیں جو تورات میں مذکور تھیں یہودیوں کے مولوی ان میں تحریف کرتے تھے ان کی اسی تحریف کو پہلے اَلضَّلٰلَةَ سے تعبیر فرمایا علماء یہود اپنے ماننے والوں اور اپنے معتقدین سے بڑی بڑی رقمیں وصول کرتے اور اپنی خواہشات کے مطابق تورات میں لفظی اور معنوی تحریفیں کیا کرتے تھے قال الزجاج المعنی یاخذون الرشا ویحرفون التوراۃ فالضلالۃ ھو ھذا التحریف ای اشتروھا بمال الرشا (روح ج ۵ ص۴۴)

۳۶ یہ یہود کی ایک دوسری شرارت کا بیان ہے منافقین یہود ان الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے یہ الفاظ ذو وجہین ہیں اور ان میں ایک پہلو مدح کا ہے دوسرا ذم کا۔ مدح کی صورت میں یہ اسمع فلان فلانا اذا سبہ سے ماخوذ ہے اور مطلب یہ ہے اسمع غیر مسمع مکروھا (مدارک ج ۱ ص۱۸۱) یعنی خدا کرے آپ کوئی مکروہ اور ناپسندیدہ بات نہ سننے پائیں اور ذم کی صورت میں اسکا مفہوم یہ ہے خدا کرے تمہارے کانوں تک بھلائی کی کوئی آواز نہ پہنچے یعنی (العیاذ باللہ) تم بہرے ہو جاؤ۔ ان الفاظ سے ان کی مراد تو دوسرے معنی ہوتے لیکن ظاہر ایسا کرتے کہ وہ پہلے معنی مراد لے رہے ہیں اسی طرح لفظ رَاعِنَا بھی ذو وجہین ہے ایک مفہوم تو یہ ہے کہ گفتگو میں ہماری بھی رعایت فرمائیے اور ہماری طرف بھی توجہ دیجئے دوم یہ رعونت بمعنی حماقت سے اسم فاعل ہے اس میں بھی وہ نیت بد سے دوسرے معنی مراد لیتے یا یہ کہ وہ زبان کو موڑ کر لفظ راعنا کو اس طرح ادا کرتے کہ وہ راعینا بن جاتا جس کا مطلب ہے ہمارا چرواہا۔ لَيًّا حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہ مصدر بمعنی اسم فاعل یحرفون کی ضمیر سے حال ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے موہم الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کا ایک پہلو صحیح ہوتا ہے لیکن اس میں ایک خفی پہلو شرک کا بھی ہوتا ہے جس سے ان کا معتقد۔ یہ ہے کہ اس قسم کے موہم شرک الفاظ مسلمانوں میں رائج ہو جائیں جو آگے چل کر شرک کا ذریعہ بنیں چنانچہ لفظ رَاعِنَا کو انھوں نے اسی لئے منتخب کیا کہ اس میں اچھے معنی کیساتھ شرکیہ مفہوم کی بھی گنجائش ہے بظاہر اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارا خیال بھی فرمائیے اور ہماری طرف بھی توجہ دیجئے لیکن اسمیں آپ کو نگہبانی اور حفاظت کیلئے پکارنے کا پہلو بھی موجود ہے جیسا کہ صراح میں ہے مراعاۃ نگہداشتن (یعنی نگہبانی کرنا) و استرعاء نگہداشتن خواستن (یعنی نگہبان بنانا) فی المثل من استرعی الذئب فقد ظلم یعنی جس نے بھیڑیے کو ریوڑ کا نگہبان بنایا اس نے ظلم کیا۔ اس طرح یہاں لَيًّا کا وہی مفہوم ہے جو سورۂ آل عمران ع ۸ میں اس آیت کا ہے۔ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ الاٰیۃ دیگر مفسرین نے لَيًّا کو یقولون سے متعلق کیا ہے یعنی وہ اپنی زبانوں کو حق سے باطل کی طرف پھیرتے ہیں اور اللہ کی کتاب میں تحریف کرتے ہیں ای یلوون السنتھم عن الحق ای یمیلونھا الی ما فی قلوبھم (قرطبی ج ۵ ص۲۴۳) یا یہ کہ وہ اپنی زبانوں کو مافی الضمیر (دل کی بات) سے پھیر کر اس کے خلاف کا اظہار کرتے ہیں مثلاً دل میں تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر کا جذبہ موجزن ہے مگر زبان سے ایسے الفاظ ادا کرتے ہیں جن سے تعظیم و توقیر کا پہلو بھی نکلتا ہے او یفتلون بالسنتھم ما یضمرونہ من الشتم الی ما یظھرونہ من التوقیر نفاقا (مدارک ج ۱ ص۱۸۱)

۳۷ یہ اہل کتاب کو ایمان لانے اور توحید کو مان لینے کی ترغیب ہے

الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ

بات کو اس کے ٹھکانے سے اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور کہتے ہیں کہ سن

غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۭ وَ

نہ سنایا جائیو اور کہتے ہیں راعنا ۳۶ موڑ کر اپنی زبان کو اور عیب لگانے کو دین میں اور

لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ

اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور مانا اور سن اور ہم پر نظر کر تو بہتر

خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا

ہوتا ان کے حق میں اور درست لیکن لعنت کی ان پر اللہ نے ان کے کفر کے سبب سو وہ

يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم ف اے کتاب والو

اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا ۳۷ تصدیق کرتا ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے پہلے اس سے کہ

نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓي اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا

ہم مٹا ڈالیں بہت سے چہروں کو پھر الٹ دیں ان کو پیٹھ کی طرف یا لعنت کریں ان پر جیسے

لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾ اِنَّ

لعنت کی ہفتہ کے دن والوں پر اور اللہ کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے ف۲ بے شک

اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ

اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے اور بخشتا ہے اس سے نیچے کے گناہ جس کے

يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

چاہے اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اس نے بڑا طوفان باندھا

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ

کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں ۳۸ بلکہ اللہ ہی پاکیزہ کرتا ہے

منزل ۱

ف۱ یہ یعنی اسم فاعل ہے اور یحرفون یا یقولون کی ضمیر سے حال ہے ۱۲

ف۲ ترغیب الی التوحید مع تخویف اخروی یعنی ایمان لانے کا وقت ہے اور عذاب آ جانے پر کچھ نہ بن سکیگا ۱۲

ف۳ زجر درمیان میں مقصد پر عبارۃ تنبیہ یعنی سب احکام ... لیکن شرک بہت بری بلا ہے اس سے ضرور بچو۔ یا ایسا ہے جیسا کہ واعظ کہتا ہے ان باتوں پر عمل کرو بشرطیکہ فلاں بات نہایت اہم لہٰذا واعبدوا اللہ ولا تشرکوا سے ترقی کرکے کہا گیا شرک کرو کیونکہ یہ کبھی بھی معاف نہیں کیا ۱۲

ف۴ زجر اول برائے اہل کتاب اپنے آپ کو پاک کہنے سے پاک نہیں ہو سکتے تو کس طرح پاک ہو سکتا ہے ۱۲

موضح قرآن ف راعنا لفظ بولتے تھے اس کا بیان سورۂ بقرہ میں ہوا۔ اسی طرح حضرت بات فرماتے تو جواب میں کہتے سنا ہم نے اس کے معنی یہ ہیں کہ قبول کیا لیکن آہستہ کہتے کہ نہ مانا یعنی فقط کان سے سنا دل سے نہ سنا اور حضرت کو خطاب کرنے تو کہتے سن نہ سنا جائیو ظاہر میں یہ دعا نیک ہے کوئی تجھ کو بری بات نہ سنا سکے اور دل میں نیت رکھتے کہ تو بہرہ ہو جائیو ایسی شرارت کرتے پھر دین میں عیب دیتے کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو ہمارا فریب معلوم کرتا۔ وہی اللہ صاحب نے واضح کردیا ف۲ یعنی ایمان لاؤ پہلے اس سے کہ عذاب پاؤ صورت بدل جاوے جانور بن جاؤ ہفتے والوں کی طرح ان کا بیان ہے سورہ اعراف میں۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید پیچانیدن سخن آنست کہ سب راچناں در کلام خلط کنند کہ کسی نشناسد و اسمع غیر مسمع دو معنی دارد یکی آنکہ بشنو در حالتیکہ معظم و محترمی و کسی با تو خلاف مرضی تو نتواند گفت دیگر آنکہ بشنو در حالتیکہ محقری و کسی با تو سخن نمیگوید و راعنا نیز دو معنی دارد یکی آنکہ رعایت کن ما را دیگر احمق رعونت دارندہ غرض ایشان سب بود کلمہ محتمل معنیین میگفتند واللہ اعلم ۱۲

اور ساتھ ہی اخروی تخویف ہے یعنی اب وقت ہے ایمان لے آؤ قبل اس کے کہ ہمارا عذاب آجائے جب عذاب نازل ہو جائیگا پھر ایمان لانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ زجروں اور تخویفوں کے درمیان ایک بار پھر زوردار الفاظ میں مقصودِ اصلی پر تنبیہ فرمادی کہ شرک کرنا اور توحید سے منہ موڑنا اتنا بڑا جرم اور کبیرہ گناہ ہے کہ وہ کسی کو بھی معاف نہیں ہوگا یہ ناصحانہ انداز ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی واعظ حکیم اور ناصح مشفق دورانِ وعظ بہت سے مسائل بیان کرے اور درمیان میں کہدے کہ فلاں کام نہایت اہم اور ضروری ہے اور اس کا بجالانا لابدی ہے۔ پہلے احکام نوعیت بیان کرکے وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا سے اصل مسئلہ کی طرف متوجہ کیا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اسکی عبادت اور پکار میں کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اس کے بعد بطور ترقی فرمایا شرک نہ کرو کیونکہ وہ ایک ناقابل معافی گناہ ہے اس سے ہر حال میں بچو یہ کسی حیلے معاف نہیں ہوگا **۳۸** یہ اہل کتاب کو زجر ہے جو اپنی صفائی اور پاکیزگی کے دعوے کرتے تھے حضرت قتادہ اور حسن فرماتے ہیں یہ آیت ان یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی جو کہتے تھے نحن ابناء اللّٰہ واحباءہ یعنی ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں نیز کہتے تھے لن یدخل الجنۃ الا من کان هودا او نصاریٰ یعنی جنت میں یہود و نصاریٰ کے بغیر کوئی نہیں جائیگا (قرطبی ج ۵ ص ۲۴۶ و روح ج ۵ ص ۵۴) اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دعوے کا ابطال فرمایا کہ ان کے اپنی پاکیزگی اور طہارت کے یہ دعوے سب غلط ہیں پاک و طاہر تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اس کے ایمان و عمل کی بنا پر پاک فرمائے اُنْظُرْ کَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لیکن ان کے یہ دونوں دعوے اللہ پر صریح بہتان ہے کیونکہ ان دعووں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اپنا محبوب منتخب کیا ہے اور ان سے وعدہ کیا ہے کہ جنت ان کے لئے مخصوص اور ریزرو ہے حالانکہ یہ سراسر غلط اور خلاف واقع ہے۔ وانہ افتراءہم علی اللّٰہ هو قولهم نحن ابناء اللّٰہ واحباءہ وقولهم لن یدخل الجنۃ الا من کان هودا او نصاریٰ (کبیر ج ۳ ص ۳۲۵) **۳۹** یہ بھی اہل کتاب کو زجر ہے وہ شیطان اور اصنام کی عبادت کرنیوالوں کو ہدایت یافتہ کہتے تھے اور الجبت سے بت اور ہر معبود غیر اللہ مراد ہے اور الطاغوت سے مراد شیطان ہے جو بتوں میں کلام کرتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ بت بول رہا ہے الجبت الاوثان والطاغوت شیاطین الاوثان ولکل صنم شیطان یعبر عنه فیغتر بہ الناس (معالم) سے متعلق ہے اور وَیَقُوْلُوْنَ میں واو تفسیری ہے اور یَقُوْلُوْنَ۔ یُؤْمِنُوْنَ کی تفسیر ہے۔ اہل کتاب کو اچھی طرح معلوم تھا کہ بت پرستی شرک ہے لیکن اس کے باوجود بت پرستی اور بت پرستوں کی نہ صرف حمایت کرتے تھے بلکہ ان مشرکوں کو مومنوں سے بہتر سمجھتے تھے تو ان کا یہ فعل محض بغض و حسد اور ضد و عناد کی وجہ سے تھا لاشک انهم کانوا عالمین بان ذالک باطل فکان اقدامهم علی هذا القول لمحض العناد والتعصب (کبیر ج ۳ ص ۳۲۵) **۴۰** یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے بہت زیادہ حسد رکھتے تھے کیونکہ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکومت عطا فرمادی اور دوسری طرف اسلام دن بدن ترقی کر رہا تھا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ حسد کیوں کرتے ہیں کیا ان کے پاس سلطنت یا حکومت ہے جو ان سے مسلمانوں نے چھین لی ہے اگر ان کے پاس کسی چیز کی حکومت ہوتی تو وہ اس سے پھوٹی کوڑی بھی کسی کو نہ دیتے جب ان کے پاس کچھ ہے ہی نہیں نہ ان سے کچھ چھینا گیا ہے تو ان کا حسد بلا وجہ ہے جیسا کہ سورۃ ص میں فرمایا اَمْ عِنْدَھُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّکَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ (ص ع ۱) **۴۱** یہود کے حسد کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ ان کے پاس اگرچہ سلطنت نہیں ہے لیکن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو کیوں ملی ہے یہ کب سلطنت اور نبوت کے لائق تھے تو اس کا جواب فرمایا کہ ہم نے اپنے فضل و رحمت سے جو نعمتیں مثلاً نبوت علم و حکمت اور حکومت وغیرہ اپنے پیغمبر کو دی ہیں ان پر وہ حسد کرتے ہیں اور ان کو ان انعامات کا اہل نہیں سمجھتے حالانکہ یہ تمام نعمتیں ہم پہلے

مَنْ یَّشَآءُ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ کَیْفَ
جس کو چاہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا تاگے برابر ف دیکھ کیسا

یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ ۭ وَکَفٰی بِہٖٓ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۵۰﴾
باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور کافی ہے یہی گناہ صریح ف۱

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ
کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا

یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَیَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ
جو مانتے ہیں بتوں کو اور شیطان کو اور کہتے ہیں

کَفَرُوْا ھٰٓؤُلَآءِ اَھْدٰی مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ﴿۵۱﴾
کافروں کو کہ یہ لوگ زیادہ راہ راست پر ہیں مسلمانوں سے ف۲

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ ۭ وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰہُ فَلَنْ
یہ وہی ہیں جن پر لعنت کی ہے اللہ نے اور جس پر لعنت کرے اللہ نہ

تَجِدَ لَہٗ نَصِیْرًا ﴿۵۲﴾ اَمْ لَھُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْکِ فَاِذًا
پاویگا تو اس کا کوئی مددگار کیا ان کا کچھ حصہ ہے سلطنت میں پھر تو یہ

لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا ﴿۵۳﴾ اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ
نہ دیں گے لوگوں کو تل برابر ف۳ ۴۰ یا حسد کرتے ہیں لوگوں کا

عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ۚ فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ
اس پر جو دیا ہے ان کو اللہ نے اپنے فضل سے ۴۱ سو ہم نے تو دی ہے ابراہیم کے خاندان میں

الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاٰتَیْنٰھُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْھُمْ
کتاب اور علم اور ان کو دی ہے ہم نے بڑی سلطنت پھر ان میں سے

مَّنْ اٰمَنَ بِہٖ وَمِنْھُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْہُ ۭ وَکَفٰی بِجَھَنَّمَ
کسی نے اس کو مانا اور کوئی اس سے ہٹا رہا ۴۲ اور کافی ہے دوزخ کی

ع ۸ ۴

لے زجر ثانی برائے اہل کتاب۔ شیطان اور اصنام کی عبادت کرنیوالے ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے ۱۲۔

سے یقولون۔ یؤمنون کی تفسیر ہے ۱۲ سے یہ بھی زجر ہے۔ فخر کی باتیں کرتے ہیں۔ کیا اللہ کے ساتھ بادشاہی میں ان کا حصہ ہے؟ نہیں بلکہ یہ حاسد ہیں ۱۲ سے آل ابراہیم کو اللہ نے

کتاب و حکمت اور بادشاہی دی اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ نے کتاب و حکمت اور بادشاہی دی ہے

ف اہل کتاب بھی دو جماعتیں ہیں۔ مومنین اور منکرین ۱۲

موضح قرآن ف یہودیوں کو حضرت سے مخالفت ہوئی تو مکے کے مشرکوں سے متفق ہوئے اور ان کی خاطر سے بتوں کی تعظیم کی اور کہا کہ تمہاری راہ بہتر ہے مسلمانوں سے اور یہ سب ان کا حسد تھا کہ نبوت اور دین کی ریاست سوائے ہمارے اور کسی میں ہوئے اللہ صاحب اسی پر ان کو الزام دیتا ہے۔ ان سب آیتوں میں یہی مذکور ہے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی میگویند کہ بنی اسرائیل برگزیدگان خدایند و ایشان را عذاب نخواہد شد مگر روز چند ۱۲ ف۲ دریں آیت تعریضی ست بآنکہ یہود روز احزاب مددگار مشرکان شدند ۱۲۔ ف۳ ونقیر گوئی است کہ بر پشت خستہ خرما میباشد ۱۲۔

آل ابراہیم کو دے چکے ہیں آل ابراہیم کو ہم نے نبوت ورسالت بھی دی اور حکومت بھی جس سے معلوم ہوا کہ آل ابراہیم میں ان نعمتوں کی صلاحیت موجود ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو آل ابراہیم ہی سے ہیں اس لئے ان میں کیوں صلاحیت نہیں اور اگر ان کو ہم نے اپنے انعامات واحسانات سے نوازا ہے تو کونسی قابل تعجب بات ہے۔ آل ابراھیم الذین ھم اسلاف محمد علیہ السلام وانہ لیس ببدع ان یوتیہ اللہ مثل ما اوتی اسلافہ (مدارک ج ۱ صـ۱۷۹) ۴۲ یہاں بیان فرمایا کہ اہل کتاب دو قسم کے لوگ تھے کچھ تو وہ تھے جو ایمان لا چکے تھے اور کچھ ایسے تھے جو ایمان نہیں لائے تھے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا الخ یہ منکرین اہل کتاب کیلئے اخروی تخویف ہے اور وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ الخ مومنین اہل کتاب کیلئے اخروی بشارت ہے یہاں تک احکام رعیت تھے اب احکام سلطانیہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔

سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ

بھڑکتی آگ ف۱ بے شک جو منکر ہوئے ہماری آیتوں کے ان کو ہم ڈالیں گے

نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا

آگ میں جس وقت جل جائے گی کھال ان کی تو ہم بدل دیویں گے ان کو اور کھال

لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَ

تاکہ چکھتے رہیں عذاب بیشک اللہ ہے زبردست حکمت والا اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ

جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے نیک البتہ ان کو ہم داخل کریں گے باغوں میں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ

جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں۔ رہا کریں ان میں ہمیشہ ان کے لئے

فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾

وہاں عورتیں ہیں ستھری اور ان کو ہم داخل کریں گے گھنی چھاؤں میں

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ

بیشک اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں امانت والوں کو ۴۳

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ

اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے

اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّهَا

اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو بے شک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا ۴۴ ف۲ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي

ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا

الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ

جو تم میں سے ہوں پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو طرف اللہ کے

حصہ دوم (احکام سلطانیہ)

۱۔ تخویف اخروی برائے کفار اہل کتاب ۱۲۔

۲۔ بشارت اخروی برائے مومنین اہل کتاب ۱۲۔

۳۔ سورت کے دوسرے حصے کی ابتداء احکام سلطانیہ کا بیان۔

۴۳ پہلا حکم سلطانی حقداروں کو ان کے حقوق دلواؤ اور فیصلے انصاف سے کیا کرو یہاں خطاب حکام اور امراء مسلمین کو ہے جیسا کہ حضرت علی اور دوسرے مفسرین سے منقول ہے قال علی بن ابی طالب وزید بن اسلم وشھر بن حوشب وابن زید ھذا خطاب لولاۃ المسلمین خاصۃ الخ (قرطبی ج ۵ صـ۲۵۶) یہاں حکام اور صاحب اقتدار طبقہ کو حکم دیا گیا کہ حقداروں کے حقوق لوگوں سے دلواؤ اور باہمی نزاعات اور جھگڑے عدل وانصاف سے طے کرو اور رعیت کو حکم دیا گیا کہ ایسے حکام کی فرمانبرداری کرو اور اپنے جھگڑے ایسے حکام کے پاس لے جایا کرو جو عدل وانصاف سے فیصلہ کیا کریں۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امانات سے یہاں مراد عام ہے اور یہ ہر قسم کی ذمہ داریوں اور عدل وانصاف کے فیصلوں کو شامل ہے الخطاب عام یتناول الولاۃ فیما الیھم من الامانات فی قسمۃ الاموال ورد الظلامات وعدل الحکومات الخ (بحر ج ۳ صـ۲۷۷) فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ الخ اس میں خطاب حکام اور رعایا سے ہے یعنی اگر حکام اور رعایا میں کسی معاملہ میں تنازع یا اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کو ختم کرنے کی صورت یہ ہے اس کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی طرف رجوع کیا جائے اور کتاب وسنت سے جو ہدایات ملیں ان پر عمل کیا جائے نہ یہ کہ چند انسانوں کی ایک مشاورتی کونسل بنا کر اس کے فیصلوں کو حرف آخر کی حیثیت دی جائے۔

۴۴ یہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ سے متعلق ہے اور ان منافقین یہود کیلئے زجر ہے جو دعوے کرتے تھے کہ وہ تورات کی تعلیم کے مطابق قرآن پر اور آخری پیغمبر پر دل وجان سے ایمان لا چکے ہیں مگر ان کا عمل ان کے اس دعویٰ کے سراسر خلاف تھا۔ امام ثعلبی اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک منافق بشر نامی کا ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا تو اس یہودی اور اس کے متعلقین نے اس منافق سے کہا کہ چلو یہ جھگڑا ہم تمہارے پیغمبر کے پاس لے چلتے ہیں تو اس منافق نے کہا کہ نہیں یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف کے پاس چلو۔ آخر مقدمہ عدالت نبوی میں پہنچا آپ نے فریقین کے بیانات سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرما دیا جس کا منافق کو بہت رنج ہوا۔ وہاں سے اٹھ کر بشر نامی منافق نے یہودی سے کہا چلو حضرت عمر کے پاس چلیں اس کا خیال تھا کہ وہ مجھے مسلمان سمجھ کر میری طرفداری کریں گے لیکن وہاں پہنچ کر یہودی نے حضرت عمر سے کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدمے کا فیصلہ میرے حق میں فرما چکے ہیں لیکن بشر اس پر راضی نہیں ہوا حضرت عمر نے یہ سنتے ہی اندر سے تلوار لا کر اس منافق کا سر تن سے جدا کر دیا اور فرمایا جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے پر راضی نہ ہو میرے نزدیک اس کا فیصلہ یہی ہے اس طرح الطاغوت سے یہاں

۴۴ پہلا حکم سرکو حکم دیا گیا حکام کو حقداروں کے حقوق لوگوں سے دلواؤ اور باہمی نزاعات عدل سے طے کرو اور حکم رعیت کو اور رعیت کو حکم دیا گیا کہ حکام کی فرمانبرداری کرو اور ایسے حکام سے اپنے فیصلے کراؤ ۱۲

موضح القرآن ف۱ یعنی ہمیشہ سے اللہ نے ابراہیمؑ کے گھر میں بزرگی دی ہے اب بھی اسی کے گھر میں ہے پھر جو کوئی قبول نہ رکھے وہی بے انصاف ہے۔ ف۲ یعنی امانت میں خیانت نہ کرو اور چکوتی میں خاطر نہ کرو خواہ رشوت کے واسطے خواہ کسی کے واسطے یہ عادتیں یہود میں بہت تھیں اسی واسطے بعضے کچے مسلمان قضیہ چکانے کو حضرت کے پاس نہ آتے کہ یہ کسی کی خاطر نہ رکھیں گے اور یہود کے عالموں کے پاس جاتے کہ وہ خاطر کریں گے آگے مسلمانوں کو تقید فرمایا کہ جب تک ہر قضیے میں اور ہر حکم میں رسول ہی کی طرف رجوع نہ رکھو اور دل سے اس کے حکم پر راضی نہ ہو تب تک تم کو ایمان نہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ دریں آیت اشارہ است بقصہ عثمان حجبی کہ مفتاح کعبہ از دست وی گرفتند ومردمان آن را از حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم طلب کردند آنحضرت قبول نمودہ بعثمان رد فرمود ۱۲۔

کعب بن اشرف مراد ہے (روح ج ۵ ص۶۹) لیکن عموم کے اعتبار سے طاغوت ہر معبود غیر اللہ پر بولا جاتا ہے اور اس آیت میں بھی عموم الفاظ کے پیش نظر طاغوت کو ہر معبود غیر اللہ پر محمول کرنے کی گنجائش ہے اس طرح آیت میں ان مشرکوں کے حال کا تذکرہ ہوگا جو بزرگان دین کے بتوں اور ان کی قبروں میں مافوق الفطرت کرشمے مان کر ان کی خانقاہوں پر اپنے جھگڑے لے جاتے ہیں جیسا کہ مشرکین مکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بت سے تقسیم کا فیصلہ لیتے تھے اور آجکل بعض جہلا محرم سے کہتے ہیں کہ تم فلاں بزرگ کی قبر پر ہاتھ رکھ دو یا اس کے روضے کی کنڈی کھول دو۔ میں یہ چیز اس کی قبر پر رکھتا ہوں تم اٹھالو۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ ای مذکورہ واقعہ سے متعلق ہے **۴۵ف** مصیبت سے قتل کا مذکورہ واقعہ مراد ہے اور ماقدمت ایدیھم سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر اعتماد نہ کرنا اور اسے کافی نہ سمجھنا مراد ہے کیونکہ مصیبت قتل ان پر اسی بنا پر آئی کہ انھوں نے دربار نبوی کا فیصلہ تسلیم نہ کیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بشر منافق کو قتل کر دیا تو اسکے ورثاء نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچکر مقتول کے خون بہا کا مطالبہ کیا اور لگے قسمیں کھانے کہ ہم نے آپ کا فیصلہ رد نہیں کیا تھا بلکہ حضرت عمر کے پاس جانے سے ہماری نیت یہ تھی کہ وہ ہمارے درمیان صلح کرا دیں اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ا لخ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی باتیں جانتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ وہ منافق ہیں اور آپ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھا رہے ہیں **اور صریح غلط بیانی کر رہے ہیں** اس لئے آپ ان کے بیانات سے اعراض کریں **اور انکا خون بہا وغیرہ** کا کوئی مطالبہ قبول نہ کریں۔ اور انھیں نہایت ہی **صاف صاف الفاظ** اور مؤثر انداز میں منافقت سے باز آجانے کی تلقین فرمائیں **۴۶ف** رسولوں کے بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے مگر یہ منافقین اطاعت کے بجائے نافرمانی پر تلے ہوئے ہیں وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ جونہی ان سے یہ گناہ صادر ہوا تھا کہ انھوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے اعراض کیا اگر اسی وقت وہ اس پر نادم ہو جاتے اور پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کرتے اور اللہ تعالیٰ سے اس گناہ کی معافی مانگتے اور آپ بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے قبولیت توبہ اور معافی کی سفارش فرماتے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالیتا اور ان کا گناہ معاف کر دیتا۔ واستغفر لھم الرسول فسئل اللہ تعالیٰ ان یقبل توبتھم ویغفر ذنوبھم (روح ج ۵ ص۷۰) اس آیت کا تعلق حضور علیہ السلام کی زندگی کے اسی واقعہ سے ہے اور آپکی قبر سے استمداد و استشفاع جائز نہیں جیسا کہ حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق نے شاہ عبد الحق محدث دہلوی کی ایک عبارت سے پیدا ہونیوالی غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ودر حق آنست کہ انکار فقہاء عام ست آنرا کہ استمداد از قبور انبیاء کنند یا از قبور غیر ایشاں ہمہ جائز نیست چنانچہ از عبارت دیگر کتب فقہاء کہ در ذیل جواب ایراد کردہ می شود واضح خواہد گردید (مسائل اربعین مسئلہ ۳۰)۔

ترجمہ:۔ اور حق یہ ہے کہ فقہاء کا انکار عام ہے استمداد خواہ انبیاء علیہم السلام کی قبروں سے ہو خواہ غیر انبیاء کی قبروں سے سب ناجائز ہے جیسا کہ فقہاء کرام کی دوسری کتابوں کے حوالوں سے جو ہم اسی سوال کے جواب میں ذکر کریں گے واضح ہو جائے گا **۴۷ف** یہاں ایمان کیلئے تین

وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ

اور رسول کے اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر

ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿٥٩﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام ف۱ ف۲ کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جو

يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ

دعوے کرتے ہیں کہ ایمان لائے ہیں اس پر جو اترا تیری طرف ۴۳ف اور جو اترا

مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ

تجھ سے پہلے چاہتے ہیں کہ قضیہ لے جائیں شیطان کی طرف

وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ

اور حکم ہو چکا ہے ان کو کہ اس کو نہ مانیں اور چاہتا ہے شیطان کہ

يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿٦٠﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى

ان کو بہکا کر دور جا ڈالے اور جب ان کو کہے کہ آؤ

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ

اللہ کے حکم کی طرف جو اس نے اتارا اور رسول کی طرف تو دیکھے تو منافقوں کو کہ ہٹتے ہیں

عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا

تجھ سے رک کر پھر کیا ہو کہ جب ان کو پہنچے مصیبت اپنے

قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَاۗءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ڰ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ

ہاتھوں کے کیے ہوئے سے ۴۵ف پھر آویں تیرے پاس قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی کہ ہم کو غرض نہ تھی

اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿٦٢﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ

مگر بھلائی اور ملاپ ف۱ ف۲ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو ان

قُلُوْبِهِمْ ۤ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ

کے دل میں ہے سو تو ان سے تغافل کر اور ان کو نصیحت کر اور ان سے کہہ ان کے

منزل ۱

ع ۸/۹ ۵

لے زجر برائے منافقین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو کافی نہیں سمجھتے تھے ۱۲

موضح قرآن ف۱ اختیار والے بادشاہ اور قاضی اور جو کسی کام پر مقرر ہو اسکے حکم پر چلنا ضرور ہے جب تک وہ خلاف خدا اور رسول حکم نہ کرے اگر صریح خلاف حکم کرے تو وہ حکم نہ مانئے پس اگر دو مسلمان جھگڑتے ہیں ایک نے کہا چل شرع میں رجوع کریں دوسرے نے کہا میں شرع نہیں سمجھتا یا مجھے شرع سے کام نہیں وہ بے شک کافر ہوا۔ ف۲ مدینے میں ایک یہودی اور ایک منافق ظاہر میں مسلمان تھا جھگڑنے لگے یہودی نے کہا چل محمد پاس صلی اللہ علیہ وسلم منافق نے کہا کہ چل کعب بن اشرف پاس وہ یہودیوں کا سردار تھا۔ آخر حضرت پاس آئے حضرت نے یہودی کا حق ثابت کیا۔ منافق نے باہر نکل کر کہا کہ چلو عمرؓ کے پاس وہ حضرت کے حکم سے مدینے میں قاضی تھے۔ منافق نے جانا کہ حمیت اسلام کرینگے۔ جب گئے ان کے آگے یہودی نے کہہ دیا کہ حضرت پاس ہم جا چکے ہیں وہ مجھکو سچا کر چکے ہیں حضرت عمرؓ نے منافق کی گردن ماری اس کے وارث حضرت پاس خون کا دعویٰ کرکے آئے اور قسمیں کھانے لگے کہ ہم گئے تھے اسلئے کہ شاید صلح کروادیں۔ تب یہ آیتیں اتریں اور ان کا نام فاروق فرمایا۔

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید مرد ضعیف الاسلام در خلاف ہوائے نفس بحکم شرع راضی نمی شد و گاہی بکاہنان و رئیسان کفر رجوع میکرد و چون آنحضرت ایشانرا ابرایں معنی تعزیر یا تہدید فرمودی سوگند خوردی کہ مخالفت آنحضرت مقصود ما نیست خدا تعالیٰ دریں باب آیت فرستاد واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی در میان خصوم ۱۲۔

شرطیں بیان کی گئی ہیں اول حتی یحکموک آپ کو فیصل مانیں دوم لایجدوا فی انفسھم حرجا آپ کے فیصلے کو دل وجان سے قبول کریں سوم ویسلموا تسلیما آپ کے فیصلے کے خلاف زبان پر گلہ کا کوئی لفظ نہ لائیں حاصل یہ کہ صرف زبانی اقرار سے مومن نہیں بن سکتے۔ جب تک زبانی اقرار کے ساتھ عملی طور پر بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصل نہ مانیں گے۔ اور آپ کا فیصلہ دل سے قبول نہیں کریں گے اور فیصلہ اپنے خلاف ہونے کی صورت میں کبیدہ خاطر اور دل میں رنجیدہ نہیں ہوں گے اور نہ زبان پر حرف شکایت لائیں گے اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ الخ یہ لوگ اس قسم کے آسان احکام پر بھی عمل نہیں کرتے اگر ان پر سخت احکام فرض کر دیئے جاتے تو سوائے معدودے چند ان میں سے کوئی بھی ان پر عمل نہ کرتا یہ احکام تو نہایت آسان ہیں اگر یہ لوگ ان پر دل وجان سے عمل کر لیتے تو اس میں ان کی اپنی ہی بہتری تھی۔ دنیا میں بھی امن اور چین سے رہتے اور آخرت میں بھی بہت بڑا اجر پاتے **ش۴۸** یہ دل وجان سے ماننے والے مخلص مومنین کیلئے اخروی بشارت ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ احکام الٰہی اور ارشادات نبوی پر پورا پورا عمل کریں گے اور دل وجان سے ان کے احکام کے سامنے سر جھکا دیں گے قیامت کے دن جنت میں ان کو انبیاء علیہم السلام۔ صدیقین۔ شہداء اور نیک لوگوں کی معیت اور سنگت نصیب ہوگی اور وہ جنت میں ان کے ساتھ ہوں گے۔ آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے سے آدمی نبی بھی بن سکتا ہے کیونکہ رسالت ونبوت تو وہبی چیز ہے جو محض عطاء الٰہی سے حاصل ہوتی ہے کسب اور ریاضت اور کثرت عبادت سے حاصل نہیں ہو سکتی جیسا کہ ارشاد ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (انعام ع ۱۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا یہی مفہوم منقول ہے۔ امام سعید بن جبیر، مسروق، ربیع اور سدی کبیر سے منقول ہے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ دنیا میں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کی جدائی گوارا نہیں کر سکتے لیکن آخرت میں آپ کا درجہ چونکہ بہت بلند ہوگا اس لئے آپ کی زیارت نہیں کر سکیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ ما ینبغی لنا ان نفارقک فی الدنیا فانک لو قدمت رفعت فوقنا فلم نرک فانزل اللہ ومن یطع اللہ والرسول الآیۃ (ابن جریر ج ۵ ص۹۵، ابن کثیر ج ۱ ص۵۲۳) علامہ قرطبی فرماتے ہیں ای ھم معھم فی دار واحدۃ ونعیم واحد یستمتعون برؤیتھم والحضور معھم لا انھم یساوونھم فی الدرجۃ (قرطبی ج ۵ ص۲۷۲) اور پھر آخر میں وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا سے اس بات کی صراحت فرما دی یہ حضرات بہت ہی اچھے رفیق اور ساتھی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں اخروی معیت اور رفاقت کا ذکر ہے۔ چونکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے انسان صدیق اور ولی تو بن سکتا ہے لیکن نبی نہیں ہو سکتا البتہ آخرت میں نبیوں کا رفیق بن سکتا ہے اسی لئے یہاں فرمایا ہے کہ آخرت میں فرمانبردار لوگ نبیوں۔ صدیقوں اور شہیدوں کے رفیق ہوں گے اور دوسری جگہ فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ (حدید ع ۲) یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے صدیق اور شہید ہیں یہ نہیں فرمایا کہ وہ نبی ہیں **ش۴۹ دوسرا حکم سلطانی** (اٹھو اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر مشرکین سے جہاد کرو) حِذْرَ سے جنگی ہتھیار مراد ہیں جیسا کہ امام مقاتل اور محمد باقر سے مروی ہے ای عدتکم من السلاح قالہ مقاتل وھو المروی عن ابی جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (روح ج ۵ ص۸۹) اور ثُبَاتٍ جمع ثُبَةٍ کی اور ثُبَة اس جماعت کو کہتے ہیں جس میں دس سے زیادہ آدمی ہوں (ایضا) اور فانفروا کی ضمیر سے حال ہے یعنی جب جہاد کی مہم درپیش ہو تو بلا توقف جہاد میں کود پڑو جیسا بن پڑے یا جیسا موقع ومحل کے مناسب ہو سب مل کر دشمن پر حملہ کر دو یا چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی صورت میں حملہ کرو **ش۵۰** یہ زجر اور شکوی ہے ان منافقین کے لئے جو مسلمانوں میں موجود تھے ان کی اپنی ہمتیں تو پست تھیں ہی ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کو بھی بددل کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ المراد منہ المنافقون کانوا یثبطون الناس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کبیر ج ۳ ص۲۸۴)۔ لَيُبَطِّئَنَّ لازم اور متعدی دونوں طرح آتا ہے یعنی وہ خود پیچھے ہٹتے تھے یا لوگوں کو ہٹاتے تھے۔ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ الخ ان منافقوں کا حال تھا کہ اگر خدانخواستہ مسلمانوں کو شکست ہو جاتی تو کہتے یہ تو ہم پر خدا کا بڑا احسان

اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا

حق میں بات کام کی — اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر

لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ

اسی واسطے کہ اس کا حکم مانیں اللہ کے فرمانے سے **ش۴۶** اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس

فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ

پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا تو البتہ اللہ کو پاتے

تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا

معاف کرنیوالا مہربان — سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ ہی کو منصف جانیں اس

شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ

جھگڑے میں جو ان میں اٹھے **ش۴۷** پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے

وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا

اور قبول کریں خوشی سے — اور اگر ہم ان پر حکم کرتے کہ ہلاک کرو

اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ

اپنی جان یا چھوڑ نکلو اپنے گھر تو ایسا نہ کرتے مگر تھوڑے

مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا

ان میں سے اور اگر یہ لوگ کریں وہ جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو البتہ ان کے حق میں

لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا

بہتر ہو اور زیادہ ثابت رکھنے والا ہو دین میں **ف۱** اور اس وقت البتہ دیں ہم ان کو اپنے پاس سے بڑا

عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ

ثواب — اور چلا دیں ان کو سیدھی راہ — اور جو کوئی حکم مانے

اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا **ش۴۸**

۱ اس کا تعلق پیغمبر علیہ السلام کی زندگی کے ساتھ ہے موت کے بعد اسکا کوئی تعلق نہیں ۱۲۔

۲ بشارت اخروی ۱۲

۳ اطاعت کرنیوالوں کو آخرت میں ان کی رفاقت نصیب ہوگی۔ اطاعت کرنیوالے صدیقین اور شہداء ان سکتے ہیں جیسا کہ سورہ حدید میں فرمایا لیکن انبیاء نہیں بن سکتے اسی لئے یہاں مع الذین الخ فرمایا ۱۲

موضح القرآن ف۱ یعنی مالک کے حکم میں تو جان تک دریغ نہ کرنا چاہیئے اگر اللہ ویسے حکم فرماتا تو یہ منافق کب کر سکتے یہ حکم تو نصیحت کے ہیں انہیں پر چلیں تو نفاق جاتا ہے اور مومن ہو جاویں کیا یہ غنیمت نہیں سمجھتے۔

ہوا کہ ہم ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہیں تھے ورنہ ہم بھی ان کے ساتھ پس جاتے وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ الخ اور اگر مسلمانوں کی فتح ہو جاتی اور مال غنیمت انبار در انبار ان کے ہاتھ آجا تو منافقین حسرت وافسوس سے انگلیاں کاٹنے لگتے اور کہتے کاش ! ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو مال غنیمت سے کثیر دولت ہاتھ آتی اور مالا مال ہو جاتے یَقُوْلَنَّ کا مقولہ یٰلَیْتَنِیْ سے شروع ہوتا ہے۔ اور کَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ درمیان میں جملہ معترضہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ منافقین ایسی باتیں اس طرح کہتے ہیں گویا تمہارے اور ان کے درمیان کسی قسم کا دینی رشتہ اور تعلق موجود نہیں اور منافقوں کی دوستی جو مسلمانوں کے ساتھ تھی وہ محض ظاہری تھی ان کے دل میں وہی بغض وعداوت تھی۔ کذا فی المدارک والخازن وابی السعود والکبیر وغیرہا۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ بطور خوشامد ایسی باتیں کرتے ہیں گویا ظاہر کرتے ہیں کہ پہلے میرا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اگر ان کے ساتھ کچھ دوستی کا تعلق ہوتا تو وہ بھی ان کے ساتھ ضرور جہاد میں شریک ہوتا اور فوز عظیم حاصل کر لیتا۔ حضرت شیخ کے نزدیک

مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ
کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ
اور اچھی ہے ان کی رفاقت ف۱ یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے

وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا
اور اللہ کافی ہے جاننے والا ف۲ ع۵۰ اے ایمان والو لے لو

حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿٧١﴾ وَاِنَّ
اپنے ہتھیار ف۵۱ پھر نکلو جدی جدی فوج ہو کر یا سب اکٹھے ف۳ اور

مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ
تم میں بعضا ایسا ہے کہ البتہ دیر لگاوے گا ف۵۲ پھر اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہے

قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ
اللہ نے مجھ پر فضل کیا کہ میں نہ ہوا ان کے ساتھ اور اگر

اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ
تم کو پہنچا فضل اللہ کی طرف سے تو اس طرح کہنے لگے گا کہ گویا نہ تھی

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ
تم میں اور اس میں کچھ دوستی اے کاش کہ میں ہوتا ان کے ساتھ تو پاتا

فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ
بڑی مراد ف۴ سو چاہیے لڑیں اللہ کی راہ میں وہ لوگ جو بیچتے ہیں

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے ف۵۳ اور جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں

فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٧٤﴾ وَمَا
پھر مارا جاوے یا غالب ہووے تو ہم دیں گے اس کو بڑا ثواب ف۵ اور

ع ۹/۱۱/۶

یہ معنی راجح ہیں ف۵۱ یہ ترغیب الی القتال ہے یَشْرُوْنَ شریٰ سے ہے جو اضداد میں سے ہے اور خریدنے اور بیچنے دونوں معنوں میں مستعمل ہے یہاں یَشْرُوْنَ بمعنی یَبِیْعُوْنَ ہے یعنی وہ دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب مومنوں نے اپنی زندگی کا مقصد یہ قرار دیا ہے کہ وہ ہر معاملے میں آخرت کو دنیا پر ترجیح دیں گے تو انہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہیئے۔ اور انہیں میدان قتال میں ثابت قدم رہنا اور منافقوں کی بددل کرنے والی باتوں کی پروا نہیں کرنی چاہیئے وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یہ مجاہدین کے لئے دنیوی اور اخروی بشارت ہے اگر شہید ہو جائیں تو آخرت میں بلند ترین درجات حاصل کریں گے اور اگر شہادت نصیب نہ ہوئی ثواب عظیم اور مال غنیمت سے حصہ تو ضرور ملے گا ف۵۲ تیسرا حکم سلطانی (کمزور اور ضعیف مسلمانوں کو جو مکہ میں تکلیفیں اٹھا رہے ہیں ظالم مشرکوں کے پنجۂ استبداد سے چھڑاؤ) پہلے سے زیادہ واضح اور مدلل طریقہ سے مشرکین سے جہاد کرنے کا حکم دیا کہ اٹھو ہتھیار پہنو اور ان کمزور مسلمانوں کو مشرکین کے نرغے سے چھڑاؤ جو اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ ان ظالم مشرکوں سے ہمیں نجات دے لہٰذا تم اٹھو اور ان کی خلاصی کے لئے جہاد کرو اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یہ بھی ترغیب الی الجہاد ہے یعنی مومن تو ہمیشہ اللہ کے دین کو سربلند کرنے اور دنیا میں امن وامان قائم کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان کا حامی اور ناصر و مددگار ہے اس کے برعکس کفار اور مشرکین باطل کی خاطر لڑتے ہیں اس لئے مسلمانوں کو ان باطل پرستوں سے قتال کرنا چاہیئے تاکہ دنیا سے باطل مٹ جائے اور اللہ کا دین حق اور اس کی توحید غالب ہو جائے۔ توحید والوں کے مقابلے میں مشرکین ہمیشہ مخذول و مہزوم ہوں گے۔ رغب اللّٰه المومنین بانهم یقاتلون فی سبیل اللّٰه وهو ولیهم و ناصرهم واعداؤهم یقاتلون فی سبیل الشیطان فلا

ل دوسرا حکم سلطانی اٹھو اور ہتھیار لے کر مسلح ہو کر مشرکین سے جہاد کرو ۱۲۔
۲ زجر مع شکویٰ ۱۲۔
۳ جملہ معترضہ ۱۲
۴ یقولن کا مقولہ ۱۲۔
۵ ترغیب الی القتال ۱۲۔
۶ تیسرا حکم سلطانی اٹھو مسلح ہو کر نکلو جو ضعیف مسلمان مکہ میں قید ہیں ان کو مشرکین کے چنگل سے چھڑاؤ وہ خود نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے اور دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ ہمیں ظالموں سے نجات دے ۱۲۔

موضح قرآن ف۱ نبی وہ ہیں جنکو اللہ کی طرف سے وحی آوے یعنی فرشتہ ظاہر میں پیغام کہہ جاوے اور صدیق وہ کہ جو وحی میں آوے ان کا جی آپ ہی اس پر گواہی دے اور شہید وہ جنکو پیغمبر کے حکم پر ایسا صدق آیا کہ اس پر جان دیتے ہیں اور نیکبخت وہ جن کی طبیعت نیکی پر ہی پیدا ہوئی ہے تو جو لوگ ایسے نہیں لیکن حکم برداری میں لگے جاتے ہیں اللہ ان کو بھی ان کے ساتھ گنے گا ف۲ آگے ذکر ہے جہاد کا ف۳ یعنی لڑائی میں اپنا بچاؤ کر نا زرہ سپر باندھ کر تدبیروں سے منع نہیں ف۴ یعنی ایسا شخص منافق ہے کہ خدا کے حکم پر نہیں دوڑتا بلکہ دنیا کا نفع تکتا ہے اگر لوگوں کو اس کام میں تکلیف پہنچی تو اپنے الگ رہنے پر ریجھتا ہے اور اگر لوگوں کو فائدہ پہنچا تو پچھتاتا ہے اور دشمنوں کی طرح حسد کرتا ہے ف۵ یعنی مسلمانوں کو چاہیئے کہ دنیا کی زندگی پر نظر نہ رکھیں آخرت چاہیں اور سمجھیں کہ اللہ کے حکم میں ہر طرح نفع ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید مردم ضعیف الاسلام در اول اسلام کہ جہاد فرض نشدہ بود دعوت اسلام قبول نمودند چوں جہاد فرض شد ازاں تقاعد کردند و از بعض کلمات منافقانہ بسر میزد و بعضی با مخالفان ہمزبان شدہ خلاف مرضی آنحضرت رای می زدند خدا تعالیٰ دریں باب آیت فرستاد واللہ اعلم ۱۲۔

دلی لهم الا الشیطان (مدارک ج ۱ صـ۱۸۴) ۵۳ یہ منافقین کے لئے زجر ہے ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو مشرکین کے ہاتھوں بڑی بڑی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچتیں تو وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کرتے اور آپ سے جہاد کی اجازت چاہتے آپ فرماتے ابھی مجھے جہاد کا حکم نہیں ملا۔ جو احکام تم پر فرض ہو چکے ہیں نماز اور زکوٰۃ وغیرہ ابھی ان پر ہی عمل کرو۔ پھر ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جہاد کا حکم نازل ہوا تو ایک فریق (یعنی منافقین) اس حکم سے گھبرا اٹھے اور کہنے لگا کہ اے اللہ تو نے ہم پر قتال کیوں فرض کیا۔ یہ لوگ قتال سے سخت خوفزدہ ہوئے ظاہر ہے کہ ان کا خوف محض موت اور قتل کی وجہ سے تھا تو اس کے جواب میں فرمایا۔ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ الخ موت سے مت ڈرو اور اس سے مت بھاگو۔ موت کوئی صرف میدان جنگ میں لڑنے والوں ہی کو نہیں آتی موت ہر صورت آسکے گی اگر تم موت سے بچنے کے لئے اونچے اور بہت مضبوط قلعے بنالو اور ان میں اپنے آپ کو محفوظ کرلو تو موت وہاں بھی آئے گی اور تمہیں ہرگز نہیں چھوڑے گی۔ جب موت

لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ
تم کو کیا ہوا کہ نہیں لڑتے اللہ کی راہ میں ۵۳ اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں
الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ
مرد اور عورتیں اور بچے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے
اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ
نکال ہم کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ اور کر دے
لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾
ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی مددگار ف۱
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
جو لوگ ایمان والے ہیں سو لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو کافر ہیں
يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ
سو لڑتے ہیں شیطان کی راہ میں سو لڑو تم شیطان کے
الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿٧٦﴾ اَلَمْ تَرَ
حمایتیوں سے بے شک فریب شیطان کا سست ہے کیا تو نے نہ دیکھا
اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
ان لوگوں کو جن کو حکم ہوا تھا کہ اپنے ہاتھ تھامے رکھو ۵۳ اور قائم رکھو نماز
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ
اور دیتے رہو زکوٰۃ پھر جب حکم ہوا ان پر لڑائی کا اسی وقت ان میں
مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ
ایک جماعت ڈرنے لگی لوگوں سے جیسا ڈر ہو اللہ کا یا اس سے بھی زیادہ ڈر
وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى
اور کہنے لگے اے رب ہمارے کیوں فرض کی ہم پر لڑائی کیوں نہ چھوڑے رکھا ہم کو

۱۰ ع ۷

۱ ترغیب الی الجہاد میں داخل ہے ۱۲

۲ زجر برائے منافقین ۱۲

سے چھٹکارا نہیں تو بہتر یہی ہے کہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہوئے مارے جاؤ تاکہ درجہ شہادت پاؤ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی عنایات مخصوصہ اور اس کے انعامات خاصہ حاصل کرسکو ۵۴ یہ بھی منافقین کے لئے زجر ہے حضرت ابن عباس اور قتادہ فرماتے ہیں اگر مسلمانوں کی فتح ہوتی اور مال غنیمت ہاتھ لگ جاتا تو منافقین کہتے یہ سب اللہ کی مہربانی ہے اور اگر کہیں شکست ہوئی تو آپس میں کھسر پھسر کرنے لگے کہ نعوذ باللہ یہ پیغمبر کی بے تدبیری کا نتیجہ ہے (روح ج ۵ صـ۸۸، قرطبی ج ۵ صـ۲۸۴ وغیرہ) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال باطل کا رد فرمایا کہ فتح و شکست اور تنگی و فراخی سب اللہ کی طرف سے ہے وہ ہر چیز کا خالق و مخترع ہے اور وہی نافع و ضار ہے۔ لاخالق ولا مخترع سواہ فلیس الامر کما زعمتم فا للّٰہ تعالیٰ وحدہ هو النافع الضار وعن ارادتہ تصدر جمیع الکائنات (بحر ج ۳ صـ۳۰۰) حسن اور ابن زید کہتے ہیں کہ یہود اور منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عیاذاً باللہ بدشگون لیتے تھے کہ اس سے پہلے ہم خوشحال تھے اور ہمارے باغات خوب پھل لاتے تھے مگر اس کے آنے سے ہماری زمینوں اور باغوں کی پیداوار کم ہوگئی ہے (بحر و روح وغیرہ) ۵۵ یہ بھی منافقین اور یہود کے مذکورہ بالا قول باطل کا جواب ہے بلکہ اس جواب کی تفصیل ہے اس میں بظاہر خطاب تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن مراد عام ہے اور یہ خطاب ہر مخاطب کو شامل ہے مطلب یہ ہے کہ انسان کو جو فائدہ اور بھلائی پہنچتی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے اور جو اسے نقصان یا برائی پہنچتی ہے خالق اگرچہ اس کا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس کا سبب انسان کی اپنی ہی بدعملی اور کوتاہی ہوتی ہے جیسا کہ ایک جگہ ارشاد ہے۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (شوریٰ ع ۴) یہود مدینہ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے اگر خوشحال تھے تو یہ محض اللہ کا احسان تھا اور آپ کی آمد کے بعد اگر ان پر تنگدستی آگئی تو یہ ان کی اپنی بدعملی کا نتیجہ تھا جب انھوں نے خدا کے پیغمبر کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے بطور تنبیہ ان پر تنگی کردی۔ والضمیر للیهود والمنافقین روی انہ کان قد بسط علیهم الرزق فلما قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فدعاهم الی الایمان فکفروا امسك عنهم بعض الامساك (ابو السعود ج ۳ صـ۲۹۴) ۵۶ یہاں سے فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے یعنی ان کو چاہیئے تھا کہ ایسی باتیں کرنے کے بجائے آپ کی اطاعت کرتے کیونکہ آپ کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن اگر وہ آپ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے اور آپ کی فرمانبرداری سے اعراض کرتے ہیں تو آپ فکرمند اور غمگین نہ ہوں کیونکہ آپ نے اپنا فرض ادا کر لیا ہے آپ کا فرض صرف تبلیغ ہے جو آپ نے پورا کردیا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا سے اخروی کی طرف اشارہ فرمادیا کہ ہم سب کچھ

موضح قرآن ف۱ یعنی دو واسطے لڑائی تم کو ضرور ہے۔ ایک تو اللہ کا دین بلند کرنے کو دوسرے مظلوم مسلمان جو کافروں کے ہاتھ میں بے بس پڑے ہیں ان کے خلاص کرنے کو شہر مکے میں ایسے لوگ بہت تھے کہ حضرت کے ساتھ ہجرت نہ کر سکے اور ان کے اقربا ان پر ظلم کرنے لگے کہ مسلمان سے پھر کافر کریں۔

دیکھ رہے ہیں۔ ان کا کوئی عمل ہم سے پوشیدہ نہیں انھیں اپنے اعمال کی پوری پوری سزا ملے گی **۵۷** یہ منافقین کا شکوی ہے اور ان کی دو رُخی چال پر ان کو زجر ہے جب وہ آپ کے پاس موجود ہوتے ہیں اس وقت تو آپ کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ حضور آپ کا حکم ہمارے سر و چشم لیکن جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو اپنے قول و اقرار کے برعکس رات کو آپ کے اور مسلمانوں کے خلاف منصوبے بناتے ہیں لیکن آپ ان کی پروا نہ کریں۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھیں وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور ہم نے ان کے تمام منصوبے نوٹ کر رکھے ہیں اور ان کو اس شرارت کی پوری پوری سزا دیں گے تَقُوْلُ میں دو احتمال ہیں یا تو یہ واحد مونث غائب کا صیغہ ہے اور ضمیر نائب طائفہ کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ منافقین کا طائفہ اور ان کے سرداروں کی جماعت اپنے ہی اقرار کے باعث رات کو منصوبے بناتے ہیں یا یہ واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے اور خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یعنی وہ آپ کے احکام و ارشادات کے خلاف باتیں کرتے ہیں **۵۸** اختلاف کا مطلب یہ ہے کہ اس میں بیان کردہ امور و حقائق نفس الامر اور واقع سے مختلف ہوتے اور بیان کا نفس الامر سے مختلف ہونا جھوٹ اور کذب ہوتا ہے تو حاصل یہ نکلا کہ اگر قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا بلکہ انسان کا خود ساختہ ہوتا تو اس کے کئی بیانات نفس الامر کے خلاف اور جھوٹے ہوتے لیکن اگر قرآن کے بیان کردہ امور و حقائق کو بنظر انصاف دیکھا جائے اور ان میں غور و فکر کیا جائے تو اس میں ایک بات بھی خلاف واقع نہیں مل سکیگی بان یکون بعض اخبارات الغیبیۃ کالاخبار عما یسرہ المنافقون غیر مطابق للواقع الخ (روح ج ۵ ص۹۲ و خازن ج ۱ ص۴۷۲) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی راجح ہے یا اختلاف سے عام اختلاف مراد ہے خواہ باہمی تناقض ہو یا نفس الامر سے مخالفت یا اسلوب بیان اور فصاحت و بلاغت میں اختلاف وغیرہ کما فی القرطبی ج ۵ ص۲۹۰ وغیرہ) **۵۹** یہ شکوہ منافقین کی دوسری وجہ ہے کہ وہ ان خبروں اور رازوں کا افشا کرتے ہیں اور ان کو مشہور کرتے ہیں جن کا پوشیدہ رکھنا ہی اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید ہے ان کا تعلق خواہ امن سے ہو یا خوف سے حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد پر جو لشکر بھیجتے جب وہ غالب یا مغلوب ہو کر واپس آتے تو منافقین ان کی خبریں غلط انداز میں پھیلا دیتے ان الرسول کان اذا بعث سریۃ من السرایا

اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ

تھوڑی مدت تک کہہ دے کہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے

لِّمَنِ اتَّقٰى ۛ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا

پرہیزگار کو اور تمہارا حق نہ رہے گا تاگے برابر ف۱ جہاں کہیں تم ہوگے

يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَ

موت تم کو آ پکڑے گی اگرچہ تم ہو مضبوط قلعوں میں اور

اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ

اگر پہنچے لوگوں کو کچھ بھلائی تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے ف۲ اور اگر

تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ

ان کو پہنچے کچھ برائی تو کہیں یہ تیری طرف سے ہے کہہ دے کہ سب

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ

اللہ کی طرف سے ہے سو کیا حال ہے ان لوگوں کا ہرگز نہیں لگتے کہ سمجھیں

حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ؗ وَمَآ

کوئی بات ف۲ جو پہنچے تجھ کو کوئی بھلائی سو اللہ کی طرف سے ہے **۵۵** اور جو

اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ

تجھ کو برائی پہنچے سو تیرے نفس کی طرف سے ہے اور ہم نے تجھ کو بھیجا

رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ

پیغام پہنچانیوالا لوگوں کو **۵۶** اور اللہ کافی ہے سامنے دیکھنے والا ف۳ جس نے حکم مانا رسول کا

فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ

اس نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا ان پر

حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ

نگہبان ف۱ اور کہتے ہیں کہ قبول ہے پھر جب باہر گئے تیرے پاس سے **۵۷**

منزل ۱

ل۱ زجر برائے منافقین ۱۲۔

ل۲ منافقین یہود کے مذکورہ بالا قول طل کا جواب ۱۲۔

ل۳ تسلی یعنی ایسی بری باتیں کہنے کی بجائے وہ آپ کی اطاعت کرتے ان کیلئے بہتر تھا ۱۲۔

ل۴ شکوی برائے منافقین ۱۲۔

موضح قرآن ف۱ یعنی جب تک مسلمان مکے میں تھے اور کافر ایذا دیتے تو اللہ تعالیٰ ان کو لڑنے سے تھامتا تھا اور صبر کا حکم فرماتا تھا اب جو حکم لڑائی کا آیا تو سمجھیں کہ ہماری مراد ملی لیکن بعضے کچے مسلمان کنارہ کرتے ہیں اور موت سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے برابر آدمیوں سے خطرہ کرتے ہیں **ف۲** یہ منافقوں کا ذکر ہے کہ اگر تدبیر جنگ درست آئی اور فتح و غنیمت ملی تو کہیں اللہ کی طرف سے ہوئی یعنی اتفاقاً بن گئی حضرت کی تدبیر کے قائل نہ ہوتے تھے اور اگر بگڑ گئی تو الزام رکھتے حضرت کی تدبیر پر اللہ صاحب نے فرمایا کہ سب اللہ کی طرف سے ہے یعنی پیغمبر کی تدبیر اللہ کا الہام ہے غلط نہیں اور بگڑی کو بگڑا نہ بوجھو یہ اللہ تم کو سکھاتا ہے تمہاری تقصیر پر اگلی آیت میں کھول کر فرمایا **ف۳** بندہ کو چاہیئے نیکی کو اللہ کا فضل سمجھے اور تکلیف اپنی تقصیر سے اور رسول پر الزام نہ رکھے تقصیروں سے اللہ واقف ہے اور وہی جزا دیتا ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی ایں کلمہ حق است کہ خیر از جانب خداست و شر از جانب بندہ لیکن مقصود ایں مردم ازیں کلمہ درست نیست و آں آنست کہ جہاد با جمیع قبائل عرب معقول نیست پس اگر فتح باشد نعمتی غیر مترقب است و اگر ہزیمت باشد موافق حال این تدبیر است و چون جہاد بامر الٰہی است ہمہ خیر است عقل را در آنجا دخل دادن صحیح نباشد واللہ اعلم ۱۲۔

فخلبت او غلبت محدثوا بذالك وافشوه ولم يصبروا الخ (بحرج ۳ ص۳۰۵) لَعَلِمَهُ کی ضمیر منصوب اَمْرٌ کی طرف راجع ہے ف۶۰ اس کے دو معنی ہیں اوّل یہ کہ اَلَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَہٗ سے وہ لوگ مراد ہیں جو اس قسم کی خبر کو معلوم کرنے کے درپے اور اس کے علم کے متلاشی تھے اور منھم کی ضمیر رسول اور اولی الامر کی طرف راجع ہے اور جار مجرور علمہ کے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ان خبروں کو مشہور نہ کرتے اور جن لوگوں کو یہ خبریں معلوم کرنے کا شوق تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر یعنی صحابہ میں جو لوگ صاحب مشورہ اور صاحب تدبر تھے ان سے معلوم کر لیتے دوم یہ کہ منھم میں من بیانیہ ہے اور ھم ضمیر اولی الامر کی طرف راجع الذین یستنبطون سے وہ لوگ مراد ہیں جو اولی الامر میں صاحب بصیرت و استنباط تھے ف۶۱ فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ سے اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا تک حکم ثالث یعنی وَمَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ پر متفرع ہے اور بُعدِ عہد کی وجہ سے اس کا اعادہ ہے یہاں دوبارہ قتال کی ترغیب دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں کو جہاد کی ترغیب دینے کا حکم فرمایا تنکیل کے معنی تعذیب یعنی سزا دینے کے ہیں۔ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً الخ یہ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ سے متعلق ہے یعنی آپ مومنوں کو ترغیب الی الجہاد کا وعظ کریں اور جو شخص اچھی بات کا وعظ و نصیحت کرے اور نیک کاموں کی ترغیب دے اسے اللہ کی طرف سے بہت بڑا اجر و ثواب ملے گا اور جو شخص کسی برے کام کی ترغیب دے اسے اس کی سزا ملے گی اور مُقِیْتٌ کے معنی اقتدار والا یا حافظ و نگہبان (مُقِیْتًا) مُقْتَدِرًا۔۔۔۔ او حَفِیْظًا (مدارک ج ۱ ص۱۸۷) وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ الخ یہ بھی ماقبل سے متعلق ہے اور اس میں خطاب رعیت کو ہے یعنی اگر تمہارے پاس کوئی واعظ جہاد کی ترغیب کے لئے آئے اور تم کو سلام دے تو تم اس کے الفاظ کی نسبت زیادہ اچھا جواب دو مثلاً اگر اس نے السلام علیکم کہا ہے تو تم اس کے جواب میں ورحمۃ اللہ کا اضافہ کرو اور اگر زیادہ نہ کرو تو اس کے الفاظ کے مطابق تو ضرور جواب دو حاصل یہ کہ ان سے خوشی کے ساتھ پیش آؤ ان کے حکم کی تعمیل کرو۔ اس آیت سے پہلے اور اس کے بعد چونکہ مضمون جہاد کا ذکر ہے اس لئے سیاق و سباق کی رعایت کر کے مفہوم بیان کیا گیا ہے ف۶۲ ترغیب الی الجہاد کے بعد اصل مسئلہ (مسئلہ توحید) بیان فرما دیا جس کی خاطر جہاد کرنا ہے اور ساتھ لَیَجْمَعَنَّکُمْ الخ سے تخویف اخروی سنا دی کہ اگر اللہ کا حکم نہیں مانو گے اور جہاد سے گریز کرو گے تو آخر کار قیامت کے دن میدان حشر میں اللہ کے سامنے کئے جاؤ گے اور اپنے اعمال کی سزا پاؤ گے اور کہیں بھاگ کر جان نہیں بچا سکو گے۔

بَیَّتَ طَآئِفَۃٌ مِّنْھُمْ غَیْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ؕ وَاللہُ یَکْتُبُ

تو مشورہ کرتے ہیں بعضے بعضے ان میں سے رات کو اس کے خلاف جو تجھ سے کہہ چکے تھے اور اللہ لکھتا ہے

مَا یُبَیِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَتَوَکَّلْ عَلَی اللہِ ؕ وَکَفٰی

جو وہ مشورہ کرتے ہیں سو تو تغافل کر ان سے اور بھروسہ کر اللہ پر اور اللہ

بِاللہِ وَکِیْلًا ﴿۸۱﴾ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ کَانَ

کافی ہے کارساز کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر ہوتا

مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ﴿۸۲﴾ وَ

کسی اور کا سوائے اللہ کے تو ضرور پاتے اس میں بہت تفاوت ف۱ س۱ اور

اِذَا جَآءَھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِہٖ ؕ وَ

جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں ف۲ س۲ اور

لَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ

اگر اس کو پہنچا دیتے رسول تک اور اپنے حاکموں تک تو تحقیق کرتے

الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللہِ عَلَیْکُمْ

اس کو جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں اس کی ف۶۰ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر

وَرَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ فِیْ

اور اس کی مہربانی تو البتہ تم پیچھے ہو لیتے شیطان کے مگر تھوڑے ف۳ س۳ سو تو لڑ ف۶۱

سَبِیْلِ اللہِ ۚ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَکَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ

اللہ کی راہ میں تو ذمہ دار نہیں مگر اپنی جان کا اور تاکید کر مسلمانوں کو ف۵

عَسَی اللہُ اَنْ یَّکُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ وَاللہُ اَشَدُّ

قریب ہے کہ اللہ بند کر دے لڑائی کافروں کی اور اللہ بہت سخت ہے

بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْکِیْلًا ﴿۸۴﴾ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً

لڑائی میں اور بہت سخت ہے سزا دینے میں جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں

س۱ یعنی اس میں خلاف واقع امور آجاتے یا فصاحت و بلاغت میں فرق ہوتا ۱۲۔

س۲ زجر برائے منافقین ۱۲۔

س۳ اس کی دو تقریریں ہیں ۱۲۔

س۴ ترغیب الی الجہاد ۱۲۔

س۵ یعنی قتال کرو اور مومنوں کو بھی قتال پر آمادہ کرو ۱۲

س۶ یہ حرض المومنین علی القتال سے متعلق ہے یعنی جو شخص اچھی بات کا وعظ و نصیحت کرے (ترغیب الی الجہاد کرے) تو اس کو اس کا ثواب ملتا ہے اور اگر بری بات کہے (مثلاً نفاق کی طرح مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا کرے) اس کو اس کی سزا ملے گی ۱۲۔

موضح قرآن ف۱ یعنی مخلوق ہر حال میں اس حال کے موافق بولتا ہے غصے میں مہربانی والوں کی طرف دھیان نہیں رکھتا اور مہربانی میں غصے والوں کی طرف دنیا کے بیان میں آخرت یاد نہ آوے اور آخرت کے بیان میں دنیا بے پرواہی میں عنایت کا ذکر نہیں اور عنایت میں بے پرواہی کا تو اس حال کا کلام سننے دوسری حال سے مخالف نظر آوے اور قرآن شریف جو خالق کا کلام ہے یہاں ہر چیز کے بیان میں دوسری جانب بھی نظر ہوتی ہے غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ہر چیز کا بیان ہر مقام میں ایک راہ پر ہے بیان منافقوں کا مذکور تھا۔ اس میں بھی ہر بات پر الزام اسی قدر ہے جتنا چاہئے اور جماعت میں سے انہیں پر الزام ہیں جو لائق الزام ہیں اسی واسطے فرمایا کہ بعضے ان میں سے یوں کرتے ہیں ف۲ یعنی کہیں سے کوئی خبر آوے تو اوّل پہنچا دیں سردار تک اور اس کے نائبوں تک جب وہ صحیح کر لیں اور اس پر بنا رکھیں تب آپ اس پر عمل کریں حضرت نے ایک شخص کو بھیجا ایک قوم کی زکوٰۃ لینے کو وہ نکلے استقبال کو اس نے سمجھا کہ نکلے ہیں میرے مارنے کو الٹا پھر آیا اور شہر مدینے میں مشہور کیا کہ فلانی قوم مرتد ہوئی ہنوز حضرت تک خبر نہ پہنچی کہ شہر میں شہرہ ہوا اسی قسم سے ہر خبر بے تحقیق اور بغیر خبر سردار کے مشہور کرنے لگے کہ وہ خبر آخر غلط نکلی۔ یہ جو فرمایا کہ اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ہوتا تو شیطان کے پیچھے چلتے مگر تھوڑے یعنی ہر وقت احکام تربیت کے نہ پہنچتے رہیں تو کم لوگ ہدایت پر قائم رہیں۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی بر تو رغبت دادنست و بس اگر رفاقت نکنند بر تو مواخذہ نیست ۱۲۔

۶۳ چوتھا حکم سلطانی دراستہ میں مدینہ منورہ سے باہر جو منافق تمہیں ملے اسے بھی قتل کر ڈالو البتہ جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے اور غیر جانبدار ہیں ان کو قتل نہ کرو۔ یہاں سے منافقین کے دو گروہ کا حکم بیان کیا گیا ہے ایک وہ منافقین جو مدینہ سے دوسرے شہروں میں نکل گئے تھے دوم وہ جو ایسے کافروں کے پاس جاکر پناہ گزین ہو گئے تھے جن کے اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ ہو چکا تھا۔ اس آیت میں المنافقین سے منافقین کا پہلا گروہ مراد ہے ان کے قتل کے بارے میں مسلمان دو فریقوں میں بٹ گئے ایک فریق نے کہا وہ منافق ہیں انھیں قتل کرنا چاہیئے دوسرے فریق نے ان کے قتل میں توقف کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زجر و توبیخ کے طور پر فرمایا کہ تم ان منافقین کے بارے میں دو فریق کیوں ہو گئے حالانکہ ان کے کرتوت اس بات کے متقاضی تھے کہ تم ان کے قتل میں ذرہ برابر تامل نہ کرتے یہ ان کی بدعملی اور خباثت باطن ہی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان سے ہٹا کر کفر کی طرف دھکیل دیا ارکسھم۔ ردھم الی الکفر (روح م) یعنی اللہ نے ان کو کفر کی طرف الٹا دیا اور دھکیل دیا وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ الخ لو مصدریہ ہے اور یہ ان منافقین کی ایک بہت بڑی خباثت کا بیان ہے۔ وہ بظاہر تو مسلمان ہیں اور مسلمان کہلاتے ہیں مگر ان کے دلوں میں وہی کفر و شرک ہے اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ جو لوگ خلوص دل سے ایمان لا چکے ہیں وہ پھر سے کافر ہو جائیں اور کفر و ضلالت میں ان کے ساتھ یکساں ہو جائیں۔ جو لوگ کفر اور گمراہی میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں تم ان کی رو رعایت مت کرو اور وہ جہاں بھی تمہیں مل جائیں بلا تامل ان کو قتل کرو **۶۴** یہ دوسرے فریق کا حکم ہے یعنی جو منافقین ان کفار کے پاس چلے گئے جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ اور میثاق ہے انھیں قتل مت کرو تاکہ معاہدہ کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اسی طرح جو جنگ و قتال سے بالکل علیحدہ ہو جائیں اور تمہارے پاس اگر صاف اعلان کر دیں کہ وہ نہ تمہارے ساتھ جنگ کریں گے نہ کافروں کیساتھ اور تم سے سلامتی کی درخواست کریں ان سے بھی درگذر کرو اور دیکھو اگر واقعی وہ جنگ سے کنارہ کش ہو گئے ہیں اور صحیح معنوں میں صلح و سلامتی چاہتے ہیں تو انھیں بھی قتل نہ کرو حصرت صدورھم بتقدیر قد جملہ جاء وا کی ضمیر فاعل سے حال ہے اور ان یقاتلوکم سے پہلے حرف جار محذوف ہے ای عن ان یقاتلوکم او لان یقاتلوکم (روح و بحر) **۶۵** مذکورہ بالا دو گروہوں کے علاوہ کچھ ایسے منافقوں سے بھی تمکو واسطہ پڑے گا جو ایک طرف تو تم سے امن اور سلامتی چاہیں گے اور ظاہری طور پر صلح کا معاہدہ کر لیں گے اور دوسری طرف اپنی قوم سے جب وہ مسلمانوں سے ملیں گے تو اسلام کا اظہار کریں گے اور اپنی قوم سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے دین پر ہی ہیں اور تمہارے ساتھی ہیں اور اس طرح اپنے گھروں میں رہ کر دونوں طرف سے محفوظ و مامون رہنے کی کوشش کریں گے نبہ علی طائفۃ اخری مخادعۃ یریدون الاقامۃ فی مواضعھم مع اھلیھم یقولون لھم نحن معکم و علی دینکم و یقولون للمسلمین کذالک اذا وجدوا (بحر ج ۳ ص ۳۱۸) کلما ردوا الی الفتنۃ ارکسو فیھا۔

يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً

اس کو بھی ملے گا اس میں سے ایک حصہ اور جو کوئی سفارش کرے بری بات میں

يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

اس پر بھی ہے ایک بوجھ اس میں سے اور اللہ ہے ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ف۱

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ

اور جب تم کو دعا دیوے کوئی تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر یا وہی کہو الٹ کر

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا

بیشک اللہ ہے ہر چیز کا حساب کرنے والا ف۲ اللہ کے سوا کسی کی بندگی

هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ

نہیں **۶۵** بے شک تم کو جمع کرے گا قیامت کے دن اس میں کچھ شبہ نہیں اور اللہ

اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾ فَمَا لَكُمْ فِى الْمُنٰفِقِيْنَ

سے سچی کس کی بات ف۳ پھر تم کو کیا ہوا کہ منافقوں کے معاملہ میں

فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ

دو فریق ہو رہے ہو **۶۳** اور اللہ نے ان کو الٹ دیا بسبب ان کے اعمال کے **۶۳** کیا تم چاہتے ہو کہ

تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ

راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو گمراہ کرے اللہ ہرگز نہ پاوے گا تو

لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ

اس کے لئے کوئی راہ ف۴ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو پھر تم سب

سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِىْ

برابر ہو جاؤ سو تم ان میں سے کسی کو دوست مت بناؤ یہاں تک کہ وطن چھوڑ آویں

سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ

اللہ کی راہ میں ف۵ پھر اگر اس کو قبول نہ کریں تو ان کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں

النصف — ع ۱۱ — ۸

موضح قرآن ف۱ مثلاً کوئی محتاج کی سفارش کر کر دولتمند سے کچھ دلوا دے تو یہ بھی شریک ہوا ثواب خیرات میں اور جو کوئی کافر یا مفسد کو سفارش کر کر چھڑا دے کہ پھر وہ فساد کرے یہ بھی شریک ہوا اس فساد میں ف۲ مثلاً کوئی کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ تو واجب ہے اسکا جواب اگر برابر چاہے تو وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ اور اگر زیادہ ثواب چاہے تو وَرَحْمَةُ اللّٰهِ بھی کہے اور اگر اس نے یوں کہا تو آپ کہے وَبَرَكَاتُهٗ ف۳ یہاں منافق فرمایا ہے ان لوگوں کو جو ظاہر میں بھی مسلمان نہ تھے لیکن حضرت کے ساتھ محبت اور ملاپ جتاتے تھے اس غرض سے کہ ان کی فوج ہماری قوم پر جاوے تو ہماری جان و مال بچے ہے جب مسلمان خبردار ہوئے کہ ان کی آمد و رفت اس غرض کو ہے دل کی محبت سے نہیں تو بعضے کہنے لگے ان سے صحبت و ملاقات ترک کرلے تاکہ ایک طرف ہو جاویں اور بعضوں نے کہا کہ ملے جائیے اسی میں شاید ایمان لاویں۔ اللہ نے فرمایا کہ ہدایت اور گمراہی اللہ کے ہاتھ ہے اس کا فکر تم کو کیا ضرور، باقی ایسوں سے جو معاملے چاہیئں سو آگے فرماتے ہیں۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی سپارش گدائے بتونگرتا او را بدہند نیک است و سپارش سارق تا دست او نہ برند درست نیست ۱۲۔ ف۲ خدا تعالیٰ بیان فرماید کہ بہ تلق کفار اعتماد کردہ ۱۲۔ ف۳ یعنی بعض بہ تملق فریفتہ شدند و بعض نشدند وحی بایست کہ ہمہ باتفاق فریفتہ نمی شدند ۱۲ ف۴ یعنی از جملہ راہ یابان شمار ید ۱۲

اور جب کبھی ان کو مسلمانوں سے جنگ کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو وہ اسلام کا ظاہری اقرار یا صلح و معاہدہ چھوڑ چھاڑ فوراً جنگ اور شر و فساد میں کُود پڑتے ہیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چونکہ ان کے دلوں پر مہر جباریت ثبت ہو چکی ہے اس لئے وہ اللہ کی جانب سے قہر و جباریت کے ساتھ قتال میں شامل کئے جاتے ہیں **۶۶** سو اگر وہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے سے گریز نہ کریں اور سلامت روی اختیار نہ کریں اور نہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے سے اپنے ہاتھوں کو روکیں تو پھر تمہارے لئے بھی ان کا خون مباح ہے تمہیں جہاں کہیں مل جائیں انھیں پکڑو اور بلا دریغ تہ تیغ کر دو۔ ویلقوا الیکم السلم اور ویکفوا ایدیھم دونوں یعتزلوکم پر معطوف ہیں **۶۷** پانچواں حکم سلطانی (راستہ میں خیال رکھنا کہیں غلطی سے تمہارے ہاتھوں کوئی مسلمان قتل نہ ہو جائے اور اگر خطاً ایسا ہو جائے تو اس کا حکم یہ ہے) فرمایا یہ تو مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو عمداً اور جان بوجھ کر قتل کرے البتہ یہ ممکن ہے کہ اس کے ہاتھوں غلطی اور خطا سے مومن قتل ہو جائے۔ قتل خطا کی بڑی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ قصد و ارادہ میں غلطی سے قتل مسلم واقع ہو یا عمل کی غلطی سے پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ دور سے کسی آدمی کو دیکھا اور سمجھا کہ وہ حربی کافر ہے اور اس پر فائر کر دیا لیکن دراصل وہ مومن تھا دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ کافر کو نشانہ بنا کر تیر پھینکا یا شکار پر فائر کیا مگر وہ کسی مسلمان کے جا لگا اور وہ مر گیا پھر جو شخص غلطی سے کسی مسلمان کے ہاتھوں قتل ہو جائے اس کی تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ مقتول مومن ہو اور دار الاسلام کا شہری ہو۔ دوم یہ کہ مقتول ہو تو مومن لیکن حربی کافروں میں رہتا ہو۔ سوم یہ کہ مقتول کافر ہو لیکن ایسی قوم کا فرد ہو جس کا مسلمانوں سے معاہدہ ہو۔ مثلاً ذمی ہو جو دار الاسلام میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو یا عارضی ہو یعنی دار الاسلام میں اجازت نامہ کے ذریعے عارضی طور پر مقیم ہو۔ تینوں کا حکم مختلف ہے۔ **۶۸** یہ قتل کی پہلی صورت کا حکم ہے اس صورت میں قاتل پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا اور مقتول کے ورثاء کو دیت (خون بہا) ادا کرنا واجب ہے۔ دیت کی رقم ورثاء میں ان کے حصّوں کی مناسبت سے تقسیم ہو گی اگر اس کا کوئی وارث نہیں تو وہ رقم بیت المال (سرکاری خزانہ) میں جمع ہو گی۔ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا یہ وجوب دیت سے مستثنیٰ ہے یعنی اگر مقتول کے ورثاء پورا خون بہا یا اس کا کچھ حصّہ معاف کر دیں تو معاف کردہ حصّے کا ادا کرنا واجب نہیں ہو گا۔ خون بہا کی مقدار ایک سو اونٹ ہے اور اگر سو اونٹ کا انتظام نہ ہو سکے تو ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم۔ درہم موجودہ پاکستانی سکّہ کے مطابق تقریباً چار آنے کے برابر ہے

وَجَدْتُّمُوْهُمْ ص وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾

پاؤ — اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو دوست — اور نہ مددگار ف۱

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ

مگر وہ لوگ جو ملاپ رکھتے ہیں ایک قوم سے کہ تم میں اور ان میں عہد ہے **۶۸**

اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ

یا آئے ہیں تمہارے پاس کہ تنگ ہو گئے ہیں دل ان کے تمہاری لڑائی سے اور

يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ

اپنی قوم کی لڑائی سے بھی ف۲ اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر زور دے دیتا

فَلَقٰتَلُوْكُمْ ج فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا

تو ضرور لڑتے تم سے سو اگر یکسو رہیں وہ تم سے پھر تم سے نہ لڑیں اور پیش کریں

اِلَيْكُمُ السَّلَمَ لا فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾

تم پر صلح تو اللہ نے نہیں دی تم کو ان پر راہ ف۲ ف۲

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا

اب تم دیکھو گے ایک اور قوم کو جو چاہتے ہیں کہ امن میں رہیں تم سے بھی اور اپنی

قَوْمَهُمْ ط كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ج فَاِنْ

قوم سے بھی **۶۵** جب کبھی لوٹائے جاتے ہیں وہ فساد کی طرف تو اس کی طرف لوٹ جاتے ہیں ف۳ پھر اگر

لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ

وہ تم سے یکسو نہ رہیں اور نہ پیش کریں تم پر صلح **۶۶** اور اپنے ہاتھ نہ روکیں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ط وَاُولٰٓئِكُمْ

تو ان کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں پاؤ اور ان پر

جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ

ہم نے تم کو دی ہے کھلی سند **۶۷** ف۳ اور مسلمان کا کام نہیں

ع ۱۲ ۹

موضح قرآن ف۱ یعنی جب تک تم میں نہ آملیں تب تک ان کو برے بھلے میں شریک نہ کرو۔ اور لڑائی میں انکو مت بچاؤ ف۲ یعنی اس ملنے گھلنے سے تو ان کو لڑائی میں مت بچاؤ مگر دو صورت سے یا وہ ہم قسم ہیں تمہارے صلح والوں سے تو وہ بھی صلح میں داخل ہیں یا لڑائی سے عاجز ہو کر تم سے آپ صلح کریں اس پر کہ نہ اپنی قوم کی طرف سے ہو کر تم سے لڑیں نہ تمہاری طرف ہو کر ان سے تو اگر اس عہد پر قائم رہیں تو تم بھی اللہ کا احسان جانو کہ ہمارے لڑنے سے بند ہوئے ف۳ یعنی بعض ہیں کہ عہد بھی کر جاتے ہیں کہ نہ تم سے لڑیں نہ اپنی قوم سے لیکن قائم نہیں رہتے۔ جب اپنی قوم کا غلبہ دیکھتے ہیں ان کے رفیق ہو جاتے ہیں تو ان سے تم بھی قصور مت کرو تمہارے ہاتھ سند لگی کہ وہ عہد پر قائم نہ رہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید کسی کہ ایمان آرد و ہجرت نکند حکم او بطریق اولیٰ فہمیدہ شد واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی اگر اسلام آرند و ہجرت کنند ایشان را دوست باید گرفت واگر اسلام بیارند باید کشت مگر آنکہ معاہد باشند و تا بنا بر عہد و حلفاء معاہدان را ہیچ راہ نتوان ایذا داد ۱۲۔ ف۳ یعنی صلح می کنند و باز نقض عہد می نمایند ۱۲ ف۴ مترجم گوید خدا تعالیٰ احکام قتل خطا بیان می فرماید و آنکہ کف از کسی کہ بکلمہ اسلام متکلم شد واجب است و فضل مجاہدان و وجوب ہجرت از دار کفر بدار الاسلام و کیفیت نماز سفر نماز خوف بیان می کند واللہ اعلم ۱۲۔

ف۶۹ قتل کی دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا واجب ہے اس صورت میں خونبہا واجب نہیں اذا اسلم الحربی فی دار الحرب ولم یہاجر الینا فقتله مسلم خطأ تجب الکفارۃ بقتله للعصمة المؤثمة وهی الاسلام ولا تجب الدیة لان العصمة المقومة بالدار ولم توجد (مدارک ج ۱ صفحہ ۱۸۹) ف۷۰ یہ ذمی یا کافر معاہد کے قتل کا حکم ہے یعنی اس کے قاتل پر کفارہ اور دیت دونوں واجب ہیں ھذا فی الذمی والمعاھد یقتل خطأ فتجب الدیة والکفارۃ (قرطبی ج ۵ صفحہ ۳۲۵) مقتول مومن ہو جیسا کہ پہلی صورت میں تھا یا کافر جیسا کہ تیسری صورت میں دونوں کے قاتل پر دیت کا ایجاب ایک ہی انداز سے بیان کیا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ مومن اور کافر ذمی یا مستأمن کا خونبہا برابر ہے۔ ان کان المقتول ذمیا فحکمه حکم المسلم وفیه دلیل علی ان دیة الذمی کدیة المسلم (مدارک) ف۷۱ اس کا تعلق کفارے کی تینوں صورتوں سے ہے یعنی اگر غلام یا لونڈی میسر نہ آسکے تو اس کی جگہ متواتر دو ماہ کے روزے رکھنے سے کفارہ ادا ہو جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ دو ماہ میں ایک دن کا روزہ بھی ناغہ نہ ہو اگر ایک دن بھی ناغہ ہو گیا تو پھر از سر نو دو ماہ کے روزے رکھنے پڑیں گے یہاں قتل خطا کی تینوں صورتوں کا حکم بیان ہوا۔ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ قتل خطا کے بعد قتل عمد پر تخویف اخروی فرمائی۔ قتل عمد کا فقہی حکم كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى (بقرہ ع ۲۲) میں بیان ہو چکا ہے یہاں خالدا فیھا کے الفاظ سے اس طرف اشارہ فرما دیا ہے کہ یہاں قتل عمد سے اس کا درجۂ کامل مراد ہے یعنی مومن کو عمداً اور اس کے قتل کو بوجہ ایمان جائز سمجھ کر قتل کرے اور قتل مومن کی حلت کا معتقد ہو چنانچہ نسفی فرماتے ہیں۔ ای قاصدا قتله لایمانه وهو کفر او قتله مستحلا لقتله وهو کفر ایضا (مدارک ج ۱ صفحہ ۱۸۹) ف۷۲ چھٹا حکم سلطانی (راستے میں اگر کوئی شخص کہہ دے کہ میں مسلمان ہوں تو مال کے لالچ میں اسے قتل نہ کرو) یعنی جب تم جہاد فی سبیل اللہ کیلئے باہر جاتے ہو اور راستہ میں کوئی شخص تم سے کہہ دے کہ میں مسلمان ہوں تو اس کے دعوے کی تحقیق کر لو۔ بلا تحقیق یہ سمجھ کر کہ وہ جان کے خوف سے اسلام کا اظہار کر رہا ہے اسے محض اس کے مال کی خاطر قتل مت کرو۔ اس کے تھوڑے سے مال کی پروا نہ کرو اللہ کے یہاں تمہارے لئے بہت کچھ ہے اور پھر یہ بھی سوچو کہ تم بھی پہلے کافر تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے تم کو اسلام لانے کی توفیق دی اس لئے اگر راستے میں کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے تو اس کی ضرور تحقیق کر لیا کرو۔ اس کے بعد لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ سے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا تک جہاد کی ترغیب اور مجاہدین کے لئے اخروی بشارت ہے ف۷۳ ساتواں حکم سلطانی (اے مکہ میں محصور مسلمانو! تمہاری مدد کے لئے مجاہدین کو بھیج تو رہا ہوں لیکن تم خود بھی مکہ سے ہجرت کر جانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے) پہلے ان لوگوں کا حال بیان فرمایا جو جہاد میں شریک ہونے سے جی چراتے تھے اب یہاں ان لوگوں کا حال بیان کیا جو باوجود قدرت کے ہجرت نہیں کرتے تھے بیان لحال القاعدین عن الھجرۃ اثر بیان القاعدین عن الجھاد (روح ج ۵ صفحہ ۱۲۵)

۱ قتل خطا کی پہلی صورت کا حکم ۱۲

۲ قتل خطا کی دوسری صورت کا حکم ۱۲

۳ قتل خطا کی تیسری صورت یعنی ذمی یا معاہد کے قتل کا حکم ۱۲

[illegible]

اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَھْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِــيْمًا حَكِــيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَــزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْھَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ

کہ قتل کرے مسلمان کو مگر غلطی سے ف۶۸ اور جو قتل کرے مسلمان کو غلطی سے ف۶۹ تو آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی اور خونبہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں پھر اگر مقتول تھا ایسی قوم میں سے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں ف۱ اور خود وہ مسلمان تھا تو آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی ف۱ اور اگر وہ تھا ایسی قوم میں سے کہ تم میں اور ان میں عہد ہے ف۲ ف۷۰ تو خونبہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو اور آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھے دو مہینے کے برابر ف۷۱ گناہ بخشوانے کو اللہ سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ف۳ ف۱ اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے گا اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب ف۴ ف۲ اے ایمان والو جب سفر کرو اللہ کی راہ میں ف۷۲ تو تحقیق کر لیا کرو اور مت کہو اس شخص کو جو تم کو سلام علیک کرے

موضح قرآن ف۱ چوک کی صورتیں کئی ہیں یہاں وہ مذکور ہے کہ مسلمان کو کافروں میں امتیاز نہ کیا اور مار ڈالا ہر طرح خطا کی قتل میں دو چیزیں لازم ہیں ایک تو آزاد کرنا بردہ مسلمان اور مقدور نہ ہو تو روزے دو مہینے منفصل یہ اپنی تقصیر کا تدارک ہے اللہ کی جناب میں دوسری خونبہا ادا کرنی اس کے وارثوں کو یہ ان کا حق ہے اگر وہ خیرات کر کر چھوڑ دیں تو مختار ہیں سو اگر اس کے وارث مسلمان ہیں یا کافر ہیں لیکن صلح رکھتے ہیں تو ادا کرنی واجب ہے اور اگر کافر ہیں اور دشمن ہیں تو واجب نہیں خونبہا مذہب حنفی میں مسلمان کی دو ہزار سات سو چالیس روپیہ ہیں تخمیناً اور دینے آتے ہیں قاتل کی برادری کو تین برس میں بہ تفریق ادا کریں ف۲ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مسلمان اگر قصد کر کر مسلمان کو مار ڈالے وہ دوزخی ہو چکا اس کی توبہ قبول نہیں باقی اور علماء نے کہا کہ سزا اس کی یہی ہے یہاں جو مذکور ہوئی آگے اللہ مالک ہے لیکن اگر قصاص میں مارا گیا تو سب کے قول میں پاک ہوا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مقتول مسلمان اگر از ساکنان دار الحرب باشد دیت لازم نیست ۱۲ ف۲ یعنی داد مومن باشد ۱۲ ف۳ مترجم گوید جمہور مفسرین تصویر وان کان من قوم بینکم وبینہم میثاق در مقتول کافر کردند ملاحظہ آنکہ توارث در میان مومن و کافر منقطع است سبیل دیت سبیل میراث است بندہ ضعیف میگوید تمہید مسئلہ بما کان لمومن ان یقتل مومنا الا خطأ وتقیید بمومن در نظر ما نحن فیہ ظاہر است در آنکہ اینجا قید ایمان معتبر است لزوم دیت بجہت وفا بعہد است نہ بر سبیل میراث و نظیرش وجوب مہر است در مسئلہ مومنہ از قوم معاہدین در سورۂ ممتحنہ واللہ اعلم ۱۲ ف۴ مترجم گوید مراد مستحل قتل است واللہ اعلم ۱۲۔

اوران لوگوں کو ظالم اس لئے فرمایا کہ انھوں نے ہجرت نہ کرنے کی وجہ سے اپنی جانوں پرظلم کیا ہے یہ ان لوگوں کے لئے زجرا ور تخویف ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکّہ معظمہ میں محصور تھے فرمایا تمہاری مدد اور نصرت کے لئے تو احکام سلطانیہ دے دیئے گئے ہیں اور مجاہدین تمہاری مدد کے لئے آرہے ہیں لیکن اے ایمان واسلام کے دعویدار و تم خود بھی تو کافروں کے چنگل سے نکل بھاگنے کی کوشش کرو اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ بوڑھے، بچے اور عورتیں جو وہاں سے ہجرت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور ہر طرح سے مجبور ہیں۔ مذکورہ بالا وعید سے مستثنیٰ ہیں وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ یہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے کی ترغیب ہے یعنی کیوں ہجرت نہیں کرتے ہو حالانکہ ہجرت کرنیوالوں کو بہت کچھ انعام بھی ملیگا۔ مُرٰغَمًا سے مراد مال غنیمت ہے یا ہجرت کر جانے کی جگہ جہاں وہ آزادی سے دین کا کام کر سکیں گے۔

لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ

کہ تو مسلمان نہیں ہے تم چاہتے ہو اسباب دنیا کی زندگی کا سو

اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ

اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں ہیں تم بھی تو ایسے ہی تھے اس سے پہلے پھر اللہ نے تم پر

عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

فضل کیا فل سو اب تحقیق کرو بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے فل

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي

برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی

الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ

عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنیوالے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور

اَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

جان سے اللہ نے بڑھا دیا لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ

بیٹھ رہنے والوں پر درجہ اور ہر ایک سے وعدہ کیا اللہ نے بھلائی کا اور زیادہ کیا

اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ

اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں فل جو کہ درجے ہیں اللہ کی طرف

وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ اِنَّ

اور بخشش ہے اور مہربانی ہے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان فل

الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ

وہ لوگ کہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اس حالت میں کہ وہ برا کر رہے ہیں اپنا فل کہتے ہیں ان سے

كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ

فرشتے تم کس حال میں تھے۔ وہ کہتے ہیں ہم تھے بے بس فل اس ملک میں۔ کہتے ہیں انکے فرشتے کیا نہ

سا ترغیب الی القتال وبشارت برائے مجاہدین ۱۲

ع ۱۳ ۵ ۱۰

۷۴ آٹھواں حکم سلطانی (جہاد کے لئے جارہے ہو تو نماز میں قصر کرو اور عین میدان جنگ میں نماز کا وقت آجائے اور دشمن کے حملے کا ڈر ہو تو نماز اس طرح ادا کرو) ان آیتوں میں قصر صلوٰۃ کا حکم دیا گیا اور صلوٰۃ الخوف کا طریقہ بتایا گیا ہے جب عین میدان جنگ میں نماز کا وقت آجائیگا تو نماز کی فرضیت اس وقت بھی ساقط نہیں ہوگی اور نماز اس حالت خوف میں بھی معاف نہیں ہوگی۔ جمہور مفسرین کے نزدیک یہاں قصر صلوٰۃ سے چار کے بجائے دو رکعت پڑھنا مراد ہے لیکن شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ قصر سے اختصار قرأت مراد ہے اور ان خفتم کی قید احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے اور قصر (دوگانے) کا حکم سفر جہاد سے مختص نہیں بلکہ ہر سفر میں قصر کا حکم ہے

۷۵ یہ صلوٰۃ الخوف پڑھنے کا طریقہ ہے اس میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن آپ کے بعد تا قیامت آپ کے جانشین بھی اس میں داخل ہیں۔ وھذہ الاٰیۃ خطاب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یتناول الامراء بعدہ الی یوم القیامۃ (قرطبی ج ۵ صفحہ ۳۶۴) حاصل یہ ہے کہ جب عین میدان جنگ میں نماز کا وقت آجائے اور کافروں کی طرف سے اچانک حملہ کر دینے کا خطرہ ہو تو امام مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دے ایک جماعت تو ہتھیاروں سے لیس دشمن کے مقابلے میں کھڑی رہے اور دوسر امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے جب ایک رکعت پڑھ چکیں تو پیچھے سے پہلی جماعت کی جگہ چلے جائیں اور پہلی جماعت آکر امام کے ساتھ شریک ہو جائے۔ جب امام دوسری رکعت پر سلام پھیرے تو یہ اٹھ کر اپنی رکعت سابقہ ادا کر کے سلام پھیر دیں اور دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں اور جو جماعت ایک رکعت پڑھ کر چلی گئی تھی وہ واپس اپنی جگہ میں آکر اپنی باقیماندہ رکعت ادا کرے یہ طریقہ دوگانے کی صورت میں ہے اور اگر چار رکعت والی نماز ہو تو امام دونوں جماعتوں کو دو دو رکعتیں پڑھائے۔ لَوْ تَغْفُلُوْنَ میں لو مصدریہ ہے۔

موضح قرآن فل حضرت کے وقت میں مسلمانوں کی فوج پہنچی ایک بستی پر وہاں ایک مسلمان تھا اپنے مواشی کنارے کر کر کھڑا ہوا تھا مسلمانوں سے سلام علیک کی۔ لوگوں نے سمجھا کہ غرض کو مسلمانی جتاتا ہے اس کو مارا اور مواشی چھین لئے اس پر یہ آیت اتری یہ جو فرمایا کہ تم ایسے ہی تھے پہلے یعنی غرض دنیا پر خون ناحق کرنے والے لیکن مسلمان ہو کر یہ کام نہ چاہیئے یا تم ایسے ہی تھے پہلے یعنی کافروں کے شہر میں رہتے تھے مستقل حکومت نہ رکھتے تھے فل بدن کے نقصان والے یعنی اپاہج جہاد کے حکم سے معاف ہیں باقی لوگوں میں لڑنے والوں کو بڑے درجے ہیں کہ بیٹھنے والوں کو نہیں اگرچہ بیٹھنے والے بھی جنتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جہاد فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں بعضے جہاد کرتے ہیں تو نہ کرنیوالے معاف ہیں اور سب موقوف کریں تو سب گنہگار رہیں

فتح الرحمٰن فل یعنی در اول حال بجز کلمہ شہادت دلیل بر اسلام ایشان نبود و رفتہ رفتہ اعمال خیر از ایشان بوجود آمد ۱۲ فل مترجم گوید فائدہ قید غیر اولی الضرر آنست کہ در اولی الضرر این حکم مطرد نیست بلکہ جمعی باشند از اولی الضرر کہ بنیت صحیحہ دارند و ثواب عمل کامل یابند واللہ اعلم ۱۲ فل یعنی بترک ہجرت از دار الحرب بدار الاسلام و بتکثیر سواد کفار ۱۲ واللہ اعلم۔

۹۶ جب بطریق مذکور صلوٰۃ الخوف ادا کرچکو تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رکھو۔ ذکر اللہ سے اللہ کی پکار مراد ہے لہٰذا ذکر اللہ بھی نماز کی طرح فرض ہے جو شخص اللہ کو یاد نہ کرے گویا اس نے فرض کو ترک کیا بلکہ ذکر حق ہمچوں نمازے فرض دان۔ (روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال عقب تفسیرھا لم یعذر اللہ تعالیٰ احدا فی ترک ذکرہٖ الا المغلوب علی عقلہٖ) (روح ج ۵ ص ۱۳۷) ۹۷ یہ ترغیب الی القتال ہے۔ القوم سے مراد مشرکین ہیں یعنی اگر کسی وقت مشرکین کا تعاقب کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو اس میں سستی اور کمزوری نہ دکھاؤ بیشک اس میں تمہیں تکلیف اٹھانی پڑے گی لیکن ساتھ ہی مشرکین کو بھی تکلیف ہوگی۔ تکلیف اٹھانے میں تو تم دونوں فریق برابر ہو مگر ان تکلیفوں کے بدلے اللہ کی رحمت و بخشش اور اخروی انعامات

تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۭ فَاُولٰۗىِٕكَ
تھی زمین اللہ کی کشادہ جو چلے جاتے وطن چھوڑ کر وہاں سو ایسوں کا

مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۹۷ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ
ٹھکانا ہے دوزخ اور وہ بہت بری جگہ پہنچے مگر جو ہیں بے بس

مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو نہیں کر سکتے

حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۹۸ فَاُولٰۗىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ
کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں کا راستہ سو ایسوں کو امید ہے کہ اللہ

يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۹۹ وَمَنْ
معاف کرے اور اللہ ہے معاف کرنیوالا بخشنے والا اور جو کوئی

يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا
وطن چھوڑے اللہ کی راہ میں پاوے گا اس کے مقابلے میں جگہ بہت

وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ
اور کشائش اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے ہجرت کرکے اللہ اور

رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى
رسول کی طرف پھر آ پکڑے اس کو موت ف۱ تو مقرر ہو چکا ہے اس کا ثواب

اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۱۰۰ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ
اللہ کے ہاں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان ف۲ اور جب تم سفر کرو

فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ
ملک میں تو تم پر گناہ نہیں ۱۰۲ کہ کچھ کم کرو

الصَّلٰوةِ ڰ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
نماز میں سے اگر تم کو ڈر ہو کہ ستاویں گے تم کو کافر

ع ۱۴ / ۱۴ / ۱۱

۱ یعنی منعقد ہو جاوے خوب میسر آوے ۱۲

۲ ترغیب الی الہجرۃ ۱۲

۳ آٹھواں حکم سلطانی جہاد کیلئے جاتے ہو تو صلوٰۃ خوف کا طریقہ سیکھ لو کیونکہ نماز کسی حیلے سے فرضیت سے ساقط نہیں ہو سکتی ۱۲

۴ قصر رکعات میں یعنی چار کی بجائے دو یا کیفیت میں یعنی قرأت وغیرہ مختصر کریں از شاہ ولی اللہ ۱۲

۵ ان خفتم کی قید اتفاقی ہے یعنی قصر کا حکم سفر جہاد سے مختص نہیں ۱۲

جن کے تم امیدوار ہو مشرکین کا ان میں کوئی حصہ نہیں۔ اسلئے مشرکین کی تکلیف تو محض تکلیف ہی ہے لیکن تمہاری تکلیف پر اخروی اجر اور جاودانی نعمتیں مرتب ہوں گی لہٰذا تمہیں اللہ کی راہ میں ہر تکلیف خوشی اور خندہ پیشانی سے برداشت کرنی چاہیئے ۹۸ نواں حکم سلطانی (اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی احکام شرعیہ کی تعلیم فرما دی ہے۔ جب آپ سفر جہاد پر نکلیں تو فیصلے ظن و تخمین سے نہ کریں بلکہ قواعد شرعیہ کے مطابق کریں تا آپ دھوکہ نہ کھا سکیں جیسا کہ طعمہ کے قصہ میں آپ کو دھوکہ دیا گیا) یہاں سے لیکر وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (رع ۱۷) تک ایک واقعہ سے متعلق ہے واقعہ یہ ہے کہ طعمہ بن ابیرق نامی ایک منافق نے ایک صحابی حضرت رفاعہ بن زید کے مکان میں نقب لگا کر چوری کی۔ مال مسروقہ میں کچھ ہتھیار اور آٹے کا ایک تھیلا تھا۔ اتفاق سے تھیلے میں سوراخ تھا جس سے آٹا چور کے گھر تک راستہ میں گرتا گیا۔ جب چور کو اس بات کا احساس ہوا تو بدنامی سے بچنے کے لئے اس نے مال مسروقہ زید بن یاسمین نامی ایک یہودی کے پاس بطور امانت رکھ دیا۔ صبح جب مالک مکان کو اس واردات کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ بن نعمان سے اس کا ذکر کیا انھوں نے تفتیش سے معلوم کر لیا کہ یہ حرکت بنو ابیرق کی ہے چنانچہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا کہہ سنایا جب بنو ابیرق کو اس کا علم ہوا تو وہ باقاعدہ سازش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زید بن یاسمین پر چوری کا الزام لگایا اور قسمیں کھا کھا کر اور اپنے ایمان و اخلاص کا واسطہ دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلادیا کہ طعمہ بن ابیرق جو اصل چور تھا اسکو چوری کے الزام سے بالکل بری اور بے گناہ ثابت کر دیا۔ چنانچہ آپ نے ان منافقوں کی قسموں اور شہادتوں کو صحیح سمجھ کر ——

موضح قرآن ف۱ یہ حال فرمایا ان کا جو کافروں کے ملک میں دل سے مسلمان ہیں اور ظاہر نہیں ہو سکتے ان کے ظلم سے تو اگر اپنی کمائی آپ کرتے ہیں اور سفر کی تدبیر سے واقف ہیں تو ان کا عذر قبول نہیں اور ملک میں جا رہیں اور زمین اللہ کی کشادہ ہے اور اگر ناچار ہیں پرائے بس میں تو امید ہے کہ معاف ہوں ف۲ اس سے معلوم ہوا کہ جس ملک میں مسلمان کھلا نہ رہ سکے وہاں سے ہجرت فرض ہے یعنی روزی کا ڈر نہ چاہیئے کہ بہت جلد روزی مل جاتی ہے کشائش سے اور یہ خطرہ نہ چاہیئے کہ شاید راہ ہی میں مارے جاویں کہ اس میں ثواب پورا ہے اور موت اپنے وقت سے پہلے نہیں۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی در راہ قبل وصول بمقصد ۱۲

یہودی کو چور اور طعمہ کو بے گناہ تصور کرلیا اور پھر یہودی کو چوری کی سزا دینے کا بھی ارادہ فرمالیا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اجتہادی لغزش پر تنبیہ فرمائی گئی۔
ف۷ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی چرب زبانی اور طلاقت لسانی سے زید بن یاسمین کو چور سمجھ کر اس کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ فرمالیا تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اصل حقیقت سے آگاہ فرمادیا تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ اگر یہ سزا نافذ ہوجاتی تو نفس الامر کے خلاف اور واقع میں خطا ہوتی اس لئے اس میں اگرچہ آپ معذور تھے لیکن پھر بھی اس لغزش پر استغفار کا حکم فرمایا۔ فهم النبی

اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ
البتہ کافر تمہارے صریح دشمن ہیں ف۱ ف۲ اور جب تو

فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ
ان میں موجود ہو ف۲ پھر نماز میں کھڑا کرے ف۳ تو چاہیئے ایک جماعت ان کی کھڑی ہو

مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۣ فَاِذَا سَجَدُوْا
تیرے ساتھ اور ساتھ لے لیویں اپنے ہتھیار پھر جب یہ سجدہ کریں

فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى
تو ہٹ جاویں تیرے پاس سے ف۳ اور آوے دوسری جماعت

لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ
جس نے نماز نہیں پڑھی وہ نماز پڑھیں تیرے ساتھ اور ساتھ لیویں اپنا بچاؤ اور

اَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ
ہتھیار کافر چاہتے ہیں کسی طرح تم بے خبر ہو

اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً
اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے تاکہ تم پر حملہ کریں

وَّاحِدَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ
یکبارگی اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم کو تکلیف ہو

مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا
مینہ سے یا تم بیمار ہو کہ اتار رکھو اپنے ہتھیار اور ساتھ لے لو

حِذْرَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾ فَاِذَا
اپنا بچاؤ بے شک اللہ نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے عذاب ذلت کا ف۲ ف۵ پھر جب

قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ
نماز پڑھ چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے ف۶ اور

صلی اللہ علیہ وسلم ان یقطع ید زید الیھودی (معالم ج ۱ ص۴۹۴) فلما اطلعہ اللہ علی کذب قوم طعمۃ عرف انہ لو وقع ذلك الامر لکان خطأ فی نفس الامر فامرہ بالاستغفار منہ وان کان معذورا (خازن ج۱ ص۴۹۴) اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ۔ یبیتون کی ضمیر الذین یختانون کی طرف راجع ہے اور مراد اس سے وہی منافقین ہیں یعنی رات کو وہ ایسی باتیں بناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں مراد وہی جھوٹی شہادتیں دینے کا منصوبہ اور مشورہ ہے ھٰٓاَنْتُمْ کا خطاب انہی مجادلہ کرنیوالے منافقوں سے ہے اور یہ ان کو زجر ہے **ف۸** سوء سے مراد چوری اور ظلم نفس سے مراد جھوٹی شہادت ہے یعنی جو شخص چوری اور جھوٹی گواہی جیسا گناہ کرکے بھی اس سے سچی توبہ کرلے اللہ تعالیٰ اس کا گناہ معاف کرکے اسے اپنی رحمت کا مورد بنالے گا وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا یہ بھی قوم طعمہ کو زجر ہے کیونکہ انھوں نے ایک بے گناہ یہودی پر تہمت لگائی اور طعمہ کو بری کرنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھائیں اور جھوٹی گواہیاں دیں۔ خطیئۃ سے مراد چوری اور اثم سے مراد جھوٹی قسم ہے قیل ان الخطیئۃ ھی سرقۃ الدرع والاثم ھو یمینہ الکاذبۃ (خازن ج۱ ص۴۹۶ بحر ج ۳ ص۳۴۶) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ الخ لو کا جواب

ر۱ صلوٰۃ خوف پڑھنے کا طریقہ ۱۲

ر۲ یعنی ایک ہی رکعت پڑھ کر چلے جائیں ۱۲

ر۳ یعنی دوسرا فریق پوری نماز پڑھ لے عزوت کچھ سے یہ اجازت دیگی احنف کا یہی مسلک ہے ۱۲

ر۴ لو مصدریہ ۱۲

ر۵ یعنی ہر حال میں اللہ ہی کو پکارو ۱۲

موضح قرآن ف۱ سفر جو تین منزل کا ہو اس میں چار رکعت فرض میں سے دو ہی پڑھنی چاہئیں اور کافروں کے ستانے کا ڈر اس وقت تھا جب حکم آیا اس تقریب سے معافی ملی ہر وقت کو اور پوری نہ پڑھے کہ اللہ صاحب کی بخشش سے بے پرواہی ہوتی ہے اور سنت کا تقید سفر میں نہیں رہتا **ف۲** یہ نماز خوف فرمائی کہ اگر وقت مقابلہ کا ہو تو فوج دو حصے ہوجائے ہر جماعت آدھی نماز میں امام کیساتھ شریک ہو اور آدھی جدی پڑھے جبتک دوسری جماعت دشمن کے مقابل ہے اور اس وقت نماز میں آمد و رفت معاف ہے۔ اور ہتھیار اور زرہ یا سپر ساتھ رکھیں اور اسقدر بھی فرصت نہ ہو تو جماعت موقوف کریں تنہا پڑھ لیں پیادہ اور اشارت سے اگر یہ بھی فرصت نہ ہو تو قضا کریں۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید مشہور آنست کہ ایں آیت در صلوٰۃ مسافر نازل شدہ است و خوف قید اتفاقیست و آنچہ نزدیک ایں بندہ رجحان یافتہ است آنست کہ ایں آیت در صلوٰۃ خوف نازل شدہ است و سفر قید اتفاقیست و مراد از قصر قصر در کیفیت رکوع و سجود است کہ بایماءے ادا تواں کرد نہ در کمیت رکعات واللہ اعلم ۱۲ **ف۲** یعنی وقت خوف ۱۲ **ف۳** یعنی مقابل عدو ۱۲ **ف۴** مترجم گوید ایں را صور بسیاراست یکی آنکہ امام دوبار نماز گذارد یکبار بایں جماعت و دیگر بار بآں جماعت۔ دیگر آنکہ امام بایک جماعت یک رکعت گذارد و قیام توقف کند تا آنکہ رکعت دیگر خوانده مقابل عدو روند و آں جماعہ دیگر آمده اقتدا کنند امام رکعت باجماعہ خوانده در قعده چنداں توقف کند کہ از رکعت دوم فارغ شوند آنکہ بایشاں سلام دہد و ایں ہر دو با صور بسیار دیگر ہمہ صحیح شده ہمہ محتمل آیت است واللہ اعلم ۱۲

محذوف ہے یعنی لاضلوک اور لھمت سے استیناف ہے جو ماقبل کے لئے بمنزلہ علت ہے اوران کافروں کے برے مقصد اور ارادے کو ظاہر کرنے کیلئے لایا گیا ہے یعنی اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتی تو وہ آپ کو صحیح فیصلے سے بھٹکا دیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے حقیقت حال سے مطلع کرکے آپ کو ان کے دھوکے سے بچالیا وہ تو اپنی طرف سے آپ کو غلط راہ پر ڈالنے کا تہیہ کر چکے تھے وجوز ابوالبقاء ان یکون الجواب محذوفا والتقدیر ولولا فضل اللہ علیک ورحمتہ لاضلوک ثم استأنف بقولہ سبحانہ (لھمت) ای لقد ھمت بذالک (روح ج ۵ ص ۱۴۳)

۸۱ چوری کی یہ مذکورہ واردات جس کی حقیقت سے آپ آگاہ نہیں تھے جس کے اصل چور کا آپ کو علم نہیں تھا اور جس میں چور کے رشتہ داروں نے چور کو بیگناہ ثابت کرنے کے لئے جورات کو بیٹھ کر منصوبہ بنایا اسے بھی آپ نہیں جانتے تھے لیکن اس واقعہ کی پوری حقیقت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کر دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر بہت بڑا احسان اور اس کا عظیم فضل ہے کیونکہ اگر آپ اصل حقیقت سے آگاہ نہ ہوتے تو آپ ایک بے گناہ کو چوری کی سزا دیدیتے اور اصل چور کو بری کر دیتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ لوگوں کے دلوں میں آپ کی نبوت کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہو جاتے۔

عَلٰی جُنُوۡبِكُمۡ ۚ فَاِذَا اطۡمَاۡنَنۡتُمۡ فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ

لیٹے پھر جب خوف جاتا رہے تو درست کرو نماز کو ف۱ بیشک

الصَّلٰوةَ كَانَتۡ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ كِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا

نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقرر وقتوں میں ف۱ اور

تَهِنُوۡا فِى ابۡتِغَآءِ الۡقَوۡمِ ؕ اِنۡ تَكُوۡنُوۡا تَاۡلَمُوۡنَ فَاِنَّهُمۡ

ہمت نہ ہارو ان کا پیچھا کرنے سے ۸۲ اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو وہ بھی

يَاۡلَمُوۡنَ كَمَا تَاۡلَمُوۡنَ ۚ وَتَرۡجُوۡنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا

بے آرام ہوتے ہیں جس طرح تم ہوتے ہو اور تم کو اللہ سے امید ہے جو ان کو

يَرۡجُوۡنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۱۰۴﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ

نہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۲ بے شک ہم نے اتاری

اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ

تیری طرف کتاب سچی کہ تو انصاف کرے لوگوں میں جو کچھ ۳

اَرٰٮكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنۡ لِّـلۡخَآٮِٕنِيۡنَ خَصِيۡمًا ۙ ﴿۱۰۵﴾ وَّاسۡتَغۡفِرِ

سمجھاوے تجھ کو اللہ ۸۳ اور تو مت ہو دغا بازوں کی طرف سے جھگڑنے والا اور بخشش مانگ

اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۚ ﴿۱۰۶﴾ وَلَا تُجَادِلۡ عَنِ

اللہ سے ۸۴ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور مت جھگڑ ان کی

الَّذِيۡنَ يَخۡتَانُوۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ

طرف سے جو اپنے جی میں دغا رکھتے ہیں اللہ کو پسند نہیں جو کوئی

كَانَ خَوَّانًا اَثِيۡمًا ۚ ۙ ﴿۱۰۷﴾ يَّسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا

ہو دغا باز گنہگار شرماتے ہیں لوگوں سے اور نہیں

يَسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمۡ اِذۡ يُبَيِّتُوۡنَ مَا لَا يَرۡضٰى

شرماتے اللہ سے اور وہ ان کے ساتھ ہے جب کہ مشورہ کرتے ہیں رات کو اس بات کا جس سے

ع ۱۵ / ۱۲

۸۲ ترغیب الی القتال یعنی مشرکین کے تعاقب کرنے میں سستی نہ کرنا ۱۲۔

۸۳ نزول حکم سلطانی یعنی جب آپ سفر جہاد میں جائیں تو وہم شریعہ کے مطابق فیصلے کریں اور کوئی تخمین سے تاکہ کہیں دھوکہ نہ کھا سکیں جیسا کہ طعمہ کے قصے میں آپ کو دھوکہ دیا گیا۔ اللہ نے آپکو قواعد شرعیہ بتا دیئے ہیں یہ اسکا بیان ہے یا الزام ہے ۱۲۔

۸۴ کیونکہ آپ نے طعمہ کے حق میں فیصلے کا ارادہ کر لیا تھا جو واقع کے خلاف تھا ۱۲۔

۸۵ منافقین مراد ہیں جنہوں نے زید کو جھوٹی شہادت دینے کا منصوبہ بنایا تھا ۱۲۔

آیت کی مزید تحقیق۔ اس آیت سے بریلوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلی علم غیب پر استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ ما استعمال ہوا ہے جو عموم کے لئے ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ تمام وہ چیزیں جو آپ کو معلوم نہ تھیں وہ ساری کی ساری اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیں تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے کلی علم غیب عطا کر دیا تھا مگر اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کلی علم غیب پر استدلال سراسر باطل ہے **اولاً** اس لئے کہ یہ استدلال اس بات پر مبنی ہے کہ ما اس آیت میں عموم اور استغراق حقیقی کے لئے ہے حالانکہ ما ہر جگہ عموم اور استغراق کے لئے نہیں آتا بلکہ اس میں خصوص کا بھی احتمال ہوتا ہے امام ابوالبرکات نسفی حنفی فرماتے ہیں ومن وما یحتملان العموم والخصوص واصلھما العموم (رسالہ منار مع شرح نورالانوار ص ۸۲) یعنی اگرچہ اصل دونوں میں عموم ہے لیکن دونوں میں خصوص کا احتمال بھی ہوتا ہے اس کی شرح میں ملا جیون فرماتے ہیں یعنی انھما فی اصل الوضع للعموم ویستعملان فی الخصوص بعارض القرینۃ اور ایسی مثالیں خود قرآن میں بکثرت موجود ہیں جن میں کلمہ ما عموم کے لئے نہیں چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے وَيُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ (بقرہ ع ۱۸) اور وہ (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے اس آیت میں خطاب براہ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے اور ان کی وساطت سے ساری امت تا قیامت اس آیت کی مخاطب ہے اگر یہاں کلمہ ما کو عموم اور استغراق حقیقی پر محمول کیا جائے جیسا کہ بریلوی حضرات کا خیال ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ تمام صحابہ کرام بلکہ امت محمدیہ کا ہر فرد تا قیامت غیب دان ہو اور اسے ما کان وما یکون کا کلی علم غیب حاصل ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں اسی طرح ایک جگہ فرمایا وَعُلِّمۡتُمۡ مَّا لَمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اَنۡتُمۡ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمۡ (انعام ع ۱۱) اور سکھایا گیا تم کو وہ کچھ جو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔ اس آیت کے سیاق وسباق سے ظاہر ہے کہ اس میں خطاب یہود کو ہے جیسا کہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے اور اگر خطاب مسلمانوں سے ہو تو بھی اگر ما کو یہاں استغراق حقیقی کے لئے لیا جائے تو اس سے ان تمام یہودیوں کو یا تمام مسلمانوں کو غیب دان ماننا پڑے گا جو اس آیت کے مخاطب ہیں ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ ما ہر جگہ عموم کیلئے نہیں ہوتا۔ **ثانیاً** مفسرین کرام نے بھی اس آیت میں ما کو خصوص پر محمول کیا ہے اور اس سے مخصوص امور ہی مراد لئے ہیں اور استغراق حقیقی پر اسے کسی نے بھی محمول نہیں کیا حضرت عبداللہ بن عباس اور مقاتل کہتے ہیں ما سے مراد شریعت ہے قال ابن عباس ومقاتل ھو الشرع

مَنۡزِلٌ ۱

موضح قرآن ف۱ یعنی خوف کے وقت اگر نماز میں کوتاہی ہو تو نماز کے بعد اور طرح اللہ کو یاد کرو ایک نماز میں یہ قید ہے کہ وقت ہی پر چاہیئے اور یاد اللہ کی ہر حال میں درست ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بطریق نماز امن ۱۲۔ ف۲ مترجم گوید مردم ضعیف الاسلام اگر کسی از ایشاں مرتکب گناہی شدے درر وحد از وی حیلہ ہا انگیختندی و پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہی اظہار میکردند کہ برأت او بخاطر مبارک رسیدی و بایکدیگر خلوت کردہ راز ہا بخلاف مرضی شریف درمیان آوردندی خدا تعالیٰ این آیت فرستاد واللہ اعلم ۱۲۔

ابجرج ۳ ص۳۴۷ مفسر قرطبی، امام بغوی، امام نسفی اور علامہ خازن فرماتے ہیں ما سے امور دین اور احکام شریعت مراد ہیں وعلمك مالم تكن تعلم یعنی من الشرائع والاحکام (قرطبی ج ۵ ص۳۸۳) یعنی من احکام الشرع وامور الدین (معالم وخازن واللفظ لہ ج ۱ ص۴۹۶) من امور الدین والشرائع (مدارک ج ۱ ص۱۹۵) امام ماوردی کہتے ہیں ما سے کتاب و حکمت مراد ہے وذکر ما وردی من الکتاب والحکمۃ (بحر ج ۳ ص۳۴۷) ان حوالوں سے بخوبی واضح ہوگیا کہ ما یہاں عموم کے لئے نہیں ہے بلکہ اس سے مراد امور دین اور احکام شریعت ہیں۔ اگر کہا جائے کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ما سے مراد علم غیب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن مفسرین نے علم غیب یا اخبار اولین و آخرین لکھا ہے انھوں نے صحیح اور مختار قول امور دین اور احکام شریعت ہی کو قرار دیا ہے اور دوسرا قول یعنی علم غیب کو کلمۂ تمریض قیل سے ذکر کر کے اس کے ضعیف اور غیر معتبر ہونے کی طرف اشارہ کر دیا نیز اس ضعیف قول میں بھی کلی علم غیب کا کوئی ذکر نہیں بلکہ اس سے بھی بعض غیب ہی مراد ہے ثالثاً ما کو یہاں عموم و استغراق پر محمول کرنا آیت کے سیاق و سباق کے بالکل منافی ہے کیونکہ اس سے پہلے اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ الخ سے حکم سلطانی بیان فرمایا کہ اللہ کے نازل کردہ احکام اور اس کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق فیصلے کیا کرو اس کے بعد جھوٹی تہمت لگانیوالوں اور جھوٹی گواہی دینے والوں کو زجریں کیں اور پھر فرمایا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ لہذا ما سے یہاں وہی کچھ مراد ہے جو حضرات مفسرین نے بیان کیا ہے یعنی احکام شریعت لہذا علم غیب کلی مراد لینا سراسر غلط اور باطل ہے نیز اس آیت سے تھوڑا سا پہلے فرمایا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ الخ یعنی اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان منافقوں کی ایک جماعت آپ کو صحیح فیصلے سے بھٹکا دیتی۔ اگر آپ کو کلی علم غیب تھا تو پھر کس طرح ممکن تھا کہ منافق آپ کو بھٹکا دیتے اسی طرح وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا سے آپ کو جو تنبیہ کی گئی یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو کلی علم غیب نہیں تھا ورنہ آپ ان جھوٹے منافقین کی کیوں طرفداری کرتے۔ رابعاً سورۂ نساء جس میں یہ آیت ہے اس کے بعد تقریباً ۲۴ سورتیں اور نازل ہوئیں اگر اس آیت سے آپ کو کلی علم غیب حاصل ہو چکا تھا تو پھر ان چوبیس سورتوں کے نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی نیز سورۂ نساء سے بعد میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے سورۂ نور، منافقون، تحریم اور توبہ وغیرہ ہیں۔ سورۂ نور میں افک عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ مذکور ہے جس کی وجہ سے حضور علیہ السلام عرصہ تک پریشان رہے سورۂ منافقون میں عبداللہ بن ابی اور دوسرے منافقین کی سازش کا ذکر ہے جس کا آپ کو پتہ نہ چل سکا سورۂ تحریم میں آپ کے شہد نہ کھانے کی قسم کا ذکر ہے جسے توڑنے کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا اور سورۂ توبہ میں مسجد ضرار کے سلسلے میں آپکو اس مسجد میں جانے سے روک دیا حالانکہ آپ اس مسجد کے بانیوں کو مومن مخلص سمجھ کر اس میں جا کر نماز ادا کرنے کا وعدہ فرما چکے تھے۔ یہ آیتیں تفصیل کے ساتھ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ (آل عمران ع ۱۸) کی تفسیر میں مذکور ہو چکی ہیں یہ تمام آیتیں حضور علیہ السلام کی ذات گرامی سے علم غیب کی نفی کرتی ہیں اس لئے اگر زیر بحث آیت سے حضور علیہ السلام کیلئے کلی علم غیب ثابت کیا جائے تو اس سے بعد میں نازل ہونیوالی ان آیتوں کی تکذیب لازم

مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ

اللہ راضی نہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے قابو میں ہے ف سنتے ہو

هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۣ فَمَنْ

تم لوگ جھگڑا کرتے ہو ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں پھر کون

يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ

جھگڑا کریگا ان کے بدلے اللہ سے قیامت کے دن یا کون ہوگا ان کا

وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ

کارساز اور جو کوئی کرے گناہ یا اپنا برا کرے ف۵۵ پھر

يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ

اللہ سے بخشوا دے تو پاوے اللہ کو بخشنے والا مہربان ف اور جو کوئی کرے

اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰي نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

گناہ سو کرتا ہے اپنے ہی حق میں اور اللہ سب کچھ جاننے والا

حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ

حکمت والا ہے ف اور جو کوئی کرے خطا یا گناہ پھر تہمت لگا دے

بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ وَلَوْلَا

کسی بے گناہ پر تو اس نے اپنے سر دھرا طوفان اور گناہ صریح اور اگر نہ ہوتا

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ

تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تو قصد کر ہی چکی تھی ان میں ایک جماعت کہ

يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ

تجھ کو بہکا دیں اور بہکا نہیں سکتے مگر اپنے آپ کو اور تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ

اور اللہ نے اتاری تجھ پر کتاب اور حکمت اور

منزل ۱

ع ۱۶ / ۱۳

حاشیہ: لہ اے مجادلہ کرنیوالو ۱۲۔ لہ سوءاً چوری۔ یظلم نفسہ۔ جھوٹی شہادت ۱۲۔ لہ من یکسب اثماً چوری ۱۲۔ لہ من یکسب خطیئۃ۔ چوری اثماً۔ جھوٹی قسم یا بالعکس ۱۲۔ لہ ان یضلوک جواب محذوف ہے اور لھمت علت قائم مقام جواب ہے ۱۲

موضح قرآن ف یہ اول و آخر کی آیتیں میں مذکور ہے ایک قصے کا حضرت کے وقت ایک انصاری کی مندہ آٹے میں دھری گم ہوئی صبح کو تلاش کی تو آٹے کا خط دیکھا ایک شخص کے گھر تک اس کا نام طعمہ بن ابیرق وہاں جھاڑا لیا تو نہ پائی وہ آگے دیکھا ایک یہودی کے گھر تک زید نام وہاں پائی اس یہودی نے کہا کہ مجھ کو سپرد کی طعمہ نے۔ طعمہ نے کہا میں بری ہوں چور وہی ہے طعمہ کی قوم نے رات کو مشورت کی کہ ہم حضرت کے پاس مل کر گواہی دیں گے کہ طعمہ بری ہے تو حضرت ہماری حمایت کریں گے اور یہودی چور ٹھہرے گا صبح کو یہی کیا اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں حضرت کو خبردار کر دیا۔ فی الحقیقت چور یہی تھا طعمہ ف۲ گناہ فرمایا کبیرہ کو اور اپنا برا فرمایا صغیرہ کو یعنی ان لوگوں کو حکم ہے کہ توبہ کریں تو قبول ہے ف۳ یعنی قوم اپنے دل میں آپ شرمندہ رہیں کہ ہم کو عیب لگا اور آگے عیب لگنے کے خطرے سے اپنے کی حمایت نہ کریں جب تک تحقیق نہ ہو کیونکہ اللہ تو خبردار ہے اور اس کا حکم بھی یہی ہے کہ ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں۔

آیگی جو آپ سے کلی علم غیب کی نفی کرتی ہیں تفصیل بالا سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کلی علم غیب ثابت نہیں ہوسکتا۔

ایک من گھڑت قاعدہ بعض مبتدع مولوی کہتے ہیں کہ ما عموم کیلئے ہے اور عَلَّمَ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور مفعول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ مفیض عام ہے اور حضور علیہ السلام میں استعداد تام تو اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو کلی غیب معلوم تھا **اسکا جواب** سورۂ علق میں عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ میں الانسان سے بعض مفسرین کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور بعض بدعتی مولوی بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں تو یہاں بھی فاعل اللہ ہے اور مفعول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سورۂ علق کی یہ آیتیں بھی بالاتفاق سارے قرآن سے پہلے نازل ہوئی تھیں تو اگر ما کو عموم اور استغراق حقیقی کے لئے لیا جائے اور عَلَّمَ ماضی کا صیغہ ہے جو گذشتہ زمانہ میں وقوع فعل پر دلالت کرتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے پہلے یا اس کے نزول کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم غیبیہ سکھا دیئے تھے تو (معاذ اللہ) پھر سارے قرآن کے نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے نیز یہ قانون بھی کسی کتاب میں نہیں لکھا ہوا کہ فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول حضور علیہ السلام کی ذات ہو تو وہاں ہمیشہ عموم ہی مراد لیا جاتا ہے بلکہ شرک پھیلانے کے لئے ان مولویوں نے یہ قاعدہ اپنی طرف سے وضع کیا ہے۔ **غلط استدلال** بعض مخالفین عموم علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض حدیثوں سے بھی استدلال کرتے ہیں مثلاً صحیح مسلم میں ہے اخبرنا بما کان وما یکون تو اس کا جواب یہ ہے کہ علوم غیبیہ کلیہ یعنی کل ما کان وما یکون مثلاً کل فوجداری اور دیوانی احکام ہندی، بنگالی، جرمنی وغیرہ کا بیان کرنا تھوڑے سے وقت میں ناممکن ہے بلکہ یہاں ما سے مراد بعض امور عظام ہیں یعنی بعض نہایت اہم امور جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے میری پشت پر ہاتھ رکھا فتجلی لی کل شیئ تو میرے لئے سب کچھ روشن ہوگیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سات صحابہ نے یہ الفاظ بیان کئے ہیں فعلمت الذی سالنی عنہ کما ھو مصرح فی الدر المنثور اور لفظ تجلی لی کل شئ کے بارے میں خازن نے بیہقی سے نقل کیا ہے کہ اس کے تمام طرق ضعیف ہیں لہٰذا ان حدیثوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل علم غیب پر استدلال کرنا غلط اور باطل ہے **۸۲** یہ نویں حکم سلطانی سے متعلق ہے۔ منافقوں نے رات کو منصوبہ بنایا تھا کہ وہ زید بن یامین یہودی پر چوری کا الزام لگا دیں اور جھوٹی قسمیں کھا کر طعمہ کو چوری کے الزام سے بری کرنے کی کوشش کریں تو فرمایا دوسرے کو نقصان پہنچانے اور جھوٹی گواہی دینے کے لئے مشورے نہیں کرنے چاہئیں اراد ما تفاوض بہ قوم بنی ابیرق من التدبیر (قرطبی ج ۵ ص ۳۸۲) بلکہ مشورے تو دوسروں کو فائدہ پہنچانے، ان پر احسان کرنے اور باہمی اصلاح کی بابت ہونے چاہئیں۔ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ الخ یہ ان لوگوں کے لئے بشارت اخروی ہے جو محض اللہ کی رضا کے لئے مشورے کریں وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ الخ

(حاشیہ: ر یعنی اس معاملہ کی پوری حقیقت آپ نہیں جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپکو اس کی اطلاع دی ۱۲۔ ر۲ یہ نویں حکم سلطانی سے متعلق ہے یعنی جھوٹی شہادتوں کے لئے مشورے کرنا بری بات ہے نیکی کے لئے مشورے کرنے چاہئیں ۱۲۔ ر۳ بشارت ۱۲ ر۴ مسلمانوں کے خلاف منصوبے بنانیوالوں کے لئے تخویف اخروی ۱۲ ر۵ احکام سلطانیہ کے بعد اصل مسئلہ توحید کا پہلے کی نسبت تفصیلی بیان ۱۲ ر۶ اس میں شرک اعتقادی اور شرک فعلی دونوں مراد ہیں ۱۲۔ ر۷ نفی شرک اعتقادی اناثا سے فرشتے مراد ہیں ۱۲ ر۸ یعنی مشرک دراصل فرشتوں کو نہیں پکارتے شیطان اپنا دی فرشتوں والا نام رکھ لیتا ہے ۱۲)

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ

تجھ کو سکھائیں وہ باتیں جو تو نہ جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر

عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ

بہت بڑا ہے **لـ۸۱** کچھ اچھے نہیں ان کے اکثر مشورے مگر جو کوئی کہ کہے

بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ

صدقہ کرنے کو **۸۲** یا نیک کام کو یا صلح کرانے کو لوگوں میں

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ

اور جو کوئی یہ کام کرے اللہ کی خوشی کے لئے تو

نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ

ہم اس کو دیں گے بڑا ثواب **ف** اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی

بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ

جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستہ کے خلاف

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی **ف۱** اور ڈالیں گے ہم اسکو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا **ف۲**

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ

بے شک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے کسی کو اور بخشتا ہے اس کے سوا

لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ

جس کو چاہے **۸۳** اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا وہ بہک کر دور

بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ

جا پڑا **ف۳** اللہ کے سوا نہیں پکارتے مگر عورتوں کو

وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ

اور نہیں پکارتے مگر شیطان سرکش کو **۸۴** جس پر لعنت کی اللہ نے

یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مخالفت پر کمر بستہ ہوں اور ان کے خلاف منصوبے بنائیں اور مشورے کریں یہاں تک نو احکام سلطانیہ ختم ہوئے **۸۳** یہ

موضح قرآن **ف** منافق لوگ حضرت سے کان میں باتیں کرتے تاکہ لوگوں میں اپنا اعتبار بڑھالیں اور مجلس میں بیٹھ کر آپس میں کان میں باتیں کرتے کسی کا عیب کسی کا گلہ اس کو اللہ صاحب نے فرمایا کہ ان کی مشورت اکثر بے خیر ہے صاف بات کو حاجت نہیں چھپانے کی مگر کچھ اسمیں غالی ہے اور چھپائے تو خیرات کو تا لینے والا شرمندہ نہو یا مسئلہ دین کی غلطی بتانے کو تا نادان خجل نہو یا لڑوں میں صلح کرانے کو غصے والا جب تک صلح نہیں مانتا اول آپسمیں ٹھہرالے پھر اس کو سنادے **ف۲** رسول نے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ ہے مسلمانوں کی جماعت پر جس نے جدی راہ پکڑی وہ جا پڑا دوزخ میں پس جس بات پر امت کا اجماع ہوا وہی اللہ کی مرضی ہے اور منکر ہو سو دوزخی ہے **ف۳** اوپر سے ذکر تھا منافقوں کا جو پیغمبر کے حکم پر راضی نہ ہوئے اور جدی راہ چلے پھر یہ آیت فرمائی کہ اللہ شرک نہیں بخشتا تو شرک فرمایا حکم میں شریک کرنے کو یعنی سوائے دین اسلام کے اور دین کا حکم پسند رکھے اور اس پر چلے پس جو دین ہے سوا اسلام کے سب شرک ہے اگرچہ پوجنے میں شرک نہ کرتے ہوں

فتح الرحمٰن **ف۱** مترجم گوید یعنی قسوت دل بیفزایم واللہ اعلم **ف۲** مترجم گوید از اینجا تغلیظ تحریم شرک میفرماید ۱۲۔

مشرکین کے لئے تخویف اخروی ہے احکام سلطانیہ کے بعد اصلی مقصد یعنی توحید کا پہلے کی نسبت قدرے تفصیل سے بیان ہے وہاں کہا شرک نہ کرو یہاں بیان کیا کہ شرک بری بلا ہے اسے خدا کبھی نہ بخشے گا۔ اِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّآ اِنٰثًا سے شرک اعتقادی کی نفی کی گئی ہے۔ اِنٰثًا سے مراد فرشتے ہیں کیونکہ مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیوں کے بمنزلہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے وہ خدا کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ ان بعضھم کان یعبد الملئکۃ وکانوا یقولون الملائکۃ بنات اللّٰہ (کبیر ج ۳ ص۲۹۳) وقیل الا اناثا ملٰئکۃ لقولھم الملائکۃ بنات اللّٰہ وھی شفعاءنا عند اللّٰہ (قرطبی ج ۵ ص۳۸۶) ۵۴ یعنی بظاہر تو فرشتوں اور بزرگوں کی مورتیوں کو پکارتے اور ان پر نذریں نیازیں چڑھاتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ سب کچھ وہ شیطان کیلئے کر رہے ہیں جو ان مورتیوں سے بولتا ہے کان یدخل فی اجواف الاصنام فیتکلم داعیھا (بحر ج ۳ ص۳۵۲) یہاں تک شرک اعتقادی کی نفی تھی وقال لا تخذن من عبادك نصیبا مفروضا یہاں سے شرک فعلی کی نفی کی گئی ہے نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا مقررہ حصہ یعنی میں تیرے

وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿١١٨﴾

اور کہا شیطان نے کہ میں البتہ لوں گا تیرے بندوں سے حصہ مقررہ ف۱

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ

اور ان کو بہکاؤں گا اور ان کو امیدیں دلاؤں گا اور ان کو سکھلاؤں گا کہ چیریں

اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ

جانوروں کے کان اور ان کو سکھلاؤں گا کہ بدلیں صورتیں بنائی ہوئی

اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اللہ کی ف۲ اور جو کوئی بناوے شیطان کو دوست اللہ کو چھوڑ کر

فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۚ

تو وہ پڑا صریح نقصان میں ف۳ ان کو وعدہ دیتا ہے اور ان کو امیدیں دلاتا ہے

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿١٢٠﴾ اُولٰٓئِكَ

اور جو کچھ وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان سو سب فریب ہے ایسوں کا

مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿١٢١﴾

ٹھکانا ہے دوزخ ۵۵ اور نہ پاویں گے وہاں سے کہیں بھاگنے کو جگہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے اچھے ان کو ہم داخل کرینگے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

باغوں میں کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں

فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ

ان میں ہی ہمیشہ وعدہ ہے اللہ کا سچا اور اللہ سے سچا

اللّٰهِ قِيْلًا ﴿١٢٢﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ

کون نہ تمہاری امیدوں پر مدار ہے اور نہ اہل کتاب کی امیدوں پر

ر۱ یعنی غیر اللہ کی نیازیں ۱۲۔
ر۲ یعنی معبودوں کے نام پر اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کریں گے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ بنائیں گے یہ تحریمات عباد کا بیان ہے ۱۲۔
ر۳ خلق اللہ سے دین اللہ مراد ہے ۱۲۔
ر۴ مشرکین کے لئے تخویف اخروی ۱۲
ر۵ بشارت اخروی برائے مومنین ۱۲
ر۶ زجر یعنی اللہ کے بیان کردہ احکام کی تعمیل کرو اپنے پیروں اور مولویوں کے خود تراشیدہ احکام اور ان کی خواہشات کے پیچھے نہ لگو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اعتقاد میں پختہ ہو جاؤ ۱۲۔

بندوں کو ایسا گمراہ کروں گا کہ وہ شرک کرنے لگیں گے اور اپنے مالوں سے مقررہ حصے غیر اللہ کی نیازوں کے نکالیں گے (شاہ عبد القادر) فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ الخ یعنی وہ غیر اللہ کی خوشنودی کے لئے جانور چھوڑیں گے اور بحیرے سائبے وغیرہ بنائیں گے اور بطور علامت ان کے کانوں میں شگاف کر دیں گے ای احملھم علی قطع اذان البحیرۃ و السائبۃ ونحوہ (قرطبی ج ۵ ص۳۸۹) فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں خلق اللہ سے مراد اللہ کا دین ہے اور تغییر سے حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کرنا مراد ہے قال ابن عباس یعنی دین اللّٰہ وتغییر دین اللّٰہ ھو تحلیل الحرام وتحریم الحلال (خازن ج ۱ ص۴۹۹) یہاں تک شرک فعلی کی نفی تھی ۵۵ یہ مشرکین اور شیطان کی اطاعت کرنے والوں کے لئے تخویف اخروی ہے اور وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے توحید کو ماننے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے لئے بشارت اخروی ہے لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ یہ مومنین اور اہل کتاب کو زجر ہے کہ تمہاری اور اہل کتاب کی خواہشات اور آرزوؤں پہ نجات نہیں بلکہ نجات کا مدار تو اعمال پر اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل پر ہے اس لئے باہمی تفاخر سے کوئی فائدہ نہیں مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا تخویف اخروی اور وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ سے بشارت اخروی ہے ۵۶ یہ دین اسلام کی پیروی اور ملت ابراہیمی کے اتباع کی ترغیب ہے اپنی خواہشات اور اپنی خود ساختہ نجات کی باتوں کو چھوڑو اور ہر قسم کے باطل اور شرک سے دور رہنے والے ابراہیم کی ملت کا اتباع کرو جسے اللہ تعالیٰ نے مقام خلت

موضح قرآن ف۱ یعنی تیرے بندے اپنے مال میں میرا حصہ ٹھہرا رکھیں گے جیسے دستور ہے بتوں کی نیاز نکالتے ہیں ف۲ جانوروں کے کانوں کو چیر دینا یہ کافروں کا دستور تھا گائے بکری کا ایک بچہ بت کے نام کا کر دیتے تو اس کے کان میں نشان ڈال دیتے اور صورت بدلنا یہ کہ لڑکے کے سر میں چوٹی رکھتے بت کے نام کی مسلمان کو ان کاموں سے بچنا ضرور ہے اپنے بزرگوں سے یہ معاملہ نہ کرے کافر بھی جن سے کرتے تھے بزرگ ہی جان کر کرتے تھے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی مانند خصی کردن و سوزن زدن بر بدن تا سرخ یا کبود گردانند واللہ اعلم ۱۲۔

الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ
جو کوئی برا کام کرے گا اس کی سزا پائے گا اور نہ پاوے گا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ
اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار ف۱ اور جو کوئی کام کرے

مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ
اچھے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو

فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾
سو وہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں اور ان کا حق ضائع نہ ہوگا تل بھر

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ
اور اس سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے پیشانی رکھی اللہ کے حکم پر ۵۸۶ اور

مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ
نیک کاموں میں لگا ہوا ہے اور چلا دین ابراہیم پر جو ایک ہی طرف کا تھا اور اللہ نے

اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
بنا لیا ابراہیم کو خالص دوست اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ

فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع وَ
زمینوں میں اور سب چیزیں اللہ کے قابو میں ہیں اور

يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ
تجھ سے رخصت مانگتے ہیں عورتوں کے نکاح کی ف۵۸۷ کہہ دے اللہ تم کو اجازت دیتا ہے ان کی

وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ
اور وہ جو تم کو سنایا جاتا ہے قرآن میں ف۲ سو حکم ہے ان یتیم عورتوں کا جن کو

لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ
تم نہیں دیتے جو ان کے لئے مقرر کیا ہے اور چاہتے ہو کہ ان کو نکاح میں لے آؤ ف۳

ع ۱۸ / ۱۱ / ۱۵

منزل ۱

عطا فرمایا تھا وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الخ یہ تخویف اخروی ہے زمین و آسمان میں اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ ہے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے اس لئے وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا یہاں تک دونوں حصے مع متعلقات ختم ہوئے اس کے بعد دونوں حصوں کے بعض مسائل یعنی احکام رعیت میں سے دوسرے اور چودھویں اور احکام سلطانیہ میں سے نویں حکم پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے **۵۸۷**

تنویر اوّل یہ احکام رعیت میں سے دوسرے حکم پر تنویر ہے وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى الخ (ع ۱) سے شبہ ہو سکتا تھا کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنا جائز نہیں یہاں اس شبہ کا ازالہ کر دیا گیا یعنی یہاں اس حکم کا منشا یہ نہیں کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان سے انصاف کا برتاؤ کرو اور ان کے حقوق ادا کرو اور اگر عدل نہ کر سکو تو پھر کسی دوسری عورت سے نکاح کر لو وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ کا عطف لفظ اللّٰهُ پر ہے اور اس سے مراد وہی آیت ہے جو رکوع ۱ میں گذر چکی ہے یعنی وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى الخ اور الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مجرور ہے اور فِيْهِنَّ میں ضمیر پر معطوف ہے اور وَاَنْ تَقُوْمُوْا میں واو تفسیریہ ہے اور اَنْ تَقُوْمُوْا يُفْتِيْكُمْ کی تفسیر ہے یا یہ محل نصب میں ہو کہ محذوف کا مفعول ہے اور واو تفسیریہ ہے اصل میں تھا دیا مرکم ان تقوموا الخ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں یتیم لڑکیوں اور کمزوروں کے متعلق یہ حکم دیتا ہے کہ ان کے ساتھ ہر طرح انصاف کا برتاؤ کرو (من المدارک ج ۱ ص۱۹۷ والروح ج ۵ ص۱۶۱)

ف۱ بشارت ۱۲۔
ف۲ ترغیب ۱۲۔
ف۳ سورت کے دونوں حصوں کے آخر میں تین احکام (دوسرا اور چودھویں حکم رعیت اور نویں حکم سلطانی) پر مزید روشنی ڈالی جا رہی ہے ۱۲۔
ف۴ دوسرے حکم رعیت پر تنویر یعنی دوسرے حکم کا یہ مقصد نہیں کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح جائز نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ انصاف کرو ۱۲۔
ف۵ لفظ اللہ پر معطوف ہے اور معطوف معطوف علیہ کا بیان ہے یعنی اللہ اس آیت وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمٰی کے ذریعے فتویٰ دیتا ہے ۱۲

موضح قرآن ف۱ کتاب والوں کو خیال تھا کہ ہم خاص بندے ہیں بن ناحق پر خلق پکڑی جاوے گی ہم نہ پکڑے جاویں گے۔ ہمارے پیغمبر حمایت کریں گے اور نادان مسلمان بھی اپنے حق میں یہی خیال رکھتے ہیں سو فرمایا کہ جو برا کریگا سزا پاویگا۔ کوئی ہو حمایت کسی کی پیش نہیں جاتی اللہ کا پکڑا دہی چھوڑے تو چھوٹے دنیا کی مصیبت میں آدمی قیاس کر لے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی چہ نوع با ایشان معاملہ باید کرد واللہ اعلم ف۲ مترجم گوید جواب ایں استفتاء تفصیلے داشت پس خدا ابتعالیٰ بعض مسائل را حوالہ فرمود بر آیات سابقہ و آن مسئلہ تحریم ظلم بر یتامی النساء است و بعض را اینجا جواب داد و آن مسئلہ نشوز و تحریم میل کلی بیک زن و اعراض از زن دیگر و اباحتہ طلاق در صورت ضرورت واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید در نکاح زنان یتیمہ رغبت میکردند بسبب براعت جمال و حداثت سن و در ادائے نفقہ و مہر تقصیر می نمودند واللہ اعلم ۱۲۔

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى
اور حکم ہے ناتوان لڑکوں کا اور یہ کہ قائم رہو یتیموں کے حق میں

بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ
انصاف پر اور جو کروگے بھلائی سو وہ اللہ کو

عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ
معلوم ہے ف۱ اور اگر کوئی عورت ڈرے اپنے خاوند کے لڑنے سے ۵۸ یا

اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ
جی پھر جانے سے تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر کہ کرلیں آپس میں کسی طرح صلح

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ
اور صلح خوب چیز ہے اور دلوں کے سامنے موجود ہے حرص ف۲ اور اگر

تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾
تم نیکی کرو اور پرہیزگاری کرو تو اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے ف۳

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ
اور تم ہرگز برابر نہ رکھ سکوگے عورتوں کو اگرچہ اس کی حرص کرو

فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ
سو بالکل پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک عورت کو جیسے ادھر میں لٹکتی ف۴ اور اگر

تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ
اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگاری کرتے رہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۵ اور اگر

يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا
دونوں جدا ہو جاویں تو اللہ ہر ایک کو بے پرواہ کردے گا اپنی کشائش سے اور اللہ کشائش والا

حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ
تدبیر جاننے والا ہے اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں ۵۹ اور

۵۸ تنویر ثانی یہ چودھویں حکم رعیت پر تنویر ہے وان خفتم شقاق بینھما الخ (ع ۶) سے شبہ ہوتا تھا کہ اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک کو اسکا پورا حق ملے یہاں اسکا ازالہ کردیا کہ اصلاح سے مراد عام ہے دونوں میں سے خواہ کسی ایک کو اپنے حق سے دستبردار ہونا پڑے جیسا کہ وان تحسنوا وتتقوا سے اسطرف اشارہ ہے یعنی ہر ایک اپنے حقوق پر حریص ہوتا ہے اور کسی طرح اپنا حق چھوڑنا نہیں چاہتا لیکن اگر تم تقاضائے نفس کے خلاف اپنا حق چھوڑ دو اور اس سے درگذر کرو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے تمہارا یہ عمل ضائع نہیں جائیگا بلکہ تمہیں اسکا پورا پورا اجر ملیگا۔ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا الخ جب تم پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرلو تو پورا سوا آنے عدل انصاف اگرچہ تمہاری طاقت سے باہر ہے لیکن اپنی طاقت کے مطابق ضرور انصاف کرو اور پہلی بیوی کا معلقہ مت چھوڑو وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا الخ پہلے تفریق کا ذکر نہیں تھا یہاں یہ بھی فرمادیا کہ اگر دونوں تفریق پر راضی ہوں تو تفریق کرلیں دونوں کا اللہ مالک و رازق ہے اور اپنی مہربانی سے دونوں کی بہتری کے اسباب پیدا کردیگا۔ نشوز کے معنی سرکشی کے ہیں وان تحسنوا احسان سے یہاں عفو و درگذر مراد ہے بقرینہ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (البقرہ ع ۳۱) ۵۹ یہاں سے وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا تک تخویف اخروی ہے سب کچھ اللہ کے قبضہ اور اختیار میں ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے مواخذہ اور عذاب سے ڈرو وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ الخ اعادہ برائے تاکید مزید۔

ل۱ یعنی یفتیکم کی ضمیر پر معطوف ہے ۱۲۔ ل۲ واو تفسیریہ ان تقوموا یفتیکم کی تفسیر یا واؤ کے بعد یامرکم محذوف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ یتیم لڑکیوں اور کمزور مردوں کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ ان کے ساتھ ہر طرح سے انصاف کرو ۱۲ ل۳ چودھویں حکم رعیت پر تنویر یعنی اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ مردوں کو چاہئے کہ وہ حتی الامکان درگذر کریں اور پہلی بیوی کو معلقہ نہ کریں اسکا یہ مقصد نہیں کہ ہر ایک پورا پورا حق وصول کرے ل۴ ہر ایک اپنے حقوق پر حریص ہوتا ہے اور اپنا حق نہیں چھوڑتا ۱۲ ل۵ یعنی درگذر کرو ۱۲ ل۶ ضمیر ھا سے پہلی بیوی مراد ہے ۱۲ ل۷ یہ تخویف ہے یعنی سب کچھ اللہ ہی کے قبضہ میں ہے

[illegible] ۱۴ ع

موضح قرآن ف۱ اس سورت کے اول میں تقید تھا یتیم کے حق کا اور فرمایا تھا کہ لڑکی یتیم جس کا ولی نہیں مگر چچا کا بیٹا اگر جانے کہ میں اسکا حق نہ ادا کرونگا تو آپ اسکو نکاح میں نہ لاوے کسی اور کو دے کہ آپ اس کا حمایتی رہے تو مسلمانوں نے ایسی عورتوں کو نکاح میں لانا موقوف کیا پھر دیکھا کہ بعضی جگہ لڑکی کے حق میں بہتر ہے کہ اپنا ولی ہی نکاح میں لاوے جو وہ اس کی خاطر کریگا غیر نہ کریگا تب حضرت سے رخصت مانگی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ رخصت ملی اور فرمایا کہ وہ جو کتاب میں منع سنا تھا سو جب ہے کہ اُن کا حق پورا نہ دو اور یتیم کے حق کی تاکید تھی اور جو بھلائی کیا چاہو تو رخصت ہے ف۲ یعنی مرد کا دل پھرا دیکھے اور عورت اپنا حق کچھ چھوڑ دے تو روا ہے اور جیوں کے سامنے دھری ہے حرص یعنی مال بچتا ہر کسی کو خوش لگتا ہے البتہ مرد راضی ہو جاوے گا ف۳ یعنی انسان کی طبع میں مال کی حرص ہے اور ایک عورت پر زیادہ ڈھلا ہو جاتا ہے نا مقدور آپ کو بچاتا رہے بعد اس کے اللہ بخشنے والا ہے اور ادھر میں لٹکتی یہ کہ نہ اسکو آپ آرام سے رکھو نہ چھوڑ دو کہ اور کسی سے نکاح کرے

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی از بخل غائب نمی شوند و آنرا نمی گذارند واللہ اعلم ۱۲ ف۲ مترجم گوید معلقہ زنیست کہ نہ بیوہ باشد و نہ با او شوہر او موافقت کند واللہ اعلم ۱۲۔

لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ
ہم نے حکم دیا ہے پہلے کتاب والوں کو

وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ
اور تم کو کہ ڈرتے رہو اللہ سے اور اگر نہ مانوگے تو

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ
اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور

اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ
اللہ ہے بے پرواہ سب خوبیوں والا اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں ف۱ اور

مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ
جو کچھ ہے زمین میں اور اللہ کافی ہے کارساز ف۱ اگر چاہے

يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ
تو تم کو دور کر دے اے لوگو اور لے آئے اور لوگوں کو

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ
اور اللہ کو یہ قدرت ہے جو کوئی

يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ
چاہتا ہو ثواب دنیا کا سو اللہ کے یہاں ہے ثواب

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾
دنیا کا اور آخرت کا اور اللہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے ف۲

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ
اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر ف۹

شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ
گواہی دو اللہ کی طرف کی اگرچہ نقصان ہو تمہارا یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا

ع ۱۹ / ۸ / ۱۶

ف تاکید کیلئے اعادہ کیا گیا ۱۲ مسلم

ف دوبارہ اعادہ برائے زیر تاکید ۱۲

[illegible]

ت ۹ تنویر ثالث: حکم سلطانی پر تنویر ہے وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اس کا بیان ہے ولو کانت الشھادۃ علی انفسکم (مدارک ج ۱ ص ۱۹۹) یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ کسی غریب آدمی کو فائدہ پہنچانے کے لئے یا ماں باپ کی رعایت کی خاطر یا کسی بڑے آدمی کی اصلاح کی خاطر شاید گواہی میں کمی بیشی جائز ہوگی تو فرمایا کہ یہ ہرگز جائز نہیں بلکہ شہادت میں کسی کی رو رعایت مت کرو اور ہمیشہ گواہی پوری پوری ادا کرو۔ نویں حکم سلطانی سے یہ مفہوم ہوتا تھا کہ گواہی ہمیشہ سچی اور صحیح دینی چاہیئے۔ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا الخ یعنی اگر کوئی غنی ہے یا فقیر تو تم ان کا معاملہ خدا کے سپرد کر دو وہ ان کے حال کو اور ان کی بہتری کو تم سے زیادہ جانتا ہے والمعنی وکلوا امرھم الی اللہ تعالیٰ نہو اعلم بھم و بحالھم (خازن ج ۱ ص ۵۰۷) اس لئے تم اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہوئے گواہی میں کمی بیشی مت کرو ان تعدلوا یا تو عدل (بمعنی حق سے اعراض) سے ماخوذ ہے یا عدل ضد جور سے دونوں صورتوں میں بتقدیر مضاف ماقبل کا مفعول لہ ہے وان تعدلوا من العدول عن الحق او من العدل وھو القسط فعلی الاول یکون التقدیر ارادۃ ان تجوروا و محبۃ ان تجوروا وعلی الثانی یکون التقدیر کراھۃ ان تعدلوا بین الناس و تقسطوا (مدارک ج ۱ ص ۱۹۹ و بحر ج ۳ ص ۳۷۰ واللفظ لہ) پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تم حق اور انصاف سے روگردانی کی نیت سے خواہش نفس کی پیروی مت کرو اور دوسری صورت میں مفہوم یہ ہوگا تم عدل و انصاف کو ناپسند کرتے ہوئے خواہش نفس کا اتباع مت کرو۔

موضح قرآن ف۱ تین بار فرمایا کہ اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں پہلی بار کشش کا بیان ہے دوسری بار بے پروائی کا اگر تم منکر ہو تیسری بار کارسازی کا اگر تم تقویٰ پکڑو
ف۲ یعنی سب ملکر شرع پر قائم ہو تو اللہ دنیا بھی دے اور آخرت بھی۔

إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا

اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا خیرخواہ تم سے زیادہ ہے سو

تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا ۚ وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ

تم پیروی نہ کرو دل کی خواہش کی انصاف کرنے میں اور اگر تم زبان ملوگے یا

تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۳۵﴾ يَا أَيُّهَا

بچا جاؤگے تو اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے ف۱ اے

الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ

ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر

الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ

جو نازل کی ہے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی

مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَ

پہلے ۹۱ اور جو کوئی یقین نہ رکھے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور کتابوں پر اور

رُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿۱۳۶﴾

رسولوں پر اور قیامت کے دن پر وہ بہک کر دور جا پڑا ف۲ ف۱

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا

جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہوگئے پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہوگئے ۹۲

ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا

پھر بڑھتے رہے کفر میں ف۲ تو اللہ ان کو ہرگز بخشنے والا نہیں اور نہ

لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ

نہ دکھلاوے ان کو راہ ف۳ ف۳ خوش خبری سنادے منافقوں کو کہ ان کے واسطے ہے

عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ

عذاب دردناک وہ جو بناتے ہیں کافروں کو اپنا رفیق

۹۱ یہاں سے منافقین مدینہ کیلئے زجریں ہیں۔ امنوا ماضی سے مراد ایمان باللسان ہے اور امنوا سے مراد ایمان بالقلب ہے۔ منافقین جو ظاہری اور زبانی ایمان لائے تھے ان سے فرمایا کہ اخلاص اور دلی اعتقاد کے ساتھ اللہ کی توحید اس کے رسول کی رسالت اور دیگر تمام ضروریات پر ایمان لاؤ الخطاب للمنافقین المومنین ظاھرا فمعنی امنوا اخلصوا الایمان (روح ج ۵ ص ۱۶۹) ای یا ایھا الذین امنوا نفاقا امنوا اخلاصا (مدارک ج ۱ ص ۱۹۵) والمعنی یاایھا الذین آمنوا بالسنتھم ولم تؤمن قلوبھم آمنوا بقلوبکم الخ (خازن ج ۱ ص ۵۰۰) یا امنوا ماضی سے مراد ہے امنوا بالکتب السابقۃ والرسل السابقین اور امنوا امر سے مراد امنوا بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم والقرآن یعنی جو گذشتہ کتابوں اور رسولوں پر لائے ہو آخری رسول اور آخری کتاب پر بھی ایمان لاؤ۔ اس صورت میں خطاب تمام اہل کتاب سے ہوگا۔ قیل ہو خطاب لاہل الکتب جمیعا والمعنی یاایہا الذین امنوا بموسیٰ والتوراۃ وبعیسی والانجیل آمنوا بمحمد والقرآن۔ (خازن) ۹۲ یہ تمام منافقوں کو زجر ہے اور بار بار ایمان لانے اور کفر کرنے کی مفسرین نے متعدد توجیہیں کی ہیں لیکن سب سے دل لگتی بات یہ ہے کہ اس سے ان کے تردد اور تذبذب کا بیان مقصود ہے۔ قال القفال رحمۃ اللہ علیہ ولیس المراد بیان ھذا العدد بل المراد ترددھم کما قال مذبذبین بین ذالک لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء (کبیر ج ۳ ص ۴۸۷) اور ازدادوا کفرا سے مراد یہ ہے کہ کفر کے ساتھ ساتھ کافروں سے اندرونی طور پر دوستی بھی رکھتے ہیں پھر بشر المنافقین سے منافقوں کے لئے تخویف اخروی ہے۔

سا یہ زجریں ہیں منافقین کے لئے ۱۲۔ سر۲ یعنی باللسان الکے منافقین یہود مراد ہیں ۱۲ سر۳ یعنی بالقلب ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی گواہی میں مخلوظ کی خاطر نہ کرو اور محتاج پر ترس نہ کھاؤ اور قرابت نہ دیکھو حق ہو سو کہو اور اگر سچ کہا پر ملی زبان سے کہ سننے کو شبہ پڑا یا تمام قصہ نہ کہا کچھ بات کام کی رکھ لی یہ بھی گناہ ہے ف۲ ایمان والے فرمایا ہے ان کو جو ظاہر میں مسلمان ہیں سو ان کو تقید ہے کہ جب تک دل سے یقین نہ لادیں ان سب چیزوں کا تو خدا کے یہاں مسلمان نہیں ف۳ یعنی ظاہر میں مسلمان ہے اور دل سے بھٹکتے رہے تو اگر آخر کو بے یقین مرے تو کافر کے برابر ہیں ان کو بخشش نہیں اور ظاہر کی مسلمانی سے وہاں راہ نہ ملے گی۔

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید مراد آنست کہ ہر کہ در ملت اسلامیہ داخل شد اور ابتفصیل تصدیق ایں چیزہا باید کرد۔ واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی اصرار کردند ۱۲ ف۳ مترجم گوید از اینجا وعید منافقان بیان میفرماید واللہ اعلم ۱۲۔

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ

مسلمانوں کو چھوڑ کر ۹۳ کیا ڈھونڈتے ہیں ان کے پاس عزت سو

الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ

عزت تو اللہ ہی کے واسطے ہے ساری اور حکم اتار چکا تم پر قرآن میں کہ

اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا

جب سنو اللہ کی آیتوں پر انکار ہوتے اور ہنسی ہوتے تو نہ بیٹھو

مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا

ان کے ساتھ یہاں تک کہ مشغول ہوں کسی دوسری بات میں نہیں تو تم بھی

مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ

انہیں جیسے ہو گئے اللہ اکٹھا کرے گا منافقوں کو اور کافروں کو دوزخ میں

جَمِيْعًا ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ

ایک جگہ ف۱ وہ منافق جو تمہاری تاک میں ہیں پھر اگر تم کو

فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؗ وَاِنْ كَانَ

فتح ملے اللہ کی طرف سے تو کہیں کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ ف۱ اور اگر

لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ

نصیب ہو کافروں کو تو کہیں کیا ہم نے گھیر نہ لیا تھا تم کو ف۲ اور

نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ

بچا دیا تم کو مسلمانوں سے ف۳ سو اللہ فیصلہ کرے گا تم میں

الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

قیامت کے دن اور ہرگز نہ دے گا اللہ کافروں کو مسلمانوں پر

سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ

غلبہ کی راہ ف۴ ف۲ البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا

ع ۲۰ / ۱۷

ا تحویف خردی ۱۴

۲ منافقین کی ایک نفاق کا بیان ہے رجب ۱۲

۲ منافقین کے نفاق کا بیان ہے رجب ۱۲

---

۹۳ یہ منافقین کی ایک خباثت کا بیان ہے کہ ظاہری طور پر تو وہ ایمان کا اظہار کرتے ہیں لیکن پوشیدہ طور پر ان کی دوستی کافروں سے ہے اور ان کی دلی ہمدردیاں بھی کافروں کے ساتھ ہیں اور جب وہ آپس میں بیٹھتے ہیں تو اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں اس لئے ایمان والو تم ان سے الگ رہو۔ اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ان کے دلوں کے کھوٹ کا یہ حال ہے کہ ہر وقت تم پر مصیبت کے منتظر رہتے ہیں اور ان کی دورخی پالیسی کا نمونہ بھی دیکھ لو جب اللہ کی طرف سے تم کو کافروں پر فتح حاصل ہوتی ہے تو تم پر اپنا حق جتلاتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ تھے اور جہاد میں تمہارے شریک تھے اور اگر اتفاق سے کافروں کی فتح ہو گئی تو فوراً ان کے پاس پہنچ کر ان پر اپنا احسان جتلاتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی فوج پر بوجہ منافقت اور ظاہری اسلام اپنے کو مسلمانوں میں شامل کرتے ہیں، تم پر غالب آچکے تھے مگر ہم نے اپنی خوش تدبیری سے لڑائی کا رُخ بدل دیا اور تمہاری شکست فتح میں تبدیل ہو گئی یہ محض اس لئے ہوا کہ ہم نے تمہاری خفیہ طور پر مدد کی اور تمہیں پناہ دی اور مسلمانوں کو تم سے روک لیا۔

موضح قرآن ف۱ جو شخص ایک مجلس میں اپنے دین کے عیب سنے پھر انہی میں بیٹھے اگرچہ آپ نہ کہے وہ منافق ہے ف۲ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص راہ حق میں ہو اور گمراہوں سے بھی بنائے رکھے یہ بھی نفاق ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی از زمرۂ شما ایم ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی خواہ مخواہ شما را مصلحت دادیم کہ با مسلمانان بجنگید و نگذاشتیم کہ بمصلحت دیگر عمل کنید واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید یعنی سعی کردیم کہ ضرر مسلمانان بشما نرسد واللہ اعلم ۱۲ - ف۴ مترجم گوید یعنی نشود کہ اسلام را مستاصل گردانند واللہ اعلم ۱۲ -

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ

اور جب کھڑے ہوں نماز کو تو کھڑے ہوں ہارے جی سے لوگوں کو دکھانے کو

وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ

اور یاد نہ کریں اللہ کو مگر تھوڑا سا ادھر میں لٹکتے ہیں دونوں کے بیچ

لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ

نہ اِن کی طرف اور نہ ان کی طرف اور جس کو گمراہ کرے اللہ تو ہرگز نہ

تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا

پاوے گا تو اس کے واسطے کہیں راہ اے ایمان والو نہ بناؤ

الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ

کافروں کو اپنا رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر ۹۴ کیا لیا چاہتے ہو

اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

اپنے اوپر اللہ کا الزام صریح بے شک منافق ہیں

فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾

سب سے نیچے درجہ میں دوزخ کے اور ہرگز نہ پاویگا تو ان کے واسطے کوئی مددگار

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا

مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی اور مضبوط پکڑا اللہ کو اور خالص

دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ

حکم بردار ہوئے اللہ کے سو وہ ہیں ایمان والوں کے ساتھ اور جلد دے گا

اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ

اللہ ایمان والوں کو بڑا ثواب کیا کرے گا اللہ تم کو

بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

عذاب کر کے اگر تم حق کو مانو ۹۵ اور یقین رکھو اور اللہ قدردان ہے سب کچھ جاننے والا

مذبذب حالت منافقین ۱۲

تخویف اخروی برائے منافقین ۱۲

بشارت برائے مومنین مخلصین ۱۲

تخویف دنیوی برائے منافقین مع زجر ۱۲

ف ۹۴ یہ خطاب بھی انہی لوگوں سے ہے جو منافقانہ طور پر مومن تھے اور کافروں سے دوستی رکھتے تھے یا یہ خطاب عام ہے مومنوں اور منافقوں سب کو شامل ہے قال ابن عطیۃ خطابہ للمؤمنین یدخل فیہ بحکم الظاہر المنافقون المظہرون للایمان (بحر ج ۳ ص ۳۷۹) اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ یہ منافقین کے لئے تخویف اخروی ہے اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا یہ حکم مذکور سے استثنا ہے یعنی جن منافقوں نے نفاق سے توبہ کر لی اور دل کے اخلاص سے ایمان قبول کر لیا ان کو مذکورہ بالا عذاب نہیں ہوگا بلکہ جنت میں مخلص مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر عظیم پائیں گے۔

ف ۹۵ یہ خطاب منافقوں سے ہے یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے نعمات کی قدرشناسی کرو اور اخلاص کے ساتھ ایمان لے آؤ تو اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ تمہیں بلاوجہ عذاب دے وہ تو قدردان ہے اور سب کچھ جانتا ہے جو اسکی نعمتوں کا شکر ادا کرے اور اس پر خالص ایمان لائے وہ ضرور اسکو اچھا بدلہ دے گا۔

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ
اللہ کو پسند نہیں کسی کی بری بات کا ظاہر کرنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو ف۹۶

وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْہُ
اور اللہ ہے سننے والا جاننے والا ف۱ اگر تم کھول کر کرو کوئی بھلائی یا اسکو چھپاؤ ف۹۷

اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾
یا معاف کرو برائی کو تو اللہ بھی معاف کرنے والا بڑی قدرت والا ہے ف۲

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ
جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اسکے رسولوں سے ف۹۸ اور چاہتے ہیں کہ

یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ
فرق نکالیں اللہ میں اور اسکے رسولوں میں ف۱ اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو

وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ
اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں

سَبِیْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا
ایک راہ ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھا ہے

لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ
کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب ف۳ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور

رُسُلِہٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ اُولٰٓئِکَ سَوْفَ
اس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا ان میں سے کسی کو ف۹۹ ان کو جلد

یُؤْتِیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۵۲﴾
دے گا ان کے ثواب اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف۲

یَسْئَلُکَ اَھْلُ الْکِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْھِمْ کِتٰبًا مِّنَ
تجھ سے درخواست کرتے ہیں اہل کتاب کہ تو ان پر اتار لاوے لکھی ہوئی کتاب

منزل ۱

ع ۲۱ / ۱

۱۔ یہ متعلق ہے لا تتخذوا الکافرین اولیاء کے ساتھ ۱۲ ۲۔ یعنی اشرکا نہ بات ۱۲ ۳۔ یعنی الامن اکرہ ۱۲ ۴۔ خطاب برائے مومنین مخلصین ۱۲

۵۔ زجر برائے اہل کتاب مع تخویف اخروی ۱۲۔

۶۔ بشارت برائے مومنین ۱۲۔

۷۔ زجر برائے یہود ان کے ازراہ عناد سوال کرنے پر سوال کا جواب اگلے رکوع میں انا اوحینا الیک سے دیا گیا ہے ۱۲۔

ف۹۶ یہ آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ سے متعلق ہے اور السوء من القول سے کلمہ کفر مراد ہے اور مَنْ ظُلِمَ میں ظلم سے جبر اور اکراہ مراد ہے مطلب یہ کہ پہلے منافقوں کو کافروں کی دوستی سے منع فرمایا جس سے مقصود یہ تھا کہ وہ خالص ایمان لے آئیں یہاں فرمایا ہاں اگر کافر تم پر جبر کریں اور زبردستی تم سے کلمہ کفر کہلوائیں تو اس وقت جان بچانے کے لئے کلمہ کفر زبان سے کہہ دو لیکن دل کی تصدیق اور خالص ایمان میں ذرہ بھر فرق نہ آنے پائے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ (النحل ع ۱۴) وقال المنیر معناہ الا من اکرہ علی ان یجھر بالسوء کفرا او نحوہ فذالک مباح والایۃ فی الاکراہ (بحر ج ۳ ص ۳۸۲) ف۹۷ یہ خطاب مومنوں سے ہے یعنی اگر تم علانیہ کسی پر احسان کرو یا چھپا کر یا کسی کی غلطیوں سے درگذر کرو تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ باوجودیکہ قدرت کاملہ کا مالک ہے مگر پھر بھی گنہگاروں سے عفو و درگذر فرماتا ہے اس لئے بے شک منافقین کافروں سے دوستی رکھتے ہیں لیکن اس بناء پر تم ان کے خلاف اپنے دلوں میں بغض و عداوت اور انتقام کا جذبہ مت پیدا کرو بلکہ معاف کرو اور درگذر سے کام لو ممکن ہے تمہارا ایسا رویہ ان کے اخلاص کا باعث بن جائے ف۹۸ یہ اہل کتاب یعنی یہود کے لئے زجر ہے ویریدون میں واؤ تفسیریہ ہے یعنی وہ چاہتے ہیں کہ اللہ پر تو ایمان لے آئیں لیکن اس کے تمام رسولوں پر ایمان نہ لائیں وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ بلکہ وہ کہتے ہیں ہم بعض رسولوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے یہ لوگ ایمان اور کفر کے درمیان ایک راستہ نکالنا چاہتے ہیں لیکن یاد رکھو یہ لوگ پکے کافر ہیں ان کے کفر میں رائی برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور وہ بالکل ان کافروں کی طرح پورے اور کامل کافر ہیں جو تمام پیغمبروں کے منکر ہیں والمعنی اولئک ھم الکافرون کفرا کاملا ثابتا حقا یقینا (کبیر ج ۳ ص ۲۹۷) وَاَعْتَدْنَا سے تخویف اخروی ہے ف۹۹ یہ ان لوگوں کے لئے بشارت اخروی ہے جو اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں آخرت میں نجات اور اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے سب پر ایمان لانا ضروری ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ (ع ۴۰) میں فرمایا کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ تف ف۱۰۰ یہ بھی یہود کے لئے زجر ہے۔ یہود ضد و عناد کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے کہ آپ ان کے لئے اللہ کی طرف سے دفعۃً ایک کتاب لے آئیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات

موضح قرآن ف۱ یعنی کسی میں عیب دین یا دنیا معلوم کرے تو اس کو مشہور نہ کرے کیونکہ اللہ سنتا جانتا ہے وہ ہر کسی کو جزا دے گا اسی کو غیبت کہتے ہیں اس میں مظلوم کو روا ہے کہ ظالم کا ظلم بیان کرے اسی طرح اور بھی کئی مقام ہیں جن میں غیبت روا ہے یہ حکم یہاں شاید اس پر فرمایا کہ منافق کا نام مشہور نہ کرے جیسے حضرت نے مشہور نہیں کیا۔ اس میں اس کا دل زیادہ بگڑتا ہے بیہم نصیحت کرے منافق آپ سمجھ لیگا اس میں شاید ہدایت پاوے ف۲ یعنی منافق کو چاہو کہ صادق کرو تو ظاہر کے طعن سے چھپا سمجھانا بہتر ہے اور درگذر خوب ہے اللہ بھی جانتا بوجھتا بندوں سے درگذر کرتا ہے ف۳ یہاں سے ذکر ہے یہود کا۔ قرآن میں اکثر ان کا اور منافقوں کا ذکر اکٹھا ہی فرمایا ہے اور اللہ کا ماننا یہی ہے کہ زمانے کے پیغمبر کا حکم مانے اس بغیر اللہ کا ماننا غلط ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بخدا ایمان آرند و بہ پیغمبراں ایمان نیارند ۱۲ ف۲ مترجم گوید اینجا خدا تعالیٰ رد شبہ یہود میکند کہ قرآن چرا یکدفعہ مثل الواح موسیٰ نازل نشد و ایں سخن ممنداست تا اہل الکتاب لا تغلوا فی۔ واللہ اعلم ۱۲۔

لائے تھے تو پھر وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے آیت کے اس حصے میں اسی سوال کا ذکر ہے اس کے بعد پورے رکوع میں یہود کے لئے زجر ہیں اور ان کی بدباطنی اور شرارت نفس کا ذکر ہے کہ ان کا یہ سوال کوئی نئی بات نہیں بلکہ ان کی پوری تاریخ ہی اس قسم کی شرارتوں سے بھری پڑی ہے پھر اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (ع ۲۳) سے اصل سوال کا جواب دیا گیا ہے **۱۰۱ف** یہ یہود کی ایک شرارت کا ذکر ہے یعنی آپ سے تو انھوں نے یہی سوال کیا ہے کہ دفعۃً کتاب لائیں۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تو انھوں نے یہاں تک مطالبہ کر دیا تھا کہ جب تک خدا کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھیں گے اس وقت تک نہیں مانیں گے اور انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں سامری کے گوسالہ کی پرستش بھی کی تھی حالانکہ مسئلہ توحید ان پر واضح کیا جاچکا تھا ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ میں ثُمَّ ترتیب کے لئے نہیں بلکہ محض

اَلسَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا

آسمان سے **۱ف** سو مانگ چکے ہیں موسیٰ سے اس سے بھی بڑی چیز **۱ف** اور کہا ہم کو دکھلا دے

اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ

اللہ کو بالکل سامنے سو آپڑی ان پر بجلی ان کے گناہ کے باعث پھر

اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ

بنا لیا بچھڑے کو (معبود) بہت کچھ نشانیاں پہنچ چکنے کے بعد

فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾

پھر ہم نے وہ بھی معاف کیا اور دیا ہم نے موسےٰ کو غلبہ صریح

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا

اور ہم نے اٹھایا ان پر پہاڑ قرار لینے کے واسطے اور ہم نے کہا ان سے داخل ہو

الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا

دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے اور ہم نے کہا کہ زیادتی مت کرو ہفتہ کے دن میں اور ہم نے اُن سے لیا

مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ

قول مضبوط ان کو جو سزا ملی سو ان کی عہد شکنی پر اور

كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ

منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں سے **۲ف** اور خون کرنے پر پیغمبروں کا ناحق اور

قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ

اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر غلاف ہے **۳ف** سو یہ نہیں بلکہ اللہ نے مہر کردی ان کے دل پر کفر کے سبب سو ایمان نہیں لاتے

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا

مگر کم اور ان کے کفر پر اور مریم پر بڑا طوفان

عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

باندھنے پر اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح **۴ف** عیسیٰ مریم کے بیٹے کو

منزل ١

تعقیب ذکری کے لئے ہے کیونکہ گوسالہ کی پرستش کا واقعہ مذکورہ سوال (ارنا اللہ جهرة) سے پہلے کا ہے۔ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ یہ ان کی انتہائی سرکشی اور نافرمانی کا بیان ہے۔ وہ انتہائی سرکش تھے ہم نے ان پر کوہ طور اٹھا کر ان سے اطاعت کا عہد لیا۔ ہم نے ان سے کہا کہ تم شہر میں جاؤ اور اللہ کے گھر میں اس کی عبادت بجالاؤ نیز ہم نے ہفتہ کے دن ان کو مچھلی کا شکار کرنے سے منع کر دیا تھا اور ان تمام چیزوں کا ہم نے ان سے پختہ عہد لیا تھا مگر انھوں نے نہ صرف ان عہود و مواثیق کو توڑا بلکہ اور بھی بہت بڑے سنگین جرموں کا ارتکاب کیا جس کے نتیجہ میں انھیں طرح طرح کی سزائیں دی گئیں **۱۰۲ف** با ر سببیہ اور ما زائدہ ہے یہاں سے یہود کی ان شرارتوں کا بیان ہے جو ان کی سزا کا سبب ہوئیں جس کا ذکر آگے حرمنا علیھم طیبات میں آرہا ہے چنانچہ وقولھم۔ وبکفرھم وقولھم۔ وبصدھم واخذھم الربوا اور واکلھم اموال الناس یہ سب فبما نقضھم پر معطوف ہیں اور سب حرمنا سے متعلق ہیں یعنی ان کی یہ تمام شرارتیں ہی اس بات کا سبب بنیں کہ ہم نے بطور سزا بعض حلال چیزیں ان پر حرام کر دیں **۱۰۳ف** غُلْفٌ۔ غِلَافٌ کی جمع ہے جس کے معنی ظرف کے ہیں۔ یہودی کہتے تھے ہم خود اہل کتاب ہیں اور ہمارے دل علوم و معارف سے پر ہیں اور ہم کافی لکھے پڑھے ہیں اور پہلے سے ہی ہدایت پر ہیں اس لئے ہمیں قرآن کی ضرورت نہیں ای اوعیۃ للعلم فنحن مستغنون بما عن غیرہ قالہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما وعطاء (روح ج ۶ ص ۹) بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بل ترقی کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر جباریت مار دی ہے اس لئے اب ہدایت اور علم کی کوئی بات ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوسکتی **۱۰۴ف** یہ بھی یہود کا ایک جھوٹا دعویٰ تھا کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا ہے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یہاں ان کے غلط دعوے کی تردید فرمائی کہ عیسیٰ ابن مریم کو قتل کرنا تو درکنار انھوں نے اس کو سولی پر چڑھایا تک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کے خبیث ہاتھوں سے بچا لیا۔ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اس کے دو معنی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی شکل ایک دوسرے شخص پر ڈال دی گئی اور اسے ان کا شبیہ اور ہمشکل بنا دیا گیا جسے یہودیوں نے مسیح سمجھ کر سولی دے دی جیسا کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دینے کے لئے گرفتار کرنے گئے تو ایک شخص طیطانوس نامی کو اس مکان میں داخل کیا جس میں حضرت مسیح علیہ السلام تھے جب طیطانوس اندر داخل ہوا تو مسیح علیہ السلام کو وہاں نہ پایا کیونکہ اللہ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا اور طیطانوس کو ان کا ہمشکل بنا دیا وہ باہر نکلا تو یہودیوں نے اسے مسیح سمجھ کر سولی پر لٹکا دیا۔ چونکہ یہ شخص سخت ترین شریر تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام کو اس سے سخت اذیت پہنچی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس طرح اس کی شرارتوں کا بدلہ دے دیا۔ دوم یہ کہ ولکن شبہ لھم (یعنی معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا) یہ ان یہودیوں کے بارے میں ہے جو اپنے آباء و اجداد کی تقلید میں کہتے چلے آرہے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دے دی گئی اور یہ شبہ میں ڈالنے والے زمانہ مسیح کے

سا یہود از راہ عناد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی اس قسم کے سوال کرتے تھے ۱۲۔

سا ثم تعقیب ذکری کے لئے ہے ۱۲۔

سا یہاں سے اسباب کا ذکر ہے بطور زجر اور ان اسباب کا حکم بطور سزا حرمنا علیھم طیبات میں مذکور ہے ۱۲۔

علما ہو رہتے جب حضرت عیسٰی علیہ السلام ان کے ہاتھوں سے نکل گئے تو انھوں نے غلطی سے کسی کو پکڑ کر پھانسی دیدی اور کسی کو اسے دیکھنے نہیں دیا اور نہ کسی کو اس کے قریب آنے دیا اور پھر اسے دفن کر دیا اور لوگوں میں یہ بات مشہور کر دی کہ انھوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو پھانسی دیدی ہے اس سے لوگوں کو شبہ پڑ گیا کہ شاید ایسا ہی ہوا اور اس معاملے کا چونکہ عینی اور چشم دید گواہ کوئی نہیں تھا اس لئے یہ بات شبہے سے آگے بڑھ کر یقین کی حد تک نہ پہنچی یہ قول حضرت مولانا انور شاہ صاحب نے امام ابن حزم کی کتاب الملل والنحل سے عقیدۃ الاسلام (ص۳۱) میں نقل کیا ہے اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو ترجیح دی ہے ف۱۰۵ وما قتلوہ کا اعادہ تاکید کے لئے ہے یعنی کسی قسم کا قتل واقع نہیں ہوا نہ سولی سے نہ بغیر سولی کیونکہ نفی مطلق قتل کی ہے اور یقیناً نفی قتل کی تاکید ہے اور مطلب یہ ہے کہ انھوں نے مسیح علیہ السلام کو ہرگز قطعاً قتل نہیں کیا اور عدم قتل نہایت ہی پختہ اور ثابت شدہ حقیقت ہے حضرت حسن بصری فرماتے ہیں وما قتلوہ حقا اس پر علامہ ابو حیان لکھتے ہیں فانتصابہ علی انہ مؤکد لمضمون الجملۃ المنفیۃ کقولک ما

رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ

جو رسول تھا اللہ کا اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا و لیکن وہی صورت بن گئی انکے آگے

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ

اور جو لوگ اس میں مختلف باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کچھ نہیں انکو

مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ

اس کی خبر صرف اٹکل پر چل رہے ہیں اور اس کو قتل نہیں کیا بیشک بلکہ

رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ

اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف ف۱۰۵ اور اللہ ہے زبردست حکمت والا ف۱ اور جتنے

مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ

فرقے ہیں اہل کتاب کے سو عیسٰی پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے ف۱۰۶ اور

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾ فَبِظُلْمٍ مِّنَ

قیامت کے دن ہوگا ان پر گواہ ف۲ ف۳ سو یہود کے

الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ

گناہوں کی وجہ سے ف۱۰۷ ہم نے حرام کیں ان پر بہت سی پاک چیزیں جو ان پر حلال تھیں اور

بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۙ ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ

اس وجہ سے کہ روکتے تھے اللہ کی راہ سے بہت ف۴ اور اس وجہ سے کہ سود لیتے تھے اور

قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ

ان کو اس کی ممانعت ہو چکی تھی اور اس وجہ سے کہ لوگوں کا مال کھاتے تھے ناحق اور

اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ

تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے واسطے جو ان میں ہیں عذاب دردناک ف۲ لیکن جو پختہ ہیں

فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ

علم میں ان میں ف۱۰۸ اور ایمان والے سو مانتے ہیں اس کو جو نازل ہوا

سا اس لفظ سے تمام اسباب مذکورہ کا اعادہ کیا گیا ہے بوجہ بعد عہد ۱۲۔ س۲ یہ تمام اسباب مذکورہ کا لبطور سزا حکم ہے ۱۲۔ س۳ یہ بظلم پر معطوف ہے ۱۲ س۴ بشارت برائے مؤمنین اہل کتاب ۱۲

قتلوہ حقا ای حق انتفاء قتلہ حقا (بحر ج ۳ ص۳۹۱) اسی طرح امام نسفی لکھتے ہیں وما قتلوہ حقا فیجعل یقینا تاکیداً لقولہ وما قتلوہ ای حق انتفاء قتلہ حقا (مدارک ج ۱ ص۲۰۴) بل رفعہ اللہ الیہ یعنی جس کو وہ قتل کرنا چاہتے تھے اسے تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھا لیا اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے وہ ایسا کر سکتا ہے اور اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ان آیتوں کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو زندہ بجسد عنصری آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی میں احادیث نبویہ حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں جیسا کہ مولانا انور شاہ صاحب نے التصریح میں ان کو ذکر کیا ہے اور پھر اس عقیدہ پر امت کا اجماع بھی ہے کما فی البحر المحیط وعقیدۃ الاسلام۔ اس مسئلہ کی مزید تحقیق و تفصیل کیلئے عقیدۃ الاسلام از مولانا سید انور شاہ رحمہ اللہ کا مطالعہ کیا جائے۔

ف۱۰۶ اس آیت کے دو معنی ہیں اوّل یہ کہ بہٖ کی ضمیر حقیقۃ ما قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی صداقت) کی طرف راجع ہے اور موتہٖ کی ضمیر مجرور کا مرجع اھل الکتب ہے اور یکون علیہم شہیدا میں یکون کا اسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مطلب یہ کہ ہر اہل کتاب اپنی موت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایمان لے آئیگا جیسا کہ ایک اور آیت سے اسکی تائید ہوتی ہے سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (حم السجدہ ع ۶) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن شہادت دیں گے کہ اے اللہ میں نے انہیں پیغام حق پہنچا دیا تھا لیکن انھوں نے نہیں مانا۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے نزدیک یہی معنی راجح ہے

موضح قرآن ف۱ یہود کہتے ہیں کہ ہم نے مارا عیسٰی کو اور مسیح اور رسول خدا انہیں کہتے یہ اللہ نے ان کی خطا ذکر فرمائی اور فرمایا کہ اسکو ہرگز نہیں مارا حق تعالیٰ نے اس کی ایک صورت انکو بنا دی اس صورت کو سولی پر چڑھایا پھر فرمایا کہ نصاریٰ بھی اوّل سے یہی کہتے ہیں کہ مسیح کو مارا نہیں وہ زندہ ہے لیکن تحقیق نہیں سمجھتے کئی باتیں کہتے ہیں بعضے کہتے ہیں کہ بدن کو مارا ان کی روح اللہ پاس چڑھ گئی بعضے کہتے ہیں مارا تھا پھر تین روز میں زندہ ہو کر بدن سے چڑھ گئے ہر طرح وہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس کو نہیں مارا سو یہ خبر اللہ کو ہے اس نے بتایا کہ اس کی صورت کو مارا اور ان کے پکڑتے وقت نصاریٰ سرک گئے تھے اور یہود بھی نہ پہنچے تھے اس آن کی خبر ان کو نہ آن کو ف۲ حضرت عیسٰی ابھی زندہ ہیں جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں آ کر اس کو ماریں گے اور یہود و نصاریٰ سب ان پر ایمان لادیں گے کہ یہ کمرے نہ تھے ف۳ یعنی اوپر سے سب شرارتیں ان کی جو ذکر کیں بعضی پہلے ہوئیں اور بعضی پیچھے لیکن مجمل یہ کہ گناہ پر دلیر تھے اس واسطے ان کے لئے شریعت سخت رکھی کہ سرکشی توڑے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسٰی را البتہ ایمان آرند واللہ اعلم ۱۲ ف۲ مترجم گوید اگر گوئی انکار عیسٰی بعد نزول تورت کردہ بودند و تحریم لحوم ابل و تحریم ذی ظفر در تورت مذکور بود پس چگونہ جزا انکار عیسٰی باشد گوئیم نزدیک این بندہ ظاہر آنست کہ مراد از تحریم طیبات موقوف داشتن نعمتہائی است کہ سابق ایشانرا دادہ بودند از بادشاہی و نبوت و نصرت وغیر آن و این مثل این آیۃ است ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ الآیۃ وایں آیت وحرام علی قریۃ اہلکناہا وحینئذ جمیع کلام باہم مربوط باشد واللہ اعلم ۱۲

اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَ

تجھ پر اور جو نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آفرین ہے نماز پر قائم رہنے والوں کو اور

الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

جو دینے والے ہیں زکوٰۃ کے اور یقین رکھنے والے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر

اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

سو ایسوں کو ہم دیں گے بڑا ثواب ہم نے وحی بھیجی تیری طرف

كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ

جیسے وحی بھیجی نوح پر ف۱ اور ان نبیوں پر جو اس کے بعد ہوئے اور وحی بھیجی

اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

ابراہیم پر اور اسمٰعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اور اس کی اولاد پر

وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا

اور عیسیٰ پر اور ایوب پر اور یونس پر اور ہارون پر اور سلیمان پر اور ہم نے دی

دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ ۚ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ

داؤد کو زبور اور بھیجے ایسے رسول کہ جن کا احوال ہم نے سنایا تجھ کو اس

قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى

سے پہلے اور ایسے رسول جن کا احوال نہیں سنایا تجھ کو اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے

تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ ۚ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ

بول کر بھیجے پیغمبر خوشخبری اور ڈر سنانے والے تاکہ باقی نہ رہے

لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا

لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع رسولوں کے بعد ف۲ اور اللہ زبردست ہے

حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ

حکمت والا ف۱ لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو تجھ پر نازل کیا کہ یہ نازل کیا ہے

ع ۲۲ / ۲

دوم یہ کہ بہ اور موتہ کی دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور یکون کا اسم بھی حضرت مسیح ؑ ہی ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ ان کے آسمان سے اترنے کے بعد اور ان کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر صحیح ایمان لائیں گے کہ ٹھیک وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ابن اللہ نہیں ہیں۔ اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان پر شہادت بھی دیں گے جس کا ذکر سورہ مائدہ کے آخر میں ہے ف۱ پہلے فبما نقضهم و قولهم، وكفرهم وقتلهم سے یہود کی خباثتیں بیان کیں اور ان کی جزا بیان نہیں کی تھی اس لئے بعد عہد کی وجہ فبظلم کی جامع تعبیر سے ان کی خباثتوں کے ذکر کا اعادہ کیا اور پھر حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ سے ان کی سزا بیان کی یعنی یہ حرمت طیبات کا حکم ان مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر نافذ کیا گیا اور ان شرارتوں کی ان کو یہ سزا دی گئی کہ بعض حلال اور پاکیزہ چیزیں ان پر حرام کر دی گئیں۔ لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہاں طیبات سے وہ چیزیں مراد نہیں ہیں جو سورہ انعام کی اس آیت میں مذکور ہیں وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ الآیۃ (انعام ع ۱۸) کیونکہ یہ چیزیں تو انجیل سے پہلے ہی حرام ہو چکی تھیں لہذا ان کی حرمت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کی سزا کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے اس لئے یہاں مراد یہ ہے کہ حکومت اور باقی انعامات ان سے چھین لئے گئے وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ الخ یہ ان کے لئے تخویف اخروی ہے ف۲ یہ ان علماء اہل کتاب کیلئے بشارت ہے جو آخری پیغمبر اور آخری کتاب پر ایمان لے آئے تھے یہ پہلی زجروں سے متعلق ہے یعنی یہ یہود تو ایسی خباثتیں کرتے چلے آئے ہیں اور کرتے رہیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے اور قرآن کو نہیں مانتے مگر ان میں جو راسخ فی العلم علماء ہیں وہ تو سب کچھ مان چکے ہیں وہ جس طرح حضرت موسےٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان لاتے ہیں اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر بھی ایمان لا چکے ہیں ف۱۰۹ یہ يسئلك اهل الكتب یہود کو زجروں اور تخویفوں کے بعد اب یہاں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے جو اس سے پہلے رکوع میں گذر چکا ہے یعنی آہستہ آہستہ وحی بھیجنا کوئی آپ کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر گذرے ہیں حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب کی طرف اسی طرح آہستہ آہستہ وحی بھیجی جاتی تھی هذا متصل بقوله يسئلك اهل الكتب ان تنزل عليهم كتٰبا من السماء فعلم تعالى انه امر محمد صلى الله عليه وسلم

ف۱ یہ اس سوال کا جواب ہے جو پچھلے رکوع کی ابتداء میں مذکور ہوا ۱۲۔ ف۲ یعنی داؤد علیہ السلام کی عظیم الشان کتاب زبور بھی۔ تھوڑی تھوڑی نازل ہوئی ۱۲۔ ف۳ یعنی تورات کے علاوہ باقی وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی متفرق طور پر نازل ہوئی ۱۲

ف۴ اگرچہ قرآن آہستہ آہستہ نازل ہوا ہے لیکن خود قرآن ہی اپنے منزل من اللہ ہونے پر شاہد ہے ۱۲۔

كامر من تقدمه من الانبياء (قرطبی ج ۶ ص۵) فالله تعالیٰ اجاب عن هذه الشبهة بان هؤلاء الانبياء الاثنی عشر كلهم كانوا انبياء ورسلا مع ان واحدا منهم ما اتی بكتاب مثل التوراة دفعة واحدة (كبیر ج ۳ ص۵۰۸) اور زبوراً میں تنوین تعظیم کے لئے ہے اور زبور کا علیحدہ ذکر کرکے اس طرف اشارہ فرمایا کہ زبور جیسی شاندار کتاب بھی متفرق طور پر نازل ہوئی۔ گیارہ پیغمبروں کا نام بنام ذکر کرکے بعد میں فرمایا کہ ان کے علاوہ بہت سے رسول ایسے بھی گذرے ہیں جن کا ذکر ہم نے آپ سے نہیں کیا ان پر بھی تمام احکام کی وحی دفعۃً نازل نہیں ہوئی تھی وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا

بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۗ

اپنے علم کے ساتھ ۱۱۰ اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ کافی ہے حق ظاہر کرنیوالا ف

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ

جو لوگ کافر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے

ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا

وہ بہک کر دور جا پڑے جو لوگ کافر ہوئے اور حق دبا رکھا

لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾ اِلَّا

ہرگز اللہ بخشنے والا نہیں ان کو اور نہ دکھلاوے گا ان کو سیدھی راہ مگر

طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى

راہ دوزخ کی رہا کریں اس میں ہمیشہ اور یہ

اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٦٩﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ

اللہ پر آسان ہے اے لوگو تمہارے پاس رسول آچکا

بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ

ٹھیک بات لے کر تمہارے رب کی سو مان لو تاکہ بھلا ہو تمہارا اور اگر

تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ

نہ مانوگے تو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور ہے

اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا

اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ف اے کتاب والو مت مبالغہ کرو

فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا

اپنے دین کی بات میں ۱۱۱ اور مت کہو اللہ کی شان میں مگر پکی بات بے شک

الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ

مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا وہ رسول ہے اللہ کا ۱۱۲ اور اس کا کلام ہے

منزل ۱

باقی رہا تمہارا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دلیل لانا کہ ان پر تورات ایک ہی دفعہ نازل ہوئی تھی تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحی تورات ہی میں منحصر نہیں تھی تورات کے علاوہ بھی ان پر وحی آتی تھی اور وہ تھوڑی تھوڑی ہی نازل ہوتی تھی ۱۱۰ یہ اگر قرآن کو نہیں مانتے اور اس پر اعتراضات کرتے ہیں تو اس سے اس کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آسکتا اس بات کی گواہی تو خود اللہ تعالیٰ دیتا ہے کہ اس کو اسی نے ہی نازل کیا ہے کیونکہ ایسی جامع۔ بلند مضامین والی اور معجز کتاب غیر اللہ کی طرف سے نہیں ہوسکتی اس طرح قرآن خود ہی مشہود بہ اور خود ہی مشہود علیہ ہے پھر اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا سے تخویف اخروی ہے یعنی اے یہود اب بھی وقت ہے کفر و انکار اور ضد و عناد سے باز آجاؤ اور ایمان لے آؤ ورنہ یاد رکھو اللہ کے قبضہ سے نہیں بچ سکتے ہو کیونکہ ساری کائنات اس کے تصرف و اقتدار کے تحت ہے وہ تمہیں اس کی سخت سزا دے گا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ سے خطاب عام کرکے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دی کہ اس پر ایمان لاؤ اور مسئلہ توحید مان لو اور اللہ کے سوا حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو پکارنا چھوڑ دو کیونکہ وہ الٰہ نہیں ہیں الٰہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہے ۱۱۱ حضرت شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں کہ یہ خطاب نصاریٰ سے ہے کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کو الٰہ انھوں نے ہی بنایا تھا لیکن امام نسفی فرماتے ہیں کہ یہ خطاب یہود و نصاریٰ دونوں سے ہے اور یہی راجح ہے کیونکہ پہلے کی تمام زجریں یہود سے متعلق ہیں یعنی اے یہود عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں برا نہ کہو اور وہ معبود نہیں اور آخری پیغمبر پر بھی اعتراض نہ کرو دونوں کو مانو ہاں تین خدا مت کہو وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ غلو کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں اور یہ دونوں فریق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حد سے گذر چکے تھے یہودی ان کی شان میں گستاخی کرتے اور کہتے تھے کہ العیاذ باللہ وہ زانیہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ ان کو ان کے رتبے سے بڑھا کر خدا کا بیٹا اور اس کا نائب سمجھنے لگے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دونوں جماعتوں کو ان کے بارے میں غلو اور تجاوز عن الحد سے منع فرمایا۔ لا تجاوزوا الحد فغلت اليهود في حط المسيح عن منزلته حتى قالوا انه ابن الزنا وغلت النصارى في رفعه عن مقداره حيث جعلوه ابن الله (مدارک ج ۱ ص۲۰۶) ۱۱۲ حضرت مسیح مریم صدیقہ کا بیٹا ہے جو معجزانہ طور پر محض کلمہ کن سے بغیر باپ حضرت

۱ تخویف اخروی برائے کفار اہل کتاب ۱۲۔

۲ توحید کی ترغیب ۱۲۔

۳ زجر برائے یہود یعنی نہ اس پیغمبر پر انداد عناد سوال کرو اور نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام کو برا کہو دونوں اللہ کے رسول ہیں ۱۲۔

موضح قرآن ف یعنی وحی ہر پیغمبر کو آتی رہی ہے کچھ سب کام نہیں پر اس کلام میں اللہ نے اپنا خاص علم اتارا۔ اور اللہ اس حق کو ظاہر کرے گا۔ چنانچہ ظاہر ہوا کہ جس قدر ہدایت اس نبی سے ہوئی اور کسی سے نہ ہوئی۔

فتح الرحمٰن ف ۱ مترجم گوید ازینجا شروع میفرماید در رد شبہ نصاریٰ واللہ اعلم ۱۲

موضح قرآن ف یعنی عذر کی جگہ نہ رہے کہ ہم کو تو مرضی نامرضی معلوم ہوتی تو اس پر چلتے یہ اللہ کی حکمت اور تدبیر ہے۔ اور اگر زبردستی کرے تو اس کی حاجت نہیں۔

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی یا نگوئید کہ تقصیر ما نیست ہیچ نزدیک ما نیامد ۱۲۔

اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ

جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح ہے اس کے ہاں کی سو مانو اللہ کو اور اسکے رسولوں کو

وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ

اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں اس بات کو چھوڑو بہتر ہوگا تمہارے واسطے بیشک اللہ معبود ہے

وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي

اکیلا اس کے لائق نہیں ہے کہ اس کے اولاد ہو اسی کا ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۧ لَنْ

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کارساز ف

يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ

مسیح کو اس سے ہرگز عار نہیں کہ وہ بندہ ہو اللہ کا ۱۱۳ اور نہ فرشتوں کو

الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ

جو مقرب ہیں اور جس کو عار آوے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے

فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۞ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

سو وہ جمع کرے گا ان سب کو اپنے پاس اکٹھا پھر جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ

ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے اچھے تو ان کو پورا کرے گا ان کا ثواب اور

يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

زیادہ دے گا اپنے فضل سے اور جنہوں نے

اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ

عار کی اور تکبر کیا سو ان کو عذاب دیگا عذاب دردناک

وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

اور نہ پاویں گے اپنے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار

وقف لازم ۲۳ ع ۹ ۳

ف خطاب برائے نصاریٰ ضمناً یعنی عیسےٰ علیہ السلام کو برا بھی نہ کہو اور ان کو معبود بھی نہ بناؤ ۱۲۔

۲ یعنی عیسےٰ علیہ السلام کو معبود نہ ماننے میں ان کی توہین نہیں ۱۲۔

۳ تخویف اخروی ۱۲

۴ بشارت اخروی ۱۲

۵ تخویف اخروی ۱۲۔

مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اور وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اس لئے انھیں ابن زانیہ مت کہو بلکہ دوسرے انبیا علیہم السلام کی طرح ان پر بھی ایمان لاؤ اور عیسائیوں سے فرمایا وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ یعنی تین خدا مت کہو اللہ تو ایک ہی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ مت کہو بلکہ ان کو اللہ کا رسول مانو ۱۱۳ یہ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ سے متعلق ہے استنکاف کے معنی ناک بھوں چڑھانے کے ہیں یعنی اس میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی توہین یا تخفیف نہیں کیونکہ وہ تو خود اللہ کی عبادت سے نفرت نہیں کرتے اور اس کا بندہ اور عابد ہونے سے ناک بھوں نہیں چڑھاتے پھر تم انہی کو معبود بناتے ہو یہی حال فرشتوں کا ہے وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ زجر ہے اور فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بشارت اخروی ہے وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا الخ تخویف اخروی ہے ۱۱۴ یہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کی ترغیب ہے اور پھر فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا سے ایمان لانے والوں کے لئے اخروی بشارت ہے برھان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور نور سے قرآن مجید مراد ہے ای رسولہ یبھر المنکر با لاعجاز (وانزلنا الیکم نورا مبینا) قرآنا یستضاء بہ فی ظلمات الحیرۃ (مدارک ج ۱ ص ۲۰۱) یعنی برہان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جو بذریعہ معجزات منکرین پر غالب آئے اور نور مبین سے مراد قرآن ہے جس کے ذریعے شکوک و شبہات اور حیرت کے اندھیروں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے اسی طرح امام ثوری اور حسن سے منقول ہے (برھان من ربکم) یعنی محمدا صلی اللہ علیہ وسلم.... والنور المنزل ھو القرآن (قرطبی ج ۶ ص ۲۷) علی ہذا حضرت ابن عباس رض۔ مجاہد۔ قتادہ۔ سدی سے بھی یہی منقول ہے (روح ج ۶ ص ۴۲)

موضح قرآن ف ۱ یہ خطاب ہے نصاریٰ کو کہ اللہ کو تین جگہ بتاتے ہیں باپ، بیٹا اور روح القدس فرمایا کہ دین کی بات میں مبالغہ عیب ہے ایک شخص سے اعتقاد ہو تو اس کی تعریف میں حد سے نہ بڑھے جتنی بات تحقیق ہو وہی کہے اور فرمایا کہ فی الحقیقت بیٹا جننے یہ اللہ کو لائق نہیں اور بیٹا کرے تو اس کو پیش کار کی حاجت نہیں وہ بس ہے کام بنانے والا۔

۱۱۵ یہ سورت کا خاتمہ ہے اور احکام رعیت میں سے حکم وراثت پر تنویر ہے یعنی مسئلہ کلالہ پر چونکہ کلالہ کی بعض صورتیں گذشتہ آیت میں مذکور نہ تھیں اس لئے ان کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا تو اس کے جواب میں تفصیلی شقوں کے ساتھ یہ آیت نازل ہوئی۔ نیز آیت کی ابتدا میں احکام کا بیان تھا اس لئے خاتمہ میں بھی احکام بیان کرکے اس طرف اشارہ فرمایا کہ اس سورت کا اصلی مقصد بیان احکام ہے اور اس سورت کا ربط آل عمران سے یہ بھی ہے کہ اس میں عدم اعتقاد عبادت و پکار کے اعتبار سے شرک کی نفی تھی یہاں عدم اعتقاد احکام کے اعتبار سے شرک کی نفی ہے یہی وجہ ہے احکام میراث کی مخالفت اور قتل عمد پر خلود فی النار کی وعید سنائی گئی جیسا کہ ومن یقتل مومنا متعمدا کے تحت گذر چکا ہے۔ کلالہ کا حکم پہلے رکوع ۲ میں بھی گذر چکا ہے یہاں پھر اس کا حکم بیان کیا گیا ہے بظاہر دونوں حکموں میں تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں تضاد نہیں کیونکہ کلالہ (یعنی جس کے اصول و فروع میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو) اگر مرجائے تو اس کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ اس کے مادری بھائی بہنیں اس کے وارث ہوں

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدۡ جَآءَكُم بُرۡهَٰنٞ مِّن رَّبِّكُمۡ وَ

اے لوگو تمہارے پاس پہنچ چکی تمہارے رب کی طرف سے سند ۱۱۳ اور

أَنزَلۡنَآ إِلَيۡكُمۡ نُورٗا مُّبِينٗا ﴿۱۷۴﴾ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ

اتاری ہم نے تم پر روشنی واضح سو جو لوگ ایمان لائے

بِٱللَّهِ وَٱعۡتَصَمُواْ بِهِۦ فَسَيُدۡخِلُهُمۡ فِي رَحۡمَةٖ مِّنۡهُ وَ

اللہ پر اور اس کو مضبوط پکڑا تو ان کو داخل کریگا اپنی رحمت میں اور

فَضۡلٖ وَيَهۡدِيهِمۡ إِلَيۡهِ صِرَٰطٗا مُّسۡتَقِيمٗا ﴿۱۷۵﴾

فضل میں اور پہنچا دیگا ان کو اپنی طرف سیدھے راستہ پر

يَسۡتَفۡتُونَكَ قُلِ ٱللَّهُ يُفۡتِيكُمۡ فِي ٱلۡكَلَٰلَةِۚ إِنِ ٱمۡرُؤٌاْ

حکم پوچھتے ہیں تجھ سے سو کہدے اللہ حکم بتاتا ہے تم کو کلالہ کا ۱۱۵ اگر کوئی مرد

هَلَكَ لَيۡسَ لَهُۥ وَلَدٞ وَلَهُۥٓ أُخۡتٞ فَلَهَا نِصۡفُ مَا تَرَكَۚ

مر گیا اور اس کے بیٹا نہیں اور اس کے ایک بہن ہے ف۱ تو اس کو پہنچے آدھا اسکا جو چھوڑ مرا

وَهُوَ يَرِثُهَآ إِن لَّمۡ يَكُن لَّهَا وَلَدٞۚ فَإِن

اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا اگر نہ ہو اس کے بیٹا ۱۱۶ پھر اگر

كَانَتَا ٱثۡنَتَيۡنِ فَلَهُمَا ٱلثُّلُثَانِ مِمَّا

بہنیں دو ہوں تو ان کو پہنچے دو تہائی اس مال کا جو

تَرَكَۚ وَإِن كَانُوٓاْ إِخۡوَةٗ رِّجَالٗا وَنِسَآءٗ

چھوڑ مرا اور اگر کئی شخص ہوں اسی رشتہ کے کچھ مرد اور کچھ عورتیں

فَلِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِۗ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ

تو ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے بیان کرتا ہے اللہ

لَكُمۡ أَن تَضِلُّواْۗ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمُۢ ﴿۱۷۶﴾

تمہارے واسطے تاکہ تم گمراہ نہ ہو ۱۱۷ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے ف۱ ۱۱۸

ع ۲۴ ۵

۱ آخری رسول اور آخری کتاب پر ایمان لانے کی ترغیب ۱۲۔

۲ بشارت برائے مؤمنین ۱۲۔

۳ آخر میں احکام وراثت میں سے ایک حکم پر تنویر ہے ۱۷۔

۴ سورت کے آخر میں بھی احکام کا ذکر کیا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس سورت میں اصل مقصد احکام کا بیان تھا ۱۲۔

دوم یہ کہ پدری ہوں سوم یہ کہ عینی ہوں تینوں کے احکام مختلف ہیں دوسرے رکوع میں پہلی صورت کا حکم بیان کیا گیا تھا اب یہاں باقی دو صورتوں کا حکم بیان کیا گیا ہے اس لئے یہاں اُخْتٌ سے عینی (ماں باپ دونوں کی طرف سے) اور پدری بہن مراد ہے۔ والمراد بالاخت الاخت من الابوین والاب لان الاخت من الام فرضها السدس قد مر بیانه فی صدر السورة الکریمة (روح ج ۶ ص ۴۳) اس آیت میں کلالہ کی وراثت کی چار صورتیں کو ہیں پہلی صورت ولہ اخت فلہا نصف ما ترک یعنی اگر کلالہ کے ورثا میں صاحب فرض صرف اسکی مذکورہ بالا بہن ہی ہو تو ترکہ کا نصف اسے بطور فرض ملیگا اور باقی عصبات میں تقسیم ہوگا اگر عصبات نہ ہوں تو باقی نصف بھی بطور رد کلالہ کی بہن کو ملیگا ۱۱۶ یہ دوسری صورت ہے اگر بھائی وارث ہو اور اس کی بہن مرجائے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو تو بھائی اسکے سارے ترکہ کا وارث ہوگا ای الاخ یرث الاخت جمیع مالها ان قدر الامر علی العکس من موتها وبقائه (مدارک ج ۱ ص ۲۰۷) تیسری صورت فَإِن كَانَتَا ٱثۡنَتَيۡنِ فَلَهُمَا ٱلثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ اور اگر کلالہ کی دو بہنیں ہوں تو ان کو بدستور مذکور ترکہ کا دو تہائی (۲/۳) ملیگا۔ چوتھی صورت وَإِن كَانُوٓاْ إِخۡوَةٗ رِّجَالٗا وَنِسَآءٗ اور اگر کلالہ کے ورثا اس کے بھائی اور بہنیں مخلوط ہوں تو ترکہ کی تقسیم للذکر مثل حظ الانثیین کے طریق پر ہوگی یعنی ترکہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ بہن کو بھائی سے نصف ملے ۱۱۷ یہاں۔ أَن تَضِلُّواْ سے پہلے کراهة مضاف مقدر ہے اور یُبَيِّنُ کا مفعول لہ ہے بصرہ کے نحویوں اور امام مبرد کی رائے یہی ہے فقدره البصری والمبرد وغیره کراهة ان تضلوا (بحر ج ۳ ص ۴۰۹) یعنی اللہ تعالیٰ اس طرح تمہارے لئے کھول کر حال بیان کرتا ہے کیونکہ وہ تمہارے سیدھی راہ سے بھٹک جانے کو پسند نہیں کرتا۔ کوفیوں، امام فراء، زجاج اور کسائی کے نزدیک یہاں اَن سے پہلے لام اور اس کے بعد لا مقدر ہے ای لئلا تضلوا (روح) یعنی اللہ تعالیٰ احکام اسلئے بیان کرتا ہے کہ تم بھول اور بھٹک نہ جاؤ ۱۱۸ اللہ تعالیٰ تمہاری زندگی اور موت سے متعلقہ تمام احوال و واردات کو خوب جانتا ہے اور اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے اس لئے وہ تمہارے لئے احکام بیان فرماتا ہے جس میں تمہاری مصلحت اور تمہارا دینی اور دنیوی فائدہ ہو۔

تفسیر سورۂ نساء بوقت ۱/۲ ۷ بجے صبح بتاریخ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ بروز ہفتہ ختم ہوئی فالحمد للہ اولا و آخرا

موضح قرآن ف۱ کلالہ کے معنی ہارا ضعیف یہاں فرمایا اسکو جس کے وارثوں میں باپ اور بیٹا نہیں کہ اصل وارث وہی تھے تو اس وقت سگے بہن بھائی کو بیٹی بیٹا کا حکم ہے سگے نہ ہوں تو یہی حکم سوتیلوں کا۔ نری ایک بہن کو آدھا اور دو کو دو تہائی اور ملے ہوں بھائی بہن۔ تو مرد کو حصہ دوہرا عورت کو اکہرا اور جو نرے بھائی ہوں تو ان کو فرمایا کہ وہ بہن کے وارث ہیں یعنی حصہ میں معین نہیں وہ عصبہ ہیں فائدہ اگر بیٹی ہو اور بہن ہو تو حصہ بیٹی کو اور بہن عصبہ ہے یعنی حصہ داروں سے بچے سو وہ لے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی اعیانی واگر نباشد علاتی قائم مقام اعیانی بود ۱۲۔

سورۂ نساء میں آیاتِ توحید

مع مختصر خلاصجات

۱۔ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (ع ٦) نفی شرک فی الدعاء

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ج وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا (ع ۷) نفی شرک ہمہ اقسام

۳۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط (ع ۱۱) نفی شرک ہمہ اقسام

۴۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ط وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ؁ (ع ۱۸) نفی شرک ہمہ اقسام۔

۵۔ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ج وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۙ لَّعَنَهُ اللّٰهُ م (ایضاً) نفی شرک اعتقادی۔

۶۔ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا۔ تا۔ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (ایضاً) نفی شرک فعلی۔

۷۔ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ط اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ج اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ز فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ قف وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ط اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ط اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ط سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ م لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (ع ۲۳) نفی شرک اعتقادی وفعلی

۸۔ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ط وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا (ع ۲۴) نفی شرک اعتقادی وفعلی۔

آج بروز ہفتہ بتاریخ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۵ر جون ۱۹۶۳ء سورۂ نساء کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ اولاً وّاخراً وّالصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہٖ دائماً ابداً وّعلٰی سائر عبادہ الصّالحین لیلاً وّنہاراً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۂ مائدہ

نام اس سورت کا نام مائدہ ہے جو اسی سورت کے رکوع ۱۵ کی آیت (۴) اور (۶) سے ماخوذ ہے یعنی هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ اور اللّٰهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ

ربط سورۂ مائدہ کو ماقبل سے تین طرح کا ربط ہے۔ اول ربط ابھی جیسا کہ سورۂ فاتحہ وغیرہ میں گذر چکا ہے۔ دوم سورۂ بقرہ میں وہ تمام مضامین ذکر کئے گئے ہیں جو سارے قرآن میں تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں توحید، رسالت جہاد فی سبیل اللہ، انفاق فی سبیل اللہ، امور انتظامیہ وغیرہ۔ سورۂ بقرہ میں نفی شرک اعتقادی یا نفی شرک فی التصرف، نفی شرک فعلی اور نفی شفاعت قہری کو نقلی اور عقلی دلائل کے ساتھ مبرہن کر کے ذکر کیا گیا۔ پھر سورۂ آلِ عمران میں صرف شرک اعتقادی اور شرک فی الدعاء کی نفی کی گئی اور توحید و رسالت پر علماء اہل کتاب کے شبہات کا رد کیا گیا اس کے بعد سورۂ نساء میں امور انتظامیہ متعلقہ رعیت و حکام (احکام رعیت اور احکام سلطانیہ) کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ اور درمیان میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک اعتقادی کا بھی فدرے ذکر کیا گیا۔ اب سورۂ مائدہ میں اور اس کے بعد انعام میں نفی شرک فعلی کو تفصیل سے ذکر کیا گیا اور اس کے پہلو بہ پہلو شرک فی التصرف کی نفی بھی مذکور ہے۔ سوم، سورۂ نساء کے آخر میں فرمایا يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے احکام کھول کھول کر اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اس لئے شرک و کفر کی گمراہی سے بچانے کے لئے سورۂ مائدہ میں شرک فعلی و شرک اعتقادی کا تفصیل سے رد فرمایا۔

خلاصہ سورۂ مائدہ کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول ابتدائے سورت سے لیکر رکوع نمبر ۶ میں وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تک ہے۔ اس حصے میں شرک کی مذکورہ بالا دونوں قسموں کا رد کیا گیا ہے۔ شروع سے لیکر رکوع ۳ میں وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ تک شرک فعلی کی نفی کا بیان ہے۔ اور اس کے متصل بعد يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ الخ سے لے کر حصہ اول کے آخر تک میں شرک اعتقادی کی نفی کا ذکر ہے۔ شرک فعلی کے رد کے دوران يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ سے ایک امر مصلح یعنی نماز کا ذکر کیا گیا ہے۔ حصہ اول کے بعد يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الخ سے لے کر رکوع ۹ کے آخر وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُوْنَ تک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین اور منافقین یہود کے معاندانہ رویہ پر غم کرنے سے منع فرمایا اور آپ کو تسلی دی اور اس کے بعد یہود و نصاریٰ کے مولویوں اور پیروں پر زجریں فرمائیں جو اللہ کی کتاب میں رد و بدل کرتے اور خود بھی دونوں قسم کا شرک کرتے تھے۔ وہ غیر اللہ کو پکارتے تھے اور غیر اللہ کی نیازوں کو حلال سمجھ کر کھاتے بھی تھے۔ اور لوگوں کو بھی شرک سکھاتے اور ان کو بدراہ کرتے تھے۔ اس کے بعد يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى أَوْلِيَاءَ سے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جب ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنی خواہشات کی وجہ سے توحید کو نہیں مانتے اور شرک سے اور شرک کی اشاعت سے باز نہیں آتے تو انہیں ان سے بائیکاٹ کرنا چاہیئے۔ جو ان سے بائیکاٹ نہ کرے گا اور بدستور ان سے دوستی رکھے گا اسے انہی میں شمار کیا جائیگا اس کے بعد يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ الخ (رکوع ۱۰) سے سورت کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جو سورت کے آخر تک چلا گیا ہے۔ اس حصے میں بھی انہی دونوں مضمونوں کا لف و نشر غیر مرتب کے طور پر اعادہ کیا گیا ہے۔ حصہ دوم کی ابتداء سے لیکر رکوع ۱۱ کے اختتام یعنی أُولٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ تک شرک اعتقادی کی نفی مذکور ہے اور رکوع ۱۲ کی ابتدا یعنی يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ الخ سے لیکر سورت کے آخر تک شرک فعلی کی نفی مذکور ہے۔ اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بیان فرمایا کہ اللہ کی تحریمات کو باقی رکھو اور غیر اللہ کی تحریمات کو ختم کر دو۔ نیز اللہ کی نذر و نیاز کو حلال سمجھو اور کھاؤ لیکن غیر اللہ کی نیازوں کو حرام جانو اور ان کو مت کھاؤ۔ آخر میں لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الخ سے پوری سورت کا مختصر خلاصہ بیان فرما دیا ہے۔ یعنی زمین و آسمان کی حکومت اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے نہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے قبضے میں جیسا کہ نصاریٰ کا گمان ہے کہ حضرت مسیح بھی متصرف و مختار ہیں اس سے بالذات شرک فی التصرف کی نفی ہے اور بالتبع شرک فعلی کی۔ جب زمین و آسمان کی حکومت اللہ کے ہاتھ میں ہے تو اس کے سوا کوئی متصرف و مختار اور کوئی عبادت اور پکار کا مستحق بھی نہیں۔

www.Momeen.blogspot.com

حصۂ اول

۱۔ شرک فعلی کی نفی ۔ ۲۔ شرک اعتقادی (شرک فی التصرف) کی نفی

سٓ سورت کی ابتدا سے سورت کے پہلے حصے کی ابتدا ہوتی ہے یہ حصہ رکوع ۶ میں وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پر ختم ہوتا ہے اس حصے میں شرک کی دو قسموں یعنی شرک فعلی اور شرک اعتقادی کا رد ہے۔ شروع سے لیکر رکوع ۳ میں وَسَوْفَ یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ تک میں نفی شرکِ فعلی کا مضمون مذکور ہے اور اس کے متصل بعد یَا اَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا الخ سے لیکر حصۂ اول کے آخر تک شرک فی التصرف کی نفی کا بیان ہے۔

سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو بیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں ۱؎

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَاۗىِٕدَ وَلَآ اٰۗمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۭ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ

۱؎ اے ایمان والو ۲؎ پورا کرو عہدوں کو ۱ف حلال ہوئے تمہارے لئے چوپائے ۳؎ مویشی سوائے ان کے جو تم کو آگے سنائے جائیں گے ۴؎ مگر نہ حلال جانو شکار کو وقت احرام کی حالت میں ۵؎ اللہ حکم کرتا ہے جو چاہے ف۲ اے ایمان والو ۶؎ بے حرمتی نہ کرو اللہ کی نشانیوں کی اور نہ ادب والے مہینہ کی اور نہ اس جانور کی جو نیاز کعبہ کی ہو اور نہ جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر لیجاویں کعبہ کو اور نہ آنے والوں کی حرمت والے گھر کی طرف جو ڈھونڈتے ہیں فضل اپنے رب کا اور اس کی خوشی ف۳ اور جب احرام سے نکلو تو شکار کرلو ۹؎ اور باعث نہ ہو تم کو ۱۰؎ اس قوم کی دشمنی جو کہ تم کو روکتی تھی حرمت والی مسجد سے ۱۱؎ اس پر کہ زیادتی کرنے لگو اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے

سٓ العقودُ عقدٌ کی جمع ہے جس کے معنی اصل لغت میں مضبوطی سے گرہ باندھنے کے ہیں لیکن بطور استعارہ یہ لفظ پختہ اور مضبوط عہد و پیمان باندھنے اور خرید و فروخت وغیرہ معاملات کے لئے عام استعمال ہوتا ہے۔ اس آیت میں عقود سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کی آرا مختلف ہیں بعض نے اسلام سے پہلے کے عہد و پیمان اور قسمیں مراد لی ہیں بعض کہتے ہیں اس سے بیع و شرا اور نکاح وغیرہ کے عقود مراد ہیں۔ بعض نے اس کے ساتھ آپس میں کئے گئے وعدے بھی شامل کئے ہیں پھر بعض مفسرین نے اس آیت کو مومنین اہل کتاب کے ساتھ مختص کیا ہے اور عقود سے وہ میثاق مراد لیا ہے جو تورات اور انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور آپ کی تائید کرنے کے بارے میں ان سے لیا گیا تھا۔ یہ تمام اقوال تفسیر ابن جریر ج ۶ ص ۲۹ و قرطبی ج ۶ ص ۳۲ اور روح المعانی ج ۶ ص ۴۸ وغیرہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ مگر ان تمام صورتوں میں اس جملے کا مابعد سے کوئی واضح تعلق اور ربط سمجھ میں نہیں آتا اور یہ جملہ مابعد سے بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے لیکن محققین کے نزدیک اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عام ہے اور اس سے تمام مومنین مراد ہیں خواہ وہ اہل کتاب سے ایمان لائے ہوں یا مشرکین عرب سے۔ قال ابن جریر ھو خاص باھل الکتٰب وفیھم نزلت وقیل ھی عامۃ وھو الصحیح (قرطبی) اسی طرح محقق مفسرین جن کے سرخیل حضرت عبد اللہ بن عباس ہیں کی رائے یہ ہے کہ عقود سے وہ تمام فرائض و واجبات حلال و حرام کی تمام حدود اسلام کے باقی تمام احکام اور معاملات کے عقود مراد ہیں، جن کی پابندی اور جن کو پورا کرنے کا ہر شخص قبول اسلام یا حد بلوغ کو پہنچنے وقت اللہ تعالٰی سے عہد کرتا ہے علامہ خازن یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ (بقرہ ع ۳) کی تفسیر میں فرماتے ہیں ای عھد اللّٰہ ابرمہ اللّٰہ تعالٰی واحکمہ بما انزل اللّٰہ فی کتابہ من اٰیاتہ الدالۃ علی توحیدہ (خازن ج ۱ ص ۳۷) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسی کو ترجیح دیتے تھے۔ کیونکہ قرآن مجید کی بعض دوسری آیتوں سے اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً اسی سورت میں رکوع ۲ میں ارشاد ہے۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَمِیْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے صاف طور پر مسلمانوں کو وہ عہد

موضح قرآن ف۱ یعنی جب آدمی مسلمان ہوا تو سب حکم اللہ کے قبول کرنے ٹھہر چکا۔ اب آگے حکم فرمائے ان کو قبول کرو۔ ف۲ مواشی وہ جانور ہیں جن کو لوگ پالتے ہیں کھانے کو جیسے گائے بکری بھیڑ جنگل کے ہرن اور نیلہ گاؤ وغیرہ اسی میں داخل ہیں کہ جنس ایک ہے ان کو احرام کے وقت اور اسی طرح حرم کے مکان میں حرام فرمایا۔ اس کے ساتھ حرم کے آداب اور بھی فرمائیے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی عہد یکہ با خدا بستہ اید در التزام احکام او تعالٰی ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی شتر و گاؤ و گوسفند و ایں سہ قسم را انعام گویند حلال ست مگر میتہ و موقوذہ و آنچہ بیاید واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید یعنی تعرض حاجیاں و معتمران مسلمان نباید کرد و نقطۂ ایشاں نباید گرفت۔ واللہ اعلم ۱۲ ف۴ مترجم گوید یعنی پیش از فتح مکہ و پیش از آنکہ مسلمان شوند۔ واللہ اعلم ۱۲

یاد دلایا جو انہوں نے سَمِعْنَا (ہم نے سن لیا) اور اَطَعْنَا (ہم نے قبول کیا) کہہ کر باندھا تھا نیز یہ مفہوم اجلہ صحابہؓ و تابعین سے منقول ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ اور مجاہد رحؒ فرماتے ہیں اوفوا بالعقود معناہ بما احل و بما حرم و بما فرض و بما حد فی جمیع الاشیاء (قرطبی) اوفوا بالعقود یعنی یٰاَیُّھَا الذین التزمتم بایمانکم انواع العقود والعھود فی اظہار طاعۃ اللہ اوفوا بتلک العقود (کبیر ج ۳ ص ۵۱۷، نیشاپوری ج ۶ ص ۴۲) المراد بھا ما یعم جمیع ما الزمہ اللہ تعالیٰ عبادہ وعقد علیھم من التکالیف والاحکام الدینیۃ وما یعقدونہ فیما بینھم من عقود الامانات والمعاملات ونحوھما الخ (روح ج ۶ ص ۴۸) شاہ ولی اللہ صاحبؒ اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں "اے مومنان وفا کنید بعہدہا یعنی عہد یکہ باخدا البتہ اید در التزام احکام او" اس مفہوم کی بنا پر اس کا تعلق اور ربط ما بعد سے بالکل واضح ہے اور اس آیت کا یہ حصہ پوری سورت کے لئے بمنزلہ تمہید ہے۔ اس میں فرمایا اے ایمان والو تم نے جو فرائض و واجبات اور حلال و حرام وغیرہ کے احکام کی بجا آوری اور ان کے التزام کا اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے اسے پورا کرو پھر اس کے بعد اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ سے حلال و حرام کے احکام بیان کرنے شروع کر دیے۔ اس سے مقصود شرک فعلی کی نفی ہے۔ **۵۴** ایفائے عقود اور التزام احکام کا عام حکم دینے کے بعد چوپایوں کی حلت و حرمت کا ذکر فرمایا جس سے اصل مقصد شرک فعلی کا رد ہے۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب نے بعض حلال چیزوں کو اپنے معبودوں کی تعظیم اور خوشنودی کے لئے محض اپنے ظن اور تخمین سے حرام کر رکھا تھا۔ مشرکین نے اس نوع کے جو چوپائے حرام کر رکھے تھے وہ ان کے یہاں بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام سے مشہور و معروف تھے جن کا تفصیلی ذکر سورۂ مائدہ کے رکوع ۱۴ میں آرہا ہے۔ ان کے پاس ان کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں تھی ان حلال چیزوں کی تحریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر افترا قرار دیا ہے۔ وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ (انعام ع ۱۶)۔ یہود نے اونٹ کا گوشت اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا علیٰ ہذا اسی قسم کی کئی تحریمات نصاریٰ نے تراش رکھی تھیں۔ ان تحریمات کا حکم یہ ہے کہ وہ باطل ہیں، انہیں اٹھانا چاہیئے اور ان سے کوئی حلال چیز حرام نہیں ہوتی۔ مذکورہ اشیاء جس طرح مشرکین کی تحریم سے پہلے حلال تھیں اسی طرح اب بھی حلال ہیں۔ چنانچہ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ میں انہی تحریمات مشرکین یا تحریمات لغیر اللہ کا حکم بیان فرمایا کہ یہ چوپائے تمہارے لئے حلال ہیں ان کو کھاؤ اور انہیں حرام مت سمجھو۔ کانت للعرب سنن فی الانعام من البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام یاتی بیانھا فنزلت ھذہ الایۃ رافعۃ لتلک الاوھام الخیالیۃ والآراء الفاسدۃ الباطلۃ (قرطبی ج ۶ ص ۳۳) ومقتضیٰ ھذین التاویلین انہ تعالیٰ اراد تحلیل ما حرم اھل الجاھلیۃ علیٰ انفسھم من الانعام کالبحیرۃ والسائبۃ (مظہری ج ۳ ص ۷) شرک فعلی کے ساتھ شرک اعتقادی بھی ضرور ہوتا ہے کیونکہ جب کسی کے دل میں غیر اللہ کے متعلق یہ اعتقاد پیدا ہو جائے کہ وہ مختار و متصرف اور غیب دان ہے تو پھر اس کی خوشنودی کیلئے وہ حلال چوپایوں کو حرام کر دیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ چوپائے حلال ہیں ان کو حلال سمجھو بھی اور ان کو کھاؤ بھی تاکہ شرک اعتقادی اور شرک فعلی دونوں کی جڑ کٹ جائے۔ یہ مضمون قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں مذکور ہے مثلاً ۱- كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا (بقرہ ع ۲۱) ۲- لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ (مائدہ ع ۱۲) ۳- مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ (مائدہ ع ۱۴) ۴- فَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ الخ (انعام ع ۱۶) ۵- قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (اعراف ع ۴) بھیمۃ الانعام میں اضافت بیانی ہے۔ واضافتھا الی الانعام للبیان کثوب خز ای احل لکم اکل البھیمۃ من الانعام (روح ج ۶ ص ۴۹) یعنی تمہارے لئے انعام چوپائے حلال ہیں انہیں کھاؤ کسی کے حرام کرنے سے وہ حرام نہیں ہوسکتے اس سے مراد ابل، بقر اور غنم ہیں جیسا کہ سورۂ انعام کے رکوع ۱۷ میں تفصیل سے مذکور ہے۔ غیر اللہ کی تحریمات کے مقابلے میں اللہ کی تحریمات ہیں ان کا حکم آیت کے اگلے حصے میں مذکور ہے **۵۵** یہ ماقبل سے استثناء ہے اور اس میں اللہ کی تحریمات کے حکم کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو حرام سمجھو۔ اور ان کو مت کھاؤ یعنی تمہارے لئے تمام انعام چوپائے حلال ہیں البتہ ان میں سے جن کا ذکر آگے آرہا ہے وہ حرام ہیں انہیں مت کھاؤ مَا يُتْلٰى سے آیت تحریم مراد ہے جو اسی رکوع میں آگے آرہی ہے اٰیۃ تحریمہ وھو قولہ حرمت علیکم المیتۃ۔ الایۃ (مدارک ج ۱ ص ۲۲۲) **۵۶** یہ دوسرا دعویٰ ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی تحریمات کا بیان ہے ان کا حکم یہ ہے ان کو قائم رکھو اور ان کو حلال مت جانو۔ عام مفسرین نے اس کو لکم کی ضمیر خطاب سے حال قرار دیا ہے اور مقصود احسان جتلانا بیان کیا ہے کہ حالت احرام میں صرف شکار حرام کیا ہے باقی چوپائے حرام نہیں کئے کما فی الکشاف ج ۱ ص ۱۳۲۔ اس طرح تحریمات اللہ کا مسئلہ محض تبعی بنکر رہ جائیگا حالانکہ وہ مقصودی مسئلہ ہے اس لئے اسے لکم سے حال بنانے کی بجائے کان محذوف کی خبر قرار دیا جائے ای کونوا غیر محلی الصید اور کان کا مع اسم حذف کرنا اور خبر کو باقی رکھنا کلام عرب میں شائع ہے جیسا کہ امام ابن مالک الفیہ میں رقمطراز ہیں ویحذفونھا ویبقون الخبر۔ بعد ان ولو کثیرا ذا اشتھر۔ اس سے معلوم ہوا کہ لو اور ان کے بعد کان کا حذف بکثرت ہوتا ہے اور ان کے علاوہ بھی حذف جائز ہے۔ **۵۷** یہ مُحِلِّي الصَّيْدِ میں ضمیر مستتر سے حال ہے۔ حُرُمٌ، حَرَامٌ کی جمع ہے جس کے معنی محرم یعنی احرام والے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کو حلال مت سمجھو اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ یہ پہلے دونوں دعووں کی اجمالی دلیل ہے یعنی اللہ تعالیٰ جو ہر چیز کا مالک ہے وہ جو چاہے حکم صادر فرمائے اس پر کوئی اعتراض نہیں **۵۸** یہ تیسرا دعویٰ ہے۔ یہاں اللہ کی نذروں، نیازوں اور بیت اللہ کی منتوں کی حرمت و عزت قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ شَعَآئِرَ اللّٰهِ سے اللہ کے دین کی یادگاریں مراد ہیں۔ قال الشیخ الانور۔ مثلاً صفا، مروہ، بیت اللہ اور بیت اللہ کی طرف جانے والی قربانیاں اور ہدایا عن مجاھد قول اللہ شعائر اللہ الصفا والمروۃ والھدی والبدن کل ھذا من شعائر اللہ (ابن جریر ج ۶ ص ۳۱) حضرت شیخ نے فرمایا شعائر اللہ ما کان معلما بقربان یتقرب بہ الی اللہ من صلوٰۃ ودعاء وذبیحۃ وغیرھا۔ امام رازی فرماتے ہیں قال بعضھم الشعائر ھی الھدایا تطعن فی اسنامھا وتقلد لیعلم انہ ھدی (کبیر ج ۳ ص ۵۲۰) وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ الف لام جنس کا ہے اور اس سے مراد چار عزت والے مہینے ہیں جن میں جنگ و قتال ممنوع تھا یعنی رجب، ذیقعدہ ذی الحجہ اور محرم الحرام۔ وَلَا الْهَدْيَ یہ ھَدْيَۃ کی جمع ہے اور اس سے وہ چوپائے مراد ہیں جو تقرب الی اللہ کی نیت سے بیت اللہ کی طرف ہدیہ اور نذر و منت کے طور پر لیجائے جاتے ہیں۔ وھو ما اھدی الی البیت وتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ من النسائک وھو جمع ھدیۃ (مدارک ج ۱ ص ۲۰۵) الھدی ما اھدی الی بیت اللہ تعالیٰ من ناقۃ او بقرۃ او شاۃ الخ (قرطبی ج ۶ ص ۳۹) وَلَا الْقَلَآئِدَ یہ قِلَادَۃٌ کی جمع ہے اور قلادہ وہ نشانی ہے جسے ہدی کے جانوروں کے گلے میں لٹکا دیا جاتا تھا تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بیت اللہ کی ہدی ہے اور اس سے کوئی تعرض نہ کرے۔ قلادوں کی بے حرمتی کرنے سے بطور مبالغہ منع فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ خود ہدایا تو کجا ان کے گلے کے قلادوں کی بے حرمتی بھی مت کرو۔ یا القلائد سے پہلے ذوات مضاف محذوف ہے ای ذوات القلائد یعنی قلادوں والے جانوروں کی بے حرمتی مت کرو۔ المراد منہ الھدی ذوات القلائد .... الثانی انہ نھی عن التعرض لقلائد الھدی مبالغۃ فی النھی عن التعرض للھدی (کبیر ج ۳ ص ۳۵۰) وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ الخ اس سے اطراف مکہ کے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے مشرکین سے مل کر حدیبیہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے

ساتھیوں کو بیت اللہ کے طواف سے روکا تھا مگر بعد میں سلام قبول کر لیا اور محض للہ کی رضا کے لئے ہدایا لیکر حج کو آتے تھے ان کو چھیڑنے اور ان کی بے حرمتی کرنے سے منع فرمایا۔ حاصل یہ کہ ایمان والوں کو اس سے منع فرمایا کہ وہ شعائر اللہ اور اللہ کے گھر کی نذروں، منتوں اور حجاج کرام کی بے حرمتی کریں یا ان سے کسی قسم کا ناجائز تعرض کریں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں مترجم گوید یعنی تعرض حاجیاں و معتمران مسلمانان نباید کرد و لفظ ایشاں نباید گرفت۔ واللہ اعلم۔ حضرت شیخ کے نزدیک بھی راجح یہی ہے کہ اس سے مسلمان حجاج ہی مراد ہیں۔ بعض مفسرین نے اٰمِّیْنَ الْبَیْتَ سے وہ مشرکین مراد لئے ہیں جنہوں نے حدیبیہ کے دن آپ کو بیت اللہ سے روکا تھا اور مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ یعنی جب یہ لوگ حج کو آئیں تو ان سے تعرض مت کرو اور مشرکین کا اپنے زعم میں حج کرنے سے مقصود اللہ کی رضامندی تھا اگرچہ شرک کی وجہ سے وہ اللہ کی رضامندی حاصل نہیں کر پاتے تھے ان کے نزدیک یہ آیت فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (توبہ) سے منسوخ ہے لیکن جو مفسرین اس آیت کو مسلمانوں کے حق میں مانتے ہیں ان کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں وقال بعض المفسرین ان الاٰیۃ فی المسلمین فھی محکمۃ وحکمہا باق فلم تنسخ (المنار ج ۶ ص۱۳۶) وکذا فی الکبیر ج ۳ ص۳۲۵) لیکن حضرت شیخ کے نزدیک پہلا معنی راجح ہے۔

ف۵ یہ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ الخ سے متعلق ہے۔ وہاں بحالتِ احرام شکار کرنے سے منع فرمایا تھا یہاں فرمایا جب احرام سے باہر آجاؤ تو شکار کرنے کی اجازت ہے۔ یہ امر وجوب کے لئے نہیں، اباحت کے لئے ہے۔ فالامر للاباحۃ بعد الحظر (روح ج ۶ ص۵۵)

اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ

بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے ف۱ ف۱ حرام ہوا تم پر مردہ جانور ۱۱

وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ

اور لہو اور گوشت سؤر کا اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا

الْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ

جو مر گیا گھٹ کر ۱۲ یا چوٹ سے یا اونچے سے گر کر یا سینگ مارنے سے اور جس کو

اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ

کھایا ہو درندہ نے مگر جس کو تم نے ذبح کر لیا اور حرام ہے جو ذبح ہوا کسی تھان پر ۱۳ ف۲ اور یہ کہ

تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۭ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ

تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے ۱۴ یہ گناہ کا کام ہے ۱۵ آج نا امید ہو گئے ۱۶

كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۭ اَلْيَوْمَ

کافر تمہارے دین سے سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج

اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ

میں پورا کر چکا ۱۷ تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے

الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ

اسلام کو دین پھر جو کوئی لاچار ہو جاوے ۱۸ بھوک میں لیکن گناہ پر مائل نہ ہو

لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳ يَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَآ

تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۳ ف۴ تجھ سے پوچھتے ہیں ۱۹ کہ کیا چیز

اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ

ان کے واسطے حلال ہے کہدے تم کو حلال ہیں ستھری چیزیں ۲۰ ف۵ اور جو سدھاؤ ۲۱

الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا

شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو کہ ان کو سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے سو کھاؤ

۲۲ ای الکواسب ف۱ ای مسلطین۔

موضح قرآن ف۱ حلال نہ سمجھو یعنی ہاتھ نہ ڈالو اللہ کے نام کی چیزوں پر یعنی کافر بھی اگر نیاز کعبہ لاویں تو لوٹ مت لو اور ماہ حرام میں ان کو نہ مارو۔ اور لٹکن والیاں بھی وہ قربانی کے جانور ہیں جو گلے کو پیجانے ہیں نشان کر کر۔ اور فرمایا کہ کافروں نے تم کو روکا تھا مسجد سے تم زیادتی نہ کرو یعنی آنے کو نہ روکو۔ باقی آگے سے منع کر دو کہ کافر نہ آوے تو یہ روا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کافر جس کام میں اللہ کو تعظیم کرے اس کام کو فضیحت نہ کرے مگر جو بت کی تعظیم کرے تو البتہ اہانت کرے۔ ف۲ مواشی میں سے یہ چیزیں حرام فرمائیں۔ سؤر اور ہر چیز کا لہو اور آپ سے مرا یا کسی طرح بغیر ذبح کے اور جو خدا کے سوا کسی کے نام پر ذبح کیا اور جو کسی مکان کی تعظیم پر ذبح کیا سوائے خانۂ خدا۔ مگر یہ چیزیں مضطر کو معاف ہیں اور بانٹ کرنا پانسوں سے۔ یہ کافروں کا ایک جوا تھا کہ شرط بد کر ایک جانور دس شخص نے برابر خریدا اور ذبح کیا اور دس پانسے تھے کسی پر لکھا آدھا کسی پر پاؤ کم زیادہ کوئی خالی پھر بانٹنے لگے تو ہر ایک کے نام پر جو پانسا آیا وہی حصہ اس کو ملا یا خالی نکل آیا۔ شرط بدنی تمام حرام ہے یہ بھی اسی میں داخل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر خدا کے نام پر جانور ذبح ہو یا غیر خدا کی تعظیم پر وہ مردار ہے۔ یہ جو فرمایا کہ آج پورا دین تمہارا دے چکا یہ آیت آخر کو اتری ہے کہ سب احکام اللہ کے نازل ہو چکے تھے۔ اس کے بعد تین مہینے حضرت زندہ رہے ہیں۔

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید حکم تغلیظ تحریم قتال در اشہر حرم مخصوص است بمسلمین بدلیل آیہ سورۂ بقرہ و تحریم تعرض حاجیاں نیز بمسلمین مخصوص است بدلیل سورۂ برأت و ایں آیت آخر ما نزل است۔ منسوخ داشتن آنہا چنانکہ عامہ مفسرین میگویند راست نمی آید۔ واللہ اعلم ۱۲۔ ف۲ مترجم گوید یعنی بر صورت و قبر۔ واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید یعنی در مخمصہ خوردن مردار جائز است و نزدیک ابوحنیفہ فائدہ لفظ غیر مائل آں است کہ زیادہ از ضرورت نخورد و نزدیک مالک و شافعی رح آنست کہ قاطع طریق و سارق را رخصت نیست و ابن آیہ آخر آیات قرآن است بعد ازیں ہیچ آیت نازل نہ شدہ۔ واللہ اعلم ۱۲۔ ف۴ یعنی آنچہ عرب پاکیزہ دانند۔ واللہ اعلم ۱۲۔

لَا یَجْرِمَنَّكُمْ کے معنی برانگیختہ کرنے اور اکسانے کے ہیں ای لا یحملنکم عن ابن عباس وقتادۃ (قرطبی ج ۶ ص۴۵) شَنَاٰنُ بغض و عداوت شَنَاٰنُ قَوْمٍ ای بغضھم (مفردات ص۲۶۹) حضرت شیخ نے فرمایا قوم سے یہاں وہی جدید مسلمان مراد ہیں جن کا پہلے آمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ میں ذکر ہو چکا ہے۔ اَنْ صَدُّوْكُمْ۔ اَنْ سے پہلے لام تعلیل مقدر ہے ای لان صدوکم اور یہ ماقبل کی علت ہے۔ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یہ صَدُّوْكُمْ سے متعلق ہے۔ اَنْ تَعْتَدُوْا، اَنْ مصدریہ ہے اور یہ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ کا مفعول ثانی ہے من القرطبی والکشاف۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ جن مشرکین نے حدیبیہ کے دن ان کو بیت اللہ کے طواف سے روکا تھا ان میں سے جو اسلام لاچکے تھے مذکورہ واقعہ کی بنا پر ان سے بغض نہ رکھا جائے اور ان پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے اور ان سے بدلہ نہ لیا جائے اور نہ ان کو حرم کی طرف ھدایا بھیجنے اور بیت اللہ کا حج کرنے سے روکا جائے۔ ای لا یحملنکم بغض قوم لصدھم ایاکم عن المسجد الحرام علی اعتدائکم علیھم وانتقامکم منھم للتشفی (روح ج ۶ ص۵۵) عام مفسرین نے آمِّیْنَ الْبَیْتَ کی طرح یہاں بھی قوم سے مشرکین مراد لئے ہیں لیکن حضرت شیخ کے نزدیک پہلا معنی راجح ہے وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی الخ پہلے فرمایا تم خود ان پر زیادتی نہ کرو۔ یہاں فرمایا اگر کوئی اور ان پر ظلم و زیادتی کرے تو تم سب مل کر ظالم کا مقابلہ کرو۔ اور احسان و تقویٰ کے معاملات میں ایک دوسرے سے تعاون کرو لیکن ظلم اور گناہ کے کاموں میں کسی کا ہاتھ نہ بٹاؤ۔ شعائر اللہ کی نہ خود بے حرمتی کرو نہ ان کی بے حرمتی ہونے دو ان کو بے حرمت ہوتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہنا اور اطراف مکہ کے جدید مسلمانوں پر یہودیوں کا ظلم و ستم دیکھ کر بیٹھے رہنا اور ان کی مدد نہ کرنا یہ بھی بے حرمتی کرنے اور تعاون علی الاثم والعدوان میں داخل ہے ۱۱۔ یہ چوتھا دعویٰ ہے اس میں غیر اللہ کی نذر و نیاز اور دیگر محرمات کا ذکر ہے ان کا حکم یہ ہے کہ یہ حرام ہیں ان کی حرمت باقی رکھو اور انہیں مت کھاؤ۔ اَلْمَیْتَةُ وہ حلال چوپایہ جو شرعی ذبح کے بغیر مر جائے۔ وَالدَّمُ بہتا ہوا خون جو ذبح کے وقت نکلتا ہے وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ خنزیر کا گوشت۔ خنزیر نجس العین ہے اور اس کے تمام اجزاء نجس و ناپاک ہیں اور ان سے انتفاع جائز نہیں۔ گوشت کی تخصیص صرف اس لئے کی گئی ہے کہ جانور کا مقصودی حصہ گوشت ہی ہوتا ہے جب گوشت حرام ہے تو باقی اجزاء بطریق اولیٰ حرام ہوں گے اِنَّمَا خص اللحم بالذکر مع کونه محرما بجمیع اجزائه بالنص والاجماع لانه معظم المقصود من الحیوان (مظہری ج ۳ ص۲۸) وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ اُهِلَّ، اِهْلَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ اہلال کے معنی آواز بلند کرنے کے ہیں واصله رفع الصوت۔ چنانچہ محاورات میں کہا جاتا ہے اهل الرجل واستهل اذا رفع صوته یعنی اس نے آواز بلند کی اسی طرح کہا جاتا ہے اهل المعتمر اذا رفع صوته بالتلبیة یعنی عمرہ بجالانے والے نے بلند آواز سے تلبیہ پڑھا (لسان العرب ج ۱۱ ص۷۰۱) لِغَیْرِ اللّٰهِ بحذف مضاف ای لتعظیم غیر اللہ اور بِهٖ میں ب بمعنی علی ہے۔ مَآ اُهِلَّ الخ سے کیا مراد ہے۔ اس میں تین احتمال ہیں (۱) مَا سے وہ چوپایہ مراد ہے جسے غیر اللہ (پیغمبر، ولی، فرشتہ یا جن وغیرہ) کو متصرف و کارساز، عیب دان اور مافوق الاسباب حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر اس کی تعظیم کے پیش نظر اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے نذر و منت کے طور پر متعین اور نامزد کر دیا جائے یہ نذر غیر اللہ ہے اور حرام ہے اس طرح وہ جانور حرام ہو جاتا ہے اگر اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا تب بھی وہ حرام ہی رہتا ہے اور حلال نہیں ہوتا اس کا حکم بالکل وہی ہے جو مردار کا ہے۔ نذر غیر اللہ کی حرمت کا مسئلہ قرآن مجید میں مختلف انداز بیان کے ساتھ کئی جگہ مذکور ہے مثلاً ۱۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ (بقرہ رکوع ۲۱) ۲۔ سورہ مائدہ کی زیر بحث آیت میں۔ ۳۔ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ (انعام ع ۱۸) ۴۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ (نحل ع ۱۵) ۵۔ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا (نساء ع ۱۷) ۶۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا (انعام ع ۱۶) ۷۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْآ اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَی اللّٰهِ (انعام ع ۱۶) ۸۔ وَیَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ (نحل ع ۷) اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ (مظہری ج ۳ ص۲۸) جو شخص غیر اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کی تعظیم بجالانے کے لئے جانور ذبح کرے وہ ملعون ہے۔ مسند امام احمد میں ہے لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ ای لتعظیم غیر اللہ۔ تفسیر کبیر ج ۲ ص۱۳، تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص۱ اور فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص۵۵ کی عبارتیں تفسیر جواہر القرآن ص۲۸ میں منقول ہو چکی ہیں۔ ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ جو جانور غیر اللہ کی تعظیم کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ حرمت اور نجاست اس میں اس طرح سرایت کر جاتی ہے کہ اللہ کا نام لیکر ذبح کرنے سے بھی وہ جانور حلال اور پاک نہیں ہوتا اور غیر اللہ کی تعظیم کی نیت سے ذبح کرنے والا شخص بھی مرتد ہو جاتا ہے۔ اب کچھ مزید حوالے ملاحظہ ہوں:۔ مخدوم علی بن احمد مہائمی المتوفی ۸۳۵ھ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ جو چوپایہ غیر اللہ کے تقرب کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو وہ حرام ہے اگرچہ اسے اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جائے۔ (وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ) فانه وان ذکر معه اسم اللہ فقد عارض المطهر فیه المنجس مع نجاسته بالموت وان لم یذکر فقد زید فی تنجیسه (تبصیر الرحمٰن ج ۱ ص۱۸۲) نذر غیر اللہ کے حرام ہونے کے بارے میں فقہاء کرام کی عبارتیں مقدمہ میں مذکور ہو چکی ہیں انہیں دیکھ لیا جائے (مقدمہ ص۵) نذر غیر اللہ کے بارے میں عہد قریب کے اکابر علماء اور محققین کا بھی یہی مسلک ہے۔ بعض بزرگوں کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

"جو جانور غیر کے نام کا ہو اس کو اسی نیت سے ذبح کرنا بسم اللہ کہہ کر بھی حرام ہے اور وہ جانور حرام ہی رہتا ہے۔ ایسے جانور کو ذبح نہ کرے اور کسی کا بکرا کہنا بوجہ مالک ہونے کے درست ہے مگر کسی کی تعظیم اور قربت کا کہنا حرام ہے اگر نیت ہو کہ اس کا ثواب لوجہ اللہ کسی کو پہنچے اس میں کچھ حرج نہیں۔ تعظیم غیر پر ذبح سے حرام ہوتا ہے نہ مالک ہونے سے کسی بشر کے، دونوں میں فرق ہے۔ فقط" بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص۴۸)

مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

"ما اہل بہ لغیر اللہ سے مراد وہ جانور ہے جو بقصد تقرب الی غیر اللہ ذبح کیا جاوے اور مقصود اراقۃ الدم سے تعظیم غیر خدا ہو اور جان دینا خاص غیر کے لحاظ سے ہووے ایسا جانور حرام ہے اگرچہ وقت ذبح کے بسم اللہ اس پر کہی جاوے ذبح لقدوم الامیر ونحوه کواحد من العظماء یحرم لانه اهل به لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ علیه ولو ذبح للضیف لا یحرم۔ انتہیٰ" (مجموعہ فتاویٰ ج ۲ ص۵۹)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

"بزرگوں کی نذر و نیاز کا جانور اگر اس واسطے ذبح کیا جاوے کہ وہ بزرگ ہم سے خوش ہوں اور ہمارا کام کر دیں اور ان کو متصرف فی التکوین سمجھے اور ان سے تقرب

کے لئے ذبح کرے اور ذبح سے وہی مقصود ہوں چنانچہ اس زمانہ میں اکثر جہال کا یہی عقیدہ ہوتا ہے تو یہ عقیدہ رکھنے والا مشرک اور وہ ذبیحہ بالکل حرام ہے، اگرچہ بوقتِ ذبح اللہ کا نام لیا جاوے۔ وما اھل بہ لغیر اللہ، اور اگر اللہ کے واسطے وہ جانور ذبح کیا اور اللہ کے واسطے دیکر اس کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو بخشدیا تو یہ جائز ہے۔ فقط" ۵ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ (فتاویٰ امدادیہ ج ۴ ص ۳۸)

مَا کی تفسیر میں دوسرا احتمال یہ ہے جیساکہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا ہے کہ مَا عام ہے اور اس کی مراد بھی عام ہے خواہ جانور ہو یا غلہ مٹھائی ہو یا کوئی اور چیز جو غیر اللہ کے تقرب کے لئے دی جائے سب اس میں شامل ہیں۔ اگر مَا سے صرف ذبیحہ مراد لیا جائے تو پھر اس کے بعد وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا جن لوگوں نے مَا سے صرف ذبیحہ مراد لیا ہے انہوں نے مَآ اُهِلَّ کی صرف ایک صورت بیان کی ہے جو مشرکین میں اس وقت رائج تھی۔ ورنہ یہ بات وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مشرکینِ مکہ جانوروں کے علاوہ غلہ وغیرہ کی نذریں بھی غیر اللہ کے لئے مانتے تھے جیساکہ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا الخ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ سے صرف ذبیحہ مراد ہو اور وَمَآ اُهِلَّ سے مراد عام ہو یعنی جانور اور غلہ وغیرہ۔ پہلی اور دوسری دونوں تفسیروں کی صورت میں بِہٖ میں ب کو بمعنی علیٰ لینا پڑیگا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مَا عام ہے تو بعض مفسرین نے اس سے صرف ذبیحہ کیوں مراد لیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہلِ عرب کے یہاں لفظ اہلال کا زیادہ تر استعمال مذبوحہ پر ہوتا تھا اس لئے اس کے پیشِ نظر انہوں نے مَا سے مذبوحہ مراد لیا اس سے ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مذبوحہ کے علاوہ باقی اشیاء سے غیر اللہ کی نیاز جائز ہے بلکہ ان مفسرین کے نزدیک جس طرح جانوروں سے غیر اللہ کی نیاز حرام ہے اسی طرح باقی اشیاء غلہ، کپڑا وغیرہ سے بھی حرام ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ آیت کے مفہوم میں ایک تیسرا احتمال بھی ہے۔ وہ یہ کہ مَا سے مراد وہ کلام ہو جس سے غیر اللہ کے تقرب کے لئے جانور نامزد کیا گیا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا کلمہ بھی حرام اور مشرکانہ ہے جسے غیر اللہ کی نذر و منت مانتے وقت بلند کیا جائے۔ حاصل مطلب اس کا بھی وہی ہوگا جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رح نے لکھا ہے اس صورت میں بِہٖ کی ب اپنے اصل پر رہیگی اور اسے علیٰ کے معنی میں لینے کی ضرورت نہیں ہوگی جیساکہ کہا جاتا ہے اھللت بالتلبیۃ واھللت بالتسمیۃ علی الذبیحۃ مراح میں اھل المعتمل ذا رفع صوتہ بالتلبیۃ و بالتسمیۃ علی الذبیحۃ جیساکہ پہلے لسان العرب سے منقول ہوچکا ہے فجرور الباء ھو لفظ یرفع بہ الصوت ای اسم اللہ مثلاً فالمراد من قولہ تعالٰی وَمَآ اُهِلَّ ای لفظ رفع بہ الصوت لتعظیم غیر اللہ والتقرب الیہ۔ حاصل یہ کہ اس کلام سے تکلم اور اس قول کا تلفظ ہی حرام کر دیا جس سے غیر اللہ کا تقرب مقصود ہوا اور اسی وجہ سے ہر وہ چیز بھی حرام ہوگی جس سے غیر اللہ کا تقرب مطلوب ہو۔ اور بعینہ اِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (انعام ع ۱۸) میں فِسْقًا سے بھی کلمۂ تقرب ہی مراد ہے جس کے ذریعے غیر اللہ کی نذر و منت مانی جائے۔

تنبیہ۔ بعض علماء اسلام نے لکھا ہے کہ اولیائے کرام کی نذریں حلال ہیں، حرام نہیں ہیں۔ اس کا مطلب سمجھنے میں بہت سے لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے۔ جن علماء نے یہ لکھا ہے کہ اولیائے کرام کی نذریں حلال ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ جو مسلمان اولیاء اللہ کی نذریں مانتے ہیں وہ ان کو نہ غیب داں سمجھتے ہیں، نہ مافوق الاسباب متصرف و مختار اور نہ ان کو حاجات میں غائبانہ پکارتے ہیں اور نہ ان نذروں سے اولیاء اللہ کا تقرب حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے بلکہ ان نذروں سے ان کا مقصد اللہ کی عبادت اور اس کی رضا جوئی ہوتا ہے اور اولیاء اللہ کی ارواح کو ایصالِ ثواب مقصود ہوتا ہے اس مسئلہ میں کوئی جھگڑا نہیں یہ بالاتفاق جائز ہے لیکن اس نیت کے باوجود اسے غیر اللہ کی نذر کہنا کراہیت سے خالی نہیں۔ اسی طرح تمام علماء اسلام کے نزدیک یہ مسئلہ بھی متفق علیہ ہے کہ جو نذر و نیاز غیر اللہ کے تقرب کیلئے دی جائے وہ حرام ہے۔ باقی رہا عوام کا فعل تو اس کے بارے میں جب تک کھلے دلائل اور واضح قرائن سے معلوم نہ ہو جائے کہ ان کی نیت تقرب الی غیر اللہ کی ہے اس وقت تک حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ ۱۲ وہ چوپایہ جسے گلا گھونٹ کر مار دیا جائے جیساکہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ چوپائے کو گلا گھونٹ کر مار ڈالتے اور کھا لیتے تھے۔ قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کان اھل الجاھلیۃ یخنقون البھیمۃ ویاکلونھا فحرم ذلک علی المؤمنین (روح ج ۶ ص ۵۷) وَالْمَوْقُوْذَةُ جو جانور ضرب اور چوٹ سے مر جائے۔ وَالْمُتَرَدِّيَةُ جو چوپایہ اونچی جگہ سے گر کر مر جائے وَالنَّطِيْحَةُ جس چوپائے کو دوسرا چوپایہ سینگ مار کر ہلاک کر ڈالے۔ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اور جس چوپائے کو درندہ پھاڑ کھائے۔ یہ سب حرام ہیں۔ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ یہ ماقبل سے استثناء ہے۔ بعض کے نزدیک یہ استثناء مَآ اَكَلَ السَّبُعُ سے مختص ہے لیکن اجلہ صحابہ و تابعین اور جمہور مفسرین اسے وَالْمُنْخَنِقَةُ سے لیکر مَآ اَكَلَ السَّبُعُ تک سب سے استثناء قرار دیتے ہیں انہ استثناء من جمیع ما تقدم من قولہ وَالْمُنْخَنِقَةُ الی قولہ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ وھو قول علی وابن عباس والحسن وقتادۃ الخ (کبیر ج ۳ ص ۵۲۵) والاستثناء یرجع الی المنخنقۃ وما بعدھا (مدارک ج ۱ ص ۲۰۹) قال علی وابن عباس والحسن وقتادۃ وابراھیم وطاؤس وعبید ابن عمیر والضحاک وابن زید والجمھور ھو راجع الی المذکورات ای من قولہ وَالْمُنْخَنِقَةُ الخ (بحر ج ۳ ص ۴۲۴) لہٰذا مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ سے اس استثناء کا کوئی تعلق نہیں اور وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ ما اہل لغیر اللہ کی حرمت قرآن مجید میں اس کے علاوہ تین اور جگہوں میں بھی مذکور ہے مگر وہاں کسی جگہ بھی یہ استثناء موجود نہیں کیونکہ وہاں باقی اشیاء کا ذکر نہیں تو معلوم ہوا کہ استثناء کا تعلق پہلی چار چیزوں سے نہیں صرف بعد میں مذکور باقی اشیاء سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان مذکورہ جانوروں میں سے جس میں ابھی زندگی باقی ہو اگر بروقت اسے ذبح کر لیا جائے تو وہ حلال ہے۔ زندگی کی علامت یہ ہے کہ وہ ذبح کئے ہوئے جانور کی طرح پھڑک رہا ہو ای اِلَّا ما ادرکتموہ وفیہ بقیۃ حیات یضطرب اضطراب المذبوح وذکیتموہ (روح) ۱۳ النُّصُب نصاب کی جمع ہے اور اس سے وہ اصنام مراد ہیں جن کی تعظیم کے لئے مشرکین ان کے استھانوں پر جانور ذبح کیا کرتے تھے (روح ج ۶ ص ۵۹) یعنی وہ چوپائے جو غیر اللہ کے استھانوں، ان کی خانقاہوں اور قربان گاہوں پر ان کی تعظیم اور ان کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے ذبح کئے جائیں وہ بھی حرام ہیں۔ ذبح کے وقت خواہ غیر اللہ کا نام لیا جائے جیساکہ مشرکین اپنے معبودوں کے نام سے ذبح کرتے تھے مثلاً باسم اللات والعزّٰی۔ یا ان کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے جیساکہ آجکل بعض جاہل مسلمان کرتے ہیں۔ فوت شدہ بزرگوں کی نذر و منت کے بکرے وغیرہ عرسوں اور میلوں کے ایام میں قبروں پر لیجاتے ہیں اور وہاں ذبح کرتے ہیں جیساکہ شاہ کوٹ اور بھری شاہ رحمٰن اور دوسرے بزرگوں کے عرسوں اور میلوں کے ایام میں قبروں پر لیجاتے ہیں اور وہاں ذبح کرتے ہیں بعض لوگ جانور مزارات پر لیجا کر خود ذبح نہیں کرتے بلکہ مجاوروں اور گدی نشینوں کے حوالے کر دیتے ہیں دونوں کا ایک ہی حکم ہے اور دونوں حرام ہیں۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اور مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ دونوں ایک چیز نہیں ہیں بلکہ اول عام ہے اور ثانی اس کا ایک جزو ہے یعنی اول سے ہر وہ چیز مراد ہے جو غیر اللہ کے تقرب کے لئے نامزد کر دیگئی ہو خواہ وہ جانور ہو یا غلہ اور نقدی وغیرہ۔ اور

ثانی سے مراد صرف وہ جانور ہیں جو غیر اللہ کی تعظیم کیلئے استھانوں پر ذبح کئے جائیں چونکہ بزرگوں کے استھانوں اور ان کی خانقاہوں کی لوگوں کے دلوں میں بڑی قدر و منزلت تھی اور وہ ان کی عظمت و تقدس کی وجہ سے وہاں چوپایوں کو لے جا کر ذبح کرتے تھے اس لئے خصوصیت سے ایسے ذبیحوں کی حرمت کا ذکر فرمایا۔ مفسر ابن عطیہ فرماتے ہیں ماذبح علی النصب جزء مما اھل بہ لغیر اللہ لکن خص بالذکر بعد جنسہ لشھرۃ الامر وشرف الموضع وتعظیم النفوس (بحر ج ۳ ص ۴۲۲) **۱۳** اَنْ مصدریہ ہے اور اَزْلَام۔ زلم (بجمل اوصود) کی جمع ہے اور زلم کے معنی تیر کے ہیں یعنی تیروں کے ذریعے حصہ اور مقدر معلوم کرنا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ مشرکین کیا کرتے تھے انہوں نے تیروں پر کچھ الفاظ لکھ رکھے تھے۔ مثلاً کسی پر اِفْعَلْ (کر) کسی پر لَا تَفْعَلْ (نہ کر) کسی پر لک النصف (تمہارا آدھا ہے) کسی پر لک الربع (تمہارا چوتھا حصہ ہے) اور بعض تیروں پر کچھ نہیں تھا۔ تمام تیروں کو ایک خریطے میں ڈال کر باری باری اس سے تیر نکالتے اور اس پر لکھی ہوئی عبارت کے مطابق عمل کرتے تھے یہ تیر ان کے عبادت خانوں میں رکھے رہتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ان کے معبود غیب دان اور متصرف ہیں اور وہ اپنے تصرف سے ان تیروں کے ذریعے ان کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد اپنے معبودوں سے صلاح و مشورہ اور ان کی منظوری حاصل کرنا ہوتا تھا اس استقسام کی بنیاد چونکہ غیر اللہ کو متصرف اور غیب دان ماننے پر ہے اس لئے اسے حرام قرار دیا۔ اِنہ کان استشارۃ مع الاصنام واستعانۃ منھم کما یشیر الی ذلک ما روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما من انھم اذا ارادوا ذلک اتوا بیت اصنامھم وفعلوا ما فعلوا فلھذا صار حراما (روح ج ۶ ص ۵۹) استقسام چونکہ حرام ہے اس لئے جو مال اس موقع پر بتوں کی نذر کے طور پر ان کے خادموں اور مجاوروں کو دیا جاتا تھا وہ بھی حرام ہے۔ **۱۵** ذٰلکم سے مذکورہ تمام محرمات کو حلال جاننے کی طرف اشارہ ہے اور فسق سے فسق کا کامل درجہ یعنی کفر مراد ہے۔ مطلب یہ کہ مذکورہ محرمات کو حرام نہ سمجھنا اور ان کا تناول کرنا کفر ہے اور ان کو حرام سمجھنا اور ان کے کھانے سے بچنا عین ایمان و اطاعت اور وفاءِ عقود میں داخل ہے جس کا ابتدائے سورت میں حکم دیا گیا ہے وقال الزمخشری اشارۃ الی الاستقسام والی تناول ما حرم علیھم لان المعنی حرم علیھم تناول المیتۃ وکذا وکذا (بحر ج ۳ ص ۴۲۵) وقیل یرجع الی جمیع ما ذکر من الاستحلال لجمیع ھذہ المحرمات وکل شیء منھا فسق وخروج من الحلال الی الحرام والانکفاف عن ھذہ المحرمات من الوفاء بالعقود اذ قال اوفوا بالعقود (قرطبی ج ۶ ص ۵۸) **۱۶** اَلْیَوْمَ سے وہ دن مراد ہے جس دن مذکورہ تحریمات پر مشتمل یہ آیت نازل ہوئی۔ اور وہ جمعہ کا دن ذی الحجہ ۱۰ھ کی آٹھ تاریخ کا دن تھا وقیل یوم نزول الاٰیۃ وروی عن ابن جریج ومجاھد وابن زید و کان کما رواہ الشیخان عن عمر رضی اللہ عنہ عصر یوم الجمعۃ عرفۃ حجۃ الوداع (روح ج ۶ ص ۵۹ و بحر ج ۳ ص ۴۲۵) مطلب یہ کہ ان محرمات کے بیان کے بعد مشرکین کو اب یہ امید باقی نہیں رہی کہ وہ تمہارے دین کو مٹا سکیں گے اور نہ ان کو تم سے یہ توقع باقی رہی ہے کہ تم دوبارہ ان کا دین قبول کر لو گے اور مذکورہ بالا خبائث و محرمات کو کھانے لگو گے انقطع رجاءھم من ابطال دینکم ورجوعکم عنہ بتحلیل ھذہ الخبائث وغیرھا (روح و کبیر ج ۳ ص ۵۲۶) فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اس لئے اب تم اس بات سے مت ڈرو کہ مشرکین تم پر اور تمہارے دین پر غالب آجائیں گے بلکہ مجھ سے ڈرو، میرے احکام کی پیروی کرو اور میری نافرمانی سے بچو تاکہ میری تائید و نصرت ہمیشہ تمہارے شامل حال رہے۔ **۱۷** تحریمات اللہ، تحریماتِ غیر اللہ اور اللہ کی نذروں اور غیر اللہ کی نذروں کے بیان سے دین اسلام کے تمام فرائض و حدود اور حلال و حرام کے احکام کی تکمیل ہوگئی اور آج کے دن سے ہم نے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی عن ابن عباس والسدی ان المعنی الیوم اکملت لکم حدودی وفرائضی وحلالی وحرامی بتنزیل ما انزلت (روح) اکملت لکم ما تحتاجون الیہ من تعلیم الحلال والحرام والتوقیف علی الشرائع وقوانین القیاس واصول الاجتھاد (بحر) اتمام نعمت سے اسلام کا غلبہ، کفر و شرک کی مغلوبیت، دین کی تکمیل، علم و حکمت کا اعطاء، امن اور وسعت مال وغیرہ مراد ہے (روح، بحر، قرطبی وغیرہ) وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اور دنیا کے تمام ادیان میں سے دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا کیونکہ یہی وہ دین ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اور جس پر تمام انبیاء علیہم السلام کاربند تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا پسندیدہ دین صرف اسلام ہے اور نجات صرف اسلام کی پیروی سے حاصل ہوگی جو شخص اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کی پیروی کرتا ہے اس کی نجات نہیں ہوگی اور آخرت میں وہ خسارے میں رہیگا۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (اٰل عمران ع ۹) اور اسلام سے نجات صرف اسی مسلمان کو نصیب ہوگی جو ضروریات دین کا معتقد ہوگا۔ صرف نام کا مسلمان ہونا کافی نہیں اگر کوئی شخص مسلمان کہلانے کے باوجود دین کے ضروری عقائد میں سے کسی ایک عقیدے کا انکار کر دے تو وہ مسلمان نہیں رہتا اور اس کی نجات نہیں ہوگی۔ مثلاً ختم نبوت کا انکار، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے دین میں حجت ہونے کا انکار۔ اللہ کی صفات مختصہ میں غیر اللہ کو شریک ماننا وغیرہ۔ **۱۸** محرمات کا ذکر کرنے کے بعد اضطراری حالت کا حکم بیان فرمایا کہ مذکورہ بالا اشیاء ہیں تو قطعی حرام لیکن اگر کوئی شخص بھوک سے بے بس ہو جائے اور کوئی حلال چیز میسر نہ آسکے اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ حلال چیز کے میسر ہونے تک وہ زندہ نہیں رہ سکے گا یا ایسے عوارض میں مبتلا ہو جائیگا جو موت پر منتج ہوں گے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ مذکورہ محرمات میں سے بقدر سدِ رمق یعنی اس قدر کھالے جس سے اس کی جان بچ جائے۔ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ متجانف کے معنی ہیں مائل یعنی اس شرط پر اسے کھانے کی اجازت ہے کہ وہ گناہ کی طرف مائل ہونیوالا نہ ہو۔ مطلب یہ کہ سدِ رمق سے زیادہ حرام چیز کا تناول نہ کرے کیونکہ حرام چیز کھانے کی اجازت اضطرار سے مشروط ہے جب اس نے بقدر سدِ رمق کھالیا تو اضطراری حالت ختم ہوگئی اب اس سے زیادہ کھائیگا تو سخت گنہگار ہوگا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ بحالت اضطرار حرام چیز حلال تو نہیں ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنی شانِ رحمت سے اس حالت میں ان محرمات کے تناول کی اجازت دیدی اور اس حالت میں حرام کھانے کا گناہ معاف فرما دیا **۱۹** اس میں تین اقوال ہیں (۱) امام زہری کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کرتے تھے کہ ان کے لئے کونسی چیزیں حلال ہیں اور کونسی حرام تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (۲) عدی بن حاتم اور زید ابن مہلہل نے آپ سے دریافت کیا کہ ہم کتوں اور بازوں سے شکار کرتے ہیں بعض جانوروں کو ہم زندہ پالیتے اور ذبح کر لیتے ہیں اور بعض ہمارے پہنچنے سے پہلے مر جاتے ہیں۔ ان میں سے ہمارے لئے کیا حلال ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جو اصل سوال کے جواب سے زائد پر مشتمل ہے (۳) یہ آیت ابتدائے سورت یعنی اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ سے متعلق ہے اس میں اجمال تھا یہاں اس کی تفصیل ہے۔ یہ آخری قول سب سے زیادہ مناسب ہے۔ اُحِلَّ لَهُمْ میں ضمیرِ متکلم لَنَا کی جگہ ضمیر غائب استعمال ہوئی ہے۔ علامہ رضی نے لکھا ہے جہاں دونوں ضمیروں کا استعمال جائز ہو وہاں متکلم کی جگہ غائب کی ضمیر استعمال کی جا سکتی ہے۔

فائدہ:۔ شانِ نزول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلے فلاں واقعہ ہو چکا تھا اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ کیونکہ کئی واقعات جن کا حکم اسی آیت میں مذکور ہوتا ہے اس آیت کے بعد

واقع ہوتے ہیں۔ آیت کو پہلے واقعہ سے مخصوص کرنے سے فہم قرآن میں بڑی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ صحابہ وتابعین کا یہ کہنا کہ یہ آیت فلاں واقعہ میں نازل ہوئی اور یہ آیت فلاں حادثہ میں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ آیت فلاں فلاں واقعہ اور حادثہ کو شامل ہے۔ وہ حادثہ اس آیت کے نزول سے پہلے پیش آیا ہو یا اس کے بعد (الفوز الکبیر ص۳۵) حضرت شیخ فرماتے ہیں "شان نزول کے ذکر میں جو یہ آتا ہے فنزلت اس میں فا ترتیب زمانی کے لئے نہیں ہوتی بلکہ تعقیب ذکری کے لئے ہوتی ہے
نـ۲۵ طیبات سے وہ چیزیں مراد ہیں جن سے طبائع سلیمہ نفرت نہ کریں۔ یا وہ اشیاء جن کی حرمت کتاب و سنت اور اجماع وقیاس سے ثابت نہ ہو ای مالیس بخبیث منہا او هو کل مالم یات تحریمہ فی کتاب اللہ او سنۃ او اجماع او قیاس (مدارک ج۱ ص۲۱۰) ای مالم تستخبثہ الطباع السلیمۃ ولم تنفر عنہ (ابو السعود ج۳ ص۵۲۴) طیبات حلال ہیں اور خبائث حرام جیسا کہ فرمایا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ اور ایک جگہ فرمایا وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (اعراف ع۱۹) یہ اصل سوال سے زائد ہے مشرکین عرب نے کئی طیبات (پاکیزہ چیزوں) کو اپنے معبودوں کی تعظیم وتقرب کے لئے محض اپنے ظن وگمان سے حرام کر رکھا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر پاکیزہ چیز تمہارے لئے حلال ہے لما کانت العرب تحرم اشیاء من الطیبات کالبحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام بغیر اذن من اللہ تعالیٰ فھی ھنا ان الذی احل ھی الطیبات (بحر ج۳ ص۴۲۸، کبیر ج۳ ص۵۳۰)
۲۶ یہ دوسرے قول کے مطابق اصل سوال کا جواب ہے اور اس میں مضاف محذوف ہے ای صید ما علمتم یعنی ان شکاری جانوروں کا شکار تمہارے لئے حلال ہے جن کو تم تعلیم دے لو یعنی درندوں کو اگر سدھا لیا جائے تو ان کا شکار حلال ہے مثلاً کتا

مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَ
اس میں سے جو پکڑ رکھیں ۲۷ تمہارے واسطے ۲۸ اور اللہ کا نام لو اس پر ۲۹ اور
اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۴ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ
ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ جلد لینے والا ہے حساب ف۱ آج ۳۰ حلال ہوئیں
لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠
تم کو سب ستھری چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا تم کو حلال ہے
وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ
اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے ف۲ اور حلال ہیں تم کو پاکدامن عورتیں مسلمان اور
الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ
پاک دامن عورتیں ۳۱ ان میں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے پہلے جب
اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا
دو ان کو مہر ان کے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو اور نہ
مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ
چھپی آشنائی کرنے کو اور جو منکر ہوا ۳۲ ایمان سے تو
حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۵ يٰٓاَيُّهَا
ضائع ہوئی محنت اس کی اور آخرت میں وہ ٹوٹے والوں میں ہے ف۳ اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ
ایمان والو ۳۳ جب تم اٹھو نماز کو تو دھو لو اپنے منہ
وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ
اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو ۳۴ اور
اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ
پاؤں ٹخنوں تک اور اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو

ع ۵

موضح قرآن ف۱۔ مواشی کا حکم تو فرما دیا۔ پھر لوگوں نے اور چیزوں کو پوچھا تو فرمایا کہ ستھری چیزیں تم کو حلال ہیں سو حضرت نے جو چیزیں منع فرمائیں معلوم ہوا کہ وہ ستھری نہیں۔ جیسے پھاڑنے والے جانور چوپائے یا پرندہ مثلاً شیر یا چیتا یا باز یا چیل۔ اور اسی میں داخل ہوئے مردار خور سارے کوا وغیرہ اور جیسے گدھا خچر اور جیسے کیڑے زمین کے مثلاً چوہا وغیرہ۔ اور پہلے حرام فرمایا جس کو پھاڑنے والے نے کھایا اب اس میں سے شکاری اور سدھائے جانور کا مارا ہوا حلال کیا جب اس نے آدمی کی خو سیکھی تو گویا آدمی نے ذبح کیا لیکن سدھنا شرط ہے۔ سدھا وہ کہ پکڑ کر رکھ چھوڑے آپ نہ کھاوے اور اللہ کا نام لینا شرط ہے دوڑاتے وقت کہ اس بغیر ذبح درست نہیں مگر بھولے تو معاف ہے۔ ف۲ فرمایا کہ آج تم کو سب ستھری چیزیں حلال ہوئیں یعنی حضرت ابراہیمؑ کے وقت یہ سب چیزیں حلال تھیں جب تورات نازل ہوئی تو یہود کی سزا میں اکثر چیزیں منع ہوئیں اور انجیل میں حلال، حرام بیان نہ ہوا۔ اب قرآن میں وہی دین ابراہیم کے موافق سب حلال ہوئیں اور فرمایا کہ کتاب والوں کا کھانا حلال ہے یعنی ان کا ذبح اور پر تو ذبح کی شرط فرمائی کہ اللہ کا نام ذکر ہو اور غیر کی تعظیم نہ ہو یہاں اور شرط فرما دی کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا اہل کتاب یعنی یہود یا نصاریٰ اور کسی دین مذہب والے کا ذبح نہیں حلال اگرچہ نام اللہ کا لے اس کا لینا معتبر نہیں اور فرمایا کہ اسی طرح مسلمان کو عورت نکاح کرنی ان کی حلال ہے اوروں کی نہیں۔ سو جن شرطوں سے آپس میں نکاح درست ہے اسی طرح ان کا نکاح درست ہے۔ پھر فرمایا کہ اہل کتاب کو اور کفار سے دو حکم میں مخصوص کیا یہ فقط دنیا میں ہے اور آخرت میں ہر کافر خراب ہے۔ اگر عمل نیک بھی کرے تو قبول نہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی نخوردہ درندہ باشد برائے خوردن خود۔ واللہ اعلم ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی نزدیک سال جانوران شکاری۔ واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید یعنی آنچہ بر اہل کتاب حلال بود بر شما حلال است مثل گوسفند وگاو وآنچہ بر شما حلال گردد شد بر کسی کہ از ایشان مسلمان شود حلال ست مثل شتر و ذی ظفر وقبیلہ یہود و نصاریٰ در یں باب عنبار نیست واللہ اعلم ۱۲ ف۴ مترجم گوید مصداق [illegible]

بجو، چیتا، باز، عقاب وغیرہ۔ ان کا شکار حلال ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔ مِنَ الْجَوَارِحِ یہ جَارِحَۃ کی جمع ہے یعنی زخم کرنے والے۔ جارحہ کے معنی کاسب (کمانے والے) کے بھی آتے ہیں۔ چونکہ شکاری جانور مالکوں کے لئے روزی مہیا کرتے ہیں اس لئے انہیں جوارح (کواسب) کہا گیا۔ مُكَلِّبِيْنَ ای معلمین یعنی تعلیم یافتہ کو شکار کے پیچھے چھوڑنے والے۔ یہ عَلَّمْتُمْ کی ضمیر سے حال ہے۔ ۲۲ جب تم سکھائے ہوئے شکاری جانور کو شکار کے پیچھے چھوڑ دو اور وہ شکار کو پکڑ کر روک رکھے اور اس میں سے خود کچھ نہ کھائے تو سمجھو کہ وہ تعلیم یافتہ ہے۔ اس کا مارا ہوا شکار کھالو۔ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ جب شکاری جانور کو چھوڑو تو اس وقت بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ ان آیتوں سے حلت شکار کی حسب ذیل شرطیں مفہوم ہوئیں (۱) شکاری جانور تعلیم یافتہ ہو۔ یہ شرط عَلَّمْتُمْ اور تُعَلِّمُوْنَهُنَّ میں صراحۃً مذکور ہے۔ جانور کے تعلیم یافتہ ہونے کی تین علامتیں ہیں۔ اول یہ کہ وہ خود بخود شکار کے پیچھے نہ بھاگے جب تک مالک سے اشارہ نہ کرے۔ دوم یہ کہ شکار کے پیچھے چھوڑنے کے بعد اگر مالک اسے واپس بلائے تو واپس آجائے۔ یہ دونوں باتیں مکلبین سے مفہوم ہوتی ہیں۔ سوم یہ کہ وہ شکار کو پکڑ رکھے اور اسے کھائے نہیں یہ كُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ میں بصراحت مذکور ہے (۲) شکاری جانور کو شکار کے پیچھے چھوڑنا۔ یہ شرط مکلبین میں صراحت سے مذکور ہے اگر شکاری جانور مالک کے اشارے کے بغیر ہی شکار کے پیچھے دوڑ پڑا۔ اور مالک نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ لیا تو وہ شکار حلال نہیں ہوگا (۳) جانور کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا یہ شرط بھی وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ میں صراحۃً مذکور ہے (۴) شکاری جانور شکار کو زخمی کرے یہ شرط الجوارح کی تعبیر سے مفہوم ہو رہی ہے۔ اگر شکاری کتے نے خرگوش کو گلے سے دبوچ لیا اور وہ دم گھٹنے سے مرگیا اور اسے کوئی زخم نہ آیا تو وہ حلال نہیں ہوگا ان مذکورہ شرائط کے ساتھ کیا ہوا شکار صرف اسی حالت میں حلال ہے جب کہ مالک کے اس تک پہنچنے تک وہ جان دے چکا ہو اگر مالک کے پہنچنے تک وہ زندہ ہو تو اسے شرعی طور پر ذبح کرنا لازم ہوگا اگر مالک نے شکار کو زندہ پایا اور اسے ذبح کرنے کی مہلت بھی ملی مگر ذبح نہ کیا تو وہ شکار حرام ہوگا۔ ۲۳ یہ اعادہ احسان جتلانے کے لئے کیا گیا ہے یا تاکید کے لئے جیسا کہ خازن نے لکھا ہے۔ نیز یہ اگلے حکم کیلئے تمہید ہے وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ الخ یہاں طعام سے ذبیحہ مراد ہے کیونکہ اہل کتاب کی باقی خوردنی اشیاء کی حلت میں کوئی کلام نہیں المراد به الذبائح لان غيرها لا يختلف في حله وعليه اكثر المفسرين (روح ج ۶ ص۶۵) اہل کتاب سے یہاں تمام یہود و نصاریٰ مراد ہیں لیکن ان کا ذبیحہ حلال اس شرط پر ہے کہ اللہ کا نام لیکر ذبح کریں اگر کسی یہودی نے حضرت عزیر کے نام پر یا کسی عیسائی نے حضرت مسیح علیہ السلام کے نام پر جانور ذبح کیا تو وہ حلال نہیں ہوگا۔ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ اس میں خطاب مومنوں سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو اگر تم اپنا ذبیحہ یا دیگر خوردنی اشیاء میں سے کچھ اہل کتاب کو کھلا دو تو اس میں تم پر کوئی حرج نہیں۔ لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں یہود پر پہلے ذی ظفر یعنی ناخن والے جانور حرام تھے جیسا کہ ارشاد ہے وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ (انعام ع ۱۸) اب قرآن میں ایسے جانوروں کو ان کے لئے حلال کر دیا گیا۔ (شاہ عبدالقادر رح) ۲۴ محصنات سے عفائف اور پاکدامن عورتیں مراد ہیں خواہ آزاد ہوں یا لونڈیاں۔ یہ قول ابراہیم نخعی، شعبی اور حسن بصری سے منقول ہے والمراد بهن عند الحسن والشعبي وابراهيم العفائف (روح) اور عفائف کی قید احترازی نہیں بلکہ محض پاکدامن عورتوں کو سے نکاح کرنے کی ترغیب کے لئے ہے تاکہ ان سے پیدا ہونیوالی اولاد پاکیزہ اخلاق سے متصف ہو اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہو (روح و خازن ج ۲ ص۱۳) وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یہاں بھی محصنات سے عفائف اور پاکدامن عورتیں مراد ہیں خواہ آزاد ہوں یا لونڈیاں یعنی یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے مسلمانوں کو نکاح کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔ پاکدامن کی قید یہاں بھی مذکورہ بالا حکمت کیلئے ہے اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔ اجور سے مراد مہور (جمع مہر) ہیں۔ مہر دینے کو شرط سے تعبیر کرنے میں مہر ادا کرنے کی تاکید اور اس کے وجوب کی طرف اشارہ ہے مُحْصِنِيْنَ یہ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ کے فاعل سے حال ہے جس طرح عورتوں میں احسان اور پاکدامنی کی صفت کا ذکر کیا تھا اسی طرح مردوں میں بھی عفیف اور پاکدامن ہونے کی قید لگائی اور اس سے مردوں کو بھی پاکیزہ اور بے داغ زندگی گذارنے کی ترغیب دینا مقصود ہے فکما شرط الاحصان في النساء وهي العفة عن الزنا كذلك شرطها في الرجال الخ (ابن کثیر ج ۲ ص۲) غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ یہ دونوں بھی حسب سابق حال ہیں ان دونوں لفظوں سے محصنین کے مفہوم ہی کی تاکید و توضیح فرمائی یعنی مردوں کو اس طرح عفیف اور پاکدامن رہنا چاہیئے کہ زنا اور بدکاری سے ہر حال میں بچیں۔ نہ تو ایسا کریں کہ جس عورت سے بھی موقع میسر آئے بدکاری کرلیں اور نہ مخصوص عورتوں سے پوشیدہ دوستی کرکے ایسا کریں۔ ۲۵ یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ تھا کہ جب اہل کتاب کا ذبیحہ بھی حلال ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح بھی درست ہے تو شاید انکا مذہب بھی حق ہوگا تو اس کا جواب فرمایا کہ ایمان کے لئے تمام احکام کا دل سے ماننا اور تمام شرائع پر عمل کرنا ضروری ہے اہل کتاب چونکہ اسلام کے تمام احکام و شرائع کو نہیں مانتے اس لئے انکا مذہب باطل ہے اس شبہ کا اظہار خود اہل کتاب عورتوں نے بھی مسلمانوں سے کیا تھا کہ جب اللہ نے ہمارے ساتھ تمہیں نکاح کرنے کی اجازت دیدی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسے ہمارا دین بھی پسند ہے لما قال الله تعالى والمحصنات من الذين اوتوا الكتاب قال نساء اهل الكتاب لولا ان الله رضى ديننا لم يبح لكم نكاحنا (قرطبی ج ۶ ص۷۹) جب اللہ نے مسلمانوں کو یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دیدی تو باہمی اختلاط اور رہن سہن سے اس بات کا اندیشہ ہو سکتا تھا کہ خاوند غیر مسلم بیوی کے بعض مذہبی خیالات سے متاثر ہو کر ان کو قبول کرلے اسلئے نکاح کی اجازت کے ساتھ تہدید فرمادی کہ خبردار اپنے ایمان پر قائم رہنا اور بیوی کے خیالات سے متاثر ہو کر ایمان سے غداری نہ کرنا۔ ورنہ تمام اعمال ضائع اور رائیگاں جائیں گے اور آخرت میں خسران کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ۲۶ ایفائے عقود کے عام حکم کے بعد چاروں مسائل (تحریمات اللہ، تحریمات غیر اللہ۔ اللہ کی نذریں اور غیر اللہ کی نذریں) بیان فرمائے۔ اور آپس میں بغض و عداوت رکھنے سے منع فرمایا۔ اب یہاں ایک امر مصلح (نماز) کا ذکر فرمایا کیونکہ نماز سے ظاہر و باطن کی تطہیر ہوتی ہے اس طرح نماز ایفائے عقود، محرمات کو حرام سمجھنے، حلال کو حلال سمجھنے اور باہمی بغض و عداوت کو دور کرنے میں ممد و معاون ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (عنکبوت ع ۵) اور صحیح حدیث میں ہے سووا صفوفكم او ليخالفن الله بين قلوبكم یعنی نماز میں صفیں سیدھی کیا کرو ورنہ اللہ تعالٰے تمہارے دلوں میں بغض و عداوت پیدا کردیگا۔ نماز کے ساتھ طہارت (وضو، تیمم، غسل) کے احکام بھی بیان فرمائے کیونکہ طہارت نماز کی شرط ہے اس کے بغیر نماز سے اس کے متعلقہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کو اس کے تمام آداب اور شرائط و ارکان کے ساتھ ادا کرو تاکہ اس کے مطلوبہ فوائد سے بہرہ مند ہو سکو۔ ۲۷ اَرْجُلَكُمْ کا عطف وُجُوْهَكُمْ پر ہے اور وہ فَاغْسِلُوْا کے تحت داخل ہے اور منہ اور ہاتھوں کی طرح پاؤں کا دھونا بھی فرض ہے۔ ایک قرأت میں وَاَرْجُلِكُمْ لام کی زیر سے وارد ہے۔ اس سے شیعوں نے یہ مسئلہ نکالا کہ جر کی حالت میں اس کا عطف رُءُوْسِكُمْ پر ہے اس لئے سر کی طرح پاؤں کا بھی مسح ہی فرض ہے دھونا فرض نہیں۔ اس کے دو جواب ہیں (۱) ارجلکم قرأت جر کی صورت میں بھی اصل میں منصوب ہے۔ اور اسکا عطف

وجوھکم پہ ہے دونوں سکتیں نہیں ہے اور ارجلکم کی جر جر جوار ہے۔ یعنی دونوں سکتوں کے ساتھ واقع ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو وجوھکم کا ہے یعنی دھونا۔ (۲) محققین کا مسلک یہ ہے کہ ایک ہی آیت میں دو مختلف قراءتیں دو مستقل آیتوں کے حکم میں ہوتی ہیں اور ہر آیت ایک جداگانہ مستقل حکم کو ثابت کرتی ہے اس آیت میں بھی چونکہ دو قراءتیں ہیں لہٰذا یہ دو آیتوں کے حکم میں ہوگی اور اس سے پاؤں کے بارے میں دو مختلف حکم ثابت ہو رہے ہیں۔ ایک پاؤں کو دھونے کا، دوسرا پاؤں پر مسح کرنے کا۔ یہ دونوں حکم متضاد ہیں اور ان میں جمع ممکن نہیں اس لئے ان دونوں حکموں کو دو مختلف حالتوں پر محمول کیا جائے گا۔ پہلی قرأت جو پاؤں کے دھونے کا حکم دے رہی ہے وہ اس حالت پر محمول ہے جب پاؤں موزوں میں ملبوس نہ ہوں اور دوسری قرأت جو پاؤں کے دھونے کا حکم دے رہی ہے وہ موزے پہنے ہوئے ہونے کی حالت پر محمول ہے اس طرح دونوں قراءتوں پر عمل ہو سکتا ہے فَاطَّهَّرُوْا مجرد کی جگہ باب تفعّل کا استعمال مبالغہ کے لئے ہے یعنی غسل جنابت میں مبالغہ کرو اور بدن کی ہر اس جگہ پر پانی پہنچاؤ جہاں پانی پہنچانے میں کوئی دقت نہ ہو ای فاغتسلوا علی اتم وجه (روح ج ۶ ص۷۷) اس طرح یہ آیت غسل جنابت میں مضمضہ (کلی کرنے) اور استنشاق (ناک میں پانی ڈالنے) کے وجوب پر نص ہے۔ کیونکہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے پر بلا دقت عمل ہو سکتا ہے۔ ۲۸ یہاں پر لفظ اَوْ بالکل اسی طرح ہے جس طرح سورۂ نساء میں آیت وضو میں وارد ہوا ہے اس کی پوری تحقیق سورۂ نساء میں ص۲۲۳ پر گذر چکی ہے ۲۹ امر مصلح کے بعد سورت کے ابتدائی مضمون یعنی اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ کا اعادہ فرمایا پہلے بطور تمہید اپنی نعمت کی یاد دہانی کرائی۔ نعمت سے نعمت اسلام مراد ہے۔ وھی نعمة الاسلام (روح ج ۶ ص۸۳ ابو السعود ج ۳ ص۵۳) اسلام اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے کیونکہ تمام بنی آدم کی دینی اور دنیوی بہبود اور بہتری اسی سے وابستہ ہے وَمِيْثَاقَهُ الخ اس سے وہی عہد و میثاق مراد ہے جو ہر مسلمان اللہ کے حدود و احکام اس کے فرائض و واجبات اور اس کے حلال و حرام کو بجا لانے کے لئے اللہ سے باندھتا ہے۔ یہ آیت قرینہ ہے کہ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ سے تمام احکام و حدود کی پابندی مراد ہے۔ ۳۰ یہ بھی پہلے مضمون کا اعادہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے عقود و حقوق کو اپنی امکانی طاقت کے مطابق بجا لانے کی کوشش کرو۔ عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑو اور بغض و عداوت کی بنا پر حق و انصاف سے روگردانی مت کرو۔ اس میں وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ کے مضمون کا اعادہ ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الخ احکام و حدود بیان کرنے کے بعد ان لوگوں کو اخروی بشارت دی گئی جو ان کو بجا لائیں گے اور اللہ کی حدود کو قائم کریں گے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ یہ ان لوگوں کیلئے وعید اور تخویف اخروی ہے جو اللہ کے احکام کو پامال کریں۔ اور اس کی حدود کو توڑیں۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ

۲۷ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ۲۸ یا کوئی تم میں آیا ہے

مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا

جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے تو پھر نہ پاؤ تم

مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ

پانی تو قصد کرو مٹی پاک کا اور مل لو اپنے منہ

وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ

اور ہاتھ اس سے اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر

مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ

تنگی کرے لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور پورا کرے

نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاذْكُرُوْا

اپنا احسان تم پر تاکہ تم احسان مانو اور یاد کرو

نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ

احسان اللہ کا ۲۹ اپنے اوپر اور عہد اس کا جو تم سے ٹھہرایا تھا

اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ

جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مانا ف۲ اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ خوب جانتا ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا

دلوں کی بات ف۱ اے ایمان والو ۳۰ کھڑے

قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ

ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم کی

شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ

دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے

موضح قرآن ف اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو یاد دلا دیا کرتا ہے کہ میرے عہد پر قائم رہو اسی طرح ہم کو تقید فرمایا کہ عہد یاد رکھو وہ عہد یہ ہے کہ جب لوگ مسلمان ہوتے تو حضرت سے بیعت کرتے یعنی ہاتھ پکڑ کر قول دیتے بہت چیزوں کے کرنیکا جیسے پانچ نمازیں اور روزہ رمضان اور زکوٰۃ اور حج اور خیر خواہی ہر مسلمان کی اور بہت چیزیں چھوڑنے پر جیسے خون اور زنا اور چوری اور تہمت لگانی بے گناہ کو اور سردار سے مخالفت کرنی اسی عہد پر فرمایا کہ قائم رہو۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی جامع کردہ باشید و نزدیک شافعی رحمہ دست رسانیدن زن ناقض وضو است واللہ اعلم ۱۲۔ ف۲ یعنی عہد یکہ وقت بیعت بستید۔ واللہ اعلم ۱۲

لاسے حکم سابق کا دوبارہ اعادہ ہے اللہ کا انعام یاد رکھو اور آمر بالقسط بنو، عدل وانصاف کی راہ پر چلو۔ اللہ سے کئے ہوئے تمام عہد پورے کرو اور شعائر اللہ کی بے حرمتی کرنے والوں کو بیحرمتی مت کرنے دو اگر یہودیوں سے جو شعائر اللہ کی بے حرمتی کرتے ہیں تمہیں کچھ ڈر خطرہ ہو تو اس کی پرواہ نہ کرو اور اسے خاطر میں نہ لاؤ۔ اللہ سے ڈرو، اس کی نافرمانی سے بچو اور اس پر بھروسہ رکھو جس طرح اس نے ایک موقعہ پر کافروں کے حملے اور ان کی شرارت سے تمہیں محفوظ رکھا وہ اب بھی یہودیوں کی شرارت سے تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ یہ ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے حضرت جابر رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کے ساتھ مقام عسفان میں نمازِ ظہر ادا کی تو یہ دیکھ کر مشرکین کو افسوس ہوا کہ کیوں نہ انہوں نے بحالت نماز ان پر حملہ کرکے انہیں ختم کر دیا اس کے بعد انہوں نے منصوبہ بنایا کہ جب وہ نمازِ عصر کی حالت میں ان پر حملہ کریں گے اللہ تعالےٰ نے نمازِ خوف کا حکم نازل فرما کر ان کے منصوبے کو خاک میں ملا دیا (روح ج ٦ ص٨٦ مظہری ج ٣ ص٦٢) ایمان والوں کو خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ یہود ونصاریٰ کی طرف سے دل میں کوئی خطرہ یا ڈر نہ رکھنا چاہیئے۔ یہود پر ہم نے لعنت و ذلت مسلط کر دی ہے اور نصاریٰ میں پھوٹ ڈال دی ہے اب وہ تم سے جنگ نہیں کر سکیں گے۔

٣٢ ابتدائے سورت میں ایفائے عقود اور اسلام کے حدود و احکام کی پابندی کا حکم دیا اس کے بعد تحلیل و تحریم کی کچھ حدود بیان فرمائیں اور آخر میں ماننے والوں اور مذکورہ عہود پورا کرنے والوں کو اخروی بشارت اور نہ ماننے والوں اور نقضِ عہد کرنے والوں کو اخروی عذاب کی وعید سنائی۔ اب یہاں سے نقضِ عہد (عہد توڑنے) کی سزا کے دو نمونے بیان فرمائے تاکہ مسلمان ان سے عبرت حاصل کریں اور نقضِ عہد سے بچیں پہلے بنی اسرائیل (یہود) سے عہد لینے کا ذکر فرمایا۔ میثاق سے یہاں اللہ کی توحید کو قائم کرنے، شرک سے بچنے اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے اور اس کے احکام کی پیروی کرنے کا عہد مراد ہے اس کی طرف لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ الخ میں اشارہ ہے۔ ومعنی الاٰیۃ ان اللّٰہ اخذ میثاقہم ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئا وان یعملوا بما فی التوراۃ من الاحکام والتکالیف (خازن ج ٢ ص٢١) وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ الخ نقیب کے معنی قوم کے سردار اور قوم کی طرف سے ذمہ داری اٹھانے والے کے ہیں۔ النقیب کبیر القوم (قرطبی ج ٦ ص١١٢) قال ابن عباس النقیب الضمین (خازن) اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے ہر قبیلے کا ایک سردار منتخب کریں اور ہر سردار کے ذریعے اس کے قبیلے سے مذکورہ بالا عہد و پیمان کی پابندی کرائیں۔ امر جل شانہ موسیٰ علیہ السلام ان یاخذ من کل سبط کفیلا علیہم بالوفاء فیما امروا بہ فاخذ علیہم المیثاق الخ (روح ج ٦ ص٨٥)

لِلتَّقْوٰى ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا
تقویٰ سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ کو خوب خبر ہے جو تم
تَعْمَلُوْنَ ﴿٨﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
کرتے ہو ف١ وعدہ کیا اللہ نے ایمان والوں سے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ
اور جو نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کے واسطے بخشش اور بڑا
عَظِيْمٌ ﴿٩﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا
ثواب ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور جھٹلائیں
بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿١٠﴾ يٰٓاَيُّهَا
ہماری آیتیں وہ ہیں دوزخ والے اے ٣١
الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
ایمان والو یاد رکھو احسان اللہ کا اپنے اوپر
اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ
جب قصد کیا لوگوں نے کہ تم پر ہاتھ چلاویں ف٢
فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط
پھر روک دئے تم سے ان کے ہاتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١١﴾ وَ
اور اللہ ہی پر چاہیئے بھروسہ ایمان والوں کو ف٣ اور
لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ج
لے چکا ہے اللہ عہد ٣٢ بنی اسرائیل سے
وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ط وَقَالَ
اور مقرر کئے ہم نے ان میں بارہ سردار اور کہا

ع ٢ ٦

مر۔ عہد و پیمان پورا کرنے والوں اور وامرین بالقسط کیلئے بشارت اخروی ہے۔ عہد توڑنے والوں اور کافروں کیلئے تخویف اخروی ہے یعنی وعدے سے پورے کرو اور بے حرمتی کرنے والوں کو بے حرمتی نہ کرنے دو اور ان سے نہ ڈرو۔ اگر ڈرتے ہی ہو تو اللہ سے ڈرو

اللہ پر بھروسہ کرو جس طرح پہلے اس نے تمہیں بچایا اسی طرح آئندہ بھی تمہاری حفاظت کرے گا۔ نقضِ عہد کے دو نمونوں میں سے پہلا نمونہ یعنی جس طرح یہود نے نقضِ عہد اور ترک احکام کی وجہ سے سزائیں پائیں اگر تم بھی نقضِ عہد کرو گے تو تمہیں بھی اسی صورت میں ویسی ہی سزائیں دی جائیں گی

موضح قرآن ف١ اکثر کافروں نے مسلمانوں سے بڑی دشمنی کی تھی پیچھے مسلمان ہوئے تو فرمایا کہ ان سے وہ دشمنی نہ نکالو اور ہر جگہ یہی حکم ہے حق بات میں دوست اور دشمن برابر ہے۔

فتح الرحمٰن ف٢ مترجم گوید ایں معجزہ چند نوبت متحقق شد از انجملہ آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتقریبی بمحلہ یہود رفتہ بودند شخصی از ایشاں خواست کہ سنگی بالائے آنحضرت افگند خدائے تعالےٰ دست آں شخص بند کرد۔ و از انجملہ آنست کہ کفارِ قریش در حدیبیہ زجنگ باز ایستادند بعد از آنکہ داعیۂ جنگ داشتند و از انجملہ آنست کہ یکے از یارانِ مسیلمہ کذّاب ستر رازی خواست خدائے تعالےٰ دست او را کرخت ساخت۔ ١٢ ف٣ یعنی قتال کنند۔ واللہ اعلم ١٢۔

ف۳۳ معیت سے یہاں مراد معیّت معنوی ہے اسمیں خطاب نقباء سے ہے یا تمام بنی اسرائیل سے یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں تمہارے افعال کو دیکھتا اور تمہارے اقوال کو سنتا ہوں اگر تم عہد پورا کرو گے تو میری حمایت اور تائید و نصرت تمہارے ساتھ ہو گی اور اگر نقضِ عہد کرو گے تو میں سزا دینے پر بھی قادر ہوں والمعنی انی معکم بالعلم والقدرة فاسمع کلامکم وارٰی افعالکم واعلم ضمایرکم واقدر علی ایصال الجزاء الیکم (کبیر ج ۳ ص۱۸۶) ف۳۴ یہ جملہ شرطیہ ہے جو میثاقِ مذکور سے متعلق پانچ امور پر مشتمل ہے (۱) اگر تم نماز قائم کرو گے (۲) وَاٰتَيۡتُمُ الزَّكٰوةَ اور صدقاتِ واجبہ ادا کرو گے (۳) وَاٰمَنۡتُمۡ بِرُسُلِىۡ اور میرے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ گے (۴) وَعَزَّرۡتُمُوۡهُمۡ اور دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کرو گے اور انکا ساتھ دو گے (۵) وَاَقۡرَضۡتُمُ اللّٰهَ اور نفلی صدقات سے قوم کے غرباء کی امداد کرتے رہو گے لَّاُكَفِّرَنَّ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ یہ شرطِ مذکور کی جزاء ہے یعنی اگر تم مذکورہ احکام بجا لاؤ گے تو ہم اس کی جزاء دینگے کہ تمہارے گناہ معاف کر دینگے اور تمہیں جنت میں داخل کرینگے۔

اللّٰهُ اِنِّىۡ مَعَكُمۡ‌ؕ لَئِنۡ اَقَمۡتُمُ الصَّلٰوةَ

اللہ نے میں تمہارے ساتھ ہوں ۳۳ اگر تم قائم رکھو گے نماز ۳۴

وَاٰتَيۡتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنۡتُمۡ بِرُسُلِىۡ

اور دیتے رہو گے زکوٰۃ اور یقین لاؤ گے میرے رسولوں پر

وَعَزَّرۡتُمُوۡهُمۡ وَاَقۡرَضۡتُمُ اللّٰهَ قَرۡضًا

اور مدد کرو گے ان کی اور قرض دو گے اللہ کو اچھی طرح

حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَ

کا قرض ولے تو البتہ دور کرونگا میں تم سے گناہ تمہارے اور

لَاُدۡخِلَنَّكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ‌ۚ فَمَنۡ

داخل کرونگا تم کو باغوں میں کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں پھر جوکوئی

كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ مِنۡكُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ

کافر ہوا تم میں سے اس کے بعد ۳۵ تو وہ بیشک گمراہ ہوا سیدھے

السَّبِيۡلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّيۡثَاقَهُمۡ لَعَنّٰهُمۡ

راستہ سے ف۱ سو ان کے عہد توڑنے پر ۳۶ ہم نے ان پر لعنت کی

وَجَعَلۡنَا قُلُوۡبَهُمۡ قٰسِيَةً‌ ۚ يُحَرِّفُوۡنَ

اور کر دیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت پھیرتے ہیں

الۡـكَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ‌ ۙ وَنَسُوۡا حَظًّا

کلام کو اس کے ٹھکانے سے اور بھول گئے نفع اٹھانا

مِّمَّا ذُكِّرُوۡا بِهٖ‌ ۚ وَلَا تَزَالُ

اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی اور ہمیشہ تو

تَطَّلِعُ عَلٰى خَآٮِٕنَةٍ مِّنۡهُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ

مطلع ہوتا رہتا ہے ان کی کسی دغا پر مگر ۳۷ تھوڑے لوگ ان میں سے

ف۳۵ جس نے اس مؤکد عہد اور پختہ میثاق کے بعد اسکی کسی ایک شق کو توڑ دیا تو وہ بلاشبہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا اور کھلی گمراہی میں جا پڑا اور اسکی کوئی معذرت قبول نہ ہوگی ف۳۶ اس سے پہلے دماج ہے ای فنقضوا عهد الله من بعد ميثاقه یعنی یہود نے اللہ سے پختہ عہد کرنیکے بعد اسے توڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے محض نقضِ عہد کیوجہ سے انکو حسبِ ذیل سزائیں دیں لَعَنّٰهُمۡ ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر کے ذلیل و خوار کر دیا وَجَعَلۡنَا قُلُوۡبَهُمۡ قٰسِيَةً اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا یہاں تک کہ ان سے قبولِ حق کی استعداد سلب کر لی کہ وہ حق بات کے لئے نرم نہ ہو سکیں يُحَرِّفُوۡنَ الۡكَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ یہ ماقبل کے لئے صفتِ کاشفہ ہے استئناف لبیان مرتبة قساوة قلوبهم فانه لا مرتبة اعظم مما ينشأ عنه الاجتراء على تحريف كلام رب العالمين والافتراء عليه عز وجل (روح ج ۶ ص۱۹) ان کے دلوں کی سیاہی اور سختی اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ رب العالمین کے کلام میں تحریف کرنے لگے اور اس پر بہتان باندھنے لگے۔ وَنَسُوۡا حَظًّا الخ نَسُوۡا بمعنی ترکوا ہے یعنی تورات میں جن احکام کی ان کو نصیحت کیگئی تھی ان کے معتدبہ حصے پر انہوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا یہ نقضِ عہدی کا وبال تھا کہ انکے عوام و خواص میں بدعملی پھیل گئی اور دین کی دولت بھی ہاتھ سے جاتی رہی وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنۡهُمۡ۔ خَآئِنَة بمعنی خیانت ہے یہ بھی نقضِ عہدی کا نتیجہ ہے کہ وہ ہر وقت دین میں خیانت اور غدر پر کمربستہ نظر آتے ہیں۔ اور خیانت و بدعہدی ان کی عادتِ مستمرہ بن چکی ہے اور وہ اس کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ غدر اور خیانت میں وہ بالکل اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں والمعنى ان الغدر والخيانة عادة مستمرة لهم ولاسلافهم كما يعلم من وصفهم بالتحريف وما معه الخ (روح ج ۶ ص۹۰) ای هذه عادتهم و ديدنهم معك وهم على مكان اسلافهم من خيانة الرسل وقتلهم الانبياء فهم لا يزالون يخونونك وينكثون عهودك ويظاهرون عليك اعداءك ويهمون بالفتك بك (بحر ج ۳ ص۴۴۴) موجودہ زمانہ کے علماء سوء میں مذکورہ بالا چاروں باتیں بطورِ اتم موجود ہیں ف۳۷ یہ ماقبل سے استثناء ہے اور اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان میں سے اسلام لے آئے اور اپنے سابقہ گناہوں تحریف اور خیانت و غدر وغیرہ سے تائب ہو گئے وهم عبد الله بن سلام واصحابه الذين اسلموا من اهل الكتاب (خازن جلد ۲ ص۲۳) فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ الخ عنهم کی ضمیر سے وہی لوگ مراد ہیں جنہیں ماقبل سے مستثنیٰ کیا گیا ہے یعنی مومنین اہلِ کتاب فرمایا ان سے درگذر کرو اور ان کے گذشتہ گناہوں اور انکی سابقہ خیانت و بدعہدی سے ان پر مواخذہ نہ کرو فاعف عن مؤمنيهم ولا تؤاخذهم بما سلف منهم (مدارک ج ۱ ص۲۱۱، بحر) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ یہ جملہ ماقبل کیلئے بمنزلہ تعلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے اس لئے آپ ان سے احسان اور حسنِ سلوک کا معاملہ فرمائیں۔ یہ نقضِ عہد کی سزا کا پہلا نمونہ تھا جس سے اہلِ اسلام کی تنبیہ مقصود ہے یعنی جس طرح یہود کو عہد توڑنے اور ہمارے احکام وعدد کو

موضح قرآن ف یہ بیان فرمایا بنی اسرائیل سے عہد لینے کا حضرت موسیٰ کی آخر عمر میں یہ قرار لئے ہیں۔ یہ سورۃ حضرت کی آخر عمر میں نازل ہوئی شاید ہم کو سنایا اسی واسطے کہ ہمکو بھی یہی تقید ہے ایک عہد اس امت سے تھا کہ رسول جو پیچھے پیدا ہو اسکی مدد کرو۔ اسکے بدل ہم سے یہ ہے کہ خلفاء کی اطاعت کرو یہ مذکور بارہ سرداروں کا یہاں فرمایا اسی اشارے کو کہ حضرت نے بتایا ہے میری امت میں بارہ خلیفے ہوں گے قوم قریش سے اور فرمایا ہے کہ جو خرابی ہوئی پہلی امت میں سو ہو گی تم میں۔ جیسے وہ خراب ہوئے پیغمبروں کی مخالفت سے یہ امت خراب ہوئی خلیفہ پر خروج کر کر۔

۳۸ وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓی الخ یہ نقضِ عہد کی سزا کا دوسرا نمونہ ہے یعنی ہم نے نصاریٰ میں عہد توڑنے کی وجہ سے عداوت ڈال دی اور ان کے دلوں میں باہمی بغض پیدا کر دیا۔ اگر تم بھی نقضِ عہد کرو گے تو تمہیں بھی یہی سزا ملے گی۔ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِہٖ جس طرح بنی اسرائیل سے توحید و رسالت اور دیگر احکام کی بجا آوری کا عہد لیا تھا اسی طرح نصاریٰ سے بھی لیا مگر انہوں نے بھی یہودیوں کی طرح عہد توڑا اور اللہ کے احکام کو پامال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی حالانکہ انجیل میں آپ پر ایمان لانے کا حکم تھا اور انہوں نے یہودیوں کی طرح انجیل میں تحریف بھی کی۔ ای فی التوحید والایمان بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم اذ ھو مکتوب فی الانجیل (فَنَسُوْا حَظًّا) وھو الایمان بمحمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ای لم یعملوا بما امروا بہ وجعلوا ذلک الھوی والتحریف سببًا للکفر بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم (قرطبی ج ۶ ص ۱۱۷)

۳۹ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَھُمُ الخ بینھم کی ضمیر نصاریٰ کے لئے ہے اور اس سے ان کے مختلف گروہ مراد ہیں مثلاً یعقوبیہ نسطوریہ اور ملکانیہ وغیرہ یعنی نصاریٰ نے ہمارا عہد و میثاق توڑ دیا تو ہم نے دنیا میں ان کو یہ سزا دی کہ انہیں مختلف فرقوں میں بانٹ دیا اور ان کے درمیان بغضاء و عداوت کی آگ بھڑکا دی جو قیامت تک باقی رہے گی۔ وَسَوْفَ یُنَبِّئُھُمُ اللّٰہُ بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ۔ نقضِ عہد کی سزا دنیا میں تو وہ تھی جو پہلے مذکور ہوئی یہاں اخروی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے یعنی انہوں نے جو بد عہدیاں اور خیانتیں کی ہیں آخرت میں بھی ان کی سخت سزا پائیں گے۔ ای فی القیامۃ بالجزاء والعقاب (مدارک ج ۱ ص ۲۱۴)

حضرت شیخ رحمہ نے فرمایا۔ یہود و نصاریٰ کی عہد شکنی پر ان کی سزا ذکر کرنے سے اہلِ اسلام کی تنبیہ مقصود ہے اگر انہوں نے نقضِ عہد کیا اللہ کے احکام سے سرتابی کی تو ان کو یہ تمام سزائیں دی جائیں گی جو یہود و نصاریٰ کو علیحدہ علیحدہ دی گئیں چنانچہ اب مسلمانوں کو نقضِ عہد کی سزا مل رہی ہے۔ وہ فرقوں میں بٹ چکے ہیں اور ان کے درمیان بغض و عداوت کی آگ شعلہ زن ہے۔ یہاں تک سورت کے پہلے حصے مضمون اول یعنی شرک فعلی کی نفی کا بیان ختم ہوا

فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳﴾

سو معاف کر اور درگذر کر ان سے اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو

وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓی اَخَذْنَا مِیْثَاقَھُمْ

اور وہ جو ۳۸ کہتے ہیں اپنے کو نصاریٰ ان سے بھی لیا تھا ہم نے عہد ان کا

فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِہٖ ۠ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَھُمُ

پھر بھول گئے نفع اٹھانا اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی پھر ہم نے لگا دی آپس میں ان کے

الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ؕ وَسَوْفَ

دشمنی اور کینہ ۳۹ قیامت کے دن تک اور آخر

یُنَبِّئُھُمُ اللّٰہُ بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ

جتا دے گا ان کو اللہ جو کچھ کرتے تھے ۴۰ اے کتاب والو ۴۱

قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ

آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی چیزیں جو تم

تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ؕ قَدْ جَآءَکُمْ

چھپاتے تھے کتاب میں سے اور درگذر کرتا ہے بہت چیزوں سے بیشک آئی ہے تمہارے

مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ

پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر کرنے والی ۴۲ جس سے اللہ ہدایت کرتا ہے

مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ

اس کو جو تابع ہوا اس کی رضا کا سلامتی کی راہیں اور ان کو نکالتا ہے

الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ

اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور ان کو چلاتا ہے سیدھی

مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۶﴾ لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ

راہ بے شک کافر ہوئے ۴۳ جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی

حصہ اوّل مضمون ثانی

شرک اعتقادی یا شرک فی التصرف کی نفی

۴۰ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ الخ یہاں سے پہلے حصے کے دوسرے (شرک فی التصرف کی نفی) کا بیان شروع ہوتا ہے۔ پہلے بطور تمہید اہلِ کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کی ترغیب دی۔ اہلِ کتاب سے یہاں یہود و نصاریٰ دونوں فریق مراد ہیں۔ اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف بیان فرمائے۔ اول یُبَیِّنُ لَکُمْ الخ یعنی تورات و انجیل کی بہت سی باتیں جنہیں تم چھپاتے ہو وہ انہیں کھول کر بیان کرتا ہے۔ دوم وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ اور بہت سی باتوں سے درگذر کرتا ہے یعنی جن مسائل کو تم چھپاتے ہو ان میں سے بہت سے مسائل ایسے ہیں جنہیں وہ ظاہر نہیں کرتا کیونکہ ان کے اظہار میں دین کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ اہلِ کتاب کو معلوم ہو جائے کہ ان کی چوریوں اور خیانتوں کا پیغمبر علیہ السلام کو علم ہے تاکہ وہ رسوائی سے بچنے کے لئے حق کو چھپانا اور تورات و انجیل میں خیانت کرنا چھوڑ دیں۔ ۴۱ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ۔ اس آیت میں نور سے مراد کتاب مبین یعنی قرآن مجید ہے اور عطف تفسیری ہے۔ والمراد بہ وبقولہ کتاب مبین القراٰن لما فیہ من کشف ظلمات الشرک والشک وابانۃ ما خفی علی الناس من الحق والاعجاز البین والعطف لتنزیل المغایرۃ بالعنوان منزلۃ المغایرۃ بالذات (ابو السعود ج ۳ ص ۳۴۵) یعنی نور اور کتاب سے قرآن مراد ہے کیونکہ اس سے شرک و شبہات

موضح قرآن ؎ اس سے معلوم ہوا کہ جب اللہ کے کلام سے اثر پکڑنا اور حکم شرع پر محبت سے قائم رہنا چھوٹ جاوے اور رفتہ رفتہ مذہب کا جھگڑا اور حمیت رہ جاوے تو راہ سے بہکے ۱۲

کے اندھیرے دور ہوتے ہیں اور لوگوں پر حق واضح ہوتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ معطوف علیہ اور معطوف میں تغایر ضروری ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تغایر فی العنوان کافی ہے۔ اس کے بعد کتاب کی تین صفتیں بیان فرمائیں۔ اوّل یَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ الخ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ۔ یَهْدِیْ کا مفعول اوّل ہے۔ اور سُبُلَ السَّلٰمِ اس کا مفعول ثانی ہے۔ جو لوگ اللہ کی رضامندی کے متلاشی ہیں ان کو وہ اس کتاب کے ذریعہ سلامتی کی راہوں تک پہنچا دیتا ہے جن پر چل کر وہ اللہ کی رضا حاصل کر سکتے ہیں۔ دوئم وَیُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اور اپنی توفیق اور تائید سے ان کو شرک و گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر توحید و ہدایت کی روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ سوئم۔ وَیَهْدِیْهِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور ان کو صراط مستقیم (سیدھی راہ) دکھاتا ہے جس پر تمام انبیاء علیہم السلام خود گامزن رہے اور جس کی طرف اپنی امتوں کو دعوت دیتے رہے۔

لفظ نور کی تحقیق

بعض لوگ جو علم و دیانت سے بے بہرہ ہیں اور قرآن مجید کو اپنی تحریفات کا نشانہ بنانا ہی جن کا سرمایۂ دین ہے کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ بشر نہیں ہیں اور آپ کے جسد اطہر کا سایہ نہیں تھا کیونکہ بشریت اور نور میں تضاد ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اس کے دو جواب ہیں۔ **پہلا جواب** - اس آیت میں نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد نہیں بلکہ اس سے قرآن مجید مراد ہے۔ جیسا کہ سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے ہمارے پاس دو ہی چیزیں آئی ہیں۔ ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوم قرآن مجید۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا ذکر اس سے قبل یٰۤاَهْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا سے فرمایا اور دوسری چیز یعنی قرآن مجید کا ذکر قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ سے فرمایا کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ کا عطف نُوْرٌ پر عطف تفسیری ہے۔ متعدد مفسرین نے اس کی صراحت کی ہے۔ مفسر ابو السعود کا حوالہ پہلے گذر چکا ہے۔ امام نسفی حنفی فرماتے ہیں یرید القرآن لکشفه ظلمات الشرك والشك ولابانته ما كان خافيا على الناس من الحق (مدارک ج ۱ ص ۲۱۱) قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں وجاز ان یکون العطف تفسیریا وسمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم والقرآن نورًا لکونهما کاشفین لظلمات الکفر (مظہری ج ۳ ص ۶۶) کذا فی البحر ج ۳ ص ۴۴۸ وغیرہ) جیسا کہ سورہ حدید ع ۳ میں فرمایا وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ یہاں بھی عطف تفسیری ہے اور المیزان سے الکتاب ہی مراد ہے۔ اور اگر واؤ کو عاطفہ ہی قرار دیا جائے تو اس صورت میں وہ ایک ہی چیز (قرآن) کے دو متغایر وصف (نور اور کتاب مبین) بیان کرنے کے لئے ہوگی۔ قرآن نور ہے کیونکہ اس سے کفر و شرک اور شکوک و شبہات کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔ نیز وہ کتاب مبین ہے یعنی حق و باطل کو اس طرح کھول کر بیان کرتی ہے کہ ہر شخص بخوبی ان میں امتیاز کر سکتا ہے۔ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے کئی بار نور سے تعبیر فرمایا۔ مثلاً ارشاد ہے۔ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (نساء ع ۲۴) اسی طرح سورۂ تغابن ع ۱ میں فرمایا فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا۔ ان دونوں آیتوں میں نور سے لامحالہ قرآن مجید ہی مراد ہے۔

دوسرا جواب :- اگر سیاق و سباق کے خلاف اس آیت میں نور سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی مراد لی جائے تو بھی ان کا مطلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ نہ اس سے آپ کی بشریت کا انکار ثابت ہوتا ہے نہ آپ کے سایہ کی نفی ہوتی ہے کیونکہ لفظ نور کا آپ کی ذات اقدس پر اطلاق بطور تشبیہ و استعارہ ہے جس سے آپ کی شان رہنمائی اور وصف ہدایت کو نمایاں کرنا مقصود ہے جس طرح نور (روشنی) سے اندھیرا زائل ہو جاتا ہے اور ہر چیز صاف نظر آنے لگتی ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات سے کفر و شرک اور ضلالات و جہالت کے اندھیرے دور ہوتے ہیں اور صراط مستقیم صاف صاف دکھائی دینے لگتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اس لئے نہیں فرمایا کہ آپ کی ذات نور ہے بشر نہیں ہے بلکہ آپ کو نور اس لئے فرمایا کہ آپ کی صفت نور ہے۔ آپ کے ذریعے کفر و شرک کا اندھیرا دور ہوا اور راہِ حق واضح ہوئی جیسا کہ مفسرین کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ علامہ خازن لکھتے ہیں یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم انما سماہ نورًا لانه یهتدی به كما یهتدی بالنور فی الظلام (خازن ج ۲ ص ۲۱) امام نسفی فرماتے ہیں او النور محمد علیه السلام لانه یهتدی به كما یهتدی بالنور فی الظلام كما سمی سراجًا (مدارک ج ۱ ص ۲۱۱) تفسیر مظہری کا حوالہ پہلے گذر چکا ہے۔ جن مفسرین نے نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد لی ہے ان میں سے کسی نے بھی اس سے آپ کی بشریت یا آپ کے سایہ کی نفی پر استدلال نہیں کیا بلکہ سب نے اس اطلاق کو استعارہ قرار دے کر اس سے نور ہدایت یعنی ہدایت کی روشنی مراد لی ہے۔ ۱۲ لَقَدْ کَفَرَ الخ یٰۤاَهْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا الخ سے متعلق ہے۔ اے اہل کتاب ہمارا آخری رسول تمہارے پاس آچکا ہے جو ان سچی باتوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے جنہیں تم چھپاتے تھے۔ من جملہ ان کے ایک بات یہ بھی کہ جو لوگ غیر خدا مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ عین خدا ہے اور اللہ تعالیٰ حضرت مسیح میں حلول کئے ہوئے ہے یا اللہ تعالیٰ نے بشکل مسیح دنیا میں آیا ہے (شاہ عبد القادر) ایسے لوگ یقیناً بلاشبہ کافر ہیں۔ یہ ان عیسائیوں کے خیال کا رد ہے جو حضرت مسیح میں اللہ تعالیٰ کے حلول کے قائل ہیں یعنی یعقوبی فرقہ (روح جلد ۶ ص ۹۹) لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں اس سے اتحاد ذات مراد نہیں بلکہ اتحاد صفات مراد ہے یعنی عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صفات کارسازی (صفات ربوبیت) میں خدائے تعالیٰ کا شریک سمجھ رکھا تھا۔ وہ حضرت مسیح کو غیب دان، مافوق الاسباب متصرف و مختار مانتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے خدائی اختیارات دے رکھے ہیں اور وہ حاجت روائی اور مشکلکشائی کے لئے غائبانہ طور پر ان کو پکارتے تھے۔ یہ عقیدہ اور عمل صریح شرک تھا اس لئے ایسے لوگوں کے کافر ہونے کا تاکید سے اعلان فرمایا۔ اس آیت کا مابعد حضرت شیخ قدس سرہ کے بیان کردہ مفہوم کی تائید کرتا ہے۔ اس آیت کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ مسلمانوں سے فرمایا۔ یہود و نصاریٰ سے مت ڈرو جن کو ہم نے ذلیل کر دیا ہے اور جن کے درمیان ہم نے عداوت ڈال دی ہے بلکہ ان سے صاف کہہ دو کہ تم کافر و مشرک ہو۔ ۱۳ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِکُ الخ یہ نصاریٰ کے مذکورہ بالا کفریہ عقیدے کے ابطال پر عقلی دلیل ہے یعنی اِلٰه (معبود) تو صرف وہی ہو سکتا ہے جس کی قدرت کامل ہو اور جس کے اختیارات ہر چیز پر حاوی ہوں۔ حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہما السلام جن کو عیسائی معبود مانتے ہیں وہ خدا کے سامنے بالکل عاجز اور بے بس ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اور ان کے ساتھ ساری مخلوق کو ہلاک کرنا چاہے اور انہیں موت کی نیند سلا دینا چاہے تو وہ خود تو کیا دنیا کی کوئی طاقت انہیں موت سے نہیں بچا سکتی۔ جو خود اس قدر بے بس ہیں کہ اپنی ذات سے بھی کوئی تکلیف دور نہیں کر سکتے وہ دوسروں کی کیا کارسازی کریں گے۔ بعض مفسرین نے اس آیت سے حیات مسیح علیہ السلام پر استدلال کیا ہے کیونکہ اِنْ اَرَادَ میں اِنْ کا وقوع ہے جو مستقبل میں وقوع جزا پر دلالت کرتا ہے لیکن اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس سے تو حضرت مریم کی حیات بھی ثابت ہو جائے گی تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اُمَّهٗ سے پہلے وَقْتَ اَهْلَکَ مقدر ہے لیکن تمام تکلفات بارد ہیں۔ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کا حیات و ممات حضرت مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔ اس آیت کا موضوع مسیح اور ان کی والدہ

کی الوہیت کی نفی ہے اور وَاُمَّہٗ میں واؤ عاطفہ نہیں بلکہ بمعنی مع ہے اور اُمَّہٗ مفعول معہ ہے۔ عطف کی صورت میں فعل کا تعلق معطوف علیہ و معطوف دونوں سے مستقل طور پر ہوتا ہے مگر مفعول معہ کی صورت میں مفعول بہ اور مفعول معہ دونوں کے مجموعے سے فعل متعلق ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ فعل دونوں سے فرداً فرداً بھی متعلق ہے یا نہیں تو اس ترکیب کو اس سے بحث نہیں ہوتی۔ یہ چیز خارجی قرائن اور دلائل سے ثابت ہوگی۔ اسی طرح یہاں اہلاک کا تعلق مسیح اور امہ اور مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ کے مجموعے سے ہے۔ رہی یہ بات کہ اہلاک تینوں سے فرداً فرداً خارج میں متعلق ہے یا نہیں تو اس کی یہاں بحث نہیں ہے۔ یہ حضرت شیخ القرآن کے خصوصی جواہر پاروں میں سے ہے۔ ۴۴ وَلِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ الخ مبتدا پر خبر کی تقدیم افادۂ حصر کے لئے ہے۔ یعنی آسمانوں اور زمین کے تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں وہی ہر چیز کا مالک ہے نہ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ اور مشرکین کے دوسرے مزعومہ معبودین۔ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ حضرت مسیح اور ان کی والدہ میں یہ صفت موجود نہیں وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ ہر چیز پر قدرت بھی اللہ ہی کو ہے حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو نہیں تو پھر وہ معبود کیسے بن سکتے ہیں۔ چونکہ ابتداء کلام میں حصر ہے اس لئے باقی دو حصوں میں بھی حصر ہوگا۔ تفصیل کے لئے مقدمہ تفسیر جواہر القرآن ص۱ ملاحظہ کیجئے۔ ۴۵ وَقَالَتِ الۡیَہُوۡدُ وَالنَّصٰرٰی الخ یہ یہود و نصاریٰ کے ان علماء اور رو دیشوں پر شکوہ ہے جو خود بھی مشرک تھے اور عوام کو بھی شرک سکھاتے تھے۔ ایک طرف تو وہ حضرت عزیر، حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہم السلام کو خدا کے شریک ٹھہراتے ہیں دوسری طرف عوام اور جہلائے قوم کے دلوں پر اپنے تقدس کا سکہ بٹھانے کے لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ وہ لوگ حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہما السلام کو الوہیت کا درجہ دیکر اپنے لئے بھی وہی مقام حاصل کرنا چاہتے تھے جیسا کہ آج کل کے گدی نشین اور پیر حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، شیخ عبدالقادر اور دیگر اولیاء کو الوہیت کا درجہ دے کر خود بھی وہی مقام حاصل کرنے کے لئے یہود و نصاریٰ کے مشرک احبار و رہبان کی طرح بے سروپا دعاوی کرتے ہیں۔ قُلۡ فَلِمَ یُعَذِّبُکُمۡ الخ یہ شکوہ کا جواب ہے اور یہود و نصاریٰ کے دعویٰ کے غلط اور جھوٹا ہونے پر برہان قاطع ہے۔ فرمایا اگر واقعی تم اللہ کے پیارے اور محبوب ہو تو وہ تمہیں آخرت میں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیگا۔ جیسا کہ تمہارا اپنا اقرار ہے۔ لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدَۃً۔ اگر تم اللہ کے محبوب ہوتے تو وہ تمہیں عذاب نہ دیتا۔ کیونکہ محب اپنے محبوب کو عذاب نہیں دیتا۔ ۴۶ بَلۡ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ الخ بلکہ تم بھی اللہ کی دوسری مخلوق کی طرح ہو جس طرح دوسرے انسانوں پر اللہ کا قانون جزا و سزا لاگو ہے اسی طرح تم پر بھی ہے۔ وہ جسے چاہے معاف کرے اور جسے چاہے سزا دے۔ اس کا قانون یہ ہے کہ وہ مومنوں کو معاف کریگا اور کفار و مشرکین کو سزا دیگا۔ یہ دونوں فریق خواہ کسی خاندان اور قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں وَلِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ الخ یہ یہود و نصاریٰ کے قول باطل کے رد کا اعادہ اور اس کا تتمہ ہے۔ یعنی زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی ملک میں ہے اور تمام اختیارات بھی اسی کے ہیں نہ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ اور احبار و رہبان کے۔ ۴۷ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ الخ یہ تجدید عہد کی وجہ سے یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ قَدۡ جَآءَکُمۡ الخ گذشتہ کا اعادہ ہے اور اس سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اہل کتاب کی اس قدر خباثتوں اور دینی خیانتوں اور غداریوں کے باوجود ان پر عذاب نازل کر کے ان کو ہلاک کیوں نہیں کر دیا گیا۔ فترۃ کے معنی انقطاع کے ہیں یعنی ہمارا رسول اس وقت آیا جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے بعد رسولوں کی آمد کا سلسلہ کئی صدیوں کے لئے منقطع ہو چکا تھا۔ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا یہاں اَنۡ سے پہلے لام تعلیل اور اَنۡ کے بعد لائے نفی مقدر ہے۔ اصل میں تھا لِئَلَّا تَقُوۡلُوۡا (روح ج۶ ص۱۰۱) جیسا کہ سورۂ نساء

اَلۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ ؕ قُلۡ فَمَنۡ یَّمۡلِکُ لَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ شَیۡئًا اِنۡ اَرَادَ اَنۡ یُّہۡلِکَ الۡمَسِیۡحَ ابۡنَ مَرۡیَمَ وَ اُمَّہٗ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ؕ وَ لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا ؕ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱۷﴾ وَ قَالَتِ الۡیَہُوۡدُ وَ النَّصٰرٰی نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰہِ وَ اَحِبَّآؤُہٗ ؕ قُلۡ فَلِمَ یُعَذِّبُکُمۡ بِذُنُوۡبِکُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ مِّمَّنۡ خَلَقَ ؕ یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا ۫ وَ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۸﴾ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ قَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمۡ عَلٰی فَتۡرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا

مسیح ہے مریم کا بیٹا ف۱ تو کہہ دے پھر کس کا بس چل سکتا ہے ۴۴ اللہ کے آگے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح مریم کے بیٹے کو اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سب کو اور اللہ ہی کیواسطے ہے سلطنت آسمانوں ۴۴ اور زمین کی اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے پیدا کرتا ہے جو چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۱ اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ ۴۵ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور اس کے پیارے ف۲ تو کہہ پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو تمہارے گناہوں پر کوئی نہیں بلکہ تم بھی ایک آدمی ہو اس کی مخلوق میں ۴۶ بخشے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ ہی کیلئے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور جو کچھ دونوں کے بیچ میں ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اے کتاب والو آیا ہے ۴۷ تمہارے پاس رسول ہمارا کھولتا ہے تم پر رسولوں کے انقطاع کے بعد ف۳ کبھی تم کہنے لگو کہ

منزل ۲

موضح قرآن ف۱ اللہ صاحب کسی جگہ نبیوں کے حق میں ایسی بات فرماتے ہیں تا ان کی امت ان کو بندگی کی حد سے زیادہ نہ چڑھا دیں ورنہ آں نبی اس لائق کا ہے کو ہیں ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی حلول کردہ در وے واللہ اعلم ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی خدا را پدر خود می گفتند واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید یعنی بعد عیسیٰ بجز پیغمبر ما ہیچ پیغمبر مبعوث نشد مدت میان ایشاں پانصد و شصت

کے آخر میں فرمایا یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اَنْ تَضِلُّوْا یہ اصل میں تھا لِئَلَّا تَضِلُّوْا۔ یہ جَآءَکُمْ کی علت ہے۔ حاصل معنٰی یہ کہ اے اہلِ کتاب ہمارا رسول تمہارے پاس آچکا ہے جو تمہارے سامنے حق کو کھول کر بیان کرتا ہے اور تمہارے تمام شکوک و شبہات کو دور کرتا ہے تاکہ جب تمہاری نافرمانیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے تم پر عذاب الٰہی آئے تو تم یہ عذر پیش نہ کر سکو کہ تمہارے پاس کوئی رسول نہیں آیا جو تمہارے سامنے دینِ حق کو واضح کرتا اور تمہیں دینِ حق قبول کرنے کی ترغیب دیتا ماننے والوں کو خوشخبری سناتا اور نہ ماننے والوں کو خدا کے عذاب سے ڈراتا۔ اب تمہارے پاس اللہ کا رسول آچکا اور اس نے تبلیغ حق کا فرض ادا کر دیا اس لئے اب اگر تم نہیں مانوگے تو تمہارا کوئی عذر قابلِ قبول نہیں اور نہ تمہارا جرم و گناہ قابلِ معافی ہوگا۔ ۴۸ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ یہ بھی سابق دلیل دعویٰ کا اعادہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہے نہ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ علیہما السلام

مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ ز فَقَدْ جَآءَکُمْ

ہمارے پاس نہ آیا کوئی خوشی یا ڈر سنانے والا سو آچکا تمہارے پاس

بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ ط وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۹﴾

خوشی اور ڈر سنانے والا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۴۸ ف

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ

اور جب کہا ۴۹ موسٰی نے اپنی قوم کو اے قوم یاد کرو احسان

اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ

اللہ کا اپنے اوپر جب پیدا کئے تم میں نبی اور کر دیا تم کو

مُّلُوْکًا ق وَّاٰتٰکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۰﴾

بادشاہ اور دیا تم کو جو نہیں دیا تھا کسی کو جہان میں ف۲

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَۃَ الَّتِیْ کَتَبَ

اے قوم داخل ہو ۵۰ زمین پاک میں جو مقرر کر دی ہے

اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا

اللہ نے تمہارے واسطے اور نہ لوٹو اپنی پیٹھ کی طرف پھر جا پڑوگے

خٰسِرِیْنَ ﴿۲۱﴾ قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّ فِیْہَا قَوْمًا

نقصان میں ف۳ بولے اے موسٰی ۵۱ وہاں ایک قوم ہے

جَبَّارِیْنَ ق صلے وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَہَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا

زبردست اور ہم ہرگز وہاں نہ جاویں گے یہاں تک کہ وہ نکل جاویں

مِنْہَا ج فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْہَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

اس میں سے پھر اگر وہ نکل جاویں گے اس میں سے تو ہم ضرور داخل ہوں گے

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ

کہا دو مردوں نے ف۲ اللہ سے ۵۲ ڈرنے والوں میں سے کہ خدا کی نوازش تھی

ع ۷ ۳

۴۹ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی الخ جہاد نہ کرنے کی صورت میں ذلت اٹھانے کا پہلا نمونہ۔ یعنی جب تم نے اہلِ کتاب کو ان کے شرک کا نہ عقائد کی بنا پر صاف صاف کافر کہہ دیا تو اب خاموشی سے نہیں بیٹھنا ہوگا بلکہ اب وہ تمہارے ساتھ جنگ کریں گے اور تمہیں بھی جواباً ان سے جہاد کرنا ہوگا۔ اگر تم نے اپنی جان کی حفاظت کیلئے ان سے جہاد نہ کیا اور خاموش بیٹھے رہے تو جس طرح بنی اسرائیل نے دشمن سے جہاد نہ کرنے کی وجہ سے ذلت اٹھائی تھی اسی طرح تم بھی ذلیل ہو جاؤگے ۵۰ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَۃَ الخ حضرت ابن عباس، ابن زید اور سدی کا قول ہے کہ ارضِ مقدسہ سے بیت المقدس مراد ہے اسے ارضِ مقدسہ (پاک زمین) اس لئے کہا گیا کہ وہ قدیم سے انبیاء کرام علیہم السلام کا مسکن چلا آرہا تھا اور شرک کی نجاست سے پاک تھا۔ ووصفت تلک الارض بذلک لانہا مطھرۃ من الشرک حیث جعلت مسکن الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام (روح ص۱۰۶ ج ۶) اَلَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما چکا ہے کہ وہ تمہارا مسکن ہوگا۔ کتب فی اللوح المحفوظ انہا مسکن لکم (مدارک ج ۱ ص۲۱۶) لیکن پیچھے نہ ہٹنا ورنہ دین و دنیا کا خسارہ اٹھاؤگے۔ ارضِ مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم حقیقت میں جہاد کا حکم تھا۔ کیونکہ اس پر ایک بڑی طاقتور کافر قوم قابض تھی جب تک اس قابض قوم سے جہاد کرکے وہ علاقہ اس سے واگذار نہ کرا لیا جاتا اس وقت تک بنی اسرائیل اس میں آرام و چین سے نہیں رہ سکتے تھے۔ ۵۱ قَالُوْا یٰمُوْسٰی الخ بنی اسرائیل نے موسٰی

موضح قرآن ف۱ حضرت عیسٰی کے بعد کوئی رسول نہ آیا تھا سو فرمایا کہ تم افسوس کرتے کہ ہم رسولوں کے وقت میں نہ ہوئے کہ تربیت ان کی پاتے۔ اب بعد مدت تم کو رسول کی صحبت میسر ہوئی غنیمت جانو اور اللہ قادر ہے اگر تم نہ قبول کروگے اور خلق کھڑی کر دیگا تم سے بہتر جیسے حضرت موسٰی کے ساتھ جہاد کرنا قبول نہ کیا ان کی قوم نے اللہ نے ان کو محروم کر دیا اوروں کے ہاتھ ملک شام فتح کروایا ۱۲ ف۲ حضرت ابراہیم اپنے باپ کا وطن چھوڑ نکلے اللہ کی راہ میں اور ملک شام میں آکر ٹھہرے اور مدت تک ان کو اولاد نہ ہوئی تب اللہ تعالیٰ نے ان کو بشارت فرمائی کہ تیری اولاد بہت پھیلاؤنگا اور زمین شام ان کو دونگا اور نبوت و دین اور کتاب و سلطنت ان میں رکھونگا پھر حضرت موسٰی کے وقت وہ وعدہ پورا کیا بنی اسرائیل کو فرعون کے بیگار سے خلاص کیا اور اس کو غرق کیا اور ان کو فرمایا کہ تم جہاد کر کے عمالقہ سے ملک شام چھین لو پھر ہمیشہ وہ ملک تمہارا ہے حضرت موسٰی نے بارہ شخص کو بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے پر سردار کیا تھا ان کو بھیجا کہ اس ملک کی خبر لاویں وہ خبر لائے تو ملک شام کی بہت خوبیاں بیان کیں اور وہاں مسلط تھے عمالقہ ان کی قوت و زور بھی بیان کیا حضرت موسٰی نے ان کو کہا کہ تم قوم کے پاس خوبی ملک بیان کرو اور قوت دشمن مت کہو ان میں دو شخص اس حکم پر رہے اور دس نہ رہے۔ قوم نے سنا تو نامردی کرنے لگے اور چاہا کہ پھر الٹے مصر جاویں اس تقصیر سے چالیس برس فتح شام کو دیر لگی اس قدر مدت جنگلوں میں پھرتے رہے جب اس قرن کے لوگ سب مر گئے مگر وہی دو شخص کہ وہی حضرت موسٰی کے بعد خلیفہ ہوئے انکے ہاتھ فتح

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی معجزات عظیم از فلق بحر و رفع طور واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی یوشع و کالب ۱۲

علیہ السلام کو جواب دیا کہ ارض مقدسہ پر تو ایک بڑی طاقتور اور جابر قوم عمالقہ کا قبضہ ہے ہم تو اس میں قدم بھی نہیں رکھینگے اور نہ ہم میں ان کے مقابلے کی تاب ہے۔ ہاں اگر وہ خود بخود ہی اس سرزمین کو خالی کر دیں اور نکل کر کہیں چلے جائیں تو ہم وہاں جانے کے لئے تیار ہیں۔ ۵۲ قَالَ رَجُلَانِ الخ رجلان سے یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا مراد ہیں یخافون کا مفعول محذوف ہے یعنی اللہ جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مذکورہ بالا بزدلانہ جواب دیا تو ان میں جو لوگ خدا ترس تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر جہاد کے لئے تیار تھے ان میں سے دو شخص یوشع اور کالب جن کو اللہ تعالیٰ نے رسوخ فی الایمان اور ثبات و استقلال کی نعمت سے نوازا تھا اور وہ زبان موسیٰ سے امداد خداوندی اور فتح و نصرت کے وعدے پر پورا پورا اعتماد رکھتے تھے ھٰذان رجلان ھما

یوشع بن نون و کالب بن یوقنا و کانا من الذین یخافون اللہ وانعم اللہ علیہما بالھدایۃ والثقۃ بعون اللہ والاعتماد علی نصرۃ اللہ (کبیر ج ۳ ص ۳۳۵) وہ بزدل و ناخدا ترس بنی اسرائیل کو نصیحت کرنے لگے کہ لوگو قوم عمالقہ کی طاقت و جبروت سے خوف مت کھاؤ اگر واقعی تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر بھروسہ کرو اور اس کا نام لیکر شہر کے دروازے سے اچانک دشمن پر حملہ کر دو یقیناً تم غالب آجاؤ گے اور فتح تمہاری ہوگی ان دونوں آدمیوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر ایمان چونکہ نہایت مضبوط تھا اور انہیں یقین تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی فتح و نصرت کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہوگا اس لئے انہوں نے پورے یقین اور اعتماد سے کہا کہ اگر تم جہاد کرو گے تو فتح یقیناً تمہاری ہوگی (کبیر) ۵۳ قَالُوْا یٰمُوْسٰی الخ ان دونوں کی باتوں کا بنی اسرائیل پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ انہوں نے ان کے وعظ و نصیحت کو کوئی اہمیت ہی نہ دی اور ان کو قابل خطاب بھی نہ سمجھا اور اپنی ضد پر اڑے رہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے وہی اپنا پہلا جواب دہرا دیا اور اس کے ساتھ مزید کہا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ الخ بعض مفسرین نے لفظ رب کو اس کے حقیقی مفہوم پر محمول کیا ہے یعنی تم اور تمہارا رب جائیں اور ان سے لڑیں ہم تو یہاں سے ہلیں گے بھی نہیں اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ تم جا کر ان سے لڑو اللہ تمہارا ساتھی ہوگا اور تمہارا ناصر و مددگار ہوگا۔ الوجہ فیہ ان یقال اذہب انت و ربك یعینك علی قتالك (مدارک ص ۲۱۳ ج ۱) ہم میں تو ان کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں یا انہوں نے یہ الفاظ اللہ اور اس کے رسول سے استہزاء اور استہانت کے طور پر کہے تھے وقالوا ذلك استھانۃ واستھزاءً بہ سبحانہ وبرسولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وعدم المبالاۃ بھما (روح ج ۶ ص ۱۰۸ وابو السعود ج ۳ ص ۵۵۲) یا رب سے مجازاً سردار یعنی حضرت ہارون علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے او وربك او وسیدك وھو اخوك الاکبر ھارون (مدارک) یعنی ہم تو جہاد کرنے سے رہے اور اگر تمہیں جہاد لازمی طور پر کرنا ہی ہے تو اپنے بھائی کے ساتھ ان سے جا کر لڑو۔ ۵۴ قَالَ رَبِّ الخ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کا

عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ

ان دو پر گھس جاؤ ان پر حملہ کر کے دروازہ میں پھر جب تم اس میں گھس جاؤ گے

فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ

تو تم ہی غالب ہوگے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر ہو تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا

یقین رکھتے ہو بولے اے موسیٰ ۵۳ ہم ہرگز نہ جاویں گے ساری عمر

مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا

جب تک وہ رہیں گے اس میں سو تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم

هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا

تو یہیں بیٹھے ہیں بولا اے رب میرے میرے اختیار میں نہیں ۵۴ مگر

نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

میری جان اور میرا بھائی سو جدائی کر دے تو ہم میں اور اس نافرمان قوم میں ف۱

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ

فرمایا تحقیق وہ زمین حرام کی گئی ہے ان پر ف۲ چالیس برس سر مارتے پھریں گے

فِى الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَ

ملک میں سو تو افسوس نہ کر نافرمان لوگوں پر ف۱ اور

اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا

سنا ان کو حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا ۵۶ جب نیاز کی دونوں نے کچھ نیاز

فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ

اور مقبول ہوئی ایک کی اور نہ مقبول ہوئی دوسرے کی ف۳ کہا

لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾

میں کو مار ڈالوں گا وہ بولا اللہ قبول کرتا ہے تو پرہیزگاروں سے ف۲

منزل ۲

گستاخانہ جواب سنا اور احکام ربانی سے ان کی بے اعتنائی اور بے رخی ملاحظہ فرمائی تو ان سے مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے لگے کہ اے اللہ اس سرکش اور متمرد قوم پر میرا کوئی بس اور زور نہیں چلتا اور وہ تیرے احکام کو نہایت حقارت آمیز طریق سے ٹھکرا رہے ہیں۔ مجھے تو بس اپنی ذات اور اپنے بھائی ہارون پر اختیار ہے اس لئے ہم حاضر ہیں۔ دعا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھ صرف حضرت ہارون علیہ السلام

موضح قرآن ف اہل کتاب کو یہ قصہ سنایا اس پر کہ اگر تم رفاقت نہ کرو گے پیغمبر کی تو یہ نعمت اوروں کے نصیب ہو گی آگے اسی پر قصہ سنایا ہابیل و قابیل کا کہ حسد مت کرو حسد والا مردود ہے ۱۲ ف حضرت آدم کی اولاد ہونے لگی ایک حمل میں دو شخص بیٹا اور بیٹی اس وقت میں بہن بھائی کا نکاح روا تھا ضرورت کو۔ حضرت آدم تو بھی احتیاط کرتے ایک حمل کے بھائی بہن نہ ملاتے۔ ایک بیٹی حضرت آدم ہابیل کو دینے لگے اسی کو قابیل لگا مانگنے۔ انہوں نے دونوں کی خاطر رکھی کہا تم دونوں اللہ کی نیاز کرو۔ ہابیل جو نبی کے حکم پر تھا اس کی نیاز غیب سے آتش آکر جلا گئی یعنی قبول ہوئی قابیل کی نیاز چھوڑ گئی قابیل نے حسد سے چاہا کہ ہابیل کو مار ڈالے۔ آخر مار ڈالا۔ اب تک جہاں خون ناحق ہوتا ہے اس پر بھی ایک وبال پڑتا ہے۔

فتح الرحمٰن ف یعنی حکم کردیم کہ آں زمین ممتنع نشوند چہل سال ۱۲ ف مترجم گوید یعنی ہابیل نیکو ترین گوسفندے نیاز برد و از غیب آتشے ظاہر شد بخورد و قابیل بدترین گندم پیش آورد آتش نیاز ش را قبول نہ کرد و ایں سبب حسد شد واللہ اعلم ۱۲

ہی کا ذکر کیا ہے حالانکہ یوشع اور کالب بھی مخلص اور فرمانبردار تھے ان کا ذکر نہیں کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا اخلاص چونکہ ان کی گفتگو سے ظاہر ہوچکا تھا اس لئے انہوں نے ان کے دوبارہ ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ یہ سرکش بنی اسرائیل پر بددعا ہے یعنی اے اللہ ہمارے اور ان کے درمیان جدائی ڈال دے اور ہمیں ان کی صحبت سے نجات عطا فرما یا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اور ان کے حق میں وہ فیصلہ فرمادے جس کے ہم اور وہ مستحق ہیں یعنی ذا فصل بیننا وبینہم بان تحکم لنا بما نستحق وتحکم علیہم بما یستحقون وھو فی معنی الدعاء علیہم ویحتمل ان یکون المراد خلصنا من صحبتہ۔

فـ۵ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ الخ یہ حضرت موسیٰؑ کی مناجات کا جواب ہے فرمایا ان کے تمرد و سرکشی کی وجہ سے ہم نے ان کو یہ سزا دی ہے کہ وہ اب چالیس سال تک ارض مقدسہ میں داخل نہیں ہوسکیں گے اور زمین میں ذلت و رسوائی کے ساتھ دربدر کے دھکے کھاتے پھریں گے۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ يَتِيْهُوْنَ کے معنی ہیں وہ بے عزت اور خوار رہیں گے یہ معنی نہیں کہ وہ چالیس سال جنگل میں گھومتے رہیں گے اور انہیں راستہ نہیں ملیگا جیسا کہ عام تفسیروں میں لکھا ہے کیونکہ اس جنگل کا طول چالیس میل اور عرض پندرہ میل سے کچھ زائد بیان کیا گیا ہے۔ پھر اسی میدان تیہ میں جب بنی اسرائیل نے غلے اور ترکاری کا مطالبہ کیا تو ان کو حکم دیا گیا اِهْبِطُوْا مِصْرًا یعنی کسی شہر میں چلے جاؤ جب انہیں راستہ نہیں ملتا تھا تو پھر مصر جانے کا حکم کیوں دیا گیا۔ مفسر خازن وغیرہ نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کی تعداد اس میدان میں چھ لاکھ تھی اور روزانہ ستر ہزار مرتے تھے یہ بھی کذب محض اور اسرائیلیات سے ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے تفسیر خازن کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ تفسیر کے لحاظ سے اچھی ہے لیکن واقعات کے اعتبار سے نصفہ من الاکاذیب یعنی اس کا نصف جھوٹ ہے کیونکہ وہ یہود کی بہت سی محض جھوٹی باتیں نقل کرتا ہے۔ بنی اسرائیل کی ذلت و رسوائی کا یہ واقعہ بیان کرکے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ اگر انہوں نے بھی دشمن کے مقابلے میں بزدلی دکھائی اور جہاد سے انکار کردیا تو وہ بھی ذلیل و خوار ہونگے فـ۵۶ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ الخ یہ دشمن کے مقابلے میں خاموش بیٹھ رہنے اور اس کے حملے کی مدافعت نہ کرنے کے نتیجے کا دوسرا نمونہ ہے۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام کے دو صلبی بیٹوں ہابیل اور قابیل کا واقعہ بیان فرمایا۔ قابیل نے ہابیل کو قتل کرنے کیلئے ہاتھ اٹھایا تو ہابیل نے اس کی مدافعت نہ کی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شہید کردیا گیا اس سے مسلمانوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ دشمن کے مقابلے میں خاموش مت بیٹھو دشمن کے مقابلے میں جہاد کرو۔ نہ خود مقتول ہو نہ دوسرے مسلمانوں کو قتل ہونے دو اگر تم نے دشمن سے جہاد نہ کیا اور خاموش بیٹھے رہے تو مارے جاؤ گے جس طرح ہابیل خاموشی کی وجہ سے قابیل کے ہاتھوں مارا گیا فـ۵۷ فَطَوَّعَتْ لَهٗ الخ یعنی نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر خوشی سے آمادہ کردیا اور اس کا قتل اس پر آسان اور سہل کردیا ای فسہلتہ لہ ووسعتہ (روح ج ۶ ص ۱۱۴) قابیل نے ہابیل کو کیوں قتل کیا اصل وجہ عداوت کیا تھی اس کے بارے میں صحیح وہی ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہابیل نے نہایت اعلیٰ درجہ کا مینڈھا اللہ کی نیاز میں دیا وہ قبول ہوگیا اور قابیل نے ردی قسم کا اناج اللہ کی نذر کیا وہ قبول نہ ہوا اس وجہ سے اس کے دل میں ہابیل کے خلاف حسد پیدا ہوگیا فـ۵۸ لِيُرِيَهٗ الخ اس میں لام تعلیلیہ نہیں بلکہ یہ لام عاقبت ہے یعنی ایک کوا اڑتا ہوا آیا اور قابیل کے سامنے زمین کریدنے لگا

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ

اگر تو ہاتھ چلاوے گا مجھ پر مارنے کو میں نہ ہاتھ چلاؤں گا

يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ

تجھ پر مارنے کو میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو پروردگار ہے

الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۸ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَ

سب جہان کا فـ۱ میں چاہتا ہوں کہ تو حاصل کرے میرا گناہ اور

اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا

اپنا گناہ پھر ہو جاوے تو دوزخ والوں میں اور یہی ہے سزا

الظّٰلِمِيْنَ ۝۲۹ ۚ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ

ظالموں کی فـ۲ پھر اس کو راضی کیا اس کے نفس نے فـ۵۷ خون پر اپنے بھائی کے

فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۳۰ فَبَعَثَ اللّٰهُ

پھر اس کو مار ڈالا سو ہوگیا نقصان اٹھانے والوں میں فـ۵ پھر بھیجا اللہ نے

غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ

ایک کوا جو کریدتا تھا زمین کو تاکہ اس کو دکھلاوے فـ۵۸ کس طرح چھپاتا

سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۭ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ

ہے لاش اپنے بھائی کی بولا اے افسوس مجھ سے اتنا نہ ہوسکا کہ ہوں

مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ

برابر اس کوے کے کہ میں چھپاؤں لاش اپنے بھائی کی پھر لگا

مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝۳۱ ڔ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰي

پچھتانے فـ۳ اسی سبب سے فـ۵۹ لکھا ہم نے

بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ

بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلا عوض جان کے

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

موضح قرآن فـ۱ اگر کوئی ناحق کسی کو مارنے لگے اس کو رخصت ہے کہ ظالم کو مارے اور اگر صبر کرے تو شہادت کا درجہ ہے فـ۲ یعنی تیرے گناہ عمر کے تجھ پر ثابت رہیں اور میرے خون کا گناہ چڑھے اور میری عمر کے گناہ اتریں فـ۳ اس سے پہلے کوئی انسان مرا نہ تھا کہ معلوم ہو مردے کا بدن کیا کرے قابیل ہابیل کو مار کر ڈرا کہ اس کا بدن پڑا رہیگا تو لوگ دیکھ کر مجھ کو پکڑینگے اس کو پوٹ باندھ کر لئے پھرا کئی روز آخر اللہ نے ایک کوا بھیجا اس نے زمین کو کریدا اس کو دکھا کر اس سے یہ سمجھا کہ اس کے بدن کو دفن کرنا چاہئے اور نقل ہیں یوں آیا ہے کہ ایک کوے نے زمین کرید کر دوسرے کوے مردے کو دفن کیا اس نے دفن بھی دیکھا اور بھائی کی خیر خواہی دوسرے بھائی کے حق میں بھی دیکھی تب اپنے فعل سے پشیمان ہوا۔

فتح الرحمن ف مترجم گوید بعد کشتن ندانست تا چہ گونہ دفن کند جثہ اورا بر پشت نہادہ می گشت واللہ اعلم ۱۲

جس کا نتیجہ اور انجام یہ ہوا کہ اسے اپنے مقتول بھائی کی نعش چھپانے کی ترکیب سوجھ گئی ورنہ کوا غیب دان نہیں تھا کہ ہابیل کے قتل کا اسے علم تھا اور نہ قابیل کو دفن کرنے کا طریقہ سکھانے آیا تھا لام عاقبت کے لئے قرآن مجید میں عام مستعمل ہے جیسا کہ قصص ع ۱ میں ہے فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا یہاں لِيَكُوْنَ میں لام عاقبت کے لئے ہے **ف٥٩** مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ضمیر علیہ سے یعنی خاموش بیٹھے رہنے کی وجہ سے كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۔ كَتَبْنَا کا مفعول محذوف ہے یعنی القتال یعنی خاموش بیٹھنے میں چونکہ ذلت ورسوائی ہے اس لئے ہم نے بنی اسرائیل کو دشمن سے قتال کا حکم دیا اور کہا کہ خاموش مت بیٹھو بلکہ مخلوق خدا کو ظالم کے ظلم سے بچاؤ تم نے اگر ایک جان کو بچا لیا تو گویا سب کو بچا لیا اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ یہ فعل محذوف کا مفعول ہے ای وقلنا ۔ قاله الشیخ روح اللہ رحمہ لیکن دیگر مفسرین نے كَتَبْنَا کا مفعول القصاص مقدر کیا ہے اور ذالک سے مذکورہ واقعہ قتل مراد لیا ہے یعنی قتل وخون ریزی کو روکنے کے لئے ہم نے قاتل سے قصاص لینا فرض قرار دیا ہے **ف٦٠** اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ الخ الذین یحاربون اللہ ورسولہ یعنی وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں یہ تعبیر اس پر شاہد ہے کہ اس سے مسلمان قطاع الطریق (ڈاکو) مراد نہیں ہیں بلکہ یہ آیت یہود قطاع الطریق کے حق میں ہے یعنی کفار کا مقابلہ کرو اور محاربین (یہود قطاع الطریق) سے قتال کرو تاکہ ان کو اپنے کئے کی سزا مل جائے وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ میں یہود قطاع الطریق کا ذکر تھا اب یہاں ان کی سزا بیان فرمائی ان هذه الاٰیة فی هؤلاء الذین حکی اللہ تعالیٰ عنهم من بنی اسرائیل انهم بعد ان غلظ اللہ علیهم عقاب القتل العمد العدوان فهم مسرفون فی القتل مفسدون فی الارض فمن اتی منهم بالقتل والفساد فی الارض فجزاءهم كذا وكذا ۔ (کبیر ج ۳ ص٥٨٩) **ف٦١** اَنْ يُّقَتَّلُوْۤا اَوْ يُصَلَّبُوْۤا ۔ اگر وہ کسی کو قتل کریں تو انہیں قتل کیا جائے یا سولی پر لٹکایا جائے اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ اگر انہوں نے قتل نہ کیا صرف مال ہی لوٹا ہے تو یہ سزا ہوگی اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا یعنی اگر انہوں نے گرفتار ہونے سے پہلے شرک اور محاربہ اللہ ورسول سے توبہ کر لی ۔ لکن الذین تابوا من شرکهم وحربهم للہ ورسوله الخ (خازن ج ۲ ص٣٩) تو حقوق اللہ معاف ہو جائیں گے مگر حقوق العباد کی تلافی لازم ہوگی فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف کر دیگا لیکن حقوق العباد میں گرفت فرمائے گا ۔

اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ
یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں ف٥٩ تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب لوگوں کو

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ
اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو تو گویا زندہ کر دیا سب لوگوں کو اور

لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا
لا چکے ہیں ان کے پاس رسول ہمارے کھلے ہوئے حکم پھر بہت لوگ ان

مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا
میں سے اس پر بھی ملک میں دست درازی کرتے ہیں ف٦٠ یہی

جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ
سزا ہے ف٦١ ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور

يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْۤا اَوْ
دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو ف٣ کہ ان کو قتل کیا جائے ف٤ یا

يُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ
سولی چڑھائے جاویں یا کاٹے جاویں ان کے ہاتھ اور پاؤں

خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ
مخالف جانب سے ف٥ یا دور کر دیئے جاویں اس جگہ سے یہ ان کی رسوائی ہے

فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾
دنیا میں اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے ف٦

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ
مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے قابو پانے سے پہلے

فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف٧ ف٨ اے

۱ یعنی خاموش نہ بیٹھو بلکہ محاربین کو سزا دو ۱۲ ۔ ۲ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حقوق معاف کر دے گا اور حقوق العباد میں گرفت ہوگی ۱۲ ۔ ۳ یعنی نیک اعمال سے اللہ کا قرب حاصل کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو ۱۲

ع ۵/۸ ۹

موضح قرآن ف١ یعنی روئے زمین پر بڑا گناہ یہی ہوا اس سے آگے رسم پڑی ۔ اسی سبب سے توریت میں اس طرح فرمایا کہ ایک کو مارا جیسا سب کو مارا یعنی ایک کے کرنے سے اور دلیر ہوتے ہیں تو سبکے گناہ میں وہ اول بھی شریک ہے اور ایک کو جلایا تو جیسا سب کو جلایا یعنی ظالم کے ہاتھ سے بچا دیا ۔ **ف٢** اول فرمایا کہ خون کرنا گناہ ہے مگر بدلے میں یا فساد کی سزا میں ۔ اب اس کا بیان کیا کہ جو کوئی لڑائی کرے اللہ و رسول سے یعنی حاکم کے مخالف ہو کر ملک کو غارت کرے ۔ وہ ہاتھ لگے تو سولی پر چڑھا کر مار یئے ۔ یا قتل کر دیئے ۔ یا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹئے ۔ یا قید میں ڈال رکھئے جیسی خطا ہو ویسی سزا **ف٣** اگر ایک شخص راہ لوٹتا تھا اب اس نے موقوف کیا اور اسباب اس کام کا دور کیا تو اس پر حد نہیں آتی ۔

فتح الرحمٰن ص١ یعنی قطع طریق دارند ۱۲ ص٢ یعنی چوں از ہابیل رسم قتل پیدا شد ہر قتلی کہ در جہاں واقع شود او را بدان مؤاخذہ میکنند وہمچنین در ہر زمانہ کسیکہ رسم کشتن نو میکند بحکم من سن سنۃ سیئۃ کان کہ کفل منہا در قتلی کہ بعد از وی آید شرکتی پیدا می نماید پس اینجا من اجل ذالک بجائی علی قیاس ذالک واقع شدہ است ۱۲ ص٣ یعنی قطع طریق میکنند ۱۲ ص٤ یعنی دست راست وپای چپ ۱۲ ص٥ یعنی حد ساقط است وحقوق آدمیاں ساقط نیست ۱۲ ۔

۶۲ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ یعنی اللہ سے ڈرو اور نیک اعمال سے اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو اور جہاد کرو اور اللہ کی حدود قائم رکھو یہ کام تقرب خداوندی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ اَلْوَسِیْلَةَ یہ فَعِیْلَةٌ کے وزن پر ہے اور اس سے مراد ہر وہ عبادت و قربت ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہو سکے خواہ وہ نماز روزہ ہو یا زکوٰۃ و حج یا جہاد و اقامت

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ

ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ ۶۲ اور

جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ

جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تمہارا بھلا ہو ۔ جو

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

لوگ کافر ہیں ۶۳ اگر ان کے پاس ہو جو کچھ زمین میں ہے سارا

وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ

اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہو تاکہ بدلہ میں دیں اپنے قیامت کے

یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

عذاب سے تو ان سے قبول نہ ہوگا اور ان کے واسطے عذاب

اَلِیْمٌ ﴿۳۶﴾ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ

دردناک ہے چاہیں گے کہ نکل جاویں آگ سے ۶۴

وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ

اور وہ اس سے نکلنے والے نہیں اور ان کے لئے عذاب

مُّقِیْمٌ ﴿۳۷﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا

دائمی ہے اور چوری کرنیوالا مرد اور چوری کرنیوالی عورت ۶۵ کاٹ ڈالو

اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ

ان کے ہاتھ سزا میں ان کی کمائی کی تنبیہ ہے اللہ کی طرف سے

وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ

اور اللہ غالب ہے حکمت والا پھر جس نے توبہ کی اپنے

ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ

ظلم کے پیچھے اور اصلاح کی تو اللہ قبول کرتا ہے اس کی توبہ بیشک

حدود۔ ابو وائل، حسن، مجاہد، قتادہ، عطاء، سدی، ابن زید اور عبداللہ بن کثیر فرماتے ہیں الوسیلة ھی القربة (قرطبی ج۶ ص۱۵۹) یعنی وسیلہ کے معنی عبادت کے ہیں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں ھی فعیلة بمعنی ما یتوسل به ویتقرب الی اللہ عزوجل من فعل الطاعات وترك المعاصی (روح ج۶ ص۱۲۴) امام نسفی فرماتے ہیں ھی کل ما یتوسل به ... فاستعیرت لما یتوسل به الی اللہ تعالیٰ من فعل الطاعات وترك السیئات (مدارک ج۱ ص۲۱۹) حاصل یہ ہے کہ وسیلہ سے مراد نیک عمل ہے خواہ وہ عمل صالح کی بجا آوری ہو یا گناہ کا ترک ہو۔ وسیلہ کی پوری تحقیق سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ تو یہاں فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور نیک اعمال بجا لاؤ جہاد کرو اور اللہ کی حدیں قائم کرو ڈاکوؤں اور چوروں پر مقررہ حدیں جاری کرو۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اس میں بشارت اخروی کی طرف اشارہ ہے

۶۳ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا الخ یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا احکام و حدود کی خلاف ورزی کریں قیامت کے دن اگر ان کو دنیا کی ساری دولت مل جائے اور وہ اسے فدیہ میں دے کر عذاب جہنم سے بچنا چاہیں تو نہیں بچ سکیں گے۔ ۶۴ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا الخ وہ جہنم سے نکلنے کی خواہش کریں گے مگر انہیں کبھی اس سے نکلنا نصیب نہیں ہوگا اور وہ جہنم کے دائمی عذاب میں مبتلا رہیں گے ۶۵ وَالسَّارِقُ الخ اس کا تعلق اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ سے ہے وہاں ان لوگوں کی سزا بیان فرمائی جو قتل و غارت گری کریں اور جبراً قہراً مال چھین لیں یہاں چور کی سزا بیان فرمائی یعنی جو چھپ کر مال چرالے خواہ مرد ہو یا عورت اس کا ہاتھ کاٹ ڈالو۔ فَمَنْ تَابَ الخ چوری کرنے کے بعد جس نے سچی توبہ کر لی اور چوری کا مال مالک کو واپس لوٹا دیا یا اس سے معاف کرا لیا اور اگر مالک معلوم نہیں تو مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا تو ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمائیگا اور آخرت میں اس گناہ کی ان کو سزا نہیں دے گا۔ باقی رہی چوری کی حد یعنی ہاتھ کاٹنا تو یہ توبہ سے ساقط نہیں ہوگی

موضح قرآن ف۱ یعنی رسول کی اطاعت میں جو نیکی کرو وہ قبول ہے اور بغیر اس کے اپنی عقل سے کرو سو قبول نہیں۔

ك٦٦ اَلَمْ تَعْلَمْ الخ اس کا تعلق لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ سے ہے ابتدا میں مسئلہ توحید اور شرک فی التصرف کی نفی کا بیان تھا اور یہی اصل مقصد سورت ہے اس کے تحت ان عیسائیوں پر کفر کا فتوی لگایا جو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا شریک فی التصرف بناتے تھے اس کے بعد فرمایا اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے جہاد کرو اس لئے اب بعد عہد کی وجہ سے اَلَمْ تَعْلَمْ کی تعبیر سے اصل مسئلہ توحید اور نفی شرک فی التصرف کی یاد دہانی کرائی گئی جیسا کہ سورۂ بقرہ میں مختلف احکام بیان کرنے کے بعد رکوع ۳۲ میں اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا فرما کر ان لوگوں کے حال کی طرف متوجہ فرمایا جو موت کے ڈر سے گھر چھوڑ کر بھاگے تھے مگر پھر بھی موت سے بچ نہ سکے۔ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ خبر کی تقدیم افادہ حصر کے لئے ہے یعنی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے تمام تصرفات اور اختیارات بھی اسی کے قبضے میں ہیں نہ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ کے قبضے میں وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یہ بھی حصر پر محمول ہے یعنی ہر چیز پر قادر بھی صرف اللہ ہی ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ علیہما الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی یہ صفات مختصہ اس دعوے پر واضح دلیل ہیں کہ ساری کائنات میں مافوق الاسباب متصرف و مختار صرف اللہ ہی ہے اور تصرف میں اس کا کوئی شریک نہیں

فائدہ: یہاں اگرچہ مقصود تو شرک فی التصرف کی نفی ہے لیکن اس کے ضمن میں شرک فعلی کی بھی نفی ہو رہی ہے کہ جب غیر اللہ مثلاً حضرت مسیح، ان کی والدہ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ہر چیز میں متصرف اور ہر چیز پر قادر بھی نہیں تو پھر ان کے نام کی نیازیں بھی نہ دو اور ان کے لئے تحریمیں بھی نہ کرو۔ یہاں تک سورت کا پہلا حصہ ختم ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیہ اور منافقین اور یہود کے لئے زجریں مذکور ہیں یہود کے علماء اور گدی نشین خود شرک اعتقادی اور شرک فعلی کرتے تھے اور منافقین یعنی رؤسائے کا گروہ بھی دل سے ان کا ہی طرفدار تھا اس طرح یہ دونوں فریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے جن پر زجریں کی گئیں۔ یہ سلسلہ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ الخ سے شروع ہو کر رکوع ۹ کے آخر سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ تک چلا گیا ہے۔

ك٦٧ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ الخ حصہ اول میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک اعتقادی کے تفصیلی بیان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی لَا يَحْزُنْكَ یعنی جو لوگ کفر و شرک کی طرف دوڑ دوڑ کر جا رہے ہیں ان کا رویہ آپ کو غم میں نہ ڈالے اور آپ کو پریشان نہ کرے اور یہ لوگ دو گروہ ہیں ایک منافقین دوم یہود مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا الخ مِنْ بیانیہ ہے اور یہ اَلَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ کے پہلے گروہ کا بیان ہے یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی زبانوں سے تو ایمان لانے کا اقرار اور شرک فعلی اور شرک اعتقادی سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے ان کے دلوں میں وہی کفر و شرک کی پلیدی موجود ہے زبان سے ایمان کا اقرار محض از راہ نفاق ہے وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا یہ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا پر معطوف ہے اور یہ اَلَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ کے دوسرے فریق کا بیان ہے جو دونوں قسم کا شرک علانیہ کرتے تھے حضرت عزیر علیہ السلام کو مختار و متصرف جان کر

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ

اللہ بخشنے والا مہربان ہے تجھ کو معلوم نہیں کہ ك٦٦ اللہ ہی کے واسطے ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَ

سلطنت آسمان اور زمین کی عذاب کرے جس کو چاہے اور

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤٠﴾

بخشے جس کو چاہے اور اللہ سب چیز پر قادر ہے ف ۱ ف۲

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ

اے رسول ك٦٧ غم نہ کر ان کا جو دوڑ کر گرتے ہیں

فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ

کفر میں وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے

وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ڔ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ڔ

اور ان کے دل مسلمان نہیں اور وہ جو یہودی ہیں

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ

جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کیلئے ك٦٨ ف۲ وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے جو

لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ

تجھ تک نہیں آئے ف۳ ف۳ بدل ڈالتے ہیں بات کو ك٦٩ اس کا ٹھکانا چھوڑ کر

يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ

کہتے ہیں ك٧٠ اگر تم کو یہ حکم ملے تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ

تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ

ملے تو بچتے رہنا اور جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا ك٧١ سو تو

تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔـا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ

اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا اللہ کے ہاں یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا

مع ۳ الوقف علی الاول ۱۲ جوز ۱۲

موضح قرآن ف ۱ اس پر فرمایا کہ کوئی تعجب نہ کرے کہ تھوڑی خطا پر بڑی سزا فرمائی ف ۲ بعضے منافق تھے کہ دل میں یہود سے ملے تھے اور بعضے یہود تھے کہ حضرت کے پاس آمد و رفت کرتے تھے اللہ نے فرمایا یہ لوگ جاسوسی کو آتے ہیں کہ تمہارے دین میں سے کچھ عیب چن کر لے جاویں اپنے سرداروں کے پاس جو یہاں نہیں آتے اور فی الحقیقت عیب کہاں ہے لیکن بات کو غلط تقریر کر کر ہنر کو عیب کرتے ہیں

فتح الرحمٰن ف ۱ مترجم گوید در توریت رجم زانی نازل شدہ بود و یہود تحریف کردہ روئے زانی را سیاہ کردن و چند تازیانہ زدن قرار دادند در زمان آنحضرت در میان ایشان زنا واقع شد زانی را پیش آنحضرت بدست منافقان و ذمیان فرستادند بقرار آنکہ اگر جلد فرمایند بکنیم و اگر رجم فرمایند نکنیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت رجم اظہار فرمودند و رجم کردند درین آیات اشارہ است بآن قصہ واللہ اعلم ۱۲ ف ۲ یعنی معتقد آن شدہ اند ۱۲ ف ۳ یعنی جاسوس حربیان اند واللہ اعلم ۱۲

ان کی خوشنودی کے لئے ان کے نام کی نذریں نیازیں دیتے تھے۔ **۶۸ے** سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ یہ هُمْ ضمیر محذوف کی خبر ہے۔ کذب (جھوٹ) سے وہ مشرکیہ اعمال وعقائد مراد ہیں جو احبار و رہبان بیان کرتے تھے یعنی وہ ان جھوٹی باتوں کو سنتے ہیں اور دل سے ان کو قبول کرتے ہیں حضرت شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں بڑے جاسوس جھوٹ کہنے کو سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ یہ مبتدائے مقدر کی خبر ثانی ہے اور قوم اٰخرین سے یہود کے علماء اور رہبان (صوفی) مراد ہیں۔ یہ لوگ عوام یہودیوں کی بغرض جاسوسی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بھیجتے تھے تاکہ وہ آپ کی باتیں سن کران کو بتائیں والمراد انهم عيون عليه عليه الصلوٰة والسلام لاولئك القوم (روح ج ٦ ص١٣٦) لَمْ يَاْتُوْكَ یہ قوم کی صفت ہے یعنی وہ ان لوگوں (احبار ورہبان) کے لئے جاسوسی کرتے ہیں جو آپ کی مجلس میں نہیں آتے۔ **۶۹ے** يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ الخ یہ بھی قوم کی صفت ہے الكلم سے کلام اللہ یعنی تورات مراد ہے علماء یہود تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کرتے تھے ان کی تحریف سے نہ تورات کی وہ آیتیں محفوظ تھیں جن میں عقائد مذکور تھے نہ وہ جن میں احکام مذکور تھے۔ وہ توحید کے بجائے عوام کو شرک کی تعلیم دیتے تھے اور تورات کے بعض احکام وحدود بھی بدل دئے تھے مثلاً تورات میں شادی شدہ زانی اور زانیہ کی سزا رجم یعنی سنگسار کرنا تھی مگر انہوں نے رجم کا حکم چھپا ڈالا اور اس کی جگہ دروں کی سزا رائج کردی ۔ مِنْ بعد مواضعه ای وضعوا الجلد مكان الرجم (کبیر ج ٣ ص٥٩٥) **۷۰ے** يَقُوْلُوْنَ الخ یہ بھی قوم کی صفت ہے یہود کے علماء اور سجادہ نشین اپنے پیروؤں کو محرّف اور تبدیل شدہ عقائد اور احکام کی تعلیم دے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیجدیتے تھے اور انہیں تاکید کرتے تھے کہ اگر فلاں معاملہ کے بارے میں پیغمبر نے یہ جواب دیا جو ہم نے تمہیں بتایا ہے تو اسے قبول کرلینا لیکن اگر اس نے اس کے خلاف کوئی بات کہی تو اس سے بچنا اسے ہرگز قبول نہ کرنا ان المحرفين القائلين هم القوم الاٰخرون ای یقولون لاتباعهم السماعين لهم (روح ج٦ ص١٣٦) ان اوتيتم هٰذا المحرف المزال عن مواضعه (مدارك ج ١ ص٢٢٢) **۷۱ے** وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ الخ اس سے پہلے يَقُوْلُوْنَ اور اس کے بعد سَمّٰعُوْنَ یہ دونوں قوم کی صفتیں ہیں درمیان میں یہ ادخال الٰہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے معاندین کو ہدایت نصیب نہیں ہوسکتی۔ فِتْنَتَهٗ اَیْ اِضْلَالَهٗ قَالَهُ الشَّيْخُ رحمہ اللہ تعالیٰ یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہے آپ اسے کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتے نفع نقصان اور ہدایت ضلالت اللہ کے قبضہ میں ہیں اس کے سوا ان چیزوں پر کسی کا کوئی اختیار نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ

اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۚۖ وَّ

کو دل پاک کرے ان کے — ان کو دنیا میں ذلت ہے اور

لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٤١﴾ سَمّٰعُوْنَ

ان کو آخرت میں بڑا عذاب ہے — جاسوسی کرنے والے

لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ

جھوٹ بولنے کیلئے اور بڑے حرام کھانے والے سو اگر آویں وہ تیرے پاس

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ

تو فیصلہ کردے ان میں یا منہ پھیر لے ان سے — اور اگر

تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَاِنْ

تو منہ پھیر لے گا ان سے تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے — اور اگر

حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

تو فیصلہ کرے تو فیصلہ کر ان میں انصاف سے — بیشک اللہ

يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ

دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو اور وہ تجھ کو کس طرح منصف بنائیں گے اور

عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ

ان کے پاس تو توریت ہے جس میں حکم ہے اللہ کا پھر اسکے پیچھے پھرے

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٣﴾

جاتے ہیں — اور وہ ہرگز ماننے والے نہیں ہیں

ع ٦ ١٠

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ

ہم نے نازل کی توریت کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے

يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ

اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے

موضح قرآن ف یہود میں کئی قصے ہوئے کہ اپنے قضیا حضرت پاس لائے فیصلے کو وہ سردار یہود آپ نہ آتے بیچ والوں کے ہاتھ بھیجتے اور کہہ دیتے کہ ہمارے معمول کے موافق حکم کریں تو قبول رکھو نہیں تو نہ رکھو غرض یہ تھی کہ حکم توریت کے خلاف معمول باندھے تھے ایک نبی اگر اس کے موافق حکم کردے تو ہم کو اللہ کے یہاں سند ہو جاوے اور جانتے تھے کہ ان کو توریت کی خبر نہیں جو ہمارا معمول سنیں گے سو حکم کرینگے اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خبردار کیا موافق توریت ہی کے حکم فرمایا اور توریت میں سے ثابت کرکر ان کو قائل کیا۔ ایک قصہ رجم کا تھا کہ وہ منکر ہوئے تھے پھر توریت سے قائل کیا اور ایک قصاص کا تھا کہ وہ اشراف اور کم ذات کا فرق کرتے تھے اور توریت میں فرق نہیں رکھا **ف۲** حضرت کے دل میں تردد تھا کہ ان کے مقدمے میں نہ بولوں تو ناخوش ہوں اور اگر اپنے دین پر فیصل کروں تو نا قبول رکھیں اور اگر انکا معمول جاری کروں تو عند اللہ غلط ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اختیار ہے یا تغافل کرو ان کی ناخوشی کا خطرہ نہیں، یا حکم کرو تو اپنے دین کے موافق کرو۔ پھر حضرت نے وہی حکم فرمایا ان کو قائل کر کر۔

فتح الرحمٰن ف مترجم گوید یعنی اہل ذمہ اگر قضیہ خویش با امام رفع کنند اگر خواہد ظلم کند و اگر خواہد بر علمائے ایشان مفوض نماید واللہ اعلم ۱۲ **ف۲** یعنی اگر غرض ایشاں طلب رضائی خدائے تعالیٰ بودے بر تورات عمل میکردند ولیکن غرض فاسد داشتند ۱۲ ۔

نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (اعراف ع ۲۳) ۲- قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (جن ع ۲) ۳- لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا (رعد ع ۲) ۴- لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (الفرقان ع ۱) **۲ک** لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ یہ تخویف دنیوی ہے وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ یہ تخویف اخروی ہے **۳ک** سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ الخ یہ پہلے سَمّٰعُوْنَ سے بدل ہے اور اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ کی زیادتی کے لئے اس کا اعادہ کیا گیا ہے السحت ای الحرام وہ رشوتیں جو علماء یہود محرف مسائل پر عوام سے لیا کرتے تھے اور وہ نذرانے جو احبار و رہبان عوام کے دلوں میں نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ کا سکہ بٹھا کر ان سے وصول کرتے تھے اور غیر اللہ کی نیازیں وغیرہ سب سحت میں داخل ہیں جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء للاجماع علی حرمة النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا تشتغل الذمة به ولانه حرام بل سحت (رد المحتار حاشیة الدر المختار ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعه مجتبائی قبیل باب الاعتکاف) اکالون للسحت وهو ما یاکلونه بدینهم (روح ص ۱۳۶ ج ۶) **۴ک** فَاِنْ جَآءُوْكَ الخ جاءوا کی ضمیر سے وہی مذکورہ یہود مراد ہیں یعنی جھوٹ کو پسند کرنے والے۔ اللہ کے کلام میں تحریف کرنے والے، رشوتیں اور غیر اللہ کی نذریں نیازیں کھانے والے۔ یہاں تک ان کے یہ حالات بیان کئے۔ اس کے بعد فرمایا اگر یہ یہودی قصاص، رہزنی، چوری، زنا اور دیگر حدود کا جھگڑا فیصل کرانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں تو آپ کو اختیار ہے کہ چاہے ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں یا ان سے اعراض کریں۔ حضرت شیخ نے فرمایا فاحکم بینهم ای بالقصاص وغیرہ اس کے بعد لف ونشر غیر مرتب کے طور پر مذکورہ دونوں شقوں کے متعلق مزید دو باتیں بیان فرمائیں دوسری شق اعراض کے بارے میں فرمایا وَاِنْ تُعْرِضْ الخ اگر آپ ان سے اعراض کریں تو وہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں اگر اعراض سے مراد یہ ہو کہ آپ ان کے درمیان فیصلہ نہ فرمادیں تو اس پر ایک شبہ وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ یہود سے ضرر کا خطرہ تو اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپ ان کے معاملے میں فیصلہ کریں اور وہ ان کے خلاف جائے لیکن اگر آپ فیصلہ کریں ہی نہیں تو پھر خطرے کا سوال ہی کیا۔ اس لئے یہاں اعراض سے اعراض عن الحکم مراد نہیں بلکہ اعراض عن ابقاء العہد مراد ہے۔ ای وان لم یسلموا حکمك فاعرض عنهم وعن معاهدتهم وقل لهم نحن نقاتل معکم۔ یہود رہزنی اور قتل و غارت کرتے تھے پھر اپنے علماء کے پاس جا کر فدیہ اور نذرانہ وغیرہ دے کر اپنی جانیں بچا لیتے اور قانون کی گرفت سے محفوظ ہو جاتے تھے اب وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بھی فدیہ وغیرہ دے کر اپنے کو بچانے کی کوشش کرنے لگے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ عین شریعت کے مطابق فیصلہ فرمائیں پھر اگر وہ آپ کے فیصلے سے اعراض کریں اور اسے نہ مانیں تو آپ صاف فرما دیں کہ میرا تم سے کوئی معاہدہ نہیں بلکہ ہم تم سے جہاد کریں گے۔ تو اس صورت میں وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہے **۵ک** وَاِنْ حَكَمْتَ الخ یہ مذکورہ دو باتوں میں سے پہلی بات سے متعلق ہے یعنی اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ہمیشہ عدل و انصاف سے کریں، ان کی خواہشات کی پیروی ہرگز نہ کریں اور اس سے بھی ہوشیار رہیں کہیں وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں اور فریب کارانہ چالوں سے آپ کو حق و انصاف سے ہٹا نہ دیں۔ جیسا کہ رکوع ۷ میں ان دونوں باتوں کی تفصیل فرمائی (۱) فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ اور (۲) وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ الخ **۶ک** وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ الخ استفہام تعجب کے لئے ہے (روح) یہاں یہود کے رویّے پر دوہرے تعجب کا اظہار فرمایا۔ تعجب ہے یہ لوگ اپنے معاملات کے مقدمے آپ کے پاس کیوں لاتے ہیں حالانکہ ان کے پاس اللہ کی کتاب تورات موجود ہے اس میں ان کے مقدمات کے فیصلے بھی موجود ہیں پھر اس پر تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ اس کے باوجود جب آپ کے پاس اپنے مقدمات لے کر آتے ہیں پھر آپ کے فیصلوں سے اعراض کرتے ہیں وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ - ان کا تو تورات پر بھی ایمان نہیں جس پر ایمان لانے کے وہ بڑے مدعی ہیں اگر تورات پر ان کا ایمان ہوتا تو اس کے احکام پر عمل کرتے اور قرآن پر بھی ایمان لے آتے جو تورات کے احکام کی تصدیق کرتا ہے وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ بشیء من کتاب اللّٰه تعالیٰ لا بالتوراة والا لعملوا بها وامنوا بما یصدقه ویوافقه ولا بکتابك (مظہری ج ۳ ص ۱۲۲) **۷ک** فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ - حکم اللہ سے قتل اور قطع الطریق کا حکم یعنی قصاص وغیرہ مراد ہے جیسا کہ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ الخ اس پر شاہد ہے۔

فائدہ اس سے پہلے یہود قطاع الطریق اور قتل و غارت گری سے زمین پر فساد برپا کرنے والوں کی سزاؤں کا ذکر تھا اس لئے اس مناسبت سے حکم اللہ سے یہاں تمام حدود مراد ہیں صرف زنا کی سزا ہی مراد نہیں اور ان آیتوں کے شان نزول کے طور پر یہودی مرد و زن کے زنا کا جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے وہ بھی بلاشبہ اس آیت کے تحت داخل ہے لیکن آیت کا محل اس واقعہ پر موقوف نہیں **۸ک** اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ قسط اور حق کے مطابق فیصلے کریں جس سے مراد یہ تھی کہ آپ اللہ کے نازل کردہ قرآن کے مطابق فیصلے فرمائیں یہاں فرمایا ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتاری جو سراپا ہدایت اور روشنی تھی تاکہ وہ اور ان کے بعد آنیوالے اسرائیلی نبی اور احبار و رہبان اس پر عمل کریں اور اس کے مطابق اپنے جھگڑے چکائیں۔ چنانچہ تمام اسرائیلی نبی اور تمام سچے صوفی اور درویش اور تمام علماء صادقین جو بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کے بعد گذرے وہ تورات کے احکام پر عمل کرتے رہے کیونکہ اللہ کی کتاب تورات کی تعلیمات کی حفاظت اور ان کی ترویج کی ذمہ داری ان پر ڈالی گئی تھی اور وہ اس کے عالم تھے اور اس کی تعلیمات کے نگران تھے اَلَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا یہ النَّبِيُّوْنَ کی صفت مادحہ ہے یعنی اللہ کے فرمانبردار ای الذین اسلموا ههنا نعت فیه معنی المدح مثل بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم (قرطبی ج ۶ ص ۱۸۸) الذین هادوا یہ جار مجرور یحکم کے متعلق ہے هادوا ای تَابُوْا مِنَ الْكُفْرِ (روح، مظہری، قرطبی) یعنی جو لوگ کفر سے تائب ہو چکے تھے مراد وہ لوگ ہیں جو تورات کی تعلیمات پر عمل کرتے تھے۔ اَلرَّبّٰنِيُّوْنَ - الربانی کی جمع ہے یعنی اللہ والے اور اس سے اس وقت کے صوفی اور تارک الدنیا درویش مراد ہیں۔ احبار - حبر کی جمع ہے یعنی بہت بڑا عالم الربانیون ای الصوفیة الزهاد ..... والاحبار جمع حبر ..... هو العالم المحکم للشیٔ (مظہری ج ۳ ص ۱۲۳) بما میں ب سببیہ ہے۔ کتاب اللہ سے تورات مراد ہے شُهَدَآءَ شہید کی جمع ہے جس کے معنی یہاں نگران، خبردار اور بیان کرنے والے کے ہیں شهداء رقباء یعلمونه ویبینونه (مظہری ج ۳ ص ۱۲۳) رقباء یحمونه من ان یحوم حول حماه التغییر والتبدیل بوجه من الوجوه (روح ص ۱۴۴ ج ۶)

۷۹ ف اس میں خطاب علماء اور رؤساء یہود سے ہے (روح م) جب انبیاء علیہم السلام، ربانیون اور احبار تورات پر عمل کرتے چلے آئے ہیں اور کوئی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکا تو اے علماء اور رؤساء یہود تم لوگوں سے کیوں ڈرتے ہو۔ تم کسی سے مت ڈرو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو اور تورات میں میں نے جو احکام نازل کئے ہیں ان پر عمل کرو اور ان میں تحریف اور تغیر و تبدل مت کرو **۸۰ ف** میری آیتوں کو چھپا کر اور ان میں تحریف کر کے ان کے عوض دنیا کی حقیر دولت مت حاصل کرو، حکومت کے دباؤ سے، اقتدار یا دولت کے لالچ میں میرے دین سے روگردانی مت کرو اور حق بیان کرنا اور صداقت کا اعلان کرنا مت ترک کرو۔ ایصال ثواب کے لئے تلاوت قرآن کی اجرت لینے کی ممانعت بھی اس آیت سے مفہوم ہوتی ہے **۸۱ ف** یہ ان علماء اور رؤساء یہود

هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا

یہود کو اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم اس واسطے کہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے

مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا

اللہ کی کتاب پر اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے ف۱ سو تم نہ

تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا

ڈرو لوگوں سے ف۲ اور مجھ سے ڈرو اور مت خریدو

بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ

میری آیتوں پر مول تھوڑا ف۸۰ اور جو کوئی حکم نہ کرے ف۸۱ اس کے

اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ

موافق جو کہ اللہ نے اتارا ہو وہی لوگ ہیں کافر اور

كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَ

لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب میں ف۸۲ کہ جی کے بدلے جی ف۲ اور

الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ

آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے

بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ

بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ان کے برابر

فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۭ وَمَنْ

پھر جس نے معاف کر دیا تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا اور جو کوئی

لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

حکم نہ کرے اس کے موافق ف۸۳ جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى

ظالم اور پیچھے بھیجا ہم نے انہی کے قدموں پر عیسیٰ کو

کے لئے وعید شدید ہے جو تورات پر عمل نہ کریں اور معاملات کا فیصلہ اس کے احکام کے مطابق نہ کریں۔ ایسے لوگوں کو کافر قرار دیا حالانکہ عمل نہ کرنا ایک عملی کوتاہی ہے جس سے آدمی کافر نہیں ہو جاتا اس لئے عمل نہ کرنے اور اس کے مطابق فیصلے نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے احکام کی صداقت اور حقانیت کا اعتقاد نہ رکھے اس طرح یہاں عمل نہ کرنے کا کامل درجہ مراد ہے الحکم وان کان شاملا لفعل القلب والجوارح لکن المراد بہ ھنا عمل القلب وھو التصدیق ولا نزاع فی کفر من لم یصدق بما انزل اللہ تعالیٰ (روح ص۱۴۵ ج ۶) اور مسند احمد میں ہے۔ من لم یحکم ای لم یعتقد یہ حکم اور اسی طرح آئندہ احکام یعنی جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام پر اعتقاد نہ رکھیں اور ان پر عمل نہ کریں وہ کافر ہیں، ظالم ہیں اور فاسق ہیں یہ یہود و نصاریٰ ہی سے مخصوص نہیں ہیں اگر اہل اسلام قرآن مجید میں اور احادیث میں اللہ اور رسول کے بیان کردہ احکام پر اعتقاد نہ رکھیں اور ان پر عمل نہ کریں تو ان کا بھی یہی حال ہے **۸۲ ف** یہ تورات میں قصاص کے حکم کا ذکر ہے۔ یعنی ہم نے تورات میں یہود پر قصاص نفس اور قصاص اطراف اور قصاص جروح کو فرض قرار دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ مقتول کے بدلے قاتل کو قتل کیا جائے اور اگر کوئی شخص دوسرے شخص کا عضو کاٹ ڈالے تو اس کا بھی وہ عضو کاٹا جائے اور اگر کوئی کسی کو زخمی کر دے تو اسے بھی زخمی کیا جائے مگر انہوں نے ان حدود کو قائم نہ کیا اور امیر و غریب اور شریف و خسیس کا امتیاز قائم کر دیا وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ اصل میں ذَاتُ قِصَاصٍ تھا مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا فَمَنْ تَصَدَّقَ الخ جس نے اپنا قصاص معاف کر دیا وہ اس کے لئے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ **۸۳ ف** یہاں ان لوگوں کو ظالم فرمایا جو تورات میں نازل شدہ اللہ کے احکام قصاص پر عمل نہ کریں جیسا کہ یہود کے علماء کیا کرتے تھے وہ شرفاء اور رؤساء کو ادنیٰ حیثیت کے لوگوں اور غریبوں کے قصاص میں قتل نہیں کرتے تھے اس طرح مظلومین کی حق تلفی ہوتی تھی۔ ایک تو وہ ظالم تھا جس نے کسی بیچارہ انسان پر ظلم کیا لیکن جب علماء یہود نے مظلوم کو ظالم سے اس کا حق نہ دلوایا تو وہ بھی ظالم ٹھہرے۔ **۸۴ ف** پہلے یہود کو تورات دینے اور اس کے احکام پر سختی سے عمل کرنے کی تاکید کا ذکر تھا یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کرنے کا ذکر فرمایا اور ساتھ علماء نصاریٰ کو انجیل پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی مُصَدِّقًا یہ عیسیٰ سے حال واقع ہے۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک طرف تورات کے تصدیق کنندہ تھے اور دوسری طرف خود بھی صاحب کتاب تھے ان کو ہم نے انجیل دی جس میں تورات کی طرح ہدایت کی روشنی تھی وَمُصَدِّقًا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام تورات کے احکام کی تصدیق کرتے تھے اسی طرح انجیل بھی تورات کی مصدق تھی۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی بقطع معلوم کردہ بودند کہ حکم الٰہی است واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی بعوض او باید گشت ۱۲

ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

مریم کے بیٹے کو تصدیق کرنے والا توریت کی جو آگے سے تھی

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّ

اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى

تصدیق کرتی تھی اپنے سے اگلی کتاب توریت کی اور راہ بتلانیوالی

وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ

اور نصیحت تھی ڈرنے والوں کو اور چاہئے کہ حکم کریں ۸۵ انجیل والے

بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے موافق اسکے جو کہ اتارا اللہ نے

فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ

تو وہی لوگ ہیں نافرمان اور تجھ پر اتاری ہم نے

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ

کتاب ۸۶ سچی تصدیق کرنے والی سابقہ

الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ

کتابوں کی اور ان کے مضامین پر نگہبان ۸۷ سو تو حکم کر ان میں ۸۸ موافق اسکے

اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ عَمَّا جَاۗءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ

جو اتارا اللہ نے اور ان کی خوشی پر مت چل چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ

ہر ایک کو دیا تم میں سے ہم نے ایک دستور اور راہ ۸۹ اور اللہ

اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ

چاہتا تو تم کو ایک دین پر کر دیتا ۹۰ لیکن تم کو آزمانا چاہتا ہے

۸۵ اہل انجیل سے علماء نصاری مراد ہیں جو انجیل کے عالم تھے فرمایا علماء انجیل کو چاہئے کہ وہ ان تعلیمات پر عمل کریں جو اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل فرمائی ہیں۔ جو لوگ انجیل میں اللہ کے نازل کردہ احکام پر عمل نہ کریں وہ فاسق اور اللہ کے نافرمان ہیں۔ یا اس سے درجہ کامل مراد ہے ای المتمردون الخارجون عن حکمہ او عن الایمان (روح ص۱۵۱ ج ۶)
۸۶ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے علماء یہود و نصاری کو تورات و انجیل پر عمل کرنے کی تاکید کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ پر بھی میں نے ایک کتاب نازل کی ہے جو ہر لحاظ سے کامل اور حق و صداقت بیان کرتی ہے اور پہلی کتابوں میں مذکور عقائد اور اصولی احکام اور اخلاق کی تصدیق کرتی ہے۔ اَلْكِتٰبَ میں الف لام عہد کے لئے ہے اور اس سے قرآن عظیم مراد ہے ای الفرد الکامل الحقیق بان یسمی کتابا علی الاطلاق لتفوقہ علی سائر الکتب السماویۃ وھو القرآن العظیم فاللام للعہد (روح) مِنَ الْكِتٰبِ۔ مِنْ بیانیہ ہے اور یہ مَا کا بیان ہے اور الف لام جنس کے لئے ہے اس سے مراد وہ تمام کتب سماویہ ہیں جو قرآن مجید سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ من الکتاب ای کل کتاب نزل من السماء سوی القرآن (کبیر ج ۳ ص۶۰۰)
۸۷ علیہ کی ضمیر مَا کی طرف راجع ہے مُهَيْمِنًا ای رقیبًا و حافظًا۔ (روح، قرطبی، کبیر وغیرہ) چونکہ قرآن مجید خود ہر قسم کی تحریف و تغییر سے محفوظ اور نسخ و تبدل سے مامون ہے اس لئے وہ پہلی تمام آسمانی کتب کا محافظ اور ان کی تعلیمات کا نگران ہے۔ قرآن ایک آسمانی معیار ہے اس کے ذریعے پہلی کتابوں کی محرف اور غیر محرف تعلیمات و احکام کا یقینی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ قرآن میں چونکہ اصول شرائع اور عقائد محفوظ ہو چکے ہیں اس لئے اس سے پہلی کتابوں کے منسوخ اور غیر منسوخ احکام کا بھی سراغ لگایا جا سکتا ہے قال الخلیل وابو عبیدۃ ای رقیبًا علی سائر الکتب السماویۃ المحفوظۃ عن التغییر حیث یشھد لھا بالصحۃ والثبات ویقرر اصول شرائعھا وما یتأبد من فروعھا ویعین احکامھا المنسوخۃ (روح ص۱۵۳ ج ۶) ۸۸ یہ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ الخ کی تفصیل ہے یعنی جب ہم نے آپ کو ایسی خوبیوں والی کتاب دی ہے تو جب اہل کتاب اپنے جھگڑے آپ کے پاس لے کر آئیں تو آپ اس عظیم الشان کتاب کے مطابق ان کا فیصلہ فرمائیں اور ان کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کریں۔ اَهْوَاۗءَ سے مراد علماء اہل کتاب کے خود ساختہ احکام ہیں جو انہوں نے تورات و انجیل میں تحریف کر کے از خود گھڑ لئے تھے۔ ای اراء ھم التی اصطلحوا علیھا وترکوا بسببھا ما انزل اللہ علی رسولہ (ابن کثیر ج ۲ ص۶۶) عَمَّا۔ حرف جار بتضمین معنی اعراض و عدول لَا تَتَّبِعْ کے متعلق ہے ای لا تتبع اھواء ھم عادلا او معرضًا عما جاءک (روح و مدارک ج ۱ ص۲۲۲) یعنی آپ کے پاس جو حق آچکا ہے اس سے اعراض کرتے ہوئے آپ ان کی خواہشات کا اتباع نہ کریں ۸۹ شرعۃ ومنھاجا دونوں لفظ متحد المعنی ہیں دونوں کے معنی راستے کے ہیں اور دونوں سے مراد دین ہے اسے شرعۃ ظہور و وضوح کے اعتبار سے اور منہاج اس پر چلنے کے اعتبار سے کہا جاتا ہے بعض مفسرین نے دونوں میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ شرعۃ سے احکام فرعیہ اور منہاج سے احکام اعتقادیہ مراد ہیں مگر علامہ آلوسی نے اس کو پسند نہیں کیا وقیل الشرعۃ الاحکام الفرعیۃ والمنہاج الاحکام الاعتقادیۃ فلیس بشیء (روح ص۱۵۶ ج ۶)۔ یہاں اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی ترغیب دی فرمایا ہر امت کے لئے ہم نے دین مقرر کیا تاکہ وہ اس پر عمل کریں۔ جو لوگ ایک پیغمبر کے زمانے میں ہوتے ہیں وہ اس کی امت کہلاتے ہیں اور ان پر اس کے دین کی پیروی لازم ہوتی ہے اس کے بعد جب دوسرا پیغمبر آجائے تو اس کی آمد سے امت بدل جائے گی اور اب اسکا دین واجب الاتباع ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک

فتح الرحمن ص۱ یعنی تحریف را از غیر تحریف جدا می سازد ۱۲۔

۱ یعنی توریت و انجیل کے بعد آخری کتاب آپ پر اس لئے اتاری گئی تاکہ آپ اللہ کے احکام صاف صاف بیان فرمائیں ۱۲ مر ... بالقسط

۲ ... ۱۲

۳ ای معرضًا عما جاءک ۱۲

۴ یعنی ایمان جبری مطلوب نہیں ورنہ ثواب و عقاب بے امتحان ... ۱۲

لوگوں کے لئے تورات کو دین مقرر کیا گیا اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک انجیل دین کا دستور العمل تھی پھر حضور علیہ السلام کی بعثت سے تورات وانجیل منسوخ ہوئیں اور تمام بنی آدم کے لئے قرآن مجید شرعہ اور منہاج قرار پایا اور سب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قرآن اور دین کا ماننا لازم اور فرض ہوا یہود اور نصاریٰ پر تورات اور انجیل پر عمل کرنا اس وقت ضروری تھا جب وہ قرآن کی آمد سے پہلے منسوخ نہیں ہوئی تھیں استئناف جیء بہ لحمل اھل الکتاب من معاصریہ صلے اللہ علیہ وسلم علی الانقیاد لحکمہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام بما انزل اللہ تعالیٰ الیہ من الحق (روح وابو السعود ج ۳ ص ۵۹)

فِي مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ
اپنے دیئے ہوئے حکموں میں سو تم دوڑ کر لو خوبیاں ۹۰ اللہ کے پاس تم سب کو

جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۙ
پہنچنا ہے پھر جتا دے گا جس بات میں تم کو اختلاف تھا

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ
اور یہ فرمایا کہ حکم کر ۹۱ ان میں موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اور مت چل

اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ
ان کی خوشی پر اور بچتا رہ ان سے کہ تجھ کو بہکا نہ دیں کسی ایسے

بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ
حکم سے جو اللہ نے اتارا تجھ پر پھر اگر نہ مانیں تو جان لے کر

اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ
اللہ نے یہی چاہا ہے کہ پہنچا دے ان کو کچھ سزا ان کے گناہوں کی

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ
اور لوگوں میں بہت ہیں نافرمان اب کیا حکم

الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ
چاہتے ہیں کفر کے وقت کا ۹۲ اور اللہ سے بہتر کون ہے ۹۳

حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
حکم کرنے والا یقین کرنے والوں کے واسطے ۹۴ اے ایمان والو

لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ
مت بناؤ ۹۵ یہود و نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں

اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ
دوست ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہی میں ہے

۹۰ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو جبراً تمام لوگوں کے دلوں میں ایمان داخل کر کے اور ان کو دینِ توحید پر قائم کر کے ایک ہی امت بنا دیتا اور ان میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ ہوتا لیکن یہ چیز اس کی حکمت کے خلاف تھی کیونکہ اس طرح ان کی آزمائش نہیں ہو سکتی تھی اس لئے اس نے بندوں کو اختیار دے دیا تاکہ وہ خداداد عقل و شعور سے سوچ سمجھ کر اپنی مرضی سے جو چاہیں راستہ اختیار کریں اس طرح ان کا امتحان ہو جائے گا کہ ان میں سے کون نیکی کی طرف دوڑتا ہے اور کون برائی اختیار کرتا ہے اس دور ابتلا (دنیا) کے بعد آخرت میں سب اللہ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے اور وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا۔ قرآن مجید میں اکثر جگہوں میں تمام لوگوں کو ایک دین پر جمع نہ کرنے کی حکمت بیان نہیں کی گئی اس مقام کے قرینے سے ان تمام جگہوں میں یہ حکمت ملحوظ و مقدر ہوگی۔ مثلاً وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً (ہود ع ۱۰) اور شوریٰ ع ۱ میں فرمایا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً اور سورۂ رعد ع ۴ میں ہے وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا اسی طرح سورۂ سجدہ ع ۲ میں ارشاد ہے وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا ان تمام آیتوں میں وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ کی قید ملحوظ ہوگی۔ **۹۱** یہ اُمِرْتُ محذوف کا مفعول ہے یا یہ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ میں الْكِتٰبَ پر معطوف ہے یعنی جس طرح ہم نے آپ پر کتاب نازل کی اسی طرح یہ امر بھی نازل کیا وَاحْذَرْهُمْ الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبردار کیا کہ آپ یہود کے مکر و فریب سے ہوشیار رہیں کہیں وہ آپ کو کسی معاملہ میں صحیح فیصلے سے بھٹکا نہ دیں۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا الخ اگر وہ آپ کے فیصلے کو نہ مانیں تو آپ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا ہی میں ان کے گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے چنانچہ یہود کو اپنی سرکشی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی دنیا میں بھی سزا مل گئی کچھ قتل ہوئے، کچھ جلا وطن ہوئے۔ اور کچھ ذلت کے ساتھ جزیہ قبول کرنے پر مجبور ہوئے ای یعذبھم بالجلاء والجزیۃ والقتل وکذالک کان (قرطبی ج ۶ ص ۲۱۴) **فائدہ**۔ پہلے رکوع ۶ میں فرمایا فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ پھر اسی آیت میں بِالْقِسْطِ کی قید بڑھا کر فرمایا فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اس کے بعد رکوع ۷ میں بِالْقِسْطِ کی جگہ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فرما کر واضح کر دیا کہ قِسْط سے اللہ کے نازل کردہ احکام مراد ہیں اور ساتھ ہی وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کی خواہشات کی پیروی کرنے سے منع فرمایا پھر اس سے اگلی آیت میں وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ کا اضافہ فرما کر آپ کو خبردار کیا کہ آپ ان کے مکر و فریب سے بچے رہیں وہ آپ کو سرمایہ داروں اور اپنے مریدوں اور پیروکاروں کے ذریعے کسی فتنے اور جال میں الجھا کر حق کے خلاف فیصلہ کرانے کی کوشش کریں گے **۹۲** یہود قطاع الطریق قتل و رہزنی کرتے تھے اور قتل کے بدلے فدیہ دے کر قصاص سے جان بچا لیتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی ان کی یہی کوشش تھی کہ

فتح الرحمٰن **ف ۱** یعنی اتباع فرمان الٰہی در شریعت پیغامبر زمان ۱۲ **ف ۲** مترجم گوید حاصل این آیات الزام است بر اہل کتاب، با وجود التزام کتاب بر حسب آن عمل نمی کنند و درین آیات بیان آنست کہ ہر فرقہ را شریعتی دادہ اند و بعد نزول قرآن بجز متابعت آن جائز نیست واللہ اعلم ۱۲ ۔

مال دے کر قتل سے بچ جائیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو بالکل وہی جاہلیت کا فیصلہ ہے کیا یہ لوگ آخر الزمان پیغمبر کے سامنے بھی وہی جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔

فائدہ قال الشیخ قدس سرہٗ اگر غور سے دیکھا جائے تو ابتدائے سورت سے لے کر یہاں تک یہود قطاع الطریق کے متعلق آیات تھیں، ابتدا میں کہا گیا اگر تم نے قدیم بغض کی بنا پر نئے مسلمانوں کی معاونت اور امداد نہ کی اور ان قطاع الطریق کو ان سے نہ روکا تو یہ معاونت علی الظلم شمار ہوگی اب ان آیتوں میں بھی ان قطاع الطریق ہی کا ذکر ہے **۹۳** لِقَوْمٍ میں لام بمعنی عند ہے۔ جو فیصلہ یہود چاہتے ہیں وہ سراسر جاہلیت کا فیصلہ ہے اور جو فیصلہ خدا کا پیغمبر صادر کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور جو لوگ اللہ پر، اللہ کے رسول پر، اللہ کی کتاب پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے جو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے صادر ہوتا ہے، بہتر کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ **۹۴** یہود و نصاریٰ کی خباثتیں اور ان کی بداعمالیاں ذکر کرنے کے بعد مسلمانوں کو ان سے ترک موالات کا حکم دیا کہ ان سے دوستی نہ کرو اور نہ باہمی تعاون اور امداد کا ان سے کوئی معاہدہ کرو بلکہ آپس میں دوستی اور محبت بڑھاؤ۔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں یہود آپس میں اور نصاریٰ آپس میں لیکن تمہارے دشمن ہیں اس لئے ان سے خیر خواہی یا بھلائی کی توقع مت رکھو۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ الخ جو ان سے دوستی کرے گا وہ بھی انہی میں کا ہوگا یہ بطور زجر و توبیخ فرمایا۔ وَهُوَ مَخْرَجُ مَخْرَجِ التَّشْدِيْدِ وَالْمُبَالَغَةِ فِي الزَّجْرِ (روح ج ۶ ص ۱۵۷) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ سے موالات کی وجہ سے انہی جیسے کفار مجاہرین ہو جائیں گے **۹۵** مَرَضٌ یعنی نفاق کی بیماری۔ اس سے مراد منافقین ہیں اور یہ منافقین پر شکوی ہے۔ دَآئِرَةٌ یعنی کوئی حادثہ اور مصیبت منافقین دوڑ دوڑ کر یہود و نصاریٰ کی طرف جاتے ہیں اور انہوں نے در پردہ ان سے دوستی گانٹھ رکھی ہے اور عذر پیش کرتے ہیں کہ اگر وہ ان سے موالات نہ کریں تو وہ ان کو مالی مشکلات اور دیگر دنیوی مصائب سے دوچار ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ کی طرف سے ان کو مالی امداد ملتی تھی لِاَنَّهُمْ كَانُوا اَهْلَ ثَرْوَةٍ وَكَانُوا يُعِيْنُوْنَهُمْ عَلٰى مُهِمَّاتِهِمْ وَيُقْرِضُوْنَهُمْ۔ (کبیر ج ۳ ص ۶۱۱) **۹۶** عَسٰى کی نسبت جب اللہ کی طرف ہو تو وہ حتمی وعدے کے لئے ہوتا ہے یعنی ایسا ضرور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اس کے دشمنوں (یہود و نصاریٰ) پر فتح دے گا یا اپنے رسول کو منافقین کے نفاق اور ان کے پوشیدہ اسرار ظاہر کرنے کا حکم دیدے گا تو منافقین کافروں سے اپنی پوشیدہ دوستی پر سخت نادم اور پشیمان ہونگے کیونکہ ایک تو کافروں کے مغلوب و مفتوح ہونے کی وجہ سے وہ ان کی امداد اور پشت پناہی سے محروم ہو جائیں گے دوم ظہور نفاق کی وجہ سے شرمسار ہوں گے۔ **۹۷** یہ مسلمانوں کی طرف سے منافقین کے حال بد اور ان کے عذر پر تعجب کا اظہار ہے ان منافقین نے پختہ قسمیں کھا کھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلایا تھا کہ وہ آپ کے دین پر ہیں اور آپ کے ساتھی ہیں اور وقت آنے پر یہود کے مقابلے میں آپ کی مدد کریں گے لیکن وقت آنے پر انہوں نے مسلمانوں کے بجائے یہود کی امداد کی اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اس پر مسلمانوں نے تعجب سے کہا کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا کے نام کی قسمیں دیدے کر عہد کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کا ساتھ دیں گے مگر ان کے کرتوتوں سے ان کا نفاق ظاہر ہو گیا۔ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ الخ ان کے تمام اعمال ضائع اور بے نتیجہ ہو گئے اور ان پر آخرت

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ فَتَرَى

اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو اب تو دیکھے گا ۹۵

الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ

ان کو جن کے دل میں بیماری ہے دوڑ کر ملتے ہیں ان میں

يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى

کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ نہ آجاوے ہم پر گردش زمانہ کی سو قریب

اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا

ہے کہ اللہ جلد ظاہر فرمادے فتح ۹۶ یا کوئی حکم اپنے پاس سے تو لگیں

عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَيَقُوْلُ

اپنے جی کی چھپی بات پر پچھتانے والے اور کہتے ہیں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ

مسلمان کیا یہ وہی لوگ ہیں جو ۹۷ قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید

اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

سے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں برباد گئے ان کے عمل

فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ

پھر رہ گئے نقصان میں اے ایمان والو ۹۸ جو کوئی

يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ

تم میں پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ عنقریب لاوے گا ایسی قوم کو

يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ

کہ اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں نرم دل ہیں مسلمانوں پر زبردست ہیں

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ؗ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا

کافروں پر لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور

الثلثة

۱ شکوی برائے منافقین ۱۲

۲ یعنی شرمندگی ان کے نفاق کے ظہور کی وجہ سے ۱۲

۳ یعنی سب نے یہود و نصاریٰ سے دوستی کی اور ان سے جہاد نہ کیا وہ زندہ ہو جاوینگے ۱۲

موضح قرآن **ف** یعنی منافق کافروں سے دوستی لگائے جاتے ہیں کہ ہم پر گردش نہ آجاوے یعنی مسلمان مغلوب ہو جاویں تو ان کی دوستی ہمارے کام آوے سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب قریب ہے کہ کافر ہلاک ہوں یعنی مسلمانوں کی ان پر فتح ہو یا کچھ اور حکم آوے یعنی کافر ملک سے ویران ہوں آخر یہود کو حکم فرمایا جلاوطن کرنے کا۔

فتح الرحمٰن **ف ۱** یعنی احتمال دارد کہ ہزیمت بر اہل اسلام افتد پس موافقت با حربیان مصلحت است ۱۲۔

کاکوئی اجر مترتب نہیں ہوگا کیونکہ اعمال کے مفید اور موجب ثواب ہونے کے لئے ایمان خالص شرط ہے اور وہ اس سے محروم ہیں۔ **۹۸** یہ خطاب مسلمانوں سے ہے اور ان پر زجر ہے کہ وہ یہود و نصاری سے دوستی اور ان کی حمایت کر کے ارتداد کی راہ اختیار نہ کریں بین ان موالاتهم مستدعیة للارتداد عن الدین (ابو ۶ج۲ ص۱۶) لیکن اگر انہوں نے منافقین کی طرح ان سے موالات کرلی تو اس سے اللہ کے دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کے لئے ایسے لوگوں کو میدان میں لے آئے گا جو اس سے بجان و دل محبت کریں گے اور ظاہر و باطن میں اس کے مطیع و فرمانبردار ہوں گے اور ان کی ان خوبیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ان کو محبوب رکھے گا اور دین و دنیا میں ان کی مدد کرے گا اور ان کو اپنے انعامات سے نوازے گا اَذِلَّةٍ اور اَعِزَّةٍ یہ دونوں قَوْمٍ کی صفتیں ہیں۔ اذلة۔ ذلیل بمعنی عاجز کی جمع ہے اور عَلٰی بمعنی لام ہے۔ اَعِزَّة عزیز بمعنی غالب اور سخت گیر کی جمع ہے۔ یعنی وہ اپنے مومن بھائیوں کے سامنے عاجز اور ان پر مہربان ہوں گے لیکن کافروں کے حق میں سخت ہوں گے اور ان کے سامنے کبھی نہیں جھکیں گے وہ اللہ کی راہ میں محض اللہ کی خوشنودی کے لئے اور اس کے دین کی سربلندی کی خاطر جہاد کریں گے اور کسی کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے۔ **۹۹** یہود و نصاری کی دوستی سے منع کرنے کے بعد فرمایا تمہاری دوستی تو صرف اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے ہونی چاہئے تم انہی سے دوستی اور موالات کرو یہی تمہارے دوست ہیں۔ یہود و نصاری تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ تمہارے کبھی دوست نہیں بن سکتے۔ وجه النظم انه تعالیٰ لما نهی فی الأیات المتقدمة عن موالات الکفار امر فی هذه الأیة بموالاة من یجب موالاته (کبیر ج۳ ص۶۱۱) اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کارساز ہے مومنین اسی پر بھروسہ کریں اور اسی کو کارساز سمجھیں۔ اللہ کے رسول کی ولایت سے مراد یہ ہے کہ آپ کا اتباع کیا جائے اور آپ کے تمام حقوق محبت سے ادا کئے جائیں اور مومنین کی ولایت سے مراد یہ ہے کہ آپس میں محبت و اتفاق سے رہیں اور نیکی کے کاموں میں باہم دیگر تعاون کریں **۱۰۰** یہ پہلے موصول اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے بدل ہے وَهُمْ رٰكِعُوْنَ یہ یُقِیْمُوْنَ اور یُؤْتُوْنَ کے فاعل سے حال ہے اور راکعون کے معنی ہیں۔ خاشعون متواضعون لله تعالیٰ (روح ج۶ ص۱۶۷) علامہ خازن نے لکھا ہے کہ رکوع سے یہاں خضوع مراد ہے۔ المراد من الرکوع هنا الخضوع والمعنی ان المؤمنین یصلون ویزکون وهم منقادون خاضعون لاوامر الله ونواهیه (خازن ج۲ ص۵۵) یہ ان ایمان والوں کی صفتیں ہیں جن سے دوستی رکھنی چاہئے یعنی وہ نماز، زکوٰۃ اور دوسرے تمام اعمال پورے اخلاص اور خشوع و تواضع سے بجالاتے ہوں اور ان کے اعمال شائبہ نفاق و ریا سے پاک ہوں۔ مومنین کی یہ صفات بیان کر کے منافقین سے احتراز کرنے کی تعلیم دینا مقصود ہے کیونکہ وہ بھی مومن ہونے کے مدعی تھے۔ المراد بذکر هذه الصفات تمییز المؤمنین عن المنافقین لان المنافقین کانوا یدعون انهم مؤمنون۔ (خازن و کبیر ج۳ ص۶۱۱) **۱۰۱** جو لوگ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے دوستی اور محبت کا رشتہ قائم کرتے ہیں یعنی اللہ اور رسول کی پوری پوری اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں اور ایمان والوں کے خلاف بغض و عداوت نہیں رکھتے بلکہ ان سے اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہتے ہیں تو یہ لوگ حزب اللہ یعنی

يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ

ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے یہ فضل ہے اللہ کا دے گا

مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ

جس کو چاہے اور اللہ کشائش والا ہے خبردار ہے ۹۹ تمہارا رفیق تو

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ

وہی اللہ ہے اور اس کا رسول ۱۰۰ اور جو ایمان والے ہیں جو کہ قائم ہیں

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ

نماز پر ۱۰۱ اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ عاجزی کرنیوالے ہیں اور

مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ

جو کوئی دوست رکھے اللہ کو اور اس کے رسول کو ۱۰۲ اور ایمان والوں کو تو

حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اللہ کی جماعت وہی سب پر غالب ہے اے ایمان والو ۱۰۳

لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا

مت بناؤ ان لوگوں کو جو ٹھہراتے ہیں تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل

مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ

وہ لوگ جو کتاب دیئے گئے تم سے پہلے اور نہ کافروں کو

اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا

اپنا دوست اور ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے اور جب

نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ

تم پکارتے ہو نماز کے لئے تو وہ ٹھہراتے ہیں اس کو ہنسی اور کھیل ف۲ یہ

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ

اس واسطے کہ وہ لوگ بے عقل ہیں ف۲ تو کہہ اے کتاب والو

ع ۱۲

موضح قرآن ف۱ جب حضرت کی وفات پر عرب دین سے پھرے تو حضرت صدیق نے یمن سے مسلمان بلائے ان سے جہاد کروایا کہ تمام عرب پھر مسلمان ہوئے یہ ان کے حق میں بشارت ہے **ف۲** بعضے یہود اور بعضے مشرک اذان کی آواز پر ہنستے۔ یہ ان کی بے عقلی تھی۔ اللہ کی بڑائی ہر دین میں بہتر ہے۔

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید این وعدہ در زمان حضرت ابوبکر صدیق متحقق شد و مہاجران و انصار و تابعان ایشان با مرتدان جہاد کردند واللہ اعلم ۱۲ **ف۲** مترجم گوید یعنی باذان استہزا مےکنند واللہ اعلم ۱۲

اللہ کی جماعت ہیں اور اللہ کی جماعت ہی انجام کار غالب اور کامران ہوتی ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے محبت و موالات کرنے کی ترغیب ہے **۱۰۲** پہلے یہود و نصاریٰ کی موالات سے منع فرمایا اب یہاں منافقین اہل کتاب اور مشرکین سے دوستی اور محبت کرنے سے منع فرمایا۔ الذین اتخذوا دینکم ھزوًا و لعبًا الخ سے منافقین اہل کتاب مراد ہیں جنہوں نے دین اسلام کو ایک کھیل اور مذاق بنا رکھا تھا کیونکہ جب وہ مسلمانوں کے پاس آتے تو کہتے ہم مومن ہیں اور جب اپنے صنادید کے پاس جاتے تو کہتے ہم تمہارے دین پر ہی ہیں مسلمانوں کی نمازوں میں ہم محض بغرض استہزاء شریک ہو جاتے ہیں۔ وَاِذَا نَادَیْتُمْ الخ یہ ان کے استہزاء کا بیان ہے یعنی وہ نمازمیں تمہارے ساتھ محض استہزاء و تمسخر کے لئے شریک ہوتے ہیں اور

هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّآ إِلَّآ أَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ
کیا ضد ہے تم کو ہم سے مگر یہی کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو
أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ
نازل ہوا ہم پر اور جو نازل ہو چکا پہلے اور یہی کہ تم میں اکثر
فٰسِقُونَ ﴿٥٩﴾ قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ
نافرمان ہیں تو کہہ میں تم کو بتلاؤں ان میں کس کی بری ہے
مَثُوبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ
جزا ہے اللہ کے ہاں وہی جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب نازل کیا
وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ
اور ان میں سے بعضوں کو بندر بنا دیا اور بعضوں کو سؤر اور جنہوں نے بندگی کی شیطان کی
أُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيلِ ﴿٦٠﴾
وہی لوگ بدتر ہیں درجہ میں اور بہت بہکے ہوئے ہیں سیدھی راہ سے
وَإِذَا جَآءُوكُمْ قَالُوٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوا بِالْكُفْرِ وَ
اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے اور
هُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهٖ ۚ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا
کافر ہی چلے گئے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ
يَكْتُمُونَ ﴿٦١﴾ وَتَرٰى كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ
چھپائے ہوئے تھے اور تو دیکھیگا بہتوں کو ان میں سے کہ دوڑتے ہیں
فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ
گناہ پر اور ظلم پر اور حرام کھانے پر
لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ
بہت بُرے کام ہیں جو کر رہے ہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے

اس سے ان کا مقصد تمہیں دھوکہ دینا ہے تاکہ تم ان کو مومن سمجھو لانھم عند اقامۃ الصلوٰۃ یقولون ھذہ الاعمال التی اتینا بھا استھزاء بالمسلمین وسخریۃ منھم فانھم یظنون انا علیٰ دینھم مع انا لسنا کذالک (کبیر ج ۳ ص ۶۲۳) **۱۰۳** پہلے فرمایا کہ جن اہل کتاب نے تمہارے دین کو ایک کھیل بنا رکھا ہے ان سے موالات نہ کرو یہاں فرمایا ان سے پوچھو تو سہی کہ ہمارے دین کی کونسی بات تم کو ناپسند ہے جس کی وجہ سے تم نے اس کو استہزاء و تمسخر کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ کیا تمہیں یہ بات پسند اور گوارا نہیں کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اور جو کتابیں ہم سے پہلے نازل ہوئی ہیں ہم ان سب کو سچی مانتے ہیں ہمارا دین تو یہی ہے کیا تمہیں یہ باتیں ناپسند ہیں، حالانکہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی بری اور ناپسندیدہ نہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ اَنَّ اَکْثَرَکُمْ فٰسِقُوْنَ۔ تمہاری اکثریت سرکش اور متمرد ہے اور تم بغض و عناد اور سرکشی کی وجہ سے ہمارے دین سے استہزاء کرتے ہو حضرت نے فرمایا یہاں اِعْلَمُوْا محذوف ہے ای واعلموا ان اکثرکم فسقون۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ واؤ زائدہ ہے اور جملہ ماقبل کی علت اور اصل میں لام تعلیل مقدر ہے۔ ای ھل تنقمون منا الا الایمان لان اکثرکم فسقون (روح ج ۶ ص ۱۷۱) **۱۰۴** یہود نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ واللہ تمہارے دین سے بدتر دین ہم نے نہیں دیکھا تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ھذا جواب للیھود لما قالوا ما نعرف دینا شرًا من دینکم۔ (خازن ج ۲ ص ۵۵) یعنی آپ یہود سے فرما دیں کہ ہمارے دین کو تم اپنے زعم میں سب سے برا سمجھتے ہو آؤ میں تمہیں بتاؤں کے سب سے برا دین کس کا ہے اور خدا کے یہاں کس دین والے کو بدترین جزا ملے گی۔ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ اس سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ ای دین من لعنہ اللہ (مدارک ج ۱ ص ۲۲۵) یعنی سب سے برا دین تو ان لوگوں کا ہے جو بارگاہ خداوندی سے ملعون و مطرود ہے اور جن پر خدا کا غضب ہوا اور جن کو اللہ تعالیٰ نے بطور سزا مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی الطاغوت کے دو معنی ہیں (۱) شیطان اور (۲) ہر معبود غیر خدا یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ والطاغوت ھو الشیطان وقیل ھو العجل وقیل ھو الکھان والاحبار وجملتہ ان کل من اطاع احدا فی معصیۃ اللہ فقد عبدہ وھو الطاغوت (خازن ج ۲ ص ۵۵) مذکورہ بالا تمام باتیں یہود میں پائی جاتی ہیں لہذا معلوم ہوا کہ ان کا دین ہی سب سے برا دین ہے۔ یعنی من الیھود من لعنہ اللہ وغضب علیہ ومنھم من جعلھم قردۃ وخنازیر۔ (خازن) **۱۰۵** اُولٰٓئِكَ سے اشارہ مذکورہ بالا ملعونین، مغضوبین، ممسوخین اور عباد شیطان کی طرف ہے وہ لوگ جن کے حالات یہ ہیں یعنی یہود ہی خدا کے یہاں سب سے برے ہیں اور سیدھی راہ سے بہت دور ہیں اور جہنم میں ان کا ٹھکانا بہت برا ہے۔ **۱۰۶** جَآءُوْ کا فاعل وہی منافقین یہود ہیں جو کافروں سے دوستی رکھتے اور دین اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں یہاں ان کے نفاق اور خبث باطن کا بیان فرمایا، جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو دل و جان سے ایمان لا چکے ہیں وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ جملہ قَالُوْا کی ضمیر سے حال ہے۔ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنے دلوں میں کفر لے کر آتے ہیں اس لئے ان کا دعویٰ ایمان سراسر جھوٹا ہے۔ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ

فتح الرحمٰن **ف ۱** مترجم گوید یعنی بدتر از ان عیب دار کہ شما بیان کردید واللہ اعلم ۱۲۔

یہ بھی قَالُوْا کے فاعل سے حال واقع ہے یعنی جب وہ آپ کی مجلس سے چلے جاتے ہیں تو اس وقت بھی ان کے دلوں میں وہ کفر جاگزیں ہوتا ہے اور آپ کے وعظ و تبلیغ اور قرآنی آیات کا ان کے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ کی آیات سن کر اور ان کا انکار کر کے کفر میں اور پختہ ہو جاتے ہیں، جیساکہ دوسری جگہ فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَیْهِمْ عَمًی۔ (حٰم السجدة ع ۵) ۱۰۷؎ منافقین یہود کی خباثت بیان کرنے کے بعد ان کے عام غلط کار علماء اور بدعمل درویشوں پر شکوی فرمایا کہ وہ برائی کے ہر میدان میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ وہ لوگوں کو شرک سکھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے احکام حدود کو توڑتے ہیں، رشوتیں لیتے ہیں اور غیر اللہ کی نیازیں کھاتے ہیں۔ اَلْاِثْمَ سے مراد شرکیہ کلمات ہیں۔ وقیل کلمة الشرك وهو قولهم عزیر ابن الله (ابو السعود ج ۳ ص ۶۱)

اَلرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ

درویش ۱۰۸؎ اور علماء گناہوں کی بات کہنے سے

وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾

اور حرام کھانے سے بہت ہی برے کام ہیں جو کر رہے ہیں

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ

اور یہود کہتے ہیں ۱۰۹؎ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ف۱ انہی کے ہاتھ

اَیْدِیْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ یَدٰهُ

بند ہو جاویں اور لعنت ہے ان کو اس کہنے پر بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ

مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ وَلَیَزِیْدَنَّ

کھلے ہوئے ہیں ۱۱۰؎ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے اور ان میں بہتوں کو

كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ

بڑھے گی ۱۱۱؎ اس کلام سے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے

طُغْیَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ

شرارت اور انکار اور ہم نے ڈال رکھی ہے ان میں دشمنی ۱۱۲؎

وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا

اور بیر قیامت کے دن تک جب کبھی آگ سلگاتے ہیں ۱۱۳؎

لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ

لڑائی کے لئے اللہ اس کو بجھا دیتا ہے ف۲ اور دوڑتے ہیں ملک میں ۱۱۴؎

فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَوْ اَنَّ

فساد کرتے ہوئے اور اللہ پسند نہیں کرتا فساد کرنے والوں کو ف۳ اور اگر

اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ

اہل کتاب ۱۱۵؎ ایمان لاتے اور ڈرتے تو ہم دور کر دیتے ان سے

ووقف لازم

ا؎ یعنی غیر اللہ کی نیاز کھانا۔ ۲؎ شکوی ۱۲ ۳؎ جواب شکوی ۱۲

۴؎ كَثِیْرًا لَیَزِیْدَنَّ کا مفعول اول۔ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ فاعل اور طُغْیَانًا مفعول ثانی ۱۲ = بغضاء یعنی کبھی بعض و عداوت اب بھی موجود ہے مگر اس کی شدت مسلمان ہوجانے کے بعد ان کا بغض اور بڑھ جائے گا ۔

یا اثم عام ہے اور اس سے ہر گناہ مراد ہے اَلْعُدْوَانُ اللہ کی حدود سے تجاوز کرنا۔ اَلسُّحْتُ یعنی رشوت اور غیر اللہ کی نذر و نیاز وہ جو کچھ کر رہے ہیں بہت برا ہے۔ ۱۰۸؎ عام علماء یہود پر شکوی کے بعد ان کے اکابر علماء اور پیشواؤں پہ شکوی فرمایا کہ ان لوگوں کو تو مذکورہ برائیوں اور ان کے انجام بد کا پورا پورا علم تھا انہوں نے ان کو ان کاموں سے کیوں نہ روکا ان کی یہ خاموشی اور حق پوشی بہت ہی بری بات ہے۔ المراد ههنا تخصیص الذین یقتدی بهم افناء هم ویعلمون قباحة ما هم فیه الخ (ابو السعود ج ۶ ص ۱۷۹) ۱۰۹؎ یہ بھی یہود پہ شکوی ہے۔ یہودیوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کر دیا اس اثنا میں انہوں نے اپنے مشرکانہ عقیدے کے تحت عم انس کی قبر پر بکری ذبح کی تاکہ بارش ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی سے تکوینی اسباب کے تحت بارش برسائی تو یہودی بول اٹھے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ بخیل ہے وہ ہمیں رزق نہیں دیتا بلکہ ہم جب فقیروں اور درویشوں کو پکارتے اور ان کی نیازیں دیتے ہیں تو وہ ہماری روزی کا انتظام کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر و شرک کی وجہ سے بطور سزا ان پر روزی تنگ کر دی تھی۔ اگر وہ اللہ کی کتاب پر عمل کرتے اور اس کی تعلیمات سے منہ نہ موڑتے تو اللہ تعالیٰ ان پر رزق تنگ نہ فرماتا بلکہ فراخی سے دیتا جیساکہ فرمایا وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (مائدة ع ۹) یہود کی اس گستاخانہ گفتگو کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا۔ فرمایا ان کے اس قول شنیع کی وجہ سے ان کے دلوں میں بخل کی بیماری پیدا کر دی گئی اور انہیں اللہ کی رحمت سے دور کر دیا گیا۔ یہ یہود پر بددعا ہے اور اللہ کی بددعا ان کے دلوں میں بخل کی بیماری پیدا کرنے سے عبارت ہے۔ دعاء علیهم بالبخل المذموم كما قال الزجاج ودعاءه بذلك عبارة عن خلقه الشح فی قلوبهم والقبض فی ایدیهم (روح ج ۶ ص ۱۸۰) چنانچہ یہود کے عوام و خواص کی یہی حالت تھی، خواص یعنی علماء اور درویش تو صرف عوام سے نذریں بٹورنے کے یار تھے اپنے ہاتھ سے کچھ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور عوام کا یہ حال تھا کہ وہ توحید اور اللہ کے دین کی خاطر ایک پائی خرچ نہیں کرتے تھے وہ جو کچھ بھی خرچ کرتے تھے غیر اللہ کی نیازوں اور احبار و رہبان کے نذرانوں ہی میں خرچ کرتے تھے۔ ۱۱۰؎ یہ جواب شکوی ہے اور یہود کے قول شنیع کا رد ہے یعنی اللہ تعالیٰ تو ہرگز بخیل نہیں وہ تو بہت بڑا کریم اور فیاض ہے اور جس طرح چاہتا ہے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق خرچ کرتا ہے جس طرح غل ید یعنی ہاتھ کا بندھا ہوا ہونا بخل اور نہ خرچ کرنے سے کنایہ ہے اسی طرح بسط ید یعنی ہاتھ کا پھیلانا سخاوت اور خرچ کرنے سے کنایہ

موضح قرآن ف۱ یہود میں بولنا رواج تھا کہ اللہ کا ہاتھ بند ہوا یعنی ہم پر روزی تنگ ہوئی یہ کفر کا لفظ ہے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ کبھی بند نہیں دونوں ہاتھ کھلے ہیں قہر کا اور مہر کا تم پر اب قہر کا ہاتھ کھلا مہر کا اوروں پر فرمایا کہ اللہ نے ان میں اتفاق نہیں رکھا جب آگ سلگاتے ہیں یعنی فتنہ انگیزی کرتے ہیں کہ آپس میں سب کو ملا کر مسلمانوں سے لڑیں وہ اللہ بجھا دیتا ہے آپس میں پھوٹ جاتے ہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بخل دارد ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی چوں می خواہند کہ باعداء خود کہ متدین بہ یہودیت نیستند جنگ کنند مقہور و مغلوب می شوند واللہ اعلم ۱۲۔

غل الید و بسطہا مجاز عن البخل والجود او کنایۃ عن ذٰلک (روح وکبیر ج ۳ ص ۶۳۹) **۱۱۱ ؎** کثیرا۔ لیزیدن کا مفعول اول اور طغیانا وکفرا مفعول ثانی۔ اور وما انزل الیک اس کا فاعل ہے۔ سرکشی اور کفر و انکار تو وہ پہلے سے ہی کر رہے ہیں لیکن جیسے جیسے قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوتی ہیں ان کے انکار اور بغض و حسد کی وجہ سے ان کی سرکشی اور کفر میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ **۱۱۲ ؎** یعنی بغض و عداوت تو ان میں پہلے سے بھی موجود ہے لیکن اگر تم اپنے ایمان و اسلام پر ثابت قدم رہو گے تو ہم ان کے باہمی بغض و عداوت میں اور اضافہ کر دیں گے۔ **۱۱۳ ؎** پہلے اشارہ فرمایا کہ اگر تم سچے مسلمان بن جاؤ گے تو یہود و نصاریٰ کے ہر شر سے محفوظ رہو گے کیونکہ وہ اپنے باہمی بغض و عناد کے سبب تمہارے مقابلے میں نہیں آئیں گے۔ یہاں اس بات کی صراحت فرما دی کہ جب بھی وہ اسلام کے خلاف اعلان جنگ کریں گے ہم انکے منصوبے کو ناکام بنا دیں گے اور وہ تمہارے ساتھ جنگ نہیں کر سکیں گے۔ آگ جلانے سے ارادۂ جنگ مراد ہے کیونکہ عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی قوم کسی قوم کے خلاف اعلان جنگ کرتی تو کسی اونچے ٹیلے پر آگ جلاتی۔ اور آگ بجھانا ان کے شر سے محفوظ رکھنے سے کنایہ ہے **۱۱۴ ؎** یہ لوگ ہر وقت فتنہ فساد برپا کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مکر و فریب کرنے میں لگے رہتے اللہ تعالیٰ ایسے شر انگیز اور فتنہ خیز لوگوں کو پسند نہیں فرماتا اسی لئے سچے مسلمانوں کے خلاف ان کے تمام منصوبوں اور جنگی تدبیروں کو ناکام کر کے مسلمانوں کو انکے شر سے بچا لیتا ہے۔ **۱۱۵ ؎** اَلْکِتٰب جنس ہے اور تورات و انجیل دونوں کو شامل ہے اس لئے اہل کتاب سے یہاں یہود و نصاریٰ دونوں فریق مراد ہیں۔ یہاں اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دی گئی ہے اور ساتھ ہی ایمان لانے کی صورت میں انہیں بشارت اخروی بھی سنا دی گئی ہے۔ اگلی آیت میں بشارت دنیوی مذکور ہے۔ **۱۱۶ ؎** اقامتِ تورات و انجیل سے ان پر کما حقہٗ عمل کرنا مراد ہے یعنی تورات و انجیل کی تعلیمات پر عمل کریں۔ اللہ کی توحید پر ایمان لائیں۔ غیر اللہ کی نذر و نیاز اور شرک فی التصرف سے احتراز کریں۔ لَاَکَلُوْا الخ۔ یہ وسعت رزق سے کنایہ ہے یا مِنْ فَوْقِہِمْ سے بارش مراد ہے کیونکہ اسی کے ذریعے زمین انواع و اقسام رزق پیدا کرتی ہے اور مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِہِمْ سے زمین کی پیداوار پھل، میوے اور غلے وغیرہ مراد ہیں۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ یعنی المطر والنبات وقیل المعنی لوسعنا علیہم فی ارزاقہم واکلوا متواصلا (قرطبی ج ۶ ص ۲۴۱) **۱۱۷ ؎** اہل کتاب سب کے سب ہی سرکش اور معاند نہیں بلکہ کچھ لوگ انصاف دوست اور اعتدال پسند بھی ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے یہود و نصاریٰ سے اسلام قبول کر لیا تھا مثلاً عبداللہ بن سلام اور نجاشی وغیرہ۔ لیکن ان کی اکثریت معاند ہے۔ ضد و عناد سے حق کا انکار کرنا اور حق کو چھپانا ان کا کام ہے۔ ساء ما یعملون من العناد والمکابرۃ وتحریف الحق والاعراض عنہ (روح ج ۶ ص ۱۸۶) **فائدۃ:** حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں یہود و نصاریٰ کے احبار و رہبان کے حالات مذکور ہیں وہاں آجکل کے علماء سوء اور پیران میلہ کار بھی اس کے تحت داخل ہیں اور جہاں منافقین کا ذکر ہے اس میں آج کل کے سرمایہ دار اور برسر اقتدار طبقہ بھی داخل ہے۔

سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٧﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰي شَيْءٍ حَتّٰي تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا

ان کی برائیاں اور ان کو داخل کرتے نعمت کے باغوں میں اور اگر وہ ۱۱۶ قائم رکھتے توریت اور انجیل کو اور اس کو جو نازل ہوا ان پر ان کے رب کی طرف سے ف۱ تو کھاتے اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کچھ لوگ ان میں ہیں سیدھی راہ پر ۱۱۷ اور بہت سے ان میں برے کام کر رہے ہیں ف۱ ف۲ اے رسول ۱۱۸ پہنچا دے جو تجھ پر اترا ۱۱۹ تیرے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہ کیا ف۳ تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچا لے گا لوگوں سے ۱۲۰ بیشک اللہ راستہ نہیں دکھاتا قوم کفار کو ف۲ کہہ دے اے کتاب والو ۱۲۱ تم کسی راہ پر نہیں جب تک نہ قائم کرو توریت اور انجیل کو اور جو تم پر اترا تمہارے رب کی طرف سے ف۴ اور ان میں بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے شرارت

موضح قرآن ف۱ کھاویں اوپر نیچے سے یعنی آسمان میں سے ان کو رزق فراخ آوے ف۲ یعنی یہ اگلی بات کہ صاف اہل کتاب کو گمراہ کہو جب تک یہ کلام اللہ کا قبول نہ کریں۔ اس میں اگرچہ وہ دشمن ہوں تم بے فکر پہنچاؤ اور خطرہ نہ کرو۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی سائر کتب سابقہ ۱۲ ف۲ حاصل آنست کہ اگر برپا می داشتند حکم توریت و انجیل را پیش از نزول قرآن و پیش از ان کہ حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث شود برکت فراوان نصیب ایشاں می شد لیکن مخالفت کردند پس بانواع بلا ابتلا گشتند ۱۲ ف۳ یعنی یک آیت ہم نرساندی واللہ اعلم ۱۲ ف۴ یعنی قرآن و سائر کتب سابقہ ۱۲۔

دوسرا حصہ

(۱) نفی شرک فی التصرف اور (۲) نفی شرک فعلی

۱۱۸ھ پہلا جز۔ نفی شرک فی التصرف۔ پہلے حصے میں شرک فعلی کی نفی کا بیان تھا اور اس کے بعد شرک فی التصرف کی نفی مذکور تھی اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیہ اور اہل کتاب

وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ

اور کفر سو تو افسوس نہ کر اس قوم کفار پر ف۱ بیشک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ وَ

جو ۱۲۱ھ مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور فرقہ صابی اور

النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ

نصاریٰ جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور روز قیامت پر اور عمل کرے

صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾

نیک نہ ان پر ڈر ہے اور نہ غمگین ہوں گے ف۲

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ

ہم نے لیا تھا پختہ قول ۱۲۳ھ بنی اسرائیل سے اور بھیجے

اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى

ان کی طرف رسول ۱۲۴ھ جب لایا ان کے پاس کوئی رسول وہ حکم جو خوش نہ آیا ۱۲۵ھ

اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾

ان کے جی کو تو بہتوں کو جھٹلایا اور بہتوں کو قتل کر ڈالتے تھے

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ

اور خیال کیا کہ کچھ ۱۲۶ھ خرابی نہ ہوگی سو اندھے ہو گئے اور بہرے پھر

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ

توبہ قبول کی اللہ نے ان کی ۱۲۷ھ ف۳ پھر اندھے اور بہرے ہوئے ان میں سے بہت ۱۲۸ھ اور اللہ

بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا ۱۲۹ھ اللہ

هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا ہے ۱۳۰ھ کہ اے بنی اسرائیل

اور منافقین پر زجریں مذکور تھیں۔ اب یہاں سے سورت کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے اس میں ان دونوں مضمونوں (نفی شرک فی التصرف اور نفی شرک فعلی) کا لف ونشر غیر مرتب کے طور پر اعادہ کیا گیا ہے۔ **۱۱۹ھ** ما موصولہ ہے جو عموم کے لئے ہے اور اس سے وہ تمام احکام مراد ہیں جو وحی جلی یا وحی خفی کے ذریعے آپ پر نازل ہوئے۔ یہاں مَآ اُنْزِلَ سے چار چیزیں ذکر کی گئی ہیں جو آگے آ رہی ہیں۔ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ الخ اگر آپ نے ایک چیز کا بھی اخفا کیا اور اس کی تبلیغ نہ کی تو آپ نے حق تبلیغ ادا نہیں کیا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین علماء وصوفیاء کا بھی فرض ہے کہ وہ قرآن وسنت کے تمام احکام کی تبلیغ واشاعت کریں اگر انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ بعض قرآنی احکام کو بعض دنیوی مصلحتوں اور ذاتی اغراض کی وجہ سے بیان نہ کیا مثلاً شرک وبدعت کا رد نہ کیا اور غیر اللہ کی نذر ونیاز کا مسئلہ بیان نہ کیا تو انہوں نے حق تبلیغ ادا نہیں کیا اور ان کی باقی احکام کی تبلیغ بھی اللہ کے یہاں مقبول نہیں ہوگی۔ **۱۲۰ھ** یعنی آپ اللہ کے تمام احکام کی تبلیغ کئے جائیں اور مشرکین کی مخالفت، طعن وتشنیع اور ملامت کی پرواہ نہ کریں اللہ آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھیگا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الخ آپ تبلیغ کئے جائیں اگر کچھ لوگ آپ کی تبلیغ سے متاثر نہیں ہوتے اور ہدایت قبول نہیں کرتے تو آپ اس کا غم نہ کریں جو لوگ ایمان نہیں لاتے وہ معاندین ہیں اور معاندین کے دلوں پر ان کی ضد وعناد کی وجہ سے مہر جباریت لگ جاتی ہے اور ان کو اللہ کی طرف سے ہدایت کی توفیق نہیں ملتی۔ **۱۲۱ھ** اہل کتاب سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں۔ یہ پہلا مسئلہ ہے جس کی تبلیغ کا یہاں حکم دیا گیا ہے۔ یعنی آپ اہل کتاب سے صاف صاف کہہ دیں کہ جب تک تم تورات اور انجیل کے احکام کو قائم نہیں کرو گے یعنی شرک وغیر اللہ کی نذر ونیاز چھوڑ کر توحید کو نہیں مانو گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اور قرآن پر ایمان نہیں لاؤ گے اس وقت تک تمہارا کوئی دین نہیں اور تم کھلے بے دین ہو۔ آج مبلغ قرآن کو بھی اپنی تبلیغ کے دوران مسلمانوں پر یہ حقیقت واضح کر دینی چاہئے کہ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا الْقُرْاٰنَ یعنی جب تک تم قرآن مجید کے تمام احکام کو قائم نہ کرو اس وقت تک تم دیندار نہیں ہو سکتے۔ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا الخ اس کی تفسیر کے لئے حاشیہ (۱۱۱) ملاحظہ فرمائیں۔ **۱۲۲ھ** اس آیت کی تفسیر سورہ بقرہ میں تفصیل سے گذر چکی ہے ملاحظہ ہو منزل ۱ حاشیہ نمبر ۱۳۰۔ **۱۲۳ھ** میثاق سے وہی عہد ومیثاق مراد ہے جو بنی اسرائیل سے توریت میں لیا گیا تھا کہ وہ توحید اور تمام احکام وشرائع کی پابندی کریں جیسا کہ سورہ بقرہ ع ۱۰ میں فرمایا وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا الاٰیۃ قد تقدم فی البقرۃ معنی المیثاق وھو الا یعبدوا الا اللہ وما یتصل بہ (قرطبی ج ۶ ص ۲۴۷) ای باللہ لقد اخذنا میثاقھم بالتوحید وسائر الشرائع والاحکام المکتوبۃ علیھم فی التوراۃ (ابو السعود ج ۳ ص ۶۲۳، روح ج ۶ ص ۲۰۳)

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید حاصل آنست کہ بروفق قول خود ملتزم می شوند زیرا کہ التزام شریعتی می کنند وبرحسب آن نمی روند قطع نظر از انکار قرآن مجید واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی در اصل از ہر فرقہ کہ باشد چوں ایمان آمد از اہل نجات است خصوصیت فرق را اعتبار نیست ۱۲ ف۳ یعنی محمد را صلی اللہ علیہ وسلم فرستاد ۱۲

۱۲۴ عہد لینے کے بعد ہم ان کی طرف لگاتار پیغمبر بھیجتے رہے تاکہ وہ ان کو عہد کی یاد دہانی کراتے رہیں اور ان کو وعظ و نصیحت کے ذریعے عہد پورا کرنے کی تلقین کرتے رہیں۔ یعرفونهم ذلك ويتهم وتعم بالحظة والتذكير ويطلعونهم على ما يأتون ويذرون في دينهم (روح) بنی اسرائیل کے پاس بھی تورات موجود تھی اور ان کی طرف جتنے پیغمبر تشریف لائے وہ سب تورات سے مسئلہ توحید بیان کرتے تھے لیکن بنی اسرائیل کے علماء اور درویش اس مسئلہ کی وجہ سے ان کی مخالفت کرنے لگتے یہی حال آج کل کے علماء سوء کا ہے کہ ان کے پاس بھی قرآن مجید موجود ہے لیکن جب علماء ربانی قرآن مجید سے مسئلہ توحید بیان کرتے ہیں تو علماء سوء اور سجادہ نشینان مسئلہ توحید کی وجہ سے ان کے دشمن بن جاتے ہیں اور ان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں۔ ۱۲۵ جو باتیں ان کی نفسانی خواہشات اور ان کی اپنی مخترعات کے خلاف تھیں۔ مثلاً مسئلہ توحید، غیر اللہ کی نذر و نیاز کی حرمت وغیرہ۔ ۱۲۶ فتنة کے معنی آزمائش اور ابتلاء کے ہیں فَعَمُوْا دین کی جو راہ رسولوں نے ان کو دکھائی تھی اس سے وہ محض سرکشی اور عناد کی وجہ سے دیدہ و دانستہ اندھے بن گئے وَصَمُّوْا اور حق بات سننے سے بہرے بن گئے۔ یعنی بنی اسرائیل نے سمجھا کہ اللہ کی طرف سے ان پر کوئی عذاب یا امتحان نہیں آئے گا کیونکہ وہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (ہم اللہ کے چہیتے اور اس کے محبوب ہیں) کے فخر میں مغرور و سرمست تھے (قرطبی) اس لئے انہوں نے تورات کے احکام سے آنکھیں اور کان بند کر لئے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی۔ ۱۲۷ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں توبہ کی توفیق دینے اور ان کی توبہ قبول کرنے کا سامان اس طرح بہم پہنچایا کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم کو مبعوث فرمایا جنہوں نے بنی اسرائیل کو توبہ کی راہ دکھائی کہ اگر وہ اللہ کی توحید پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔ (قرطبی) یا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا کر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ تاب الله عليهم حين تابوا وآمنوا بعيسى عليه السلام (مظہری ج ۳ ص ۱۵۸) ۱۲۸ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ نے اللہ کی توحید اور اپنی نبوت کی طرف دعوت دی تو ان میں اکثر پھر حق سے اندھے اور بہرے ہو گئے اور ضد و عناد اور بغض و حسد کی وجہ سے حق کا انکار کر دیا اور ان میں سے بہت کم لوگوں نے حق کو قبول کیا۔ ۱۲۹ یہ دوسرا مسئلہ ہے جو بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ میں داخل ہے یعنی آپ اس مسئلہ کی بھی تبلیغ اور اشاعت فرما دیں کہ جو لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ سے موصوف کرتے ہیں مثلاً ان کو متصرف فی الامور اور مختار سمجھتے ہیں وہ بلا شبہ کافر ہیں شاہ عبد القادر دہلوی فرماتے ہیں نصاریٰ میں دو قول ہیں بعضے کہتے ہیں اللہ ہی تھا جو صورت مسیح میں آیا اور بعضے کہتے ہیں تین حصے ہو گیا، ایک اللہ رہا ایک روح القدس ایک مسیح یہ دونوں باتیں

اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ
بندگی کرو اللہ کی رب ہے میرا اور تمہارا بیشک جس نے شریک ٹھہرایا

بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ
اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ
اور کوئی نہیں گنہگاروں کی مدد کرنے والا ف۱ بیشک کافر ہوئے ۱۳۱ جنہوں نے

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ
کہا اللہ ہے تین میں کا ایک ف۲ حالانکہ کوئی معبود نہیں بجز ایک

وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ
معبود کے ۱۳۲ اور اگر نہ باز آویں گے اس بات سے کہ کہتے ہیں تو بیشک پہنچے گا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ
ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو عذاب دردناک ف۱ ف۳ کیوں نہیں توبہ کرتے ۱۳۳

اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾
اللہ کے آگے اور گناہ بخشواتے اس سے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ
نہیں ہے مسیح مریم کا بیٹا ۱۳۴ مگر رسول گذر چکے اس سے

قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ
پہلے بہت رسول اور اس کی ماں ولی ہے دونوں کھاتے تھے

الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ
کھانا ۱۳۵ دیکھ ہم کیسے بتلاتے ہیں ان کو دلیلیں پھر

انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
دیکھ کہاں الٹے جا رہے ہیں ف۲ ف۳ تو کہہ دے تم ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر ۱۳۶

وقف لازم

منزل ۲

صریح کفر ہیں۔ **فائدہ** حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا یہاں اتحاد سے اتحاد صفات مراد ہے۔ یعنی نصاریٰ کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اختیارات دیدئیے تھے اور وہ متصرف فی الامور تھے۔ بہر حال لفظ اللہ سے وصف مشہور مراد ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے لكل فرعون موسى اى لكل مبطل محق ۱۳۰ عیسائیوں کے پیر اور پادری کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے آباؤ اجداد کو یہی تعلیم دے گئے تھے کہ وہ ان کو متصرف و مختار سمجھ کر ان کو پکارا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب فرمائی اور اپنے پیغمبر حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف سے صفائی پیش

موضح قرآن ف۱ نصاریٰ میں دو قول ہیں بعضے کہتے ہیں اللہ ہی تھا جو صورت مسیح میں آیا اور بعضے کہتے ہیں تین حصے ہو گیا ایک اللہ رہا ایک روح القدس ایک مسیح یہ دونوں باتیں صریح کفر ہیں کا ملوں کے حق میں یہی کہے جو آگے فرمایا ف۲ یعنی اس سے زیادہ کیا نشانی کہ جو شخص کھانا کھاوے اسے سب حاجت بشری لگے۔ اللہ کی ذات پاک اس لائق کب ہے۔

فتح الرحمن ف۱ اعتقاد حلول نوعی از شرک است ۱۲ ف۲ یعنی در مرتبہ الوہیت سہ کس ہستند یکی خدا دوم دیگر عیسیٰ و سیم روح القدس ۱۲ ف۳ یعنی اہل اصرار را از ایشان ۱۲ ف۴ یعنی از معرفت حق ۱۲ -

یعنی یا انزل کے تحت داخل ہے اس کو بیان ۱۲ کہ بیشک وہ دونوں کو لیکن کیونکہ وہ محتاج ہیں جب محتاج ہیں تو معبود نہیں ۱۲ محتاج نہیں ۱۲ خدا بننے کی استعداد ۱۲ یعنی ما انزل میں ہے یہ بھی داخل ہیں ۱۲ مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ام مریم صدیقہ بقرینہ ما قبل ۱۲

کی کہ انہوں نے تو بنی اسرائیل کو یہی تعلیم دی تھی کہ وہ صرف اللہ ہی کو متصرف وکارساز سمجھیں، اسی کو پکاریں، اسی کی نذریں منتیں دیں اور ہر طرح کی عبادت اسی کے لئے بجا لائیں۔ اور شرک نہ کریں بلکہ شرک سے کوسوں دور بھاگیں کیونکہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ قیامت کے دن اس کا کوئی یار مددگار نہیں ہوگا جو اسے اللہ کے عذاب سے بچا سکے اور نہ اس کے حق میں کسی پیر و پیغمبر کی سفارش قبول ہوگی۔ ای وما لہ عند اللہ ناصر ولا معین ولا منقذ مما ھو فیہ (ابن کثیر ص۸۳ ج ۲) ای ما لہم من احد ینصرھم بانقاذھم من النار واد خالہم الجنۃ اما بطریق المغالبۃ او بطریق الشفاعۃ (روح ج ۶ ص۲۰۶) **۱۳۱** یہ تیسرا حکم ہے جو بلغ ما انزل الیک میں داخل ہے۔ بعض نصاریٰ حضرت مسیح کے علاوہ ان کی والدہ کی الوہیت کے بھی قائل تھے۔ ان کے نزدیک آلہہ یعنی معبودوں کی تعداد تین ہوگئی، اللہ تعالیٰ، حضرت مسیح اور حضرت مریم صدیقہ علیہما السلام جیسا کہ سورۂ مائدہ کے آخری رکوع میں آرہا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام سے فرمائے گا ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِیۡ وَ اُمِّیَ اِلٰـہَیۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان عیسائیوں کو بھی کافر فرمایا جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین معبودوں میں کا ایک ہے۔ **۱۳۲** حالانکہ معبود اور پکار کے لائق صرف ایک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ یہی تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم تھی اور خود حضرت مسیح علیہم السلام نے بھی بنی اسرائیل کو یہی تعلیم دی تھی وَاِنۡ لَّمۡ یَنۡتَھُوۡا اگر یہ لوگ اپنے مشرکانہ اقوال و افعال سے باز نہ آئے بلکہ ان پر اصرار کیا تو انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔ یہ مشرکین نصاریٰ کے لئے تخویف اخروی ہے۔ **۱۳۳** یہ مشرکین نصاریٰ کو مشرکانہ عقائد و اعمال سے توبہ کرنے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کی تہدید آمیز ترغیب ہے۔ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ یہ توبہ قبول کرنے اور معافی دینے کا وعدہ ہے۔ یعنی اگر وہ شرک و کفر سے سچی توبہ کرلیں اور اپنے کئے کی اللہ سے معافی مانگیں تو وہ اس کو معاف کرنے والا اور مہربان پائیں گے۔ **۱۳۴** یہاں چونکہ ان عیسائیوں کا رد مقصود ہے جو حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہما السلام کو الٰہ (معبود) اور متصرف مانتے تھے اور ان کو حاجات ومشکلات میں غائبانہ پکارتے تھے۔ اس لئے ان دونوں کا خصوصیت سے ذکر فرمایا اور باقی رسولوں کا اجمالی ذکر کیا۔ مسیح علیہ السلام جس کو عیسائی خدا کا اوتار اور خدائی صفات کا حامل اور مختار ومتصرف مانتے ہیں۔ وہ نہ خدا تھا نہ خدا کا اوتار وہ تو مریم کا بیٹا تھا جو کسی کا بیٹا ہو وہ حادث اور اپنے وجود میں محتاج ہوتا ہے۔ وہ الٰہ نہیں بن سکتا۔ نیز وہ اللہ کا رسول تھا جس کا کام ہی یہ تھا کہ وہ لوگوں کو توحید سکھائے اور شرک سے ان کو روکے۔ اسی طرح ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گذرے ان سب کا یہی کام تھا۔ لہٰذا جو لوگ خود دوسروں کو شرک سے منع کریں وہ کس طرح خدا کے شریک ہوسکتے ہیں وَاُمُّہٗ صِدِّیۡقَۃٌ اور مسیح علیہ السلام کی والدہ صدیقہ تھیں، صدیقیت ولایت کا سب سے اونچا درجہ ہے جو اللہ کی خالص عبادت اور کامل اطاعت سے حاصل ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت مریم تو خود اللہ کی عبادت گذار تھیں، اس لئے وہ معبود بننے کے لائق ہرگز نہیں ہوسکتیں۔ **۱۳۵** تثنیہ سے مراد حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہما السلام ہیں۔ اس میں ان کے انتہائی احتیاج کا بیان ہے۔ اور ان کی الوہیت کی نفی پر ایک واضح برہان ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ کھانا کھایا کرتے تھے تو معلوم ہوگیا کہ وہ نہ صرف روٹی اور پانی کے محتاج تھے بلکہ ہر اس چیز کے بھی محتاج تھے جس کو روٹی اور پانی کے حاصل کرنے میں ذرا بھی دخل ہو۔ جن کی محتاجی کا یہ حال ہو وہ ہرگز معبود بننے کے لائق نہیں ہوسکتے۔ اور نہ متصرف وکارساز ہوسکتے ہیں کیونکہ متصرف وکارساز وہی ہوسکتا ہے جو ہر چیز سے مستغنی اور بے نیاز ہو۔ انھما کانا محتاجین لانھما کانا محتاجین الی الطعام اشد الحاجۃ والالٰہ ھو الذی یکون غنیا عن جمیع الاشیاء فکیف یعقل ان یکون الٰھا (کبیر ص۱۳۳ ج ۳) **۱۳۶** یہ چوتھی بات ہے جو بلغ ما انزل الیک کے تحت داخل ہے۔ تعبدون میں خطاب نصاریٰ سے ہے اور من دون اللہ سے حضرت مسیح اور ان کی والدہ مراد ہے۔ والخطاب للنصاریٰ نہاھم عن عبادۃ عیسیٰ وغیرہ (بحر ص۵۳۸ ج ۳) والمراد بما لا یملک عیسیٰ او ھو وامہ علیہما الصلوٰۃ والسلام (روح ص۲۱۲ ج ۶) یہ نصاریٰ کے عقیدۂ الوہیت مسیح ومریم کے بطلان پر ایک اور دلیل ہے۔ مطلب یہ کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اور جن کو غائبانہ پکارتے ہو وہ تو تمہارے کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ وہ عالم الغیب ہیں کہ تمہارا حال جان لیں اور تمہاری پکار سن لیں۔ یہ صفتیں صرف اللہ ہی میں ہیں۔ وَاللّٰہُ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ اس میں واؤ تعلیلیہ ہے اور یہ ماقبل کی علت ہے یعنی ہربات سننے والا اور ہر چیز کو جاننے والا تو اللہ ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ۔ اس میں ھو ضمیر فصل اور خبر کے معرف باللام سے حصر کا مفہوم پیدا ہوگیا ہے۔ ای واللہ ھو السمیع لکل شیء العلیم بکل شیء ای لا عیسیٰ وامہ قالہ الشیخ قدس سرہ۔

فائدہ۔ عام مفسرین نے اگرچہ بلغ ما انزل الیک میں ما کو عموم پر محمول کیا ہے اور اس سے تمام احکام مراد لئے ہیں۔ لیکن مذکورہ چار امور کو انہوں نے مستقل احکام قرار دیا ہے اور ما انزل کے تحت داخل نہیں کیا۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے نزدیک ما عموم کے لئے ہے۔ جو تمام احکام کو شامل ہے اور مذکورہ چاروں باتیں ما اُنزل کے تحت داخل ہیں۔ یعنی یہ چاروں ان امور میں سے ہیں جن کی تبلیغ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے۔

شیعہ کہتے ہیں اس آیت میں ما انزل سے حضرت علی کی خلافت کا اعلان مراد ہے۔ چنانچہ اس پر وہ ایک روایت بھی پیش کرتے ہیں کہ غدیر خم کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اس میں آپ نے فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یعنی جس کا میں مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔ مولیٰ سے وہ والی اور خلیفہ مراد لیتے ہیں۔

یہ استدلال کئی وجوہ سے درست نہیں ہے (۱) یہ روایت درجۂ صحت کو نہیں پہنچتی۔ اس کے اکثر طرق ضعیف اور شاذ ہیں اور بعض طرق موضوع ومردود ہیں۔ جیسا کہ علامہ سید محمود آلوسی نے روح المعانی (ج ۶ ص ۱۹۴ تا ص ۱۹۸) میں اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔ (۲) لفظ مولیٰ لغت عرب میں والی اور حاکم کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ مولیٰ کے معنی آقا، غلام، مددگار، دوست وغیرہ کے آتے ہیں۔ چنانچہ علامہ محمد طاہر فرماتے ہیں۔ واسم المولیٰ یقع علی الرب والمالک والسید والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والجار وابن العم والحلیف والعقید والصہر والعبد والمعتق والمنعم علیہ الخ (مجمع بحار الانوار ص۳۶۲ ج ۴) ان معانی میں والی یا حاکم کا کوئی ذکر نہیں۔ اس لئے اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت مراد لینا سراسر غلط اور تحکم ہے۔

۱۳۷ھ یہ اہل کتاب کے لئے زجر ہے۔ دین میں غلو سے اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنا مراد ہے مثلاً حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو اور حضرت عزیر علیہم السلام کو الوہیت کا درجہ دینا اور ان کو حاجات میں غائبانہ طور پر پکارنا وغیرہ۔ **غَیْرَ الْحَقِّ** اخذ بحق مقدر کا مفعول ہے جو **لَا تَغْلُوْا** کے فاعل سے حال ہے۔ **اَھْوَآءَ قَوْمٍ** میں **قوم سے یہود** و نصاریٰ کے اسلاف اور ان کے آباء و اجداد مراد ہیں۔ فرمایا تم اپنے ان گذشتہ عالموں اور پیروں اور اپنے باپ دادا کی پیروی میں حق کا انکار نہ کرو۔ جو خود گمراہ تھے اور جنہوں نے ہزاروں لاکھوں بندگانِ خدا کو توحید اور صراط مستقیم سے گمراہ کیا ای اسلافکم و ائمتکم الذین کانوا علی الضلال قبل مبعث النبی صلی اللہ علیہ (مدارک ج ۲ ص ۲۳۰) جو لوگ خود گمراہ اور بے دین ہوں ان کی پیروی کسی طرح جائز نہیں ان کی پیروی سے حرمان و خسران کے سوا کچھ حاصل نہیں **۱۳۸ھ** یہ مشرکین اہل کتاب کے لئے تخویف دنیوی ہے حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان پر جو لوگ ملعون ہوئے ان سے مراد اصحاب السبت ہیں۔ انہیں ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے منع کیا گیا مگر وہ باز نہ آئے اور اللہ کے حکم کی پروانہ کی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر بددعا کی اللّٰھم العنھم واجعلھم اٰیۃ اے اللہ ان کو اپنی رحمت سے دور ہٹادے اور انہیں آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کی نشانی بنادے۔ تو ان کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کرکے بندر بنادیا۔ اور جو لوگ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زبان سے ملعون ہوئے ان سے اصحاب مائدہ مراد ہیں جنہوں نے آسمان سے دسترخوان اتارنے کا مطالبہ کیا تھا جب دسترخوان اترا اور انہوں نے اس سے کھایا بھی مگر ایمان نہ لائے تو حضرت مسیح علیہ السلام نے دعا کی اللّٰھم العنھم کما لعنت اصحاب السبت اے اللہ ان کو اسی طرح ملعون و مردود کردے جس طرح تو نے اصحاب سبت کو کیا تھا۔ ان کو اللہ نے مسخ کرکے خنزیر بنادیا۔ (کبیر ج ۳ ص ۶۲۵) یہ سزا ان کو خدا کی نافرمانی اور اس کی حدود کو توڑنے کی وجہ سے دی گئی۔ **۱۳۹ھ** یہ ان ملعونین کی نافرمانی اور تجاوز عن الحد کی تفصیل ہے۔ یعنی جو برے افعال اور بداعمالیاں ان کی قوم میں رائج تھیں اور جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے ان سے وہ ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے۔ **۱۴۰ھ** یہ منافقین اہل کتاب کے لئے زجر ہے۔ یہ لوگ در پردہ کافروں سے دوستی رکھتے تھے اور ظاہر میں مسلمان ہونے کے مدعی تھے اَنْ سَخِطَ اللّٰہُ الخ بِئْسَ کا مخصوص بالذم ہے یعنی انہوں نے کافروں سے دوستی کرکے بہت برا توشہ آگے بھیجا ہے کہ اللہ کا غضب خرید لیا اور عذاب جہنم میں خلود کے مستحق ہوئے یا اَنْ سے پہلے حرف جر لام یا باء محذوف ہے ای لِاَنْ یا بِاَنْ اس طرح یہ جملہ ماقبل کا سبب ہوگا اور بِئْسَ کا مخصوص بالذم محذوف ہوگا اور مطلب یہ ہوگا کہ جو توشۂ اعمال آگے بھیجا ہے وہ بہت

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی پیشوایان یہود یہ و نصرانیہ کہ برائے ایشان مذہب قرار دادہ اند ۱۲۔

مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ
جو مالک نہیں تمہارے بُرے کی اور نہ بھلے کی اور اللہ وہی ہے

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ
سننے والا جاننے والا تو کہہ اے اہل کتاب ۱۳۷ھ

لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا
مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں نا حق کا اور مت چلو

اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا
خیالات پر ان لوگوں کے جو گمراہ ہو چکے پہلے اور گمراہ کر گئے

كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾
بہتوں کو اور بہک گئے سیدھی راہ سے ع ۱۰/۱۴

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ
ملعون ہوئے ۱۳۸ھ کافر بنی اسرائیل میں کے

عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ
داؤد کی زبان پر اور عیسٰی بیٹے مریم کے

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾
یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گذر گئے تھے

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ
آپس میں منع نہ کرتے ۱۳۹ھ بُرے کام سے جو وہ کر رہے تھے

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰى
کیا ہی بُرا کام ہے جو کرتے تھے تو دیکھتا ہے

كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ
ان میں کہ بہت لوگ ۱۴۰ھ دوستی کرتے ہیں کافروں سے

بری چیز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان پر ناخوش ہوگیا۔ **۱۴۱ھ** یہ ان کے دعوائے ایمان کی تکذیب ہے۔ یعنی اگر وہ واقعی دل وجان سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاچکے ہوتے تو کافروں سے دوستانہ تعلقات ہرگز نہ رکھتے۔ اس لئے ان کا دعوائے ایمان سراسر جھوٹا اور محض منافقانہ ہے۔ **۱۴۲ھ** نزول قرآن کے وقت تین جماعتیں اسلام کی مخالف تھیں یہود ونصاریٰ اور مشرکین۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے خلاف شدتِ عداوت کے اعتبار سے ان کی درجہ بندی فرمادی۔ شدتِ عداوت میں یہودی سب سے پہلے درجہ پر ہیں اور وہ دنیا میں مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں دوسرے درجے پر مشرکین ہیں۔ دو جماعتوں کا صراحت سے ذکر فرمایا اور تیسری جماعت یعنی نصاریٰ کا حال خود بخود معلوم ہوگیا کہ تیسرے درجے پر نصاریٰ مسلمانوں کے دشمن ہیں **۱۴۳ھ** هُمْ ضمیر اَلنَّاس کی طرف راجع ہے۔ مسلمانوں کے دشمنوں کی درجہ بندی کرنے کے بعد مسلمانوں سے محبت اور دوستی کرنیوالوں کا ذکر فرمایا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو لوگ موجود تھے ان میں سے مسلمانوں کی محبت سب سے زیادہ حبشہ کے ان عیسائیوں کے دلوں میں تھی جنہوں نے مہاجرین حبشہ سے قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سن کر اسلام قبول کرلیا تھا۔ ان کی نرم دلی کا یہ حال تھا کہ جب ان کے سامنے قرآن پڑھا گیا تو وہ اس سے اسقدر متأثر ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اس آیت میں نصاریٰ سے حبشہ کا بادشاہ نجاشی اور دوسرے وہ عیسائی مراد ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس سے تمام عیسائی مراد نہیں ہیں کیونکہ باقی عیسائی بھی مسلمانوں کے اسی طرح دشمن تھے جس طرح یہود اور مشرکین۔ لم یرد بہ جمیع النصارٰی لانہم فی عداوۃ المسلمین کالیہود فی قتلہم المسلمین واسرہم وتخریب بلادہم وہدم مساجدہم واحراق مصاحفہم لا ولا کرامۃ لہم بل الاٰیۃ فیمن اسلم منہم مثل النجاشی واصحابہ (معالم ج۲ ص۶۶)

لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن
کیا ہی بُرا سامان بھیجا انہوں نے اپنے واسطے وہ یہ کہ
سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ
اللہ کا غضب ہوا ان پر اور وہ ہمیشہ عذاب
خَالِدُونَ ﴿٨٠﴾ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ
میں رہنے والے ہیں اور اگر ۱۴۱ھ وہ یقین رکھتے اللہ پر اور
النَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ
نبی پر اور جو نبی پر اترا تو کافروں کو
أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٨١﴾
دوست نہ بناتے لیکن ان میں بہت سے لوگ نافرمان ہیں
لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ
تو پاوے گا ۱۴۲ھ سب لوگوں سے زیادہ دشمن مسلمانوں
آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ وَ
کا یہودیوں کو اور مشرکوں کو اور
لَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا
تو پاوے گا ۱۴۳ھ سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے (حبشہ کے)
الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ
ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ
بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَ
اس واسطے کہ ۱۴۴ھ ان میں عالم ہیں اور درویش ہیں اور
أَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٨٢﴾
اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے

را ای باتاں ۲

۲ مراد نصاری حبشہ ہیں جو ایمان لے آئے

۱۴۴ھ یہ ماقبل کی علت ہے قسیسین، قسیس کی جمع ہے جس کے معنی عالم کے ہیں اور یہ لفظ نصاریٰ کے سب سے بڑے عالم پر بولا جاتا ہے فی القاموس ھو رئیس النصارٰی فی العلم (مظہری ج۳ ص۱۶۱) اور رھبان، رَاھِبٌ کی جمع ہے یعنی تارک الدنیا اور عبادت گذار درویش۔ حبشہ کے عیسائیوں میں سے جو اسلام لا چکے ہیں ان میں چونکہ بڑے بڑے علماء اور درویش شامل ہیں اور ان کے دل میں تکبر وغرور نہیں ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے حق کو قبول کرلیا ہے اور یہی ایمان والوں سے ان کی محبت ومودت کی وجہ ہے۔

۱۴۵ یہ ان کی نرم دلی اور خدا خوفی کا بیان ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھی گئیں تو وہ خدا کے خوف سے رونے لگے اور انہوں نے حق کو پہچان کر فوراً قبول کر لیا کیونکہ وہ خود تورات و انجیل کے عالم تھے اور آخر الزمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سے واقف تھے۔ یَقُوْلُوْنَ الخ قرآن کی آیتیں سن کر روتے جا رہے تھے۔ اے ہمارے پروردگار ہم تیری توحید پر اور تیرے آخری پیغمبر پر ایمان لے آئے اب ہمیں بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں لکھ لے اور اس میں شامل فرما لے۔ الشّٰھِدِیْنَ سے امت محمدیہ مراد ہے کیونکہ وہ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے حق میں حقِ تبلیغ ادا کرنے کی گواہی دیں گے مع امۃ محمد علیہ السلام الذین ھم شھداء علی سائر الامم یوم القیٰمۃ (مدارک ج ۱ ص ۲۳۱) ای مع امۃ محمد الذین یشھدون بالحق الخ (قرطبی ج ۶ ص ۲۵۹) **۱۴۶** یعنی جب ہماری خواہش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ہمیں نیک لوگوں کی معیت اور سنگت عطا فرمائے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اللہ پر ایمان نہ لائیں اور ان تمام سچی باتوں کو نہ مانیں جو اللہ کی طرف سے ہم کو پہنچی ہیں۔ فَاَثَابَھُمُ یہ ان کے لئے بشارت اخروی ہے۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ یہ منکرین اور مکذبین کے لئے تخویف اخروی ہے۔ یہاں تک نفی شرک فی التصرف کا بیان تھا

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ

اور جب **۱۴۵** سنتے ہیں اس کو جو اترا رسول پر تو دیکھے تو ان کی آنکھوں کو

تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ

کہ ابلتی ہیں آنسوؤں سے اس وجہ سے کہ انہوں نے پہچان لیا حق بات کو کہتے ہیں

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا

اے رب ہمارے ہم ایمان لائے سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ **ف۱** اور ہم کو کیا ہوا کہ

لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ

یقین نہ لاویں اللہ پر **۱۴۶** اور اس چیز پر جو پہنچی ہم کو حق سے اور توقع رکھیں

اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ

اس کی کہ داخل کرے ہم کو رب ہمارا ساتھ نیک بختوں کے **ف۲** پھر ان کو بدلے میں دیئے

اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اللہ نے اس کہنے پر ایسے باغ کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ

رہا کریں ان میں ہی اور یہ ہے بدلہ نیکی کرنے والوں کا اور

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتوں کو وہ ہیں دوزخ کے

الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ

رہنے والے **ف۳** اے ایمان والو **۱۴۷** مت حرام ٹھہراؤ وہ لذیذ چیزیں

مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دیں اور حد سے نہ بڑھو بیشک اللہ پسند نہیں کرتا

الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠

حد سے بڑھنے والوں کو اور کھاؤ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے جو چیز حلال پاکیزہ ہو **۱۴۸**

الحزب ۱۴ (النساء) ع ۸ — ع ۱۱ / ۹

۱: بشارت ۱۲ — ۲: تخویف اخروی ۱۲ — ۳: اعادہ مضمون نفی شرک فعلی بطریق لف و نشر غیر مرتب ۱۲ — ۴: اضافت بیانیہ ہے ۱۲ — ۵: اس کی تفسیر انبیاء و صدیقین ... گزر چکی ہے ۱۲ — ۶: معبودان باطلہ کی وجہ سے تحریمیں — ۷: مت تحرموا ... مسئلہ کا بیان ہے یعنی ... تحریمیں ... ان کو حلال سمجھ کر کھاؤ ۱۲

دوسرا حصہ
دوسرا جزء۔ نفی شرک فعلی

۱۴۷ یہاں سے سورت کے دوسرے حصے کا دوسرا جزء شروع ہوتا ہے۔ جس میں لف و نشر غیر مرتب کے طور پر مسئلہ نفی شرک فعلی کا اعادہ کیا گیا ہے۔ شرک فعلی کے سلسلے میں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں (۱) اول تحریمات غیر اللہ یا تحریمات عباد یا تحریمات مشرکین (۲) غیر اللہ کی نذریں (۳) تحریمات اللہ اور (۴) اللہ کی نذریں۔ اور (۴) کا حکم یہ ہے کہ وہ حلال ہیں انہیں کھانا چاہئے اور (۲) اور (۳) کا حکم یہ ہے کہ وہ حرام ہیں انہیں نہیں کھانا چاہئے۔ اس آیت میں تحریمات غیر اللہ کا ابطال فرمایا۔ مشرکین نے اپنے معبودوں کی رضاجوئی کے لئے محض اپنی طرف بعض حلال و پاک چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا۔ مثلاً بحیرہ سائبہ وغیرہ۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ بحالت شرک جن حلال چیزوں کو تم نے حرام کر رکھا تھا ان کو حلال جانو اور ان کو کھاؤ اور تحریمات اٹھاؤ طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ الخ میں اضافت بیانی ہے اور مطلب یہ ہے پاکیزہ چیزوں کو یعنی ان چیزوں کو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں حرام مت ٹھہراؤ وَلَا تَعْتَدُوْا حد سے مت گذرو۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام مت کرو۔ ای لا تحرموا ما احل

موضح قرآن **ف۱** مکے میں کافروں نے جب مسلمانوں پر ظلم کیا تو حضرت نے اذن دیا کہ اور ملک میں نکل جاؤ۔ قریب اسی آدمی مسلمان بعضے تنہا بعضے گھر سمیت ملک حبشہ میں جا رہے وہاں کا بادشاہ خوب منصف تھا۔ پھر مکے کے کافروں نے اس کو بہکایا کہ اس قوم کو رہنے نہ دو کہ حضرت عیسیٰ کو غلام کہتے ہیں۔ تب بادشاہ نے مسلمانوں کو بلا کر پوچھا اور قرآن پڑھوا کر سنا وہ اور اس کے علماء بہت روئے اور کہا حضرت عیسیٰ نے فرمایا ہے میرے بعد پیش از قیامت ایک نبی اور آویگا وہ بیشک یہی نبی ہے۔ وہ بادشاہ خفیہ مسلمان ہوا اُن کے حق میں یہ آیتیں ہیں:۔

فتح الرحمٰن **ف۱** یعنی جماعہ کہ اکمل امت باشند ۱۲ **ف۲** یعنی بہ بہشت ۱۲ **ف۳** مترجم گوید در آیات مذکورہ اشارہ است بفضیلت قومی از نصاریٰ حبشہ کہ بمولو جعفر طیار بخدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ مسلمان شدند واللہ اعلم ۱۲:۔

اللہ وشراع (قرطبی ج ۶ ص۲۶۲) **۱۴۸** یہ ماقبل ہی کی تاکید وتفصیل ہے کہ جو حلال وطیب چیزیں اللہ نے تم کو دی ہیں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ اور جس چیز پر تم ایمان لائے ہو اس سے ڈرتے رہو اور اس کے احکام کی مخالفت ہرگز نہ کرو۔ نہ حلال چیزوں کو حرام جانو اور نہ ان کو بے جا صرف کرو۔ **۱۴۹** یہاں یمین (قسم) کی دو قسموں یعنی یمین لغو اور یمین منعقدہ کا حکم بیان فرمایا ہے تحریمات عباد کے ابطال کے بعد قسم کے احکام بیان فرمائے۔ دونوں میں ربط اور مناسبت یہ ہے کہ جس طرح ایک شخص اپنی طرف سے تحریم کر کے ایک چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے اسی طرح یمین کے ذریعے بھی حلال کو حرام کر لیتا ہے۔ اس لئے تحریمات عباد کے ساتھ یمین کے احکام بیان فرمادیئے۔ **۱۵۰** یمین لغو کی تفصیل سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ص۱۰۸ پر حاشیہ (۴۴۵) میں گذر چکی ہے۔ یمین لغو کا حکم یہ ہے کہ اس پر کوئی مواخذہ نہیں نہ دنیا میں کفارہ نہ آخرت میں سزا وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ الخ لیکن یمین منعقدہ پر مواخذہ ہوگا یعنی اگر اسے توڑ دیا تو اس کا کفارہ دینا ہوگا۔ یمین منعقدہ یہ ہے کہ آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر اللہ کے نام کی قسم کھائی اگر قسم پوری کر دی تو بہتر ورنہ اس کا کفارہ واجب ہوگا فَكَفَّارَتُهٗ الخ قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دو وقت ایسا کھانا کھلاوے جیسا کہ وہ عام طور پر اپنے گھر میں کھاتے ہیں۔ کھانا کھلانے کے بجائے اگر دس مسکینوں کو فی کس دو سیر گندم یا چار سیر جو دیدے تو بھی جائز ہے۔ یا دس مسکینوں کو متوسط درجے کے کپڑے دیدے۔ فی کس دو کپڑے، چادر اور قمیص یا تہبند اور قمیص یا پگڑی اور چادر علیٰ ہذا القیاس یا غلام آزاد کر دے اگر ان مالی صورتوں میں سے کسی ایک کی طاقت نہ ہو تو پھر لگاتار تین روزے رکھے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں ہے فصیام ثلثۃ ایام متتابعات یہ قرأت مشہور ہے (مظہری ج ۳ ص۱۷۰) **۱۵۱** اس کے دو معنی ہیں اول یہ کہ قسم کھا کر اس پر پکے رہو اور اسے توڑو مت۔ دوسرے یہ کہ سرے سے قسم کھاؤ ہی مت۔ فبروا فیہا ولا تحنثوا اذا لم یکن الحنث خیرا او لا تحلفوا اصلا (مدارک ج ۱ ص۲۳۳) حضرت شیخ قدس سرہ دوسرے مفہوم کو ترجیح دیتے کیونکہ وہ سیاقِ قرآن کے مطابق ہے **۱۵۲** یہ دوسرے مسئلے کا بیان ہے یعنی غیر اللہ کی نذر ونیاز حرام اور نجس ہے اَلْمَیْسِرُ یعنی جوا۔ اس سے جوئے کی کوئی بھی مخصوص صورت مراد نہیں بلکہ وہ تمام صورتیں اور شرطیں مراد ہیں جن پر جوئے کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ مثلاً لاٹری، ریس پر بازی لگانا وغیرہ۔ الانصاب۔ نُصُبٌ

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ

اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پر تم یقین رکھتے ہو ف۱۴۸ نہیں پکڑتا تم کو

اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا

اللہ ف۱۴۹ تمہاری بیہودہ ف۱۵۰ قسموں پر لیکن پکڑتا ہے اس پر جس

عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ

قسم کو تم نے مضبوط باندھا ف۲ سو اس کا کفارہ کھانا دینا ہے دس

مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ

محتاجوں کو اوسط درجہ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو

اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ

یا کپڑا پہنا دینا دس محتاجوں کو یا ایک گردن آزاد کرنی پھر جس کو میسر نہ ہو

فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا

تو روزے رکھنے ہیں تین دن کے یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب

حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ

قسم کھا بیٹھو اور حفاظت رکھو ف۱۵۱ اپنی قسموں کی ف۳ اسی طرح بیان کرتا ہے

اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اللہ تمہارے لئے اپنے حکم تاکہ تم احسان مانو ف۴ اے ایمان ف۱۵۲

اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ

والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے

رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ

سب گندے کام ہیں شیطان کے سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم

تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ

نجات پاؤ شیطان تو یہی چاہتا ہے ف۱۵۳ کہ ڈالے تم میں

(حاشیہ) یہاں تک تحریم حلال تھی جو عادتاً تھی اس مناسبت سے مسئلہ یمین کو لایا گیا ۱۲ ... متتابعات ہیں کما فی الحدیث عن عبداللہ بن مسعود ۱۲ ... اس کے دو معنی ہیں (۱) قسم ہی نہ کھاؤ (۲) یا قسم کھا کر حانث ہونے سے بچو، پہلا معنی سیاق قرآن کے ...

موضح قرآن ف۱ جو چیز شروع میں صاف حلال ہے اس سے پرہیز کرنا برا ہے۔ یہ دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ زہد کے سبب سے اپنے اوپر تنگ پکڑے کہ یہ رہبانیت ہمارے دین میں پسند نہیں۔ بلکہ تقویٰ چاہیئے کہ جو منع ہوا اس کے نزدیک نہ جاوے دوسرے یہ کہ قسم کھا بیٹھا ایک کام پر یہ بھی بہتر نہیں، جو کام موافق شرع ہے اس سے قسم نہ کھاوے اور کھا بیٹھا تو توڑے اور کفارہ دے۔ یہ آگے فرمایا **ف۲** جس بات پر قصد کر کر قسم کھائی آئندہ کو پھر اس کے خلاف ہو تو تین بات میں سے ایک کرے جو چاہے یا دس محتاج کو کھلانا یعنی ہر ایک کو اناج دینا، دو سیر گیہوں یا چار سیر جو یا ان کو کپڑا دینا جس میں بدن کم کھلا رہے، ایک بردہ آزاد کرنا ان تین میں کسی کا مقدور نہ ہو تو تین روزے اور اپنی قسم کو چاہیئے تھامنا یعنی تا مقدور قسم نہ کھاوے اور زبان کی یہ عادت نہ کرے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی ترک نکاح یا ترک اکل لحم وامثال آن درست نیست ۱۲ **ف۲** مترجم گوید یعنی بہ لغو کفارت واجب نیست چنانکہ از دور شخصی بیند و بظن گوید واللہ زید است و زید نباشد و بر یمین منعقدہ اگر حانث شود کفارت واجب است چنانکہ گوید واللہ این طعام نخورم یا درین خانہ نہ درآیم وعلیٰ ہذا القیاس واللہ اعلم ۱۲ **ف۳** یعنی تا مقدور حانث نشوید ۱۲

کی جمع ہے۔ یعنی بڑے بڑے بت۔ مراد ان کے نام پر دی جانے والی نذریں ہیں والا ذلاھ اس سے تیروں کے ذریعے تقسیم مراد ہے۔ ان تمام چیزوں کو ناپاک اور شیطانی فعل قرار دیا اور فرمایا ان سے اجتناب کرو اور دور رہو اسی میں تمہاری کامیابی اور فلاح کا راز مضمر ہے۔ **۱۵۳ھ** یہ شراب اور جوئے سے اجتناب کرنے کی علت بیان فرمائی انصاب اور ازلام سے احتراز کی علت یعنی شرک فی التصرف اور شرک فعلی چونکہ ظاہر اور واضح تھی اس لئے اسے بیان نہیں فرمایا۔ اَنْ یُّوْقِعَ الخ یعنی شراب نوشی اور جوئے بازی کے ذریعے شیطان تم میں بغض و عداوت پیدا کرنا اور تمہیں اللہ کی یاد سے خصوصاً نماز سے غافل کرنا چاہتا ہے۔ کیا پھر بھی تم ان برائیوں سے باز نہیں آؤ گے **۱۵۴ھ** یہ حکم بالا کی تاکید ہے۔ اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اور ان کی نافرمانی سے بچو۔ اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول

الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ
دشمنی اور بیر بذریعہ شراب اور جوئے کے اور روکے تم کو

عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾
اللہ کی یاد سے اور نماز سے سو اب بھی تم باز آؤ گے ف۱

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ
اور حکم مانو اللہ کا ف۲ اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو پھر اگر

تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۹۲﴾
تم پھر جاؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف پہنچا دینا ہے کھول کر

لَیْسَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ
جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے ان پر گناہ نہیں

فِیْمَا طَعِمُوْۤا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اس میں جو کچھ پہلے کھا چکے جب کہ آئندہ کو ڈر گئے اور ایمان لائے اور عمل نیک کئے

ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ
پھر ڈرتے رہے اور یقین کیا پھر ڈرتے رہے اور نیکی کی اور اللہ

یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۳﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمُ
دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو ف۳ اے ایمان والو البتہ تم کو آزمائے گا

اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ
اللہ ایک بات سے اس شکار میں کہ جس پر پہنچتے ہیں ہاتھ تمہارے اور نیزے تمہارے

لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى
تاکہ معلوم کرے اللہ کون اس سے ڈرتا ہے بن دیکھے پھر جس نے زیادتی کی

بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۴﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اس کے بعد تو اس کے لئے عذاب دردناک ہے اے ایمان والو

کے احکام سے اعراض کیا تو اس سے تم نے ہمارے رسول کا کچھ نقصان نہیں کیا کیونکہ اس کا فرض ابلاغ تھا جسے اس نے احسن طریق سے ادا کر دیا۔ پیغمبر علیہ السلام کی نافرمانی سے تم اپنی ہی عاقبت برباد کر رہے ہو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی مخالفت کرنے والوں کے لئے وعید شدید ہے وھٰذا تھدید عظیم و وعید شدید فی حق من خالف فی ھٰذا التکلیف واعرض فیہ عن حکم اللہ (کبیر ج ۳ ص ۶۵۵) **۱۵۵ھ** یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ یعنی جو لوگ اب تک شراب پیتے رہے، جوا کھیلتے رہے اور غیر اللہ کی نذریں نیازیں کھاتے رہے اور نزول تحریم سے پہلے ہی فوت ہو گئے ان کا کیا ہوگا۔ تو اس کے جواب میں فرمایا کہ جو مومنین نزول تحریم سے پہلے مذکورہ بالا اشیاء کھاتے پیتے رہے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں اِذَا مَا اتَّقَوْا جب کہ وہ شرک سے بچے رہے اور صدق دل سے ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا پھر اس اتقاء عن الشرک اور ایمان خالص پر قائم رہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا (حجرات ع ۲) ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا پھر وہ اتقاء کامل یعنی درجہ احسان تک پہنچ گئے۔ اتقوا الشرک وآمنوا باللہ ورسولہ (قرطبی ج ۶ ص ۲۹۶) اذا ما اتقوا الشرک (مدارک ج ۱ ص ۲۳۳) قال محمد بن جریر الاتقاء الاول ھو الاتقاء بتلقی امر اللہ بالقبول والتصدیق والدینونۃ بہ والعمل والاتقاء الثانی بالثبات علی التصدیق والثالث الاتقاء بالاحسان والتقرب بالنوافل (قرطبی) یہ تیسرے مسئلے کا بیان ہے۔ یعنی اللہ کی تحریمات کو قائم رکھو اور ان کو حلال مت سمجھو۔ یہاں احرام کی حالت میں شکار کرنے سے منع فرمایا۔ شکار کرنا اگرچہ حلال ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو تحلیل و تحریم کا مختار ہے بحالت احرام شکار کو حرام کر دیا ہے لہٰذا اس کے حکم کی تعمیل لازم ہے۔ لَیَبْلُوَنَّكُمُ یہ بحالت احرام شکار کرنے کی ممانعت کی تفصیلی علت ہے یعنی اس ممانعت سے اللہ تعالیٰ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اس کو غیب دان جان کر کون اس سے ڈرتا ہے کہ اللہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور اس کی

موضح قرآن **ف۱** شراب جس چیز کا پانی سڑ جائے کہ نشہ لانے لگے وہ تھوڑا اور بہت حرام اور نجس ہے۔ باقی جو چیز نشہ لاوے اور سڑی نہ ہو وہ نجس نہیں لیکن حرام ہے۔ اور جوا شرط بدنا کسی چیز پر جس میں جیت اور ہار ہو وہ محض حرام ہے اور ایک طرف کی شرط حرام نہیں باقی جو کھیل کہ ان میں شرط بدنی رواج ہے اگر بغیر شرط کھیلے تو جوا نہ ہوا لیکن یہ کہ شیطان اس بہانے سے روکتا ہے۔ اللہ کی یاد اور نماز سے سو ہوا۔ **ف۲** یعنی کفر کی حالت میں اگرچہ حرام چیز کھائی تھی پھر مسلمان ہوا ڈر کر اور منع پہنچا تو اس کو مانا ڈر کر کہ چھوڑ دیا پھر آگے نیکی پر رہا ڈر کر ایمان کے اعمال پر قائم رہا تو ان تین سبب کے آگے وہ گناہ نہ رہا **ف۳** نیزے کا نام لیا اس میں سب ہتھیار داخل ہوئے پھر یہ دو طرح ذکر کیا ہاتھ سے اور ہتھیار سے اس واسطے کہ احرام میں دونوں طرح شکار کو مارنا یکساں ہے۔ دور سے ہتھیار مارا یا ہاتھ سے صحیح و سلامت پکڑ لیا پھر ذبح کیا اور طریق ذبح میں ان دونوں کا فرق ہے۔ دور سے مارا تو جہاں زخم لگ کر مر گیا حلال ہوا اور سلامت پکڑ لیا تو مواشی کی طرح ذبح کرنا چاہئے ۱۲۔

فتح الرحمٰن **ف۱** یعنی قبل از تحریم ۱۲ **ف۲** یعنی آنچہ قبل از تحریم خوردند عفو است چون در تقوی رسوخ پیدا کردند و این سخن بدان ماند کہ کسی گوید با تو احسان کنم و باز بتو احسان کنم بمعنی آنکہ پیوستہ احسان کنم ۱۲۔

اطاعت سے ثواب اوراس کی مخالفت سے عذاب ہوگا پہلے اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ میں اجمالی علت کا بیان تھا۔ ۱۵۷ھ متعمّدًا- قتلہ کے فاعل سے حال ہے اور فَجَزَآءٌ کی خبر محذوف ہے۔ ای فعلیہ جزاء اور مِثْلُ مَا قَتَلَ - جزاءٌ سے بدل ہے یا اس کی صفت ہے اور مِنَ النَّعَمِ ۔مَا کا بیان ہے یعنی جس نے احرام کی حالت میں عمداً قصداً شکار کرلیا تو اس کا مثل اس پر بطور جزا واجب ہوگا۔ اور مثل سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک مثل معنوی مراد ہے۔ یعنی اس کی قیمت۔ جیسا کہ یَحْکُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ اس پر قرینہ ہے۔ کیونکہ مثل صوری کا فیصلہ تو ہر شخص کرسکتا ہے۔ اس کے لئے دو دیانتدار آدمیوں کے فیصلے کی ضرورت نہیں ہے۔ ۱۵۸ھ بِهٖ کی ضمیر سے حال ہے اور بَالِغَ الْکَعْبَةِ۔ ھَدْیًا کی صفت ہے۔ اگر شکار کی قیمت اس قدر ہو کہ اس سے کوئی ہدی کا جانور خریدا جاسکے تو اسے خرید کر حدودِ حرم میں ذبح کردیا جائے

لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ

نہ مارو شکار جس وقت تم ہو احرام میں اور جو کوئی تم میں اس

مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ

کو مارے جان کر ۱۵۷ھ تو اس پر بدلہ ہے اس مارے ہوئے کے برابر مویشی

النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا ۢ بٰلِغَ

میں سے جو تجویز کریں دو آدمی معتبر تم میں سے اس طرح کہ وہ جانور بطور نیاز ۱۵۸ھ پہنچایا جاوے

الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ

کعبہ تک یا اس پر کفارہ ہے چند محتاجوں کو کھلانا یا اس کے برابر

صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ

روزے تاکہ چکھے ۱۵۹ھ سزا اپنے کام کی اللہ نے معاف کیا جو کچھ ہو چکا

وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو

اور جو کوئی پھر کرے گا اس سے بدلہ لے گا اللہ اور اللہ زبردست ہے بدلہ

انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا

لینے والا ف۱ حلال ہوا تمہارے لئے ۱۶۰ھ دریا کا شکار اور دریا کا کھانا تمہارے فائدے

لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ

کے واسطے اور سب مسافروں کے اور حرام ہوا تم پر جنگل کا شکار

مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

جب تک تم احرام میں ہو اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے پاس تم جمع ہوگے ف۲

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَ

اللہ نے کردیا ۱۶۱ھ کعبہ کو جو کہ گھر ہے بزرگی والا قیام کا باعث لوگوں کے لئے اور

الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ

بزرگی والے مہینوں کو ۱۶۲ھ اور قربانی کو جو نیاز کعبہ کی ہو اور جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر لیجاویں کعبہ کو یہ ۱۶۳ھ

اَوْ كَفَّارَةٌ الخ اس کا عطف فَجَزَآءٌ پر ہے اور طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اس سے بدل ہے یا اس کی قیمت کا غلہ خرید کر مساکین پر اس طرح تقسیم کرے کہ ہر مسکین کے حصے نصف صاع یعنی دو سیر گندم یا صاع یعنی چار سیر جو سے کم نہ آئے اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا یہ بھی فجزاءٌ پر معطوف ہے اور اس میں کفارے کی تیسری صورت کا بیان ہے۔ یعنی یا ایسا کرے کہ گندم کے ہر دو سیر یا جو کے ہر چار سیر کے عوض ایک ایک روزہ رکھے ۱۵۹ھ یہ فعل مقدر اوجبنا ذلک الجزاء سے متعلق ہے۔ یعنی ہم نے یہ جزا ہم اس لئے واجب کی تاکہ مجرم اپنے کئے کا مزہ چکھ لے۔ اور اس حکم تحریم سے پہلے جو تم بحالت احرام شکار کرتے رہے ہو وہ معاف ہے وَمَنْ عَادَ الخ لیکن جو شخص اس کے بعد اس حکم کی مخالفت کرے گا اور تحریم کے بعد اس فعل کا اعادہ کرے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا۔ یعنی اس پر جزا واجب ہوگی۔ اگر اس نے جزا ادا نہ کی تو اسے آخرت میں عذاب دیا جائے گا۔ (مظہری و مدارک) ۱۶۰ھ شکار کی دو قسمیں تھیں۔ پانی کا شکار یعنی مچھلی اور خشکی کا شکار یعنی پرندے اور چوپائے۔ یہاں تفصیل کردی گئی کہ پانی کا شکار احرام کی حالت میں بھی جائز ہے۔ لیکن جب تک تم احرام میں رہو گے۔ اس وقت تک خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا حرام ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اللہ سے ڈرو اور اس کے حکم کی نافرمانی مت کرو آخرت میں اس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے اس تخویف اخروی کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۶۱ھ یہ چوتھا مسئلہ یعنی اللہ کی نذروں کا بیان ہے۔ الْبَيْتَ الْحَرَامَ۔ الکعبة سے بدل یا عطف بیان ہے۔ قِيٰمًا جَعَلَ کا مفعول ثانی ہے اور قیام بمعنی قوام ہے یعنی ان کے امور دین و دنیا کے قائم اور راست ہونے کا ذریعہ وھو ما یقوم بہ امر دینہم ودنیاھم (مظہری ج ۳ ص ۲۰۵)۔ بیت اللہ سے امور دین کا قوام اس طرح ہے کہ حج و عمرہ اور ہدایا کا تعلق اس سے اور امور دنیا کا اس طرح کہ اہل حرم قتل و غارت وغیرہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ یا مطلب یہ ہے کہ بیت اللہ کی بدولت تمام دنیا کے لوگوں کی زندگی محفوظ ہے اور یہ اس وقت تک ہے جب تک دنیا کے مسلمان وہاں حاضر ہو کر حج و عمرہ بجالاتے رہیں گے اگر لوگ حج کرنا چھوڑ دیں یہاں تک کہ

موضح قرآن ف۱ مسئلہ یوں ہے کہ اگر احرام میں شکار پکڑے تو فرض ہے کہ چھوڑ دے۔ اور اگر مارے تو اس قدر قیمت کا ایک جانور ان مواشی میں سے بکری یا گائے یا اونٹ وہ کعبہ تک پہنچا کر ذبح کرے اور آپ نہ کھاوے یا اس قیمت کا اناج لیکر محتاجوں کو کھلاوے ہر محتاج کو دو سیر گیہوں یا جتنے محتاجوں کو پہنچتا اس قدر روزے رکھے اور قیمت ٹھہراویں دو مسلمان معتبر ف۲ احرام میں دریا کا شکار یعنی مچھلی حلال ہے اور دریا کا کھانا یعنی جو مچھلی پانی سے جدا ہو کر مرگئی اس نے نہیں پکڑی وہ بھی حلال ہے۔ فرمایا کہ تمہارے فائدے کو رخصت دی پھر کوئی نہ سمجھے کہ حج کے طفیل سے حلال ہے پھر فرمایا کہ اور سب مسافروں کے فائدے کو مچھلی اگرچہ تالاب میں ہو وہ بھی شکار دریا ہے۔ یہ حکم شکار کا معلوم ہوا احرام کے اندر اور احرام میں قصد ہے مکے کا اس شہر مکہ اور گرد و پیش میں ہمیشہ شکار مارنا حرام ہے۔ بلکہ شکار کو ڈرانا اور بھگانا بھی۔

فتح الرحمٰن ف۱ جزاء صید یکی از سہ چیز تواند بود مماثل صید را در حرم ذبح کند و مماثلت نزدیک شافعی بخلقت و ہیأت است و نزدیک ابی حنیفہ بقیمت یا بقیمت چند صید طعام خرید نماید و مسکینان دہد نزدیک شافعی ہر مسکینی مدی و نزدیک ابی حنیفہ ہر مسکینی را نیم صاع از گندم یا یک صاع از جو یا بشمار مسکینان علی اختلاف المذہبین روزہ دارد واللہ اعلم ۱۲۔

ایک متنفس بھی حج نہ کرے تو اللہ تعالیٰ فوراً دنیا کو تباہ کردے قیل لو ترکوہ عاما لم ینظروا ولم یؤخروا (ابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۵) ۱۶۲ یہ الکعبۃ پر معطوف ہے اور الف لام جنس کا ہے۔ مراد رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہے
ان عزت والے مہینوں میں بھی لوگ قتال سے محفوظ رہتے ہیں وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ یہ بھی الکعبۃ پر معطوف ہیں ھدی اور قلائد کی تفسیر حاشیہ ( ) میں گذر چکی ہے۔ دونوں سے مراد وہ چوپائے ہیں جو
بیت اللہ کی نذر ہوں اور محض اللہ کی رضا جوئی کی خاطر حدود حرم میں ذبح کے لئے لے جائے جائیں۔ بیت اللہ کی نذر و منت کے جانور بھی لوگوں کے لئے باعث امن و سلامتی ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے
راستے میں کوئی چور یا ڈاکو ان سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا۔ یا مطلب یہ ہے کہ جب تک لوگ اللہ کے نام کی نذریں نیازیں دیتے رہیں گے اس وقت تک اللہ تعالیٰ ان کو ہر بلا سے امن میں رکھے گا۔

لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
یہ اس لئے کہ تم جان لو کہ بیشک اللہ کو معلوم ہے جو کچھ کہ ہے آسمان اور زمین میں
وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے ۱ جان لو کہ بے شک اللہ کا عذاب
الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ
سخت ہے ۱۶۴ اور بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے رسول کے ذمہ نہیں
اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾
مگر پہنچا دینا اور اللہ کو معلوم ہے جو تم ظاہر میں کرتے ہو اور جو چھپا کر کرتے ہو
قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ
تو کہہ دے کہ برابر نہیں ناپاک ۱۶۵ اور پاک اگرچہ تجھ کو بھلی لگے ناپاک
الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾
کی کثرت سو ڈرتے رہو اللہ سے اے عقلمندو تاکہ تمہاری نجات ہو ۲
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــَٔـلُوْا عَنْ اَشْيَاۗءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ
اے ایمان والو ۱۶۶ مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر تم پر کھولی جاویں
تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْــَٔـلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ
تو تم کو بری لگیں اور اگر پوچھو گے یہ باتیں ایسے وقت میں کہ قرآن نازل ہو رہا ہے
تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾
تو تم پر ظاہر کردی جاویں گی اللہ نے ان سے درگذر کی ہے اور اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے ۳
قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾
ایسی باتیں پوچھ چکی ہے ایک جماعت تم سے پہلے پھر ہو گئے ان باتوں سے منکر ۴
مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَاۗىِٕبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ
نہیں مقرر کیا اللہ نے ۱۶۷ بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ

۱۶۳ یہ ماقبل کی علت ہے یعنی چونکہ تمام مافی السموات والارض کا غیب اللہ ہی جانتا ہے۔ اس لئے نیازیں بھی اسی کے نام کی دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب اللہ کے سوا کوئی غیب دان نہیں تو اس کے سوا نذر و نیاز کے لائق بھی کوئی نہیں۔ صنعت احتباک۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ (ع ۱۲) میں تحریمات غیر اللہ کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ دلیل مذکور نہیں ہے۔ اس کے بعد یایہا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام جس میں غیر اللہ کی نیازوں کا مسئلہ مذکور ہے۔ مگر اس کے ساتھ اس کی دلیل مذکور نہیں۔ پھر یایہا الذین امنوا لیبلونکم اللہ (ع ۱۳) میں تحریمات اللہ کا بیان ہے اور اس کے ساتھ لیعلم اللہ من یخاف بالغیب سے اس کی دلیل بھی بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام الخ میں اللہ کی نیازوں کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ذٰلک لتعلموا ان اللہ یعلم ما فی السموٰت ما فی الارض الخ سے اس کی دلیل بھی مذکور ہے۔ یہاں صنعت احتباک ہے۔ یعنی جن مسائل کے ساتھ ان کی دلیل مذکور نہیں ان کی دلیل بھی وہی ہے جو دوسرے مسائل کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جب آسمان و زمین کے تمام غیبوں کو جاننے والا اور ہر جگہ حاضر و ناظر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لئے نیازیں بھی اسی کے نام کی دو اور تحریمیں بھی اسی کی باقی رکھو۔ چونکہ اللہ کے سوا کوئی نبی یا ولی، کوئی فرشتہ یا جن غیب دان اور حاضر و ناظر نہیں۔ اس لئے اللہ کے سوا کسی کی نیازیں نہ دو اور نہ کسی کے لئے تحریمیں کرو۔ ۱۶۴ یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو خود ساختہ تحریمات اور غیر اللہ کی نیازوں سے باز نہ آئیں وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یہ ان لوگوں کے لئے بشارت اخروی ہے جو ان سے باز آجائیں۔ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ الخ ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے ذمے صرف ان مسائل کی تبلیغ ہے جسے اس نے احسن طریق سے سرانجام دیدیا۔ خواہ تم لوگ مانو یا نہ مانو۔ لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور تمہارا کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ تمہارے نیک و بد اعمال کی تم کو پوری پوری جزا دے گا۔ ۱۶۵ خبیث سے برے اعمال مثلاً شرک وغیرہ اور حرام مال مثلاً غیر اللہ کی نذریں وغیرہ

موضح قرآن ف۱ عرب کا ملک بے حاکم تھا ہمیشہ اس میں جنگ و فتنہ رہتا مگر بزرگی کعبہ ان پر ثابت تھی تو ماہ حرام میں امن ہوتا اس میں ہر کوئی سفر کر اپنا مطلب حاصل کر لاتا اور قربانی کے ساتھ قافلہ گذر جاتا اس طرح گذران چلتی تھی ف۲ یعنی موافق حکم شرع کے جو ہاتھ لگے وہ پاک ہے تھوڑا بھی بہتر ہے اور خلاف شرع جو ہاتھ لگے وہ ناپاک ہے۔ اسکی بہتایت پر نظر نہ کرے بکری کا گوشت ایک سیر بہتر ہے خنزیر کے من بھر سے ف۳ یعنی آپ سے نہ پوچھو کہ یہ چیز روا ہے یا نہیں۔ یہ کام کریں یا نہ بلکہ جو فرمایا اس پر عمل کرو جو نہ فرمایا اسکو معاف جانو۔ اس میں دین آسان رہے۔ اور جو ہر بات کا جواب آوے تو دین تنگ ہو جائے۔ پھر عمل نہ کر سکو جیسے اگلے نہ کر سکے۔ پھر کفر کی رسمیں بنائیں کر پوچھنے کی حاجت نہیں جو اللہ نے نہ فرمایا وہ بے اصل ہے اور اسی طرح بے فائدہ باتیں پوچھنی، کسی نے پوچھا میرا باپ کون تھا یا میری عورت گھر میں کس طرح ہے اگر غیر جواب دے تو نشا براہو آپ نے پھر پشیمان ہو

فتح الرحمن ف۱ یعنی مال حرام و مال حلال برابر نیست اگرچہ حرام بسیار جمع می شود واللہ اعلم ۱۲ ف۲ مترجم گوید بعض مردم از آنحضرت بغیر ضرورت سوال میکردند یکی گفت پدر من کیست و دیگر می گفت مرجع من بہشت است یا دوزخ در این باب نازل شد ۱۲

مراد ہیں اور طیب سے نیک اعمال اور حلال مال مراد ہے مثلاً اللہ کی نذریں اور سنتیں۔ یعنی نیک اعمال اور برے اعمال اور اسی طرح حلال مال اور حرام مال خدا کے یہاں برابر نہیں ہیں اور دونوں کے احکام ونتائج یکساں نہیں ہیں۔ اگرچہ شرک وبدعت کے اعمال بہت زیادہ ہوں اور حرام کی کمائی نذر غیر اللہ وغیرہ ڈھیروں ہو لیکن اللہ کے یہاں ان کی کوئی قدر نہیں اور شرک وبدعت اور ریا کی آلائشوں سے پاک اعمال اگرچہ کم ہوں اور مال اگرچہ قلیل ہو خدا کے یہاں وہی پسندیدہ ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ الخ اے عقل والو! اللہ سے ڈرو اور عمل طیب اور مال طیب کو اگرچہ کم ہو عمل خبیث اور مال خبیث پر اگرچہ زیادہ ہو، ترجیح دو تاکہ تم دنیا وآخرت میں فلاح اور کامیابی حاصل کر سکو۔ **۱۶۶** نفی شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف کے بیان کے بعد ایمان والوں کو بیجا اور بے محل سوالات پوچھنے سے منع فرمایا۔ ماقبل سے اس کا ربطہ یہ ہے کہ جب مسئلہ توحید کے اصول ومبادی بیان ہو رہے ہوں اس وقت ایسے جزوی مسائل دریافت نہ کیا کرو جو لوگوں کے دلوں میں بیٹھ چکے ہو کیونکہ ایسے جزوی مسائل اگر قبل از وقت اور بے موقع بیان کر دیئے جائیں تو اس سے ماننے کے بجائے لوگ الٹا ان کا انکار کر دیں گے اور اس طرح اشاعت توحید میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ جیسا کہ پہلی امتوں میں ایسا ہو چکا ہے۔ مثال کے طور پر آج کل اگر توحید کے ابتدائی اصول بیان کئے جا رہے ہوں تو گیارویں وغیرہ کے مسائل دریافت نہ کئے جائیں کیونکہ ابتدا میں ایسا کرنے سے تبلیغ توحید میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ جب توحید کے مبادی واضح ہو چکیں اور لوگوں کی سمجھ میں آجائیں اس وقت اس قسم کے جزوی مسائل بیان کئے جائیں۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہذا تم حج کرو۔ ایک صحابی بول اٹھے کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے۔ اس پر آپ خاموش ہوگئے یہاں تک کہ اس صحابی نے تین بار اپنا سوال دہرایا۔ اس پر آپ نے فرمایا جب تک میں خود بیان نہ کر دوں تم اپنی طرف سے کوئی بات نہ پوچھا کرو تو بے محل ہو۔ اسی طرح ایک شخص نے آپ سے سوال کر دیا کہ میرا باپ کون ہے وغیرہ اس قسم کے بے موقع سوالات سب اس نہی کے تحت داخل ہیں۔ ماقبل سے آیت کا ربط وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا، باقی رہا مذکورہ بالا واقعہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات تو وہ بھی اگرچہ آیت کے عموم میں داخل ہیں لیکن آیت کا ربط ان پر موقوف نہیں۔ **۱۶۷** یہ مضمون تحریمات غیر اللہ کا اعادہ ہے۔ بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کو طواغیت کی خاطر چھوڑ دیتے تھے اور اس کا دودھ استعمال نہیں کرتے تھے۔ سائبہ وہ جانور جس کو طواغیت کی خاطر بار برداری کے لئے استعمال نہیں کرتے تھے۔ وصیلہ اس نوعمر اونٹنی کو کہتے ہیں جو یکے بعد دیگرے دو مادہ بچے جنے اور ان کے درمیان نر بچہ پیدا نہ ہوا ہو۔ ایسی اونٹنی کو مشرکین اپنے معبودوں کی خوشنودی کے لئے آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ حام اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کی پشت سے دس بچے پیدا ہو چکے ہوں، مشرکین اس کو طواغیت کے لئے چھوڑ دیتے۔

قال ابن المسیب بہا (البحیرۃ) التی منع لبنہا للطواغیت فلا تحلب .... (السآئبۃ) ھی الناقۃ تنبطن عشرۃ البطن اناث فتہمل ولا ترکب ولا یجز وبرھا .... الوصیلۃ من الابل وھی الناقۃ تبکر

وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

اور نہ حامی ولیکن کافر **۱۶۸** باندھتے ہیں اللہ پر

الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ

بہتان اور ان میں اکثروں کو عقل نہیں **ف۱** اور جب کہا جاتا ہے ان کو

تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا

آؤ **۱۶۹** اس کی طرف جو کہ اللہ نے نازل کیا اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں

حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ

ہم کو کافی ہے وہ جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو بھلا اگر ان کے

اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ يٰۤاَيُّهَا

باپ دادے نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ راہ جانتے ہوں تو بھی ایسا ہی کریں گے **ف۲** اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ

ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا **۱۷۰** تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی گمراہ ہوا

اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ

جب کہ تم ہوئے راہ پر اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے تم سب کو پھر وہ جتلا دے گا تم کو

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ

جو کچھ تم کرتے تھے **ف۳** **ف۱** اے ایمان والو **۱۷۱** گواہ

بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ

درمیان تمہارے جبکہ پہنچے کسی کو تم میں موت وصیت کے وقت

اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ

دو شخص معتبر ہونے چاہئیں تم میں سے یا دو شاہد اور ہوں تمہارے سوا اگر

اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ

تم نے سفر کیا ہو ملک میں پھر پہنچے تم کو مصیبت

موضح قرآن ف۱ یعنی یہ کفر کی رسمیں تھیں کہ مواشی میں کوئی بچہ نیاز رکھتے بت کی تو اس کا کان پھاڑ دیتے نشان کو اور اس کو بحیرہ کہتے اور کوئی جانور بت کے نام پر آزاد کرتے اس کو اس کے اختیار پر چھوڑ دیتے وہ سائبہ تھا اور بعض شخص نے ٹھہرایا کہ جو بچہ نر ہو وہ بت کی نیاز ذبح کروں اور جو مادہ ہو ہیں رکھوں پھر اگر نر و مادہ ملے ہوئے تو نر بھی آپ رکھنا مادہ کے ساتھ یہ وصیلہ تھا اور جس اونٹ کی پشت سے دس بچے پورے ہو تے لائق سواری کے اور بوجھ کے اس باپ کو لاد نا موقوف کرتے اور چارے پانی پر سے نہ ہانکتے وہ حامی تھا یہ سب غلط رسمیں ڈال کر اس کو حکم شرعی سمجھتے تھے **ف۲** یعنی باپ کا احوال معلوم ہو کہ حق کا تابع تھا اور صاحب علم تھا تو اس کی راہ پکڑے نہیں تو عبث ہے **ف۳** یعنی ان مسئلوں کو تم نے جانا تم ان پر عمل کرو اور جو کوئی اصل دین ہی نہیں مانتا اس کو مسئلے بتانے کیا حاصل اول دین سمجھائے اگر وہ مانے تب مسئلے بتائے ۱۲۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی اگر شما اصلاح کردید و شرط امر معروف بجا آوردید مخالفت مخالفان ضرر نمیکند ۱۲۔

غندر نخ نوشتی بولا دۃ انثیٰ اخریٰ لیس بینہما ذکر فیترکونہا لا لہتہم . . . الحام الفحل یولد من ظہرہ عشرۃ البطن فیقولون حمی **۱۶۸ ف** یعنی اللہ تعالیٰ نے تو مذکورہ بالا تحریمات کی ہرگز اجازت نہیں دی لیکن مشرکین یہ سب کچھ اپنی طرف سے کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کفر و شرک کا حکم نہیں دیتا اور یہ تحریمات غیر اللہ تو صریح شرک ہے **فائدہ** مشرکین جس طرح غیر اللہ کی خوشنودی اور اپنے معبودان باطلہ کی رضا جوئی کے لئے نذریں مانتے تھے۔ اسی طرح وہ بعض جانوروں کو اپنے معبودوں کی خاطر آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ نہ ان کا گوشت کھاتے نہ دودھ پیتے، نہ ان پر سواری کرتے، نہ بوجھ لادتے۔ یہ تحریمات وہ اپنے معبودوں کو راضی کرنے کیلئے کیا کرتے تھے۔ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام جن کا ابھی ذکر ہوا ہے تحریمات غیر اللہ میں داخل ہیں۔ غیر اللہ کی نیازوں کو مشرکین حلال سمجھتے تھے اور جن چیزوں کی انہوں نے اپنی طرف سے تحریم کر دی تھی ان کو حرام سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا حکم بیان فرمایا کہ غیر اللہ کی نذریں حرام ہیں انہیں مت کھاؤ۔ اور بحیرہ، سائبہ وغیرہ تحریمات غیر اللہ حلال ہیں ان کو کھاؤ اور اپنی خود ساختہ تحریمات کو اٹھاؤ کیونکہ جو چوپائے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے حلال کئے ہیں وہ حلال ہی رہیں گے اور بندوں کے حرام کرنے سے حرام نہیں ہو جائیں گے۔ بعض مفسرین نے بحیرہ، سائبہ وغیرہ کو نذر غیر اللہ میں داخل کر کے حرام قرار دیا ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو یہ حکم دیا ہے «لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ» یعنی جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں حرام مت کرو۔ اور دوسری طرف فرمایا مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ الخ یعنی اللہ نے بحیرہ۔

الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ

موت کی تو کھڑا کر دو ان دونوں کو بعد نماز کے ف۱ وہ دونوں قسم کھاویں

بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ

اللہ کی اگر تمہیں شبہ پڑے کہیں کہ ہم نہیں لیتے قسم کے بدلے مال اگرچہ کسی کو

ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ

ہم سے قرابت بھی ہو اور ہم نہیں چھپاتے اللہ کی گواہی ف۲ نہیں تو ہم بے شک

الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا

گنہگار ہیں ف۳ پھر اگر خبر ہو جاوے کہ وہ دونوں حق بات دبا گئے ف۴

فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ

تو دو گواہ اور کھڑے ہوں ان کی جگہ ان میں سے کہ جن کا حق دبا ہے

عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ

جو سب سے زیادہ قریب ہوں ف۵ میت کے پھر قسم کھاویں اللہ کی کہ ہماری گواہی تحقیقی

مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ

ہے پہلوں کی گواہی سے اور ہم نے زیادتی نہیں کی نہیں تو ہم بے شک

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى

ظالم ہیں ف۶ اس میں امید ہے کہ ادا کریں شہادت کو ٹھیک

وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ

طرح پر اور ڈریں کہ الٹی پڑے گی قسم ہماری ان کی قسم کے بعد ف۷

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سن رکھو اور اللہ نہیں چلاتا سیدھی راہ پر

الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ

نافرمانوں کو ف۸ جس دن اللہ جمع کرے گا سب پیغمبروں کو پھر کہے گا تم کو کیا

ع ۸ / ۴

موضح قرآن ف۱ یعنی مسلمان مرتے وقت کسی کو اپنے مال کا کام حوالے کرے تو بہتر ہے کہ دو مسلمان معتبر کو کرے پھر اگر وارثوں کو شبہ پڑے کہ ان شخصوں نے کچھ مال چھپایا اور وارث دعویٰ کریں اور شاہد نہیں تو دونوں شخص قسم کھاویں کہ ہم نے نہیں چھپایا اگر سفر میں لگا مرنے وہاں مسلمان پیدا نہ ہوئے تو دو کافر بھی روا ہیں اور قسم دیں بعد نماز عصر کے کہ اس وقت کی دعا نیک و بد زیادہ قبول ہے۔ شاید ڈر کر جھوٹی قسم نہ کھاویں **ف۲** یعنی وارثوں کو شبہ پڑے تو قسم دینے کا حکم رکھا اس واسطے کہ قسم سے ڈر کر اول ہی جھوٹ نہ ظاہر کریں پھر اگر ان کی بات جھوٹ نکلے تو وارث قسم کھاویں یہ بھی اسی واسطے کہ وہ قسم میں دغا نہ کریں۔ جانیں کہ آخر ہماری قسم الٹی پڑیگی۔ اس جگہ شہادت فرمایا ہے اظہار کو مدعی اظہار کرے یا مدعیٰ علیہ جیسے اقرار کو کہتے ہیں اپنی جان پر شہادت دی حضرت کے وقت ایک مسلمان تجارت کو گیا راہ میں مرنے لگا قافلہ میں سے دو نصرانیوں کو اپنا مال سپرد کیا کہ میرے وارثوں کو دیجیو۔ جب وہ لا کر دینے لگے وارثوں نے ایک کٹورا اس میں نہ دیکھا وہ سونے کا تھا مکلّف۔ اس کا دعویٰ کیا وہ دونوں قسم کھا گئے کہ ہم کو یہی دیا تھا پھر وارثوں نے وہ کٹورا سنار پاس پایا پوچھا تو معلوم ہوا چاندی کا تھا سونے کا ملمع کہ ان نصرانیوں نے بیچا ان پر ثابت کیا تو کہنے لگے کہ میت نے زندگی میں ہمارے ہاتھ بیچا اور قیمت دے چکا تھا پھر وارثوں میں جو دو شخص اس میت کے زیادہ قریب تھے سب کی طرف سے قسم کھا گئے کہ ہم کو بیچنا معلوم نہیں اور میت کے ہاتھ کی فہرست بھی نکلی، اس مال میں سے کٹورا اس میں داخل تھا آخر نصرانیوں سے پھیر لیا۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی نماز عصر ۱۲ **ف۲** یعنی گواہی حق کہ خدا بآن فرمودہ ۱۲ **ف۳** یعنی دروغ گواہی دادند و دروغ قسم خوردند ۱۲ **ف۴** یعنی دو کس از ورثہ مظلومین بایستند بجائی ایشان ۱۲ **ف۵** مترجم گوید تاویل آیت بمذہب شافعی آنست کہ مراد از شہادت وصیت است واز منکم من اقاربکم وذکر اثنین برائے احتیاط وقسم دادن بجہت جاحد بودن دریں دعوی کہ خیانت کردہ اند و تعیین صلوۃ عصر بجہت تغلیظ یمین و انتیار اثنین برائے احتیاط واقامت اولیان بجہت مدعی علیہ بودن ایشان در دعوی کہ بجہت عذر خود تقریر میکنند چنانچہ در صورت مذکورہ دعوی اشترا کردہ بودند وان ازتیتم وفان عثر اشارت است توجہ دعوی کسی و بمذہب ابی حنیفہ مانند آنست مگر آنکہ تعیین صلوۃ عصر بجہت آنست کہ قضاۃ در محکمہ بین وقت می نشستند پس گویا کہ گفتہ شد در محکمہ قضا واللہ اعلم ۱۲ **ف۶** یعنی اگر کسی داند کہ بعد از سوگند من سوگند مدعی نخواہد بود سوگند دروغ خورد واگر بداند کہ چوں کذب ظاہر شود مدعیان را سوگند دہند وحق بر سوگند ایشاں ثابت شود واز سوگند دروغ احتیاط کند ۱۲

www.Momeen.blogspot.com

سائبہ وغیرہ کی تحریم کا کوئی حکم نہیں دیا اور نہ اس کی اجازت دی ہے اس لئے یہ جانور حلال ہیں اور حلال ہی رہیں گے۔ بندوں کی تحریم سے حرام نہیں ہوسکتے **۱۶۹** جب مشرکین سے کہا جاتا ہے کہ اپنی طرف سے تحریمیں مت کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ مان لو کہ یہ چیزیں حرام نہیں ہیں۔ ای هلموا الی حکم اللّٰہ ورسولہ بان هٰذہ الاشیاء غیر محرمۃ (مدارک ص۲۳۷ ج۱) تو وہ کہتے ہیں ہمیں اللہ و رسول کے حکم کی ضرورت نہیں ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو دیکھا۔ ہمارے اسلاف واکابر یہ تحریمات کرتے چلے آئے ہیں۔ لہٰذا ہم بھی کرتے رہیں گے۔ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ الخ باپ دادا کی تقلید و اقتدا تو صرف اسی وقت کرنی چاہئے جب کہ وہ عالم ہوں اور ہدایت پر ہوں اور ان کی ہر بات دلیل و حجت پر مبنی ہو۔ لیکن اگر وہ جاہل اور گمراہ ہوں تو پھر ان کی

اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ

جواب ملا تھا وہ کہیں گے ہم کو خبر نہیں تو ہی ہے چھپی باتوں کو جاننے والا ؎

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ

جب کہے گا اللہ ؎ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان جو ہوا ہے تجھ پر

وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ

اور تیری ماں پر۔ جب مدد کی میں نے تیری روح پاک سے ؎

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ

تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں اور جب سکھائی میں نے تجھ کو

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ

کتاب اور تہہ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا تھا ؎

مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا

گارے سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر پھونک مارتا تھا اس میں

فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ

تو ہو جاتا تھا اڑنے والا میرے حکم سے اور اچھا کرتا تھا مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو

بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ

میرے حکم سے اور جب نکال کھڑا کرتا تھا مُردوں کو میرے حکم سے ؎ اور جب روکا میں نے

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ

بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لیکر آیا ان کے پاس نشانیاں تو کہنے لگے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾

جو کافر تھے ان میں اور کچھ نہیں یہ تو جادو ہے صریح ؎

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ

اور جب میں نے دل میں ڈال دیا حواریوں کے کہ ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر

ربع

لے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ بعض نصاریٰ ان کے نام پر بچے بھی ذبح کرتے تھے ۱۲

اقتدا جائز نہیں مشرکین کے باپ دادا بے علم اور گمراہ تھے۔ کیا وہ پھر بھی انہی کی راہ پر چلیں گے۔ الاقتداء انما یجوز بالعالم المھتدی وانما یکون عالما مھتدیا اذا بنی قولہ علی الحجۃ والدلیل (کبیر ج۴ ص۴۷) **۱۷۰** اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر آدمی کو اپنی جان کی فکر کرنی چاہئے اور دوسروں کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہئے حالانکہ قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ ہر شخص پر اپنی بساط اور اپنے علم کے مطابق تبلیغ فرض ہے۔ یہ الجھن اس وقت پیش آتی ہے جب انفسکم سے ہر آدمی کی اپنی جان مراد لی جائے۔ لیکن محقق مفسرین کی رائے یہ ہے۔ کہ یہاں انفسکم سے تمام اہل اسلام مراد ہیں اور مطلب یہ کہ ہے کہ اے ایمان والو تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے تمام اہل اسلام کو ہلاکت اور اللہ کے عذاب سے بچاؤ۔ جب تم سب ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے اور تمہارا ایمان و عمل درست ہو جائے گا تو کفار و مشرکین تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول اس پر دال ہے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں واصح التاویلات عندنا بتاویل ھٰذہ الاٰیۃ ما روی عن ابی بکر الصدیق فیہا وھو یا ایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم الزموا العمل بطاعۃ اللّٰہ و بما امرکم بہ وانتھوا عما نھاکم اللّٰہ عنہ لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم یقول فانہ لا یضرکم ضلال من ضل اذا انتم دمتم العمل بطاعۃ اللّٰہ وادیتم فیمن ضل من الناس ما الزمکم اللّٰہ بہ فیہ من فرض الامر بالمعروف والنھی عن المنکر الذی ترکبہ او تحاول رکوبہ والاخذ علی یدیہ اذا رام ظلما (ابن جریر ج۷ ص۶۰) اور حضرت عبداللہ بن مبارک سے منقول ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں یہ آیت سب سے زیادہ تاکید کر رہی ہے قال عبد اللّٰہ بن المبارک ھٰذہ اوکد اٰیۃ فی وجوب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر فانہ قال علیکم انفسکم یعنی علیکم اھل دینکم ... یعنی بان یعظ بعضکم بعضا ویرغب بعضکم بعضا فی الخیرات وینفرہ عن القبائح والسیئات الخ (کبیر ج۳ ص۶۸۰) اب اس آیت کا ماقبل سے ربط یہ ہوا کہ تحریمات غیر اللہ کے مضمون کا اعادہ کرنیکے بعد تمام اہل ایمان کو تاکید فرمائی کہ وہ ایک دوسرے کو توحید پر قائم رہنے اور دیگر نیک اعمال بجا لانے کی تلقین کریں اور شرک اور دیگر برائیوں سے ان کو روکیں **۱۷۱** یہ مبتدا ہے اور اثنٰن اس کی خبر ہے۔ خبر سے پہلے شَهَادَةُ مضاف محذوف ہے اصل میں شَهَادَةُ اثْنَيْنِ تھا مضاف کو حذف کرکے مضاف الیہ کو اسی کا اعراب دیکر اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔ مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ یہ قید اتفاقی ہے کیونکہ نماز میں مسلمان جمع ہوتے ہیں اس لئے شہادت کے سامنے ہو تو بہتر ہے۔ شرک فعلی کی نفی کے بعد شہادت (گواہی)

موضح قرآن **ف** یہ اللہ صاحب پوچھے گا کافروں کے سنانے کو کہ میں نے تمکو جن کی طرف بھیجا تھا انہوں نے قبول کیا یا نہ کیا اور پیغمبر حوالے رکھیں گے اللہ کے علم پر کہ ہم کو دل کی خبر نہیں ظاہر کی ہے یہ انکو سنایا جو مغرور رہیں پیغمبروں کی شفاعت پر تا معلوم کریں کہ اللہ کے آگے کوئی کسی کے دل پر گواہی نہیں دیتا اور کوئی کسی کی شفاعت نہیں کرتا **ف** بنی اسرائیل کو روکا تجھ سے یعنی قتل کرنے

فتح الرحمٰن **ف** یعنی نخست از سر خضوع و ستایش ایشان گویند در برابر نور بہ نسبت دانش تو ما را ہیچ دانش نیست بعد از آن گواہی دہند براءت خویش ۱۲ **ف** یعنی برکات خطیرۃ القدس ۱۲ **ف** یعنی از گور زندہ می برآوردی ۱۲

کے مضمون کا ذکر بظاہر بے ربط سا معلوم ہوتا ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ اللہ کا کلام اس عیب سے پاک ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تحریمات اللہ، تحریمات غیر اللہ، نذور اللہ اور نذور غیر اللہ کے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہوگیا کہ غیب دان اور کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا نہ کوئی غیب دان ہے نہ متصرف وکارساز۔ اس لئے قسم بھی اللہ کے نام ہی کی کھانی چاہئے۔ یہاں تک کہ غیر مسلموں سے بھی غیر اللہ کی قسم نہ لی جائے کیونکہ غیب دان اور کارساز صرف اللہ ہے اور کوئی نہیں اور جس کے نام کی قسم کھائی جائے اس کا غیب دان اور کارساز ہونا ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک واقعہ پیش آیا دو عیسائی اور ایک مسلمان اکٹھے تجارتی سفر پر روانہ ہوئے۔ مسلمان بیمار ہوگیا اس نے ایک کاغذ پر اپنے سامان کی فہرست تیار کی اور اسے سامان میں چھپا دیا اور ان کو وصیت کی کہ وہ اس کا سامان اس کے وارثوں کو دیدیں۔ وہ فوت ہوگیا اس کے ساتھیوں نے اس کے سامان سے ایک نہایت قیمتی جام نکال لیا اور باقی سامان اس کے وارثوں کو دیدیا جب وارثوں نے سامان میں رکھی ہوئی فہرست میں جام کا ذکر دیکھا لیکن سامان میں اسے نہ پایا تو ان دونوں سے اس کا مطالبہ کیا انہوں نے کہا ہمیں اس کا علم نہیں۔ چنانچہ میت کے وارثوں نے یہ مقدمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کردیا آپ نے وارثوں سے گواہ طلب کئے ان کے پاس گواہ نہیں تھے اس لئے آپ نے وارثوں سے کہا کہ وہ ان سے کسی ایسی چیز کی قسم لیں جو ان کے دین میں بڑی سمجھی جاتی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ قسم خواہ غیر مسلم سے لی جائے وہ صرف اللہ کے نام کی ہونی چاہئے نہ کہ غیر اللہ کی۔ یہ روایت ترمذی کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ فسالھم البینۃ فلم یجدوا فامرھم ان یستحلفوہ بما یعظم علی اھل دینہ فحلف فانزل اللہ یایھا الذین امنوا شھادۃ بینکم الخ (خازن ج ۲ ص۔۔) اس آیت میں فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰہِ مقصودی جملہ ہے یعنی اگر کوئی ایسی صورت پیش آجائے اور اس میں غیر مسلم سے قسم لینے کی ضرورت پڑجائے تو اس سے بھی اللہ کے نام ہی کی قسم لینی چاہئے۔ جیسا کہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ یہودی سے اس طرح قسم لی جائے واللہ الذی انزل التوراۃ علی موسیٰ علیہ السلام اور عیسائی سے واللہ الذی انزل الانجیل علی عیسیٰ علیہ السلام اور آتش پرست سے واللہ الذی خلق النار (ہدایہ وغیرہ) **۲۷۱ء** اِسْتَحَقَّآ اِثْمًا یعنی وہ خیانت اور جھوٹی شہادت سے گناہ کے مستحق ہوئے۔ اَلَّذِیْنَ سے ورثاء میت مراد ہیں اور اَلْاَوْلَیٰنِ سے وہ دونوں شخص مراد ہیں جنہوں نے میت کے مال میں خیانت کی اور پھر جھوٹی گواہی دی اور میت کے وارثوں کو نقصان پہنچایا۔ المراد بالاولیان الوصیان اللذان ظھرت خیانتھما ۔۔۔۔ فمعنی استحق علیھم الاولیان خان فی مالھم وجنی علیھم الوصیان اللذان عثر علی خیانتھما (روح ج ۷ ص ۵۸) حاصل یہ کہ جب بعد میں معلوم ہوجائے کہ سفر میں جن دو آدمیوں کو میت نے وصیت کی تھی وہ خیانت مجرمانہ کے مرتکب ہوئے ہیں اور انہوں نے غلط بیانی کی ہے تو پھر میت کے وارثوں میں سے دو آدمیوں سے قسم لی جائے وہ اللہ کے نام کی قسم کھا کر اپنا بیان دیں کہ ان دونوں نے جھوٹ بولا ہے اور ہمارا بیان صحیح اور قابل قبول ہے اور ہم نے اپنے بیان میں حق سے تجاوز نہیں کیا۔ **۳۷۱ء** یہ شہادت کے مذکورہ بالا طریقہ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی پہلے تو ان سے گواہی لی جائے جن کو میت نے وصی بنایا ہے۔ اگر ان کی خیانت اور کذب بیانی ظاہر ہوجائے تو پھر میت کے وارثوں سے قسم لی جائے۔ یہ طریقہ اصل مقصد حاصل کرنے کے لئے قریب ترین ذریعہ ہے۔ اس سے یا تو گواہ عذاب آخرت سے ڈر کر صحیح گواہی دیدیں گے یا پھر دنیا میں رسوائی کے ڈر سے سچی گواہی دیں گے کیونکہ انہیں یہ اندیشہ ہوگا کہ ان کی قسمیں رد کردی جائیں گی۔ اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌ بَعْدَ اَیْمَانِہِمْ یعنی ان کی قسموں کے جھوٹی ثابت ہونے کے بعد قسم کھانے کا حق وارثوں کو دیا جائے گا۔ یہاں ایک شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ شرعی قانون کے مطابق قسم منکر دعویٰ کے ذمہ ہوتی ہے لیکن جب پہلے گواہوں کی خیانت ظاہر ہوجائے تو وارثوں پر قسم آتی ہے حالانکہ وہ مدعی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک حیثیت سے وارث بھی منکر ہیں کیونکہ وہ پہلے گواہوں کے اس دعوے کا انکار کررہے ہیں کہ انہوں نے متوفی کا سارا مال بلا خیانت اس کے وارثوں کے حوالے کردیا ہے۔ **۴۷۱ء** پہلے نفی شرک فعلی کے سلسلے میں یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ غیب دان صرف اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی غیب دان نہیں اب یہاں قیامت کے دن پیش آنیوالا ایک واقعہ ذکر کرکے یہ حقیقت بیان فرمائی کہ اور تو اور خود انبیاء علیہم السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق پر فوقیت اور برتری عطا فرمائی وہ بھی غیب دان نہیں تھے وہ نہ زندگی میں غیب جانتے تھے نہ موت کے بعد لوگ غیر اللہ کے نام کی نذریں اور نیازیں صرف اس لئے دیتے تھے کہ وہ ہماری حاجات کو جانتے اور ہمیں نفع نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں جیسا کہ آج کل کے مشرکین کا بھی اپنے پیروں کے متعلق عقیدہ ہے۔ تو آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ صاف فرمادیا کہ انبیاء علیہم السلام تو غیب جانتے نہیں جو سب سے افضل ہیں۔ چنانچہ وہ قیامت کے دن صاف کہیں گے کہ ان کے پیچھے جو کچھ ہوتا رہا ہے اس کا انہیں کچھ علم نہیں۔ پھر جو لوگ انبیاء علیہم السلام سے رتبہ میں کمتر ہیں وہ کس طرح غیب دان ہوسکتے ہیں۔ یَوْمَ ظرف کا عامل بعد میں مذکور ہے قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا۔ فیقول۔ یجمع پر معطوف ہے یعنی جس دن اللہ تمام رسولوں کو جمع کرکے ان سے یہ سوال کرے گا کہ تمہیں تبلیغ توحید کے بعد اپنی امتوں کی طرف سے کیا جواب ملا اس دن وہ سب کہیں گے کہ ہمیں تو اس کا کچھ علم نہیں۔ یہ تو غیب کی بات ہے تو ہی تمام غیبوں کا جاننے والا صرف تو ہی ہے اور کوئی نہیں۔ یہ آیت حضرات انبیاء علیہم السلام سے علم غیب کی نفی پر برہان قاطع ہے۔ اس آیت میں مَاذَآ اُجِبْتُمْ کے دو معنی ہیں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ سوال تبلیغ کے وقت سے متعلق ہوگا کہ جب تم تبلیغ کرتے تھے اس وقت لوگوں نے تمہاری بات کو قبول کیا یا نہ تو وہ جواب دیں گے۔ لا علم لنا بباطن ما اجاب امممنا (قرطبی ج ۶ ص ۳۶۲) یعنی ان کے باطن کو ہم نہیں جانتے تھے ہمیں صرف ان کے ظاہر کا علم تھا لیکن اس میں عبارت مقدر کرکے مطلب نکالنا پڑتا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ یہ سوال انبیاء علیہم السلام سے ان کی وفات سے بعد کے حالات سے متعلق ہوگا کہ تمہاری وفات کے بعد ان لوگوں کے کیا حالات تھے کیا یہ تمہیں پکارتے رہے ہیں اور کیا تمہیں اس کا علم ہے تو اس کے جواب میں انبیاء علیہم السلام کہیں گے کہ اے اللہ بعد کے حالات کا تو ہمیں کوئی علم نہیں جیسا کہ اگلی آیت سے اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں یہی کہیں گے۔ کُنْتُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْہِمْ الخ اسی طرح سورۂ یونس ع ۳ میں ہے کہ جن انبیاء و اولیاء کو لوگ دنیا میں پکارتے رہے قیامت کے دن وہ صاف کہیں گے کہ ہمیں تو ان کی پکار وغیرہ کا کوئی علم نہیں۔ اِنْ کُنَّا عَنْ عِبَادَتِکُمْ لَغٰفِلِیْنَ بہت سے مفسرین نے اس سوال کو بعد الوفات کے حالات سے متعلق قرار دیا ہے۔ امام رازی لکھتے ہیں لا علم لنا الا ان علمنا جوابھم لنا وقت حیاتنا ولا نعلم ما کان منھم بعد وفاتنا (کبیر ج ۳ ص ۶۹۹) اہل بدعت کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو معلوم تو سب کچھ ہوگا لیکن ہول قیامت کی وجہ سے وہ جواب نہیں دے سکیں گے اور علم کی نفی کردیں گے۔ یہ جواب دو وجوہ غلط ہے (۱) اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام قیامت کے ہول اور جزع فزع سے محفوظ ہوں گے اور ان پر کوئی گھبراہٹ طاری نہیں ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا یَحْزُنُہُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ (انبیاء ع ۷) یعنی جن لوگوں کے لئے حُسنیٰ (جنت) کا وعدہ ہوچکا ہے۔ وہ قیامت کی فزع اکبر (سب سے بڑی گھبراہٹ) سے خوفزدہ نہیں ہوں گے۔ (۲) اگر یہ مان لیا جائے کہ ان کو سب کچھ معلوم تھا تو اس صورت لا علم لنا واقعہ کے صریح خلاف اور جھوٹ ہوگا۔ **۵۷۱ء** تمام انبیاء علیہم السلام کے اجمالی ذکر کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کیونکہ اس وقت انبیاء علیہم السلام میں سے ان کو غیب دان اور کارساز ماننے والے نصاریٰ تھے جو اس وقت علم و دانش میں اور عبادت و رہبانیت میں مشہور و معروف تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نذریں نیازیں دیتے ان کی خاطر بکرے وغیرہ بلکہ بعض لوگ اپنے بیٹے بھی ذبح کردیتے تھے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاص طور پر ذکر کرکے ان سے علم غیب اور الوہیت کی نفی فرمائی پہلے اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی سے لے کر اَعْلَیْہِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ

تک اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ پر اپنے احسانات اور انعامات گنائے ہیں اور اصل سوال وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ (ع ۱۶) سے شروع ہوتا ہے۔ ف۱۷۵ ظرف نِعْمَتِیْ سے متعلق ہے اور نعمتہ یہاں مصدر ہے۔ ای انعامی۔ ظرف لنعمتی ای اذکر انعامی علیکما وقت ایدتک۔ روح القدس سے حضرت جبریل مراد ہیں اور ایدتک کا مطلب یہ ہے کہ حضرت جبریلؑ ہر وقت ان کے ساتھ رہتے تھے۔ تکلم الناس یہ اَیَّدْتُّكَ کی ضمیر منصوب سے حال ہے مھد سے زمانہ شیر خوارگی مراد ہے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے معجزانہ طور پر باتیں کر کے اپنی والدہ مطہرہ کی پاک دامنی بیان کی اور کہل اس کو کہتے ہیں جس کے بال سفید ہونے لگیں حضرت مسیح کو چونکہ اس عمر سے قبل ہی اٹھا لیا گیا اس طرح یہ آیت ان کے دوبارہ نزول کی دلیل ہے کیونکہ نزول کے بعد وہ کہولت کو پہنچیں گے اور باتیں کریں گے وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ یہ اذ ایدتک پر معطوف ہے الکتاب سے قرآن مجید اور الحکمۃ سے سنت نبوی مراد ہے یہ آیت بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ نزول کی دلیل ہے کیونکہ جب وہ نازل ہوں گے اس وقت اللہ تعالیٰ ان کو قرآن و سنت کا علم عطا فرمائے گا اور وہ ان دونوں کے مطابق ہی فیصلے کریں گے۔ تورات اور انجیل کا علم الکو رفع الی السماء سے پہلے حاصل تھا۔ ف۱۷۶ یہ اور اسی طرح وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی اور وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور وَاِذْ اَوْحَيْتُ یہ سب بھی اِذْ اَيَّدْتُّكَ پر معطوف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے یہاں ان کو بطور انعام ذکر فرمایا یعنی پرندے کا پتلا بنا کر اس میں جان ڈالنا، کوڑھی اور مادرزاد اندھے کو چنگا بھلا کر دینا اور مُردوں کو زندہ کرنا۔ ہر معجزے کے ساتھ بِاِذْنِیْ کی صراحت کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ تمام باتیں حضرت مسیح علیہ السلام کے اختیار میں نہ تھیں یہ تمام امور میرے اختیار میں تھے اور میں نے اپنی قدرت سے ان کو مسیح کے ہاتھ پر ظاہر کیا اوحیت کے معنی القیت فی روعہم کے ہیں یعنی میں نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ مجھ پر اور میرے رسول عیسیٰ پر ایمان لے آئیں۔ ف۱۷۸ یہ اِذْ اَيَّدْتُّكَ سے بدل ہے یہاں سے لیکر رکوع ۱۵ کے آخر تک نزول مائدہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ کا ایک انعام تھا کیونکہ جب ان سے ان کی قوم نے آسمان سے دستر خوان اتارنے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے ان کی دعا قبول فرما کر معجزانہ طور پر آسمان سے دستر خوان نازل فرمایا۔ جن حواریین نے مائدہ کا مطالبہ کیا تھا وہ مخلص مومن تھے

قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ

تو کہنے لگے ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہیں جب کہا حواریوں نے ف۱۷۸

يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ

اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تیرا رب کر سکتا ہے کہ اتارے

عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ

ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر ہو تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ

ایمان والے ف۱۷۹ ف۱ ف۲ بولے کہ ہم چاہتے ہیں کہ کھاویں اس میں سے اور مطمئن ہو جاویں

قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ

ہمارے دل اور ہم جان لیویں کہ تو نے ہم سے سچ کہا اور رہیں ہم اس پر

الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ

گواہ ف۳ کہا عیسیٰ بیٹے مریم نے ف۱۸۰ اے اللہ رب ہمارے

اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا

اتار ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہمارے

لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ

پہلوں اور پچھلوں کے واسطے اور نشانی تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور تو ہی ہے سب سے بہتر

الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ

روزی دینے والا ف۴ کہا اللہ نے میں بیشک اتاروں گا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم میں ناشکری

بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّىْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ

کرے گا اس کے بعد تو میں اس کو وہ عذاب دوں گا جو کسی کو نہ دوں گا

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ

جہان میں ف۵ ف۶ اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے

ع ۵

ف۱ یہ جملہ پھر کہا دوسری جگہ پہلے اذ قال کا اعادہ ہے۔ اور ظرف قال موخر کے متعلق ہے

منزل ۲

موضح قرآن ف۱ ہو سکے یہ معنی کہ ہمارے واسطے تمہاری دعا سے اس قدر خرق عادات کرے یا نہ کرے فرمایا ڈرو اللہ سے یعنی بندہ چاہیئے اللہ کو نہ آزماوے کہ میرا کہا مانتا ہے یا نہیں۔ اگرچہ خاوند بہتیری مہربانی کرے ف۲ یعنی برکت کی امید پر مانگتے ہیں اور معجزہ ہمیشہ مشہور رہے آزمانے کو نہیں ف۳ کہتے ہیں وہ خوان اترا یک شنبہ کو کہ وہ روز نصاریٰ کی عید ہے جیسے ہم کو روز جمعہ ف۴ بعضے کہتے ہیں وہ خوان اترا چالیس روز تک پھر بعضوں نے ناشکری کی یعنی حکم ہوا تھا کہ فقیر اور مریض کھاویں محفوظ اور چنگے بھی لگے کھانے پھر قریب اسی آدمی سور اور بندر ہو گئے یہ عذاب پہلے یہود میں ہوا تھا پیچھے کسی کو نہیں ہوا اور بعضے کہتے ہیں کہ اترا نہیں یہ تہدید سن کر مانگنے والے ڈر گئے نہ مانگا لیکن پیغمبر کی دعا عبث نہیں اور اس کلام میں نقل کرنا بے حکمت نہیں شاید اس دعا کا اثر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی اُمت میں آسودگی مال سے ہمیشہ رہے اور جو کوئی ان میں ناشکری کرے یعنی دل کے چین سے عبادت میں نہ لگے بلکہ گناہ میں خرچ کرے تو شاید آخرت میں سب سے زیادہ عذاب پاوے اس میں مسلمان کو عبرت ہے کہ اپنا مدعا خرق عادت کی راہ سے نچاہے کہ پھر اس کی شکر گزاری بہت مشکل ہے۔ اسباب ظاہری پر قناعت کرے تو بہتر ہے۔ اس قصے میں بھی ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کے آگے حمایت پیش نہیں جاتی۔

فتح الرحمن ف۱ حاصل اینست کہ الہام فرستاد بسوئے حواریان دران مدت کہ معجزہ طلب کردند و بر حسب مراد دیدند ۱۲ ف۲ بعد از ان خوانی نازل شد از آسمان بروی گوشت و نان پس خوردند و سیر شدند واللہ اعلم ۱۲۔

اور از دیادِ یقین اور عینی مشاہدے کی خاطر اس معجزے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ ۱۷۹ے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر واقعی تم مومن ہو تو اللہ سے ڈرو اور اس معجزے کا مطالبہ نہ کرو کیونکہ جب طلب کردہ اور منہ مانگے معجزے کا انکار کیا جائے تو اس پر اللہ کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے۔ قَالُوْا نُرِیْدُ الخ اس کے جواب میں انہوں نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے سامنے آسمان سے دستر خوان اترے اور ہم اس میں سے کھانا تناول کریں تاکہ ہمارا یقین اور پختہ ہو جائے اور آپ کی صداقت کا ہمیں مشاہدہ ہو جائے اور ہم اس واقعہ کی ان لوگوں کے سامنے گواہی دیں جو اس وقت موجود نہ ہوں۔ ۱۸۰ے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا ہے جس میں انہوں نے اللہ سے مائدہ اتارنے کی التجا کی قَالَ اللّٰهُ اللہ نے فرمایا میں ایک بار چھوڑ بار بار مائدہ اتارنے کو تیار ہوں لیکن یاد رکھو مائدہ اترنے کے بعد جو شخص انکار

قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ

کہا لوگوں کو کہ ٹھہرا لو مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود سوا اللہ کے کہا ۱۸۲ے

سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ

تو پاک ہے مجھ کو لائق نہیں کہ کہوں ایسی بات جس کا مجھ کو حق نہیں اگر میں نے

قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ

یہ کہا ہوتا تو تجھ کو ضرور معلوم ہوتا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ

بیشک تو ہی ہے جاننے والا چھپی باتوں کا ۱ میں نے کچھ نہیں کہا ان کو مگر جو تو نے حکم کیا کہ

اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ

بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا اور میں ان سے خبردار تھا ۱۸۳ے جب تک

فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَاَنْتَ

ان میں رہا پھر جب تو نے مجھ کو اٹھا لیا تو تو ہی تھا خبر رکھنے والا ان کی ۲ اور تو

عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ

ہر چیز سے خبردار ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ بندے ہیں تیرے ۱۸۴ے

وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ

اور اگر تو ان کو معاف کردے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا فرمایا اللہ نے ۱۸۵ے

هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ

یہ دن ہے کہ کام آوے گا سچوں کے ان کا سچ ان کے لئے ہیں باغ

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ

جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں گے انہی میں ہمیشہ اللہ راضی ہوا

عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ

ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے یہی ہے بڑی کامیابی اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت ۱۸۶ے

کرے گا اسے ایسا سخت عذاب دوں گا کہ دنیا میں ایسا سخت عذاب کسی اور کو نہیں دوں گا۔ چنانچہ مائدہ اتار آگیا جن کو اللہ نے توفیق دی ان کا ایمان اور مضبوط ہو گیا اور جنہوں نے اس کے بعد کفر کیا اللہ نے ان کو دنیا میں خنزیر بنا دیا اور آخرت میں بھی ان کو سخت ترین عذاب دیا جائے گا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب مائدہ اترنے کے بعد کفر کرنے پر سخت عذاب کی دھمکی نازل ہوئی تو انھوں نے کہا پھر ہمیں مائدہ کی ضرورت نہیں۔ اس لئے اللہ نے مائدہ نہیں اتارا لیکن جمہور کا مسلک یہ ہے کہ مائدہ اترا تھا اور یہی صحیح ہے۔ واختلف العلماء فی المائدة هل نزلت ام لا فالذی علیه الجمهور وهو الحق نزولها الخ (قرطبی ج ۶ ص ۳۶۹) والجمهور علی الاول وعلیه المعول (روح ج ۷ ص ۶۲) ۱۸۱ے یاذ عہد کی وجہ سے پہلے وَاِذْ قَالَ کا اعادہ ہے اور ظرف کا متعلق قَالَ مؤخر ہے یعنی قَالَ سُبْحٰنَكَ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے انعامات گنا کر ان سے اصل سوال پوچھے گا ءَاَنْتَ قُلْتَ الخ یعنی تیرے بعد تیری امت نے تجھ کو اور تیری والدہ کو معبود بنا لیا تھا وہ تم دونوں کو غیب دان اور کارساز سمجھ کر حاجات میں غائبانہ پکارتے اور تمہارے نام کی نذریں منتیں دیتے تھے کیا تو ہی نے ان انعامات کے ہوتے ہوئے ان کو یہ تعلیم دی تھی کہ تم مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا معبود اور کارساز بنا لینا اور حاجات میں پکارنا۔ ۱۸۲ے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے سوال مذکور کا جواب ہوگا۔ جواب پانچ شقوں پر مشتمل ہے پہلی شق سُبْحٰنَكَ اے میرے اللہ! تو اس سے پاک ہے کہ تیرا کوئی شریک ہو، تیرے سوا کوئی غیب دان اور کارساز نہیں اور نہ کوئی تیرے سوا نذر و منت کا مستحق ہے۔ دوسری شق۔ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ الخ میرے لئے یہ بات ہرگز جائز نہ تھی کہ میں ایسا دعویٰ کروں جس کا مجھے کوئی حق نہیں کیونکہ معبود وہی ہو سکتا ہے جو غیب دان اور متصرف و کارساز ہو اور مجھ میں یہ صفتیں موجود نہ تھیں۔ تیسری شق اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ اے میرے اللہ! تو تو تمام غیبوں کا جاننے والا ہے۔ تجھے

۱ اصل مقصود یہ سوال ہے یعنی ان انعامات کی موجودگی میں تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لینا۔ ۱۳ سے پہلا اذ قال (رکوع ۱۱) اس قال کے متعلق ہے اس لئے وہاں اذکر نکالنے کی ضرورت نہیں۔ ۲ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب ہے جو پانچ شقوں پر مشتمل ہے۔ ۳ پہلی شق ۔ ۴ دوسری شق ۔ ۵ تیسری شق ۔ ۶ چوتھی شق ۔ ۷ پانچویں شق ۔ ۸ سورت کے دعویٰ یعنی مضمون کا خلاصہ نفی شرک فی التصرف ۔ ۹ ذکر کمالات نفی برائے ترغیب ۔

میرے دل کی باتیں بھی معلوم ہیں اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کے سوا کارساز بنا لو تو تجھے اس کا علم ہوتا۔ چوتھی شق مَا قُلْتُ لَهُمْ اے میرے اللہ! مجھے تو نے رسالت و نبوت سے سرفراز فرمایا اور مجھے توحید کا اعلان کرنے کا حکم دیا تو میں نے ان سے وہی کچھ کہا جس کا تو نے مجھے حکم فرمایا کہ صرف اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور صرف اسی کو غیب دان اور کارساز سمجھو اور اسی کو پکارو۔ پانچویں شق وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا الخ میرے اللہ! جب تک میں ان میں موجود رہا اس وقت تک تو ان کی نگرانی کرتا رہا اور ان کو خالص تیری توحید کی ٹھیک ٹھیک تعلیم دیتا رہا لیکن جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھا لیا اس کے بعد کا مجھے علم نہیں وہ کیا کرتوت کرتے رہے۔ اس وقت تو ہی ان کا نگہبان تھا یہاں توفّی کے معنی پورا پورا لے لینے

فتح الرحمٰن ۱ مترجم گوید خدائے تعالیٰ روز قیامت نعمتہائے خود عیسیٰ علیہ السلام یاد دہد بعد ازاں سوال کند کہ خود را الٰہ می گفتی یا نہ بجہت تاکید و برائے قطع شبہہ نصاریٰ بابلغ وجوہ واللہ اعلم ۱۲ ۲ یعنی بر آسمان بردی مرا ۱۲

کے ہیں کیونکہ تَوَفَّیْتَنِیْ یہاں کُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا کے مقابلے میں آیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ توفی سے یہاں موت مراد نہیں۔ قرآن مجید میں موت کے مقابلے میں لفظ حیات آیا ہے اور توفی کے مقابلے میں لفظ حیات استعمال نہیں ہوا لفظ توفی کی تحقیق سورۂ آل عمران کی تفسیر میں گذر چکی ہے ملاحظہ ہو صفحہ حاشیہ نمبر ۱۸۳ لفظ شَھِیْدٌ کی پوری تحقیق سورہ بقرہ کی تفسیر میں حاشیہ (۲۷۳) کے تحت منہ پر گذر چکی ہے ۱۸۴ انکی جزا محذوف ہے اور فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ اس کی دلیل ہے ای لم یلحقك بتعذیبهم اعتراض لانك المالك المطلق لهم (روح صفحہ ج ۸) اسی طرح اِنْ تَغْفِرْ کی جزا بھی محذوف ہے ای لم یلحقك عجز بذلك ولا استقباح فانك القوی القادر علی جمیع المقدورات (روح) یعنی اگر تو ان کو عذاب دینا چاہے تو اس میں تجھ پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ وہ تیرے بندے ہیں اور تو ان کا مالک علی الاطلاق ہے اور اگر تو ان کو معاف فرمادے تو ایسا کرسکتا ہے تو اس سے عاجز نہیں اور نہ اس میں کوئی قباحت ہے کیونکہ تو قادر مطلق ہے اور تمام مقدورات تیری مشیت وقدرت کے تحت داخل ہیں۔ ۱۸۵ یہ ایمان والوں، توحید کو ماننے والوں اور نیک اعمال بجالانے والوں کے لئے بشارت اخروی ہے۔
۱۸۶ لِلّٰہِ خبر مقدم ہے اور تقدیم خبر افادۂ حصر کے لئے ہے یعنی زمین وآسمان کی بادشاہی اور تمام اختیارات اللہ ہی کیلئے ہیں لا لعیسٰی و امہ نہ کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ علیہما السلام کے لئے اس میں سورت کے خلاصہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں بالذات نفی شرک فی التصرف کا ذکر ہے اور ضمناً نفی شرک فعلی بھی اس میں آگئی یعنی جب زمین وآسمان کی بادشاہی اور تمام اختیارات وتصرفات اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مختص ہیں اور کسی کے لئے نہیں تو نذر ونیاز کا مستحق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں نہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ علیہما السلام اور نہ ان کے سوا کوئی اور ۱۸۷ بقرینۂ ماقبل یہاں بھی حصر ہے یعنی صرف وہی ہر چیز پر قادر ہے لا عیسٰی و امہ نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام۔
فائدہ۔ رکوع ۳ میں نفی شرک فی التصرف پر یہ دلیل پیش کی گئی تھی۔ وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ پھر سورت کے آخر میں ذرا اختصار سے اسی دلیل کا اعادہ کرکے اس طرف اشارہ کیا گیا کہ سورۂ مائدہ کا محور اور مرکزی نکتہ یہ ہے کہ جب سب کچھ اللہ کے قبضے اور تصرف میں ہے تو وہی کارساز ہے۔ حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کے قبضہ اور اختیار میں کچھ نہیں۔ اس لئے وہ کارساز بھی نہیں اور نذر ونیاز کے مستحق بھی نہیں۔

خصوصیات سورۂ مائدہ

(۱) اس سورت میں دو مضمون بیان کئے گئے ہیں نفی شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف۔ نفی شرک فعلی کے سلسلے میں چار مسائل بیان ہوئے۔ تحریمات غیر اللہ تین عنوانوں سے اُحِلَّتْ لَکُمْ بَھِیْمَةُ الْاَنْعَامِ (ع ۱) لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ (ع ۱۲) اور مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْۢ بَحِیْرَةٍ الخ (ع ۱۴) تحریمات اللہ۔ اس کے دو عنوان ہیں غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ (ع ۱) اور لَیَبْلُوَنَّکُمُ اللّٰہُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ الخ (ع ۱۳) غیر اللہ کی نذر ونیاز۔ اس کے بھی دو عنوان ہیں۔ مَآ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ (ع ۱) اور مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ۔ اللہ کی نذریں۔ اس کے بھی دو عنوان ہیں۔ لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ وَلَا الشَّھْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْھَدْیَ الخ (ع ۱) اور جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ الخ۔
۲۔ شرک فی التصرف میں زیادہ زور حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہما السلام سے غیب دان اور کارساز ہونے کی نفی پر دیا گیا ہے۔ اور دلائل کی بجائے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ ان کے غیب دان اور کارساز سمجھنے والے کافر ہیں اور سرسری طور پر اختصار کے ساتھ

سورۂ مائدہ میں آیات توحید

(۱) قُلْ فَمَنْ یَّمْلِکُ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّھْلِکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّہٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ؕ وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (ع ۳)
(۲) قَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ ؕ اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىہُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ (ع ۱۰)
(۳) لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّآ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ؕ (ع ۱۰)
(۴) قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰہُ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ (ع ۱۰)
(۵) لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْھِنَّ ؕ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (ع ۱۶)

سُورۃ انعام

ربط | باقی سورتوں کی طرح یہاں بھی سورۂ مائدہ اور سورۂ انعام کے درمیان دو قسم کا ربط ہے (۱) ربط معنوی اور (۲) ربط اسمی۔ ربط معنوی یہ ہے کہ سورۂ مائدہ میں جن دو مضمونوں کو بیان کیا گیا یعنی نفی شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف یا نفی شرک اعتقادی، سورۂ انعام میں انہی دونوں مضمونوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ مائدہ میں پہلے نفی شرک فعلی اور اس کے بعد نفی شرک فی التصرف کا ذکر تھا لیکن سورۂ انعام میں ترتیب ذکر اس کے برعکس ہے۔ ابتداء سورت سے لیکر رکوع ۱۴ میں وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ تک نفی شرک فی التصرف کا بیان ہے اور اس کے بعد فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ سے لے کر سورت کے آخر تک نفی شرک فعلی کا ذکر ہے۔ دونوں سورتوں میں ان مضامین کے بیان میں بوجوہ ذیل فرق ہے۔

نفی شرک فی التصرف :۔ (۱) سورۂ مائدہ میں شرک فی التصرف کرنے والوں پر صرف فتوے صادر کئے گئے ہیں کہ وہ کافر ہیں۔ جیسا کہ فرمایا لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (ع ۳۰۱۰) اور لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (ع ۱۰) لیکن شرک فی التصرف کے بطلان پر دلائل قائم نہیں کئے گئے۔ البتہ صرف ایک دلیل ذکر کی گئی ہے۔ یعنی وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ الخ (ع ۳) اس کے برعکس سورۂ انعام میں اس کے بطلان پر دلائل عقل و نقل اور وحی قائم کئے گئے ہیں اور دلائل کے سلسلے میں ہر چند دلائل کے بعد ان کا ثمرہ اور نتیجہ بھی ذکر کیا گیا ہے (۲) سورۂ مائدہ میں شرک فی التصرف کے رد میں خطاب نصاریٰ سے ہے اور صرف حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کے غیب دان، متصرف و مختار اور کارساز ہونے کی نفی کی گئی ہے لیکن سورۂ انعام میں تعمیم کی گئی ہے اور مذکورہ صفات کی ہر غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے خواہ کوئی ہو۔ (۳) نفی شرک فی التصرف کے سلسلۂ دلائل کے ساتھ ساتھ مشرکین کے شبہات اور ان کے دلوں میں پیدا ہونے والے سوالات کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ سوالات کی تعداد سات ہے جن میں سے بعض صراحۃً مذکور ہیں اور بعض جوابات کے ضمن میں۔ اور اس کے پہلو بہ پہلو تبلیغ اور اشاعت توحید کے طریق کار کی تعلیم بھی دی گئی ہے کہ لوگوں کے سامنے مسئلہ توحید کس طرح پیش کرنا چاہئے اور اس کی تبلیغ کا احسن طریق کیا ہے لیکن سورۂ مائدہ میں ان باتوں میں سے کوئی بات مذکور نہیں (۴) اختتام دلائل سے ذرا پہلے مشرکین کے انکار کی وجوہات کا بیان شروع ہو جاتا ہے۔ یعنی جب مسئلہ توحید بالکل واضح ہو گیا اور شرک فی التصرف کو بطلان پر ہر قسم کے دلائل بھی قائم کر دیئے گئے، مشرکین کے شکوک و شبہات کا بھی ازالہ کر دیا گیا اور مسئلہ توحید کی تبلیغ بھی نہایت عمدہ اور احسن طریق سے کی گئی ہے۔ تو ان تمام باتوں کے باوجود وہ مسئلہ توحید کو کیوں نہیں مانتے اور اس کے انکار پر کیوں اڑے ہوئے ہیں، یہ وجوہات بھی سات ہیں۔

نفی شرک فعلی :۔ دونوں سورتوں میں مسئلہ نفی شرک فعلی کے بیان میں وجوہ ذیل سے فرق ہے (۱) سورۂ مائدہ میں تحریمات غیر اللہ کے بیان کے لئے تین تعبیریں اختیار کی گئی ہیں۔ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ۔ لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ اور مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ الخ اور سورۂ انعام میں ان کے علاوہ تحریمات غیر اللہ کی باقی شقیں بیان کی گئی ہیں۔ (۲) نفی شرک فعلی کے تحت غیر اللہ کی نذروں میں مَا ذُبِحَ سے جانوروں کا حکم صراحۃً بیان کیا گیا خواہ بوقت ذبح ان پر بسم اللہ پڑھی جائے یا نہ اور مَآ اُهِلَّ میں اناج وغیرہ کا حکم ضمناً مذکور تھا لیکن سورۂ انعام میں نذر غیر اللہ کی بہت سی صورتوں کا حکم صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح چوپایوں سے غیر اللہ کی نذر و نیاز دینا حرام ہے۔ اسی طرح غلوں، پھلوں اور میووں سے بھی غیر اللہ کی نذر و منت ناجائز اور حرام ہے۔ (۳) مائدہ میں مشرکین کے دلائل ذکر نہیں کئے گئے لیکن انعام میں شرک پر مشرکین کی سب سے بڑی دلیل ذکر کی گئی تاکہ معلوم ہو جائے کہ مشرکین کی بڑی سے بڑی دلیل بھی کس قدر نامعقول اور کمزور ہے۔ مشرکین کی شرک اور تحریمات غیر اللہ کے جواز پر بڑی سے بڑی دلیل یہ ہے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ (ع ۱۸) (۴) سورۂ مائدہ میں نفی شرک فعلی پر کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی۔ لیکن سورۂ انعام میں دلیل نقل اور دلیل وحی کا ذکر کیا گیا۔ دلیل نقل یہ ہے ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ الخ اور دلیل وحی یہ ہے وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ (ع ۲۰) (۵) سورۂ مائدہ میں تحریمات غیر اللہ کے مقابلے میں تحریمات اللہ کا ذکر کیا گیا اور سورۂ انعام میں بطور تتمہ تحریمات اللہ کی باقی شقیں بیان کی گئی ہیں اور اس میں اللہ کی نذر و نیاز کا ذکر نہیں کیا گیا۔

ربط اسمی :۔ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے انعامات کا مائدہ (دستر خوان) نازل فرمائے گا بشرطیکہ تم انعام و حرث (چوپایوں اور کھیتیوں) میں غیر اللہ کی نیازیں نہ دو اور غیر اللہ کی تحریمیں نہ کرو۔

خلاصہ | جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اس سورت میں دو مضمون بیان کئے گئے ہیں اس لحاظ سے اس سورت کے دو حصے ہیں پہلا حصہ ابتداء سورت سے لیکر رکوع ۱۴ میں اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ تک ہے اس میں نفی شرک فی التصرف کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا حصہ اس کے متصل بعد فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ سے لیکر رکوع ۱۹ میں لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تک ہے جس میں نفی شرک فعلی کا مضمون ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا سے دونوں مسئلوں پر دلیل نقلی اور وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ سے دونوں پر دلیل وحی ذکر کی گئی ہے یعنی پہلے تورات میں بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب دان اور کارساز نہیں اور اس کے سوا کوئی نذر و نیاز کے لائق نہیں۔ پھر تورات کے بعد قرآن میں بھی دونوں مسئلوں کی وضاحت کی گئی ہے اس لئے قرآن کی پیروی کرو۔ پھر سورت کے آخری رکوع میں قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ سے آخر سورت تک دونوں مضمونوں کا اجمالی طور پر اعادہ کیا گیا ہے دونوں مضمونوں کو ہر قسم کے دلائل سے مدلل و مبرہن کیا ہے۔

پہلا حصہ

پہلے حصے میں دلائل کے علاوہ مضامین کے تین اور سلسلے ضمناً بھی آگئے (۱) سلسلہ ردِ شبہات مشرکین (۲) سلسلۂ طریق تبلیغ اور (۳) سلسلہ بیان وجوہ انکار مشرکین۔ ہر سلسلہ سات شقوں پر مشتمل ہے۔

نفی شرک فی التصرف پر دلائل

پہلے حصے میں نفی شرک فی التصرف پر عقلی ونقلی اور وحی کے سولہ دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ گیارہ دلائل عقلیہ، دو دلائل نقلیہ اور تین دلائل وحی۔ سلسلۂ دلائل کے درمیان چند دلائل کے بعد تین بار ان کا ثمرہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ پہلی عقلی دلیل اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تا یَکْسِبُوْنَ (ع ۱) اس دلیل کا مدعیٰ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کارساز اور غیب دان کوئی نہیں۔ دوسری عقلی دلیل علی سبیل الاعتراف من الخصم قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (ع ۲) یعنی جب تم زمین وآسمان کا مالک اللہ ہی کو مانتے ہو تو سوائے اس کے کارساز بھی کوئی نہیں۔ اس کے بعد تخویف اخروی ہے۔ تیسری عقلی دلیل وَلَهٗ مَا سَکَنَ فِی الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (ع ۲) چوتھی عقلی دلیل وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهٗ تا وَهُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ (ع ۲) یعنی نفع وضرر اللہ کے اختیار میں ہے لہٰذا اس کے سوا کوئی متصرف وکارساز نہیں۔ اس کے متصل بعد قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً سے لے کر اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ تک مذکورہ چاروں عقلی دلائل کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے۔ مذکورہ دلائل سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی غیب دان اور کارساز نہیں۔ اس کے بعد زجریں اور تخویفیں ہیں۔ پانچویں عقلی دلیل وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ تا یُحْشَرُوْنَ (ع ۴) ہر جاندار کا روزی رساں اور کارساز اللہ ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اس کے بعد زجر ہے۔ چھٹی عقلی دلیل علی سبیل الاعتراف من الخصم۔ قُلْ اَرَءَیْتَکُمْ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُ اللّٰهِ تا تُشْرِکُوْنَ (ع ۴) اس کے بعد تخویف اخروی ہے۔ ساتویں عقلی دلیل قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَکُمْ تا ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ (ع ۵) دلیل نمبر ۶ سے معلوم ہوا کہ متصرف ومختار اور کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کے بعد قُلْ اَرَءَیْتَکُمْ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُ اللّٰهِ سے چھٹی دلیل کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد زجر وتخویف اور بشارت وغیرہ کا ذکر ہے۔ آٹھویں عقلی دلیل وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ تا لِیُقْضٰٓی اَجَلٌ مُّسَمًّی (ع ۷) اس سے ثابت ہوا کہ اصول، ان کے تحت کلیات اور کلیات کے جزئیات سب کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ نویں عقلی دلیل علی سبیل اعتراف من الخصم۔ قُلْ مَنْ یُّنَجِّیْکُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تا ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ (ع ۸، ۷) یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں اس کے بعد تخویفیں اور زجریں ہیں پھر قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَلَا یَضُرُّنَا تا وَهُوَ الَّذِیْٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ (ع ۹) تک مذکورہ پانچوں عقلی دلیلوں کا ثمرہ بیان کیا گیا ہے کہ زمین وآسمان کا کلی علم غیب صرف اللہ ہی کو ہے اور اس کے سوا کوئی غیب دان اور متصرف وکارساز نہیں۔ دسویں عقلی دلیل وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تا وَهُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ گیارہویں عقلی دلیل اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی تا یُؤْمِنُوْنَ (ع ۱۲) اس کے بعد ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمْ سے لیکر وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ تک مذکورہ دونوں دلیلوں کا ثمرہ بیان کیا گیا ہے۔ ان دونوں دلیلوں سے واضح ہوتا ہے کہ کارساز اور متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے سوا کوئی متصرف وکارساز نہیں۔

دلائل نقلیہ نفی شرک فی التصرف پر دو نقلی دلیلیں ذکر کی گئی ہیں (۱) دلیل نقلی تفصیلی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سترہ انبیاء علیہم السلام سے اور اجمالی تمام انبیاء علیہم السلام سے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ تا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ (ع ۹، ۱۰) اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ سترہ انبیاء علیہم کے نام گنا کر اور باقیوں کا اجمالی ذکر کے سب کی طرف سے بیان فرمایا کہ وہ سب شرک سے بیزار اور توحید کے مبلغ تھے۔ وہ سب اللہ ہی کو غیب دان اور متصرف وکارساز مانتے تھے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے تھے۔ دوسری نقلی دلیل امم سابقہ کے علماء سے بیان کی گئی ہے وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ تا فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ (ع ۱۴) یعنی اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کے علماء بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ مسئلہ توحید آپ پر اللہ کی طرف سے اتارا گیا ہے اور وہ حق ہے۔

دلائل وحی نفی شرک فی التصرف پر تین دلائل وحی ذکر کئے گئے ہیں۔ پہلی دلیل وحی وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (ع ۲) یعنی سب سے بڑی شہادت تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس نے قرآن میں مجھ پر یہ وحی کی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی متصرف ومختار اور نافع وضار نہیں۔ دوسری دلیل وحی وَهٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَکٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ الخ (ع ۱۱) یعنی پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم یہ تھی کہ اللہ کے سوا کوئی غیب دان اور کارساز نہیں اور سب کے آخر میں ہم نے اپنے آخری رسول پر یہ کتاب (قرآن) نازل کی جو پہلے تمام نبیوں کی تعلیم کی تصدیق کرتی ہے۔ تیسری دلیل وحی اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الخ (ع ۱۳) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی وحی کا اتباع کروں کہ اللہ کے سوا کوئی متصرف ومختار اور کارساز نہیں

ردّ شبہاتِ مشرکین

پہلے حصے میں مشرکین کے سات شبہات یا سوالات کا جواب دیا گیا ہے ان میں سے بعض یہاں مذکور ہیں اور بعض یہاں مذکور نہیں بلکہ قرآن مجید میں کسی دوسری جگہ مذکور ہیں۔ پہلا سوال یہ تھا کہ خدا کی طرف سے ان کے نام پر لکھی ہوئی کتاب آئے جسے وہ خود پڑھ لیں یہ سوال سورۂ بنی اسرائیل ع ۱۰ میں وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ سے مذکور ہے یہاں وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ کِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ (ع ۱) سے اس کا جواب دیا کہ اگر ہم لکھی لکھائی کتاب نازل کرتے تو اس میں بھی یہی مسئلہ توحید ہی مذکور ہوتا اور وہ اسے بھی جھٹلا دیتے۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ اس پیغمبر کے ساتھ فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا جو اس کی صداقت کا اعلان کرتا یہ سوال یہاں وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ (ع ۱) میں مذکور ہے اور سورۃ الفرقان میں اس پر یہ اضافہ ہے۔ فَیَکُوْنَ مَعَهٗ نَذِیْرًا (ع ۱) اور وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَکًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ (ع ۱) سے اس کا جواب دیا گیا کہ اگر پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ فرشتہ نازل کیا جاتا تو انکار کرنے کی صورت میں انہیں فوراً ہلاک کر دیا جاتا اور لمحہ بھر مہلت نہ دی جاتی۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو پیغمبر بھیجنا منظور تھا تو کسی فرشتے کو پیغمبر بنا کر کیوں نہ بھیج دیا یہ سوال بھی یہاں مذکور نہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت قُلْ لَّوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِکَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَکًا رَّسُوْلًا (ع ۱) سے مفہوم ہوتا ہے۔ اس کا جواب وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَکًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ (ع ۱) میں دیا گیا کہ اگر فرشتہ رسول بنا کر بھیجا جاتا تو لامحالہ انسانی شکل ہی میں آتا اور ان کا اعتراض اسی طرح بحال رہتا۔ چوتھا سوال یہ تھا کہ ان کا منہ مانگا معجزہ کیوں نہیں ان کو دیا جاتا تو اس کا جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ معجزہ اتارنے پر تو قادر ہے لیکن اکثر لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے حالانکہ اصل مقصد تو یہ ہے لوگ ایمان لائیں یہ سوال وجواب وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ تا وَلٰکِنَّ اَکْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (ع ۴) میں مذکور ہے۔ پانچواں سوال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی دولت مند آدمی کو رسول بنا کر کیوں نہ بھیجا یہ سوال سورۂ زخرف ع ۳ میں قَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ سے ذکر کیا گیا ہے۔ چھٹا سوال یہ تھا کہ اگر یہ نبی ہوتا تو ہمیں غیب کی باتیں بتاتا اور ملک شام کی منڈیوں میں اشیاء کے نرخ بتا دیتا یہ سوال حدیث میں مذکور ہے۔ ساتواں سوال یہ تھا کہ یہ پیغمبر خوب ہے کہ ہماری طرح بازار سے سودا سلف خریدتا اور کھاتا پیتا ہے۔ اگر پیغمبر ہوتا تو ایسا نہ کرتا یہ سوال سورۃ الفرقان ع ۱ میں مذکور ہے۔ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ

الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ان تینوں سوالوں کا جواب قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ (ع ۵) سے دیا گیا۔

طریقۂ تبلیغ کی تعلیم

نفی شرک فی التصرف کے بیان میں سات طریقہائے تعلیم مذکور ہیں۔ طریق تعلیم اوّل قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ (ع ۲) آپ اعلان کر دیجئے کہ جو اللہ آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جو خود بے نیاز اور سب کا کارساز ہے کیا اسے چھوڑ کر میں غیر اللہ کو کارساز بنا لوں؟ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ طریق تعلیم دوم قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کروں اور مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بناؤں۔ طریق تعلیم سوم قُلْ اِنِّيْ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ تمہیں نہ تو اللہ کا خوف ہے نہ اس کے عذاب کا ڈر لیکن میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں کہ اگر اس کی نافرمانی کروں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک بناؤں اور اس کے سوا کسی کو غیب دان اور کارساز سمجھوں تو وہ مجھے عذاب میں مبتلا کر دے۔ طریق تعلیم چہارم قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (ع ۷) آپ فرما دیجئے مجھے تو ان معبودانِ باطلہ کو پکارنے سے منع کر دیا گیا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ طریق تعلیم پنجم قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ میں تمہاری باطل خواہشات کی پیروی نہیں کر سکتا اگر میں ایسا کروں تو گمراہی میں جا پڑوں اور ہدایت سے دور ہو جاؤں کیونکہ تمہاری خواہشات یہ ہیں کہ میں بھی غیر اللہ کو غیب دان اور کارساز سمجھوں حالانکہ یہ صریح گمراہی ہے۔ طریق تعلیم ششم قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ میرے پاس تو اللہ کی توحید کے واضح دلائل موجود ہیں ان کی موجودگی میں میں توحید کی راہ کو کس طرح چھوڑ سکتا ہوں تم نے تو کور باطنی کی وجہ سے اس کی تکذیب کر دی۔ طریق تعلیم ہفتم قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ جس چیز یعنی عذاب کا تم مطالبہ کر رہے ہو اگر وہ چیز میرے اختیار میں ہوتی تو کب کا میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا لیکن یہ سب کچھ اللہ کے اختیار و تصرف میں ہے میرے بس میں نہیں ہے۔ ساتواں طریق تعلیم نفی شرک فی التصرف پر دلیل بھی بن سکتا ہے کہ غائبانہ حکم اور تصرف صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

بیانِ وُجوہِ انکارِ مشرکین

سورۂ انعام میں مشرکین کے انکار کی سات وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ پانچ حصہ اول میں اور دو حصہ دوم میں۔ ہر وجہ لفظ كَذٰلِكَ سے بیان کی گئی ہے۔ ان جگہوں میں کاف تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ بیان کمال کے لئے ہے۔ پہلی وجہ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ الخ (ع ۷)، یعنی وہ ماننے والوں کو حقیر سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ جس دین کو ایسی معمولی پوزیشن کے لوگوں نے مانا ہے بھلا وہ بھی سچا ہوسکتا ہے؟ دوسری وجہ یہ تھی کہ مسئلہ توحید جس قدر زیادہ کھول کر بیان کیا جاتا اور مشرکین کے کرتوت جس قدر واضح کئے جاتے اسی قدر ان کا بغض وعناد زیادہ ہو جاتا اور وہ انکار کرنے لگتے۔ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ (ع ۷)، میں دوسری وجہ بیان کی گئی ہے۔ تیسری وجہ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ (ع ۱۳) یعنی ہم آیتیں کھول کر بیان کرتے ہیں لیکن مشرکین پیغمبر علیہ السلام پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ کسی سے سیکھ کر آیا ہے۔ چوتھی وجہ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ (ع ۷) مشرکین کو مشرکانہ اعمال خوبصورت اور بھلے معلوم ہوتے ہیں اس لئے وہ مسئلہ توحید کو نہیں مانتے۔ آگے چل کر كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ میں اس وجہ کا اعادہ کیا گیا ہے۔ پانچویں وجہ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ الخ (ع ۱۴) یہ ماقبل سے علی سبیل الترقی ہے۔ یعنی شیاطین انس اور شیاطین جن نبی کے دشمن ہوتے ہیں اور وہ لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈالتے رہتے ہیں اور ان کو پیغمبر سے بدظن کرتے رہتے ہیں کہ یہ تو نبیوں اور ولیوں کا بے ادب ہے۔ چھٹی وجہ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا الخ (ع ۱۵) ہر بستی کے بڑے لوگ عموماً مجرم ہوتے ہیں اور دو لوگوں کو مکر فریب سے گمراہ کرتے رہتے ہیں ساتویں وجہ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (ع ۱۵) شرک کی وجہ سے تمام مشرکین ایک دوسرے کے دوست بن جاتے ہیں اور متحدہ طور پر مسئلہ توحید کا انکار کرنے لگتے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آج کل کے مشرکین کے رد وانکار کی وجوہ بھی بعینہٖ یہی ہیں۔

دوسرا حصہ

دوسرے حصہ میں شرک فعلی کی صرف تین شقوں کا ذکر ہے۔ (۱) تحریمات غیر اللہ (۲) تحریمات اللہ اور (۳) نذور غیر اللہ۔ چوتھی شق یعنی اللہ کی نذر و نیاز کا ذکر اس سورت میں نہیں کیا گیا کیونکہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کی نفی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نذریں منتیں صرف اللہ کے نام کی دینی چاہئیں۔

تحریمات غیر اللہ

سورۂ مائدہ میں تحریمات غیر اللہ کو تین عنوانوں سے ذکر کیا گیا جیسا کہ ابھی بیان ربط میں مذکور ہوا۔ سورۂ انعام میں اس مسئلہ کو چار مختلف عنوانات سے ذکر کیا گیا ہے۔ جو تحریمات غیر اللہ کی تمام صورتوں پر حاوی ہیں (۱) فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ تا۔ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (ع ۱۴)، یعنی جن چوپایوں کو تم نے غیر اللہ کی خاطر نامزد کر رکھا ہے مثلاً سائبہ بحیرہ وغیرہ جب ان کو خالص اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جائے تو انہیں کھاؤ۔ جن چوپایوں کو اللہ کا نام لیکر ذبح کیا گیا ان کو تم کیوں نہیں کھاتے ہو۔ انہیں کھاؤ اور تحریمات کو اٹھاؤ۔ (۲) وَقَالُوْا هٰذِهٖ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ۔ تا۔ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (ع ۱۶) اس عنوان کے تحت تحریمات مشرکین کی چار صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ اوّل کچھ چوپایوں اور کھیتیوں کو وہ اپنے معبودانِ باطلہ کے لئے نامزد کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کو کوئی نہیں کھا سکتا۔ دوم کچھ چوپایوں پر سواری کرنے اور بوجھ لادنے کو حرام کر دیتے تھے۔ سوم جن چوپایوں کو غیر اللہ کی خاطر حرام کر دیتے تھے ذبح کے وقت ان پر اللہ کا نام نہیں لیتے تھے چہارم بعض مادہ چوپایوں کے متعلق وہ فیصلہ کر دیتے تھے کہ ان کے پیٹ کا بچہ اگر زندہ پیدا ہو تو ان کے مردوں کے لئے حلال ہے اور ان کی عورتوں کے لئے حرام ہے اور اگر مردہ پیدا ہو تو دونوں جنسوں کے لئے جائز ہے۔ فرمایا یہ تمام صورتیں باطل اور ان کی خود ساختہ ہیں اس پر ان کو سخت سزا ملے گی تم ان تحریمات کو اٹھاؤ اور ان چیزوں کو کھاؤ۔ (۳) اس کے بعد وَحَرَّمُوْا

مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ سے تحریمات غیر اللہ کا اعادہ کیا گیا ہے (۴) وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا۔ تا۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا (ع ۱۷) یہاں اللہ تعالیٰ نے چوپایوں کی آٹھ انواع بیان فرمائیں۔ ضَاْن۔ نر و مادہ (دنبہ اور دنبی یہاں بھیڑ اور مینڈھا بھی اس میں داخل ہیں۔ معز۔ نر و مادہ (بکری اور بکرا) ابل۔ نر و مادہ (اونٹ اور اونٹنی) بقر۔ نر و مادہ (گائے اور بیل) بھینس اور بھینسا بھی بقر میں داخل ہیں۔ اور پھر مشرکین سے ان اشیاء کی تحریم پر عقلی اور نقلی دلیل کا مطالبہ کیا۔ فرمایا کیا اللہ نے ان چوپایوں کے نروں کو حرام فرمایا ہے یا ان کی ماداؤں کو یا ان بچوں کو جو ماداؤں کے ارحام میں ہیں۔ کیا اس پر تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل ہے؟ اگر نہیں تو نَبِّئُوْنِیْ بِعِلْمٍ الخ تو کوئی نقلی دلیل ہی پیش کردو۔ یہ مشرکین کو ایک قسم کا چیلنج ہے۔ لیکن مشرکین کے پاس چونکہ کوئی دلیل نہیں تھی نہ عقلی نہ نقلی اس لئے عاجز ہو کر کہنے لگے وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ (ع ۱۸) یعنی اللہ کو یہی منظور تھا کہ ہم شرک کریں اور اپنی طرف سے تحریمیں کریں۔

تحریمات اللہ

سورۂ مائدہ میں تحریمات اللہ کی صرف ایک صورت بیان کی گئی یعنی غَيْرَ مُحِلِّی الصَّيْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ لیکن سورۂ انعام میں تحریمات اللہ کی باقی ماندہ بہت سی صورتیں ذکر کی گئی ہیں۔ سورۂ انعام میں تحریمات اللہ کا ایک دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ۔ تا۔ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (ع ۱۹) ان آیتوں میں حسب ذیل تحریمات الٰہیہ مذکور ہیں۔ شرک ہر قسم۔ عقوقِ والدین۔ اور ان کی حق تلفی۔ قتل اولاد۔ تمام فواحش و منکرات۔ قتل ناحق۔ اکل مالِ یتیم ناحق۔ ناپ تول میں کمی بیشی وغیرہ۔

غیر اللہ کی نذر و نیاز

سورہ مائدہ میں نذر غیر اللہ کو مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ اور وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ سے ذکر کیا گیا لیکن سورۂ انعام میں اس مسئلہ کو پانچ مختلف عنوانوں کے ساتھ چار دفعہ ذکر کیا گیا ہے جس میں نذر غیر اللہ کی تمام صورتیں آگئی ہیں۔ (۱) قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ (ع ۱۴) یعنی جو چیزیں تم پر حرام ہیں ان کی تفصیل اللہ تعالیٰ تمہیں بتا رہا ہے۔ یہاں نذر غیر اللہ کا ذکر اجمالی ہے تفصیل آگے آرہی ہے۔ (۲) وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا۔ تا۔ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ (ع ۱۶) یہاں انعام (جانوروں) کے ساتھ حرث (غلہ اور پھل وغیرہ) کا ذکر بھی صراحت سے کیا گیا ہے جس طرح جانوروں سے غیر اللہ کی نذر حرام ہے اسی طرح غلوں میووں اور پھلوں سے بھی حرام ہے۔ علیٰ ہذا وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ۔ تا۔ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ میں نذر غیر اللہ کی ایک اور صورت کا ذکر کیا بعض مشرکین اپنے معبودانِ باطلہ کی خاطر اپنے بچوں کو ان کی بھینٹ چڑھا دیتے۔ اس آیت میں اس مشرکانہ فعل کی مذمت فرمائی۔ (۳) قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ الخ سے نذر غیر اللہ تیسری بار ذکر کیا گیا (۴) وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ۔ تا۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (ع ۱۷) یہاں مختلف قسم کی پیداوار پھلوں میووں کی انواع و اقسام کا ذکر کر کے فرمایا کہ ان سے خالص اللہ کا حق ادا کرو اور ان میں سے غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز مت نکالو۔ (۵) قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا۔ تا۔ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ع ۱۸) یہاں نذر غیر اللہ کو فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ سے تعبیر کیا گیا۔

سورت کے دونوں حصوں کے اختتام پر ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا الخ (ع ۱۹) سے دونوں مضمون (نفی شرک فی التصرف اور نفی شرک فعلی) پر دلیل نقلی، اور وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ الخ (ع ۲۰) سے دونوں مضمونوں پر دلیل وحی پیش کی گئی ہے۔ یعنی پہلے تورات میں نفی شرک فی التصرف اور نفی شرک فعلی کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ پھر قرآن نے بھی تورات کے مطابق اعلان کیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب دان اور کارساز نہیں۔ نیز اس نے تحریمات مشرکین کو حلال اور غیر اللہ کی نذر و نیاز کو حرام قرار دیا ہے۔ پھر خاتمہ سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین اعلان کرائے گئے ہیں۔ (۱) قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْ۔ تا۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یعنی اللہ نے عقلی اور نقلی دلائل سے صراط مستقیم کی طرف میری رہنمائی فرمائی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے جو شرک سے سخت بیزار تھے (۲) قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ۔ تا۔ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ یعنی میں اللہ کے سوا کسی کو غیب دان اور کارساز نہیں سمجھتا ہوں اور میری تمام عبادتیں اور میرا مرنا جینا سب کچھ محض اللہ کے لئے ہے جو ہر قسم کے شرک سے پاک ہے (۳) قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ یعنی جو اللہ کائنات کے ذرے ذرے کا مالک اور رازق ہے کیا اسے چھوڑ کر میں کسی اور کو پالنہار اور کارساز بنالوں؟ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا یہ تو عقل و نقل کے صریح خلاف ہے۔ سورت کے آخر میں اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ سے مسئلہ توحید کا انکار کرنے والوں کے لئے تخویف اخروی اور وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ سے مسئلہ توحید کو ماننے والوں کے لئے بشارت اخروی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

حصہ اول

نفی شرک فی التصرف یا نفی شرک اعتقادی

سورۂ انعام سے قرآن مجید کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جو سورۂ بنی اسرائیل کے آخر تک ہے۔ اس حصے کا مرکزی مضمون ربوبیت ہے یعنی اس حصے میں زیادہ تر یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر چیز کو پیدا کرنے کے بعد اس کو حد کمال تک پہنچانے والا اور ہر چیز کی دیکھ بھال کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾

آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّخَمْسٌ اَوْ سِتٌّ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۂ انعام مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو پینسٹھ یا چھیاسٹھ آیتیں ہیں اور ۲۰ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ﴿۲﴾ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴿۳﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین اور بنایا اندھیرا ؎ اور اجالا پھر بھی یہ کافر اپنے رب کے ساتھ اوروں کو برابر کئے دیتے ہیں ف۱ ف۲ وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر مقرر کر دیا ایک وقت اور ایک مدت مقرر ہے اللہ کے نزدیک ف۳ پھر بھی تم شک کرتے ہو ف۴ اور وہی ہے اللہ آسمانوں میں ف۳ اور زمین میں ؎ جانتا ہے تمہارا چھپا اور کھلا اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور نہیں آئی ان کے پاس کوئی نشانی ان کے رب کی نشانیوں میں سے مگر کرتے ہیں اس سے تغافل سو بے شک جھٹلایا انہوں نے حق کو جب ان تک پہنچا سو اب

خلاصہ کے بیان میں مذکور ہو چکا ہے کہ سورۂ انعام کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ سورت کی ابتداء سے لیکر رکوع ۱۴ میں وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ تک ہے اس حصے میں نفی شرک فی التصرف کا ذکر کیا گیا ہے اور مسئلہ توحید پر عقلی و نقلی اور وحی سے گیارہ دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ نو دلائل عقلیہ، دو نقلی دلیلیں اور تین دلائل وحی۔ **حمد** سے صفات الوہیت مراد ہیں جیسا کہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں گذر چکا ہے ملاحظہ ہو ص ۲ حاشیہ ۲ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ایک دعویٰ ہے۔ یعنی وہ تمام صفات کارسازی جنہیں تم اپنے معبودوں کے لئے ثابت کرتے ہو وہ سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں اور تمہارے معبودوں میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ اَلَّذِيْ اسم موصول تعلیل کے لئے ہے اور اس کا صلہ مذکورہ دعویٰ پر پہلی عقلی دلیل ہے۔ یعنی زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا۔ اندھیرے اور اجالے کو بنانے والا اور تمام انسانوں کو پیدا کرنے والا اور ان کے تمام حالات کو جاننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا کارساز اور متصرف بھی وہی ہے اس لئے اسی کو پکارو۔ چونکہ مشرکین اس بات کو مانتے تھے کہ زمین و آسمان اور ساری کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (لقمان ع ۳) اس لئے اس مسلمہ حقیقت کو بطور حجت ذکر فرمایا۔ **۳** ظلمت سے گمراہی اور نور سے ہدایت مراد ہے۔ چونکہ گمراہی کے راستے بہت ہیں اور نجات و ہدایت کا راستہ ایک ہی ہے یعنی اسلام۔ اس لئے ظلمات کو جمع اور نور کو واحد استعمال کیا گیا۔ لان المراد بالظلمة الضلال۔ هو متعدد وبالنور الهدیٰ وهو واحد (روح ج ۷ ص ۸۶)۔ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ میں ثُمَّ استبعاد کے لئے ہے یعنی جب تم کو معلوم ہو گیا کہ ہر شئے کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے تو یہ بات عقل سے بعید ہے کہ مخلوق میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر کر دو اور اس کو اللہ کی طرح متصرف سمجھو وثم للاستبعاد (جامع البیان ص ۱۱۲) وثم لاستبعاد ما وقع من الذين كفروا (روح ج ۷ ص ۸۵)۔ **۴** اس میں حصر ہے۔ یعنی اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا ہے۔ اس طرح اس آیت کے باقی حصوں میں بھی حصر ہے وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ یعنی مقررہ اجل کی اسی ہی کو خبر ہے اور اس کا علم اسی کے پاس ہے۔ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ۔ ثُمَّ یہاں بھی استبعاد کے لئے ہے تمترون — مِرْيَةٌ سے ہے یا مِرَآءٌ سے پہلی صورت میں اس کے معنی ہوں گے۔ پھر تم شک کرتے ہو اور دوسری صورت میں

موضح قرآن ف۱ اندھیرا اجالا یہی رات دن ہے اور اشارت میں راہ غلط کو اندھیرا کہتے ہیں اور راہ صحیح کو اجالا۔ سو راہ صحیح ایک ہے اس کے سوائے سب راہیں غلط ہیں وہ بہت ہیں۔ ف۲ وعدہ یعنی فنا کا وقت سو ایک اجل ہے ہر شخص کی وہ نہیں جانتا پر فرشتے جانتے ہیں اور ایک اجل ہے سب خلق کی سو کوئی نہیں جانتا اس اجل سے قیاس کر لیا اس اجل کو اور شک نے لائے

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی معبودانِ باطل را ۱۲ ف۲ یعنی برائے قیام قیامت ۱۲ ف۳ یعنی متصرف فرمانروا ۱۲

پھر تم جھگڑا کرتے ہو تشکون من المریۃ او تجادلون من المراء ومعلی ثم استبعاد (مدارک ج ۲ ص۳) **ف۵** لفظ اَللّٰہ سے وصف مشہور مراد ہے یعنی فاعل اور متصرف اب حرف جار لفظ اللّٰہ کے متعلق ہوگا اور ظرفیت کا معنی درست ہوگا۔ اس آیت کی ابتداء میں حصر ہے اس لئے اس کے باقی حصوں میں بھی حصر ہوگا یعنی زمین و آسمان میں وہی متصرف ہے اور وہی تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ یہ صفتیں اللّٰہ کے سوا کسی اور میں نہیں ہیں۔ لہٰذا اس کے سوا متصرف و کارساز بھی کوئی نہیں۔ **ف۶** وَمَا تَاْتِیْهِمْ سے یَسْتَهْزِءُوْنَ تک منکرین پر زجر و شکوہ ہے اور اٰیات سے دلائل توحید مراد ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں بقرینہ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ ۔ تا ۔ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (انبیاء ع ۱ ر۲) فقط

يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَلَمْ

آئی جاتی ہے ان کے آگے حقیقت اس بات کی جس پر ہنستے تھے ف۱ ف۷ ف۸ کیا

يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ

دیکھتے نہیں کہ کتنی ہلاک کردیں ہم نے ان سے پہلے ف۲ امتیں جن کو جما دیا تھا ہم نے

فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ

ملک میں اتنا کہ جتنا تم کو نہیں جمایا اور چھوڑ دیا ہم نے ان پر آسمان کو

عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ

لگاتار برستا ہوا اور بنادیں ہم نے نہریں بہتی ہوئی

تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْ

ان کے نیچے ف۳ پھر ہلاک کیا ہم نے ان کو ان کے گناہوں پر اور پیدا کیا ہم نے ان

بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ

کے بعد اور امتوں کو اور اگر اتاریں ہم تجھ پر

كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ

لکھا ہوا کاغذ میں ف۴ پھر چھو لیویں وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے البتہ کہیں گے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَ

کافر یہ نہیں ہے مگر صریح جادو ف۱ ف۲ اور

قَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا

کہتے ہیں کیوں نہیں اترا ف۱ اس پر کوئی فرشتہ ف۲ اور اگر ہم اتاریں فرشتہ

لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ

تو طے ہو جاوے قصہ پھر ان کو مہلت بھی نہ ملے ف۵ ف۲ اور اگر ہم رسول بنا کر بھیجتے

مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝

کسی فرشتہ کو تو وہ بھی آدمی کی ہی صورت پر ہوتا ف۶ اور ان کو اسی شبہ میں ڈالتے جس میں اب پڑ رہے ہیں

كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ حق کے تین معنی ہیں۔ اول اظہار حق، دوم سچی بات، سوم ظاہر اور واضح بات۔ یہاں تیسرا معنی مراد ہے۔ جب انہوں نے ایک ایسی حقیقت کا انکار کر دیا جو بالکل واضح اور ظاہر ہے تو وہ عذاب کے مستحق ہیں جیسا کہ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ کی فاء فصیحہ اس پر دال ہے۔ **ف۷** انباء سے دنیا اور آخرت کا عذاب مراد ہے۔ المراد ما یعم ذلك (العقوبات العاجلة والعقوبات التی تحل بهم فی الاخرة من عذاب النار ونحوه (روح ج ۷ ص۹۳) **ف۸** یہ تخویف دنیوی ہے۔ مَكَّنّٰهُمْ تمکین کے معنی قدرت و ہمت عطا کرنے کے ہیں۔ مِنْ تَحْتِهِمْ میں مضاف محذوف ہے ای تحت اشجارهم او تحت قصورهم یا یہ قبضہ اور تصرف سے کنایہ ہے یعنی وہ نہریں ان کے قبضہ و تصرف میں تھیں۔ بِذُنُوْبِهِمْ ۔ با سببیہ ہے۔ یعنی ان کے گناہوں اور دعوئ توحید نہ ماننے کے سبب سے ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ **ف۹** یہ مشرکین کے سات شبہات میں سے پہلے شبہ کا جواب ہے۔ مشرکین کہتے تھے کہ جب تک آپ آسمانوں پر جا کر وہاں سے لکھی لکھائی کتاب نہ لے آئیں اس وقت تک ہم ایمان نہیں لائیں گے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل ع ۱۰ میں ہے وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۔ تو اس کا جواب دیا کہ اگر ہم کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب ان پر نازل کر دیں جسے یہ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیں لیکن پھر بھی یہ مشرکین اور کفار یہی کچھ کہیں گے جو اب کہتے ہیں کہ یہ تو بس کھلا ہوا جادو ہے۔ **ف۱۰** یہ دوسرا شبہ ہے۔ مشرکین کہتے تھے کہ پیغمبر کے ساتھ ایک فرشتہ بھی آنا چاہئے تھا جو انکی طرف لوگوں کو دعوت دیتا اور اس کے دعوے کی تصدیق کرتا جیسا کہ الفرقان رکوع ۱ میں لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۔ تو اس کا جواب دیا وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ یعنی اگر پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ فرشتہ آتا اور مشرکین اس کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیتے اور اس کے بعد اگر وہ پیغمبر کا انکار کر دیتے تو انہیں فوراً ہلاک کر دیا جاتا اور کچھ سوچنے کی انہیں ہرگز مہلت نہ دی جاتی۔ **ف۱۱** یہ تیسرے شبہ کا جواب ہے۔ مشرکین کہتے تھے کہ اگر اللّٰہ کو پیغمبر بھیجنا منظور تھا تو کسی فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیج دیتا بشر کو اس نے پیغمبر کیوں بنایا ہے تو اس کا جواب دیا کہ اگر فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجتے تو لا محالہ انسانی اور بشری

موضح قرآن ف۱ یعنی جس کی قسمت میں ہدایت نہیں اس کا شبہ کبھی نہیں جاتا ف۲ کہتے تھے کہ ہمارے دیکھتے فرشتہ اترے سو جب آدمی فرشتوں کو دیکھیں تو عالم غیب ظاہر ہو وے پھر عمل کی خرابی غیب سے ظاہر میں آنے لگے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی با صدق آن خبر ۱۲ ف۲ زیر مساکن ایشان ۱۲ ف۳ مترجم گوید یعنی تعصب ایشان بمرتبہ است کہ اگر نزول کتاب را بحس ظاہر ببینند نیز انکار کنند واللّٰہ اعلم ۱۲ ف۴ یعنی بوجہی کہ آنرا بحس ظاہر ببینند ۱۲ ف۵ یعنی ظہور ملائکہ بانوجہ مستلزم ہلاک ایشانست در حکمت الٰہی ۱۲ ف۶ یعنی شکل مردی۔ ۱۲

سکل ہی میں بھیجتے تو اس صورت میں بھی اس کے بارے میں ان کے دلوں میں وہ شبہات ہوتے جواب ہیں کہ یہ تو بشر ہے فرشتہ نہیں۔ ۱۲ھ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے۔ ابوجہل، امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ اور دیگر مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاء کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام سے بھی ان کی قوم کے سرکش اور معاند لوگ اسی طرح استہزاء اور تمسخر کیا کرتے تھے۔ آخر ان کو ان کی شرارتوں کی سزا مل گئی۔ تسلیۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عما یلقاہ من قومہ کالولید ابن المغیرۃ وامیۃ بن خلف وابی جہل واضرابھم (روح ج ۷ ص ۱۰۱) حَاقَ بمعنی نَزَلَ یعنی نازل ہوا۔ اور منھم میں من بمعنی باء ہے اور ھم ضمیر سے رسل اور مؤمنین مراد ہیں۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ
اور بلاشبہ ہنسی کرتے رہے ہیں رسولوں سے تجھ سے پہلے ۱۲ھ پھر گھیر لیا انہے
سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ
ہنسی کرنے والوں کو اس چیز نے کہ جس چیز پر ہنسا کرتے تھے ۱۲ھ تو کہہ دے
سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ
کہ سیر کرو ملک میں ۱۳ھ پھر دیکھو کیا
عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ
انجام ہوا جھٹلانے والوں کا پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں ۱۴ھ
وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ
اور زمین میں کہہ دے اللہ کا ہے اس نے لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی
لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ
البتہ تم کو اکٹھا کر دے گا قیامت کے دن تک کہ اس میں کچھ شک نہیں جو لوگ
خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَهٗ مَا
نقصان میں ڈال چکے اپنی جانوں کو وہی ایمان نہیں لاتے اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ
سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ
کہ آرام پکڑتا ہے رات میں اور دن میں ۱۵ھ اور وہی ہے سب کچھ سننے والا جاننے والا کہہ ۱۶ھ
اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
کیا اور کسی کو بناؤں اپنا مددگار اللہ کے سوا جو بنانے والا آسمانوں کا اور زمین کا
وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۭ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ
اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلاتا تو کہہ دے مجھ کو حکم ہوا ہے کہ سب سے
اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾
پہلے حکم مانوں ۱۷ھ اور تو ہرگز نہ ہو شرک والا

۱۳ھ یہ تخویف دنیوی ہے۔ یعنی آپ ان منکرین اور مستہزئین سے کہیں کہ زمین میں چل پھر کر ان لوگوں کا انجام دیکھو جنہوں نے مبلغین توحید حضرات انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی۔ ۱۴ھ یہ مسئلہ توحید پر دوسری عقلی دلیل ہے لیکن علی سبیل الاعتراف من الخصم یعنی دلیل میں ایک ایسی حقیقت ذکر کی گئی ہے جسے مشرکین بھی مانتے تھے کہ جو کچھ بھی زمین و آسمان میں ہے سب کا مالک اللہ ہی ہے۔ قُلْ لِّلّٰهِ یہاں ہمزۂ استفہام تقریری مقدر ہے اصل میں تھا قُلْ اَلِلّٰهِ مطلب یہ ہے کہ سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ یعنی اللہ نے اپنی مخلوق پر رحم کرنا اپنے ذمہ لے لیا ہے لَيَجْمَعَنَّكُمْ الخ اِلٰی بمعنی فِی ہے اور منکرین کیلئے تخویف اخروی ہے۔ ۱۵ھ یہ تیسری عقلی دلیل ہے یہ آیت از قبیل علفتها تبنا وماء باردا ہے کیونکہ سکون تو صرف رات میں ہوتا ہے۔ دن میں لوگ اپنے کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں اس لئے النہار سے پہلے اس سے مناسب فعل محذوف ہے اصل میں تھا وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَمَا انْتَشَرَ فِي النَّهَارِ جیسا کہ الفرقان ع ۵ میں ہے وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا۔ تقدیم ظرف مفید حصر ہے۔ یعنی رات دن میں جو بھی ساکن و متحرک ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے اور کسی کا نہیں وَهُوَ السَّمِيْعُ ای لِكُلِّ شَيْءٍ الْعَلِيْمُ ای بکل شیء یعنی ہر چیز کا سننے والا اور ہر چیز کا جاننے والا اللہ ہی ہے اور کوئی نہیں لہٰذا اس کے سوا متصرف و کارساز بھی کوئی نہیں۔ یہاں تعریف خبر مفید حصر ہے۔ ۱۶ھ یہ پہلا طریق تعلیم ہے۔ وَلِيًّا یعنی کارساز فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ یہ اللہ کی صفت ہے یعنی ہر چیز کو ابتداءً پیدا کرنے والا۔ آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ ان مشرکین سے کہہ دیں جو آپ کو اپنے عاجز معبودوں کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں کہ کیا میں اس اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو کارساز مان لوں جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور سب کا روزی دینے والا ہے اور خود سب سے بے نیاز ہے۔ ۱۷ھ یہ دوسرا طریق تعلیم ہے۔ لَا تَكُوْنَنَّ سے پہلے قیل لی محذوف ہے یعنی مجھے تو یہ حکم ملا ہے کہ میں اللہ کے سامنے سب سے پہلا سر جھکانے والا ہوں۔ نیز مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مشرکین کے نظریات و اعمال میں سے کچھ بھی قبول نہ کروں اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ کا مفہوم تفصیل سے انعام کے آخری رکوع میں قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الخ میں بیان کیا گیا ہے۔

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی جزاء کلمہ کہ بطریق سخریہ با ایشاں می گفتند ۱۲

ف۱۸ یہ تیسرا طریق تعلیم ہے یعنی تم لوگ تو اللہ کی معرفت اور اس کی پہچان سے بے بہرہ ہو اس لئے دن رات اس کی نافرمانیوں میں منہمک ہو اور اس کے ساتھ شرک کرتے ہو اور تمہارے دلوں میں اس کے عذاب کا کوئی ڈر خطرہ نہیں لیکن مجھے تو خطرہ ہے کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں گا تو اس کے سخت عذاب کی لپیٹ میں آجاؤں گا۔
ف۱۹ یہ مسئلہ توحید پر چوتھی عقلی دلیل ہے ضُرٌّ سے مراد ہر تکلیف ہے۔ مثلاً بیماری، تنگدستی، مصیبت وغیرہ اسی طرح خیر سے ہر وہ بھلائی مراد ہے جس سے انسان کو خوشی اور سرور حاصل ہو۔ مثلاً تندرستی، دولت، آرام و راحت وغیرہ۔ آیت میں خطاب اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن مراد ہر مخاطب ہے یعنی اگر اللہ کی طرف سے کوئی مصیبت یا تکلیف آجائے تو اللہ کے سوا کوئی اسے دور نہیں کرسکتا نہ کوئی پیغمبر، نہ ولی اور نہ کوئی فرشتہ اور جن۔ اور اگر اللہ تعالیٰ آرام و راحت پہنچانا چاہے تو اسے بھی کوئی نہیں روک سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ تکلیف پہنچانے پر بھی اور خیر پہنچانے پر بھی۔ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ما قبل کی علت ہے اور وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ کی جزا محذوف ہے۔ ای فلا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ بقرينة وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ (یونس ع ۱۱) ف۲۰ یہ بھی دلیل ہی کا حصہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق پر غالب و قاہر ہے اور کسی کے سامنے عاجز و مغلوب نہیں ہو سکتا وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ اور وہی حکمت والا اور وہی ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔ تینوں صفت کے صیغوں پر الف لام افادۂ حصر کیلئے ہے واللام هنا وفیما تقدم للقصر (روح ص۱۱۱ ج ۷) اس عقلی دلیل سے اللہ تعالیٰ کا کمال قدرت اور کمال علم ثابت ہو گیا۔ لہٰذا جب اس کے سوا کوئی قادر مطلق اور غیب دان نہیں تو اس کے سوا کارساز بھی کوئی نہیں۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ اشارة الى كمال القدرة وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ اشارة الى كمال العلم (بحر ج ۴ ص۸۹) ف۲۱ یہ گذشتہ چاروں عقلی دلیلوں سے متعلق ہے۔ شَهَادَةً تمییز بمعنی قسم ہے یعنی کونسی چیز بڑی ہے از روئے قسم کے یا شہادۃ بمعنی گواہی ہے یعنی سب سے بڑی گواہی کس کی ہے۔ قُلِ اللّٰهُ الخ آپ فرما دیں سب سے بڑی گواہی تو اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے گذشتہ عقلی دلائل سے اور آگے دلیل وحی سے بیان فرما دیا ہے کہ غیب دان اور متصرف و مختار وہی ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ ف۲۲ یہ نفی شرک فی التصرف پر دلیل وحی کی طرف اشارہ ہے۔ ف۲۳ یہ مذکورہ چاروں عقلی دلائل کا ثمرہ ہے۔ شَهَادَةٌ سے یہاں شہادت عقلی مراد ہے۔ یعنی اے مشرکین کیا ان مذکورہ عقلی دلائل کی موجودگی میں تمہاری عقلی اس بات کو مانتی ہے کہ اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہو سکتے ہیں جو صفات الوہیت میں اس کے شریک ہوں اور غیب دان اور کارساز ہوں۔ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ آپ فرما دیں میری عقل تو اس بات کو نہیں مانتی۔ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ کلمۂ اِنَّمَا حصر کے لئے ہے۔ اور مجھے تمہارے شرک اور مشرکین کے شرک سے بیزاری اور براءت کا اعلان کرنے کا حکم فرمایا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے اور میں تمہارے شرک اور تمہارے معبودوں کی عبادت سے بیزار ہوں۔

قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ

تو کہہ میں ڈرتا ہوں ف۱۸ اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی ایک بڑے دن کے

عَظِيْمٍ ⑮ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ

عذاب سے جس پر سے ٹل گیا وہ عذاب اس دن تو اس پر

رَحِمَهٗ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ⑯ وَاِنْ

رحم کر دیا اللہ نے اور یہی ہے بڑی کامیابی اور اگر

يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا

پہنچاوے تجھ کو اللہ کچھ سختی ف۱۹ تو کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں سوا

هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ

اس کے اور اگر تجھ کو پہنچاوے بھلائی تو وہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ⑰ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ

قادر ہے ف اور اسی کا زور ہے اپنے بندوں پر ف۲۰ اور وہی ہے

الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ⑱ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ

بڑی حکمت والا سب کی خبر رکھنے والا تو پوچھ سب سے بڑا گواہ کون ہے ف۲۱

قُلِ اللّٰهُ ڐ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ

کہہ دے اللہ گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان اور اترا ہے مجھ پر ف۲۲

هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ

یہ قرآن تاکہ تم کو اس سے خبردار کر دوں اور جس کو یہ پہنچے

اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰي ۭ

کیا تم گواہی دیتے ہو ف۲۳ کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں

قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ

تو کہہ دے میں تو گواہی نہ دوں گا کہہ دے وہی ہے معبود ایک اور میں

موضح قرآن ف معلوم ہوا کہ بھلائی پہنچایا چاہتا ہے
فتح الرحمٰن ف یعنی اظہار حق کردن ۱۲

۲۴ الکتاب سے تورات اور انجیل اور موصول سے یہود و نصاریٰ ہر دو فریق مراد ہیں اور یَعْرِفُوْنَهٗ میں ضمیر منصوب سے قول مذکور یعنی کلمۂ توحید کی حقانیت مراد ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں "می شناسند حقیقت ایں قول یعنی کلمۂ توحید (فتح الرحمٰن) اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اس معنی کے اعتبار سے اس آیت کا ربط ماقبل کے ساتھ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ عام مفسرین نے ضمیر کا مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو قرار دیا ہے لیکن اس صورت میں یہ آیت ماقبل سے الگ ہو جاتی ہے۔ اس مضمون میں ایک حدیث بھی وارد ہے لیکن اس آیت کی تفسیر اس پر موقوف نہیں جیسا کہ سیاق و سباق اس پر شاہد ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ علماء یہود و نصاریٰ کو کلمۂ توحید

بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
بیزار ہوں تمہارے شرک سے ۲۳ جن کو ہم نے دی ہے کتاب ۲۴
یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ
وہ پہچانتے ہیں اس (قول) کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو جو لوگ
خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَنْ
نقصان میں ڈال چکے اپنی جانوں کو وہی ایمان نہیں لاتے اور اس
اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ
۲۵ سے زیادہ ظالم کون جو بہتان باندھے اللہ پر یا جھٹلا دے اس کی
بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَیَوْمَ نَحْشُرُهُمْ
آیتوں کو بلا شک بھلائی نصیب نہیں ہوتی ظالموں کو اور جس دن ہم جمع کریں گے
جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْٓا اَیْنَ
ان سب کو ۲۶ پھر کہیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا تھا کہاں ہیں
شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ
شریک تمہارے جن کا تم کو دعویٰ تھا پھر نہ
تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا
رہے گا ان کے پاس کوئی فریب مگر یہی کہیں گے ۲۷ قسم ہے اللہ کی جو ہمارا رب ہے ہم نہ تھے
مُشْرِكِیْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ
شرک کرنے والے دیکھو تو کیسا جھوٹ بولے اپنے اوپر
وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُمْ
اور کھوئی گئیں ان سے وہ باتیں جو بنایا کرتے تھے اور بعضے ان میں
مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ
کان لگائے رہتے ہیں تیری طرف ۲۸ اور ہم نے ان کے دلوں پر ڈال رکھے

کے مضمون کی سچائی اور حقانیت کا اس طرح یقین ہے جس طرح انہیں اپنی اولاد کی پہچان کا یقین ہے۔ ۲۵ زجر ہے مشرکین کے لئے اور استفہام انکار کے لئے ہے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر افترا کرتا ہے اور اللہ کے نیک بندوں کو خدا کے شریک بناتا ہے اور توحید کی آیتوں اور توحید کے دلائل کا انکار کرتا ہے وہ سب سے بڑا ظالم ہے اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔ اور ظالم لوگ جو توحید کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں اور جو دن رات شرک کرتے ہیں آخرت میں ان کی نجات نہیں ہوگی تو جو اظلم (یعنی سب سے بڑے ظالم) ہیں ان کی بدرجہ اولیٰ نہیں ہوگی۔ ۲۶ یہ مشرکین کے لئے تخویف اخروی ہے۔ شُرَكَآؤُكُمْ اس سے وہ نیک پیر اور بزرگ مراد ہیں جن کو مشرکین دنیا میں حاجت روا اور سفارشی سمجھ کر پکارا کرتے تھے۔ یعنی قیامت کے دن جب ہم سب کو میدان محشر میں جمع کریں گے تو مشرکین سے کہیں گے کہ آج تمہارے وہ کارساز اور سفارشی کہاں ہیں جن کے متعلق تمہارا خیال تھا کہ وہ ہر مشکل اور ہر مصیبت میں تمہارے کام آئیں گے۔ آج تم پر بہت بڑی مصیبت آپڑی ہے آج وہ تمہاری مدد کے لئے کیوں نہیں آئے۔ ۲۷ فِتْنَةٌ کے معنی گمراہی کے ہیں اور یہاں اس سے مشرکین کا جواب مراد ہے۔ چونکہ مشرکین کا جواب صریح جھوٹ ہوگا اس لئے اسے فِتْنَةٌ سے تعبیر فرمایا ثُمَّ لَمْ یکن جوابھم الا ان قالوا سمّٰی فتنة لانه کذب (مدارک ج ۲ ص ۶ فی البحر ج ۴ ص ۹۵، والقرطبی ج ۶ ص ۱۱۲ بقرب منه) حضرت شیخ قدس سرہ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ کا ترجمہ اس طرح فرماتے تھے پھر نہیں ہوگا گندا جواب ان کا۔ مشرکین جب اپنے کو بےبسی اور بیچارگی کے عالم میں پائیں گے تو خیال کریں گے کہ وہ دنیا میں شرک کرنے کا سرے سے انکار ہی کر دیں۔ شاید اس طرح عذاب سے بچ جائیں۔ اس خیال پر وہ یہ جھوٹ بولیں گے اور اللہ کے نام کی قسم کھا کر یہ جھوٹا جواب دیں گے کہ وہ سرے سے مشرک تھے ہی نہیں اور انہوں نے دنیا میں ہرگز شرک نہیں کیا جیسا کہ دوسری جگہ ان کا جواب اس طرح نقل کیا گیا ہے قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْئًا (مومن ع ۸) "بل" اضرابیہ ہے۔ پہلے تو کہیں گے کہ آج ہمارے سفارشی اور کارساز غائب ہو گئے ہیں پھر اس بات سے اعراض کر کے فوراً کہیں گے کہ ہم تو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہی نہیں تھے۔ ۲۸ یہ زجر ہے۔ یعنی ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو آپ کی باتیں غور سے سنتے ہیں مگر اس کے باوجود ان کے دلوں پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا کیونکہ ان کے دلوں پر ہم نے پردے ڈال دیئے ہیں اور ان سے سمجھنے کی قوت سلب کر لی گئی ہے۔ یعنی ان کے دلوں پر مہر جباریت لگا دی گئی ہے اور ان کے کانوں کو ہم نے بہرہ کر دیا ہے اور وہ حق بات نہیں سن سکتے وَاِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ الخ مہر جباریت کی وجہ سے ان کی آنکھیں بند ہو چکی ہیں۔ اس لئے اگر ان کو تمام معجزات دکھا دیئے جائیں تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

موضح قرآن ف۱ یہاں گواہی فرمایا قسم کو یعنی میں قسم کھاتا ہوں اللہ کی اس سے زیادہ کون قسم ہوگی ۱۲ ———— فتح الرحمٰن ف۱ یعنی کلمۂ توحید ۱۲

وَلَوْ حتّٰی انتہائے غایت کے لئے ہے یعنی ماننا تو درکنار وہ اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ جب وہ پیغمبر علیہ السلام کے پاس آتے ہیں تو ان کے ساتھ جھگڑنا شروع کردیتے ہیں اور کہتے کیا ہیں اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ یعنی یہ پیغمبر جو کچھ بیان کرتا ہے یہ تو محض اگلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں یہ کافروں کی انتہائی بدبختی اور کور چشمی تھی کہ وہ سچے واقعات کو جھوٹا کہتے تھے۔ یہ گذشتہ قوموں کے سچے واقعات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے عبرت اور نصیحت کے لئے بیان کئے ہیں تاکہ لوگ ان میں غور و فکر کرکے عبرت حاصل کریں۔ تائیدًا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (الاعراف ع ۲۲) اس سے معلوم ہوا کہ جب مشرکین اپنے انکار پر پختہ ہو جاتے ہیں تو کسی دلیل کو نہیں مانتے تو پھر اہلِ توحید سے جھگڑا شروع کردیتے ہیں۔ ۳۰ یہاں کافروں کی دو بُری خصلتیں بیان کی گئی ہیں۔ اول یہ کہ وہ لوگوں کو قرآن سے روکتے ہیں اور انہیں اس کے سننے سے منع کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ وہ خود بھی قرآن سے دور بھاگتے ہیں وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ الخ مگر اس طرح وہ پیغمبر علیہ السلام کا، قرآن کا اور مسلمانوں کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے الٹا اپنے آپ ہی کو ہلاکت و تباہی کے گڑھے میں دھکیل رہے ہیں۔ ۳۱ یہ تخویف اخروی ہے۔ يٰلَيْتَنَا حرفِ ندا یہاں محض اظہار حسرت کے لئے ہے اس سے کسی کو خطاب مقصود نہیں۔ حرفِ ندا یَا جس طرح ندا اور استغاثہ کے لئے آتا ہے۔ اسی طرح ندبہ، تعجب، شوق، حسرت اور محبت کے اظہار کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم قبیل باب التفسیر میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو چھوٹی بچیاں گلی کوچوں میں یا محمداہ یا محمداہ کہتی پھر رہی تھیں۔ اس سے ان کا مقصد ندا اور پکار نہ تھا بلکہ وہ محض عقیدت اور محبت کے اظہار کے طور پر یہ کہہ رہی تھیں۔ ۳۲ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہاں يُخْفُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ ان کے وہ گندے عقیدے جنہیں وہ دنیا میں چھپاتے پھرتے تھے لیکن اس پر شبہ وارد ہوتا ہے کہ وہ تو اپنے عقیدے کو اعلانیہ ظاہر کرتے تھے۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ یہاں باب افعال وجدان کے لئے ہے۔ اور يُخْفُوْنَ کے معنی ہیں يجدونه مخفيًا یعنی جس چیز کو دنیا میں وہ نہیں دیکھ سکتے تھے بلکہ اسے پوشیدہ پاتے تھے وہ چیز قیامت کے دن ظاہر ہو کر ان کے سامنے آجائے گی اور اس سے مراد جہنم کی آگ ہے۔ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ۔ قیامت کے دن مشرکین خواہش کریں گے کہ انہیں واپس دنیا میں لوٹا دیا جائے تو وہ سچے مومن بن جائیں گے اور شرک و کفر کے قریب بھی نہیں بھٹکیں گے۔ فرمایا یہ جھوٹ کہتے ہیں۔ اگر انہیں واپس دنیا میں بھیج دیا جائے تب بھی وہ نہیں مانیں گے۔ اور اس عذاب کو بھول جائیں گے۔ ۳۳ یہ شکوی ہے اور لَعَادُوْا پر معطوف ہے۔ یعنی اگر انہیں دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تو یہ حسب سابق توحید کے ساتھ بعث بعد الموت کا بھی انکار کریں گے اور کہیں کہ بس یہ دنیا کی

اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا

میں پردے تاکہ اس کو نہ سمجھیں اور رکھ دیا ان کے کانوں میں بوجھ اور اگر دیکھ لیں

كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ

تمام نشانیاں تو بھی ایمان نہ لاویں ان پر یہاں تک کہ جب آتے ہیں ۲۹ تیرے پاس تجھ سے جھگڑنے

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٥﴾

کو تو کہتے ہیں وہ کافر نہیں ہے یہ مگر کہانیاں پہلے لوگوں کی

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْــَٔــوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ

اور یہ لوگ روکتے ہیں اس سے ۳۰ اور بھاگتے ہیں اس سے اور نہیں ہلاک کرتے

اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ تَرٰٓي اِذْ وُقِفُوْا

مگر اپنے آپ کو اور نہیں سمجھتے اور اگر تو دیکھے ۳۱ جس وقت کہ کھڑے

عَلَي النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ

کیے جاویں گے وہ دوزخ پر پس کہیں گے اے کاش ہم پھر بھیج دیے جاویں اور ہم نہ جھٹلاویں اپنے

رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا

رب کی آیتوں کو اور ہو جاویں ہم ایمان والوں میں فا کوئی نہیں بلکہ ظاہر ہو گیا جو

كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا

چھپاتے تھے پہلے ۳۲ اور اگر پھر بھیجے جاویں تو پھر بھی وہی کام کریں جس

نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِىَ اِلَّا

سے منع کئے گئے تھے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں اور کہتے ہیں ۳۳ ہمارے لئے زندگی نہیں مگر

حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ تَرٰٓي اِذْ

یہی دنیا کی اور ہم کو پھر نہیں زندہ ہونا فا اور کاش کہ تو دیکھے ۳۴ جبکہ

وُقِفُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى

وہ کھڑے کئے جاویں گے اپنے رب کے سامنے فرمائیگا کیا یہ سچ نہیں کہیں گے کیوں نہیں

موضح قرآن ف یعنی دوزخ کے کنارے پر بھیج کر حکم ہوگا کہ ٹھہرو۔ تو کافروں کو توقع پڑے گی کہ شاید ہم کو پھر دنیا میں بھیجیں تو اب کی بار کفر نہ کریں۔ ایمان لاویں۔ سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس واسطے انہیں نہیں ٹھہرایا بلکہ اس تدبیر سے ان کے منہ اقرار کروایا کہ ہم نے کفر کیا تھا حالانکہ پہلے منکر ہوئے تھے کہ ہم شریک نہ کرتے تھے اور پھر بھیجنا ان کو عبث ہے۔

فتح الرحمٰن ف یعنی منکر حشر اند ۱۲

زندگی ہی اصل زندگی ہے اور اس کے بعد کوئی قیامت اور حشر و نشر وغیرہ نہیں ۔ یا اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ پر عطف ہے یا استیناف ہے یعنی یہ لوگ دنیا میں ایسا کہا کرتے تھے عطف علی لعادوا یعنی لو ردوا قالوا او علی انھم لکاذبون یعنی وھم الذین قالوا ذلک فی الدنیا . . . . او استیناف بذکرما قالوہ فی الدنیا (مظہری ج ۳ ص۲۵۶) ۳۴ؐ یہ جواب شکوہ ہے مع تخویف اخری ۔ قیامت کے دن جب مشرکین خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے اس وقت فرشتے بطور تبکیت ان سے سوال کریں گے کہ کیا یہ قیامت اور عذاب برحق نہیں ؟ قَالُوْا بَلٰی الخ وہ جواب دیں گے کیوں نہیں خدا کی قسم یہ سب کچھ برحق ہے ۔ پھر انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا جائیگا اور ان سے کہا جائیگا کہ اپنے کفر و شرک کی وجہ سے آج عذاب چکھو ۔ ۳۵ؐ

وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۳۰

قسم ہے اپنے رب کی فرمائے گا تو چکھو عذاب بدلے میں اپنے کفر کے

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ

تباہ ہوئے وہ لوگ ۳۵ؐ جنہوں نے جھوٹ جانا ملنا اللہ کا یہاں تک کہ جب آپہنچے گی ان پر

السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ

قیامت اچانک تو کہیں گے اے افسوس کیسی کوتاہی ہم نے اس میں کی

وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا

اور وہ اٹھائیں گے اپنے بوجھ ۳۶ؐ اپنی پیٹھوں پر خبردار ہو جاؤ کہ برا بوجھ ہے

يَزِرُوْنَ ۝۳۱ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَ

جس کو وہ اٹھائیں گے ۳۷ؐ اور نہیں ہے زندگانی دنیا کی مگر کھیل اور جی بہلانا اور

لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۳۲ قَدْ

آخرت کا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کے لئے ۳۸ؐ کیا تم نہیں سمجھتے ہم کو ۳۹ؐ

نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ

معلوم ہے کہ تجھ کو غم میں ڈالتی ہیں ان کی باتیں سو وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے

وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۳۳ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ

لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور جھٹلائے گئے ہیں ۴۰ؐ

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى

بہت سے رسول تجھ سے پہلے پس صبر کرتے رہے جھٹلانے پر اور ایذا پر یہاں تک

اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ

کہ پہنچی ان کو مدد ہماری اور کوئی نہیں بدل سکتا اللہ کی باتیں اور تجھ کو پہنچ چکے ہیں

مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳۴ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ

کچھ حالات رسولوں کے اور اگر ۴۱ؐ تجھ پر گراں ہے

یہ بھی تخویف اخروی ہے ان کے لئے جو اللہ کی لقا یعنی قیامت کا انکار کرتے ہیں ۔ یٰحَسْرَتَنَا الخ یہاں بھی حرف ندا اظہار تأسف کے لئے ہے مَا فَرَّطْنَا میں مَا مصدریہ ہے ای علی تفریطنا قیامت کے دن مشرکین کہیں گے کہ دنیا میں ایمان و عمل میں کوتاہی کرنے پر ہمیں سخت افسوس ہے ۔ اَوْزَارَھُمْ یہ وِزْرٌ کی جمع ہے جس کے معنی بوجھ کے ہیں اور اس سے مراد مشرکانہ اعمال ہیں ۔ ۳۷ؐ مشرکین چونکہ دنیا کی دولت اور شان و شوکت پر مغرور ہو کر حق کا انکار کرتے تھے اس لئے ان کی اصلاح کے لئے دنیا کی بے ثباتی اور اس کے ساز و سامان کی حقارت اور قلت کا ذکر فرمایا کہ جس دنیا پر تم اس قدر مغرور ہو کر اس کی وجہ سے حق کا انکار کر رہے ہو وہ تو چند روزہ نمائش ہے اور آخرت کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہے یہ مضمون قرآن مجید میں کئی جگہ بیان کیا گیا ہے ۔ (۱) لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ (آل عمران ع ۲۰) (۲) فَلَا یَغْرُرْکَ تَقَلُّبُھُمْ فِی الْبِلَادِ (مومن ع ۱) ان دونوں آیتوں میں تقلب مصدر قلت و حقارت کیلئے ہے (۳) وَاضْرِبْ لَھُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰہُ الاٰیۃ (کہف ع ۶) (۴) اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ (حدید ع ۳) تیسری آیت میں دنیا کی تمثیل اور چوتھی آیت میں لعب و لہو کے الفاظ بھی قلت و حقارت پر دلالت کرتے ہیں ۳۸ؐ اس کا مفعول الشرک مقدر ہے ای یتقون الشرک (خازن ج ۲ ص۲۰ وجلالین ص) جو لوگ شرک سے بچتے ہیں اور نیک اعمال بجا لاتے ہیں آخرت میں انہی کیلئے بہتری اور بھلائی ہے ۔ ۳۹ؐ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہایت ہی محبت آمیز انداز میں تسلی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں پر نہایت شفیق اور مہربان تھے ۔ اور آپ کی آرزو تھی کہ سب لوگ ایمان لے آئیں اور جہنم کی آگ سے بچ جائیں مگر معاندین ماننے کے بجائے الٹے نہ صرف آپ کی تکذیب کرتے بلکہ آپ سے استہزاء کرتے اور تکلیفیں دینے کی کوششیں کرتے ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا کہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ مشرکین کی تکذیب اور ایذا کی باتیں آپ کو غم میں ڈال رہی ہیں لیکن آپ غم نہ کریں یہ ظالم آپ کو نہیں جھوٹا کہتے آپ کو تو اب بھی صادق و امین سمجھتے ہیں لیکن محض ضد و عناد کی وجہ سے اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ۔ ایک دفعہ اخنس بن شریق اور ابو جہل کہیں تنہائی میں ملے تو اخنس نے ابو جہل سے کہا کہ اس وقت ہم دونوں کے سوا یہاں اور کوئی نہیں ، سچ بتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچا ہے یا جھوٹا ۔ ؟ ابو جہل نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ محمد نے کبھی جھوٹ نہیں بولا وہ سچا ہے لیکن بات یہ ہے کہ جب تمام اعزازات تو اس کا خاندان لے گیا تو باقی قریش کے حصہ میں پھر کیا رہ گیا اس لئے ہم اس کی نبوت کو کس طرح

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی گناہان خویش را ۱۲ ف۲ یعنی عمل بد بشکل چیزے در نہایت زشتی و ناخوشی شدہ بر پشت او بنشیند ۱۲ ۔

مان لیں فقال ابوجهل ویحك والله ان محمدا لصادق وما كذب محمد قط ولكن اذا ذهبت بنو قصى باللواء والسقاية والحجابة والنبوة فماذا يكون لسائر قریش (ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۱۳۰) ۳۹ یہ بھی ما قبل ہی کا حصہ ہے۔ یعنی آپ سے پہلے جو پیغمبر گذرے ہیں ان کی بھی اسی طرح ان کی قوموں نے تکذیب کی اور انہیں تکلیفیں دیں تو انہوں نے صبر کیا اور اپنے فرض تبلیغ کی ادائیگی میں لگے رہے یہاں تک کہ ہماری مدد آپہنچی اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے وہ اپنے انبیاء کی مدد کرتا ہے اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتا ہے۔ ۴۰ یہ زجر ہے۔ مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے تھے کہ اگر آپ ان کے مطلوبہ معجزات دکھا دیں تو وہ ایمان لے آئیں گے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر ان کے مطلوبہ معجزات ان کو دکھا دیئے جائیں تو شاید وہ ایمان لے آئیں اور اعراض نہ کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر مشرکین کا اعراض آپ سے اور قرآن سے محض معجزات نہ ملنے کی وجہ سے ہے اور ان کا اعراض آپ کو ناگوار ہے تو آپ ان کو معجزات دکھلا دیں اور اگر آپ میں طاقت ہے تو آپ زمین میں سوراخ کر کے یا آسمان پر سیڑھی لگا کر کوئی معجزہ لے آئیں اور ان کو دکھلا دیں مطلب یہ ہے کہ معجزہ آپ کے قبضے میں نہیں جیسا کہ فرمایا إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ نیز فرمایا وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (مومن ع ۸) ۴۱ ای ولکن لیبلو کم بقرینہ سورۂ مائدہ۔ یعنی آپ یہ خیال چھوڑ دیں کہ سب لوگ ایمان لے آئیں۔ اگر یہ بات اللہ کو منظور ہوتی تو وہ جبراً تمام لوگوں کو ہدایت پر جمع کر دیتا مگر اس نے ایسا اس لئے نہیں کیا تاکہ ہر شخص کی آزمائش ہو جائے اور ہر آدمی سوچ سمجھ کر راہ اختیار کرے۔ ۴۲ یسمعون کے معنی يُنِيبُونَ کے ہیں یعنی صرف وہی لوگ حق کو قبول کرتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ کی طرف رغبت ہو بقرینہ وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَن يُنِيبُ (مومن ۲۴) اور الموتی (مردے) سے یہاں کفار و مشرکین مراد ہیں کیونکہ ان کے دل ایمان و توحید سے خالی ہونے کی وجہ سے مردہ اور بے جان ہیں۔ والموتى اى الكفار كما قال الحسن ورواه عنه غير واحد ... وفي اطلاق الموتى على الكفار استعارة تبعية مبنية على تشبيه كفرهم وجهلهم بالموت (روح ج ۷ ص ۱۴۳) ۴۳ یہ شکوی اور سوال ہے۔ مشرکین کہتے تھے کہ ہمیں کوئی ایسی نشانی کیوں نہیں دکھائی جاتی جسے دیکھ کر ہم مان لیں۔ اَللّٰهُ قَادِرٌ الخ سے اس کا جواب دیا گیا کہ معجزہ دکھانے پر تو اللہ تعالیٰ قادر ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ اگر منہ مانگے معجزے کا انکار کیا جائے تو فوراً ہلاکت آجاتی ہے اور مہلت نہیں ملتی۔ اس لئے بندوں کی خیر خواہی اور بہتری اسی میں ہے کہ ان کا مطلوبہ معجزہ نہ دکھایا جائے۔ قال ابن عطیة لا يعلمون انها لو انزلت ولم يؤمنوا لعوجلوا بالعذاب (بحر ج ۴ ص ۱۱۸) ۴۴ یہ توحید پر پانچویں دلیل عقلی ہے۔ دابۃ کے بعد فی الارض اور طائر کے بعد یطیر بجناحیه صفات کاشفہ ہیں یعنی تمہارے

إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُم بِآيَةٍ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ ۚ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٣٥﴾ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٣٦﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾ وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۗ مَن يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَ

ان کا منہ پھیرنا تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ ڈھونڈ نکالے کوئی سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر لاوے ان کے پاس ایک معجزہ وا اور اگر اللہ چاہتا تو ۴۱ جمع کر دیتا سب کو سیدھی راہ پر سو تو مت ہو نادانوں میں وا ماننتے وہی ہیں ۴۲ جو سنتے ہیں اور مردوں کو زندہ کرے گا اللہ پھر اس کی طرف لائے جاویں گے وا اور کہتے ہیں کیوں نہیں اتری اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے ۴۳ تو کہہ دے کہ اللہ کو قدرت ہے اس بات پر کہ اتارے نشانی لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے اور نہیں ہے کوئی چلنے والا ۴۴ زمین میں اور نہ کوئی پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے دو بازوؤں پر مگر ہر ایک امت ہے تمہاری طرح ہم نے نہیں چھوڑی لکھنے میں کوئی چیز پھر سب اپنے رب کے سامنے جمع ہوں گے ۴۵ اور جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتوں کو ۴۶ وہ بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے اور

موضح قرآن ف۱ کافر مانگتے تھے کہ یہ نبی ہے تو اس کے ساتھ ہمیشہ ایک نشانی رہے کہ ہر کوئی دیکھے اور یقین لا دے سو شاید حضرت کا دل بھی چاہتا ہو اس واسطے تربیت فرمائی کہ اللہ کے تابع رہو اسکو منظور ہوتا تو بن نشانی سب کے دل پھیر لاتا۔ ف۲ یعنی سب سے توقع نہ رکھو کہ مانیں جن کے دل میں اللہ نے کان نہیں دیئے وہ سنتے نہیں تو وہ کس طرح مانیں مگر یہ کافر کہ مثال مُردے کی ہیں قیامت میں دیکھ کر یقین کریں گے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی اذا نجا اگر میتوانی معجزہ بیاری حاصل آنست کہ تفویض کن بر خدا واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی دعوتِ اسلام ۱۲ ف۳ یعنی از ان نشانہا کہ می طلبید ۱۲

علاوہ باقی تمام جاندار مخلوق بھی تمہاری طرح مختلف جماعتیں ہیں اور تمہاری طرح محتاج اور ضرورتمند ہیں ان سب کا رازق اور متصرف و مختار اللہ تعالیٰ ہی ہے دوسرا کوئی نہیں مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ۔ معتزلہ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم لکھنے میں تفریط نہیں کر رہے اور کتاب سے مراد فرشتوں کے دفتر ہیں۔ اب یہ تخویف اخروی ہوگی اور اہل سنت کے نزدیک کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ عن الحسن وقتادۃ ان المراد بالکتاب الکتاب الذی عند اللہ تعالیٰ وھو مشتمل علی ما کان وما یکن وھو اللوح المحفوظ (روح ج ۷ ص ۱۴۵) اسی طرح شاہ عبدالقادر صاحب رح نے لکھا ہے۔ ۴۵ یہ بھی تخویف اخروی ہے۔ پہلے جانوروں اور پرندوں کے ذکر سے وہم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن انسانوں کے ساتھ ان کا بھی حشر ہوگا لیکن ایسا نہیں۔ یہاں صرف انسانوں کا حشر مراد ہے۔

مَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ

جس کو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر ف۱ تو کہہ دیکھو تو ۴۶

اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ

اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر قیامت کیا اللہ کے سوا

تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ

کسی اور کو پکارو گے بتاؤ اگر تم سچے ہو بلکہ اسی کو پکارتے ہو ۴۷

فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ

پھر دور کر دیتا ہے اس مصیبت کو جس کے لئے اس کو پکارتے ہو ۴۸ اگر چاہتا ہے اور تم بھول جاتے

مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ ۧ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ

ہو جن کو شریک کرتے تھے اور ہم نے رسول بھیجے تھے بہت سی امتوں پر تجھ سے پہلے ف۱

فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾

پھر ان کو پکڑا ہم نے ۴۹ سختی میں اور تکلیف میں تاکہ وہ گڑگڑاویں

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ

پھر کیوں نہ گڑگڑائے جب آیا ان پر عذاب ہمارا ۵۰ لیکن سخت ہوگئے

قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

دل ان کے اور بھلے کر دکھلائے ان کو شیطان نے جو کام وہ کر رہے تھے

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ

پھر جب وہ بھول گئے اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی ۵۱ کھول دیئے ہم نے ان پر دروازے

كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ

ہر چیز کے ف۲ یہاں تک کہ جب وہ خوش ہوئے ان چیزوں پر جو ان کو دی گئیں پکڑ لیا ہم نے ان کو

بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ

اچانک پس اس وقت وہ رہ گئے نا امید ف۲ پھر کٹ گئی جڑ ان ۵۲

ع ۱۰ / ۱۴

اور حضرت ابوہریرہ رض کی روایت سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یقتص للجماء من القرناء تو یہ حقیقت پر محمول نہیں بلکہ یہ اس سے کنایہ ہے کہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جائیگا اور اگر بالفرض جانوروں کا حشر بھی مراد لیا جائے تو ان کے حشر سے مراد موت ہوگی نہ کہ جزا و سزا جیسا کہ جامع البیان میں حضرت عبداللہ بن عباس رض سے منقول ہے حشر کل شیٔ الموت سوی الجن والانس (ص ۱۰۵) تحت قولہ و اذا الوحوش حشرت۔ ۴۶ یہ تکذیب کرنے والوں کے لئے زجر ہے۔ یعنی جو لوگ ضد و عناد کی وجہ سے آیات الٰہی کو جھٹلاتے ہیں ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ جاتی ہے اور وہ کفر و شرک کے اندھیروں میں سرگرداں پھرتے ہیں نہ حق سن سکتے ہیں اور نہ حق بات کہہ سکتے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب منکرین ضد و عناد کی وجہ سے حق کا انکار کرتے ہیں تو حق تعالیٰ ان سے فہم کی استعداد سلب کر لیتا ہے اور ان کے دلوں پر مہر جباریت ثبت کر دیتا ہے لیکن جسے چاہتا ہے یعنی جو لوگ انابت کرتے ہیں تو ان کو قبول حق کی استعداد عطا فرما دیتا ہے۔ ۴۷ یہ توحید پر عقلی دلیل علی سبیل الاعتراف من الخصم۔ امام فراء کہتے ہیں کہ اَرَءَيْتَ دو معنوں میں مستعمل ہے اول رؤیت عین دوم بمعنی اَخْبِرْنِیْ مثلاً کہا جاتا ہے اَرَاَيْتَكَ ای اخبرنی۔ اس صورت میں ضمیر ثانی خواہ واحد ہی کی ہو (كَ) یا تثنیہ (كُمَا) اور جمع (كُمْ) کی اعراب میں اس کا کوئی مقام نہیں ہوتا اور اس کی حیثیت محض ایک حرف کی ہوتی ہے جو مخاطب کی حالت افراد اور تثنیہ و جمع کا اظہار کرتا ہے) من الکبیر ج ۴ ص ۶۳۔ علامہ رضی لکھتے ہیں کہ یہاں رؤیت بصری ہے یا قلبی اور اَرَاَيْتَ بمعنی اَبْصَرْتَ ہے یا بمعنی عرفت اور صرف ایک مفعول کو چاہتا ہے (جو یہاں حالکم محذوف ہے) اور مجازاً اخبرنی (مجھے بتا) کے معنی میں مستعمل ہے اور ہمیشہ عجیبہ حالت سے استفسار کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ ذھب الرضی تبعا لغیرہ ان رای ھنا بصریۃ وقیل قلبیۃ بمعنی عرف وھی علی القولین

موضح قرآن ف۱ یعنی اللہ کی قدرت کی نشانیاں سب جہان میں ہیں۔ ہر قسم کے جانوروں کا کارخانہ ایک قاعدے پر باندھا ہے۔ انسان کا بھی ایک قاعدہ رکھا ہے وہ پیغمبروں کی زبان سے انکو سکھاتا ہے اگر دھیان کریں۔ یہی نشانی بس ہے پیغمبروں کے قول پر لیکن بہرا اور گونگا اندھیرے میں پڑا کیا دیکھے اور کیا سمجھے اور یہ جو فرمایا چھوڑی نہیں ہم نے لکھنے میں کوئی چیز یعنی لوح محفوظ میں سب لکھا ہے ف۲ یعنی گنہگار کو حق تعالیٰ تھوڑا سا پکڑتا ہے۔ اگر وہ گڑگڑایا اور توبہ کی تو بچ گیا اور اگر اتنی پکڑ نہ مانی تو پھر اس کو بھلا وا دیا اور خوبی کے دروازے کھولے۔ جب خوب گناہ میں غرق ہوا تو بے خبر پکڑا گیا۔ یہ اشارہ ہے کہ آدمی کو گناہ پر تنبیہ پہنچے تو شتاب توبہ کرے یہ راہ نہ دیکھے کہ اس سے زیادہ پہنچے تو یقین کروں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی پیغامبر انرا ف۲ یعنی باستدراج نعمتہائے فراواں دادیم ۱۲

متعد لواحد واصل للغظ الاستفهام عن العلم والعرفان او الابصار الا انه تجوز به عن معنی اخبرنی ولا یستعمل الا فی الاستخبار عن حالة عجیبة لشیٔ (روح ج ۷ صہ ۱۳۵) اس کے بعد استفہام کا ہونا ضروری ہے خواہ مذکور ہو خواہ مقدر یہاں مذکور ہے یعنی اَغَیْرَ اللّٰهِ مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ آپ مشرکین سے فرمائیں مجھے بتاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا قیامت آپہنچے تو کیا پھر بھی تم غیر اللہ ہی کو پکارو گے بَلْ اِیَّاهُ یہ اس کا جواب ہے یعنی اس وقت تم غیر اللہ کو نہیں پکارو گے بلکہ اللہ کے سوا تم جن معبودوں کو پکارتے ہو ان سب کو بھول جاؤ گے اور صرف

اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ

ظالموں کی اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہان کا تو کہہ

اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ

دیکھو تو ۴۳ اگر چھین لے اللہ تمہارے کان اور آنکھیں اور مہر کر دے

عَلٰي قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ

تمہارے دلوں پر تو کون الیا رب ہے اللہ کے سوا جو تم کو یہ چیزیں لا دیوے دیکھ

كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ

ہم کیونکر طرح طرح سے بیان کرتے ہیں باتیں پھر بھی وہ کنارہ کرتے ہیں ف۱ تو کہہ

اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً

دیکھو تو ۴۷ اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا اچانک یا ظاہر ہو کر

هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ

تو کون ہلاک ہوگا ظالم لوگوں کے سوا ف۲ اور ہم رسول نہیں

الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ

بھیجتے ۵۵ مگر خوشی اور ڈر سنانے کو پھر جو کوئی ایمان لایا

وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور سنور گیا تو نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا

اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو ان کو پہنچیگا عذاب اس لئے کہ وہ

يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ

نافرمانی کرتے تھے تو کہہ میں نہیں کہتا ۵۷ تم سے کہ میرے پاس ہیں خزانے اللہ کے

وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ

اور نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اسی پر چلتا ہوں

ایک اللہ ہی کو پکارو گے تو وہ اگر چاہے گا تو تم سے وہ مصیبت دور فرما دے گا جس کے لئے تم نے اسے پکارا ہے۔ اس مضمون کی مندرجہ ذیل آیتوں سے تائید ہوتی ہے۔ (۱) فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (عنکبوت ع ۷) (۲) دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (یونس ع ۳) (۳) وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ (بنی اسرائیل ع ۷) مشرکین چونکہ آنحضرت سے سنا کرتے تھے کہ اگر وہ ایمان نہیں لائیں گے اور شرک کو چھوڑ کر توحید کو نہیں مانیں گے تو ان پر اللہ کا عذاب آئے گا اس لئے مشرکین جب دریاؤں اور سمندروں میں اپنی کشتیوں اور جہازوں کو غضبناک لہروں میں گھرے ہوئے دیکھتے تو گمان کرتے کہ شاید یہ وہی خدا کا عذاب ہے اور فوراً خالص اللہ تعالیٰ کو پکارنا شروع کر دیتے **۴۸** اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کی دعا اور پکار کا قبول ہونا ضروری نہیں اس آیت کی روشنی میں قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (مومن ع ۶) کا مطلب بھی واضح ہو گیا کہ اس کا منشا یہ ہے کہ مصائب وبلیات میں مجھ ہی کو پکارو قبول کرنے کی طاقت اور قدرت صرف مجھ ہی میں ہے یہ مطلب نہیں کہ میں ہر شخص کی پکار کو قبول ضرور کر لوں گا۔ **۴۹** یہ تخویف دنیوی ہے یعنی جن امتوں نے آپ سے پہلے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا ہم نے دنیا میں ان کو جسمانی بیماریوں اور مالی پریشانیوں میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ ضد سے باز آجائیں اور عاجزی اختیار کریں اور کفر و انکار سے توبہ کر لیں۔ اَلْبَاْسَاۗءِ سے قحط اور تنگدستی مراد ہے اور الضَّرَّاۗءِ سے بیماری اور مال و جان کا نقصان الاول القحط والجوع والثانی المرض ونقصان الانفس والاموال (مدارک ج ۲ ص ۱۰) **۵۰** جب دنیا میں ان پر ہمارا عذاب آیا تو بجائے اس کے کہ وہ گڑگڑا کر ہم سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور توبہ و استغفار کرتے انہوں نے انتہائی سنگدلی سے کام لیا اور اپنے کفر و انکار پر اڑے رہے۔ کیونکہ شیطان کی تسویل اور وسوسہ اندازی سے وہ اپنے مشرکانہ اعمال و اقوال کو اعمال صالحہ سمجھنے لگے۔ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ میں مَا سے مشرکانہ اعمال مراد ہیں۔ **۵۱** مَا سے مسئلہ توحید مراد ہے اور نسیان سے ترک مراد ہے ای ترکوا ما دعاهم الرسل علیهم الصلوٰة والسلام الیه وردوه عَلَيْهِمْ (روح جلد ۷ ص ۱۵۱) جب مشرکین نے ضد و عناد سے مسئلہ توحید کا انکار کر دیا تو ہم نے ان کو دنیا میں بطور استدراج دولت مند کر دیا اور ان کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی یہاں تک کہ اچانک ہمارے عذاب نے ان کو آلیا معاندین اور ضد کرنے والوں کے ساتھ ہماری سنت مستمرہ یہی ہے۔ حتّٰی اذا فرحوا ای بغیر الحق

موضح قرآن ف۱ یعنی توبہ کو دیر نہ کرے جو کان اور آنکھ اور دل اس وقت ہے شاید پھر نہ ملے۔ ف۲ یعنی شاید اس دیر میں عذاب پہنچ جاوے تو اگر توبہ کر چکا ہو اس عذاب سے بچ رہے۔ فائدہ۔ فتح الرحمن میں یوں ترجمہ کیا ہے کیا ہلاک کئے جاویں۔ یعنی ہلاک نہ ہوویں مگر ظالم لوگ۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی ہلاک نشوند۔

یعنی مغرور ہوگئے۔ **۵۲** پھر اللہ تعالیٰ ان کو اس طرح پکڑتا ہے اور ان پر ایسا عذاب نازل کرتا ہے کہ ان کی بالکلیہ جڑ ہی کٹ جاتی ہے اور ان کی نسل ہی تباہ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ قوم نوح کا حشر ہوا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اور تمام صفات کارسازی اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مشرکین جن معبودان باطلہ کو متصرف اور مشکل کشا سمجھتے تھے ان میں سے کوئی بھی ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکا۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ ہی کارساز اور مافوق الاسباب متصرف ہے اور کوئی نہیں۔ تائید۔ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً (احقاف ع ۴) اور فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ (ھود ع ۹) **۵۳** یہ توحید پر ساتویں عقلی دلیل ہے اَرَاَيْتُمْ کی تحقیق حاشیہ (۴۶) میں گذر چکی ہے سمع اور بصر سے یا ظاہری حواس مراد ہیں یا باطنی لیکن بقرینہ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان سے باطنی سمع و بصر مراد ہے کیونکہ ختم علی القلوب سے سمجھنے کی استعداد سلب کر لینا مراد ہے۔ سرکشی اور عناد کی وجہ سے فہم کی استعداد سلب کر لی جاتی ہے اور اسی حالت کو مہر لگا دینا کہا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور جو مان لیتے ہیں اور اس پر قائم ہو جاتے ہیں ان کے حق میں وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ارشاد ہوتا ہے ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ میں ثُمَّ استبعادیہ ہے اور يَصْدِفُوْنَ ای یعرضون یعنی ہم آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ پھر بھی اعراض کرتے ہیں۔ **۵۴** یہ علیحدہ دلیل نہیں بلکہ چھٹی عقلی دلیل کا اعادہ ہے۔ پہلے گذر چکا ہے کہ اَرَاَيْتَ کے بعد استفہام ضرور آتا ہے خواہ مذکور ہو خواہ مقدر۔ گذشتہ آیت کے قرینہ سے یہاں اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ یا فمن یدفعہ مقدر ہے اور هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ علیحدہ جملہ ہے ظالمون یعنی مشرکین کیونکہ انہوں نے شرک کی وجہ سے اپنی جانوں پر ظلم کیا یعنی المشرکین لانھم ظلموا انفسھم بالشرك (خازن ج ۲ ص ۱۱) **۵۵** یہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال پہلے گذر چکا ہے کہ اگر یہ اللہ کا سچا رسول ہوتا تو ہمیں معجزات مقترحہ دکھاتا وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ الخ **۵۶** ماننے والوں کے لئے بشارت اخروی ہے وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا یہ نہ ماننے والوں کیلئے تخویف اخروی ہے۔ **۵۷** یہ پانچویں سوال کا جواب ہے۔ سوال یہ تھا کہ اگر یہ رسول ہوتا تو بڑا مالدار ہوتا جیسا کہ انہوں نے کہا تھا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (زخرف ع ۳) اور فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ (زخرف ع ۵) وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ یہ چھٹے سوال کا جواب ہے سوال یہ تھا کہ اگر یہ رسول ہوتا تو ہمیں ملک شام کے میوہ جات کے نرخ بتا دیتا تا کہ ہم فائدہ حاصل کر لیتے وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ یہ ساتویں سوال کا جواب ہے سوال یہ تھا کہ اگر یہ رسول ہے تو کھاتا پیتا کیوں ہے جیسا کہ سورۂ فرقان میں ان کا قول نقل کیا گیا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ (ع ۱ ج ۲) **۵۸** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صاف صاف اعلان کرا دیا کہ نہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ لیکن اہل بدعت اس آیت میں عجیب بیہودہ یانہ تحریف کر کے اس کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ کے تمام خزانے موجود تو تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ لوگوں سے یوں کہیں کہ میں زبان سے تو اس بات کا دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اگرچہ فی الواقعہ ہیں ضرور۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ کا عطف عِنْدِيْ پر ہے اور مطلب یہ ہے کہ میں تم سے یہ بھی نہیں کہتا کہ میں غیب نہیں جانتا بلکہ میں تو غیب جانتا ہوں۔ مَعَاذَ اللّٰهِ یہ صریح قرآن مجید کی تحریف ہے اور یہ مطلب خود قرآن کے سیاق و سباق کے خلاف ہے۔ کیونکہ پھر آیت کے اگلے حصے میں بھی یہ کہنا پڑے گا کہ میں تم سے یہ دعویٰ بھی نہیں کرتا کہ میں فرشتہ نہیں بلکہ میں تو فرشتہ ہوں اور یہ صریح غلط ہے۔ لہٰذا جس طرح وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ کا عطف عِنْدِيْ پر نہیں ہو سکتا اس کا عطف لامحالہ لَآ اَقُوْلُ پر ہی ہے اسی طرح وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ کا عطف بھی لامحالہ لَآ اَقُوْلُ پر ہی ہے۔

۵۹ یہ تخویف اخروی ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ یعنی جو لوگ اللہ سے ڈرتے اور اس کے حکم کی تعمیل میں سعی کرتے ہیں، انابت کرتے ہیں، ضد نہیں کرتے۔ جیسا کہ فرمایا فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا (النجم ۲ ہ) **۶۰** یہ زجر ہے۔ یعنی جو لوگ خالصاً اللہ ہی کو پکارتے ہیں اور اسی کی خوشنودی ڈھونڈتے ہیں۔ آپ ان کو اپنی مجلس سے نہ ہٹائیں آپ پر ان کا کوئی بوجھ نہیں اور نہ ان پر آپ کا کوئی بوجھ ہے۔ سب کی روزی اللہ کے ذمہ ہے۔ ای جزاءھم و رزقھم علی اللہ وجزاءک ورزقک علی اللہ لا غیرہٗ (قرطبی ج ۶ ص ۴۳۲) آپ کے اور ان کے درمیان محض ایمان اور عمل صالح کا تعلق ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں آپ ان لوگوں کو دھتکار کر ظالموں میں سے ہو جائیں۔ **۶۱** اب تک دعویٰ توحید پر سات عقلی دلیلیں پیش ہو چکی ہیں۔ اب یہاں سے منکرین کے انکار کی وجوہ کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے کہ ایسے واضح عقلی دلائل کے باوجود منکرین توحید کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ یہ انکار کی پہلی وجہ ہے اور کاف اس میں تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ بیان کمال کے لئے ہے

کاف بیان کمال کے لئے ہے۔ لِیَقُوْلُوْا میں لام عاقبت کیلئے ہے۔ اس وجملہ حاصل یہ ہے کہ مشرکین جو دولت مند تھے وہ مسلمانوں کو حقیر سمجھتے تھے اور دولت مند اسلام کی طرف سبقت کرنے کی وجہ سے ان کا حسد کرتے تھے الکفار الاغنیاء کانوا یحسدون فقراء الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم علی کونھم سابقین فی الاسلام متسارعین الی قبولہ (روح ج ۷ ص ۱۶۲) **۶۲** یہ ایمان والوں کے لئے بشارت ہے کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہٖ یعنی یہ مشرکین اگرچہ تم کو حقیر سمجھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ازراہ فضل و احسان ایمان والوں کے لئے رحمت و شفقت اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اس لئے جو مومن غلطی کے بعد سچی توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور معاف فرمائے گا

اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَ الْبَصِیْرُ ؕ

جو میرے پاس اللہ کا حکم آتا ہے تو کہہ دے کب برابر ہو سکتا ہے اندھا اور دیکھنے والا

اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ

سو کیا تم غور نہیں کرتے ف اور خبردار کردے اس قرآن سے ۵۹ ان لوگوں کو جنکو ڈر ہے

اَنْ یُّحْشَرُوْۤا اِلٰی رَبِّهِمْ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ

اس کا کہ وہ جمع ہوں گے اپنے رب کے سامنے اس طرح پر کہ اللہ کے سوا نہ کوئی ان کا

وَلِیٌّ وَّ لَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَ لَا تَطْرُدِ

حمایتی ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا تاکہ وہ بچتے رہیں ف۲ اور مت دور کر ۶۰

الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ

ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام

یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ

چاہتے ہیں اسی کی رضا تجھ پر نہیں ہے ان کے حساب میں سے

مِّنْ شَیْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ

کچھ اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر ہے کچھ

فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۲﴾ وَ كَذٰلِكَ

کہ تو ان کو دور کرنے لگے پس ہو جاوے گا تو بے انصافوں میں ف۳ اور اسی طرح

فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّیَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ

ہم نے آزمایا ہے بعضے لوگوں کو بعضوں سے ۶۱ تاکہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے

عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ ﴿۵۳﴾

فضل کیا ہم سب میں کیا نہیں ہے اللہ خوب جاننے والا شکر کرنے والوں کو ف۴

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ

اور جب آویں تیرے پاس ۶۲ ہماری آیتوں کے ماننے والے تو کہہ دے تو سلام ہے

ع ۹ ۱۱

موضح قرآن ف۱ یعنی پیغمبر آدمی کے سوا کچھ اور نہیں ہو جاتے کہ ان سے محال باتیں طلب کرے۔ ایک اندھے اور دیکھتے کا فرق ہے۔ ۱۲ ف۲ یعنی یہ سن کر گناہ سے بچتے رہیں۔ ۱۲ ف۳ کافروں میں بعضے سرداروں نے حضرت سے کہا کہ تمہاری بات سننے کو ہمارا جی چاہتا ہے لیکن تمہارے پاس بیٹھتے ہیں رذلے ہم ان کے پاس برابر نہیں بیٹھ سکتے اس پر یہ آیت اتری یعنی خدا کے طالب اگرچہ غریب ہیں انہی کی خاطر مقدم ہے ۱۲ ف۴ یعنی دولت مندوں کو غریبوں سے آزمایا ہے کہ ان کو ذلیل دیکھتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں کہ یہ کیا لائق ہیں اللہ کے فضل کے اور اللہ ان کے دل دیکھتا ہے کہ اللہ کا حق مانتے ہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ رؤسائے کفار با آنحضرت گفتند کہ ما را عار است کہ با فقراء مسلمین صحبت داریم ایشان را از مجلس خود دور کن تا با تو بہ نشینیم خدائے تعالیٰ ایں آیت فرستاد ۱۲

عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ

تم پر لکھ لیا ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو کہ جو کوئی

مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

کرے تم میں سے برائی ناواقفیت سے پھر اس کے بعد توبہ کرلے

وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

اور نیک ہو جاوے تو بات یہ ہے کہ وہ ہے بخشنے والا مہربان ف۹ اور اسی طرح ۶۳ ہم تفصیل

الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ قُلْ

سے بیان کرتے ہیں آیتوں کو اور تا کہ کھل جاوے طریقہ گنہگاروں کا ف۱ تو کہہ دے

اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

مجھ کو روک دیا ۶۴ گیا ہے اس سے کہ بندگی کروں انکی جنکو تم پکارتے ہو اللہ

اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ

کے سوا تو کہہ میں نہیں چلتا تمہاری خوشی پر بیشک اب تو میں بہک جاؤنگا اور نہ

اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ

رہوں گا ہدایت پانے والوں میں تو کہدے کہ مجھ کو شہادت پہنچی میرے رب کی

وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ

اور تم نے اس کو جھٹلایا میرے پاس نہیں جس چیز کی تم جلدی کر رہے ہو ف۲ حکم کسی

الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾

کا نہیں سوا اللہ کے بیان کرتا ہے حق بات اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنیوالا ہے

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ

تو کہہ اگر ہوتی میرے پاس ۶۵ وہ چیز جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو طے ہو چکا ہوتا

بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾

جھگڑا درمیان میرے اور درمیان تمہارے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو

۶۳ یہ عدم تسلیم کی دوسری وجہ ہے یعنی جس قدر مشرکانہ عقائد کی برائی کھول کر بیان کی جاتی ہے اسی قدر ان کے بغض اور کفر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ وَلِتَسْتَبِيْنَ میں واؤ کے بارے میں تین اقوال ہیں (۱) اس کا معطوف علیہ کوئی مناسب فعل محذوف ہے۔ مثلاً لِتُبَيِّنَ سَبِيْلَهُمْ (۲) یہ جملہ مذکورہ کے مضمون پر معطوف ہے (۳) زائدہ ہے۔ **۶۴** چوتھا طریق تعلیم یعنی مجھے اس بات سے منع کر دیا گیا ہے کہ میں ان باطل معبودوں کو پکاروں جن کو تم پکارتے ہو۔ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ الخ یہ پانچواں طریق تعلیم ہے یعنی مجھے یہ حکم بھی ملا ہے کہ میں تمہاری خواہشات اور تمہارے خودساختہ دین کی پیروی کروں اگر میں ایسا کروں گا تو ہدایت کی راہ سے بھٹک کر گمراہ ہو جاؤں۔ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ یہ چھٹا طریق تعلیم ہے۔ یعنی میرے پاس تو اللہ کی طرف سے دلائل موجود ہیں جو میں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ باقی رہا وہ عذاب جس کے جلدی آنے کا تم مطالبہ کر رہے ہو وہ میرے اختیار و تصرف میں نہیں وہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ لله وحده من غير ان يكون لغيره سبحانه دخل ما فيه بوجه من الوجوه (روح ج ۷، ص ۱۶۹) **۶۵** یہ ساتواں طریق تبلیغ ہے نیز سوال مقدر کا جواب ہے یعنی جب ہم مانتے نہیں تو ہم پر عذاب لے آؤ تو اس کا جواب دیا گیا کہ وہ میرے قبضے میں نہیں غائبانہ حکم اور تصرف صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

موضح قرآن ف۱ یعنی غریب مسلمانوں کا دل بڑھانا اور خوشی سنانا۔

فتح الرحمٰن ف۱ ظاہر از نزدیک مترجم آنست کہ این واؤ زائدہ است مثل واؤ وفتحت ابوابہا ۱۲ ف۲ یعنی عقوبت در اختیار من نیست ۱۲۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَ
اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی ٦٦ ف١ کہ ان کو کوئی نہیں جانتا اس کے سوا اور

يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ
وہ جانتا ہے جو کچھ جنگل اور دریا میں ہے اور نہیں جھڑتا کوئی پتا

وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ
مگر وہ جانتا ہے اس کو اور نہیں گرتا کوئی دانہ زمین کے

الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ
اندھیروں میں اور نہ کوئی ہری چیز اور نہ کوئی سوکھی چیز مگر وہ سب کتاب

مُّبِيْنٍ ۝۵۹ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ
مبین میں ہے ف١ اور وہی ہے کہ قبضہ میں لے لیتا ہے تم کو رات میں ف٢ اور جانتا ہے

مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى
جو کچھ تم کر چکے ہو ٦٧ دن میں پھر تم کو اٹھا دیتا ہے اس میں تاکہ پورا ہو

اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا
وہ وعدہ جو مقرر ہو چکا ہے پھر اسی کی طرف تم کو لوٹ جانا ہے پھر خبر دیگا تم کو اس کی

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۶۰ۧ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ
جو کچھ تم کرتے ہو اور وہی غالب ہے ٦٨ اپنے بندوں پر

وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ
اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہاں تک کہ جب آپہنچے تم میں سے کسی کو

الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝۶۱ ثُمَّ
موت تو قبضہ میں لے لیتے ہیں اس کو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اور وہ کوتاہی نہیں کرتے ف٣

رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ
پھر پہنچائے جاویں گے اللہ کی طرف جو مالک ہے ان کا سچا سن رکھو حکم اسی کا ہے اور وہ

ع ۵ ۱۳

٦٦ یہ توحید پر آٹھویں عقلی دلیل ہے۔ نیز سوال مقدر کا جواب ہے کہ اگر تم عذاب نہیں لا سکتے تو یہ تو بتاؤ کہ عذاب کب آئے گا۔ اس کا جواب دیا کہ اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے اور عندہ ظرف کی تقدیم افادۂ حصر کے لئے فرشتہ مقرر نہیں ۱۲
و یعلم ما فی البر والبحر یہ قاعدہ کلیہ کی جزئیات ہیں اور یہاں بھی حصر ہے وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ الخ یعنی ان اشیاء اور جزئیات کے احوال متغیرہ کو بھی صرف اللہ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ کِتٰبٍ مُّبِيْنٍ اس سے مراد اعمال نامے ہیں جو فرشتوں کے پاس ہوتے ہیں یا اس سے لوح محفوظ یعنی علم الٰہی مراد ہے اور یہی اولیٰ اور راجح ہے۔ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ وھو علم اللہ او اللوح المحفوظ (مدارک ج۲ ص۱۳)
٦٧ جَرَحْتُمْ کے معنی کَسَبْتُمْ کے ہیں اور بالنھار میں با بمعنی فی ہے یعنی جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو وہ سب معلوم ہے۔ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ۔ فیہ کی ضمیر سے نہار ثانی مراد ہے۔ ٦٨ یہ تخویف دنیوی ہے تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا اہل بدعت اعتراض کرتے ہیں کہ اگر ایک فرشتہ عزرائیل ایک وقت میں ہزاروں جگہ حاضر و ناظر ہو کر ہزاروں انسانوں کی جانیں قبض کر لیتا ہے تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہو سکتے۔ اس آیت سے ان کا اعتراض باطل ہو گیا کیونکہ یہاں رُسُلُنَا جمع کے صیغہ سے معلوم ہوا کہ قبض ارواح پر صرف ایک فرشتہ ہی مقرر نہیں بلکہ اس کے ماتحت ہزاروں لاکھوں فرشتے ہیں جو اس کام پر مقرر ہیں ان کو ملائکۃ الموت یا ملک الموت (بارادۂ اسم جنس) کہتے ہیں اس لئے صرف ایک فرشتہ ہی تمام انسانوں کی جانیں نہیں قبض کرتا بلکہ وہ تو صرف حکم خداوندی کے ماتحت اپنے ماتحتوں کو حکم دیتا ہے لہذا اہل بدعت کا مدعیٰ باطل ہے۔ اس کی تائید اور کئی آیتوں سے ہوتی ہے۔ مثلاً سورۂ اعراف ع۴ میں فرمایا حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ اہل بدعت سورۂ سجدہ کی ایک آیت سے استدلال کرتے ہیں قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (ع۱) وہ کہتے ہیں یہاں ملک الموت واحد کا صیغہ ہے جس سے ایک فرشتہ مراد ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واحد کا صیغہ نہیں بلکہ اسم جنس ہے جو قلیل اور کثیر دونوں کے استعمال ہوتا ہے۔

موضح قرآن ف١ یعنی لوح محفوظ میں ف٢ یعنی سوا حکم کے کسی کی خاطر نہیں کرتے۔
فتح الرحمٰن ف١ یعنی انواع علم غیب ۱۲ ف٢ یعنی وقت نوم ۱۲۔

۶۹ ؎ یہ توحید پر نویں عقلی دلیل ہے علی سبیل الاعتراف من الخصم ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ سے وہ شدائد ومشکلات مراد ہیں جو خشکی پر یا سمندروں میں انسانوں کو گھیر لیں عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما شدائدھما واھوالھما التی تبطل الحواس وتدھش العقول (روح ج ۷ ص ۱۷۹) یعنی جب مشرکین شدائد ومشکلات میں گھر جاتے ہیں تو سب کچھ بھول کر صرف اللہ ہی کو پکارتے ہیں تو جب اللہ ہی متصرف وکارساز ہے تو مصیبت دور ہو جانے کے بعد اپنے معبودوں کو کیوں پکارتے ہو اور پھر شرک کرنا شروع کر دیتے ہو۔ **۷۰ ؎** یہ تخویف دنیوی ہے یعنی اگر تم انکار ہی کرتے چلے جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ دنیا میں ہر طرف سے تم پر عذاب نازل کر دے اور تم میں بغض وعداوت ڈال کر تم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور تم آپس میں لڑنے لگو۔ **۷۱ ؎** یہ زجر ہے۔ لِکُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ۔ نبأ کے معنی خبر یا امر (معاملہ) مستقر یعنی وقت استقرار اور وقوع مطلب یہ کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے جب اس کا وقت آجاتا ہے تو اس کے وقوع میں ہرگز تاخیر نہیں ہوتی مثلاً جب معاندین کا انکار اور ضد انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اللہ کا عذاب آجاتا ہے وَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ تخویف اخروی کی طرف اشارہ ہے۔ **۷۲ ؎** یہ زجر ہے یَخُوْضُوْنَ یعنی بحث وتمحیص کرتے اور آیتوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ جب مشرکین آیتوں سے تمسخر کرنے لگیں تو آپ ان کے پاس مت بیٹھیں ہاں اگر وہ کوئی اور موضوع چھیڑ دیں تو پھر آپ تبلیغ کے لئے ان کی مجلس میں بیٹھ سکتے ہیں بَعْدَ الذِّکْرٰی یعنی نصیحت کرنے کے بعد یا امر خداوندی یاد آجانے کے بعد۔ مطلب یہ کہ اگر آپ کو ان سے اعراض کرنے کا حکم یاد نہ رہے اور آپ ان کے پاس بیٹھے رہیں تو جب آپ کو یاد آجائے اسی وقت وہاں سے اٹھ کھڑے ہوں اور اس کے بعد وہاں نہ بیٹھیں یا مطلب یہ ہے کہ ان کو نصیحت کرنے کے بعد وہاں نہ بیٹھیں۔

اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ ﴿۶۲﴾ قُلْ مَنْ یُّنَجِّیْکُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ یُنَجِّیْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ یَلْبِسَكُمْ شِیَعًا وَّیُذِیْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَیْكُمْ بِوَكِیْلٍ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۫ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ

بہت جلد حساب لینے والا ہے ف۱ تو کہہ کون تم کو بچا لاتا ہے ۶۹ جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے اندھیروں سے ف۲ اس وقت میں کہ پکارتے ہو تم اس کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے کہ اگر ہم کو بچا لیوے اس بلا سے تو ہم ضرور احسان مانیں گے تو کہہ دے اللہ تم کو بچاتا ہے اس سے اور ہر سختی سے پھر بھی تم شرک کرتے ہو تو کہہ اسی کو قدرت ہے ۷۰ اس پر کہ بھیجے تم پر عذاب اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا بھڑا دے تم کو مختلف فرقے کر کے اور چکھا دے ایک کو لڑائی ایک کی ف۳ دیکھ کس کس طرح سے ہم بیان کرتے ہیں آیتوں کو تاکہ وہ سمجھ جاویں ۷۱ اور اس کو جھوٹ بتلایا تیری قوم نے اور وہ حق ہے تو کہہ دے کہ میں نہیں تم پر داروغہ ہر ایک خبر کا ایک وقت مقرر ہے اور قریب ہے کہ اس کو جان لو گے اور جب تو دیکھے ۷۲ ان لوگوں کو کہ جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے کنارہ کر

موضح قرآن ف۱ یعنی ایک لحظے میں آدمی کی عمر کی بھلائی برائی واضح کرے۔ ف۲ قرآن شریف میں اکثر کافروں کو عذاب کا وعدہ دیا ہے یہاں کھول دیا کہ عذاب وہ بھی ہے جو اگلی امتوں پر آسمان سے یا زمین سے اور یہ بھی ہے کہ آدمیوں کو آپس میں لڑا دے اور ایکوں کو قتل یا قید یا ذلیل کرے۔ حضرت نے سمجھ لیا کہ اس امت پر یہی ہوگا اکثر عذاب الیم اور عذاب مہین اور عذاب شدید اور عذاب عظیم انہی باتوں کو فرمایا ہے اور آخرت کا عذاب بھی ہے ان پر جو کافر ہی مرے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی از مصیبتہائے بیابان و دریا ۱۲ ف۲ یعنی افواج متعددہ پیدا شود و با یکدیگر جنگ کنند ۱۲۔

سے یہ زجر ہے یعنی ان لوگوں کو چھوڑ دیجئے جنہوں نے لہو و لعب کو اپنا دین بنا رکھا ہے۔ مثلاً غیر اللہ کو پکارتے ہیں اور غیر اللہ کے لئے نحر بھی کرتے ہیں ایسے لوگوں سے آپ تعلقات منقطع کرلیں؛ البتہ تذکیر و تبلیغ کرتے رہیں۔ (الثانی) اِتَّخَذُوْا ما ھو لعب ولھو من عبادۃ الاصنام وغیرھا دینًا لھم (الثالث) ان الکفار کانوا یحکمون فی دین اللہ بمجرد التشھی والتمنی مثل تحریم السوائب والبحائر... فعیرالله تعالیٰ علیہم بانہم اتخذوا دینہم لعبا ولھوا (کبیر ج۳) جیسا کہ آج کل مشرک پیر سارنگی، ڈھولک اور دوسرے ساز بجا کر معرفت الٰہی حاصل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ سکہ یہ تخویف اخروی ہے اَنْ تُبْسَلَ یہ ابسال سے مضارع مجہول ہے۔ ابسال کے معنی روکنے یا محروم کرنے کے ہیں۔ ان تبسل ای تحبس (روح) و تحرم الثواب (راغب) اَنْ سے پہلے لام اور اَنْ کے بعد لا مقدر ہے ای لئلا تبسل یا ان تبسل سے پہلے مضاف محذوف ہے ای مخافۃ ان تبسل او کراھۃ ان تبسل (روح) یعنی آپ ایسے لوگوں سے تعلقات معاشرت قطع کرلیں لیکن ان کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے رہیں شاید یہ لوگ ایمان لے آئیں اور اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ثواب سے محروم ہو کر ہلاک نہ ہو جائیں کیونکہ جس نے دنیا میں حق کو قبول نہ کیا آخرت میں اس کے لئے جہنم کے سوا کچھ نہیں وہاں کوئی مددگار اور سفارشی نہیں ہوگا۔ ۵ے عَدْل کے معنی فِدْیَہ کے ہیں۔ اگر بالفرض (کیونکہ واقعہ میں تو ایسا نہیں ہو سکے گا) کوئی مجرم شخص قیامت کے دن فدیہ دیکر عذاب سے بچنا چاہے گا تو اس سے فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جو اپنی بدعملی اور کفر و شرک کی وجہ سے ثواب اور اجر سے محروم ہوں گے اس لئے انہیں کفر و انکار کی وجہ سے آخرت میں شدید ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِىْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا

یہاں تک کہ مشغول ہو جاویں کسی اور بات میں اور اگر

يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى

بھلا دے تجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آ جانے کے بعد

مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۶۸ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ

ظالموں کے ساتھ ف۱ اور پرہیزگاروں پر

يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَىْءٍ وَّلٰكِنْ

نہیں ہے جھگڑنے والوں کے حساب میں سے کوئی چیز لیکن

ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۶۹ وَذَرِ الَّذِيْنَ

ان کے ذمہ نصیحت کرنی ہے تاکہ وہ ڈریں ف۲ اور چھوڑ دے ان کو

اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ

جنہوں نے بنا رکھا ہے اپنے دین کو کھیل اور تماشا اور دھوکا دیا ان کو دنیا کی زندگی

الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ

نے اور نصیحت کر ان کو قرآن سے سکے تاکہ گرفتار نہ ہو جاوے کوئی اپنے کئے میں

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِىٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ

کر نہ ہو اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ سفارش کرنے والا اور اگر

تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ

بدلے میں دے ۵ے سارے بدلے تو قبول نہ ہوں اس سے وہی

الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ

لوگ ہیں جو گرفتار ہوئے اپنے کئے میں ان کو پینا ہے

حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۷۰

گرم پانی اور عذاب ہے دردناک بدلے میں کفر کے ف۳

ع ۱۴

مراد نصیحت کرنے کے بابعد معلوم ہو جانے کے ۱۲

مر۲ زجر ہے ۱۲

مر۳ یعنی اپنی خواہشات

سکہ غیروں کو پکارنا یا سارنگی وغیرہ بجا کر معرفت الٰہی حاصل کرنا ۱۲

مر۴ تخویف اخروی

مر۵ ان بمعنی لو کیونکہ واقعہ میں یہ نہ ہو سکے گا ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی جب جاہل دین پر عیب پکڑیں اس مجلس سے سرک جائے اور اگر خطرہ ہو کہ باتوں میں مشغول ہو کر سرکنا بھول جاوے تو سوا نصیحت کے وقت ان میں بیٹھنا ہی موقوف کرے ف۲ یعنی کوئی چاہے کہ ایسے جاہلوں پاس نصیحت کو بھی نہ بیٹھے فرمایا کہ اگر نہ بیٹھے تو اپنے اوپر گناہ نہیں ان کے گمراہ رہنے کا لیکن نصیحت بہتر ہے کہ شاید ان کو ڈر ہو تو نصیحت والا ثواب پاوے ف۳ چھوڑ دے یعنی صحبت نہ رکھ ان سے مگر نصیحت کر دے کہ کوئی بے خبر نہ پکڑا جائے۔

ف۷۰ یہ گذشتہ پانچ عقلی دلیلوں کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ یعنی یہ ثابت ہو گیا کہ (۱) ہر جاندار کا روزی رساں اللہ تعالیٰ ہے (۲) تمام مصائب و مشکلات وہی آسان کرتا ہے (۳) انسانی حواس و ادر طاقتیں اسی کے قبضے میں ہیں (۴) زمین و آسمان اور بحر و بر کا کلی اور تفصیلی غیب بھی صرف وہی جانتا ہے اور (۵) بحر و بر کے شدائد اور ہر کرب و ضرر سے وہی نجات دیتا ہے تو معلوم ہوا کہ مالک و مختار متصرف و کارساز اور عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے دوسرا کوئی نہیں تو کیا اس کے باوجود ہم اللہ کے سوا ایسوں کو پکاریں جنہیں ہمارے نفع و نقصان کا ذرہ برابر اختیار نہیں جو نہ متصرف و مختار ہیں نہ غیب دان اگر ہم ایسا کریں تو ہم ہدایت کے بعد الٹے پھر گمراہ ہو جائیں گے کیونکہ شرک سب سے بڑی گمراہی ہے کَالَّذِی اسْتَہْوَتْہُ الخ یعنی اس صورت میں ہماری حالت اس شخص کی مانند ہو گی جسے شیاطین نے صراط مستقیم سے بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران و سرگرداں پھر رہا ہو اور اس کے دوسرے ساتھی اسے سیدھی راہ کی طرف بلا رہے ہوں لیکن بد قسمتی سے وہ سننے والوں کی آواز تو سن سکتا ہے مگر سیدھی راہ نہیں دیکھ سکتا۔ ف۷۱ ان مذکورہ دلائل کے ہوتے ہوئے ہم غیر خدا کو تو پکارنے سے رہے یہ تو سراسر گمراہی ہے اور ہدایت کا راستہ وہی ہے جو اللہ نے ہمیں بتلایا ہے یعنی توحید کا راستہ اور ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس اللہ کے سامنے ہی جھکیں جو تمام دنیا جہان والوں کا پروردگار اور مربی ہے وان اقیموا اس سے پہلے قیل لنا مقدر ہے بقرینہ ماقبل۔ ف۷۲ یہ توحید پر دسویں عقلی دلیل ہے باالحق میں با بمعنی لام ہے لِ الحقّ سے پہلے مضاف محذوف ہے ای لاظہار الحق یعنی یہ زمین و آسمان اور یہ سارا جہاں حق اور توحید کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور اس کی قدرت کا ٹھکانا کیا جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ چیز فوراً وجود میں آ جاتی ہے قولہ الحق اسی کی بات سچی اور مبنی بر حقیقت ہے لہ الملک الخ قیامت کے دن اسی کی حکومت ہو گی اور اس کے سوا مجازی طور پر بھی کسی کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہو گا عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ غیب و شہادت کا کلی علم بھی اسی ہی کو ہے اور کسی کو نہیں ماقبل اور مابعد کے قرینے سے یہاں بھی حصر مراد ہے۔ اس عقلی دلیل سے ثابت ہو گیا کہ کارساز و متصرف اور غیب دان صرف اللہ ہی ہے اور کوئی نہیں۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا

تو کہہ دے کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا ف۷۰ ان کو جو نہ نفع پہنچا سکیں ہم کو اور نہ

يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ

نقصان اور کیا پھر جاویں ہم الٹے پاؤں اس کے بعد کہ اللہ سیدھی راہ دکھا چکا

كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ

ہم کو مثل اس شخص کے کہ رستہ بھلا دیا ہو اس کو جنوں نے جنگل میں جبکہ وہ حیران ہے

لَهٗۤ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ

اس کے رفیق بلاتے ہیں اس کو رستہ کی طرف کہ چلا آ ہمارے پاس تو کہہ دے

اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ

کہ اللہ نے جو راہ بتلائی وہی سیدھی راہ ہے ف۷۱ اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں

لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ

پروردگار عالم کے اور یہ کہ قائم رکھو نماز کو اور اس سے

اتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ

ڈرتے رہو اللہ سے اور وہی ہے جس کے سامنے تم سب اکٹھے ہو گے اور

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ

وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر

وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۬ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَ

اور جس دن کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گا ف۷۲ اسی کی بات سچی ہے اور

لَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ

اور اسی کی سلطنت ہے جس دن پھونکا جاوے گا صور جاننے والا چھپی

وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾ وَاِذْ

اور کھلی باتوں کا اور وہی ہے حکمت والا جاننے والا ف۷۳ اور یاد کر جب

موضح قرآن ف یعنی حشر ف۷ اوپر جو فرمایا کہ مسلمان چاہئے کافروں سے کہیں کہ ہم دیوانے کی طرح بھٹکتے نہیں اس پر آگے قصہ فرمایا حضرت ابراہیم کا کہ جب اپنے نزدیک معبود برحق پا لیا پھر قوم کے بہکانے سے نہ بہکے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی چیزے را ۱۲۔

۷۹؎ یہ توحید پر پہلی نقلی دلیل ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تفصیلاً اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے اجمالاً تصدیق وتائید اور دستخط کے طور پر۔ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا لقب ہے اور ان کا نام بقول زجاج باتفاق مؤرخین تارح (بتاء مثناۃ فوقانیہ والف و راء مہملہ مفتوحہ وحاء مہملہ اور بعض نے خاء معجمہ کہا ہے) تھا امام ابن جریج سے بھی تارح منقول ہے۔ حضرت ابن عباس، امام مجاہد، سدی، سعید بن المسیب اور سلمان تیمی کہتے ہیں کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا لقب ہے۔ اول الذکر تینوں بزرگ کہتے ہیں کہ آزر ایک بت کا نام تھا اس صورت میں اس سے قبل مضاف محذوف ہوگا یعنی عابد آذر۔ بعض نے کہا ہے آزر ان کی زبان میں بمعنی مخطی (خطاکار اور غلط راہ پر چلنے والے) کے ہیں۔ سلمان تیمی کہتے ہیں آزر بمعنی اعوج (ٹیڑھا) ہے۔ آزر مشرک ہونے کی وجہ سے خطاکار اور ٹیڑھے راستے پر گامزن تھا اس لئے اس لقب سے ملقب کیا گیا۔ (کلہ من الروح ج ۷ ص ۱۹۴ والکبیر ج ۴ ص ۱۰۲ م)

قَالَ إِبْرٰهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً ۚ إِنِّي أَرٰكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِي إِبْرٰهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأٰ كَوْكَبًا ۖ قَالَ هٰذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّي هٰذَا أَكْبَرُ ۖ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿۷۸﴾ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي

کہا ابراہیم نے ۷۹؎ اپنے باپ آزر کو ۸۰؎ کہ تو مانتا ہے بتوں کو خدا میں دیکھتا ہوں کہ تو اور تیری قوم صریح گمراہ ہیں ۔ اور اسی طرح ۸۱؎ ہم دکھانے لگے ابراہیم کو عجائبات آسمانوں اور زمینوں کے اور تاکہ اس کو یقین آجاوے ف۱۔ پھر جب اندھیرا کر لیا اس پر رات نے دیکھا اس نے ایک ستارا ۸۲؎ بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہو گیا تو بولا میں پسند نہیں کرتا غائب ہو جانے والوں کو پھر جب ۸۳؎ دیکھا چاند چمکتا ہوا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہو گیا بولا اگر نہ ہدایت کرے گا مجھ کو رب میرا تو بیشک میں رہوں گا گمراہ لوگوں میں پھر جب دیکھا سورج جھلکتا ہوا ۸۴؎ بولا یہ ہے رب میرا یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ غائب ہو گیا بولا اے میری قوم میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو میں نے متوجہ کر لیا اپنے منہ کو اسی کی طرف جس نے

۸۰؎ آزر وزن فعل اور علمیت یا وصفیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور وہ أَبِيهِ کا عطف بیان ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا بلکہ ان کا چچا تھا اور چچا کو باپ کہنا عربی زبان کے محاورات میں عام ہے۔ علامہ سیوطی نے اس پر قرآن مجید کی آیت وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِينَ (شعراء ۲۱۹) سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ اس آیت میں ساجدین (سجدہ کرنے والوں) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد مراد ہیں اور تقلّب سے پشت بہ پشت منتقل ہونا مراد ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء واجداد موحد تھے ان میں کوئی مشرک نہیں تھا اس لئے آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا بلکہ چچا تھا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا جیسا کہ قرآن مجید کی نص سے ظاہر ہے اس میں تاویل کی گنجائش نہیں اور قرآن میں ساجدین سے صحابۂ کرام مراد ہیں جیسا کہ آیت کے سیاق وسباق سے ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ شاہ عبد القادر دہلوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ " یعنی جب تو تہجد کو اٹھتا ہے اور یاروں کی خبر لیتا ہے کہ یاد میں ہیں یا غافل۔" حق تو یہی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام کے ایمان وکفر کی بحث میں ہرگز نہیں پڑنا چاہئے۔ مسئلہ کی زیادہ تحقیق سورۂ شعراء کے آخر رکوع میں آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ ۸۱؎ اس میں کاف بیان کمال کے لئے ہے یعنی یوں زمین و آسمان کے عجائب ابراہیم علیہ السلام کو دکھانا یہ ہمارا ہی کمال ہے، اور نُرِي فعل مضارع، ماضی کی جگہ استعمال کیا گیا ہے ای عرفناہ وبصرناہ (روح)۔ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ سے زمین وآسمان کے عجائبات اور قدرت خداوندی کی آیات مراد ہیں۔ وَلِيَكُونَ اس کا معطوف علیہ محذوف ہے ای لیستدل بہ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ۸۲؎ هٰذَا سے پہلے بقرینۂ عرف ہمزۂ استفہام محذوف ہے گویا یہ کلام بطریق ارخاء العنان ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ستارہ پرست تھی اور وہ ان کو ستاروں کا تغیر احوال مشاہدہ کرا کے اس سے اللہ کی توحید اور ستاروں کی عاجزی وبیچارگی پر استدلال کرنا چاہتے تھے چنانچہ جب انہیں غروب آفتاب کے بعد سیارہ مشتری نظر آیا تو انہوں نے قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کیا یہ میرا رب ہے؟ اور تمہاری طرح میں بھی اس کو رب مان لوں اچھا ذرا ٹھہر جاؤ دیکھو اس

موضح قرآن ف۱ حق تعالیٰ کے کلام میں تا کے ساتھ اور آتا ہے۔ یعنی اللہ کو ہر کام خود بھی مقصود ہے اور واسطے دوسرے کے بھی مقصود ہے یہ نہیں کہ واسطے بغیر کام نہ کر سکے۔ مثلاً بندہ تخم ڈالے واسطے درخت کے اس بغیر درخت نہیں ہو سکتا۔ اللہ کو اس بغیر بھی ہو سکتا ہے لیکن درخت بھی مقصود ہے اور اسطرح اگانا بھی مقصود ہے یہی معنی ہیں کہ اللہ کے فعل میں غرض نہیں۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی چنانکہ بر وی ظاہر کردیم کہ بتان لائق عبادت نیستند نیز ظاہر ساختیم کہ ستارہ و ہرچہ در آسمان ہا است و زمین لائق عبادت نیست و واؤ در ولیکون زائدہ است واللہ اعلم ۱۲۔

کا حشر کیا ہوتا ہے۔ فَلَمَّآ اَفَلَ جب وہ تارہ غروب ہوگیا تو قوم کو سنا کر فرمایا لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ میں ایسے خداؤں کو پسند نہیں کرتا جو ایک حال پر نہ رہیں اور نہ میں ایسے متغیر الحال معبودوں کی ربوبیت کا معتقد ہوں۔ ۸۳ پھر جب چمکتا ہوا چاند دیکھا تو کہا کیا یہ میرا رب ہے؟ کیا میں بھی اس کو اپنا رب اور کارساز بنا لوں؟ فَلَمَّآ اَفَلَ الخ لیکن جب چاند بھی غروب ہوگیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اگر اللہ نے مجھے ہدایت نہ دی ہوتی اور مجھے سیدھی راہ نہ دکھائی ہوتی تو آج میں بھی ان ستارہ پرست مشرکین کی طرح گمراہ ہوتا۔ ۸۴ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ سورج نکل آیا ہے تو فرمایا یہ ان سب سے بڑا ہے کیا میرا رب ہے لیکن جب وہ بھی غروب ہوگیا تو فرمایا اب میری حجت تم پر قائم ہوچکی اور تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے معبود کس قدر ناپائیدار ہیں اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ میں ان تمام

فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا
بنائے آسمان اور زمین سب سے یکسو ہو کر اور میں نہیں
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ
ہوں شرک کرنے والا ف اور اس سے جھگڑا کیا ۸۵ اس کی قوم نے بولا
اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ
کیا تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو اللہ کے ایک ہونے میں اور وہ مجھ کو سمجھا چکا اور میں ڈرتا نہیں ۸۶
مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ
ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو اس کا مگر یہ کہ میرا رب ہی کوئی تکلیف پہنچانی
شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا
چاہے ف احاطہ کر لیا ہے میرے رب کے علم نے سب چیزوں کا کیا تم
تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ
نہیں سوچتے اور میں کیونکر ڈروں ۸۷ تمہارے
اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ
شریکوں سے اور تم نہیں ڈرتے اس بات سے کہ شریک کرتے ہو
بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ
اللہ کا ان کو جس کی نہیں اتاری اس نے تم پر کوئی دلیل
فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ
اب دونوں فرقوں میں کون مستحق ہے دلجمعی کا بولو اگر تم
تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا
سمجھ رکھتے ہو جو لوگ یقین لے آئے ۸۸ اور نہیں ملا دیا انہوں
اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ
نے اپنے یقین میں کوئی نقصان انہی کے واسطے ہے دلجمعی اور وہی ہیں

وقف لازم

منزل ۲

ل چوتھی دلیل ۱۲
۲ پانچویں دلیل ۱۲
۳ معبودان باطلہ ۱۲
۴ مستثنیٰ منقطع ہے یعنی اگر مجھے کوئی تکلیف اللہ ہی پہنچانا چاہے تو وہ پہنچ سکتی ہے ان کی طرف سے ہو ۱۲
۵ معبودان باطلہ ۱۲
۶ ای معبودیۃ ۱۲
۷ یہ بھی ابراہیم علیہ السلام کا کلام ہے یا اللہ تعالیٰ کا ۱۲

معبودان باطلہ سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ الخ میں تو اس سے پہلے ہی باطل معبودوں سے منہ موڑ کر اپنا چہرہ اس منزہ صفات کی طرف پھیر چکا تھا جس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا اور میں نے کبھی مشرکین کا عقیدہ قبول نہیں کیا۔

فائدہ: مرزا غلام احمد قادیانی کذاب نے ابتدا میں اپنی بعض کتابوں میں لکھا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں جو شخص وفات مسیح کا قائل ہو وہ مشرک ہے لیکن بعد میں جب اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تو وہ خود وفات مسیح کا قائل ہوگیا تو اس پر اعتراض کیا گیا کہ پہلے تو مشرکانہ عقیدے پر تھا اور نبی نبوت سے پہلے بھی شرک سے پاک ہوتے ہیں تو اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذکورہ واقعہ سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ نبیوں سے قبل نبوت شرک جیسا گناہ بھی سرزد ہو سکتا ہے (العیاذ باللہ) حالانکہ یہ صریح کفر ہے۔ قادیانی نے ان آیتوں میں دیدہ دانستہ تحریف کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس واقعہ کے بعد اللہ کی توحید کا علم ہوا جو سراسر غلط ہے۔ وہ اس واقعہ سے قبل بھی موحد ہی تھے شرک تو اکبر الکبائر ہے اور اللہ کے نبی قبل نبوت صغیرہ گناہوں سے بھی پاک ہوتے ہیں لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ صیغہ ماضی منفی اور اسی طرح اِنِّيْ وَجَّهْتُ ماضی کا صیغہ اور پھر آگے چل کر فرمایا وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ یہاں بھی وَقَدْ هَدٰىنِ ماضی کا صیغہ ہے پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ یہ تمام قرائن اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس واقعہ سے قبل بھی توحید پر ہی تھے اور یہ طرز استدلال انہیں اللہ کی طرف سے ان کی قوم پر بطور حجت عطا ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام بارہ سال تک غار میں رہے اس کے بعد انہیں غار سے نکالا گیا یہ بے بنیاد ہے ۸۵ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی طرف سے مامور ہو کر شرک کی مذمت کی تو ان کی مشرک قوم ان سے جدال و مخاصمت پر اتر آئی تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اللہ کی توحید کے بارے میں مجھ سے جھگڑا کرتے ہو حالانکہ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے دلائل ثلثہ یعنی عقلی، نقلی توحید کی سیدھی راہ دکھائی ہے فِي اللّٰهِ یہاں مضاف محذوف ہے۔ ای فی توحیدہ... وقد ھدانی الی التوحید (مدارک ج ۲ ص ۱۶) ای بالدلائل الثلاثۃ۔ ۸۶ یہ سوال مقدر کا جواب ہے مشرکین نے دوران مخاصمت یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے معبودوں کی مخالفت چھوڑ دو ورنہ وہ تمہیں نقصان پہنچائیں گے تو اس کا جواب دیا کہ جن کو تم کارساز اور متصرف سمجھ کر اللہ کی عبادت اور پکار میں شریک کرتے ہو وہ بالکل بے بس ہیں میں ان سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ ہاں اگر مجھے کوئی نقصان پہنچ

موضح قرآن ف حضرت ابراہیم لڑکے تھے قوم کو دیکھا کہ خالق آسمان و زمین کا اللہ کو گنتے ہیں اور اپنی حاجت اور مراد کے واسطے کوئی مورتیں پوجتا ہے کوئی تارہ چاند سورج چاہا کہ میں بھی ایک کو اپنا رب ٹھہرا رکھوں مورتوں سے اول ہی ناخوش ہوئے پھر کوئی تارہ ٹھہرایا پھر وہ غائب ہوا تو جانا کہ یہ ایک حال پر نہیں کوئی اور ہے اس پر حاکم آپ مستقل ہوتا تو اعلیٰ حال سے ادنیٰ میں نہ آتا۔ پھر چاند سورج میں بھی عیب پایا سب کو چھوڑ کر اسی ایک کو پکڑا جس کو سب مانتے ہیں کہ سب سے بڑا ہے اور عقل صحیح چاہئے کہ جب ایک کو مانا اس سے کون کام نہیں ہو سکتا کہ دوسرا درکار ہو۔

منح الرحمٰن ف یعنی از انواع محنت ۱۲۔

بھی گیا تو میں سمجھوں گا کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ میرے رب کا علم ہر چیز پر حاوی اور ہر شئی کو محیط ہے۔ ۸۷ مَآ اَشْرَكْتُمْ میں مَا سے معبودان باطلہ مراد ہیں۔ اور صلہ میں عائد محذوف ہے ای ما اشرکتموہ اسی طرح مَا لَمْ یُنَزِّلْ میں بھی مَا سے معبودان باطلہ مراد ہیں اور بِهٖ میں مضاف محذوف ہے ای بمعبودیته یعنی ڈرنا تو تمہیں چاہیے جو علیم و قدیر اور متصرف و کارساز ہستی کے ساتھ اس کے لاچار بندوں کو شریک بناتے ہو جن کے معبود ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں۔ میں تمہارے ان معبودان باطلہ سے کیوں ڈروں جو بے بس اور بے اختیار ہیں فای الفریقین احق بالامن اب تم ہی بتاؤ کہ عذاب سے امن وسلامتی کا مستحق کون ہے تم شرک کرنے والے یا میں شرک سے دور رہنے والا اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے والا۔ اگلی آیت میں اس سوال کا جواب ہے ۸۸ یہ پہلے سوال کا جواب ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلام ہے یا ادخال الٰہی ہے۔ ظُلْمٌ سے مراد شرک ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری ج ۲ ص۶۶ میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے گھبرا کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کون ہے جس نے ظلم و زیادتی نہ کی ہو اس پر سورۂ لقمان کی آیت اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ نازل ہوئی۔ یعنی امن وسلامتی صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی توحید کو مانا اور پھر اس میں ذرہ برابر شرک کی ملاوٹ نہ کی۔

۸۹ تِلْكَ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گذشتہ استدلال کی طرف اشارہ ہے اشارة الی جمیع احتجج به ابراهیم علیه السلام علی قومه (مدارک ج ۲ ص ۱۶)

۹۰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد اجمالی طور پر تمام انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا سترہ پیغمبروں کا ذکر نام لیکر اور باقیوں کا اشارے سے۔ انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں بھی نہایت ہی عمدہ ترتیب ملحوظ رکھی گئی۔ پہلے چاروں یعنی حضرت ابراہیم، اسحاق یعقوب اور نوح علیہم السلام اصول انبیاء ہیں پھر داؤد اور سلیمان علیہما السلام بہت بڑے بادشاہ تھے، حضرت ایوب اور یوسف علیہما السلام کو زندگی میں بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا، موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو بڑے بڑے معجزے عطا کئے گئے۔ زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس علیہم السلام بہت بڑے عابد و زاہد تھے اور اسمٰعیل، الیسع، یونس اور لوط علیہم السلام کے ادیان کی زیادہ شہرت نہیں ہوئی اور نہ ان کے اتباع تھے (من البحر ج ۴ ص ۱۷۴) وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ کی ضمیر کو اگر ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع کیا جائے تو لوط علیہ السلام تو برادر زادہ ہونے کی وجہ سے ان کی ذریت میں شامل ہو جائیں گے لیکن یونس علیہ السلام اس میں شامل نہیں ہو سکتے اس لئے ضمیر کا مرجع نوح علیہ السلام کو بنانا ہی صحیح ہے۔ ۹۱ سترہ نبیوں کا نام بنام ذکر کرنے کے بعد اب یہاں باقی انبیاء علیہم السلام کا اجمالاً ذکر فرمایا یعنی مذکورہ نبیوں کے آباء و اجداد میں سے، ان کی اولاد میں سے اور ان کی برادری میں سے جتنے بھی نبی گذرے ہیں ان سب کو ہم نے باقی مخلوق پر برتری عطا کی اور ان سب کو صراط مستقیم (سیدھی راہ) یعنی راہ توحید کی طرف راہنمائی کی وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ (مذکورہ بالا نبیوں کے باپوں میں سے) اس سے مراد یہ ہے کہ جن انبیاء کے باپ نبی تھے اسی طرح وَمِنْ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ کا مطلب بھی یہ ہے کہ ان میں سے جن کے اولاد اور بھائی تھے یہ مطلب نہیں کہ ان میں سے ہر ایک کا باپ بھی نبی تھا اور ہر ایک کی۔

مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ

سیدھی راہ پر وہ ۸۹ اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی تھی ابراہیم کو

عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

اس کی قوم کے مقابلے میں درجے بلند کرتے ہیں ہم جس کے چاہیں تیرا رب

حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ

حکمت والا ہے جاننے والا ۹۰ اور بخشا ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب

كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ

سب کو ہم نے ہدایت دی اور نوح کو ہدایت کی ہم نے ان سب سے پہلے اور اس کی

ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ

اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو

وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾

اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں نیک کام والوں کو

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ

اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ

نیک بختوں میں اور اسمٰعیل اور الیسع کو اور یونس کو

وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ

اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر اور ہدایت کی

اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ

ہم نے بعضوں کو ۹۱ ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے اور بھائیوں میں سے اور ان کو ہم نے پسند کیا

وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ

اور سیدھی راہ چلایا یہ

اولاد بھی تھی جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں اور اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے باپ کے وجود پر استدلال کرتے ہیں۔ ۹۲ ذٰلِكَ سے هَدَيْنٰهُمْ سے مفہوم مصدر کی طرف اشارہ ہے ای الهدی الی الطریق المستقیم هو هدی الله (بحر ج ۴ ص۱۷۵، روح ج ۷ ص۲۱۵) وَلَوْ اَشْرَكُوْا الخ اس کی ضمیر سے تمام انبیاء علیہم السلام مراد ہیں جن کا پہلے صراحۃً یا کنایۃً ذکر ہو چکا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا شرک کرنا اگرچہ محال ہے لیکن اگر بالفرض وہ بھی شرک کر گذرتے تو ان کے بھی تمام اعمال ضائع ہو جاتے اس تعبیر سے شرک کی انتہائی شناعت وقباحت کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ ۹۳ ان کو ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت عطا فرمائی یعنی رسولوں پر کتابیں اور صحیفے نازل کئے اور ہر صاحب کتاب کے بعد آنے والے نبی پر پہلی کتاب کا اتباع لازم قرار دیا یہاں تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت منقطع ہو گیا۔ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا

هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ

اللہ کی ہدایت ہے ۹۲ اس پر چلاتا ہے جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو البتہ ضائع ہو جاتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ

یہی لوگ تھے ۹۳ جن کو دی ہم نے کتاب اور شریعت

وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ

اور نبوت پھر اگر ان باتوں کو نہ مانیں مکہ والے تو ہم نے

وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ

ان باتوں کے لئے مقرر کر دیئے ہیں ایسے لوگ جو ان سے منکر نہیں ۹۴ یہ وہ لوگ

الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ

تھے جن کو ہدایت کی اللہ نے ۹۴ سو تو چل ان کے طریقہ پر

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ

تو کہہ دے کہ میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری یہ تو محض

اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ ع وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ

نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو ۹۵ اور نہیں پہچانا انہوں نے ۹۵ اللہ کو پورا

قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ

پہچاننا جب کہنے لگے کہ نہیں اتاری اللہ نے کسی انسان پر کوئی

شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ

چیز پوچھ تو کس نے اتاری ۹۶ وہ کتاب جو موسیٰ لے کر

مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ

آیا تھا روشن تھی اور ہدایت تھی لوگوں کے واسطے جس کو تم نے

ع ۱۰/۸ ۱۶

الخ کی ضمیر سے آیات یا نبوت مراد ہے اور هٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ سے اہل مکہ اور قَوْمًا سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں یعنی اگر مشرکین مکہ آیات توحید کو یا نبوت کو نہیں مانتے تو نہ مانیں ہم ایک قوم کو آیات توحید اور نبوت انبیاء پر ایمان لانے کے لئے مقرر کر چکے ہیں اور وہ ایسے راسخ الایمان اور دائم الیقین ہیں کہ کسی بھی وقت ان کے ایمان میں ذرا بھر بھی فرق نہیں آسکتا لیسوا بها بکٰفرین ای فی وقت من الاوقات بل مستمرون علی الایمان بها ... قال ابن عباس ومجاهد هم الانصار واهل المدینة وقیل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطلقا (روح ج ۷ ص۲۱۶، ابو السعود) ۹۴ هَدَى کے بعد هُمْ عائد محذوف ہے اور اُولٰٓئِكَ سے مذکور الصدر تمام انبیاء علیہم السلام مراد ہیں یعنی یہ تمام انبیاء علیہم السلام صرف ایک اللہ ہی کو متصرف وکارساز مانتے تھے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے تھے اس لئے آپ بھی مسئلہ توحید میں ان کے نقش قدم پر چلیں۔ اس سے مراد صرف ایمان وتوحید اور اصول دین ہیں تمام احکام وشرائع مراد نہیں کیونکہ شرائع تمام انبیاء علیہم السلام کی مختلف رہی ہیں والمراد بهداهم طریقتهم فی الایمان بالله وتوحیده واصول الدین دون الشرائع فهی مختلفة (مدارک ج ۲ ص۲۷) ۹۵ یہ یہود پر شکوی ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں ما عظموا الله حق تعظیمه اور ابو العالیہ فرماتے ہیں ما وصفوه حق صفته اور قَدَرُوا کی ضمیر سے جمہور کے نزدیک یہود مراد ہیں اور اِذْ ظرف۔ قدروا کے متعلق ہے (روح) مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ الخ یعنی آج تک اللہ نے کسی بشر پر اپنا کوئی کلام نازل نہیں کیا اس سے ان کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر طعن کرنا تھا کہ جب آپ بھی بشر ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ پر بھی اللہ کی طرف سے کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ ۹۶ یہ جواب شکوی ہے اور یہود کے قول نامعقول کا رد ہے کہ اگر تمہارے قول کے مطابق اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں فرمایا تو بتاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جن کو تم بشر مانتے ہو یہ تورات کس نے نازل کی جو سراپا نور ہدایت تھی جسے تم بھی اللہ کی کتاب مانتے ہو اور یہ بھی مانتے ہو کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہی نازل ہوئی تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ الخ یہ جملہ استینافیہ ہے اور اس میں علماء یہود کی ایک شرارت کا ذکر کیا گیا ہے یعنی یہ تورات وہی کتاب ہے جس کے بہت حصوں کو تم اپنی خواہشات نفسانیہ کے مطابق محرف ومبدل کر کے مختلف کاغذوں پر لکھ لیتے ہو اور اپنے ماننے والوں اور عقیدتمندوں کو دکھا کر ان پر ظاہر یہ کرتے ہو کہ یہ اللہ کی کتاب تورات کی آیتیں ہیں جسے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا۔ اس طرح تورات کے جو مسائل تمہاری خواہشات کے خلاف اور مذہبی پاپائیت کی بنیادیں ہلا دینے والے ہیں ان کو چھپاتے ہو اور جو تمہاری خواہشات کے مطابق ہیں ان کو بیان کرتے ہو۔ آجکل کے علماء سوء کا بھی بالکل یہی وطیرہ ہے وہ قرآن میں تحریف لفظی تو کر نہیں سکتے اس لئے اپنے من گھڑت مسائل کے مطابق آیتوں کا مطلب اپنی طرف سے گھڑ کر عوام کو سنا دیتے ہیں۔ ۹۷ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نزول وحی کی دوسری دلیل ہے یعنی تورات کے ہی ذریعے تمہیں ان امور غیبیہ کا علم حاصل ہوا جنہیں نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے آباؤ اجداد۔ قُلِ اللّٰهُ بقرینہ سوال یہاں فعل محذوف ہے ای انزله الله یہ گذشتہ سوال

حاشیہ: ۹۶ جواب شکوی و دلیل اول برائے صداقت حضرت موسیٰ علیہ السلام ۱۲

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی مہاجران وانصار وسائر اخیار ۱۲ ف ۲ یعنی چنانکہ انبیاء صبر کردند بر ایذاء کفار تو نیز صبر کن ۱۲۔

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الخ کا جواب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینے کا حکم دیکر اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہود ضد وعناد کی وجہ سے حق کا انکار کریں گے اس لئے آپ یہ جواب دے دیں وهٰذا الكتب یعنی شرک فی التصرف پر دلیل وحی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نزول کتاب کا ذکر کرکے فرمایا یہ قرآن بھی ہم ہی نے اتارا ہے اور وہ مسئلہ توحید اور اصول دین میں تورات کی تصدیق کرتا ہے تو پھر اس کو تم کیوں نہیں مانتے۔ ۹۸ یہ مشرکین کے لئے زجر ہے كَذِبًا سے شرک مراد ہے یعنی غیر اللہ کے لئے تحریمات کرنا اور غیر اللہ کی نذر ونیاز وغیرہ مثل عمرو بن لحی واتباعه القائلين بان اللہ حرم السوائب والحوامی الخ (مظهری ج ۳) اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ یہ شکوی ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب نے نبوت اور نزول وحی کا دعوی کیا تھا وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ الخ جیسا کہ مشرکین نے کہا تھا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا ۹۹ یہ تخویف اخروی ہے غَمَرٰتِ الْمَوْتِ یعنی موت کی شدائد اور سختیاں بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ہاتھ پھیلانے والے روح قبض کرنے کے لئے یا مارنے کے لئے ای بالعذاب عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہم يضربون وجوههم وادبارهم ...... وذهب بعضهم ان هٰذا تمثيل لفعل الملٰئكة فی قبض ارواح الظلمة بفعل الغريم الملح يبسط يده الى من عليه الحق ويعنف عليه فی المطالبة ولا يمهله الخ (روح ج ۷ ص ۲۲۳) بِمَا كُنْتُمْ میں باء سببیہ ہے یعنی یہ عذاب تمہیں اللہ پر افتراء کرنے اور اس کی آیتوں سے انکار واستکبار کی وجہ سے دیا جائے گا۔ ۱۰۰ فُرَادٰى۔ فَرْدٌ یا فَرِيْدٌ کی جمع ہے اور یہ ضمیر خطاب سے حال ہے مَا خَوَّلْنٰكُمْ ای ما اعطيناكم یعنی ہم نے جو تمہیں مال ودولت دی تھی شُفَعَآءَكُمْ وہ نیک پیر اور اولیاء اللہ جن کو مشرکین خدا کے یہاں سفارشی سمجھ کر ان کی عبادت کرتے اور ان کی نذریں نیازیں دیتے تھے۔ یہ مشرکین سے کہا جائے گا کہ آج تم سب تنہا اور اکیلے میدان حشر میں آئے ہو آج تمہارے ساتھ نہ وہ مال ودولت ہے۔ نہ انصار واعوان جن پر تم مغرور تھے اور نہ آج تمہارے وہ سفارشی ہی تمہارے ساتھ ہیں جن کو تم اللہ کی عبادت، ربوبیت اور پکار میں شریک کیا کرتے تھے۔ اور جن کے بارے میں تمہیں یقین تھا کہ وہ ہر آڑے وقت میں تمہارے کام آئیں گے۔ آج وہ کہاں ہیں۔ لَقَدْ تَّقَطَّعَ ای الوصل بينكم آج تمہارے اور ان کے درمیان تمام تعلقات منقطع ہو چکے ہیں اور تمہاری تمام خواہشیں اور آرزوئیں خاک میں مل چکی ہیں۔

قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ

ورق ورق کر کے لوگوں کو دکھایا اور بہت سی باتوں کو تم نے چھپا رکھا ہے

وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۭ

اور تم کو سکھلا دیں ۹۶ جن کو نہ جانتے تھے تم اور تمہارے باپ دادے ۹۷

قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾

تو کہہ دے کہ اللہ نے اتاری پھر چھوڑ دے ان کو اپنی خرافات میں کھیلتے رہیں ۹۷

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ

یہ قرآن کتاب ہے جو کہ ہم نے اتاری برکت والی تصدیق کرنیوالی ان کی جو

بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ

اس سے پہلی ہیں اور تاکہ تو ڈراوے مکہ والوں کو اور اس کے

حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

آس پاس والوں کو اور جن کو یقین ہے آخرت کا

يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ ہیں اپنی نماز سے خبردار ۹۸

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰي عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا

اور اس سے زیادہ ظالم ۹۸ کون جو باندھے اللہ پر ۹۸ بہتان

اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّ

یا کہے مجھ پر وحی اتری اور اس پر وحی نہیں اتری کچھ بھی اور

مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۭ وَ

جو کہے کہ میں بھی اتارتا ہوں مثل اس کے جو اللہ نے اتارا ۹۸ اور

لَوْ تَرٰٓي اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ

اگر تو دیکھے جس وقت ۹۹ کہ ظالم ہوں موت کی سختیوں میں اور

موضح قرآن ف ام القری نام ہے مکے کا اس کے معنے بستیوں کی جڑ یا اس واسطے کہ تمام عرب کا مرجع تھا یا کہتے ہیں کہ پانی میں سے زمین اوّل یہی کھلی ہے اور آس پاس سے مراد عرب ہے جب تک انہی پر حکم تھا یا سارا جہاں ہے

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی کتمان آیات تورات را قرآن اظہار کرد والاسابق بہ یقین نمید انستند ۱۲ ف ۲ حاصل آنست کہ اگر یہود گویند حق تعالیٰ ہیچ بشر وحی نمی فرستد نقض کردہ شود بہ تورات و اگر گویند می فرستد استبعاد فرستادن قرآن مجرد تعصب ست پس اذ قالوا بجائی ان قالوا گفتہ شد ۱۲ ف ۳ انذار اولا عرب را کردہ شد کہ زبان عربی می فہمند وثانیاً جمیع اہل ارض بواسطہ ترجمہ پس اینجا انذار اول مراد است مانند آیت هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ الآیہ ودر آیت وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اعم از اولی وثانوی ۱۲ ف ۴ یعنی اعتقاد کرد مثلاً بحائر وسوائب از امر الٰہی است واتفاق سلف دلیل بر آنست واللہ اعلم ۱۲ ف ۵ یعنی انشاء کتابی مثل قرآن خواہم کرد وانشاء را بطریق مشاکلت انزال گفتہ شد ۱۲ —

الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا
فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں ۱۔ کہ نکالو

اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ
اپنی جانیں آج تم کو بدلے میں ملے گا ذلت کا عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ
اس سبب سے کہ تم کہتے تھے اللہ پر جھوٹی باتیں

وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ
اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور البتہ

جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ
تم ہمارے پاس آ گئے ایک ایک ہو کر جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تم کو پہلی بار

وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَ
اور چھوڑ آئے تم جو کچھ اسباب ہم نے تم کو دیا تھا اپنی پیٹھ کے پیچھے اور

مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ
ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ سفارش والوں کو جن کو تم بتلایا کرتے تھے

اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰۗؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ
کہ ان کا تم میں ساجھا ہے البتہ منقطع ہو گیا تمہارا علاقہ ۲

وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ
اور جاتے رہے کہ جو دعوے کہ تم کیا کرتے تھے اللہ ہے کہ

فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۭ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ
پھوڑ نکالتا ہے ۱۰۱ دانہ اور گٹھلی نکالتا ہے مردہ سے زندہ

وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى
اور نکالنے والا ہے زندہ سے مردہ یہ ہے اللہ پھر تم کدھر

ع ۱۱ / ۱۷

۱۔ مارنے کے لئے قبضِ ارواح کے لئے ۱۲

۲۔ یعنی پیوستگی ۔ ای وصلکم ۱۲

۳۔ یہ دلیل توحید عقلی نمبر گیارہ یعنی ہر چیز میں متصرف اللہ ہی ہے اور کوئی نہیں ۱۲

۱۰۱ یہ توحید پر گیارہویں عقلی دلیل ہے یعنی ہر چیز میں متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ یہ دلیل یہاں سے لیکر اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ تک ممتد ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے بہت سے نشانات عالم علوی اور عالم سفلی سے متعلق بیان فرمائے ہیں اَلْحَبُّ حبۃ کی جمع ہے حبۃ کے معنی دانے کے ہیں۔ النوی۔ نواۃ (گٹھلی) کی جمع ہے۔ جب دانہ یا گٹھلی کو زمین میں بو دیا جاتا ہے تو دست قدرت ان میں شگاف ڈال دیتا ہے جس میں سے پودا پھوٹ نکلتا ہے۔ وہ حیّ (جاندار، مومن یا پرندے) سے مَیِّت (بے جان، کافر یا انڈے) کو نکالتا ہے اور مَیِّت سے حی کو یعنی کافر سے مومن کو پیدا کرتا ہے اور بے جان انڈے سے جاندار بچہ پیدا کرتا ہے۔ یہ تینوں باتیں عالم سفلی سے تعلق رکھتی ہیں۔ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ الخ یعنی جو ہستی ان مذکورہ بالا صفات کی مالک ہے، حقیقت میں وہی الٰہ ہے اور وہی متصرف و کارساز ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ ۱۰۲ صبح کو چیرنے والا۔ صبح دن کے لئے بمنزلہ تخم (بیج) ہے جس طرح بیج کو چیر کر اس سے پودا نکالتا ہے اسی طرح صبح سے دن کی روشنی کو نمودار کرتا ہے۔ سَکَنًا۔ مَا یسکن الیہ جس چیز سے سکون واطمینان حاصل کیا جائے رات کو سَکَنًا فرمایا کیونکہ دن بھر کی تھکاوٹ رات میں آرام وراحت سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ حُسْبَانًا مصدر ہے یعنی سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنا دیا ان کی گردش سے موسموں کے اختلاف کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ نیز ان کی حرکت سے وقت کی پیمائش کی جاتی ہے۔

فتح الرحمٰن ۱۔ یعنی میز نند ۱۲۔

تُؤْفَكُوْنَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ
بہکے جاتے ہو پھوڑ نکالنے والا صبح کی ١٠٣ روشنی کا اور اس نے رات
سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ
بنائی آرام کو اور سورج اور چاند حساب کے لئے یہ
تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ الَّذِيْ
اندازہ رکھا ہوا ہے زور آور خبردار کا اور اسی نے
جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ
بنا دیئے تمہارے واسطے ستارے کہ ان کے ١٠٣ وسیلہ سے راستہ معلوم کرو
ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ
اندھیروں میں جنگل اور دریا کے البتہ ہم نے کھول کر بیان کر دیئے پتے
لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٩٧﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ
ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں اور وہی ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا ١٠٤
مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ
ایک شخص سے پھر ایک تو تمہارا ٹھکانا ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی جگہ
قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿٩٨﴾ وَ
البتہ ہم نے کھول کر سنا دیئے پتے اس قوم کو جو سوچتے ہیں اور
هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا
اسی نے اتارا ١٠٥ آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے
بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا
اس سے اگنے والی ہر چیز پھر نکالی اس میں سے سبز کھیتی
نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ
جس سے ہم نکالتے ہیں دانے ایک پر ایک چڑھا ہوا اور کھجور کے

ا یعنی دن کی روشنی بھی سبز زمین کو دیکھے ۱۲

٢ مستقر یعنی مستقر فی الدنیا و مستودع فی الآخرۃ ۱۲

١٠٣ رات کے اندھیروں میں، جنگلوں اور سمندروں میں سفر کرنے والے مسافر اگر راہ سے بھٹک جائیں تو مختلف ستاروں کے ذریعے وہ اپنی منزل مقصود کی صحیح سمت معلوم کرکے صحیح و سالم اپنی منزل پر پہنچ جاتے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے یہ امور عالم علوی یا نظام شمسی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ١٠٤ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور احسان ہے کہ اس نے زندگی جیسی نعمت عطا فرمائی اور تمام انسانوں کو ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا فرمایا اور ہر ایک کے لئے ایک مستقر اور ایک مستودع بنایا۔ مستقر اور مستودع کی تفسیر میں اقوال مختلف ہیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں مستقر (رہنے کی جگہ) سے دنیا مراد ہے اور مستودع سے آخرت فمستقر فی الدنیا و مستودع فی الاخرۃ ۱۲ ١٠٥ آسمان سے بارش بھی وہی برساتا ہے۔ بارش سے تمام کھیت سرسبز و شاداب ہو جاتے ہیں اناج کثرت سے پیدا ہوتا ہے، کھجور کے درخت پھل سے لد جاتے ہیں، انگور، زیتون اور انار کے باغات بھی لہلہانے لگتے ہیں۔ جن کا پھل شکل و صورت میں ایک جیسا ہونے کے باوجود ان کا رنگ، ذائقہ اور حجم مختلف ہوتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ الخ ان مذکورہ امور میں ایمان والوں کو اللہ کی توحید پر بڑے بڑے دلائل نظر آتے ہیں یہ تمام امور اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ کی قدرت اور اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے لہٰذا وہی متصرف و کارساز ہے اور کوئی نہیں۔ ١٠٦ یہ زجر اور شکوی ہے شرکاء مبدل منہ ہے اور الجنّ اس سے بدل ہے برائے اظہار حقارت۔ یعنی ان جنوں کو انہوں نے اللہ کے شریک بنا رکھا ہے وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ اور انہوں نے اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں گھڑلی ہیں وہ انبیاء اور اولیاء کو اللہ کے بیٹے اور فرشتوں کو اس کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں ان کا خیال تھا کہ جس طرح اولاد باپ کو بہت محبوب ہوتی ہے اور وہ ان کی ہر بات مان لیتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام اور ملائکہ اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں اس لئے اسے ان کی ہر بات ماننی پڑتی ہے یہود و نصاری نے اللہ کے لئے بیٹے تجویز کئے تھے اور مشرکین مکہ نے بیٹیاں اما الذین اثبتوا البنین فھم النصاری وقوم من الیھود واما الذین اثبتوا البنات فھم العرب الذین یقولون الملائکۃ بنات اللہ (کبیر ج ۴ ص ۱۱۳)

موضح قرآن ف اول سپرد ہوتا ہے ماں کے پیٹ میں کہ آہستہ آہستہ دنیا کے اثر پیدا کرے پھر آ کر ٹھہرتا ہے دنیا میں پھر سپرد ہوگا قبر میں کہ آہستہ آہستہ اثر آخرت کے پیدا کرے پھر جا ٹھہرے گا جنت میں یا دوزخ میں ۱۲

مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ
گابھے میں سے پھل کے گچھے جھکے ہوئے اور باغ

اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا
انگور کے اور زیتون کے اور انار کے آپس میں ملتے جلتے

وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ
اور جدا جدا بھی ملے دیکھو ہر ایک درخت کے پھل کو جب

وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
وہ پھل لاتا ہے اور اس کے پکنے کو ان چیزوں میں نشانیاں ہیں واسطے

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٩٩﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ
ایمان والوں کے اور ٹھہراتے ہیں ۱۰۷ اللہ کے شریک جنوں کو

وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ
حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور تراشتے ہیں اس کے واسطے بیٹے اور بیٹیاں

بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا
جہالت سے وہ پاک ہے اور بہت دور ہے ان باتوں سے جو

يَصِفُوْنَ ﴿١٠٠﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
یہ لوگ بیان کرتے ہیں نئی طرح پر بنانے والا ۱۰۸ آسمان اور زمین کا

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ
کیونکر ہوسکتا ہے اس کے بیٹا حالانکہ اس کے کوئی

صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ
عورت نہیں اور اس نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ
چیز سے واقف ہے یہی اللہ ۱۰۹ تمہارا رب ہے نہیں ہے کوئی معبود

ع ۱۲/۱۸

۱۰۷ یہ جواب شکوی ہے اللہ تعالیٰ مشرکین کے ان بہتانوں سے بالکل پاک اور منزہ ہے، اس نے کسی کو بیٹا یا بیٹی نہیں بنایا وہ بے نیاز ہے اسے ان چیزوں کی ضرورت نہیں وہ خود مختار متصرف و کارساز ہے۔ اس کا ارادہ کسی کے ماتحت نہیں۔ ۱۰۸ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے نفی ولد پر چار دلیلیں ذکر فرمائی ہیں یہ پہلی دلیل ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے عالم علوی اور عالم سفلی کو عجیب وغریب نظام کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ وہ فاعل علی الاطلاق ہے۔ اسے کسی ولد یا نائب کی ضرورت نہیں۔ دوسری دلیل اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ الخ یعنی اللہ تعالیٰ کے بیٹا کس طرح ہوسکتا ہے حالانکہ اس کے بیوی ہی نہیں۔ مطلب یہ کہ تم اللہ کی طرف صاحبہ کی نسبت تو نہیں کرتے ہو لیکن ولد کی نسبت کیوں کرتے ہو حالانکہ ولد صاحبہ (بیوی) کے بغیر نہیں ہوسکتا یعنی اگرچہ تم حقیقی ولد کی نسبت نہیں کرتے ہو لیکن ولد کی طرح نائب تو کہتے ہو جو سراسر غلط ہے۔ تیسری دلیل وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اس نے تو ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے۔ ہر چیز اس کی مخلوق ہے۔ جسے تم اللہ کا ولد کہتے ہو وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے تو کس طرح ہوسکتا ہے کہ مخلوق اپنے خالق کی ولد ہو۔ چوتھی دلیل وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اللہ تعالیٰ کو ساری کائنات کے ذرے ذرے کا علم ہے اور وہ ماضی، حال اور مستقبل کی تمام چیزوں کو جانتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں جو اسکا ولد ہو۔ پہلی، تیسری اور چوتھی دلیل سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی ولد یعنی نائب نہیں اور دوسری دلیل سے ولد حقیقی کی نفی کی گئی ہے۔ ۱۰۹ دلیل اور جواب شکوی کے بعد ثمرہ ذکر فرمایا یعنی جب کارساز اور غیب دان صرف اللہ ہی ہے اور کوئی نہیں تو صرف اسی کو پکارو۔ پہلے چار دلائل عقلیہ کے بعد ان کا ثمرہ ذکر کیا گیا۔ پھر نویں دلیل عقلی کے بعد دوسرا ثمرہ بیان کیا گیا۔ اب یہاں گیارہویں عقلی دلیل کے بعد تیسری بار دلائل کا ثمرہ بیان کیا گیا ہے۔ دلائل کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ ان کے بعد ذہن خود بخود ان نتائج کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی درصورت درخت و ثمر مانند یکدیگر است و در طعم مخالف یکپارہ شیرین و یکپارہ ترش یا تلخ ۱۲۔

ف۱۱۱ یعنی دنیا میں انسانی آنکھیں اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک نہیں کر سکتیں دنیا میں اس کی ذات محض اپنی صفات سے معلوم ہوتی ہے جو دلائل کے ضمن میں بیان ہو چکی ہیں وَهُوَ اللَّطِيفُ یہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ سے متعلق ہے الْخَبِيرُ یہ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ سے متعلق ہے بطریق لف و نشر مرتب (وَهُوَ اللَّطِيفُ) ای العالم بدقائق الامور و مشکلاتها (الخبیر) العلیم بظواهر الاشیاء وخفیاتها وهو من قبیل اللف والنشر (مدارک ج ۲ ص ۲۱) ف۱۱۲ بصائر سے دلائل توحید مراد ہیں فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ۔ جس نے مسئلہ توحید قبول کر لیا اس نے اپنے ہی بھلے کا کام کیا وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا اور جو شرک پر قائم رہا اس نے اپنا نقصان کیا وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ میں تم پر نگران نہیں ہوں میں تو صرف اللہ کی طرف سے منذر و مبشر ہوں وانما انا منذر والله تعالیٰ هو الذی یحفظ اعمالکم ویجازیکم علیها (روح ج ۷ ص ۲۴۹) اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کارساز اور غیب دان نہیں تھے۔ ف۱۱۲ یہ نہ ماننے کی تیسری وجہ ہے یعنی ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اور یہ مشرکین ان سے اعراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر کسی سے سیکھ کر آیا ہے وَلِيَقُولُوا سے پہلے معطوف علیہ محذوف ہے ای لیسعد بها قوم و یشقی بها آخرون ولیقولوا الخ ومعنی (درست) قرأت وتعلمت (روح) ف۱۱۳ یہ دوسری دلیل وحی ہے یعنی آپ کی طرف اللہ کی جانب سے یہ وحی آچکی ہے کہ اللہ کے سوا کارساز اور غیب دان کوئی نہیں۔ لہٰذا اسی کو پکارو۔ اس لئے آپ وحی ربانی کے پابند رہیں اور مشرکین کے عقائد باطلہ اور اقوال فاسدہ سے اعراض کریں اور ان کی پروا نہ کریں۔ ف۱۱۴ اس کے بعد وَلٰكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ مقدر ہے بقرینہ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ (مائدہ ع ۷) یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو جبراً ایمان کی توفیق دے دیتا اور کوئی آدمی شرک نہ کرتا مگر یہ ایمان اختیاری نہ ہوتا اور اس طرح ابتلاء و امتحان کی حکمت مفقود ہو جاتی۔ حفیظاً ذمہ دار، وکیل داروغہ، آپ کے ذمہ صرف تبلیغ ہے اگر وہ نہ مانیں تو اس کی ذمہ داری آپ پر نہیں اور نہ آپ کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ آپ ان کو ماننے پر مجبور کریں۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾

سوا اس کے پیدا کرنے والا ہر چیز کا سو تم اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر کارساز ہے نہیں پا سکتیں اس کو آنکھیں اور وہ پا سکتا ہے آنکھوں کو اور وہ نہایت لطیف خبردار ہے ف۱ تمہارے پاس آ چکیں ۱۱۲ نشانیاں تمہارے رب کی طرف سے پھر جس نے دیکھ لیا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے نقصان کو اور میں نہیں تم پر نگہبان اور یوں طرح طرح ۱۱۲ سے سمجھاتے ہیں آیتیں اور تاکہ وہ کہیں تو نے کسی سے پڑھا ہے اور تاکہ واضح کر دیں ہم اس کو واسطے سمجھ والوں کے تو چل ۱۱۳ اس پر جو حکم تجھ کو آوے تیرے رب کا کوئی معبود نہیں سوا اس کے اور منہ پھیر لے مشرکوں سے اور اگر اللہ چاہتا ۱۱۴ تو وہ لوگ شرک نہ کرتے اور ہم نے نہیں کیا تجھ کو ان پر نگہبان اور نہیں ہے تو ان پر داروغہ

موضح قرآن ف۱ یعنی آنکھ میں یہ قوت نہیں کہ اس کو دیکھ لے مگر جو وہ آپ کو دکھا دے اس واسطے کہ لطیف ہے۔

فتح الرحمن ف۱ احتمال بود کہ کفار گویند کہ پیغامبر رسالہ سابقہ را خواندہ و آنچہ میگوئی ماخوذ از کتب سابقہ است نہ وحی الٰہی پس خدائے تعالیٰ قرآن را بوجہی نازل ساخت و بوجہی گوناگون بیان کرد کہ مجال ایں شبہہ نماند زیرا کہ ایں قسم بیان از خواندن کتب سابقہ نمی آید بدون وحی الٰہی واللہ اعلم ۱۲۔

۱۱۵ یَدْعُوْنَ کے بعد عائد محذوف ہے ای یدعونھم۔ یعنی ان کے معبودان باطلہ کو بھی گالیاں نہ دو اگرچہ وہ حقیقت میں بھی برے ہوں ایسا نہ ہو کہ مشرکین عناد اور جہالت کی وجہ سے اللہ کو گالیاں دینے لگیں لیکن اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے اس لئے اللہ کو گالیاں دینا ان سے کس طرح متصور ہو سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات غیظ و غضب کی وجہ سے انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور اس سے اس قسم کی غلطی صادر ہو جاتی ہے ولا اشکال بناءً علی ان الغضب الغیظ قد یحملھم علی ذلک الا تری ان المسلم قد تحملہ شدۃ غیظہ علی التکلم بالکفر (روح ج ۷ ص ۲۵۲) یا بحذف مضاف اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا مراد ہے وقیل المراد بسب اللہ تعالیٰ سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (روح) یا مراد تمام مومنین ہیں کیونکہ مشرکین ان کو محض توحید کی وجہ سے گالیاں دیتے ہیں تو ان کو گالیاں دینا گویا کہ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینا ہے۔ **۱۱۶** یہ نہ ماننے کی چوتھی وجہ ہے یعنی مشرکین کو ان کے مشرکانہ اعمال اچھے اور خوبصورت نظر آتے ہیں اس لئے وہ ان کو چھوڑ کر توحید کی طرف نہیں آتے۔ **۱۱۷** زجر بطور شکوی وہ بڑی پکی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کو معجزہ دکھایا جائے تو وہ مان لیں گے۔ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ الخ جواب شکوہ آپ فرما دیں معجزات تو اللہ کے اختیار میں ہیں میرے اختیار میں نہیں ہیں۔ انما الاٰیٰت عند اللہ لا عندی فکیف اجیبکم الیھا او اٰتیکم بھا والمعنی ھو القادر علیھا لا انا حتی اٰتیکم بھا (روح ج ۷ ص ۲۵۳)

۱۱۸ چونکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی آرزو تھی کہ مشرکین کا مطلوبہ معجزہ آجائے تاکہ وہ ایمان لے آئیں اس لئے یہاں کُمْ ضمیر جمع سے خطاب میں ان کو بھی شامل فرمایا گیا اور فرمایا کہ تمہیں یہ بات معلوم نہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ اگر ان کو مطلوبہ معجزہ دے بھی دیا جائے تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے اس لئے معجزہ دکھانا حکمت کے خلاف ہے۔ نیز ان کی بہتری اسی میں ہے کہ ان کو معجزہ نہ دکھایا جائے کیونکہ مطلوبہ معجزہ کے انکار کے بعد فوری عذاب آجاتا ہے اور مہلت نہیں ملتی قیل للمؤمنین تتمنون ذلک وما یدریکم انھم یؤمنون۔ حاصل الکلام ان القوم طلبوا من الرسول معجزات قویۃ وحلفوا انھا لو ظھرت لاٰمنوا فبین اللہ تعالیٰ انھم وان حلفوا علی ذلک الا انہ تعالیٰ عالم بانھا لو ظھرت لم یؤمنوا (کبیر ج ۴ ص ۱۸۵)

۱۱۹ واؤ تعلیلیہ ہے اور یہ لَا یُؤْمِنُوْنَ کی علت ہے اور کما لم یؤمنوا۔ نقلب افئدتھم کی تعلیل ہے یعنی جب پہلی بار ان کے پاس آیتیں آئیں تو انہوں نے ضد و عناد کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر جباریت ثبت کر دی اس لئے اب اگر وہ منہ مانگا معجزہ دیکھیں گے تو ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے اور وہ ایمان نہیں لائیں گے اور ہم ان کو سرکشی میں سرگرداں چھوڑ دیں گے اور یہ پھیر دنیا تکوینی اسباب کے تحت ہو گا۔ ضد و عناد کی وجہ سے چونکہ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اس لئے ان کی باطنی اور قلبی بصیرت دونوں ماؤف ہو چکی ہیں۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور تم لوگ بُرا نہ کہو ان ۱۱۵ کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا

فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ

پس وہ بُرا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بے سمجھے اسی طرح

زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ

ہم نے مزین ۱۱۶ نظر میں ان کے اعمال کو پھر ان سب کو اپنے رب کے پاس

مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

پہنچنا ہے تب وہ جتلا دے گا ان کو جو کچھ وہ کرتے تھے

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَئِنْ

اور وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی ۱۱۷ تاکید سے کہ اگر

جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ لَّیُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ

آوے ان کے پاس کوئی نشانی تو ضرور اس پر ایمان لاویں گے تو کہہ دے

اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا یُشْعِرُكُمْ

کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تم کو اے مسلمانوں کیا خبر ہے ۱۱۸

اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَ

کہ وہ نشانیاں آویں گی تو یہ لوگ ایمان لے ہی آویں گے اور

نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا

ہم الٹ دیں گے ۱۱۹ ان کے دل اور ان کی آنکھیں جیسے کہ

لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ

ایمان نہیں لائے نشانیوں پر پہلی بار اور ہم چھوڑے رکھیں گے

فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع

ان کو ان کی سرکشی میں بہکتے ہوئے ف

ع ۱۳ / ۱۰ / ۱۹

[illegible]

موضح فرقان ف ا یعنی جن کو اللہ ہدایت دیتا ہے اول ہی حق سن کر انصاف سے قبول کرتے ہیں اور جس نے پہلے ہی ضد کی، اگر نشانی بھی دیکھے تو کچھ حیلہ بنالے فرعون اُن نشانیوں پر ایمان نہ لایا۔

۱۲۰ے یہ ماقبل ہی کی تفصیل ہے۔ یعنی اگر ہم ان کے مطلوبہ معجزات ان کو دکھا دیں مثلاً ان پر فرشتے اتار دیں (لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ الخ) اور مردے زندہ ہو کر ان سے باتیں کرنے لگیں (فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (دخان ع ۲) اور ہر چیز جو وہ چاہیں اٹھا کر ان کے سامنے کر دیں تو بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان ہے۔ گمراہی کے تین درجات (۱) سلب انابت الی اللہ (۲) ضلال اور (۳) مہر جباریت ہیں یہ تینوں ان میں موجود تھے ۱۲۱ے زخرف القول۔ یعنی غلط اور باطل بات جسے خوبصورت بنا کر پیش کیا جائے یہ نہ ماننے کی پانچویں وجہ ہے علی سبیل الترقی۔ جس طرح شیاطین جن وانس ہر پیغمبر کے دشمن ہوتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے پیغمبر کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن (شیاطین انس وجن) یہ کام سرانجام دے رہے ہیں اور مسئلہ توحید کے خلاف لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے پھر رہے ہیں۔ مثلاً یہ شخص بے ادب ہے اور بزرگوں کی بے ادبی کرتا ہے اس سے بچو۔ تائید۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ (حج ع ۷) یعنی جب اللہ کا پیغمبر اللہ کی آیتیں لوگوں کو پڑھ کر سناتا تو اس وقت شیطان لوگوں کے دلوں میں اس کے بارے میں وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا۔ ۱۲۲ے یعنی مائل ہو جائیں اِلَيْهِ کی ضمیر زخرف القول کی طرف راجع ہے وَلِتَصْغٰٓى۔ غُرُوْرًا پر معطوف ہے کیونکہ وہ مفعول لہٗ ہے بمعنی لیغروھم یا واؤ زائدہ ہے اور لتصغی جعلنا کے متعلق ہے ولیرضوہ ولیقترفوا — لتصغی پر معطوف ہیں۔ یعنی تاکہ وہ اسی زخرف القول، جھوٹی بات کو پسند کریں اور بداعمالیوں میں منہمک رہیں۔ ۱۲۳ے یعنی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بیان ہو گیا اور اس نے اپنی کتاب بھی اتار دی جس میں صاف صاف فرما دیا کہ سب کچھ جاننے والا اور سب کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لئے صرف اسی کو پکارو اور اس کے سوا کسی اور کو مت پکارو۔ اب میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کا فیصلہ قبول نہیں کر سکتا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ مشرکین قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنے اور ہمارے درمیان یہود یا نصاریٰ کے کسی بہت بڑے عالم کو حَکَم (جج) مقرر کر لیں تاکہ وہ آپ کے بارے میں اور آپ کے دین کے بارے میں اپنی کتاب کا فیصلہ سنا دے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ کو یہ اعلان کرنے کا حکم ہوا کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کو حَکَم نہیں مان سکتا۔ (رد ۷)

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ

اور اگر ہم ۱۲۰ے اتاریں ان پر فرشتے اور باتیں کریں

الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا

ان سے مردے اور زندہ کر دیں ہم ہر چیز کو ان کے سامنے

مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَ

تو کبھی یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں مگر یہ کہ چاہے اللہ

لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَكَذٰلِكَ

لیکن ان میں اکثر جاہل ہیں اور اسی طرح ۱۲۱ے

جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ

کر دیا ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن شریر آدمیوں کو

وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ

اور جنوں کو جو کہ سکھاتے ہیں ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی

الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ

باتیں فریب دینے کے لئے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ لوگ یہ کام نہ کرتے

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ

سو تو چھوڑ دے وہ جانیں اور ان کا جھوٹ اور اس لئے کہ مائل ہوں ان ۱۲۲ے

اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ

ملمع کی باتوں کی طرف ان کے دل جن کو یقین نہیں آخرت کا اور

لِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

وہ اس کو پسند بھی کر لیں اور کئے جاویں جو کچھ برے کام کر رہے ہیں وہ ف۱

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ

سو کیا اب اللہ کے ۱۲۳ے سوا کسی اور کو منصف بناؤں حالانکہ اسی نے ف۲

موضح قرآن ف۱ یہ کئی آیتیں اس پر اتریں ہیں کہ کافر کہنے لگے مسلمان اپنا مارا کھاتے ہیں اور اللہ کا مارا نہیں کھاتے فرمایا کہ ایسے فریب کی باتیں ملمع شیطان سکھاتے ہیں انسانوں کو شبہ ڈالنے کو عقل کا حکم نہیں۔ حکم اللہ کا ہے۔ آگے کھول کر سمجھا دیا کہ مارنے والا سب کا اللہ ہے لیکن اس کے نام کو برکت ہے جو اس کے نام پر ذبح ہوا سو حلال ہے جو بغیر اس کے مر گیا سو مردار۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی آنچہ لائق ایشانست ۱۲ ف۲ در سور نہائے مکیہ مذکور شدہ است کہ یہود تصدیق میکنند قرآن را و در سور نہائے مدنیہ مذکور شدہ است کہ یہود تکذیب میکنند آنرا و وجہ تطبیق آنست کہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در مکہ بود ہنوز دعوت یہود نکرد وہ بود ہمہ بصدق قرآن معرف بودند کہ حکم آن بر عرب لازم است و برعکس از ایشان انکار نکردو چون ہجرت فرمود ایشانرا دعوت کرد لعنادا در آمدند در سیرت ابن اسحاق چند قصہ باین مضمون مذکور است واللہ اعلم ۱۲ یا میدانند کہ نزول وحی میشود و آدمی را غوائے تعالیٰ پیغامبر میسازد در حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم و در قرآن دلائل صدق موجود است ۱۲ ع از اینجا تا آخر در بعض نسخ مطبوعہ یافتہ نشد ۱۲ سجاد بخاری۔

۱۲۴ الکتاب سے تورات وانجیل مراد ہے اور موصول سے علماء یہود ونصاریٰ مراد ہیں۔ والمراد بالکتاب التوراۃ والانجیل.... والمراد بالموصول اما علماء الیہود والنصاریٰ الخ (روح ج ۸ ص۹) یہ علماء یہود ونصاریٰ سے دلیل نقلی ہے یعنی وہ تورات وانجیل کی روشنی میں اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآن میں مسئلہ توحید اور اس کے علاوہ جو کچھ نازل ہو رہا ہے وہ سب حق ہے اور اللہ کی طرف سے ہے فلا تکونن میں خطاب ہر سامع کو ہے ۱۲۵ کلمۃ سے یا اللہ کا دین مراد ہے یا دعوائے توحید۔ دتمت ای بالدلائل العقلیۃ والنقلیۃ و دلائل الوحی یعنی دعوائے توحید عقل ونقل اور وحی کے دلائل سے کامل اور واضح ہو چکا ہے لامبدل لکلمتہ اس دعوائے توحید کو بدلنے والا کوئی نہیں وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ واؤ تعلیلیہ ہے اور یہ ماقبل کی علت ہے اور مبتدا اور خبر معرفہ ہونے کی وجہ سے یہ ترکیب مفید حصر ہے۔ یعنی ہر چیز کو سننے والا اور ہر چیز کو جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں اگر اس کے سوا کوئی اور بھی ہر چیز کو جاننے اور سننے والا ہوتا تو اسے بدلنے کا اختیار بھی ہوتا اذ لیس فلیس سورۂ کہف ع۴ فرمایا۔ واتل ما اوحی الیک من کتاب ربک لامبدل لکلمتہ اور اس کی دلیل ولن تجد من دونہ ملتحدا سے بیان فرمائی مطلب یہ کہ جب ہر چیز کو سننے اور جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں اور اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی نہیں تو اس کے کلمات کو بدلنے والا بھی کوئی نہیں۔ ۱۲۶ یہ زجر ہے اکثر من فی الارض مراد مشرکین ہیں والمراد باکثرھم الکفار (روح) سبیل اللہ سے مراد توحید باری تعالیٰ یعنی اگر آپ کفار ومشرکین کی بات مان لیں گے تو وہ تو آپ کو توحید کی راہ سے ہٹانے ہی کی کوشش کریں گے اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ الخ آپ کے پاس تو اللہ کی طرف سے وحی آئی ہے اور آپ کا علم علم الیقین ہے مگر مشرکین کے پاس ظن وتخمین کے سوا کچھ نہیں وہ محض ظن کی بنا پر شرک کر رہے ہیں يَخْرُصُوْنَ وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور اللہ کی طرف ولد (نائب) اور شرکاء کی نسبت کرتے ہیں والمراد انھم یکذبون علی اللہ تعالیٰ فیما ینسبون الیہ جل شانہ کاتخاذ الولد وجعل عبادۃ الاوثان ذریعۃ الیہ سبحانہ (روح ج ۸ ص۱۳)

۱۲۷ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ (راہ توحید) سے گمراہ ہو چکے ہیں اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت پر ہیں۔ یہ مشرکین گمراہ ہیں اور آپ کو بھی اپنی راہ پر ڈالنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں آپ ان سے خبردار رہیں۔

اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

اتاری تم پر کتاب واضح اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے ۱۲۴ وہ جانتے ہیں کہ یہ نازل ہوئی ہے تیرے رب کی طرف سے ٹھیک سو تو مت ہو شک کرنے والوں میں سے ۱۲۵ اور تیرے رب کی بات پوری سچی ہے اور انصاف کی کوئی بدلنے والا نہیں اس کی بات کو اور وہی ہے سننے والا جاننے والا اور اگر تو کہنا مانے گا ۱۲۶ اکثر ان لوگوں کا جو دنیا میں ہیں تو تجھ کو بہکا دیں گے اللہ کی راہ سے وہ سب تو چلتے ہیں اپنے خیال پر اور سب اٹکل ہی دوڑاتے ہیں ولا تیرا رب خوب ۱۲۷ جاننے والا ہے اس کو جو بہکتا ہے اس کی راہ سے اور وہی خوب جاننے والا ہے جو اس کی راہ پر ہیں سو تم کھاؤ اس جانور ۱۲۸ میں سے جس پر نام لیا گیا ہے

حِصّہ دوم — نفی شرک فعلی

۱۔ تحریمات غیر اللہ ۲۔ تحریمات اللہ ۳۔ نذور غیر اللہ

سورۂ انعام کے حصہ اول میں نفی شرک اعتقادی کا بیان تھا۔ اب دوسرے حصے میں نفی شرک فعلی کا بیان ہے۔ یہ حصہ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ (ع۱۴) سے لے کر ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ

فتح الرحمٰن ف۲ یعنی آنچہ کافران درباب تحریم وتحلیل اشیاء شبہات میکرد ند باطل است ۱۲

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (ع ۱۹) تک ہے اس حصے میں شرک فعلی کی تین شقیں مذکور ہیں۔ تحریمات غیر اللہ چار عنوانوں سے۔ تحریمات اللہ ایک دفعہ اور نذر غیر اللہ کو بھی چار عنوانوں سے ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ خلاصہ میں تفصیل سے مذکور ہو چکا ہے اور آگے آ رہا ہے۔ ۱۲۸؎ تحریمات غیر اللہ کا ذکر پہلی بار ہے۔ اس سے مراد وہ جانور ہیں جن کو مشرکین نے اپنے معبودوں کی تعظیم اور خوشنودی کے لئے اپنی طرف سے حرام کر رکھا تھا یعنی بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام وغیرہ فرمایا جن جانوروں کو خالصۃً اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو ان کو کھاؤ یعنی جن چیزوں کو اللہ نے حلال کیا ہے ان کو حلال سمجھ اور اپنی طرف سے ان کو حرام نہ کرو اور اپنی طرف سے تم نے جو تحریمات کر رکھی ہیں ان کو اٹھاؤ۔ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا الخ مذکورہ بحیرہ سائبہ وغیرہ جانوروں میں سے جن کو خالصۃً اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو تم کھاؤ یہ مطلب یہ ہو کہ ان کو حلال سمجھو۔

اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ

اگر تم کو اس کے حکموں پر ایمان ہے اور کیا سبب کہ تم نہیں کھاتے اس جانور میں سے کہ جس پر نام لیا گیا ہے اللہ کا اور وہ واضح کر چکا ہے ۱۲۹؎ جو کچھ کہ اس نے تم پر حرام کیا ہے مگر جب کہ مجبور ہو جاؤ اس کے کھانے ۱۳۰؎ پر اور بہت لوگ بہکاتے پھرتے ہیں اپنے خیالات پر بغیر تحقیق تیرا رب ہی خوب جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو اور چھوڑ دو کھلا ہوا گناہ ۱۳۱؎ اور چھپا ہوا جو لوگ ۱۳۲؎ گناہ کرتے ہیں عنقریب سزا پاویں گے اپنے کیے کی اور اس میں سے نہ کھاؤ جس پر ۱۳۳؎ نام نہیں لیا گیا اللہ کا اور یہ کھانا گناہ ہے اور شیطان دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کا کہا مانا

کا نام لیکر ذبح کیا گیا ہو تم کھاؤ یہ مطلب یہ ہو کہ ان کو حلال سمجھو۔

۱۲۹؎ غیر اللہ کی نذر و نیاز کی حرمت کا پہلی بار ذکر۔ یہاں اجمال ہے تفصیل آگے آ رہی ہے۔ قَدْ فَصَّلَ ماضی کا صیغہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محرمات کی تفصیل پہلے ہو چکی ہے۔ تفصیل کہاں ہوئی ہے؟ اس سوال کے جواب میں اگر سورۂ مائدہ کا نام لیا جائے تو یہ صحیح نہیں کیونکہ سورۂ انعام مکی ہے اور سورۂ مائدہ مدنی ہے اور انعام کے بعد نازل ہوئی اس لئے وہ مراد نہیں ہو سکتی۔ اس لئے مولانا اشرف علی تھانوی رح نے سورۂ نحل مراد لی ہے کیونکہ وہ نزول میں انعام پر مقدم ہے لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ نحل میں تفصیل نہیں اس میں صرف چار محرمات کا ذکر ہے۔ میتہ، دم، خنزیر اور مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ جس کی زیادہ تفصیل تو خود انعام میں موجود ہے اس لئے حضرت شیخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس سے محرمات کی یہی تفصیل مراد ہے جو انعام میں مذکور ہے اور قَدْ فَصَّلَ کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس سے قبل تفصیل کر چکا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کو تفصیل سے ذکر کر رہا ہے جو تم پر حرام ہیں جیسا کہ اس کے بعد رکوع ۱۹ کی ابتداء میں قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ الخ سے محرمات کو تفصیل سے ذکر فرمایا جیسا کہ سورۂ نور کی ابتداء میں فرمایا سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا امام رازی نے بھی اسی کے قریب قریب ہی اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ فرماتے ہیں الاولی ان یقال المراد قوله بعد هذه الاٰية قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِيْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ وَهٰذِهِ الْاٰيَةُ وان كانت مذكورة بعد هذه الاٰية بقليل الا ان هذا القدر من التاخير لا يمنع ان يكون هو المراد والله اعلم (کبیر ج ۴ ص ۔۔)

۱۳۰؎ یہ مَا حَرَّمَ سے استثناء ہے اور اس میں حالت اضطرار کا حکم بیان کیا گیا کہ حالت اضطرار میں یعنی جب بھوک کی وجہ سے زندگی تلف ہو جانے کا اندیشہ ہو تو بقدر سد رمق محرمات میں سے کھا لینا جائز ہے۔ وَاِنَّ كَثِيْرًا الخ بہت سے لوگ دوسروں کو اپنے من گھڑت دین کی باتیں سنا سنا کر اللہ کے اصل دین توحید سے بہکاتے ہیں اس سے مشرک اور گمراہ مولوی اور پیر مراد ہیں۔ مثلاً احبار و رہبان اور قسیسین جو لوگوں کو گمراہ کرتے تھے الْمُعْتَدِيْنَ اللہ کی مقررہ حدود سے تجاوز کرنے والے، غیر اللہ کے لئے تحریمیں کرنے والے اور غیر اللہ کے لئے نذریں نیازیں دینے والے بھی اس میں داخل ہیں۔ ۱۳۱؎ ظَاهِرَ الْاِثْمِ جو گناہ ظاہری اعضاء سے کئے جائیں مثلاً شرک فعلی وغیرہ بَاطِنَهٗ جو گناہ دل سے کئے جائیں مثلاً شرک اعتقادی وغیرہ الشرك الجلي والخفي (مدارک ج ۲ ص ۲۲) المراد بظاهر الاثم افعال الجوارح وباطنه افعال القلوب الخ (خازن ج ۲ ص ۱۶۳) ۱۳۲؎ یہاں الاثم سے مذکورہ ظاہری اور باطنی اثم ہی مراد ہے یہ تخویف اخروی ہے شرک فعلی اور شرک اعتقادی کرنے والوں کے لئے۔ ۱۳۳؎ جن جانوروں پر خالص اللہ کا نام نہیں لیا گیا انہیں مت کھاؤ یعنی ان کو حلال

موضح قرآن ف یعنی کافروں کے بہکانے پر نہ ظاہر میں عمل کرو نہ دل میں شبہ رکھو۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی میتہ حرام است الا وقت ضرورت تناول آن رخصت است واللہ اعلم ۱۲۔

نہ سمجھو وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ۔ جن جانوروں پر خالص اللہ کا نام نہ لیا جائے بلکہ غیر اللہ کا نام لیا جائے ان کو حلال جاننا فسق اور کفر ہے۔ فسق سے اس کا کامل درجہ یعنی کفر مراد ہے وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ ای من الجن والانس ۔ یعنی شیاطین جن وانس اپنے ماننے والوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے اور ان کو مشرکانہ افعال کی ترغیب دیتے ہیں وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اگر تم نے (اے جماعت مؤمنین) ان کی بات مان لی اور تحریمات لغیر اللہ کو حرام اور نذور غیر اللہ کو حلال جاننے لگے جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو یاد رکھو پھر تم بھی ان جیسے مشرک ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے محرمات کو حلال جاننا اور اس کے حلال کو حرام جاننا بھی شرک ہے قال الزجاج فیه دلیل علی ان کل من احل شیئا مما حرم اللہ او حرم شیئا مما احل اللہ تعالیٰ فهو مشرك الخ (کبیر ج ۴ ص ۲۰۳) **۱۳۴** بشارت

اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ

تو تم بھی مشرک ہوئے ف۱ ف۲ بھلا ایک شخص جو کہ **۱۳۴** مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ

وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ

کر دیا اور ہم نے اس کو دی روشنی کہ لئے پھرتا ہے اس کو لوگوں میں

كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ

برابر ہو سکتا ہے اس کے کہ جس کا حال یہ ہو کہ پڑا ہے اندھیروں میں وہاں سے نکل نہیں سکتا

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

اسی طرح مزین کر دیئے کافروں کی نگاہ **۱۳۵** میں ان کے کام ف۲ ف۳

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا

اور اسی طرح کئے ہیں ہم نے ہر بستی میں گنہگاروں کے سردار

لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ

کہ حیلے کیا کریں وہاں اور جو حیلہ کرتے ہیں سو اپنی ہی جان پر

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ

اور نہیں سوچتے ف۳ ف۴ اور جب آتی ہے ان کے پاس **۱۳۶** کوئی آیت

قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ

تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہ مانیں گے جب تک کہ نہ دیا جاوے ہم کو جیسا کہ دیا گیا ہے

رُسُلُ اللّٰهِ ؔؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ

اللہ کے رسولوں کو ف۴ اللہ خوب جانتا ہے اس موقع کو کہ جہاں بھیجے

رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ

اپنے پیغام عنقریب پہنچے گی گنہگاروں **۱۳۷** کو ذلت

عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

اللہ کے ہاں اور عذاب سخت اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے

مع تخویف۔ یہ مومن وکافر اور موحد ومشرک کی تمثیل ہے۔ کفر وشرک کو موت اور ظلمت سے اور ایمان وتوحید کو حیات اور نور سے تشبیہ دی یعنی جو شخص پہلے کافر ومشرک تھا اللہ نے اس کے مردہ دل کو زندگی عطا فرمائی اور اسے ایمان کی توفیق دے کر ہدایت کی روشنی عطا کی وہ اس شخص کی مانند نہیں ہو سکتا جو کفر وشرک کے اندھیروں میں گھرا ہوا ہے اور ایمان کی توفیق اور ہدایت کی روشنی سے محروم ہے كَذٰلِكَ زُيِّنَ الخ یہ انکار کی چوتھی وجہ کا اعادہ ہے **۱۳۵** یہ نہ ماننے کی چھٹی وجہ ہے۔ اَكٰبِرَ۔ جَعَلْنَا کا مفعول اول اور مُجْرِمِيْهَا مفعول ثانی یا برعکس لِيَمْكُرُوْا لام عاقبت یعنی ہر بستی کے بڑے بڑے لوگ مجرم ہوتے ہیں اور دین حق کے خلاف مکر وفریب کی چالیں سوچتے اور لوگوں کو قبول حق سے روکتے رہتے ہیں وَمَا يَمْكُرُوْنَ الخ مکر وفریب کا وبال خود ان کی اپنی جانوں پر پڑے گا۔ اس سے وہ دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے یعنی ما یحیق هذا المکر الا بهم لان وبال مکرهم یعود علیهم (خازن ج ۲ ص ۶۳) **۱۳۶** یہ شکوی ہے جب ان کو کوئی معجزہ دکھایا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمیں وہ معجزات نہ دکھائے جائیں جو پہلے رسولوں نے دکھائے تھے اَللّٰهُ اَعْلَمُ الخ جواب شکوی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہے کہ مرتبۂ رسالت کی اہلیت کس شخص میں ہے اسی طرح اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ کونسا اور کس قسم کا معجزہ کس موقع کے مناسب ہے اور وہ اپنی حکمت بالغہ کے مطابق معجزات کا اظہار فرماتا ہے۔ تمہاری خواہشات کا پابند نہیں۔ حصن حصین میں ہے کہ یہ مقام قبولیت دعا کا ہے جب تلاوت کنندہ اس آیت پر پہنچے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی کسی حاجت کے لئے دعا مانگے **۱۳۷** یہ تخویف اخروی ہے صَغَارٌ ذلت ورسوائی بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ با سببیہ ہے یعنی یہ سزا ان کو دین اسلام کے خلاف مکر وفریب کے جال بچھا کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی وجہ سے ملے گی۔

موضح قرآن ف۱ یعنی شرک فقط یہی نہیں کہ کسی کو سوائے خدا کے پوجے بلکہ شرک حکم میں بھی ہے کہ اور کا مطیع ہو جاوے۔ ف۲ اوپر ذکر تھا مردے کا یہاں کافر پر دہی مثال فرمائی یعنی اول جہان میں سب مردے تھے پھر جس کو ایمان ملا وہ زندہ ہوا اور روشنی پائی کہ اس کے منہ پر سب لوگ دیکھتے ہیں روشنی ایمان کی اور جس کو ایمان نہ ملا وہ اندھیروں میں پڑا رہا۔ ف۳ یعنی ہمیشہ کافروں کے سردار حیلے نکالتے رہے ہیں تا عوام الناس پیغمبر کے مطیع نہ ہو جاویں جیسے فرعون نے معجزہ دیکھا تو حیلہ نکالا کہ سحر کے زور سے سلطنت لیا چاہتا ہے۔

فتح الرحمن ف۱ مراد ازیں وسوسہ آنست کہ اہل جاہلیت میگفتند چرا کشتۂ خود را نخوریم وکشتۂ خدا را نخوریم ۱۲ ف۲ یعنی کافر بود ہدایت کردیمش ۱۲ ف۳ چنانکہ رؤسائے کفار مکہ در نصرت کفر سعی میکردند ۱۲ ف۴ یعنی بر ہر کسی از ما جبرائیل فرود آید ووحی نازل شود ۱۲

۱۳۸ہ ہدایت اور گمراہی اللہ کے اختیار میں ہے جسے وہ ہدایت دینا چاہے اس کے سینے میں وسعت پیدا کر دیتا ہے اور اسے قبول حق کی توفیق عطا کر دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے اور اس سے قبول حق کی توفیق سلب کر لیتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ اس کے قانون تکوینی کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ منیبین کو ہدایت دیتا ہے اور معاندین کو گمراہ کرتا ہے۔ ضد و عناد کی وجہ سے ان کے دلوں میں قبول حق کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ ۱۳۹ہ یہ مذکورہ بیان کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی تحریمات غیر اللہ کو اٹھانا اور غیر اللہ کی نذور کو حرام جاننا اور شرک اعتقادی و شرک فعلی سے اجتناب کرنا یہ تمام چیزیں ہی صراط مستقیم اور یہی اللہ کا دین ہے جو اس نے مقرر فرمایا ہے۔ ای ھٰذا الدین الذی شرعناہ لك یا محمد بما اوحینا الیك ھٰذا القراٰن ھو صراط اللہ المستقیم الخ (ابن کثیر ج ۲ ص ۱۷۵)

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ

سو جس کو اللہ چاہتا ۱۳۸ہ ہے کہ ہدایت کرے تو کھول دیتا ہے اس کے سینہ کو

لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ

واسطے قبول کرنے اسلام کے ف۱ اور جس کو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے کر دیتا ہے

صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي

اس کے سینہ کو تنگ بے نہایت تنگ گویا وہ زور سے چڑھتا ہے

السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ

آسمان پر اسی طرح ڈالے گا اللہ عذاب کو

عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ

ایمان نہ لانے والوں پر ف۲ اور یہ ہے ۱۳۹ہ راستہ

رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

تیرے رب کا سیدھا ہم نے واضح کر دیا نشانیوں کو غور کرنے

يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ

والوں کے واسطے ف۳ انہی کے لئے ہے ۱۴۰ہ سلامتی کا گھر اپنے رب کے ہاں اور

هُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوْمَ

وہ ان کا مددگار ہے بسبب ان کے اعمال کے اور جس دن ۱۴۱ہ

يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ

جمع کرے گا ان سب کو فرمائے گا اے جماعت جنات کی ف۴ تم نے

اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ

بہت کچھ تابع کر لئے اپنے آدمیوں میں سے اور کہیں گے ان کے دوستدار

مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ

آدمیوں میں سے ف۵ اے رب ہمارے کام نکالا ہم نے ایک نے دوسرے سے ف۶

ف۱ بشارت ۱۲
ف۲ زجر ۱۲
ف۳ ای المذکور من قبل یعنی شرک اعتقادی اور فعلی سے اجتناب کرنا ۱۲
ف۴ بشارت ۱۲
ف۵ تخویف اخروی ۱۲
ف۶ اس سے پہلے یقول مقدر ہے ۱۲
ف۷ یعنی جنوں نے جنات کی تابعداری کی ۱۲

۱۴۰ہ بشارت اخروی ہے ضمیر مجرور قوم یذکرون کی طرف راجع ہے۔ یعنی جو لوگ اللہ کی آیتوں سے نصیحت حاصل کرتے اور ان کے مطابق عمل کرتے ہیں آخرت میں ان کے لئے سلامتی اور امن ہے اور یہ ان کے اعمال صالحہ کی جزاء ہوگی۔ ۱۴۱ہ یہ تخویف اخروی ہے يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ اس سے پہلے يَقُوْلُ مقدر ہے اِسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ تم نے بہت سے انسانوں کو اپنے تابع کر لیا اور بہت سوں کو گمراہ کیا اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ضمیر مجرور الجن کی طرف راجع ہے اور اولیاء سے مراد متبعین ہیں وقال اولیاء الجن ای الکفار من الانس (بحر ج ۴ ص ۲۲۰) ای الذین اطاعوھم واتبعوھم (روح ج ۸ ص ۲۵) جن لوگوں نے دنیا میں شیاطین کی پیروی کی وہ اظہار ندامت اور اعتراف جرم کے طور پر کہیں گے اے اللہ بیشک ہم ایک دوسرے سے (یعنی جن انسانوں سے اور انسان جنوں سے) فائدہ اٹھاتے رہے ہیں اور آج اس میعاد پر آپہنچے ہیں جو تو نے مقرر کر رکھی تھی یعنی قیامت۔ ایک دوسرے سے فائدہ اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں بعض مشرک جنوں کی پناہ ڈھونڈتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ وہ جنوں کی پناہ میں محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف جنوں کو یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ انسانوں کی نظروں میں معظم و مقدس ہو جاتے ہیں۔ عن الحسن وابن جریج والزجاج وغیرھم ان استمتاع الانس بھم انھم کانوا اذا سافر احدھم وخاف الجن قالوا اعوذ بسید ھٰذا الوادی واستمتاعھم بالانس اعترافھم بانھم قادرون علی اعاذتھم واجارتھم (روح)۔ قال ابن عباس ایضًا ومقاتل استمتاع الانس بالجن قال بعضھم اعوذ بعظیم ھٰذا الوادی من شر اھلہ اذا بات بالوادی فی سفرہ واستمتاع الجن بالانس افتخارھم علی قومھم وقولھم قد سدنا الانس حتی صاروا یعوذون بنا (بحر)

موضح قرآن ف۱ اول فرمایا تھا کہ کافر قسمیں کھاتے ہیں کہ ایک آیت دیکھیں تو البتہ یقین لاویں اور اب فرمایا کہ ہم نہ دیں گے ایمان تو کیونکر لاوینگے بیچ میں مردار حلال کرنے کے حیلے نقل کیے اب اس بات کا جواب فرمایا کہ جس کی عقل اس طرف چلے کہ اپنی بات نہ چھوڑے جو دلیل دیکھے کچھ حیلہ بنا لے وہ نشان ہے گمراہی کا اور جس کی عقل چلے انصاف پر اور حکم بر داری پر وہ نشان ہدایت کا ان لوگوں میں نشان ہیں گمراہی کے انکو کوئی آیت اثر نہ کریگی ف۲ یعنی حکم برداری کرنی اور عقل کو دخل نہ دینا سیدھی راہ ہے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی بفہماندش حقیقت اسلام و محاسن آن ۱۲ ف۲ یعنی ہر چند میخواہند حقیقت اسلام و محاسن آن بفہمند نمی توانند ۱۲ ف۳ یعنی ای شیاطین ۱۲ ف۴ یعنی تابعان ایشان از کفار ۱۲ ف۵ یعنی متبوعان خوش وقت شدند بتابعان و تابعان محظوظ شدند از متبوعان ۱۲

۱۴۲ یہ ماقبل سے استثناء ہے اور اس سے معلوم ہوا ہے کہ مشرکین کو کبھی کبھی دوزخ سے باہر نکالا جائے گا اور اس سے مراد وہ وقفہ ہے جب ان کو ماء حمیم (گرم پانی) پلانے کے لئے باہر لایا جائے گا۔ یا جب ان کو طبقہ زمہریریہ میں داخل کیا جائے گا۔ (روح) یا کوئی اور عذاب دیا جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا (روح) کذا قال الشیخ قدس سرہ ۱۴۳ نہ ماننے کی ساتویں وجہ۔ یعنی بوجہ شرک تمام مشرکین ایک دوسرے کے دوست بن جاتے ہیں اور دعوائے توحید کو قبول نہیں کرتے۔ جیسا کہ سورۂ عنکبوت ع ۳ میں ہے اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا جس طرح مشرک پیر کے مرید باہم پیر بھائی ہوتے ہیں اور اہل توحید کی بات نہیں مانتے ۱۴۴ تخویف اخروی ہے اور اس سے قبل يُقَالُ لَهُمْ مقدر ہے یعنی قیامت کے دن ان سے یہ کہا جائے گا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا یہ کفار جن وانس کی طرف سے اعتراف ہوگا کہ بلا شبہ ان کے پاس اللہ کے رسول آئے مگر وہ دنیوی عیش میں منہمک اور ظاہری شان وشوکت پر مغرور ہو گئے اور اللہ کے رسولوں کا انکار کر دیا۔ ۱۴۵ اشارہ مضمون مذکور کی جانب ہے یعنی ہم اپنی آیتیں بیان کرنے والے، ڈر سنانے والے اور خوشخبری دینے والے رسولوں کو اس لئے بھیجتے ہیں تاکہ لوگوں پر ہماری حجت قائم ہو جائے اور یہ بات ہمارے دستور کے خلاف ہے کہ لوگ ہمارے احکام سے بیخبر ہوں اور ان کے پاس کوئی رسول نہ بھیجا ہو۔ اور پھر ان کو ہلاک کر دیا جائے ای لا یھلکھم حتی یبعث الیھم رسولا (بحر ج ۴ ص ۲۲۲) ۱۴۶ لِکُلٍّ کی تنوین مضاف الیہ محذوف سے عوض ہے اصل میں لکل عامل بطاعة الله او بمعصیته درجات ای منازل یبلغھا بعمله ان کان خیرا فخیر وان کان شرا فشر (خازن ج ۲ ص ۱۵۵) یعنی ہر مومن وکافر کو اس کے اعمال کے مطابق درجہ ملے گا۔ جس طرح مومن و کافر کے درجات میں تفاوت ہے اسی طرح مومنوں اور کافروں کے درجات میں بھی کثرت وقلت حسنات وسیئات کے اعتبار سے تفاوت ہوگا۔

وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ

اور ہم پہنچے اپنے اس وعدہ کو جو تو نے ہمارے لئے مقرر کیا تھا فرمائیگا آگ

مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ

ہے گھر تمہارا رہا کرو گے اسی میں مگر جب چاہے اللہ ف۲ ۱۴۲

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ

البتہ تیرا رب حکمت والا خبردار ہے ف۱ اور اسی طرح

نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا

ہم ساتھ ملا دینگے ۱۴۳ گنہگاروں کو ایک کو دوسرے سے ان کے

يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ

اعمال کے سبب اے جماعت جنوں ۱۴۴ کی اور انسانوں کی کیا نہیں

يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ

پہنچے تھے تمہارے پاس رسول تمہی میں کے کہ سناتے تھے تم کو

اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ

میرے حکم اور ڈراتے تھے تم کو اس دن کے پیش آنے سے

قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ

کہیں گے کہ ہم نے اقرار کر لیا اپنے گناہ کا اور ان کو دھوکا دیا دنیا کی

الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

زندگی نے اور قائل ہو گئے اپنے اوپر اس بات کے کہ وہ

كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ

کافر تھے ف۲ ف۳ یہ اس واسطے کہ تیرا ۱۴۵ رب ہلاک کرنے والا نہیں

الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ

بستیوں کو ان کے ظلم پر اور وہاں کے لوگ بے خبر ہوں ف۴ اور ہر ایک کے ۱۴۶ لئے

موضح قرآن ف۱ دنیا میں جو انسان بت پوجتے ہیں اور وہ فی الحقیقت جن ہیں اس خیال پر کہ وہ ہماری حاجت پوری کر دینگے انکو نیازیں چڑھاتے ہیں جب آخرت میں وہ جن اور انسان برابر پکڑے جاویں گے تب یوں عذر کرینگے کہ ہم نے پوجا نہیں لیکن آپس کی کارروائی کر لی تھی اور یہ جو فرمایا کہ آگ میں رہا کریں مگر جو چاہے اللہ اس واسطے کہ اگر عذاب دوزخ دائم ہے تو اسی کے چاہنے سے ہے وہ چاہے تو موقوف کرے لیکن ایک چیز چاہ چکا ف۲ اس سورہ میں اوپر مذکور ہوا کہ اول کافر اپنے کفر کا انکار کریں گے پھر حق تعالیٰ تدبیر سے ان کو قائل کرے گا۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی برائے حساب ما پس در حق ما چہ حکم است ۱۲ ف۲ یعنی در حق اہل نجات ۱۲ ف۳ مراد آنست کہ آیا نیامدہ اند یعنی از مجموع جن وانس وآن صادق است ہو دن رسل از انس مبعوث بانس وجن ۱۲ ف۴ یعنی قبل از بعث رسل عقوبت نمی آید ۱۲۔

۱۴۷ے یہ تخویف دنیوی ہے۔ یہاں اگر کسی کے دل میں یہ اشکال پیدا ہو کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت اور صفت عذاب دونوں کو کیوں جمع کر دیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی دونوں صفتوں کو بیان کرنا مقصود ہے کہ بیشک اللہ رحیم اور مہربان ہے۔ لیکن نافرمانوں کو عذاب دینے پر بھی قادر ہے۔ تائید وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ تم نہیں مانو گے تو وہ تمہیں ہلاک کر دے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو آباد کر دے گا جس طرح تم سے پہلے لوگوں کی جگہ تم کو دی۔ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ الخ

تمہیں جس چیز (عذاب یا قیامت) کا وعدہ دیا جا رہا ہے وہ آ کر رہے گی۔ اللہ کے وعدے میں ہرگز تخلف نہیں ہوگا۔ اور نہ تم ہی اس کو روکنے کی قدرت اور طاقت رکھتے ہو۔ ۱۴۸ے یہاں اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ تک تخویف اخروی ہے ۱۴۹ے یہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کا دوسری بار ذکر ہے پہلے قَدْ فَصَّلَ الخ میں اجمالاً ذکر کیا یہاں قدرے تفصیل سے ذکر فرمایا یعنی مشرکین نہ صرف چوپایوں ہی کو غیر اللہ کا حصہ نکالتے ہیں بلکہ وہ غلوں اور پھلوں سے بھی غیر اللہ کی نذر و نیاز مقرر کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف وہی جانور حرام نہیں جسے غیر اللہ کی تعظیم کیلئے ذبح کیا جائے بلکہ وہ بھی حرام ہے جو زندہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کے طور پر دیدیا جائے۔ مشرکین زمین کی پیداوار سے اور جانوروں سے اپنے معبودوں کی نیاز کے حصے معین کر دیتے تھے اور ساتھ اللہ کا حصہ بھی متعین کرتے تھے ۱۵۰ے اپنے معبودانِ باطلہ کی نذر و نیاز کے حصوں کو اللہ کی نذر کے مصارف میں خرچ نہیں کرتے تھے لیکن اللہ کی نذروں کو اپنے معبودوں کی نذروں کے مصارف میں خرچ کر دیتے تھے۔ ای فما عینوہ لشرکائهم لا یصرف الی الوجوہ التی یصرف الیها ما عینوہ للہ تعالٰی وما عینوہ للہ تعالٰی یصرف الی الوجوہ التی

دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ

درجے ہیں ان کے عمل کے اور تیرا رب بے خبر نہیں

عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ

ان کے کام سے اور تیرا رب بے پروا ۱۴۷ے ہے رحمت والا

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ

اگر چاہے تو تم کو لے جاوے اور تمہارے پیچھے قائم کر دے

مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ

جس کو چاہے جیسا تم کو پیدا کیا اوروں کی اولاد

اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ

سے جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنے والی ہے اور تم

بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ

عاجز نہیں کر سکتے تو کہہ دے اے لوگو ۱۴۸ے تم کام کرتے رہو اپنی جگہ پر

اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ

میں بھی کام کرتا ہوں سو عنقریب جان لوگے تم کہ کس کو ملتا ہے

عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

عاقبت کا گھر بالیقین بھلا نہ ہوگا ظالموں کا

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ

اور ٹھہراتے ہیں اللہ ۱۴۹ے کا اس کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مواشی میں

نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا

ایک حصہ پھر کہتے ہیں یہ حصہ اللہ کا ہے اپنے خیال میں اور یہ

لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى

ہمارے شریکوں کا ہے سو جو حصہ ۱۵۰ے ان کے شریکوں کا ہے وہ تو نہیں پہنچتا

۱ تخویف دنیوی یعنی بیشک اللہ تعالیٰ مہربان تو ہیں لیکن عذاب دینے پر بھی قادر ہیں۔ اور وہ اس کو محل بھی سکتا ہے ۱۲ ۳ تخویف اخروی

۴ نیازات غیر اللہ کا دوسری بار بیان پہلا اجمالاً اس میں تفصیلاً اس میں بیان وہ صورتیں بیان کی گئی ہیں ۱۲

فتح الرحمن ف۱ اہل جاہلیت احکامی چند اختراع کردہ بودند از انجملہ آنست کہ از زراعت و مواشی پارہ برائی خدا مقرر میکردند و پارہ برائے بتاں و حصۂ خدا بر مساکین و ضیفان صرف میکردند و حصۂ بتان با ستانۂ بتان میرسانیدند پس اگر چیزی از حصۂ خدا در حصۂ بتان مخلوط میشد ترک میکردند کہ خدا حاجت ندارد و اگر حصۂ بتان در حصۂ خدا مخلوط میشد آنرا جدا میکردند کہ بتان محتاج اند و از انجملہ آنست کہ قتل دختران تجویز میکردند و پیشوایان ایشان بدین معنی فتوی دادہ بودند و از انجملہ آنست کہ بعض زراعت و مواشی را حجر میساختند کہ غیر سدنۂ بتان کسی دیگر نخورد و آنچہ برای بتان ذبح میکردند نام خدا بران نمیگرفتند و از انجملہ آنست کہ چون بحائر و سوائب بچہ میزادند اگر زندہ بودی مردان را حلال میدانستند نہ زنان را و اگر مردہ بودی ہمہ را حلال میدانستند خدا تعالیٰ رد این مذاہب باطلہ فرمود و آنچہ حکم حق است بیان فرمود و محرماتی کہ از اہل ملل بران متفق اند ذکر کرد واللہ اعلم ۱۲

۱۵۱ے یہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کی ایک تیسری شق کا بیان ہے۔ جس طرح مشرکین پھلوں، غلوں اور چوپایوں سے غیر اللہ کا حصہ نکالتے تھے اسی طرح وہ اپنی اولاد میں سے بھی بعض کو اپنے معبودوں کی نذر کے طور پر ذبح کرتے تھے وقیل انھم کانوا ینذرون احدھم اذا بلغ بنوہ عشرۃ نحر واحد منھم (روح ج ۸ ص ۳۱) شُرَكَآؤُهُمْ ۔ زَيَّنَ کا فاعل اور قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ اس کا مفعول ہے۔ چونکہ معبودوں سے محبت وعقیدت ان سے یہ کام کراتی تھی اور اسی وجہ سے وہ اس کام کو عبادت سمجھتے تھے اس لئے مجازاً فعل تزیین کو شرکاء کی طرف منسوب کیا گیا **۱۵۲ے** یہ تحریمات غیر اللہ کا دوسری بار ذکر ہے۔ یہاں باقی ماندہ صورتوں میں سے چار کا ذکر ہے (۱) هٰذِهٖ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ کچھ چوپایوں اور کھیتوں کو وہ اپنے معبودوں کے لئے مقرر کر دیتے تھے اور کہتے تھے انہیں کوئی نہیں کھا سکتا (۲) وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا بعض نامزد چوپایوں پر سواری کرنے اور بوجھ لادنے کو حرام سمجھتے تھے (۳) وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا جن چوپایوں کو وہ غیر اللہ کے لئے نامزد کرتے تھے ذبح کے وقت ان پر اللہ کا نام نہیں لیتے تھے (۴) وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا الخ بحائر وسوائب کے بارے میں وہ یہ فیصلہ کر دیتے تھے کہ ان کے پیٹ کا بچہ اگر زندہ پیدا ہو تو مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام ہوگا اور اگر مردہ پیدا ہو تو دونوں جنسوں کے لئے حلال ہوگا۔ مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ان معبودوں کے لئے تحریمیں کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے کہ ہم نے اس کے برگزیدہ بندوں کی تعظیم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس فعل کو اپنی ذات مقدسہ پر افترا قرار دیا۔ اور اس افترا پر ان کو تخویف اخروی سنائی۔

اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۗ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ

اللہ کی طرف اور جو اللہ کا ہے وہ پہنچ جاتا ہے ان کے شریکوں کی طرف کیا ہی بُرا انصاف کرتے ہیں ف۱ اور اسی طرح مزین بنا کر دیا بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کی اولاد کے قتل کو ان کے شریکوں نے ف۲ تاکہ ان کو ہلاک کریں اور رلا ملا دیں ان پر ان کے دین کو اور اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے سو چھوڑ دے وہ جانیں اور ان کا جھوٹ اور کہتے ہیں کہ یہ مواشی ۱۵۲ اور کھیتی ممنوع ہے اس کو کوئی نہ کھاوے مگر جس کو ہم چاہیں ان کے خیال کے موافق اور بعضے مواشی کی پیٹھ پر چڑھنا حرام کیا اور بعض مواشی کے ذبح کے وقت نام نہیں لیتے اللہ کا اللہ پر بہتان باندھ کر عنقریب وہ سزا دیگا ان کو اس جھوٹ کی اور کہتے ہیں جو کچھ ان مواشی کے پیٹ میں ہے ف۳ اس کو تو خاص ہمارے مرد ہی کھاویں اور وہ حرام ہے

ف۱ نذر غیر اللہ کی تیسری صورت کا ذکر ہے ۱۲ ف۲ یعنی ان کے ساتھ مشرکانہ محبت کی وجہ سے وہ قتل اولاد کو بھی پسند کرنے لگے ۱۲ ف۳ [illegible] ف۵ تحریمات مشرکین کا دوسری بار ذکر کیا ہے جس میں چار صورتیں بیان کی گئی ہیں ۱۲ ف۶ پہلی صورت ۱۲ ف۷ دوسری صورت ۱۲ ف۸ تیسری صورت ۱۲ ف۹ چوتھی صورت ۱۲

موضح قرآن ف۱ کافر اپنی کھیتی میں سے اور مواشی کے بچوں میں سے اللہ کی نیاز نکالتے اور بتوں کی بھی نیاز نکالتے۔ پھر بعض جانور اللہ کے نام کا بہتر دیکھا تو بتوں کی طرف بدل دیا اور بتوں کی طرف کا اللہ کی طرف نہ کرتے ان سے زیادہ ڈرتے اب جاننا چاہئے کہ اللہ کی نیاز دینی یہ کہ اس کی راہ میں جن کو دلوا دیا ہے انکو دینا اس کا فائدہ اُس کو نہیں پہنچتا اسی حکم برداری ہے آگے اور چیز سے فائدہ فقیر کو اور ثواب سے فائدہ دینے والے کو پھر جو کسی بزرگ کے واسطے کچھ دے اگر اسی وضع پر دے تو شرک ہے جس پر اللہ نے الزام دیا مگر اس بزرگ کو اپنی جگہ ٹھہراوے کہ اس کی طرف سے اللہ کی راہ میں جن کو کہا ان کو دے تو حکم برداری ہے۔ اللہ کی اور چیز فقیر کو اور ثواب اس شخص کے بدلے اس بزرگ کو یا اس کو فقیر کی جگہ ٹھہراوے کہ چیز اس کی کر دے پھر اس کی چیز لوگوں کے کام آئی تو اس کو ثواب ہوا یہ صورت مشکوک ہے پہلی صورت بے شک ہے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی شیاطین کہ وسوسہ کردہ اند یا پیشوایان کہ مذہب قرار دادہ اند ۱۲ **ف۲** یعنی در حکم بحائر و سوائب باشد ۱۲

۱۵۳ اس آیت میں بالاختصار دونوں مضمونوں کا اعادہ کیا گیا ہے قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ میں نذر غیر اللہ کا اور وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ میں تحریمات غیر اللہ کا اِفْتِرَآءً مصدر بمعنی اسم فاعل حَرَّمُوْا کے فاعل سے حال واقع ہے۔ اس آیت میں نذر غیر اللہ کا اور تحریمات غیر اللہ کا تیسری بار ذکر ہے۔ **۱۵۴** یہ نذر غیر اللہ کا چوتھی بار ذکر ہے یہاں سے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ تک غلوں، پھلوں اور میووں کی مختلف انواع و اقسام کا ذکر کر کے فرمایا ان سے خالص اللہ کا حق ادا کرو اور ان میں غیر اللہ کی نذر و نیاز مت دو مَعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ بعض مفسرین نے ان دونوں صفتوں کو انگور سے متعلق کیا ہے یعنی بعض انگور ایسے ہیں جن کے لئے لکڑی کے عرشیں (چھپر) بنا کر ان پران کو چڑھایا جاتا ہے اور بعض ویسے ہی زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ بعض کے نزدیک معروشات سے انگور اور دوسری اسی قسم کی بیلیں مراد ہیں جو عرشیں پر چڑھائی جاتی ہیں اور غیر معروشات سے تناور درخت مراد ہیں۔ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ یعنی یہ پھل اور میوے شکل وصورت اور رنگ میں تو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ لیکن ذائقہ میں مختلف ہیں۔ کوئی میٹھا کوئی ترش اور کوئی تلخ۔ متشابها في اللون غير متشابه في الطعم (مدارک ج ۲ ص۲۲) **۱۵۵** یعنی مذکورہ بالا اشیاء میں سے اللہ کا حق ادا کرو جو اس نے تم پر فرض کیا ہے (اٰتوا حقه الذی اوجبه الله تعالٰی (روح) مشرکین زمین کے حاصلات سے اللہ کا حصہ تو پہلے بھی نکالتے تھے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا الخ (۱۳۶) اس لئے یہاں مراد یہ ہے اٰتُوْا حَقَّهٗ خَاصَّةً یعنی زمین کی پیداوار سے صرف اللہ ہی کا حق ادا کرو اور اس میں سے نذر و نیاز صرف اللہ ہی کے نام کی دو وَلَا تُسْرِفُوْا امام مجاہد اور امام زہری کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ خدا کی نافرمانی میں خرچ نہ کرو المعنى لا تنفقوا في معصية الله تعالٰى (روح ج ۸ ص۳۸) امام مقاتل فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ معبودان باطلہ کو چوپایوں اور زمین کی پیداوار میں شریک نہ کرو یعنی ان سے ان کے نام کی نذریں نیازیں مت دو قال مقاتل المراد لا تشركوا الاصنام في الحرث والانعام (روح - خازن ج ۲ ص۱۵۸)

عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ

ہماری عورتوں پر اور جو بچہ مردہ ہو تو اس کے کھانے میں سب

شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ

برابر ہیں وہ سزا دے گا ان کو ان تقریروں کی وہ حکمت والا

عَلِيْمٌ ۝۱۳۹ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ

جاننے والا ہے ف بیشک خراب ہوئے جنہوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو

سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ

نادانی سے بغیر سمجھے اور حرام ٹھہرا لیا اس رزق کو جو اللہ نے

افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا

ان کو دیا بہتان باندھ کر اللہ پر بیشک وہ گمراہ ہوئے اور نہ آئے

مُهْتَدِيْنَ ۝۱۴۰ۧ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ

سیدھی راہ پر ف اور اسی نے پیدا کئے باغ

مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ

جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں ف اور جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے ف اور کھجور

وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَ

درخت اور کھیتی کہ مختلف ہیں ان کے پھل اور پیدا کیا زیتون کو اور

الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا

انار کو ایک دوسرے کے مشابہ اور جدا جدا بھی ف کھاؤ

مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ

ان کے پھل میں سے جس وقت پھل لاویں اور ادا کرو ف ان کا حق جس دن

حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

ان کو کاٹو اور بے جا خرچ نہ کرو اس کو خوش نہیں آتے

موضح قرآن ف ایک یہ مسئلہ بھی بنایا تھا کہ جانور ذبح کیا اس کے پیٹ میں سے بچہ نکلا اگر زندہ نکلے تو مرد کھاویں اور عورتیں نہ کھاویں اور مردہ نکلے تو سب کھاویں بے سند مسئلہ بنانا گناہ سخت ہے اس پران کو الزام دیا ہمارے دین میں مرد عورت کا کچھ فرق نہیں اگر زندہ نکلے تو ذبح کر کے حلال ہے بغیر ذبح مردار اور اگر مردہ نکلے اور معلوم ہو کہ جان پڑی تھی تو امام اعظم کے نزدیک حلال نہیں ف بیٹیوں کا مارنا روا رکھتے تھے اور یہ سخت وبال ہے۔

فتح الرحمٰن ف یعنی درختانِ انگور و مانند آن ۱۲ ف۲ یعنی درختان برساق ایستادہ ۱۲ ف۳ یعنی افراد ہر نوعی باعتبار صورت مانند یکدیگر اند و بہ اعتبار مزہ نہ ۱۲۔

الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٤١﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ
بیجا خرچ کرنے والے ف۱ اور پیدا کئے مواشی میں بوجھ اٹھانے والے ۱۵۶ؔ اور
فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا
زمین سے لگے ہوئے کھاؤ اللہ کے رزق میں سے اور مت چلو
خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٤٢﴾ۙ
شیطان کے قدموں پر وہ تمہارا دشمن ہے صریح ف۲
ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ
پیدا کئے آٹھ نر اور مادہ ۱۵۷ؔ بھیڑ میں سے دو اور
الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ
بکری میں سے دو پوچھ تو کہ دونوں نر اللہ نے حرام کئے ہیں یا
الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ
دونوں مادہ یا وہ بچہ کہ اس پر مشتمل ہیں بچہ دان
الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٤٣﴾
دونوں مادہ کے بتلاؤ مجھ کو سند ۱۵۸ؔ اگر تم سچے ہو
وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ
اور پیدا کئے اونٹ میں سے دو ۱۵۹ؔ اور گائے میں سے دو
قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا
پوچھ تو دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ بچہ
اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ
کہ اس پر مشتمل ہیں بچہ دان دونوں مادہ کے کیا تم
شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ
حاضر تھے ۱۶۰ؔ جس وقت تم کو اللہ نے یہ حکم دیا تھا پھر اس سے زیادہ ظالم کون ۱۶۱ؔ

۱۵۶ؔ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا دونوں جَنّٰتٍ پر معطوف ہیں۔ یہ تحریمات عیر اللہ کا چوتھی بار تفصیل سے ذکر ہے حَمُوْلَةً سے وہ چوپائے مراد ہیں جو بوجھ اٹھاتے ہیں اور فرش سے وہ مراد ہیں جنہیں ذبح کے لئے زمین پر گرایا جاتا ہے یا جن کے بالوں سے بنے ہوئے فرش زمین پر بچھائے جاتے ہیں كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ یعنی ان میں سے جو حلال ہیں انہیں کھاؤ اور زمانۂ جاہلیت کی تحریمات کو اٹھاؤ اور اللہ کا شکر بجالاؤ اور شیطان کی پیروی میں اللہ کی حلال چیزوں کو حرام نہ کرو۔ ای مما احله الله لکم ولا تحرموا کفعل الجاهلية وهذا نص فی الاباحة وازالة ما سنه الکفار من البحیرة والسائبة (بحر جلد ۴) ۱۵۷ؔ یہ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا سے بدل ہے یہاں حلال چوپایوں کی آٹھ جوڑوں میں تقسیم فرمائی اثْنَيْنِ (دو) سے ہر جگہ نر و مادہ مراد ہے ضَّاْن سے اس نے نر و مادہ پیدا کیا یعنی دنبہ اور دنبی۔ مینڈا اور بھیڑ بھی یہاں اسی میں داخل ہے۔ اور ایک جوڑا معز کا پیدا فرمایا یعنی بکرا اور بکری قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ الخ استفہام انکار و توبیخ کے لئے ہے (بحر) اور اس میں مشرکین سے اس خودساختہ تحریم پر دلیل عقلی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ یعنی اللہ نے یہ دونوں جوڑے تمہارے انتفاع کے لئے پیدا فرمائے ہیں اب تم بتاؤ کہ تم نے ان کے نر و مادہ اور مادہ کے پیٹ کے بچے کے بارے میں اپنی طرف سے حلت و حرمت کے جو احکام وضع کر رکھے ہیں یہ تم نے کہاں سے اخذ کئے ہیں۔ ان کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے کیا اللہ نے ان جوڑوں کے نروں کو حرام کیا ہے؟ یا ماداؤں کو یا ان بچوں کو جو ابھی مادہ جانوروں کے رحموں ہی میں ہیں۔ اگر کسی جانور کا نر ہونا اسکی حرمت کی علت ہے تو ہر نر جانور حرام ہونا چاہئے اور اگر اس کا مادہ ہونا حرمت کی علت ہے تو اس صورت میں تمام مادہ جانور حرام ہونے چاہئیں اور اگر بچے کا مادہ کے رحم میں ہونا اسکی حرمت کا سبب ہے تو ہر چوپایہ (نر و مادہ) حرام ہونا چاہئے تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کی بلاوجہ تحریم محض تسویل شیطان اور تلبیس ابلیس ہے فلو علل بالذکورة وجب ان یحرم الذکر او بالانوثة فکذلک او باشتمال الرحم وجب ان یحرما لاشتمالها علیهما (بحر)

۱۵۸ؔ عِلْمٍ سے یہاں نقلی دلیل مراد ہے۔ یعنی اگر تمہارے پاس ان مزعومہ تحریمات پر کوئی عقلی دلیل موجود نہیں تو کوئی نقلی دلیل ہی پیش کرو۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کا قول یا گذشتہ کتب سماویہ میں سے کسی کا کوئی حوالہ ۱۵۹ؔ اسی طرح ابل کا اس نے جوڑا پیدا کیا یعنی اونٹ اور اونٹنی اور بقر سے ایک جوڑا۔ بیل اور گائے۔ بھینس اور بھینسا بھی اسی میں داخل ہیں قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ الخ اس کی تقریر وہی ہے جو حاشیہ (۱۵۷) میں گذر چکی ہے۔ ۱۶۰ؔ اس سے دلیل وحی کی نفی مقصود ہے اور استفہام انکاری ہے یعنی کیا تم بقائمی ہوش و حواس سن رہے تھے جب اللہ نے تم کو اس تحریم کا حکم دیا تھا؟ مطلب یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوا حاصل یہ کہ ان تحریمات باطلہ کے لئے تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں نہ عقلی و نقلی اور نہ دلیل وحی۔ ۱۶۱ؔ یہ زجر ہے اور دفاء تفریعیہ ہے یعنے جب تمہارے پاس کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں تو تم اپنی طرف تحریمیں کرنے کی وجہ سے اللہ پر افترا کر رہے ہو اور تم سب سے بڑے ظالم ہو۔ کیونکہ جو شخص لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اپنی طرف سے احکام وضع کر کے خداوند تعالیٰ پر افترا کرتا ہے وہ سب سے بڑا ظالم اور گنہگار ہے اس سے بڑھ کر کوئی بدکردار نہیں ہو سکتا۔

موضح قرآن ف۱ اس کا حق دو جس دن کٹے یعنی زکات اور مال کی زکات ہے برس کے بعد اور اس کی زکات اسی دن ہے جس دن ہاتھ لگے جو زمین اپنے ملک میں ہو اور اس میں خراج نہ آتا ہو اسکے محصول میں حق اللہ ہے۔ اگر پانی دیئے سے ہو تو بیسواں حصہ اور اگر بن پانی دیئے ہو تو دسواں حصہ ف۲ لدنے والے اونٹ اور بیل اور دنبے بکری اور بھیڑ۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی نقلی صحیح بیارید از ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام و از کتب الٰہیہ ۱۲۔

www.Momeen.blogspot.com

۱۶۲؎ یہ نذر غیر اللہ کا پانچویں بار ذکر ہے۔ اس آیت میں نذر غیر اللہ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ سے تعبیر کیا گیا ہے فِسْقًا کا مضاف محذوف ہے۔ جسے حذف کر کے اس کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہے ای ذات فسق اور یہ موصوف مقدر کی صفت ہے ای کلمۃ ذات فسق یعنی فسق ومعصیت کا دہ کلمہ بھی حرام ہے جس کے ذریعے غیر اللہ کی نذر مانی جائے۔ لہٰذا نذر غیر اللہ بطریق اولی حرام ہے۔ یہ تفسیر حضرت شیخ قدس سرہ کے قول کے مطابق ہے۔ دیگر مفسرین کے نزدیک اصل میں شیئًا فسقًا ہے اور اس کو عین فسق اس لئے قرار دیا کہ یہ فعل انتہائی فسق اور اللہ کی نافرمانی سے ناشی ہے۔ ۱۶۳؎ یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ تھا کہ اگر ان چیزوں کے علاوہ باقی تمام چیزیں حلال ہیں تو ہر ذی ظفر (کھر والا) جانور جس کی انگلیاں پھٹی ہوئی نہ ہوں اور گائے اور بکری کے بعض حصے یہود پر کیوں حرام کیے گئے تو اس کا جواب دیا گیا کہ ان چیزوں کی حرمت نہ سب کے لئے تھی نہ ابدی تھی۔ بلکہ یہ چیزیں تو صرف یہود پر بطور سزا حرام کی گئیں جیسا کہ فرمایا۔ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ یعنی یہ چیزیں ہم نے ان پر ان کی سرکشی اور ان کے کفر وعناد کی سزا کے طور پر حرام کی تھیں۔

مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ

جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا تا کہ لوگوں کو گمراہ کرے

بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۴﴾ ع ۱۷ / ۴

بلا تحقیق بیشک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو

قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِیْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ

تو کہہ دے کہ میں نہیں ۱۶۲؎ پاتا اس وحی میں کہ مجھ کو پہنچی ہے کسی چیز کو حرام کھانیوالے پر

یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا

جو اس کو کھاوے مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا بہتا ہوا خون

اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ

یا گوشت سور کا کہ وہ ناپاک ہے یا ناجائز ذبیحہ جس پر نام پکارا جاوے

لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ

اللہ کے سوا کسی اور کا پھر جو کوئی بھوک سے بے اختیار ہو جاوے نہ نافرمانی کرے اور نہ زیادتی

فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَی الَّذِیْنَ هَادُوْا

تو تیرا رب بڑا معاف کرنے والا ہے نہایت مہربان ف۱ ط ۱ اور یہود پر ۱۶۳؎

حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ

ہم نے حرام کیا تھا ہر ایک ناخن والا جانور اور گائے اور بکری میں سے

حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ

حرام کی تھی ان کی چربی مگر جو لگی ہو

ظُهُوْرُهُمَاۤ اَوِ الْحَوَایَاۤ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ

پشت پر یا انتڑیوں پر یا جو چربی کہ ملی ہو ہڈی کے ساتھ

ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ ۫ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

یہ ہم نے ان کو سزا دی تھی ان کی شرارت پر اور ہم سچ کہتے ہیں ف۲

نذر غیر اللہ کا پانچویں بار ذکر ۱۶۲

یہ جواب ہے سوال مقدر ۱۶۳

موضح قرآن ف۱ یعنی جو جانور کھانے دستور ہیں ان میں سے یہی حرام ہے ف۲ مواشی ہیں سے ناخن دار یعنی اونٹ ان پر حرام تھا سو ان کی بے حکمیوں سے ان پر سخت پکڑا تھا اصل یہ چیزیں حرام نہیں۔

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید مراد حصر اضافی است بہ نسبت بہیمۃ الانعام وآن اصناف ثمانیہ مذکور است سگ وشیر و باز وغیر آن اگرچہ حرام است از بہیمۃ الانعام نیست و در ان بحث نداشتند ۱۲۔

۱۶۴ء یہ لوگ اللہ کے حکم پر مغرور ہیں اور تکذیب پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ آپ فرمادیں بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ لیکن اس کا عذاب بھی بڑا سخت اور اٹل ہوتا ہے جو کسی مجرم سرکش و معاند سے ٹل نہیں سکتا۔ ۱۶۵ء یہ شکوٰی ہے اور شرک پر مشرکین کی سب سے بڑی دلیل کا تذکرہ ہے۔ یعنی مشرکین عنقریب اپنے مشرکانہ افعال کے جواز میں یہ دلیل پیش کریں گے کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا کہ ہم شرک نہ کریں تو ہم اور ہمارے باپ دادا کبھی شرک فی التصرف نہ کرتے اور نہ غیر اللہ کے لئے تحریمیں کرتے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہم جو کچھ کرتے رہے ہیں اللہ اس پر راضی ہے۔ سبحان اللہ ہٰذا بہتان عظیم۔ ۱۶۶ء جواب شکوٰی ہے۔ یعنی ان سے پہلے لوگوں نے بھی حق کی تکذیب کی اور اسی طرح کی بے سرو پا دلیلیں پیش کیں۔ یہاں تک کہ ہمارے عذاب نے انہیں آگھیرا۔ قُلْ هَلْ

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ

پھر اگر تجھ کو جھٹلادیں ۱۶۴ء تو کہہ دے کہ تمہارے رب کی رحمت میں بڑی

وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ

وسعت ہے اور نہیں ٹلے گا اس کا عذاب گنہگار

الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۴۷ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ

لوگوں سے ۱۶۵ء اب کہیں گے مشرک اگر

شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا

اللہ چاہتا تو شرک نہ کرتے ہم اور نہ ہمارے باپ دادے اور نہ ہم حرام کر

مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

لیتے کوئی چیز اسی طرح جھٹلایا کئے ۱۶۶ء ان سے اگلے

حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ

یہاں تک کہ انہوں نے چکھا ہمارا عذاب تو کہہ کچھ علم بھی ہے تمہارے

مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا

پاس ف۲ کہ اس کو ہمارے آگے ظاہر کرو تم تو نری اٹکل پر

الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ۝۱۴۸ قُلْ

چلتے ہو اور صرف تخمینے ہی کرتے ہو ف۳ تو کہہ دے

فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ

بس اللہ کا الزام پورا ہے ۱۶۷ء سو اگر وہ چاہتا تو ہدایت کر دیتا تم

اَجْمَعِيْنَ ۝۱۴۹ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ

سب کو ف۴ تو کہہ کہ لاؤ ۱۶۸ء اپنے گواہ جو

يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا

گواہی دیں اس بات کی کہ اللہ نے حرام کیا ہے ان چیزوں کو پھر اگر وہ ایسی گواہی دیں

عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ یعنی پہلی دلیل تو بالکل واہی اور لغو ہے آپ ان سے فرمائیں اگر تمہارے پاس گذشتہ انبیاء علیہم السلام سے کوئی نقلی دلیل ہے تو وہ پیش کرو۔ دلیل تمہارے پاس کیا ہوگی تم تو ہر بات ظن وتخمین سے کہتے اور دین کے معاملے میں بھی محض ظن فاسد کی پیروی کرتے ہو۔ ۱۶۷ء الحجۃ البالغۃ وہ واضح دلیل جو قوت ومتانت میں انتہار کو پہنچی ہوئی اور ہر لحاظ سے کامل ہو۔ یعنی مشرکین کے پاس تو کوئی معمولی سی دلیل بھی نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس مضبوط اور محکم دلائل ہیں جن سے اس نے توحید کے ہر پہلو کا اثبات اور شرک کے ہر پہلو کا رد فرمایا ہے۔ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ اس کے بعد وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ مقدر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا (اگرچہ وہ ایسا کر سکتا تھا) کیونکہ اس طرح امتحان وابتلاء کی حکمت فوت ہوجاتی۔ ۱۶۸ء هَلُمَّ اسم فعل بمعنی امر ہے ای احضروھم اور شُهَدَآءَ سے مشرکین کے اکابر اور رؤسار اور ان کے مقتدار و پیشوا مراد ہیں جنہوں نے ان کو گمراہ کر رکھا تھا۔ فرمایا مشرکین سے کہو کہ وہ اپنے پیشواؤں کو بلائیں تاکہ وہ اس بات کا اقرار کریں کہ اللہ نے ان اشیار کو حرام کیا ہے اور اس پر دلائل بھی پیش کریں۔ اس سے مقصود علیٰ رؤس الاشہاد ان کی تذلیل وتفضیح ہے۔ کیونکہ ان تابعین کی طرح ان کے متبوعین بھی دلائل سے تہی دست ہیں۔ ھم کبراؤھم الذین اسسوا اضلال لھم والمقصود من احضارھم تفضیحھم والزامھم وان لا متمسك لھم کمقلدیھم (روح ج ۸ ص ۵۲) ۱۶۹ء اگر مشرکین کے پیشوا، آپ کے سامنے یہ جھوٹی بات کہدیں کہ واقعی اللہ نے ان اشیار کو حرام کیا ہے تو فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ آپ ان کی بات کی ہرگز تصدیق نہ کریں کیونکہ یہ صریح جھوٹ اور سراسر باطل ہے یا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اس بات کی شہادت دیدیں تو آپ انہیں ان کی موافقت نہ کریں ای فلا تصدقھم فانہ کذب بحت (روح) ای لا توافقھم لانھم کذبۃ فی شھادتھم کما ان الشھود کذبۃ فی دعواھم (بحر ج ۴ ص ۲۴۴) ۱۷۰ء ان کے پاس دلائل تو ہیں نہیں وہ جو کچھ کہیں گے خواہشات نفسانیہ کے تحت کہیں گے۔ اس لئے آپ ان کی پیروی نہ کریں وہ تو اللہ تعالیٰ کی واضح آیات کی تکذیب کر رہے ہیں، آخرت پر ان کا ایمان نہیں ہے اور وہ اللہ کے ساتھ شریک بنا رہے ہیں۔ ۱۷۱ء یہ تحریمات الٰہیہ کا ذکر ہے۔ سورۂ مائدہ میں تحریمات الٰہیہ کی صرف ایک صورت مذکور تھی یعنی غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اور باقی ماندہ صورتیں سورۂ انعام کی اس آیت میں ذکر کی گئی ہیں اس سورت میں مسئلہ نذر غیر اللہ

موضح قرآن ف۱ یعنی رحمت کی سمائی سے اب تک تم بچے ہو لیکن نہ جانو کہ عذاب پھر گیا ف۲ کافروں کا شبہ ہے کہ اگر ہمارے کام اللہ کو پسند نہ ہوتے تو ہم کو کرنے نہ دیتا اس کا جواب فرمایا کہ اگلوں کو گناہ پر کیوں پکڑا معلوم ہوا کہ وہ بھی ایک مدت کام ناپسند کرتے تھے اور اللہ نہ پکڑتا تھا آخر پکڑا ف۳ یعنی تمہاری غلطی ثابت ہوچکی کہ دلیل نہیں رکھتے تو بھی نہ مانو تو علامت ہے کہ تمہاری قسمت میں ہدایت نہیں رکھی۔

فتح الرحمن ف۲ یعنی نقلی از کتب الٰہی ۱۲ ۔

کا ذکر نہیں کیا گیا اَلَّا تُشْرِكُوْا اِی اُمرکم محرمات الہیہ میں سب سے پہلے شرک کو ذکر کیا گیا اور پھر قتل سے روکا گیا درمیان میں والدین سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ اگر ماں باپ بھی شرک کرنے پر مجبور کریں تو اس معاملہ میں ان کی اطاعت بھی جائز نہیں جیسا کہ سورۂ عنکبوت ع ا میں فرمایا وَاِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا **۲ ۱۷۲** مذکورہ محرمات کے علاوہ حسب ذیل امور کو بھی اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔ فواحش ظاہرہ و باطنہ یعنی بے حیائی کی تمام صورتیں خواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ۔ قتل نفس ناحق۔ مال یتیم کا ناجائز طریقے سے کھانا۔ ناپ تول میں کمی بیشی کر کے کسی کی حق تلفی کرنا۔ جھوٹی شہادت دینا اور فیصلے میں بے انصافی کرنا وغیرہ یہ تمام

فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ

تو تو نہ اعتبار کر ان کا ۱۶۹ اور نہ چل ان کی خوشی پر ۱۷۰ ان

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

جنہوں نے جھٹلایا ہمارے حکموں کو اور جو یقین نہیں کرتے

بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ قُلْ

آخرت کا اور وہ اپنے رب کے برابر کرتے ہیں اوروں کو ۱۷۱ تو کہہ

تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا

کہ تم آؤ میں سنادوں جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے کہ

تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ

شریک نہ کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ

اور مار نہ ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی سے ہم

نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ

رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو اور پاس نہ جاؤ بے حیائی کے کام کے ۱۷۲

مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ

جو ظاہر ہو اس میں سے اور جو پوشیدہ ہو اور نہ مار ڈالو اس جان کو

الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ

جس کو حرام کیا ہے اللہ نے مگر حق پر ۱۷۳ تم کو یہ حکم کیا

بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ

ہے تاکہ تم سمجھو اور پاس نہ جاؤ یتیم کے

الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ

مال کے مگر اس طرح سے کہ بہتر ہو یہاں تک کہ پہنچ جاوے

ع ۱۸ / ۵

محرمات الہیہ کا بیان سورۂ مائدہ میں غیر فعلی الغیبیات سے صرف ایک صورت بیان کی گئی تھی یہاں باقی تینوں صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس سورت میں نیاز اللہ کا بیان نہیں

۱، ۲، ۳، ۲ ای ذہن نشین ۱۲ ای احسنوا ۱۲

محرمات الہیہ ہیں یعنی ان امور کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے لہٰذا ان کی تحریم کو باقی رکھو اور ان کو حلال مت سمجھو۔ **۱۷۳** یہاں قول سے عام مراد ہے شہادت، فیصلہ اور دیگر امور یعنی جب تم گواہی دو یا کوئی جھگڑا چکاؤ تو اس میں کسی کی جانبداری مت کرو بالکل سراسر عدل و انصاف سے کام لو اگرچہ تمہاری شہادت اور تمہارے فیصلے کی زد تمہارے کسی رشتہ دار پر پڑتی ہو۔ (واذا قلتم) قولًا فی حکومۃ او شہادۃ او نحوھما (فاعدلوا) فیه وقولوا الحق (روح ج ۸ ص) **۱۷۴** یہ سابقہ دونوں آیتوں میں مذکورہ احکام کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ان آیتوں میں جو احکام مذکور ہوئے ہیں یہی میری سیدھی راہ ہے اور یہی میرا وہ دین ہے جو میں نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا ہے۔ لہٰذا تم اسی کی پیروی کرو اور باقی تمام راستوں کو چھوڑ دو۔ وان ھذا الذی وصیتکم به وامرتکم به فی ھاتین الاٰیتین ھو صراطی یعنی طریقی و دینی الذی ارتضیته لعبادی (خازن ج ۲ ص ۱۶۵) **۱۷۵** سورت کے دونوں مضمونوں یعنی نفی شرک اعتقادی اور نفی شرک فعلی کو ذکر کرنے کے بعد آخر میں دونوں مضمونوں پر ایک دلیل نقلی اور ایک دلیل وحی ذکر کی گئی۔ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دلیل نقلی پیش کی گئی ہے ثُمَّ یہاں تعقیب ذکری کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مذکور بیان کے بعد یہ بھی سن لو یہ مطلب نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اس کے بعد دی گئی تَمَامًا بمعنی اتمامًا۔ اٰتَیْنَا کا مفعول لہ ہے یعنی نعمت دین کے اتمام کے لئے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی یا تَمَامًا بمعنی تامًا الکتاب سے حال ہے۔ یعنی وہ کتاب (تورات) کامل و مکمل تھی اور اس میں یہ دونوں مضمون مذکور تھے۔ نفی شرک فی التصرف اور نفی شرک فعلی (تحریمات غیر اللہ ناجائز اور نذر غیر اللہ حرام ہیں) عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ یعنی اس شخص کے لئے جو نیک روی اختیار کرے۔ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور اس (تورات) میں وہ تمام ضروری احکام و مسائل مذکور تھے جن کی دین میں ضرورت تھی۔

فائدہ ۱۷۵ ایک حدیث میں آتا ہے فتجلی لی کل شیٔ یعنی میرے لئے ہر چیز روشن ہو گئی۔ اہل بدعت اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی پر استدلال کرتے ہیں۔ ان کے استدلال کی بنیاد اس پر ہے کہ یہاں لفظ کلّ استغراق حقیقی کے لئے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف اور ساقط الاعتبار ہے۔ دوم اگر بالفرض اسے مان لیا جائے تو یہ دعویٰ غلط ہے کہ یہاں کلّ استغراق حقیقی کے لئے ہے بلکہ یہاں استغراق اضافی مراد ہے۔ اگر اس کو استغراق حقیقی پر محمول کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ تمام ما کان وما یکون اور تمام شرائع اور احکام کا علم آپ پر منکشف ہو گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ قرآن مجید کا نازل کرنا عبث اور بے فائدہ ہے۔ عیاذًا باللہ العظیم قرآن مجید میں اس کی بہت

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی معبودان باطل را ۱۲ **ف ۲** یعنی بہ زنا و لواطت ۱۲ **ف ۳** یعنی بقصاص و مثل آن ۱۲ ۔

سی مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ زیر تفسیر آیت میں بھی لفظ کل استغراق اضافی کے لئے ہے اور اس سے مراد وہ احکام ہیں جن کی دین میں ضرورت تھی علامہ آلوسی لکھتے ہیں ای بیانا مفصلا لکل مایحتاج الیہ فی الدین (روح ج ۸ ص۶۶) امام نسفی فرماتے ہیں بیانا مفصلا لکل مایحتاجون الیہ فی دینھم (مدارک ج ۲ ص۳۲) امام بغوی اور خازن رقمطراز ہیں یعنی وفیہ بیان لکل شیئ یحتاج الیہ من شرائع الدین واحکامہ (معالم وخازن واللفظ لہ ج ۲ ص۶۶) ۱۷۶ یہ سورت کے دونوں مضمونوں پر دلیل وحی ہے یعنی یہ کتاب بھی تورات کے موافق تحریمات غیر اللہ کو حلال اور نذور غیر اللہ کو حرام بنا رہی ہے۔ اس کی پیروی کرو اور اس کی مخالفت سے بچو۔ ۱۷۷ یہ اصل میں تھا کراھیۃ ان تقولوا یا لئلا تقولوا ۔ طائفتین سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ یعنی ہم نے

اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ

اپنی جوانی کو اور پورا کرو ماپ اور تول کو انصاف سے

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ

ہم کسی کے ذمہ وہی چیز لازم کرتے ہیں جس کی اس کو طاقت ہو اور جب بات کہو تو

فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ

حق کی کہو ۱۷۵ اگرچہ وہ اپنا قریب ہی ہو اور اللہ کا عہد

اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

پورا کرو ف۲ تم کو یہ حکم کر دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ

اور حکم کیا کہ یہ ۱۷۵ راہ ہے میری سیدھی سو اس پر چلو اور

لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ

مت چلو اور رستوں پر کہ وہ تم کو جدا کر دیں گے

سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

اللہ کے راستہ سے یہ حکم کر دیا ہے تم کو تاکہ تم

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا

بچتے رہو پھر دی ہم نے ۱۷۶ موسیٰ کو کتاب واسطے پورا کرنے

عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

نعمت کے نیک کام والوں پر اور واسطے تفصیل ہر شے کے

وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّهِمْ

اور ہدایت اور رحمت کے لئے تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے کا

يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ

یقین کریں ف ۳ اور ایک یہ کتاب ہے کہ ۱۷۶ ہم نے اتاری برکت والی

یہ کتاب (قرآن مجید) تم پر اتمام حجت کے لئے نازل کی تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے یہود و نصاریٰ پر تورات و انجیل نازل ہوئی اور ہم ان کی تعلیم سے بے خبر تھے یا یہ عذر پیش نہ کر سکو کہ یہود و نصاریٰ کی طرح اگر ہم پر بھی کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے بڑھ کر آسمانی کتاب کی پیروی کرتے اور ان سے بڑھ چڑھ کر راہ ہدایت پر گامزن ہوتے فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ الخ لہذا اتمام حجت کے طور پر اللہ کی طرف سے تمہارے پاس کتاب آ چکی ہے۔ جو کھلے دلائل سے بھرپور ہے۔ اور سیدھی راہ دکھاتی ہے اور جس کی پیروی باعث رحمت ہے ۱۷۸ یہ زجر ہے۔ فا تفریعیہ ہے۔ لہذا اب سب سے بڑا ظالم وہ ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے منہ موڑے ۔ سَيَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ الخ یہ تخویف اخروی ہے ۱۷۹ یہ تخویف دنیوی ہے۔ عذاب دنیوی کی یہاں تین صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ یعنی مذکورہ دلائل و براہین کے باوجود وہ ایمان نہیں لا رہے ہیں۔ کیا وہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ موت کے فرشتے آپہنچیں اور ان کی جانیں قبض کر لیں تو موت کے بعد ان کی آنکھیں کھل جائیں گی یا یہ کہ ان پر اللہ کا عذاب آجائے یا قیامت کی نشانیوں میں سے کوئی ایسی نشانی دیکھ لیں جو ان کو ایمان لانے پر مجبور کر دے۔ مگر ان تینوں صورتوں میں ایمان لانا بے سود ہوگا فرشتوں کے آنے سے قبض ارواح کے لئے یا اللہ کا عذاب لے کر آنا مراد ہے۔ يَاْتِيَ رَبُّكَ ای یاتی امر ربك بالعذاب (روح ج ۸ ص۶۲) ۱۸۰ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جس نشان کا یہاں ذکر ہے۔ اس سے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا مراد ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس سے ہر وہ نشان مراد ہے جسے دیکھ کر لوگ ایمان لانے پر مجبور و مضطر ہو جائیں اور طلوع الشمس من المغرب بھی اس میں داخل ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن صفی نے طلوع الشمس من المغرب کو بطور مثال پیش کیا ہے اور جن نشانات کے ظاہر ہونے پر ایمان فائدہ مند نہیں ہوگا ان کو اس میں منحصر نہیں کیا۔ آیت مع تفسیر ملاحظہ ہو (اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ) کطلوع الشمس من المغرب (يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ) التی تضطرھم الی الایمان۔ (جامع البیان ص۱۳۰) فرعون بوقت غرق ایمان لے آیا تھا مگر اس کا ایمان قبول نہ ہوا۔ کیونکہ وہ ایمان اضطراری تھا اور ایمان لانے پر عذاب غرق نے اس کو مضطر کیا تھا۔ صحیح بخاری باب التفسیر میں ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ لا تقوم الساعۃ حتی تطلع الشمس من المغرب فاذا طلعت وراٰھا الناس اٰمنوا اجمعون وذلك لا ینفع نفسا ایمانھا ثم قرأ هَلْ يَنْظُرُوْنَ الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ آیت بطور استشہاد تلاوت فرمائی نہ کہ بطور تفسیر جن روایتوں سے تفسیر ہونے کا احتمال ہوتا ہے وہ روایت بالمعنی ہے۔ لہذا اس آیت سے مطلق نشانات مراد ہیں۔ جنہیں دیکھ کر انسان ایمان لانے پر مجبور و مضطر ہو جائے اس کی تائید سورۂ مومن ۹۶ کی اس آیت

حاشیہ: ۱ یعنی دونوں دعووں پر دلیل نقلی ہے یعنی ہر شخص جو اس کی پیروی کرے۔ ۲ دلیل وحی یعنی یہ کتاب بھی تورات کے موافق تحریمات غیر اللہ کو حلال اور نذور غیر اللہ کو حرام کہہ رہی ہے۔

موضح قرآن ف۱ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے حکم ہمیشہ سے جاری تھے پیچھے توریت اتری تو شرع اور مفصل ہوئی۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی گواہی دہید یا حکم کنید ۱۲ ف۲ یعنی بہ نذر ۱۲ ف۳ ظاہر نزدیک این بندہ آنست کہ حرام گردانیدیم اشیاء مذکورہ را در ازل و بر قوم نوح و ابراہیم باز داد یم موسیٰ را کتاب ۱۲

سے ہوتی ہے۔ فَلَمۡ یَكُ یَنۡفَعُهُمۡ اِیۡمَانُهُمۡ لَمَّا رَاَوۡا بَاۡسَنَا ۱۸۱ اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایمان کے غیر نافع ہونے کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ اضطراری حالات کے رونما ہونے کے بعد ایمان لایا جائے۔ دوم یہ کہ بحالت ایمان اعمال صالحہ بجانہ لائے جائیں۔ دوسری شق کا مقتضا یہ ہے کہ جس مومن نے کوئی نیک عمل نہ کیا اس کا ایمان بے کار ہے اور اس کی نجات نہیں ہوگی۔ حالانکہ یہ بات کتاب وسنت کی صریح نصوص اور اہل سنت وجماعت کے متفق علیہ مسلک کے سراسر خلاف ہے۔ چنانچہ معتزلہ اسی کے قائل ہیں۔ مفسرین نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں جو متداول تفسیروں میں مذکور ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں یہ آیت علفتها تبنًا وماءً باردًا کے قبیل سے ہے۔ اصل میں تھا لا ینفع نفسا عملها لم تكن كسبت فی ایمانها خیرا یعنی دوسری شق میں اس سابق ایمان کے نافع ہونے کی نفی نہیں کی گئی جسمیں عمل صالح نہ ہو۔ بلکہ اس شق سے اس عمل صالح کے نافع ہونے کی نفی مقصود ہے جو اضطراری حالات کے بعد واقع ہو۔ علامہ آلوسی نے بھی بعض علماء سے اسی قسم کا ایک جواب نقل کیا کانہ قیل لا ینفع نفسا ایمانها ولا کسبها فی ایمانها خیرا لم یكن امنت من قبل اولم تكن كسبت خیرا (روح ج ۸ ص)

فَاتَّبِعُوۡهُ وَاتَّقُوۡا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۵۵﴾

سو اس پر چلو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو

اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ عَلٰی طَآئِفَتَیۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا ۪ وَاِنۡ كُنَّا عَنۡ دِرَاسَتِهِمۡ لَغٰفِلِیۡنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوۡ تَقُوۡلُوۡا لَوۡ اَنَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡنَا الۡكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهۡدٰی مِنۡهُمۡ ۚ

اس واسطے کہ کبھی ۱۸۲ تم کہنے لگو کہ کتاب جو اتری تھی سو انہی دو فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے اور ہم کو ان کے پڑھنے پڑھانے کی خبر ہی نہ تھی ف۱ یا کہنے لگو کہ اگر ہم پر اترتی کتاب تو ہم تو راہ پر چلتے ان سے بہتر

فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَیِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَهُدًی وَّرَحۡمَةٌ ۚ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَذَّبَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنۡهَا ؕ سَنَجۡزِی الَّذِیۡنَ یَصۡدِفُوۡنَ عَنۡ اٰیٰتِنَا سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ بِمَا كَانُوۡا یَصۡدِفُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾ هَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِیَهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اَوۡ یَاۡتِیَ رَبُّكَ اَوۡ یَاۡتِیَ بَعۡضُ

سو آ چکی تمہارے پاس حجت تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ف۲ اب اس سے زیادہ ظالم کون ۱۸۳ جو جھٹلا دے اللہ کی آیتوں کو اور ان سے کترا وے ہم سزا دیں گے ان کو جو ہماری آیتوں سے کتراتے ہیں بُرا عذاب بدلے میں اس کترانے کے ف۳ کاہے کی راہ دیکھتے ہیں ۱۸۴ لوگ مگر یہی کہ ان پر آئیں فرشتے یا آئے تیرا رب ف۱ یا آئے کوئی ۱۸۵

۱۸۲ تخویف اخروی ہے اور اس سے مراد مشرکین کی جماعتیں ہیں جنہوں نے توحید کو چھوڑ کر مشرکانہ عقائد کی بنیادوں پر مختلف فرقے بنا لئے۔ جو شخص اس سے فقہاء اسلام اور ائمہ دین کا باہمی فروعی اختلاف مراد لیتا ہے وہ قرآن میں صریح تحریف کا مرتکب ہے۔ ۱۸۳ یہ ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ بجا لانے والوں کے لئے بشارت ہے ۱۸۴ سورت کے اختتام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تین اعلان کرائے گئے۔ پہلا اعلان۔ قُلۡ اِنَّنِیۡ هَدٰىنِیۡ رَبِّیۡۤ الخ ای بالدلائل العقلیۃ والنقلیۃ یعنی اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی طرف میری رہنمائی فرمائی ہے اور اسکی سچائی پر عقلی اور نقلی دلائل بھی قائم فرمائے ہیں۔ دِیۡنًا قِیَمًا یہ موصوف صفت صِرَاطٍ کے محل سے بدل ہے کیونکہ اصل معنی یوں ہیں هدانی ربی صراطا مستقیما (روح ج ۸ ص) ملة ابراهیم یہ بتقدیر اعنی منصوب ہے (روح) وما كان من المشركین وہ ہر قسم کے شرک سے بیزار تھا شرک فعلی سے بھی اور شرک اعتقادی سے بھی ۱۸۵ یہ دوسرا اعلان ہے۔ اس کا حاصل بھی خالص توحید کا اعلان اور تمام اقسام شرک سے برأت کا اظہار ہے ان صلاتی نفی شرک اعتقادی کی طرف اشارہ ہے اور نسکی الخ نفی شرک فعلی کی طرف مالک ومختار متصرف وکارساز اور عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور نذر و منت کا مستحق بھی وہی ہے۔

لا شریك له ان تمام امور میں کوئی اس کا شریک نہیں ۱۸۶ یہ تیسرا اعلان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو ساری کائنات کا خالق ومالک ہے کیا اسے چھوڑ کر میں کسی اور کو اپنا رب اور کارساز بنا لوں۔ جب ہر چیز کا خالق ومالک اللہ تعالیٰ ہی ہے تو یہ بات ناممکن ہے کہ کوئی ہستی اسکی شریک ہو۔

موضح قرآن ف۱ یعنی یہ کتاب اتاری کہ تم کو عذر کی جگہ باقی نہ رہے ف۲ یعنی پہلی امتوں کا حال سن کر شاید تم کو ہوش آتی سو تم کو بھی ملی ویسی کتاب۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی باہلاک قوم ۱۲۔

۱۸۷ے مشرکین ایمان والوں سے کہا کرتے تھے کہ اِتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ تم ہماری راہ پر آجاؤ ہم تمہارے گناہوں کا ذمہ اٹھا لیتے ہیں۔ فرمایا جرم کی سزا صرف مجرم ہی کو ملے گی۔ یہ نہیں ہوسکے گا کہ ایک مجرم کے گناہ کی سزا کسی اور کو دی جائے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى یہ تخویف اخروی ہے اور ماقبل کی تاکید ہے۔ **۱۸۸ے** یہ ترغیب ہے۔ اللہ ہی نے تم کو تمہارے آباؤ اجداد کا جانشین بنایا ہے اور مختلف خوبیوں اور نعمتوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ کون تم میں سے اس کے احکام کی پیروی کرتا ہے اور کون نافرمانی اور سرکشی کرتا ہے اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ یہ نہ ماننے والوں کے لئے تخویف اخروی اور وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یہ ماننے والوں کے لئے بشارت اخروی کی طرف اشارہ ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اٰيٰتِ رَبِّكَ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ

نشانی تیرے رب کی ف۱ جس دن آئے گی ایک نشانی

رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ

تیرے رب کی ۔ کام نہ آئے گا کسی کے اس کا ایمان لانا

تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ

جو کہ پہلے سے ایمان نہ ۱۸۱ے لایا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ

اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۭ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا

نیکی نہ کی تھی ف۲ تو کہہ دے تم راہ دیکھو ہم بھی

مُنْتَظِرُوْنَ ۝۱۵۸ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ

راہ دیکھتے ہیں ف۳ جنہوں نے راہیں ۱۸۲ے نکالیں اپنے دین میں

وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ

اور ہو گئے بہت سے فرقے تجھ کو ان سے کچھ سروکار نہیں ف۳ ان کا

اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا

کام اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہی جتلا دے گا ان کو جو کچھ وہ

يَفْعَلُوْنَ ۝۱۵۹ مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ

کرتے تھے ف۲ جو کوئی لاتا ہے ایک نیکی ۱۸۳ے تو اس کے لئے اس کا دس

اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى

گنا ہے اور جو کوئی لاتا ہے ایک برائی سو سزا پائے گا

اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۶۰ قُلْ اِنَّنِيْ

اسی کے برابر اور ان پر ظلم نہ ہوگا تو کہہ دے مجھ کو ۱۸۴ے

هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ڬ دِيْنًا

سجھائی میرے رب نے سیدھی راہ دین

موضح قرآن ف۱ یعنی اللہ کی طرف سے جو حد تھی ہدایت کی سو آچکی..... نبی اور شرع اور کتاب جو یہ نہیں مانتے تو اب منتظر ہیں کہ اللہ آپ آوے یا قیامت کی نشانیاں دیکھیں تب یقین کریں سو جب قیامت کا نشان آوے گا یعنی آفتاب مغرب سے نکلے گا تب کافر کا ایمان اور عاصی کی توبہ قبول نہ ہوگی **ف۲** یعنی توریت والوں نے کئی راہیں نکالیں تو ان میں تحقیقات نہ کر کہ صحیح کون اور غلط کون اپنی راہ صحیح پر قائم رہ دین میں جو باتیں یقین لانے کی ہیں ان میں فرق نہ چاہیے کہ اور جو کرتے ہیں اس کے طریقے کئی ہوں تو برا نہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی طلوع شمس از مغرب یا دابۃ الارض ۱۲ **ف۲** یعنی آنروز توبہ گناہگار و ایمان کافر قبول نشود ۱۲۔ **ف۳** یعنی از تو مواخذہ نخواہند کرد ۱۲۔

سورۂ انعام میں آیات توحید

۱- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ڛ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝ (۱۴)۔ نفی شرک اعتقادی صراحۃً وفعلی ضمناً۔

۲- وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۲ع ۲) نفی شرک اعتقادی صراحۃً وفعلی ضمناً۔

۳- قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ (ع ۲) نفی شرک فعلی۔

۴- وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ (ع ۲) نفی شرک اعتقادی۔

۵- اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ (ع ۲) نفی شرک اعتقادی صراحۃً اور فعلی ضمناً۔

۶- وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاۗءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ (ع ۴) نفی شرک اعتقادی۔

۷۔ قُلْ اَرَاَیْتَکُمْ اِنْ اَتٰىکُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْکُمُ السَّاعَةُ اَغَیْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝ (ع ۴) نفی شرک فی التصرف۔

۸۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ (ع ۵) نفی شرک فی التصرف۔

۹۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۝ (ع ۵) نفی شرک اعتقادی۔

۱۰۔ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (ع ۷) نفی شرک اعتقادی۔

۱۱۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ (ع ۸) نفی شرک اعتقادی۔

۱۲۔ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ (ع ۸) نفی شرک فی التصرف۔

۱۳۔ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ (ع ۹) نفی شرک اعتقادی۔

۱۴۔ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ڛ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۭ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ (ع ۹) نفی شرک فی التصرف۔

۱۵۔ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ (ع ۱۱) نفی شرک اعتقادی۔

۱۶۔ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۭ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (۱۲ع) ــ تا ــ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ (ع ۱۳) نفی شرک اعتقادی صراحۃً وفعلی ضمناً۔

۱۷۔ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (ع ۱۴) نفی شرک فعلی۔ تحریمات غیراللہ۔

۱۸۔ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ (ع ۱۴) نفی شرک فعلی۔ نیازات غیراللہ۔

۱۹۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا ــ تا ــ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝ (ع ۱۶) نفی شرک فعلی۔ نیازات غیراللہ۔

۲۰۔ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ ــ تا ــ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ (ع ۱۶) نفی شرک فعلی۔ تحریمات غیراللہ۔

۲۱۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ (ع ۱۶) نفی نیازات غیراللہ و تحریمات غیراللہ۔

۲۲۔ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ ــ تا ــ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا (ع ۱۷) نفی شرک فعلی۔ تحریمات غیراللہ

قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾

صحیح ملت ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور نہ تھا شرک والوں میں

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾

تو کہہ کہ [شلہ] میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو پالنے والا سارے جہان کا ہے

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾

کوئی نہیں اس کا شریک اور یہی مجھ کو حکم ہوا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ

تو کہہ کیا اب میں اللہ کے سوا [شلہ] تلاش کروں کوئی رب اور وہی ہے رب ہر چیز کا

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ

اور جو کوئی گناہ کرتا ہے سو وہ [شلہ] اس کے ذمہ پر ہے اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا پھر تمہارے رب کے پاس ہی سب کو لوٹ کر جانا ہے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

سو وہ جتلائے گا جس بات میں تم جھگڑتے ہو

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ

اور اسی [شلہ] نے تم کو نائب کیا ہے زمین میں اور بلند کر دیئے تم میں درجے ایک کے ایک پر تاکہ آزمائے تم کو اپنے دیئے ہوئے حکموں میں

اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

بیشک تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے

النصف

ع ۲۰ / ۷

سُورۃ اعراف

ربط سورۂ اعراف کو اپنے ماقبل یعنی سورۂ انعام کے ساتھ چھ طرح کا ربط ہے۔ اوّل ربطِ اسمی۔ اگر تم نے انعام (چوپایوں) اور حرث (زمین کی پیداوار) میں غیر اللہ کو شریک نہ کیا اور ان غیر اللہ کی نذریں نہ دیں تو اللہ تعالیٰ تم کو نہ صرف دوزخ سے بلکہ اعراف سے بھی بچا کر جنت میں داخل کریگا۔ دوسرا ربط۔ سورۂ مائدہ اور سورۂ انعام میں مسئلہ کے دونوں پہلو نفی شرک اعتقادی اور نفی شرک فعلی تفصیل سے ذکر کئے گئے۔ اور ان کو دلائل عقل و نقل اور وحی سے مبرہن کیا گیا۔ اب سورۂ اعراف میں فرمایا جب مسئلہ واضح اور مدلل ہو چکا ہے تو اب جرأت و بہادری سے اس کی تبلیغ کرو اور بلا خوف و خطر اسے ہر ایک تک پہنچاؤ اور تمہارے دلوں میں تنگی اور پریشانی کا گذر ہرگز نہ ہونے پائے۔ تیسرا ربط سورۂ انعام میں نفی شرک فی التصرف پر دلائل عقلیہ تفصیل سے ذکر کئے گئے اور دلیل نقلی صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تفصیلاً مذکور ہوئی اور باقی انبیاء علیہم السلام سے اجمالاً۔ اب سورۂ اعراف میں ان انبیاء علیہم السلام میں سے بعض سے دلائل نقلیہ تفصیل سے ذکر کئے جائیں گے۔ چوتھا ربط انعام میں نفی شرک فعلی (نذر غیر اللہ اور تحریمات لغیر اللہ) کو تفصیل سے ذکر کیا گیا۔ اب اعراف میں تحریمات لغیر اللہ کی صرف ایک نہایت اہم صورت کا ذکر کیا گیا یعنی ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنا اور اسے قرب خداوندی کا موجب سمجھنا۔ اور بوقت طواف کپڑے پہننے کو حرام اور گناہ عظیم جاننا۔ پانچواں ربط سورۂ انعام میں پہلے نفی شرک فی التصرف اور اس کے بعد نفی شرک فعلی کا ذکر تھا لیکن سورۂ اعراف میں ترتیب اس کے برعکس اور سورۂ مائدہ کے موافق ہے یعنی پہلے نفی شرک فعلی کا ذکر ہے اور اس کے بعد نفی شرک فی التصرف کا۔ چھٹا ربط سورۂ مائدہ اور سورۂ انعام میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف کو دلائل کے ساتھ بیان کر دیا گیا۔ اب سورۂ اعراف میں فرمایا۔ اس مسئلہ کی خوب تبلیغ کرو اور یاد رکھو اس کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں تمہیں مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا ان کو برداشت کرنا۔

خلاصہ اس سورت میں تین دعوے مذکور ہیں۔ پہلا دعویٰ۔ مسئلہ توحید (نفی شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف) کو جرأت و استقلال سے تبلیغ کرنا اور اس راہ میں جو تکلیفیں آئیں ان کی وجہ سے آزردہ خاطر نہ ہونا۔ یہ دعویٰ سورت کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ دوسرا دعویٰ جو احکام اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ان کی پیروی کرو اور شیاطین کی پیروی میں اپنی طرف سے تحریمات اختراع نہ کرو۔ یہ دعویٰ اتبعوا ما انزل (ع ۱) سے لیکر ضل عنھم ما کانوا یفترون (ع ۶) تک میں مذکور ہے۔ پہلی آیت یعنی اتبعوا ما انزل الیکم الخ میں دوسرا دعوےٰ اجمالاً مذکور ہے۔ اس کے بعد قلیلا ما تشکرون (ع ۱) تک تخویف و تبشیر اور ترغیب و زجر ہے۔ پھر ولقد خلقنکم (ع ۲) سے لیکر رکوع ۲ کے آخر (ومنھا تخرجون) تک اصل دعویٰ کی تمہید ہے۔ اس کے بعد رکوع ۳ کی ابتدا یٰبنی اٰدم قد انزلنا الیکم لباسًا سے لیکر ولا ھم یحزنون (ع ۴) تک اصل مقصود یعنی دوسرے دعوے کا ذکر ہے۔ ان آیتوں میں چار دفعہ یٰبنی اٰدم کے خطاب سے اصل مقصود کا ذکر فرمایا۔ اے بنی آدم! الباس تمہاری شرمگاہوں کو ڈھانپنے اور تمہاری زینت کیلئے بنایا ہے۔ اے بنی آدم! شیطان کے اغوا اور وسوسے میں آکر اپنا لباس مت اتار پھینکو جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ یعنی آدم و حوا علیہما السلام کا لباس اتروا دیا تھا۔ شیطان تمہارے دلوں میں وسوسے ڈال کر تم سے نئی نئی تحریمات کی اختراع کراتا ہے اور یہ بات شیطان ہی نے تمہارے دل میں بٹھائی ہے کہ ننگے ہو کر طواف کرنا عبادت اور رضائے الٰہی کا موجب ہے۔ اے بنی آدم ہر عبادت کے وقت لباس زیب تن رکھا کرو اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو کھاؤ اور ان میں غیر اللہ کو شریک مت کرو۔ لباس اللہ نے تمہاری زینت کیلئے پیدا کیا ہے اسے پہنو اور اپنی طرف سے اس کے استعمال پر ناجائز پابندیاں مت لگاؤ اور بحالت عبادت (طواف، نماز وغیرہ) اس کے پہننے کو حرام مت سمجھو۔ اے بنی آدم! تمہارے پاس میرے رسول آئیں گے جو تم کو میرے احکام پہنچائیں گے اور تمہیں میری توحید سنائیں گے لہٰذا تم ان کی پیروی کرنا اور شرک سے بچے رہنا اس کے بعد پھر رکوع ۶ کے اختتام تک بشارتیں، تخویفیں اور زجریں مذکور ہیں۔ تیسرا دعویٰ غیب دان، کارساز اور متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس نے کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کر رکھا ہے۔ یہ دعویٰ ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت سے لیکر رکوع ۷ کے آخر لقوم یشکرون تک میں مذکور ہے۔ اصل دعوے ذکر کرنے کے بعد وھو الذی یرسل الریٰح سے آخر رکوع تک مومن کے دل کیلئے زرخیز زمین اور کافر کیلئے بنجر زمین کی مثال بیان فرمائی جس طرح عمدہ زمین میں بارش کی وجہ سے سرسبز و شاداب کھیت اور باغات لہلہانے لگتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی آیتیں سنکر مومنین کے ایمان میں تازگی اور پختگی پیدا ہو جاتی ہے اور جس طرح ناقص اور بنجر زمین میں باوجود بارش کے کام کی کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی اسی طرح معاندین کے دلوں کی سیم و تھور زدہ زمین پر آیاتِ الٰہی کی بارش کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور ان سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا بلکہ ان کے دلوں میں تعصب و عناد اور ضد کی بیماری بدستور باقی رہتی ہے۔

تینوں دعوے ذکر کرنے کے بعد رکوع ۸ کی ابتدا لقد ارسلنا نوحًا الی قومہ سے لیکر رکوع ۲۰ کے اختتام بما کانوا یظلمون تک میں چھ انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان کئے گئے ہیں جو لف و نشر غیر مرتب کے طور پر مذکورہ تینوں دعوؤں ہی سے متعلق ہیں۔ پہلا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا ہے جو لقد ارسلنا نوحًا الی قومہ سے لیکر انھم کانوا قومًا عمین تک ہے۔ یعنی پورا رکوع ۸۔ دوسرا قصہ حضرت ہود علیہ السلام کا ہے جو والی عاد اخاھم ھودا سے لیکر وما کانوا مؤمنین (پورا رکوع ۹) میں مذکور ہے۔ اور تیسرا قصہ والی ثمود اخاھم صٰلحًا سے لے کر رکوع ۱۰ میں ولکن لا تحبون النٰصحین تک میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تینوں قصے تیسرے دعوے یعنی غیب دان اور کارساز صرف اللہ ہی ہے اور کوئی نہیں اور اس نے اپنا کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کر رکھا سے متعلق ہیں۔ ان تینوں قصوں سے معلوم ہوا کہ ان تینوں پیغمبروں نے اپنی تبلیغ کا آغاز اسی دعوے سے کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تینوں جگہوں میں ان کا حسب ذیل کلام نقل فرمایا یٰقوم اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ (ع ۸، ۹، ۱۰) ہر ایک نے اپنی قوم سے یہی کہا اے میری قوم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو، حاجات و مشکلات میں غائبانہ صرف اسی کو پکارو اس کے سوا کوئی تمہارا کارساز اور حاجت روا نہیں، نہ اس کے سوا کوئی عالم الغیب اور متصرف و مختار ہے۔ چوتھا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا ہے ولوطًا اذ قال لقومہ سے لے کر فانظر کیف کان عاقبۃ المجرمین آخر رکوع ۱۰ تک میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ قصہ دوسرے دعوے سے متعلق ہے۔ دوسرا دعویٰ یہ تھا کہ اللہ کے نازل کردہ احکام کی پیروی کرو۔ اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام جانو اور اپنی طرف سے تحریمات اختراع نہ کرو۔ قوم لوط علیہ السلام فسق و فجور میں اس حد تک منہمک ہو چکی تھی کہ ان کے دلوں سے گناہ اور بدکاری کی برائی اور حرام کی حرمت کا احساس ہی ختم ہو چکا تھا اور وہ محرمات الٰہیہ کے ساتھ حرام کا سا معاملہ نہیں کرتے تھے۔

پانچواں قصہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے جو والی مدین اخاھم شعیباً۔ تا۔ فکیف اسیٰ علیٰ قوم کٰفرین (پورا رکوع ۱۱) میں مذکور ہے۔ یہ قصہ دوسرے اور تیسرے دونوں دعووں سے متعلق ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا اعلان یٰقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الٰہ غیرہ یہ تیسرے دعوے سے متعلق ہے اور فاوفوا الکیل والمیزان ولا تبخسوا الناس اشیاءھم الخ یہ دوسرے دعوے سے متعلق ہے کیونکہ قوم شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ان محرمات (ناپ تول میں کمی بیشی کرکے کسی کا حق مار لینا اور زمین میں شر و فساد بپا کرنا وغیرہ) کو حرام نہیں جانتی تھی پانچوں قصوں کے بعد بطور تخویف دنیوی روئے سخن اہل مکہ کی طرف ہوگیا ہے یعنی رکوع ۱۲ کی ابتداء وما ارسلنا فی قریۃ من نبی سے رکوع ۱۲ میں ونطبع علیٰ قلوبھم فھم لا یسمعون تک۔ چھٹا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے جو ثم بعثنا من بعدھم موسیٰ بایٰتنا (ع ۱۳) تا۔ فارسلنا علیھم رجزا من السماء بما کانوا یظلمون (ع ۲۰) میں مذکور ہے۔ یہ قصہ پہلے دعوے سے متعلق ہے۔ یعنی مسئلہ توحید کی تبلیغ میں مصائب و مشکلات کا سامنا ہوگا ان کا دلیری سے مقابلہ کرنا جسطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راہ حق اور اشاعت توحید میں فرعون اور اسکی قوم کی طرف سے مصائب آلام کا سامنا کرنا پڑا اور انہوں نے پوری ہمت و جرأت سے انکا مقابلہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ آٹھ مسلسل واقعات کا ایک سلسلہ ہے جو انہیں اپنی زندگی میں پیش آئے جنمیں سے ہر ایک ایک کٹھن اور مشکل منزل کی شان رکھتا ہے۔

پہلا واقعہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے سامنے بھرے دربار میں اعلان توحید اور تبلیغ حق، فرعون کے مطالبہ پر اژدھا اور ید بیضاء کے معجزے دکھانا اور پھر فرعون کے لائے ہوئے جادوگروں (جن کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی) سے مقابلہ کرنا۔ یہ واقعہ ثم بعثنا من بعدھم بایٰتنا (ع ۱۳) تا وتوفنا مسلمین (ع ۱۴) میں مذکور ہے۔ دوسرا واقعہ فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر ظلم و ستم فرعون کی طرف سے قوم موسیٰ علیہ السلام میں پیدا ہونے والے لڑکوں کے قتل کرنے اور لڑکیوں کو غلامی کے لئے زندہ رکھنے کا حکم۔ اور اس ظلم و ایذاء کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا صبر و تحمل سے برداشت کرنا۔ یہ واقعہ وقال الملاء من قوم فرعون اتذر موسیٰ۔ تا۔ فینظر کیف تعملون۔ (پورا رکوع ۱۵) میں مذکور ہے۔ تیسرا واقعہ فرعون اور اس کی قوم پر مختلف صورتوں میں اللہ کے عذاب کا نازل ہونا۔ بحالت عذاب ان کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رفع عذاب کی دعا کے لئے درخواست کرنا اور یہ عہد کرنا کہ عذاب اٹھ جانے کے بعد وہ ایمان لے آئیں گے اور پھر رفع عذاب کے بعد عہد شکنی کرنا اور آخر کار فرعون کا لاؤ لشکر سمیت دریائے نیل میں غرق ہونا یہ واقعہ ولقد اخذنا آل فرعون بالسنین۔ تا۔ وما کانوا یعرشون (رکوع ۱۶) میں مذکور ہے۔ چوتھا واقعہ بنی اسرائیل کا دریا کے بارہ راستوں میں سے صحیح و سالم گذر جانا اور پار جا کر سرکشی پر اتر آنا اور مشرکوں کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بت پرستی کی اجازت چاہنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ کے احسانات یاد دلا کر ان کو سمجھانے کی کوشش کرنا یہ واقعہ وجاوزنا ببنی اسراءیل البحر۔ تا۔ وفی ذٰلکم بلاء من ربکم عظیم ۝ (رکوع ۱۶ کا آخر) میں بیان کیا گیا ہے۔

پانچواں واقعہ۔ تورات دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بلانا، موسیٰ علیہ السلام کا ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین بنانا۔ کوہ طور پر رؤیت باری تعالیٰ کی آرزو کرنا۔ تجلی الٰہی کی تاب نہ لاکر بیہوش ہوجانا۔ ان کی عدم موجودگی میں قوم کا بگڑ جانا۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی تبلیغ توحید اور شرک سے روکنے کے باوجود گوسالہ سامری کی پرستش میں لگ جانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تورات لے کر قوم میں واپس آنا۔ یہ واقعہ وٰعدنا موسیٰ ثلٰثین لیلۃ (ابتداء رکوع ۱۷)۔ تا۔ لنکونن من الخٰسرین (ع ۱۸) میں مذکور ہے۔ چھٹا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر غضبناک ہونا، حضرت ہارون علیہ السلام کو ادائے فرائض میں کوتاہی کرنے کا الزام دینا، پھر ان کا معقول عذر سن کر اپنی لغزش پر اللہ سے دعا کرنا اس کے بعد گوسالہ پرستوں کے لئے تخویف دنیوی کا ذکر ہے یہ واقعہ ولما رجع موسیٰ الیٰ قومہ (ع ۱۸)۔ تا۔ ھم لربھم یرھبون (ع ۱۹) میں بیان کیا گیا ہے۔ ساتواں واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کے ستر آدمیوں کو کلام الٰہی سننے کے لئے کوہ طور پر لے جانا، ان لوگوں کا اللہ تعالیٰ کو علانیہ دیکھنے کا مطالبہ کرنا، اس محال اور گستاخانہ مطالبہ پر ان کا ہلاک ہوجانا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کا دوبارہ جی اٹھنا یہ واقعہ واختار موسیٰ قومہ (ع ۱۹)۔ تا۔ یھدون بالحق وبہ یعدلون (ع ۲۰) میں مذکور ہے۔ اس حصے میں ماننے والوں کے لئے بشارت کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آگیا تھا اس لئے اس کے بعد بطور جملہ معترضہ قل یٰایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا الخ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی عالمگیر رسالت اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آٹھواں واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کیلئے پتھر سے بارہ پانی کے چشموں کا ظاہر ہونا۔ بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ کرنا، ان پر من و سلویٰ کا اترنا اور ان کو سرزمین بیت المقدس میں اترنے کا حکم دیا جانا اور ان کا سرکشی سے حکم خداوندی کی مخالفت کرنا۔ یہ واقعہ وقطعنٰھم اثنتی عشرۃ اسباطا۔ تا۔ بما کانوا یظلمون (تمام رکوع ۲۰) میں مذکور ہے۔

قصص کے اختتام پر وسئلھم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر (ع ۲۱)۔ تا۔ لعلھم یرجعون (ع ۲۱) میں تخویفات کا ذکر ہے۔ اس کے بعد فخلف من بعدھم خلف سے ان برے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو نیک لوگوں کے جانشین ہوتے اور ان کا مسلک توحید چھوڑ کر شرک کرنے اور شرک پھیلانے میں مصروف ہوجاتے ہیں اور دین کو دنیائے دنی کمانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں اور پھر کہتے کیا ہیں سیغفر لنا قیامت کو آکر ہمارے ہماری ضرور بخشش ہوجائیگی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے جھوٹے گدی نشینوں کے اس باطل دعوے کو چار وجوہ سے رد فرمایا ہے۔ وجہ اول الم یوخذ علیھم میثاق الکتٰب۔ تا۔ لا نضیع اجر المصلحین (ع ۲۱) یعنی اگر بدعملی کے باوجود بخشش ہوسکتی ہوتی تو ہمیں کتاب کی پیروی کرنے عہد و پیمان لینے کی کیا ضرورت تھی۔ وجہ دوم واذ نتقنا الجبل۔ تا۔ لعلکم تتقون اگر ایسے ہی بخشش ممکن ہوتی تو اللہ کی کتاب پر عمل کرنے کا عہد لینے کے لئے پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں پر معلق نہ کیا جاتا۔ وجہ سوم واذ اخذ ربک من بنی اٰدم۔ تا۔ ولعلھم یرجعون (ع ۲۲) اگر اعتقادات حقہ اور اعمال صالحہ کے بغیر نجات ممکن ہوتی تو ہر فرد بشر سے توحید باری تعالیٰ کا عہد نہ لیا جاتا۔ وجہ چہارم واتل علیھم نبا الذی اٰتینٰہ۔ تا۔ وانفسھم کانوا یظلمون (ع ۲۲) بلعم باعور کو ہم نے ہدایت عطا کی مگر اس کے بعد نافرمانی کی وجہ سے ہم نے اسے ذلیل و خوار کر دیا۔ اگر بدعملی کے باوجود بخشش ہوسکتی ہوتی تو اسے ذلیل کرنے کی کیا ضرورت تھی اس کے بعد من یھد اللّٰہ فھو المھتدی (ع ۲۲)۔ تا۔ وھم لا یبصرون (ع ۲۴) تمام آیتیں مذکورہ تینوں دعووں سے متعلق ہیں من یھد اللّٰہ فھو المھتدی الخ یہ پہلے دعوے سے متعلق ہے یعنی آپ جرأت و دلیری سے مسئلہ پہنچا دیں ہدایت دینا یا نہ دینا اللہ کے اختیار میں ہے ولقد ذرأنا لجھنم کثیرا۔ تا۔ اولٰئک ھم الغٰفلون (ع ۲۲) یہ دوسرے سے متعلق ہے یعنی مشرکین جانوروں کی طرح ننگا ہوتے ہیں کوئی شرم اور عار محسوس نہیں کرتے۔ وللّٰہ الاسماء الحسنیٰ۔ تا۔ وبہ یعدلون (آخر رکوع ۲۲) یہ تیسرے دعوے سے متعلق ہے تمام اعلیٰ صفتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہی غیب دان اور کارساز ہے۔ اس لئے صرف اسی کو پکارو اور اس کے سوا کسی کو مت پکارو۔ والذین کذبوا بایٰتنا (ع ۲۳)۔ تا۔ وبشیر لقوم یؤمنون (ع ۲۳) یہ پہلے دعوے سے متعلق ہے۔ یعنی آپ بے دھڑک مسئلہ توحید بیان کریں جو نہ مانیں اور تکذیب کریں ایسے لوگوں کو ہم ڈھیل دیدیں گے اور جب پکڑیں گے سخت پکڑیں گے۔ ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ

ع ۲۴ - تا - اما انتم صامتون ○ دوسرے دعوے سے متعلق ہے۔ یعنی وہ اولاد حاصل کرنے کے لئے غیر اللہ کی نذریں نیازیں دیتے ہیں۔ اِنَّ الذین تدعون من دون اللہ ۔ تا ۔ وھم لا یبصرون تیسرے دعوے سے متعلق ہے مشرکین اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ بالکل عاجز اور بے بس ہیں وہ نہ غیب دان ہیں نہ حاجت روائی کی قدرت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد خذ العفو وامر بالعرف الخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے۔ واخوانھم یمدونھم فی الغی ثم لا یقصرون ○ زجر ہے اور واذا لم تاتھم بآیۃ الخ شکویٰ اور قل انما اتبع ما یوحیٰ اِلیّ جواب شکویٰ ہے۔ ھٰذا بصائر من ربکم ۔ تا ۔ لعلکم ترحمون ترغیب الی القرآن۔ واذکر ربک فی نفسک الخ یعنی ہر حال میں صرف اللہ ہی کو پکارو اور اس کی پکار میں کسی کو شریک نہ بناؤ۔

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَسِتُّ اٰيَاتٍ وَاَرْبَعٌ وَعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

لہ سورۂ اعراف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی دو سو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمٓصٓ ① كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ

لہ یہ کتاب سہ اتری ہے تجھ پر سو چاہیئے کہ تیرا جی

حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ②

تنگ نہ ہو اسکے پہنچانے سے تاکہ تو ڈرائے اس سے اور نصیحت ہو ایمان والوں کو

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا

چلو اسی پر سہ جو اترا تم پر تمہارے رب کی طرف سے اور نہ چلو

مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ③ وَ

اس کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے ھہ تم بہت کم دھیان کرتے ہو اور

كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا

کتنی بستیاں شہ ہم نے ہلاک کر دیں کہ پہنچا ان پر ہمارا عذاب راتوں رات

اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ④ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ

دوپہر کو سوتے ہوئے پھر یہی تھی ان کی پکار جس وقت

جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا

کہ پہنچا ان پر ہمارا عذاب کہ کہنے لگے بے شک ہم تھے

ظٰلِمِيْنَ ⑤ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ

گنہگار سو ہم کو ضرور پوچھنا ہے تہ ان سے جن کے پاس رسول بھیجے گئے تھے

وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ⑥ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ

اور ہم کو ضرور پوچھنا ہے رسولوں سے پھر ہم ان کو احوال سنائیں گے وت

۲ الٓمٓصٓ یہ حروف مقطعات میں سے ہیں ان کی مراد اللہ ہی جانتا ہے، حروف مقطعات کی تفصیلی بحث سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ ۲) جیسا کہ خلاصہ میں گذر چکا ہے سورۂ اعراف میں تین دعوے ذکر کئے گئے ہیں (۱) مسئلۂ توحید کی جرأت و استقلال سے تبلیغ کرو اور اس سلسلہ میں جو تکلیفیں آئیں انہیں برداشت کرو اور دل میں تنگی نہ لاؤ (۲) نفی شرک فعلی یعنی اللہ کے نازل کردہ احکام کی پیروی کرو اور شیاطین کی اتباع میں اپنی طرف سے تحریمات اختراع نہ کرو (۳) نفی شرک اعتقادی یعنی غیب دان اور متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ اس نے کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کیا لہٰذا غائبانہ حاجات میں اسی کو پکارو۔

پہلا دعویٰ

۳ یہ دعویٰ اولیٰ ہے۔ یعنی بہادر بن کر مسئلہ توحید پہنچاؤ اور دل میں کسی قسم کی تنگی نہ لاؤ اور مشرکین کی تکذیب کی پرواہ مت کرو حرج منہ بتبلیغہ لانہ کان یخاف قومہ و تکذیبھم لہ و اعراضھم عنہ (مدارک ج ۲ ص ۳۲) کتاب خبر اور ھٰذا اس کا مبتدا محذوف ہے لتنذر بہ الخ یہ انزل کے متعلق اور فلا یکن فی صدرک حرج اسی پر متفرع ہے۔

دوسرا دعویٰ

۴ یہاں سے دوسرے دعوے کی ابتداء ہوتی ہے اس آیت میں وہ دوسرا دعویٰ بالاجمال مذکور ہے۔ یعنی اللہ کے نازل کردہ احکام کی پیروی کرو اور شیاطین کی پیروی نہ کرو۔ رکوع ۳ اور ۴ میں یعنی از یٰبنی اٰدم قد انزلنا علیکم لباسًا ۔ تا ۔ فذوقوا العذاب بما کنتم تکسبون یہ دعویٰ تفصیل سے مذکور ہے اس سے پہلے رکوع ۲ یعنی ولقد خلقنٰکم ثم صورنٰکم ۔ تا ۔ ومنھا تخرجون میں اس کی تمہید کا ذکر ہے۔ ولا تتبعوا من دونہٖ اولیاء۔ اولیاء سے یہاں شیاطین الانس والجن مراد ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرتے، ان سے شرک کراتے اور ان کو خود ساختہ تحریمات پر آمادہ کرتے ہیں۔ اراد بالاولیاء الشیاطین شیاطین الانس والجن وانھم الذین یحملون علیٰ عبادۃ الاوثان والاھواء والبدع و یضلون عن دین اللہ تعالیٰ (بحر ج ۴ ص ۲۶۹ وکذا فی الکبیر ج ۴ ص ۲۶۲) جیسا کہ اسی سورت کے تیسرے رکوع میں ارشاد ہے انا جعلنا الشیٰطین اولیاء للذین لا یؤمنون ۵ یہ تخویف دنیوی ہے اَھْلَکْنٰھَا ای اَھْلَکْنَا اَھْلَھَا۔ یعنی بہت سی بستیوں کے باسیوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں بَیَاتًا مصدر بمعنی اسم فاعل اھلکنا کے مفعول سے حال واقع ہے مصدر واقع موقع الحال بمعنی بائتین۔ (مدارک ج ۲ ص ۳۲) قآئلون۔ قیلولۃ سے ہے جس کے معنی دوپہر کے وقت نیند کرنے کے ہیں فَمَا کَانَ دَعْوٰھُمْ الخ عذاب آنے سے پہلے تو وہ ضد و عناد کی وجہ سے مانتے نہ تھے لیکن جب ان کی بداعمالیوں اور مسلسل تمرد و انکار کے سبب اللہ کا

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی معبودان باطل کہ دوست میگرفتند ۱۲ ف۲ یعنی ہمہ اعمال ایشان را ۱۲ -

عذاب آجاتا تو اپنے قصور کا اعتراف کر لیتے مگر اس وقت پچھتانے سے کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ ۶ یہ تخویف اخروی ہے۔ ۷ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ قیامت کے دن جو میزان (ترازو) نصب کیا جائے گا۔ اس میں کیا تولا جائے گا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ اعمالنامے تولے جائیں گے جن میں حسنات و سیئات لکھے جاتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ قیامت کے دن اعمال حسنہ کو اچھی صورت میں اور اعمال سیئہ کو قبیح صورت میں مصور و مجسم کیا جائے گا اور پھر ان کو ترازو کے پلڑوں میں ڈال کر تولا جائے گا۔ قال بعضهم توزن صحائف الاعمال المكتوبة فيها الحسنات والسيات..... وقال ابن عباس يوتى بالاعمال الحسنة على صورة حسنة و بالاعمال السيئة على صورة قبيحة فتوضع في الميزان (خازن ج ۲ ص۱۷۲) ۸ یہ بشارت اخروی ہے ومن خفت موازينه الخ یہ تخویف اخروی ہے ۹ یہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرنے کی ترغیب ہے۔ مَعَايِشَ معیشة کی جمع ہے مراد ذریعہ معاش ہے یعنی ہم نے زمین میں تم کو تمکین دی اور اس میں تمہاری روزی کے لئے کئی اسباب و ذرائع مہیا کئے اللہ کر ان انعامات کے شکرانے میں تمہیں اس کے احکام کا اتباع کرنا چاہئے اور اس کے رسول کی دعوت کو دل و جان سے قبول کرنا چاہئے ۱۰ یہ دوسرے دعوے کی تمہید ہے جو اس پورے رکوع میں ذکر کی گئی ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم، ابلیس کی نافرمانی اس کے ملعون و مطرود ہونے اور آدم و حوا علیہما السلام سے اس کی عداوت اور اس کی وجہ سے جنت میں ان کے برہنہ ہو جانے کا ذکر کیا گیا ہے ثم قلنا الخ ثم یہاں تعقیب ذکری کے لئے ہے ورنہ ماقبل سے مرتبط نہیں ہو سکے گا کیونکہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم اولاد آدم کی پیدائش سے پہلے ہوا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ واقعہ بھی اس کے بعد بیان کرو۔ لہٰذا اس سے یہ مطلب نکالنا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے بھی دنیا میں انسان موجود تھے سراسر باطل ہے اور کج فہمی پر مبنی ہے بعض مفسرین نے خلقنكم اور صورنكم میں مضاف مقدر مانا ہے خلقنا اباكم ادم عليه السلام طينا غير مصور ثم صورناه الخ (روح ج ۸ ص۸۵) لیکن ثم کو تعقیب ذکری پر محمول کرنے کی صورت میں اس تقدیر کی ضرورت نہیں رہتی۔

بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝۷ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ

اپنے علم سے اور ہم کہیں غائب نہ تھے اور تول ۷ اس دن

الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

ٹھیک ہوگی پھر جس کی تولیں بھاری ہوئیں ۸ سو وہی ہیں

الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

نجات پانے والے اور جس کی تولیں ہلکی ہوئیں سو وہی ہیں

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

جنہوں نے اپنا نقصان کیا اس واسطے کہ ہماری آیتوں

يَظْلِمُوْنَ ۝۹ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا

کا انکار کرتے تھے ف۱ اور ہم نے تم کو جگہ دی زمین میں ۹ اور مقرر کر دیں

لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۱۰ وَلَقَدْ

اس میں تمہارے لئے روزیاں تم بہت کم شکر کرتے ہو اور ہم

خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ

نے تم کو پیدا کیا ۱۰ پھر صورتیں بنائیں تمہاری پھر حکم کیا فرشتوں کو کہ

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ

سجدہ کرو آدم کو پس سجدہ کیا سب نے مگر ابلیس ۱۱ نہ تھا

مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝۱۱ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ

سجدہ والوں میں کہا تجھ کو کیا مانع تھا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب

اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ

میں نے حکم دیا تجھ کو بولا میں اس سے بہتر ہوں مجھ کو تو نے بنایا آگ سے اور

خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝۱۲ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ

اس کو بنایا مٹی سے کہا تو اتر یہاں سے تو اس لائق

ع ۱ / ۸

۱۱ ابلیس فرشتوں میں سے نہیں تھا لیکن سجدہ کرنے کا حکم اسے بھی ہوا تھا مطلب یہ ہوگا کہ فرشتوں کو حکم دیا تو وہ مان گئے اور ابلیس کو بھی حکم ہوا مگر وہ نہیں مانا۔ عرف عام میں ایسے موقعوں پر حذف سے کام لیا جاتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے فلاں شہر والوں کو وعظ کیا وہ مان گئے لیکن فلاں شہر والوں نے نہیں مانا یعنی انکو بھی وعظ کیا تھا لیکن وہ نہیں مانے۔

موضح قرآن ف۱ ہر شخص کے عمل لکھے جاتے ہیں موافق وزن کے وہی کام ہے کہ صدق سے اور محبت سے موافق حکم کیا اور برمحل کیا تو اسکا وزن بڑھ گیا اور دکھاوے کو یا رسم کو کیا یا موافق حکم نہ کیا یا ٹھکانے پر نہ کیا تو

لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ

نہیں کہ تکبر کرے یہاں پس باہر نکل تو ذلیل ہے

قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ

بولا کہ مجھے مہلت دے اس دن تک کہ لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں فرمایا تجھ کو

الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ

مہلت دی گئی بولا تو جیسا ۱۲ے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور بیٹھوں گا انکی

صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ

تاک میں تیری سیدھی راہ پر ف۱ پھر ان پر آؤں گا ان کے

اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ

آگے سے اور پیچھے سے ۱۳ے اور دائیں سے اور

شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ

بائیں سے اور نہ پائے گا تو اکثروں کو ان میں شکر گذار ۱۴ے کہا

اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ

نکل یہاں سے ۱۵ے برے حال سے مردود ہو کر جو کوئی ان میں سے تیری راہ پر چلیگا

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ

تو میں ضرور بھر دونگا دوزخ کو تم سب سے اور اے آدم رہ تو

اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا

اور تیری عورت جنت میں پھر کھاؤ جہاں سے چاہو اور

تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾

پاس نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم ہو جاؤ گے گنہگار

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ

پھر بہکایا ان کو شیطان نے تاکہ کھول دے ۱۶ے ان پر وہ چیز کہ ان کی نظر سے پوشیدہ

۱۲ے ما مصدریہ اور بار سببیہ ہے اغویتنی ای بما اضللتنی و ھو المروی عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالے عنھما (روح ج ۸ ص ۹۴) یعنی مجھ کو تیرے گمراہ اور بدراہ کر دینے کی وجہ سے میں آدم اور اولاد آدم کو گمراہ کرنے کے لئے تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا اور مختلف حیلوں سے ان کو صراط مستقیم سے بھٹکانے کی کوشش کروں گا ۱۳ے من بین ایدیھم سے آخرت پر ایمان لانے سے روکنا مراد ہے ومن خلفھم دنیا میں مشغول و منہمک کر دینا وعن ایمانھم نیکیوں سے روکنا وعن شمآئلھم برائیوں کی ترغیب دینا مراد ہے۔ یا یہ چاروں ہر طریقہ سے گمراہ کرنے سے کنایہ ہے اور یہی معنی سیاق قرآن کے مطابق ہے الظاھر ان اتیانہ من ھذہ الجھات الاربع کنایۃ عن وسوستہ واغوائہ لہ والجد فی اضلالہ من کل وجہ یمکن (بحر ج ۴ ص ۲۷۶) ۱۴ے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہاں شاکر بمعنی موحد ہے قال ابن عباس معناہ ولا تجد اکثرھم موحدین (خازن ج ۲ ص ۱۷۸) ۱۵ے منھا کی ضمیر سے جنت یا زمرۂ ملائکہ یا آسمان مراد ہے مذءومًا ای مذمومًا (برا) مدحورًا ای مطرودًا (راندہ درگاہِ خدا) لمن تبعک الخ اس میں لام قسمیہ ہے اور لاملئن جھنم الخ جواب قسم ہے۔ ۱۶ے لیبدی لام وسوس کے متعلق ہے اور عاقبت کے لئے ہے کیونکہ ابلیس کا مقصد خاص یہ ذلت پہنچانا نہیں تھا بلکہ اس کا مقصد تو ان سے خدا کی نافرمانی صادر کرانا تھا لیکن آخر الامر یہ بات بھی ہو گئی واللام فی قولہ لیبدی لھما لام العاقبۃ وذلک لان ابلیس لم یقصد بالوسوسۃ ظھور عوراتھما وانما کان حملھما علی المعصیۃ فقط فکان عاقبۃ امرھما ان بدت عوراتھما (خازن ج ۲ ص ۱۷۹) من سوأتھما یہ ماوری کا بیان ہے۔

موضح قرآن ف۱ یعنی میں تو گمراہ ہوا اب ان کی بھی راہ ماروں گا۔

۱۷ ابلیس نے ان کو قسم دی کہ وہ ان کی خیر خواہی کر رہا ہے یہاں مزید بمعنی مجرد ہے کیونکہ قسم صرف ابلیس نے کھائی تھی لیکن آدم و حوا علیہما السلام نے چونکہ اس کی قسم کو مان لیا تھا تو گویا ان کی طرف سے بھی قسم ہو گئی اس لئے باب مفاعلہ استعمال کیا گیا و اخرج قسم ابلیس علیٰ زنۃ المفاعلۃ لان لما کان منہ القسم و منھما التصدیق فکانھما من اثنین (مدارک ج ۲ ص ۳۰) ۱۸ آخر ابلیس نے دھوکہ اور فریب سے ان کو شجرۂ ممنوعہ کھانے پر آمادہ کر لیا اور ان کو ان کے رتبۂ اطاعت سے نیچے گرا دیا ای حطھما عن درجتھما و انزلھما عن رتبۃ الطاعۃ الی رتبۃ المعصیۃ (روح ج ۸ ص ۱۰۰) ۱۹ یہ اصل میں تِی تھا اسم اشارہ برائے تانیث واحد اس کے بعد لام بُعد لگایا گیا التقاء ساکنین کی وجہ سے یا گر گئی اور ک، کما، کم وغیرہ ضمائر خطاب تنبیہ کے لئے آتی ہیں اور مخاطب کی مناسبت سے استعمال ہوتی ہیں۔ یہاں مخاطب چونکہ دو تھے یعنی آدم و حوا علیہما السلام اس لئے ضمیر کما استعمال کی گئی۔ ۲۰ شجرۂ ممنوعہ کھا لینے کی لغزش پر نادم ہو کر حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے یہی دعائیہ کلمات ان کے دل میں ڈال دیئے چنانچہ دونوں نے انہی کلمات سے گڑگڑا کر اللہ سے معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے لغزش معاف فرما دی جیسا کہ سورۂ بقرہ ع ۴ میں ارشاد ہے فتلقّٰی اٰدم من ربہ کلمات فتاب علیہ تمام محققین اہل تفسیر کی رائے یہی ہے کہ اس آیت میں کلمات سے یہی دعا مراد ہے ای استقبلھما بالاخذ والقبول والعمل بھا.... وھن قولہ تعالیٰ ربنا ظلمنا انفسنا الخ (مدارک ج ۱ ص ۳۵) ۲۱ اھبطوا بصیغہ جمع میں خطاب حضرت آدم و حوا علیہما السلام اور ابلیس سے ہے۔ امام فراء کہتے ہیں خطاب حضرت آدم اور حوا سے ہے جیسا کہ دوسری جگہ وارد ہے قال اھبطا منھا جمیعا (طٰہٰ ع ۷) چونکہ وہ دونوں نوع بشر کی اصل ہیں اس لحاظ سے گویا کہ وہی جمیع بشر ہیں وضمیر الجمع لکونھما اصل البشر فکانھم ھم (روح ج ۸ ص ۱۰۲)۔

عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى

تھی ان کی شرمگاہوں سے اور وہ بولا کہ تم کو نہیں روکا تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اسی لئے کہ کبھی تم ہو جاؤ فرشتے یا ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والے ف اور ان کے آگے قسم کھائی کہ میں البتہ تمہارا دوست ہوں ۱۷ پھر مائل کر لیا ان کو فریب سے ۱۸ پھر جب چکھا ان دونوں نے درخت کو تو کھل گئیں ان پر شرمگاہیں ان کی اور لگے جوڑنے اپنے اوپر بہشت کے پتے اور پکارا ان کو ان کے رب نے کیا میں نے منع نہ کیا تھا تم کو اس درخت سے ۱۹ اور نہ کہہ دیا تھا تم کو کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے بولے وہ دونوں کہ اے رب ہمارے ظلم کیا ہم نے اپنی جان پر ۲۰ اور اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور ہو جائیں گے تباہ فرمایا تم اترو ۲۱ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانا اور نفع اٹھانا ہے ایک

ل باب مفاعلہ مبالغہ کے لئے ہے۔ یا قسم شیطان نے کھائی اور آدم و حوا علیہما السلام نے تصدیق کی از مدارک۔

۲ ہ اسم اشارہ برائے بعید

موضح قرآن ف عیب ڈھکے تھے یعنی حاجت استنجا اور حاجت شہوت جنت میں نہ تھی اور ان کے بدن پر کپڑے تھے وہ کبھی اتارتے نہ تھے کہ اتارنے کی حاجت نہ ہوتی تھی یہ اپنے اعضا سے واقف نہ تھے، جب یہ گناہ ہوا تو لوازم بشری پیدا ہوئے اپنی حاجت سے خبردار ہوئے اور اپنے اعضا دیکھے۔

۲۲ حیات سے حیات متعارفہ مراد ہے اس لئے یہ اعتراض وارد نہیں ہوگا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی زمین پر ہی زندگی بسر کرتے۔ زمین حیات متعارفہ کا مرکز ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمان میں زندگی یہاں کی متعارف زندگی نہیں۔ یعنی وہ زندگی جس کے ساتھ خورد نوش اور دیگر لوازم وابستہ ہوں۔ یہاں تک تمہید ختم ہوئی۔ **۲۳** تمہید کے بعد یہاں سے اصل مقصد یعنی دوسرا دعوی شروع ہوتا ہے جسے رکوع ۳ و ۴ میں چار دفعہ یبنی آدم کے عام خطاب سے بیان کیا گیا ہے قد انزلنا علیکم لباسًا یعنی ہم نے لباس اس لئے بنایا ہے تاکہ تم اپنے قابل ستر اعضاء کو ڈھانپ سکو اور لباس سے زینت و آرائش کا کام بھی لو۔ ریشا ای زینۃ **۲۴** لباس التقوی سے ایمان، عمل صالح اور دلی حیاء مراد ہے مطلب یہ کہ ظاہری لباس کے ساتھ یہ تقوی کا لباس بھی پہننا چاہئے جو پہلے سے کہیں زیادہ ضروری اور اہم ہے **۲۵** یہاں اولاد آدم کو شیطان کے فریب سے خبردار کیا گیا کہ یہ وہی تمہارا پرانا دشمن ہے جس نے تمہارے ماں باپ (حوا و آدم) کو فریب دیکر جنت سے نکالا تھا تم اس کے فریب میں نہ آجانا۔ خطاب بلا واسطہ مشرکین عرب سے ہے جو برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے اور اس فعل شنیع کو عبادت سمجھتے تھے یہ سب شیطان کے اغوار سے تھا۔ حاصل یہ کہ یہ بے حیائی تم سے شیطان کرا رہا ہے۔ شیطان کے اغوار سے تم نے بحالت طواف لباس پہننا حرام کر دیا ہے حالانکہ اللہ تعالی نے تمہیں ایسا کوئی حکم نہیں دیا جیسا کہ سورۂ کہف ع ۷ میں ہے افتتخذونه وذریته اولیآء من دونی وهم لكم عدو۔ مشرکین کی عورتیں بھی برہنہ ہو کر طواف کرتیں اور یہ شعر گاتیں ؎

الیوم یبدو بعضه او کله

فما بدا منه فلا احله

احلال کے معنی ہیں لائق عذاب دانستن (صراح) یعنی آج شرمگاہ کا ننگا ہو جانا موجب عذاب نہیں۔ مولانا عارف رومی نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا جو خلاف شریعت افعال کو عبادت اور قرب الٰہی کا ذریعہ جانتے ہیں ؎

یاں نگیری ابلہاں را تو ولی

سر بسنہ گوسالہ را چوں سامری

لیریهما میں لام عاقبت کا ہے۔ **۲۶** وقبیله ای ذریته او جنوده من الشیاطین (مدارک ج ۲ ص ۳۸) یعنی ابلیس اور اس کی ذریت انسان کو دیکھ سکتی ہے مگر انسان ان کو نہیں دیکھ سکتا اس لئے وہ محفوظ گھات سے انسان کو گمراہ کرنے کیلئے حملہ کرتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ گمراہ کرنے والا صرف ایک ابلیس ہی نہیں بلکہ اسکی بے شمار ذریت اس کام میں مصروف ہے۔ انا جعلنا الشیطین اولیآء للذین لا یؤمنون یہ اس بات پر قرینہ ہے کہ سورۂ اعراف کے شروع میں ولا تتبعوا من دونه اولیآء میں اولیاء سے شیاطین مراد ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ اس سے اہل بدعت کا یہ استدلال باطل ہو گیا کہ اگر ایک شیطان (ابلیس) ہر جگہ حاضر و ناظر ہو کر لوگوں کو گمراہ کر سکتا ہے تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہو سکتے۔ (معاذ اللہ من ہذا التشبیہ) قال الزجاج سلطنا هم علیهم یزیدون فی غیهم فینا بعونهم علی ذلک فصاروا اولیاءهم (بحر ج ۴ ص ۲۸۵) **۲۷** یہ شکوی ہے اور فاحشة سے یہاں برہنہ طواف اور دیگر مشرکانہ افعال مراد ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس، زہری، مجاہد، زید بن اسلم، ابن عطیہ اور سدی سے منقول ہے وهو طوافهم بالبیت عراة وشرکهم (مدارک) قال ابن عطیة والفاحشة وان کان عاما هی کشف

حِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا

وقت تک۔ فرمایا اسی میں تم زندہ رہوگے **۲۲** اور اسی میں تم مروگے اور اسی سے

تُخْرَجُوْنَ ﴿٢٥﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا

تم نکالے جاؤ گے اے اولاد آدم کی **۲۳** ہم نے اتاری تم پر پوشاک

يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ

جو ڈھانکے تمہاری شرمگاہیں اور آرائش کے کپڑے اور لباس پرہیزگاری کا **۲۴**

ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٢٦﴾

وہ سب سے بہتر ہے یہ نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی تاکہ وہ لوگ غور کریں ف

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ

اے اولاد آدم کی نہ بہکائے تم کو **۲۵** شیطان جیسا کہ اس نے نکال دیا

اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا

تمہارے ماں باپ کو بہشت سے اتروائے ان سے ان کے کپڑے

لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ

تاکہ دکھلائے ان کو شرمگاہیں ان کی وہ دیکھتا ہے تم کو **۲۶** اور اس کی قوم

مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ

جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے ہم نے کر دیا شیطانوں کو

اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَاِذَا فَعَلُوْا

رفیق ان لوگوں کا جو ایمان نہیں لاتے اور جب کرتے ہیں

فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ

کوئی برا کام **۲۷** تو کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا اسی طرح کرتے اپنے باپ دادوں کو اور اللہ

اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ

نے بھی ہم کو یہ حکم کیا ہے تو کہہ دے کہ اللہ **۲۸** حکم نہیں کرتا برے کام کا

موضح قرآن ف یعنی دشمن نے جنت کے کپڑے تم سے اتروائے پھر ہم نے تم کو دنیا میں تدبیر لباس کی سکھادی اب وہی لباس پہنو جس میں پرہیزگاری ہو یعنی مرد لباس ریشمی نہ پہنے اور دامن دراز نہ رکھے اور جو منع ہوا ہے سو نہ کرے اور عورت بہت باریک نہ پہنے کہ لوگوں کو بدن نظر آوے اور اپنی زینت نہ دکھاوے۔

العورۃ فی الطواف فقد روی عن الزھری انہ قال فی ذلک نزلت ھذہ الآیات وقالہ ابن عباس ومجاھد انتھٰی بحوالہ زید بن مسلم السدی مشرکین کو جب اپنے اعمال قبیحہ سے روکا جاتا تو کہتے کہ ہمارے باپ دادا یہ کام کرتے چلے آئے ہیں اور اللہ نے ہمیں ان کاموں کا حکم دیا ہے۔ ۲۸ یہ جواب شکوی ہے۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ پر سراسر افتراء ہے کہ اس نے ان کو ان کاموں کا حکم دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند اور ارفع ہے کہ وہ ایسے فواحش کا حکم دے ۲۹ القسط سے اللہ تعالیٰ کی توحید مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں قال ابن عباس رضی اللہ عنہما بلا الٰہ الا اللہ (خازن ج۲ ص۱۸۳) واقیموا وجوھکم ای قال واقیموا، اقیموا سے پہلے قال مقدر ہے تاکہ امر کا خبر پر عطف لازم نہ آئے کیونکہ وہ جائز نہیں۔ یعنی اپنی توجہات صرف اللہ کی جانب رکھو اور اس کے ساتھ شریک نہ کرو اور خالصۃً صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو۔ ۳۰ شیطان کے اغواء اور وسوسہ میں آکر شرک اور فواحش میں مبتلا ہو گئے اور اللہ کے احکام کو چھوڑ کر شیطان کی پیروی شروع کر دی اور بدقسمتی سے اسی کو راہ ہدایت سمجھ بیٹھے ۳۱ زینۃ سے لباس مراد ہے مسجد سے مراد وقت سجدہ ہے یعنی ہر نماز کے وقت لباس ساتر عورت پہنو یا مسجد سے جائے سجدہ مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہر مسجد میں ہر قسم کی عبادت طواف، نماز وغیرہ کے وقت لباس زیب تن کرو اور اپنی طرف سے تحریمیں نہ کرو کیونکہ یہ شرک ہے ایسی خود ساختہ تحریمات کو ختم کرو ولا تسرفوا ای لا تشرکوا ۳۲ یہ تحریمات غیر اللہ کا بیان ہے یعنی زینت و آرائش کا جو سامان اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے اور رزق کے لئے اس نے جو پاکیزہ چیزیں پیدا فرمائی ہیں یہ کس نے حرام کی ہیں۔ ظاہر ہے اللہ نے تو ان کو حرام نہیں ٹھہرایا کیونکہ اس نے یہ چیزیں بندوں کے استعمال کے لئے پیدا کی ہیں لہٰذا اپنی طرف سے ان حلال چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ۔ ۳۳ یعنی یہ سامان آرائش و زینت اور طیبات رزق دنیا میں بھی مؤمنین کے فائدہ اٹھانے کیلئے ہیں مگر یہاں ان اشیاء سے نفع اٹھانے میں کفار و مشرکین بھی ان کے ساتھ شریک ہیں خالصۃ یوم القیٰمۃ لیکن قیامت کے دن یہ اشیاء مؤمنین کے ساتھ مختص ہونگی اور کفار ان سے محروم ہونگے کذٰلک نفصل الآیٰت ای نمیز الحلال من الحرام لقوم یعلمون انہ لا شریک لہ (مدارک ج۲ ص۳۹)

أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾ قُلْ أَمَرَ

کیا لگاتے ہو اللہ کے ذمے وہ باتیں جو تم کو معلوم نہیں ف۱ تو کہہ دے کہ میرے

رَبِّي بِالْقِسْطِ ۖ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ

رب نے حکم کر دیا ہے انصاف کا ف۲ اور سیدھے کرو اپنے منہ ہر نماز

مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا

کے وقت اور پکارو اس کو خالص اس کے فرمانبردار ہو کر جیسا

بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴿٢٩﴾ فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا

تم کو پہلے پیدا کیا دوسری بار بھی پیدا ہوگے ف۳ ایک فرقہ کو ہدایت کی اور ایک فرقہ پر

حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ۗ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ

مقرر ہو چکی گمراہی انہوں نے بنایا شیطانوں کو ف۴

أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم

رفیق اللہ کو چھوڑ کر اور سمجھتے ہیں کہ وہ

مُّهْتَدُونَ ﴿٣٠﴾ يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ

ہدایت پر ہیں اے اولاد آدم کی لے لو ف۵ اپنی آرائش ف۶ ہر

كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ

نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور بے جا خرچ نہ کرو اس کو

لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾ ع قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ

خوش نہیں آتے بے جا خرچ کرنے والے ف۷ تو کہہ کس نے حرام کیا ف۸ اللہ کی

اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ

زینت کو جو اس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں

الرِّزْقِ ۚ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ

کھانے کی تو کہہ یہ نعمتیں اصل میں ف۹ ایمان والوں کے واسطے ہیں دنیا

ع ۱۰ / ۳

موضح قرآن ف۱ یعنی سن چکے کہ پہلے باپ نے شیطان کا فریب کھایا پھر باپ کی کیوں سند لاتے ہو ف۲ اپنی رونق یعنی لباس نماز میں فرض ہے مرد کو کمر سے ناف زانو تک ڈھانکنا اور عورت کو سارا بدن۔ مگر لونڈی کو زانو سے نیچے اور بغل سے اوپر کھلنا معاف ہے اور باریک جس میں بدن یا بال نظر آوے معتبر نہیں اور فرمایا کہ مت اڑاؤ یعنی جو کام منع ہے اس میں خرچ نہ کرو۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی سر و پا برہنہ خلقنہ ناکردہ محشور شوید ۱۲ ف۲ یعنی لباس خور ۱۲۔

۳۴ف یہ تحریمات الٰہیہ کا بیان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام نہیں کیا جو تم نے از خود حرام کر لی ہیں اور جو چیزیں اللہ نے حرام کی ہیں ان کو تم حرام نہیں سمجھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمام فواحش ظاہرہ اور خفیہ کو حرام کیا ہے، ہر قسم کے گناہ، ظلم ناحق، تمام انواع شرک اور اپنی ذات پر افترا کو حرام ٹھہرایا ہے مگر ان محرمات سے تم باز نہیں آتے ہو مَا لَمْ يُنَزِّلْ میں مَا سے معبودانِ باطلہ مراد ہیں اور بہٖ ای بمعبودیتہ یعنی ان معبودانِ باطلہ کو خدا کا شریک بنانا بھی حرام ہے جن کے معبود ہونے پر اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ **۳۵ف** تمام ہلاک شدہ امتوں کی ہلاکت کا وقت مقرر تھا ولکل امۃ من الامم المھلکۃ اجل ای وقت معین مضروب لاستئصالھم کما قال الحسن الخ (روح ج ۸ ص ۱۱۳) جب ان کی ہلاکت کا وقت آ پہنچا انہیں فوراً مبتلائے عذاب کر دیا گیا اور ان کی ہلاکت میں مقررہ اجل سے ایک ساعت کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوئی فاذا جاء اجلھم کے بعد اذا کی جزاء محذوف ہے۔ ای عذبوا لایستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون ماقبل کی توضیح اور تاکید ہے۔ یا ولا یستقدمون کا عطف فاذا جاء پر ہے اور ولا یستقدمون۔ فاذا کی جزا نہیں بلکہ جاء اجلھم کے مقابل دوسری شق ہے۔ **۳۶ف** اس سے قبل قلنا محذوف ہے یہ قاعدہ ہے کہ جب بھی کسی گذشتہ واقعہ کو لفظ مضارع سے تعبیر کیا جائے تو وہاں قلنا محذوف ہوتا ہے تاکہ خلاف مراد کا وہم نہ ہو اس طرح یہ آیت قال اھبطوا بعضکم لبعض کے ساتھ متعلق ہوگی اور مطلب یہ ہوگا کہ قصۂ آدم کے بعد ہم نے اسی وقت اولادِ آدم کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ تمہارے پاس میرے رسول آئیں گے چنانچہ اللہ کے رسول آئے یہاں تک کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس لئے اس خطاب کو موجودہ بنی آدم پر چسپاں کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سلسلہ رسالت کے جریان پر استدلال کرنا قطعاً غلط اور قرآن کی تحریف کے مرادف ہے سورۂ بقرہ ع ۴ کی آیت اس پر شاہد عدل ہے جس میں ہبوط کے حکم کے متصل بعد فرمایا کہ تمہارے پاس میری ہدایت کا پیغام لے کر میرے انبیاء آئیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ قُلْنَا اھبطوا منھا جمیعا ج فاما یاتینکم منی ھدی الخ **۳۷ف** رسل منکم ای من جنسکم ومثلکم من بنی آدم (خازن ج ۲ ص ۱۹۶) یعنی رسول تمہاری جنس (بنی آدم) ہی سے آئیں گے کسی دوسری جنس سے نہیں آئیں گے فمن اتقٰی جس نے شرک اور میرے پیغمبروں کی مخالفت سے اجتناب کیا یعنی فمن اتقی الشرک ومخالفۃ رسلی (خازن) یہ بشارت اخروی ہے۔ والذین کذبوا الخ یہ تخویف اخروی ہے۔

الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

کی زندگی میں خالص انہی کے واسطے ہیں قیامت کے دن اسی طرح مفصل بیان کرتے

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ

ہیں ہم آیتیں ان کے لئے جو سمجھتے ہیں تو کہہ دے کہ میرے رب نے حرام کیا ہے

الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَ

صرف بے حیائی کی باتوں کو جو ان میں کھلی ہوئی ہیں اور چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور

الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ

ناحق کی زیادتی کو اور اس بات کو کہ شریک کرو اللہ کا ایسی چیز کو کہ

يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا

جس کی اس نے سند نہیں اتاری اور اس بات کو کہ لگاؤ اللہ کے ذمہ وہ باتیں جو

تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ

تم کو معلوم نہیں اور ہر فرقے کے واسطے ایک وعدہ ہے پھر جب آ پہنچے گا

اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

ان کا وعدہ نہ پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی اور نہ آگے سرک سکیں گے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ

اے اولاد آدم کی اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں کے کہ سنائیں تم کو

عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ

آیتیں میری تو جو کوئی ڈرے اور نیکی پکڑے تو نہ خوف ہوگا

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے جھٹلایا

بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

ہماری آیتوں کو اور تکبر کیا ان سے وہی ہیں دوزخ میں رہنے والے

موضح قرآن ف یعنی منع کام میں خرچ نہ کرے۔ باقی کھانا پینا سب روا ہے جو نعمت ہے سو مسلمانوں کے واسطے پیدا ہوئی ہے۔ دنیا میں کافر بھی شریک ہوگئے، آخرت میں فقط انہیں کی ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی لائق ایشان است اگرچہ دیگران نیز استعمال کنند ۱۲ ف۲ درین آیت اشارت است بر مذہب رہبان یہود و نصاریٰ و گنگنیٔن عرب کہ توسع در مآکل و ملابس مکروہ میداشتند ف۳ یعنی وقت معین است برائے ہلاک ایشان ۱۲ ف۴ یعنی نزدیک شود ۱۲ ف۵ یعنی بر زبان حضرت آدم چنانکہ در سورۂ بقرہ اشارت رفت ۱۲۔

۳۸ے یہ زجر ہے افتری علی اللہ کذبا اللہ پر جھوٹ باندھنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق میں سے اس کا شریک بنانا اور کسی کو اس کا ولد یا نائب ٹھہرانا یعنی فمن اظلم ممن یقول علی اللہ مالم یقلہ او یجعل لہ شریکا من خلقہ وھو منزہ عن الشریک والولد (خازن) ینالھم نصیبھم من الکتب یعنی لوح محفوظ اور علم الٰہی میں ان کے لئے جو سزا مقدر ہے وہ ضرور ان کو مل کر رہے گی۔ ۳۹ے یہ تخویف اخروی ہے۔ رسلنا یتوفونھم اس سے معلوم ہوا کہ جان قبض کرنے والا فرشتہ ایک نہیں بلکہ زیادہ ہیں جن کی تعداد کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ لہٰذا اس سے بھی اہل بدعت کا استدلال باطل ہو گیا کہ اگر ایک فرشتہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہو کر مختلف علاقوں میں ایک ہی وقت میں کئی انسانوں کی جان قبض کر سکتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیوں حاضر و ناظر نہیں ہو سکتے۔ یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے وہ یہ کہ سورۂ سجدہ ع ۱ میں ہے قل یتوفٰکم ملک الموت الذی وکل بکم اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جان قبض کرنے والا فرشتہ ایک ہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ملک الموت اسم جنس ہے اور اس سے جان قبض کرنے والے فرشتوں کی جنس مراد ہے۔ یا اس سے اس جنس کا رئیس مراد ہے جس کے حکم سے ماتحت فرشتے جان قبض کرتے ہیں اور ماتحتوں کا فعل عام طور پر سردار کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ بادشاہ نے قلعہ فتح کر لیا حالانکہ قلعہ اس کی فوج نے فتح کیا ہوتا ہے۔ این ماکنتم تدعون۔ ما سے وہ معبود مراد ہیں جن کو مشرکین دنیا میں مصائب و مشکلات کے وقت پکارتے اور ان سے مدد مانگتے تھے۔ ای این الالھۃ التی کنتم تعبدونھا فی الدنیا و تستعینون بھا فی المھمات (روح ج ۸ ص ۱۱۵) ضلوا عنا مشرکین جواب میں کہیں گے وہ تو آج غائب ہو گئے ہیں اور آج جبکہ ہمیں ان کی سخت ضرورت تھی انہوں نے ہمیں کوئی نفع نہیں پہنچایا غابوا فلا نراھم ولا ننتفع بھم (جامع البیان ص ۱۳۱) ۴۰ے فی امم۔ فی بمعنی مع ہے ای مع امم فی النار یہ ادخلو سے متعلق ہے (مدارک، روح)۔ ۴۱ے اخت سے ہم مسلک جماعت مراد ہے۔ جب مشرکین کی وہ جماعت جہنم میں داخل ہو گی جو دوسروں کی پیروی کرتی تھی تو وہ اپنے پیشواؤں پر لعنت بھیجے گی جنہوں نے ان کو گمراہ کیا اور جب پیشوایانِ مشرکین دوزخ میں داخل ہوں گے تو وہ اپنے متبعین کو کوسیں گے جنہوں نے ان کا اتباع کر کے ان کی ہمت افزائی کی اور ان کی گمراہی میں اضافہ کیا۔ ای دخلت علی نظیرھا فی الدین فتلعن التابعۃ المتبوعۃ التی اضلتھا و تلعن المتبوعۃ التابعۃ التی زادت فی ضلالھا (روح ج ۸ ص ۱۲۶) ۴۲ے اخرٰھم مشرک مریدوں کی جماعت اولٰھم مشرک پیروں اور راہنماؤں کی جماعت۔ جب سب کو جہنم میں داخل ہونے کا حکم ہو گا تب مریدین اور تابعین اپنے مشرک پیروں اور پیشواؤں کے بارے میں عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا اس لئے ان کو دوگنا عذاب دے قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ ارشاد ہو گا سب کو دوگنا عذاب ہو گا تابعین کو بھی اور متبوعین کو بھی متبوعین کو اس لئے کہ وہ خود گمراہ تھے اور دوسروں کو گمراہ کرتے تھے اور تم تابعین کو اس لئے کہ تم خود بھی گمراہ تھے اور اپنے مشرک پیشواؤں کی ہر بات پر آمنا کہہ کر ان کی گمراہی اور سرکشی میں اضافہ کا باعث بنتے تھے

هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ۝ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ

وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے ۳۸ے جو

افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ أُولٰٓئِكَ

بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا یا جھٹلائے اس کے حکموں کو وہ لوگ ہیں

يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُمْ مِنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى إِذَا جَآءَتْهُمْ

کہ ملے گا ان کو جو ان کا حصہ لکھا ہوا ہے کتاب میں ۳۹ے یہاں تک کہ جب پہنچیں ان کے پاس

رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوٓا أَيْنَ مَا كُنْتُمْ

ہمارے بھیجے ہوئے ان کی جان لینے کو تو کہیں کیا ہوئے وہ جن کو تم

تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ؕ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَ

پکارا کرتے تھے سوا اللہ کے بولیں گے وہ ہم سے کھوئے گئے اور

شَهِدُوا عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كٰفِرِينَ

اقرار کر لیں گے اپنے اوپر کہ بے شک وہ کافر تھے

قَالَ ادْخُلُوا فِيٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

فرمائے گا داخل ہو جاؤ ۴۰ے ہمراہ اور امتوں کے جو تم سے پہلے ہو چکی ہیں

مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ

جن اور آدمیوں میں سے دوزخ کے اندر جب داخل ہو گی

أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا

ایک امت تو لعنت کرے گی دوسری امت کو ۴۱ے یہاں تک کہ گر چکیں گے اس میں

جَمِيعًا ۙ قَالَتْ أُخْرٰىهُمْ لِأُولٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ

سارے تو کہیں گے ان کے پچھلے ۴۲ے پہلوں کو اے رب ہمارے ہم کو

أَضَلُّونَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنَ النَّارِ ۬ ؕ

انہی نے گمراہ کیا سو تو ان کو دے دونا عذاب آگ کا

(حاشیہ) سر ۱ زجر ۲ ای یجعل لہ شریکا من خلقہ سر ۳ تخویف اخروی۔ سر ۴ یہاں سے معلوم ہوا کہ جان قبض کرنے پر کئی فرشتے مقرر ہیں ایک نہیں سر ۵ یہاں سے معلوم ہوا کہ مرتے وقت مشرکین سے کیا جاتا ہے۔ سر ۶ معلوم ہوا معبودان باطلہ کو کسی کے مرنے کا کوئی پتہ نہیں ۔ ۷ متعلق ہے ادخلوا کے ۸ ہم مسلک ۹ مشرک مریدوں ۱۰ مشرک پیروں

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی نعمت دنعمت کہ مقدر شدہ در دنیا بایشان برسد ۱۲۔

۴۳ے اللہ تعالیٰ کا مذکورہ ارشاد سن کر متبوعین، تابعین سے کہیں گے کہ سزاوارِ عذاب ہونے میں ہم اور تم برابر ہیں اور تخفیف عذاب کا تمہیں کوئی استحقاق نہیں لہذا اب اپنے کئے کی سزا بھگتو۔ ۴۴ے یہ تخویف اخروی ہے۔ آیات سے توحید و رسالت اور معاد اور اصول دین کے دلائل مراد ہیں۔ الدالۃ علی اصول الدین واحکام الشرع کالادلۃ الدالۃ علی وجود الصانع ووحدتہ والدالۃ علی النبوۃ والمعاد ونحو ذلک (روح ج ۸ ص ۱۱۱) یعنی کذبوا بدلائل التوحید فلم یصدقوا بہا ولم یتبعوا رسلنا (خازن ج ۲ ص ۱۸۸)

قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ

فرمائے گا کہ دونوں کو دوگنا ہے لیکن تم نہیں جانتے ف۱ اور کہیں گے

اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ

ان کے پہلے ۴۳ے پچھلوں کو پس کچھ نہ ہوئی تم کو ہم پر

فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾

بڑائی اب چکھو عذاب بسبب اپنی کمائی کے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا

بے شک جنہوں نے جھٹلایا ۴۴ے ہماری آیتوں کو اور ان کے مقابلے میں تکبر کیا نہ

تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

کھولے جائیں گے ۴۵ے ان کے لئے دروازے آسمان کے اور نہ داخل ہوں گے جنت میں ۴۶ے

حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

یہاں تک کہ گھس جائے اونٹ سوئی کے ناکے میں ف۲ اور ہم یوں بدلا دیتے ہیں

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ

گنہگاروں کو ان کے لئے دوزخ کا بچھونا ہے اور

فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

اوپر سے اوڑھنا اور ہم یوں بدلا دیتے ہیں ظالموں کو

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ

اور جو ایمان لائے ۴۷ے اور کیں نیکیاں ہم بوجھ نہیں رکھتے

نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ز اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ج هُمْ

کسی پر مگر اس کی طاقت کے موافق وہی ہیں جنت میں رہنے والے وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ

اسی میں ہمیشہ رہیں گے اور نکال لیں گے ہم جو کچھ ان کے دلوں میں

ع ۸ / ۱۱

۱؎ ای بدلائل التوحید فلم یصدقوا بہا ولم یتبعوا رسلنا ۳؎ ای ابواب الرحمۃ ۲؎ یعنی محال ہے ۳؎ تخویف اخروی

۵؎ سائبان ۶؎ ای المشرکین الذین وضعوا العبادۃ فی غیر موضعہا ۷؎ بشارت ۸؎ درمیان میں جملہ معترضہ۔

۴۵ے حدیث میں وارد ہے کہ جب مومن کی وفات ہوتی ہے فرشتے اس کی روح کو لیکر آسمان کی طرف جاتے ہیں اور اس کی خاطر آسمانوں کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ ساتویں آسمان پر پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح مؤمن کے اعمال صالحہ کے لئے بھی آسمانوں کے دروازے کھلے رہتے ہیں لیکن کفار و مشرکین کی ارواح اور ان کے اعمال کے لئے ایسا نہیں ہوتا اس آیت میں اسی کا بیان ہے۔ ۴۶ے الجمل جوان اونٹ سم الخیاط سوئی کا ناکا یعنی وہ سوراخ جس میں تاگا ڈالا جاتا ہے۔ یہ ایک محاورہ ہے جسے کسی کام کے ناممکن اور محال ہونے کو ظاہر کرنے کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں مقصد یہ ہے کہ دلائل توحید و رسالت کو جھٹلانے والے جنت میں کبھی داخل نہیں ہوں گے۔ ان کا جنت میں داخل ہونا اسی طرح ناممکن ہے جس طرح اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گذرنا محال ہے مِهَادٌ بچھونا غواش سائبان مطلب یہ ہے کہ جہنم کی آگ انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوگی اور آگ ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہوگی۔ الظّلمین المشرکین الذین وضعوا العبادۃ فی غیر موضعہا (خازن ج ۲ ص ۱۸۹)

۴۷ے یہ بشارت اخروی ہے لانکلف نفسًا الّا وسعھا۔ جملہ معترضہ ہے وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ الخ ایمان والوں کے دلوں میں دنیا میں ایک دوسرے کے بارے میں جو رنجشیں ہوں گی جنت میں ان کو دلوں سے محو کر دیا جائے گا اور وہاں انہیں ہر قسم کا دلی سکون حاصل ہوگا۔

موضح قرآن ف۱ یعنی ایک حساب سے پہلی امت کا گناہ بڑا کہ پچھلوں کو راہ ڈالی اور ایک طرح پچھلوں کا بڑا کہ پہلوں کا حال دیکھ سن کر عبرت نہ پکڑی۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی تابعین را عذاب کفر و تقلید و متبوعین را عذاب ضلال و اضلال ۱۲ ف۲ یعنی محال است ۱۲۔

۴۸ے جنت میں داخل ہونے کے بعد اہل جنت اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد و ثنا کریں گے۔ **۴۹ے** اس سوال سے جہنمیوں کو مزید حزن و ملال میں مبتلا کرنا اور اس حقیقت کا اظہار مقصود ہوگا کہ اہل ایمان ابدی سعادت پا چکے ہیں والغرض من ھذا السؤال اظھاراتہ وصل الی السعادات الکاملۃ وایقاع الحزن فی قلب العدو (کبیر ج ۴ ص۲۲۶) فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اعلان کرنے والے کے بارے میں اختلاف ہے۔ وہ اسرافیل صاحب الصور یا جبریل علیہما السلام ہوں گے یا کوئی اور غیر معین فرشتہ (بحر، رد ح وغیرہ) **۵۰ے** یہ لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا یصدون بانفسھم عن دینہ سبحانہ یعنی وہ خود دین سے کنارہ کش رہتے تھے اور دوسری صورت میں یمنعون الناس عن دین اللہ تعالیٰ یعنی وہ لوگوں کو اللہ کے دین سے روکتے تھے یبغونھا عوجا اللہ کے دین اور توحید کے دلائل میں شبہات پیدا کر کے لوگوں کو بدظن کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یمنعون الناس عن دین اللہ تعالیٰ بالنھی عنہ و دخال الشبہ فی دلائلہ (روح ج ۸ ص۱۲۳) **۵۱ے** اہل جنت اور اہل نار کے درمیان ایک بہت بڑا پردہ حائل ہوگا جو جنت اور دوزخ کا اثر ایک دوسری طرف پہنچنے سے مانع ہوگا وعلی الاعراف اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان حجاب حاجز کے اوپر کا بلند حصہ ہے الذی علیہ الاکثر ان المراد من الاعراف اعالی ذلک السور المضروب بین الجنۃ والنار وھذا قول ابن عباس (کبیر ج ۴ ص۲۳۱) اس میں وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی جیسا کہ مرفوع حدیث میں ہے۔ قیل یارسول اللہ فمن استوت حسناتہ و سیئاتہ قال اولئک اصحب الاعراف لم یدخلوھا وھم یطمعون وقالہ ابن مسعود و ابن عباس و حذیفۃ و ابوھریرۃ (بحر ج ۴ ص۲۹۹) اصحاب اعراف کے بارے میں محقق قول یہی ہے کہ وہ آخر کار جنت میں داخل ہوں گے۔ اگلی گفتگو ان کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہوگی۔

غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ج وَقَالُوا الْحَمْدُ

خفگی تھی **ف۱** بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں اور وہ کہیں گے شکر

لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا قف وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ

اللہ کا ہے **۴۸** جس نے ہم کو یہاں تک پہنچا دیا اور ہم نہ تھے راہ پانے والے

لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ج لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا

اگر نہ ہدایت کرتا ہم کو اللہ بے شک لائے تھے رسول ہمارے رب کے

بِالْحَقِّ ط وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا

سچی بات اور آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے وارث ہوئے تم اسکے

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

بدلے میں اپنے اعمال کے **ف۱** اور پکاریں گے جنت والے **۴۹**

اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا

دوزخ والوں کو کہ ہم نے پایا جو ہم سے وعدہ کیا تھا ہمارے رب نے

حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ط قَالُوْا

سچا سو تم نے بھی پایا اپنے رب کے وعدہ کو سچا وہ کہیں گے

نَعَمْ ج فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى

کہ ہاں پھر پکارے گا ایک پکارنے والا ان کے بیچ میں کہ لعنت ہے اللہ کی ان

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ لا الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ

ظالموں پر جو روکتے تھے **۵۰** اللہ کی

اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ج وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

راہ سے اور ڈھونڈھتے تھے اس میں کجی **ف۲** اور وہ آخرت سے منکر تھے **ف۳**

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ج وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ

اور دونوں کے بیچ میں ہوگی ایک دیوار **ف۳** **۵۱** اور اعراف کے اوپر مرد ہوں گے کہ پہچان لینگے

النصف

وقف لازم ۔ وقف بالاختلاف

لا یعنی شبہات شرکیہ کی وجہ سے مسئلہ توحید کو مشتبہ کرتے ہیں۔

ف۳ جنت اور دوزخ کے درمیان اونچی جگہ ہے۔

موضح قرآن ف۱ معلوم ہوا کہ نیکوں کے دل میں بھی آپس میں خفگی ہوگی جنت کے قریب پہنچ کر آپس میں دل صاف ہوں گے تب جنت میں جاویں گے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم ان لوگوں میں ہیں اور جنت کے وارث فرمایا یعنی آدم کی میراث پائی **ف۲** حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں بے انصاف فرمایا ہے اکثر گناہوں پر لیکن لعنت نہیں مگر ایسوں پر۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی آں کینہ ہا کہ در دل بہشتیاں باشد دور کنیم مثل آنچہ میان عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عائشہ رضی اللہ عنہم واقع شد ۱۲ **ف۲** یعنی میخواستند کہ شبہات این راباطل سازند ۱۲ **ف۳** وآں مسمی باعراف است ۱۲۔

۵۲ یہ جملہ معترضہ ہے جس میں اصحاب اعراف کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اصحاب اعراف اپنی جگہ ہی سے اہل جنت اور اہل نار کو ان کی مخصوص علامتوں سے پہچان لیں گے۔ مثلاً اہل جنت کے چہرے روشن اور سفید ہوں گے اور اہل نار کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ اصحاب اعراف جنت والوں کو آواز دے کر سلام کہیں گے۔ ۵۳ لیکن جب ان کی نگاہ دوزخیوں پر پڑے گی تو وہ ان سے اللہ کی پناہ مانگیں گے القوم الظلمین یعنی مشرک لوگ یعنی الذین ظلموا انفسہم بالشرک (خازن ج ۲ ص ۱۹۳) ۵۴ اصحاب اعراف دوزخیوں میں سے کچھ لوگوں کو ان کی مخصوص نشانیوں سے پہچان لیں گے۔ اور بطور توبیخ ان سے کہیں گے آج وہ تمہاری جمعیتیں کہاں ہوئیں جن کے بل بوتے پر تم دنیا میں فخر و ناز کیا کرتے تھے اور جن پر مغرور ہو کر قبول حق سے روگردانی کیا کرتے تھے۔

كُلًّا بِسِيمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ

ہر ایک کو اس کی نشانی سے اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو کہ سلامتی ہے

عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا

تم پر وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے اور وہ امیدوار ہیں ف۱ ۵۲ اور جب

صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا

پھرے گی ۵۳ ان کی نگاہ دوزخ والوں کی طرف تو کہیں گے

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ ع وَنَادٰۤى

اے رب ہمارے مت کر ہم کو گنہگار لوگوں کے ساتھ اور پکاریں گے

اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيمٰهُمْ

اعراف والے ۵۴ ان لوگوں کو کہ ان کو پہچانتے ہیں ان کی نشانی سے

قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

کہیں گے نہ کام آئی تمہارے جماعت تمہاری اور جو تم تکبر کیا کرتے تھے

اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ

اب یہ وہی ہیں ۵۵ کہ تم قسم کھایا کرتے تھے کہ نہ پہنچے گی ان کو اللہ کی رحمت ف۱

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

چلے جاؤ جنت میں نہ ڈر ہے تم پر اور نہ تم غمگین ہو گے

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا

اور پکاریں گے دوزخ والے ۵۶ جنت والوں کو کہ بہاؤ

عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ

ہم پر تھوڑا سا پانی یا کچھ اس میں سے جو روزی تم کو دی اللہ نے کہیں گے

اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ ۙ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

اللہ نے ان دونوں کو روک دیا ہے کافروں سے جنہوں نے ٹھہرایا ۵۷

ع ۵ ۸ ۱۲

ل صفت رجال برائے بیان حال اصحاب اعراف ۲ ای الذین ظلموا انفسہم بالشرک (خازن) ۳ ای قیل لہم ۴ ای القوا علینا ۵ ترکیب علفتہا تبنا وماء باردا۔

سید محمود آلوسی فرماتے ہیں وما کنتم تستکبرون میں ما سے مراد معبودان باطلہ ہیں اور استکبار سے ان کی عظمت و کبریائی کا اعتقاد مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تم جن معبودوں کی عظمت و کبریائی کے معتقد تھے آج انہوں نے بھی تمہیں کوئی نفع نہ پہنچایا والمراد بہا حینئذ الاصنام ومعنی استکبارھم ایاھا اعتقادھم عظمہا وکبرھا ای ما اغنی عنکم جمعکم واصنامکم التی کنتم تعتقدون کبرھا وعظمہا (روح ج ۸ ص ۱۲۵) ۵۵ یہ اصحاب اعراف کے قول ہی کا تتمہ ہے وہ ضعفاء مؤمنین کی طرف اشارہ کر کے دوزخ میں جلتے ہوئے کافروں سے کہیں گے کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کو تم نہایت حقیر و ذلیل سمجھتے تھے اور جن کے بارے میں قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ یہ خدا کی رحمت کے ہرگز مستحق نہیں اور اللہ انہیں جنت میں ہرگز داخل نہیں کرے گا ادخلوا الجنۃ ای قیل لہم اب دیکھ لو انہیں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم مل چکا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ جہاں تمہیں کوئی ڈر اور غم نہیں ہوگا اور وہ جنت میں داخل ہو بھی چکے ہیں۔ ۵۶ یہ مکالمہ جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان ہوگا۔ او مما رزقکم اللہ ای القوا علینا مما رزقکم اللہ یعنی یہاں القوا فعل محذوف ہے۔ اور یہ علفتہا تبنا وماء باردا کے قبیل سے ہے یعنی ہم پر تھوڑا سا پانی ہی گرا دو یا اور جو نعمتیں اللہ نے تم کو دی ہیں ان میں سے کچھ ہماری طرف پھینک دو۔ ۵۷ جنہوں نے دین کو ایک کھیل سمجھ رکھا ہے جس چیز کو چاہا حلال کر لیا اور جس کو چاہا حرام کر لیا فحرموا واحلوا ما شاءوا (مدارک ج ۲ ص ۴۴) فحرموا ما شاءوا واستحلوا ما شاءوا (روح المعانی) یا اس سے وہ بے اصل اور لایعنی امور مراد ہیں جن کو انہوں نے دین سمجھ رکھا تھا مثلاً بیت اللہ کے پاس تالیاں اور سیٹیاں بجانا۔ ھو ما زین لہم الشیطان من تحریم البحائر والسوائب والمکاء والتصدیۃ حول البیت وسائر الخصال الذمیمۃ التی کانوا یفعلونہا فی زمان الجاھلیۃ (خازن ج ۲ ص ۱۹۴)

آج کل قوالی کے نام سے سارنگی ڈھولک اور دیگر مزامیر کا استعمال بھی لہو و لعب میں داخل ہے جسے آجکل کے دین و شریعت سے بے بہرہ اور روحانیت سے کورے صوفی عین عبادت سمجھتے ہیں۔

موضح قرآن ف۱ جنت دوزخ کے بیچ میں دیوار ہوگی اس کے سرے پر مرد ہیں نجات والے جو حشر اور حساب سے فارغ ہیں بہشتی اور دوزخی کو نشان سے پہچان کر جنت والوں کو خوشخبری کہیں گے سلامتی کی یہ ابھی امیدوار ہیں خوشخبری سن کر خوش ہوں گے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی فقراء مسلمین کہ کافران از ایشان حسابی نمیگرفتند ۱۲۔

٥٨ے نسیان چونکہ باری تعالیٰ کے لئے محال ہے اس لئے یہاں مجازاً نسیان ترک اور تاخیر کے معنوں میں ہے اور کما نسوا میں کاف تعلیل کے لئے ہے (روح) یعنی چونکہ انہوں نے یوم آخرت کی تیاری کے لئے اعمال صالحہ ترک کر دئے تھے اس لئے آج ہم ان کو عذاب میں مبتلا چھوڑ دیں گے ای نترکھم فی عذابہا کما ترکوا العمل للقاء یومھم ھذا وھذا قول الحسن ومجاھد والسدی والاکثرین (کبیر ج ۴ ص ۳۱۷، خازن ج ۲ ص ۱۹۳) ٥٩ے یہ ما نسوا پر معطوف ہے اور آیات سے دلائل توحید مراد ہیں کانوا بدلائل وحدانیتنا یکذبون (خازن) یہ ان کو عذاب جہنم میں چھوڑنے کی دوسری علت ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل کی تکذیب کیا کرتے تھے ٦٠ے کتاب سے جنس کتاب مراد ہے جو تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں کو شامل ہے۔ یعنی ہم نے دنیا میں کتابیں نازل کیں جن میں کامل علم اور حکمت کے ساتھ احکام شرائع کو تفصیل سے بیان کیا اور جو ایمان والوں کے لئے سراپا ہدایت و رحمت تھیں ٦١ے اب کفار و مشرکین اللہ کی کتاب پر ایمان کیوں نہیں لاتے کیا وہ اس کتاب میں مذکور وعد و وعید کے پورا ہونے کا انتظار کر رہے ہیں؟ لیکن یہ چیز ان کے لئے مفید نہیں ہوگی جس دن (یعنی قیامت کے دن) مومنین سے کئے گئے انعام و اکرام کے وعدے اور مشرکین اور کفار کو سنائی گئی عذاب جہنم کی وعیدیں پوری ہو جائیں گی وہ دن منکرین کے لئے انتہائی حسرت و یاس اور تاسف کا دن ہوگا۔ اس دن وہ نہایت افسوس سے کہیں گے کہ اللہ کے پیغمبر تو بلاشبہ پیغام حق لے کر ہمارے پاس آئے مگر وائے بدقسمتی ہم نے ان کی ایک نہ سنی۔ کیا آج کوئی ایسی ہستی ہے جو ہماری سفارش کر کے آج ہمیں عذاب سے چھڑا لے یا کوئی ایسی صورت ممکن ہے کہ ہمیں واپس دنیا میں بھیج دیا جائے تاکہ ہم نیک اعمال بجا لائیں شفعاء سے یہاں وہ اللہ کے نیک بندے مراد ہیں جن کو مشرکین متصرف و کارساز اور خدا کے یہاں سفارشی سمجھتے تھے ٦٢ے وہ اپنی عمریں شرک و معاصی میں صرف کر کے خسارے میں رہے اور جن معبودوں کو انہوں نے سفارشی اور کارساز سمجھ رکھا تھا ان میں سے کوئی بھی ان کے کام نہ آیا ما موصولہ سے معبودان باطلہ مراد ہیں۔ (قد خسروا انفسھم) بصرف اعمارھم التی ھی رأس مالھم الی الشرک والمعاصی (وضل عنھم) غاب وفقد (ما کانوا یفترون) ای الذی کانوا یفترونہ من الاصنام شرکاء للہ سبحانہ وشفعاءھم یوم القیمۃ والمراد انہ ظھر بطلانہ ولم یفدھم شیئا (روح ج ۸ ص ۱۳۸)

دِينَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ

اپنا دین تماشا اور کھیل اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے

فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ

سو آج ہم ان کو بھلا دینگے ٥٨ے جیسا انہوں نے بھلا دیا اس دن کے ملنے کو

وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿٥١﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ

اور جیسا کہ وہ ٥٩ے ہماری آیتوں سے منکر تھے ف۱ اور ہم نے ان لوگوں کے پاس پہنچا دی ہے ٦٠ے

بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ

کتاب جس کو مفصل بیان کیا ہے ہم نے خبرداری سے راہ دکھانے والی اور رحمت ہے ایمان والوں

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ

کے لئے کیا اب اسی کے منتظر ہیں ٦١ے کہ اس کا مضمون ظاہر ہو جائے۔ جس دن

يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ

ظاہر ہو جائیگا اس کا مضمون کہنے لگیں گے وہ لوگ جو اس کو بھول رہے تھے پہلے سے

قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا

بے شک لائے تھے ہمارے رب کے رسول سچی بات سو اب کوئی

مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ

ہماری سفارش والے ہیں تو ہماری سفارش کریں یا ہم لوٹا دیئے جائیں تو ہم عمل کریں

غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

خلاف اس کے جو ہم کر رہے تھے ف۲ بیشک تباہ کیا انہوں نے اپنے آپ کو ٦٢ے

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٥٣﴾ ع اِنَّ رَبَّكُمُ

اور گم ہو جائے گا ان سے جو وہ افترا کیا کرتے تھے ف۳ بے شک تمہارا رب ٦٣ے

اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ

اللہ ہے جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین چھ

ع ۱۳

ف۱ یعنی عذاب جہنم وغیرہ ۲ ای نترکھم فی العذاب (خازن) ۳ ای بدلائل التوحید (خازن) ۴ یعنی علم کامل سے ہو رہا تاویل اول(؟) سے ہے ۵ یعنی یوم مراد ہیں

ف۲ معبودان باطلہ ۳ سورۃ کا تیسرا دعویٰ یعنی کارساز اور برکات دہندہ اور نظام عالم میں صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس نے اپنا کام کسی کے حوالے نہیں کیا لہذا غائبانہ حاجات میں اسی کو پکارو یہ اس پوری سورۃ کا تفسیری دعویٰ ہے

تیسرا دعوای

٦٣ے یہ تیسرا دعوی ہے یعنی کارساز اور غیب دان صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں اور اس نے اپنا کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کیا لہذا غائبانہ حاجات میں اسی ہی کو پکارو ثم استوی علی العرش یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ اس نے کسی کے حوالے کچھ نہیں کیا۔ صفت خالقیت بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ساری کائنات کا مالک اور اس میں متصرف بھی وہی ہے اور اس نے اپنے اختیارات و تصرفات میں کسی کو شریک نہیں کیا۔ قرآن مجید میں استواء علی العرش کا جہاں بھی ذکر آیا ہے اس کے ساتھ زمین و آسمان اور نظام شمسی کی تخلیق کا ذکر بھی ضرور کیا گیا ہے اور یہ کہ سارا نظام عالم اور نظام عالم کی تدبیر کار اللہ کے اپنے اختیار میں ہے۔ مثلاً (۱) سورۂ یونس ع ۱ میں ہے۔ ان ربکم اللہ الذی خلق السموٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یدبر الامر ما من شفیع الا من بعد اذنہ ذلکم اللہ ربکم فاعبدوہ افلا تذکرون ٥ (۲) سورہ طٰہٰ ع ۱ میں ہے تنزیلا ممن خلق الارض والسموٰت العلی ٥ الرحمٰن علی العرش استوی ٥

موضح قرآن ف۱ یعنی کافر اور دیکھتے کہ اس کتاب میں خبر ہے عذاب کی ہم دیکھ لیں ٹھیک پڑے تب قبول کریں سو جب ٹھیک پڑیگی تب خلاصی کہاں ملیگی خبر اسی واسطے ہے کہ آگے سے بچاؤ کر رکھیں۔

فتح الرحمن ف۲ فراموش کردن خدا ترک ایشان است در دوزخ ۱۲ ف۳ یعنی مسلمان شویم و بت را نہ پرستیم ۱۲ -

له مافی السمٰوٰت ومافی الارض ومابینهما وماتحت الثریٰ (۳) سورہ سجدہ رکوع ا میں ہے۔ الله الذی خلق السمٰوٰت والارض ومابینهما فی ستۃ ایام ثم استویٰ علی العرش مالکم من دونہ من ولی ولاشفیع افلاتتذکرون ۝ یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون ۝ ذلک عالم الغیب والشهادۃ العزیز الرحیم ۝ ان تمام مقامات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ استواء علی العرش سے مراد یہی ہے کہ تخت شاہی پر وہی متمکن ہے سارا نظام عالم اسی کی تدبیر سے چل رہا ہے وہی مختار و متصرف ہے اور اس نے اپنا کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کر رکھا ہے۔ محاورات عرب میں لفظ عرش سلطنت، عظمت اور غلبہ کے مفہوم میں مستعمل ہے ویکنی بہ عن العز والسلطان والملک فیقال ثل عرشہ ای ذهب عزہ وملکہ (روح ج ۸ ص ۱۳۴ قرطبی ج ۷ ص ۲۲۳) اسی طرح علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔ وقد یؤول العرش فی الآیۃ بمعنی الملک ای ما استویٰ الملک الا لہ عزوجل (قرطبی ج ۷ ص ۲۲۱) **۶۴** یہ تینوں السمٰوٰت پر معطوف ہیں اور مسخرٰت ان سے حال ہے الا لہ الخلق والامر یہ ماقبل کی تکمیل و تذییل ہے یعنی سارے عالم کا خالق بھی وہی ہے اور مدبر و متصرف بھی وہی ہے کالتذییل للکلام السابق ای انہ تعالیٰ ھو الذی خلق الاشیاء.... وھو الذی دبرھا وصرفها علی حسب ارادتہ الخ (روح ج ۸ ص ۱۳۹) **۶۵** چونکہ اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اور وہی متصرف و مختار ہے لہٰذا غائبانہ حاجات میں اسی کو پکارو المعتدین غیر اللہ کو پکارنے والے ولا تفسدوا فی الارض ای بالشرک بعد التوحید (مدارک ج ۲ ص ۴۴) **۶۶** اللہ کے عذاب کا ڈر اور اس کی رحمت کی امید دل میں رکھو صرف اسی ہی کو پکارو اور اس کی پکار میں کسی کو شریک نہ کرو۔ **۶۷** یہ الذی خلق السمٰوٰت پر معطوف ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ باران رحمت سے پہلے ہوا بھیجتا ہے جو پرآب بادلوں کو بنجر زمین کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ بارش سے مردہ زمین میں اللہ تعالیٰ جان ڈال دیتا ہے اور وہ ہر قسم کے پھل اور میوے پیدا کرتی ہے **۶۸** یہ جملہ معترضہ ہے۔ یعنی جس طرح ہم بنجر زمین کو بارش سے زندہ کر کے قابل روئیدگی بنا دیتے ہیں اسی طرح ہم مردوں کو قبروں سے زندہ کر کے نکال لیں گے۔

اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ قف یُغْشِی الَّیْلَ

دن میں پھر قرار پکڑا عرش پر اڑھاتا ہے رات پر

النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا لا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ

دن ف۱ کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے ف۲ دوڑتا ہوا اور پیدا کئے سورج اور چاند **۶۴** اور تارے

مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ط اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ

تابعدار اپنے حکم کے سن لو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم فرمانا بڑی برکت والا

اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ

ہے اللہ جو رب ہے سارے جہان کا پکارو اپنے رب کو **۶۵** گڑگڑا کر اور

خُفْیَةً ط اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۵۵﴾ وَلَا تُفْسِدُوْا

چپکے چپکے اس کو خوش نہیں آتے حد سے بڑھنے والے ف۱ اور مت خرابی ڈالو

فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ

زمین میں اس کی اصلاح کے بعد ف۳ اور پکارو اس کو ڈر اور

طَمَعًا ط اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾

توقع سے **۶۶** بے شک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے ف۲

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ

اور وہی ہے کہ چلاتا ہے ہوائیں **۶۷** خوشخبری لانے والی مینہ

رَحْمَتِهٖ ط حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ

سے پہلے ف۴ یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں اٹھا لاتی ہیں بھاری بادلوں کو تو ہانک دیتے ہیں ہم

لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ

اس بادل کو ایک شہر مردہ کی طرف پھر ہم اتارتے ہیں اس بادل سے پانی پھر اس سے نکالتے ہیں

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ط كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی

سب طرح کے پھل اسی طرح ہم نکالیں گے مردوں کو **۶۸** ف۵

ل یہ بنایا ہے اس کے پاس نے نظام عالم میں سے کچھ بھی نہیں کیا ہے۔ حوالے غیر اللہ کو پکارنے والے ۳ ای لا تفسدوا بالشرک بعد التوحید

موضح قرآن ف۱ دعا میں بہتر ہے کہ چپکے مانگے تا اپنی نمود نہ ہو اور دل سے گڑگڑا کر نکلے اور حد سے نہ بڑھے یعنی اپنے منہ سے بڑی بات نہ مانگے ف۲ سنوارے پیچھے زمین میں خرابی نہ مچاؤ یعنی اسلام میں کفر کی رسمیں نہ داخل کرو اور پکارو ڈر اور توقع سے یعنی اللہ پر دلیر بھی مت ہو اور ناامید بھی مت ہو۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی گاہی اجزاء شب را بلباس نہار پوشانیدہ در حساب نہار میگرداند ۱۲ ف۲ یعنی از پی درآمدن شب بعد روز مشابہ آنست کہ کسی کسی را دوان دوان میطلبد ف۳ یعنی بسبب بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ف۴ پیش از باران ۱۲ ف۵ یعنی از قبور بیرون کردیم ۱۲

٦٩ے البلد الطیّب اچھی زمین الذی خبث ناقص اور شور زمین نکدًا بیکار۔ یہ مؤمن وکافر کی صلاحیتوں اور ان کے اعمال کی تمثیل ہے۔ بلد طیب یعنی اچھی زمین مؤمن کے دل سے عبادت ہے جس میں آیات الٰہی سے زندگی پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ اعمال صالحہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور الذی خبث یعنی ناقص زمین کافر معاند کا دل ہے جس پر آیات الٰہی کی بارش کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور اس کے جوارح سے کفر و شرک اور طغیان و عصیان ہی ظاہر ہوتا ہے۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما ھذا مثل ضربہ اللہ تعالٰی للمؤمن یقول ھو طیب و عملہ طیب کما ان البلد الطیب ثمرہ طیب ثم ضرب مثل الکافر کالبلد السبخۃ المالحۃ التی خرجت منہا البرکۃ فالکافر خبیث و عملہ خبیث (خازن ج ۲ ص ۲۰۰)

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٥٧﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ

تا کہ تم غور کرو اور جو شہر پاکیزہ ہے ٦٩ اس کا

نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ

سبزہ نکلتا ہے اس کے رب کے حکم سے اور جو خراب ہے اس میں

إِلَّا نَكِدًا ۚ كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

نہیں نکلتا مگر ناقص یوں پھیر پھیر کر بتلاتے ہیں ہم آیتیں حق ماننے والے

يَشْكُرُونَ ﴿٥٨﴾ ع لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ

لوگوں کو ول ول بیشک بھیجا ہم نے نوح کو ٧٠ اس کی قوم کی طرف

فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ

پس اس نے کہا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٥٩﴾ قَالَ

میں خوف کرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ٧١ بولے

الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٦٠﴾

سردار اس کی قوم کے ہم دیکھتے ہیں تجھ کو صریح بہکا ہوا

قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِنْ

بولا اے میری قوم میں ہرگز بہکا نہیں ٧٢ ولیکن میں بھیجا ہوا ہوں

رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦١﴾ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنْصَحُ

جہان کے پروردگار کا پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے اور نصیحت کرتا ہوں

لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٢﴾ أَوَعَجِبْتُمْ

تم کو اور جانتا ہوں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جو تم نہیں جانتے کیا تم کو تعجب ہوا ٧٣

أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِنْكُمْ

کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے ہے

یہاں تک تینوں دعوے مذکور ہوئے اب اس کے بعد گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے چھ قصے مذکور ہوں گے جو ان تینوں دعووں سے متعلق ہوں گے۔ پہلے تین قصے تیسرے دعوے سے، چوتھا قصہ دوسرے سے، پانچواں قصہ دوسرے اور تیسرے سے اور چھٹا قصہ پہلے دعوے سے متعلق ہے۔ **٧٠ے** یہ پہلا قصہ، حضرت نوح علیہ السلام کا ہے جو تیسرے دعوے سے متعلق ہے۔ کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کا سب سے پہلا اعلان یہی ہے اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور حاجات میں صرف اسی کو پکارو اس کے سوا کوئی تمہارا کارساز نہیں۔ **٧١ے** حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بڑے بڑوں نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگے اے نوح ہم تجھے کھلی گمراہی میں سمجھتے ہیں کیونکہ تو ہم کو صرف ایک خدا کو ماننے کی دعوت دے رہا ہے جو ہمارے باپ دادا کے دین کے صریح خلاف ہے۔ ای انا لنراک فی دعائنا الی الٰہ واحد فی ضلال مبین (قرطبی ج ۷ ص ۲۳۴) **٧٢ے** قوم نے چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف گمراہی کی نسبت کرنے میں مبالغہ کیا تھا اس لئے انہوں نے بھی نہایت بلیغ انداز میں اپنی ذات سے گمراہی کی نفی کی لیس بی ضلٰلۃ۔ ضلٰلۃ کی تنوین تنکیر کے لئے ہے اور پھر نفی کے تحت داخل ہے۔ یعنی کھلی گمراہی میں ہونا تو درکنار مجھ میں تو گمراہی کا ادنیٰ شائبہ تک نہیں اور ہو بھی کیسے سکتا ہے میں تو خداوند عالم کا رسول ہوں اور میرا فریضہ یہ ہے کہ اللہ کے پیغامات تم کو پہنچاؤں اور ہر طرح تمہاری خیر خواہی کروں اور یہ بھی یاد رکھو اللہ کی طرف سے جو علوم و معارف میں جانتا ہوں تم کو ان کا علم نہیں اس لئے میری طرف گمراہی کی نسبت کرنا عقل و نقل کے خلاف ہے۔ **٧٣ے** یہ مشرکین کی غلطی کے اصل منشا کا رد ہے یعنی تم صرف اس بات پر حیران و متعجب ہو کہ تمہاری ہدایت کے لئے تمہاری جنس ہی کے ایک بشر پر اللہ کی طرف سے وحی آگئی فکذبوہ الماضی استمرار کیلئے ہے یعنی وہ ہمیشہ انکی تکذیب کرتے رہے اور مسلسل شرک پر اڑے رہے۔ ای استمروا علی تکذیبہ واصروا بعد ان قال لھم ما قال ودعاھم الی اللہ تعالٰی لیلًا و نہارًا (روح ج ۸ ص ۱۵۳)

موضح قرآن ف ا یہ قدرت اپنی بیان فرمائی باد میں چلنی اور مینہ برسنا اور سبزہ نکلنا اس طرح سمجھایا مردوں کا نکلنا ایک تو مردوں کا نکلنا قیامت میں ہے اور ایک دنیا میں یعنی جاہل ادنی لوگوں میں نبی بھیجا اور علم دیا اور سردار کیا پھر ستھری استعداد والے کمال کو پہنچے اور جن کی استعداد خراب تھی ان کو بھی فائدہ پہنچ رہا ناقص سا۔

ف ا این مثل است برائے تاثیر پند در قلب سلیم و عدم تاثیر آن در غیر سلیم ۱۲ ف ۲ یعنی روز قیامت ۱۲۔

لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٦٣﴾

تاکہ وہ تم کو ڈرائے اور تاکہ تم بچو اور تاکہ تم پر رحم ہو

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ

پھر انہوں نے اسکو جھٹلایا پھر ہم نے بچا لیا اس کو اور ان کو جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں

وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ

اور غرق کر دیا ان کو جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو بیشک وہ

كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ ع وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ

لوگ تھے اندھے اور قوم عاد کی طرف بھیجا ان کے بھائی

ع ٨ ١٥

هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

ہود کو ٧٤ بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ الْمَلَاُ

معبود اس کے سوا سو کیا تم ڈرتے نہیں بولے سردار

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ

جو کافر تھے اس کی قوم میں ہم تو دیکھتے ہیں تجھ کو

سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦٦﴾

عقل نہیں ٧٥ اور ہم تو تجھ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ

بولا اے میری قوم میں کچھ بے عقل نہیں ٧٦ لیکن میں بھیجا ہوا ہوں

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ

پروردگار عالم کا پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے

وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ

اور میں تمہارا خیرخواہ ہوں اطمینان کے لائق کیا تم کو تعجب ہوا کہ

٧٤ یہ دوسرا قصہ ہے اور تیسرے دعوی ہی سے متعلق ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اعلان کیا تھا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ الخ اے میری قوم صرف اللہ کی عبادت کرو اور صرف اسی کو پکارو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود اور کارساز نہیں ٧٥ حضرت ہود علیہ السلام کو قوم نے کم عقلی کا طعنہ دیا اس لئے کہ انہوں نے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ای متمکنا فی خفۃ عقل وراسخا فیہا حیث فارقت دین اٰباءك (روح ج ٨ ص ١٥٥) ٧٦ سفاهة کی تنوین اور اس کا نفی کے تحت واقع ہونا مفید مبالغہ ہے۔ یہاں سے اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ تک میں حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کے الزام کی نہایت بلیغ اسلوب سے تردید فرمائی یعنی اے میری قوم میں تو ادنی ترین سفاہت اور کم عقلی سے بھی بالاتر ہوں کیونکہ میں خداوند جہاں کا رسول ہوں اور تمہیں اس کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور پہلے سے تمہارے درمیان خیرخواہ اور امین مشہور ہوں یا مطلب یہ ہے کہ میں تم کو اللہ کی توحید بتا کر اور شرک سے تم کو روک کر تمہاری خیرخواہی کر رہا ہوں اور اللہ کی وحی اور اس کی تبلیغ پر امین ہوں۔ والمعنی انی عرفت فیکم بالنصح فلا یحق لکم ان تتہمونی وبالامانۃ فیما اقول فلا ینبغی ان اکذب (بحر ج ٤ ص ٣٢٤) (ناصح) فیما امرکم بہ من عبادۃ اللہ عزوجل وترك عبادۃ ما سواہ (امین) یعنی علی تبلیغ الرسالۃ واداء النصح (خازن ج ٢ ص ٢٠٤)

جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ

آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے ہے

لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ

تاکہ تم کو ڈرائے اور یاد کرو جبکہ تم کو

خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِى

سردار کر دیا پیچھے ۷۷ف قوم نوح کے اور زیادہ کر دیا تمہارے

الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ

بدن کا پھیلاؤ سو یاد کرو اللہ کے احسان تاکہ تمہارا

تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ

بھلا ہو بولے کیا تو اس واسطے ہمارے پاس آیا کہ ہم بندگی کریں اللہ اکیلے

وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ

کی اور چھوڑ دیں جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے پس تو لے آ ہمارے پاس جس چیز

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ

سے تو ہم کو ڈراتا ہے اگر تو ہے سچا کہا تم پر واقع ہو چکا ہے ۷۹ف

عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِىْ

تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصہ کیوں جھگڑتے ہو مجھ سے

فِىْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا

ان ناموں پر کہ رکھ لئے ہیں تم نے ف۲ اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں

نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّىْ

اتاری اللہ نے ان کی کوئی سند سو منتظر رہو میں بھی

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ

تمہارے ساتھ منتظر ہوں پھر ہم نے بچا لیا اس کو ۸۰ف اور

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بیماری عقوبت را ۱۲ ف۲ یعنی بے اصل است ۱۲

۷۷ف اس میں حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد دلائے۔

قوت یا پھیلاؤ ۷۸ف قوم نے جواب میں کہا کہ تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور صرف اسی کو پکاریں اور جن معبودوں کو ہمارے باپ دادا پکارتے چلے آئے ہیں ان کو ہم چھوڑ دیں تو سن لو کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ باقی جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تمہارے بیان میں کچھ سچائی ہے تو وہ عذاب لے آؤ۔ ۷۹ف حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کا غضب اور اس کا عذاب تم پر مقدر ہو چکا ہے وہ اپنے وقت پر آ کر رہیگا مگر تمہاری کم عقلی کی انتہا ہے کہ تم میرے ساتھ ایسے جھوٹے معبودوں کے بارے میں جھگڑتے ہو جن کے معبود ہونے پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ ۱۲ ۸۰ف آخر مقررہ اجل پر اللہ کا عذاب آ گیا اور پوری قوم کا نام و نشان ہی مٹا دیا گیا۔ حضرت ہود علیہ السلام اور ان پر ایمان لانیوالوں کے سوا کوئی عذاب سے نہ بچ سکا۔

الَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ

جو اس کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے اور جڑ کاٹی ان کی

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾ ع

جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو اور نہیں مانتے تھے

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ

اور ثمود کی طرف بھیجا ان کے بھائی صالح کو ۱۵۸ بولا اے میری قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ

بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا تم کو

جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ

پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے یہ اونٹنی

اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ

اللہ کی ہے تمہارے لئے نشانی سو اس کو چھوڑ دو کہ کھائے اللہ کی زمین میں

وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ

اور اس کو ہاتھ نہ لگاؤ بُری طرح پھر تم کو پکڑے گا عذاب

اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ

دردناک اور یاد کرو جب کہ تم کو سردار کر دیا

مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ

عاد کے پیچھے اور ٹھکانا دیا تم کو زمین میں کہ بناتے ہو

مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ

نرم زمین میں محل اور تراشتے ہو پہاڑوں کے

بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا

گھر سو یاد کرو احسان اللہ کے اور مت مچاتے پھرو

---

۱۵۸ یہ تیسرا قصہ ہے۔ اور یہ بھی تیسرے دعویٰ سے متعلق ہے جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام کے اس اعلان سے ظاہر ہے۔ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔ اے میری قوم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اور صرف اسی کو پکارو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود اور کارساز نہیں اس کے بعد معجزہ ناقہ کا ذکر فرمایا کہ یہ اونٹنی اللہ کی طرف سے ایک معجزہ ہے اس کو تکلیف مت پہنچانا ورنہ اللہ کا عذاب آ جائے گا۔ پھر ان کو اللہ کے انعامات یاد دلائے سُهُوْلِهَا۔ سہول سہل کی جمع ہے یعنی ہموار زمین۔

فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ

زمین میں فساد لینے لگے سردار جو ۵۸۲

اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا

متکبر تھے اس کی قوم میں غریب لوگوں کو

لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا

کہ جو ان میں ایمان لا چکے تھے کیا تم کو یقین ہے کہ صالح کو

مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ

بھیجا ہے اس کے رب نے بولے ہم کو تو جو وہ لے کر آیا اس

مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا

پر یقین ہے کہنے لگے وہ لوگ جو متکبر تھے ۵۸۳ جس

بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا

پر تم کو یقین ہے ہم اس کو نہیں مانتے پھر انہوں نے کاٹ ڈالا

النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا

اونٹنی کو اور پھر گئے اپنے رب کے حکم سے اور بولے

يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ

اے صالح لے آ ہم پر جس سے تو ہم کو ڈراتا تھا اگر تو

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

رسول ہے پس آپکڑا ان کو زلزلے نے ۵۸۴

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى

پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے پھر الٹا پھرا

عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ

ان سے ۵۸۵ اور بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام

۵۸۲ لِمَنْ اٰمَنَ بہ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا سے باعادۂ جار بدل ہے۔ قوم صالح علیہ السلام کے بڑے اور مغرور لوگوں نے ایمان والوں سے جو بظاہر قوت اور دولت کے اعتبار سے کمزور تھے بطور استہزاء وتمسخر کہا کیا تم صالح کو اللہ کا نبی مانتے ہو؟ اس کے جواب میں انہوں نے پوری جرأت سے کہا "یقیناً ہم حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ کا نبی مانتے ہیں۔ اور جو مسئلۂ توحید لیکر وہ آیا ہے ہمارا اس پر بھی ایمان ہے۔ بِمَآ اُرْسِلَ میں مَا سے مسئلہ توحید مراد ہے۔ **۵۸۳** قوم کے وہی سرکش سردار بولے "ہم تو اسے اور اس کی تعلیم کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں"۔ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ چنانچہ انہوں نے اللہ کے حکم سے سرکشی کرتے ہوئے اونٹنی کو قتل کر دیا اور ازراہِ تعنت وعناد حضرت صالح علیہ السلام سے کہنے لگے اگر واقعی تو اللہ کا نبی ہے تو جس عذاب سے ہمیں ڈراتا تھا اب لے آ۔ ۱۲ **۵۸۴** الرَّجْفَةُ یعنی شدید زلزلہ ایسا زلزلہ آیا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکلنے کی فرصت بھی نہ ملی اور وہ جہاں کہیں تھے وہیں ڈھیر ہو گئے۔ ۱۲ **۵۸۵** جب قوم ہلاک ہو گئی تو حضرت صالح علیہ السلام نہایت حسرت ویاس کے ساتھ اپنی قوم سے یوں فرماتے ہوئے وہاں سے روانہ ہوئے اے میری قوم! میں نے اپنے پروردگار کا پیغام تم کو پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا مگر افسوس کہ تم خیر خواہی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ یہاں حرف نداء اور ضمائر خطاب سے تباہ وبرباد شدہ قوم سے خطاب کرنا اور ان کو سنانا مقصود نہیں بلکہ یہ نداء وخطاب محض قوم کی بدقسمتی پر اظہارِ افسوس اور تحسر کے لئے ہے۔ فتولی عنھم بعد ان جرٰی علیھم ما جرٰی علی ما ھو الظاھر مغتما متحسرا علی ما فاتھم من الایمان متحزنا علیھم (روح ج ۸ ص ۱۶۵) اس سے معلوم ہوا کہ حروف نداء اور ضمائر خطاب سے ہمیشہ کسی کو مخاطب کرنا اور اسے کچھ سنانا مقصود نہیں ہوتا۔ اس لئے التحیات میں السلام علیك ایھا النبی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاظر وناظر ہونے پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ وہ محض دعاء ہے اس سے خطاب کرنا اور سنانا مقصود ہی نہیں۔ ۱۲

رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۷۹﴾

اپنے رب کا اور خیر خواہی کی تمھاری لیکن تم کو محبت نہیں خیر خواہوں سے

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ

اور بھیجا لوط کو جب کہا اس نے اپنی ۵۸۶ قوم کو کیا تم کرتے ہو ایسی بے حیائی

مَا سَبَقَکُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۰﴾

کہ تم سے پہلے نہیں کیا اس کو کسی نے جہان میں

اِنَّکُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ

تم تو دوڑتے ہو ۵۸۷ مردوں پر شہوت کے مارے

النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾

عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم لوگ ہو حد سے گذرنے والے

وَ مَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا

اور کچھ جواب نہ دیا اس کی قوم نے مگر یہی کہا کہ

اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْیَتِکُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ

نکالو ان کو اپنے شہر سے یہ لوگ بہت ہی

یَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا

پاک رہنا چاہتے ہیں پھر بچا دیا ہم نے اس کو اور اس کے ۵۸۸ گھر والوں کو مگر

امْرَاَتَهٗ ۖ٘ کَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اَمْطَرْنَا

اس کی عورت کہ رہ گئی وہاں کے رہنے والوں میں اور برسایا ہم نے

عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ

ان کے اوپر مینہ یعنی پتھروں کا پھر دیکھ کیا ہوا انجام

الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۸۴﴾ ع وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ

گنہگاروں کا اور مدین کی طرف بھیجا ان کے بھائی شعیب کو ۵۸۹

ع ۱۰ ۱۲ ۱۷

۵۸۶ یہ چوتھا قصہ ہے اور دوسرے دعوے سے متعلق ہے کیونکہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اللہ کے محرمات سے حرام کا سا معاملہ نہیں کرتی تھی۔ اَلْفَاحِشَةَ سے لڑکوں کیساتھ خلاف فطرت فعل کرنا مراد ہے۔ اس فعل کی ابتدا قوم لوط میں ہوئی اس سے قبل کسی قوم نے یہ فعل نہیں کیا تھا۔ ۵۸۷ یہ اَلْفَاحِشَةَ کی تفسیر ہے بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ــــ بل ترقی کے لئے ہے۔ یعنی برسرعام مجالس میں بھی تم اس فعل شنیع کا ارتکاب کرتے ہوئے نہیں شرماتے ہو جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا وَ تَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْکُمُ الْمُنْکَرَ (عنکبوت ع ۳) وَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ الخ حضرت لوط علیہ السلام کی پند و نصیحت کے جواب میں قوم نے فیصلہ کیا کہ ان کو گاؤں سے نکال دیا جائے۔ یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔ ۱۲ ۵۸۸ اللہ نے اس بدکردار قوم پر آسمان سے پتھر برسا کر اسے تباہ کر دیا۔ حضرت لوط علیہ السلام اور جو ان پر ایمان لا چکے تھے صرف وہی بچ سکے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی چونکہ در پردہ مشرکہ تھی اس لئے وہ بھی عذاب میں ہلاک ہو گئی۔ فَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا۔ بارش سے پتھروں کی بارش مراد ہے۔ پہلے ان کی بستیوں کو الٹ دیا گیا۔ پھر اوپر سے پتھر برسائے گئے جیسا کہ سورۂ ہود ع ۷ میں فرمایا فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ مَّنْضُوْدٍ ۱۲ ۵۸۹ یہ پانچواں قصہ ہے اور دوسرے اور تیسرے دونوں دعووں سے متعلق ہے۔ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ میں تیسرا دعویٰ مذکور ہے یعنی اے میری قوم تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو اور صرف اسی کو پکارو۔ اللہ کے سوا کوئی تمہارا کارساز نہیں۔ اور فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ الخ میں دوسرا دعویٰ مذکور ہے۔ قوم شعیب علیہ السلام ان محرمات الٰہیہ کے ساتھ حرام کا برتاؤ نہیں نہیں کرتی تھی بلکہ ناپ تول کے ذریعے دوسرے کا حق مار لینے کو جائز سمجھتی تھی۔ اس لئے ان کو حکم دیا گیا کہ وہ ان محرمات کو حرام سمجھیں اور ان ناجائز طریقوں سے لوگوں کے حقوق تلف نہ کریں اور زمین میں شر و فساد نہ پھیلائیں۔ ۱۲

۸۹ یہ پانچواں قصہ متعلق بہ دعویٰ ثانی و ثالث ۱۲

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ
بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ
تمہارے پاس پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے سو پوری کرو ماپ

وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ
اور تول اور مت گھٹا کر دو لوگوں کو ان کی چیزیں

وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ
اور مت خرابی ڈالو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَلَا
یہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان والے ہو ۹۰ اور مت

تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ
بیٹھو ۹۱ راستوں پر کہ ڈراؤ اور روکو

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ
اللہ کے راستے سے جو کہ ایمان لائے اس پر اور ڈھونڈو اس میں عیب

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا
اور یاد کرو جبکہ تھے تم ۹۲ بہت تھوڑے پھر تم کو بڑھا دیا اور دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ
کیا ہوا انجام فساد کرنیوالوں کا اور اگر تم میں سے ایک فرقہ ۹۳

مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا
ایمان لایا اس پر جو میرے ہاتھ بھیجا گیا اور ایک فرقہ ایمان نہیں لایا

فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ
سو صبر کرو جب تک اللہ فیصلہ کرے درمیان ہمارے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے ط

۹۰ یعنی امور مذکورہ دنیا و آخرت میں تمہارے لئے بہتر ہیں بشرطیکہ تم ایمان لے آؤ اور دعوت توحید کو مان لو المراد بالخيرية ما يشمل مر الدنيا والاٰخرة اى ذلكم خير لكم فى الدارين بشرط ان تؤمنوا (روح ج ۸ ص۱۷۱) **۹۱** حضرت ابن عباس، قتادہ، مجاہد اور سُدّی سے منقول ہے کہ قوم شعیب علیہ السلام کے مشرکین شہر میں آنیوالے تمام راستوں پر بیٹھ جاتے اور جو لوگ حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے آتے ان کو روک لیتے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو عیاذاً باللہ کذاب (بڑا جھوٹا) کہہ کر ان کو بدظن کرنے کی کوشش کرتے اور ساتھ ہی ان کو قتل کرنے کی دھمکی بھی دیتے۔ كانوا يقعدون على الطرقات المفضية الى شعيب فيتوعدون من اراد المجئ اليه ويصدونه ويقولون انه كذاب فلا تذهب اليه، كما كانت قريش مكة تفعله مع النبى صلى الله عليه وسلم و هٰذا ظاهر (قرطبی ج ۷ ص۲۷۹) جیسا کہ قریش مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونیوالوں سے کیا کرتے تھے۔ ۱۲ **۹۲** یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر انعام ذکر فرمایا۔ قلت وکثرت سے تعداد کی کمی بیشی مراد ہے یا دولت کی مفسرین نے دونوں قول لکھے ہیں وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ الخ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا شکر ادا کرو اور اس کی دعوت کو مان لو ورنہ جن لوگوں نے اللہ کی دعوت کو جھٹلایا اور شرک اور دوسرے اعمال بد سے زمین میں فساد پھیلایا ان کا حشر تم دیکھ چکے ہو کہ ان کو اللہ نے کس طرح تباہ کیا تمہارا بھی یہی انجام ہوگا۔۱۲ **۹۳** یہ منکرین کے لئے تخویف دنیوی ہے یعنی تم میں سے کچھ لوگ میری دعوت قبول کر چکے ہیں اور کچھ لوگوں نے اس کو رد کر دیا ہے۔ اب تم اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو کہ وہ کس طرح ایمان والوں کو بچاتا ہے اور نہ ماننے والوں کو ہلاک کرتا ہے۔ فيه وعيد وتهديد يعنى حتى يقضى الله ويفصل بيننا ويعز المؤمنين المصدقين وينصرهم ويهلك المكذبين الجاحدين ويعذبهم (خازن ج ۲ ص۲۱۵)

فتح الرحمٰن **ف۱** یعنی واجب آں بود کہ ہمہ متفق می شدند بر ایمان و چوں متفق نشدند منتظر فیصل کردن باشند ۱۲

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ
بولے سردار ۹۴ جو متکبر تھے اس کی قوم میں
لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
ہم ضرور نکال دیں گے اے شعیب تجھ کو اور ان کو جو کہ ایمان لائے
مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ
تیرے ساتھ اپنے شہر سے یا یہ کہ تم لوٹ آؤ ہمارے
مِلَّتِنَاؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ
دین میں بولا کیا ہم بیزار ہوں تو بھی بیشک
افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ
ہم نے بہتان باندھا اللہ پر جھوٹا اگر لوٹ آئیں تمہارے
مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَاؕ وَ مَا
دین میں بعد اس کے کہ نجات دے چکا ہم کو اللہ اس سے اور ہمارا
یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ
کام نہیں کہ لوٹ آئیں اس میں مگر یہ کہ چاہے
اللّٰهُ رَبُّنَاؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًاؕ
اللہ رب ہمارا گھیرے ہوئے ہے ہمارا پروردگار سب چیزوں کو اپنے علم میں
عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَاؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ
اللہ ہی پر ہم نے بھروسا کیا اے ہمارے رب فیصلہ کر ہم میں ۹۵ اور ہماری
قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ﴿۸۹﴾ وَ
قوم میں انصاف کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اور
قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ
بولے سردار جو کافر تھے ۹۶ اس کی قوم میں اگر پیروی کرو گے تم

یہ مستثنیٰ منقطع ہے یعنی جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے ۱۲

۹۴ اس کے جواب میں قوم کے متکبر اور مشرک سرداروں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو دھمکی دی کہ یا تو تم اپنا دین توحید چھوڑ کر واپس ہمارے دین میں آجاؤ ورنہ ہم تم کو اور جو تم پر ایمان لے آئے ہیں سب کو اپنے گاؤں سے نکال دیں گے۔ قَدِ افْتَرَیْنَا الخ جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو تمہارے دین شرک سے محفوظ فرما لیا اور ہمیں یقین ہو گیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود اور کارساز نہیں لہٰذا اس کے سوا پکار کے لائق بھی کوئی نہیں۔ اس کے باوجود اگر ہم تمہارے دین پر آجائیں اور تمہاری طرح شرک کرنے لگیں تو یہ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان اور افتراء ہوگا ہم سے تو یہ ہرگز نہیں ہو سکے گا کہ ہم تمہارے دین پر آجائیں۔ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ یہ استثناء منقطع ہے یعنی جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ ۹۵ جب حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کے تمرد و عناد کو دیکھ کر ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے اور قوم کی ایذا رسانی انتہا کو پہنچ گئی تو اب اللہ تعالیٰ سے آخری فیصلے کی دعا مانگی۔ قال ابن عباس وکان شعیب کثیر الصلاۃ فلما تمادی قومہ فی کفرھم وغیظھم ویئس من صلاحھم دعا علیھم فقال ربنا افتح الخ فاستجاب اللہ دعاءہ فاھلکھم بالرجفۃ (قرطبی ج ۷ ص ۲۵۱)۔ ۹۶ قوم شعیب علیہ السلام کے مشرک سردار اپنے ہم مسلک لوگوں کو دین حق قبول کرنے سے روکنے کیلئے ان سے کہتے تھے اگر تم نے شعیب کی بات مان لی تو تم خسارے میں رہو گے۔ کیونکہ اس کا دین قبول کر لینے کے بعد تم ناپ تول میں کمی بیشی سے جو کچھ کماتے تھے، وہ نہیں کما سکو گے۔ نیز ہدایت کے عوض گمراہی خریدو گے جو سراسر خسارہ ہے مشرکین شرک کو ہدایت اور توحید کو گمراہی سمجھتے تھے ای مغبونون لاستبدالکم الضلالۃ بالھدٰی و لفوات ما یحصل لکم بالبخس والتطفیف (روح ج ۹ ص ۶)

شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ

شعیب کی تو تم بیشک خراب ہو گے پھر آ پکڑا ان کو

الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾

زلزلہ نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں کے اندر اوندھے پڑے

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا

جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو گویا کبھی بسے ہی نہ تھے وہاں

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾

جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو وہی ہوئے خراب

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ

پھر الٹا پھرا ان لوگوں سے اور بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو

رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى

پیغام اپنے رب کے اور خیر خواہی کر چکا تمہاری اب کیا افسوس کروں

عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ

کافروں پر اور نہیں بھیجا ہم نے ۹۹ کسی بستی میں

مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَ

کوئی نبی کہ نہ پکڑا ہو ہم نے وہاں کے لوگوں کو سختی اور

الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا

تکلیف میں تاکہ وہ گڑگڑائیں پھر بدل دی ہم نے

مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا

برائی کی جگہ بھلائی یہاں تک کہ ۱۰۰ بڑھ گئے اور کہنے لگے

قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ

کہ پہنچتی رہی ہے ۱۰۱ ہمارے باپ دادوں کو بھی تکلیف اور خوشی ۱ پھر پکڑا ہم نے ان کو

ع ۱۱ ۱۰

نون، ا، ضمیر خطاب کا حرف استعمال، اس کی تحقیق تفسیر میں موجود ہے ۱۲

التفات لیجئے الایکہ یعنی تکلیف و آسودگی حالات کے متغیر ہونے سے آتی رہتی ہے نہ بوجہ انکار نبی اور قرآن کے ۱۲

۹۷ الرجفة زلزلہ (قرطبی) ایک شدید زلزلہ آیا جس سے وہ تمام ہلاک ہو گئے اور ایسے ہلاک ہوئے گویا کہ وہ اپنے گھروں میں کبھی آباد ہی نہ تھے ۹۸ جب قوم ہلاک ہو گئی تو وہاں سے چلے اور تحسر اور تاسف کے طور پر قوم کو خطاب کر کے فرمایا۔ اے میری قوم میں نے تو تمہیں اللہ کے تمام پیغام پہنچا دیئے اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ اس سے ان کا مقصد ہلاک شدہ مشرکین کو کچھ سنانا نہ تھا بلکہ محض اظہار افسوس مقصود تھا۔ ۹۹ التفات بسوئے اہل مکہ یعنی ہماری سنت جاریہ یہی رہی ہے کہ ہم نے جس بستی میں کوئی نبی بھیجا وہاں کے باشندوں کو مختلف طریقوں سے آزمایا۔ ان کو مالی وجانی تکالیفوں میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی کریں اور اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اللہ کی توحید کو مان لیں اور نیک اعمال بجا لائیں۔ ثُمَّ بَدَّلْنَا الخ جب اس طرح ان کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تو ہم نے ان کی تکلیف اور تنگدستی کو راحت و فراخی سے بدل دیا تاکہ اس طرح ان کے دلوں میں شکر و اطاعت کا جذبہ پیدا ہو۔ لان ورود النعمة فی البدن و المال بعد الشدة والضیق یستدعی الانقیاد للطاعة والاشتغال بالشکر (خازن ج ۲ ص ۲۱۴) ۱۰۰ عَفَوْا ای کثروا یعنی جب ان کے مال و اولاد میں کثرت ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے تکلیف و راحت اور تنگدستی و فراخی دونوں طریقوں سے ان کا امتحان فرمایا مگر وہ کسی طرح کفر و شرک سے باز نہ آئے۔ اعلم اللہ تعالیٰ انه اخذهم بالشدة والرخاء فلم یزدجروا ولم یشکروا (قرطبی ج ۷ ص ۲۵۲) ۱۰۱ اس اختلاف احوال سے انہوں نے کچھ عبرت حاصل نہ کی اور نہ اسے اللہ کی طرف سے ابتلا سمجھا اور یوں کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادا پر بھی حالات آتے رہے ہیں کبھی تکلیف اور تنگدستی اور کبھی راحت اور فراخی ہم پر بھی اسی طرح آ رہے ہیں۔ یہ تکلیف اور آسودگی تغیرات زمانہ میں سے ہے کسی پیغمبر کے انکار یا اسکو ماننے کی وجہ سے نہیں ہے فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً یہاں تک کہ ان پر اچانک ہمارا عذاب آ پہنچا اس حال میں کہ انہیں اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔

فتح الرحمن ۱ یعنی عادت زمانہ است گاہے سختی و گاہی راحت می باشد از باب مواخذہ بر اعمال نبود ۱۲

بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩٥﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ

ناگہاں اور ان کو خبر نہ تھی ف اور اگر بستیوں

الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ

والے ۱۰۲ ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو ہم کھول دیتے ان پر

بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ

نعمتیں آسمان اور زمین سے لیکن

كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٦﴾

جھٹلایا انہوں نے پس پکڑا ہم نے ان کو ان کے اعمال کے بدلے

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا

اب کیا بے ڈر ہیں بستیوں والے ۱۰۳ اس سے کہ آپہنچے ان پر آفت ہماری

بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿٩٧﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى

راتوں رات جب سوتے ہیں یا بے ڈر ہیں بستیوں والے

اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿٩٨﴾

اس سے کہ آپہنچے ان پر عذاب ہمارا دن چڑھے جب کھیلتے ہوں

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ

کیا بے ڈر ہو گئے اللہ کے داؤ سے ف۱ سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے داؤ سے

اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٩٩﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ

مگر خرابی میں پڑنے والے کیا نہیں ظاہر ۱۰۴ ہوا ان لوگوں پر

يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ

جو وارث ہوئے زمین کے وہاں کے لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد کہ اگر

نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى

ہم چاہیں تو ان کو پکڑ لیں ان کے گناہوں پر اور ہم نے مہر کر دی ہے ان کے

۱۲ ع ۲

سے کیا ہدایت کا معنی مراد ہے یا ظہور کا۔ یعنی کیا پہلی امتوں کی ہلاکت ظاہر نہیں کرتی کہ ہم ان کو بھی ہلاک کر دیں سکے ۔ ۱۲

۱۰۲ ایمان لانے کی ترغیب ہے ۔ جن بستیوں میں اللہ کے پیغمبر آئے اگر ان بستیوں والے اللہ پر ایمان لے آتے اور اللہ کی ہدایت کے مطابق عمل کرتے تو اللہ تعالیٰ ان پر زمین و آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتا مگر انہوں نے تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بداعمالیوں کے سبب ان کو پکڑ لیا ۔ ۱۰۳ ہمزہ استفہام انکار کے لئے ہے ۔ اور آھْلُ الْقُرٰی سے مکہ اور گرد و نواح کی بستیوں کے لوگ مراد ہیں ۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی بعض کے نزدیک یہ عام ہے ۔ والمراد بالقری مکۃ وما حولھا لانھم کذبوا محمدا صلے اللہ علیہ وسلم وقیل ھو عام فی جمیع القری ۔ (قرطبی ج ۷ ص ۲۵۳) مشرکین عرب گذشتہ سرکش قوموں کے انجامِ بد سے اچھی طرح واقف ہیں مگر اس کے باوجود عناد اور سرکشی پر اڑے ہوئے ہیں کیا انہیں اس بات کا خطرہ اور اندیشہ نہیں کہ کہیں رات کو سوتے وقت یا دن کو جب وہ کھیل میں مصروف ہوں اچانک ہی اللہ کا عذاب آپہنچے اور ان کو ہلاک کر دے ۔ کیا وہ اللہ کے عذاب سے بالکل ہی بے فکر ہیں ۔ جو لوگ اس طرح اللہ کے عذاب سے نڈر ہو کر ایمان و عمل سے غافل ہو جائیں وہ دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھائیں گے ۔ ۱۰۴ ھدایت سے اس کا متعارف معنی مراد ہے یا بمعنی ظہور ہے ۔ یعنی کیا پہلی امتوں کی ہلاکت اور ان کی تباہی ان کی ہدایت کا موجب نہ بنی یا اس سے ان پر یہ حقیقت واضح نہیں ہوئی کہ کفر و عناد کی وجہ سے ان کو بھی عذاب سے ہلاک کیا جا سکتا ہے ۔

موضح قرآن

ف بندے کو دنیا میں گناہ کی سزا پہنچتی رہے تو امید ہے کہ توبہ کر لے اور جب گناہ راست آگیا تو یہ اللہ کا بھلاوا ہے پھر ڈر ہے ہلاک کا جیسے زہر کھایا اگل دے

فتح الرحمٰن

ف۱ یعنی از تدبیر اہلاک ۱۲ ۔

۱۰۵ؔ القریٰ سے تمام مذکورہ بستیوں کی طرف اشارہ ہے۔ جن کے انبیاء علیہم السلام اور جن کی قوموں کے واقعات پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اسم اشارہ کا محسوس مبصر ہی کے لئے استعمال ہونا ضروری نہیں بلکہ معہود فی الذہن کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ماتقول فی ھٰذا الرجل سے مبتدعین کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر میں حاضر ہونے پر استدلال غلط ہے۔ بِمَا كَذَّبُوا میں باء سببیہ ہے اور كَذٰلِكَ میں کاف بمعنی لام ہے۔ یعنی جب ان کے پاس اللہ کے پیغمبر آئے تو انہوں نے ان کی تکذیب کر ڈالی اس لئے جب انہوں نے معجزات پیش کئے تو بھی وہ ایمان نہ لائے اور کفر پر اڑے رہے اس لئے ان کے عناد و انکار کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر جباریت ثبت کر دی گئی اور ان سے توفیق ایمان سلب کر لی گئی۔ **۱۰۶ؔ** حضرت حسن فرماتے ہیں عہد سے عہد توحید مراد ہے جو امم سابقہ سے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے لیا گیا۔ العھد الذی عھد الیھم مع الانبیاء علیھم السلام ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئا (قرطبی ج ۷ ص ۲۵۵) یعنی ان میں اکثر بدعہد ثابت ہوئے اور انہوں نے توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کر لیا۔ **۱۰۷ؔ** یہ چھٹا واقعہ ہے اور پہلے دعوے سے متعلق ہے اور یہاں سے شروع ہو کر رکوع ۲۰ کے آخر میں فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ۝ پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے مختلف آٹھ واقعات ذکر کئے گئے ہیں جن میں سے ہر واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عزیمت اور ان کے استقلال کی زندہ تصویر ہے۔ ان کے ذکر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشجیع مقصود ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ بھی جرأت اور بہادری سے مسئلہ توحید کی تبلیغ کریں اور اسکی وجہ سے آنے والے مصائب و مشکلات کا استقلال سے سامنا فرمائیں۔ پہلا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے پاس جا کر اسکو توحید کی دعوت دینا۔ بنی اسرائیل پر ظلم کرنے سے منع کرنا، اسے معجزے دکھانا اور پھر فرعون کا ان کے مقابلے کے لئے جادوگروں کو جمع کرنا وغیرہ۔ **۱۰۸ؔ** یعنی انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تمام معجزات کا انکار کیا حَقِيْقٌ الخ ای واجب (کبیر، خازن وغیرہ) یعنی مجھ پر فرض اور لازم ہے کہ میں اللہ کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ کروں یا حَقِيْقٌ بمعنی جَدِيْرٌ ہے (بحر، روح وغیرہ) یعنی میں اللہ کا رسول ہوں اسلئے میری شان یہی ہے اور میرے لئے یہی لائق اور زیبا ہے کہ میں اللہ کی طرف صرف سچی بات ہی کی نسبت کروں اس لئے سن لو میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور اللہ کی طرف سے معجزات لے کر آیا ہوں، لہٰذا میری دعوت کو قبول کر لو اور بنی اسرائیل کو ظلم و ستم سے رہا کر دو۔ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں حَقِيْقٌ ای ثابت یعنی میں اس بات پر ثابت اور قائم ہوں کہ اللہ کی طرف صرف سچی بات کی ہی نسبت کروں۔

قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۱۰۰ تِلْكَ الْقُرٰى

دلوں پر سو وہ نہیں سنتے ۱۰۵ؔ یہ بستیاں ہیں کہ

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ

سناتے ہیں ہم تجھ کو ان کے کچھ حالات اور بیشک ان کے پاس پہنچ چکے

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا

ان کے رسول نشانیاں لے کر پھر ہرگز نہ ہوا کہ ایمان لائیں اس بات پر

كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى

جس کو پہلے جھٹلا چکے تھے یوں مہر کر دیتا ہے اللہ

قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۰۱ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ

کافروں کے دل پر اور نہ پایا ان کے ۱۰۶ؔ اکثر لوگوں میں ہم

مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ

نے عہد کا نباہ اور اکثر ان میں پائے نافرمان

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى

پھر بھیجا ہم نے ان کے پیچھے ۱۰۷ؔ موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ

فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس پس کفر کیا انہوں ۱۰۸ؔ نے انکے مقابلہ میں سو دیکھ کیا

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰى

انجام ہوا مفسدوں کا اور کہا موسیٰ نے

يٰفِرْعَوْنُ اِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۴

اے فرعون میں رسول ہوں پروردگار عالم کا

حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ

قائم ہوں اس بات پر کہ نہ کہوں اللہ کی طرف سے مگر جو سچ ہے

یہ تمام قصوں کے متعلق ہے۔ یہ بیان کہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اسم اشارہ کیلئے محسوس مبصر کا ہونا ضروری نہیں۔ ۱۲

۱ باء سببیہ ہے ۱۲ ۲ کاف تعلیلیہ ہے ۱۲ ۳ یہ چھٹا قصہ پہلے دعوے کے ساتھ متعلق ہے ۱۲ ۴ آٹھ واقعات ہیں ۱۲ ۵ یہ پہلا واقعہ ہے ۱۲ ۶ یعنی میں پیغمبر ہوں اس بات پر ۱۲

قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ
لایا ہوں تمہارے پاس نشانی تمہارے رب کی سو بھیج دے میرے ساتھ

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ
بنی اسرائیل کو بولا اگر تو آیا ۱۰۹ ہے کوئی نشانی لے کر

فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى
تو لا اس کو اگر تو سچا ہے تب ڈال دیا اس نے

عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ
اپنا عصا تو اسی وقت ہو گیا اژدہا صریح اور نکالا اپنا ہاتھ

فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ
تو اسی وقت وہ سفید نظر آنے لگا دیکھنے والوں کو بولے سردار ۱۱۰

قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ
فرعون کی قوم کے یہ تو کوئی بڑا واقف جادوگر ہے نکالنا چاہتا

اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾
ہے تم کو تمہارے ملک سے اب تمہاری کیا صلاح ہے

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ
بولے ڈھیل دے اس کو اور اس کے بھائی کو اور بھیج پرگنوں میں

حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَ
جمع کرنے والوں کو کہ جمع کر لائیں تیرے پاس جو ہو کامل جادوگر اور

جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا
آئے جادوگر ۱۱۱ فرعون کے پاس بولے ہمارے لئے کچھ مزدوری ہے

اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ
اگر ہم غالب ہوئے بولا ہاں اور بیشک تم

ع ۱۳ ۳

یعنی نبوت کے ۲ گواہ ہیں۔ ۱۔ یعنی پہلا گواہ سانپ والی آنت ہے یہ بھی دیکھو دوسرا نور باطنی ہے وہ بھی دیکھو ۱۲

۱۰۹ فرعون نے کہا اگر واقعی تم اپنے دعوے میں سچے ہو اور اپنی نبوت پر واقعی کوئی دلیل اور معجزہ لائے ہو تو پیش کرو فَاَلْقٰى عَصَاهُ الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر پھینکی جو گرتے ہی سانپ بن گئی اور پھر گریبان میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو وہ روشن اور درخشاں تھا یعنی میری نبوت کا پہلا گواہ تو یہ سانپ والا معجزہ ہے یہ بھی دیکھ لو اور دوسرا یہ نور ہے اسے بھی دیکھ لو۔ **۱۱۰** یہ دیکھ کر قوم فرعون کے درباری امراء اور اہل حل و عقد بول اٹھے کہ یہ تو کوئی بہت بڑا ماہر جادوگر ہے اور تمہیں ملک مصر سے نکال کر اس پر خود قابض ہونا چاہتا ہے۔ اس پر فرعون نے کہا فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ تو پھر اس کے معاملے میں تمہارا کیا مشورہ ہے۔ قَالُوْٓا اَرْجِهْ انہوں نے کہا اس کے معاملے میں آپ جلدی نہ کریں بلکہ اس کو اور اس کے بھائی کو مہلت دے دیں اور اپنے ملک کے تمام شہروں میں اپنے آدمی بھیج دیں وہ ملک کے تمام ماہر جادوگروں کو آپ کے دربار میں لا حاضر کریں تاکہ ان دونوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔
۱۱۱ ملک کے مشہور اور ماہر جادوگر فرعون کے دربار میں حاضر ہوئے تو عرض کی اگر ہم مقابلے میں غالب آ گئے تو ہمیں انعام تو ضرور ملے گا۔ قَالَ نَعَمْ الخ فرعون نے کہا صرف انعام ہی نہیں ملے گا بلکہ اس کے علاوہ تمہیں میرے دربار کا تقرب بھی حاصل ہوگا اور میرے یہاں تمہاری بہت زیادہ قدر و منزلت اور عزت افزائی ہوگی۔

لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ

مقرب ہو جاؤ گے. بولے اے موسیٰ ﷺ یا تو تو ڈال

وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ

اور یا ہم ڈالتے ہیں کہا ڈالو

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ

پھر جب انہوں نے ڈالا ۱۱۳ باندھ دیا لوگوں کی آنکھوں کو اور ان کو ڈرایا

وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى

اور لائے بڑا جادو اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کو ﷺ

اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

کہ ڈال دے اپنا عصا سو وہ جبھی لگا نگلنے جو سانگ انہوں نے بنایا تھا

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

پس ظاہر ہو گیا حق ۱۱۵ اور غلط ہو گیا جو کچھ انہوں نے کیا تھا

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَ

پس ہار گئے اس جگہ اور لوٹ گئے ذلیل ہو کر اور

اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ

گر پڑے جادوگر سجدہ میں بولے ہم ایمان لائے ﷺ پروردگار

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ

عالم پر جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا بولا

فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ

فرعون کیا تم ایمان لے آئے اس پر میری اجازت سے پہلے

اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ

یہ تو مکر ہے جو بنایا تم سب نے اس شہر میں

۱۱۲ جب مقررہ تاریخ پر متعینہ جگہ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اور فرعون مع امرا و مقربین اور تمام جادوگر پہنچ گئے اور مقابلہ شروع ہونے لگا تو جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا پہلے آپ لاٹھی پھینکیں گے یا ہم پہلے اپنا کمال پیش کریں۔ قَالَ اَلْقُوْا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پہلے تم پھینکو جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ چونکہ وہ جادوگروں کے مکر و فریب کا ابطال چاہتے تھے اور وہ اسی صورت میں زیادہ مؤثر تھا کہ وہ اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پہلے ڈالتے۔ اس لئے فرمایا پہلے تم اپنا جوہر دکھاؤ۔ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یرید ابطال ما اتوا بہ من السحر وابطالہ ما کان یمکن الا باقدامھم علی اظھارہ فاذن لھم فی الاتیان بذلک (کبیر ج ۴ ص ۴۶۴) **۱۱۳** جب جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں میدان میں ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں میں جادو چل گیا اور حاضرین کو یوں معلوم ہونے لگا کہ پوری وادی خطرناک سانپوں سے بھر گئی ہے۔ جادوگروں کے اس عظیم فریب کو دیکھ کر لوگ دہشت زدہ ہو گئے۔ سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ اور يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى (طٰهٰ ع ۳) یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یوں محسوس ہونے لگا گویا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کی حقیقت میں کوئی انقلاب نہیں آیا تھا اور وہ حقیقت میں سانپ نہیں بنی تھیں بلکہ یہ محض ایک فریب نظر تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جادوگروں نے رسیوں اور لاٹھیوں کے اوپر کے حصے پر مختلف رنگوں کے سانپوں جیسے نقش و نگار بنا رکھے تھے۔ رسیوں کے اوپر پارہ لگا تھا اور لاٹھیاں اندر سے خالی تھیں اور ان کے خلا میں پارہ بھرا ہوا تھا جب ان کو میدان میں پھینکا گیا تو سورج کی گرمی کی وجہ سے ان میں حرکت پیدا ہو گئی اور وہ ایک دوسری پر لوٹ پوٹ ہونے لگیں اور دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہونے لگا کہ پوری وادی سانپوں سے بھر گئی ہے ویقال انھم طلوا تلک الحبال بالزئبق ولونوھا وجعلوا داخل العصی زئبقا ایضًا والقوھا علی الارض فلما اثر حر الشمس فیھا تحرکت والتوی بعضھا علی بعض حتی تخیل للناس انھا حیات (روح ج ۹ ص ۲۵) **۱۱۴** جادوگروں کا دعویٰ تھا کہ وہ ایسا لاجواب جادو تیار کر کے لائے ہیں کہ دنیا کے تمام جادوگر مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ ہاں اگر کوئی خدائی امر ہو تو ہمیں اس کے مقابلے کی طاقت نہیں۔ روی ان السحرۃ قالوا قد علمنا سحرا لا یطیقہ سحرۃ اھل الارض الا ان یکون امرا من السماء فانہ لا طاقۃ لنا بہ (کبیر ج ۴ ص ۳۳۴) جب جادوگر اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال چکے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم خداوندی سے اپنی لاٹھی میدان میں پھینک دی اور گرتے ہی وہ ایک عظیم اژدہا کی شکل میں منقلب ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے جادوگروں کی تمام رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل گئی مَا يَاْفِكُوْنَ یعنی جو کچھ انہوں نے فریب اور جھوٹ بنایا تھا۔ **۱۱۵** وَقَعَ ای ظھر یعنی حق ظاہر ہو گیا اور جادوگروں کا عمل باطل ہو گیا فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ فرعون اور اس کی قوم بھرے مجمع میں مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر وہاں سے واپس لوٹے وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ یعنی زور سے سجدے میں ڈال دئے گئے کیونکہ انہوں نے پہلے اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ کہہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ادب کیا تھا مَنْ اَتٰى بِشَيْءٍ اٰتَيْتُهٗ هٰرُوْلَةً جب جادوگروں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بن کر ان کی تمام رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل گیا اور پھر دوبارہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا مگر اس کے باوجود اس کے حجم میں کوئی اضافہ نہیں ہوا تو ان پر حق واضح ہو گیا اور وہ سمجھ گئے کہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام جادوگر نہیں ہیں بلکہ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔ معجزۂ عصا دیکھ کر ان کو شرح صدر ہو گیا اور وہ حق کے سامنے اس قدر مغلوب ہو گئے کہ بے اختیار سجدے میں گر پڑے گویا کسی نے ان کو پکڑ کر سجدے میں گرا دیا ہے

یعنی زور سے سجدے میں ڈال دیئے گئے کیونکہ انہوں نے پہلے اَنْ تُلْقِيَ کہہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ادب کیا تھا مَنْ اَتٰى بِشَيْءٍ اٰتَيْتُهٗ هٰرُوْلَةً ۱۲۰

وعبر بذلك تنبيهاً على ان الحق بهرهم واضطرهم الى السجود بحيث لم يبق لهم تمالك فكان احدا فعهم والقاهم الخ (روح ج ۹ صٓ۲۶)
۱۱۶ھ جادوگروں نے فوراً اسی جگہ اعلان کر دیا کہ ہم فرعون کی ربوبیت سے بیزار ہوئے اور اس رب العالمین پر ایمان لائے جسکو موسیٰ و ہارون علیہما السلام اپنا رب مانتے ہیں۔
قَالَ فِرْعَوْنُ الخ فرعون نے غضبناک ہوکر جادوگروں سے کہا کہ تم نے میرے نوکر اور ملازم ہوکر میری اجازت کے بغیر ہی موسیٰ کے رب کو مان لیا ہے۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے یہ سارا معاملہ سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق کیا ہے اور تم موسیٰ و ہارون سے مل کر لوگوں کو مرعوب و مغلوب کرکے یہاں سے نکالنا چاہتے ہو۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ تمہیں ابھی معلوم ہو

لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾
تاکہ نکال دو اس شہر سے اس کے رہنے والوں کو سو اب تم کو معلوم ہو جائے گا ف۱

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ
میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ ۱۱۷ھ اور دوسری طرف سے تمہارے پاؤں ف۲

ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى
پھر سولی پر چڑھاؤں گا تم سب کو وہ بولے ہم کو تو

رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ
اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور تجھ کو ہم سے یہی دشمنی ہے ۱۱۸ھ کہ

اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۭ رَبَّنَآ اَفْرِغْ
مان لیا ہم نے اپنے رب کی نشانیوں کو جب وہ ہم تک پہنچیں اے ہمارے رب دہانے کھول دے

عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَقَالَ
ہم پر صبر کے اور ہم کو مار مسلمان اور بولے

الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ
سردار قوم فرعون کے ۱۱۹ھ کیا چھوڑتا ہے تو موسیٰ کو اور اس کی قوم کو

لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ۭ
کہ دھوم مچائیں ملک میں اور موقوف کر دے تجھ کو اور تیرے بتوں کو

قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ
بولا اب ہم مار ۱۲۰ھ ڈالیں گے ان کے بیٹوں کو اور زندہ رکھیں گے ان کی عورتوں کو

وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ
اور ہم ان پر زور آور ہیں ف۲ موسیٰ نے کہا ۱۲۱ھ اپنی قوم سے

اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۟ لا
مدد مانگو اللہ سے اور صبر کرو بیشک زمین ہے اللہ کی

ع ۱۴

جاتا ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ یہ فرعون کی طرف سے جادوگروں کو سزا کی دھمکی ہے جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔ **۱۱۷ھ** یعنی میں تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا کر تم کو سولی پر لٹکا دوں گا مِنْ خِلَافٍ یعنی ہر ایک کی ایک جانب کا ہاتھ اور دوسری جانب کا پاؤں۔ قَالُوْٓا الخ جادوگروں نے کہا اگر تو ایسا کرے گا تو یہ ہمارا عین مقصود ہے کیونکہ اس طرح ہم اپنے رب کی آغوش رحمت میں پہنچ جائیں گے۔ **۱۱۸ھ** اور ہمارا قصور صرف یہ ہے کہ ہم اپنے رب کی آیات اور اس کے بھیجے ہوئے معجزات پر ایمان لے آئے ہیں۔ تم اس بات کو جرم سمجھتے ہو حالانکہ ہمارے لئے یہ چیز نہایت قابل فخر ہے۔ اس لئے ہم اس سزا سے ڈرنے والے نہیں ہیں رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا الخ یہ جادوگروں کی دعا ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ فرعون مذکورہ بالا سزا دینے پر تلا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے ہمارے آقا و مولیٰ! اے ہمارے پروردگار ہمیں صبر و استقامت عطا فرما تاکہ ہم اس آزمائش میں ثابت قدم رہیں اور ہمارا خاتمہ ایمان و اسلام پر ہو۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ فرعون نے دھمکی کے مطابق جادوگروں کو سزا دے دی تھی فقیل ان فرعون اخذ السحرة و قطعهم على شاطئ النهر وانه اٰمن بموسى عند ايمان السحرة ستمائة الف (قرطبی ج ۷ صٓ۲۶) جادوگروں کے ایمان لانے کے ساتھ دوسرے لوگوں میں سے چھ لاکھ نفوس نے اسلام قبول کیا۔ **۱۱۹ھ** وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ الخ جب فرعون کے درباری امراء نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غلبہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو فرعون سے کہنے لگے کیا آپ موسیٰ اور اس کی قوم کو آزاد چھوڑے رکھیں گے کہ وہ زمین میں فساد کرتے پھریں حالانکہ وہ آپ کو اور آپکی مورتیوں کو بھی نہیں پوجتے۔ فرعون نے اپنے بت بنوا کر اپنی رعیت کو دے دئے تھے تاکہ وہ ان کی پوجا کیا کریں یہاں اٰلِهَتَكَ سے یہی بت مراد ہیں (شاہ عبدالقادر رح) **۱۲۰ھ** فرعون نے جواب دیا کہ اب میں اپنے پرانے دستور کے مطابق بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنا اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑنا از سر نو شروع کر دوں گا تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا تسلط و غلبہ ان پر اب بھی باقی ہے۔ **۱۲۱ھ** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو تسلی دی اور فرمایا فرعونیوں کی جانب سے اس وقت جو کچھ تمہارے ساتھ ظلم و ستم ہو رہا ہے اس پر صبر کرو اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے اللہ سے مدد مانگو اور یاد رکھو زمین اللہ کی ہے وہ جسے چاہتا اس کا مالک اور حکمران بنا دیتا ہے اور آخر کار غلبہ انہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو صبر کریں اور اللہ سے مدد چاہیں۔ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لطیف انداز میں اپنی قوم کو

موضح قرآن ف۱ یعنی تم مل کر اس فریب سے شہر کی ریاست لیا چاہتے ہو فرعون نے اس تقریر سے لوگوں کو دشمن کیا ف۲ فرعون کے بت یہ تھے کہ اپنی صورت بنا دیتا تھا لوگوں کو کہ اسکو پوجا کریں اور بیٹے مارنے اور بیٹیاں چھوڑنی یہ کام پہلے بھی کرتا تھا درمیان میں چھوڑ دیا تھا اب اس نے پھر قصد کیا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی دست راست و پائے چپ ۱۲۔

فرعون سے نجات پانے اور بالآخر حکومت مصر مل جانے کی خوشخبری سنادی تصریح بما رمزالیہ من البشارۃ قبل و کشف عنہ وھو اھلاک فرعون واستخلافھم بعدہ فی ارض مصر (مدارک ج ۲ ص۵۴) ۱۲۲ھ قوم نے مایوسانہ انداز میں کہا اے موسیٰ! تیری آمد سے پہلے بھی ہم تکلیفوں میں مبتلا کئے جاتے تھے اور تیرے آنے کے بعد بھی ہمارا وہی حال ہے۔ یعنی تیرے آنے سے ہماری تکلیفوں کا کچھ مداوا نہیں ہوا۔ قَالَ عَسٰى الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جلدی نہ کرو، صبر سے کام لو، ایک وقت آئے گا جب اللہ تمہارے دشمنوں کو تباہ و برباد کر کے ان کی بستیوں پر تمہیں قابض بنادے گا۔ پھر پتہ چل جائے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو آیا اللہ کے انعامات بے پایاں کا شکر ادا کرتے ہو اور اس کے احکام بجالاتے ہو یا اسکی ناشکری اور نافرمانی کرتے ہو۔ ۱۲۳ھ یہ تیسرا واقعہ ہے۔ پہلے فرعون اور اسکی قوم کو ہلاک کرنے کا وعدہ کیا گیا۔ اب یہاں سے ان کی ہلاکت کے مبادی کا ذکر شروع ہوا۔ السنین سنۃ کی جمع ہے اور مراد قحط کے سال ہیں۔ و السنین جمع سنۃ والمراد بہا عام القحط (روح ج ۹ ص۳۱) ۱۲۴ھ قوم فرعون پر جب کبھی فراخی اور راحت آجاتی تو کہتے ہم اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے اسی کے مستحق ہیں لیکن اگر کوئی مالی یا جانی تکلیف پہنچ جاتی تو اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کی طرف منسوب کرتے اور کہتے یہ سب انہی کی نحوست ہے۔ عیاذاً باللہ۔ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُھُمْ عِنْدَ اللّٰهِ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان پر جو تکلیف و مصیبت آرہی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس کی قضاء و قدر سے ہے۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مومنوں کی نحوست کو کوئی دخل نہیں۔ قال ابن عباس طائرھم ما یصیبھم ای ما طار لھم فی القدر مما ھم لاقوہ (بحر ج ۴ ص۳۷۲) ۱۲۵ھ یہ قوم فرعون کا مقولہ ہے۔ یعنی ہمیں مرعوب و مسحور کرنے کے لئے یہ جو تو جادو کے کھیل اور بزعم خویش معجزات دکھا رہا ہے ہم ان سے ہرگز متاثر ہونے والے نہیں اور نہ تیری نبوت پر ایمان لانے کو تیار ہیں۔

يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ

اس کا وارث کردے جس کو وہ چاہے اپنے بندوں میں سے اور آخر میں بھلائی ہے

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ

ڈرنے والوں کیلئے ف۱ وہ بولے ہم پر تکلیفیں رہیں ۱۲۲ھ تیرے آنے

تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ

سے پہلے اور تیرے آنے کے بعد کہا نزدیک ہے کہ رب تمہارا

اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ

ہلاک کردے تمہارے دشمن کو اور خلیفہ کردے تم کو ملک میں

فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع وَلَقَدْ اَخَذْنَآ

پھر دیکھے تم کیسے کام کرتے ہو ف۲ اور ہم نے پکڑ لیا ۱۲۳ھ

اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ

فرعون والوں کو قحطوں میں اور میووں کے نقصان میں

لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ

تاکہ وہ نصیحت مانیں پھر جب پہنچی ان کو ۱۲۴ھ بھلائی

قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا

کہنے لگے یہ ہے ہمارے لائق اور اگر پہنچی برائی تو نحوست بتاتے

بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

موسیٰ کی اور اس کے ساتھ والوں کی سن لو اُن کی شومی تو اللہ کے پاس ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا

پر اکثر لوگ نہیں جانتے ف۳ ف۴ اور کہنے لگے جو کچھ ۱۲۵ھ تو لائیگا ہمارے

بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ

پاس نشانی کہ ہم پر اس کی وجہ سے جادو کرے سو ہم ہرگز تجھ پر

ع ۱۵ ۵

موضح قرآن ف۱ زمین کا وارث کرے یعنی ملک کا حاکم کرے جو حق ہے حضرت آدم کا ۱۲ ف۲ یہ کلام نقل فرمایا مسلمانوں کے سنانے کو یہ سورت مکی ہے۔ اس وقت مسلمان بھی ایسے ہی مظلوم تھے پھر بشارت پہنچی پردے میں ۱۲ ف۳ یعنی شومی قسمت بد ہے سو اللہ کی تقدیر سے ہے۔ بھلائی اور برائی کا اثر ہوگا آخرت میں اس کا جواب یہ نہ فرمایا کہ شومی ان کے کفر سے تھی کیونکہ کافر بھی دنیا میں عیش کرتے ہیں اصل حقیقت تھی سو فرمائی کہ دنیا کے احوال تقدیر پر موقوف ہیں۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی مواخذہ بر اعمال ایشان است ۱۲۔

۱۲۶ف جب معجزات عصا، ید بیضا، قحط سالی وغیرہ سے ان کے دلوں میں عاجزی اور انابت کے کوئی آثار ظاہر نہ ہوئے اور وہ انکار و جحود اور ضد و عناد پر قائم رہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ فرعون اور اس کی قوم سرکشی اور عناد کی انتہا کو پہنچ چکی ہے اس لئے ان پر ایسا عذاب نازل فرما جس سے بعد والوں کو بھی عبرت حاصل ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بالکلیہ تباہ و برباد کرنے سے پہلے کئی صورتوں میں ان پر عذاب نازل فرمایا تاکہ وہ راہ راست پر آجائیں۔ اَلطُّوْفَانَ آٹھ دن تک متواتر دن رات ان پر اندھیرا چھایا رہا اور مسلسل بارش ہوتی رہی یہاں تک کہ ان کے گھروں میں اس قدر پانی جمع ہو گیا کہ ان کے کندھوں سے اوپر چڑھ گیا، پورے سات دن وہ اسی حالت میں مبتلا رہے۔ نہ بیٹھ سکتے تھے، نہ کھانے کے لئے کوئی چیز مہیا ہو سکتی تھی۔ مگر اسرائیلیوں کے گھروں میں پانی داخل نہ ہوا اور اس کی وجہ سے انہیں کوئی تکلیف نہ ہوئی آخر لاچار ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے التجائی کہ وہ اللہ سے دعا کر کے انہیں اس مصیبت سے نجات دلا دیں تو وہ ایمان لے آئیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے پانی ہٹا لیا اور زمین ظاہر ہو گئی تو اس میں پہلے سے زیادہ گھاس وغیرہ پیدا ہوئی تو فرعونیوں نے اپنا عہد توڑ دیا اور کہنے لگے یہ کوئی عذاب تھوڑا ہی تھا یہ تو ہمارے لئے ایک نعمت تھی۔ وَالْجَرَادَ اس کے بعد اللہ نے ٹڈی دل بھیج دیا جس نے ان کے تمام باغوں اور کھیتوں کا صفایا کر دیا ان کا کوئی درخت نہ چھوڑا، یہاں تک کہ ان کے مکانوں کے دروازہ، چھتوں کے شہتیروں اور کڑیوں کو، ان کے کپڑوں اور گھر کے ساز و سامان تک کو نیست و نابود کر دیا۔ بنی اسرائیل کی ہر چیز اس عذاب سے بھی محفوظ رہی۔ آخر فرعونیوں کی التجا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ نے ہوا بھیجی جس نے تمام ٹڈی دل کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا، مگر وہ پھر اپنے قول سے منحرف ہو گئے اور ایمان نہ لائے۔ وَالْقُمَّلَ اس کے بعد اللہ نے جوؤں کو مسلط کر دیا اور انہوں نے ان کے بدن کے چمڑے اور گوشت کو کھانا شروع کر دیا جب قوم فرعون کا کوئی آدمی روٹی کھانے لگتا تو اس کا منہ جوؤں سے بھر جاتا۔ جب اس مصیبت سے نجات ملی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اب تو ہمیں پورا یقین ہو گیا ہے کہ تو بہت بڑا جادوگر ہے۔ بعض نے قُمَّلَ سے چچڑیاں یا گیہوں کا کیڑا مراد لیا ہے۔ قُمَّلَ سے مراد چچڑیاں ہیں جیسا کہ مترجم رحمہ اللہ نے اختیار کیا یا جوئیں یا گیہوں وغیرہ غلہ میں جو کیڑا لگ جاتا ہے جس سے غلہ خراب ہو جاتا ہے۔ یعنی بدن اور کپڑوں میں چچڑیاں اور جوئیں پڑ گئیں۔ غلہ میں گھن لگ گیا۔ (تفسیر عثمانی) وَالضَّفَادِعَ پھر اللہ نے ان پر مینڈکوں کو مسلط کر دیا۔ ان کے گھروں کے صحن، ان کے کمرے۔ اور تمام برتن مینڈکوں سے بھر گئے۔ اگر وہ بات کے لئے منہ کھولتے تو پھدک کر مینڈک ان کے مونہوں میں پہنچ جاتے، ان کے کھانوں میں داخل ہو کر ان کو خراب کر دیتے۔ اس سے تنگ آ کر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے زاری

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ

ایمان نہ لائیں گے پھر ہم نے بھیجا ان ۱۲۶ف پر طوفان اور ٹڈی

وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۣ قف

اور چچڑی اور مینڈک اور خون بہت سی نشانیاں جدی جدی

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَ

پھر بھی تکبر کرتے رہے اور تھے وہ لوگ گنہگار ف۱ اور

لَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا

جب پڑتا ان پر کوئی عذاب ۱۲۷ف تو کہتے اے موسیٰ دعا کر ہمارے واسطے

رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا

اپنے رب سے جیسا کہ اس نے بتلا رکھا ہے تجھ کو اگر تو نے دور کر دیا ہم سے

الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ

یہ عذاب تو بیشک ہم ایمان لے آئیں گے تجھ پر اور جانے دیں گے تیرے ساتھ

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ

بنی اسرائیل کو پھر جب ہم نے اٹھا لیا ان سے عذاب

اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

ایک مدت تک کہ ان کو اس مدت تک پہنچنا تھا اسی وقت عہد توڑ ڈالتے

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ

پھر ہم نے بدلہ لیا ان سے ۱۲۸ف سو ڈبو دیا ہم نے ان کو دریا میں اس وجہ سے کہ

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا

انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور ان سے تغافل کرتے تھے ف۲ اور وارث کر دیا ہم نے

الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ

ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے ۱۲۹ف اس زمین کے

موضح قرآن ف۱ حضرت موسیٰ کو فرعون سے چالیس برس مقابلہ رہا اس پر کہ بنی اسرائیل کو اپنے وطن جانے دے اس نے نہ مانا انکی بددعا سے یہ بلائیں پڑیں، دریائے نیل چڑھ گیا کھیت اور باغ اور گھر بہت تلف ہوئے اور ٹڈی سبزی کھا گئی اور آدمیوں کے بدن میں اور کپڑوں میں چچڑیاں پڑ گئیں اسی طرح ہر چیز میں مینڈک پھیل گئے اور پانی لہو بن گیا آخر ہر گز نہ مانا **ف۲** یہ سب بلائیں ان پر آئیں ایک ایک ہفتہ کے فرق سے اول حضرت موسیٰ فرعون کو کہہ آتے کہ اللہ تم پر یہ بلا بھیجے گا وہی بلا آتی پھر مضطر ہوتے حضرت موسیٰ کی خوشامد کرتے ان کی دعا سے دفع ہوتی پھر منکر ہو جاتے آخر کو وبا پڑی نصف شب کو سارے شہر میں ہر شخص کا پہلا بیٹا مر گیا وہ لگے مردوں کے غم میں حضرت موسیٰ اپنی قوم کو لے کر شہر سے نکل گئے۔ پھر کئی روز کے بعد فرعون پیچھے لگا دریائے قلزم پر جا پکڑا وہاں یہ قوم سلامت گذر گئی اور فرعون ساری فوج سمیت غرق ہوا۔

کی اور ایمان لانے کا عہد کیا مگر اس دفعہ بھی عہد توڑ دیا وَالدَّمَ آخر اللہ تعالیٰ نے ان پر خون کا عذاب نازل فرمایا، دریائے نیل خون کا بہنے لگا۔ قبطیوں کے برتنوں کا پانی تمام خون ہو گیا مگر اسرائیلیوں کے پانی میں کوئی فرق نہ آیا۔ قبطی اسرائیلیوں کے برتنوں سے اپنے برتنوں میں پانی ڈالتے تو وہ خون ہو جاتا یہاں تک کہ اگر کوئی اسرائیل اپنے منہ میں پانی لے کر کسی فرعونی کے منہ میں ڈالتا تو وہ اس کے منہ میں پہنچ کر فوراً خون ہو جاتا۔ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ یہ واضح نشانیاں تھیں مگر انہوں نے ہر بار عناد و استکبار سے کام لیا۔ کل ذلک من القرطبی الخازن غیرھا **۱۲۷ـہ** تفصیل مذکور کے مطابق جب ان پر عذاب آتا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر گڑگڑانے لگتے کہ اللہ سے دعا مانگو اگر ہم سے عذاب اٹھ گیا تو ہم تجھ پر ایمان بھی لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ بھیج دیں گے لیکن جب اللہ ان پر سے عذاب اٹھا لیتا تو وہ ہر بار عہد شکنی کرتے اور ایمان نہ لاتے **۱۲۸ـہ** آخر ان کے مسلسل عناد و استکبار کی وجہ سے ہم نے ان سے بدلہ لیا اور فرعون اور اس کی قوم کو دریائے نیل میں غرق کر دیا۔ بِاَنَّهُمْ میں با سببیہ ہے **۱۲۹ـہ** اَلْقَوْمَ سے بنی اسرائیل مراد ہیں اَلْاَرْضِ سے ملک مصر مراد ہے یا ملک شام یا دونوں مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا یہ کنایہ ہے اسکی تمام اطراف و جوانب سے مطلب یہ ہے کہ وہ پورے کا پورا ملک بلا شرکت غیرے بنی اسرائیل کو دیدیا۔ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ ۔ کلمۃ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ مراد ہے جو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا کہ وہ ان کی مدد کرے گا اور ملک مصر ان کو دے گا۔ والمراد من الکلمۃ وعدہ تعالیٰ لھم بالنصر والتمکین علیٰ لسان نبیھم علیہ السلام (روح ج ۹ ص ۳۳) بِمَا صَبَرُوْا میں با سببیہ ہے یعنی بنی اسرائیل کے فرعونیوں کے ظلم و ستم اور شدائد و تکالیف پر صبر کرنے کی وجہ سے اللہ نے ان سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا فرمایا اور فرعونیوں نے جو عالیشان عمارتیں اور محلات تعمیر کئے تھے اور جو باغات لگائے تھے وہ سب ہم نے تباہ و برباد کر دیئے وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۔ مراد انگوروں کے باغات ہیں جن کی بیلوں کے لئے وہ عرش بناتے تھے۔ **۱۳۰ـہ** یہ چوتھا واقعہ ہے۔ جب فرعون اور اس کی قوم دریائے نیل میں غرق ہو گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل اسکے معجزانہ راستوں سے گذر کر پار ہو گئے تو اب بنی اسرائیل نے سرکشی شروع کر دی چنانچہ راستہ میں جب ان کا گذر ایک قوم پر ہوا جو بت پرست تھے اور گائے کی پوجا کرتے تھے انہوں نے اپنے عبادت خانے میں گائے کے بت بنا کر رکھے ہوئے تھے ۔ قال ابن جریج کانت تلک الاصنام تماثیل بقر (خازن ج ۲ ص ۲۳۲) جب اسرائیلیوں نے اس بت پرست قوم کو دیکھا تو ان کا جی بھی للچا اٹھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے ان کے ٹھاکروں جیسا ایک ہمیں بھی ٹھاکر بنا دو تاکہ ہم بھی اسکی پوجا پاٹ کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم بڑے نادان اور جاہل ہو۔ شرک اور بت پرستی سے اللہ نے تم کو نجات دی مگر اب تم پھر اسی گڑھے میں گرنا چاہتے ہو۔ **۱۳۱ـہ** یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے۔ یعنی یہ گائے کے پجاری جس دین پر ہیں یہ عنقریب میرے ہاتھوں برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ محض باطل اور لاحاصل ہے اس سے انہیں دنیا میں کچھ نفع ملیگا نہ آخرت میں یعنی یدمر اللہ تعالیٰ دینھم الذی ھم علیہ علی یدی ... وان ذلک لاینفعھم اصلاً (روح ج ۹ ص ۴۵)

وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ
اور مغرب کا کہ جس میں برکت رکھی ہے ہم نے ف۱ اور پورا ہو گیا نیکی کا

رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ
وعدہ تیرے رب کا بنی اسرائیل پر بسبب ان کے صبر کرنیکے

وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ
اور خراب کر دیا ہم نے جو کچھ بنایا تھا فرعون اور اس کی قوم نے

وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اور جو اونچا کر کے چھایا تھا ف۱ اور پار اتار دیا ہم نے بنی اسرائیل کو ۱۳۰ـہ

الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ
دریا سے تو پہنچے ایک قوم پر جو پوجنے میں لگ رہے تھے اپنے بتوں کے

قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ
کہنے لگے اے موسیٰ بنا دے ہماری عبادت کے لئے بھی ایک بت جیسے ان کے بت ہیں

قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ
کہا تم لوگ تو جہل کرتے ہو ف۲ یہ لوگ ۱۳۱ـہ تباہ ہونیوالی ہے

مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ
وہ چیز جس میں وہ لگے ہوئے ہیں اور غلط ہے جو وہ کر رہے ہیں کہا

اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى
کیا اللہ کے سوا ۱۳۲ـہ ڈھونڈوں تمہارے واسطے کوئی اور معبود حالانکہ اس نے تم کو بڑائی دی

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ
تمام جہان پر اور وہ وقت یاد کرو جب نجات دی ہم نے تم کو فرعون والوں سے کہ

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ
دیتے تھے تم کو برا عذاب کہ مار ڈالتے تھے تمہارے بیٹوں کو

موضح قرآن ف۱ جس میں برکت رکھی یعنی زمین شام اس میں ظاہر و باطن کی برکت بہت ہے ۱۲ ف۲ جاہل آدمی نرے بے صورت کو عبادت کر کر تسکین نہیں پاتا جب تک سامنے ایک صورت نہ ہو اس قوم نے دیکھا کہ گائے کی صورت پوجتے تھے ان کو بھی یہ ہوس آئی آخر سونے کا بچھڑا بنایا اور پوجا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی زمین شام بایشان دادیم چہ بقعہائ شرقیہ وچہ بقعہائ غربیہ ۱۲

وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ
اور جیتا رکھتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس میں احسان ہے

رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ ع وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً
تمہارے رب کا بڑا اور وعدہ کیا ہم ۱۳۳ نے موسیٰ سے تیس رات کا

وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ
اور پورا کیا ان کو اور دس سے پس پوری ہو گئی مدت تیرے رب کی چالیس

لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ
راتیں اور کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہ میرا خلیفہ رہ

فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾
میری قوم میں اور اصلاح کرتے رہنا اور مت چلنا مفسدوں کی راہ پے

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ
اور جب پہنچا ۱۳۴ موسیٰ ہمارے وعدے پر اور کلام کیا اس سے اس کے رب نے بولا

رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ
اے میرے رب تو مجھ کو دکھا کہ میں تجھ کو دیکھوں فرمایا تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھیگا لیکن

انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ
تو دیکھتا رہ پہاڑ کی طرف اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تو

تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ
مجھ کو دیکھ لے گا پھر جب تجلی کی اس کے رب نے پہاڑ کی طرف کر دیا اس کو ڈھا کر برابر اور

خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ
گر پڑا موسیٰ بے ہوش ہو کر پھر جب ہوش میں آیا ۱۳۵ بولا تیری ذات پاک ہے

تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ
میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں سب سے پہلے یقین لایا ف۲ فرمایا

ع ۱۷ / ۶ — پانچواں واقعہ

۱۳۲ے یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد دلائے کہ کیسے ناشکر گذار ہو گیا ہیں اس اللہ کے سوا تمہیں کوئی اور معبود بنا دوں جس اللہ نے تمام دنیا جہان کے لوگوں پر تم کو فضیلت دی، مراد یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں جو لوگ موجود ہیں ان میں تم سب سے افضل ہو اس لئے اس سے امت محمدیہ پر ان کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ نیز وہ وقت یاد کرو جب فرعون نے تمہیں انتہائی ذلت کے عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا، وہ تمہارے لڑکوں کو قتل کر دیتا تھا اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا اس شدید بلا و مصیبت سے اللہ نے تمہیں نجات عطا فرمائی۔ اس لئے اب تمہیں اس کے ان انعامات کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ **۱۳۳ے** یہ پانچواں واقعہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اللہ نے تمہارے دشمن فرعون کو ہلاک کر دیا تو میں اللہ کی طرف سے ایک کتاب لاؤنگا جس میں شریعت کے تمام احکام مذکور ہوں گے۔ غرق فرعون کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کتاب کے لئے التجا کی تو حکم ہوا کہ تیس دن کے روزے رکھو، تیس روزوں کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے منہ کی بو ناگوار سی محسوس ہوئی تو انہوں نے مسواک سے اس کا ازالہ کر دیا اس پر اللہ نے حکم فرمایا تمہارے منہ کی بو مجھے کستوری سے بھی زیادہ پسند تھی مگر تم نے مسواک کر کے اسکو زائل کر دیا اس لئے اب دس روزے اور رکھو اس طرح پورے چالیس دن ہو گئے۔ **۱۳۴ے** جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مقررہ وقت پر کوہ طور پر پہنچے اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے تو اسکی عنایات بے غایات اور اسکی رحمت و رأفت دیکھ کر خیال آیا کہ اگر دیدار خداوندی کی التجا کر دوں تو شاید یہ آرزو بھی پوری ہو جائے۔ چنانچہ عرض کیا۔ رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ اے اللہ میرے سامنے اپنی ذات کو ظاہر فرما تاکہ میں اسے دیکھ سکوں، ارشاد ہوا تم میں مجھے دیکھنے کی تاب نہیں اور مجھے دیکھ سکنا محال ہے۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے فرمایا تم اس پہاڑ کو دیکھو اس پر میں اپنی تجلی ڈالتا ہوں اگر وہ اپنی جگہ قائم رہا تو سمجھ لینا کہ تم بھی مجھے دیکھ سکو گے ورنہ نہیں۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى الخ جب اللہ نے طور پہاڑ پر تجلی ڈالی اور اس پر اپنے نور کی چمک کا اظہار فرمایا تو پہاڑ کے ٹکڑے اڑ گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے دَكًّا مصدر ہے بمعنی مفعول ای مدکوکا متفتتا اور صعقًا کے معنی ہیں بیہوش ای مغشیا علیہ (روح ۷)۔ **۱۳۵ے** جب ہوش میں آئے تو اللہ کی تسبیح و تقدیس بیان کرنے لگے کہ اے اللہ تو اس سے پاک اور منزہ ہے کہ کوئی تیرا مثل ہو اور تو دیگر اشیاء کی طرح نظر آسکے۔ میں اپنے سوال کی معافی چاہتا ہوں اور سب سے پہلے اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ یہاں تجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ ای تنزیھا لك من مشابھة خلقك فی شئ ۔۔۔۔ وانا اول المؤمنین بعظمتك وجلالك او بانه لا یراك احد فی ھذہ النشأة (روح ج ۹ ص ۴۶، خازن وغیرہ)

موضح قرآن ف۱ حق تعالیٰ نے وعدہ دیا حضرت موسیٰ کو کہ پہاڑ پر تیس رات خلوت کرو کہ تمہاری قوم کو تورات دوں اس مدت میں انہوں نے ایک دن مسواک کی فرشتوں کو ان کے منہ کی بو سے خوشی تھی وہ جاتی رہی اسکے بدل دس رات اور بڑھا کر مدت پوری کی **ف۲** حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے بزرگی دی کہ فرشتے بغیر خود کلام کیا ان کو شوق ہوا کہ دیدار بھی دیکھوں اس کی برداشت نہ ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو دیکھنا ہو سکتا ہے کیونکہ نمود ہوا تھا پہاڑ کی طرف لیکن دنیا کے وجود کو برداشت نہ ہوئی۔ پہاڑ ٹوٹ گیا اور حضرت موسیٰ بیہوش گرے تو آخرت کے وجود کو برداشت ہوگی وہاں دیکھنا تحقیق ہے۔

يٰمُوْسٰىٓ اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ
اے موسیٰ ۱۳۶ میں نے تجھ کو امتیاز دیا لوگوں سے اپنے پیغام بھیجنے کا
وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ
اور اپنے کلام کرنے کا سو لے جو میں نے تجھ کو دیا اور
الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ
شاکر رہ اور لکھ دی ہم نے اس کو ۱۳۷ تختیوں پر ہر
شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا
قسم کی نصیحت اور تفصیل ہر چیز کی سو پکڑ لے ان کو
بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۗ
زور سے اور حکم کر کہ اپنی قوم کو کہ پکڑے رہیں اس کی بہتر باتیں ف۱
سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ سَاَصْرِفُ
عنقریب میں تم کو دکھلاؤں گا گھر نافرمانوں کا ف۲ ۲ میں پھیر دوں گا ۱۳۸
عَنْ اٰيٰتِىَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ
اپنی آیتوں سے ان کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں
الْحَقِّ ۗ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ
ناحق اور اگر دیکھیں ساری نشانیاں ایمان نہ لائیں ان پر اور اگر
يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ
دیکھیں رستہ ہدایت کا تو نہ ٹھہرائیں اس کو راہ اور اگر
يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَىِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
دیکھیں رستہ گمراہی کا اس کو ٹھہرا لیں راہ یہ اس لئے کہ انہوں نے ۱۳۹
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَ
جھوٹ جانا ہماری آیتوں کو اور رہے ان سے بے خبر ف۳ اور

۱۳۶ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آرزو چونکہ پوری نہ ہوسکی اس لئے ان کی دلجوئی اور تسلی کے لئے فرمایا اے موسیٰ تجھ پر میرے دوسرے انعامات کیا کم ہیں۔ میں نے تجھکو اپنی نبوت ورسالت اور کلام وپیام کے لئے منتخب کرکے تیرے زمانے کے تمام لوگوں پر تجھ کو فضیلت دی جو انعام واکرام میں تجھے دے چکا ہوں اسی پر قناعت کر۔ ای اقنع بما اعطیتک (قرطبی ج ۷ ص ۲۸۰) اور ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر۔ ۱۳۷ اَلْاَلْوَاح سے مراد تورات ہے اور شَیْءٍ سے ہر وہ چیز مراد ہے جن کی شریعت میں ان کو ضرورت تھی یعنی حلال وحرام کے احکام۔ من کل شیٔ یحتاجون الیه من الحلال والحرام والمحاسن والقبائح (روح ج ۹ ص ۵۶) مَوْعِظَةً وتفصیلاً مفعول لِکَتَبْنَا من کل شیٔ سے بدل ہیں۔ ۱۳۸ یہاں بنی اسرائیل کو عناد واستکبار کے انجام بد سے ڈرایا۔ یعنی جو لوگ تکبر وغرور کرتے ہیں اور میری آیتوں کا ضد وعناد کی وجہ سے انکار کرتے ہیں میں ان کے دلوں کو پھیر دوں گا اور ان کے دلوں پر مہر جباریت لگادوں گا۔ ان کے دل حق سے بیزار اور باطل کی طرف مائل ہوجائیں گے۔ یہاں تک کہ اگر وہ تمام معجزے بھی دیکھ لیں تو بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ ہدایت کی راہ سے دور بھاگیں گے اور گمراہی کی طرف دوڑ کر جائیں گے۔ ۱۳۹ بِاَنَّهُمْ میں باء سببیہ ہے۔ یعنی ان کے ساتھ یہ معاملہ اس لئے کیا گیا کہ انہوں نے اللہ کی توحید کے دلائل کو محض ضد وعناد کی وجہ سے جھٹلایا۔ بسبب انهم کذبوا بآیات الله الدالة علی التوحید (خازن ج ۲ ص ۲۳۳) وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا الخ یہ تخویف اخروی ہے

موضح قرآن ف۱ اسکی بہتر باتیں یعنی جنکے کرنے کا حکم ہے اور بری باتیں جنکے نہ کرنے کا حکم ہے اور دکھاؤں گا گھر بے حکموں کا یعنی اگر تم حکموں پر نہ چلوگے تو تم کو اسی طرح ذلیل کریں گے جس طرح شام کا ملک ان سے چھین کر تم کو دیا ف۲ الواح دے کر یہ بھی فرمادیا کہ قوم کو تقید کر دو کہ عمل کریں اور یہ بھی فرمادیا کہ جو بے انصاف ہیں اور حق پرست نہیں ان کے دل میں پھیر دوں گا۔ اس پر عمل نہ کریں گے یعنی ہدایت اور ضلالت دونوں اسی کی طرف سے ہیں اسی طرح بہشت اور دوزخ۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بعزیمت دادن رخصت ۱۲ ف۲ یعنی منازل فرعونیاں خراب شدہ خواہید دید ۱۲۔

۱۴۰ؙ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تورات لینے کے لئے گئے تو ان کی عدم موجودگی میں سامری نے قوم کو گمراہ کر دیا۔ اسرائیلی پہلے ایک قوم کو گائے کی پوجا کرتے دیکھ چکے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسکی مورتی کا مطالبہ بھی کر چکے تھے۔ اب سامری نے موقعہ سے فائدہ اٹھا کر بنی اسرائیل سے زیورات حاصل کئے اور ان کو ڈھال کر ایک گوسالے کا بت تیار کیا جو گوسالے کی طرح آواز کرتا تھا۔ اس کی مزید تحقیق سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔ دیکھو ص۳۶ حاشیہ (۱۱۲)۔ **۱۴۱ؙ** یہ انتہائی ندامت اور پشیمانی سے کنایہ ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو انہوں نے اس احمقانہ اور مشرکانہ فعل پر قوم کی ملامت کی اور ان کو سمجھایا تو وہ بہت نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا اور اپنے فعل سے تائب ہوگئے۔ ای بعد عود موسٰی من الميقات يقال للنادم المتحير قد سقط فی يده (قرطبی ج ۷ ص۲۸۵) قوم کے نادم ہونے کا واقعہ اصل میں اس وقت پیش آیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گوسالہ کو جلا کر اسکی راکھ اڑادی اس واقعے کی اصل ترتیب سورۂ طٰہٰ میں اس طرح مذکور ہے۔ میقات سے واپسی پر سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے خطاب کرکے ان کو ملامت کی فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ الخ (طٰہٰ ع ۴) قوم کا جواب سننے کے بعد آپ ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ الخ (طٰہٰ ع ۵) حضرت ہارون علیہ السلام سے حقیقت حال معلوم کرنے کے بعد سامری سے خطاب کرکے فرمایا۔ مَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ الخ (طٰہٰ ع ۵) اس کے بعد قوم کے سامنے گوسالے کو جلا دیا تو ان پر اپنی غلطی کھلی کہ انہوں نے شرک کرکے بڑا ظلم کیا اور نادم ہوئے۔ لہٰذا یہاں وَلَمَّا سُقِطَ میں واؤ مطلق جمع کے لئے ہے۔ **۱۴۲ؙ** یہ چھٹا واقعہ ہے غَضْبَانَ اَسِفًا دونوں رَجَعَ کی ضمیر سے مترادف یا متداخل حال ہیں۔ غَضْبَانَ ناراض، غضبناک۔ اَسِفًا شَدِيْدَ الْغَضَبِ یعنی بہت غضبناک جب حضرت موسیٰ علیہ السلام میقات سے واپس آئے تو قوم کو گوسالہ پرستی میں دیکھ کر سخت غضبناک ہوگئے اور فرمایا میرے بعد تم نے یہ جو حرکت کی ہے وہ بہت بری ہے۔ جب کہ میں تمہیں توحید کی تعلیم دے چکا تھا اور شرک کا رد کر چکا تھا۔ ای بئسما فعلتم بعد غيبتى حيث عبدتم العجل بعد ما رأيتم منی من توحيد الله تعالٰى ونفى الشركاء عنه سبحانه واخلاص العبادة له جل جلاله (روح ج ۹ ص۶۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس قدر غضبناک ہونا غیرت دینی کی وجہ سے تھا۔ چونکہ آپ کے دل میں غیرت دینی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اس لئے جوش غضب بھی شدید تھا۔ **۱۴۳ؙ** حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے جلیل القدر پیغمبر سے یہ تو متصور ہی نہیں ہوسکتا کہ وہ اللہ کی کتاب کو اس طرح زمین پر پھینک دے۔ اس لئے یہاں القاء محض صورۃً ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ دینی حمیت وغیرت کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قدر شدتِ غضب میں آکر بے بس ہوئے یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑگئی اور الواح تورات زمین پر گر پڑیں۔ والصواب ان يقال انه عليه السلام لفرط حميته الدينيه وشديد غضبه لله تعالى لم يتمالك ان وقعت الالواح من يده بلا اختيار (روح ج ۹ ص۶۷)

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ
جنہوں نے جھوٹ جانا ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو برباد ہوئیں

اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا
ان کی محنتیں وہی بدلہ پائیں گے جو کچھ

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ۧ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ
عمل کرتے تھے اور بنا لیا موسیٰ کی **۱۴۰ؙ** قوم نے اس کے پیچھے

مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا
اپنے زیور سے بچھڑا ایک بدن کہ اس میں گائے کی آواز تھی کیا انہوں نے نہیں

اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ
دیکھا کہ وہ ان سے بات بھی نہیں کرتا اور نہیں بتلاتا رستہ معبود بنا لیا اس کو

وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ
اور وہ تھے ظالم اور جب **۱۴۱ؙ** پچھتائے

وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ
اور سمجھے کہ ہم بے شک گمراہ ہوگئے تو کہنے لگے اگر نہ

يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
رحم کرے ہم پر ہمارا رب اور نہ بخشے ہم کو تو بے شک ہم

الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ
تباہ ہوں گے اور جب لوٹ آیا موسیٰ **۱۴۲ؙ** اپنی قوم میں

غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ
غصہ میں بھرا ہوا افسوسناک بولا کیا بری نیابت کی تم نے میری

بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ
میرے بعد کیوں جلدی کی تم نے اپنے رب کے حکم سے اور ڈال دیں تختیاں **۱۴۳ؙ**

ع ۱۷ / ۷ — وقف لازم

موضح قرآن ف یعنی ان حکموں کی توفیق نہ ہوگی اور جو اپنی عقل سے کریں گے وہ قبول نہ ہوگا۔

۱۴۴ھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمجھا شاید ہارون علیہ السلام نے قوم کو شرک سے روکنے میں کوتاہی کی ہے۔ اس لئے انہیں سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچا۔ یہ فعل بھی ان سے بے اختیار شدت غضب اور حمیت دینی کی وجہ سے سرزد ہوا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا میری ماں کے بیٹے! میں نے روکنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی میں نے تو اپنا فرض ادا کر دیا مگر قوم مجھ پر غالب آگئی اور مجھے بے بس کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ تو مجھے قتل ہی کرنے لگے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی سے منع کرنے میں پوری پوری کوشش کی اور ان کو روکنے میں انتہائی مبالغہ کیا تھا حتیٰ کہ قوم قتل کرنے پر اتر آئی۔ ودل ھذا علی انہ بالغ فی الانکار علیھم حتی ھموا بقتلہ

وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ

اور پکڑا سر اپنے بھائی ۱۴۴ھ کا لگا کھینچنے اس کو اپنی طرف وہ بولا کہ اے میری ماں کے جنے

اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ

لوگوں نے مجھ کو کمزور سمجھا اور قریب تھے کہ مجھ کو مار ڈالیں

فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ

سو مت ہنسا مجھ پر دشمنوں کو اور نہ ملا مجھ کو گناہگار

الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۵۰ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا

لوگوں میں ف بولا اے میرے رب معاف کر ۱۴۵ھ مجھ کو اور میرے بھائی کو اور داخل کر

فِيْ رَحْمَتِكَ ڮ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۱۵۱ اِنَّ

ہم کو اپنی رحمت میں اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے البتہ

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ

جنہوں نے بچھڑے کو معبود ۱۴۶ھ بنا لیا ان کو پہنچے گا غضب

رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

ان کے رب کا اور ذلت دنیا کی زندگی میں اور یہی سزا دیتے ہیں ہم

الْمُفْتَرِيْنَ ۝۱۵۲ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا

بہتان باندھنے والوں کو اور جنہوں نے کئے برے کام پھر توبہ کی

مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۡ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا

اس کے بعد اور ایمان لائے تو بے شک تیرا رب توبہ کے پیچھے

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۵۳ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى

البتہ بخشنے والا مہربان ہے اور جب تھم گیا ۱۴۷ھ موسیٰ کا

الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ښ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى

غصہ تو اس نے اٹھا لیا تختیوں کو اور جو ان میں لکھا ہوا تھا اس میں ہدایت

ع ۱۸

ای قلنا۔ گزرا ہوئے واقعہ کو صیغہ استقبال سے بیان کیا

(بحرج ۴ ص ۳۹۶) اللہ کے ایک پیغمبر کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ تبلیغ احکام اور اشاعت توحید میں سر جانی اور مالی خطرے سے بے نیاز ہو کر اپنا فریضہ سر انجام دے اور مداہنت یا تقیہ کی آڑ میں احکام شریعت کو معطل نہ کر ڈالے شیعہ اماموں کو پیغمبروں کی طرح معصوم، مامور من اللہ اور واجب الاطاعت مانتے ہیں مگر اسکے باوجود ان بزرگوں پر تقیہ کی آڑ میں اسلام کے نہایت اہم احکام کو چھپانے کا الزام بھی دھرتے ہیں۔ **۱۴۵ھ** جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حقیقت حال کا پتہ چلا اور معلوم ہو گیا کہ حضرت ہارون علیہ السلام بے قصور ہیں تو شدت غضب میں اپنے فعل مذکور پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا۔ **۱۴۶ھ** اس سے پہلے قُلْنَا محذوف ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ گذر چکا ہے اور اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو گوسالہ پرستی پر قائم رہے اور توبہ نہ کی وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ الخ اور جو لوگ گناہ کرتے رہے مگر بعد میں توبہ کر لی اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کیا ایسے لوگوں کے اللہ تعالیٰ تمام گذشتہ گناہ معاف فرما دے گا۔ یہ قرینہ ہے کہ پہلی وعید ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے گوسالہ پرستی سے توبہ نہیں کی تھی۔ **۱۴۷ھ** جب ہارون علیہ السلام نے معذرت کر دی اور قوم نے بھی نادم ہو کر توبہ کر لی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جوش غضب ٹھنڈا ہو گیا تو الواح کو اٹھا لیا۔ اس میں خدا سے ڈرنے والوں اور انابت کرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت تھی۔

موضح قرآن ف حضرت ہارون اور انکی اولاد حضرت موسیٰ کی امت میں امام تھے لیکن جب انکی جائے خلیفہ ہوئے تو امت حکم میں نہ رہی خلافت اور کی قسمت میں تھی خلیفہ وہ کہ امت کو دین اور دنیا کے بندوبست میں رکھے جس طرح پیغمبر سنوار گیا تا نصرت حق ان کے ساتھ رہے اور امام وہ کہ پیغمبر کا یادگار ہو جو خدمت اور نیاز پیغمبر سے منظور ہو سو امت ان کو کرے تا برکت اور قبولیت کا درجہ ملے۔ تورات میں امام کے لوازم دیکھئے تو معلوم ہو۔

۱۴۸ؔ یہ ساتواں واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کے ستر منتخب نمائندے چن کر مقررہ وقت پر ان کو طور پہاڑ پر لے آئیں تاکہ وہ ساری قوم کی طرف سے گوسالہ پرستی کے گناہ سے اللہ کے سامنے معذرت کریں۔ جب کوہ طور پر پہنچے تو اللہ نے پہاڑ پر سفید کہر ڈال دی جس سے وہ تمام ڈھک گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس میں داخل ہوئے اور ساتھ والوں سے فرمایا تم بھی اس بادل میں داخل ہو جاؤ جب وہ اس میں داخل ہوئے تو سجدے میں گر گئے اور اسی حالت میں انہوں نے اللہ کا کلام بھی سنا، جب بادل ہٹ گیا تو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا مطالبہ کر دیا اور کہنے لگے۔ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً یعنی جب تک اللہ کو علانیہ نہیں دیکھیں گے اس وقت تک تیری بات نہیں مانیں گے۔ (من الکبیر والروح وغیرہ) **۱۴۹ؔ** جب ان کے اس معاندانہ اور گستاخانہ مطالبہ پر اللہ تعالیٰ نے ایک شدید زلزلے سے ان کو ہلاک کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کرنے لگے کہ اے اللہ! اگر تو چاہتا تو ان کو اور ان کے ساتھ مجھ کو بھی اس سے پہلے ہی فرعون کے ہاتھوں یا دریائے قلزم میں غرق کر کے ہلاک کر سکتا تھا۔ جب پہلے تو نے مہربانی فرمائی اور ہم سب کو ہلاکت و تباہی سے محفوظ رکھا تو اب ان نادانوں کی اس احمقانہ حرکت کی وجہ سے ہم کو ہلاک نہ فرما یعنی انك قدرت علیٰ اهلاكهم قبل ذلك بحمل فرعون علیٰ اهلاكهم وباغراقهم فی البحر وغیرهما فترحمت علیهم لم تهلكهم فارحمهم الاٰن كما رحمتهم من قبل جریا علیٰ مقتضیٰ كرمك (روح ج ۹ صـ۷۲) **۱۵۰ؔ** یعنی جس کو چاہوں عذاب دے سکتا ہوں مجھے روکنے والا کوئی نہیں وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ الخ مطلب یہ ہے کہ میری رحمت سب سے بڑی اور زیادہ ہے اور اس کی کوئی انتہا نہیں اور وہ ہر مستحق پر حاوی ہے عموم ای لا نهایة لها ای من دخل فیها لم تعجز منه۔ (قرطبی ج ۷ صـ۲۹۶) یہ مطلب نہیں کہ ہر شئی کو شامل ہے۔ **۱۵۱ؔ** اب یہاں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں۔ یعنی وہ تمام گناہوں سے بچتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ زکوٰۃ کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہ یہود پر نہایت شاق تھی یہودی علماء اور پیر مختلف طریقوں سے لوگوں کا مال کھانے کے تو عادی تھے۔ مگر اپنے پاس سے دینا ان کے لئے نہایت مشکل تھا۔

وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَ

اور رحمت تھی ان کے واسطے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور

اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ

چن لئے موسیٰ نے ۱۴۸ اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وعدہ کے وقت پر لانے کو پھر

فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ

پھر جب ان کو زلزلہ نے پکڑا ۱۴۹ تو بولا اے رب میرے اگر تو چاہتا تو

اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

پہلے ہی ہلاک کر دیتا ان کو اور مجھ کو وا کیا ہم کو ہلاک کرتا ہے اس کام پر جو

السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ

ہماری قوم کے احمقوں نے کیا یہ سب تیری آزمائش ہے بچلا دے

بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا

اس میں جس کو تو چاہے اور سیدھا رکھے جس کو چاہے تو ہی ہے ہمارا تھامنے والا

فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

سو بخش دے ہم کو اور رحمت کر ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے ول

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ

اور لکھ دے ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں

اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ

ہم نے رجوع کیا تیری طرف فرمایا میرا عذاب ۱۵۰ ڈالتا ہوں میں اس کو جس پر

اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا

چاہوں اور میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو سو اس کو لکھ دوں گا ۱۵۱

لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ

ان کے لئے جو ڈر رکھتے ہیں وسؔ اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور جو

ا ساتواں قصہ ۱۲ ۲ یعنی جب ... چاہوں عذاب دے سکتا ہوں کوئی روکنے والا نہیں ۱۲ ۳ یعنی میری رحمت سب سے بڑی ہے ... نہیں کہ ... کو شامل ... ۱۲

موضح قرآن **ف۱** حضرت موسیٰ لے گئے اپنے ساتھ ستر آدمی سردار قوم کے جب حق تعالیٰ نے کلام کیا سنکر کہنے لگے ہم جب تک دیکھیں ہم کو یقین نہیں اس سے ان پر بجلی گری اور کانپ کر مر گئے حضرت موسیٰ نے اس طرح دعا کی آپ کو شامل کر کر تب بخشے گئے پھر زندہ ہوئے یہ شاید بچھڑا پوجنے سے پہلے تھا یا شاید پیچھے تھا۔

فتح الرحمٰن **ف۱** یعنی تا عذر گویند از عبادت گوسالہ و این جماعت اگرچہ عبادت نہ کردہ بودند بر عبادت کنندگان انکار ہم نکردند پس خدائے تعالیٰ ہلاک ساخت ۱۲ **ف۲** یعنی اگر بنی اسرائیل ہلاک می شدند تہمت قتل بر موسیٰ نہادندی ۱۲ **ف۳** یعنی در آخرت ۱۲

۱۵۲ء یہ بھی انلوگوں کی صفت ہے جو رحمت خداوندی کے مستحق ہیں۔ پہلے اوصاف بیان کرنے کے بعد یہود و نصاری کے لئے گنجائش باقی تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے کے باوجود دعوی کریں کہ ان میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں۔ لہذا وہی اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں۔ اس لئے اللہ تعالی نے استحقاق رحمت کے لئے حضرت نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کو شرط قرار دیدیا جن کے تمام اوصاف تورات وانجیل میں صاف صاف مذکور ہیں۔ الامی یہ اُمٌّ (ماں) کی طرف منسوب ہے۔ یعنی جو شخص اسی حالت میں باقی ہو جس حالت میں اس کو ماں نے جنا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ او الامی امۃ کانہ علی الحالۃ التی ولدتہ امہ علیہا (روح ج ۹ ص۸۰) اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا۔ یا یہ ام القری کی طرف منسوب ہے جو مکہ مکرمہ کا نام ہے۔ (ایضا)

هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ

ہماری باتوں پر یقین رکھتے ہیں ف ۱ ۔ وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں ۱۵۲ء

الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ

اس رسول کی جو نبی امی ہے کہ جس کو پاتے ہیں

مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ

لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ

وہ حکم کرتا ہے ان کو ۱۵۳ء نیک کام کا اور منع کرتا ہے برے کام سے

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ

اور حلال کرتا ہے ان کے لئے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ

اور اتارتا ہے ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں جو

عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَ

ان پر تھیں سو جو لوگ اس پر ایمان ۱۵۴ء لائے اور اس کی رفاقت کی اور اس کی مدد کی اور

اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ

تابع ہوئے اس نور کے ۱۵۵ء جو اس کے ساتھ اترا ہے وہی لوگ پہنچے اپنی

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

مراد کو ف ۲ ۔ تو کہہ اے لوگو ۱۵۶ء میں رسول ہوں اللہ کا

اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

تم سب کی طرف جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے سو ایمان لاؤ اللہ پر اور

ع ۱۹ / ۹

۱۵۳ء وہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے منع کرتا ہے اور اللہ کے حکم سے پاکیزہ چیزوں کی حلت اور ناپاک اور خبیث چیزوں کی حرمت کا اعلان کررہا ہے۔ اس آیت میں تحلیل وتحریم کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مجازی ہے۔ اصل میں تحلیل وتحریم کا اختیار تو صرف اللہ تعالی ہی کو ہے۔ لیکن اللہ کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اشیاء کی حلت وحرمت کا مظہر ومبیّن ہے اس لئے مجازاً تحلیل وتحریم کی نسبت آپ کی طرف کی گئی طَیِّبٰت سے اونٹ کا گوشت اور گائے بکری کی چربی مراد ہے جو تورات کے حکم سے یہود پر حرام تھی یا اس سے محرمات مشرکین یعنی بحائر وسوائب وغیرہ مراد ہیں۔ یعنی بذلک ما کان محرما علیھم فی التورٰیۃ من الطیبات وھو لحوم الابل وشحم الغنم والمعز والبقر وقیل ھو ما کانوا یحرمونہ علی انفسھم فی الجاھلیۃ من البحائر والسوائب والوصائل والحوامی (خازن ج ۲ ص۲۴۹ معالم) اور خبائث سے میتہ، خون، خنزیر اور نذر غیر اللہ وغیرہ مراد ہیں۔ ما یستخبث کالدم والمیتۃ ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ (مدارک ج ۲ ص۶۱) **۱۵۴ء** اگر آیت کے اس حصے کو بھی بنی اسرائیل کے ساتھ مختص مانیں تو قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ سے لیکر لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ تک جملہ معترضہ ہوگا جس میں تمام بنی آدم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے اور اگر یہ حصہ عام اور بنی اسرائیل کے ساتھ مختص نہ ہو تو اس سورت میں یہاں سے لیکر وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ تک جملہ معترضہ ہوگا۔ **۱۵۵ء** النُّوْرُ سے یہاں قرآن مراد ہے اور قرآن کو بطور استعارہ نور کہا گیا ہے جس طرح نور یعنی روشنی خود ظاہر ہوتی ہے اور دوسروں کے لئے اشیاء کو ظاہر اور روشن کرتی ہے۔ اسی طرح قرآن خود واضح ہے اور دوسروں کے لئے ہدایت کی راہ روشن اور احکام شریعت کو ظاہر کرتا ہے۔ وھو القران عبر عنہ بالنور المنبئ عن کونہ ظاھرا بنفسہ ومظھرا لغیرہ

موضح قرآن ف ۱ شاید حضرت موسیٰ نے اپنی امت کے حق میں دنیا اور آخرت کی نیکی جو مانگی مراد یہ تھی کہ سب امتوں پر مقدم رہیں دنیا اور آخرت میں فرمایا کہ میرا عذاب اور رحمت کسی فرقے پر مخصوص نہیں سو عذاب تو اسی پر ہے جس کو اللہ چاہے اور رحمت سب کو شامل ہے لیکن وہ رحمت خاص لکھی ہے ان کے نصیب میں جو اللہ کی ساری باتیں یقین کریں گے یعنی آخری امت کہ سب کتابوں پر ایمان لائیں سو حضرت موسیٰ کی امت میں سے جو لوگ آخری کتاب پر یقین لائے وہ پہنچے اس نعمت کو اور حضرت موسیٰ کی دعا ان کو لگی۔ **ف ۲** حضرت کو پہلی کتابوں میں نبی امی بتایا تھا۔ دو معنوں سے ایک تو بن پڑھے تھے اور دوسرے ام القری سے پیدا ہوئے یعنی مکہ سے اور یہود پر سخت احکام تھے اور کھانے کی چیزوں میں تنگی تھی اس دین میں وہ سب آسان ہوئی اسی کو بوجھ اور پھانسی فرمایا اور نور سے مراد قرآن اور شریعت ہے۔

فتح الرحمٰن ف ۱ مترجم گوید معنی سا کتبہا آنست کہ در آخر زمان رحمت خاص باشد بتابعان نبی امی واللہ اعلم ۱۲ **ف ۲** مترجم گوید بشارت دادن خدا تعالی موسی را بہ امت مرحومہ اول دلیل است بر نبوت آنحضرت ولہذا می فرماید واللہ اعلم ۱۲۔

(ابوالسعود ج۲ ص۲۷۴) وهو القرآن وعبر عنه بالنور لظهوره فی نفسه باعجازه واظهاره لغيره من الاحكام الخ ۔ (روح ج۹ ص۸۲) جس طرح یہاں قرآن کے لئے لفظ نور بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی لفظ نور بطور استعارہ استعمال ہوا ہے اور لفظ نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہدایت کی تعبیر مقصود ہے۔ اس لئے لفظ نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے کی نفی پر استدلال کرنا سراسر غلط اور تحریف قرآن کے مرادف ہے۔ **۱۵۶** پہلے ذکر فرمایا کہ تورات و انجیل میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام نے اس جلیل القدر پیغمبر کی بشارت دی اس کے بعد حضور علیہ السلام کو خود اپنی رسالت کا اعلان کرنے کا حکم فرمایا **ذکر ان موسٰی بشر به وان عیسٰی بشر به ثم امره ان یقول بنفسه اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا** (قرطبی ج۷ ص۳۰۲)

۱۵۷ اس سے مراد وہ یہودی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ رضی اللہ عنہم **۱۵۸** یہ آٹھواں واقعہ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ان بارہ بھائیوں کی اولاد بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنے احسانات یاد دلائے ہیں۔ قوم کا بارہ قبیلوں پر مشتمل ہونا یہ بھی اللہ کا ایک احسان ہے وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی الخ یہ دوسرا احسان ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے حکم دیا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو اس سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر قبیلے کے لوگوں نے آسانی کے ساتھ علیحدہ چشمہ سے پانی پیا۔ اور دھوپ سے بچانے کے لئے ان پر بادلوں کا سایہ کر دیا اور کھانے کے لئے ترنجبین اور بٹیریں بھیجدیں۔ جب وہ صبح اٹھتے تو ایک قسم کے پودے پر ترنجبین وافر مقدار میں ملتی اور بٹیریں چل کر ان کے قریب آجاتی اور وہ ہاتھ سے ان کو پکڑ لیتے۔ یہ انعامات میدان تیہ میں عطا ہوئے **۱۵۹** انعامات کے بعد بنی اسرائیل کی سرکشی اور کج روی کا ذکر فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام آپ کے جانشین ہوئے۔ ان کی قیادت میں بنی اسرائیل نے ملک شام فتح کر لیا تو اللہ نے حکم دیا کہ بیت المقدس کے شہر میں جاؤ اور وہاں جا کر میری عبادت بجا لاؤ اور بَاب سے یہاں بیت المقدس کے شہر کا دروازہ مراد نہیں بلکہ اس سے بیت المقدس کی مسجد کا دروازہ مراد ہے۔ اس آیت کی تفسیر سورۂ بقرہ میں گذر چکی ہے ملاحظہ ہو ص۳۵ و ص۳۶ حاشیہ (۱۱۷ تا ۱۱۹)۔

رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ
اس بھیجے ہوئے نبی امی پر جو کہ یقین رکھتا ہے اللہ پر اور
كَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ
اس کے سب کلاموں پر اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ اور
قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾
موسیٰ کی قوم میں ۱۵۷ ایک گروہ ہے جو راہ بتلاتے ہیں حق کی اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں
وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۭ وَ
اور جدا جدا کر دیئے ہم نے ۱۵۸ ان کو بارہ دادوں کی اولاد بڑی بڑی جماعتیں اور
اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ
حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو جب پانی مانگا اس سے اس کی قوم نے کہ
اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ
مار اپنی لاٹھی اس پتھر پر تو پھوٹ نکلے اس سے
اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ
بارہ چشمے پہچان لیا ہر ایک لوگوں نے اپنا گھاٹ
وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ
اور سایہ کیا ہم نے ان پر ابر کا اور اتارا ہم نے ان پر من
وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا
اور سلویٰ کھاؤ ستھری چیزیں جو ہم نے روزی دی تم کو اور
ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ
انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے رہے اور جب
قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا
حکم ہوا ان کو ۱۵۹ کہ بسو اس شہر میں اور کھاؤ اس میں سے

آٹھواں واقعہ

موضح قرآن ف ا وہی لوگ تھے کہ جب حضرت تک پہنچے تو ایمان لائے جیسے عبداللہ بن سلام۔

۱۶۰ اس کی تفسیر سورۂ بقرہ میں گذر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو ص۳۸ حاشیہ (۱۲۰ و ۱۲۱)۔ ۱۶۱ قِصَصْ کے اختتام پر اصحاب سبت کا واقعہ ذکر فرمایا اور اس سے مقصود تخویف دنیوی ہے اَلْقَرْيَةِ سے اَیْلَۃ مراد ہے جو مدین اور طور کے درمیان سمندر کے کنارے پر واقع تھا۔ ہفتہ کا دن دین موسوی میں قابل تعظیم تھا اور اس دن میں مچھلی کا شکار ان کے لئے جائز نہیں تھا۔ لیکن ان کے ابتلاء وامتحان کے لئے اللہ کے حکم سے ہفتہ کے دن مچھلیاں پانی کے اوپر کنارے کے بالکل قریب کثرت سے آجاتیں اور باقی ایام میں غائب رہتیں۔ اس صورت حال کو دیکھ کر انہوں نے یوم سبت کی تعظیم کو بالائے طاق رکھ کر مچھلی کا شکار کرنا شروع کر دیا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ابلیس نے ان کو یہ حیلہ بتایا کہ وہ سمندر کے کنارے حوض بنا لیں اور جمعہ کے دن مچھلیوں کو ہانک کر حوض میں ڈال دیا کریں اور اتوار کے دن پکڑ لیا کریں۔ چنانچہ انہوں نے اس حیلے سے اللہ کے حکم کو توڑا تو اللہ نے ان پر عذاب نازل فرمایا اور وہ سب بندر بن گئے۔ ۱۶۲ ان لوگوں میں تین جماعتیں تھیں پہلی جماعت ہفتہ کے دن شکار کرتی تھی۔ دوسری جماعت ان کو اس سے منع کرتی تھی اور تیسری جماعت نہ شکار کرتی تھی اور نہ شکار کرنے والوں کو منع کرتی تھی بلکہ منع کرنے والوں سے بھی کہتی تھی کہ تم خوب جانتے ہو کہ اللہ ان کو ہلاک کرنے والا یا شدید عذاب میں مبتلا کرنے والا ہے۔ اس لئے ان کو وعظ و نصیحت کر کے کیوں دماغ سوزی کرتے ہو۔ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو اللہ کے سامنے بطور معذرت ان کو اس فعل قبیح سے روکتے ہیں تاکہ نہی عن المنکر کا جو فریضہ ہمارے ذمہ ہے اس میں کوتاہی نہ ہونے پائے۔ نیز ممکن ہے کہ وہ اس فعل سے باز آجائیں۔ مَعْذِرَةً فعل مقدر یعنی نَعْتَذِرُ کا مفعول مطلق ہے۔ قَالَ جمهور المفسرين ان بنی اسرائيل افترقت ثلث فرق ۔۔۔ فرقة عصت وصادت ۔۔۔ وفرقة نهت واعتزلت ۔۔۔ وفرقة اعتزلت ولم تنه ولم تعص وان هذه الطائفة قالت للناهية لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ (قرطبی ج ۷، ص۳۰۶)

حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ
جہاں سے چاہو اور کہو ہم کو بخش دے اور داخل ہو دروازے میں

سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ
سجدہ کرتے ہوئے تو بخش دیں گے ہم تمہاری خطائیں البتہ زیادہ دیں گے ہم

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ
نیکی کرنے والوں کو ف۱ سو بدل ڈالا ۱۶۰ ظالموں نے ان میں سے

قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
دوسرا لفظ اس کے سوا جو ان سے کہہ دیا گیا تھا پھر بھیجا ہم نے ان پر

رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَسْـَٔلْهُمْ
عذاب آسمان سے بسبب ان کی شرارت کے اور پوچھ ان سے ۱۶۱

عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ
حال اس بستی کا جو تھی دریا کے کنارے جب حد سے بڑھنے لگے

فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ
ہفتہ کے حکم میں جب آنے لگیں ان کے پاس مچھلیاں ہفتہ کے دن

شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۛ كَذٰلِكَ ۛ
پانی کے اوپر اور جس دن ہفتہ نہ ہو تو نہ آتی تھیں اسی طرح

نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذْ قَالَتْ
ہم نے ان کو آزمایا اس لئے کہ وہ نافرمان تھے ف۲ ف۱ اور جب بولا ف۲ ۱۶۲

اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ
ان میں سے ایک فرقہ کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جن کو اللہ چاہتا ہے کہ ہلاک کرے یا

مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً
ان کو عذاب دے سخت وہ بولے الزام اتارنے کی غرض سے

ع۵ ۲۰ وقف لازم — ۱ قصص کا اختتام بہ تخویف دنیوی جو اللہ کے حرام کردہ سے حلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مع ۶ عند المتاخرین ۱۲ النصف — ۲ خلاف لبیان الحال

موضح قرآن ف۱ یعنی ابھی ایک شہر فتح ہوا ہے۔ آگے سارا ملک ملے گا۔ ف۲ حضرت داؤد کے عہد میں قصہ ہوا ہے۔ یہود پر ہفتہ کے دن شکار کرنا منع تھا۔ اللہ نے اس شہر والوں کو یہ حکم دیکھا۔ لگا آزمانے ہفتے کے دن مچھلیاں اوپر پھریں اور دونوں غائب رہیں۔ ان کا جی نہ رہ سکا۔ آخر ہفتہ کو شکار کیا۔ اپنی دانست میں حیلہ کیا کہ کنارے دریا کے پانی کاٹ لائے کہ مچھلیاں وہاں بند ہو رہیں۔ تو بھی مچھلیاں نہ ہاتھ آئیں۔ ہفتہ کی شام کو نکل جائیں آخر ہفتے کے دن راہ بھاگنے کی بند کی اتوار کو پکڑ لیا۔ پھر وہ لوگ بندر ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو حلال روزی نہ ملے اور حرام چاہے تو ملے تو اس کو آزمائش ہے۔ آخر وہ روزی وبال ہوگی اور معلوم ہوا کہ حیلہ اللہ پاس کام نہیں آتا۔

فتح الرحمٰن ف۱ اہل دیہ سہ قسم بودند قسمی شکار میکردند و قسمی ازاں نہی میکردند و قسمی نہ شکار کردند و نہ ازاں منع کردند ف۲ یعنی قسم ثالث نہی کنندگا نرا ۱۲

۱۶۳؁ یہاں نَسُوْا بمعنی تَرَکُوْا ہے یعنی جب انہوں نے اپنی قوم کے صلحاء اور ناصحین کی پند و نصیحت کو چھوڑ دیا اور اس سے بالکلیہ اعراض کر لیا تو برائی سے روکنے والوں کو تو ہم نے بچا لیا مگر ان ظالموں کو جو سرکشی اور نافرمانی کرتے تھے دردناک عذاب سے پکڑ لیا۔ فَلَمَّا عَتَوْا جب وہ اللہ کی نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے اور ان کا انکار ضد و عناد کی حد کو پہنچ گیا تو ہم نے ان کی شکلیں مسخ کر دیں اور ان کو بندر بنا دیا۔ **۱۶۴؁** یہ تخویف دنیوی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے اسلاف کو آگاہ کر دیا تھا کہ اگر وہ آخر الزمان پیغمبر نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے تو قیامت تک ذلیل و خوار رہیں گے اور ان پر ہمیشہ ایسے لوگ مسلط رہیں گے جن کے ہاتھوں وہ سخت تکلیفیں اٹھائیں گے **۱۶۵؁** اور ہم نے ان کی جمعیت کو متفرق کر دیا اور زمین کے مختلف حصوں میں ان کو منتشر کر کے ان کی قوت و شوکت کو ختم کر دیا ہر زمانے میں ان میں کچھ اچھے لوگ بھی رہے ہیں جو اپنے اصلی دین پر قائم رہے یا جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ پر ایمان لائے لیکن اکثریت فاسق اور کافر ہی رہی۔ وَبَلَوْنٰهُمْ الخ اور ہم خوشحالی اور قحط سالی اور دیگر طریقوں سے آرام و راحت اور تکلیف و شدت سے ان کی آزمائش بھی کرتے رہے تا کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں اور اللہ کے دین کی سچے دل سے پیروی کرنے لگ جائیں۔ **۱۶۶؁** قوم کے صالحین اور نیک لوگوں کے بعد نااہل اور برے لوگ پیدا ہوئے جو تورات کی علمی وراثت پر قابض ہوئے جنہوں نے تورات کو دنیوی اغراض کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وہ غلط فتوے اور خلاف حق فیصلہ دے کر لوگوں سے رشوتیں لیتے اور کتاب اللہ کی تحریف کر کے غیر اللہ کی نذریں اور نیازیں حلال ہونے کے فتوے دے کر اور عوام کو جھوٹی باتیں بتا کر دولت جمع کرنے میں لگ گئے۔ والمراد بھذا العرض ما یاخذونہ من الرشا فی الحکومات و علی تحریف الکلام (روح ج ۹ ص ۹۶)

اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا

تمہارے رب کے آگے اور اس لئے کہ شاید وہ ڈریں ف۱ پھر جب وہ بھول ۱۶۳؁ گئے اس کو جو

ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ

ان کو سمجھایا تھا تو نجات دی ہم نے ان کو جو منع کرتے تھے

السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ

برے کام سے اور پکڑا گنہگاروں کو برے عذاب میں

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا

بسبب ان کی نافرمانی کے پھر جب بڑھنے لگے اس کام میں جس سے وہ روکے

عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِذْ

گئے تھے تو ہم نے حکم کیا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل ف۲ اور اس وقت کو یاد

تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

کرو جب خبر کر ۱۶۴؁ دی تھی تیرے رب نے کہ ضرور بھیجتا رہے گا یہود پر قیامت کے دن تک ف۱

مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ

ایسے شخص کو کہ دیا کرے ان کو عذاب بے شک تیرا رب

لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ښ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾

جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے ف۲ ف۳

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ

در متفرق کر دیا ہم نے ۱۶۵؁ ان کو ملک میں فرقے فرقے بعضے ان میں نیک

وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۡ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ

اور بعضے اور طرح کے اور ہم نے ان کی آزمائش کی خوبیوں میں اور

السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْ

برائیوں میں تا کہ وہ پھر آئیں گے پھر ان کے پیچھے ۱۶۶؁

موضح قرآن ف۱ ان میں تین فرقے ہوئے۔ ایک شکار کرنے ایک منع کئے جاتے اور ایک تھک کر منع کرنا چھوڑ بیٹھے۔ لیکن وہ بہتر تھے جو منع کرتے تھے۔ ف۲ منع کرنے والوں نے شکار کرنے والوں سے ملنا چھوڑ دیا اور بیچ میں دیوار اٹھائی ایک دن صبح کو اٹھے دوسروں کی آواز نہ سنی دیوار پر سے دیکھا ہر گھر میں بندر وہ آدمیوں کو پہچان اپنے قرابت والوں کے پاؤں پر سر رکھنے لگے اور رونے لگے برے حال سے تین دن میں مر گئے۔ ف۳ تورات میں فرمایا تھا کہ جب حکم توریت چھوڑ دو گے تو تم پر اور بندے مسلط ہوں گے پھر قیامت تک تم ذلیل رہو گے اب یہود کو کہیں کی حکومت نہیں غیر کی رعیت ہیں۔ ف۴ یہود کی دولت برہم ہوئی تو آپس کی مخالفت سے ہر طرف نکل گئے اور مذہب مختلف پیدا ہوئے یہ احوال اس امت کو سنایا ہے کہ یہ سب کچھ ان پر بھی ہو گا۔ حدیث میں فرمایا ہے کہ اس امت میں بھی بعضے بندر اور سور ہو جاویں گے۔ اللہ گمراہی سے پناہ دے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بنی اسرائیل را ۱۲ ف۲ بعد از یں ہیچ پادشاہی در بنی اسرائیل پیدا نہ شد و ہمیشہ لگد کوب پادشاہان اسلام و نصاریٰ و مجوس می بودند ۱۲

۱۶۷ؒ اللہ کی کتاب کو خبیث دنیا کے عوض فروخت کر رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی ہے کہ ہمیں اس گناہ پر گرفت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ ان کا دعویٰ تھا کہ "نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ" - وَاِنْ یَّاْتِہِمْ الخ یہ یَقُوْلُوْنَ کی ضمیر سے حال ہے یعنی ایک طرف تو وہ اس گناہ کی مغفرت کے امیدوار ہیں اور دوسری طرف ان کا حال یہ ہے کہ اس گناہ پر اصرار بھی کر رہے ہیں اور متاع دنیا کے عوض اللہ کی کتاب کو بیچنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول شنیع کا چار طریقوں سے رد فرمایا ہے۔

بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ

آئے ناخلف جو وارث بنے کتاب کے حصلے لیتے ہیں اسباب

هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ

اس ادنیٰ زندگانی کا اور کہتے ہیں کہ ۱۶۷ؒ ہم کو معاف ہو جائے گا اور اگر

يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ

ایسا ہی اسباب ان کے سامنے پھر آئے تو اس کو لے لیویں ف۲ کیا ان سے کتاب ۱۶۸ؒ

عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ

میں عہد نہیں لیا گیا کہ نہ بولیں اللہ پر

اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ

سوا سچ کے اور انہوں نے پڑھا ہے جو کچھ اس میں لکھا ہے اور آخرت کا گھر

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَ

بہتر ہے ڈرنے والوں کے لئے کیا تم سمجھتے نہیں ف۱ اور

الَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ

جو لوگ خوب پکڑ رہے ۱۶۹ؒ ہیں کتاب کو اور قائم رکھتے ہیں نماز کو

اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذْ نَتَقْنَا

بیشک ہم ضائع نہ کریں گے ثواب نیکی والوں کا اور جس وقت اٹھایا ہم نے ۱۷۰ؒ

الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ

پہاڑ ان کے اوپر مثل سائبان کے اور ڈرے کہ وہ ان

بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ

پر گرے گا ہم نے کہا پکڑو جو ہم نے تم کو دیا ہے زور سے اور یاد رکھو جو اس میں ہے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۧ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ

تاکہ تم بچتے رہو اور جب تیرے رب ۱۷۱ؒ نے بنی آدم کی

ع ۲۱

ل یہ ان کا مقولہ ہے ۱۲

۲ ان کے مقولہ کی تردید بوجہ اول ۱۲

۳ بشارت ۱۲

۴ تردید بوجہ ثانی ۱۲

۵ تردید بوجہ ثالث ۱۲

۱۶۸ؒ یہ یہود کے قول مذکور کے بطلان کی پہلی دلیل ہے یعنی اگر وہ بخشے ہوئے تھے تو ان سے تورات پر عمل کرنے کا عہد لینے کی کیا ضرورت تھی۔ مِیْثَاقُ الْکِتٰبِ یعنی وہ عہد جو تورات میں ان سے لیا گیا تھا اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا یہ مِیْثَاقٌ کا عطف بیان یا اس سے بدل ہے یعنی میثاق (عہد) یہ تھا کہ وہ اللہ کی طرف صرف حق بات ہی کو منسوب کریں۔ اور اپنی طرف سے غلط باتیں بنا کر اللہ کے ذمہ نہ لگائیں اور وہ تورات پڑھ چکے ہیں اور یہ عہد ان کو خوب یاد ہے۔ اس لئے ان کا فرض تھا کہ وہ اس عہد کو پورا کرتے مگر انہوں نے حقیر دنیا کی خاطر اللہ کا عہد توڑ دیا حالانکہ دار آخرت ان کے لئے بہتر تھا۔ اگر وہ اللہ سے ڈرتے اور عہد پر قائم رہتے۔

۱۶۹ؒ یہ میثاق پر قائم رہنے والوں کیلئے بشارت ہے اور اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو تورات کے عہد پر قائم رہے اور اس کے احکام پر عمل کیا اور اس میں کسی قسم کی تحریف نہ کی مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام اور دوسرے اسلام قبول کرنے والے یہودی قال مجاهد هم الذين آمنوا من اهل الكتاب كعبد الله بن سلام و اصحابه تمسكوا بالكتاب الذي جاء به موسىٰ عليه السلام فلم يحرفوه ولم يكتموه ولم يتخذوه مأكلة (ابو السعود ج ۲ ص ۲۵۶)

۱۷۰ؒ یہ یہود کے قول کی شناعت پر دوسری دلیل ہے یعنی اگر وہ بخشے ہوئے ہوتے تو کوہ طور ان پر معلق کر کے ان سے تورات کو قائم کرنے کا عہد کیوں لیا جاتا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے تورات پیش کی اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا تو وہ بگڑ گئے اور کہنے لگے اس کے احکام تو سخت ہیں ہم سے ان پر عمل نہیں ہو سکتا۔ ان کا یہ انکار چونکہ سراسر عناداً تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا۔ انہوں نے کوہ طور کو اٹھا کر ان کے سروں پر معلق کر دیا۔ بنی اسرائیل کو یقین ہو گیا کہ وہ ضرور ان پر گر پڑے گا تو انہوں نے عہد کیا کہ وہ تورات کے احکام پر ضرور عمل کریں گے۔ ۱۷۱ؒ یہ ان کے قول باطل کے رد کی تیسری وجہ ہے یعنی اگر بخشے ہوئے ہوتے تو تمام بنی آدم

موضح قرآن ف۱ پچھلے لوگ رشوت لیکر مسئلے غلط کہنے لگے اور امید رکھی کہ ہم بخشے جاویں گے حالانکہ پھر اسی کام کو حاضر ہیں۔ امید بخشنے کی ہے جب باز آویں یہ اسباب زندگی مال دنیا کو فرمایا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی احبار بنی اسرائیل ۱۲ ف۲ یعنی مُصِر اند بر اخذ آں وغیر آں و مداوماں و توبہ ظاہر نمی کنند آں و غیر باد و جیح نیست ۱۲

کے ساتھ ان سے ہم اپنی ربوبیت کا عہد کیوں لیتے مِنْ ظُهُوْرِهِمْ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ سے بدل ہے اور ذُرِّیَّتَهُمْ، اَخَذَ کا مفعول ہے۔ یعنی اولاد آدم سے ان کی اولاد کو پیدا کیا اور سب سے عہد لیا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا پروردگار اور مالک نہیں ہوں قَالُوْا بَلٰی تو سب نے کہا کیوں نہیں ؟ بیشک تو ہمارا رب ہے۔ ہم سب اس کا اقرار کرتے ہیں کہ تو ہمارا رب اور معبود ہے۔ والمعنی شهدنا انك ربنا والٰهنا (قرطبی ج ۷ ص۳۱۵) یہ عہد کب لیا گیا ؟ عام طور پر مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ عہد عالم ارواح میں لیا گیا۔ اس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی تمام اولاد کی روحوں کو نکال کر ان سے اقرار لیا گیا۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا یہ عہد ہر شخص سے اس کی پیدائش کے وقت لیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

مِّنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى

پیٹھوں سے ان کی اولاد کو ف۱ اور اقرار کرایا ان سے

اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۚۛ شَهِدْنَا ۚۛ

ان کی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب . بولے ہاں ہے ہم اقرار کرتے ہیں

اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾

کبھی کہنے لگو قیامت ۱۷۲ کے دن ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی

اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا

یا کہنے لگو کہ شرک تو نکالا تھا ہمارے باپ دادوں نے ہم سے پہلے اور ہم ہوئے

ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

ان کی اولاد ان کے پیچھے ف۲ تو کیا تو ہم کو ہلاک کرتا ہے اس کام پر جو کیا

الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ

گمراہوں نے ف اور یوں ہم کھول کر بیان کرتے ہیں آیتیں تاکہ وہ

يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ

پھر آئیں ف اور سُنا دے ان کو ۱۷۳ حال اس شخص کا جس کو ہم نے دی تھیں

اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ

اپنی آیتیں پھر وہ ان کو چھوڑ نکلا ف۳ پھر اس کے پیچھے لگا شیطان تو وہ ہو گیا

مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ

گمراہوں میں ف۴ اور ہم چاہتے تو بلند کرتے اس کا رتبہ ف۵ ان آیتوں کی بدولت

لٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ

لیکن وہ تو ہو رہا زمین کا ۱۷۵ اور پیچھے ہو لیا اپنی خواہش کے تو اس کا حال

كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ

ایسا جیسے کُتا اس پر تو بوجھ لادے ف۶ تو ہانپے اور چھوڑ دے

ہر شخص اپنی فطرت کے لحاظ سے موحد ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (روم ع ۹) اسی طرح ایک جگہ فرمایا۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (زخرف ع ۷) یہ اللہ کے خالق و مالک ہونے کا سبق ان کو پیدائش کے وقت ہی سے ملا تھا۔ ۱۷۲ یہ اصل میں کراھة ان تقولوا یا لئلا تقولوا تھا۔ یعنی یہ عہد ربوبیت اس لئے لیا تاکہ قیامت کے دن تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم تو توحید سے بالکل بے خبر تھے اور ہم کو اس کا بالکل علم ہی نہ تھا اَوْ تَقُوْلُوْٓا یہ پہلے تَقُوْلُوْا پر معطوف ہے اور نہ یہ عذر پیش کر سکو گے کہ شرک کے اصل بانی تو ہمارے باپ دادا تھے ہم ان کے بعد پیدا ہوئے اور ہم نے محض ان کی دیکھا دیکھی شرک کیا اس لئے ان کے فعل کی وجہ سے ہمیں کیوں ہلاک کرتا ہے۔ اس عذر کو ختم کرنے کے لئے ہم نے ہر ایک سے عہد لیا۔ ۱۷۳ یہ ان کے قول کے رد کی چوتھی وجہ ہے یعنی اگر وہ بخشے ہوئے ہوتے اور ان کو کسی عمل خیر کی حاجت اور گناہوں سے بچنے کی ضرورت نہ ہوتی تو ان ہی میں کے ایک نیک اور پارسا آدمی کو اس کے گناہ عظیم کی وجہ سے ہم ذلت کے گڑھے میں کیوں ڈال دیتے۔ ان آیتوں میں بلعم بن باعوراء کے قصے کی طرف اشارہ ہے۔ بلعم بن باعوراء بنی اسرائیل میں سے تھا اور اس کے پاس آسمانی کتاب کا علم تھا۔ وہ بہت نیک اور صالح تھا کہتے ہیں وہ اسم اعظم جانتا تھا اس لئے بہت مستجاب الدعوات تھا۔ بعد میں دولت کے لالچ اور اپنی بیوی کے بہکانے سے آیات و ہدایات کو چھوڑ کر گمراہ ہو گیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جبارین سے جہاد کا ارادہ کیا تو وہ بلعم کے پاس آئے اور اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بددعا کرنے کی درخواست کی پہلے تو اس نے انکار کیا اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کا پیغمبر ہے اور اس کے ساتھ فرشتے اور مومنین ہیں اس لئے میں اس پر کس طرح بددعا کر سکتا ہوں۔ آخر ان کے اصرار اور کچھ تحفے تحائف پیش کرنے پر اور بیوی کے بہکانے پر وہ مان گیا جونہی اس نے اللہ کے نبی کے خلاف زبان کھولی۔ اللہ نے اسکی ساری روحانیت سلب کر لی۔ تمام کمالات زائل ہو گئے۔ ایمان سے محروم کر دیا گیا اور اسکی زبان منہ سے نکل کر نیچے لٹک گئی جس طرح شدت گرما کی وجہ سے کتے کی زبان باہر نکل آتی ہے اور وہ ہانپنے لگتا ہے۔ اسمیں اسکی ذلت کا اظہار ہے ۱۷۴ یعنی وہ

موضح قرآن ف اللہ تعالیٰ حضرت آدم کی پشت سے انکی اولاد اور ان سے انکی اولاد نکالی سب سے اقرار کروایا اپنی خدائی کا پھر پشت میں داخل کیا اس سے مدعا یہ کہ خدا کے ماننے میں ہر کوئی آپ کفایت ہے باپ کی تقلید نہ چاہیئے اگر باپ شرک کرے تو بیٹے کو چاہیئے کہ ایمان لاوے اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ عہد تو یاد نہیں رہا پھر کیا حاصل تو یوں سمجھے کہ اسکا نشان ہر کسی کے دل میں ہے اور ہر زبان پر مشہور ہو رہا ہے کہ سب کا خالق اللہ ہے سارا جہان قائل ہے اور جو کوئی منکر ہے اور شرک کرتا ہے سو اپنی عقل ناقص کے دخل سے پھر آپ ہی جھوٹا ہوتا ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی روز میثاق از آدم اولاد او را پیدا کرد و از ایشان اولاد ایشاں بترتیبی کہ در خارج محقق شد واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی پس تقلید ایشاں کردیم ۱۲ ف۳ یعنی تابع شہوات نفس شد و تابع شہوات نفس را عالم نتواں گفت ۱۲ ف۴ یعنی بلعم باعور کہ کتب الٰہی خواندہ بود و بعد ازاں باغواء زن خود ایذاء حضرت موسیٰ علیہ السلام قصد کرد و ملعون شد ۱۲ ف۵ یعنی منزلے اور ا

دنیا کی طرف مائل ہوگیا۔ ای رکن الی الدنیا ومال الیہا (روح ج ۹ ص۱۱۳) ذلت ودناءت طبع میں اسکی مثال بالکل کتے کی سی ہے کہ اگر تم اس پر حملہ کرو اور بھگاؤ تو بھی وہ ہانپتا ہے اور اگر اسے آزاد چھوڑ دو تو بھی وہ ہانپتا ہے یعنی زبان باہر لٹکا کر ہانپنا اسکی طبعی عادت ہے۔ اسی طرح بلعم بن باعوراء کی زبان لٹک گئی تھی **۱۷۶** اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا سے مشرکین مکہ مراد ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے وہ پہلے تمنا کیا کرتے تھے کہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی ہادی اور رہنما آئے جب اللہ کا پیغمبر ہادی بنکر آگیا تو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرنے لگے اور ہدایت کی راہ سے ہٹ گئے (روح) ان لوگوں کی مثال بعینہ بلعم بن باعوراء کی سی ہے جسے اللہ نے ہدایت دی مگر وہ ہدایت سے نکلکر شیطان کے تابع

يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

تو ہانپے یہ مثال ہے ان **۱۷۶** لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۷۶ سَآءَ

سو بیان کر یہ احوال تاکہ وہ دھیان کریں وا بری

مَثَلَا ۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ

مثال ہے ان لوگوں کی کہ جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو اور وہ اپنا ہی

كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝۱۷۷ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ

نقصان کرتے رہے جس کو اللہ رستہ دے **۱۷۷** وہی رستہ پاوے

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۷۸ وَلَقَدْ

اور جس کو وہ بچلا دے سو وہی ہیں ٹوٹے میں اور **۱۷۸**

ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ

ہم نے پیدا کئے ہیں دوزخ کے واسطے بہت سے جن اور آدمی ان کے

قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ

دل ہیں ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں ان سے دیکھتے نہیں

بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ

اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں

كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ

جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ وہی لوگ ہیں غافل **۱۷۹**

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۠ وَذَرُوا

اور اللہ کے لئے ہیں سب نام اچھے **۱۸۰** سو اس کو پکارو وہی نام کہہ کر اور چھوڑ دو

الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا

ان کو جو کج راہ چلتے ہیں اس کے ناموں میں وا وہ بدلہ پا رہیں گے

ہوگیا۔ سَآءَ مَثَلًا الخ اللہ کی آیتوں کو جھٹلا کر اپنی جانوں پر ظلم کرنیوالوں کی مثال بہت ہی بُری ہے کوئی غیرت مند انسان اس کو اپنے پر چسپاں کرنے کے لئے تیار نہیں **۱۷۷** یہ پہلے دعوے سے متعلق ہے یعنی آپ کی جرأت و استقلال سے توحید کی تبلیغ کرتے رہیں۔ ہدایت اور گمراہی اللہ کے اختیار میں ہے **۱۷۸** یہ دوسرے دعویٰ سے متعلق ہے۔ جو لوگ کفر و شرک پر مصر ہیں اور ضد و عناد کی وجہ سے حق بات کا انکار کرتے ہیں انکو ہم نے جہنم کے لئے پیدا کیا ہے۔ ان کو ہم نے دل دئیے، آنکھیں اور کان دئیے مگر وہ ہیں کہ ان چیزوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ وہ بالکل چوپایوں کی مانند ہیں جن کو بالکل حق و باطل کا کوئی امتیاز نہیں بالکل یہی حال ان لوگوں کا ہے یہانتک کہ وہ جانوروں کی طرح ننگے ہونے سے بھی نہیں شرماتے جیسا کہ مشرکین طواف کعبہ کے وقت کیا کرتے تھے **۱۷۹** یہ تیسرے دعوی سے متعلق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بیشمار صفاتی نام ہیں تم اس کی صفتوں کے ساتھ صرف اسی کو پکارو اور اسی سے حاجتیں مانگو اسکے سوا کوئی عالم الغیب اور کارساز نہیں۔ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ الخ اور جو لوگ اللہ کی صفات میں الحاد اور کجروی اختیار کرتے ہیں آپ ان سے اجتناب کریں ان کو اپنے کئے کی جزاء و سزا ملے گی۔ اللہ کی صفات میں الحاد سے مراد یہ ہے کہ اس کی صفات میں غیر اللہ کو شریک کیا جائے یا کسی کو اللہ کا ولد اور نائب قرار دیکر اللہ کی الوہیت کو اس کی طرف منسوب کیا جائے جیسا کہ عیسائی اور مشرکین مکہ کیا کرتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں "یعنی ابوالمسیح ابوالملائکہ میگفتند" (فتح الرحمٰن)

موضح قرآن ف حضرت موسیٰ کا لشکر چلا ایک بادشاہ پر اس کے ملک میں ایک درویش تھا صاحب تصرف بادشاہ نے اس سے مدد چاہی اس کو باطن سے منع ہوا پھر بادشاہ نے اس کی عورت کو مال کی طمع دی اس نے اس کو راضی کر کر بھیجا وہاں اپنے عمل چلتے نہ دیکھے بادشاہ کو حیلہ سکھایا کہ اس لشکر میں فاحشہ عورتیں بھیجے اور لوگ بدکاری کریں تو ان پر ذلت پڑے حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے حیلہ پیش نہ جانے دیا لیکن سکھانے والا مردود ہوا شاید دنیا میں یا آخرت میں اس کو یہ عذاب ہوا کہ کتے کی طرح زبان لٹک پڑی حق تعالیٰ نے یہ قصہ یہود کو سنایا کہ اگرچہ علم کامل اپنے پاس ہو کام تب آوے کہ آپ اس کے تابع ہو اور اگر آپ تابع ہو حرص کا اور چاہے کہ علم میرے کام آوے تو کچھ نہیں ہوتا اور شاید ہانپنے کتے کی مثال اس میں یہ ہو کہ جبتک وہ حرص سے خالی تھا اس کو باطن سے صحیح معلوم ہوا جب دل میں حرص بیٹھی تو باطن سے معلوم نہ ہوا یا اگر مجمل معلوم ہوا اس کو اپنی طبیعت کے موافق سمجھ لیا نقل میں ہے کہ جب وہ چلنے لگا تو چاہا کہ پھر غیب سے کچھ معلوم ہو تب معلوم ہوا کہ جا جب راہ میں پہنچا تو ایک فرشتہ راہ میں ملا شمشیر ننگی ہاتھ میں اس نے التجا کی کہ اگر حکم ہو تو میں جاؤں کہا جا لیکن کچھ بد دعا نہ کرو پھر بادشاہ پاس پہنچکر انکا بددعا کرنے منہ سے خود بخود دعائے نیک نکلنے لگی حضرت موسیٰ کے لشکر کو تب ناچار وہ حیلہ سکھایا۔ **وا** یعنی خدا اور رسول کو پہچاننا اور انکے حکم سیکھنے ہر کسی پر فرض ہیں نہ کرے تو دوزخ میں جاوے۔

فتح الرحمٰن **وا** یعنی ابوالمسیح وابوالملائکہ میگفتند ۱۲

۱۸۰ؔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مذکورہ بالا اوصاف رکھنے والوں کے علاوہ ہیں۔ ۱۸۰ؔ یہ پہلے دعوے سے متعلق ہے آپ تبلیغ توحید کا فریضہ انجام دیتے ہیں جو لوگ عناد سے تکذیب کرتے ہیں ان کو ہم اس طرح آہستہ آہستہ ہلاکت کی طرف لے جارہے ہیں۔ ہم نے ان کو مہلت اس لئے دے رکھی ہے تا کہ وہ دل کھول کر گناہوں کا ارتکاب کرلیں اور شدید ترین عذاب آخرت کے مستحق ہو جائیں مگر وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اللہ ان پر خوش ہے۔ لیس المطلوب لانہ رجھم فی مدارج المعاصی الی ان یحق علیھم کلمۃ العذاب لاخروی او الدنیوی علی ما قیل علی افظع حال واشنعھا وادرار النعم وسیلۃ الی ذٰلک (روح ج ۹ ص۱۲۶) ۱۸۱ؔ یہ منکرین کے لئے زجر ہے اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا الخ یہ زمین و آسمان کی کتاب عبرت کے صفحات ان کے سامنے کھلے ہیں کیا وہ ان میں غور نہیں کرتے۔ یہ تکوینی دلائل اس قدر واضح ہیں کہ ان کو دیکھ کر لا محالہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا یقین ہوجاتا ہے اور کیا انہوں نے کبھی اس میں غور نہیں کیا کہ کہیں ان کی اجل موت یا اجل عذاب قریب آچکی ہو۔ اگر اب وہ قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے تو اس کے بعد کس چیز پر ایمان لائیں گے۔ جو لوگ قرآن جیسی سچی اور صدق محض کتاب پر ایمان نہیں لاتے جو ان کی نجات و فلاح کی ضامن ہے۔ اصل میں ان کی فطرتیں مسخ اور ان کے سوچنے سمجھنے کی قوتیں باطل ہوچکی ہیں۔ اذا لم یؤمنوا بھذا الحدیث ھو الصدق المحض وفیہ نجاتھم وخلاصھم فکیف یصدقون بحدیث غیرہ والمعنیٰ انہ لیس من طباعھم التصدیق بما فیہ خلاصھم (بحر ج ۴ ص۴۳۳) ۱۸۲ؔ زجر ہے جب آپ قیامت سے ڈراتے ہیں تو ماننے کے بجائے الٹے ضد و عناد کی وجہ سے سوال کرنے لگتے ہیں کہ وہ قیامت آئے گی کب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم قیامت کی نفی سات طریقوں سے کی گئی۔ پہلا طریقہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ اس کے جواب میں صاف کہہ دیں۔ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ رَبِّیْ کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ دوسرا طریقہ لَا یُجَلِّیْھَا لِوَقْتِھَآ اِلَّا ھُوَ۔ جب اس کا وقت آپہنچیگا تو وہ خود ہی اس کو ظاہر فرمائیگا۔ تیسرا طریقہ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ الخ زمین و آسمان میں قیامت کے علم کا معاملہ بہت اہم ہے۔ زمین و آسمان کی ساری مخلوق سے قیامت کا علم پوشیدہ ہے اور ہر ایک کی تمنا ہے کہ اس کا علم اس پر منکشف ہوجائے۔ ای کل من اھلھا من الملائکۃ والثقلین اھمہ شان الساعۃ ویتمنی ان یتجلی لہ علمھا ویشق علیہ خفاءھا (مدارک ج ۲ ص۶۷) والمراد کبرت وعظمت علی اھلھا حیث لم یعلموا وقت وقوعھا (روح ج ۹ ص۱۳۵) چوتھا طریقہ یَسْئَلُوْنَکَ کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنْھَا مشرکین قیامت کے بارے میں آپ سے اس طرح سوال کرتے ہیں کہ گویا آپ اس کی تلاش اور جستجو میں ہیں اور اس کا علم حاصل کرچکے ہیں ای عالم بھا کثیر السوال عنھا (قرطبی ج ۷ ص۳۳۶) پانچواں طریقہ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ دوبارہ تاکیداً حکم دیا کہ آپ اعلان کردیں کہ قیامت کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم تمام مخلوق سے پوشیدہ کر رکھا ہے کیونکہ حکمت تشریعیہ کا اقتضا یہی ہے اسی طرح انسان کی موت کے وقت کا علم مخفی ہے کیونکہ یہ چیز احکام خداوندی کی بجا آوری اور گناہوں سے اجتناب میں زیادہ معاون و مؤثر ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس علم کو کسی نبی مرسل اور ملک مقرب پر بھی ظاہر نہیں فرمایا۔ وانما اخفی سبحانہ امر الساعۃ لاقتضاء الحکمۃ التشریعیۃ ذٰلک فانہ ادعی الی الطاعۃ وازجر عن المعصیۃ کما ان اخفاء الاجل الخاص للانسان

يَعْمَلُونَ ﴿١٨٠﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ أُمَّةٌ يَّهْدُونَ بِالْحَقِّ

اپنے کئے کا بدلہ اور ان لوگوں میں کہ جن کو ہم نے پیدا کیا ہے ایک جماعت ہے جو راہ بتلاتے ہیں سچی

وَبِهٖ يَعْدِلُونَ ﴿١٨١﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا

اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨٢﴾

ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے ایسی جگہ سے جہاں سے ان کو خبر بھی نہ ہوگی

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿١٨٣﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا

اور میں ان کو ڈھیل دوں گا بے شک میرا داؤ پکا ہے کیا انہوں نے دھیان نہیں کیا

مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ

کہ ان کے رفیق کو کچھ بھی جنون نہیں وہ تو ڈرانے والا ہے

مُّبِيْنٌ ﴿١٨٤﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ

صاف کیا انہوں نے نظر نہیں کی سلطنت میں آسمان

وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ

اور زمین کی اور جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ نے ہر چیز سے اور اس میں کہ

عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ

شاید قریب آگیا ہو ان کا وعدہ سو اس

حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٨٥﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

کے پیچھے کس بات پر ایمان لائیں گے جس کو اللہ بھٹکائے

فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١٨٦﴾

اس کو کوئی نہیں راہ دکھانے والا اور ان کو چھوڑ رکھا ہے ان کی شرارت میں سرگرداں

يَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ

تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کو کہ کب ہے اس کے قائم ہونے کا وقت تو کہہ

۲۲ ع ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی اللہ نے اپنے وصف بتائے ہیں کہ مناجات میں وہ کہکر پکارو کہ تم پر متوجہ ہو اور کج راہ نہ چلو کج راہ یہ کہ جو وصف نہیں بتائے وہ کہے جیسے اللہ کو بڑا کہا لنبا نہیں کہا۔ یا قدیم کہا پرانا نہ کہا۔ اور ایک کج راہ یہ کہ ان کو سحر میں چلاوے وہ اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے یعنی قرب خدا نہ ملے گا۔ وہ مطلب ملیگا بھلا یا برا۔ ف۲ یعنی شرع پر۔ ف۳ رفیق فرمایا پیغمبر کو کہ ہمیشہ ان کے پاس ہے اور وہ اس کے حال سے واقف ہیں۔

كذلك .... وظاهر الأيت انه عليه الصلوٰة والسلام لم يعلم وقت قيامها نعم علم عليه الصلوٰة والسلام قربها على الاجمال (روح ج ۹ ص ۱۳۵) **۱۸۳ ف** چھٹا طریقہ۔ قیامت کا علم تو درکنار وہ تو بہت بڑی بات ہے میں تو اپنے نفع ونقصان کا مالک بھی نہیں ہوں اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ یہ استثناء منقطع ہے یعنی جو کچھ اللہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ اس میں انتہائی عجز کا اظہار ہے اور اس سے حضور علیہ السلام کا علم قیامت سے عجز کامل طور پر ثابت ہوتا ہے ولکن ما شاء الله من ذلك كائن فالاستثناء منقطع وهذا ابلغ فى اظهار العجز (ابو السعود ج ۴ ص ۳۰۵) والكلام مسوق لاثبات عجزه عن العلم بالساعة على اتم وجه (روح ج ۹ ص ۱۳۶) **۱۸۴ ف** ساتواں طریقہ۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی پر ایک واضح دلیل ہے یعنی اگر میں غیب جانتا ہوتا تو دنیا کے تمام منافع حاصل کر لیتا اور تمام مضار سے بچ جاتا۔ اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ اہل بدعت کہتے ہیں کہ یہاں كُنْتُ ماضی کا صیغہ ہے اور یہ پہلے کی بات ہے۔ بعد میں آپ کو کلی علم غیب حاصل ہو گیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب کلمہ كَوْ ماضی پر داخل ہو جائے تو وہ مفید استمرار ہوتا ہے جیسا کہ شرح عقائد اور حاشیہ خیالی میں مذکور ہے خیر سے دنیوی منافع اور سوء سے دنیوی تکلیفیں مراد ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئی دنیوی منافع فوت ہو گئے اور کئی دنیوی تکلیفیں آپ کو پہنچیں۔ باقی رہی آخرت کی خیر تو وہ آپ کو تمام وکمال حاصل تھی اور آخرت کے مضار سے بھی محفوظ تھے۔ لہٰذا اب مبتدعین کا یہ اعتراض باطل ہو گیا کہ تمہارے مطلب سے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھلائی سے محروم ہونا لازم آتا ہے۔ **۱۸۵ ف** یہ دوسرے دعویٰ سے متعلق ہے یعنی اولاد کے لئے غیر اللہ کی نذریں نیازیں دیتے ہیں مفسرین کے نزدیک نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں۔ ان آیتوں میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے بعض لوگ اس کو حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ایک روایت سے تمسک کرتے ہیں محققین نے اس روایت کو غیر معتبر اور اسرائیلیات سے قرار دیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا سے روئے سخن بنی آدم کی طرف ہو گیا ہے اور تثنیہ کے صیغوں سے اولاد آدم میں سے مشرک خاوند بیوی مراد ہیں کہ وہ پہلے تو اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں کہ ان کے گھر میں صحیح اور تندرست بیٹا پیدا ہو اور وہ اس کا شکر ادا کریں گے لیکن جب اللہ ان کو فرزند نرینہ عطا کر دیتا ہے تو وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں کہ یہ بیٹا تو ان کو فلاں بزرگ کی برکت سے ملا ہے۔ پھر اسی بزرگ کی نذر ونیاز دیتے ہیں اور بعض اس کا نام بھی مشرکانہ ہی تجویز کرتے ہیں مثلاً عبد ود، عبد لغوث، عبد العزیٰ پیراں دتہ، نبی بخش، علی بخش، حسین بخش وغیرہ۔ وقال قوم ان هذا راجع الى جنس الأدميين والتبيين عن حال المشركين من ذرية أدم عليه السلام وهو الذى يعول عليه۔ فقوله جعلا له يعنى الذكر والانثى الكافرين الخ (قرطبی ج ۷ ص ۳۳۹) لیکن حضرت شیخ رح کہ یہاں نفس واحدۃ سے مرد مراد ہے اور منہا سے مِنْ جِنْسِهَا مراد ہے۔ یعنی تم سب کو اپنے اپنے باپ سے پیدا کیا اور اس کا جوڑا بھی اسی کی جنس سے پیدا کیا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں ای من جنسها كما فى قوله سبحانه جعل لكم من انفسكم ازواجاً فمن ابتدائية (روح) اس کے علاوہ بھی بہت سی آیتوں سے اس کی تائید ہوتی ہے مثلاً وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (نحل ع ۱۰) اور وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (روم ع ۳) اس طرح آیت میں آدم وحوا علیہما السلام کا ذکر نہیں ہے بلکہ شروع ہی سے مطلق خاوند بیوی کا ذکر ہے **۱۸۶ ف** مشرکین کی انتہائی کم عقلی اور ہٹ دھرمی کا ذکر فرمایا کہ وہ کیسی عاجز مخلوق کو خدا کے ساتھ شریک بناتے ہیں وہ اس قدر عاجز ولاچار ہیں کہ اپنی مدد نہیں کر سکتے تو ان کی کیا مدد کریں گے۔ دران

اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْــَٔـلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ

اس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے وہی کھول دکھائیگا اس کو اس کے وقت پر وہ بھاری بات ہے آسمانوں اور زمین میں جب تم پر آئے گی تو بے خبر آئے گی تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں کہ گویا تو اس کی تلاش میں لگا ہوا ہے تو کہہ دے اس کی خبر ہے خاص اللہ کے پاس لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے تو کہہ دے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا اور نہ برے کا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں **۱۸۴ ف** جان لیا کرتا غیب کی بات تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی میں تو بس ڈر اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایماندار لوگوں کو وہی ہے جس نے تم کو پیدا **۱۸۵ ف** کیا ایک جان سے اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا تاکہ اس کے پاس آرام پکڑے پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا حمل رہا ہلکا سا حمل تو چلتی پھرتی رہی اس کے ساتھ پھر جب بوجھل ہو گئی

فتح الرحمن **ف ۱** یعنی مشکل شدہ است دانستن قیامت ۱۲ **ف ۲** یعنی عالمی بآں ۱۲

تدعوھم الی الھدیٰ الخ خطاب مشرکین سے ہے اور اس میں ان کے معبودوں کی انتہائی بےبسی کا بیان ہے یعنی تمہاری مدد کرنا تو درکنار وہ تو تمہاری بات کا جواب بھی نہیں دے سکتے۔ ان میں اتنی قدرت ہی نہیں والمعنی ان ھذا المعبود الذی یعبدہ المشرکون معلوم من حالہ انہ کما لا ینفع ولا یضر فکذا لا یصح فیہ اذ ادعی الی الخیر الاتباع (کبیر ج ۴ ص ۴۹۲) یا خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ہے اور الھدیٰ سے دین اسلام مراد ہے۔ یعنی اگر آپ ان مشرکین کو توحید اور دین اسلام کی دعوت دیں تو ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور وہ آپ کی بات نہیں مانیں گے۔ علامہ آلوسی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے ۱۸۸ یہ تیسرے دعوے سے متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کارساز پکارے جانے کے لائق نہیں

دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ

تو دونوں نے پکارا اللہ اپنے رب کو کہ اگر تو ہم کو بخشے چنگا بھلا تو ہم تیرا

مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ

شکر کریں ف۱ پھر جب ان کو دیا چنگا بھلا تو بنانے لگے اس کیلئے

شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

شریک اس کی بخشی ہوئی چیز میں سو اللہ برتر ہے ان کے شریک بنانے سے ف۲

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾

کیا شریک بناتے ہیں ایسوں کو جو پیدا نہ کریں ایک چیز بھی اور وہ پیدا ہوئے ہیں

وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ

اور نہیں کر سکتے ہیں ان کی مدد اور نہ اپنی

يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى

مدد کریں اور اگر تم ان کو پکارو رستہ کی طرف

لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ

تو نہ چلیں تمہاری پکار پر برابر ہے تم پر کہ ان کو پکارو یا

اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ

چپکے رہو جن کو تم پکارتے ہو

دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا

اللہ کے سوا وہ بندے ہیں تم جیسے بھلا پکارو تو ان کو پس چاہیئے کہ وہ قبول

لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ

کریں تمہارے پکارنے کو اگر تم سچے ہو کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلتے

بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ

ہیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے پکڑتے ہیں یا ان کی آنکھیں ہیں

معبودانِ باطلہ کے عجز اور ان کی عبادت کرنے والوں کی سفاہت کا مزید بیان ہے یعنی جن کو تم اللہ کے سوا حاجات میں غائبانہ پکارتے ہو وہ بھی تمہاری مانند اللہ کے عاجز بندے ہیں اور کسی کے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں ان کو پکار کر دیکھ لو اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ وہ نفع و نقصان کے مالک ہیں تو پھر انہیں تمہاری پکار قبول کر کے تمہاری حاجت برآری کرنی چاہیئے حالانکہ وہ نہیں کر سکتے۔ ای فادعوھم فی دفع ضر او جلب نفع (اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ) فی زعمکم انھم قادرون علی ما انتم عاجزون عنہ (روح ج ۹ ص ۱۴۴) ۱۸۹ اس سے معبودانِ باطلہ مراد ہیں اور یہاں ہر لحاظ سے ان کا عجز بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ حاجات و مشکلات میں مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ بعد ما بین ان شرکاء ھم لا یقدرون علی شیء ما اصلاً امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بان یناصبھم للمحاجۃ (ابو السعود ج ۴ ص ۹۵) یا اس سے کفار مراد ہیں۔ جیسا کہ اسی سورت کے ع ۲۲ میں گذر چکا ہے لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا الخ ۱۹۰ جن کو تم اللہ کے سوا حاجات و مشکلات میں مدد کے لئے پکارتے ہو وہ تو اپنی مدد نہیں کر سکتے تمہاری کیا خاک مدد کریں گے۔ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ الخ اس میں بھی دو قول ہیں۔ اول خطاب مشرکین سے ہے، اور ضمیر منصوب سے معبودانِ باطلہ مراد ہیں یعنی اگر تم ان کو اپنے مقاصد میں راہنمائی کے لئے پکارو تو وہ تمہاری پکار سن ہی نہیں سکتے تو مدد کیا کریں گے۔ ای الیٰ ان یھدوکم الی ما تحصلون بہ مقاصدکم (لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ) فضلاً عن المساعدۃ والامداد (روح ج ۹ ص ۱۴۶) دوم خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے اور ضمیر منصوب سے مشرکین مراد ہیں۔

موضح قرآن ف۱ بعضے کہتے ہیں حضرت آدم و حوا پر یہ گذرا اول جو حمل ہوا ابلیس ملا ایک نیک مرد کی صورت بنکر آیا اور ڈرایا کہ تیرے پیٹ میں شاید کچھ بلا ہے جب دونوں دعا کرنے لگے تب کہا کہ تیری دعا سے یہ بلا بدل کر بیٹا پیدا ہوگا اس کا نام رکھیو عبد الحارث حارث شیطان کا نام تھا۔ دی کیا اس قصہ میں پیغمبروں سے شرک ثابت ہوتا ہے یا یہ قصہ غلط ہے اس آیت میں مرد عورت کو فرمایا ہے آدم و حوا کو نہیں گو اول ذکر ان کا ہو چکا یا یوں کہیئے کہ جو کچھ انسانوں میں ہونا مقدر تھا وہ حضرت آدم میں اول ظہور پکڑ گیا اس میں وہ نمونہ تقدیر تھے اولاد کے گناہ ان میں نظر آئے جیسے آئینے میں صورت چنانچہ نفس کی خواہش اور اللہ کی بےحکمی اور کہہ کر بھول جانا اور دیگر منکر ہونا یہ سب خوبیں ان میں نظر آچکیں

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید منطبق بر حال حوا چنانکہ در حدیث صحیح آمدہ کہ چوں حوا حاملہ شد شیطان بدلش وسواس انداخت و چوں فرزند تولد شد نام او عبد الحارث مقرر کرد و چوں وجود جمیع قیود از امثال ایں مواضع ضرور نیست آدم از لوث شرک مبرا باشد و ایں آیہ عصمت او را مصادمت نکند کذا فہمت فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا کلام علیحدہ است یعنی خدا تعالیٰ آدم و حوا پیدا کرد از ایشاں نسل بسیار پیدا آورد و بعد از ان تفصیل انتشار نسل میفرماید واللہ اعلم ۱۲ ف۲ ایں تصویر است حال آدمی را کہ نزدیک ثقل حمل نیت اخلاص درست کنند و چوں فرزند بوجود آید آنرا فراموش سازند و در تسمیہ شراک کنند و از نیجا دانستہ کہ شرک در تسمیہ نوعیست از شرک چنانکہ اہل زمان ما غلام فلاں و عبد فلاں نام می نہند ۱۲ ف۳ یعنی اگر بگوئید بخور بدیا یا آشامید ہیچ کار نکنند ۱۲

اور مطلب یہ ہے کہ مشرکین کی جہالت وحماقت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ آپ توحید پر خواہ کیسے لائل پیش کریں مگر وہ ایک نہیں سنیں گے وہ اپنی ظاہری آنکھوں سے تو آپ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہیں مگر ان کے دل کی آنکھیں بے نور ہیں ۔ انهم قد بلغوا فی الجهل والحماقة الی انك لو دعوتهم واظهرت اعظم انواع الحجة والبرهان لم یسمعوا العقول لهم ذٰلك البتة

يُبْصِرُوْنَ بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا

جن سے دیکھتے ہیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنتے ہیں تو کہدے کہ پکارو

شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ

اپنے شریکوں کو پھر برائی کرو میرے حق میں اور مجھ کو ڈھیل نہ دو میرا حمایتی تو اللہ ہے

الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَ

جس نے اتاری کتاب اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندوں کی اور

الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ

جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوا [۱۸۹] وہ نہیں کر سکتے تمہاری مدد

وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى

اور نہ اپنی جان بچا سکیں اور اگر تم ان کو پکارو رستہ کی طرف

لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا

تو کچھ نہ سنیں اور تو دیکھتا ہے ان کو کہ تک رہے ہیں تیری طرف اور وہ کچھ نہیں

يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ

دیکھتے عادت کر معاف کرنا [۱۹۰] اور کہہ نیک کام کو اور کنارہ کر

عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ

جاہلوں سے اور کبھی ابھار دے تجھ کو شیطان کی

نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾

چھیڑ تو پناہ مانگ اللہ سے وہی ہے سننے والا جاننے والا

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ

جن کے دل میں [۱۹۱] ڈر ہے جہاں پڑ گیا ان پر شیطان کا گذر

تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ ۚ وَاِخْوَانُهُمْ

چونک گئے پھر اسی وقت ان کو سوجھ آ جاتی ہے اور جو شیطانوں کے [۱۹۲] بھائی ہیں

منزل ۱

ا مخاطبین مشرکین ہیں اور ھم سے مراد معبودان باطلہ یا مخاطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں اور ھم سے مراد مشرکین ہیں ۱۲ ۔ یہ بھی ہے ۱۲ ۔ ۳ مرات تعلیلیہ ہے ۱۲ ۔ ۴ بشارت ہے ۱۲ ۔ زجر ہے ۱۲

الکبرج ۵ ص ۹۵ [۱۹۰] یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی ہے وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ الخ نَزْغٌ سے شیطان کا وسوسہ ڈالنا مراد ہے۔ یعنی میں نے جو احکام صادر کئے ہیں ۔ اگر شیطان انکی مخالفت کا وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرے تو آپ اللہ سے پناہ مانگیں ۔ اس میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر مراد آپ کی وساطت سے ہر مخاطب ہے ۔ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ یہ ماقبل کی علت ہے ای یغسنك بان یحملك بوسوسة علی ما لا یلیق فاطلب العیاذة باللّٰه منه (بحر ج ۴ ص ۴۴۹) حٰم السجدة (ع ۵) میں ہے اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ یہاں ضمیر فصل اور خبر پر لام تعریف مفید حصر ہے یعنی چونکہ اللہ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے اس لئے اسی سے پناہ مانگو۔ [۱۹۱] طائف سے وسوسہ مراد ہے ۔ اللہ سے پناہ مانگنا متقی اور نیک لوگوں کا دستور ہے ۔ جب ان کے دل میں کوئی شیطانی وسوسہ آتا ہے تو فوراً ہوشیار ہو جاتے ہیں اور غلط اور صحیح کو فوراً پہچان لیتے ہیں ۔ [۱۹۲] یہ زجر ہے ۔ اِخْوَانُهُمْ کی ضمیر مجرور شیاطین کی طرف راجع ہے ۔ يَمُدُّوْنَهُمْ میں ضمیر مرفوع سے شیاطین اور منصوب سے اِخْوَانُ الشیاطین مراد ہیں ۔ پرہیزگار لوگوں کے ذکر کے بعد برادرانِ شیاطین کا ذکر فرمایا کہ شیاطین ان کو گمراہ کرنے میں لگے رہتے ہیں اور اس میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے ۔ [۱۹۳] یہ شکوی ہے ۔ اگر وحی میں ذرا تراخی ہو جائے تو مشرکین کہتے ہیں آپ اپنے پاس سے آیت بنا کر کیوں نہیں سنا دیتے قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ الخ یہ جواب شکوی ہے یعنی آپ فرما دیں میں تو اللہ تعالیٰ کی وحی کا تابع ہوں میرے پاس اللہ کی طرف سے جو کچھ وحی آتی ہے وہی سناتا ہوں اپنے پاس سے بنانے کا مجھے اختیار نہیں ۔ وإذا لم تأتهم بآية من القرآن عند تراخي الوحي لما روي ان مجاهد وقتادة رحمهما پہلے مذکور ہوا ۔ [۱۹۴] یہاں قرآن مجید پڑھنے ، اسے غور سے سننے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اسی کو فوز و فلاح کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ قرآن میں اللہ نے توحید اور شرک کے تمام اقسام مثلاً شرک فعلی اور شرک اعتقادی کو کھول کر بیان کر دیا اور شریعت کے تمام اصول واضح فرما دیئے ۔ حنفیہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ امام کے پیچھے سری اور

موضح قرآن ف یعنی نیک کام کو کہیے اور جاہلوں سے پیچھے رہیے لڑنے نہ لگیے نہیں تو آپ بھی جاہل بنا اور کار رحمٰن میں کار شیطان آیا ۔ اور اگر ایک وقت شیطان جھڑپ کر وادے تو جب یاد آوے شتاب پناہ پکڑے اللہ کی اور سنبھل جاوے اپنے جہل میں چلے نہ جاوے ۔ ۱۲ —— فتح الرحمٰن ف یعنی قربانِ ایشاں از شیاطین ۔ ۱۲

جہری نمازوں میں مقتدی کو قراءت کرنی جائز نہیں نہ سورہ فاتحہ کی اور نہ کسی اور سورت کی۔ کیونکہ اس آیت میں قراءت قرآن کے وقت دو حکم دیئے گئے ہیں۔ اول فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ یعنی اس کو غور سے سنو یعنی جب امام جہر سے قراءت کر رہا ہو۔ دوم وَاَنْصِتُوْا یعنی خاموش رہو۔ یہ اس وقت ہے جب امام آہستہ قراءت کر رہا ہو۔ تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ ۱۹۵ یعنی صرف اللہ ہی کو پکار اور اس کی پکار میں کسی کو شریک نہ کر جیسا کہ زمر (ع ۵) میں ہے وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ۔ یہ مطلب نہیں کہ اللہ کا ذکر بہت کرو کیونکہ یہ تو ایک امر مستحب ہے اور امر مستحب کا ترک موجب وعید نہیں ہوتا اور یہاں فرمایا وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ یہ ایک قسم کی وعید ہے کیونکہ غافلین سے مراد مشرکین ہیں

يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾

وہ ان کو کھینچے چلے جاتے ہیں گمراہی میں پھر وہ کمی نہیں کرتے

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْ

اور جب تو لے کر نہ جائے ان کے ۱۹۳ پاس کوئی نشانی تو کہتے ہیں کیوں

لَا اجْتَبَيْتَهَا ۭ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى

نہ چھانٹ لایا تو کچھ اپنی طرف سے تو کہہ دے میں تو چلتا ہوں اس پر جو حکم آئے

اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ

میری طرف میرے رب سے یہ سوجھ کی باتیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور

هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَاِذَا

ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کو جو مومن ہیں اور جب

قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا

قرآن پڑھا جائے تو ۱۹۴ اس کی طرف کان لگائے رکھو اور چپ رہو

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ

تاکہ تم پر رحم ہو وے اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں ۱۹۵

تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ

گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو پکار کر بولنے سے کم ہو

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾

صبح کے وقت اور شام کے وقت اور مت رہ بے خبر

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ

بیشک جو وا ۱۹۶ تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ تکبر نہیں کرتے اس

عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ ع

کی بندگی سے اور یاد کرتے ہیں اس کی پاک ذات کو اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں وا

قال العطار۔ ع
"ذکر حق ہمچوں نماز فرض دان"
۱۹۶ اسم موصول سے باجماع مفسرین فرشتے مراد ہیں۔ اور اللہ کے قریب ہونے سے منزلت اور مرتبہ میں قرب مراد ہے۔ هذا على جهة التشريف لهم وانهم بالمكان المكرم فهو عبارة عن قربهم في الكرامة لا في المسافة (قرطبی ج ۷ ص ۳۵۶) فالمراد من العندية القرب من الله تعالى بالزلفى والرضاء الخ (روح ج ۹ ص ۱۵۵) یعنی ملأ اعلیٰ جو ہر وقت اللہ کے قرب و رضا میں رہتے ہیں۔ وہ بھی اللہ کی عبادت اور اس کی پکار سے استکبار نہیں کرتے اور ہر وقت اللہ کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں اور اللہ ہی کے سامنے سجدہ کر کے غایت خضوع و تذلل کا اظہار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اخبر الله عن حال الملائكة انهم خاضعون لعظمته لا يستكبرون عن عبادته (خازن ج ۲ ص ۲۷۲) ای ويخصونه بغاية العبودية والتذلل لا يشركون به غيره جل شانه (روح) سورہ اعراف کے اختتام پر سب سے پہلا سجدہ تلاوت ہے۔ یہ سجدہ عزائم میں سے ہے۔

۱۹۲ شکوی ۱۲
۱۹۳ جواب شکوی ۱۲
۱۹۴ ای صلہ بعد بیان قبل ۱۲
۱۹۵ نفی شرک فعلی اور شرک اعتقادی کی
ترغیب الی القرآن ۱۲
ترہ یعنی اللہ ہی کو غائبانہ حاجات میں پکار۔ کما قال اذا ذکر اللہ وحدہ الخ (زمر) واذا دعی اللہ وحدہ الخ (مومن) ۱۲
۱۹۶ یعنی اللہ کے پکارنے سے ۱۲

السجدۃ ۱۴ عند الجمیع

موضح قرآن وا یعنی جب کوئی قرآن پڑھے اوروں پر ادب واجب ہے کہ باتیں نہ کریں دھیان سے سنیں شاید دل میں ہدایت پڑے اور اگر پڑھنے والا باتوں کی مجلس میں پکار کر پڑھنے لگے تو اس کی خطا ہے۔ وا یعنی مقرب فرشتے بھی اس کی یاد سے غافل نہیں تو انسان کو اور بھی ضرور ہے اور اس کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرے۔ اس جا پر سجدہ آتا ہے سب قرآن میں پندرہ جا سجدہ ضرور ہے۔ سب کا ایک حکم ہے حنفی مذہب میں واجب اور شافعی میں سنت ۱۲ منہ رح

فتح الرحمٰن وا یعنی ملأ اعلیٰ ۱۲

سورۂ اعراف کی خصوصیات اور اس میں آیات توحید

۱۔ کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ الخ (ع ۱) مسئلہ توحید کھول کر پہنچائیں اور اس سے دل میں تنگی نہ آنی چاہئیے۔

۲۔ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ (ع ۳) گمراہ کرنیوالے شیاطین ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ صرف ایک ابلیس ہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہو کر سب کو گمراہ نہیں کر رہا۔

۳۔ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْ (ع ۴) روحیں قبض کرنے پر ہزاروں لاکھوں فرشتے مقرر ہیں۔ صرف ایک ملک الموت ہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہو کر سب کی جانیں قبض نہیں کرتا۔

۴۔ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ــــ تا ــــ وَلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○ (ع ۴) مشرک پیروں اور مریدوں کے بارے میں۔

۵۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ــــ تا ــــ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ○ (ع ۷) زمین و آسمان کو اسی نے پیدا کیا اور سارا نظام عالم اسی کے قبضے میں ہے اور اس نے کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کیا۔

۶۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ط (ع ۸)

۷۔ وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ط قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ط (ع ۹)

۸۔ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا م قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ط (ع ۱۰)

۹۔ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ط قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ط (ع ۱۱) حضرت نوح، ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام نے اعلان کیا کہ اللہ کے سوا کوئی متصرف و کارساز نہیں اس لئے حاجات و مشکلات میں اسی کو پکارو۔

۱۰۔ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا ــــ تا ــــ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ○ (ع ۱۴) ہمارا قصور صرف یہ ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس کی توحید کے واضح دلائل کو مان لیا۔

۱۱۔ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا ط (ع ۱۸) جو ایسا عاجز اور بےبس ہو وہ کسی طرح کارساز اور متصرف و مختار نہیں ہو سکتا۔

۱۲۔ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا الخ (ع ۲۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان توحید۔ میں اس اللہ کا رسول ہوں جو زمین و آسمان کا بادشاہ اور سارے عالم میں واحد متصرف و مختار ہے اور اس کے سوا کوئی کارساز نہیں۔

۱۳۔ وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ یَعْدُوْنَ فِی السَّبْتِ ــــ تا ــــ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ○ (ع ۲۱) ناجائز حیلوں اور بہانوں سے خدا کے احکام کی بےحرمتی کا نتیجہ ہلاکت ہے۔

۱۴۔ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰی وَیَقُوْلُوْنَ سَیُغْفَرُ لَنَا ج (ع ۲۱) اچھے لوگوں کے بعد برے لوگ اور علماء سوء ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے دنیا کی حقیر دولت کے عوض اللہ کی کتاب میں تحریف کرنا شروع کر دی اور کہنے لگے ہمارے آباء و اجداد ہمیں بخشوا لیں گے۔

۱۵۔ وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا الخ جو عالم دین مسئلہ حق سمجھنے کے بعد محض لالچ اور طمع دنیا کی وجہ سے حق چھوڑتا ہے اس کے لئے دنیا و آخرت میں ذلت ہے۔

۱۶۔ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ج (ع ۲۳) قیامت قائم ہونے کا مخصوص دن صرف اللہ ہی کو معلوم ہے اس کے سوا کسی اور کو اس کا علم نہیں۔

۱۷۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا ــــ تا ــــ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ○ (ع ۲۴) سب کو اللہ ہی نے پیدا کیا اور نر کی تسکین کے لئے اس کی مادہ کو پیدا کیا اور وہی اولاد عطا کرتا ہے لیکن مشرک لوگ اللہ کی عاجز مخلوق کو اس کا شریک بناتے اور عطیۂ اولاد کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

۱۸۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ (ع ۲۴) جن بزرگوں کو تم متصرف و کارساز سمجھ کر پکارتے ہو وہ بھی تمہاری طرح عاجز اور اللہ کے محتاج ہیں اور تم ان کو پکار کر دیکھ لو وہ تمہارا کچھ نہیں سنوار سکیں گے۔

۱۹۔ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ○ (ع ۲۴) جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو اپنا بھی کچھ نہیں سنوار سکتے تمہاری کیا مدد کریں گے۔

۲۰۔ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ط اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ (ع ۲۴) جب شیطان دل میں کوئی وسوسہ ڈالدے تو فوراً اس سے اللہ کی پناہ مانگیں کیونکہ سب کچھ سننے اور جاننے والا وہی ہے اور کوئی نہیں۔

آج بعد نماز مغرب شب چہارشنبہ بوقت ساڑھے چھ بجے ۲ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۶۵ء سورۂ اعراف کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ دائماً ابداً و علی سائر عبادہ لیلاً و نہاراً۔

سورۂ انفال

ربط باقی سورتوں کی طرح سورۂ انفال کو بھی ماقبل کے ساتھ دو طرح کا ربط ہے اول ربط معنوی دوم ربط اسمی ۔ ربط معنوی یہ ہے کہ سورۂ مائدہ، انعام اور اعراف میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف کو پوری تفصیل سے عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ بیان کر دیا گیا اور سورہ اعراف میں بتایا گیا کہ اس مسئلہ کی وجہ سے تم پر مصائب آئیں گے تنگ نہ ہونا اور ان پر صبر کرنا اور جہاں مشرکین کا زور ہوگا وہاں وہ مومنوں کو تنگ کریں گے۔ جس طرح پیغمبروں کو تنگ کیا گیا اسلئے سورۂ انفال اور توبہ میں وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (ع ۵) سے جہاد کا حکم نازل فرمایا کہ اللہ کا دین بلند کرنے اور مشرکوں کا زور توڑنے کے لئے ان سے جہاد کرو۔ سورۂ انفال کا ماقبل سے ربط اسمی یہ ہے کہ مسئلہ توحید کو واضح نے کی وجہ سے مشرکین تمہارے ساتھ جنگ کریں گے اور فتح کی صورت میں تمہیں انفال (اموال غنیمت) حاصل ہوں گے اسلئے تم انفال کی تقسیم اللہ کے حکم کے مطابق کرنا اور مرضی کو تقسیم غنائم میں دخیل نہ بنانا۔

خلاصہ سورۂ انفال کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ سورت کی ابتداء سے لیکر رکوع ۴ میں نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ تک ہے اور دوسرا حصہ اس کے متصل بعد وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ سے لیکر سورت کے آخر تک ہے۔ دونوں حصوں میں دو مضمون بیان کئے گئے ہیں، مضمون اول مال غنیمت کی تقسیم اللہ کے حکم کے مطابق کرو مضمون ثانی قوانین جہاد۔

حصہ اول قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ میں حصہ اول کا مضمون اول جو دعویٰ اولیٰ ہے بالاجمال ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی مال غنیمت اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اسکی تقسیم کا اختیار بھی اسی کو ہے وہ جس طرح چاہے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی تقسیم کا حکم دے اس کے بعد اس دعوے کی سات علل یا وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ علت اُولیٰ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ الخ یہاں کاف تعلیلیہ ہے۔ یعنی جنگ بدر میں آخر تک اللہ کی تائید و حمایت تمہارے ساتھ رہی اور اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو مدینہ سے نکال کر میدان بدر میں لے آیا جبکہ مسلمانوں کی ایک جماعت مشرکین سے روبرو مقابلہ کرنے پر راضی نہ تھی۔ علت ثانیہ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ تمہارا تو خیال تھا کہ تجارتی قافلہ پر حملہ کریں اور بغیر تکلیف اور نقصان کے بہت سا مال ہاتھ آجائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ وہ تمہاری چھوٹی سی بے سروسامان جماعت کے ہاتھوں مشرکین کی بھاری اور ہر قسم کے جنگی ہتھیاروں سے لیس فوج کو شکست دے کر کفر و شرک کی جڑ کاٹ ڈالے تو یہ سارا مال غنیمت تمہیں محض اللہ کی تائید اور نصرت سے حاصل ہوا ہے لہذا اس کی تقسیم بھی اسکی مرضی کے مطابق ہی ہوگی علت ثالثہ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ الخ میدان بدر میں تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ رہے تھے تو اللہ نے تمہاری دعا قبول فرمائی اور تمہاری تائید کے لئے فرشتوں کی کمک بھیج دی اور اس طرح تمہاری فتح کا سامان کر دیا۔ علت رابعہ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ (ع ۲) مشرکین نے میدان بدر میں پانی والی جگہ پر پہلے ہی قبضہ کر لیا۔ جہاں مسلمان تھے وہاں ریت ہی ریت تھی جس پر چلنا بھی دشوار تھا اور پھر پانی نہ ہونے کی وجہ سے وہ شدید پیاس کی تکلیف بھی اٹھا رہے تھے، مشرکین کی کثرت اور ان کے ساز و سامان سے بھی قدرے ہراساں تھے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نیند طاری کر دی جب کچھ دیر بعد انکی آنکھیں کھلیں تو ان کا سارا خوف وہراس کافور ہوگیا اور ساتھ ہی اللہ نے بارش برسا دی جس سے مسلمانوں کو پانی میسر آگیا اور ریت بھی بیٹھ گئی اور جس جگہ مشرکین قابض تھے وہاں کیچڑ ہوگیا۔ علت خامسہ۔ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ الخ اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ مومنوں سے کہہ دیں کہ میں ان کے ساتھ ہوں اور میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا جس سے وہ ہمت ہار کر شکست کھا جائیں گے۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ الخ یہ مذکورہ پانچوں علتوں پر متفرع ہے۔ یعنی جب تمہیں معلوم ہوگیا کہ جنگ بدر میں اول سے آخر تک اللہ کی تائید و حمایت تمہارے شامل حال رہی اور تم نے اللہ کے حکم سے مشرکین کو شکست دی، ان کے ستر جوان تم نے قتل کئے اور ستر کو قید کر لیا تو اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ان مشرکین کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ نے قتل کیا جس کی تائید و نصرت سے تم کو فتح حاصل ہوئی۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ یعنی آپ نے شدت جنگ کے موقع پر مٹھی بھر کنکریاں مشرکین کے لشکر پر پھینکیں تو ہم ہی نے اپنی قدرت کاملہ سے کنکریوں کے ریزے ہر کافر کی آنکھوں میں پہنچائے جسکی وجہ سے وہ آنکھیں ملنے لگے اور تم نے ان پر دھاوا بول دیا اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ علت سادسہ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ (ع ۴) مشرکین آپ کے بارے میں مختلف تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر ڈالیں قتل کر دیں یا جلاوطن کر دیں لیکن اللہ نے ان کے تمام منصوبے خاک میں ملا دئے اور آپ کو بچا لیا۔ علت سابعہ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ الخ جب مشرکین جنگ کیلئے نکلے تھے اس وقت انہوں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین سچا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا کر یا کوئی اور عذاب دے کر ہم کو تباہ کر دے اور آخری فیصلہ فرمائے چنانچہ ہم نے جنگ بدر میں حق و باطل کا فیصلہ کر دیا۔ حق غالب ہوا اور باطل مغلوب و مقہور۔

مضمون ثانی (قوانین جنگ)

پہلے حصے میں مسلمانوں کے لئے پانچ قوانین جنگ ذکر کئے گئے ہیں۔ قانون اول۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الخ (ع ۲) یعنی جب میدان جنگ میں کافروں سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ڈٹ کر اور ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کرو اور پیٹھ پھیر کر مت بھاگو۔ قانون جنگ دوم يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ الخ (ع ۳) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں کوتاہی نہ کرو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے تمہارے ایمانوں میں پختگی اور اعمال میں راستی پیدا ہوگی اور تمہارا عزم و استقلال ناقابل تسخیر ہو جائے گا۔ قانون جنگ سوم يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ الخ (ع ۳) اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل میں پس و پیش مت کرو اور اپنے ایسے امیر جہاد کی اطاعت کو لازم سمجھو۔ یہی فتح و کامرانی کی کنجی ہے۔ قانون جنگ چہارم يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ الخ (ع ۳) اللہ اور اس کے رسول کی چوری نہ کرو مراد یہ ہے کہ اپنے مال و

اولاد کی خاطر دشمن سے خفیہ ساز باز نہ کرو یا یہ کہ مال غنیمت میں سے کچھ مت چھپاؤ۔ قانون جنگ پنجم یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا الخ (ع ۴) یعنی اگر تم خدا سے ڈرو گے اور ظاہر و باطن میں تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان فیصلہ فرما دے گا تمہیں عزت و سربلندی عطا فرمائے گا اور تمہارے دشمنوں کو ذلیل و خوار اور نگوں سار کرے گا۔ حصۂ اول میں علل اور قوانین جنگ کے بیان کے دوران میں تخویفیں، بشارتیں، زجریں اور شکوے مذکور ہیں۔

حصۂ دوم

حصۂ دوم دسویں پارے کی ابتداء وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ الخ سے لے کر سورت کے آخر تک ہے۔ اس میں بھی وہی دونوں مضمون لف و نشر مرتب کے طور پر مذکور ہیں جو پہلے حصے میں مذکور ہوئے یعنی مال غنیمت کی تقسیم اللہ کے حکم کے مطابق کرو اور اپنی رائے کو بیچ میں نہ لاؤ اور قوانین جنگ۔ اس میں مذکورہ علل اور قوانین کی تعداد حصہ اول کی تعداد کے برعکس ہے یعنی علل پانچ اور قوانین جنگ سات۔

مضمون اوّل۔ (تقسیم مال غنیمت مع علل خمسہ)

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ الخ اس میں قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ الخ کے مضمون کا اعادہ اور اسکی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ آگے اسکی علل مذکور ہیں۔ علت اولی اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا الخ (ع ۵) یعنی تم میدان جنگ کے اس کنارے پر تھے جو مدینہ سے قریب تھا اور دشمن کا تجارتی قافلہ دوسری جانب تھا دونوں کے درمیان قریش کی فوج حائل تھی۔ اتفاقاً مڈبھیڑ ہو گئی اگر لڑائی کا وقت مقرر ہوتا تو ممکن تھا کہ وعدہ کے وقت پہنچنے میں اختلاف ہو جاتا مگر اللہ کو منظور یہ تھا کہ اس میدان میں حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے۔ علت ثانیہ اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا الخ (ع ۵) دشمن کی فوج اگرچہ تعداد میں آپ کی فوج سے کہیں زیادہ تھی مگر ہم نے خواب میں آپ کو ان کی تعداد بہت کم دکھائی تاکہ دشمن کی کثرت کا رعب آپ کے دل میں نہ رہے۔ علم الٰہی میں چونکہ مشرکین میں سے اکثر کا ایمان مقدر تھا اس لئے خواب میں آپ کو کفار کی تعداد کم دکھائی گئی۔ علت ثالثہ وَاِذْ یُرِیْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْۤ اَعْیُنِكُمْ قَلِیْلًا الخ (ع ۵) جب دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا تو ہم نے ایسا کیا کہ دشمن کی فوج مسلمانوں کو بہت کم نظر آنے لگی اور مسلمانوں کی فوج کافروں کی نظروں میں کم دکھائی دینے لگی جس کا نتیجہ یہ ہوا دونوں فوجوں نے اپنے دشمن کو قلیل سمجھ کر پامردی سے ایک دوسری کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں کافروں کو نہایت ہی ذلت آمیز شکست دلوا کر اسلام اور کفر کے درمیان آخری فیصلہ فرما دیا۔ علت رابعہ وَاِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ الخ (ع ۶) جنگ بدر کی اہمیت کو ابلیس نے بھی محسوس کر لیا اور وہ عرب کے ایک نہایت دانشمند اور تجربہ کار مشرک شیخ نجدی کی شکل میں آپہنچا اور مشرکین کو تسلی دی کہ فکر مت کرو۔ پوری جرأت اور بہادری سے لڑو آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا میں بھی صرف تمہاری امداد اور اعانت کے لئے آیا ہوں۔ ایسے وقت میں جبکہ اس نے دشمن کی فوج میں جوش کی ایک نئی لہر دوڑا دی ہم نے فرشتوں کا لشکر اتار دیا جسے دیکھ کر شیطان بشکل شیخ نجدی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور دشمن کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ علت خامسہ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (ع ۶) یہ بھی یاد کرو جب تم جہاد کے لئے نکلے تھے میدان جنگ میں تو شیطان نے شیخ نجدی کی شکل میں مشرکین کی ہمت افزائی کی اور پیچھے منافقین چہ میگوئیاں کر رہے تھے کہ ان مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ دیکھو یہ مٹھی بھر آدمی جان بوجھ کر اتنے بڑے لشکر کے مقابلہ میں موت کو دعوت دینے جا رہے ہیں لیکن اللہ نے مسلمانوں کے دلوں کو ایمان، ثبات اور توکل علی اللہ کی دولت سے معمور کر دیا اور منافقین کی باتوں کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

مضمون ثانی (قوانین جنگ)

اس حصے میں سات قوانین جنگ مذکور ہیں۔ دو تمام مومنین کے لئے اور پانچ خاص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ قانون جنگ اول برائے مومنین یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا الخ (ع ۶) یعنی جب میدان جنگ میں دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور اللہ سے مدد مانگو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور آپس میں متحد رہو تاکہ تمہاری طاقت میں کمزوری نہ آجائے۔ قانون جنگ دوم برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ الخ (ع ۷) جن مشرکین نے آپ سے عہد کیا کہ وہ آپ کے خلاف دشمن کی مدد نہیں کریں گے اگر وہ عہد شکنی کر ڈالیں اور آپ ان کو دشمن کی فوج میں لڑتے ہوئے دیکھ لیں تو ان کو ایسی سخت سزا دیں کہ ان کے پچھلے بھی اس سے عبرت حاصل کریں۔ قانون جنگ سوم برائے مومنین وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ الخ (ع ۸) دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری تیاری کرو اور جس قسم کا حالات زمانہ کے مطابق جنگی سامان تم تیار کر سکتے ہو تیار رکھو اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرو گے ضائع نہیں جائے گا۔ قانون چہارم برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا (ع ۸) اگر مشرکین مسلمانوں کی قوت و شوکت اور ان کی مجاہدانہ سرفروشی کو دیکھ کر مرعوب ہو جائیں اور صلح کی پیشکش کر دیں تو آپ بھی صلح کا ہاتھ بڑھا دیں کیونکہ مقصود تو اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔ نہ کہ خونریزی اور قتل و غارت۔ قانون پنجم برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یَاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ یَاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ الخ (ع ۸، ۹) اے پیغمبر آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اللہ کافی ہے آپ اس پر بھروسہ کریں اور مومنوں کو جہاد کی ترغیب دیں۔ میں تمہاری قلت کے باوجود تم کو مشرکین پر غلبہ عطا کروں گا۔ قانون ششم برائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰی الخ (ع ۹) چونکہ پہلے فدیہ لینے کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے آپ نے فدیہ لے کر جنگ بدر کے قیدی رہا کر دئے تھے اس پر فرمایا کہ پیغمبر کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کے ہاتھ میں ایسے دشمن قیدی ہوں اور وہ ان کو قتل کرنے کے بجائے ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دے۔ قانون ہفتم برائے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم یَاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰی الخ (ع ۱۰) فدیہ وصول کرتے وقت جن قیدیوں نے اسلام کا اظہار کیا ہے آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر واقعی تم نے دل سے اسلام قبول کر لیا ہے تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس سے بہتر مال عطا کرے گا اور تمہارے سابقہ گناہ بھی معاف کر دیگا۔ اسکے بعد اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا سے جہاد اور ہجرت کی ترغیب دی گئی اور آگے چل کر وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا الخ سے مجاہدین اور مہاجرین کو بشارت اخروی سنائی گئی۔ آخری رکوع میں مومنین کی دو

قسمیں بیان کی گئیں اول مؤمنین مہاجرین دوم مؤمنین غیر مہاجرین اور مہاجرین کی بھی دو قسمیں ہوئیں اولوا الارحام اور غیر اولی الارحام ۔

حصۂ اول

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ سورۂ انفال مضمون کے اعتبار سے دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ ابتداء سورت سے لے کر رکوع ۵ میں نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ تک ہے۔ اس حصے میں دو مضمون مذکور ہیں۔ اول مال غنیمت کی تقسیم کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ مع علل سبعہ دوم قوانین جنگ جنکی تعداد پانچ ہے ۔

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ انفال مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ

تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا ٢ تو کہہ دے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے

وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ

اور رسول کا ف سو ڈرو اللہ سے ٣ اور صلح کرو

بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ

آپس میں اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اگر

مُّؤْمِنِيْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا

ایمان رکھتے ہو ایمان والے وہی ہیں ٤ کہ جب

ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ

نام آئے اللہ کا تو ڈر جائیں ان کے دل اور جب پڑھا جائے ان پر

اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ

اس کا کلام تو زیادہ ہو جاتا ہے ان کا ایمان اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

وہ لوگ جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز کو اور ہم نے جو ان کو روزی دی ہے اس میں سے

يُنْفِقُوْنَ ۭ ③ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ

خرچ کرتے ہیں وہی ہیں سچے ایمان والے

لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ

لئے درجے ہیں اپنے رب کے پاس اور معافی اور روزی

مضمون اول یا دعوی اولی

(تقسیم انفال کا حق اللہ کو ہے مع علل)

٢ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ الخ میں پہلا دعوی بالاجمال مذکور ہے اور دوسرے حصے کے شروع میں فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى الخ سے اسکی تفصیل کی گئی ہے۔ انفال نفل کی جمع ہے مراد مال غنیمت ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ غنائم بدر کی تقسیم کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا تو انہوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ انہیں کس طرح تقسیم کیا جائے اور تقسیم کا حق کس کو حاصل ہے۔ مہاجرین کو یا انصار کو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مال غنیمت کو تقسیم کرنے کا حق نہ مہاجرین کو اور نہ انصار کو بلکہ انکی تقسیم کا حق اللہ تعالیٰ سے مختص ہے۔ اللہ کا پیغمبر اللہ کے حکم کے مطابق انکو تقسیم کریگا اور کسی کی رائے کو اس میں دخل نہیں ہوگا۔ المراد به اختصاص امرها وحكمها بالله تعالى ورسوله صلى الله عليه وسلم فيقسمها النبي صلى الله عليه وسلم كما يامره الله تعالى من غير ان يدخل فيه رأى احد (روح ج ۹ ص ۱۶۱) اسکے بعد اس دعوے کی سات علتیں ذکر کی گئی ہیں۔ جنکی ابتداء كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ سے ہوئی ہے

٣ ذَاتَ الْبَيْنِ سے آپس کے احوال و معاملات مراد ہیں یعنی اللہ سے ڈرو اور آپس کے معاملات درست رکھو۔ آپس میں اختلاف نہ کرو، متحد رہو اور مال غنیمت کی تقسیم اور دیگر تمام معاملات میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو یہی اصل ایمان کی علامتیں ہیں۔ ٤ یہاں سے لیکر مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ تک ان مؤمنین کاملین کے لئے بشارت اخروی ہے۔ جن میں صفات ذیل موجود ہوں۔ جو ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہیں، اللہ کی آیتیں سن کر ان کے ایمان میں پختگی پیدا ہو، وہ ہر کام میں اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوں نماز قائم کرتے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوں ۔

ا سورۂ انفال کا دعوی اول بالاجمال یعنی مال غنیمت کی تقسیم صرف اللہ و رسول کے احکام کے مطابق ہے نہ کہ لوگوں کی اپنی رائے سے۔ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ الخ میں اس کی تفصیل ہے ۱۲ ۔ ۳ آپس کے احوال و معاملات مراد ہیں ۱۲ ۔ ٤ بشارت برائے مؤمنین کاملین ۱۲

موضح قرآن ف جنگ میں بعضے آگے بڑھے اور بعضے پشت پر رہے جب غنیمت جمع ہوئی بڑھنے والوں نے کہا یہ حق ہمارا ہے کہ فتح ہم نے کی اور پشتی والوں نے کہا تم ہماری قوت سے لڑے حق تعالیٰ نے دونوں کو خاموش کیا کہ فتح اللہ کی مدد سے ہے زور کسی کا پیش نہیں جاتا سو مالک مال کا اللہ ہے اور نائب اسکا رسول ہے۔ پھر آگے بہت دور تک یہی بیان فرمایا کہ فتح اللہ کی مدد سے ہے اپنی قوت سے نہ سمجھو۔

فتح الرحمن ف ١ مترجم گوید سورۂ انفال در قصہ بدر فرود آمدہ است در آیات این سورہ اشارت بوقائع این غزوہ واقع شدہ از انجملہ آنست کہ مسلمانان در غنیمت مباحثہ می کردند آنانکہ غارت کردہ بودند خواستند کہ تنہا بران متصرف شوند و دیگران خواستند کہ علی السویہ قسمت شود خدای تعالیٰ نازل ساخت کہ متصرف و مختار در غنائم خدا و رسول اوست و دیگران را درین باب دخل نیست و آنچہ اہل جاہلیت میکردند از استیثار غارت کنندہ بغنیمت باطل است بعد ازان حکم فرمود کہ غنیمت را پنج قسم باید کرد چہار قسم درمیان غانمان قسمت کنند و یکی در بیت المال نگہداشتہ بمصرف آن رسانند و این تصرف حق است و عطای اوست بغیر دخل غارت کنندگان پس آیہ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ محکم است غیر منسوخ ۱۲ ف ٢ یعنی متصرف در غنائم ایشانند و کسی دیگر را

كَرِيْمٌ ۝۴ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ

عزت کی ۔ جیسے نکالا تجھ کو ۵ تیرے رب نے تیرے گھر سے

بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵

حق کام کے واسطے اور ایک جماعت ۶ اہل ایمان کی راضی نہ تھی ف۱

يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا

وہ تجھ سے جھگڑتے تھے حق بات میں اس کے ظاہر ہو چکنے کے بعد گویا وہ

يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶ وَاِذْ

ہانکے جاتے ہیں موت کی طرف آنکھوں دیکھتے اور جس وقت

يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ

تم سے وعدہ کرتا تھا اللہ ۷ دو جماعتوں میں سے ایک کا کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے گی

وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ

اور تم چاہتے تھے کہ جس میں کانٹا نہ لگے وہ تم کو ملے

وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ

اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کر دے سچ کو اپنے کلاموں سے اور کاٹ ڈالے

دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ

جڑ کافروں کی ف۲ تاکہ سچا کرے سچ کو اور جھوٹا کر دے جھوٹ کو

وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۸ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ

اور اگرچہ ناراض ہوں گنہگار ف۲ جب تم لگے فریاد کرنے ۸ اپنے رب سے

فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

تو وہ پہنچا تمہاری فریاد کو ۹ کہ میں مدد کو بھیجوں گا تمہاری ہزار فرشتے

مُرْدِفِيْنَ ۝۹ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ

لگاتار آنے والے ف۳ اور یہ تو دی اللہ ۱۰ نے فقط خوشخبری اور

۵ یہ دعوی اولی یعنی الانفال للہ والرسول الخ کی پہلی علت ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ کما میں کاف تعلیلیہ ہے جیساکہ علامہ ابوحیان اندلسی نے لکھا ہے۔ ویظھران الکاف فی ھذا التخریج المتاخی لیست لمحض التشبیہ بل فیہا معنی التعلیل الخ (بحرج ۴ ص۴۶۲) اور الحق سے حکمت اور صواب مراد ہے اخرجا ملتبسا بالحکمۃ والصواب (مدارک ج ۲ ص۲۲، جامع البیان ص۱۵۲) ۲ھ کا واقعہ ہے کہ ابوسفیان کی سرکردگی میں مشرکین کا ایک تجارتی قافلہ شام سے واپس آرہا تھا جو قریش کے ساٹھ آدمیوں اور دیگر ملازمین پر مشتمل ہے حضور علیہ السلام کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپ نے صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا کہ آیا قافلہ کا تعاقب کیا جائے یا نہ کچھ صحابہ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ چونکہ یہ ایک معمولی سی بات ہے کوئی باقاعدہ جنگ کی صورت تو ہے نہیں اس پر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت سعد بن عبادہ نے پرجوش تقریریں کیں اور مسلمانوں کو تعاقب کرنے پر ابھارا چنانچہ حضور علیہ السلام تین سو تیرہ آدمیوں اور معمولی ساز و سامان کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے چونکہ جنگ ہو جانے کی کوئی توقع نہ تھی اس لئے فوری طور پر جتنے آدمی جمع ہو گئے اور جس قدر سرسری سامان فی الوقت ہاتھ لگا وہی لے کر چل دئے۔ ادھر ابوسفیان کو بھی اپنے مخبر کے ذریعے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پروگرام کا علم ہوگیا اس نے ابوجہل کی اطلاع کے لئے فوراً ایک آدمی مکہ روانہ کردیا۔ ابوجہل اطلاع پاتے ہی ایک ہزار جنگجو نوجوانوں کی معیت میں جو ہر قسم کے جنگی ہتھیاروں سے مسلح تھے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑا ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے دوبارہ صحابہ سے مشورہ کیا کہ اب ہمارے سامنے دو جماعتیں ہیں ایک تجارتی قافلہ اور ایک مشرکین کا لشکر جرار ان دونوں میں سے کس سے نبرد آزمائی کرنا چاہئے۔ بعض مسلمانوں نے کہا کہ ہم چونکہ جنگ کے لئے تیار ہو کر نہیں آئے اور مشرکین کی فوج تعداد میں ہم سے زیادہ اور سامان جنگ میں ہم سے مضبوط ہے۔ اس کا مقابلہ کرنا دشوار ہو گا اس لئے قافلہ ہی سے مقابلہ کرنا چاہئے حضور علیہ السلام کو یہ بات پسند نہ تھی آپ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان دونوں جماعتوں میں سے ایک کو ہمارے ہاتھوں مغلوب کرے گا۔ اس لئے ہمیں لشکر ہی سے مقابلہ کرنا چاہئے۔ تاکہ فیصلہ کن جنگ کے ذریعے مشرکین کی طاقت کا خاتمہ ہو جائے حضرت ابوبکر، حضرت سعد اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم نے بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رائے کے حق میں زوردار تقریریں کیں آخر میدان بدر میں مشرکین کا لشکر جرار اور مسلمانوں کی مٹھی بھر فوج آپس میں بھڑ گئیں اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن مقابلہ ہوا مشرکین کے ستر سردار جن میں ابوجہل بھی تھا مارے گئے اور ستر قید ہوئے۔ اس طرح جزیرہ عرب میں کفر کی کمر ٹوٹ گئی۔ اس فتح میں بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا

موضح قرآن **ف۱** یعنی غنیمت کا جھگڑا بھی ویسا ہی ہے جیسا نکلتے وقت عقل کی تدبیریں کرنے لگے اور آخر صلاح وہی ٹھہری جو رسول نے فرمایا تو ہر کام میں یہی اختیار کرو کہ حکم برداری میں اپنی عقل کو دخل نہ دو۔ **ف۲** حضرت نے فرمایا تھا کہ قافلہ یا مدد ہمارے ہاتھ لگے گی۔ لوگ چاہنے لگے کہ قافلہ ہاتھ لگے۔ اور بہتر یہی ہوا کہ کفر کا زور ٹوٹے ۔

فتح الرحمن **ف۱** یعنی کار در قسمت غنائم بروفق حکم خدا است نہ موافق آرزوی نفوس چنانکہ بیرون آوردن تو بتدبیر درست بود از نزدیک خدا برخلاف ارادۂ قوم واللہ اعلم ۱۲ **ف۲** مترجم گوید در ین آیات تعریض است بآن قصہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در غزوۂ بدر برائے غارت کاروان قریش متوجہ شد و این کاروان رسیدراہ ساحل اختیار نمودند و خلاص شدند ابوجہل بمدد ایشان با لشکر گران از مکہ بیامدہ بود مقابل آنحضرت شد بعض اصحاب میل بغارت کردن کاروان کردند و جمعی قصد کارزار لشکر نمودند و مرضی آنحضرت جنگ لشکر بود ۱۲ از این حاشیہ در بعض نسخ مطبوعہ یافتہ نشد ۱۲ سجاد بخاری **ف۳** یعنی یکہزار بودند بعد ازاں سہ ہزار گشتند و بعد ازاں پنجہزار شدند ۱۲ ۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں اختلاف مت کرو اور اپنی رائے کو اس میں دخیل مت بناؤ۔ اسکی تقسیم اللہ کے حکم سے اللہ کا پیغمبر فرمائے گا کیونکہ یہ فتح اور یہ اموال غنیمت تمہارے تو خواب وخیال میں بھی نہ تھے اور تم تو اس لشکر کے سامنے آنے ہی سے جی چرانے تھے یہ سب اللہ کی مہربانی اور اسکی توفیق سے ہوا کہ اس نے قافلے کے تعاقب کے بہانے تم کو مدینہ سے نکالا اور ایک بڑے لشکر سے بھڑا دیا اور اس میں بھی اسکی حکمت مضمر تھی کہ اس نے بے سروسامان مٹھی بھر مسلمانوں کو اچانک ہی ایک مضبوط فوج سے بھڑا کر حق و باطل کا فیصلہ کر دیا۔ اور ڈھیروں مال غنیمت ان کے قبضے میں دیدیا۔ ۶؎ یعنی مدینہ سے قافلے کے تعاقب میں نکلتے وقت بعض مسلمانوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ الحق یعنی بالکل ظاہر اور واضح بات كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ یہ کراہیت کی تمثیل ہے یعنی مدینے سے نکلنے کو اس طرح ناپسند کر رہے تھے گویا کہ انہیں موت نظر آ رہی تھی۔ بتقاضائے بشریت بعض مسلمانوں سے اس کا ظہور ہوا لیکن اسکے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو مومن ہی فرمایا ہے اور ان کی ناگواری بھی ابتدا ہی میں تھی جو بعد میں خوشی اور رضامندی میں تبدیل ہوگئی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں کراہیت بوقت خروج مراد نہیں بلکہ قافلہ چھوڑ کر لشکر سے مقابلہ کرنے پر کراہیت مراد ہے۔ ضمیر الرفع فی یجادلونك عائد علی فریق المؤمنین الکارھین وجدالھم قولھم ما کان خروجنا الا للعیر ولو عرفنا لاستعددنا للقتال (بحر ج ۴ ص ۴۶۳) لیکن سیاق سے پہلا مفہوم راجح معلوم ہوتا ہے۔ ۷؎ یہ دوسری علت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ دونوں (لشکر اور تجارتی قافلہ) میں سے ایک پر تم کو ضرور فتح دونگا۔ تم نے بے سروسامان قافلہ پر حملہ کرنا پسند کیا مگر اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ تمہیں اس قلت عدد اور بے سروسامانی کے ساتھ مشرکین کے مضبوط لشکر سے لڑا کر دین حق کو بلند اور باطل کو سرنگوں کرے اور مشرکین کی جڑ ہی کاٹ ڈالے۔ ۸؎ یہ تیسری علت ہے جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ اب مشرک فوج سے مقابلہ ناگزیر ہوگیا ہے تو اب اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر امداد و نصرت کے لئے دعائیں کرنے لگے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتہائی تضرع اور زاری سے دعا کی۔ آپ قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر عرض کی، بارے خدایا اپنا وعدۂ فتح ونصرت پورا فرما۔ الٰہ! اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین پر تیری خالص عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا آپ نے اس قدر طویل دعا مانگی کہ آپ کی چادر کندھوں سے گر پڑی حضرت ابوبکر چادر آپ کے کندھوں پر ڈالتے اور کہتے یا رسول اللہ دعا کافی ہوگئی۔ اللہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ (قرطبی وغیرہ) ۹؎ یعنی اللہ نے تمہاری دعا قبول کرلی اور اسباب کے طور پر تمہاری مدد کے لئے فرشتوں کی فوج نازل کردی۔ اَنِّيْ سے پہلے حرف جار مقدر ہے ای بانی (روح) یا اس سے پہلے اخبرکم فعل محذوف ہے۔ یہاں ایک ہزار فرشتوں کے نزول کا ذکر ہے۔ چونکہ مشرکین کی تعداد ایک ہزار تھی اس لئے ایک ہزار فرشتوں کا آنا بھی حتمی طور پر بیان کیا گیا۔ اس کی مزید تحقیق سورۂ آل عمران کی تفسیر میں ص۲۳۶ پر حاشیہ (۱۹۱ و ۱۹۲) میں ملاحظہ فرمائیں

لِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ

تا کہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ ع اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ

بیشک اللہ زور آور اور حکمت والا ہے جس وقت کہ ڈالدی اللہ نے تم پر اونگھ

ع ۱ ۱۵

اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً

اپنی طرف سے تسکین کے واسطے اور اتارا تم پر آسمان سے پانی

لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ

کہ اس سے تم کو پاک کردے اور دور کردے تم سے شیطان کی نجاست

وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ ؕ

اور مضبوط کردے تمہارے دلوں کو اور جما دے اس سے تمہارے قدم ف ۱ ف ۲

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ

جب حکم بھیجا تیرے ۱۳؎ رب نے فرشتوں کو کہ میں ساتھ ہوں تمہارے

فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

سو تم دل ثابت رکھو مسلمانوں کے میں ڈال دوں گا دل میں

كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا

کافروں کے دہشت سو مارو گردنوں پر اور کاٹو

مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ

ان کی پور پور ۱۱؎ ف ۳ یہ اس واسطے ہے کہ وہ ۱۲؎ مخالف ہوئے اللہ کے اور

رَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ

اس کے رسول کے اور جو کوئی مخالف ہوا اللہ کا اور اس کے رسول کا تو بیشک اللہ کا

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ

عذاب سخت ہے یہ تو تم چکھ لو اور جان رکھو کہ کافروں کیلئے ہے

موضح قرآن ف ۱ جب دو لشکر مقابل ہوئے رات کو مسلمانوں کو حاجت غسل ہوگئی اور پانی پینے کا بھی نہ تھا اور زمین ریت تھی جہاں پاؤں نہ ٹھہریں صبح کو لڑائی درپیش تھی۔ یہ چیزیں دیکھ کر مسلمان ڈرے کہ آثار شکست کے ہیں۔ اسوقت باران کامل برسا کہ پانی غسل اور پیاس کو کافی ہوا اور زمین جم گئی اور ایک اونگھ آپڑی اس سے چونکے تو دل کا خوف جاتا رہا ف ۲ کافرونکے دل قابل نہیں فرشتوں کے الہام کے سو رعب ڈالنا اپنی طرف لیا اور مسلمانونکے دل ثابت کرنیکو حکم فرمایا اور اس جنگ میں فرشتے ہاتھوں سے بھی لڑے ہیں ۱۲ منہ رحمہ۔

فتح الرحمٰن ف ۱ درین آیت تعریض است بآن قصہ کہ روز بدر مسلمانان تشنہ بودند و محدث و آب ندا شتند و ازین جہت وسوسۂ شیطان بخاطرایشان راہ میساخت خدا یتعالیٰ باران فرستاد و بیگی را بر چشم

مُرْدِفِیْنَ یعنی فرشتے جن کے پیچھے ایک دوسری جماعت آرہی ہو۔ فرشتگان کہ از پس خود جماعت دیگر آورند (فتح الرحمن) سنلہ فرشتوں کا اتارنا محض فتح وظفر کی خوشخبری اور ظاہری سبب سازی کے طور پر تھا تاکہ مسلمانوں کے دل مطمئن رہیں اور دشمن کی کثرت اور اس کے سامان جنگ کی وجہ سے ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آنے پائے۔ باقی رہی فتح ونصرت تو وہ اللہ کے ہاتھ میں اور اسی کی طرف سے ہے۔ فرشتوں اور دیگر اسباب پر منحصر نہیں کامیاب وہی ہوتا ہے جس کی اللہ مدد کرے خواہ وہ ظاہری اسباب میں پست ہی کیوں نہ ہو۔ المعنی لا تحسبوا النصر من الملائکۃ علیہم السلام فان الناصر ھو اللہ تعالیٰ لکم وللملائکۃ وعلیہ فلا دخل للملائکۃ فی النصر اصلاً (روح ج ۹ ص ۱۷۷)

عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ

عذاب دوزخ کا۔ اے ایمان والو ۱۵ جب بھڑو تم

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾

کافروں سے میدان جنگ میں تو مت پھیرو ان سے پیٹھ وا

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ

اور جو کوئی ان ۱۶ سے پھیرے پیٹھ اس دن مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا

اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ

یا جا ملتا ہو فوج میں سو وہ پھرا اللہ کا غضب لے کر

وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ

اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا بُرا ٹھکانا ہے سو تم نے ان کو نہیں مارا ۱۷

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ

لیکن اللہ نے ان کو مارا اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک ۱۸ و۲ کی جس وقت کہ پھینکی تھی

لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاۗءً

لیکن اللہ نے پھینکی اور تاکہ کرے ایمان والوں پر ۱۹ اپنی طرف سے خوب

حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ

احسان بیشک اللہ ہے سننے والا جاننے والا ف۳ ف۳ یہ تو ہو چکا ۲۰ اور جان رکھو کہ اللہ

مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ

سست کر دے گا تدبیر کافروں کی اگر تم چاہتے ہو فیصلہ ۲۱ تو

جَاۗءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ

پہنچ چکا تمہارے پاس فیصلہ اور اگر باز آؤ تو تمہارے لئے بہتر ہے

وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ

اور اگر پھر یہی کرو گے تو ہم بھی پھر یہی کریں گے ف۳ اور کچھ کام نہ آئے گا تمہارے تمہارا جتھا

۱۵ یہ پانچوں علتوں پر متفرع ہے یعنی ان علتوں سے ثابت ہو گیا کہ مشرکین کو تم نے نہیں مارا بلکہ اللہ نے قتل کیا ہے۔ ۱۸ اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں نہیں ہوتا ... فی نفسہ ... انک انت الاعلیٰ

ذٰلکم فذوقوا ... واعلموا ان اللہ ...

۱۱ یہ چوتھی علت ہے۔ امنۃً مفعول لہ ہے اور منہ کی ضمیر مجرور اللہ کی طرف راجع ہے میدان بدر میں کئی ایک ظاہری اسباب کی وجہ سے مسلمان کچھ پریشان سے تھے مشرکین تعداد میں زیادہ تھے اور ہر قسم کے ضروری سامان جنگ سے لیس تھے اور میدان میں صرف ایک ہی جگہ پانی تھا اس پر بھی دشمن ہی کا قبضہ تھا۔ جس جگہ دشمن نے پڑاؤ ڈالا تھا وہاں ریت نہیں تھی بلکہ مٹی تھی لیکن جہاں مسلمانوں کا لشکر ٹھہرا وہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا اور ہر طرف ریت ہی ریت تھی جس کی وجہ سے ان کے لئے چلنا پھرنا دشوار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی مہربانی سے بارش برسادی جس کی وجہ سے مشرکین کے پڑاؤ کی جگہ میں ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ ہو گیا۔ اور پھسلن کی وجہ سے ان کا چلنا پھرنا دشوار ہو گیا اور وہ ایک نئی مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ دوسری طرف مسلمانوں کے پڑاؤ میں ریت بیٹھ گئی گرد وغبار سے نجات ملی اور پینے اور وضو کے لئے پانی گڑھوں میں جمع ہو گیا اسی دوران میں اللہ نے مسلمانوں پر نیند کی سی حالت طاری فرمادی جب آنکھ کھلی تو سارا خوف و ہراس جاتا رہا اور دلوں میں اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ ۱۲ یہ پانچویں علت ہے اِنِّی سے پہلے قولوا محذوف ہے معکم میں کم ضمیر سے مؤمنین مراد ہیں نہ کہ فرشتے تاکہ یہ اعتراض لازم نہ آئے کہ کیا فرشتے بھی ڈرتے تھے۔ ابلیس انسانی شکل میں نمودار ہو کر مشرکین کی حوصلہ افزائی اور مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کر رہا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو انسانی شکلوں میں مسلمانوں کی تائید وحمایت کے لئے بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ جاؤ مسلمانوں کی تائید کرو اور ان سے کہو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا حامی وناصر ہوں میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ اور وہ خوف ورعب سے ہراساں ہو کر راہ فرار اختیار کریں گے یا معکم کی ضمیر سے فرشتے مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی تائید میں میں تمہارا امدادگار اور ناصر ہوں اور یہ مطلب نہیں کہ میں تمہارا خوف دور کروں گا کیونکہ فرشتے کافروں سے ہرگز نہیں ڈرتے۔ ای معینکم علی تثبیت المؤمنین ولا یمکن حملہ علی ازالۃ الخوف ... لان الملائکۃ لا یخافون من الکفرۃ اصلاً (روح ج ۹ ص ۱۷۷) ۱۳ کُلَّ بَنَانٍ - بنان، بَنَانَۃ کی جمع ہے۔ یعنی ہاتھوں کی انگلیاں، انگلیوں کی تخصیص

موضح قرآن ف۱ یعنی جب میدان میں مقابلہ ہو تو بھاگنا اشد گناہ ہے اور جو دوڑ ہو یا غارت تو بھاگنا ہنر ہے ۱۲ منہ رح ف۲ جب لڑائی کی سختی ہوئی تب حضرت نے ایک مٹھی کنکریاں اس لشکر کی طرف پھینکیں اللہ کی قدرت سے ہر کسی کی آنکھ میں خاک پہنچی اسکے بعد شکست کھائی یہ فرمایا کہ مسلمان سمجھیں کہ فتح ہماری قوت سے نہیں سب اللہ کی مدد سے ہے تو کسی بات میں اپنا دخل نہ کریں ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مشت خاک را ۱۲ ف۲ تعریض است بآن قصہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روز بدر یک مشت سنگریزہ بسوی کفار انداخت پس ہیچ کس ازیشان نبود کہ چیزی از ان بچشمش داخل نشد و استقلال تازہ بخاطر مسلمانان ظاہر شد و این تائید غیبی بود ۱۲ ف۳ یعنی بجزا دادن ۱۲

اس لئے کی گئی کہ ہتھیار انگلیوں ہی سے تھامے جاتے ہیں یا یہ تمام بدن سے کنایہ ہے۔ لاجل انهم بها يتقاتلون ويدافعون والظاهر انها حقيقة في ذلك وبعضهم يقول انها مجاز فيه من تسمية الكل باسم الجزء (روح ص۱۷۵) ۱۴ مذکورہ امور کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی مشرکین کو مارنے اور ان کو قتل کرنے کا حکم اس لئے دیا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت پر کمربستہ ہو چکے تھے ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ اس سے پہلے قُوْلُوْا محذوف ہے اور اَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ سے پہلے وَاعْلَمُوا مقدر ہے۔ یعنی ہم نے کہا تھا کہ اب یہ عذاب چکھو اور یہ بھی جان لو کہ آخرت میں تم جیسے کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب بھی تیار ہے۔

شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩﴾

اگرچہ بہت ہوں اور جان لو کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے ف۱

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا

اے ایمان والو ۱۸ حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور

تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا

اس سے مت پھرو سن کر اور ان جیسے مت ہو

كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢١﴾

جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں ف۲ ف۳

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ

بیشک سب جانداروں ۱۹ میں بدتر اللہ کے نزدیک وہی بہرے گونگے ہیں

الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا

جو نہیں سمجھتے ف۳ اور اگر اللہ جانتا ۲۰ ان میں کچھ بھلائی

لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ

تو ان کو سنا دیتا ف۴ اور اگر ان کو اب سنا دے تو ضرور بھاگیں منہ

مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا

پھیر کر ف۵ اے ایمان والو ۲۱ حکم مانو

لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا

اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے اور

اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ

جان لو کہ اللہ روک لیتا ہے آدمی سے اس کے دل کو ف۶ اور یہ کہ اسی کے پاس

تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ

تم جمع ہوگے ف۷ اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہیں پڑے گا تم میں سے

مضمون ثانی

(قوانین جہاد)

۱۵ یہاں سے قوانین جہاد کا بیان شروع ہوا، یہ پہلا قانون جہاد ہے زَحْفًا بمعنی اسم فاعل كَفَرُوْا کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ یعنی جب میدان جنگ میں کافروں کے لشکر سے مڈبھیڑ ہو جائے اور وہ متحد ہو کر انبوہ در انبوہ مقابلہ میں آیا ہو تو پیٹھ پھیر کر مت بھاگو بلکہ جوانمردی اور ثابت قدمی سے اس کا مقابلہ کرو۔ ۱۶ یہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے والوں کے لئے تخویف اخروی ہے۔ جو شخص سخت جنگ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگا اس نے اللہ کا غضب مول لیا اور اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔ پسپائی کی کئی صورتیں مستثنیٰ فرما دیں یعنی اگر میدان جنگ سے پسپائی کسی جنگی مصلحت کی بنا پر ہو تو یہ جرم نہیں مثلاً پیچھے ہٹ کر کسی دوسری جانب سے دشمن پر حملہ کرنا زیادہ مفید ہو یا پیچھے ہٹ کر مجاہدین کی ایک دوسری جماعت سے مل کر دشمن پر حملہ بولنے کا ارادہ ہو تو یہ اور اسی قسم کی دوسری صورتیں جن میں پسپائی جنگ سے جان بچا کر بھاگنے کی نیت سے نہیں بلکہ کسی جنگی تدبیر کے تحت ہو تو وہ اس وعید سے خارج ہیں۔ ۱۷ یہ ثمرہ ہے جو گذشتہ پانچ علتوں پر متفرع ہے۔ یعنی دعوے کی مذکورہ پانچ علتوں سے معلوم ہوا کہ جنگ بدر میں مشرکین کے قتل اور ان کی ذلت آمیز شکست کا سامان اللہ تعالیٰ ہی نے غیب سے فرما دیا تھا۔ اس لئے کہ تم لوگ یہ نہ سمجھ بیٹھو کہ یہ تمہارا کمال ہے اور تم نے ان کو مارا ہے نہیں! نہیں!! بلکہ اللہ نے ان کو مارا اور برباد کیا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ مشرکین کا قتل اگرچہ بظاہر مسلمانوں کے ہاتھوں واقع ہوا لیکن اس کے اسباب اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائے اس نے مسلمانوں کو

موضح قرآن ف۱ مکے کی سورتوں میں ہر جگہ کافروں کا کلام نقل فرمایا کہ ہر گھڑی کہتے ہیں متی ہذا الفتح یعنی کب ہوگا یہ فیصلہ سو اب جواب فرمایا کہ یہ فیصلہ آ پہنچا اور اگر باز آؤ یعنی کفر سے اور اگر پھر کرو گے یعنی لڑائی تو ہم پھر کریں گے یعنی مدد ۱۲ منہ رح ف۲ یعنی جیسے یہود نے حکم توریت زور آوری سے قبول کیا اور دل سے نا قبول رکھا۔ ویسے منافق زبان سے حکم بردار ہیں اور دل سے نہیں ۱۲ منہ رح ف۳ یعنی جانوروں سے بھی بدتر ہیں وہ آدمی کہ دین حق کو نہ سمجھیں ۱۲ منہ رح ف۴ یعنی اللہ نے ان کے دل میں ہدایت کی لیاقت نہیں رکھی جس میں لیاقت رکھی ہے انہیں کو ہدایت دیتا ہے اور غیر لیاقت والے جو سنتے ہیں تو انکار کرتے ہیں ۱۲ منہ رح ف۵ یعنی حکم بجالانے میں دیر نہ کرو شاید اس وقت دل ایسا نہ رہے۔ دل اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ اول کسی کے دل کو روکتا نہیں اور مہر نہیں کرتا جب بندہ کاہلی کرے تو اسکی جزا میں روک دیتا ہے یا ضد کرے حق پرستی نہ کرے تو مہر کر دیتا ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

فتح الرحمٰن ف۱ تعریض است بآں قصہ کہ ابوجہل روز غزوہ بدر دعا کرد کہ بار خدایا ہر کہ از میان این ہر دو گروہ قاطع رحم است و دین باطل پیش گرفتہ است او را ہلاک کن و بحقیقت متصف باین صفات ابوجہل و قوم او بودند ۱۲ ف۲ یعنی مانند اہل کتاب کہ توریت خواندند و بزبان معترف شدند و بر آن عمل نکردند ۱۲ ف۳ یعنی لیکن ندانست ۱۲ ف۴ یعنی عزیمت او فسخ میکند ۱۲

ان پر مسلط کیا اور ان کے دلوں کو مسلمانوں کی ہیبت و شجاعت سے مرعوب کر دیا۔ امام مجاہد فرماتے ہیں بدر کے دن فتح کے بعد مجاہدین میں سے کسی نے کہا فلاں کو میں نے قتل کیا اور کسی دوسرے نے کہا فلاں کافر کو میں نے مارا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری کیا ہستی تھی یہ فتح عظیم تو محض میری توفیق اور اعانت سے حاصل ہوئی ہے۔ یعنی ان ھٰذہ الکسرۃ الکبیرۃ لم تحصل منکم وانما حصلت بمعونۃ اللہ ۔ ۔ ۔ ان قتل الکفار انما تیسر بمعونۃ اللہ ونصرہ وتائیدہ (کبیر ج ۴ ص ۵۲۷) **۱۸ے** میدان بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الٰہی سے مٹھی بھر کنکریاں مشرکین کے لشکر کی طرف پھینکیں اللہ تعالیٰ نے کمال قدرت سے ہر مشرک کی آنکھوں میں مٹی کے ذرات پہنچا دئے۔ اس سے مشرک فوج میں کھلبلی مچ گئی اور وہ شکست کھا کر بھاگ نکلی یہ ایک معجزہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ معجزہ پیغمبر کے قبضہ اور اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہوتا ہے جسے وہ اپنے پیغمبروں کے ہاتھوں پر ظاہر فرماتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا۔ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی (طٰہٰ ع ۳) اگر معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قبضہ و اختیار میں ہوتا تو انہیں ڈرنے کی کیا ضرورت تھی۔ **۱۹ے** واؤ عاطفہ ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے۔ ای لیمحق الکفرین ولیبلی المؤمنین الخ ابلاء یہاں بمعنی اعطاء ہے بَلَآءً حَسَنًا یعنی عطاءِ جمیل جو بلا مشقت حاصل ہو جائے۔ ای لیعطیھم سبحانہ من عندہ اعطاءً جمیلا غیر مشوب بالشدائد و المکارہ (روح ج ۹ ص ۱۸۷ ابو السعود ج ۴ ص ۵۲۶) یا بلاءً حسنًا سے انعامات جلیلہ و احسانات عظیمہ مراد ہیں۔ مثلاً مال غنیمت فتح و نصرت اور اجر و ثواب ای ینعم علیہم نعمۃ عظیمۃ بالنصرۃ والغنیمۃ والاجر والثواب (کبیر ج ۴ ص ۵۲۹، خازن ج ۳ ص ۱۵)۔ **۲۰ے** ذٰلِكُمْ سے پہلے قُلْنَا اور اس کے بعد فَذُوْقُوْہُ مقدر ہے اور اَنَّ سے پہلے اعلموا بقرینۃ ذٰلکم فذوقوہ وان للکفرین الخ یعنی ہم نے کہا اب یہ عذاب چکھو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے مکر و فریب کو بیکار کرنے والا ہے۔ **۲۱ے** خطاب مشرکین سے ہے اور استفتاح کے معنی طلب فیصلہ کے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (اعراف ع ۱۱) مشرکین مکہ ہجرت سے پہلے حضور علیہ السلام سے کہا کرتے تھے مَتٰی هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (سجدہ ع ۳) یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان صادق و کاذب اور محق و مبطل کا فیصلہ کب ہوگا۔ فرمایا لو ہم نے فیصلہ کر دیا جسے تم نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ہم نے بے سر و سامان اور مٹھی بھر مسلمانوں کے ہاتھوں تمہارے

ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
خاص ظالموں ہی پر وا اور جان لو کہ اللہ کا
شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ
عذاب سخت ہے وتے اور یاد کرو جس وقت ۲۵ تم تھوڑے تھے
مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ یَّتَخَطَّفَكُمُ
مغلوب پڑے ہوئے ملک میں ڈرتے تھے کہ اچک لیں تم کو
النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَیَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ
لوگ پھر اس نے تم کو ٹھکانا دیا اور قوت دی تم کو اپنی مدد سے اور روزی دی تم کو
مِّنَ الطَّیِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ یٰٓاَیُّهَا
ستھری چیزیں تاکہ تم شکر کرو وتے اے
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا
ایمان والو وتے خیانت نہ کرو اللہ سے اور رسول سے اور خیانت نہ کرو
اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ
آپس کی امانتوں میں جان کر اور جان لو کہ بیشک وتے تمہارے مال
وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾
اور اولاد خرابی میں ڈالنے والے ہیں اور یہ کہ اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے وتے
یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ
اے ایمان والو وسلہ اگر تم ڈرتے رہو گے اللہ سے تو کر دے گا تم میں
فُرْقَانًا وَّیُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ
فیصلہ اور دور کر دے گا تم سے تمہارے گناہ اور تم کو بخش دے گا اور اللہ کا
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۹﴾ وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
فضل بڑا ہے وتے اور جب فریب کرتے تھے ۳۲ کافر کہ تجھ کو

ع ۳ / ۱۷

موضح قرآن **ف۱** یعنی حکم میں کاہلی کرنے سے ایک تو دل ہٹتا ہے دم بدم اور وہ کام زیادہ مشکل پڑتا ہے۔ دوسرے نیکوں کی کاہلی سے گنہگار بالکل چھوڑ دیں گے تو رسم بد پھیلے گی۔ اس کا وبال سب پر پڑے گا۔ جیسے جنگ میں دیر سستی کریں تو نامرد بھاگ ہی جاویں۔ پھر شکست پڑے تو دلیر بھی نہ تھام سکیں ۱۲ منہ رح **ف۲** ستھری چیزیں یعنی مال غنیمت ۱۲ منہ رح **ف۳** چوری اللہ رسول کی یہ بھی ہے کہ چھپ کر کافروں سے ملیں اپنے مال اور اولاد کے بچاؤ کو جیسے مہاجرین کہ ان میں اکثروں کے گھر مکے میں تھے اور یہ بھی ہے کہ مال غنیمت چھپا رکھیں سردار پاس ظاہر نہ کریں۔ **ف۴** شاید فتح بدر میں مسلمانوں کے دل میں آیا ہو کہ یہ فتح اتفاقی ہے حضرت سے مخفی کافروں پر احسان کرے کہ ہمارے گھر بار کو نہ ستاویں سو پہلی آیت میں چوری کو منع فرمایا اور دوسری آیت میں تسلی دی کہ آگے فیصلہ ہو جاوے گا۔ تمہارا گھر بار کافروں میں گرفتار نہ رہے گا۔

فتح الرحمٰن **ف۱** یعنی بلکہ عام بود شامت او واللہ اعلم ۱۲ **ف۲** مترجم گوید و آں فتنہ ظہور بدعت است یا ترک نہی منکر واللہ اعلم ۱۲۔

سامان جنگ سے لیس عظیم لشکر کو کس طرح پٹوا دیا۔ ان کے ہاتھوں تمہیں ذلت آمیز شکست دی اور رعب سے تمہاری طاقت وقوت کا خاتمہ کر دیا۔ اب اگر تم پیغمبر علیہ السلام کی مخالفت اور کفر و شرک سے باز آجاؤ تو اسی میں تمہاری دنیوی اور اخروی بہتری ہے۔ لیکن اگر تم باز نہ آئے اور پیغمبر علیہ السلام سے برسرپیکار ہوگئے تو ہم پھر تمہارا یہی حشر کریں گے اور تمہارا جتھا اور تمہاری فوج کثرت عدد اور سامان حرب کے باوجود تمہارے کچھ کام نہ آسکے گی وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ واؤ کے بعد اِعْلَمُوْا مقدر ہے اور یہ یقین رکھو کہ اللہ کی مدد اور نصرت تو ایمان والوں ہی کے ساتھ ہوگی۔ کیونکہ اللہ کی سنتِ جاریہ یہی ہے۔ وان سنۃ اللہ تعالیٰ جاریۃ فی نصر المؤمنین وخذلان الکافرین (روح ج ۹ ص۱۸۵) ۲۲ دوسرا قانون جنگ برائے مؤمنین۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان کے حکم سے سرتابی نہ کرو وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ الخ یہ زجر ہے۔ یعنی ان کفار اور منافقین کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا مگر سننے پر عمل نہ کیا اور اس طرح اللہ کے قہر و غضب کے مستحق ہوگئے۔ تم ان کا وطیرہ اختیار کر کے میرے قہر و غضب کے مستحق نہ بنو ۲۳ مذکورہ بالا معاندین کے دلوں، کانوں اور زبانوں پر مہر جباریت کی تمثیل ہے۔ یعنی زمین پر چلنے والی مخلوق میں اللہ کے نزدیک سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو حق بات نہیں سنتے اور منہ سے حق بات نہیں نکالتے اور دل سے حق سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ایسے لوگ اللہ کی ساری مخلوق سے بدتر ہیں۔ ۲۴ کچھ بھلائی اور اللہ کی طرف قدرے انابت لَاَسْمَعَهُمْ ان کو حق بات سنا دیتا اور انہیں قبول کرنے کی توفیق دے دیتا۔ یعنی اگر ان کے دلوں میں انابت اور طلب حق کا جذبہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کو قبول حق کی توفیق دے دیتا۔ لیکن وہ انابت اور قبول حق کی صلاحیت سے محروم ہیں۔ اس لئے اگر وہ حق بات سن کر اس کو سمجھ بھی لیں تب بھی وہ اس سے اعراض کر کے چلتے بنیں گے۔ کیونکہ ان کی قوائے مدرکہ پر مہر جباریت ثبت ہو چکی ہے۔ لعنادھم وجحودھم الحق بعد ظھورہ (معالم وخازن ج ۳ ص۷ وص۱۸) ۲۵ تیسرا قانون جنگ لما میں لام بمعنی اِلیٰ ہے اور یہ دعاکم کے متعلق ہے۔ مَا يُحْيِيْكُمْ سے جہاد مراد ہے کیونکہ جہاد دنیا اور آخرت کی پاکیزہ اور پرسکون زندگی کا باعث ہے دنیا میں ترک جہاد سے مسلمان کافروں سے مغلوب ہو کر مقتول ہو جائیں گے۔ لیکن جہاد کی صورت میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو غلبہ عطا کرے گا اور دنیا میں اپنی تہذیب و ثقافت اور شان و شوکت کے ساتھ زندہ رہیں گے۔ لانہم لو رفضوھا (مجاھدۃ الکفار) لغلبوھم وقتلوھم کما فی قولہ تعالیٰ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ (ابو السعود ج ۴ ص۵۳) یا لام اپنے اصل پر ہے اور استجیبوا کے متعلق ہے اور ما یحییکم سے قرآن مجید کے تمام اوامر و نواہی مراد ہیں۔ کیونکہ ان پر عمل کرنا حیاتِ ابدیہ اور انعاماتِ سرمدیہ کا موجب ہے، وقال مجاھد والجمھور المعنی استجیبوا للطاعۃ وما تضمنہ القراٰن من اوامر ونواھی ففیہ الحیوٰۃ الابدیۃ والنعمۃ السرمدیۃ (قرطبی ج ۷ ص۳۸۹) یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور ان کے احکام بجا لاؤ۔ کیونکہ اس سے حیات ابدی و دائمی حاصل ہوگی۔ ۲۶ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو اپنی زندگی کا شعار بنا لو گے تو اللہ تعالیٰ اپنی توفیق و تائید سے تمہارے ایمان کی حفاظت فرمائے گا اور تمہیں اس پر استقامت عطا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے بندہ اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جانے سے یہی مراد ہے وَ اَنَّهٗ یہ اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ پر معطوف ہے اور اِعْلَمُوْا کے تحت داخل ہے۔ ۲۷ زجر مع تخویف اور ایسے گناہ اور فتنہ سے بچو جس کے برے اثرات نہ صرف اس کے بلاواسطہ مرتکب تک محدود رہیں بلکہ قوم کے دوسرے افراد بھی ان کی لپیٹ میں آجائیں مثلاً جہاد میں سستی اور کمزوری دکھانا اس کا خمیازہ نہ صرف مجاہدین کو بلکہ پوری قوم کو بھگتنا پڑتا ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مداہنت جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بدعات و منکرات عام ہو جائیں اور پورا معاشرہ تباہ ہو کر رہ جائے گا۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد   بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

۲۸ یہ تذکیر نعمت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب کر کے اپنے انعامات یاد دلائے ہیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا اور ان کی نافرمانی سے اجتناب کا حکم دیا گیا۔ اب یہاں انعامات یاد دلا کر اسی حکم کی تاکید کی گئی۔ اعلم انہ تعالیٰ لما امرھم بطاعۃ اللہ وطاعۃ الرسول ثم امرھم باتقاء المعصیۃ اکد ذلک التکلیف بھذہ الاٰیۃ الخ (کبیر ج ۴ ص۵۳۵) وہ وقت یاد کرو جب تم معدودے چند تھے اور ارض مکہ میں کافروں کے ہاتھوں بے بس، کمزور اور ناتواں تھے تمہیں ہر وقت یہ اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں مشرکین تمہاری تکہ بوٹی نہ کر ڈالیں تو ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ میں تمہیں پناہ دی اور مشرکین کے مقابلے میں تمہاری مدد کر کے ان کو تمہارے ہاتھوں مغلوب و مقہور کیا اور ڈھیروں مال غنیمت کے ذریعے تمہاری مالی ساکھ مضبوط کی تاکہ تم اس کے انعامات کا شکر ادا کرو۔ ۲۹ چوتھا قانون جنگ۔ تَخُوْنُوْا اَمٰنٰتِكُمْ۔ تخونوا اللہ پر معطوف ہے ای ولا تخونوا اماناتکم اللہ اور اس کے رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ اللہ کی خیانت یہ ہے کہ اس کے فرائض و احکام کو معطل کر دیا جائے اور ان کی تعمیل نہ کی جائے اور رسول کی خیانت یہ ہے کہ آپ کی سنت اور آپ کے طریق کا اتباع نہ کیا جائے (لا تخونوا اللہ) بان تعطلوا فرائضہ (والرسول) بان لا تستنوا بہ (وتخونوا اماناتکم) فیما بینکم بان لا تحفظوھا (مدارک ج ۲ ص۷۰) وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور تم خوب جانتے ہو کہ خیانت بہت بڑا گناہ ہے اور حفظ امانت بہت بڑا کار خیر ہے۔ ۳۰ یعنی یہ انفال وغنائم جن میں تم نزاع و اختلاف کر رہے ہو وہ تمہارے لئے فتنہ اور آزمائش ہیں وَ اَنَّ اللّٰهَ الخ یہ اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ پر معطوف ہے۔ ۳۱ پانچواں قانون جہاد فُرْقَانًا سے فتح و نصرت مراد ہے۔ یعنی اگر تم اللہ سے ڈرو گے اور اس کے احکام کی اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فتح و نصرت عطا کرے گا۔ تمہیں عزت دے کر اور مشرکین کو ذلیل و رسوا کر کے حق و باطل کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔ اور تمہارے تمام گناہ معاف کر کے تمہیں اپنی بخشش و رحمت اور فضل سے نوازے گا۔ نصرًا یفرق بین الحق والمبطل باعزاز المؤمنین واذلال الکفرین کما قال الفراء (روح ج ۹ ص۱۹۶)

۳۲ھ یہ اَلْاَنْفَالُ لِلّٰہِ الخ کی چھٹی علت ہے ۔ مشرکین مکہ کے منتخب سرداروں نے ایک دفعہ حضور علیہ السلام کے بارے میں مل کر میٹنگ کی جس کا مقصد یہ تھا کہ آپ کے اثر اور آپ کے دین کو کس طرح ختم کیا جائے ۔ چنانچہ اس مجلس میں کئی رائیں پیش ہوئیں کسی نے کہا آپ کو قید کر دیا جائے کسی نے مشورہ دیا کہ آپ کو جلاوطن کر دیا جائے آخر میں ابوجہل نے آپ کو شہید کر دینے کا مشورہ دیا۔ ابلیس جو عرب کے ایک تجربہ کار اور دانا شیخ نجدی کے روپ میں اس مجلس میں موجود تھا اس نے اس رائے کی بہت تعریف کی اور آخر کار بحث و تمحیص اور سوچ بچار کے بعد سب نے ابوجہل کے مشورے کی توثیق کر دی ۔ اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے ۔ یعنی مشرکین تو آپ کے بارے میں یہ منصوبے بنا رہے تھے مگر اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے مکر و فریب سے بچانے کی تدبیریں کر رہا تھا ۔ چنانچہ جو رات انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کرنے کے لئے مقرر کی تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے پہلے ہی اس کی اطلاع دے دی تھی جب مشرکین نے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اس وقت آپ نے اپنی جگہ حضرت علی کو سو جانے کا حکم دیا اور فرمایا بے فکر رہنا تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گی اور خود باہر تشریف لائے اور اللہ کے حکم کے مطابق مشرکین پر مٹھی بھر مٹی پھینک دی اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی آنکھیں بند کر دیں اور آپ سب کے درمیان میں سے گذر گئے اور کسی نے بھی آپ کو نہ دیکھا۔ آپ وہاں سے نکلے اور حضرت ابوبکر صدیق کو ساتھ لے کر مدینہ روانہ ہو گئے ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا منصوبہ ناکام کر دیا۔ لِیُثْبِتُوْکَ ای لیحبسوک و یربطوک بالوثوق ۔ یعنی آپ کو زنجیر ڈال کر باندھ دیں ۔ **۳۳ھ** یہ شکوی ہے اور اس میں ان معاندین کے مستحق عذاب ہونے کا سبب بیان کیا گیا ہے ۔ جب ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتیں تو ان میں سے بعض مثلاً نضر بن حارث جیسے لوگ بول اٹھتے جی سن لی ہیں ہم نے یہ آیتیں ۔ ان میں پہلے لوگوں کے قصے ہی تو مذکور ہیں اور ایسے قصے تو ہم بھی بیان کر سکتے ہیں ۔ نضر بن حارث کی فارس اور حیرہ میں آمد و رفت تھی اور وہ وہاں کے لوگوں سے عجمیوں کے قصے کہانیاں سنتا رہتا تھا ۔ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام اور دیگر گذشتہ اقوام کے قصے عبرت اور موعظت کی غرض سے ذکر کئے گئے ہیں اس ظالم اور کم فہم نے قرآن مجید کو محض قصوں اور کہانیوں ہی کی کتاب سمجھ لیا ۔ **۳۴ھ** یہ ساتویں علت ہے ۔ نضر بن حارث، ابوجہل اور دیگر صنادید قریش نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ اگر یہ اسلام اور قرآن جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر آئے سچا ہے اور تیری طرف سے ہے ۔ تو ہمیں آسمان سے پتھر برسا کر یا کسی دوسرے المناک عذاب سے ہلاک کر دے ۔ چنانچہ مشرکین خود اپنے منہ سے عذاب کا مطالبہ کر کے مکہ سے نکلے تھے ۔ اس لئے اللہ نے بدر میں ان پر منہ مانگا عذاب نازل کر کے ان کو مغلوب اور تم کو غالب کیا ۔ اس لئے اب انفال کی تقسیم اللہ ہی کے حکم کے مطابق کرو ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ الخ یہ مشرکین پر عذاب نازل نہ کرنے کی وجہ ہے ۔ یعنی اللہ کی سنت مستمرہ یہ ہے کہ جب تک پیغمبر اور مومنین شہر میں موجود ہوں اس وقت تک ان پر عذاب نازل نہیں فرماتا۔ اس لئے فرمایا یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ آپ ان میں موجود ہوں اور ان پر عذاب آجائے ۔ کیونکہ اگر آپ کے ان میں موجود ہوتے ہوئے ان پر عذاب آجاتا تو وہ ظالم یہ نہ سمجھتے کہ عذاب ان کے شرک کی وجہ سے آیا ہے ۔ بلکہ آپ کی ذات کو اس کا سبب قرار دے کر کہتے کہ یہ عذاب تیری وجہ سے آیا ہے ۔ جیسا کہ قوم موسیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کے بارے میں کہا تھا ۔ اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قال ابن عباس لم یعذب اهل قریة حتی یخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم منها والمؤمنون ویلحقوا بحیث امروا ۔ (قرطبی ج ۷ ص ۳۹۹) **۳۵ھ** یہ عذاب نہ آنے کی دوسری وجہ ہے ۔ اور اس سے یا تو مشرکین کا استغفار مراد ہے ۔ کیونکہ وہ طواف کرتے وقت اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے تھے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار کے استغفار سے بھی عذاب الٰہی ٹل سکتا ہے (روح ج ۹ ص ۲۰۱) ۔ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں ۔ اس سے ان مومنین کا استغفار مراد ہے جو مکہ مکرمہ میں تھے ۔ اس کی تائید سورۂ فتح کی اس آیت سے ہوتی ہے ۔ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا امام رازی لکھتے ہیں وما کان اللہ معذب هؤلاء الکفار وفیهم مؤمنون یستغفرون (کبیر ج ۴ ص ۵۴۱) **۳۶ھ** مکہ معظمہ میں مشرکین پر عذاب نہ بھیجنے کی وجوہ بیان کرنے کے بعد فرمایا مگر یہ لوگ اپنے انکار و جحود اور ضد و عناد کی وجہ سے عذاب کے مستحق ضرور ہیں ۔ کیونکہ ان کے تمام اعمال و افعال خدا اور رسول کے احکام کے خلاف ہیں اور حد یہ ہے کہ وہ ایمان والوں، اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبرداروں کو مسجد حرام (بیت اللہ) سے روک رہے ہیں (جیسا کہ عام الحدیبیہ میں انہوں نے ایسا کیا) حالانکہ وہ بیت اللہ کے متولی نہیں تھے اور نہ وہ بیت اللہ کی تولیت کے لائق اور اس کے حقدار ہی ہیں ۔ کیونکہ وہ مشرک ہیں ۔ بیت اللہ کی تولیت کا حق صرف انہی لوگوں کو پہنچتا ہے جو اللہ کے اس گھر کو شرک کی نجاست سے پاک رکھیں اور وہ مسلمان ہی ہو سکتے ہیں ۔ ای وما کانوا مستحقین ولایة المسجد الحرام مع شرکهم ۔ ۔ ۔ ۔ (اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ) من الشرك الذین لا یعبدون فیه غیر اللہ تعالیٰ والمراد بهم المسلمون (روح ج ۹ ص ۲۰۲)

۳۷ ؎ یہ کفار مکہ کو عذاب دینے کی دوسری وجہ ہے۔ مُکَآءً سیٹی بجانا تَصْدِيَةً تالی بجانا۔ یعنی جو اصلی اور صحیح معنوں میں نمازی ہیں ان کو تو خدا کے گھر سے روکتے ہیں اور اپنا حال یہ ہے کہ ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اور اللہ کے ذکر کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے ہیں۔ چونکہ وہ عذاب کے مستحق ہو چکے تھے اور مکہ معظمہ میں ان پر عذاب نازل کرنے میں موانع تھے۔ اس لئے ہم نے ان کو مکہ سے نکالا اور میدان بدر میں ان کو المناک اور ذلت آمیز عذاب (قتل اور قید و بند) میں مبتلا کر دیا اور فرمایا یہ تمہارے کفر و تمرد اور عناد کی سزا ہے۔ اب اسے چکھو ای عذاب القتل والاسر یوم بدر (روح)

۳۸ ؎ تخویف اخروی ہے۔ يُنْفِقُوْنَ اِنَّ کی خبر ہے۔ کافر اپنا مال و دولت مسلمانوں کے خلاف جنگ و قتال میں خرچ کر رہے ہیں تاکہ ان کو اللہ کے دین سے روک سکیں۔ وہ اب خرچ کر رہے ہیں جیسا کہ جنگ بدر میں خرچ کیا اور آئندہ بھی خرچ کریں گے۔ مثلاً جنگ احد وغیرہ میں۔ مگر ہر بار انہیں اپنی دولت خرچ کرنے کے بعد حسرت اور افسوس ہی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ کیونکہ ہر میدان میں وہ اپنی تمام کوششوں کے باوجود مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب و مقہور ہوں گے۔ والمعنی ان الکفار یقصدون بنفقتهم الصد عن سبیل اللہ وغلبة المؤمنین فلا یقع الا عکس ما قصدوا وهو تندمهم وتحسرهم علی ذهاب اموالهم ثم غلبتهم والتمکن منهم اسرا وقتلا وغنما (بحر ج ۴ ص ۴۹۳)

لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ

کہ تجھ کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا

وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ

اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے ف ۱ اور جب کوئی پڑھے ۳۳ ان پر ہماری آیتیں تو کہیں

سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ

ہم سن چکے اگر ہم چاہیں تو ہم بھی کہہ لیں ایسا یہ تو کچھ بھی نہیں مگر احوال ہیں

الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۱ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ

اگلوں کے ف ۲ اور جب وہ کہنے لگے کہ ۳۴ یا اللہ اگر یہی دین حق ہے

مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ

تیری طرف سے تو ہم پر برسا دے پتھر آسمان سے یا

ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۲ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ

لا ہم پر کوئی عذاب دردناک ف ۳ اور اللہ ہرگز عذاب ۳۵ نہ کرتا ان پر جب تک تو

فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝۳۳

رہتا ان میں اور اللہ ہرگز نہ عذاب کرے گا ان پر جب تک وہ معافی مانگتے رہیں گے ف ۴

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ

اور ان میں کیا بات ۳۶ ہے ف ۵ کہ عذاب نہ کرے ان پر اللہ اور وہ روکتے ہیں مسجد

الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

حرام سے اور وہ اس کے اختیار والے نہیں اس کے اختیار والے تو وہی ہیں جو پرہیزگار ہیں

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۴ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ

لیکن ان میں اکثروں کو اس کی خبر نہیں ف ۶ اور ان کی نماز نہیں ۳۷ خانہ کعبہ

الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

کے پاس مگر سیٹیاں بجانی اور تالیاں سو چکھو عذاب بدلہ اپنے

موضح قرآن **ف ۱** بٹھا دیں یعنی قید کر رکھیں یہ فرمایا کہ جیسے اللہ نے پیغمبر کو بچا لیا ہو تو تمہارے گھر بار کو بچا رکھے ۱۲ منہ رح **ف ۲** یعنی ہمیشہ یہ کہتے تھے اب تو دیکھ لیا کہ یہ قصے نہ تھے وعدہ عذاب تم پر بھی آیا جیسے پہلوں پر آیا تھا ۱۲ منہ رح **ف ۳** ابوجہل جب مکے سے نکلنے لگا تو یہی دعا کی کہ کعبہ کے سامنے وہی پیش آئی ۱۲ منہ رح **ف ۴** یعنی مکے میں حضرت کے قدم سے عذاب الگ رہا تھا اب ان پر عذاب آیا اسی طرح جب تک گنہگار نادم رہے اور توبہ کرتے رہے تو پکڑا نہیں جاتا۔ اگرچہ بڑے سے بڑا گناہ ہو حضرت نے فرمایا کہ گناہگاروں کو دو چیز پناہ ہیں ایک پیغمبر کا وجود اور دوسرے استغفار ۱۲ منہ رح **ف ۵** قریش آپ کو اولاد ابراہیم سمجھ کر کعبہ کے مختار ٹھہراتے تھے اور مسلمانوں کو آنے نہ دیتے سو فرمایا کہ اولاد ابراہیم میں جو پرہیزگار ہو اسی کا حق ہے اور بے انصافوں کا حق نہیں کہ جس سے آپ ناخوش ہوئے نہ آنے دیا۔

فتح الرحمن **ف ۱** تعریض است بآن قصہ کہ کفار در مکہ جمع شدہ این رائے میزدند ۱۲ **ف ۲** یعنی سنت اللہ آنست کہ تا پیغامبر در میان قوم باشد عذاب عام نمیکند و ہمچنین تا آنکہ ایشان استغفار میکنند عذاب نمی آید ۱۲ **ف ۳** یعنی بعد ہجرت حضرت سید البشر از میان ایشان ۱۲ **ف ۴** یعنی اصل استحقاق عذاب دارند لیکن بودن پیغامبر در میان ایشان مانع بود و الحال مانع برخاست ۱۲ ۔

۳۹ؑ دنیا میں مال و دولت بھی برباد ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھوں ذلت و رسوائی بھی اٹھائی اور آخرت میں ان کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ لِيَمِيزَ اللّٰهُ الخ یہ یا تو يُحْشَرُونَ کے متعلق ہے اور خبیث سے مراد کفار ہیں اور طیب سے مؤمنین یعنی قیامت کے دن کفار دوزخ میں گرتے جائیں گے یا یہ يُغْلَبُونَ سے متعلق ہے۔ اس صورت میں خبیث سے منافقین مراد ہوں گے۔ یعنی جہاد میں کفار مغلوب ہوں گے اور مؤمن اور منافق کے درمیان بھی امتیاز ہو جائے گا۔ لیکن وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ پہلے معنی کا مؤید ہے۔ یعنی خبیثوں کو ملا کر سب کو جہنم میں ڈال دے۔

يَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا

کفر کا ۔ بے شک جو لوگ ۳۸ؑ کافر ہیں وہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں

عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ

اللہ کی راہ سے سو ابھی اور خرچ کریں گے پھر آخر ہوگا وہ ان پر افسوس اور آخر

يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾

مغلوب ہوں گے اور جو کافر ہیں ۳۹ؑ وہ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے

لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ

تاکہ جدا کر دے اللہ ناپاک کو پاک سے اور رکھے ناپاک کو

بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي

ایک کو ایک پر پھر اس کو ڈھیر کر دے اکٹھا پھر ڈال دے اس کو

جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٣٧﴾ ع قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا

دوزخ میں وہی لوگ ہیں نقصان میں ف ۱ تو کہہ دے ۴۰ؑ کافروں کو

إِن يَنتَهُوا يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ وَإِن يَعُودُوا

کہ اگر وہ باز آجائیں تو معاف ہو ان کو جو کچھ ہو چکا اور اگر پھر بھی وہی کریں گے

فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ

تو پڑ چکی ہے راہ اگلوں کی اور لڑتے رہو ۴۱ؑ ان سے یہاں تک

لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ انتَهَوْا

کہ نہ رہے فساد اور ہو جائے حکم سب اللہ کا پھر اگر وہ باز آجائیں

فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٣٩﴾ وَإِن تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا

تو اللہ ان کے کام کو دیکھتا ہے اور اگر وہ نہ مانیں ف ۲ تو جان لو

أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ

کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے کیا خوب حمایتی ہے اور کیا خوب مددگار ف

ع ۹ ۔ ۱۸

۳۸ تخویف اخروی ۳۹ اگر يحشرون سے متعلق ہے تو خبیث سے کفار مراد ہیں۔ اور اگر يغلبون سے متعلق ہے تو خبیث سے منافقین مراد ہیں۔ ۴۰ دعوی سورت علی سبیل الاجمال

۴۰ؑ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا گیا کہ آپ ابوسفیان اور اس کے ہمنواؤں سے فرما دیں کہ اگر وہ شرک چھوڑ دیں، اسلام قبول کر لیں اور عداوتِ پیغمبر سے باز آجائیں تو ان کے تمام گذشتہ گناہ معاف کر دئیے جائیں گے۔ اور اگر وہ باز نہ آئیں بلکہ دوبارہ پیغمبر علیہ السلام سے برسرِ پیکار ہو جائیں تو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ اور اس کا دستور قدیم یہ ہے کہ وہ آخر کار ہمیشہ اپنے پیغمبروں اور ان کے متبعین کی مدد کرتا اور انکے دشمنوں کو مقہور و مخذول کرتا ہے ای عادۃ اللّٰہ تعالیٰ الجاریۃ فی الذین تحزبوا علی الانبیاء علیہم السلام من نصر المؤمنین علیہم و خذلانہم و تدمیرهم (روح ج ۹ ص ۲۰۹)

۴۱ؑ یہاں سورت کا دعوی اجمالاً ذکر کیا گیا ہے اسکی تفصیل سورۂ توبہ ع ۴ میں آئیگی۔ فرمایا اگر وہ باز نہیں آتے تو آپ ان سے جہاد کریں یہاں تک کہ انکا زور ختم ہو جائے اور مسلمان ان کے فتنے سے بچ جائیں۔ فَإِنِ انتَهَوْا الخ اگر وہ کفر و شرک اور جنگ و قتال سے باز آجائیں اور اسلام قبول کر لیں تو اللہ تعالیٰ جو انکے تمام ظاہری اور باطنی اعمال کو دیکھ رہا ہے انکو اسلام پر ثبات و استقلال کی توفیق عطا فرمائیگا وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ یعنی مشرکین عرب سے یہاں تک جہاد کرو کہ عرب سے شرک مٹ جائے اور صرف اللہ ہی کی عبادت اور پکار باقی رہ جائے اور مشرکین عجم سے یہاں تک جہاد کرو کہ اللہ کے دین کو غلبہ اور برتری حاصل ہو جائے مشرکین مارے جائیں یا جزیہ قبول کر لیں وَإِن تَوَلَّوْا لیکن اگر وہ ایمان لانے سے اعراض کریں اور جنگ و جدال سے باز نہ آئیں تو انکی پرواہ نہ کریں۔ تم اللہ پر بھروسہ رکھو اور مطمئن رہو کہ اللہ تمہارا ناصر و مددگار اور کارساز ہے (أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ) ناصرکم و معینکم فثقوا بولایتہ و نصرتہ (مدارک ج ۲ ص ۸۵) یہاں تک سورت کا پہلا حصہ ختم ہوا۔

موضح قرآن ف ۱ یعنی آہستہ آہستہ اللہ اسلام کو غالب کریگا۔ اس بیچ میں کافر اپنا زور اور جان مال کا خرچ کرینگے تا نیک و بد جدا جدا ہو جاوے یعنی جنکی قسمت میں اسلام لکھا ہے وہ سب مسلمان ہو چکیں اور جنکو کفر پر مرنا ہے وہ سب اکٹھے دوزخ میں جاویں ۱۲ منہ رح ف ۲ لڑو جب تک فساد نہ رہے یعنی کافروں کو زور نہ رہے کہ ایمان سے روک سکیں ۱۲ منہ رح۔

فتح الرحمٰن ف ۱ دراین تصویر است حال کسی راکہ می خواہد جز دکل چیز یرا باطل سازد و دفع کند ۱۲ ف ۲ یعنی از اسلام ۱۲۔

حصۂ دوم

دوسرا حصہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ الخ سے آخر سورت تک ہے۔ اس حصے میں بھی وہ دونوں مضمون مذکور ہیں جو حصۂ اول میں مذکور ہوئے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس حصہ میں اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کی تفصیل کی گئی ہے اور اسکی جو علل بیان کی گئی ہیں انکی تعداد پانچ ہے اور قوانین جہاد سات ہیں دو تمام مؤمنین کے لئے اور پانچ خاص حضور علیہ السلام کے لئے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ

اور جان رکھو کہ جو کچھ ٣٢ تم کو غنیمت ملے کسی چیز سے سو اللہ کے واسطے ہے اس میں سے پانچواں حصہ

وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ

اور رسول کے واسطے اور اس کے قرابت والوں کے واسطے اور یتیموں ف١ اور محتاجوں

وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا

اور مسافروں کے واسطے اگر تم کو یقین ہے اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے اتاری

عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ

اپنے بندے پر فیصلہ کے دن ٣٣ جس دن بھڑ گئیں دونوں فوجیں ف٢

وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿٤١﴾ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف٢ ف٣ جس وقت تم تھے ٣٤ ورلے

الدُّنْیَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَالرَّكْبُ

کنارہ پر اور وہ پرلے کنارہ پر اور قافلہ

اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۭ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی

نیچے اتر گیا تھا تم سے اور اگر تم آپس میں وعدہ ٣٥ کرتے تو نہ پہنچتے

الْمِیْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ

وعدہ پر ایک ساتھ لیکن اللہ کو کر ڈالنا تھا ایک کام کو جو مقرر ہو چکا تھا

لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْۢ

تاکہ مرے جس کو مرنا ہے ٣٦ قیام حجت کے بعد اور جیوے جس کو جینا ہے قیام

بَیِّنَةٍ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿٤٢﴾ اِذْ یُرِیْكَهُمُ

حجت کے بعد اور بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ف٤ ف٤ جب تجھ کو وہ کافر ٣٧

اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا ۭ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا

دکھلائے تجھ کو تیری خواب میں تھوڑے اور اگر تجھ کو بہت دکھلا دیتا

اجزاء القاسمیہ ٣٠

١ سورت کا دوسرا حصہ اور مضمون اول یعنی الانفال للہ و الرسول کا بیان ٢ التفصیل مصارف علی سبیل التفصیل ٣ لفظ اللہ تبرکاً ہے ١٢ ٤ سبیل اللہ ای فی سبیل ١٢ ٥ علم اللہ باجر کے لائق تھا ١٢ ٦ علت ثانیہ برائے فان للہ خمسہ الخ

١٢ مرنا کیونکہ ان میں سے اکثر کا مسلمان ہونا اللہ کے علم میں تھا اگرچہ وہ اتفاق میں بہت زیادہ تھے ١٢

علیہ السلام کے لئے۔

مضمون اول

(تفصیل مصارف انفال مع علل)

٣٢ یہاں الانفال للہ والرسول کا مضمون تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے چنانچہ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ الخ میں مال غنیمت کے خمس یعنی پانچویں حصے کے مصارف کا ذکر ہے یہاں خمس کے پانچ مصارف مذکور ہیں۔ (١) لِلرَّسُوْلِ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے آپ کا حصہ ساقط ہو چکا ہے۔ (٢) وَلِذِی الْقُرْبٰی اہل قرابت اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت یعنی بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب میں سے جو اسلام لا چکے تھے وہ مراد ہیں۔ کیونکہ انہوں نے شروع ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا تھا اسلام کی وجہ سے یا قرابت کی وجہ سے۔ یہ حصہ ذوی القربی کو دیا جاتا تھا خواہ اغنیاء ہوں یا فقراء لیکن اب یہ حصہ بھی ساقط ہو چکا ہے البتہ بنو ہاشم اور بنو المطلب میں جو فقراء ہیں انکو فقراء (مساکین) کے حصے میں سے دیا جائے گا اور دوسرے فقراء پر انکو مقدم کیا جائے گا (٣) وَالْیَتٰمٰی۔ یتیم کی جمع ہے۔ یتیم اسے کہتے ہیں جو نابالغ ہو اور اس کا باپ فوت ہو چکا ہو۔ الیتیم انقطاع الصبی عن ابیه قبل بلوغه (مفردات ص٥٥٠) یتیم اگر محتاج ہو تو اسکو حصہ ملیگا اگر محتاج نہیں غنی ہے تو اسکو نہیں ملیگا (٤) وَالْمَسٰكِیْنِ فقراء اور اہل حاجت مسلمان اور (٥) وَابْنِ السَّبِیْلِ جو مسافر اپنے گھر سے دور ہو اور صاحب حاجت ہو سفر میں اس کا خرچ ختم ہو چکا ہو۔ خمس کے بعد باقی چار حصے مجاہدین اور غانمین کے درمیان تقسیم کئے جائیں گے

موضح قرآن ف١ یعنی اللہ نے اپنے رسول پر فتح و نصرت اتاری جس سے تم غالب ہوئے اور اللہ قادر ہے کہ آگے اور فتحیں دلوے جو مال کافروں سے لڑ کر لیویں وہ غنیمت ہے اسمیں پانچواں حصہ نیاز اللہ کی ہے واسطے خرچ رسول کے کہ رسول کو خرچ ہے اپنی ذات کا اور قرابت والوں کا اور حاجت مند مسلمانوں کا اور بعد حضرت کے بھی خرچ ہوتے ہیں سردار کو اور جو مال صلح سے لیا وہ سارا خرچ مسلمانوں کا پھر غنیمت میں چار حصے رہے سو لشکر کو تقسیم کرنا سوار کو دو حصے پیادہ کو ایک ١٢ منہ رح ف٢ یعنی قریش اپنے قافلہ کی مدد کو آئے تھے اور تم قافلہ کے غارت کو قافلہ بچ گیا اور دونوں فوجیں ایک میدان کے دو کناروں پر آ پڑیں ایک کو دوسرے کی خبر نہیں یہ تدبیر اللہ کی تھی اگر تم قصداً جاتے تو ایسا بر وقت نہ پہنچتے اور اس فتح کے بعد کافروں پر صدق پیغمبر کا کھل گیا جو مرا وہ بھی یقین جان کر مرا اور جیتا رہا وہ بھی حق پہچان کر تا اللہ کا الزام پورا ہو ١٢ منہ رحمۃ اللہ تعالی

فتح الرحمن ف١ یعنی خویشاوندان پیغامبر را کہ بنی ہاشم و بنی مطلب اند ١٢ ف٢ یعنی ایمان آور دید بآنکہ بروز بدر نصرت نازل فرمود ١٢ ف٣ چہار خمس غانمان را باید داد و یک خمس در بیت المال نہادہ بر پنج حصہ قسمت باید کرد علی اختلاف المذاہب ١٢ ف٤ مراد از ہلاک اصرار بر کفر است و از حیات مسلمان شدن ١٢ ۔

سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ ۔ ۴۳ یَوْمَ الْفُرْقَانِ (فیصلے کا دن) سے یوم بدر مراد ہے کیونکہ اس دن کی جنگ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن تھی اور یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ یہ یَوْمَ الْفُرْقَانِ سے بدل ہے اور الْجَمْعٰنِ (دو فریق) سے مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں مراد ہیں اور مَآ اَنْزَلْنَا سے جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا کرنا اور فرشتوں کا اتارنا مراد ہے ۔ یعنی اگر تمہارا اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان ہے اور اس بات پر ایمان ہے کہ جنگ بدر میں فتح و نصرت کا سامان اللہ ہی نے ہم پہنچایا اور اسی کی مہربانی سے اور اسی کی امداد و اعانت سے مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہوا اور مشرکین ذلیل اور مقہور ہوئے ۔ تو اس جنگ میں جو مال غنیمت حاصل ہوا اس کی تقسیم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرو اور اپنی رائے کا اس میں دخل نہ دو ۔ ان الملائكة والنصر لما كانا منه تعالى وجب ان يكون ما حصل بسببهما من الغنيمة مصروفا الى الجهات التي عينها الله سبحانه (روح ج ۱۰ ص ۶) ۴۴ یہ حکم سابق کی پہلی علت ہے ۔ یہاں تینوں جماعتوں کے مراکز قیام کا ذکر کیا گیا ۔ الْعُدْوَةِ الدُّنْيَا یعنی وادی کا وہ کنارہ جو مدینہ سے قریب تھا یہاں مسلمانوں کا پڑاؤ تھا الْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وادی کا دوسرا کنارہ جو مدینہ سے دور تھا اس پر مشرکین کی فوجیں خیمہ زن تھیں وَالرَّكْبُ یہ راکب کی اسم جمع ہے ۔ مراد مشرکین کا تجارتی قافلہ ہے یعنی قافلہ دونوں لشکروں سے نچلی جانب ساحل سمندر پر تھا ۔ حاصل یہ کہ مشرکین کا تجارتی قافلہ مشرک فوج کی پشت پر تھا اس طرح مسلمانوں کے مقابلے میں مشرکین کی قوت و شوکت کئی گنا تھی مگر اس کے باوجود اللہ نے انکو مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب کیا ۔ ۴۵ میدان بدر میں اچانک دونوں فوجوں کے درمیان مڈبھیڑ ہو گئی ۔ اگر دونوں فریق پہلے سے لڑائی کا وقت مقرر کر لیتے تو ممکن تھا کہ ان میں سے کوئی وعدے کے مطابق نہ پہنچ پاتا یا پہنچنے میں پس و پیش کرتا لیکن اللہ تعالیٰ ایک ایسے کام کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا جو کرنے کے لائق تھا یا اسکے علم قدیم میں مقدر تھا ۔ كان ينبغي ان يفعل .... اي ليحكم ما قد علم انه يكون كائنا (مدارک ج ۲ ص ۸۳) اور اس سے اعزاز دین اعلاء کلمۃ اللہ ، امداد مؤمنین اور قہر اعداء مراد ہے ۔ (مدارک) مسلمان قافلہ پر حملہ کرنے کو نکلے تھے اور مشرکین کی فوج قافلہ کی حفاظت کو آئی تھی دونوں کو ایک دوسرے کا علم نہیں تھا قافلہ بچ گیا اور یہ دونوں فوجیں آمنے سامنے ہو گئیں ۔ ۴۶ اس طرح اللہ نے تدبیر سے دونوں فوجوں کو بھڑا دیا جنگ بدر کی عظیم الشان فتح کے معجزے سے کافروں پر اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی صداقت واضح ہو گئی اور انہیں آپکی سچائی کا یقین ہو گیا اسلئے جو مشرکین جنگ بدر میں مرے وہ بھی اس یقین کے ساتھ مرے اور جو زندہ رہے وہ بھی حق پہچان کر زندہ رہے اس طرح اللہ کی حجت قائم ہو گئی ۔ اس صورت میں مَنْ هَلَكَ اور مَنْ حَيَّ سے مشرکین ہی مراد ہوں گے یا مَنْ هَلَكَ سے مشرکین اور مَنْ حَيَّ سے مسلمان مراد ہیں ۔ ان الذين هلكوا انما هلكوا بعد مشاهدة هذه المعجزة و المؤمنون الذين بقوا في الحيوة شاهدوا هذه المعجزة القاهرة ۔ (کبیر ج ۴ ص ۴۹۵) ۴۷ یہ دوسری علت ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں

لَفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ

تو تم لوگ نامردی کرتے اور جھگڑا ڈالتے کام میں لیکن اللہ نے بچا لیا

اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ

اس کو خوب معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں اور جب تم کو دکھلائی وہ فوج ۴۴

اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ

مقابلہ کے وقت تمہاری آنکھوں میں تھوڑی اور تم کو تھوڑا دکھلایا انکی

اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ

آنکھوں میں تاکہ کر ڈالے اللہ ایک کام جو مقرر ہو چکا تھا اور

اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اللہ تک پہنچتا ہے ہر کام ف ا اے ایمان والو ۴۵

اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ

جب بھڑو کسی فوج سے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت

كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

یاد کرو تاکہ تم مراد پاؤ ف ۲ اور حکم مانو اللہ کا

وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ

اور اس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو پس نامرد ہو جاؤ گے اور جاتی رہیگی

رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾

تمہاری ہوا اور صبر کرو بیشک اللہ ساتھ ہے صبر والوں کے ف ۳

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا

اور نہ ہو جاؤ اُن ۴۷ جیسے جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے

وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

اور لوگوں کے دکھانے کو اور روکتے تھے اللہ کی راہ سے

ع ۵ / ۱

موضح قرآن ف پیغمبر کو خواب میں کافر تھوڑے نظر آئے اور مسلمانوں کو مقابلہ کے وقت تا جرأت سے لڑیں پیغمبر کا خواب غلط نہیں ان میں کافر رہنے والے تھوڑے تھے اکثر وہ تھے جو پیچھے مسلمان ہوئے ۱۲ منہ رح ف ۲ یعنی مدد اللہ کی چاہو تو اسباب ظاہر سے نہیں دل کی استقامت اور یاد اللہ کی اور حکم برداری سرداری کی اور ایک مصلحت رہنا چاہیئے ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ف ۳ باؤ جاتی رہے گی یعنی اقبال سے ادبار آوے گا ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ۔

مشرکین کی تعداد کم دکھائی آپ نے بیدار ہوکر صحابہ سے اس کا ذکر فرمایا جس سے ان کے دلوں میں ہمت و جرأت کے جذبات ابل پڑے۔ فرمایا اگر مشرکین کی تعداد زیادہ دکھائی جاتی تو تم سست پڑجاتے اور جنگ کے معاملے میں تمہارے درمیان اختلاف ہوجاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو بزدلی اور اختلاف سے بچا لیا کیونکہ وہ دلوں کے چھپے بھید جانتا ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ان مشرکین میں سے اکثر کا علم الٰہی میں ایمان لانا مقدر تھا اس لئے حضور علیہ السلام کو خواب میں ان کی تعداد کم دکھائی۔ ۴۸ہ یہ تیسری علت ہے۔ جب دونوں فوجیں بالمقابل ہوئیں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے تصرف سے مسلمانوں کو مشرکین بہت کم نظر آئے تاکہ وہ جرأت سے لڑیں نیز تاکہ پیغمبر علیہ السلام کے خواب کی تصدیق ہوجائے اور کافروں کو مسلمان کم نظر آرہے تھے اور وہ واقعہ میں بھی کم ہی تھے۔ یہ تو مسلمانوں کی فتح اور کامیابی کے ظاہری اسباب تھے۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔ اور حقیقت میں تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے قبضہ و تصرف میں ہیں اور وہی متصرف و مختار ہے۔ اور فتح و شکست اسکے ہاتھ میں ہے

وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ
اور اللہ کے قابو میں ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ف۱ ف۲ اور جس وقت خوشنما کر دیا ۵۱ہ

الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ
شیطان نے ان کی نظروں میں ان کے عملوں کو اور بولا کہ کوئی بھی غالب نہ ہوگا تم پر آج

مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ
کے دن لوگوں میں سے اور میں تمہارا حمایتی ہوں پھر جب سامنے ہوئیں دونوں فوجیں

نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكُمْ
تو وہ الٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر اور بولا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں

اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ
میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ
کا عذاب سخت ہے ف۲ جب کہنے لگے منافق ۵۲ہ اور

الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ۭ
جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ لوگ مغرور ہیں اپنے دین پر

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾
اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا ف۳

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ
اور اگر تو دیکھے ۵۳ہ جس وقت جان قبض کرتے ہیں کافروں کی فرشتے

يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ
مارتے ہیں ان کے منہ پر اور ان کے پیچھے اور کہتے ہیں چکھو عذاب

الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ
جلنے کا یہ بدلا ہے اسی کا جو تم نے آگے بھیجا اپنے ہاتھوں اور سو اسطے کہ اللہ

ع ۶ / ۲

۵۱ہ علت رابعہ ۱۲
۵۲ہ علت خامسہ ۱۲ ۵۲ہ منافقین سے ۱۲ مراد ہیں جو ابھی تک اپنے گھروں میں بیٹھے تھے کیونکہ وہ جنگ بدر میں نہیں گئے ۱۲
۵۳ہ تخویف اخروی ۱۲

مضمونِ ثانی (قوانینِ جہاد)

۴۹ہ پہلا قانونِ جہاد برائے مومنین۔ اے ایمان والو! جب کسی کافر فوج سے مقابلہ ہوجائے۔ تو مقابلے میں ثابت قدم رہو اور فتح و نصرت کے لئے اللہ کو یاد کرو اور اسی کو پکارو۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ الخ اور اللہ و رسول کے احکام کی پیروی کرو اور آپس میں نزاع و جدال سے پرہیز کرو۔ ورنہ تم کمزور و بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری قوت اور شان و شوکت جاتی رہے گی۔ ۵۰ہ یہ زجر ہے۔ بَطَرًا۔ فخر اور غرور۔ موصول سے ابوجہل اور اس کا لشکر مراد ہے جو کہ قافلہ کی حمایت کے لئے اپنی تعداد اور بہادری اور سامانِ جنگ پر فخر و ناز کرتے ہوئے اور لوگوں سے دادِ شجاعت وصول کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ سے نکلے تھے۔ والمراد بھم اهل مكة ابوجهل واصحابه حين خرجوا لحماية العير (روح ج ۱۰ ص ۱۳) وَيَصُدُّوْنَ یہ بَطَرًا پر معطوف ہے اور بتاویل اسم فاعل خَرَجُوْا کے فاعل سے حال ہے سَبِيْلِ اللّٰهِ سے اللہ کا دین مراد ہے۔ ۵۱ہ یہ چوتھی علت ہے۔ جنگ بدر کی اہمیت کو ابلیس نے بھی محسوس کرلیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اگر فتح مسلمانوں کی ہوئی تو عرب سے کفر و شرک کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اس لئے مشرکین کی تائید و حمایت کے لئے وہ بھی ایک عرب سردار سراقہ بن مالک کنانی کی صورت میں شیاطین کی فوج لیکر میدان جنگ میں آموجود ہوا۔ اور آتے ہی کہا اب میں کمک لیکر تمہاری پشت پناہی کیلئے آگیا ہوں۔ آج کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔ مشرکین یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے لیکن جب اس نے فرشتوں کے جھنڈے دیکھے اور حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو مع شیاطین میدان سے بھاگ نکلا۔ اس وقت وہ حارث بن ہشام کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔ جب بھاگا تو حارث نے کہا کیا اس حالت میں ہمیں چھوڑے جارہا ہے تو اس نے جواب دیا میں تمہاری امداد سے دستبردار ہوتا ہوں کیونکہ مجھے وہ کچھ نظر آرہا ہے جسے تم نہیں دیکھ سکتے۔ اللہ کا عذاب جو تم پر فرشتوں کے ہاتھوں نازل ہونے والا ہے جس سے تم بے خبر ہو میں اس سے ڈر رہا ہوں۔ ابلیس کے بشکل سراقہ میدان چھوڑنے سے مشرکین کی ہمتیں پست ہوگئیں اور وہ مات کھا گئے (روح، خازن وغیرہ) ۵۲ہ یہ پانچویں علت ہے۔ یہ بات منافقین نے مدینہ میں کہی تھی کیونکہ جنگ بدر میں کوئی منافق شریک نہیں ہوا۔ منافقین نے مدینہ میں مسلمانوں کے بارے میں کہا تھا کہ یہ لوگ تو اپنے مذہب کے پیچھے دیوانے ہوگئے ہیں۔ یہ اتنی قلیل تعداد (تین سو تیرہ) سے مشرکین کی اتنی بڑی فوج کا کس طرح مقابلہ کرسکیں گے۔ اغتروا بدينهم فخرجوا وهم ثلثمائة وبضعة عشر الى زهاء الالف (مدارک ج ۲ ص ۸۷) اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ الخ۔ جو لوگ قلت عدد اور ضعفِ اسباب کے باوجود اپنے معاملات اللہ کے سپرد کردیتے ہیں وہ اپنی حکمت اور تدبیر سے ان کو غلبہ عطا کردیتا ہے۔ ۵۳ہ یہ تخویف اخروی ہے۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے وہ کفار مراد ہیں جو بدر میں قتل ہوئے۔

موضح قرآن ف۱ جہاد عبادت ہے پر اتراوے یا دکھاوے کو کرے تو قبول نہیں ۱۲ ف۲ جب کافر جمع ہوکر نکلے لڑائی پر راہ میں ایک شخص ملا بوڑھا۔ کہا میں بھی مسلمانوں کا دشمن ہوں تمہاری رفاقت کو آیا ہوں اور جنگ کا بڑا ماہر ہوں۔ پھر جب لڑائی ہونے لگی ابوجہل سے ہاتھ چھوڑ کر بھاگا۔ اس شخص کو نہ پہلے کسی نے دیکھا تھا نہ پیچھے دیکھا وہ شیطان تھا جب اس نے جبریل اور میکائیل کو دیکھا مسلمانوں کی طرف تب بھاگا۔ ۱۲ ف۳ مسلمانوں کی دلیری دیکھ کر منافق اس طرح طعن کرنے لگے تھے۔ سو اللہ نے فرمایا کہ یہ غرور نہیں توکل ہے۔ ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ واین حال ابوجہل و تابعان او است ۱۲

لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ

ظلم نہیں کرتا بندوں پر جیسے دستور فرعون والوں ۵۴ کا اور جو

مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

ان سے پہلے تھے کہ منکر ہوئے اللہ کی باتوں سے سو پکڑا ان کو اللہ نے

بِذُنُوْبِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾

ان کے گناہوں پر بیشک اللہ زور آور ہے سخت عذاب کرنے والا

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰي

اس کا سبب یہ ہے ۵۵ کہ اللہ ہرگز بدلنے والا نہیں اس نعمت کو جو دی تھی اس نے

قَوْمٍ حَتّٰي يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

کسی قوم کو جب تک وہی نہ بدل ڈالیں اپنے جیوں کی بات ف۱ اور یہ کہ اللہ سننے والا

عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ

جاننے والا ہے ف۱ جیسے دستور فرعون والوں کا ۵۶ اور جو ان سے پہلے تھے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ

کہ انہوں نے جھٹلائیں باتیں اپنے رب کی پھر ہلاک کر دیا ہم نے ان کو انکے گناہوں پر اور ڈبو دیا ہم نے

اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ شَرَّ

فرعون والوں کو اور سارے ظالم تھے بد ترسب ۵۷

الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ ښ

جانداروں میں اللہ کے ہاں وہ ہیں جو منکر ہوئے پھر وہ نہیں ایمان لائے

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ

جن سے تونے معاہدہ کیا ہے ان میں سے پھر وہ توڑتے ہیں اپنا عہد

فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ

ہر بار اور وہ ڈر نہیں رکھتے ف۲ سو اگر کبھی تو پائے ان کو ۵۸

۵۴ تخویف دنیوی ہے اور یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای داْبھم کداْب اٰل فرعون یعنی ان مقتولین بدر کا حال قوم فرعون اور اس سے پہلے کی سرکش قوموں مثلاً قوم نوح قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ کی طرح ہے۔ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ الخ یہ ان کے حال کی تفسیر ہے۔ انہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا تو اللہ نے ان کو پکڑ لیا۔ اسی طرح مشرکین قریش کو بھی جنگ بدر میں ان کے کفر و عناد ہی کی سزا دی گئی۔ عادۃ ھٰؤلاء الکفار فی کفرھم کعادۃ کفار اٰل فرعون فی کفرھم فجوزی ھٰؤلاء بالقتل والاسر یوم بدر کما جوزی اٰل فرعون بالاغراق (خازن ج ۳ ص ۳۵) ۵۵ یہ بیان مذکور کی طرف اشارہ ہے اور بان کا متعلق محذوف ہے ای لِتَسْتَیْقِنُوْا یعنی یہ مذکورہ امور اس لئے بیان کئے گئے تاکہ تمہیں یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اپنی کسی نعمت سے اس وقت تک محروم نہیں فرماتا جب تک لوگ خود ہی اپنے ان اعمال و احوال کو نہ بدل ڈالیں جن سے وہ اللہ کی نعمتیں ملتے وقت متصف تھے۔ یعنی جب وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی دی ہوئی فطری صلاحیتوں اور خوبیوں کو غلط استعمال کرنے لگتے ہیں اور ان سے ٹھیک اور برمحل کام نہیں لیتے اور ان کو اللہ تعالیٰ ہی کے احکام کی مخالفت میں بروئے کار لانے میں مصروف ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے اپنی نعمتیں چھین کر ان کو سخت عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ۵۶ تخویف دنیوی ہے۔ یہ مضمون ماقبل کی تمثیل ہے۔ قوم فرعون اور ان سے پہلے کی سرکش اقوام کا حال دیکھو ہم نے ان کو تمام دنیوی نعمتیں اور آسائشیں دیکر سرفراز کیا مگر جب ہمارے پیغمبر ہماری آیتیں لیکر ان کے پاس گئے تو انہوں نے ان کی تکذیب کی اور گناہوں میں منہمک ہو گئے اور ہماری نعمتوں کی ناشکری کی تو ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ وَکُلٌّ کَانُوْا ظٰلِمِیْنَ۔ یہ تمام اقوام ظالم تھیں۔ انہوں نے ہماری دی ہوئی نعمتوں کا غلط اور بے موقع استعمال کیا۔ میری نافرمانی کی۔ میرے پیغمبروں اور میری کتابوں کو جھٹلایا اور اسی کی پاداش میں مبتلائے عذاب کئے گئے۔ بالکل یہی حال ان مشرکین مکہ کا تھا۔ ان کو ہم نے عقل و فہم کی دولت سے نوازا، مال و زر سے ان کے خزانے بھر دیئے۔ پورے عرب میں ان کی سرداری اور برتری قائم کر دی۔ لیکن جب ہمارا آخری پیغمبر ہمارا آخری پیغام لے کر ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے ہماری دی ہوئی تمام نعمتوں اور صلاحیتوں کو اس کی عداوت اور مخالفت میں صرف کر ڈالا۔ جنگ بدر میں قتل اور قید و بند سے اسی جرم کی ان کو سزا دی گئی۔ ۵۷ یہ زجر ہے جو کفار معاندین کفر میں راسخ اور عناد پر مصر ہیں وہ خدا کے نزدیک اس کی ساری مخلوق سے بدتر ہیں وہ ایمان کبھی نہیں لائیں گے۔ ان کی شرارت اور خبث باطن کا یہ حال ہے کہ جب بھی آپ ان سے کوئی عہد لیتے ہیں وہ ہر بار عہد شکنی کرتے ہیں اور عہد توڑنے میں ذرا نہیں ہچکچاتے۔ اس سے بنی قریظہ کے یہود مراد ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام سے عہد کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی نہ امداد کریں گے اور نہ ان کو مسلمانوں کے خلاف اکسائیں گے۔ مگر وہ اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور انہوں نے جنگ بدر میں اسلحہ سے مشرکین کی امداد کی۔ جب مشرکین شکست کھا گئے تو یہود حضور علیہ السلام سے معذرت کرنے لگے کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔ چنانچہ آپ نے دوبارہ ان سے عہد لیا۔ مگر اسکے بعد غزوۂ خندق میں انہوں نے پھر عہد توڑ دیا اور مشرکین کا ساتھ دیا۔ قال ابن عباس

ای داْبھم کداْب اٰل فرعون۔ تخویف دنیوی ہے ۱۲ — ای ذالک البیان ۱۲ — لتستیقنوا ۱۲ — تخویف دنیوی ۱۲ — ۵۷ زجر ۱۲ — ۵۸ فان جاوز اے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم

موضح قرآن ف۱ اپنے جی کی بات بدلنی یعنی اعتقاد اور نیت جب تک نہ بدلئے تو اللہ کی بخشی نعمت چھینی نہیں جاتی ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی شکر را بکفران، نعمت و طاعت را بمعصیت ۱۲ ف۲ یعنی تعریض است بقبائل یہود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم با ایشاں صلح کردہ بودند و ایشاں وقت بعد وقت غدر می نمودند

ھم قریظۃ فانھم نقضوا عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واعانوا علیہ المشرکین بالسلاح یوم بدر ثم قالوا اخطأنا فعاھدھم مرۃ اخرٰی فنقضوہ ایضًا یوم الخندق (کبیر ج ۴ ص ۵۵) **ف۵۸** یہ دوسرا **قانونِ جنگ ہے** اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے۔ یعنی جو لوگ آپ کے ساتھ اس طرح بار بار عہد شکنی کررہے ہیں اگر کبھی جنگ میں آپ کے بالمقابل آجائیں تو آپ انہیں ایسی سزائے سخت دیں کہ جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ بھی خوفزدہ ہوجائیں یا ان کی آنے والی نسلیں بھی اس سے عبرت حاصل کریں اور آئندہ کبھی نقضِ عہد (عہد توڑنے) کی جرأت نہ کرسکیں۔ **ف۵۹** لیکن اگر کسی قوم نے ابھی تک صریح عہد شکنی نہیں کی لیکن آثار و قرائن سے آپ کو اندازہ ہوجائے کہ وہ عہد توڑنے والے ہیں تو آپ کو اجازت ہے کہ اگر مناسب سمجھیں تو ان کا عہد واپس کردیں اور معاہدہ سے دست برداری کی ان کو اطلاع دے کر مناسب کارروائی کریں تاکہ معاہدہ کے بارے میں دونوں فریق علم و آگاہی میں برابر ہوجائیں اور کوئی فریق اندھیرے میں نہ رہے۔ **ف۶۰** تیسرا قانون جنگ برائے مومنین۔ یہاں مسلمانوں کو جنگی سامان کی تیاری کا حکم دیا گیا۔ یعنی مسلمان ہر زمانہ کے مطابق دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے سامانِ جنگ تیار رکھیں جب تیر و تفنگ اور نیزہ و تلوار کا زمانہ تھا اس وقت ان ہتھیاروں کی تیاری اور ان کی استعمال کی ٹریننگ ضروری تھی۔ اب جبکہ مشین گن، توپ، ٹینک اور بمبار طیاروں کا زمانہ ہے اس وقت ان ہتھیاروں کا استحصال اور ان کے استعمال کی تربیت لازمی ہے۔ تاکہ اللہ کے دین اور مسلمانوں کے دشمن مرعوب رہیں یعنی سامان جنگ کی اس لئے ضرورت ہے کہ ظاہری اسباب کے لحاظ سے کافروں پر تمہاری طاقت کا رعب بیٹھ جائے باقی فتح و شکست کا مدار سامان کی کثرت و قلت پر نہیں وہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ مِنْ قُوَّۃٍ۔ قوت سے ہر وہ ہتھیار اور جنگی تدبیر مراد ہے جو جنگ میں ممد و معاون ہوسکے۔ ای من کل ما یتقوٰی بہ فی الحرب کائنا ما کان (روح ج ۱۰ ص ۲۴) **ف۶۲** مشرکینِ عرب تو مسلمانوں سے علانیہ برسرِ پیکار تھے اور ان کی دشمنی کوئی چھپی ہوئی چیز نہ تھی ان کے علاوہ منافقین اور یہودِ بنی قریظہ تھے جو در پردہ مسلمانوں کے دشمن تھے یا اس سے اہل فارس اور دیگر اقوام مراد ہیں جن سے بعد میں مسلمانوں کا مقابلہ ہونے والا تھا۔ و ھم الیھود او المنافقون او اھل فارس (مدارک ج ۲ ص ۸۴)

فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ
لڑائی میں تو ان کو ایسی سزا دے کہ دیکھ کر بھاگ جائیں ان کے پیچھے تاکہ ان
یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً
کو عبرت ہو اور اگر تجھ کو ڈر ہو ف۵۹ کسی قوم سے دغا کا
فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ
تو پھینک دے ان کا عہد ان کی طرف ایسی طرح پر کہ ہو جاؤ تم اور وہ برابر بیشک اللہ کو خوش نہیں آتے
الْخَآىِٕنِیْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
دغاباز ف۱ اور یہ نہ سمجھیں ف۲ کافر لوگ
سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ
کہ وہ بھاگ نکلے وہ ہرگز تھکا نہ سکیں گے ہم کو اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے ف۶۱
مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ
جو کچھ جمع کرسکو ف۲ قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے
تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ
کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور دوسروں پر
دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا
ان کے سوا ف۶۲ جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے ف۳ اور جو کچھ تم خرچ
مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ
کرو گے اللہ کی راہ میں ف۶۳ وہ پورا ملے گا تم کو ف۴ اور تمہارا حق
لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ
نہ رہ جائے گا ف۵ اور اگر وہ جھکیں ف۶۴ صلح کی طرف تو تو بھی جھک اسی طرف ف۵ اور
تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۶۱﴾ وَ
بھروسہ کر اللہ پر بیشک وہی ہے سننے والا جاننے والا ف۳ اور

ع ۷ ۳

ف۱ ای کانتم وھم سواء فی العلم ۱۲ ف۲ زجر ۱۲ ف۳ قانون ثالث جہاد برائے مومنین ۱۲ ف۴ قانون رابع جہاد برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ف۵ جملہ تعلیلیہ ۱۲

موضح قرآن ف۱ اگر ایک قوم نے کافروں سے صلح کی ہو پھر ان کی طرف سے دغا ہو چکی اب ان کو بے خبر مارئے اور جو دغا نہیں ہوئی لیکن اندیشہ ہے تو خبردار کر کر جواب دیجئے برابر کے برابر یعنی سرانجام لڑائی کا صلح سے پہلے کر سکتے ہو اس میں کچھ بزدلی نہیں ۱۲۔ ف۲ حکم فرمایا کہ جہاد کا سرانجام جو ہو سکے زور فرمایا تیر اندازی کو اور ہتھیار کا کسب سب ہیں داخل ہے اور گھوڑے پالنے میں جو خرچ ہو اس کی خوراک میں بلکہ اس کا فضلہ سب ترازو میں چڑھے گا قیامت کو فرمایا کہ یہ واسطے رعب کے ہے تاکہ نہ جانیں کہ فتح ہوگی اسباب سے فتح تو اللہ کی مدد سے اور وہ لوگ جن کو تم نہیں جانتے وہ منافق ہیں کہ ہر مسلمان کے پردے میں ہیں۔ ۱۲ ف۳ یعنی اگر دل میں دغا رکھیں گے اللہ کو معلوم ہے اس کی سزا دے گا۔ ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی علامت نقض عہد برشما لازم نیاید ۱۲ ف۲ یعنی استعمال آلاتِ جنگ مثل تیر انداختن ۱۲ ف۳ یعنی اہل نفاق ۱۲ ف۴ یعنی ثواب او ۱۲ ف۵ ایں امر برائے اباحت است ۱۲

۶۳ یہ جہاد میں مال خرچ کرنے کی ترغیب ہے ۱۲ ۶۴ چوتھا قانونِ جہاد مخصوص با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگر مشرکین آپ کے ساتھ صلح کرنے کا ارادہ ظاہر کریں تو آپ بھی اگر اس میں مصلحت سمجھیں تو صلح کا ہاتھ آگے بڑھا دیں۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھیں وہ آپ کا حامی و ناصر ہے۔ جَنَحُوْا ای مالوا اور سلم کے معنی صلح کے ہیں اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ جملہ ماقبل کے لئے علت ہے۔ وَاِنْ یُّرِیْدُوْا الخ صلح کی صورت میں مشرکین کی طرف سے دھوکے اور فریب کا اندیشہ ہو سکتا تھا کہ بظاہر وہ صلح کا ارادہ ظاہر کریں اور اس سے ان کا مقصد آپ کو جنگی تدبیروں سے غافل اور ان کے خطرے سے مطمئن کرنا ہو تو اس کا جواب بھی ارشاد فرمایا کہ آپ اس کی فکر نہ کریں آپ کو اللہ کافی ہے۔ اگر ان کا ارادہ فریب دینے کا ہوگا تو اللہ آپ کو ان کے فریب سے محفوظ رکھے گا۔ جس اللہ نے اپنی مدد اور مہاجرین و انصار کے ذریعے آپ کی تائید فرمائی جب کہ سارا عرب آپ کا دشمن تھا وہ اب بھی آپ کی مدد کرے گا۔ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ الخ عرب قوم کی عصبیت اور خاندانی رقابت ضرب المثل ہے لیکن اللہ نے اسلام کی برکت سے ان کے دلوں کو عصبیت و عداوت سے پاک و صاف کر کے ان کے دلوں میں باہمی محبت و الفت ڈال دی۔ اگر آپ ساری دنیا کی دولت خرچ کر ڈالتے تو بھی آپ ان کے دلوں میں یہ انقلاب بپا نہ کر سکتے لیکن اللہ نے ان کے دل بدل دیئے اور ان کی عداوت محبت میں تبدیل کر دی۔ جو اللہ ایسا قادر و حکیم ہے وہ اس موقع پر بھی کوئی ایسی تدبیر کرے گا کہ آپ دشمن کے مکر و فریب سے محفوظ رہیں گے

اِنْ یُّرِیْدُوْٓا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ
اگر وہ چاہیں کہ تجھ کو دغا دیں تو تجھ کو کافی ہے اللہ

هُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۲﴾
اسی نے تجھ کو زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا

وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا
اور الفت ڈالی ان کے دلوں میں اگر تو خرچ کر دیتا جو کچھ

فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ
زمین میں ہے سارا نہ الفت ڈال سکتا ان کے دلوں میں

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۶۳﴾
لیکن اللہ نے الفت ڈالی ان میں بیشک وہ زور آور ہے حکمت والا

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ
اے نبی کافی ہے تجھ کو اللہ ۶۳ اور جتنے تیرے ساتھ ہیں

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۴﴾ ع یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ
مسلمان ۲ اے نبی شوق دلا

الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ
مسلمانوں کو ۶۵ لڑائی کا اگر ہوں تم میں

عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَاِنْ
بیس شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں دو سو پر اور اگر

یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ یَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ
ہوں تم میں سو شخص تو غالب ہوں ہزار کافروں

كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ
پر اس واسطے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے ۳ اب

۶۵ یہ پانچواں قانون جہاد ہے برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ حاصل یہ ہے کہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اللہ کافی ہے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر اور کارساز ہے آپ ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب دیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ اگر تم تعداد میں کم ہو گے تو بھی تمہیں دشمن پر فتح اور غلبہ عطا کروں گا۔ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یہ حَسْبُكَ میں کاف ضمیر پر معطوف ہے یا بقول امام زجاج یہ مفعول معہ ہے یا یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے ای من اتبعک من المؤمنین کذلک ای حسبھم اللہ تعالٰی۔ حاصل یہ ہے کہ آپ کو اور ایمان والوں کو تمام مہمات میں اللہ کافی ہے (روح، بحر، کبیر، مدارک) لفظ اللہ پر اس کو معطوف ماننا غلط ہے۔ کیونکہ کفایت کرنے والا تو صرف اللہ تعالٰی ہی ہے۔ اور کوئی نہیں۔ علامہ ابن القیم نے زاد المعاد جلد اول میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور اس کا عطف لفظ اللہ پر بالکل غلط ثابت کیا ہے۔ ۶۶ عام مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت اس سے بعد کی آیت یعنی اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ الخ سے منسوخ ہو چکی ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اگر حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِ کو منسوخ مانا جائے تو یہ غلط ہے کیونکہ اس میں ترغیب الی الجہاد ہے جو بالاتفاق منسوخ نہیں اور اگر اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ

موضح قرآن ف۱ عرب کی قوم میں آگے ہمیشہ بیر رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے خون کا پیاسا پھر حضرت کے سبب سب متفق اور دوست بن گئے۔ ف۲ حضرت نے مدینہ میں آکر مسلمان شمار کروائے مرد قابل جنگ چھ سو ہوئے سب خوش ہوئے کہ اب ہم کو کس کافر کا ڈر ہے بعد اس کے یہ آیت اتری۔ ف۳ یعنی یقین نہیں رکھتے اللہ پر اور ثواب پر اور جس کو یقین ہے وہ موت پر دلیر ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ چوں ایں آیت نازل شد واجب گشت ثبات یک دہ چنداں از کفار بعد ازاں منسوخ شد بوجوب ثبات در مقابلہ دو چنداں ۱۲

عِشْرُوْنَ الخ کو منسوخ مانا جائے تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ خبر ہے اور خبر میں نسخ نہیں ہوتا بلکہ احکام میں ہوتا ہے البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلے بیس مسلمانوں پر دو سو کافروں سے جنگ کرنا فرض تھا اب اس آیت سے فرضیت منسوخ ہو گئی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔ شق ذلك على المسلمين اذ فرض عليهم ان لا يفر واحد من عشرة فجاء التخفيف (روح ج ۱۰ ص ۳۲) ف۶۵ چھٹا قانون جنگ برائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ جنگ بدر میں مشرکین کے ستر آدمی مسلمانوں نے قید کر لئے تھے۔ ان قیدیوں کے بارے میں چونکہ اللہ کی طرف سے کوئی فیصلہ نازل نہیں ہوا تھا اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے متعلق صحابہ سے مشورہ لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے عرض کیا یا

خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ
بوجھ ہلکا کردیا اللہ نے تم پر سے اور جانا کہ تم میں سستی ہے

فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا
سو اگر ہوں تم میں سو شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں

مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا
دو سو پر اور اگر ہوں تم میں ہزار تو غالب ہوں

اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾
دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ ساتھ ہے ثابت قدم رہنے والوں کے ف۱

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى
نبی کو نہیں چاہیئے کہ اپنے ہاں رکھے قیدیوں کو جب تک

يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ
خوب خونریزی نہ کرلے ملک میں تم چاہتے ہو ف۲ اسباب

الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ
دنیا کا اور اللہ کے ہاں چاہیئے آخرت اور اللہ زور آور ہے

حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ
حکمت والا ف۳ اگر نہ ہوتی ایک بات جو لکھ چکا اللہ پہلے سے ف۴ ف۵ تو تم کو پہنچتا

فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا
اس لینے میں بڑا عذاب ف۶ سو کھاؤ جو تم کو

غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
غنیمت میں ملا حلال ستھرا ف۷ اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ ہے

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ
بخشنے والا مہربان ف۸ اے نبی ف۹ کہہ دے ان سے جو

ع ۹ ۵

رسول اللہ یہ آپ کی اپنی قوم کے آدمی اور آپ کے رشتہ دار ہیں آپ ان کی جان بخشی فرما دیں۔ ممکن ہے یہی اسلام قبول کر کے اسلام کے مددگار بن جائیں اور ان سے فدیہ کی جو رقم وصول کی جائے وہ آئندہ جہاد میں کام آئے گی۔ لیکن حضرت عمر فاروق رض کا مشورہ تھا یا رسول اللہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کی تکذیب کی، آپ کو وطن سے نکالا اور آپ سے برسرپیکار رہے۔ آپ ان کی گردنیں اڑا دیں۔ اکثر صحابہ حضرت ابوبکر صدیق رض کی رائے سے متفق تھے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رجحان طبع بھی اسی طرف تھا۔ چنانچہ فدیہ لیکر تمام قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔ اس پر اللہ کی طرف سے یہ عتاب نازل ہوا کہ کسی پیغمبر کو یہ نہیں چاہیئے کہ اس کے قبضہ میں مشرک محارب قیدی ہوں اور وہ انہیں قتل نہ کرے اور فدیہ لیکر چھوڑ دے۔ ف۶۸ خطاب صحابۂ کرام سے ہے۔ یہ ان لوگوں کے لئے عتاب ہے جنہوں نے زیادہ تر مالی مفاد کے پیش نظر فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا۔ ف۶۹ چونکہ پہلے فدیہ لینے کی ممانعت کا اللہ کی طرف سے کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے فرمایا کہ اگر لوح محفوظ میں یہ فیصلہ مکتوب نہ ہوتا کہ کسی معاملے کا حکم بیان کرنے سے پہلے اس میں مؤاخذہ نہیں ہوگا تو ان قیدیوں سے فدیہ لینے پر تمہیں سخت سزا دی جاتی ای ما كتب في اللوح المحفوظ ان لا يؤاخذ قبل البيان والاعذار (مدارک ج ۲ ص ۸۵)

موضح قرآن

ف۱ اول کے مسلمان یقین میں کامل تھے ان پر حکم ہوا تھا کہ آپ سے دس برابر کافروں پر جہاد کریں پچھلے مسلمان ایک قدم کم تھے تب یہی حکم ہوا کہ دو برابر جہاد کریں یہی حکم اب باقی ہے لیکن اگر دو سے زیادہ پر حملہ کریں تو بڑا اجر ہے۔ حضرت کے وقت میں ہزار مسلمان اسی ہزار سے لڑے ہیں۔ ف۲ بدر کی لڑائی ستر کافر پکڑے آئے حضرت نے مشورت پوچھا کہ ان کو کیا کریں۔ اکثر مسلمانوں کی مرضی ہوئی کہ مال لیکر چھوڑ دیں اور بعضوں کی مرضی ہوئی کہ سب کو قتل کریں چنانچہ حضرت عمر اور سعد بن معاذ کی یہی مشورت ہوئی مال لیکر چھوڑ دیا تب یہ آیت عتاب کی اتری یعنی نبیوں کو جہاد سے مال سمیٹنا منظور نہیں بلکہ کافروں کی ضد توڑنی۔ وہ بات اسی میں ہے کہ قتل کرے تاکہ اس کے خوف سے کفر کی ضد چھوڑیں۔ ف۳ وہ بات یہ لکھ چکا کہ ان قیدی لوگوں میں بہتوں کی قسمت میں مسلمان ہونا تھا۔ ف۴ یعنی ڈرتے رہو گے اور کچھ خطا بھی ہو جاوے گی تو بخشے گا اللہ۔ قیدیوں کا حکم سن کر مسلمان ڈرے غنیمت سے بھی۔ یہ ان کو تسلی فرمائی کہ وہ اللہ کی عطا ہے خوشی سے کھاؤ لیکن غنیمت کے واسطے جہاد نہ کرو۔ مسئلہ حنفی کے نزدیک یہ ہے کہ اگر کافر پکڑے آویں تو ان کو مال لیکر چھوڑنا روا نہیں نہ مفت چھوڑنا کہ پھر کافروں میں جا ملیں۔ مگر روا ہے غلام کر رکھنا یا چھوڑ دینا کہ رعیت ہو کر ملک اسلام میں رہیں۔ اور شافعی کے پاس وہ بھی روا ہے سورۂ محمد میں فرمایا ہے فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً

فتح الرحمٰن

ف۱ مترجم گوید صحابہ از اسیران بدر فدا گرفتند باجتہاد خویش و مرضی نزدیک خدا تعالیٰ قتل ایں جماعۃ بود لیکن چوں بنص صریح ممنوع نشدہ بود ند عفو فرمود ایں آیت نازل شد واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی بعفو غیر منصوص ۱۲ ف۳ تعریض است بعباس بن عبدالمطلب ۱۲

جب یہ عتاب کی آیتیں نازل ہوئیں تو مسلمان ڈر گئے کہ مال غنیمت جس میں قیدیوں کا فدیہ بھی شامل ہے ہاتھ نہ لگائیں اور اپنے استعمال میں نہ لائیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ مال غنیمت اور جو فدیہ تم لے چکے ہو تمہارے لئے حلال و طیب ہے اسے استعمال کرو اور آئندہ کے لئے احتیاط رکھو جو ہو گیا وہ اللہ نے معاف کیا۔ ساتواں قانونِ جہاد برائے پیغمبر علیہ السلام۔ بعض قیدیوں نے اسلام کا اظہار کیا تھا۔ ان کے بارے میں حضور علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ ان سے فرما دیں کہ اگر واقعی تم نے خلوصِ دل سے ایمان قبول کیا ہے تو غم نہ کرو جو فدیہ تم سے لے لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس سے بہتر دولت عطا فرمائے گا۔ دنیا میں اس کے عوض کئی گنا مال دے گا یا آخرت میں اس کا اجر دے گا۔

فِىٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ

تمہارے ہاتھ میں ہیں قیدی اگر جانے گا اللہ

فِىْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ

تمہارے دلوں میں کچھ نیکی تو دے گا تم کو بہتر اس سے جو تم سے چھن

مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٠﴾ وَ

گیا اور تم کو بخشے گا اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان اور

اِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ

اگر چاہیں گے تجھ سے دغا کرنی سو وہ دغا کر چکے ہیں اللہ سے اس سے

قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٧١﴾

پہلے پھر اس نے ان کو پکڑوا دیا اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ولے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا

جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور لڑے

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں اور

الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ

جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے

اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا

رفیق ہیں ولے اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑے

مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَىْءٍ حَتّٰى

تم کو ان کی رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک

يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ

وہ گھر نہ چھوڑ آویں اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں

خَيْرًا اول سے ایمان و تصدیق یا انابت الی اللہ مراد ہے اور خَيْرًا ثانی مَّا لَّا مقدر کی صفت ہے۔ اور اگر وہ خیانت کا ارادہ رکھتے ہوں یعنی فدیہ دیتے وقت انہوں نے آپ سے جو عہد کیا ہے کہ آئندہ آپ کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔ اگر وہ اس عہد کی خلاف ورزی کرنا چاہتے ہیں تو آپ متفکر نہ ہوں وہ اس سے پہلے بھی اللہ سے بدعہدی کر چکے ہیں تو اللہ نے آپ کو ان پر مسلط کر دیا اور آپ کے ہاتھوں ان کو پکڑوا دیا۔ اب اگر وہ دوبارہ خیانت اور بدعہدی کریں تو اللہ تعالیٰ پھر ان کو آپ کے قبضے میں دیدے گا وہ بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ یہ ہجرت اور جہاد کی ترغیب ہے۔ یہاں مومنین کے تین فریقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ فریق اول مہاجرین یعنی جنہوں نے اللہ کے دین کی خاطر اپنا وطن مکہ چھوڑا اور جہاد کیا۔ فریق ثانی انصار یعنی مدینہ کے اصل باشندے جو ہجرت سے قبل ایمان لا چکے تھے اور جنہوں نے مہاجرین کو رہائش کے لئے جگہ مہیا کی اور دامے درمے ان کی مدد کی۔ ان دونوں فریقوں یعنی مہاجرین و انصار کے درمیان حضور علیہ السلام نے بھائی چارہ قائم فرما دیا۔ ان دونوں کے بارے میں فرمایا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ یعنی مسلمانوں کی یہ دونوں جماعتیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہیں یہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق اور معاون و مددگار ہیں ان میں سے ایک کی صلح سب کی صلح اور ایک سے جنگ سب سے جنگ تصور ہوگی۔ ولایت سے ولایت نصرۃ و تعاون مراد ہے اس صورت میں یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں یا ولایت سے مراد عام ہے جو نصرت و وراثت دونوں کو شامل ہے۔ اس صورت میں یہ آیت اس سورت کی آخری آیت وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ سے منسوخ ہوگی۔ یعنی اب توارث کا مدار نسب پر ہوگا نہ کہ ہجرت پر۔ حضرت شیخ رح کے نزدیک پہلا معنیٰ راجح ہے۔ فریق ثالث مستضعفین یعنی وہ مسلمان جو بعض مجبوریوں کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت نہ کر سکے اور مکہ ہی میں رہ گئے اور بادلِ ناخواستہ مشرکین کے ساتھ بدر میں آئے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا الخ سے ایسے مسلمانوں کا حکم بیان کیا گیا یعنی جو مسلمان اپنے وطن دار الحرب ہی میں رہے اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی اگر انہوں نے کافروں کے ساتھ صلح و جنگ کا معاہدہ کر لیا تو دار الاسلام کے مسلمان یعنی مہاجرین و انصار اس کے پابند نہیں ہوں گے۔ البتہ اگر دار الحرب کے مسلمان دینی کاموں میں کافروں کے مقابلہ میں دار الاسلام کے مسلمانوں سے مدد طلب کریں تو ان پر ان کی امداد کرنا لازم ہے بشرطیکہ جن کافروں کے مقابلے میں مدد طلب کی گئی

موضح قرآن ف پہلے دغا کر چکے ہیں اللہ سے یعنی کفر و انکار اس کے حکم کا یا فرمایا ہو بعضے ہاشمیوں کو کہ ابو طالب کی زندگی میں سب عہد کر کر متفق ہوئے تھے حضرت کی مدد پر اور ایکا فروں کی طرف ہو کر آئے اور یہ وعدہ تحقیق ہوا ان میں جو مسلمان ہوئے حق تعالیٰ نے ان کو بیشمار دولت بخشی اور جو نہ ہوئے وہ خراب ہو کر تباہ ہوئے ۱۲۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مہاجران و انصار با یکدیگر باید کہ نصرت دہند و مواخات کنند ۱۲

ان کے اور دارالاسلام کے آزاد مسلمانوں کے درمیان کوئی معاہدہ نہ ہو۔ ۳۷ھ جس طرح مہاجرین والانصار باہم ایک دوسرے کے رفیق اور معاون ہیں۔ اسی طرح کفار بھی باہم ایک دوسرے کے رفیق ومعاون اور باہم دیگر وارث ہیں۔ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ ضمیر منصوب سے امور مذکورہ مراد ہیں۔ یعنی کافر کا فر کا رفیق ہوگا۔ مسلمان کا رفیق نہیں بن سکتا۔ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اس لئے دارالحرب کے مسلمانوں کو ہجرت کر کے دارالاسلام کے مسلمانوں سے جا ملنا چاہئیے۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو اس کا نتیجہ شرک کی ترقی اور فساد عظیم کی شکل میں رونما ہوگا۔ کیونکہ دارالحرب میں رہ کر کمزور مسلمان اپنا ایمان محفوظ نہیں رکھ سکیں گے اور نہ ان کا مال وجان خطرے سے بالا ہوگا نہ ان کی عزت وآبرو۔ نیز جب تک مسلمانوں کی طاقت ایک مرکز پر مجتمع نہیں ہوگی اس وقت تک کفر وشرک کا زور نہیں ٹوٹے گا۔ ای ان لا تفعلوا ما امرتکم به من تواصل المسلمین وتولی بعضہم بعضاً ...... تحصل فتنۃ فی الارض ومفسدۃ عظیمۃ لان المسلمین ما لم یصیروا یدا واحدۃ علی الشرک کان الشرک ظاہرا والفساد زائدا (مدارک ج ۲ ص ۸۶) ۳۸ھ یہ مہاجرین اور انصار کے لئے بشارت اخروی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کی بہت فضیلت بیان فرمائی ہے اور ان کی کئی خوبیاں گنائی ہیں مہاجرین کی ہجرت اور ان کے جنگ وقتال کو فی سبیل اللہ اور محض رضائے الٰہی کے لئے ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا اور دونوں فریق کے بارے میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا نازل کر کے اعلان فرما دیا کہ مہاجرین وانصار نہایت سچے اور مخلص مؤمن تھے۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ سے ان کے مغفور الذنب اور جنتی ہونے کی تصدیق فرما دی

فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَ

تو تم کو لازم ہے ان کی مدد کرنی مگر مقابلہ میں ان لوگوں کے کہ ان میں اور

بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾

تم میں عہد ہو اور اللہ جو تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے ف۱

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ

اور جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ

اگر تم یوں نہ کرو گے تو فتنہ پھیلے گا ملک میں اور بڑی خرابی

كَبِيْرٌ ﴿۷۳﴾ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ

ہوگی ف۲ اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے اور

جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ

لڑے اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور

نَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ

ان کی مدد کی وہی ہیں سچے مسلمان ان کے لئے

مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

بخشش ہے اور روزی عزت کی ف۳ اور جو ایمان لائے

مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ

اس کے بعد ف۴ اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے تمہارے ساتھ ہو کر سو وہ لوگ بھی

مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ

تمہی میں ہیں اور رشتہ دار ف۵ آپس میں حقدار زیادہ ہیں ایک دوسرے کے

فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾ ع

اللہ کے حکم میں ف۶ تحقیق اللہ ہر چیز سے خبردار ہے ف۷

ع ۱۰ / ۶

ف۱ یعنی کفار کے مقابلہ میں مومنین کو ذکر... اگر ایمان لائے بعد ہجرت نہ کی... بشارت... یعنی جو مسلمان ہجرت کر کے... اور مہاجرین اور انصار... اور اولوا الارحام... مومنین کی دو قسمیں... ہیں مہاجرین اور غیر مہاجرین... اور اولوا الارحام اور غیر اولوا الارحام۔ غیر مہاجرین کی بھی دو قسمیں۔ ایک وہ جو ایسے کافروں میں رہتے ہیں جن سے مہاجرین کا میثاق ہے۔ دوم وہ جو غیر معاہد کفار میں رہتے ہیں۔ ۱۲

مُوضح قرآن ف۱ حضرت کے اصحاب دو فرقے تھے مہاجر وانصار، مہاجر گھر چھوڑنے والے اور انصار جگہ دینے والے اور مدد کرنے والے یعنی جتنے مسلمان حضرت کے ساتھ حاضر ہیں ان سب کی صلح وجنگ ایک ہے ایک کا موافق سب کا موافق ایک کا مخالف سب کا مخالف اور جو مسلمان اپنے ملک میں ہیں جہاں کافر کا زور ہے ان کی صلح وجنگ میں یہاں والے شریک نہیں۔ اگر ان کے صلحی ان سے لڑے تو یہ مدد نہ کریں اگر ان کے صلحی پر قابو پاویں تو درگزر نہ کریں اور اگر اجنبی ان پر ظلم کرے اور مدد چاہیں تو مدد کرے ۱۲ ف۲ یعنی کافر آپس میں ایک ہیں تمہاری دشمنی سے جہاں پاویں گے ضعیف مسلمانوں کو ستا دیں گے سو تم مسلمانوں کو سنا دو کہ جو ہمارے پاس ہو اس کا ذمہ ہمارا ہے اور جو اپنے گھر رہے وہ جس طرح جانے سمجھ لے ۱۲ ف۳ یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سردار کے ساتھ والے مسلمان اعلیٰ ہیں گھر بیٹھنے والوں سے آخرت میں ان کو بخشش ہے زیادہ اور دنیا میں روزی باعزت یعنی غنیمت اور فے حق ان کا ہے ۱۲ ف۴ یعنی مہاجرین میں جتنے ملتے جاویں گے سب شریک ہیں اور ناتے والا اگرچہ پیچھے مسلمان ہوا یا ہجرت کر کے آیا پہلے ناتے والے مسلمان مہاجر کا حق دار ہے یعنی میراث وہی لے گا اگرچہ رفاقت قدیم اوروں سے ہے ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی کارسازی را با یکدیگر ۱۲ ف۲ یعنی صلہ و توارث میان اہل قرابت کہ اصحاب فروض وعصبات اند لازم است واللہ اعلم ۱۲

۷۵ؔ اور جو لوگ ہجرت اولیٰ کے بعد مسلمان ہوئے اور پھر ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں مہاجرین اولین اور انصار سے جا ملے وہ بھی صلح و جنگ کے احکام میں ان کے ساتھ شریک ہوں گے۔ ان کے تاخر سے ان احکام میں کوئی فرق نہیں پڑے گا اگرچہ شرف و فضیلت میں مہاجرین اولین اور انصار سابقین ان سے ممتاز ہیں۔ والمراد ان المراد بھم الذین ھاجروا بعد الھجرۃ الاولی (روح ج۱۰ ص۳۹)
۷۶ؔ جو مسلمان دار الحرب میں رہ گئے اور پہلے ہجرت نہ کر سکے ان کے اور ان کے رشتہ دار مہاجرین کے درمیان اختلاف دارین کی وجہ سے وراثت کا سلسلہ منقطع تھا لیکن جب وہ ہجرت کر کے ان سے جا ملے تو وہ صلح و جنگ کے احکام کے علاوہ وراثت میں بھی ان کے ساتھ شریک ہو جائیں گے اور ان کے اور ان کے رشتہ دار مہاجرین میں توارث جاری ہو جائیگا۔
۷۷ؔ بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے وہ اپنے بندوں پر جس طرح چاہتا ہے احکام نافذ کرتا ہے۔ آخری رکوع میں لوگوں کی چار قسموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ تین قسمیں مومنوں کی یعنی (۱) مہاجرین (۲) انصار (۳) جو مؤمنین مجبوراً ہجرت نہ کر سکے اور (۴) کفار۔ قسم الناس اربعۃ اقسام قسم اٰمنوا وھاجروا وقسم اٰمنوا ونصروا وقسم اٰمنوا ولم یھاجروا وقسم کفروا ولم یؤمنوا (مدارک ج۲ ص۸۴)

سورۃ انفال کی خصوصیات

اور

اس میں آیات توحید

(۱) کَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَیْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَكٰرِھُوْنَ ۝ (ع ۱) نفی علم غیب از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
(۲) وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ ــــ تا ــــ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ نفی علم غیب از غیر اللہ۔
(۳) اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ (ع ۱) اللہ ہی ناصر و مددگار اور کارساز ہے اور کوئی نہیں۔
(۴) فَلَمْ تَقْتُلُوْھُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَھُمْ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (ع ۲) ولی کی کرامت اور نبی کا معجزہ درحقیقت اللہ کا فعل ہے جو ولی یا نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ کرامت اور معجزہ ولی اور نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا۔
(۵) وَمَا كَانَ صَلَاتُھُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِیَةً ط (ع ۴) اس میں سے مزامیر کی ممانعت نکلتی ہے۔
(۶) وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ (ع ۵) نفی علم غیب از صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
(۷) وَاِنْ یُّرِیْدُوْٓا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ (ع ۸) نفی علم غیب از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
(۸) ھُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ ــــ تا ــــ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ (ع ۸) متصرف کارساز اور مسبب الاسباب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔
(۹) یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (ع ۸) ہر معاملہ اور ہر مہم میں اللہ تعالیٰ ہی کفایت کرنیوالا ہے اور کوئی نہیں۔ وہی سب کا کارساز ہے۔

سُورۂ توبہ ؎

ربط سورۂ انفال میں مشرکین سے جہاد کرنے کا اجمالاً حکم دیا گیا اور قوانین جہاد کی تعلیم دی گئی۔ نیز حکم صادر کیا گیا کہ اگر جہاد میں مسلمانوں کی فتح ہو جائے تو جو مال غنیمت ہاتھ آئے اس کی تقسیم اللہ کے حکم کے مطابق کریں۔ اور اس میں نزاع و اختلاف نہ کریں۔ مالِ غنیمت کے مصارف کی بھی تفصیل کی گئی۔ سورۂ توبہ میں اعلان جہاد کا اعادہ کیا گیا۔ اور تفصیل سے بتایا کہ کن کن لوگوں سے جہاد کرنا ہے۔ یعنی جو لوگ غیر اللہ کی نذریں دیتے اور غیر اللہ کے لئے تحریمیں کرتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام، بزرگانِ دین کو متصرف و کارساز سمجھتے ہیں۔ اور اللہ کی تحریمات کو باقی نہیں رکھتے۔ ان کے ساتھ اعلانِ جنگ کر دو۔ سورۂ انفال میں بھی اگرچہ قتال کا حکم بالاجمال موجود ہے مگر وہاں مقصود قوانین جنگ اور مصارفِ غنیمت کا بیان ہے۔ اور سورۂ توبہ میں مقصود اعلانِ جنگ کا حکم ہے۔ اس لئے اس مضمون یعنی قتال فی سبیل اللہ کو اس میں تفصیل سے ذکر کیا گیا۔ یہ تو سورۂ توبہ کا ماقبل سے معنوی ربط ہے۔ اسمی ربط یہ ہے کہ مشرکین سے اعلان جنگ کر دو اور فتح کے بعد حاصل ہونے والے انفال کو اللہ کے حکم کے مطابق تقسیم کرو لیکن فَإِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ (ع ۲) اگر وہ شرک سے توبہ کرلیں اسلام لے آئیں اور اسلام کے احکام پر عمل کرنے لگیں تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ پھر ان سے جہاد مت کرو۔

خلاصہ:۔ سورۂ توبہ کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ابتداء سے لے کر رکوع ۵ کے آخر تک لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ تک ہے اور دوسرا حصہ رکوع ۶ کی ابتداء یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَکُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَکُمُ انۡفِرُوۡا الخ سے لے کر لَعَلَّہُمۡ یَحۡذَرُوۡنَ (ع ۱۵) تک ہے اور یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قَاتِلُوا الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَکُمۡ سے آخر سورت تک مضامین سورت کا اعادہ ہے۔ پہلے حصے میں بدعہدی کرنیوالے مشرکین سے اعلانِ برارت، مشرکین کے ساتھ اعلان جنگ، مشرکین سے جنگ کرنے کے بارے میں شبہات کا جواب جو ان کے ساتھ قتال کرنے کے موانع سمجھے اور مشرکین سے قتال کرنے کے اسباب و وجوہ مذکور ہیں۔ اور دوسرے حصے میں منافقین پر زجریں اور مومنین کے لئے ترغیب الی القتال ہے۔ دوسرے حصے کے آخر میں مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا الخ سے فرمایا مشرکین سے جہاد جاری رکھو۔ اور تمہارے جو متعلقین حالت کفر میں مر چکے ہیں یا جن کے دلوں پر مہر جباریت لگ چکی ہے ان کے لئے دعائے مغفرت بھی مت کرو اگرچہ وہ نہایت قریبی رشتہ دار ہوں۔

پہلا حصہ

پہلے حصے کی ابتداء میں بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖۤ الخ میں بدعہدی کرنے والے مشرکین سے اعلانِ برارت ہے یعنی جن مشرکین سے تمہارا معاہدہ تھا مگر انہوں نے معاہدہ توڑ دیا تم بھی معاہدے سے اعلان برارت کر دو اور سارے ملک میں اس اعلان کی چار ماہ تک خوب اشاعت کرو اور پھر حج کے موقع پر بھی اس اعلان کو دہراؤ۔ اِلَّا الَّذِیۡنَ عٰہَدۡتُّمۡ الخ سے ان مشرکین کو مستثنٰے کر دیا گیا جنہوں نے اپنا عہد نہیں توڑا اور تمہارے خلاف دشمن کی مدد نہیں کی ان سے اپنا عہد قائم رکھو اور میعاد معاہدہ کے اختتام تک ان سے تعرض مت کرو۔ جب اشہر حرم گذر جائیں تو عہد توڑنے والے مشرکین جہاں کہیں بھی مل جائیں انہیں قتل کر ڈالو وَاِنۡ اَحَدٌ مِّنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ اسۡتَجَارَکَ سے پناہ مانگنے والے مشرکین کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ کَیۡفَ یَکُوۡنُ لِلۡمُشۡرِکِیۡنَ عَہۡدٌ الخ (ع ۲) یہ مانع اول کا جواب ہے۔ مانع یہ تھا کہ ان مشرکین سے تو معاہدہ کیا گیا ہے ان سے جہاد کیونکر جائز ہے۔ جواب دیا گیا کہ جب انہوں نے عہد توڑ دیا تو اب مانع باقی نہ رہا۔ اب ان سے جہاد کرو۔ مَا کَانَ لِلۡمُشۡرِکِیۡنَ اَنۡ یَّعۡمُرُوۡا الخ (ع ۳) یہ مانع دوم کا جواب ہے۔ مانع دوم یہ تھا کہ مشرکین تو بڑے نیک کام کر رہے ہیں۔ بیت اللہ کی تعمیر میں حصہ لے رہے ہیں اور حاجیوں کی خدمت کرتے ہیں فرمایا کفر و شرک کی حالت میں اعمال صالحہ کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ اعمال رائیگاں ہیں۔ اعمال کی قبولیت کا مدار ایمان پر ہے اور وہ ایمان سے خالی ہیں۔ اس کے بعد اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَہَاجَرُوۡا الخ میں مہاجرین اور مجاہدین کے لئے بشارت اخروی ہے۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا الخ (ع ۳) یہ تیسرے مانع کا جواب ہے یعنی مشرکین سے تو قریبی رشتہ داریاں ہیں ان سے جنگ کرنے سے قطع رحمی ہوگی۔ فرمایا اگر اللہ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ کے مقابلے میں تمہیں رشتہ داریاں اور مالی منافع زیادہ عزیز ہیں تو پھر تم بھی اللہ کے عذاب کا انتظار کرو۔ اس کے بعد لَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ الخ (ع ۴) بشارت دنیوی ہے۔ وَاِنۡ خِفۡتُمۡ عَیۡلَۃً الخ یہ چوتھے مانع کا جواب ہے۔ یعنی اگر مشرکین سے جہاد کی صورت میں کاروبار تباہ ہونے اور مالی پریشانیوں کا اندیشہ ہو تو اس کی پرواہ نہ کرو۔ اللہ تمہیں فراخی سے دولت عطا فرمائے گا۔ قَاتِلُوا الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ الخ یہاں سورۂ انفال کے دعوے کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ کن لوگوں کے ساتھ قتال کرنا ہے اور ان لوگوں سے قتال کے اسباب و وجوہ کیا ہیں یعنی جو لوگ اللہ کی توحید اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے اور غیر اللہ کو متصرف و کارساز سمجھ کر ان کے لئے تحریمیں کرتے اور نذریں دیتے ہیں اور اللہ کی تحریمات کو باقی نہیں رکھتے ان سے جہاد کرو وہ خواہ مشرکین عرب ہوں یا یہود اور نصاریٰ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ یہ قتال کی پہلی وجہ ہے۔ یعنی اللہ پر، اللہ کے رسول پر اور قیامت پر ان کا ایمان نہیں۔

دوسری وجہ وَلَا یُحَرِّمُوۡنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ وہ محرمات الٰہیہ مثلاً غیر اللہ کی نذر و نیاز کو حرام نہیں سمجھتے۔ تیسری وجہ وَقَالَتِ الۡیَہُوۡدُ عُزَیۡرُ ابۡنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ اللّٰہِ (ع ۵) یہود حضرت عزیر کو اور عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور نائب متصرف سمجھتے ہیں۔ چوتھی وجہ اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَہُمۡ وَرُہۡبَانَہُمۡ اَرۡبَابًا الخ انہوں نے اپنے مولویوں، پیروں، گدی نشینوں اور حضرت مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا کارساز بنا رکھا ہے۔ پانچویں وجہ قتال یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَالرُّہۡبَانِ الخ یہود و نصاریٰ کے بہت سے علماء اور پیر و فقیر لوگوں کو اللہ کی راہ (راہِ توحید) سے روکتے اور ناجائز

ہتھکنڈوں سے لوگوں کا مال بٹورتے ہیں ۔ چھٹی وجہ قتال اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا الخ اللہ تعالیٰ نے روز اول سے مہینوں کی تعداد بارہ مقرر کی اور ان میں سے چار مہینوں کو قابل احترام ٹھہرایا مگر ان مشرکین نے ان میں اپنی طرف سے رد و بدل کر دیا وہ عزت والے مہینوں میں جنگ و قتال کر کے ان کی جگہ دوسرے مہینوں کو عزت والے قرار دے کر ان میں جنگ نہ کرتے ۔ جن مشرکین نے اشہر حرم کا احترام باقی نہیں رکھا ان سے بھی قتال کرو ۔

دوسرا حصّہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ الخ (ع ۶) بیان دعوٰی کے بعد مومنوں کے لئے ترغیب الی القتال ، منافقین اور ان مومنوں کے لئے جو جہاد میں شریک نہیں ہوئے زجر و توبیخ کا ذکر کیا گیا ہے ۔ یہاں سے ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تک ترغیب الی القتال ہے ۔ دوسرے حصے میں صحابہ کرام کی تین اور منافقین کی چار جماعتوں کا ذکر کیا گیا ہے ۔ صحابہ کی تین جماعتیں (۱) وہ مہاجرین و انصار جو جان و دل سے جنگ تبوک میں شریک ہوئے اور جہاد کیا ۔ آیات ذیل میں ان کے فضائل اور ان کے لئے بشارتیں مذکور ہیں ۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ـــ تا ـ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (ع ۹) ، لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ـــ تا ـــ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (ع ۱۱) وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ (ع ۱۲) ـــ تا ـــ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (ع ۱۳) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ ـــ تا ـــ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (ع ۱۴) لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ ـــ تا ـــ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۔

(۲) وہ پانچ صحابہ کرام جو مخلص مومن تھے مگر جہاد میں شریک نہ ہوئے ۔ انہوں نے اپنے کو ستونوں سے باندھ لیا اور گڑگڑا کر توبہ کی ۔ اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی ۔ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ ـــ تا ـ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (ع ۱۳) میں ان کا ذکر ہے ۔

(۳) وہ تین صحابہ جو قدیم الایمان اور نہایت مخلص تھے اور سستی کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہوئے اور حضور علیہ السلام کی واپسی پر کوئی عذر نہیں تراشا ۔ بلکہ اپنا قصور صاف صاف بیان کر دیا ان کو بطور تادیب بچاس دن کی ڈھیل دی اور اس کے بعد ان کی توبہ قبول فرمائی ۔ ان کا ذکر ان دو آیتوں میں ہے ۔ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا یُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ (ع ۱۳) اور وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا ـ تا ـ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (ع ۱۴)

منافقین کی حسب ذیل چار جماعتوں کا ذکر کیا گیا ہے ۔ (۱) وہ منافقین جو جہاد میں شریک نہ ہوئے اور حضور علیہ السلام کی جہاد سے واپسی پر جھوٹے بہانے تراشنا شروع کئے ۔ حسب ذیل مقامات میں ان کے احوال و قبائح مذکور ہیں ۔ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِیْبًا (ع ۶) ـــ تا ـــ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ (ع ۸) فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ع ۱۱) ـــ تا ـ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ (ع ۱۱) ، وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ (ع ۱۲) ـــ تا ـ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ (ع ۱۲)

(۲) وہ منافقین جو جہاد میں شریک نہ ہوئے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کے لئے "مسجد ضرار" تعمیر کی ۔ ان کا ذکر وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا (ع ۱۳) ـــ تا ـــ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ (ع ۱۳) میں ہے ۔

(۳) وہ منافقین جو از راہ نفاق جہاد میں شریک ہوئے مگر راستہ میں مسلمانوں کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کرتے رہے ۔ ان کا ذکر وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ تا ـــ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ (ع ۸) میں ہے ۔

(۴) وہ منافقین جنہوں نے حضور علیہ السلام کی جنگ تبوک سے واپسی پر آپ کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا ۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو ان کی ناپاک سازش کی اطلاع دے دی ۔ ان کا ذکر یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ط ـــ تا ـــ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (ع ۱۰) میں کیا گیا ہے ۔ اس حصے میں ثعلبہ منافق کا واقعہ بھی مذکور ہے جس نے حضور علیہ السلام سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا عہد کیا تھا مگر عہد پر قائم نہ رہا ۔ اس کا واقعہ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ الخ (ع ۱۰) میں مذکور ہے ۔

سورت کے آخری رکوع میں سورت کے تمام مضامین کا بالاجمال اعادہ کیا گیا ہے ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ الخ میں حکم قتال کا اعادہ ہے ۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ الخ میں ترغیب اتباع رسول کا اعادہ ہے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ میں مسئلہ توحید کا بیان ہے جس کی خاطر جہاد کا حکم دیا گیا ۔

حصّہ اوّل سورۂ براءت کا پہلا حصہ جو ابتداء سے لیکر رکوع ۵ کے آخر یعنی وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ تک ہے ۔ اس میں تین امور مذکور ہیں (۱) اعلان براءت از مشرکین (۲) جہاد کے چار موانع کا جواب اور (۳) مشرکین سے جہاد کرنے کے وجوہ ۔

ف۲ سورۂ براءت سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھی گئی اسکی مختلف وجوہ ذکر کی گئی ہیں، اقرب الی الصواب یہ ہے کہ اس سورت سے پہلے بسم اللہ نازل ہی نہیں ہوئی تھی کیونکہ بسم اللہ امان ہے اور سورۂ توبہ قتال کا حکم لیکر نازل ہوئی جیسا کہ حضرت علی رض محمد بن حنفیہ اور سفیان بن عیینہ سے منقول ہے ۔عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ من ان البسملۃ امان وبراءۃ نزلت بالسیف ومثلہ عن محمد بن الحنفیۃ وسفیان بن عیینۃ ومرجع ذلک الی انہا لم تنزل فی ھذہ السورۃ کاخواتہا لما ذکر (روح ج۱۰ ص۴۰)

سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّتِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتَّۃَ عَشَرَ رُکُوْعًا

سورۂ توبہ ف۱ مدینہ میں اتری اور اس کی ایک سو آیتیں اور سولہ رکوع ہیں ف۲

بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝۱ فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ ۙ وَاَنَّ اللّٰہَ مُخْزِی الْکٰفِرِیْنَ ۝۲ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۙ وَرَسُوْلُہٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝۳ اِلَّا الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ شَیْئًا وَّلَمْ یُظَاھِرُوْا عَلَیْکُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْھِمْ عَھْدَھُمْ

صاف جواب ف۱ ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی ان مشرکوں کو جن سے تمہارا عہد ہوا تھا سو پھر لو اس ملک میں چار مہینے اور جان لو کہ تم نہ تھکا سکو گے اللہ کو اور یہ کہ اللہ رسوا کرنے والا ہے کافروں کو اور سنا دینا ہے اللہ ف۲ کی طرف سے اور اسکے رسول کی طرف سے لوگوں کو دن بڑے حج کے کہ اللہ الگ ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول سو اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم ہرگز نہ تھکا سکو گے اللہ کو اور خوشخبری سنا دے کافروں کو عذاب درد ناک کی ف۳ مگر جن ف۴ مشرکوں سے تم نے عہد کیا تھا پھر انہوں نے کچھ قصور نہ کیا تمہارے ساتھ اور مدد نہ کی تمہارے مقابلہ میں کسی کی سو ان سے پورا کر دو ان کا عہد

ف۱ یعنی انتقال مکانی کر کے دیکھو اور جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ ۔ جن مشرکین نے عہد توڑ ڈالا ہے ان کے ساتھ تمہارا بھی عہد و میثاق ختم ۔ (یعنی بنی بکر وغیرہ) اور یہ براءت نامہ علاقوں میں روانہ کرو اور موسم حج میں بھی اعلان کر دو تاکہ تمام لوگوں کو اس براءت کا علم ہو جائے لیکن حج کے موقع پر چار مہینوں کا نام نہ لینا کیونکہ چار مہینوں میں سے موسم حج تک گذر چکے ہوں گے یہ حکم شوال ۹ھ میں ہوا ۱۲ ۔ ف۳ مراد مشرکین اطراف مکہ ہیں کیونکہ مکہ شریف ۸ھ میں فتح ہو چکا تھا ۔ ۱۲

[illegible]

مسلمانوں کا مشرکین سے معاہدہ تھا مگر مشرکین اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور انہوں نے عہد توڑ ڈالا البتہ بنی ضمرہ اور بنی کنانہ اپنے عہد پر قائم رہے ۔ قریش اور ان کے حلیف قبیلہ بنی بکر نے مسلمانوں کے حلیف بنی خزاعہ پر ظالمانہ حملہ کر کے ان کو نقصان پہنچایا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ عہد شکن مشرکین سے معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کر دیں اور ان کو چار ماہ کی مہلت دیدیں تاکہ اس دوران میں وہ یا تو وطن سے نکل جائیں یا اسلام قبول کر لیں یا پھر جنگ کیلئے تیار ہو جائیں ۔ یہ حکم شوال ۹ھ میں نازل ہوا تھا ۔ اور چار مہینوں سے شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم مراد ہیں ۔ اعلان براءت کے بارے میں فرمایا کہ سارے ملک میں براءت کا عام اعلان کر دو اور براءت نامے لکھ کر ملک میں پھیلا دو تاکہ سب کو براءت کا علم ہو جائے وَاَنَّ اللّٰہَ مُخْزِی الْکٰفِرِیْنَ اَنَّکُمْ کی ضمیر منصوب پر معطوف ہے ۔ ف۳ یعنی حج کے دن بھی براءت کا اعلان کر دو کیونکہ حج کے موقع پر دور دراز کے لوگ آتے ہیں تاکہ جسے پہلے علم نہیں ہو سکا اسے بھی علم ہو جائے مگر موسم حج میں اعلان براءت کے ساتھ چار ماہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ چار ماہ کا شمار تو ابتدائے نزول آیت سے ہوگا اور موسم حج تک دو ماہ گذر چکے ہوں گے ۔ ف۴ اس سے وہ مشرکین مراد ہیں جو اپنے عہد پر قائم رہے اور مسلمانوں کے خلاف دشمن کی مدد نہیں کی یعنی بنی ضمرہ اور بنی کنانہ (روح) فرمایا ان کو مدت عہد گذرنے تک کچھ نہ کہو ۔

موضح قرآن ف۱ یہ سورت براءت ہے حضرت نے بیان نہیں فرمایا کہ یہ جدا سورت ہے اور سورت میں کی آیتیں ہیں سورۃ کا نشان تھا بسم اللہ نازل ہوتی اس واسطے اس پر بسم اللہ نہیں اور کسی سورۃ میں داخل بھی نہیں ۔ ف۲ چھٹے برس حضرت کو مکہ کے لوگوں سے صلح ہوئی تھی اور بھی کئی فرقوں سے جو اِنَّا فَتَحْنَا میں بیان ہے اور عرب کی بہت قوموں سے صلح تھی جب کہ مکہ فتح ہوا اس سے بعد ایک برس حکم نازل ہوا کسی مشرک سے صلح نہ رکھو اور یہ باب حج کے دن یعنی عید قربان کو سب حج کے قافلوں میں پکار دو کہ سب کو خبر پہنچے اور صلح کا جواب دیکر چار مہینے فرصت دو کہ اس میں خواہ لڑائی کا سرانجام کریں یا وطن چھوڑ جاویں یا مسلمان ہوں ۔ ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ سال نہم حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم علی مرتضیٰ را در موسم حج فرستاد تا عہود مشرکان را برانداز د الا چہار ماہ فرصت داد تا در امر خود تامل کنند مگر دو فرقہ بنو ضمرہ و بنو کنانہ کہ خیانت در عہد نکردہ بودند پس خدائے تعالیٰ عہد ایشاں را تا میعاد آن مقرر داشت و تا ندا کنند کہ بعد ازیں ہیچ مشرک حج نیاید و ہیچ برہنہ طواف کعبہ نکند و اوائل سورت براءت برایشاں خواندہ ۱۲

ف۵ یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم گذر جائیں تو مشرکین جہاں کہیں ملیں ان کو قتل کر ڈالو یا انہیں پکڑ کر محصور کر لو اور انہیں پکڑنے کے لئے ہر مناسب کمین گاہ میں چھپ کر بیٹھ جاؤ ۔ فَاِنْ تَابُوْا الخ مشرکین اگر گرفتار یا محصور ہونے کے بعد کفر و شرک سے توبہ کر لیں اور ایمان لا کر احکام اسلام کی بجا آوری کا عہد کر لیں تو انہیں رہا کر دو ۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ جو شخص شرک و کفر سے توبہ کر کے سچے دل سے اسلام قبول کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور اس کے گذشتہ گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ یعنی لمن تاب ورجع من الشرك الى الايمان ومن المعصية الى الطاعة (خازن ج ۳ ص۵) يغفر لهم ما قد سلف ويثيبهم بايمانهم وطاعتهم (روح ج ۱۰ ص۵۲) ف۶ اشہر حرم یا مدت عہد گذر جانے کے بعد اگر کوئی مشرک آپ سے امن کا طالب ہو اور آپ کے قرب و جوار میں رہنے کا متمنی ہو تو آپ اسے امان دے دیں اور اپنے پاس رہنے دیں تاکہ اسے براہِ راست آپ کی زبان سے اللہ کا کلام سننے کا موقع مل جائے اور وہ آپ کی دعوت کو سمجھ سکے۔ اس کے بعد اسے اس کے گھر یا کسی ایسی جگہ پہنچا دیں جہاں اسے کسی قسم کا ڈر اور خطرہ نہ ہو۔ ۱۲ ف۷ یہاں سے موانعِ قتال کے جواب کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ یعنی ایسے چار شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے جو مشرکین سے جہاد کرنے کی راہ میں حائل ہو سکتے تھے۔ یہ پہلے مانع کا جواب ہے۔ مانع یہ تھا کہ مشرکین سے تو مسلمانوں نے معاہدہ کر رکھا ہے پھر ان سے قتال کیونکر جائز ہو سکتا ہے تو فرمایا کہ جن مشرکین نے اپنا عہد توڑ دیا اور مسلمانوں کے خلاف دشمن کو مدد دی اللہ اور رسول کے نزدیک ان کا عہد کیونکر باقی رہ سکتا ہے ان کے نقضِ عہد کی وجہ سے معاہدہ ختم ہو گیا اس لئے نبذ عہد کا اعلان کر کے اور چار ماہ کی مہلت دے کر ان سے ڈٹ کر قتال کرو۔ اِلَّا الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ الخ البتہ وہ مشرکین جو اپنے عہد پر قائم ہیں جب تک وہ عہد پر قائم رہیں ان سے اپنا عہد باقی رکھو اور ان سے کسی قسم کا تعرض مت کرو۔ اس سے مراد وہی بنی کنانہ اور بنی ضمرہ ہیں۔

إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَّقِينَ ﴿٤﴾ فَإِذَا
ان کے وعدہ تک بے شک اللہ کو پسند ہیں احتیاط والے پھر جب
ٱنسَلَخَ ٱلْأَشْهُرُ ٱلْحُرُمُ فَٱقْتُلُوا۟ ٱلْمُشْرِكِينَ
گذر جائیں ف۵ مہینے پناہ کے تو مارو مشرکوں کو
حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَٱحْصُرُوهُمْ
جہاں پاؤ اور پکڑو اور گھیرو
وَٱقْعُدُوا۟ لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا۟ وَأَقَامُوا۟
اور بیٹھو ہر جگہ تاک میں پھر اگر وہ توبہ کریں اور قائم رکھیں
ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ فَخَلُّوا۟ سَبِيلَهُمْ ۚ
نماز اور دیا کریں زکوٰۃ تو چھوڑ دو ان کا رستہ
إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥﴾ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ
بے شک اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف۲ اور اگر کوئی ف۶
ٱلْمُشْرِكِينَ ٱسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ
مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دیدے یہاں تک کہ وہ سن لے
كَلَٰمَ ٱللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُۥ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ
کلام اللہ کا پھر پہنچا دے اس کو اس کی امن کی جگہ یہ اس واسطے کہ وہ لوگ
لَّا يَعْلَمُونَ ﴿٦﴾ كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ
علم نہیں رکھتے ف۳ ف۴ کیونکر ہووے مشرکوں کے ف۷ لئے عہد
عِندَ ٱللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِۦٓ إِلَّا ٱلَّذِينَ عَٰهَدتُّمْ
اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک مگر جن لوگوں سے تم نے عہد کیا تھا
عِندَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ ۖ فَمَا ٱسْتَقَٰمُوا۟ لَكُمْ
مسجد حرام کے پاس ف۵ سو جب تک وہ تم سے سیدھے رہیں

موضح قرآن ف۱ جن سے وعدہ ٹھہر گیا تھا اور ان سے دغا نہ دیکھی ان کی صلح قائم رہی اور جن سے وعدہ کچھ نہ تھا ان کو فرصت ملی چار مہینے کی اور حضرت نے فرمایا دل کی خبر اللہ کو ہے ظاہر میں جو مسلمان ہو وہ سب کے برابر امان میں ہے اور ظاہر مسلمانی کی حد ٹھہرائی ایمان اور کفر سے توبہ کرنا اور نماز اور زکوٰۃ اسی واسطے جب کوئی شخص نماز چھوڑ دے یا زکوٰۃ موقوف کرے تو اس سے امان اٹھ گئی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کے منکروں کو برابر کافروں کے قتل فرمایا۔ ف۲ یعنی اتنی امان کا مضائقہ نہیں کہ کچھ پوچھا سنا چاہے سو سن لے پھر بھی جہاں وہ نڈر ہو وہاں تک پہنچا دینا بعد اس کے سب کافروں کے برابر ہے

فتح الرحمن ف۱ یعنی آں چہار ماہ کہ ایشاں را فرصت دادہ بودند ۔ ۱۲ ف۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم با کفارِ قریش صلح کردہ بودند و ایشاں در مقام عذر آمدہ مرکشتن خلفائے آنحضرت اعانت نمودند و ایں صورت سبب فتح مکہ شد خدائے تعالیٰ برائے تبلیغ بر غزوہ فتح آیات فرستاد ۱۲ ف۳ یعنی قریش کہ در حدیبیہ با ایشاں صلح واقع شدہ بود ۔ ۱۲

ف٨ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ کی علت ہے یہاں مشرکین کے خبث باطن اور فساد نیت کو ظاہر فرمایا کہ ان سے وفاء عہد کیونکر ہو سکتا ہے اگر انہیں کبھی تم پر غلبہ حاصل ہو جائے تو وہ نہ تمہاری رشتہ داری کا پاس و لحاظ کریں گے اور نہ اپنے عہد و پیمان کا ان کی چکنی چپڑی باتوں پر مت اعتماد کرو۔ ان کا باطن خبیث اور ناپاک ہے۔ ف٩ ثَمَنًا قَلِيْلًا سے شہوات و اہواء نفسانیہ مراد ہیں اور اشتراء، استبدال سے کنایہ ہے۔ یعنی وہ اللہ کی آیتوں کو ماننے اور ان پر عمل کرنے کی بجائے خواہشات نفسانیہ اور شہوات حیوانیہ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ یعنی انهم اعتاضوا عن اتباع آيات الله بما التهوا به من امور الدنيا الخسيسة۔ (ابن کثیر ج ۲ ص ۳۳۹) وهو اهواءهم وشهواتهم التی اتبعوها (روح ج ۱۰ ص ۵۶)

ف١٠ خواہشات و شہوات کے اتباع میں ایسے اندھے ہیں کہ کسی مومن سے تعلق قرابت اور عہد کا پاس نہیں کرتے فَاِنْ تَابُوْا الخ ہاں اگر وہ صدق دل سے اسلام قبول کر لیں اور اسلامی احکام کے پابند ہو جائیں تو پھر وہ تمہارے بھائی بند ہیں اور ان کے حقوق تمہارے برابر ہیں۔ اب ان کا مال و جان محفوظ ہے۔ ان سے کسی قسم کا تعرض مت کرو ف١١ نَكَثُوْا کی ضمیر سے اگر بنو کنانہ اور بنو ضمرہ مراد ہوں جو عہد پر قائم تھے تو اِنْ اپنے معنی موضوع لہ پر ہوگا اور اگر اس سے عہد توڑنے والے مشرکین مراد ہوں تو اِنْ بمعنی اِذَا ہوگا کیونکہ اس صورت میں نقض عہد مشکوک نہیں تھا بلکہ یقیناً واقع ہو چکا تھا اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا الخ دوسری توجیہ کا مؤید ہے۔

فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ⑦

تم ان سے سیدھے رہو بے شک اللہ کو پسند ہیں احتیاط والے ف٧

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ

کیونکر رہے صلح اور اگر وہ تم پر قابو پائیں تو نہ لحاظ کریں تمہاری

اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى

قرابت کا اور نہ عہد کا تم کو راضی کر دیتے ہیں اپنے منہ کی بات سے اور ان کے

قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ⑧ اِشْتَرَوْا

دل نہیں مانتے اور اکثر ان میں بدعہد ہیں بیچ ڈالے انہوں نے ف٩

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ

اللہ کے حکم تھوڑی قیمت پر ف١ پھر روکا اس کے رستہ سے

اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑨ لَا يَرْقُبُوْنَ

برے کام ہیں جو وہ لوگ کر رہے ہیں نہیں لحاظ کرتے ف١٠

فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

کسی مسلمان کے حق میں قرابت کا نہ عہد کا اور وہی ہیں

الْمُعْتَدُوْنَ ⑩ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ

زیادتی پر سو اگر توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ

اور دیتے رہیں زکوٰۃ تو تمہارے بھائی ہیں حکم شریعت میں ف٢ اور ہم کھول کر بیان

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ⑪ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ

کرتے ہیں حکموں کو جاننے والے لوگوں کے واسطے اور اگر وہ توڑ دیں ف١١ اپنی قسمیں

مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا

عہد کرنے کے بعد اور عیب لگائیں تمہارے دین میں تو لڑو

اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اس سے مراد رؤساء کفر اور پیشوایان شرک ہیں جو اطراف مکہ کے باشندے تھے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکالنے میں مشرکین مکہ کو مدد دی تھی یعنی قبل از فتح مکہ اس سے مدینہ کے یہود مراد لینا صحیح نہیں۔ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ ای لا عهد لهم یعنی ان کے عہد و پیمان کا کوئی اعتبار نہیں ان سے

موضح قرآن ف١ صلح والے تین قسم فرمائے ایک جن سے مدت نہیں ٹھہری ان کو جواب دیا مگر جو مکے کی صلح میں شامل تھے جب تک وے دغا نہ کریں۔ یہ ادب ہے مکے کا اور تیسرے جن سے مدت ٹھہری اور صلح قائم رہی لیکن آخر سب مشرک عرب ایمان لے آئے ۱۲ ف٢ یعنی یہ جو فرمایا کہ بھائی ہیں حکم شرع میں اسی سے سمجھ لیں کہ جو شخص قرآن سے معلوم ہو کہ ظاہری مسلمان ہے دل سے یقین نہیں رکھتا اس کو حکم ظاہری میں مسلمان گنیں مگر معتمد اور دوست نہ پکڑیں۔

فتح الرحمٰن ف١ یعنی تابع شہوات نفس شدند و ایمان را ترک کردند ۱۲

أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ
کفر کے سرداروں سے بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں تاکہ وہ

يَنتَهُونَ ﴿١٢﴾ أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ
باز آئیں ف۱ کیا نہیں لڑتے ایسے ۱۲ لوگوں سے جو توڑیں اپنی قسمیں

وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ
اور فکر میں رہیں کہ رسول کو نکال دیں اور انہوں نے پہلے چھیڑ

أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن
کی تم سے کیا ان سے ڈرتے ہو سو اللہ کا ڈر چاہیئے

تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾ قَاتِلُوهُمْ
تم کو زیادہ اگر تم ایمان رکھتے ہو لڑو ان سے ۱۳

يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ
تا عذاب دے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے اور تم کو ان پر

عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴿١٤﴾ وَ
غالب کرے اور ٹھنڈے کرے دل مسلمان لوگوں کے اور

يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن
نکالے ان کے دل کی جلن اور اللہ توبہ نصیب کرے گا جس

يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٥﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن
کو چاہے گا اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے کیا تم یہ گمان کرتے ہو ۱۴ کہ

تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ
چھوٹ جاؤ گے حالانکہ ابھی معلوم نہیں کیا اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد

وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَ
کیا ہے اور نہیں پکڑا انہوں نے سوا اللہ کے اور اس کے رسول کے اور

رازدار

۱۲ یہ ترغیب الی القتال ہے اور استفہام انکاری ہے۔ اور ساتھ تین وجوہ کا ذکر کر دیا گیا جو ان سے قتال کی موجب ہیں۔ اوّل نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ کہ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ دوم هَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کی کوشش کی سوم وَهُم بَدَءُوكُمْ اور انہوں نے تمہارے ساتھ جنگ کی ابتدار کی لہٰذا ان سے ضرور قتال کرو کیا تمہیں یہ ڈر ہے کہ جنگ کی صورت میں تمہیں مشرکین کے ہاتھوں نقصان پہنچے گا۔؟ اس کی پرواہ مت کرو بلکہ اللہ سے ڈرو اور اس کے حکم کی خلاف ورزی مت کرو۔ خالص اور پختہ ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نافع و ضار نہ سمجھو فان مقتضی ایمان المؤمن الذی یتحقق انہ لاضار ولا نافع الا اللہ تعالیٰ ولا یقدر احد علی مضرۃ ولا نفع الا بمشیتہ ان لا یخاف الا من اللہ تعالیٰ (روح ج ۱۰ ص ۶۱)

۱۳ مذکورہ بالا تین وجوہ قتال میں سے ایک بھی ان سے قتال کا باعث بننے کے لیے کافی ہے چہ جائیکہ تینوں وجوہ موجود ہوں لہٰذا ان مشرکین سے قتال کرو اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے ان کو رسوا کرے گا اور ان کے مقابلے میں تمہاری مدد فرمائے گا۔ اس طرح جن مومنوں کو ان کے ہاتھوں تکلیفیں پہنچی تھیں وہ خوش ہوں گے اور ان کے دلوں کی جلن دور ہو جائے گی۔ **۱۴** یہ زجر ہے۔ خطاب مومنین سے ہے یا منافقوں سے جنہیں قتال کا حکم ناگوار محسوس ہوا۔ وَلِيجَةً رازدار دوست۔

موضح قرآن ف۱ اگر ثابت ہوا ایک کا فریب دیتا ہے ہمارے دین کو وہ ذمی نہ رہا۔ ۱۲

فتح الرحمٰن یعنی تکلیف جہاد نشود۔ ۱۲

۱۵ھ یہ قتال کے مانع ثانی کا جواب ہے۔ مانع یہ تھا کہ مشرکین بیت اللہ کی تعمیر اور اس قسم کے دوسرے نیک اعمال بجالاتے ہیں لہٰذا ان سے قتال کیونکر روا ہے۔ فرمایا مشرکین کا کوئی عمل قبول نہیں۔ کفر و شرک کی حالت میں ان کے تمام نیک اعمال ضائع اور رائیگاں ہیں۔ لہٰذا ان کے دوسرے شر انگیز اعمال کی وجہ سے ان سے جہاد لازم ہے۔ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ الخ بیت اللہ کی تعمیر اور دوسرے اعمال صالحہ صرف انہی لوگوں سے قبول کئے جاتے ہیں جو شرک سے توبہ کریں۔ خدائے واحد پر اور آخرت پر ایمان لائیں اور تمام اعمال شریعت کے مطابق بجالائیں وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ اور صرف اللہ سے ڈرے اور معبودان باطلہ سے نہ ڈرے جس طرح مشرکین ڈرتے ہیں۔ کانوا یخشون الاصنام ویرجونها فارید نفی تلك الخشية عنهم (مدارک ج ۲ ص ۹۳)۔ **۱۶ھ** خطاب مشرکین سے ہے یعنی ایک وہ شخص ہے جو دل و جان سے ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور ایک وہ ہے جو بحالت شرک حاجیوں کو پانی پلاتا اور بیت اللہ کی تعمیر کرتا ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ مومن کے تمام اعمال عند اللہ مقبول ہیں اور مشرک کے تمام اعمال مردود اور رائیگاں ہیں۔ **۱۷ھ** یہ ان صحابۂ کرام کے لئے بشارت اخروی ہے جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں تن من دھن سے جہاد کیا ان کے حسب ذیل فضائل بیان کئے گئے۔ (۱) وہ غیر مہاجرین اور غیر مجاہدین مومنون سے افضل ہیں۔ (۲) وہ آخرت میں کامیاب اور بامراد رہیں گے۔ (۳) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنات نعیم کا فیصلہ فرما دیا ہے جن کی ہر نعمت دائمی اور لازوال ہوگی اور وہ بھی ابد الآباد ان میں رہیں گے۔ **۱۸ھ** یہ مانع ثالث کا جواب ہے یعنی مشرکین سے جہاد کرنے میں یہ خیال ہرگز حائل نہ ہونا چاہیئے کہ ان میں تمہارے قریبی اور عزیز ترین رشتہ دار موجود ہیں۔ یاد رکھو اگر تمہارے ماں باپ اور تمہارے بھائی اور دیگر اعزہ ایمان کے مقابلے میں کفر و شرک کو ترجیح دیتے اور پسند کرتے ہیں تو تم ان

لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

مسلمانوں کے کسی کو بھیدی اور اللہ کو خبر ہے جو تم کر رہے ہو

ع ۸

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ

مشرکوں کا کام نہیں ۱۵ھ کہ آباد کریں اللہ کی مسجدیں

شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ

اور تسلیم کر رہے ہوں اپنے اوپر کفر کو وہ لوگ

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾

خراب گئے ان کے عمل اور آگ میں رہیں گے وہ ہمیشہ ۱۵ھ

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

وہی آباد کرتا ہے مسجدیں اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت

الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا

کے دن پر اور قائم کیا نماز کو اور دیتا رہا زکوٰۃ اور نہ ڈرا سوائے

اللّٰهَ قف فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾

اللہ کے کسی سے سو امیدوار ہیں وہ لوگ کہ ہوویں ہدایت والوں میں

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

کیا تم نے کر ۱۶ھ دیا حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کا بسانا

كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ

برابر اس کے جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور لڑا

سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

اللہ کی راہ میں یہ برابر نہیں ہیں اللہ کے نزدیک اور اللہ رستہ نہیں دیتا

وقف لازم

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ

ظالم لوگوں کو جو ایمان لائے ۱۷ھ اور گھر چھوڑ آئے اور

ے مانع ثانی کا جواب یعنی ان سے قتال کے مشرکین بیت اللہ کی تعمیر کرتے ہیں ۱۲

۲ خطاب بمشرکین ہے ۱۲

سے بشارت ۱۲

فتح الرحمٰن **ف۱** تعریض است بجواب مفاخرت قریش بعمارت مسجد حرام ۱۲

جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ

لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے

اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ⑳

ان کے لئے بڑا درجہ ہے اللہ کے ہاں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ

خوشخبری دیتا ہے ان کو پروردگار ان کا اپنی طرف سے مہربانی کی اور رضامندی کی اور باغوں کی

لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ㉑ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ

کہ جن میں ان کو آرام ہے ہمیشہ کا رہا کریں ان میں مدام بے شک

اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ㉒ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے ف۱ ف۱ اے ایمان والو ف۱۸

لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَاۗءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاۗءَ اِنِ

مت پکڑو اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو رفیق اگر

اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَي الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ

وہ عزیز رکھیں کفر کو ایمان سے اور جو تم میں ان کی رفاقت

مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ㉓ قُلْ اِنْ كَانَ

کرے سو وہی لوگ ہیں گنہگار ف۲ تو کہدے اگر ف۱۹

اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَ

تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور

عَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ

برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے

كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں جن کو پسند کرتے ہو تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے

سے ہرگز دوستی نہ رکھو۔ ان سے محبت وشفقت کا رشتہ توڑ لو اور اللہ کے دین کو سربلند کرنے کیلئے ان سے جہاد کرو۔ ف۱۹ یہ زجر ہے یعنی اگر ماں باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں اور دیگر رشتہ دار، مال و دولت، کاروبار اور مکانات تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر اللہ کے عذاب کیلئے تیار ہو جاؤ۔ یہ پہلے حکم لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَاۗءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاۗءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَي الْاِيْمَانِ کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے تہدید وتخویف ہے فَتَرَبَّصُوْا۔ وھذا امر تھدید وتخویف (خازن ج ۳ ص۵۵)، (حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ) الحسن بعقوبة اٰجلة او عاجلة (قرطبی ج ۸ ص۹۶)

موضح قرآن ف۱ اوپر سے نیچے تک پانچ آیتیں نازل ہوئیں اس پر کہ گفتگو ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ میں۔ حضرت عباس نے آخر کو ہجرت کی ہے کہا حضرت علی نے اگر تم اوّل ہجرت کرتے تو جہاد میں حاضر ہوتے اور مرتبہ بلند پاتے جیسے ہم نے پائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم بھی خدا کے کام میں تھے یعنی خدمت حاجیوں کی اور آبادی مسجد الحرام کی سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کام ان کے برابر نہیں اور مشرکوں کی خدمت قبول نہیں کوئی مسلمان خدمت کرے تو قبول ہے۔

فائدہ ان آیتوں سے سمجھ کر حضرت نے مکہ سے کافروں کو نکال دیا ہمیشہ کو حکم ہوا کہ مکہ میں کافر نہ جاویں اور علماء نے لکھا ہے کہ کافر چاہے مسجد بناوے اس کو منع کر دیئے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ پیغمبر کی قرابت سے عمل کا درجہ بڑا ہے کہ حضرت عباس جو قرابت میں قریب تھے اور حضرت علی عمل میں زیادہ۔ ف۲ یعنی بعضے شخص دل سے مسلمان ہیں لیکن برادری سے توڑ نہیں سکتے کہ ظاہر مسلمان ہو جاویں ان کا حال یہاں سے سمجھو۔ ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ بعد غزوہ فتح در ترغیب بر جہاد مشرکین واہل کتاب نازل شدہ ۱۲

وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ

اور اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو یہاں تک کہ بھیجے

اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

اللہ اپنا حکم اور اللہ رستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو ۔ ف۱

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ

مدد کر چکا ہے اللہ تمہاری ف۲ بہت میدانوں میں اور حنین کے دن

اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ

جب خوش ہوئے تم اپنی کثرت پر پھر وہ کچھ کام نہ آئی تمہارے اور

ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ

اور تنگ ہو گئی تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے پھر ہٹ گئے تم

مُّدْبِرِيْنَ ۚ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

پیٹھ دیکر پھر اتاری اللہ نے اپنی طرف سے تسکین اپنے رسول پر

وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ

اور ایمان والوں پر اور اتاریں فوجیں کہ جن کو تم نے نہیں دیکھا اور

عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾

عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے منکروں کی

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ

پھر توبہ نصیب کریگا ف۳ اللہ اس کے بعد جس کو چاہے ف۴

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۵ اے ایمان والو

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

مشرک ف۶ جو ہیں سو پلید ہیں سو نزدیک نہ آنے پائیں مسجد الحرام کے

ع ۳ / ۸ / ۹

مدینہ بشارت

ملہ اس سے تمام حرم مراد ہے یعنی مسجد حرم و ما یتعلق بہا کیونکہ مطلب یہ ہے کہ ان کو حج نہ کرنے دو تا تغیر سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد

نملہ خطاب ایمان والوں سے ہے ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر اپنے انعام نصرت کا اظہار فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر دشمن کے مقابلے میں تمہاری مدد کی اور تمہیں فتح عطا فرمائی اس لئے تم کسی وقت بھی مشرکین سے قتال کرنے سے ہمت مت ہارو اللہ تمہارا حامی و مددگار ہے خطاب للمؤمنین خاصة و امتنان علیهم بالنصر علی الاعداء التی یترك لها الغیور احب الاشیاء الیه (روح ج ۱۰ ص۲۷) حنین مکہ اور طائف کے درمیان مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ایک وادی کا نام ہے۔ یہاں فتح مکہ کے بعد ہوازن، ثقیف وغیرہ قبائل مشرکین سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی تھی مشرکین چار ہزار تھے اور مسلمان بارہ ہزار بعض مسلمانوں نے اپنی کثرت تعداد سے خوش ہو کر کہہ دیا کہ آج ہم قلت عدد کی وجہ سے تو مغلوب نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ ایک مسلمان کثرت عدد پر ناز کرے اور ایک لمحے کے لئے بھی اللہ پر اعتماد و توکل کی گرفت اس کے دل و دماغ پر سے ڈھیلی ہو جائے ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے محض تنبیہ کے طور پر مسلمانوں کی فتح کو شکست سے بدل دیا۔ حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ پہلے کفار کو شکست ہوئی اور بہت سا مال اور ساز و سامان چھوڑ کر پسپا ہو گئے۔ یہ دیکھ کر مسلمان سپاہی اموال غنیمت جمع کرنے لگ گئے۔ اس موقع پر ہوازن کا تیر انداز دستہ جو پہاڑیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا یکایک وہاں سے نکلا اور مسلمانوں پر دھاوا بول دیا اور چاروں طرف سے اس قدر تیر برسائے کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مع چند رفقاء دشمن کے مقابلہ میں باقی رہ گئے ۔ حضرت ابوبکر، عمر، علی، عباس، ابوسفیان بن حارث عبداللہ بن مسعود، جعفر بن ابی سفیان، ربیعہ بن حارث فضل ابن عباس، اسامہ بن زید، ایمن بن عبید رضی اللہ عنہم تقریباً سو یا اسی نفر ثابت قدم رہے جو پہاڑوں سے زیادہ مضبوط اور مستحکم نظر آتے تھے ۔ مولانا عثمانی فرماتے ہیں " یہ خاص موقع تھا جبکہ دنیا نے پیغمبرانہ صداقت و توکل اور معجزانہ شجاعت کا ایک محیر العقول نظارہ ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ آپ سفید خچر پر سوار تھے ۔ حضرت عباس ایک رکاب اور ابوسفیان ابن الحارث دوسری رکاب تھامے ہوئے ہیں ۔ چار ہزار کا مسلح لشکر پورے جوش انتقام میں ٹوٹا پڑتا ہے ۔ ہر چہار طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے۔ ساتھی منتشر ہو چکے ہیں مگر رفیق اعلیٰ آپ کے ساتھ ہے ۔ ربانی تائید اور آسمانی سکینہ کی غیر مرئی بارش آپ پر اور آپ کے گنے چنے رفیقوں پر ہو رہی ہے جس کا اثر آخر کار بھاگنے والوں تک پہنچتا ہے ۔ جدھر سے ہوازن اور ثقیف کا سیلاب بڑھ رہا ہے آپ کی سواری کا منہ اس وقت بھی اسی طرف ہے اور ادھر ہی آگے بڑھنے کے لئے خچر کو مہیز کر رہے ہیں ۔ دل سے خدا کی طرف لو لگی ہے اور زبان پر نہایت استغناء و اطمینان کے ساتھ انا النبی لا کذب * انا ابن عبد المطلب جاری ہے یعنی بیشک میں سچا نبی ہوں اور عبد المطلب کی اولاد ہوں ۔ اسی حالت میں آپ نے صحابہ کو

موضح قرآن ف۱ آخر حکم بھیجا کہ اس ملک سے کافر باہر ہوں تب اکثر کافر مسلمان ہوئے ۱۲ ف۲ فتح مکہ کے بعد حضرت نے سنا کہ مکہ اور طائف کے بیچ کافر جمع ہیں لڑائی کو حضرت ان پر چلے دس ہزار مسلمان ساتھ تھے اول سے اور دو ہزار مل گئے مکہ سے پہاڑوں کے بیچ گذار فوج کا تنگی سے تھا کم کم گذرنے لگے قوم ہوازن گرد میں چھپے تھے جب مکہ والے گذرنے لگے وے ان پر آگرے یہ الٹے بھاگے ۔ حضرت کے ساتھ والے بھی بکھر گئے ۔ حضرت پیادے ہو کر جنگ کو مستعد ہوئے ۔ حضرت عباس نے بلند آواز سے پکارا انصار کو اس آواز پر مہاجر و انصار پہنچے تب لڑائی ہوئی اور اللہ نے فتح دی ۔ اول کسی مسلمان نے کہا تھا کہ ہم تھوڑوں کو بہت جگہ فتح ملی ہے اب تو ہم ہیں دس ہزار حق تعالیٰ نے ادب دیا تا اسباب پر نظر نہ رکھیں پھر ان کافروں

فتح الرحمٰن ف۱ در غزوہ حنین شکست گونہ بمسلمین رو دادہ بود و بعد ازاں خدا تعالیٰ نصرت داد بجہت تذکیر نعمت ایں آیات فرستاد ۱۲ ف۲ یعنی توفیق اسلام دہد ہر کرا خواہد از کافران ۱۲

آواز دی الیٰ عباد اللہ الیٰ انا رسول اللہ خدا کے بندو ادھر آؤ۔ یہاں آؤ کہ میں خدا کا رسول ہوں (تفسیر عثمانی) اس کے بعد حضور علیہ السلام کی ہدایت پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو آواز دی جسے اللہ نے ہر ایک کے کان تک پہنچا دیا پھر کیا تھا تمام صحابہ فوراً میدان کی طرف واپس لوٹ پڑے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی کمک نازل فرما دی اور مسلمانوں کے دلوں سے خوف و ہراس کو محو کر کے انہیں سکون و اطمینان عطا فرمایا ان کی تقویت اور ہمت افزائی فرمائی اور مسلمانوں نے پلٹ کر مشرکین کے لشکر پر ایسا بھرپور حملہ کیا کہ آنِ واحد میں وہ مغلوب و مقہور ہو گئے۔ کچھ مقتول ہوئے کچھ اسیر ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی امداد فرمائی۔ **۲۱ف** چنانچہ مشرکین کی فوج کے جو سپاہی قید ہوئے یا قتل سے بچ گئے تھے ان میں سے اکثریت کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور وہ مسلمان ہو کر دین اسلام کے سچے اور مخلص خادم بن گئے۔ یعنی فهدیه الی الاسلام کما فعل بمن بقی من هوازن حیث اسلموا وقدموا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم تائبین فمن علیهم واطلق سبیهم (خازن ج ۳ ص۶۳) **۲۲ف** جب کفر کی قوت ٹوٹ گئی اور سارا عرب اسلام کے زیرِ نگیں آ گیا تو مکہ مکرمہ کو اسلامی حکومت کا مرکز قرار دیا گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ آئندہ سال سے کوئی مشرک حدودِ حرم میں داخل نہ ہونے پائے اور انہیں حج کرنے کا بھی موقع نہ دیا جائے اَلْمَسْجِدَ الْحَرَامَ سے مسجد حرام اور ما یتعلق بہ یعنی حدودِ حرم مراد ہیں۔ جیسا کہ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں ہے کیونکہ معراج حضرت ام ہانی کے گھر سے ہوا تھا فلا یحجوا ولا یعتمروا کما کانوا یفعلون فی الجاهلیة (مدارک ج ۲ ص۹۳) وقال عطاء المراد بالمسجد الحرام الحرم وان علی المسلمین ان لا یمکنوهم من دخوله (بحر ج ۵ ص۲۸) اصل مقصد مشرکین کو حج و عمرہ کرنے سے روکنا ہے اور حج کے بہت سے احکام مسجد حرام سے باہر ادا ہوتے ہیں مثلاً سعی بین الصفا والمروہ اور وقوف عرفات وغیرہ۔ اس لئے مسجد حرام سے حدودِ حرم مراد ہیں۔ **۲۳ف** یہ مانع رابع کا جواب ہے۔ نبذ عہد اور امر قتال کے بعد یہ حکم بھی آ گیا کہ آئندہ کے لئے کوئی مشرک حدودِ حرم میں داخل نہیں ہو سکیگا۔ موسم حج میں مشرکین اموال تجارت لاتے تھے جس سے مسلمانوں کو بھی نفع پہنچتا تھا۔ علاوہ ازیں دیگر

بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ

اس برس کے بعد ف۱ اور اگر تم ڈرتے ۲۳ف ہو فقر سے ف۲ تو آئندہ

يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ

غنی کر دے گا تم کو اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا

حَكِيْمٌ ﴿٢٨﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا

حکمت والا ہے ف۳ ۲۴ف لڑو ان لوگوں سے جو ۲۴ف ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ

بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے

وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا ان لوگوں میں سے جو کہ اہل کتاب ہیں

حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٢٩﴾ ع وَ

یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر ف۴ اور

قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ

یہود نے کہا کہ ۲۵ف عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح

ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـــُٔوْنَ قَوْلَ

اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ سے ف۳ ریس کرنے لگے اگلے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٠﴾

کافروں کی بات کی ف۴ ہلاک کرے ان کو اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں ف۵

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

ٹھہرا لیا اپنے ۲۶ف عالموں اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر

وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا

اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی اور ان کو حکم ۲۷ف یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں

موضح قرآن ف۱ مسجد الحرام میں مشرک کو جانا منع ہے بلکہ سارے حرم میں اور مسجدیں معاف ہے۔ اور پلیدی ان کے دل میں ہے بدن پر نہیں اور فقر سے ڈرتے ہو یعنی آمد و رفت موقوف ہو گی مشرکوں کی تو معاملات سوداگری بند ہوں گے سو اللہ تعالیٰ نے سارا ملک مسلمان کر دیا سب کاروبار جاری ہوا۔ ف۲ پہلے حکم ہوا مشرکوں سے لڑو ملک سے نکالو اب حکم ہوا اہلِ کتاب سے لڑائی کا کہ یہ بھی دین حق سے منکر ہیں اور اللہ کو اور آخرت کو جیسا چاہیے نہیں مانتے لیکن ان سے جزیہ قبول رکھا بشرطیکہ ادنیٰ اعلیٰ سب ذلیل ہو کر جزیہ دیا کریں باقی عرب کے مشرکوں سے جزیہ ہرگز قبول نہیں اور یہاں کے مشرک سے حنفی پاس قبول ہے۔ جزیہ ہر مہینے پانچ آنے یا دس آنا یا سوا روپیہ موافق حال اور ذلیل رہنا یہ کہ سواری میں لباس میں راہ چلنے میں ہتھیار باندھنے میں مسلمانوں کی برابری نہ کریں۔ ف۳ یعنی اہل کتاب ہو کر مشرکوں کی ریس کرنے لگے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بسبب انقطاع سوداگران ۱۲ ف۲ خدائے تعالیٰ در باب جہاد اہل کتاب و گرفتن جزیہ از ایشاں می فرماید ۱۲ ف۳ یعنی اصلی ندارد ۱۲ ف۴ یعنی مشرکاں کہ ملائکہ را بنات اللہ میگویند ۱۲ ف۵ یعنی از راہ صواب ۱۲

سامان ضرورت ان کو اسی ذریعہ سے حاصل ہوتا تھا۔ ان تمام امور کی وجہ سے مسلمانوں کو تشویش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس بات کی پرواہ نہ کرو تمہاری یہ ساری ضرورتیں میں دیگر ذرائع سے مہیا کردونگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے کئی طرح سے اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ بارش برسا کر مدینہ منورہ کی زمینوں کو پہلے سے زیادہ زرخیز بنا دیا۔ اہل نجد، قبالہ اور جرش کو اسلام کی توفیق دی۔ اور وہ غلہ اور دیگر ضرورت کی اشیاء مختلف علاقوں اور ملکوں سے درآمد کرنے لگے۔ اور فتوحات سے اموالِ غنیمت کی صورت میں دولت و ثروت کے دروازے ان پر کھول دیئے۔ وقد انجز اللہ تعالیٰ وعدہ بان ارسل السماء علیھم مدرارا ووفق اھل نجد وقبالۃ وجرش فاسلموا وحملوا الیھم الطعام وما یحتاجون

إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾

ایک معبود کی کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہ پاک ہے ان کے شریک بتلانے سے ف

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَ

چاہتے ہیں ۲۵ کہ بجھا دیں روشنی اللہ کی اپنے منہ سے ف۲ اور

يَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿٣٢﴾

اللہ نہ رہے گا بدوں پورا کیئے اپنی روشنی کے اور پڑے بُرا مانیں کافر ف۳

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ

اسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دیکر تاکہ اس کو غلبہ دے

عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ يَا أَيُّهَا

ہر دین پر اور پڑے بُرا مانیں مشرک ف۳ اے ۲۶

الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ

ایمان والو بہت سے عالم اور درویش اہل

لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ

کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں

عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَ

اللہ کی راہ سے اور جو لوگ گاڑھ کر رکھتے ہیں سونا اور

الْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم

چاندی اور اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں ف۲ سو ان کو خوشخبری سنا دے

بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ

عذاب دردناک کی ف۳ جس دن کہ آگ دہکائیں گے ف۳ اس مال پر دوزخ کی

فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ

پھر داغیں گے اس سے ان کے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں

الیہ فی معاشھم ثم فتح علیھم البلاد والغنائم وتوجہ الیھم الناس من کل فج عمیق (روح ج ۱۰ ص ۷۸) ۲۴ سورۂ انفال و توبہ کا دعویٰ علی سبیل التفصیل یہاں قتال کرنے کا حکم فرمایا اور تفصیل سے یہ بھی بتا دیا کہ کن لوگوں سے جہاد کرنا ہے اور ان سے جہاد و قتال کی وجوہ کیا ہیں۔

وجوہ قتال

وجہ اول لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وہ اللہ کی توحید پر ایمان نہیں لاتے اور غیر اللہ کو متصرف و کارساز سمجھتے ہیں۔ ان کی خاطر خود ساختہ تحریمیں کرتے اور ان کی خوشنودی کے لئے نذریں نیازیں دیتے ہیں۔ وجہ ثانی وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ اللہ تعالیٰ کے محرمات کو حرام نہیں سمجھتے اور اس کی تحریمات کو قائم نہیں رکھتے۔ مثلاً غیر اللہ کی نذریں نیازیں کھاتے ہیں۔ ۲۵ قتال کی وجہ ثالث۔ ابن اللہ سے یہاں نسبی اور جسمانی بیٹا مراد نہیں بلکہ مراد نائب متصرف ہے۔ قال ابن عطیۃ ویقال ان بعضھم یعتقدھا بنوۃ حنو و رحمۃ (قرطبی ج ۸ ص ۱۱۷) یعنی وہ اللہ کو اس قدر پیارے ہیں کہ اس نے ان کو اختیار دے رکھے ہیں۔ یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا نائب متصرف اور کارساز سمجھتے ہیں۔ يُضَاهِئُونَ ای یشابھون۔ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ سے ان کے آباء و اجداد مراد ہیں جن سے ان کو یہ کفریہ عقیدہ اور قول ورثہ میں ملا۔ ۲۶ قتال کی وجہ رابع۔ احبار علماء اہل کتاب۔ رُهْبَان تارک الدنیا صوفی مراد روحانی پیشوا اور سجادہ نشین۔ یہود و نصاریٰ اپنے علماء اور پیروں فقیروں کو متصرف و کارساز سمجھ کر ان کو پکارتے اور ان کے آگے سجدے کرتے تھے۔ اور ان کو تحلیل و تحریم کے مختار مانتے تھے۔ کانوا یسجدون لھم کما یسجدون للہ والسجود لا یکون الا للہ فاطلق علیھم ذلک مجازاً (بحر ج ۵ ص ۳۲) حیث اطاعوھم فی تحلیل ما حرم اللہ وتحریم ما احل اللہ کما یطاع الارباب فی اوامرھم ونواھیھم (مدارک ج ۲ ص ۹۴) ۲۷ اُمِرُوا کی ضمیر سے وہی یہود و نصاریٰ مراد ہیں جو اتخذوا کے فاعل ہیں یعنی انہوں نے اپنے عالموں اور پیروں کو رب بنا

موضح قرآن ف ان کے عالم یا درویش جو اپنی عقل سے ٹھہرا دیتے دے جاتے تھے کہ یہاں ہم کو چھٹکارا ہو گیا اور وے ٹھہراتے خاطر گویا طمع کر لو سو عالم کا قول عوام کو سند ہے جب تک وہ شروع سے سمجھ کر کہے جب معلوم کہ طمع سے کہا پھر وہ سند نہیں ۱۲ ف۲ یعنی جیسا کوئی پھونک سے چراغ بجھاوے وہ چاہتے ہیں کہ اپنی جھوٹی باتوں سے دین اسلام کو نہ پھیلنے دیں ف۳ یہ دین سب سے اوپر ہے عقل کے نزدیک اور خدا کے نزدیک یعنی جو اس سے قرب ملے سو اور سے نہیں ۱۲ ف۴ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا یہ کہ زکوٰۃ اور قرض اور حقدار کا حق دیتا ہے ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی شبہات تقریر می کنند در ابطال دین ۱۲ ف۲ یعنی زکوٰۃ نمی دہند ۱۲ ف۳ یعنی دمیدہ شود ۱۲

لیا اور اللہ کے سوا ان کی عبادت کرنے لگے حالانکہ تورات اور انجیل میں ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک الٰہ کی عبادت کریں اور اللہ کے سوا کوئی متصرف و کارساز نہیں اور اس کے سوا کوئی اور پکار کے لائق نہیں۔ ۲۸؎ یہ ایک تمثیل ہے۔ نُوْرُ اللّٰہِ سے اللہ کی توحید یا اللہ کا دین مراد ہے۔ ای دلائلہ وحججہ علی توحیدہ (قرطبی ص۱۲۱ ج ۸) وہ شرک و کفر کے دبیز پردوں سے نورِ توحید کو چھپانا اور اس کے دلائل کی تکذیب وانکار سے شمع توحید کو بجھانے کی کوشش کر رہے تھے مگر ان کی کوششیں کامیاب نہیں ہوں گی۔ اللہ کا دین توحید اپنی پوری شان کے ساتھ درجۂ کمال و تمام کو پہنچ کر رہے گا۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ الخ اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری رسول بھیجا ہی اس لئے ہے تاکہ تمام ادیانِ باطلہ پر دینِ حق کو غالب کرے اور دلائل و براہین سے سب پر اس کی برتری اور فوقیت ثابت کر دے۔ ۲۹؎ یہ قتال کی پانچویں وجہ ہے، یعنی یہود و نصاریٰ کے علماء اور پیر فقیر غلط اور ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں مثلاً کتمانِ حق پر رشوتیں لینا اور عوام سے غیر اللہ کے نام کی نذریں نیازیں وصول کرنا وغیرہ اور عوام کو حق بات نہیں بتاتے اور مسئلہ توحید نہیں بیان کرتے بلکہ اس کے برعکس لوگوں کو شرک و بدعت کی تعلیم دے کر ان کو اللہ کی راہ اور اس کے سچے دین توحید سے روکتے ہیں۔ عَلَيْهَا جار مجرور مل کر یُحْمٰی کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔ یہ جھوٹے عالموں اور مشرک پیروں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے دولت مندوں کے لئے تخویف اخروی ہے۔ ۳۰؎ یہ قتال کی چھٹی وجہ ہے۔ یعنی یہ مشرکین اللہ کی تحریمات کو قائم نہیں رکھتے۔ محرم کی حرمت کو صفر پر ڈال دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے آسمانوں کی حرکت اور شمس و قمر کے دورے اس انداز سے مقرر فرمائے ہیں کہ ایک سال کے بارہ مہینے بنتے ہیں۔ ان میں سے چار ماہ عزت و حرمت والے ہیں جن میں جنگ و قتال کرنا ممنوع ہے یعنی رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم۔ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ یعنی ان چاروں مہینوں کی حرمت کو قائم رکھنا یہ دین قیم ہے۔ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کا دین ہے وح، مگر مشرکین سال میں اشہر حرم کی تعداد تو پوری کرتے تھے مگر ان کی تعیین کو برقرار نہیں رکھتے تھے۔ جب دشمن کی لڑائی ... رہا اور ادھر اشہر حرم آ گئے تو اعلان کر دیتے کہ اس مہینے میں جنگ کر لو اور اس کی جگہ کسی دوسرے مہینے کی تعظیم کر لینا۔ چنانچہ حج کے

هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ
کہا جائے گا یہ ہے جو تم نے گاڑھ کر رکھا تھا اپنے واسطے اب چکھو مزا اپنے

تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ
گاڑھنے کا ۱؎ مہینوں کی گنتی ۳۰؎ اللہ کے نزدیک بارہ

شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین

مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا
ان میں چار مہینے ہیں ادب کے یہی ہے سیدھا دین سو ان

تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً
میں ظلم مت کرو اپنے اوپر اور لڑو سب مشرکوں سے ہر حال میں

كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾
جیسے وہ لڑتے ہیں تم سب سے ہر حال میں اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے ڈرنے والوں کے ۲؎

اِنَّمَا النَّسِيْۗءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
یہ جو مہینہ ہٹا دینا ہے ۳؎ سو بڑھائی بات ہے کفر کے عہد میں گمراہی میں پڑتے ہیں اس سے کافر

يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِــــُٔوْا عِدَّةَ مَا
حلال کر لیتے ہیں اس مہینہ کو ایک برس اور حرام رکھتے ہیں دوسرے برس تاکہ پوری کر لیں گنتی ان

حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ۭ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْۗءُ
مہینوں کی جو اللہ تعالیٰ نے ادب کے لئے ۳؎ رکھے ہیں پھر حلال کر لیتے ہیں جو مہینہ کہ اللہ نے حرام کیا بھلے کر دیئے گئے ان

اَعْمَالِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ يٰٓاَيُّهَا
کی نظر میں ان کے برے کام اور اللہ راستہ نہیں دیتا کافر لوگوں کو ۴؎ ۵؎ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا
ایمان والو ۳۳؎ تم کو کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ کوچ کرو

ع ۵ / ۱۱

یعنی قتال کی چھٹی وجہ یعنی محرم کی حرمت کو صفر پر ڈال دیتے ہیں اللہ کی تحریم کو باقی نہیں رکھتے۔ زیادۃ فی الکفر سے یہی محرم اور صفر میں تقدیم و تاخیر مراد ہیں۔ ۱۲

۳۳؎ سورت کا دوسرا حصہ، دعویٰ کی مخالفت کرنے والوں یعنی منافقین پر زجر اور مومنین کے لئے بشارت اور ترغیب الی القتال ۱۲

موضح قرآن ف۱ ہمیشہ حکم شرع میں برس ہے بارہ مہینے کا نہ کم نہ زیادہ اور دین ابراہیم میں چار مہینے حرام تھے ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب کہ ان میں لڑنا حرام تھا۔ ملک عرب میں امن تھا تا لوگ دور و نزدیک کے حج و عمرہ کر سکیں۔ اب اکثر علماء پاس یہ حکم نہیں اس آیت سے بھی نکلتا ہے کہ کافروں سے لڑنا ہمیشہ روا ہے اور آپس میں ظلم کرنا ہمیشہ گناہ ہے ان مہینوں میں زیادہ۔ لیکن بہتر ہے کہ اگر کوئی کافر ان مہینوں کا ادب مانے تو ہم بھی اس سے ابتداء نہ کریں لڑائی کی۔ ف۲ کافروں نے ایک گمراہی نکالی تھی کہ آپس میں لڑتے اس میں آ جاتا ماہ محرم اس کو ہٹا دیتے کہتے اب کے برس صفر پہلے آیا محرم پیچھے آوے گا تو ماہ حرام میں لڑتے اس حیلہ سے یہ اس پر حق تعالیٰ نے فرمایا۔

فتح الرحمٰن ف۱ در دین حضرت ابراہیم مقرر بود کہ در محرم و رجب و ذیقعدہ و ذی الحجہ با یکدیگر جنگ نکنند و اہل جاہلیت این حکم را تحریف کردہ گاہے صفر را محرم می ساختند و محرم را صفر و علی ہذا القیاس و این را نسی میگفتند خدائے تعالیٰ اصل حکم را باقی داشت باین وجہ کہ جنگ ناحق ہیچگاہ درست نیست و درین ماہ ہا حرمت آن مغلظ میشود و جنگ با کافران ہمہ وقت درست است و نفی تحریف ایشاں فرمود ف۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در وقت عسرت و گرمی ہوا متوجہ غزوہ تبوک شدند و بسیارے از صحابہ موافقت کردند و از مسلمین سہ کس بے عذر تخلف کردند توبہ ایشاں بعد پنجاہ روز قبول افتاد و از منافقان کلمات نفاق سر بر زد خدائے تعالیٰ در مدح ایشاں و ذم آناں و عفو از آں سہ کس آیات فرستاد ۱۲

موقع پر مشرکین کا سردار نعیم بن ثعلبہ اور بقولے جنادہ بن عوف اونٹ پر کھڑا ہو کر اعلان کرتا کہ لوگو! امسال محرم میں لڑائی ہوگی اور اس کی جگہ صفر حرام ہوگا یعنی وہ محرم کی حرمت کو صفر پر ڈال دیتے تھے۔ اور دوسرے سال اعلان ہوتا کہ امسال محرم کی حرمت قائم ہے۔ **۳۱** النسیٔ مصدر ہے بمعنی تاخیر یعنی ایک ماہ کو اس کی مقررہ جگہ سے پیچھے شمار کرنا اور اللہ کی تحریم کو باطل کر دینا کفر و ضلالت میں اضافہ ہے اور اس طرح ان کا کفر دوہرا ہو جاتا ہے۔ ایک توحید و رسالت کے انکار کا کفر اور دوسرا اللہ کی تحریمات کو باطل کرنے کا کفر لیواطئوا الخ ایک سال محرم کو حلال کرتے ہیں اور ایک سال حرام تاکہ سال میں اشہر حرم کی تعداد چار ہو جائے لیکن مہینوں کی خصوصیت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ان العرب کانوا اذا جاء شهر حرام وهم محاربون احلوه وحرموا مکانه شهرًا اٰخر فیستحلون المحرم ویحرمون صفرًا الخ (روح ج ۱۰ ص ۹۳)

۳۲ یعنی اشہر حرم کی تعداد پوری کرنے کے لئے کسی حلال مہینے کو حرام قرار دے لیتے اور حرام مہینے کو حلال کر لیتے۔ خصوصیت ماہ کی پرواہ نہ کرتے۔ والحاصل انه کان الواجب علیهم العدة والتخصیص فحیث ترکوا التخصیص فقد استحلوا ما حرم الله تعالیٰ۔ (روح) یہاں سورت کا پہلا حصہ ختم ہوا۔

حصۂ دوم

۳۳ یہاں سے سورت کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے۔ بیان دعوٰی کے بعد اب یہاں سے منافقین پر زجر اور مومنوں کیلئے ترغیب الی القتال کا ذکر ہے۔ اثّاقلتم الی الارض یعنی جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو تو تم زمین پر گرے پڑتے ہو۔ کیا تم آخرت کی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہو لیکن یاد رکھو دنیا کا سارا مال و متاع آخرت کے انعامات کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں فی الاٰخرة ای بدل الاخرة۔ **۳۴** اگر تم جہاد کے لئے نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں ہلاک کر کے تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم اپنے دین کی نصرت و تائید کے لئے کھڑی کر دے گا۔ اور تم اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکو گے۔ **۳۵** اس کی جزاء محذوف ہے۔ ای فسینصره الله اور فقد نصره الله اس کی علت ہے جو اس کے قائم مقام ہے۔ یعنی اگر تم اس کی یعنی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی جہاد سے نہیں کرو گے تو اللہ اس کی مدد کرے گا۔ کیونکہ اس سے پہلے جب مشرکین نے آپ کو مکہ مکرمہ سے نکلنے پر مجبور کیا گیا تھا اور سارا عرب آپ کا دشمن تھا۔ اس وقت بھی اللہ ہی نے آپ کی مدد کی تھی۔ الجواب محذوف اقیم سببه مقامه وهو مستقبل ای ان لم تنصروه فسینصره الله تعالیٰ الذی قد نصره فی وقت ضرورة اشد من هذه المرة (روح ج ۱۰ ص ۹۶)

۳۶ ثانی ضمیر منصوب سے حال ہے۔ اذ هما۔ اذ اخرجه

فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم

اللہ کی راہ میں تو گرے جاتے ہو زمین پر کیا خوش ہو گئے

بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ

دنیا کی زندگی پر آخرت کو چھوڑ کر سو کچھ نہیں نفع اٹھانا دنیا کی

الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ

زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں مگر بہت تھوڑا اگر تم نہ نکلو گے ۳۴ تو دیگا تم کو

عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا

عذاب دردناک اور بدلے میں لائیگا اور لوگ تمہارے سوا اور کچھ نہ

تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ إِلَّا

بگاڑ سکو گے تم اس کا اور اللہ سب چیز پر قادر ہے اگر تم نہ

تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا

مدد کرو گے ۳۵ رسول کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے

ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ

کہ وہ دوسرا تھا دو ۳۶ میں کا جب وہ دونوں تھے غار میں جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے مت

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ

تو غم نہ کھا ۳۷ بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے اس پر تسکین ۳۸

عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ

اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں ۳۹ اور نیچے ڈالی بات

الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ

کافروں کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے

وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾ انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَ

اور اللہ زبردست حکمت والا ہے ۴۰ نکلو ہلکے ۴۱ اور بوجھل اور

ا۔ ای بدل الاٰخرة ۱۲ ۲۔ یعنی جزاء محذوف یعنی فینصره الله کی علت ہے ۱۲ ۳۔ مراد کفار ہیں۔ ضمیر غائب کی جگہ ضمیر خطاب استعمال کی ۱۲ ۴۔ خوشی کے ساتھ ہتھیاروں کے ساتھ ہو یا زیادہ ہتھیاروں کے ساتھ یعنی نہیں کہ مریض ہو یا تندرست ہو ضرور نکلو کیونکہ آیت آ رہی ہے ۱۲

موضح قرآن **ف۱** یہاں سے مذکور ہے جنگ تبوک کا جب اسلام غالب ہوا اور رعب میں پھیلا شام کے رئیس تھے قوم غسان تابع شاہ روم کے اس فکر میں لگے کہ شاہ روم کو اس طرف لا دیں اور جنگ مچا دیں حضرت کو یہ خبر ہوئی آپ ہی ان پر قصد کیا اور خط لکھا روم کے شاہ کو دین اسلام کی دعوت دی۔ اس پر ثابت ہوئی حضرت کی نبوت لیکن قوم نے رفاقت نہ کی وہ بھی اسلام سے محروم رہا۔ جب شام والوں نے خبر پائی حضرت کے ارادے کی شاہ روم سے ظاہر کیا۔ اس نے مدد کا ذمہ نہ لیا ان لوگوں نے اطاعت کی لیکن مسلمان نہ ہوئے۔ پھر عنقریب حضرت کی وفات ہوئی بعد اس کے حضرت عمر کی خلافت میں تمام ملک شام فتح ہوا اس جنگ میں دشمن قوی نظر آیا اور سفر دراز دیکھا اور اسباب کم منافق لگے بہانے لانے حضرت نے سب کو رخصت دی۔ جب اللہ کے فضل سے غالب و منصور پھر آئے تب منافق فضیحت ہوئے۔ اس سورت میں اکثر منافقوں کی باتیں بیان ہوئی ہیں۔ **ف۲** رفیق غار ابوبکر صدیق رض ہیں ہجرت میں فقط یہی تھے حضرت کے ساتھ اور اصحاب بعضے پہلے نکل

فتح الرحمٰن **ف۱** یعنی ابوبکر صدیق رض را ۱۲ **ف۲** یعنی درحالیکہ اسباب و حشم بسیار داد دید یا بجز قدر ضروری بدست شما نباشد و باین توجیہ آیت محکم باشد غیر منسوخ ۱۲

سے بدل البعض ہے اور غار سے غار ثور مراد ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضؓ نے ہجرت کے وقت تعاقب کرنے والے مشرکین سے چھپ کر تین دن بسر کئے تھے۔ اِذْ یَقُوْلُ یہ اِذْ اَخْرَجَہٗ سے بدل ثانی ہے ۔ لِصَاحِبِہٖ صاحب سے یہاں ابوبکر صدیق رضؓ مراد ہیں۔ اس پر امت کا اجماع ہے اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکرؓ کی صحابیت سے منکر ہے وہ کافر ہے۔ من انکر ان یکون ابوبکر رضی اللہ عنہ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو کافر لانہ انکر نص القرآن (قرطبی ج ۸ ص ۱۴۶)

۳۷ حضرت انس رضؓ کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ذکر فرمایا کہ جب میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں تھا اور مشرکین ادھر اُدھر سے ہمیں تلاش کر رہے تھے تو ان کے پاؤں مجھے نظر آرہے تھے۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر ان میں سے کوئی نیچے نگاہ کرے گا تو ہمیں دیکھ لے گا ۔ تو اس پر آپؐ نے فرمایا اے ابوبکر غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے ۔ اے ابوبکر! ان دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا نگہبان، حامی اور ناصر اللہ ہو ۔ یا ابا بکر ما ظنك باثنين الله تعالیٰ ثالثهما (روح ج ۱۰ ص ۹۷)

جب دونوں حضرات غار کے اندر داخل ہو گئے تو حکم خداوندی سے مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا اور کبوتری نے وہاں انڈے دیدیئے۔ جب مشرکین آپ کے تعاقب میں وہاں پہنچے تو جالا اور انڈے دیکھ کر واپس ہو گئے اور غار کے اندر جھانک کر بھی نہ دیکھا۔

۳۸ سَکِیْنَتَہٗ میں ضمیر مجرور صاحب کی طرف راجع ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو پہلے ہی مطمئن تھے لیکن حضرت ابوبکر کو ڈر محسوس ہوا کہ کہیں مشرکین کے ہاتھوں حضور علیہ السلام کو کوئی تکلیف نہ پہنچے تو حضور علیہ السلام کے خطاب لَا تَحْزَنْ الخ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کے دل پر سکون و طمانیت نازل فرمادی علی ابی بکر۔ ابن العربی ۔ قال علماؤنا و هوالاقوی، لانه خاف علی النبی صلی الله علیه وسلم من القوم فانزل الله سکینته علیه بتأمین النبی صلی الله علیه وسلم فسکن جأشه وذهب عنه وحصل الامن (قرطبی ج ۸ ص ۱۴۸)

۳۹ جنود سے فرشتوں کے لشکر مراد ہیں جنہوں نے مشرکین کی تعاقب کرنے والی پارٹیوں کے رخ اور ان کی نظریں پھیر دیں تاکہ وہ حضور علیہ السلام اور ابوبکر رضؓ کو دیکھ نہ سکیں۔ یا اس سے جنگ بدر، احزاب اور حنین میں فرشتوں کا نازل کرنا مراد ہے۔ هم الملائكة صرفوا وجوه الكفار وابصارهم عن ان یروه او ایده بالملائكة یوم بدر والاحزاب وحنین (مدارک ج ۲ ص ۹۷)

جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ
لڑو اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا
بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے اگر مال ہوتا

قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ
نزدیک اور سفر ہلکا تو وہ لوگ ضرور تیرے ساتھ ہو لیتے لیکن لمبی نظر آئی

عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا
ان کو مسافت اور اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی کہ اگر ہم سے ہو سکتا تو ہم ضرور

مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ
چلتے تمہارے ساتھ وبال میں ڈالتے ہیں اپنی جانوں کو اور اللہ جانتا ہے کہ وہ

لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى
جھوٹے ہیں اللہ بخشے تجھ کو کیوں رخصت دیدی تو نے ان کو یہاں تک کہ

يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾
ظاہر ہو جاتے تجھ پر سچ کہنے والے اور جان لیتا تو جھوٹوں کو

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
نہیں رخصت مانگتے تجھ سے وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر

اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
اس سے کہ لڑیں اپنے مال اور جان سے اور اللہ خوب جانتا ہے

بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
ڈر والوں کو رخصت وہی مانگتے ہیں تجھ سے جو نہیں ایمان لائے

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ
اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور شک میں پڑے ہیں دل ان کے سو وہ اپنے شک ہی میں

ع ۵ — ۱۲

حاشیہ: یہ ایک خاص واقعہ پر تنبیہ ہے عام آئین نہیں ۔ فاذن لمن شئت (النور) ۔ یعنی اس خاص واقعہ میں ۔ ۳ ای فی هذه الواقعة

۴۰ خِفَافًا کم ہتھیاروں کے ساتھ وَثِقَالًا زیادہ ہتھیاروں کے ساتھ مطلب یہ ہے کہ ہتھیاروں اور سامان کی قلت و کثرت کو مت دیکھو۔ ہتھیار کم ہوں یا زیادہ ہر حال میں جہاد کے لئے ضرور نکلو یہ مطلب نہیں کہ مریض ہو یا نہ ہو ضرور نکلو۔ کیونکہ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى سے ضعفاء اور مرضیٰ مستثنیٰ ہیں ۔ **۴۱** اس میں ان منافقین کا ذکر ہے جو جہاد میں شریک نہیں ہوئے ۔ عَرَضًا قَرِيْبًا یعنی مال غنیمت آسانی سے ہاتھ آسکتا اور سفر متوسط ہوتا تو وہ ضرور آپ کے ساتھ جاتے لیکن مسافت زیادہ اور بامشقت تھی اس لئے وہ ساتھ نہ گئے ۔ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ الخ جہاد سے آپ کی واپسی پر وہ آپ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھائیں گے کہ ان میں جہاد کی استطاعت نہ تھی اگر استطاعت ہوتی تو ضرور جہاد میں شریک ہوتے ۔ یہ واقعہ جنگ تبوک کا ہے ۔ **۴۲** جہاد کیلئے جانے سے پہلے

فتح الرحمن ف۱ یعنی بسوگند دروغ ۔

بعض منافقین نے جھوٹے بہانوں سے جہاد میں شریک نہ ہونے کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت مانگی آپ نے ان کے بہانے صحیح مان لئے اور ان کو اجازت دیدی حالانکہ ان کے تمام بہانے جھوٹے تھے اور انہوں نے طے کر لیا تھا کہ جہاد میں نہ جانے کی اجازت مانگو اگر اجازت دے دیں تو بہتر اور اگر اجازت نہ دیں تب بھی جہاد میں شرکت مت کرو۔ حضور علیہ السلام کے اجازت دے دینے سے ان بدنیتی اور منافقت پر پردہ پڑ گیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نہایت لطیف عتاب فرمایا کہ ہم نے آپ کی یہ لغزش معاف تو کر دی مگر آپ نے ان کو تخلف کی اجازت کیوں دی؟ آپ ان کو اجازت نہ دیتے تو روانگی کے وقت ان کے جھوٹ

يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ

بھٹک رہے ہیں اور اگر وہ چاہتے ۴۵ نکلنا تو ضرور تیار کرتے کچھ

عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ

سامان اس کا لیکن پسند نہ کیا اللہ نے ان کا اٹھنا سو روک دیا ان کو اور

قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ لَوْ خَرَجُوْا

حکم ہوا کہ بیٹھے رہو ساتھ بیٹھنے والوں کے ف۱ اگر نکلتے ۴۶

فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ

تم میں تو کچھ نہ بڑھاتے تمہارے لئے مگر خرابی اور گھوڑے دوڑاتے تمہارے اندر

يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۗ

بگاڑ کروانے کی تلاش میں ف۲ اور تم میں بعضے جاسوس ہیں ان کے ف۳

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ

اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو ۴۷ وہ تلاش کرتے رہے ہیں بگاڑ کی

مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ

پہلے سے اور الٹتے رہے ہیں تیرے کام یہاں تک کہ آپہنچا سچا وعدہ

وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

اور غالب ہوا حکم اللہ کا اور وہ ناخوش ہی رہے ۴۸ اور بعضے ان میں

يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ

کہتے ہیں مجھ کو رخصت دے اور گمراہی میں نہ ڈال ف۴ سنتا ہے وہ تو گمراہی میں

سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٩﴾

پڑ چکے ہیں اور بے شک دوزخ گھیر رہی ہے کافروں کو ۴۹

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ

اگر تجھ کو پہنچے ف۵ کوئی خوبی تو وہ بری لگتی ہے ان کو اور اگر پہنچے

کا پول کھل جاتا اور آپ کو معلوم ہو جاتا کہ ان میں مخلص کون ہے اور منافق کون۔ قال مجاهد هؤلاء قوم قالوا نستأذن في الجلوس فان اذن لنا جلسنا وان لم يؤذن لنا جلسنا (قرطبی ج ۸ ص۱۵۵) یہ تنبیہ خاص واقعۂ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی عام نہیں ہے بقرینہ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ (نور) ۴۴ اس میں مخلصین صحابہ کا ذکر ہے اور مراد خاص واقعہ ہے یعنی اس خاص موقع پر مخلص مؤمنین اپنے مال و جان سے جہاد میں شریک ہونے سے چھٹی نہیں مانگتے۔ البتہ اگر وہ کسی دوسرے موقع پر اپنے کسی ذاتی کام کے لئے اجازت چاہیں تو آپ جسے مناسب سمجھیں اجازت دیدیں جیسا کہ سورۂ نور میں فرمایا۔ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ الخ ۴۴ یہ بھی مذکورہ واقعہ سے مخصوص ہے اس میں جھوٹے بہانے کر کے اجازت لینے والے منافقین کا ذکر ہے۔ یعنی اس موقع پر مؤمنین مخلصین تخلف عن الجهاد کی اجازت نہیں مانگتے۔ صرف وہی لوگ اجازت مانگتے ہیں جن کا اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان نہیں اور اپنے ایمان پر مضطرب اور شک و تردد میں مبتلا ہیں یعنی منافقین تو گویا اس موقع پر اجازت مانگنا ہی نفاق کی علامت تھی۔ يَتَرَدَّدُوْنَ يقال في العرف تردده فتردد یعنی پہلی بات کی طرف واپس لوٹنا (صراح) تحیر یعنی حیران ہونا اس کا لغوی معنی نہیں۔ لغوی معنی تو پہلا ہی ہے۔ البتہ معنی ثانی اس کو لازم ہے۔ يتحيرون لان التردد ديدن المتحير كما ان الثبات ديدن المستبصر (مدارک ج۲ ص۹۸) ۴۵ یہ بھی ان کی منافقت کی دلیل ہے کہ انہوں نے وسعت کے باوجود جہاد کے لئے کوئی سامان تیار نہیں کیا تھا۔ اگر نیک نیتی سے ان کا ارادہ جہاد میں شریک ہونے کا ہوتا تو وہ جہاد کے لئے کچھ سامان تو تیار کرتے لیکن اللہ تعالیٰ کو پسند اور منظور ہی نہ تھا کہ وہ جہاد میں شریک ہوں اس لئے اس نے ان کے دلوں میں سستی ضعف اور بزدلی ڈال دی تاکہ وہ جہاد میں شریک ہی نہ ہوں۔ انبعاث جہاد کے لئے اٹھنا فثبط۔ ان کو بٹھا دیا اور بوجہ مہر جباریت ان کے دلوں سے جہاد کا شوق چھین لیا۔ ۴۶ خبالًا یعنی فساد اور خرابی وَلَاَوْضَعُوْا۔ لا نافیہ نہیں بلکہ لام ابتدائیہ برائے تاکید ہے۔ يبغون۔ اوضعوا کی ضمیر سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ منافقین تمہارے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے تو تمہیں فائدہ پہنچانے کی بجائے اپنی شرارتوں سے فساد اور خرابی ہی بپا کرتے اور چغلی کے ذریعے تمہارے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتے یعنی ولاسرعوا فيكم بالفساد والنميمة

(حاشیہ:) ۱ پہلی بات یعنی حیرت کی طرف واپس ہونا ہے ۲ یعنی معنی لغت میں حیرت ہے تحیر نہیں ۳ سستی از ہر ہے ۴ یعنی کسے لئے سستی ۵ سلم مہر جباریت سے ۱۲ ۶ وجہ ہے ۱۲ ۷ لام ابتدائیہ تاکیدیہ ۱۲ ۸ لا نافیہ نہیں ۱۲ ۹ اوضعوا کے فاعل سے حال ہے ۱۲ ۱۰ ای فضالفة ۱۲ ۱۱ الهول ۱۲ یعنی رومیوں کی عورتوں کا حسن دیکھ کر مجھ سے زنا ہو جائے ۱۲

موضح قرآن ف۱ گھوڑے دوڑاتے تمہارے اندر یعنی فتنہ اٹھانے کی کوشش کرتے۔ ف۲ ایک منافق جد بن قیس بہانہ لایا کہ روم کی عورتیں خوبصورت ہیں اس ملک میں جا کر بدی میں گرفتار ہوں گا۔ رخصت دو کہ سفر میں نہ جاؤں لیکن مدد خرچ کروں گا مال سے۔

فتح الرحمٰن ف۱ و ایں تصویر است القاء عزم تخلف را در خاطر ایشاں ۱۲ ف۲ یعنی سعی در فتنہ می کردند ۱۲ ف۳ یعنی سخن ایشاں قبول می کنند ۱۲ ف۴ یعنی مراد ببلاد روم میرید کہ جمال زنان دیدہ مفتون خواہم شد۔

بالقاء النميمة (خازن ج ۳ صفحہ ۱۰۱) وَفِيكُمْ سَمّٰعُونَ لَهُمْ یعنی کچھ منافقین تم میں رہ کر اپنے اکابر اور سرداروں کے لئے جاسوسی کا کام کرتے ہیں اور تمہارے پوشیدہ رازان تک پہنچاتے ہیں۔ ۴۷ یعنی اس سے پہلے وہ ہر طرح سے آپ کی مخالفت کر چکے ہیں اور وہ کونسا حیلہ ہے جو انہوں نے آپ کی مخالفت میں استعمال نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہر کوشش کو ناکام اور ان کے ہر حیلہ کو باطل کر دیا اور دین حق کو ان کے باطل پر غلبہ عطا فرما دیا۔ ۴۸ جد بن قیس منافق نے ازراہِ شرارت حضور علیہ السلام سے کہا کہ میں ایک عاشق مزاج آدمی ہوں اس لئے آپ مجھے جہاد سے چھٹی دیدیں کیونکہ میں رومیوں کی عورتوں کو دیکھ کر صبر نہیں کر سکوں گا اور فتنے میں پڑ جاؤں گا۔ یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے جس میں رومیوں سے جنگ تھی۔ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا اللہ تعالیٰ نے جواب فرمایا کہ وہ اس فتنے سے تو ڈرتا ہے مگر وہ یہ خیال نہیں کرتا کہ منافقت اور مخالفت رسول کی وجہ سے وہ اس سے کہیں بڑے فتنے میں گر چکے ہیں جس کا انجام کہ انہیں جہنم میں ڈالا جائیگا جس کی آگ ان کو چاروں طرف سے اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ قال الجد قد عرف قومی انی مغرم بالنساء وانی اخشی ان رایت بنات بنی الاصفر الا اصبر عنهن فلا تفتنی و اذن لی فی القعود الخ (قرطبی ج ۸ صفحہ ۱۵۸) ۴۹ حسنة سے فتح و نصرت اور غنیمت مراد ہے اور مصیبة سے شدت اور وقتی شکست مراد ہے یعنی اگر آپ کو دشمن پر فتح حاصل ہو اور مال غنیمت ہاتھ آجائے تو وہ دل ہی دل میں کڑھتے اور بہت ناخوش ہوتے ہیں اور اگر آپ کو کوئی تکلیف پہنچ جائے تو کہتے ہیں ہم اچھے رہے کہ حزم اور احتیاط سے کام لیا اور ایسے موقع پر شامل ہی نہیں ہوئے اور گپیں ہانکنے کے بعد خوش خوش اپنے گھروں کو واپس لوٹتے ہیں اس سے بھی وہی منافقین مراد ہیں جو جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ ۵۰ آپ فرما دیں خیر و شر اللہ کی طرف سے مقدر ہے اور وہی ہمارا کارساز اور ہمارا مالک و مختار ہے اور جو اس نے ہماری قسمت میں لکھا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا اور ہمارا بھروسہ اللہ پر ہے اور مومن کی شان ہے کہ وہ اللہ پر ہی بھروسہ رکھیں وحق المؤمنین ان لا یتوکلوا علی غیر اللہ (مدارک ج ۲ صفحہ ۹۹) ۵۱ یعنی جب آپ جہاد سے واپس آئیں تو ان منافقین سے فرمائیں کہ ہمارے بارے میں تمہیں دو باتوں میں سے ایک ہی بات کی توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کسی آسمانی عذاب سے ہلاک کر دے یا تم ہمارے ہاتھوں قتل ہو جاؤ اس لئے تم ہمارے انجام کا انتظار کرو اور ہم تمہارے انجام کا انتظار کرتے ہیں۔ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ یعنی فتح یا شہادت ۵۲ طَوْعًا یعنی بلا الزام اور كَرْهًا بالالزام کیونکہ منافقین رضائے الٰہی کے لئے خرچ نہیں کرتے۔ منافقین میں چونکہ قبول اعمال کی شرط یعنی ایمان خالص مفقود ہے اس لئے ان کا کوئی عمل از قسم نفاق وغیرہ خدا کے یہاں قبول نہیں ہوگا۔ ۵۳ یہ ان منافقین کے صدقات قبول نہ ہونے کی وجہ ہے یعنی اگرچہ وہ بظاہر نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور خرچ بھی کرتے مگر ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے۔ ان کے دل کفر و نفاق سے ملوث ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نماز خشوع و خضوع اور مستعدی سے نہیں پڑھتے اور خرچ بھی کرتے ہیں تو بے دلی کے ساتھ اور مجبوراً کرتے ہیں۔ اور اس سے ان کا مقصد اللہ

مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا
کوئی سختی تو کہتے ہیں ہم نے تو سنبھال لیا تھا اپنا کام پہلے ہی سے اور پھر کر جائیں

وَّهُمْ فَرِحُونَ ﴿٥٠﴾ قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ
خوشیاں کرتے تو کہہ دے ہم کو ہرگز نہ ۵۰ پہنچیگا مگر وہی جو لکھ دیا اللہ نے

لَنَا هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾
ہمارے لئے وہی ہے کارساز ہمارا اور اللہ ہی پر چاہیئے کہ بھروسہ کریں مسلمان

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَ
تو کہہ دے تم کیا امید کرو گے ہمارے ۵۱ حق میں مگر دو خوبیوں میں سے ایک کی ۵۲ اور

نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَن يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ
ہم امیدوار ہیں تمہارے حق میں کہ ڈالے تم پر اللہ کوئی عذاب

مِّنْ عِندِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُم
اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سو منتظر رہو ہم بھی تمہارے ساتھ

مُّتَرَبِّصُونَ ﴿٥٢﴾ قُلْ أَنفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَّن
منتظر ہیں کہہ دے کہ مال خرچ کرو ۵۲ خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز

يُتَقَبَّلَ مِنكُمْ ۖ إِنَّكُمْ كُنتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٥٣﴾ وَ
قبول نہ ہوگا تم سے بے شک تم نافرمان لوگ ہو ف۱ اور

مَا مَنَعَهُمْ أَن تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ
موقوف نہیں ہوا ۵۳ قبول ہونا ان کے خرچ کا مگر اسی بات پر کہ وہ

كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ
منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور نہیں آتے نماز کو مگر

كُسَالَىٰ وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ ﴿٥٤﴾
ہارے جی سے اور خرچ نہیں کرتے مگر بُرے دل سے

موضح قرآن ف۱ وہ جو مدد خرچ دینے لگا تھا سو جواب ملا کہ بے اعتقاد کا مال قبول نہیں۔ ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی پنہاں با عداء موافقت کردہ ایم یا از سفر تخلف نمودہ ایم مارا ہیچ باک نیست ۱۲ ف۲ یعنی فتح یا شہادت ۱۲

کی رضا حاصل کرنا نہیں ہوتا۔ ۵۵ ان کے مال و اولاد کی کثرت ان کے حق میں بہتر نہیں۔ یہ ان کو اس لئے دیئے گئے ہیں تاکہ ان کے ذریعے دنیا ہی میں اللہ ان کو مبتلائے عذاب کر دے ان کے دلوں میں مال اور اولاد کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے اس لئے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم اور جہاد وغیرہ میں ان کی اولاد کا قید ہو جانا ان کے لئے ایک دنیوی عذاب ہے۔ ۵۵ یعنی جب آپ جنگ سے فارغ ہو کر واپس مدینہ پہنچیں گے تو یہ منافقین جھوٹی قسمیں کھا کھا کر آپ کو یقین دلانے کی کوشش کریں گے کہ وہ مخلص مومن اور آپ کے سچے تابعدار ہیں مگر یاد رکھئے ان لوگوں کا آپ کی جماعت سے کوئی تعلق نہیں یہ محض ڈر اور خوف کی وجہ سے آپ کی خوشامد کرتے اور اسلام کا اظہار کرتے ہیں۔ لَوْ يَجِدُوْنَ الخ اگر قتل و قید سے بچنے کے لئے انہیں کوئی جائے پناہ مل جائے یا وہ پہاڑوں کی غاروں میں اور زمین کی سرنگوں میں چھپ کر جان بچا سکیں تو وہ دوڑ کر ان کمین گاہوں میں جا چھپیں اور آپ کی خوشامد کرنے اور اسلام ظاہر کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کریں۔ ومعنی الآیۃ انہم کارھون من مصاحبتکم اشد الکراھۃ لو یجدون مخلصاً منکم لفارقوکم (مظہری ج ۴ ص ۲۲۹) ۵۶ اس میں ان منافقین کا ذکر ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تقسیم صدقات میں انصاف نہ کرنے کا طعن دھرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ہوازن سے حاصل شدہ اموالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو ایک منافق معتب بن قشیر نامی بول اٹھا کہ یہ تقسیم انصاف پر مبنی نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا "اگر اللہ اور اس کا رسول انصاف نہیں کریں گے تو پھر کون انصاف کرے گا"۔ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی۔ اصل بات یہ تھی کہ یہ لوگ محض جان و مال کے ڈر اور مال غنیمت کے لالچ کی وجہ سے اسلام کا اظہار کرتے تھے۔ اگر ان کو وافر مال مل جاتا تو

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا

سو تو تعجب نہ کر ۵۵ ان کے مال اور اولاد سے یہی

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

چاہتا ہے اللہ کہ ان کو عذاب میں رکھے ان چیزوں کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں اور

وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۵۵ وَيَحْلِفُوْنَ

نکلے ان کی جان اور وہ اس وقت کافر ہی رہیں ف اور قسمیں کھاتے ہیں ۵۶

بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ

اللہ کی کہ وہ بے شک تم میں ہیں اور وہ تم میں نہیں ولیکن وہ لوگ

يَّفْرَقُوْنَ ۝۵۶ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ

ڈرتے ہیں تم سے اگر وہ پائیں کوئی پناہ کی جگہ یا غار یا

مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝۵۷ وَمِنْهُمْ

سر گھسانے کو جگہ تو الٹے بھاگیں اسی طرف رسیاں توڑاتے اور بعضے ان میں ۵۷

مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا

وہ ہیں کہ تجھ کو طعن دیتے ہیں خیرات بانٹنے میں سو اگر ان کو ملے اس میں سے

رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝۵۸

تو راضی ہوں اور اگر نہ ملے تو جبھی وہ ناخوش ہو جاویں

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ

اور کیا اچھا ہوتا اگر ۵۸ وہ راضی ہو جاتے اسی پر جو دیا ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ

اور کہتے کافی ہے ہم کو اللہ وہ دے گا ہم کو اپنے

فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝۵۹ ع

فضل سے اور اس کا رسول ہم کو تو اللہ ہی چاہیے

ع ۱۷ / ۱۳

خوش رہتے اور اگر نہ ملتا یا کم ملتا تو ناراض ہو کر اس قسم کی باتیں بنانے لگتے۔ ۵۷ یہ پوری آیت حیز شرط میں ہے اور جواب شرط محذوف ہے ای لکان خیرا لھم یعنی جو کچھ اللہ کے رسول نے مال غنیمت سے ان کو دیا تھا اگر وہ اس پر قانع ہو جاتے اور کہتے ہمیں مال کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اللہ کافی ہے۔ اللہ ہمیں اپنے فضل و کرم سے مالدار کر دے گا۔ اور اللہ کا رسول آئندہ کسی موقع پر ہمیں صدقات سے یا غنائم سے دیکر ہماری یہ کمی پوری کر دیگا اور ہمیں مال و دولت کی پرواہ نہیں ہمیں تو اللہ کی رضا چاہیئے اور بس تو یہ چیز ان کے حق میں دنیا اور آخرت میں بہتر ہوتی۔ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ میں رسول کے دینے سے مال غنیمت میں سے دینا مراد ہے (کما فی المظہری ج ۴ ص ۲۳۰ والمدارک ج ۲ ص ۱۰۶ والخازن ج ۳ ص ۱۴۶ وابن جریر وابن کثیر وغیرھا) اس سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غائبانہ حاجات میں دینا مراد نہیں جیسا کہ اہل بدعت کا خیال ہے حدیث میں جو انما انا قاسم وارد ہے اس سے قاسم للعلم او الغنائم مراد ہے

موضح قرآن ف۱ یعنی یہ تعجب کرکہ بے دین کو اللہ نے نعمت کیوں دی بے دین کے حق میں اولاد اور مال وبال ہے کہ ان کے پیچھے دل پریشان ہے اور ان کی فکر سے چھوٹنے نہ پاویں مرتے دم تک تا توبہ کرے یا نیکی پکڑے ۱۲

فتح الرحمن ف۱ یعنی جمع مال و حفظ اولاد و تأسف بر آنچہ فوت شود ۱۲

ف۵۸ انما الصدقات الخ یہاں صدقات کے مصارف اور مستحقین کا ذکر فرمایا مقصد یہ ہے کہ خدا کا پیغمبر صدقات (زکوٰۃ اور غنیمت کا خمس وغیرہ) کو ان کے مستحقین پر ہی تقسیم کرتا ہے اور آپ پر بے انصافی کا الزام غلط ہے۔ نیز جو لوگ صدقات کے مستحق نہیں ہیں ان کا طمع ختم ہو جائے۔ صدقات کے مستحقین کی آٹھ قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ الفقراء فقیر وہ ہے جس کے پاس بقدرِ کفایت کچھ مال ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ والعٰملین علیہا۔ صدقات وصول کرنے والے۔ ان کو صدقات ہی سے حق الخدمت ادا کیا جائے۔ والمؤلفۃ قلوبھم۔ ابتدائے اسلام میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض بااثر اور باثروت نومسلموں کو صدقات سے دیا کرتے تھے تاکہ ان کے دلوں میں اسلام سے لگاؤ اور الفت جاگزیں ہو جائے۔ اب مؤلفۃ القلوب کا حصہ ساقط ہو چکا ہے بشرطیکہ وہ اغنیاء ہوں۔ اگر نومسلم فقراء ہوں تو تالیف قلب کیلئے صدقات میں سے ان کو دینا جائز ہے۔ وفی الرقاب مکاتب غلام کی اعانت کرنا مراد ہے۔ والغارمین جن پر قرض ہو۔ وفی سبیل اللہ۔ فقراء، مجاہدین، وہ حجاج جن کا زادِ سفر ختم ہو چکا ہو اور طالبانِ علومِ دین مراد ہیں۔ وابن السبیل وہ مسافر جس کے پاس دورانِ سفر میں زادِ راہ ختم ہو جائے۔ **ف۵۹** ومنھم الذین الخ یہ منافقین کی ایک شرارت کا ذکر ہے کہ وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بدزبانی اور طعن و تشنیع سے ایذا دیتے تھے ھو اُذُنٌ یہ منافقوں کا قول ہے یعنی یہ نبی تو کان ہے جس طرح کان ہر بات سنتا ہے اسی طرح یہ ہر سنی سنائی بات کو مان لیتا ہے۔ قل اذن خیر لکم اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اس کے جواب میں فرماویں کہ اللہ کا پیغمبر تو صرف سچی باتوں کو مانتا ہے۔ یعنی صرف اللہ اور مومنوں کی باتوں کو۔ اور پیغمبر ایمان والوں کے لئے رحمت ہے جو شخص ایمان کا اظہار کرتا ہے وہ اس کا ایمان قبول کر لیتا ہے۔ اور رحمت و شفقت کی وجہ سے اس کے پوشیدہ راز نہیں کھولتا۔ یا مخلص مؤمنین مراد ہیں اور ان کے لئے آپ کے رحمت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ذریعے ان کو کفر سے نجات ملی۔ اور ہدایت کی راہ ہاتھ لگی جس سے ان کو دین و دنیا کی سعادتیں نصیب ہوئیں۔ ای وھو رحمۃ للذین اٰمنوا منکم ای اظھروا الایمان ایھا المنافقون حیث یقبل ایمانکم

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ
زکوٰۃ جو ہے **ف۵۸** سو وہ حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ کے کام پر
عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَ
جانیوالوں کا اور جن کا دل پرچانا منظور ہے **ف۱** اور گردنوں کے چھڑانے میں اور
الْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً
جو تاوان بھریں اور اللہ کے رستہ میں **ف۲** اور راہ کے مسافر کو ٹھہرایا ہوا ہے
مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ
اللہ کا اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے **ف۱** اور بعضے ان میں
يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ
بدگوئی کرتے ہیں نبی کی **ف۵۹** اور کہتے ہیں کہ یہ شخص تو کان ہے **ف۳** تو کہہ کان ہے
خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ
تمہارے بھلے کے واسطے یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مسلمانوں کی بات کا اور
رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ
رحمت ہے ایمان والوں کے حق میں تم میں سے اور جو لوگ بدگوئی کرتے ہیں
رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ
اللہ کے رسول کی ان کے لئے عذاب ہے دردناک **ف۲** قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی
لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ
تمہارے آگے تاکہ تم کو راضی کریں **ف۲** اور اللہ کو اور اس کے رسول کو بہت ضرور ہے راضی کرنا
اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ
اگر وہ ایمان رکھتے ہیں **ف۳** کیا وہ جان نہیں چکے کہ جو کوئی
يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ
مقابلہ کرے اللہ سے اور اس کے رسول سے تو اس کے واسطے ہے دوزخ کی آگ

الثلثۃ

ف۱ یعنی جو کچھ کوئی کہے اس کو مان لیتا ہے۔ ف۲ یعنی صرف سچی باتیں مانتا ہے اور صرف اللہ اور مومنوں کی باتیں مانتا ہے۔ ف۳ تحریف [illegible]

موضح قرآن **ف۱** جس پاس مال نہ ہو وہ مفلس ہے گو کہ حاجت چلی جائے جیسے ہر روز کے محنتی اور محتاج جس کی حاجت بند نہ ہو۔ اور زکوٰۃ کے عامل تنخواہ پاویں موافق خرچ کے اور دل جن کا پرچانا ہے وہ لوگ تھے کہ طمع پر مسلمان ہوئے لیکن سردار قوم تھے ان کے طفیل سچے مسلمان بھی ہوئے اب علماء ان کو نہیں گنتے اور گردن چھڑانی غلام کی آزادی یا بندی کی۔ اور تاوان دار جو قرض کے برابر نہ رکھتا ہو اور اللہ کی راہ یعنی جہاد کا خرچ اور مسافر جو بے خرچ ہو اگرچہ گھر میں سب کچھ موجود رکھتا ہو۔ ۱۲ منہ رح **ف۲** منافق حضرت کو طعن کرتے تھے کہ یہ شخص کان ہی رکھتا ہے حضرت اپنے وقار سے جھوٹے کا جھوٹ پہچانتے تو بھی نہ پکڑتے تغافل کرتے وہ بیوقوف جانتے کہ انہوں نے سمجھا نہیں سو اللہ نے فرمایا کہ یہ خو نبی کی تمہارے حق میں بہتر ہے نہیں تو اول تم پکڑے جاؤ۔ ۱۲ منہ رح **ف۳** کسی وقت حضرت ان کی دغابازی پکڑتے تو مسلمانوں کے روبرو قسمیں کھاتے کہ ہمارے دل میں بری نیت نہ تھی تاکہ ان کو راضی کر کر اپنی طرف کریں۔ نہ جانا کہ یہ فریب بازی خدا اور رسول کے ساتھ کام نہیں آتی۔ ۱۲ منہ رح

فتح الرحمٰن **ف۱** یعنی ضعیف الاسلام ۱۲۔ **ف۲** یعنی جہاد ۱۲ **ف۳** یعنی ہرچہ کسی گوید قبول میکند۔ ۱۲

الظاهر ولا يكشف اسراركم ولا يفعل بكم ما يفعل بالمشركين او هو رحمة للمؤمنين حيث استنقذهم من الكفر الى الايمان ويشفع لهم في الآخرة بايمانهم في الدنيا (مدارک ج ۲ ص۱۰۱) ۶۰ یحلفون باللہ الخ لکم اور لیرضوکم میں ضمیر خطاب مؤمنین سے کنایہ ہے ۔ منافقین مؤمنین کے سامنے قسمیں کھا کھا کر اپنی برات کرتے اور ان کو خوش کرنے کی کوشش کرتے اللہ نے فرمایا اگر واقعی وہ مومن ہوتے تو ان کا فرض تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ایسا انہوں نے کیا نہیں تو صرف مسلمانوں کو خوش کرنے سے کیا حاصل ۔ الم یعلموا الخ یہ تخویف اخروی ہے ۔ ۶۱ یحذر المنفقون الخ ان منافقوں کو یہ خطرہ بھی رہتا ہے

خَالِدًا فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ﴿٦٣﴾ يَحْذَرُ
سدا رہے اس میں یہی ہے بڑی رسوائی ڈرا کرتے ہیں

الْمُنَافِقُونَ أَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ
منافق اس بات سے کہ نازل ہو مسلمانوں پر ۶۱ ایسی سورت کہ جتا دے ان کو

بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَهْزِئُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ
جو ان کے دل میں ہے تو کہہ دے ٹھٹھے کرتے رہو اللہ کھول کر رہے گا

مَا تَحْذَرُونَ ﴿٦٤﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا
اس چیز کو جس کا تم کو ڈر ہے اور اگر تو ان سے پوچھے ۶۲ تو وہ کہیں گے ہم تو

كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ
بات چیت کرتے تھے اور دل لگی تو کہہ کیا اللہ سے اور اسکے حکموں سے اور اسکے رسول سے

كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ
تم ٹھٹھے کرتے تھے بہانے مت بناؤ ۶۳ تم تو کافر ہو گئے

بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ
اظہار ایمان کے پیچھے ف۱ اگر ہم معاف کر دینگے تم میں سے بعضوں کو

نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾ ع
تو البتہ عذاب بھی دینگے بعضوں کو اس سبب سے کہ وہ گنہگار تھے ف

الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ ۚ
منافق مرد اور منافق عورتیں ۶۴ سب کی ایک چال ہے

يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ
سکھائیں بات بری اور چھڑائیں بات بھلی اور بند رکھیں

أَيْدِيَهُمْ ۚ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ
اپنی مٹھی کو بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا انکو تحقیق منافق وہی ہیں

ع ۱۴ وقف لازم

ملا ان منافقین کا جو بطور نفاق جہاد کے لئے نکلے اور راستے میں مخالفت کی باتیں کرتے تھے ۔ ۲ یعنی اظہار ایمان لانے کی توفیق دیدی ۔ ۳ منافقین کے حالات کا بیان ہے تخویف اخروی ۔

کہ مبادا ان کے بارے میں آیتیں نازل ہو جائیں اور ان کے دلی نفاق اور کفر و عناد کو ظاہر کر کے ان کو ذلیل و رسوا کر دیں قل استھزءوا یہ امر تہدیدی ہے مخرج ای مظھر ، ما تحذرون سے ان کا نفاق مراد ہے جس کے ظاہر ہو جانے کا انکو ڈر تھا یعنی اسلام اور پیغمبر اسلام کا تمسخر اڑالو کہاں تک اڑاؤ گے آخر اللہ تعالے تمہارے دلی کفر و نفاق اور عناد کو ظاہر کر ہی دے گا ۔ ۶۲ ولئن سالتھم الخ اس میں ان منافقین کا ذکر ہے جو از روئے نفاق غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے مگر دوران سفر میں بھی شرارت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا راستے میں کچھ منافقین حضور علیہ السلام کے آگے آگے جا رہے تھے آپس میں کہہ رہے تھے کہ یہ شخص (حضور علیہ السلام کی طرف اشارہ تھا) ملک شام کے محلات اور روم کے قلعے فتح کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے ۔ اللہ تعالے نے وحی سے اس گفتگو کی آپ کو اطلاع دیدی آپ نے ان کو روک کر فرمایا تم یہ باتیں کر رہے تھے تو صاف مکر گئے اور کہنے لگے نہیں یا نبی اللہ ہم تو محض دل لگی کی خاطر ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے تاکہ سفر آسانی سے کٹ جائے ۔ ان کا یہ جواب صریح جھوٹ تھا اس لئے اس کو کوئی وقعت نہ دے کر اللہ نے فرمایا ۔ ان سے کہو ، ظالمو ! تم اللہ اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ دل لگی اور استہزا کرتے ہو ۔ ۶۳ لا تعتذروا الخ یہ تہدید و توبیخ ہے ۔ یعنی اے منافقین غلط عذر اور جھوٹے بہانے مت کرو ۔ تم نے اظہار ایمان کے بعد استہزاء اور تمسخر سے اپنا کفر ظاہر کر دیا ہے اگر ہم ایک جماعت کو توبہ کی وجہ سے معاف کر دینگے تو دوسری جماعت کو ضرور عذاب دینگے کیونکہ وہ مجرم ہیں اور انہوں نے اپنے جرم سے توبہ نہیں کی ۔ ان تمسخر کرنے والے منافقوں میں سے جنہوں نے توبہ کر لی اور مخلصانہ ایمان لے آئے ان کو معاف کر دیا گیا جیسا کہ مخشی بن حمیر نے صدق دل سے ایمان قبول کر لیا اور نفاق سے تائب ہو گیا ۔ اللہ نے اس کو جنگ یمامہ میں شرکت کی توفیق دی اور شہادت نصیب فرمائی اور جنہوں نے توبہ نہیں کی وہ

مبتلائے عذاب ہوں گے ۔ ۶۴ المنفقون والمنفقت الخ یعنی یہ منافقین آپس میں ایک دوسرے سے متحد ہیں ان سب کا مقصد ایک ہے اور ان کے عزائم باہم متفق ہیں ان کے احوال ایمان والوں کے احوال سے سراسر مختلف ہیں ۔ وہ برے کاموں (کفر و عصیان) کی لوگوں کو ترغیب دیتے اور نیک کاموں (ایمان و طاعت) سے لوگوں کو روکتے ہیں ۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں ۔ نسوا اللہ فنسیھم ۔ نسیان سے ترک مراد ہے ۔ یعنی منافقین نے اللہ کے احکام کی پیروی ترک کر دی تو اللہ تعالے نے بھی ان کو اپنی

موضح قرآن ف۱ جو کوئی دین کی باتوں میں ٹھٹھا کرے اگرچہ دل سے منکر نہ ہو وہ کافر ہوا نہیں تو منافق البتہ ہوا دین کی بات میں ظاہر و باطن با ادب رہنا ضرور ہے ۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی ایمان زبانی خود ۔ ۱۲

الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَ

نافرمان ف۱ وعدہ دیا ہے اللہ نے منافق مرد اور منافق عورتوں کو اور

الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ

منافق کو دوزخ کی آگ کا پڑے رہیں گے اس میں ۶۵ وہی بس ہے ان کو

وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِيْنَ

اور اللہ نے انکو پھٹکار دیا اور ان کے لئے عذاب ہے برقرار رہنے والا جس طرح تم سے

مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا

اگلے لوگ زیادہ تھے تم سے زور سے اور زیادہ رکھتے تھے مال

وَّاَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ

اور اولاد پھر فائدہ اٹھا گئے اپنے حصہ سے پھر فائدہ اٹھایا تم نے

بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اپنے حصہ سے جیسے فائدہ اٹھا گئے تم سے اگلے

بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ

اپنے حصہ سے اور تم بھی چلتے ہو انہیں کی سی چال وہ لوگ

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ

مٹ گئے ان کے عمل دنیا میں اور آخرت میں اور وہی لوگ

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ

پڑے نقصان میں کیا پہنچی نہیں ان کو خبر ان لوگوں کی جو ۶۶

قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَ

ان سے پہلے تھے قوم نوح کی اور عاد کی اور ثمود کی اور قوم ابراہیم کی اور

اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

مدین والوں کی اور ان بستیوں کی خبر جو الٹ دی گئی تھیں پہنچے انکے پاس ان کے رسول

۱ خبر مبتدا محذوف یعنی انتم ۲ اور ان کی طرح شبہات میں داخل ہوئے ۳ تخویف دنیاوی

۴ التفات از خطاب بسوئے غیبت مراد کفار و منافقین ہیں

توفیق اور رحمت سے محروم کردیا غفلوا عن ذکرہ و ترکوا طاعتہ (فنسیھم) فترکھم اللہ من توفیقہ وھدایتہ فی الدنیا ورحمتہ فی الآخرۃ وترکھم فی عذابہ (مظہری ج ۴ ص ۲۶۲)

۶۵ وعد اللہ الخ یہ منافقین اور کفار کے لئے تخویف اخروی ہے کالذین من قبلکم ای انتم ایہا الکفار کالذین من قبلکم فاستمتعوا بخلاقھم جو دنیوی عیش وتلذذ ان کے لئے مقدر تھا اس سے انہوں نے فائدہ اٹھایا اور جو تمہارے لئے مقدر تھا اس سے تم نے فائدہ اٹھایا۔ وخضتم کالذی خاضوا اور جس طرح وہ باطل شبہات اور لہو ولعب میں منہمک ہوگئے اسی طرح تم منہمک ہوئے۔ اولٰئک حبطت اعمالھم الخ دنیا اور آخرت میں انکے اعمال اکارت گئے اور ان پر وہ کسی اجر و ثواب کے مستحق نہ ٹھہرے اور دنیا اور آخرت کا خسارہ اٹھایا۔ اے کفار! بالکل اسی طرح تمہارے اعمال بھی بے نتیجہ اور ضائع ہوں گے اور آخرت میں خائب و خاسر ہوگے۔ ۶۶ الم یاتھم الخ یہ تخویف دنیوی ہے اس میں خطاب سے غیبت کی طرف التفات ہے اور ضمیر غائب سے کفار و منافقین مراد ہیں یعنی کفار و منافقین کو اقوام سابقہ کے حالات سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے کہ کس طرح ان کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ہلاک کیا گیا۔ فما کان اللہ لیظلمھم الخ یعنی اللہ نے ان کو ہلاک کرکے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ظالم تھے اور ضد و انکار کی وجہ سے انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

موضح قرآن ف۱ یعنی بے اعتقاد کی صلاحیت کیا معتبر ہے اس کو فاسق ہی گنئے۔ ۱۲ منہ

بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا

صاف حکم لے کر سو اللہ تو ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ اپنے اوپر

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ

آپ ظلم کرتے تھے اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ

ایک دوسرے کی مددگار ہیں ۷۶۷ سکھلاتے ہیں نیک بات اور

يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ

منع کرتے ہیں بری بات سے اور قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں

الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ

زکوٰۃ اور حکم پر چلتے ہیں اللہ کے اور اس کے رسول کے وہی لوگ ہیں جن پر رحم کریگا

اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ

اللہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا وعدہ دیا ہے اللہ نے ایمان والے مردوں

وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہا کریں

فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ

انہی میں اور ستھرے مکانوں کا رہنے کے باغوں میں اور رضامندی

مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ يٰٓاَيُّهَا

اللہ کی ان سب سے بڑی ہے یہی ہے بڑی کامیابی اے

النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

نبی لڑائی کر کافروں سے ف۱ اور منافقوں سے اور تندخوئی کر ان پر

وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾ يَحْلِفُوْنَ

اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے ۷۶۸ قسمیں کھاتے ہیں

وقف لازم

ع ۹ / ۱۵

۷۶۷ والمؤمنون والمؤمنات الخ منافقین کے مقابلہ میں مؤمنین کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور ہمدرد ہیں۔ نیک کاموں کی ترغیب دیتے اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اولٰئک سیرحمہم اللہ ــــ تا ــــ ذلک هو الفوز العظیم مؤمنین کے لئے بشارتِ اخروی ہے۔

۷۶۸ یایہا النبی جاهد الخ اس آیت میں کفار اور منافقین سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔ کافروں سے جہاد بالسیف اور منافقوں سے جہاد بالحجۃ والدلیل مراد ہے یعنی دلائل و براہین سے ان کے شبہات، اعتراضات اور مطاعن کا جواب دو حضرت شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا۔ منافقینِ اطرافِ مدینہ کے ساتھ جہاد بالسیف کرو اور جو منافقین مدینہ منورہ میں ہیں ان سے جہاد باللسان یعنی دلائل سے جہاد کرو تاکہ لوگ یہ الزام نہ لگائیں کہ پیغمبر مسلمانوں کو مروا رہا ہے۔ قال ابن عباس امر بالجہاد مع الکفّار بالسیف ومع المنافقین باللسان وشدّۃ الزجر والتغلیظ (قرطبی ج ۸ ص ۲۰۴)

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بسیف۔ ۱۲۔

۸۵ یحلفون باللہ الخ اس آیت میں دو قصوں کی طرف اشارہ ہے۔ غزوۂ تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اس میں آپ نے ان منافقین کا ذکر کیا جو جہاد میں شریک نہیں ہوئے تھے آپ نے ان کو رجس اور ناپاک فرمایا۔ یہ سنکر ایک منافق جلاس بن سوید کہنے لگا اگر محمد سچ کہتا ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ یہ بات ایک مخلص مومن عامر بن قیس نے سن لی۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کر دیا آپ نے جلاس کو بلا کر پوچھا تو اس نے قسم کھا کر انکار کر دیا کہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولقد قالوا کلمۃ الکفر بعض نے لکھا ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی کا قول ہے جو سورۂ منافقین میں مذکور ہے۔ یعنی لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل۔ دوسرا قصہ وھموا بما لم ینالوا میں مذکور ہے۔ غزوۂ تبوک میں منافقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا۔ راستہ میں ایک گھاٹی پر بارہ آدمی مقرر کر دیئے تاکہ جب آپ وہاں سے گذریں تو اچانک حملہ کر کے آپ کو قتل کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبرئیل علیہ السلام آپ کو اس پروگرام کی اطلاع دیدی۔ ۸۶ وما نقموا الخ آخر ان منافقین کو اسلام اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت اور عناد کیوں ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کو کیا ناراضگی ہے کیا ان کو یہ بات ناپسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے ان کو مالدار بنا دیا ہے۔ حاصل یہ کہ اللہ اور رسول کے تو ان پر احسانات اور انعامات ہی ہیں جن کی موجودگی میں ان کو سر اطاعت و تسلیم خم کر دینا چاہیئے تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اس وقت یہ منافقین نہایت تنگدستی کی زندگی بسر کر رہے تھے آپ کی تشریف آوری اور اموالِ غنیمت کی کثرت سے ان کی زندگی خوشحال ہو گئی۔ جلاس بن سوید مذکور کا ایک قریبی رشتہ دار قتل ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ ہزار روپیہ خونبہا کے طور پر دلایا جس سے وہ مالدار ہو گیا۔ انھم کانوا حین قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فی ضنک من العیش لا یرکبون الخیل ولا یحوزون الغنیمۃ فاستغنوا بالغنائم وقتل للجلاس مولیٰ فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدیتہ اثنی عشر الفا فاستغنی (مدارک ج ۲ ص ۱۰۴۔ قرطبی ج ۸ ص ۲۰۷) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے منافقین کو غنی کر دینے سے یہی مراد ہے یعنی مالِ غنیمت سے ان کو غنی کر دیا اس سے ما فوق الاسباب غائبانہ طور پر غنی کرنا مراد نہیں۔ کذا فی المدارک وابن جریر وابن کثیر۔ ۸۷ فان یتوبوا الخ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جلاس نے کہا۔ یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے مجھے توبہ کی گنجائش دی ہے بیشک

بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا

اللہ کی کہ ہم نے نہیں کہا ۸۵ اور بیشک کہا ہے انہوں نے لفظ کفر کا اور منکر ہو گئے

بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا

مسلمان ہو کر اور قصد کیا تھا اس چیز کا جو ان کو نہ ملی اور یہ سب کچھ اسی

اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ

کا بدلہ تھا کہ دولت مند کر دیا ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے ف۱ اپنے فضل سے ۸۷ سو اگر

يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ

توبہ کر لیں تو بھلا ہے ان کے حق میں ۸۸ اور اگر نہ مانیں گے تو عذاب دے گا ان کو

اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ

اللہ عذاب دردناک دنیا اور آخرت میں اور نہیں ان کا

فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

روئے زمین پر کوئی حمایتی اور نہ مددگار ف اور بعضے ان میں وہ ہیں

عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ

کہ عہد کیا تھا اللہ سے اگر دیوے ہم کو اپنے فضل سے تو ہم ضرور خیرات کریں اور

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ

ہو رہیں ہم نیکی والوں میں ۸۹ پھر جب دیا ان کو

فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾

اپنے فضل سے تو اس میں بخل کیا اور پھر گئے ٹلا کر

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ

پھر اس کا اثر رکھ دیا نفاق ان کے دلوں میں جس دن تک کہ وہ اس سے ملیں گے اس وجہ سے

اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ

کہ انہوں نے خلاف کیا اللہ کا جو وعدہ اس سے کیا تھا اور اس وجہ سے کہ بولتے تھے جھوٹ کیا وہ

موضح قرآن ف۱ اکثر منافق پیچھے بیٹھ کر اہانت کرتے پیغمبر کی اور دین کی۔ پھر پکڑے جاتے تو قسمیں کھاتے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ سورۂ منافقون میں بھی یہ ذکر آوے گا اور یہ جو فرمایا کہ فکر کیا تھا جو نہ ملا یا یہ مراد ہے کہ لشکر میں خانہ جنگی ہوئی تھی۔ اس میں لگے اغوا کرنے کہ مہاجر و انصار میں پھوٹ ڈالیں۔ حضرت نے اصلاح کر دی۔ سورۂ منافقون میں آوے گا یا یہ مراد ہے کہ بارہ شخص نے سفر میں آدھی رات کو جمع ہو کر چاہا کہ حضرت پر ہاتھ چلاویں۔ ایک صحابی ساتھ تھے۔ حذیفہ نے ان کو فرمایا ان کو مارو تب آگے سے بھاگے۔ حذیفہ سب کو پہچانتے تھے پر ظاہر کرنا حکم نہ تھا۔ ۱۲۔

ف۱ مترجم گوید وایں نوعی از تحکم است۔ واللہ اعلم ۱۲

میں نے مذکورہ بالا الفاظ کہے تھے اور جھوٹی قسم کھائی تھی اس لئے اب میں اس گناہ اور نفاق سے توبہ واستغفار کرتا ہوں اور صدق دل سے ایمان لاتا ہوں چنانچہ آپ نے اسکی توبہ منظور فرمائی اور اس نے بھی آخری دم اخلاص کا ثبوت دیا۔ وان یتولوا الخ یہ نفاق پر قائم رہنے والوں کے لئے دنیوی اور اخروی تخویف ہے **۲ک** ومنھم من الخ اس آیت میں ثعلبہ بن حاطب نامی منافق کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالٰی مجھے بہت سی دولت عطا فرمائے آپ نے فرمایا۔ اے ثعلبہ وہ تھوڑا سا مال جس کے تم حقوق ادا کر سکو اس کثیر مال سے بہتر ہے جس کے حقوق ادا کرنے سے تم قاصر رہو۔ ثعلبہ نے اصرار کیا اور کہا مجھے اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا اگر اس نے مجھے دولت دی تو میں اس میں سے تمام حقوق واجبہ ادا کروں گا۔ حضور علیہ السلام نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ ثعلبہ نے چند بکریاں خریدیں اللہ نے ان میں اس قدر برکت ڈالی اور وہ اس قدر بڑھیں کہ اسے مدینہ سے باہر جنگل میں بسیرا کرنا پڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نہ صرف مسجد نبوی میں پنجوقتہ نمازیں ادا کرنے سے محروم ہو گیا بلکہ نماز جمعہ سے بھی غیر حاضر رہنے لگا۔ جب حضور علیہ السلام کو اس کا علم ہوا تو آپ نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اس کے پاس دو محصل بھیجے جنہیں اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ یہ زکوٰۃ تو جزیہ ہے۔ ابھی جاؤ میں سوچوں گا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ جب ثعلبہ کو آیتوں کا پتہ چلا تو مال صدقہ لیکر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس کا صدقہ قبول نہ کیا اور فرمایا اللہ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے بھی اس کا صدقہ قبول نہ کیا۔ فاعقبھم نفاقا اعقب کا فاعل اللہ تعالٰی ہے۔ یا بخل جو بخلوا میں ضمناً مذکور ہے یعنی اللہ تعالٰی نے اس کے دل میں نفاق کو جاگزیں کر دیا۔ یا بخل کی وجہ سے اس کے دل میں نفاق ڈال دیا۔ کیونکہ اس نے اللہ سے جو وعدہ کیا وہ پورا نہ کیا ای اعقبھم اللہ نفاقا فی قلوبھم وقیل ای اعقبھم البخل نفاقا (قرطبی ج ۸ ص ۲۱۳) بما میں باء سببیہ ہے ای بسبب اخلافھم ما وعدوا اللہ من التصدق والصلاح وکونھم کاذبین (مدارک ج ۲ ص ۱۰۸) **۳ک** الم یعلموا الخ تخویف اخروی ہے۔ **۴ک** الذین یلمزون الخ اس میں

يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ

جان نہیں چکے کہ اللہ جانتا ہے ان کا بھید ؁ اور ان کا مشورہ اور یہ کہ اللہ

عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿٧٨﴾ الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ

خوب جانتا ہے سب چھپی باتوں کو ؁ وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مسلمانوں پر جو

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ

دل کھول کر ؁ خیرات کرتے ہیں اور ان پر جو نہیں رکھتے

إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ ۙ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ ۫

مگر اپنی محنت کا ف پھر ان پر ٹھٹھے کرتے ہیں اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٩﴾ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ

اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے ف۲ تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ ؁

لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ

ف۳ اگر ان کے لئے ستر بار بخشش مانگے تو بھی ہرگز نہ بخشے گا

اللَّهُ لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۗ وَ

ان کو اللہ یہ اس واسطے کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور

اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٨٠﴾ فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ

اللہ رستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو ف۴ خوش ہو گئے پیچھے رہنے والے

بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ

اپنے بیٹھ رہنے سے جدا ہو کر رسول اللہ سے ؁ اور گھبرائے اس سے

يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ

کہ لڑیں اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی

اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ ۗ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ

راہ میں اور بولے کہ مت کوچ کرو گرمی میں تو کہہ دوزخ کی آگ

ع ۱۰ / ۱۶

موضح قرآن ف۱ ایک منافق تھا ثعلبہ حضرت سے دعا چاہی کہ مجھ کو کشائش ہو فرمایا کہ تھوڑا جس کا شکر ہو سکے بہتر ہے بہت سے کہ غفلت لاوے پھر آیا لگا عہد کرنے کہ اگر مجھ کو مال ہو بہت خیرات کروں اور غفلت میں نہ پڑوں حضرت نے دعا کی اسکو بکریوں میں برکت ملی یہاں تک کہ مدینے کے جنگل سے کفایت نہ ہوتی نکل کر گاؤں میں جا رہا جمعہ و جماعت سے محروم ہوا حضرت نے پوچھا کہ ثعلبہ کیا ہوا لوگوں نے حال بیان کیا۔ فرمایا ثعلبہ خراب ہوا پھر زکوٰۃ دینے کا وقت ہوا سب لینے لگے اس نے کہا یہ جو مال بھر ناگویا جزیہ دینا بہانہ کر ٹالدیا پھر حضرت پاس مال زکوٰۃ میں حضرت نے قبول نہ کیا۔ بعد حضرت کے ابوبکرؓ و عمرؓ بھی اپنی خلافت میں اس کی زکوٰۃ نہ لیتے خلافت حضرت عثمانؓ میں مر گیا۔ ۱۲ منہ ف۲ ایکبار حضرت نے تقید کی خیرات پر عبدالرحمن بن عوف چار ہزار درہم لائے اور لوگ لانے لگے۔ عاصم چار سیر جو لائے عبدالرحمن نے کہا آٹھ ہزار میں رکھتا تھا نصف اپنے رب کو قرض دیتا ہوں اور نصف حق عیال کا عاصم نے کہا مزدوری کر کر آٹھ سیر جو لایا ہوں نصف خیرات کرتا ہوں اور نصف حق عیال کا۔ منافق آپس میں کہنے لگے۔ عبدالرحمن کو منظور ہے نمود اپنی اور عاصم اپنے تئیں زور آوری سے ملاتا ہے خیرات والوں میں ۱۲ منہ ف۳ یہاں سے فرق نکلتا ہے بے اعتقاد کا اور گنہگار کا۔ گناہ والا ایسا کونسا ہے کہ پیغمبر کے بخشانے سے نہ بخشا جاوے اور بے اعتقاد کو پیغمبر کی ستر استغفار فائدہ نہ کرے اب جو بے اعتقاد لوگ بھروسا نہ کریں پیغمبر کی شفاعت ذکریں ذلیل

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بمزدوری چیزی پیدا می کنند و صدقہ می دہند ۱۲ ف۲ یعنی ہر دو صورت یکسانست ۱۲

ان منافقین کا ذکر ہے جو خوشی خوشی صدقہ وخیرات کرنے والے مسلمانوں کو طعنے دیتے تھے الذین موصول مع صلہ مبتدا ہے۔ اور سخر اللہ منھم خبر ہے جو مسلمان بہت سا مال صدقہ کرتے منافقین ان پر ریاکاری کا الزام لگاتے اور جو غریب تھے اور دن بھر محنت ومشقت سے تھوڑا بہت کما کر صدقات میں حصہ لیتے ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ بھلا اللہ کو اس کی کیا ضرورت ہے سخر اللہ منھم تخویف اخروی ہے یعنی اللہ ان کو تمسخر اور استہزاء کی سزا دیگا یعنی انہ سبحانہ وتعالیٰ جازاھم علی سخریتھم ثم وصف ذلک وھو قولہ سبحانہ وتعالیٰ (ولھم عذاب الیم) یعنی فی الآخرۃ (خازن ج ۳ ص ۱۳۵) **۸۵** استغفر لھم الخ یہ تمام منافقین کا انجام ہے کہ ان کی ہرگز بخشش نہیں ہوگی اگرچہ اللہ کا رسول ستر بار بھی اللہ سے ان کے لئے معافی

أَشَدُّ حَرًّا ۚ لَّوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا

سخت گرم ہے ۱۸۶ اگر ان کو سمجھ ہوتی سو وہ ہنس لیویں تھوڑا

وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَإِن

اور روویں بہت سا ۱۸۷ بدلہ اس کا جو وہ کماتے تھے ف۱ سو اگر

رَّجَعَكَ اللَّهُ إِلَىٰ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ

پھر لے جائے تجھ کو اللہ ۱۸۸ کسی فرقہ کی طرف ان میں سے پھر اجازت چاہیں تجھ سے

لِلْخُرُوجِ فَقُل لَّن تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَن

نکلنے کی ف۲ تو تو کہہ دینا کہ تم ہرگز نہ نکلو گے میرے ساتھ کبھی اور نہ

تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ۖ إِنَّكُمْ رَضِيتُم بِالْقُعُودِ أَوَّلَ

لڑو گے میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے تم کو پسند آیا بیٹھ رہنا پہلی

مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ ﴿٨٣﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ

بار سو بیٹھے رہو پیچھے رہنے والوں کے ساتھ ف۱ اور نماز نہ پڑھ ۱۸۹

أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ ۖ إِنَّهُمْ

ان میں سے کسی پر جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر وہ

كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٨٤﴾

منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور وہ مر گئے نافرمان

وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ

اور تعجب نہ کر ۱۹۰ ان کے مال اور اولاد سے اللہ تو یہی

اللَّهُ أَن يُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ

چاہتا ہے کہ عذاب میں رکھے ان کو ان چیزوں کے باعث دنیا میں اور نکلے ان کی جان

وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ آمِنُوا

اور اس وقت تک کافر ہی رہیں اور جب نازل ہوتی ہے ۱۹۱ کوئی سورت کہ ایمان لاؤ

مانگے کیونکہ ان کے دلوں میں کفر ونفاق ہے اگرچہ بظاہر وہ ایمان کے دعویدار ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ منوالینا پیغمبر علیہ السلام کے اختیار میں نہیں استغفر امر بمعنی خبر ہے۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین جب مرض الموت میں مبتلا ہوا تو اس کا بیٹا جو مخلص مؤمن تھا حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے باپ کے لئے استغفار کی درخواست کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ کو ان کے لئے استغفار سے منع کر دیا گیا۔ صحیح مسلم میں ہے جب ابن ابی مر گیا تو حضور علیہ السلام اس کا جنازہ پڑھنے لگے تو حضرت عمر نے آپ کا دامن تھام کر عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ نے تو آپ کو اس کا جنازہ پڑھنے سے منع فرما دیا ہے* اور میں اس کیلئے ستر سے بھی زیادہ بار استغفار کروں گا شاید اللہ اسے معاف کر دے (مدارک قرطبی ۔۔۔) امام رازی کا ۔۔۔

علامہ خازن ابن عباس سے ناقل ہیں کہ جب منافقین کے بارے میں مذکورہ بالا آیتیں نازل ہوئیں اور مسلمانوں پر ان کا نفاق ظاہر ہو گیا اس وقت منافقین نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ ان کے لئے اللہ سے استغفار کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی قال ابن عباس رضی اللہ عنھما ان عند نزول الآیۃ الاولی فی المنافقین قالوا یا رسول اللہ استغفر لنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساستغفر لکم واشتغل بالاستغفار لھم فنزلت ھذہ الآیۃ فترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاستغفار (کبیر ج ۴ ص ۵۰۰)

۱۸۶ فرح المخلفون الخ المخلفون باب تفعیل ہے۔ یعنی ان کو اللہ نے پیچھے چھوڑ دیا اور جہاد میں شریک ہونے کی ان کو توفیق نہ دی۔ ای خلفھم اللہ وثبطھم (قرطبی ج ۸ ص ۲۱۶) حضرت شیخ نے فرمایا ای المخلفون بقھر اللہ اس سے وہ منافقین مراد ہیں جو جنگ تبوک میں عمداً شریک نہ ہوئے مقعد مصدر میمی ہے جو منافقین غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے وہ بہت خوش تھے کہ شدت گرما میں وہ سفر کی تکلیفوں اور صعوبتوں سے بچ گئے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں مال وجان سے جہاد کرنے کو ناپسند کیا وقالوا لا تنفروا فی الحر منافقوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا یا انہوں نے مؤمنوں کو بددل کرنے کی غرض سے ان سے کہا کہ گرمی میں مت جاؤ اور اپنے گھروں میں آرام کرو قال بعضھم لبعض او قالوا للمؤمنین تثبیطاً (مدارک ج ۲ ص ۱۰۶) **۱۸۷** قل نار جھنم الخ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ ان آرام وراحت کے دلدادگان سے فرما دیں جہنم کی آگ جو آخرت میں ان کا ٹھکانا ہوگی دنیا

موضح قرآن ف۱ یہ جو فرمایا کہ اگر پھر لے جاوے اللہ کسی فرقے کیطرف اس واسطے کہ آیت نازل ہوئی سفر میں وہ منافق تھے مدینہ میں اور فرقہ فرمایا اس واسطے کہ بعضے منافق پیچھے مر گئے اور سب بیٹھے والے منافق نہ تھے۔ بعضے مسلمان بھی تھے کہ ان کی تقصیر معاف ہوئی۔ ۱۲ منہ

فتح الرحمٰن ف۱ مراد خبر است بآنکہ در دنیا خواہند خندید ودر آخرت خواہند گریست ۱۲۔ ف۲ یعنی برائے احراز غنائم ۱۲

کی اس گرمی سے کہیں زیادہ سخت اور شدید ہوگی **۷۸ف** فلیضحکوا الخ امر بمعنی خبر ہے۔ منافقین جہاد میں شریک نہ ہوکر بہت خوش ہیں اور ہنس رہے ہیں لیکن دنیا کی یہ خوشی اور ہنسی اس افسوس اور رونے کے مقابلے میں بہت کم ہے جو آخرت میں ان کے حصے میں آئیں گے۔ اخبار عن عاجل امرھم و اٰجلہ من الضحک القلیل فی الدنیا والبکاء الکثیر فی الاخرٰی (روح ج۱۰ صلہا) **۷۹ف** فان رجعک الخ اس میں بھی ان منافقین کا ذکر ہے جو غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے۔ منافقین کی شرارتوں اور ان کی عداوت اور دشمنی کو واشگاف کرنے کے بعد حضور علیہ السلام سے فرمایا کہ یہ لوگ اس لائق ہی نہیں ہیں کہ آپ کی صحبت میں رہیں لہٰذا جب آپ بخیر و عافیت مدینہ واپس پہنچ جائیں اور اس کے بعد کوئی جنگ درپیش ہو اور منافقین اس میں شریک ہونے کے لئے آپ سے اجازت مانگیں تو آپ ان کو غزوہ میں شریک ہونے کی ہرگز اجازت نہ دیں اور صاف فرما دیں کہ اب کبھی بھی تم ہمارے ساتھ جہاد میں شریک نہیں ہو سکتے۔ بس اب گھروں ہی میں بیٹھے رہو **۸۰ف** ولا تصل علیٰ احد الخ اگر ان منافقین میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کیلئے دعائے مغفرت کریں کیونکہ وہ اگرچہ بظاہر مسلمان ہیں لیکن دل سے پکے کافر ہیں نہ خدا پر ان کا ایمان ہے نہ رسول پر اور وہ اسی کفر پر مرے ہیں **۸۱ف** ولا تعجبک الخ اس کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ (۵۴) صلہا **۸۲ف** واذا انزلت الخ یہ منافقین کی منافقت کی واضح علامت ہے کہ جب جہاد کا حکم نازل ہوتا ہے تو وہ مالی طاقت اور جسمانی قدرت کے باوجود جہاد سے جی چراتے اور آپ کے پاس آکر اجازت مانگتے ہیں کہ انہیں جہاد کی شمولیت سے مستثنےٰ کر دیا جائے اور گھروں میں رہنے دیا جائے وہ جہاد میں شریک ہو کر جرأت و شجاعت کے جوہر دکھانے کے بجائے بزدلوں کی طرح مدینہ میں عورتوں کے ساتھ رہنا پسند کرتے ہیں اور یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ ان کے دل ایمان سے خالی اور اللہ اور رسول کی محبت سے تہی ہیں۔ ان کے دلوں پر انکی بداعمالیوں کی وجہ سے مہر جباریت لگ چکی ہے اور وہ جہاد کے دینی اور دنیوی منافع سمجھنے سے قاصر ہیں۔ **۸۳ف** لکن الرسول الخ یہاں سے لیکر ذٰلک الفوز العظیم تک حضور علیہ السلام کے ساتھ مال و جان سے جہاد کرنے والے صحابۂ کرام اور مخلص مومنین کی فضیلت اور ان کے لئے اخروی بشارت مذکور ہے **۸۴ف** وجاء المعذرون الخ یہاں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا جو واقعی معذور تھے اور اپنا عذر بیان کرکے حضور علیہ السلام سے تخلف عن الجہاد کی اجازت لیتے تھے اور اس سے بنی غفار کے لوگ مراد ہیں ثم بین تعالےٰ حال ذوی الاعذار فی ترک الجہاد الذین جاءوا رسول اللہ

بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾

اللہ پر اور لڑائی کرو اس کے رسول کے ساتھ ہو کر جو تجھ سے رخصت مانگتے ہیں مقدور والے ان کے اور کہتے ہیں ہم کو چھوڑ دے کہ رہ جائیں ساتھ بیٹھنے والوں کے

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ

خوش ہوئے کہ رہ جائیں پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ اور مہر کر دی گئی ان کے دل پر سو وہ نہیں سمجھتے لیکن رسول **۸۳ف** اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾

جو لوگ ایمان لائے ہیں ساتھ اس کے وہ لڑے ہیں اپنے مال اور جان سے اور انہی کے لئے ہیں خوبیاں اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ وَجَاۗءَ

تیار کر رکھے ہیں اللہ نے ان کے واسطے باغ کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں رہا کریں ان میں یہی ہے بڑی کامیابی اور آئے

الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ

بہانے کرنے والے **۸۴ف** گنوار تاکہ ان کو رخصت مل جائے اور بیٹھ رہے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ سے اور اس کے رسول سے اب پہنچے گا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى

ان کو جو کافر ہیں ان میں عذاب دردناک نہیں ہے **۸۵ف**

صلی اللہ علیہ وسلم یعتذرون الیہ ویبینون لہ ماھم فیہ من الضعف وعدم القدرۃ علی الخروج الخ (ابن کثیر ج ۲ ص۳۸۱) وقعد الذین کذبوا الخ لیکن منافقین نے پوری دیدہ دلیری سے کام لیا اور کسی قسم کا کوئی عذر و بہانہ پیش کئے بغیر ہی جہاد میں شریک نہ ہوئے اور گھروں میں بیٹھ رہے سیصیب الذین کفروا الخ یہ ان کے لئے تخویف اخروی ہے **۸۵ف** لیس علی الضعفاء الخ یہاں ان عذروں کا بیان ہے جن کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہونے والے واقعی معذور ہیں الضعفاء یعنی بوڑھے، بچے اور عورتیں نیز لنگڑے اور اندھے بھی اس میں شامل ہیں ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون پہلے ان لوگوں کا ذکر تھا جو جسمانی طاقت کے فقدان کی وجہ سے معذور تھے یہاں مالی استطاعت نہ ہونے کا عذر بیان کیا گیا یعنی جن لوگوں کے پاس سامان جنگ اور سفر خرچ کے لئے روپیہ نہیں وہ بھی معذور ہیں یعنی الفقراء العاجزین عن اھبۃ الغزو والجہاد فلا یجدون

الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى

ضعیفوں پر اور نہ مریضوں پر اور نہ

الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا

ان لوگوں پر جن کے پاس نہیں ہے خرچ کرنے کو کچھ گناہ جب کہ

نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ

دل سے صاف ہوں اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ نہیں ہے نیکی والوں پر الزام کی

سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ

کوئی راہ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور نہ ان لوگوں پر کہ ۵۵۶

اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ

جب تیرے پاس آئے تاکہ تو ان کو سواری دے تو نے کہا میرے پاس کوئی چیز نہیں

اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ

کہ تم کو اس پر سوار کردوں تو الٹے پھرے اور ان کی آنکھوں سے بہتے تھے

الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا

آنسو اس غم میں کہ نہیں پاتے وہ چیز جو خرچ کریں راہ

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ

الزام کی تو ان پر ہے ۵۵۷ جو رخصت مانگتے ہیں تجھ سے اور وہ

اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ

مالدار ہیں خوش ہوئے اس بات سے کہ رہ جائیں ساتھ

الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

پیچھے رہنے والیوں کے اور مہر کردی اللہ نے انکے دلوں پر

فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

سو وہ نہیں جانتے۔

(یعنی اللہ کی توحید بیان کرے اور پیغمبر کی اطاعت کرے)

(یعنی گرفت کا راستہ)

۵۵۶ ولا علی الذین الخ اسی طرح ان لوگوں پر بھی تخلف عن الجہاد کی وجہ سے گناہ نہیں جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ ان کے لئے سواری کا انتظام فرمائیں لیکن سواری نہ ہونے کی وجہ سے وہ مایوس ہوکر زار و قطار رونے لگے اس لئے کہ وہ جہاد میں شریک نہیں ہوسکیں گے اور اس کے اجر سے محروم ہوجائیں گے۔ ۵۵۷ انما السبیل الخ گرفت اور الزام کا راستہ ان منافقین پر ہے جو طاقتور اور دولتمند ہونے کے باوجود محض آرام طلبی کی خاطر جہاد میں شریک نہیں ہونا چاہتے۔ وہ اسقدر بزدل اور پست ہمت ہیں کہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر جھوٹے بہانے بناکر اجازت مانگتے ہیں۔ وطبع اللہ الخ اللہ نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر جباریت ثبت کردی ہے کہ وہ جہاد کے دنیوی اور اخروی فوائد کو نہیں سمجھ سکتے۔ (فھم لا یعلمون) ما فی الجھاد من الخیر فی الدنیا و الاٰخرۃ (خازن ج ۳ ص ۱۱۱)

۵۸ یعتذرون الیکم الخ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ہے یعنی جب آپ لوگ غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ پہنچیں گے تو منافقین تمہارے پاس آکر جہاد میں شریک نہ ہونے کے بارے میں بہانے پیش کریں گے قل لا تعتذروا یعنی واپسی پر جب وہ عذر پیش کریں تو آپ فرمادیں کہ بہانے مت بناؤ ہم تمہاری باتوں پر یقین نہیں کرینگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اصل حقیقت سے آگاہ فرما دیا ہے اور تمہارے دل کے پوشیدہ رازوں پر مطلع کر دیا ہے لان اللہ تعالیٰ قد انبانا بالوحی بما فی ضمائرکم من الشر و الفساد (روح ج ۱۱ ص ۲) **۵۹** وسیری اللہ عملکم الخ یہاں اعمال سے مراد وہ اعمال ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں منافقین کیا کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ

بہانے لائیں گے ۵۸ تمہارے پاس جب تم پھر کر جاؤ گے ان کی طرف تو کہہ

لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ

بہانے مت بناؤ ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہاری بات ہم کو بتا چکا ہے اللہ

اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ

تمہارے احوال اور ابھی دیکھے گا اللہ تمہارے کام ۵۹ اور اس کا رسول پھر

تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ

تم لوٹائے جاؤ گے طرف اس جاننے والے چھپے اور کھلے کی سو وہ بتائے گا تم کو

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا

جو تم کر رہے تھے اب قسمیں کھائیں گے ۶۰ اللہ کی تمہارے سامنے جب

انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ

تم پھر کر جاؤ گے ان کی طرف تاکہ تم ان سے درگذر کرو سو تم درگذر کرو ان سے

اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

بیشک وہ لوگ پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلہ ان کے

يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ

کاموں کا وہ لوگ قسمیں کھائیں گے تمہارے سامنے ۶۱ تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو اگر

تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ

تم راضی ہو گئے ان سے تو اللہ راضی نہیں ہوتا نافرمان

الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّ

لوگوں سے ف ۱ گنوار بہت سخت ہیں کفر میں ۶۲ اور نفاق میں اور

اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى

اسی لائق ہیں کہ نہ سیکھیں وہ قاعدے جو نازل کئے اللہ نے

گذشتہ اعمال تو ظاہر ہو چکے ہیں اور عنقریب تمہارے آئندہ اعمال کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر پر اور تمام مومنین پر ظاہر فرما دیگا اور سب کو معلوم ہو جائیگا کہ تم نے اپنا رویہ تبدیل کر لیا ہے یا نہیں۔ ای اتنیبون عما انتم علیہ ام تثبتون علیہ (روح) **فائدہ**۔ بعض لوگ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر صبح و شام امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اس طرح آپ ہر امتی کے تمام احوال سے باخبر رہتے ہیں۔ اور اس کی تائید میں وہ مسند بزار کی ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں آیا ہے۔ تعرض علی اعمالکم حسنھا و سیئھا الخ لیکن یہ استدلال سراسر باطل اور غلط ہے۔ اول اس لئے کہ اس سے تمام مفسرین نے حضور علیہ السلام کے زمانے میں منافقین کے اعمال مراد لئے ہیں اور کسی نے بھی اس سے عرض اعمال کو ثابت نہیں کیا۔ روح المعانی کا حوالہ پہلے گذر چکا ہے۔ امام بغوی اور علامہ خازن ج ۳ ص ۱۱۲ میں لکھتے ہیں یعنی فی المستانف اتتوبون من نفاقکم ام تقیمون علیہ۔ حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں ای سیظھر اعمالکم فی الدنیا (ج ۲ ص ۳۸۲) تو معلوم ہوا کہ اس آیت میں خطاب صرف زمانۂ نبوی کے منافقین سے ہے ساری امت مراد نہیں۔ نیز منافقین کے صرف وہی اعمال مراد ہیں جو وہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی موجودگی میں کرتے تھے ان کے تمام اعمال مراد نہیں اور جو حدیث پیش کی جاتی ہے حقیقت میں وہ روایت بالمعنی ہے۔ اصل حدیث وہی ہے جو صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۷ میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوذر رض سے مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں عرضت علی اعمال امتی حسنھا و سیئھا فوجدت فی محاسن اعمالھا الاذی یماط عن الطریق و وجدت فی مساوی اعمالھا النخاعۃ تکون فی المسجد ولا تدفن یعنی میرے سامنے میری امت کے اعمال پیش کئے گئے اور اس سے بالاتفاق عرض اجمالی مراد ہے یعنی آپ کے سامنے نیک اور برے اعمال کی فہرستیں پیش کی گئیں کہ نیکی کے اعمال کونسے ہیں اور گناہ کے کام کونسے بعض لوگ عرضت علی اجور امتی الخ سے عرض اعمال پر استدلال کرتے ہیں۔ یہ حدیث ابوداؤد ص ۶۶ اور ترمذی ج ۲ ص ۱۱۵ میں حضرت انس رض کی روایت سے منقول ہے لیکن یہ استدلال بھی درست نہیں۔ اول اسلئے کہ اس سے بھی عرض اجمالی مراد ہے۔ دوم یہ روایت منقطع ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں مطلب راوی جو حضرت انس رض سے روایت کرتا ہے انسے اسکا سماع ثابت نہیں۔ قال محمد (ابن اسمٰعیل البخاری) ولا اعرف للمطلب بن عبد اللہ بن حنطب سماعًا من احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ علاوہ ازیں اگر مضارع مجہول کا صیغہ ہی صحیح مان لیا جائے تو بھی اس سے انکا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ عرض مستلزم علم نہیں جیسا کہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب نے فرمایا۔ الا ترٰی الی قولہ تعالیٰ (ثم عرضھم علی الملٰئکۃ) فکان عرضًا وقال تعالیٰ (وعلم اٰدم الاسماء کلھا) فکان ھذا تعلیمًا فالعرض اٰخر والتعلم اٰخر (فیض الباری ج ۴ ص ۸۴) لیکن اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ عرض مستلزم علم ہے تو اس سے بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کو رد کرنا پڑیگا۔ مثلاً قیامت کے دن انبیاء اور اولیاء اس بات سے لاعلمی ظاہر کرینگے کہ مشرکین انکی وفات کے بعد انکی عبادت کیا کرتے تھے فکفٰی باللہ شھیدا بیننا و بینکم ان کنا عن عبادتکم لغٰفلین (پ ۱۱، سورۂ یونس ع ۳) اسی طرح صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۵ میں ہے حضور نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو

موضح قرآن ف ۱ یعنی جس شخص کا احوال معلوم ہو کہ منافق ہے اس کی طرف سے تغافل ہوا ہے لیکن دوستی اور یگانگی روا نہیں۔ ۱۲ منہ رح **فتح الرحمٰن** ف ۱ یعنی بہ نسبت اہل شہرہا ۱۲۔

اور جو عام طور صحیح بھی نہیں ہے اگر اس سے غرضِ اعمال کا فرضی عقیدہ ثابت کیا جائے اور اس کے مقابلہ میں آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ وصریحہ کو ترک کر دیا جائے، تو یہ کہاں کا انصاف ہے۔ ۹۰ سیحلفون باللہ الخ اس میں بھی ان منافقین کا ذکر ہے جو بغیر کسی عذر کے جہاد میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ یعنی جب آپ واپس لوٹ کر ان کے پاس پہنچیں گے تو وہ قسمیں کھا کھا کر اپنی سچائی اور معذوری بیان کریں گے تاکہ آپ ان سے درگذر کریں فاعرضوا عنھم تم ان سے منہ موڑ لینا کیونکہ وہ نہایت ناپاک لوگ ہیں اور تمہاری صحبت و مجلس کے لائق نہیں ہیں ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ ان کے اپنے ہی اعمال کی سزا ہوگی۔ ۹۱ یحلفون لکم الخ وہ قسمیں اس لئے کھائیں گے تاکہ تم لوگ ان سے راضی ہوجاؤ۔ لیکن یاد رکھو یہ لوگ خدا کے سخت نافرمان اور باغی ہیں۔ اگر تم ان سے راضی ہو بھی گئے تو اللہ ان سے کبھی راضی نہیں ہوگا۔ اور صرف تمہاری رضامندی سے انہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا ای رضاکم لا ینفعھم نفعا لان اللہ تعالٰی ساخط علیھم ولا اثر لرضا احد مع سخطہ تعالٰی (روح ج ۱۱ ص۲) ۹۲ الاعراب اشد الخ یہاں جنگل اور دیہات میں رہنے والوں کے احوال کا ذکر کیا گیا ہے ان میں جو کافر اور منافق ہیں وہ کفر و نفاق میں شہریوں کی نسبت زیادہ سخت ہیں اور خدا کے احکام و حدود سے بالکل ناواقف اور جاہل ہیں۔ ۹۳ ومن الاعراب الخ منافقین اعراب میں سے کچھ ایسے ہیں جو جہاد یا صدقات خیرات میں خرچ کی ہوئی رقم کو محض تاوان سمجھتے ہیں کیونکہ وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں ثواب کی نیت سے اور رضائے الٰہی کے لئے خرچ نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کے خوف یا ریاکاری کے لئے خرچ کرتے ہیں والمعنی ان من الاعراب من یعتقد ان الذی ینفقہ فی سبیل اللہ غرامۃ لانہ لا ینفق ذلک الا خوفا من المسلمین او مراءاۃ لھم ولم یرد بذلک الانفاق وجہ اللہ وثوابہ (خازن ج ۳ ص۱۱۳) ۹۴ و یتربص بکم الخ اور وہ منافقین اعراب اس انتظار میں رہتے ہیں کہ تم حوادث زمان اور مصائب دوران میں مبتلا رہو لیکن مصیبت اور رنج میں وہ خود مبتلا ہیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر جو بھی آرام و راحت اور فتح وظفر کا موقع آتا ہے وہ ان بدخواہوں کے لئے مصیبت سے کم نہیں ہوتا۔ ۹۵ ومن الاعراب من یؤمن الخ یہاں ان دیہات والوں کی تعریف فرمائی جو مخلص مومن تھے۔ ان کا حال یہ تھا کہ وہ جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالٰی کے تقرب اس کی رضا اور اللہ کے رسول کی دعا کا ذریعہ سمجھتے ہیں الا انھا قربۃ لھم بے شک وہ ان کے لئے قرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے ان کے اعتقاد کی تصدیق ہے۔ سیدخلھم اللہ الخ یہ بشارت اخروی ہے۔
۹۶ والسبقون الاولون الخ یہ مہاجرین وانصار اور انکے نقش پر چلنے والوں کے لئے بشارتِ اُخروی ہے۔

رَسُولِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ

اپنے رسول پر اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۱ اور بعضے ۹۳ گنوار ایسے ہیں

مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ

کہ شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کرنے کو تاوان اور انتظار کرتے ہیں تم پر

الدَّوَاۗىِٕرَ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ

زمانہ کی گردشوں کا ۹۴ ان ہی پر آئے گردش بری اور اللہ سننے والا

عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ

جاننے والا ہے اور بعضے گنوار وہ ہیں ۹۵ کہ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ

قیامت کے دن پر اور شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کرنے کو نزدیک ہونا اللہ سے

وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ۭ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۭ سَيُدْخِلُهُمُ

اور دعا لینی رسول کی سنتا ہے وہ ان کے حق میں نزدیکی ہے داخل کریگا انکو

اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ

اللہ اپنی رحمت میں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو لوگ قدیم ہیں

الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ

۹۶ سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنیوالے اور جو

اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا

ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے

عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ

اس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے انکے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ وَمِمَّنْ

رہا کریں انہی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی ف۲ اور بعضے

ع ۱۲/۱

۱ تا ۳ منافقین اعراب کا ذکر اور بشارات اخروی ۔ ۲ مہاجرین وانصار کے لئے بشارت ۔ ۳ صحابہ
منافقین کی شدت نفاق کا بیان۔

موضح قرآن ف۱ یعنی ان کی طبع میں بے حکمی اور غرض ڈھونڈنی اور جاہلی پیدا ہے سو اللہ حکمت والا ہے ان سے وہ کام مشکل بھی نہیں چاہتا اور وہ درجے بلند بھی نہیں دیتا ۱۲ منہ
ف۲ جنگ بدر تک جو مسلمان ہوئے ہیں وہ قدیم ہیں، اور باقی ان کے تابع۔ ۱۲ منہ رح

حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ

تمہارے گرد کے ۹۷ گنوار منافق ہیں اور بعضے لوگ

الْمَدِيْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ

مدینہ والے اڑ رہے ہیں نفاق پر تو ان کو نہیں جانتا

نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ

ہم کو وہ معلوم ہیں ان کو ہم عذاب دیں گے دوبار ۹۸ پھر وہ لوٹائے جائیں گے

اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ

بڑے عذاب کی طرف ف۱ اور بعضے لوگ ہیں کہ اقرار کیا انہوں نے اپنے گناہوں کا ۹۹

خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ

ملایا انہوں نے ایک کام نیک اور دوسرا بد قریب ہے کہ اللہ

يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ

معاف کرے ان کو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے لے

اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ

ان کے مال میں سے زکوٰۃ کہ پاک کرے تو ان کو اور بابرکت کرے تو ان کو اس کی وجہ سے اور دعا دے

عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾

ان کو بے شک تیری دعا ان کے لئے تسکین ہے اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ف۲

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ

کیا وہ جان نہیں چکے کہ اللہ آپ قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے

وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

اور لیتا ہے زکوٰتیں اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ف۳

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَ

اور کہہ کہ عمل کئے جاؤ ۱۰۰ پھر آگے دیکھے گا اللہ تمہارے کام کو اور اس کا رسول اور

ع عند المتقدمین ۱۱ وقف منزل

سے معلوم ہوا کہ پیغمبر غیب داں نہیں اور پیغمبر کے اختیار میں بھی نہیں کہ جسے چاہے جان لے ۔ ان مسلمانوں کا ذکر ہے جو اطاعت میں

۹۷ ومن حولکم الخ یہ مدینہ منورہ اور اس کے گرد و نواح کے منافقین کا ذکر ہے۔ لا تعلمھم نحن نعلمھم اس میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ وہ نفاق اور اخفاء حال میں اس قدر ماہر اور چابکدست ہیں کہ آپ کو ان کے نفاق کا علم تک نہیں لیکن اللہ ان کو خوب جانتا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو کلی غیب کا علم نہیں تھا یعنی انھم بلغوا من المھارۃ فی النفاق والتنوق فی مراعاۃ التقیۃ والتحامی عن مواقع التھمۃ الٰی حیث یخفی علیک مع کمال فطنتک وصدق فراستک حالھم (روح ج ۱۱ ص ۱۲) ۹۸ سنعذبھم الخ یہ منافقین کے لئے تخویف دنیوی و اخروی ہے۔ دو دفعہ کے عذاب سے دنیا میں قتل یا قید و بند یا ظہور نفاق سے ذلت و رسوائی کا اور مرنے کے بعد قبر کا عذاب مراد ہے اور عذاب عظیم آخرت کا عذاب ہے (خازن معالم وغیرہ) ۹۹ واٰخرون اعترفوا الخ یہ ان پانچ صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی جو مخلص مومن تھے مگر غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے۔ بعد میں سخت نادم ہوئے اور اپنے کو ستونوں سے باندھ لیا اور گڑگڑا کر توبہ کی تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ خذ من اموالھم الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے صدقات قبول کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ اب ان کی توبہ قبول ہو جانے کے بعد آپ کو حکم ملا کہ آپ ان کے صدقات قبول کریں اور ان کے حق میں دعا فرمائیں۔ کیونکہ آپ کی دعا ان کے لئے باعث آرام و سکون ہے۔ بعض مفسرین نے ان کی تعداد دس، آٹھ اور چھ ذکر کی ہے (قرطبی) ۱۰۰ وقل اعملوا الخ اس سے مراد دینی اعمال ہیں جو وہ حضور علیہ السلام کی زندگی میں کرتے تھے۔ یعنی تم کام کئے جاؤ اللہ کا رسول اور مومنین تمہارے اعمال و اقوال کو دیکھ کر فیصلہ کریں گے کہ تم نے سچی توبہ کی ہے یا جھوٹی۔

موضح قرآن ف۱ یعنی دنیا میں بھی تکلیف پر تکلیف پاویں گے۔ پھر آخرت میں پکڑے جاویں گے۔ وہ منافق کوئی اندھا ہوا کوئی کوڑھی۔ کسی کے بدن میں پیپ پڑی۔ ۱۲ منہ رح ف۲ یعنی جیسے بعضوں پر عتاب ہوا کہ ہمیشہ ان کی زکات لینی موقوف ہوئی ان پر عتاب نہیں۔ ۱۲ منہ رح ف۳ یعنی رسول بے اختیار ہے جس کے حق میں اللہ نے جو فرمایا وہ ادا کرتا ہے۔ ۱۲ منہ رح

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی درمیان مسلمانان ذلیل شوند و در اموال و اولاد آفات ببینند۔ ۱۲

۱۰۱ واخرون مرجون الخ اس میں ان تین مخلص صحابہ کا ذکر ہے جو قدرت کے باوجود محض سستی کی وجہ سے جنگ تبوک میں شریک نہ ہوئے اور حضور علیہ السلام کی واپسی پر کوئی معذرت نہ کی بلکہ ذرا تاخیر سے اپنے قصور کی معافی مانگی اور سچی توبہ کی۔ ان کی توبہ کچھ دن تاخیر سے قبول ہوئی۔ مذکور الصدر پانچ صحابہ نے بلا تاخیر توبہ کی مگر یہ تینوں توبہ میں پیچھے رہے اس لئے قبولیت میں بھی تاخیر ہوئی۔ والفرق بین القسم الثانی وبین ھٰذا الثالث ان اولٰئک سارعوا الی التوبۃ وھٰؤلاء لم یسارعوا الیھا قال ابن عباس رضی اللہ عنہما انزلت ھٰذہ الاٰیۃ فی کعب بن مالک ومرارۃ بن الربیع وھلال بن امیۃ (کبیر ج ۴ ص ۴۳۵) ۱۰۲ والذین اتخذوا الخ یہاں ان منافقین کا ذکر ہے جنہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے، کفر کو تقویت دینے، مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور دشمنان اسلام کو پناہ دینے کی خاطر مسجد کے نام سے ایک عمارت بنائی۔ ضرارًا، کفرًا، تفریقًا اور ارصادًا چاروں اتخذوا الخ کے مفعول لہ ہیں۔ ۱۰۳ لمن حارب اللہ الخ جنگ حنین میں مشرکین کو شکست ہوئی تو ان کا ایک سرغنہ ابو عامر شام کی طرف بھاگ گیا اور منافقین مدینہ کو لکھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف قیصر روم سے فوجی امداد حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے اس لئے تم مسجد کے نام پر ایک عمارت بنالو تاکہ اس میں بیٹھ کر اطمینان سے اسلام کے خلاف جنگی منصوبہ بندی کر سکو۔ نیز اس کی طرف سے جو قاصد آیا کرے وہ اسی عمارت میں ٹھہر سکے۔ چنانچہ انہوں نے ابو عامر کے ایما پر مسجد بنالی اور حضور علیہ السلام سے اس میں نماز پڑھنے کی درخواست کی تاکہ آپ کی تشریف آوری سے ان کے نفاق پر پردہ پڑ سکے اسوقت آپ غزوۂ تبوک کیلئے جا رہے تھے اس لئے آپ نے واپسی پر ان کی مسجد میں نماز پڑھنے کا وعدہ فرمالیا۔ واپسی پر آپ کو وعدہ یاد آیا تو اللہ نے بذریعہ وحی آپ کو اصل حقیقت حال سے مطلع کرکے اس مسجد میں جانے سے روک دیا۔ (روح وغیرہ)

۱۰۴ لاتقم فیہ الخ یعنی یہ مسجد خانۂ خدا نہیں اس میں آپ نماز نہ پڑھیں بلکہ اسے مسمار کرا دیں کیونکہ اس کی بنیاد خدا ورسول اور اسلام کی مخالفت پر رکھی گئی ہے۔ لمسجد اسس الخ بلکہ وہ مسجد جس کی بنیاد خوف خدا پر رکھی گئی وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں اس سے مسجد قبا مراد ہے

الْمُؤْمِنُونَ ۚ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

مسلمان اور تم جلد لوٹائے جاؤ گے اس کے پاس جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾ وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ

پھر وہ جتا دیگا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے ف۱ اور بعضے اور لوگ ہیں کہ ان کا کام ڈھیل میں ہے

لِأَمْرِ اللَّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَاللَّهُ

حکم پر اللہ کے ۱۰۱ یا وہ ان کو عذاب دے اور یا ان کو معاف کرے اور اللہ

عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠٦﴾ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا

سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۲ اور جنہوں نے بنائی ہے ۱۰۲ ایک مسجد ضد پر

وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ

اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور گھات لگانے کو اس شخص

حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ

کی جو لڑ رہا ہے اللہ سے اور اس کے رسول سے پہلے سے ۱۰۳ اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ

أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٧﴾

ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں

لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ

تو نہ کھڑا ہو اس میں کبھی ۱۰۴ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد دھری گئی پرہیزگاری پر

مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ

اول دن سے وہ لائق ہے کہ تو کھڑا ہو اس میں اس میں ایسے لوگ ہیں جو

يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴿١٠٨﴾

دوست رکھتے ہیں پاک رہنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو ف۳

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ

بھلا جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی ۱۰۵ اللہ سے پر اور اس کی رضامندی پر

موضح قرآن ف۱ یعنی اس جہاد میں قصور ہوا تو آگے اور جہاد ہو رسول کے روبرو اور خلیفوں کے تب کام کر یو ۱۲ منہ ف۲ وہ کئی فرقے مذکور ہوئے ایک منافق جھوٹے بہانے کرتے ایک گنوار غرض کا وقت تاکتے ایک گنوار صاف دل سے رفیق اور ایک جنہوں نے اپنا گناہ مان لیا ان کو معاف فرمایا مگر جو قدیم یاروں میں تین شخصوں نے اپنا گناہ مانا تھا ان کو ادب دینے کو پچاس دن ڈھیل میں رکھا۔ اس بیچ میں حضرت اور سب مسلمان ان سے کلام نہ کرتے اور ان کی عورتیں جدا ہو گئیں جب ان کے دل خوب پشیمان ہوئے تب معافی نازل ہوئی وہ آیت آگے ہے یہ ذکر ان کا فرمایا۔ ۱۲ منہ رح ف۳ حضرت مکہ سے ہجرت کرکے آئے تو مدینہ سے باہر اترے ایک محلہ تھا بنی عمرو بن عوف کا بعد چند روز کے شہر میں جگہ پکڑی اور مسجد نبوی تعمیر کی اس محلہ میں جہاں نماز پڑھتے تھے ان کے لوگوں نے مسجد بنا رکھی اور جماعت قائم رہی۔ مسجد قبا کر مشہور ہے حضرت اکثر ہفتہ کے دن وہاں جاتے اور نماز پڑھتے۔ اس محلہ میں بعضے منافقوں نے چاہا کہ اور مسجد بناویں پہلوں کی ضد پر اور اپنی جماعت جدا ٹھہراویں اور ایک راہب ابو عامر کہ اسلام کی ضد سے نکل گیا تھا اس کو نفاق سے بلاکر وہاں سردار اور امام کریں حضرت سے چاہا کہ ایک بار اول آپ وہاں نماز پڑھیں تو ہم جماعت قائم کریں حضرت کو ان کی دغا معلوم نہ تھی وعدہ کیا کہ جنگ تبوک سے ہم پھر یںگے تو اول وہاں نماز پڑھ کر شہر میں داخل ہوں گے حق تعالیٰ نے پہلے خبردار کر دیا اور مسجد قبا کے لوگوں کی تعریف کی۔ آدمی خبردار رہے کہ ظاہر بعضی عبادت ہے اور نیت اس میں نفسانیت ہے اس کا یہ حال ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ جماعت از منافقان مسجدی ساختہ بودند بہ نیت فاسد تا تفریق مسلمین باشد و کمینگاہ کافران، خدا تعالیٰ بانہدام آں امر فرمود ۱۲

خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ

وہ بہتر ہے یا جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی کنارہ پر ایک کھائی کے

فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾

پھر اس کو لیکر ڈھے پڑا دوزخ کی آگ میں اور اللہ راہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ف۱ ف۱

لَا یَزَالُ بُنْیَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ

ہمیشہ رہے گا اس عمارت سے جو انہوں نے بنائی تھی ف۱۰۶ ف۲ شبہ ان کے دلوں میں مگر

اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ

جب ٹکڑے ہو جائیں ان کے دل کے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۲ اللہ نے

اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ

خرید لی ف۱۰۷ مسلمانوں سے ان کی جان اور اور ان کا مال اس قیمت پر

لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ

کہ ان کے لئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور

یُقْتَلُوْنَ قف وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ

مرتے ہیں وعدہ ہو چکا ہے اس کے ذمہ پر سچا توریت اور انجیل

وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا

اور قرآن میں اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ سو خوشیاں کرو

بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۱﴾

اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے اور یہی ہے بڑی کامیابی

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ

وہ توبہ کرنیوالے ہیں بندگی کرنے والے شکر کرنیوالے بے تعلق رہنے والے

الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ

رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے حکم کرنے والے نیک بات کا اور

ع ۱۳ / ۲

ل۱ ای بنا من معاندا محذوف ہے یعنی ف۲ مضمون بیان بنانے مسجد ضرار۔

ف۱۰۶ منافقین کے مقابلہ میں صحابہ کے اوصاف کا بیان ہے سبب نفاق۔

ف۱۰۵ افمن اسس الخ اس میں مسجد قبا کے بانیوں کی تعریف اور ان کے لئے بشارت ہے اور مسجد ضرار کے بانیوں کی مذمت اور ان کے لئے تخویف ہے فانہار بہ میں بانعدیہ کے لئے ہے۔ مسجد قبا والوں نے چونکہ اس کی بنیاد خوفِ خدا اور اللہ کی رضا جوئی پر رکھی تھی۔ اس لئے وہ ان کے لئے دخولِ جنت کا باعث بنی۔ اس کے برعکس مسجد ضرار والوں نے اس کی بنیاد جہنم کے کنارہ پر یعنی کفر و نفاق اور شر و فساد پر رکھی اس لئے وہ ان کو جہنم میں لے گری۔ ای من اسس بنیانہ علی الاسلام خیر ام من اسس بنیانہ علی الشرک والنفاق (قرطبی ج ۸ ص۲۸۵)

ف۱۰۶ لا یزال بنیانہم الخ ریبۃ سے شک و نفاق مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رض سے منقول ہے (ر وح قرطبی) مسجد ضرار بنا کر منافقین بہت خوش ہوئے لیکن جب حضور علیہ السلام نے اسے گرا دینے کا حکم صادر فرمایا تو اس سے ان کا کفر و نفاق اور زیادہ ہو گیا اس طرح مسجد ضرار دینی فائدے کا باعث ہونے کے بجائے ان کے دلوں میں زیادتی نفاق کا سبب بنی اور اب ان کے دلوں کو نفاق کی بیماری سے کبھی نجات نہیں مل سکے گی الآیہ کہ ان کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے بے حس اور بے شعور کر دیا جائے لا یزال ھدمہ سبب شک و نفاق زائد اعلی شکہم و نفاقہم لما غاظہم من ذلک و عظم علیہم (مدارک ج ۲ ص۱۱۲) ف۱۰۷ ان اللہ اشتری الخ یہاں سے لیکر وبشر المؤمنین تک اللہ کی راہ میں مال و جان سے جہاد کرنیوالوں، اللہ کے احکام و حدود کی پابندی کرنے والوں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بجالانیوالوں کے لئے بشارتِ اخروی ہے۔

موضح قرآن ف۱ یعنی بے انصافی کی شامت سے عمل نیک بھی چاہیں تو بن نہیں آتا۔ ف۲ یعنی اس عمل بد کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ ان کے دل میں نفاق رہے گا۔ نفاق کو فرمایا شبہ۔

فتح الرحمٰن ف۱ عمارت ساختن بر اساس تقوی کنایت است از اخلاص در اعمال و عمارت ساختن بر کنارۂ رود خوردہ کنایہ است از ریا و عجب در اعمال۔ ۱۲ ف۲ یعنی مسجد ضرار ۱۲

ف۱۱۸ ماکان للنبی الخ یعنی اگر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کے بعض رشتہ دار بھی بحالت شرک مرچکے ہوں یا زندہ ہوں لیکن ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ چکی ہو تو ان کے لئے دعاء استغفار کرنا بھی ممنوع ہے اور مہر جباریت لگ جانے سے پہلے ان کے لئے ہدایت کی دعا کرنے کی اجازت ہے۔ مہر جباریت کا علم انبیاء علیہم السلام کو وحی کے ذریعہ ہو جاتا تھا لیکن انقطاعِ وحی کے بعد یہ حکم ہے کہ مشرک جب تک زندہ رہے اس کے لئے ہدایت کی دعا کرنا چاہئے۔ اور اگر بحالتِ شرک مرجائے تو اس کے لئے دعائے مغفرت جائز نہیں۔ **ف۱۱۹** وما کان استغفار ابراھیم الخ یہ سوالِ مقدر کا جواب ہے جو ما قبل سے ناشی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب پیغمبر کے لئے اور مومنوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے حق میں استغفار کریں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کیلئے کیوں استغفار کیا تھا جیسا کہ قرآن میں ہے واغفر لابی انہ کان من الضآلین (شعراء ع ۵) تو اس کا جواب فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کا استغفار اس وعدے کی بنا پر تھا جو انہوں نے بوقت رخصت باپ سے کیا تھا۔ جیسا کہ سورہ مریم رکوع ۳ میں ہے قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا۔ لیکن جب ان پر یہ بات واضح ہوگئی کہ ان کا باپ اللہ کا دشمن ہے اور اس کے دل پر مہر جباریت ثبت ہو چکی ہے اور اب وہ کبھی ایمان نہیں لائے گا تو اس کے لئے استغفار ترک کر دیا اور اس سے برات اور بیزاری کا اعلان فرما دیا۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبل العلم تھی جب ان کو اصل حقیقت معلوم ہوگئی تو پھر اس کے لئے دعا نہیں مانگی۔ یا مطلب یہ ہے کہ جب وہ زندہ تھا تو اس کی ہدایت کی دعا کرتے تھے اور جب وہ شرک پر مرگیا تو ان پر واضح ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس لئے پھر اس کے لئے مغفرت کی دعا نہیں کی ای مستمر علی عداوتہ تعالٰے وعدم الایمان بہ وذلک بان اوحی الیہ علیہ السلام انہ مصر علی الکفر واخرج ابن جریر وابن المنذر وجماعۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما ان ذلک التبین کان بموتہ کافرا والیہ ذھب قتادۃ قیل والانسب بوصف العداوۃ ھو الاول (روح ج ۱۱ ص ۳۵) **ف۱۲۰** وما کان اللہ الخ اللہ تعالٰے منکرین کے دلوں پر صرف اسی صورت میں مہر جباریت لگاتا اور ان کو عذاب میں صرف اسی وقت مبتلا کرتا ہے جب کہ ہدایت کی راہ خوب واضح کردے اور نیکی اور بدی کو کھول کر بیان کردے۔ اور منکرین جان بوجھ کر محض ضد و عناد کی وجہ سے انکار کریں۔ وما کان اللہ لیوقع الضلالۃ فی قلوبہم بعد الھدی حتی یکون منہم الامر الذی بہ یستحق العذاب (کبیر ج ۴ ص ۵۵۷) ان اللہ لہ ملک السموٰت الخ زمین و آسمان کا مالک اور ان میں مختار و متصرف صرف اللہ ہی ہے اور کوئی نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی کسی کا ناصر و مددگار ہے

النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ

منع کرنے والے بری بات سے اور حفاظت کرنیوالے ان حدود کے جو باندھیں اللہ نے اور

بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

خوشخبری سنا دے ایمان والوں کو ف۱ لائق نہیں نبی کو اور مسلمان ایمان والوں کو

اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى

کہ بخشش چاہیں مشرکوں کی اگرچہ وہ ہوں قرابت والے

مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾

جب کہ کھل چکا ان پر کہ وہ ہیں دوزخ والے

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ

اور بخشش مانگنا ف۱۱۹ ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے سو نہ تھا مگر وعدہ کے سبب کہ

وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ

وعدہ کر چکا تھا اس سے پھر جب کھل گیا ابراہیم پر کہ وہ دشمن ہے اللہ کا تو اس سے

مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ

بیزار ہوگیا بے شک ابراہیم بڑا نرم دل تھا تحمل کرنیوالا ف۲ اور اللہ ایسا نہیں کہ

لِيُضِلَّ قَوْمًاۢ بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا

کہ گمراہ کرے کسی قوم کو ف۱ جب کہ ان کو راہ پر لا چکا جب تک کھول نہ دے ان پر جس سے ان کو

يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ

بچنا چاہیے ف۲ بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے ف۳ اللہ ہی کی

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ

سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں جلاتا ہے اور مارتا ہے اور تمہارا کوئی نہیں

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾ لَقَدْ تَّابَ

اللہ کے سوا حمایتی اور نہ مددگار اللہ مہربان

موضح قرآن ف۱ بے تعلق رہنا روزہ ہے یا ہجرت۔ یا دل نہ لگانا دنیا کے مزوں میں اور حدیں تھامنی یہ کہ بغیر حکم شرع کوئی کام نہ کریں۔ ۱۲ منہ ف۲ قرآن میں جو ذکر ہوا کہ ابراہیمؑ نے اپنے باپ کی بخشش مانگی شاید حضرت کے دل میں بھی آیا تھا اور مسلمانوں نے چاہا کہ اپنے قرابت والوں کے حق میں دعا کریں یہ منع آیا معلوم ہوا کہ مشرک بخشا نہیں جاتا۔ ۱۲ منہ ف۳ یعنی اسی واسطے تم

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی در حساب گمراہاں نمی شمارد قومی را۔ ۱۲ ف۲ یعنی تا پیغامبر نیاید و تبلیغ نکند معذور ندارد۔ ۱۲

ـــــــ۱۱۱ لقد تاب اللہ الخ توبہ سے یہاں اللہ کی خصوصی مہربانی اور اس کی خاص عنایت و توفیق مراد ہے جس کی بدولت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر جہاد کی صعوبتیں اور مشقتیں اٹھا کر کامل درجۂ طاعت سے اکمل درجہ پر پہنچ گئے۔ وقد یکون (التوبۃ من اللہ علی عبدہ) رجوعًا من حالۃ طاعۃ الی اکمل منہا وھذہ توبتہ فی ھذہ الایۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ رجع بہ من حالۃ قبل تحصیل الغزوۃ وتحمل مشاقھا الی حالۃ بعد ذلک اکمل منہا الخ (بحر ج ۵ صفحہ ۱۱۰) اور مہاجرین و انصار پر اللہ کی توبہ سے یہ مراد ہے کہ شدت گرما اور مشاقِ سفر کے پیش نظر بعض مسلمانوں کے دلوں میں غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کا وسوسہ آنے کا اندیشہ تھا۔ لیکن

اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ

ہوا اللہ نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جو

اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ

ساتھ رہے نبی کے مشکل کی گھڑی میں بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ۱۱۲

قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ

دل پھر جائیں بعضوں کے ان میں سے پھر مہربان ہوا ان پر بیشک وہ ان پر

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ

مہربان ہے رحم کرنے والا ف۱ اور ان تین شخصوں پر ۱۱۳ جن کو پیچھے رکھا تھا

حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ

یہاں تک کہ جب تنگ ہوگئی ان پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے اور

ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ

تنگ ہوگئیں ان پر ان کی جانیں اور سمجھ گئے کہ کہیں پناہ نہیں

اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

اللہ سے مگر اسی کی طرف پھر مہربان ہوا ان پر تاکہ وہ پھر آئیں ف۱ بیشک اللہ ہی ہے

التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا

مہربان رحم والا ف۲ اے ایمان والو ڈرتے رہو

اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ مَا كَانَ لِاَهْلِ

اللہ سے اور رہو ساتھ سچوں کے ف۳ نہ چاہیے مدینہ

الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا

والوں کو ۱۱۴ اور ان کے گرد کے گنواروں کو کہ پیچھے رہ جائیں

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ

رسول اللہ کے ساتھ سے اور نہ یہ کہ اپنی جان کو چاہیں زیادہ رسول کی جان سے

اللہ نے دستگیری فرما کر ان کے دلوں کو سکون و اطمینان اور صبر و استقلال کی دولت سے مالامال کر دیا اور وہ خوشی خوشی جہاد میں شریک ہوئے ساعۃ العسرۃ سے غزوۂ تبوک مراد ہے۔ کیونکہ اس میں مسلمانوں کو شدت گرما، قلت زاد و راحلہ اور دیگر تکلیفوں کی وجہ سے مشقتوں اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا کانوا فی شدۃ من الظھر و فی شدۃ من الزاد و فی شدۃ من الماء و فی شدۃ زمان من حمارۃ القیظ و من الجدب والقحط و من ھنا قیل لتلک الغزوۃ غزوۃ العسرۃ ولجیشھا جیش العسرۃ (ر وح باختصار ج ۱۱ ص ۴۰) ۱۱۲ کاد یزیغ الخ یعنی قریب تھا کہ ایک فریق کے دلوں میں وسوسہ پیدا ہو جاتا۔ اس تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ وسوسہ پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ وسوسے سے پہلے ہی اللہ نے دستگیری کی اور ان کو استقامت عطا فرما دی توبتہ علیھم ان تدارک قلوبھم حتی لم تزغ (قرطبی ج ۸ ص ۲۸) ۱۱۳ وعلی الثلثۃ الخ اس سے وہی تینوں صحابی مراد ہیں جن کا واٰخرون مرجون لامر اللہ الخ (ع ۱۳) میں پہلے ذکر ہو چکا ہے انہوں نے فوری طور پر معذرت نہیں کی تھی اس لئے قبولِ توبہ میں تاخیر ہوئی۔ تاخیر توبہ کی وجہ سے وہ اس قدر بے چین اور مضطرب ہے کہ زمین باوجود وسعت و پہنائی ان پر تنگ ہوگئی لیکن ان کا ایمان تھا کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی چارہ ساز اور پناہ دہندہ نہیں اس لئے اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ ۱۱۴ ما کان لاھل المدینۃ الخ یہ زجر و تنبیہ ہے یعنی مسلمانوں کو یہ روا نہیں کہ وہ جہاد میں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جائیں اور اپنے مال و جان اور اولاد کو آپ پر مقدم سمجھیں۔ کیونکہ توحید کی دولت انہیں حضور علیہ السلام ہی کی بدولت حاصل ہوئی ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ خود تو آرام و راحت میں رہیں اور پیغمبر علیہ السلام تکلیف و مشقت میں ہوں۔ ای لا یرضوا لانفسھم بالخفض والدعۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المشقۃ (قرطبی ج ۸ ص ۲۹)

موضح قرآن ف۱ مہاجر اور انصار کو معاف کیا دل کے خطروں سے اور دوبار فرمایا مہربان ہوا پھر مہربان ہوا ۱۲ منہ رح ف۲ مہاجرین و انصار کے ساتھ وہ تین شخص بھی داخل ہوئے پچاس دن میں ان پر سخت حالت گذری کہ موت سے بدتر۔ ۱۲ منہ رح ف۳ یہ تین شخص سچ کہنے سے بخشے گئے نہیں تو منافقوں میں ملتے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بمقام قرب۔ ۱۲

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ

یہ اس واسطے کہ ۱۱۵ جہاد کرنیوالے نہیں پہنچتی ان کو پیاس اور نہ محنت اور نہ بھوک

فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَّغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا

اللہ کی راہ میں اور نہیں قدم رکھتے کہیں جس سے کہ خفا ہوں کافر اور نہ

يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ

چھینتے ہیں دشمن سے کوئی چیز مگر لکھا جاتا ہے ان کے واسطے اسکے بدلے نیک عمل

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا يُنْفِقُونَ

بیشک اللہ نہیں ضائع کرتا حق نیکی کرنیوالوں کا اور نہ خرچ کرتے ہیں

نَفَقَةً صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً وَّلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا

کوئی خرچ چھوٹا اور نہ بڑا اور نہ طے کرتے ہیں کوئی میدان مگر

كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۱﴾

لکھ لیا جاتا ہے انکے واسطے تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ بہتر اس کام کا جو کرتے تھے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۭ فَلَوْلَا نَفَرَ

اور ایسے تو نہیں مسلمان ۱۱۶ کہ کوچ کریں سارے ف۱ سو کیوں نہ نکلا

مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَ

ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور

لِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۲۲﴾ ع

تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جب کہ لوٹ کر آئیں انکی طرف تاکہ وہ بچتے رہیں ف۱ ف۲

يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ

اے ایمان والو ۱۱۷ لڑتے جاؤ اپنے نزدیک کے کافروں سے اور

لْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۭ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۳﴾ وَ

چاہیئے کہ ان پر معلوم ہو تمہارے اندر سختی اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے ڈر والوں کے ف۲ اور

ع ۱۵ ۴

۱ جملہ معترضہ برائے ترغیب تعلیم توحید و مسئلہ جہاد ۲ مسئلہ فرض کفایہ

۱ سورت کا اعادہ ع ۲ سبیل الجہاد ۳ اعادہ دعوی سورت

۱۱۵ ذٰلک بانّھم الخ تا۔ احسن ما کانوا یعملون۔ یہ ماقبل کی علت ہے اور اس میں نہایت بلیغ انداز میں جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب ہے۔ ظَمَأٌ پیاس نَصَبٌ تکلیف و مشقت مَخْمَصَةٌ بھوک ولاینالون من عدوٍّ نیلًا دشمن سے قتل و ہزیمت اٹھاتے ہیں یعنی اللہ کی راہ میں جہاد کے سفر میں اور عین معرکہ کارزار میں انہیں جو بھی چھوٹی بڑی تکلیف ہوتی ہے، جہاد میں جو چھوٹی بڑی رقم وہ خرچ کرتے ہیں اور جتنا فاصلہ وہ طے کرتے ہیں وہ سب ان کے اعمالنامہ میں اعمالِ صالحہ کے عنوان سے درج کئے جاتے ہیں اور ان پر اللہ تعالےٰ ان کو بہت اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ ۱۱۶ وما کان المؤمنون الخ جملہ معترضہ ہے اور اس سے مسئلہ توحید اور مسئلہ جہاد کی تعلیم کی ترغیب دینا مقصود ہے یعنی مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ توحید و مسئلہ جہاد کی تعلیم حاصل کرے اور پھر اپنی قوم میں واپس جا کر ان کو ان مسائل کی تعلیم دے اس آیت سے معلوم ہوا کہ اس حد تک علمِ دین حاصل کرنا کہ قوم کا معلم اور پیشوا بن سکے ہر مسلمان پر فرضِ عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے۔ البتہ جن احکام کا بجالانا ہر فرد پر فرض ہے ان کا علم سیکھنا بھی ہر فرد پر فرضِ عین ہے ۱۱۷ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ یہ دعوائے سورت یعنی حکمِ قتال کا اعادہ ہے۔ الذین یلونکم جو تمہارے قرب و جوار میں بستے ہیں۔ غلظۃً شدت و درشتی۔ یعنی مشرکین کے ساتھ جرأت و شجاعت اور صبر و استقلال کا ایسا مظاہرہ کرو کہ تمہارا رعب و جلال ان کے دلوں پر چھا جائے مقصد یہ ہے کہ مسلمان یہ اوصاف اپنے اندر پیدا کریں۔

موضح قرآن ف۱ یعنی ہر قوم میں سے چاہیئے کہ بعضے لوگ پیغمبر کی صحبت میں رہیں تا علمِ دین سیکھیں اور پچھلوں کو سکھا دیں۔ اب پیغمبر موجود نہیں لیکن علمِ دین موجود ہے۔ طلب علم فرضِ کفایہ ہے اور جہاد فرضِ کفایہ ہے۔ ۱۲ منہ رح ف۲ سختی معلوم کریں یعنی قوتِ جنگ یا سختی یعنی معاملت میں بے رُخی پس کافر سے الفت و ملائمت نہ کرے مگر جب دیکھے کہ دین کا راغب ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بطلب علم ۱۲ ف۲ یعنی طلب علم دین فرضِ کفایہ است۔ ۱۲

اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ

جب نازل ہوتی ہے ١١٨ کوئی سورت تو بعضے ان میں کہتے ہیں کس کا تم میں سے زیادہ کر دیا اس سورت نے ایمان

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَ

سو جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کا زیادہ کر دیا اس سورت نے ایمان اور وہ خوش وقت ہوتے ہیں اور

اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ

جن کے دل میں مرض ہے سو ان کے لئے بڑھا دی گندگی پر گندگی اور

مَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ

وہ مرنے تک کافر ہی رہے ف کیا نہیں دیکھتے ١١٩ کہ وہ آزمائے جاتے ہیں ہر برس میں

مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَ

ایک بار یا دو بار ف پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت پکڑتے ہیں ف اور

اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ

جب نازل ہوتی ہے ١٢٠ کوئی سورت ف٣ تو دیکھنے لگتا ہے ان میں ایک دوسرے کی طرف کہ کیا دیکھتا ہے تم کو

مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا

کوئی مسلمان پھر چل دیتے ہیں پھیر دیئے ہیں اللہ نے دل ان کے اس واسطے کہ وہ لوگ ہیں

يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

کہ سمجھ نہیں رکھتے ف آیا ہے تمہارے پاس ١٢١ رسول تم میں کا

عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ

بھاری ہے اس پر جو تم کو تکلیف پہنچے حریص ہے تمہاری بھلائی پر ایمان والوں پر

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَاۤ

نہایت شفیق مہربان ہے ف٤ پھر بھی اگر منہ پھیریں ١٢٢ تو کہہ دے کہ کافی ہے مجھ کو اللہ کسی

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

کی بندگی نہیں سوائے اسکے اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی مالک ہے عرش عظیم کا ف٥ ف٦

ع ١٦ ‏ ٧ ‏ ٥

١١٨ واذا ما انزلت الخ منافقین بطور استہزا آپس میں یہ گفتگو کرتے تھے فاما الذین آمنوا الخ بشارت برائے مؤمنین واما الذین فی قلوبھم مرض الخ زجر برائے منافقین مرض سے ضد وعناد مراد ہے یعنی ان کے دلوں میں انابت الی اللہ (اللہ کی طرف رجوع) نہیں۔ رِجْسٌ گندگی مراد نفاق ہے قرآن کی آیتوں کے نزول کے ساتھ ساتھ ان کے کفر ونفاق میں اضافہ ہوتا جاتا ہے کیونکہ وہ ہر نازل ہونیوالی آیت کو جھٹلاتے ہیں ١١٩ اولا یرون انھم یفتنون الخ یہ زجر ہے۔ یہ زجر اس سے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے کہ ہر سال نہیں ایک یا دو بار ضرور مبتلائے بلیات کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور آئندہ کے لئے شر وفساد سے باز آجائیں مگر وہ عبرت حاصل نہیں کرتے۔ ہر سال جہاد کے موقع پر ایک دو بار ضرور ان کو ابتلاء پیش آتا ہے۔ جس میں ان کی شرارتیں کھل کر سامنے آجاتی ہیں اور قرآن میں ان کو وضاحت سے ذکر کیا جاتا ہے۔ جس سے انہیں انتہائی ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے والمعنی اولا یرون انھم یختبرون بالجھاد مع رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فیعاینون ما ینزل علیہ من الایات لاسیما الآیات الناعیۃ علیھم قبائحھم (روح ج ١١ ص ٥٥) ١٢٠ واذا ما انزلت الخ تبلیغ وحی کے وقت منافقین کے حال کا بیان ہے۔ جب ان کو قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہیں جن سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ موقع پا کر یہاں سے بھاگ نکلیں چنانچہ موقع ملتے ہی چل دیتے ہیں۔ یعنی ان کا مقصد ہر نازل ہونے والی آیت کی ہنسی اور اس کا مذاق اڑانا ہے اس لئے وہ اس مجلس سے جلد از جلد بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ١٢١ لقد جاءکم الخ یہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب ہے ما عنتم میں ما مصدریہ ہے یعنی تمہارا مشقت میں پڑنا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گذرتا ہے بالمؤمنین — رؤف رحیم مؤخر سے متعلق ہے۔ ١٢٢ فان تولوا الخ آخر میں مسئلہ توحید کا اعادہ ہے جس کی خاطر جہاد کا حکم دیا گیا۔

١٢٠ اعادہ بشارت ١٢١ اعادہ زجر برائے منافقین ١٢٢ یعنی ضعیف الایمان ... اعادہ ترغیب اتباع رسول ... مسئلہ توحید ... مجرد تعلق ... کیونکہ ... صفت ... جس کے لئے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

موضح قرآن ف١ کلام اللہ جس مسلمان کے دل کے خطرہ سے موافق پڑتا وہ کہتا کہ مجھ کو اس نے ایمان زیادہ کیا۔ یہی لفظ بولتے منافق جب ان کو بیان کرتا لیکن مسلمان کہتے خوش وقتی سے اور منافق کہتے شرمندگی سے پھر تو بھی صدق نہ لاتے چاہتے آگے سے اور زیادہ اپنا عیب چھپاویں۔ یہی ہے گندگی پر گندگی۔ عیب دار کو لازم ہے کہ نصیحت سنکر چھوڑ دیئے نہ یہ کہ اس ناصح سے چھپانے لگے۔ ١٢ منہ رح ف٢ اکثر جنگ و جہاد کے وقت منافق معلوم ہو جاتے تھے۔ ١٢ منہ رح ف٣ یعنی کلام اللہ میں جہاں عیب آئے منافقوں کے وہ آپس میں دیکھتے ہیں کہ مجلس میں کسی نے ہم کو پرکھا نہ ہو۔ پھر شتاب اٹھ جاتے ہیں ١٢ منہ رح ف٤ تلاش رکھتا ہے تمہاری یعنی چاہتا ہے کہ امت میری زیادہ ہوتی رہے۔ ١٢ منہ رح

فتح الرحمٰن ف١ یعنی بامراض ومصائب ١٢ ف٢ یعنی سورتیکہ در وے بیان نفاق ایشاں باشد ١٢ ف٣ یعنی چنانچہ قادر است عرش را نگاہ میدارد مرا نیز نگاہ میدارد از شر کافراں ومنافقاں ١٢

سورۂ توبہ میں آیاتِ توحید اور اسکی خصوصیات

برآءة من الله ورسوله الى الذين عاهدتم من المشركين ○ (ع۱) مشرکین سے بیزاری کا اعلان

ما كان للمشركين ان يعمروا مسٰجد الله ـــ تا ـــ فعسى أولٰئك ان يكونوا من المهتدين ○ (ع۳) تعمیر مسجد اوراس کے علاوہ کوئی نیک عمل مشرکین سے قبول نہیں۔

اجعلتم سقاية الحاج وعمارة المسجد الحرام ـــ تا ـــ والله لايهدى القوم الظلمين ○ (ع۳) مشرکین کے نیک اعمال مومنوں کے نیک اعمال کے مقابلہ میں بالکل بے وقعت ہیں۔

اذ اعجبتكم كثرتكم فلم تغن عنكم شيئًا وّضاقت عليكم الارض بما رحبت ثم وليتم مدبرين ○ (ع۴) مومنوں کو ہر وقت اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے اور کثرتِ عدد پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔

ولا يحرمون ما حرّم الله ورسوله ولا يدينون دين الحق۔ یعنی غیر اللہ کی نیازوں کو حرام نہیں سمجھتے۔

وقالت اليهود عزيز ابن الله وقالت النصٰرى المسيح ابن الله ـــ تا ـــ قتلهم الله انّى يؤفكون ○ (ع۵) یہود و نصاریٰ پیغمبروں کو اللہ کے جزو سمجھتے اور ان کو حاضر و ناظر سمجھ کر حاجات میں پکارتے تھے۔

اتّخذوا احبارهم ورهبانهم اربابًا من دون الله ـــ تا ـــ سبحٰنه عمّا يشركون ○ (ع۵) وہ پیغمبروں کے علاوہ اپنے مولویوں اور پیروں کو بھی اللہ کے سوا حاجت روا سمجھتے تھے۔

يٰايّها الذين اٰمنوا ان كثيرا من الاحبار والرهبان ليأكلون اموال الناس بالباطل ويصدون عن سبيل الله ؕ اکثر مولوی اور پیر غیر اللہ کی نیازیں کھاتے اور اللہ کی توحید سے روکتے ہیں۔

انّما النسئ زيادة فى الكفر ـــ تا ـــ والله لايهدى القوم الكفرين ○ (ع۵) اپنی طرف سے کئی قسم کی تحریمات مقرر کر رکھی تھیں۔

ولو انهم رضوا ما اٰتٰهم الله ورسوله ـــ تا ـــ انا الى الله راغبون ○ (ع۷) یعنی جو ان کو اللہ کی عنایت اور پیغمبر علیہ السلام کے مالِ غنیمت وغیرہ کو تقسیم کرنے سے ملا اس پر وہ راضی ہو جاتے تو ان کے لئے بہتر تھا۔

وما نقموا الّا ان اغنٰهم الله ورسوله من فضله (ع۱۰) یعنی اللہ نے اپنی عنایت سے اور پیغمبر نے مالِ غنیمت وغیرہ سے۔

وسيرى الله عملكم ورسوله ـــ تا ـــ فينبّئكم بما كنتم تعملون ○ (ع۱۲) منافقین جو اعمال پیغمبر علیہ السلام کے سامنے کرتے تھے، آپ ان کو دیکھتے تھے۔

ومن اهل المدينة مردوا على النفاق قف لا تعلمهم نحن نعلمهم ؕ (ع۱۳) معلوم ہوا کہ پیغمبر علیہ السلام غیب دان نہ تھے۔

وقل اعملوا فسيرى الله عملكم ورسوله والمؤمنون ط وہی اعمال مراد ہیں جو پیغمبر علیہ السلام اور مؤمنوں کے سامنے منافقین کرتے تھے۔

ما كان للنبىّ والذين اٰمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولى قربٰى من بعد ما تبين لهم انهم اصحٰب الجحيم ○ (ع۱۴) شرک پر مر جانے کے بعد ان کے لئے استغفار جائز نہیں، ممنوع ہے۔

فان تولّوا فقل حسبى الله ـــ تا ـــ وهو ربّ العرش العظيم ○ (ع۱۶) یہ وہ مسئلہ توحید ہے جس کی خاطر جہاد کا حکم دیا گیا اور صحابہ کو فضیلت و شان ملی اور منافقین پر زجریں نازل ہوئیں۔

(آج مورخہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۶۵ء بروز دوشنبہ ساڑھے دس بجے دن سورۂ توبہ کی تفسیر ختم ہوئی)

(فالحمد لله اوّلًا وّاٰخرًا وّالصّلوٰة والسّلام على رسوله دائمًا ابدًا وّعلى جميع عباده الصّالحين ليلًا وّنهارًا۔)

سُورۂ یونس علیہ السلام ؎

ربط باقی سورتوں کی طرح سورۂ یونس کو ماقبل کے ساتھ دو طرح کا ربط ہے۔ اول ربط اسمی۔ سورۂ توبہ میں فرمایا فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ (توبہ ع ۱) اور سورۂ یونس میں فرمایا فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ - ع ۱۰ یعنی اب توبہ کرنے، ایمان لانے اور اعمال صالحہ بجالانے کا وقت ہے۔ اس لئے ایمان لے آؤ۔ ورنہ جب ہمارا عذاب آگیا تو پھر ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا یہ صرف قومِ یونس علیہ السلام تھی جس نے عذاب خداوندی دیکھ کر ایمان قبول کر لیا اور اس وقت کے ایمان لانے سے ان کو فائدہ پہنچ گیا۔ دوم ربط معنوی۔ اس کی دو تقریریں ہیں (۱) قرآن مجید میں نفی شرک کے سلسلہ میں دو باتوں پر زور دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ اللہ کے سوا کوئی کارساز اور متصرف نہیں۔ دوم یہ کہ اللہ کے یہاں کوئی شفیع غالب نہیں۔ اس سے پہلی سورتوں میں مسئلہ توحید کے ہر پہلو کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا۔ اور دلائلِ عقلی و نقلی اور وحی سے ثابت کر دیا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی کارساز، متصرف و مختار اور مستحق نذر و نیاز نہیں۔ اب سورۂ یونس میں مشرکین کے اس خیالِ باطل کا رد فرمایا کہ اللہ کے سامنے کوئی شفیعِ غالب ہو جو اس کی مرضی کے خلاف اپنی بات منوا سکے۔

(۲) سورۂ بقرہ میں حسبِ ذیل مضامین خصوصیت سے مذکور ہوئے۔ (۱) توحید (۲) رسالت (۳) جہاد (۴) انفاق اور (۵) امور انتظامیہ و امور مصلحہ اس کے بعد سورۂ آلِ عمران میں ان مضامین میں سے توحید کے ایک پہلو یعنی نفی شرکِ اعتقادی رسالت، جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر کیا گیا۔ پھر سورۂ نساء میں سورۂ بقرہ کے ایک مضمون (امورِ انتظامیہ مع امورِ مصلحہ) کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ چودہ احکام رعیت اور نو احکامِ سلطانیہ۔ اس کے بعد سورۂ مائدہ اور انعام میں مسئلۂ توحید کے دونوں پہلوؤں یعنی (نفی شرک اعتقادی کے ساتھ نفی شرک فعلی کو بھی واضح طور پر بیان کیا گیا۔ سورۂ مائدہ میں دعویٰ کی وضاحت پر اور سورۂ انعام میں دلائل عقلیہ پر زیادہ زور دیا گیا اور اس کے بعد سورۂ اعراف میں نفی شرکِ فعلی اور نفی شرکِ اعتقادی پر زیادہ تر دلائل نقلیہ ذکر کئے گئے۔ اس کے بعد انفال اور توبہ میں قَاتِلُوْهُمْ سے مشرکین کے ساتھ جہاد کا حکم دیا گیا اور جہاد فی سبیل اللہ کے تفصیلی احکام بیان کئے گئے۔ یہاں تک سورۂ بقرہ کے تمام مضامین تفصیل اور دلائل کے ساتھ مذکور ہو چکے۔ البتہ مسئلہ توحید کا صرف ایک پہلو باقی رہ گیا۔ یعنی نفی شفاعتِ قہری۔ اب سورۂ یونس میں شفاعت قہری کی نفی پر عقلی دلیلیں پیش کی گئی ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک الملک اور مختارِ مطلق ہے۔ اور اس کے سامنے کوئی شفیع غالب نہیں اور اس کے فیصلے کے سامنے کوئی ملک مقرب اور کوئی نبی مرسل اور کوئی ولی مکرم دم نہیں مار سکتا نفی شفاعت قہری کا مضمون سورۂ یونس سے لیکر سورۂ کہف تک چلا گیا ہے۔

خلاصہ سورۂ یونس میں تین جگہ دعوائے سورت مذکور ہے۔ اول اجمالاً مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ الخ (ع ۱) یعنی اللہ کے سامنے کوئی شفیع غالب نہیں۔ اور آخرت میں جن انبیاء و صلحاء علیہم السلام کو شفاعت کی اجازت ملے گی صرف وہی شفاعت کر سکیں گے۔ اللہ کے اذن کے بغیر کسی کو لب کشائی کی اجازت و جرأت نہ ہوگی۔ دوم ضمناً وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (ع ۲) سوم تفصیلاً قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ـــ تا ـــ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (ع ۱۱) اس دعویٰ پر گیارہ دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ دس دلائل عقلیہ اور ایک دلیل وحی۔ دلائل عقلیہ میں سے ایک نفی شرک فی العلم پر۔ ایک نفی شرک فعلی پر اور آٹھ نفی شرک فی التصرف پر دال ہیں اور ان میں ایک دلیل علی سبیل الاعتراف من الخصم ہے۔ دلائل کے درمیان تین جگہ دلائل کا ثمرہ مذکور ہوا ہے اور ساتھ ساتھ حسبِ مواقع زجریں، بشارتیں، تخویفیں اور شکوے مذکور ہیں۔

دلائل عقلیہ

پہلی عقلی دلیل اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ ـــ تا ـــ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (ع ۱) ساری کائنات کا خالق و مالک اور مدبر و مختار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لئے اس پر کسی کا زور اور دباؤ نہیں چل سکتا۔ اس دلیل کے ضمن میں دعوائے سورت بھی اجمالاً مذکور ہے۔ اور آخر میں ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ دلیل کا ثمرہ ہے۔ یعنی وہ اللہ جو صفات مذکورہ سے متصف ہے وہ تمہارا معبود اور کارساز ہے اس لئے صرف اسی کو پکارو لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ بشارت اخروی اور وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ الخ تخویف اخروی ہے۔

دوسری عقلی دلیل هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا ـــ تا ـــ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ۔ سارے جہان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ سارا نظام شمسی اسی کے اختیار و تصرف میں ہے اور وہی نظام عالم میں مدبر و متصرف ہے لہٰذا صرف اسی کو پکارو۔ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا الخ تخویفِ اخروی ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ بشارت اخروی ہے۔ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ الخ (ع ۲) زجر ہے۔ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ الخ تخویف دنیوی۔ جس طرح پہلی قوموں نے ہمارے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور اس کی پاداش میں مبتلائے عذاب ہوئے اسی طرح اگر تم میرے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاؤ گے اور دعوائے توحید کا انکار کرو گے تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا۔ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا الخ شکوہ ہے۔ مشرکین نے کہا یہ قرآن تو ہم ماننے سے رہے کیونکہ اس میں ہمارے معبودوں کی توہین ہے البتہ تم کوئی اور قرآن لے آؤ یا اسی میں ترمیم کر لو تو ہم مان لیں گے۔ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ۔ جواب شکوی ہے۔ قرآن میں رد و بدل کرنا میرے اختیار میں نہیں۔ میں وہی کچھ کہہ سکتا ہوں جو اللہ کی طرف سے وحی ہو

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ۔ زجر ہے ۔

تیسری عقلی دلیل

وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ ــــ تا ــــ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۔ اصل میں یہ زجر ہے بصورت شکوٰی ۔ لیکن دعوائے سورت پر عقلی دلیل بھی ہے اور اس کے ضمن میں دعوائے سورت بھی مذکور ہے ۔ مشرکین ایسے عقل کے اندھے ہیں کہ وہ اللہ کے سوا ایسے معبودوں کو پکارتے ہیں جن کے اختیار میں نہ نقصان پہنچانا ہے نہ نفع دینا اور پھر ساتھ ہی کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ان کے سفارشی ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سفارش کرنے یا نفع ونقصان پہنچانے کا کوئی اختیار نہیں سونپا ۔ وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ شکوٰی ہے فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ الخ جواب شکوٰی ہے ۔

چوتھی عقلی دلیل

ھُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ــــ تا ــــ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ (ع ۳) جب بحر و بر میں وہی کارساز ہے اور دریاؤں اور سمندروں میں جب ان کی کشتیاں ہولناک موجوں میں گھر جاتی ہیں تو وہ اپنے تمام خیالی کارسازوں اور سفارشیوں کو بھول کر صرف خدائے واحد کو پکارتے ہیں ۔ جب دریاؤں اور سمندروں میں اللہ تعالیٰ بلا شرکت غیرے ان کی مدد کرتا ہے تو دوسرے موقعوں پر وہ ان کی مدد کیوں نہیں کر سکتا ؟ وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ الخ بشارت اخروی ہے ۔ وَالَّذِیْنَ کَسَبُوا السَّیِّاٰتِ الخ تخویف اُخروی ۔ وَیَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا الخ یہ تخویف اخروی ہے اور دلائل ماقبل کا ثمرہ بھی یعنی دنیا میں تم جن کو خدا کے یہاں سفارشی سمجھ کر پکارتے ہو قیامت کے دن وہ خود کہیں گے مَا کُنْتُمْ اِیَّانَا تَعْبُدُوْنَ اور اِنْ کُنَّا عَنْ عِبَادَتِکُمْ لَغٰفِلِیْنَ یعنی ہم تو تمہاری دعا اور پکار سے بالکل بے خبر تھے ۔ سفارش تو در کنار، ہمیں تو تمہاری پکار کا ہی علم نہیں تھا

پانچویں عقلی دلیل علیٰ سبیل الاعتراف من الخصم

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ــــ تا ــــ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہُ ج فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (ع ۴) جب تم خود تسلیم کرتے ہو کہ خالق و رازق، ساری کائنات کا مالک و مختار اور مدبر عالم اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں ڈرتے اور شرک کیوں نہیں چھوڑتے ہو ۔ فَذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمُ الْحَقُّ ۔ یہ ثمرۂ دلیل ہے ۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو ان مذکورہ صفات سے متصف ہے وہی تمہارا معبود برحق اور کارساز حقیقی ہے لہٰذا حاجات ومشکلات میں صرف اسی کو پکارو ۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰہُ شکوٰی ہے قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّثْلِہٖ جواب شکوٰی ہے ۔ مشرکین کہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے پاس سے قرآن بنا کر اللہ کے ذمہ لگا دیتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ جواب دینے کا حکم دیا : اگر میں ایسا قرآن اپنے پاس سے بنا سکتا ہوں تو تم بھی کم از کم ایسی ایک ہی سورت بنا کر لے آؤ کیونکہ تم بھی اہل زبان ہو اور اپنی امداد کے لئے اپنے تمام حامیوں کو بھی بلا لو ۔ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُوْنَ اِلَیْکَ (ع ۵) زجر ہے وَیَوْمَ یَحْشُرُھُمْ کَاَنْ لَّمْ یَلْبَثُوْٓا تخویف اخروی ہے ۔ وَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ تخویف دنیوی وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ شکوٰی ہے ۔ قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا جواب شکوٰی ہے ۔ تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ عذاب کب آئے گا حالانکہ مجھے تو اپنے نفع ونقصان کا بھی علم نہیں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ علم الٰہی میں عذاب کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ اپنے مقررہ وقت پر ضرور آئیگا ۔ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُ اللّٰہِ ۔ زجر مع تخویف دنیوی ۔ وَیَسْتَنْبِئُوْنَکَ اَحَقٌّ ھُوَ شکوٰی قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّہٗ لَحَقٌّ جواب شکوٰی وَلَوْ اَنَّ لِکُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ الخ (ع ۶) تخویف دنیوی ہے ۔

چھٹی عقلی دلیل

اَلَآ اِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ــــ تا ــــ ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (ع ۶) زمین وآسمان اور ساری کائنات کا مالک و مختار اللہ تعالیٰ ہی ہے اور موت وحیات بھی اسی کے اختیار میں ہے پھر اس کے ساتھ اوروں کو کیوں پکارتے ہو ۔ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ الخ یہ ترغیب الی القرآن ہے

ساتویں عقلی دلیل

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ لَکُمْ ــــ تا ــــ اَمْ عَلَی اللّٰہِ تَفْتَرُوْنَ ۔ اس دلیل سے شرک فعلی کی نفی مقصود ہے ۔ جب ہر چیز کا مالک وخالق اللہ تعالیٰ ہے اور وہی زمین وآسمان سے تمہاری روزی کا انتظام کرتا ہے ۔ یہ غلے میوے، پھل اور چوپائے تمہارے لئے اسی نے پیدا کئے ۔ پھر تم نے اپنی مرضی سے ان کو حلال وحرام کرنا شروع کر دیا حالانکہ اللہ نے تمہیں اس کی کوئی اجازت نہیں دی ۔

آٹھویں عقلی دلیل

وَمَا تَکُوْنُ فِیْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْہُ ــــ تا ــــ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (ع ۷) یہ دلیل نفی شرک فی العلم پر قائم کی گئی ہے ۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ الخ بشارت اخروی ۔ وَلَا یَحْزُنْکَ قَوْلُھُمْ تسلیہ برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۔

نویں عقلی دلیل

اَلَآ اِنَّ لِلّٰہِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ ۔ تمام انبیاء واولیاء اور ملائکہ کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے ملک اور تصرف میں ہیں اور سب اس کے محتاج اور نیازمند ہیں ۔ پھر تم ان کو کیوں پکارتے ہو ۔ وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ الخ زجر برائے مشرکین ۔

دسویں عقلی دلیل

ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا الخ (ع ۷) اس کا ماحصل گذشتہ دلائل کے ضمن میں گذر چکا ہے ۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ۔ شکوٰی ۔ مشرکین کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو دنیا میں اپنا نائب بنا رکھا ہے اور انہیں کچھ اختیارات سونپ رکھے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس قول کا یہاں رد فرمایا ۔ قرآن شریف میں جہاں کہیں شفاعت قہری کی نفی کی گئی ہے وہاں مشرکین کے اس قول کا رد بھی فرمایا گیا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا ۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ بَلْ لَّہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط کُلٌّ لَّہٗ قٰنِتُوْنَ (ع ۱۴) سُبْحٰنَہٗ ط ھُوَ الْغَنِیُّ الخ پانچ وجوہ سے شکوے کا جواب ہے ۔ قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ الخ زجر مع تخویف اخروی ۔ وَاتْلُ عَلَیْھِمْ نَبَاَ نُوْحٍ الخ (ع ۸) تخویف دنیوی کا ایک تفصیلی نمونہ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِہٖ رُسُلًا الخ تخویف دنیوی کا ایک اجمالی نمونہ ۔ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِھِمْ مُّوْسٰی وَھٰرُوْنَ ــــ تا ــــ وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (ع ۹) تخویف دنیوی کا دوسرا تفصیلی نمونہ ۔ فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الخ زجر ہے ۔ قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الْحَقُّ الخ (ع ۱۱) مسئلہ توحید کو ماننے اور حق کو قبول کرنے کی ترغیب ۔

دلیل وحی

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ الخ سورت کے اختتام پر دلیل وحی لائی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا گیا کہ دعوائے توحید اور اسکے دلائل جو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمائے ہیں میں صرف انہی کا اتباع کروں گا اور اللہ تعالیٰ نے شرک کے حق میں کوئی دلیل نازل نہیں کی اس لئے شرک کی تمام انواع واقسام باطل ہیں وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے۔ یعنی آپ پر جو وحی نازل کی گئی ہے آپ اس کی پیروی کریں اور مسئلہ توحید کی واشگاف تبلیغ فرمائیں اور مشرکین کی طرف سے آنے والی تمام تکلیفوں اور مصیبتوں پر صبر واستقلال کا دامن تھامے رہیں اور آپ کے عزم وثبات میں تزلزل اور پائے استقلال میں جنبش نہ آنے پائے۔ آخر کار فیصلہ آپ ہی کے حق میں ہوگا مشرکین ذلیل وخوار اور مغضوب مقہور ہوں گے۔ اور آپ اور آپ کی جماعت اپنے موقف میں کامیاب اور دنیا وآخرت میں کامران و سرخرو ہوں گے۔

مختصر خلاصہ

دعوائے سورت:- نفی شفاعت قہری۔ یہ دعویٰ سورت میں تین جگہ مذکور ہے۔ پہلے اجمالاً (مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ) پھر دلیل کے ضمن میں (وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ) اور تیسری بار تفصیلاً (قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ دِينِي الآية) اس دعوے کے ثبوت میں گیارہ دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ دس دلائل عقلیہ اور ایک دلیل وحی۔ دس دلائل عقلیہ میں سے ساتویں دلیل نفی شرک فعلی اور آٹھویں نفی شرک فی العلم کے لئے ہے اور باقی نفی شرک فی التصرف کے لئے ہیں۔ ان میں پانچویں دلیل علیٰ سبیل الاعتراف من الخصم ہے۔ تینوں جگہوں میں دلائل کا ثمرہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سورت میں موقع بموقع خصوصی زجریں۔ شکوے۔ تخویفیں اور بشارتیں بھی مذکور ہیں۔

۱ؔ الٓمٓ۔ یہ حروف مقطعات میں سے ہے اس کی صحیح مراد صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ ۳ؔ تلك الخ یہ تمہید مع ترغیب ہے اس سورت میں مسئلہ توحید پر زیادہ تر دلائل عقلیہ ذکر کئے گئے ہیں۔اس لئے ابتداء سورت میں بطور تمہید تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ سے اس طرف اشارہ فرمایا۔قرآن مجید کی جن سورتوں کی ابتداء میں کتاب کی صفت حکیم آئی ہے ان سورتوں میں زیادہ زور دلائل عقلیہ کے بیان پر دیا گیا ہے اور جن کی ابتداء کتاب کی صفت مبین وارد ہوئی ہے۔ان سورتوں میں زیادہ تر دلائل نقلیہ مذکور ہیں۔سورۂ لقمان کے شروع میں فرمایا۔ الٓمٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ۔ سورۂ لقمان میں اگرچہ ایک دلیل نقلی بھی مذکور ہے مگر زیادہ زور دلائل عقلیہ پر دیا گیا ہے۔اسی لئے کتاب کی صفت حکیم لائی گئی ہے۔سورۂ زخرف کی ابتداء

سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّتِسْعُ اٰيَاتٍ وَّاَحَدَ عَشَرَ رُكُوْعًا

۱ؔ سورہ یونس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو نو آیتیں ہیں اور گیارہ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ

۲ؔ ۳ؔ یہ آیتیں ہیں پکی کتاب کی کیا لوگوں کو ۴ؔ

عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ

تعجب ہوا کہ وحی بھیجی ہم نے ایک مرد پر ان میں سے یہ کہ ڈر سنا دے ۵ؔ لوگوں کو

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ

اور خوشخبری سنا دے ایمان لانے والوں کو کہ ان کے لئے پایہ سچا ہے اپنے

رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ②

رب کے یہاں کہنے لگے منکر ۶ؔ بیشک یہ تو جادوگر ہے صریح

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

تحقیق تمہارا رب اللہ ہے ۷ؔ جس نے بنائے آسمان اور زمین

فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ

چھ دن میں ۸ؔ پھر قائم ہوا ۹ؔ عرش پر تدبیر کرتا

الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ

ہے کام کی کوئی سفارش نہیں کرسکتا ۱۰ؔ مگر اس کی اجازت کے بعد وہ

اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ③ اِلَيْهِ

اللہ ہے رب تمہارا ۱۱ؔ سو اس کی بندگی کرو کیا تم دھیان نہیں کرتے ف اسی کی طرف

مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ

لوٹ کر جانا ہے تم سب کو ۱۲ؔ وعدہ ہے اللہ کا سچا وہی پیدا کرتا ہے اول بار

المنزل ۳

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱ؔ تمہید مع ترغیب الی القرآن ۱۲ ۔ ۳ؔ زجر ۔ ۴ؔ استفہام انکاری ہے ۔ ۵ؔ تخویف اخروی ۱۲ ۔ ۶ؔ بشارت اخروی ۱۲ ۔ ۷ؔ شکوی ۱۲ ۔ ۸ؔ دعویٰ سورت ۔ ۹ؔ ذو تدبیر ہم عقلی دلیل ۔ ۱۰ؔ یعنی نفی شفاعت قہری ۔ ۱۱ؔ ثمرہ دلیل مذکور ۱۲ ۔ ۱۲ؔ یہ مابعد کے لئے تمہید ہے ۱۲

میں فرمایا حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ یعنی کتاب کی صفت مبین فرمائی کیونکہ اس سورت میں زیادہ تر نقلی دلائل مذکور ہیں سورۂ شعراء کے شروع میں بھی الکتاب کی صفت مبین وارد ہوئی ہے کیونکہ اس میں دلائل نقلیہ ہی مذکور ہیں صرف رکوع ۱ میں دلیل عقلی کی طرف اشارہ ہے۔اس میں ترغیب کا پہلو یہ ہے کہ یہ آیتیں ایسی کتاب کی ہیں جو ہر چیز کی حقیقت ٹھیک ٹھیک بیان کرتی ہے اور جس کی تمام باتیں حکمت پر مبنی ہیں اس لئے انہیں توجہ سے سنو اور ان پر عمل کرو۔ ۴ؔ اَكَانَ لِلنَّاسِ الخ یہ زجر ہے اور ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ حضرت ابن عباس رض کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو رسالت ونبوت سے سرفراز فرمایا تو مشرکین عرب نے اس پر تعجب کیا کہ اللہ تعالیٰ تو بڑی بلند و بالا شان کا مالک ہے اس لئے اس کا رسول بشر کیونکر ہو سکتا ہے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ قالوا اللّٰه اعظم من ان یکون رسوله بشرًا فانزل اللّٰه تعالیٰ (اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا) استفهام انكار للتعجب (خازن ومعالم ج۳ ص۱۷۱ ومظهری ج۵ ص۴) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اس تعجب پر انکار فرمایا کیونکہ تمام انبیاء سابقین بھی بشر ہی تھے اس لئے آخری رسول کا بشر ہونا بھی کوئی انوکھی اور تعجب کی بات نہیں۔ و كل واحد من هٰذه الامور ليس بعجب لان الرسل المبعوثين الى الامم لم يكونوا الا بشرًا مثلهم (مدارك ج۲ ص۱۱۱) ۵ؔ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ یہ تخویف اخروی ہے اور وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا الخ بشارت اخروی ہے۔ اَنَّ لَهُمْ ای بان لهم۔ حرف جار مقدر ہے قَدَمَ صِدْقٍ وہ اعمال صالحہ جو وہ پہلے بھیج چکے ہیں، یا اس سے مراد بہت اونچا مقام اور بلند رتبہ ہے جس پر وہ فائز ہوں گے۔ قال مجاهد الاعمال الصالحة التی قدموها (ابن کثیر ج۲ ص۴۰۶ وخازن ج۳ ص۱۷۱) وقال عطاء ای مقام صدق لا زوال له ولا بؤس فيه يعنى منزلة رفيعة يسبقون اليها ويقيمون فيها (مظهری ج۵ ص۴) ۶ؔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ یہ شکوی ہے۔ هٰذَا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے مشرکین مکہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی خارقِ عادت امور دیکھے اور آپ کی زبانِ مبارک سے کلام مجید سنا تو آپ کو جادوگر کہنا شروع کر دیا حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز جادوگر نہیں ہیں مگر اس کے باوجود وہ آپ پر یہ جھوٹا الزام لگاتے تھے۔یہ ان کے عجز کی واضح دلیل ہے۔جب ایک شخص اپنے مدمقابل کی باتوں کا کوئی معقول جواب دینے سے عاجز ہو جاتا ہے تو اپنی خفت مٹانے اور رسوائی چھپانے کے لئے اوچھے ہتھیاروں پر اتر آتا ہے۔یہی حال مشرکین مکہ کا تھا کہ وہ قرآن کا مثل پیش کرنے سے تو عاجز ہو گئے مگر حضور علیہ السلام کو (عیاذًا باللّٰه) جادوگر کہنے لگے۔ وهو دليل عجزهم واعترافهم به وان كانوا كاذبين فی تسميته سحرًا (مدارك ج۲ ص۱۱۱) یعنی یہ کلام تو جادو ہے اس لئے ہم اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔

موضح قرآن ف جتنی دیر لگے چھ دن کو اتنی میں بنائے آسمان و زمین اور اس ملک کا دربار ٹھہرایا عرش پر سب کام کی تدبیر وہاں سے ہو۔ ۱۲

ثُمَّ يُعِيدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

پھر دوبارہ کرے گا اس کو تاکہ بدلہ دے ان کو جو ایمان لائے تھے اور کئے تھے

الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ

کام نیک انصاف کے ساتھ اور جو کافر ہوئے ان کو

شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا

پینا ہے کھولتا پانی اور عذاب دردناک اس لئے کہ

يَكْفُرُوْنَ ④ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ

کفر کرتے تھے وہی ہے جس نے بنایا ؁ سورج کو چمکتا اور

الْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ

چاند کو چاندنا اور مقرر کیں اس کے لئے منزلیں تاکہ پہچانو گنتی برسوں کی

وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ

اور حساب یوں ہی نہیں بنایا اللہ نے یہ سب کچھ مگر تدبیر سے ؁ ظاہر کرتا ہے

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ⑤ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ

نشانیاں ان لوگوں کے لئے جن کو سمجھ ہے البتہ بدلنے میں ؁ رات

وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور دن اور جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ نے آسمانوں اور زمین میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ⑥ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ

نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو ڈرتے ہیں البتہ جو لوگ ؁ امید نہیں رکھتے

لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ

ہمارے ملنے کی اور خوش ہوئے دنیا کی زندگی پر اور اسی پر مطمئن ہو گئے اور

الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ⑦ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ

جو لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں ایسوں کا ٹھکانا ہے

۱۲ توحید پر دوسری عقلی دلیل ۱۲۔

۱۳ دلیل ثانی کا ثمرہ ۱۲۔

۱۴ تخویف اخروی ۱۲

ے اِنَّ رَبَّکُمُ الخ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر رسول ہونے پر وہ اس قدر حیران اور متعجب ہیں آخر وہ کہتا کیا ہے اور اللہ کے پاس سے پیغام کیا لایا ہے اس کی بات تو غور سے سنو وہ جو کچھ کہتا ہے عقل و فطرت کے عین مطابق اور حکمت و دانائی پر مبنی ہے۔ یہ توحید (نفی شرک فی التصرف) پر پہلی دلیل عقلی ہے یعنی تمہارا کارساز تو وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے چھ دن میں زمین و آسمان کو پیدا کیا اور پھر سارے عالم کا نظام کار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ زمین و آسمان کی حکومت تنہا اسی کے قبضہ میں ہے اور وہی سارے عالم میں متصرف و مختار ہے۔ اس نے نظامِ عالم کا کوئی شعبہ کسی کے اختیار و تصرف میں نہیں دے رکھا۔ ۸ فی ستۃ ایام زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کرنے کی تفصیل سورۂ حم سجدہ ع ۲ میں مذکور ہے۔ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ دو دن میں زمین پیدا کی وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ اور دو دن میں پہاڑ پیدا کئے اور زمین میں مختلف خاصیتیں اور قوتیں ودیعت فرمائیں۔ اس طرح زمین کی پیدائش ہر لحاظ سے چار دن میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ ساتوں آسمانوں اور پورے نظام شمسی کی تخلیق دو دن میں مکمل ہوئی اس طرح زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سارے عالم کو آنِ واحد میں بھی پیدا کر سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ بالتدریج پیدا کیا تاکہ ہر ہر چیز کی تخلیق میں اس کی قدرت کاملہ اور صنعت بے مثال کا اظہار ہو۔ ۹ ثُمَّ اسْتَوٰی الخ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ استوا علی العرش حکومت و سلطنت سے کنایہ ہے یعنی زمین و آسمان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اس کی حکومت و سلطنت اور سارا نظام عالم اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس نے نظامِ عالم کا کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کیا۔ تفصیل سورۂ اعراف کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ (۳، ۶۳) صفحہ ۳۶۶ ۱۰ مامن شفیع الخ یہ دعوائے سورت یعنی نفی شفاعت قہری کی بالاجمال صراحت ہے۔ جب زمین و آسمان کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے اور سب کچھ اسی کے اختیار و تصرف میں ہے تو پھر کون ہے جو اس کے سامنے دم مار سکے اور اس سے اپنی بات منوا سکے۔ یہاں دنیا اور آخرت میں شفاعت قہری کی نفی ہے اور آخرت میں شفاعت بالاذن کا اثبات ہے۔ مشرکین کا خیال تھا کہ وہ جن بزرگان خدا کو پکارتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے تمام کام کرا دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں اس شفاعت کی نفی فرما دی البتہ آخرت میں اللہ کے اذن سے شفاعت ہوگی اور وہ صرف ان گناہ گاروں کے لئے ہوگی جو دنیا سے ایمان لیکر رخصت ہوئے۔ مشرکوں کے حق میں کوئی شفاعت نہیں ہوگی۔ مسئلہ شفاعت کی مزید تحقیق سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکی ہے حاشیہ (۱۰۵) صفحہ ۱۲۵ ۱۱ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ الخ یہ دلیل مذکور کا ثمرہ اور نتیجہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ جو مذکورہ بالا صفات سے متصف ہے وہی تمہارا کارساز ہے اس لئے صرف اسی کی عبادت کرو اور صرف اسی کو پکارو۔ اس کی پکار اور عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔ ذلکم العظیم الموصوف بما وصف به . . . . (فاعبدوہ) وحدوہ ولا تشرکوا به بعض خلقه من انسان او ملك فضلا عن جماد لا یضر ولا ینفع (مدارک ج ۲ ص ۱۱) ۱۲ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ الخ یہ مابعد کے لئے تمہید ہے۔ مشرکین اگر مسئلہ توحید مان لیں تو ان کا فائدہ ہے کیونکہ ماننے والے اور نہ ماننے والے سب آخرت میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہوں گے۔ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ لام برائے عاقبت ماننے والوں کے لئے بشارت اخروی ہے۔ بِالْقِسْطِ یعنی انصاف کے ساتھ۔ حرف جار لِیَجْزِیَ سے متعلق ہے۔ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا الخ نہ ماننے والوں کے لئے تخویف اخروی ہے۔ ۱۳ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الخ یہ نفی شرک فی التصرف پر دوسری عقلی دلیل ہے، خبر معرفہ ہونے کی وجہ سے مفید حصر ہے یعنی صلہ میں جن کاموں کا ذکر کیا گیا ہے ان سب کا فاعل صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور کوئی نہیں۔ نظامِ شمسی نظامِ عالم کا سب سے اہم حصہ ہے۔ اس لئے یہاں خصوصیت

سے اس کا ذکر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو پیدا کیا اور ان کو روشنی عطا فرمائی اور چاند کے دورے کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ اس کے دورے سے مہینوں اور سالوں کی تعداد معلوم ہو سکے۔ ماہِ رمضان، ذی الحجہ اور دیگر مہینوں، اور دنوں کی تعیین ہو سکے جن سے اسلامی احکام متعلق ہیں نیز دنیوی کاروبار اور معاملات کے اوقات کا اندازہ ہو سکے۔ سورج کو ضیاء اور چاند کو نور فرمایا کیونکہ لفظ نور عام ہے اور ضیاء خاص ہے یعنی نور کا سب سے قوی فرد بالفاظ دیگر روشنی کی کامل اور تام کیفیت کا نام ضوء ہے بعض نے کہا ہے ذاتی روشنی کو ضوء اور مستعار روشنی کو نور کہا گیا۔ والنور اعم من الضوء فانہ اقوی افراد النور وقیل ما بالذات ضوء وما بالعرض نور (مظہری ج ۵ ص۹) فالنور اسم لاصل ھٰذہ الکیفیۃ والضوء اسم لھٰذہ الکیفیۃ اذا کانت کاملۃ تامۃ قویۃ فلھٰذا اخص الشمس بالضیاء لانہا اقوی واکمل من النور وخص القمر بالنور لانہ اضعف من الضیاء الخ (خازن ج ۳ ص۱۷۱) ۱۴؎ لفظ الحق مختلف معنوں کیلئے آتا ہے (۱) بمعنی سچائی اور صداقت، باطل کے مقابلہ میں جیسا کہ فرمایا بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ (انبیاء ع۲) (۲) کبھی لہو اور عبث کے مقابلے میں آتا ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ الآیۃ (دخان ع۲) یہاں دونوں معنوں کا احتمال ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان، شمس و قمر اور سارا نظام کائنات سب سے بڑی سچائی (توحید) کے ساتھ پیدا کیا ہے اور یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر شاہد عدل ہے۔ اگر با بمعنی لام ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ سب کچھ حق و صداقت کے اظہار اور بیان کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ای لبیان الحق و الباطل (ابن عباس ص۱۳۱) دوسرے احتمال پر مطلب یہ ہوگا کہ یہ ساری کائنات محض عبث اور بے فائدہ پیدا نہیں کی گئی بلکہ اس کے پیدا کرنے میں بہت حکمتیں اور فائدے ہیں سب سے اہم واعظم فائدہ اور حکمت یہ ہے کہ بندگانِ خدا اس کارخانۂ عالم کی ہر چیز میں غور و فکر کریں اور اس سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کی قدرت کاملہ اور حکمتِ تامہ پر استدلال کریں۔ یعنی للحق واظہار قدرتہ و دلائل وحدانیتہ ولم یخلق ذلک باطلاً ولا عبثاً (خازن ج ۳ ص۱۷۱) ۱۵؎ یہ دلیل ثانی کا تتمہ ہے یعنی رات دن کی آمد و رفت اور زمین و آسمان کی ساری مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر بہت بڑی دلیل ہے مگر ان لوگوں کے لئے جو بنظر انصاف ان میں سوچ بچار کریں، ان کے دلوں میں انابت و اطاعت کا جذبہ ہو اور ضد و عناد سے دور ہوں (لَاٰيٰتٍ) لعلامات لوحدانیۃ الرب (لِقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ) یطیعون (ابن عباس ص۱۳۱)

النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

آگ بدلہ اس کا جو کماتے تھے البتہ جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ

کام کئے اچھے ۱۶ہ ہدایت کرے گا ان کو رب ان کا ان کے ایمان سے بہتی ہیں

مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۹﴾ دَعْوٰىهُمْ

ان کے نیچے نہریں باغوں میں آرام کے ان کی دعاء

فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ

اس جگہ یہ کہ ۱۸ہ پاک ذات ہے تیری یا اللہ اور ملاقات ان کی سلام اور

اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَ

خاتمہ ان کی دعاء کا اس پر کہ سب خوبی اللہ کو جو پروردگار سارے جہان کا ف۱ اور

لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ

اگر جلدی پہنچا دے اللہ لوگوں کو ۱۹ہ برائی۔ جیسے کہ جلدی مانگتے ہیں وہ بھلائی ف۲

لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ

تو ختم کر دی جائے ان کی عمر سو ہم چھوڑے رکھتے ہیں ان کو جن کو امید نہیں

لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ

ہماری ملاقات کی ان کی شرارت میں سرگرداں ف۲ اور جب ۲۰ہ پہنچے انسان کو

الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا

تکلیف پکارے ہم کو پڑا ہوا یا بیٹھا یا کھڑا پھر جب ہم کھول دیں ۲۱ہ

عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ

اس سے وہ تکلیف چلا جائے گویا کبھی نہ پکارا تھا ہم کو کسی تکلیف پہنچنے پر اسی طرح ۲۲ہ

زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ

پسند آیا ہے بے باک لوگوں کو جو کچھ کر رہے ہیں اور البتہ ۲۳ہ

منزل۳

(حاشیہ: ۱۷ بشارت اخروی ۔ ۱۸ یعنی تمام صفات ربوبیت ۔ ۱۹ تخویف دنیوی ۔ ۲۰ شکوہ ۔ ۲۱ یعنی الشرکین ۔ ۲۲ تخویف دنیوی)

۱۶؎ تخویف اخروی برائے منکرین قیامت و مسئلہ توحید۔ مسئلہ توحید اور قیامت کو دلائل واضحہ سے ثابت کرنے کے بعد نہ ماننے والوں کو عذابِ آخرت کی تخویف فرمائی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ بشارت اخروی برائے مؤمنین۔ ۱۷؎ اس پر بظاہر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب وہ ایمان بھی لے آئے اور نیک کام بھی کرنے لگے تو ہدایت یافتہ تو وہ ہوئے پھر يَهْدِيْهِمْ کا

موضح قرآن ف۱ اول عجائب نعمتیں دیکھ کر کہیں گے پاک ذات یعنی سبحان اللہ پھر اس کی لذت پا کر کہیں گے الحمد للہ اور جنت میں طور ملاقات یہی ہے السلام علیک جو دنیا میں مسلمان کرتے ہیں ۱۲ ف۲ یعنی آدمی چاہتا ہے کہ نیکی کا بدلہ شتاب ملے یا نیک دعا، شتاب بر آوے۔ سو اگر حق تعالیٰ شتاب کرے تو اپنی بدی کے وبال سے فرصت نہ پاویں مگر دونوں میں تحمل ہے، تا نیک لوگ تربیت پاویں اور بد لوگ غفلت میں پڑے رہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی و نعمت مبید ہد ۱۲

کیا مطلب ؟ اس لئے یَہۡدِیۡہِمۡ سے ایمان وعمل صالح پر ثابت قدم رکھنا اور استقامت عطا کرنا مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کے مخلصانہ ایمان کی بدولت ان کو صراط مستقیم اور ایمان پر ثابت قدم رکھیگا ای یسدد ھم بسبب ایمانہم للاستقامۃ علی سلوک الطریق السدید المؤدی الی الثواب (مدارک ج ۲ ص۱۱۱) یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان کی بدولت آخرت میں ان کو جنت کی راہ دکھائے گا اور وہ سیدھے جنت میں داخل ہوں گے۔ قال مجاھد یھدیھم علی الصراط الی الجنۃ یجعل لھم نورا یمشون بہ (خازن ج ۳ ص۱۶۱ و مظہری ج ۵ ص۱۱) ف۱۸ دعویٰ کے معنی قول اور کلام کے ہیں یعنی جنت میں اہل جنت کا کلام اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس ہی ہوگا ای قولھم وکلامھم (خازن ج ۳ ص۱۶۱) یا دعویٰ بمعنی دعاء ہے سُبۡحٰنَکَ اللّٰہُمَّ یعنی اے اللہ تو پاک ہے اس سے کہ تیرے سامنے کوئی شفیع غالب ہو وَ تَحِیَّتُہُمۡ فِیۡہَا سَلٰمٌ جنت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور فرشتوں کی طرف سے سلام کا تحفہ ملیگا۔ مسئلۂ توحید ماننے کی وجہ سے آج آخرت کے عذاب سے امن وسلامتی کی تمہیں خوشخبری دی جاتی ہے یا مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو امن وسلامتی کا تحیہ پیش کریں گے۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ یعنی صفات کارسازی اور صفاتِ الوہیت اللہ تعالیٰ ہی سے مختص ہیں اور عبادت اور پکار کے لائق وہی ہے۔ اہل جنت جب جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان ملاحظہ کریں گے اور جنت کی گونا گون نعمتیں دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور تعظیم و تمجید بجا لائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف سے سلام کا تحفہ ملیگا۔ اس پر وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کریں گے۔ (مظہری ملخصاً) اول کلامھم التسبیح واٰخرہ التمجید فیبتدؤن بتعظیم اللہ وتنزیھہ ویختمون بالشکر والثناء علیہ الخ (مدارک ج ۲ ص۱۱۱) ف۱۹ یہ زجر ہے اِسۡتِعۡجَالَہُمۡ منصوب بنزع خافض ہے اس سے پہلے کاف تشبیہ مقدر ہے ای کاستعجالھم بعض دفعہ مشرکین اللہ تعالیٰ سے عذاب کی دعائیں کرنے لگتے کہ اے اللہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا دین سچے ہیں تو ہمیں آسمان سے پتھر برسا کر یا کسی دوسرے عذاب سے ہلاک کر دے اَللّٰہُمَّ اِنۡ کَانَ ہٰذَا ہُوَ الۡحَقَّ مِنۡ عِنۡدِکَ فَاَمۡطِرۡ عَلَیۡنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ (انفال ع۴) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس طرح لوگ خیر اور بھلائی مانگنے میں عجلت کرتے ہیں اور انہیں بھلائی دی جاتی ہے اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ ان کے شر اور عذاب کے مطالبے کو بھی پورا کر دیتا تو کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور وہ ناگہانی عذاب سے تباہ و برباد کئے جا چکے ہوتے مگر اللہ تعالیٰ بطور استدراج ان کو مہلت دیتا ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی نافرمانی اور اس کے احکام سے سرکشی کر لیں اور آخر ان کو شدید ترین عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ یَعۡمَہُوۡنَ ای یلعبون اَو یتحیرون۔ یہ ان لوگوں کا حال ہے جن کے دلوں پر مہر جباریت لگ چکی ہے اور ان کے راہِ راست پر آنے کا کوئی امکان نہیں۔ ف۲۰ یہ شکوی ہے۔ انسان کیا احسان فراموش ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے واضح نشان دیکھ کر اور اس کی بے حساب نعمتیں ملاحظہ کرکے پھر بھی عقل وفکر سے کام نہیں لیتا اور اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔ حالانکہ جب کبھی اس پر کوئی بہت بڑی مصیبت آجاتی ہے تو اپنے تمام خود ساختہ معبودوں کو بھول کر ہر حالت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتا ہے مشرکین عرب اپنی معمولی حاجات ومشکلات کے لئے تو اپنے معبودانِ باطلہ کو

اَہۡلَکۡنَا الۡقُرُوۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَمَّا ظَلَمُوۡا ۙ وَ جَآءَتۡہُمۡ

ہم ہلاک کر چکے ہیں جماعتوں کو تم سے پہلے جب ظالم ہو گئے حالانکہ لائے تھے انکے پاس

رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ وَ مَا کَانُوۡا لِیُؤۡمِنُوۡا ؕ کَذٰلِکَ نَجۡزِی

رسول ان کے کھلی نشانیاں اور ہرگز نہ تھے ایمان لانے والے یوں ہی سزا دیتے ہیں ہم

الۡقَوۡمَ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلۡنٰکُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ

قوم گنہگاروں کو پھر تم کو ہم نے نائب کیا زمین میں

مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ لِنَنۡظُرَ کَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴﴾ وَ اِذَا تُتۡلٰی

ان کے بعد تاکہ دیکھیں تم کیا کرتے ہو اور جب پڑھی جاتی ہیں

عَلَیۡہِمۡ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا

ان کے سامنے آیتیں ہماری واضح تو کہتے ہیں وہ لوگ جن کو امید نہیں ہم سے ملاقات کی

ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَیۡرِ ہٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡہُ ؕ قُلۡ مَا یَکُوۡنُ لِیۡۤ اَنۡ

لے آ کوئی قرآن اس کے سوا یا اس کو بدل ڈالو تو کہہ دے میرا کام نہیں کہ

اُبَدِّلَہٗ مِنۡ تِلۡقَآیِٔ نَفۡسِیۡ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی

اس کو بدل ڈالوں اپنی طرف سے میں تابعداری کرتا ہوں اسی کی جو حکم آئے

اِلَیَّ ۚ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۵﴾

میری طرف میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی بڑے دن کے عذاب سے

قُلۡ لَّوۡ شَآءَ اللّٰہُ مَا تَلَوۡتُہٗ عَلَیۡکُمۡ وَ لَاۤ اَدۡرٰىکُمۡ بِہٖ ۫ۖ

کہہ دے اگر اللہ چاہتا تو میں نہ پڑھتا اس کو تمہارے سامنے اور نہ وہ تم کو خبر کرتا اس کی

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶﴾

کیوں کہ میں رہ چکا ہوں تم میں ایک عمر اس سے پہلے کیا پھر تم نہیں سوچتے ف۲

فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوۡ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ

پھر اس سے بڑا ظالم کون جو باندھے اللہ پر بہتان یا جھٹلائے اس کی آیتوں کو

ف۲۰ شکوی ہے

ف۲۱ جواب شکوی

ف۲۲ یہ ماقبل کی دلیل ہے ۔ ف۲۳ زجر ۔ ف۲۴ تفریع

موضح قرآن: ف۱ اس قرآن کا پند و نصیحت تو پسند کرتے اور بتوں کا باطل ہونا نہ مانتے تو کہتے اتنا بدل ڈال تو یہ کلام ہم سب قبول کر لیں۔ ۱۲ ف۲ یعنی اپنی طرف سے میں بناتا تو چالیس برس کی عمر میں بناتا یا اس قسم کا خیال رکھتا۔ ۱۲

پکارتے تھے مگر جب کسی شدید ترین مصیبت میں مبتلا ہو جاتے تو سب کو چھوڑ چھاڑ کر صرف رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جل جلالہ کو پکارتے اور اس کی دہائی دیتے حضرت شیخ رح فرماتے ہیں وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے رہتے تھے کہ اگر مسئلہ توحید نہیں مانوگے تو اللہ تمہیں المناک عذاب سے ہلاک کردے گا اس لئے جب وہ دریاؤں اور سمندروں میں کشتیوں میں سفر کرتے اور تند و تیز ہواؤں سے خوفناک موجیں کشتیوں کو ڈانواں ڈول کر دیتیں تو فوراً پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات یاد آجاتی اور وہ سمجھنے لگتے کہ شاید جس عذاب سے پیغمبر ڈراتا تھا، وہ اب آپہنچا ہے اس لئے خالِصۃً اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے۔ جیسا کہ سورۂ یونس ہی میں ہے جَآءَتۡهَا رِيۡحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الۡمَوۡجُ مِنۡ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ اُحِيۡطَ بِهِمۡ دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ الخ (ع ۳) اور سورۂ انعام رکوع ۴ میں ارشاد ہے قُلۡ اَرَءَيۡتَكُمۡ اِنۡ اَتٰٮكُمۡ عَذَابُ اللّٰهِ اَوۡ اَتَتۡكُمُ السَّاعَةُ اَغَيۡرَ اللّٰهِ تَدۡعُوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۞ بَلۡ اِيَّاهُ تَدۡعُوۡنَ فَيَكۡشِفُ مَا تَدۡعُوۡنَ اِلَيۡهِ اِنۡ شَآءَ وَتَنۡسَوۡنَ مَا تُشۡرِكُوۡنَ۔ اور سورہ انعام ہی میں ہے قُلۡ مَنۡ يُّنَجِّيۡكُمۡ مِّنۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ تَدۡعُوۡنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفۡيَةً ۚ لَئِنۡ اَنۡجٰٮنَا مِنۡ هٰذِهٖ لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيۡنَ (ع ۸) مشرکین کا عقیدہ تھا کہ سارے عالم کا نظام تدبیر امور عظام اور حوادثِ شدیدہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں وعقیدہ اثباتِ خدائی تعالیٰ وآنکہ خدا خالق آسمان و زمین است و مدبر حوادث عظام و قادر بر ارسال رسل و مجازاۃ عباد بر اعمال ایشاں و مقدر حوادث عظام است و قادر قبل از وقوع آن . . . در میانِ ایشاں (مشرکین) ثابت بود (الفوز الکبیر باب اول فصل اول) ۲۱ لیکن جب ہم نے اس سے مصیبت دور کر دی تو وہ پھر سے اپنی پہلی راہِ شرک پر گامزن ہو گیا اور اپنی تکلیف و مصیبت کو اس طرح بھول گیا کہ گویا اسے کوئی تکلیف آئی ہی نہ تھی جس کے لئے اس نے خدا کو پکارا تھا۔ ای مضی واستمر علی ما کان علیہ قبل ونسی حالۃ الجھد والبلاء (روح ج ۱۱ ص ۹۴) والمعنی انہ استمر علی حالتہ الاولیٰ قبل ان یمسہ الضر ونسی ما کان فیہ من الجھد والبلاء والضیق والفقر (خازن ج ۳ ص ۱۲۵) ۲۲ المسرفین یعنی مشرکین وہ جو مشرکانہ اعمال و افعال بجا لاتے ہیں شیطان ان کے دلوں میں ان کی اچھائی کا تصور بٹھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت اور پکار سے اعراض کرنے مصیبت دور ہو جانے کے بعد پھر سے اپنے معبودانِ باطلہ کی پکار کو وہ بہت اچھا کام خیال کرتے ہیں۔ (مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ) من الاعراض عن الذکر والدعاء والانہماک فی الشھوات (روح) ۲۳ تخویف دنیوی تخوف بذلک کفار مکہ (خازن) جو لوگ ایمان نہیں لاتے۔ توحید کا انکار کرتے اور رسالت و قیامت کی تکذیب کرتے ہیں وہ دنیا کی زندگی اور یہاں کی عیش و طرب پر مطمئن نہ ہوں اور یہ خیال نہ کریں کہ ان کا کچھ بگڑ نہیں سکتا۔ ان سے پہلے قوم نوح اور عاد و ثمود وغیرہ کا حشر ان کو اچھی طرح معلوم ہے ان کے پاس اللہ کے پیغمبر توحید کا پیغام لیکر آئے اور واضح اور روشن دلائل سے مسئلہ توحید کو بیان کیا مگر انہوں نے اس کا انکار کیا اور ماننے پر تیار نہ ہوئے تو ہم نے ان کو شدید ترین عذابوں سے نیست و نابود کر دیا۔ لَمَّا ظَلَمُوۡا یعنی جب انہوں نے اللہ کی توحید کا انکار کرکے اور اس کے پیغمبروں کو جھٹلا کر شرک کرنا شروع کر دیا۔ لَمَّا ظَلَمُوۡا یعنی لما اشرکوا (خازن و مدارک ج ۳ ص ۱۱۹) ای کفروا واشرکوا (قرطبی ج ۸ ص ۳۱۸) كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡقَوۡمَ الۡمُجۡرِمِيۡنَ مجرموں سے ایسا سلوک کرنا ہماری سنت جاریہ ہے لہٰذا اگر مشرکین مکہ نے بھی عاد و ثمود کی طرح تکذیب کی اور شرک و کفر پر اڑے رہے تو ان کا بھی وہی حشر ہوگا یعنی کما اھلکنا الامم الخالیۃ لما کذبوا رسلھم کذلک نھلککم ایھا المشرکون بتکذیبکم محمدا صلی اللہ علیہ وسلم (خازن ج ۳ ص ۱۲۶) ۲۴ اقوام گذشتہ کے بعد اب تمہاری باری ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس اپنا آخری پیغمبر پیغامِ توحید دے کر بھیجا ہے تاکہ تمہاری بھی آزمائش ہو جائے کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔ تمہارے ساتھ بھی حسب سابق معاملہ ہوگا۔ ماننے والے جزائے خیر کے مستحق ہوں گے اور منکرین عذاب شدید کے سزاوار۔ ۲۵ قَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ۔ یہ شکوی ہے یعنی جب مشرکین کو ہمارا پیغمبر ہماری آیات بینات پڑھ کر سناتا ہے جن میں دلائل توحید اور ردِّ شرک کا بیان ہوتا ہے اور جن میں ان کے معبودانِ باطلہ کی بے بسی اور بیچارگی کا ذکر ہوتا ہے تو وہ بول اٹھتے ہیں یہ قرآن تو ہم ماننے سے رہے البتہ اگر اس قرآن کی جگہ کوئی دوسرا قرآن لے آؤ یا اسی میں ترمیم کر دو الغرض قرآن میں ہمارے معبودوں کی توہین و تحقیر کا مضمون نہ ہو اور نہ اس میں حشر و نشر کا ذکر ہو تو ہم اسے بسر و چشم قبول کرنے کو تیار ہیں (وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيَاتُنَا) الدالۃ علی حقیۃ التوحید وبطلان الشرک . . . . ای ائت بکتاب اٰخر نقرءہ لیس فیہ ما نستبعدہ من البعث والحساب والجزاء وما نکرھہ من ذم الہتنا ومعایبھا والوعید علی عبادتھا (ابو السعود ج ۴ ص ۵۰۸) اَوۡ بَدِّلۡهُ بان تجعل مکان اٰیۃ عذاب اٰیۃ رحمۃ وتسقط ذکر الاٰلھۃ وذم عبادتھا (مدارک ج ۲ ص ۱۲۰) ۲۶ ضمیر کی جگہ موصول کو رکھ کر ان کے قول کی علت بیان کرنا مقصود ہے۔ نیز اس طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے اتنی بُری بات اس لئے کہی کہ ان کے دلوں میں قیامت کے عذاب کا کوئی کھٹکا نہیں۔ وضع الموصول موضع الضمیر اشعاراً بعالیۃ ما فی حیز الصلۃ للعظیمۃ المحکیۃ عنھم وانھم انما اجترؤا علیھا لعدم خوفھم من عقابہ تعالیٰ یوم اللقاء (ابو السعود ج ۴ ص ۴۹۹) ۲۷ یہ جواب شکوی ہے کوئی دوسرا قرآن لانے یا اسی قرآن میں ترمیم کرنے کا مجھ سے مطالبہ تو اس طرح کرتے ہیں کہ قرآن نازل کرنا میرے اختیار میں ہے یا میں اپنی مرضی سے قرآن لا سکتا ہوں حالانکہ مجھے ان باتوں کا اختیار نہیں میں تو صرف انہی احکام کی پیروی کرتا ہوں جو ذریعہ وحی میرے پاس اللہ کی طرف سے آتے ہیں میں اس معاملہ میں اللہ کے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ اگر میں اس کے احکام کی خلاف ورزی کروں اور اس کی کتاب کے احکام میں ردوبدل کروں تو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے عذاب میں مبتلا کر دے۔ انی اخشی من اللہ ان خالفت امرہ او غیرت احکام کتابہ او بدلتہ فعصیتہ بذلک ان یعذبنی بعذاب عظیم فی یوم تذہل کل مرضعۃ عما ارضعت (خازن ج ۳ ص ۱۲۹) ۲۸ یعنی سب کچھ اللہ کے اختیار و مرضی سے ہے میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو مجھے نہ بھیجتا اور میں تم کو قرآن کی آیتیں پڑھ کر نہ سناتا اور میری وساطت سے اللہ تعالیٰ تمہیں قرآن کی خبر نہ دیتا۔ والمعنی ان الامر کلہ منوط بمشیتہ تعالیٰ ولیس لی منہ شیئ قط (ابو السعود ج ۴ ص ۵۰۸) یعنی لو شاء اللہ لم ینزل علی ھذا القراٰن ولم یأمرنی بقراءتہ علیکم (خازن) ۲۹ یہ ماقبل کی دلیل ہے۔ نزولِ قرآن سے پہلے میں تم میں ایک طویل عرصہ یعنی چالیس برس رہ چکا ہوں میری امانت و دیانت تم بخوبی جانتے ہو اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے کسی سے لکھنا پڑھنا بھی نہیں سیکھا تو معلوم ہوا کہ اب میں جو قرآن تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں یہ میرا خود ساختہ نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ کے حکم سے پیش کرتا ہوں ای من قبل القراٰن تعرفوننی بالصدق والامانۃ لا اقرأ ولا اکتب ثم جئتکم بالمعجزات (قرطبی ج ۸ ص ۳۲۲) اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ تو کیا اب بھی تم نہیں سوچتے اور نہیں سمجھتے کہ یہ قرآن اور اس میں مذکور مسئلہ توحید میری اختراع نہیں بلکہ یہ سب کچھ من جانب اللہ ہے۔ ۳۰ یہ زجر ہے۔ فا تفریعیہ ہے یعنی جب دلائل عقلیہ قاہرہ سے شرک کی نفی اور ممانعت

ثابت ہوگئی تو اس کے بعد بھی جو شخص شرک نہ چھوڑے اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر افترا کرتا ہے یعنی ایک طرف تو شرک کرتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ اس کے فعل سے خوش ہے اور اللہ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو پکارنے کی اجازت دی ہے ایسا شخص یا وہ جو قرآن کے من جانب اللہ ہونے اور دلائل توحید کو جھٹلاتا ہے ان سے بڑھ کر دنیا میں کون ظالم ہو سکتا ہے۔ یعنی فزعموا ان لہ شریکا وولدا ... . کذب بآیاتہ یعنی جحد بکون القرآن من عند اللہ وانکر دلائل التوحید (معالم و خازن ج ۳ ص ۱۸۰) استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان سے بڑا ظالم کوئی نہیں استفہام بمعنی الجحد ای لا احد اظلم ممن افتری الخ (قرطبی) **۳۱ھ** یہ زجر ہے بطور شکوی اور توحید پر تیسری

إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ﴿١٧﴾ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ

بیشک بھلا نہیں ہوتا گنہگاروں کا ف۱ اور پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا ۳۱ھ

اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ

اس چیز کی جو نہ نقصان پہنچا سکے ان کو نہ نفع اور کہتے ہیں ۳۲ھ یہ تو

شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا

ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس تو کہہ کیا اللہ کو بتلاتے ہو ۳۳ھ جو اس کو

يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ

معلوم نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں وہ پاک ہے اور برتر ہے

عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً

اس سے جس کو شریک کرتے ہیں ف۲ اور لوگ جو ہیں ۳۴ھ سو ایک ہی امت

وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ

ہیں پیچھے جدا جدا ہو گئے اور اگر نہ ایک بات پہلے ہو چکتی تیرے رب کی

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٩﴾ وَيَقُولُونَ

تو فیصلہ ہو جاتا ان میں جس بات میں کہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں ۳۵ھ

لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا

کیوں نہ اتری اس پر ایک نشانی اس کے رب سے سو کہہ دے کہ ۳۶ھ

الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ

غیب کی بات اللہ ہی جانے سو منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ

الْمُنتَظِرِينَ ﴿٢٠﴾ وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّن

انتظار کرتا ہوں ف۳ اور جب چکھائیں ہم لوگوں کو مزا اپنی رحمت کا ۳۷ھ

بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا ۚ

بعد ایک تکلیف کے جو ان کو پہنچی تھی اسی وقت بنانے لگیں حیلے ہماری قدرتوں میں ف۴

عقلی دلیل ہے عقلِ سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ عبادت اور پکار صرف ایسی ذات کے لئے جائز ہے جس کے اختیار و تصرف میں مخلوق کا نفع و نقصان ہو اور ایسی ذات سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں مشرکین جن کو نافع و ضار سمجھ کر پکارتے ہیں وہ بالکل عاجز و بے بس ہیں۔ نفع و ضرر ان کے اختیار میں نہیں۔ لہٰذا ان کی عبادت و پکار بھی جائز نہیں۔ یہاں دعوائے سورت بھی ضمناً مذکور ہے یعنی مشرکین اپنے معبودانِ باطلہ کو عند اللہ شفیع غالب سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ اختیار نہیں دیا۔ **۳۲ھ** یہ مشرکین کی طرف سے اپنے فعل شرک کے ارتکاب کے لئے معذرت ہے۔ یعنی ہم اللہ کے جن نیک اور برگزیدہ بندوں کو پکارتے ہیں انہیں مستقل بالذات نافع و ضار یا متصرف و مختار نہیں سمجھتے بلکہ ان کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ چونکہ وہ اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں اور اللہ سے ہمارے کام کرا دیتے ہیں اس لئے ہم ان کو پکارتے ہیں۔ ای تشفع لنا عند اللہ فی اصلاح معاشنا فی الدنیا (قرطبی ج ۸ ص ۳۲۲) یعنی دنیا میں خوشحالی اور معاشی فارغ البالی ہمیں انہی محبوبوں کی سفارش کے صدقے حاصل ہوتی ہے۔ سفارش سے دنیوی سفارش مراد ہے کیونکہ مشرکین آخرت کے قائل ہی نہ تھے۔ بعض کے نزدیک آخرت میں شفاعت مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر بفرضِ محال قیامت آ گئی تو ہمارے معبود ہمیں اللہ کے عذاب سے چھڑا لیں گے جیسا کہ نضر بن حارث نے کہا تھا قیامت کے دن میرا معبود لات میری سفارش کرے گا۔ عن النضر بن الحارث اذا کان یوم القیامۃ یشفع لی اللات (ابو السعود ج ۴ ص ۸۰۶) مشرکین عرب اللہ کے جن برگزیدہ اور نیک بندوں کو پوجتے اور پکارتے تھے ان میں کچھ تو اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر تھے اور کچھ اولیاء کرام۔ انہوں نے ان بزرگوں کے بت بنا کر عبادت خانوں میں نصب کر رکھے تھے اور بظاہر عبادت کا برتاؤ انہی بتوں سے کرتے تھے۔ انہی کے آگے سجدے کرتے۔ انہی کے سامنے نذریں نیازیں رکھتے۔

۳۴ جواب عذر مشرکین ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی اگر میں بناتا ہوں تو مجھ سا ظالم نہیں اور میں جو سچا ہوں تو جھٹلانے والوں پر یہی بات ہے ۱۲ ف۲ جو مشرک ہے سو یہی کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے کہ اللہ ایک ہے اور یہ شریک اس کی طرف سے ہم پر مختار ہیں سو فرمایا کہ اگر اس نے مختار کئے ہوتے تو آپ ان سے منع کیوں کرتا اور جو کہیں کہ ہمارے دین میں منع نہیں کیا تم کو منع کیا ہوگا تو اگلی آیت میں اس کا جواب ہے کہ دین اللہ کا ایک ہے جب لوگ بہک گئے ہیں پھر ان کو بتا دیا ہے اعتقاد میں کچھ فرق نہیں۔ اور جو کہیں کہ اگر تم سچے ہوتے تو ہم پر دنیا میں عذاب آتا اس کا جواب بھی آگے ہے کہ فیصلے کا دن آتا ہے ۱۲ ف۳ یعنی اگر کہیں کہ ہم کیونکر جانیں کہ تمہاری بات سچ ہے فرمایا کہ آگے دیکھو حق تعالیٰ اس دین کو روشن کرے گا۔ اور مخالف ذلیل ہوں گے سو ویسا ہی ہوا۔ سچ کی نشانی ایک بار کافی ہے اور ہر بار مخالف ذلیل ہوں تو فیصلہ ہو جاوے فیصلہ کا دن دنیا میں نہیں۔ ۱۲

فتح الرحمن ف۱ یعنی بکفرانِ نعمت ۱۲

اور انہی کے روبرو کھڑے ہوکر اور گڑگڑا کر حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے دعائیں کرتے تھے مگر اس سے ان کا مقصد ان بے بس بتوں اور بے جان مجسموں کو معبود اور کارساز سمجھنا ہرگز نہ تھا بلکہ یہ بت تو محض توجہ کی یکسوئی کے لئے بطور قبلہ تھے ان کا مقصد یہ تھا جب وہ ان انبیاء واولیاء علیہم السلام کے بتوں کی عبادت و تعظیم بجا لائیں گے تو وہ اکابر ان سے خوش ہوکر خدا کے یہاں ان کی سفارش کرینگے انهم وضعوا هٰذه الاصنام علی صور انبیاءهم واکابرهم وزعموا انهم متی اشتغلوا بعبادة هٰذه التماثیل فان اولئك الاکابر یشفعون لهم عند الله تعالیٰ (ابو السعود ج ۳ ص ۲۰۰) مشرکین کا بتوں سے برتاؤ بعینہٖ ایسا ہی تھا جیسا کہ آجکل کے قبر پرستوں کا قبروں سے ہے۔

قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا

کہدے کہ اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلے تحقیق ہمارے فرشتے لکھتے ہیں حیلہ بازی

تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِیْ يُسَيِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ

تمہاری ف۱ وہی تم کو پھراتا ہے ۳۵ جنگل اور دریا میں

حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ

یہاں تک کہ جب تم بیٹھے کشتیوں میں اور لیکر چلیں وہ لوگوں کو اچھی ہوا سے

وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ

اور خوش ہوئے اس سے آئی کشتیوں پر ہوا تند اور آئی ان پر موج

مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا

ہر جگہ سے اور جان لیا انہوں نے کہ وہ گھر گئے پکارنے لگے

اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ

اللہ کو خالص ہو کر اس کی بندگی میں اگر تو نے بچا لیا ہم کو

هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا

اس سے تو بیشک ہم رہیں گے شکر گزار پھر جب بچا لیا ان کو اللہ نے لگے

هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ

شرارت کرنے اسی وقت زمین میں ناحق سنو لوگو ۳۶

اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؗ

تمہاری شرارت ہے تمہی پر نفع اٹھالو دنیا کی زندگانی کا

ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

پھر ہمارے پاس ہے تم کو لوٹ کر آنا پھر ہم بتا دیں گے جو کچھ کہ تم کرتے تھے ۳۷

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ

دنیا کی زندگانی کی وہی مثل ہے جیسے ہم نے پانی اتارا آسمان سے

ف توحید پر چوتھی عقلی دلیل ۱۲

ف دنیا کی حقارت اور نا پائیداری کا بیان ۱۲

ف حقارت دنیا کی مثال ۱۲

آجکل بہت سے لوگ قبروں کی عبادت و تعظیم بجا لاتے ہیں قبروں کو سجدے کرتے اور ان پر نذریں منتیں چڑھاتے ہیں۔ اس سے انکا مقصود قبروں کی عبادت و تعظیم نہیں ہوتا بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس طرح قبروں والے ہم سے خوش ہوکر اللہ کے یہاں ہماری سفارش کرینگے۔ امام رازی رحنے مشرکین عرب اور اپنے زمانے (ساتویں صدی) کے مشرکین کے فعل کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ انهم وضعوا هٰذه الاصنام والاوثان علی صور انبیآئهم واکابرهم وزعموا انهم متی اشتغلوا بعبادة هٰذه التماثیل فان اولئك الاکابر تکون شفعآء لهم ونظیره فی هٰذا الزمان اشتغال کثیر من الخلق بتعظیم قبور الاکابر علی اعتقاد انهم اذا عظموا قبورهم فانهم یکونون شفعآء لهم عند الله (کبیر ج ۴ ص ۶۱۹) امام ابو السعود حنفی اور امام رازی شافعی کے اقوال سے معلوم ہوا کہ یہ آیت پتھر کے بے جان ٹھاکروں کے بارے میں نہیں بلکہ انبیاء، اولیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے بارے میں ہے۔ ۳۳ یہ مشرکین کے مذکورہ دعوی کا جواب ہے یعنی زمین و آسمان میں اللہ کے یہاں کوئی شفیع غالب نہیں۔ اگر ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا اور کتب سابقہ میں اس کا ذکر ہوتا مگر تم (اے مشرکین عرب) اللہ تعالیٰ کو ایک ایسی بات بتانا چاہتے ہو جس کو وہ نہیں جانتا کیونکہ سرے سے اس کا وجود ہی نہیں۔ اتخبرون الله ان له شریکا فی ملکه او شفیعا بغیر اذنه والله لا یعلم لنفسه شفیعا فی السمٰوات ولا فی الارض لانه لا شریك له فلذلك لا یعلمه (قرطبی ج ۸ ص ۳۲۲) سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۔ ان شرکاء اور شفعاء سے پاک ہے جن کو وہ اللہ کے شریک اور اس کے یہاں سفارشی ٹھہراتے ہیں۔ ۳۴ فَاخْتَلَفُوْا کے بعد کا مضمون مقدر ہے ای بعث الله النبیین الخ بقرینہ سورۂ بقرہ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ الخ اور سورۂ بقرہ میں فَبَعَثَ سے پہلے فَاخْتَلَفُوْا مقدر ہے بقرینہ آیت زیر تفسیر جیسا کہ سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکا ہے (ص۱۰۱، حاشیہ نمبر ۴۰۵) لوگوں کے امت واحدہ ہونے اور پھر مختلف گروہوں میں بٹ جانے کا مضمون قرآن مجید میں کئی جگہوں میں مذکور ہے۔ دنیا میں سب سے پہلے توحید تھی اور تمام لوگ توحید پر متفق تھے کیونکہ توحید دین فطرت ہے۔ اسکے بعد بدعمل اور بے دین لوگوں نے توحید میں اختلاف کیا اور محض ضد کی وجہ سے مسئلہ توحید کی حقانیت کو جانتے ہوئے اس کا انکار کیا۔ اس اختلاف کو مٹانے اور مسئلہ توحید کو واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ قرآن مجید کی اس موضوع پر متعدد آیتوں کو یکجا کرنے سے حسب ذیل امور واضح طور سے معلوم ہوتے ہیں (۱)

موضح قرآن ف۱ یعنی سختی کے وقت آدمی کی نظر اسباب سے اٹھ کر اللہ پر رہتی ہے۔ جب کام بن گیا لگا اسباب پر رکھنے سو ڈرتا نہیں کہ پھر اللہ ایک اسباب کھڑا کر دے اسی تکلیف کا اس کے ہاتھ میں سب اسباب تیار ہیں ایک اسی کی صورت آگے بیان فرمائی۔

فتح الرحمٰن ف۱ بعد از اں خدائے تعالیٰ بیان می فرماید کیفیت مکر و کفران نعمت ۱۲

(۱) اختلاف کن لوگوں نے کیا؟ غلط کار اور باغی عالموں نے (۲) اختلاف کب کیا گیا؟ جب آیات بینات سے توحید کو واضح کر دیا گیا اور اختلاف کرنیوالوں کو مسئلہ توحید کی سچائی کا پورا
پورا علم ہوگیا یعنی علماء سوء نے جان بوجھ کر عمدًا اور قصدًا توحید میں اختلاف ڈالا۔ (۳) اختلاف کیوں پیدا کیا گیا؟ علماء سوء نے محض ضد و عناد اور دنیوی ریاست کی وجہ سے مسئلہ توحید
کے مقابلے میں شرک کا محاذ کھولا اور توحید سے اختلاف کیا۔ پہلی بات سورۂ بقرہ میں مذکور ہے وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ
بَيْنَهُمْ (بقرہ ع ۲۶) یہاں اختلاف کو اہل علم کی جماعت میں منحصر کیا گیا۔ دوسری بات کو سورۂ آل عمران اور شوریٰ میں ذکر کیا گیا۔ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ
بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ (آل عمران ع ۲) وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ (شوریٰ ع ۲) ان دونوں آیتوں میں اہل کتاب کے
اختلاف وتفرق کو مسئلہ توحید کا علم ہو جانے کے بعد کی حالت میں منحصر کرکے واضح کیا گیا ہے کہ اختلاف جہالت و نادانی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ دیدہ و دانستہ محض ضد و عناد اور راہِ حق
سے بغاوت کی بناء پر تھا۔ تیسری بات ان تینوں آیتوں میں لفظ بَغْيًا، اخْتَلَفَ اور تَفَرَّقُوْا کا مفعول لہٗ ہے جو ان کے اختلاف و تفرق کی علت بیان کر رہا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے
ملاحظہ ہو تفسیر سورۂ آل عمران ص ۱۴۲ حاشیہ ۳۸۔ **۳۵** یہ شکویٰ ہے اٰیۃ یعنی ان کا منہ مانگا معجزہ۔ مشرکین اگرچہ بڑے بڑے معجزے دیکھ چکے اور توحید کے واضح دلائل و براہین سن چکے تھے مگر
ضد و عناد اور انتہائی سرکشی کی بناء پر ان میں غور و فکر نہ کیا اور مزید معجزہ لانے کا مطالبہ کر دیا۔ ارادوا اٰیۃ من الاٰیات التی اقترحوھا کا نھم لفرط العتو والفساد ونھایۃ
التمادی فی المکابرۃ والعناد لم یعدوا البینات النازلۃ علیہ علیہ السلام من جنس الاٰیت واقترحوا غیرھا مع انہ قد انزل علیہ من الاٰیات الباھرۃ و
المعجزات المتکاثرۃ الخ (ابو السعود ج ۴ ص ۲۰۰) مشرکین کہتے مکہ کے پہاڑوں کو ہمارے لئے سونا بنا دو یا کم از کم تمہارا گھر ہی سونے کا ہو یا ہمارے فلاں فلاں باپ دادا کو زندہ کرو
وغیرہ وغیرہ ای معجزۃ غیر ھذہ المعجزۃ فیجعل لنا الجبال ذھبًا ویکون لہ بیت من زخرف ویحیی لنا من مات من اٰبائنا (قرطبی ج ۸ ص ۳۲۳) **۳۶** یہ جواب شکویٰ ہے
یعنی معجزہ لانا تو درکنار مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو کوئی اور معجزہ میرے ہاتھوں پر ظاہر کرنا منظور ہے تو وہ کب ظاہر ہوگا۔ یہ تو غیب کی بات ہے اور علم غیب ذاتِ باری تعالیٰ
کے ساتھ مختص ہے۔ مجھے اس کا کوئی علم نہیں اور نہ وہ میرے بس کی بات ہے اور نہ معجزہ اپنے اختیار سے ظاہر کرنا جیسا کہ تم چاہتے ہو نبوت و رسالت کے لوازم میں سے ہے والمعنیٰ ان
ما اقترحتموہ وزعمتم انہ من لوازم النبوۃ وعلقتم ایمانکم بنزولہ من الغیوب المختصۃ باللہ تعالیٰ لا وقوف لی علیہ (ابو السعود ج ۴ ص ۲۰۰) لہٰذا تم اپنے مطلوبہ معجزے
کا انتظار کرتے رہو اور میں بھی منتظر ہوں کہ آیات بینات کے انکار و جحود اور بے جا مطالبے کی اللہ تعالیٰ تمہیں کیا سزا دیتا ہے۔ **۳۷** یہ زجر ہے انسان کی ناشکری اور احسان فراموشی کا یہ عالم
ہے کہ اللہ تعالیٰ تکلیف و مصیبت دور کرکے اسے راحت و خوشحالی سے ہمکنار کر دیتا ہے تو وہ شکر بجالانے کے بجائے اللہ کی آیتوں میں حیل و حجت کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو اللہ کا
کلام ہی نہیں ای مکروا باٰیاتنا بدفعھا وانکارھا (مدارک ج ۲ ص ۱۲۱) قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا یعنی اللہ تعالیٰ ان کے جحود و انکار پر ان کو بہت جلد عذاب دے سکتا ہے۔ مشرکین
نے اللہ کی نعمتوں کے مقابلے میں اس کی آیات کے انکار کی تدبیر سوچی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی سزا دینے کی ایک نہایت ہی لطیف تدبیر نکالی کہ کراماً کاتبین کو ان کے تمام برے بھلے اعمال
کی ڈائری لکھنے پر مامور فرما دیا اور اس کے مطابق انہیں پوری پوری سزا دی جائے گی۔ اور اس طرح وہ سر محشر ذلیل و رسوا ہوں گے۔ ان رسل اللہ یکتبون مکرھم ویحفظونہ و
تعرض علیھم ما فی بواطنھم الخبیثۃ یوم القیٰمۃ ویکون ذلک سببًا للفضیحۃ التامۃ والخزی والنکال نعوذ باللہ تعالیٰ منہ (کبیر ج ۴ ص ۲۲۰) **۳۸** یہ توحید پر
چوتھی عقلی دلیل ہے جَرَيْنَ بِهِمْ یہاں خطاب سے غیبت کی طرف التفات ہے یعنی پہلے مشرکین کو ضمیر خطاب سے مخاطب فرمایا اس کے بعد ضمیر خطاب کی جگہ
ضمیر غائب استعمال فرمائی۔ جب مشرکین سمندروں اور دریاؤں میں سفر کرتے اور ہوا کا رخ موافق ہوتا تو بہت خوش ہوتے لیکن اگر ان کی کشتیاں طوفانِ باد و باراں میں گھر جاتیں
تو نہایت خلوص سے اللہ تعالیٰ کو پکارنا شروع کر دیتے اور معبودانِ باطلہ کو بھول جاتے اور ساتھ ہی یہ بھی عہد کرتے کہ اے اللہ! اگر تو نے ہمیں اس مصیبت سے نجات دیدی
تو ہم تیرا شکر ادا کریں گے اور صرف تیری ہی عبادت کریں گے۔ اور ہر کام میں تجھے ہی پکارا کریں گے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ ان کی کشتیاں صحیح سلامت کنارے لگا دیتا تو وہ
پھر شرک کرنے لگتے۔ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ ای دعوہ وحدہ وترکوا ما کانوا یعبدون (قرطبی ج ۸ ص ۳۲۵) مشرکین حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے
کہ اگر مسئلہ توحید نہ مانو گے تو اللہ کا عذاب آئیگا جو تمہیں نیست و نابود کر دے گا۔ جب وہ دریاؤں کی غضبناک موجوں میں گھر جاتے تو انہیں خیال آتا شاید جس عذاب سے پیغمبر
ڈراتا تھا وہ عذاب آگیا اس لئے خَالِصَةً اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے۔ **۳۹** یہ تنبیہ ہے اور اس سے دنیا کی تحقیر اور بے وقعتی کا بیان مقصود ہے مَتَاعَ الْحَيٰوةِ منصوب بنزع
خافض ہے ای فی متاع الحیٰوۃ الخ جس دنیا پر تم مغرور ہو کر حق کو نہیں مانتے ہو وہ بہت حقیر اور بالکل ناپائیدار ہے۔ اس چند روزہ دنیا میں تم اللہ کی نافرمانی کرکے اپنی جانوں
پر ظلم و زیادتی کر لو آخر قیامت کے دن میرے سامنے آؤ گے جہاں اپنے کئے کی سزا پاؤ گے۔ **۴۰** یہ دنیا کی حقارت اور اس کی ناپائیداری کی تمثیل ہے۔ اِخْتَلَطَ زیادہ اور
گنجان ہوگئی زُخْرُفَهَا زیور یعنی سرسبز و شاداب کھیتوں اور رنگا رنگ پھولوں کی وجہ سے زمین مانند عروس خوبصورت ہوگئی۔ وَازَّيَّنَتْ۔ یہ ماقبل کی تفسیر ہے كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ
بِالْاَمْسِ گویا کہ کل گذشتہ اس کا نام و نشان تک نہ تھا۔ جس طرح بارش برسنے کے بعد زمین سرسبز و شاداب اور رنگا رنگ پھولوں سے مزین اور بارونق ہو جاتی ہے لیکن جونہی کوئی ہمہ گیر
آفت آئی بس لہلہاتے کھیتوں اور باغوں کا ستیاناس ہوگیا اور ایسے تباہ ہوئے کہ ان کا نام و نشان تک نہ رہا گویا کہ یہاں کچھ تھا ہی نہیں بالکل یہی حال اس کارگاہ عالم کا ہے اس کی
چہل پہل، زینت و آرائش اور رونق و زیبائش بالکل ناپائیدار اور چند روزہ ہے۔ اس لئے دنیا کی عیش و عشرت میں منہمک ہو کر اللہ کی توحید اور آخرت سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔

۱۴۱ بشارت اخروی ہے دار السلام سے مراد جنت ہے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا خبر مقدم الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ معطوف علیہ مع معطوف مبتدا مؤخر زِيَادَةٌ سے دیدار الٰہی مراد ہے قَتَرٌ سیاہی اور بے رونقی یعنی جن لوگوں نے چند روزہ دنیا پر دین کو ترجیح دی اور پورے اخلاص کے ساتھ توحید و رسالت کو مانا اور شعائر اسلام کی پیروی کی ان کیلئے آخرت میں جنت کا حتمی وعدہ ہے، ان کو ان کے تمام اعمال کی جزا ملیگی اور سب سے بڑا انعام جو انہیں وہاں ملے گا وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ جیسا کہ بہت سے صحابہ کرامؓ سے منقول ہے۔ (وزیادۃ) رؤیۃ الرب عزوجل کذا عن ابی بکر وحذیفۃ وابن عباس وابی موسیٰ الاشعری وعبادۃ ابن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم (مدارک ج ۲ ص ۱۲۳) قیامت کے دن بدکاروں کی طرح ان کے چہرے سیاہ اور بے رونق نہیں ہوں گے اور نہ ذلت و رسوائی ہی کا انہیں سامنا ہوگا۔ بلکہ وہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے شاہانہ ٹھاٹھ اور خسروانہ آن بان سے ۱۴۲ تخویف اخروی برائے مشرکین۔ جن لوگوں نے لذاتِ دنیا میں منہمک ہو کر حق کو ٹھکرا دیا، بداعمالیوں اور مشرکانہ افعال میں زندگیاں بسر کر دیں آخرت میں ان کا بہت برا حال ہوگا۔ میدان حشر میں ذلیل و رسوا ہونگے اور ان کے چہرے اس قدر سیاہ ہوں گے گویا کہ ان کے چہروں پر اندھیری رات کی تاریکی کی تہیں جمی ہوئی ہیں وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے اور ہمیشہ جہنم کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ كَاَنَّمَا اُغْشِيَتْ الخ یعنی کانما البست وجوھھم سوادا من اللیل المظلم (خازن ج ۳ ص ۱۶۷)

فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَ

پھر رلا ملا نکلا اس سے سبزہ زمین کا جو کہ کھائیں آدمی اور

الْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا

جانور یہاں تک کہ جب پکڑی زمین نے رونق

وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ

اور مزین ہو گئی اور خیال کیا زمین والوں نے کہ یہ ہمارے ہاتھ لگے گی ناگاہ

اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا

پہنچا اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر کر ڈالا اسکو کاٹ کر ڈھیر

كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

گویا کل یہاں نہ تھی آبادی اسی طرح ہم کھول کر بیان کرتے ہیں نشانیوں کو

لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ

ان لوگوں کے لئے جو غور کرتے ہیں ف۱ اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف ۱۴۱

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ

اور دکھاتا ہے جسے چاہے راستہ سیدھا جنہوں نے

اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ

کی بھلائی ان کے لئے ہے بھلائی اور زیادتی ف۲ اور نہ چڑھے گی ان کے منہ پر

قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا

سیاہی اور نہ رسوائی وہ ہیں جنت والے وہ اسی میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۢ

رہا کریں گے اور جنہوں نے کمائیں برائیاں ۱۴۲ بدلا ملے برائی کا

بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ

اس کے برابر اور ڈھانک لے گی ان کو رسوائی کوئی نہیں ان کو اللہ سے

موضح قرآن ف یعنی روح آسمان سے بدن میں آئی بدن میں مل کر نوت پکڑی پھر کام کئے انسانی اور حیوانی جب ہر سبزی میں پورا ہوا اور اس کے متعلقوں کو اس پر بھروسہ ہوا ناگہاں موت آپہنچی... ہمارا حکم پہنچا یعنی پک کر زرد ہو گئی پھر کٹی یا کوئی فوج آپڑی کہ کچی کاٹ ڈالی یعنی موت ناگہاں آتی ہے۔

فتح الرحمٰن ف۲ یعنی رؤیت خدا تعالیٰ ۱۲

۴۳ تخویف اخروی مع بیان ثمرۂ دلیل مَکَانَکُمْ سے پہلے فعل ناصب محذوف ہے آی الزموا مذکورہ بالا دلائل سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ مشرکین جن معبودانِ باطلہ کی عبادت کرتے اور جن کو عنداللہ شفیع غالب خیال کرتے ہیں وہ محض عاجز و درماندہ ہیں اور ان کے اختیار میں کسی کا نفع و ضرر نہیں یہاں بطور نتیجہ اور ثمرۂ آخرت کا منظر پیش کیا گیا کہ دیکھو جن کو تم متصرف و کارساز اور سفارشی سمجھتے ہو قیامت کے دن وہ تمہارے کام تو کیا آئیں گے یا تمہاری سفارش تو کیا کریں گے بلکہ وہ تو سرے سے تمہاری عبادت اور پکار ہی کا انکار کردیں گے اور میدانِ حشر میں علی رؤس الاشہاد خدا کی قسم کھا کر اعلان کریں گے کہ وہ تمہاری عبادت اور پکار سے بالکل بے خبر تھے اور انہیں اس بات کا قطعاً کوئی علم نہیں کہ کون ان کی قبر پر آیا، کس نے ان کی قبروں پر سجدے کئے، کون ان کے نام کی نذریں منتیں دیتا رہا اور کون انہیں حاجت روائی کے لئے پکارتا رہا اس سے سماعِ موتی کی نفی مفہوم ہے کما لا یخفی علی من لہ ادنی فہم و تدبر ۴۴ شرکاء سے یہاں فرشتے، پیغمبر اور اولیاء اللہ مراد ہیں جن کے مجسمے بنا کر مشرکین انکی عبادت کرتے ہیں یا جن مردانِ حق کی قبروں پہ جا کر انکو پکارتے ہیں قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب طلبی ہوگی کہ کیا یہ لوگ دنیا میں تمہیں پکارتے تھے اور کیا تم نے انہیں اس بات کی تعلیم دی تھی یا ان مشرکانہ افعال کا ان کو حکم دیا تھا تو وہ صاف انکار کریں گے بارے خدایا! ہم نے انکو شرک کی تعلیم ہرگز نہیں دی، نہ اس پر راضی تھے بلکہ ہمیں تو ان کے مشرکانہ افعال کا علم بھی نہیں قیل المراد بالشرکاء الملٰئکۃ والمسیح فانہم ما امروا بہا ولا رضوا بہا (مظہری ج ۵ ص ۲۳) والمراد بالشرکاء قیل الملٰئکۃ و عزیر والمسیح وغیرہم ممن عبدوہ من اولی العلم الخ (ابو السعود ج ۴ ص ۸۲۲) یہ مضمون قرآن مجید میں اور کئی جگہوں میں اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ سورۃ الفرقان ع ۲ میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان نیک لوگوں سے فرمائے گا جن کی دنیا میں عبادت کی گئی ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَ کیا میرے ان بندوں کو تم نے گمراہ کیا تھا اور انہیں شرک کی تعلیم دی تھی یا وہ خود ہی گمراہ ہوئے تو نیک لوگ جواب دیں گے سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ یَنْۢبَغِیْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِیَآءَ اے اللہ تو ہر شرک سے پاک ہے ہم نے دنیا میں اپنی ذات کیلئے تیرے سوا کسی کو کارساز نہیں بنایا تو اوروں کو ہم کیونکر شرک کی راہ پر ڈال سکتے تھے اسیطرح ایک جگہ فرشتوں کے بارے میں ارشاد ہے وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اَهٰۤؤُلَآءِ اِیَّاكُمْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ (سبا ع ۵) ۴۵ یہ ظرف زمان ہے یا ظرف مکان تَبْلُوْا پالیگا، جان لے گا یا چکھ لے گا مَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ جن معبودانِ باطلہ کو انہوں نے کارساز اور سفارشی سمجھ رکھا تھا وہ سب غائب ہوں گے اور کوئی بھی ان کے کام نہ آسکے گا۔ (مَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ) من ان الہتہم تشفع لہم اوما کانوا یدعون انہا الہۃ (ابو السعود ج ۴ ص ۲۲۳) انہم کانوا یدعون فیما یعبدونہ انہم شفعاء وان عبادتہم مقربۃ الی اللہ تعالیٰ فنبہ تعالیٰ علی ان ذلک یزول فی الاٰخرۃ ویعلمون ان کل ذلک باطل افتراء واختلاق (کبیر ج ۴ ص ۵۳۸) ۴۶ یہ توحید پر پانچویں عقلی دلیل ہے لیکن علی سبیل الاعتراف من الخصم یعنی ایسے عقلی امور کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے جو فریق مخالف یعنی مشرکین کے نزدیک مسلّم ہیں اور فریق مخالف انکو مانتا ہے۔ یہ دلیل ایسے چھ امور پر مشتمل ہے جن کو مشرکین تسلیم کرتے تھے یہ دلیل سابقہ دلیلوں سے بطور ترقی ہے یعنی یہ ایسے امور ہیں کہ مخالف بھی ان کا اقرار کرتے ہیں۔ کما قیل اصح الشہادات

عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِیَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ
بچانے والا گویا کہ ڈھانک دیئے گئے ہیں ان کے چہرے اندھیری رات

الَّیْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا
کے ٹکڑوں سے وہ ہیں دوزخ والے وہ اسی میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَ یَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ
رہا کریں گے اور جس دن جمع کریں گے ہم ان سب کو ۴۳ پھر

نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَ
کہیں گے شرک کرنے والوں کو کھڑے ہو اپنی اپنی جگہ تم اور

شُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَیَّلْنَا بَیْنَهُمْ وَ قَالَ شُرَكَآؤُهُمْ
تمہارے شریک پھر توڑ دیں گے ہم آپس میں ان کو اور کہیں گے ان کے شریک ۴۴

مَّا كُنْتُمْ اِیَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا
تم ہماری تو بندگی نہ کرتے تھے سو اللہ کافی ہے شاہد

بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِیْنَ ﴿۲۹﴾
ہمارے اور تمہارے بیچ میں ہم کو تمہاری بندگی کی خبر نہ تھی ف ۱

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّاۤ اَسْلَفَتْ وَ رُدُّوْۤا اِلَى
وہاں جانچ لے گا ۴۵ ہر کوئی جو اس نے پہلے کیا تھا اور رجوع کریں گے

اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
اللہ کی طرف جو سچا مالک ہے ان کا اور جاتا رہے گا ان کے پاس سے جو

یَفْتَرُوْنَ ﴿۳۰﴾ قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ
جھوٹ باندھا کرتے تھے تو پوچھ کون روزی دیتا ہے تم کو ۴۶ آسمان سے اور

الْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ
زمین سے یا کون مالک ہے کان کا اور آنکھوں کا ف ۱ اور کون

النصف ۴۳ تخویف اخروی مع بیان ثمرہ دلیل سابق ۱۲

النصف ع ۱۰ / ۳ ۴۶ توحید پر پانچویں عقلی دلیل ۱۲

موضح قرآن ف ۱ جتنے مشرک ہیں اپنے خیال کو پوجتے ہیں یا شیطان کو اور نام کرتے ہیں نیکوں کا وہ اس کام سے بیزار ہیں آخرت میں معلوم ہوگا۔

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی خالق گوش و چشم با شند ۱۲

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو

الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُؕ

زندہ سے ۳۰ اور کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی سو بول اٹھیں گے کہ اللہ

فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ

تو تو کہہ پھر ڈرتے نہیں ہو سو یہ اللہ ہے ۳۰ رب تمہارا

الْحَقُّۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى

سچا پھر کیا رہ گیا سچ کے پیچھے مگر بھٹکنا سو کہاں سے

تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى

لوٹے جاتے ہو اسی طرح ٹھیک آئی بات تیرے رب کی ان

الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ قُلْ هَلْ

نافرمانوں پر کہ یہ ایمان نہ لائیں گے ف۱ پوچھ کوئی ہے

مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ

تمہارے شریکوں میں وہ جو پیدا کرے خلق کو پھر دوبارہ زندہ کرے

قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى

تو کہہ اللہ پہلے پیدا کرتا ہے پھر اس کو دہرائے گا سو کہاں سے

تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ

پلٹے جاتے ہو پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو

يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ

راہ بتلائے صحیح تو کہہ اللہ راہ بتلاتا ہے صحیح تو اب جو

يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ

راہ بتائے صحیح اس کی بات ماننی چاہیئے یا اس کی جو آپ نہ پائے راہ

ما ابشهد به الاعداء جب کافران باتوں کو مانتے اور اللہ تعالیٰ کی مذکورہ صفات کا اقرار کرتے ہیں تو پھر انہیں اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کارسازی کو بھی مان لینا چاہیئے کہ وہی مالک ومختار اور متصرف وکارساز ہے۔ اول زمین وآسمان سے تمام بنی آدم بلکہ تمام جاندار مخلوق کی روزی کا انتظام اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ دوم سننے کی قوت بھی اللہ ہی نے سب کو عطا کی ہے۔ سوم اسی طرح دیکھنے کی طاقت بھی اللہ تعالیٰ ہی کا عطیہ ہے اور وہ ان دونوں قوتوں کو سلب کر لینے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ چہارم بے جان انڈے اور نطفہ سے جاندار بچہ پیدا کرنا اور پنجم جاندار یعنی انسان اور پرندے سے بے جان نطفہ اور انڈا پیدا کرنا اسی کا کام ہے۔ یا میت سے مراد کافر ہے کیونکہ وہ ایمان سے محروم ہونے کی وجہ سے مردہ ہے اور حیّ سے مراد مؤمن جو دولت ایمان کی برکت سے زندۂ جاوید ہے یا حی سے مراد کھیتی اور میت سے مراد زمین ہے ای النبات من الارض والانسان من النطفة والسنبلة من الحبة والطير من البيضة والمؤمن من الكافر (قرطبی ج ۸ ص ۳۳۵) حق بات یہ ہے کہ یہ جملہ اپنی جامعیت کے اعتبار سے ان تمام اشیار کو شامل ہے۔ ششم زمین وآسمان کا سارا کاروبار اور نظام عالم اسی کی تدبیر سے چل رہا ہے تدبیر عالم میں وہ یکتا و یگانہ ہے اور اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ یعنی جب تم یہ ساری باتیں جانتے اور مانتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہو تو پھر شرک سے کیوں نہیں بچتے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو کارساز اور متصرف علی الاطلاق کیوں نہیں مانتے ہو افلا تتقون الشرك فی العبودية اذا اعترفتم بالربوبية (مدارک ج ۲ ص ۱۲۴) مشرکین مکہ کا عقیدہ تو یہ تھا کہ مذکورہ بالا امور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہیں اور ان کے مزعومہ معبودوں میں ان کاموں کی طاقت نہیں یعنی انهم یعترفون ان فاعل هذه الاشياء هو الله تعالیٰ (خازن ج ۳ ص ۱۸۸) یعنی لا یقدرون علی اسناد هذه الامور الی ما یدعونه الهة لظهور بطلانه (مظہری ج ۵ ص ۲۵) مگر آجکل کے مشرک ان سے بھی بازی لے گئے۔ مشرکین مکہ نے اعتراف کیا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی مدبر عالم نہیں مگر چودہویں صدی کے ایک مدعی اسلام نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو برملا مدبر عالم کا خطاب دیا ہے ؎

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی ہے مختار بھی ہے
کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

(حدائق بخشش حصہ اول)

۴۷ بھلا بتلاؤ تو سہی کہ رازق کون ہے اور مالک سمع وبصر کون ہے۔ وہ جواب دیں گے کہ اللہ تو پھر اسی کو پکارو اوروں کو کیوں پکارتے ہو۔ اَمَّنْ میں ام منقطعہ ہے (رضی) اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلی بات غلط ہے اور اس سے اعراض کیا گیا ہے بلکہ ایک امر سے دوسرے امر کی طرف انتقال مراد ہے یعنی بتاؤ تمہیں روزی کون دیتا ہے اچھا اسے رہنے دو ایک اور بات بتاؤ کہ مالک سمع وبصر کون ہے۔ ۴۸ یہ دلیل مذکور کا ثمرہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ جو صفات بالا سے متصف ہے وہی تمہارا کارساز ہے نہ وہ جنہیں تم نے بنا رکھا ہے ای هذا الذی یفعل هذه الاشياء هو ربكم الحق لا ما اشرکتم معه (قرطبی ج ۸ ص ۳۳۵) فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ یعنی مسئلہ واضح ہو جانے کے بعد پھر کس وجہ سے حق سے پھرے جا رہے ہو الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا فسق سے درجہ کاملہ یعنی کفر مراد ہے اور جملہ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ کا بیان ہے جو لوگ مسئلہ توحید کی اس قدر وضاحت کے بعد بھی نہ مانیں اور ضد وعناد سے کفر پر اڑے رہیں ایسے لوگوں کے بارے میں خداوند تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ مہر جباریت کی وجہ سے انہیں ایمان کی توفیق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ ۴۹ اس سورت میں زجروں کے بیان پر خاص

موضح قرآن ف۱ یعنی اللہ نے ازل سے ان کی قسمت میں یقین نہیں لکھا اور سبب اس کا بے حکمی ان کی۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی حیوان را از نطفہ و نطفہ را از حیوان ۱۲

طور سے زور دیا گیا ہے یہاں سے خصوصی زجروں کا آغاز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں تو مشرکین نے صفات مذکورہ کا اعتراف کر لیا اب فرمایا ان سے پوچھو بھلا تمہارے مزعومہ معبودوں میں کوئی ایسا ہے جو مخلوق کو پیدا کر سکے اور پھر موت کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کر سکے قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ الخ یا کوئی ایسا ہے کہ ہدایت الی الحق اس کے اختیار میں ہو هل من شرکائکم الذین جعلتموا انداد اللہ احد یهدی الی الحق مثل هدایۃ اللہ تعالیٰ (مدارک ج ۲ ص ۱۲۵) فرمایا ضد و عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اگر وہ جواب نہ دیں تو آپ خود ہی اعلان کر دیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے سب کو پیدا کیا اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا اور ہدایت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ **۵۰** اب تم ہی بتاؤ جو اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور

اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَا

مگر جب کوئی اس کو راہ بتلائے سو کیا ہو گیا تم کو کیسا انصاف کرتے ہو اور وہ

يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ

اکثر چلتے ہیں محض اٹکل پر ؎۱ سو اٹکل کام نہیں دیتی

الْحَقِّ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَا

حق بات میں کچھ بھی اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اور وہ

كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ

نہیں ؎۲ یہ قرآن کہ کوئی بنا لے اللہ کے سوا اور لیکن

تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ

تصدیق کرتا ہے اگلے کلام کی اور بیان کرتا ہے ان چیزوں کو جو تم پر لکھی گئیں

لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

جس میں کوئی شبہ نہیں پروردگار عالم کی طرف سے کیا لوگ کہتے ہیں کہ

افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ

یہ بنا لایا ہے ؎۳ تو کہہ دے تم لے آؤ ؎۴ ایک ہی سورت ایسی اور بلا لو جس کو

اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

بلا سکو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ

بات یہ ہے کہ ؎۵ جھٹلانے لگے جس کے سمجھنے پر انہوں نے قابو نہ پایا اور ابھی آئی نہیں

تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ

اس کی حقیقت ؎۶ اسی طرح جھٹلاتے رہے ان سے اگلے سو دیکھ لے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ

کیسا ہوا انجام گنہگاروں ف اور بعضے ان میں یقین کریں گے

ہدایت و ضلالت جس کے اختیار میں ہے اس کی پیروی اور عبادت بہتر ہے یا ان کی جو کسی کو ہدایت دینا تو درکنار خود بھی ہدایت نہیں پا سکتے۔ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ان عاجز معبودوں کی عبادت و پکار سے تمہیں کیا ملتا ہے اور تم اپنے لئے کیسا باطل فیصلہ کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ **۵۱** مشرکین میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو محض ظن و تخمین کی پیروی کرتے اور بطور رسم و رواج دوسروں کی دیکھا دیکھی غلط راستے پر چلتے ہیں **۵۲** یہ شکوے کیلئے تمہید ہے۔ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے کسی غیر کا افترا نہیں۔ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ یہ قرآن کے افترا نہ ہونے کی پہلی وجہ ہے یعنی یہ قرآن تو کتب سابقہ کے مضامین کی تصدیق کرتا ہے وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ یہ دوسری وجہ ہے۔ یہ قرآن شرائع اسلام اور فرائض و احکام کی تفصیل کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ تبیین ما کتب وفرض من الاحکام والشرائع من قولہ کتاب اللہ علیکم (مدارک ج ۲ ص ۱۲۵) **۵۳** یہ شکوی ہے مشرکین نے کہا تھا کہ یہ قرآن محمد خود بنا تا ہے اور خدا کے ذمہ لگا دیتا ہے۔ یقول ھؤلاء المشرکون افتری محمد ھذا القرآن واختلقہ من قبل نفسہ (خازن ج ۳ ص ۱۹۰) **۵۴** یہ جواب شکوی ہے۔ اگر یہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام ہے تو تم بھی اہل لسان ہو اپنے سب ہم مسلک فصحاء و بلغا کو اکٹھا کر لو اور اپنے مزعومہ معبودوں سے بھی امداد حاصل کر لو اور قرآن جیسی فصیح و بلیغ صرف ایک ہی سورت بنا کر لے آؤ۔ اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر میں یہی تقریر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تم ایسی فصاحت و بلاغت پر مشتمل کلام بنا کر لے آؤ۔ اس طرح ایسا بلیغ کلام لانے سے ان کے عجز کا اظہار مقصود ہے لیکن اس پر شبہ ہوتا ہے کہ مقابلہ ہمیشہ فصحاء اور بلغاء سے نہیں ہوتا اس لئے مناسب یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہو کہ تم ایسی ایک سورت بنا کر لے آؤ جو قرآن کی طرح عقلی، نقلی اور وحی کے دلائل پر مشتمل ہو۔ اس لئے اعجاز قرآن کو صرف ایک پہلو میں منحصر نہ کرنا چاہئے بلکہ قرآن مجید ہر پہلو سے معجزہ ہے جیسا کہ علامہ تفتازانی نے تلویح شرح توضیح میں مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں اختلفوا فی جہۃ اعجاز القرآن مع الاتفاق علی کونہ معجزا فقیل انہ ببلاغتہ وقیل باخبارہ عن المغیبات وقیل باسلوبہ وقیل بصرف اللہ تعالیٰ العقول عن المعارضۃ الخ (تلویح ص ۱۸) **۵۵** انہوں نے قرآن کے مضامین میں غور و فکر نہیں کیا نہ ان کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے اس لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ان کی تکذیب کسی معقول سبب پر مبنی ہو اور انہوں نے قرآنی مضامین میں کوئی شبہہ پایا ہو بلکہ وہ محض ضد و عناد کی بنا پر تکذیب کر رہے ہیں۔ یعنی ان کلامھم وانکارھم للقرآن لیس مبنیا علی التحقیق والتفکر (مظہری ج ۵ ص ۲۸) **۵۶** یہ جملہ حالیہ ہے یعنی ابھی تک ان کو وعید کا مصداق (عذاب) نہیں آیا۔ حاصل یہ کہ قرآن کے مقابلہ میں سورت بنا کر لانا تو درکنار ان میں اتنا عقل و فہم کہاں وہ تو ایک ایسی بات کی تکذیب کر رہے ہیں جس کے بطلان کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ابھی ان کو اس تکذیب کی سزا نہیں ملی وہ پہلے لوگوں کا

موضح قرآن ف اس کی حقیقت نہیں آئی یعنی جو وعدہ ہے اس قرآن میں وہ ابھی ظاہر نہیں ہوا۔

حال نہیں دیکھتے کہ تکذیب کی ان کو کیا سزا ملی كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ مشرکین امم سابقہ نے بھی یہی کیا تھا۔ تکر و تدبر کے بغیر ہی محض عناداً پیغام خداوندی کی تکذیب کر دی کذبوا رسلهم قبل النظر فی معجزاتهم وقبل تدبرها عناداً وتقليداً للآباء (مدارک ج ۲ ص ۱۲۶) پھر ان کا جو انجام ہوا وہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے۔ ۵۷ ان میں کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو دل سے قرآن یا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں مگر از راہ عناد اس کا اقرار و اظہار نہیں کرتے اور کچھ ایسے ہیں جو دل سے بھی نہیں مانتے ای یصدق بہ فی نفسہ ویعلم انہ حق ولکن یعاند بالتکذیب (وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ) لایصدق بہ ویشك فیہ (مدارک) ۵۸ یہ زجر ہے۔ یعنی اگر حجت تام کر دینے کے باوجود مشرکین آپ کی تکذیب پر اصرار کریں اور نہ ماننے پر اڑ جائیں یہاں تک کہ آپ ان کے ایمان سے مایوس ہو جائیں تو آپ ان سے صاف فرما دیں میں تمہیں ماننے پر مجبور نہیں کرتا تم اپنی راہ پہ چلو، میں اپنی راہ پر گامزن ہوں، تم اپنے عمل تکذیب و اشراک کی سزا پاؤ گے، میں اپنے عمل تبلیغ و انذار اور طاعت و عبادت کی جزا پاؤں گا۔ ہر ایک کے ساتھ اس کے اعمال کے مطابق برتاؤ کیا جائے گا۔ لی ثواب عملی فی التبلیغ والانذار والطاعۃ للہ تعالیٰ (وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ) ای جزاءہ من الشرك (قرطبی ج ۸ ص ۳۴۶) ۵۹ یہ بھی زجر ہے۔ منکرین میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو ظاہری کانوں سے تو آپ کی باتیں اور آپکی تلاوت سنتے ہیں مگر ان کے دلوں میں انابت نہیں اور یہ باتیں ان کے دلوں میں نہیں اترتیں۔ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ الخ یہ استفہام انکاری ہے اور الصُّمّ (بہروں) سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دلوں سے مہر جباریت کی بنا پر ماننے کی استعداد سلب کر لی گئی ہو اور اس کے ساتھ وہ عقل و فکر سے بھی محروم ہوں یعنی جن لوگوں کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے ان کو راہ راست پر لانا آپ کے اختیار میں نہیں۔ وجعلهم کالصم للختم علی قلوبهم والطبع علیها ای لا تقدر علی هدایة من اصمه الله عن سماع الهدی (قرطبی ج ص) ۶۰ اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو ظاہری آنکھوں سے آپکی طرف دیکھتے اور آپکی صداقت اور نبوت کے دلائل واضحہ کا مشاہدہ کرتے ہیں مگر دل سے آپکی تصدیق نہیں کرتے کیونکہ مہر جباریت کی وجہ سے ان کی بصیرت معطل ہو چکی ہے اور ان کی مثال ان اندھوں کی سی ہے جو ظاہری آنکھوں کے ساتھ ساتھ اندرونی بصیرت یعنی عقل و فراست سے بھی محروم ہوں اس لئے ان کے راہ راست پر آنے کی اب کوئی امید نہیں یعنی انهم فی الیأس من ان یقبلوا ویصدقوا کالصم والعمی الذین لا عقول لهم ولا بصائر (مدارک ج ۲ ص ۱۲۶) ۶۱ جملہ ماقبل کی علت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل و بصیرت اور ہدایت سے محروم کر کے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کیونکہ جب دلائل و براہین سے حق ان پر واضح ہو گیا تو انہوں نے اسے تسلیم نہ کیا، اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی عقل و خرد سے کام نہ لیا اور جان بوجھ کر عمداً قصداً محض ضد و عناد کی وجہ سے اس کا انکار کیا اس لئے یہ ان کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے کہ انہیں قبول ہدایت کی توفیق سے محروم کر دیا گیا۔ ای لعدم استعمال مشاعرهم فیما خلقت لہ واعراضهم عن قبول الحق وتکذیبهم للرسل وترك النظر فی الادلة (روح ج ۱۱ ص ۱۲۶) ۶۲ یہ تخویف اخروی ہے جو لوگ حق بات کو سننے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے انہیں آخرت کے عذاب سے خبردار رہنا چاہیئے۔ یوم کا عامل

بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ

قرآن کا اور بعضے یقین نہ کریں گے ۵۸ اور تیرا رب خوب جانتا ہے

بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝۴۰ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ

شرارت والوں کو اور اگر تجھ کو جھٹلائیں ۵۹ تو کہہ میرے لئے میرا کام اور

لَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْۗـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا

تمہارے لئے تمہارا کام تم پر ذمہ نہیں میرے کام کا اور مجھ پر

بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۴۱ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ

ذمہ نہیں جو تم کرتے ہو ۱ اور بعضے ان میں ۶۰ کان رکھتے ہیں

اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴۲

تیری طرف کیا تو سنائے گا بہروں کو اگرچہ ان کو سمجھ نہ ہو

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ

اور بعضے ان میں ۶۱ نگاہ کرتے ہیں تیری طرف کیا تو راہ دکھائے گا اندھوں کو اگرچہ

كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ۝۴۳ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْــــًٔا

وہ سوجھ نہ رکھتے ہوں ۳ اللہ ۶۱ ظلم نہیں کرتا لوگوں پر کچھ بھی

وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۴۴ وَيَوْمَ يَحْشُرُھُمْ

لیکن لوگ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہیں ۴ اور جس دن ان کو جمع کریگا

كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ

گویا نہ رہے تھے مگر ایک گھڑی دن ۶۲ ایک دوسرے کو

بَيْنَھُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا

پہچانیں گے بیشک خسارے میں پڑے جنہوں نے جھٹلایا اللہ سے ملنے کو اور نہ آئے وہ

مُهْتَدِيْنَ ۝۴۵ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُھُمْ

راہ پر اور اگر ہم دکھائینگے ۶۳ تجھ کو کوئی چیز ان وعدوں میں سے جو کئے ہم نے ان سے

موضح قرآن ف ۱ یعنی اگر جھوٹ پہنچاؤں حکم اللہ کا تو میں گنہگار ہوں تم نہیں اور اگر میں سچ لاؤں پھر نہ کرو تو گناہ تم پر ہے تو ماننے میں تمہارا نقصان نہیں کسی طرح۔ ف ۲ یعنی کان رکھتے ہیں یا نگاہ کرتے ہیں اس توقع پر کہ ہمارے دل میں تصرف کر دیں جیسا بعضوں پر ہو گیا سو یہ بات اللہ کے ہاتھ ہے۔ ف ۳ یعنی بعضوں کے دل میں اثر نہیں دینا سو ان کی تقصیر ہے کہ دل صاف کر کے نہیں سنتے ف ۴ یعنی قبر میں رہنا اس دن ایک گھڑی بھر معلوم ہوگا۔

یتعارفون ہے دقولہ (یتعارفون) یجوزان یکون متعلقاً بیوم نحشرھم کبیر ج ۱۷ ص ۱۰۳ طبع جدید) کَاَنْ لَّمْ یَلْبَثُوْٓا سے پہلے یَقُوْلُوْنَ محذوف ہے یعنی جب ہم ان کو قبروں سے اٹھائیں گے تو وہ کہیں گے گویا کہ عالم برزخ میں ہم صرف ایک گھڑی ٹھہرے ہیں اور میدان حشر میں وہ ان لوگوں کو پہچانیں گے جنہیں دنیا میں پہچانتے تھے۔ کفار و مشرکین جب آخرت کے شدید ترین اور دردناک عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو عالم برزخ کا عذاب اس کے مقابلے میں انہیں آرام و راحت معلوم ہوگا اور وہ برزخی قیام کے زمانے کو ساعاتِ راحت کی طرح بہت قلیل سمجھیں گے۔ بعض مفسرین نے دنیا میں قیام کی قلت مراد لی ہے قال ابن عباس فی قبورھم وقال الضحاك فی الدنیا . . . . یستقصرون مدۃ لبثھم فی الدنیا والقبور لھول مایرون الخ

اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى

یا وفات دیں تجھ کو سو ہماری ہی طرف ہے ان کو لوٹنا پھر اللہ شاہد ہے اُن

مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ

کاموں پر جو وہ کرتے ہیں ف۱ اور ہر فرقہ کا ایک رسول ہے ف۲ پھر جب پہنچا ان

رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾

کے پاس رسول ان کا فیصلہ ہوا ان میں انصاف سے اور ان پر ظلم نہیں ہوتا ف۳ ف۱

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾

اور کہتے ہیں ف۴ کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ

تو کہہ ف۵ میں مالک نہیں اپنے واسطے برے کا نہ بھلے کا مگر جو چاہے

اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا

اللہ ہر فرقہ کا ایک وعدہ ہے ف۶ جب آپہنچے گا ان کا وعدہ پھر نہ

يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ

پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی اور نہ آگے سرک سکیں گے تو کہہ

اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا

بھلا دیکھو تو ف۷ اگر آپہنچے تم پر عذاب اس کا راتوں رات یا دن کو تو کیا کر لیں گے

يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ

اس سے پہلے گنہگار ف۸ کیا پھر جب ف۹ عذاب واقع ہو چکا

اٰمَنْتُمْ بِهٖ ۭ آٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾

تب اس پر یقین کرو گے اب قائل ہوئے اور تم اسی کا تقاضا کرتے تھے ف۱ ف۲

ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ

پھر کہیں گے گنہگاروں کو چکھتے رہو عذاب ہمیشگی کا

۶۳ تخویف دنیوی ۶۴ تخویف دنیوی ۶۵ شکوی ۶۶ جواب شکوی

(مظہری ج ۵ ص ۳۱) ۶۳ تخویف دنیوی ہے۔ منکرین اور معاندین کو ذلیل و رسوا کرنے کا ہم نے آپ سے جو وعدہ کر رکھا ہے اسکی بعض صورتیں اگر ہم دنیا ہی میں ظاہر کر دیں اور آپ کو دکھا دیں تو ہم اس پر بھی قادر ہیں اور اگر دنیا میں ان کی سزا اور رسوائی کی تمام صورتوں کے ظہور سے قبل ہی ہم آپ کو وفات دیدیں تو انکی مزید ذلت و رسوائی آپ میدان حشر میں مشاہدہ فرمالیں گے۔ ای واما نرینك بعض الذی نعدھم فی الدنیا فذلك اونتوفینك قبل ان نریکه فنحن نریکه فی الاٰخرۃ (مدارك ج ۲ ص ۱۲۷) ثم اللّٰه الخ میں ثم تراخی کیلئے نہیں بلکہ محض تعقیب ذکری کیلئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں حاضر و ناظر ہے قیامت کی کیا خصوصیت ہے یا ثم بمعنی واؤ ہے یا شہادت سے مراد اس کا لازم ہے یعنی جزا و سزا دینا اس صورت میں ثم تعقیب زمانی کیلئے ہوگا ھی علی الاول للتراخی الرتبی وعلی الثانی علی الظاھر (روح ج ۱۱ ص ۱۲۹) ۶۴ تخویف دنیوی ہے۔ تمام امم سابقہ کا بالاجمال ذکر کر دیا کہ ہم نے ہر قوم میں اپنا رسول بھیجا جس نے ان کو پیغام حق سنایا اور دعوت توحید دی لیکن جب انہوں نے انکار کیا تو عین عدل و انصاف کے مطابق ان کو تہس نہس کر دیا گیا۔ اے مشرکین مکہ اگر تم بھی سن لو نہ مانو گے تو اقوام سابقہ کا سا حشر ہوگا۔ ۶۵ یہ شکوی ہے۔ مشرکین مکہ فرط انکار اور ضد و عناد کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے کہ جس عذاب یا قیامت سے تو ہمیں ڈراتا ہے وہ کہاں ہے اور کب آئے گا اسے جلدی لاؤ۔ یرید کفار مکۃ لفرط انکارھم واستعجالھم العذاب ای متی العقاب اومتی الساعۃ التی یعدنا محمد (قرطبی ج ۸ ص ۳۴۹) ۶۶ یہ جواب شکوی بر سبیل ترقی ہے یعنی تم مجھ سے عذاب یا قیامت لانے کا مطالبہ کرتے ہو یہ تو بہت بڑی بات ہے میں تو اپنے نفع اور نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتا۔ ہر چیز کا مالک و مختار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے عذاب لانا میرے بس کی بات نہیں لما استعجلوا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالعذاب قال اللّٰہ له قل لھم یا محمد لا املك لنفسی ضرا ولا نفعا ای لیس

ذٰلك لی ولا لغیری (قرطبی) ای لا اقدر علی شیءٍ منھما بوجهٍ من الوجوہ (روح ج ۱۱ ص ۱۳۰)۔ اور اِلَّا مَا شَآءَ استثناء منقطع ہے یعنی میں تو اپنے نفع اور نقصان کا بھی مختار نہیں البتہ جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے ای ولکن ماشاء اللّٰه من ذلك کائن فکیف املك لکم الضر وجلب العذاب (مدارك ج ۲ ص ۱۳۰) ۶۷ البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ جس عذاب اور قیامت کا تم سے وعدہ کیا جا چکا ہے اس کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ مقررہ وقت پر لامحالہ آکر رہے گا اس میں تخلف محال ہے اور نہ اس میں تقدم و تاخر ممکن ہے جب عذاب اپنے وقت سے نہ پہلے آسکتا ہے

موضح قرآن ف۱ یعنی غلبۂ اسلام کچھ حضرت کے روبرو ہوا اور باقی ان کے خلیفوں سے۔ ف۲ عمل بد آگے سے ہوتے ہیں لیکن رسول کے پہنچنے پر سزا ملتی ہے ف۳ یعنی بچاؤ کر نہ سکو گے پھر پوچھنے کا کیا فائدہ۔ ف۴ یعنی عذاب آئے پر ایمان لانا کب قبول ہوگا۔ اس واسطے پوچھو تو بھی عبث ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی رسل واتباع ایشان نجات یابند و کافران ہلاک شوند ۱۲ ف۲ یعنی باستہزا و تکذیب ۱۲

نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے تو پھر تمہارے مطالبے پر وقت سے پہلے میں کیسے لاسکتا ہوں؟ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ جملہ استینافیہ ہے یا اِذَا جَآءَ پر معطوف ہے لیکن لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ پر معطوف نہیں کیونکہ جب معین وقت آجائے تو پھر اس پر تقدم ممکن نہیں اس لئے نفی تقدم کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہتا (روح) حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اذا کی جزا محذوف ہے فَاِذَا جاء اجلهم يعذبون جب ان کے عذاب کی اجل آپہنچے گی اس وقت وہ مبتلائے عذاب ہوجائیں گے اور اس میں تقدم و تاخر نہیں ہوگا یعنی عذاب اپنے وقت معین سے نہ پہلے آئے گا نہ اس سے پیچھے۔ ۶۸ زجر مع تخویف دنیوی بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا منصوب علی الظرفیۃ ہیں ای فی وقت بیات او فی نہار۔ مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ۔ مَاذَا بمعنی ای شیء ہے مشرکین بہت عجلت کرتے اور عذاب کے جلدی آنے کا مطالبہ کرتے ہیں اگر رات کو رات یا دن میں جبکہ وہ اپنے کاروبار میں مصروف ہوں اچانک ہی اللہ کا عذاب آجائے تو یہ مجرم اور بدکردار لوگ جلدی کرکے اس سے بچاؤ کیلئے کیا حیلہ یا تدبیر عمل میں لائیں گے؟ استفہام انکاری ہے یعنی اس سے بچنے کا کوئی حیلہ نہیں کرسکیں گے تو پھر اس کا وقت پوچھنے سے کیا فائدہ۔ یا مطلب یہ ہے کہ عذاب کونسی خوشی کی چیز ہے جسکے جلدی آنے کا مجرمین مطالبہ کرتے ہیں اس صورت میں استفہام تعجب کے لئے ہوگا کہ ان مجرمین پر تعجب ہے کہ وہ کیسی خوفناک اور ہلاکت خیز چیز کو جلدی طلب کر رہے ہیں (روح و موضح قرآن) ۶۹ یہاں تقدیم و تاخیر ہے اصل میں یوں تھا ءَاِذَا مَا وَقَعَ ثُمَّ اٰمَنْتُمْ اور ثم استبعاد کے لئے ہے یعنی تم عذاب کو اس طرح جلدی مانگتے ہو گویا جب عذاب آجائے گا تو پھر تم ایمان لے آؤ گے یہ بات تو پہلے سے بھی زیادہ تعجب انگیز اور بعید از عقل ہے۔ ءَاِذَا ما وقع العذاب وحل بکم حقیقة اٰمنتم به ... وجیٔ بثم دلالة علی زیادة الاستبعاد (روح ج ۱۱ ص ۱۲۲) ۷۰ اس سے پہلے یقال مقدر ہے اور اس کے بعد اٰمنتم یعنی جب عذاب آگیا اور منکرین عذاب دیکھ کر ایمان لے آئے تو ان سے کہا جائے گا کہ اب عذاب دیکھ کر ایمان لاتے ہو اور ایسے ایمان سے نفع کی امید رکھتے ہو حالانکہ تم اس عذاب کو بطور استہزاء و تمسخر جلدی مانگتے تھے یہ توبیخ و تہدید کے طور پر کہا جائے گا۔ اٰلْـٰٔنَ تؤمنون ترجون الانتفاع بالایمان مع انکم کنتم قبل ذلك به تستعجلون علی سبیل السخریة والاستهزاء (کبیر ج ۷ ص ۵۱) ۷۱ یہ شکوی ہے۔ منکرین آپ سے پوچھتے ہیں کہ واقعی عذاب یا قیامت کا آنا حق ہے۔ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ الخ یہ جواب شکوی ہے میرے پیغمبر آپ ان کے جواب میں فرمادیں کیوں نہیں مجھے اپنے رب کی قسم وہ حق ہے اور اس کا وقوع ناگزیر ہے اور تم اس کے لانے والے کو عاجز نہیں پاؤ گے اور نہ خود کو اس سے بچا سکو گے۔ ۷۲ تخویف اخروی ہے۔ قیامت کے دن مشرکین عذاب الٰہی سے بچنے کی آرزو کریں گے یہاں تک کہ اس دن اگر دنیا کی ساری دولت اور زر و جواہر کے خزانے ان کے قبضہ میں ہوں تو عذاب سے بچنے کیلئے وہ سب کچھ فدیہ میں دینے کو تیار ہوں گے۔ وَاَسَرُّوا اور قیامت کے دن وہ عذاب کو دیکھ کر دنیا کی بداعمالیوں پر پچھتائیں گے اور سخت پشیمان اور آزردہ ہوں گے اور اپنی پشیمانی کو چھپانے کی کوشش کریں گے مگر وہ چھپی نہ رہیگی۔ یا اَسَرُّوا بمعنی اَظْهَرُوْا ہے کیونکہ یہ لفظ اضداد میں سے ہے وفی القاموس ایضاً اسره كتمه واظهره (روح ج ۱۱ ص ۱۳۳) یعنی قیامت کے دن عذاب کو دیکھ کر وہ سخت پچھتائیں گے اور اپنی بداعمالیوں پر ندامت اور پشیمانی کا اظہار کریں گے ۷۳ یہ توحید پر چھٹی عقلی دلیل ہے اور یہی شرک فعلی کے لئے تمہید ہے جو اگلی دلیل میں مذکور ہے زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی ہے، ہر چیز اس کے تصرف و ملک اور اس کی قدرت کے تحت ہے۔ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ الخ وہ ایسا قادر و متصرف ہے کہ موت و حیات بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ جب وہی مالک و مختار اور متصرف ہے تو پھر اسکی پیدا کی ہوئی اور اسکی مملوکہ اشیاء میں سے غیروں کے حصے کیوں مقرر کرتے ہو؟ اور

هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ

وہی بدلا ملتا ہے جو کچھ کماتے تھے اور تجھ سے خبر پوچھتے

اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕۚ وَمَآ اَنْتُمْ

ہیں کیا سچ ہے یہ بات ۷۱ تو کہہ البتہ قسم میرے رب کی یہ سچ ہے اور تم

بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ ع وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي

تھکا نہ سکو گے ف ۱ اور اگر ہو ہر شخص گنہگار کے پاس ۷۲ جتنا کچھ ہے

الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا

زمین میں البتہ دے ڈالے اپنے بدلے میں اور چھپے چھپے پچتائیں گے جب

رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ

دیکھیں گے عذاب اور ان میں فیصلہ ہوگا انصاف سے اور ان پر

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

ظلم نہ ہوگا سن رکھو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور

الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

زمین میں ۷۳ سن رکھو وعدہ اللہ کا سچ ہے پر بہت لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾

نہیں جانتے وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ

اے لوگو ۷۴ تمہارے پاس آئی ہے نصیحت تمہارے رب سے اور

شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ

شفاء دلوں کے روگ کی اور ہدایت اور رحمت

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ

مسلمانوں کے واسطے کہہ اللہ کے فضل سے اور اس کی مہربانی سے ۷۵ سو اسی پر

۷۱ شکوی ۱۲

وقف النبی ۵ ع ۱۰ علیہ السلام
وقف النبی علیہ السلام

۷۳ توحید پر چھٹی نقلی دلیل ۱۲

۷۴ ترغیب الی القرآن ۱۲

موضح قرآن ف ۱ یعنی بھاگ کر عاجز نہ کرسکو گے۔

ایروں کے لئے تحریمات کیوں کرتے ہو؟ لہٰذا تمہاری خودساختہ تحلیل وتحریم بے جا ہے۔ اَلَآ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ الخ جب وہی مالک ومختار ہے تو وہ اپنا وعدہ پورا کرنے پر بھی قادر ہے اس لئے جو وعدہ بھی اس نے کیا ہے خواہ منکرین کے لئے عذاب کا یا مؤمنین کیلئے ثواب کا وہ لامحالہ پورا ہو کر رہے گا۔ **۷۴** یہ ترغیب الی القرآن ہے۔ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب آچکی ہے جو سراپا ہدایت ورحمت ہے، نصیحت وحکمت سے لبریز اور تمام روحانی بیماریوں کے لئے پیغام شفا ہے وہ توحید، دیگر عقائد حقہ اور احکام شرعیہ بیان کرتی اور شرک وبدعت اور اعمال جاہلیہ سے روکتی ہے۔ اس لئے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اسکی ہدایات پر عمل کرو، تاکہ شرک وبدعت اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہو جاؤ۔ **۷۵** فَضۡل سے مراد قرآن اور رحمت سے توفیق ایمان واسلام مراد ہے

فَلۡيَفۡرَحُوۡا ؕ هُوَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ ﴿۵۸﴾ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ

ان کو خوش ہونا چاہیئے یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جو جمع کرتے ہیں تو کہہ بھلا دیکھو تو ۷۶

مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ فَجَعَلۡتُمۡ مِّنۡهُ

اللہ نے جو اتاری تمہارے واسطے روزی پھر تم نے ٹھہرائی اس میں سے

حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلۡ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمۡ اَمۡ عَلَى اللّٰهِ

کوئی حرام اور کوئی حلال کہہ کیا اللہ نے حکم دیا تم کو یا اللہ پر

تَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى

افترا کرتے ہو اور کیا خیال ہے ۷۷ جھوٹ باندھنے والوں کا

اللّٰهِ الۡكَذِبَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ

اللہ پر قیامت کے دن اللہ تو فضل کرتا ہے

عَلَى النَّاسِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۶۰﴾ وَمَا

لوگوں پر اور لیکن بہت لوگ حق نہیں مانتے اور نہیں

تَكُوۡنُ فِىۡ شَاۡنٍ وَّمَا تَتۡلُوۡا مِنۡهُ مِنۡ قُرۡاٰنٍ وَّلَا

ہوتا تو کسی حال میں ۷۸ اور نہ پڑھتا ہے اس میں سے کچھ قرآن اور نہیں

تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيۡكُمۡ شُهُوۡدًا اِذۡ

کرتے ہو تم لوگ کچھ کام کہ ہم نہیں ہوتے حاضر تمہارے پاس جب

تُفِيۡضُوۡنَ فِيۡهِ ؕ وَمَا يَعۡزُبُ عَنۡ رَّبِّكَ مِنۡ مِّثۡقَالِ

تم مصروف ہوتے ہو اس میں اور غائب نہیں رہتا تیرے رب سے ایک ذرہ

ذَرَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصۡغَرَ مِنۡ

بھر زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ چھوٹا

ذٰ لِكَ وَلَاۤ اَكۡبَرَ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۶۱﴾ اَلَاۤ اِنَّ

اس سے اور نہ بڑا جو نہیں ہے کھلی ہوئی کتاب میں یاد رکھو جو

یا دونوں سے مراد قرآن ہی ہے اس آیت میں نہایت تاکید اور اہتمام سے قرآن کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کا فضل ورحمت ہے خوش ہونے کا حکم دیا گیا ہے اس آیت کی فصاحت وبلاغت کا کمال یہ ہے کہ لفظی تکرار کے بغیر اس میں معنوی تکرار اور تاکید موجود ہے چنانچہ یہاں تین بار اس کی تاکید ہے (۱) بِفَضۡلِ اللّٰہِ کا متعلق محذوف ہے اصل میں تھا بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَبِرَحۡمَتِہٖ فَلۡیَفۡرَحُوۡا (۲) فَبِذٰلِکَ فا اس پر دلالت کر رہی ہے کہ بِذٰلِکَ کا متعلق محذوف ہے جو بقرینہ مابعد لیفرحو ہے (۳) فَلۡیَفۡرَحُوۡا جملہ ہے جس کا متعلق بِذٰلِکَ مقدر ہے اس طرح فَبِذٰلِکَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا دو مستقل جملے ہوں گے اور اصل کلام یوں ہوگا فَبِذٰلِکَ لِیَفۡرَحُوۡا فَبِذٰلِکَ لِیَفۡرَحُوۡا پہلے جملہ سے فَلۡیَفۡرَحُوۡا اور دوسرے جملہ سے بِذٰلِکَ محذوف ہوگا فَبِذٰلِکَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا میں ظرف کی فعل پر تقدیم مفید حصر ہے اسی ہی کے ساتھ انہیں خوش ہونا چاہیئے نہ کسی دوسری کتاب یا دنیوی مال ومنال سے۔ قالہ الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ دیگر مفسرین نے صرف دو جملے بنائے ہیں ایک بفضل اللہ وبرحمتہ فلیفرحوا دوم فَبِذٰلِکَ فلیفرحوا امام رازی فرماتے ہیں وتقدیرہ بفضل اللہ وبرحمتہ فلیفرحوا ثم یقول مرۃ اُخری (فبذلک فلیفرحوا) والتکرار للتاکید (کبیر ج ۱۷ ص ۱۲۲) کذا فی الروح والمدارک۔ **۷۶** یہ توحید پر ساتویں عقلی دلیل ہے اور اس سے بھی شرک فعلی ہی کی نفی مقصود ہے اور یہ چھٹی دلیل سے متعلق ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ زمین وآسمان کی ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور ان میں وہی متصرف ومختار ہے تو اب تم بتاؤ اللہ نے رزق کی جو انواع واقسام تم کو عطا فرمائی ہیں ان میں تم نے اپنی مرضی سے تحلیل وتحریم کیوں کی ہے؟ کیا اللہ نے تم کو اسکی اجازت دی ہے یا تم اپنے فعل کو اللہ کی طرف منسوب کر کے اس پر بہتان تراشی کرتے ہو۔ مشرکین بعض اوقات اپنے مشرکانہ افعال کو اللہ کی طرف منسوب کر کے کہہ دیتے تھے کہ اللہ نے ہمیں ان کا حکم دیا ہے اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنَا بِھَا حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ پر سراسر افتراء ہے۔ مشرکین اپنے معبودوں کی خوشنودی کے لئے کئی قسم کے چوپائے نامزد کر کے چھوڑ دیتے اور کھیتوں اور غلوں سے بھی اپنے معبودوں کا حصہ مقرر کر دیتے ان چوپایوں (سائبہ بحیرہ وغیرہ) اور غلہ کے حصوں کا استعمال حرام قرار دیدیتے بعض مادہ جانوروں کے بارے میں وہ اعلان کر دیتے کہ ان سے زندہ بچہ پیدا ہو تو وہ مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کیلئے حرام ہے اور اگر مردہ پیدا ہو تو سب کے لئے حلال جیسا کہ اسکی تفصیل سورۂ مائدہ (پ ۷) میں گذر چکی ہے۔ یہاں مشرکین کو اسی خودساختہ تحلیل وتحریم پر سرزنش فرمائی۔ فَجَعَلۡتُمۡ مِّنۡہُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا وقال مجاہد ھو ما حکموا بہ من تحریم البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام وقال الضحاک ھو قول اللہ تعالیٰ وَجَعَلُوۡا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الۡحَرۡثِ وَالۡاَنۡعَامِ نَصِیۡبًا (قرطبی ج ۸ ص ۳۵۵، معالم ج ۳ ص ۱۹۵) ای فبعضتموہ وقسمتموہ الی حرام وحلال وقلتم ھٰذِہٖۤ اَنۡعَامٌ وَّحَرۡثٌ حِجۡرٌ (وَمَا فِیۡ بُطُوۡنِ ھٰذِہِ الۡاَنۡعَامِ خَالِصَۃٌ لِّذُکُوۡرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤی اَزۡوَاجِنَا) الی غیر ذلک (روح ج ۱۱ ص ۱۴۲) **۷۷** یہ تخویف وتہدید ہے یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ مفعول فیہ ہے ظَنُّ کا یعنی یوم قیامت کے بارے میں ان افتراء کرنے والے مشرکین کا کیا گمان ہے کہ میں انکے ساتھ کیا کرنے والا ہوں۔

توضیح قرآن **ف** سورۂ مائدہ وانعام میں اس کا ذکر ہو چکا۔

کیا میں ان کو چھوڑ دوں گا اور ان سے مؤاخذہ نہیں کروں گا ؟ ایحسبون انہ لا یؤاخذھم ولا یجازیھم علی اعمالھم فھو استفہام بمعنی التوبیخ والتقریع والوعید العظیم لمن یفتری علی اللہ الکذب (خازن ج ۳ ص ۱۹۵) استفہام برائے توبیخ و تہدید ہے۔ ۷۸ یہ توحید پر آٹھویں عقلی دلیل ہے اور اس سے شرک فی العلم کی نفی مقصود ہے مِنْ قُرْاٰنٍ میں مِنْ بیانیہ ہے قرآن، منہ کی ضمیر مجرور کا بیان ہے۔ وَلَا تَعْمَلُوْنَ الخ یہ خاص سے عام کی طرف ترقی ہے اعلم انہ تعالیٰ خصص الرسول فی اول ھذہ الآیۃ بالخطاب فی امرین ثم اتبع ذلک بتعمیم الخطاب مع کل المکلفین الخ (کبیر ج ۷ ص ۱۲۱) اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْہِ یعنی جب تم اپنے کاموں میں منہمک ہوتے ہو۔ حاصل یہ کہ اے پیغمبر آپ کوئی بھی کام کریں مثلاً قوم کو اللہ کا

اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾
لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۷۹

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی
جو لوگ کہ ایمان لائے اور ڈرتے رہے ۸۰ ان کے لئے ہے خوشخبری ۸۱

الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ
دنیا کی زندگانی میں ف۱ اور آخرت میں بدلتی نہیں اللہ کی باتیں ۸۲

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۴﴾ وَ لَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ
یہی ہے بڑی کامیابی اور رنج مت کر ان کی بات سے ۸۳

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ؕ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۶۵﴾ اَلَاۤ اِنَّ
اصل میں سب زور اللہ کے لئے ہے وہی ہے سننے والا جاننے والا یاد رکھو

لِلّٰهِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ وَ مَا یَتَّبِعُ
اللہ کا ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور جو کوئی ہے زمین میں ۸۴ اور یہ جو پیچھے پڑے

الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ
ہیں ۸۵ اللہ کے سوا شریکوں کو پکارنے والے سو یہ

یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ
کچھ نہیں مگر پیچھے پڑے ہیں اپنے خیال کے ۸۶ اور کچھ نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے ہیں وہی ہے

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ
جس نے بنایا تمہارے واسطے رات کو کہ چین حاصل کرو اس میں اور دن دیا

مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا
دکھلانے والا ۸۷ بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں کہتے ہیں

اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِیُّ ؕ لَهٗ مَا فِی
ٹھہرا لیا ہے اللہ نے بیٹا ۸۸ وہ پاک ہے ۸۹ وہ بے نیاز ہے اسی کا ہے جو کچھ ہے

وقف لازم

۷۸ تسلیہ برائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲
۷۹ توحید پر آٹھویں عقلی دلیل ۱۲
۸۳ زجر ۱۲، ۸۴ توحید پر نویں عقلی دلیل ۱۲
۸۷ بشریٰ ۲، ۸۸ جواب شکوی پانچ عنوانوں سے پہلا عنوان ۱۲، ۸۹ دوسرا عنوان ۱۲، تیسرا عنوان ۱۲

قرآن پڑھ کر سنا رہے ہوں، آپ کی اور آپ کی تلاوت کی کیا خصوصیت ہے تم سب لوگ جو کام بھی کرتے ہو جب تم اس میں ہمہ تن مصروف ہوتے ہو ہم تمہارے ہر فعل سے ہر وقت اور ہر جگہ باخبر رہتے اور علم و قدرت کے اعتبار سے ہر جگہ حاضر و ناظر رہتے ہیں۔ وَمَا یَعْزُبُ یہ تخصیص کے بعد اور تعمیم ہے یعنی صرف بندوں کے اعمال و افعال پر ہی منحصر نہیں بلکہ زمین و آسمان کا ایک ذرہ بلکہ اس سے بھی اگر کوئی قلیل اور حقیر مقدار ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں ساری کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے علم محیط میں موجود ہے۔ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ سے لوح محفوظ یعنی علم الٰہی مراد ہے یعنی اللوح المحفوظ مع علم اللہ تعالیٰ بہ (قرطبی ج ۸ ص ۳۵۵) جب علم محیط اور کل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام غیر اللہ سے علم غیب کی نفی متحقق ہو گئی لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز اور متصرف بھی کوئی نہیں۔ کیونکہ کارساز اور متصرف وہی ہو سکتا ہے جو عالم الغیب ہو۔ ۷۹ یہ بشارت اخروی ہے اولیاء اللہ یعنی اللہ کے دوستوں کی آخرت میں یہ شان ہوگی کہ میدان حشر میں اہوال قیامت سے جب اور لوگ گھبرا جائیں گے خوف و ہراس سے محفوظ رہیں گے اور جب اور لوگ دنیا میں عملی کوتاہی پر حسرت و افسوس کریں گے اس وقت کوئی غم اور افسوس ان کے دامنگیر نہیں ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی کو عبث اور لایعنی امور میں صرف نہیں کیا بلکہ ایام زندگی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعت اور اسکی رضاجوئی میں صرف کیا۔ لا خوف علیھم فی الآخرۃ من عقاب اللہ لان اللہ تعالیٰ رضی عنھم فامنھم من عقابہ ولا ھم یحزنون علی ما فاتھم من الدنیا (ابن جریر ج ۱۱ ص ۱۳۲) ۸۰ یہ اولیاء اللہ کی نشانیاں ہیں جن سے انہیں بآسانی پہچانا جا سکتا ہے یہاں اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی دو صفتیں بیان فرمائی ہیں جو تمام صفات ولایت کی جامع ہیں (۱) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اس سے اعتقاد صحیح کی طرف اشارہ ہے یعنی ان کے تمام عقائد کتاب و سنت کے مطابق ہوں اور ان میں شریعت سے سرمو انحراف نہ ہو (۲) وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ اور وہ متقی ہوں یعنی ان کے تمام اعمال و اخلاق شریعت اسلامیہ کے عین مطابق ہوں۔ کتب عقائد میں اس کی تفصیل موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے ولی اللہ من یکون آتیا بالاعتقاد الصحیح المبنی علی الدلیل ویکون آتیا بالاعمال الصالحۃ علی وفق ما وردت بہ الشریعۃ (کبیر ج ۷ ص ۱۲۳) ۸۱ اولیاء اللہ کے لئے دنیا اور آخرت میں جنت کی خوشخبری ہے اور اللہ کی طرف سے پختہ وعدہ ہے دنیا میں خوشخبری سے مراد وہ بشارتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل فرمائی ہیں مثلاً یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ (توبہ ع ۳) اور وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ الخ (بقرۃ ع ۳) قال الحسن ھی ما بشرھم اللہ تعالیٰ فی کتابہ من جنتہ وکریم ثوابہ بقولہ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ الخ (قرطبی ج ۸ ص ۳۵۸) یا دنیا میں خوشخبری سے مراد رؤیائے صالحہ ہے جیسا کہ حدیث مرفوع میں واقع ہے ھی الرؤیا الصالحۃ یراھا المسلم او یری لہ (مدارک ج ۲ ص ۱۳۹) اور آخرت میں خوشخبری سے مراد یہ ہے کہ موت کے بعد یا قبروں سے نکلنے کے بعد فرشتے انکو جنت

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بر رؤیا صالحہ ۱۲

کی بشارت دیں گے۔ ۸۲ اللہ تعالیٰ کے ارشادات میں رد و بدل نہیں ہوسکتا کلمات سے اقوال مراد ہیں خواہ احکام و اخبار ہوں یا مواعید یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام اٹل ہیں ان میں ترمیم و تبدیل نہیں ہوسکتی مثلاً توحید ہے جو ناقابل تبدیل ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں تخلف ناممکن ہے۔ ای لا تغییر لاقوالہ التی من جملتھا مواعیدہ الخ (روح ج ۱۱ ص ۱۵۲) ۸۳ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے، اِنَّ الْعِزَّةَ الخ یہ ماقبل کے لئے علت ہے یعنی اے میرے پیغمبر آپ مشرکین کی ایذا رسانی اور ان کے توہین آمیز سلوک سے دل برداشتہ اور غمگین نہ ہوں اس سے وہ آپ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے کیونکہ عزت و ذلت تو اللہ کے اختیار میں ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں عزت و آبرو دینے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وہی ہر بات

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ إِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ

آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں نہیں تمہارے پاس کوئی سند

بِهٰذَا ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۶۸﴾ قُلْ

اس کی کیوں جھوٹ کہتے ہو اللہ پر جس بات کی تم کو خبر نہیں کہہ

إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿۶۹﴾

جو لوگ باندھتے ہیں ۸۵ اللہ پر جھوٹ بھلائی نہیں پاتے

مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ

تھوڑا سا نفع اٹھا لینا دنیا میں پھر ہماری طرف ہے ان کو لوٹنا پھر چکھائیں گے ہم ان کو

الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿۷۰﴾ وَاتْلُ

سخت عذاب بدلا ان کے کفر کا اور سنا

عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ ۘ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يٰقَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ

ان کو حال نوح کا ۸۹ جب کہا ۹۰ اپنی قوم کو اے قوم اگر بھاری ہوا ہے

عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ

تم پر میرا کھڑا ہونا اور نصیحت کرنا اللہ کی آیتوں سے تو میں نے اللہ پر

تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ

بھروسہ کیا اب تم سب مل کر مقرر کرو اپنا کام اور جمع کرو اپنے شریکوں کو پھر نہ رہے تم

أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ﴿۷۱﴾

کو اپنے کام میں شبہ پھر کر گزرو میرے ساتھ اور مجھ کو مہلت نہ دو ف

فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا

پھر اگر منہ پھیرو گے تو میں نے نہیں چاہی تم سے مزدوری ۹۱ میری مزدوری ہے

عَلَى اللّٰهِ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوهُ

اللہ پر اور مجھ کو حکم ہے کہ رہوں فرماں بردار پھر اس کو جھٹلایا

ع ۷ — ۱۰ — ۱۲ — وقف لازم

۸۲ چوتھا عنوان ۲ — ۸۳ پانچواں عنوان ۲ — ۸۴ زجر مع تخویف ۲ — ۸۵ اخروی ۲ — ۸۹ تخویف دنیوی — تفصیل نمونہ ۲

کو سننے اور جاننے والا ہے اور کوئی نہیں۔ اس سے مقصود شرک فی العلم کی نفی ہے گویا یہ دلیل نہم کا مقدمہ ہے جس سے نفی شرک فی التصرف مقصود ہے ۸۴ یہ توحید پر نویں عقلی دلیل ہے جس سے شرک فی التصرف کی نفی مقصود ہے دلیل ششم میں فرمایا تھا ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا تم اپنی طرف سے تحریم و تحلیل نہ کرو یہاں فرمایا زمین و آسمان کی تمام ذوی العقول مخلوق جن و بشر اور فرشتے سب اللہ تعالیٰ کے مملوک و محکوم اور اس کے عاجز بندے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی ہر بات کو سننے اور جاننے والا نہیں اس لئے ان میں سے کوئی بھی دعا اور پکار کے لائق نہیں۔ جو لوگ اللہ کے نیک بندوں کو حاجات و مشکلات میں پکارتے ہیں ان کے بارے میں ان کا اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب ہیں اور ان کی تمام باتوں کو سنتے اور جانتے ہیں اس لئے پہلے اعلان کر دیا گیا کہ ہر بات کو سننے والا اور ہر چیز کو جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ ۸۵ یہ زجر ہے اَلَّذِيْنَ مع صلہ يَتَّبِعُ کا فاعل ہے اور يَدْعُوْنَ کا مفعول محذوف ہے ای شرکاء اور شرکاء جو مذکور ہے وہ يَتَّبِعُ کا مفعول ہے یعنی جو لوگ اللہ سے ورے اور شرکاء کو پکارتے ہیں حقیقت میں وہ اللہ کے شرکاء کو نہیں پکارتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے شریک فی الربوبیت کا تو وجود ہی محال ہے۔ وَمَا يَتَّبِعُوْنَ حقیقۃً الشرکاء وان کانوا یسمونھا شرکاء لان شرکۃ اللہ فی الربوبیۃ محال (مدارک ج ۲ ص ۱۳۰) ۸۶ اصل بات یہ ہے کہ مشرکین اپنے ظن و تخمین سے بندگان خدا کو خدا کے شریک سمجھتے ہیں اور پھر اپنے ظن فاسد اور خیال باطل کی پیروی کرتے ہوئے حاجات میں ان کو پکارتے ہیں حالانکہ فی الواقع اللہ تعالیٰ کا شریک نہ موجود ہے نہ اس کا وجود ممکن ہے۔ ۸۷ توحید پر دسویں عقلی دلیل۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے کہ اس نے رات کو تمہارے آرام کے لئے اور دن کو تمہارے کاروبار کے لئے بنایا تو کیا پھر اس کے سوا کوئی اور کارساز یا متصرف و مختار ہوسکتا ہے؟ معطوف علیہ میں جَعَلَ کا مفعول ثانی محذوف ہے اصل میں تھا جعل لکم اللیل مظلمًا لتسکنوا فیہ یعنی اس نے رات کو تاریک بنایا تاکہ تم اس میں آرام و سکون حاصل کرو۔ اور معطوف میں مفعول ثانی کا متعلق محذوف ہے۔ ای والنھار مبصرًا لتبصروا فیہ اور دن کو روشن بنایا تاکہ تم دیکھ سکو اور معاش وغیرہ کا انتظام کرسکو۔ (مدارک و روح) معطوف علیہ میں متعلق کا ذکر معطوف میں اس کے حذف کا قرینہ ہے علیٰ ہذا معطوف میں مفعول ثانی کا ذکر معطوف علیہ میں اس کے مقدر ہونے پر قرینہ ہے یہ ایجاز اور بلاغت بھی قرآن کا اعجاز ہے۔ ۸۸ یہ شکوی ہے۔ وَلَدٌ سے مراد حقیقی بیٹا نہیں بلکہ اس سے مراد نائب و متصرف ہے جیسا کہ اِتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا کی تعبیر سے ظاہر ہے یعنی اللہ نے بیٹا بنا لیا والاتخاذ صریح فی التبنی (روح ج ۱۱ ص ۱۵۵) یہود و نصاریٰ حضرت مسیح و عزیر علیہما السلام کو خدا کے بیٹے اور مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بایں معنیٰ نہیں کہتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صلبی اولاد ہیں بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو اس طرح محبوب ہیں جس طرح بیٹے باپ کو محبوب ہوتے ہیں، جس طرح باپ اپنے پیارے بیٹوں اور اپنی چہیتی بیٹیوں کی ہر بات مانتا

موضح قرآن ف یعنی سمجھانے سے برا مانتے ہو تو جو کر سکو میرا کر ڈالو

ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے محبوب اور برگزیدہ بندوں کی کوئی بات رد نہیں فرماتا نیز اللہ کے نیک بندے اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں اللہ تعالیٰ نے بعض مافوق الاسباب امور میں ان کو اختیارات عطا فرمادئیے ہیں۔ ۸۹؎ جواب شکویٰ ہے مشرکین کے مذکورہ بالا قول باطل کو پانچ عنوانوں سے رد کیا گیا ہے (۱) سُبْحٰنَهٗ یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اس عیب سے مبرا ہے کہ اسے بیٹے کی ضرورت ہو۔ (۲) هُوَ الْغَنِيُّ وہ بے نیاز ہے اور بیٹے کی ضرورت احتیاج کی دلیل ہے (۳) لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وہ ساری کائنات کا مالک و مختار ہے اس لئے اسے بیٹے اور نائب کی حاجت نہیں (۴) اس قول باطل پر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں اس لئے یہ دعویٰ بلادلیل باطل اور ناقابل تسلیم ہے (۵) اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ تم اللہ تعالیٰ کی طرف ایک ایسی

فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ

سو ہم نے بچا لیا اسکو اور جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور ان کو قائم کر دیا جگہ پر

وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

اور ڈبا دیا ان کو جو جھٹلاتے تھے ہماری باتوں کو سو دیکھ لے کیسا ہوا

عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا

انجام ان کا جن کو ڈرایا تھا پھر بھیجے ہم نے نوح کے بعد ۹۴؎ کتنے پیغمبر

اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا

ان کی قوم کی طرف پھر لائے ان کے پاس کھلی دلیلیں سو ان سے یہ نہ ہوا کہ ایمان لے آئیں

بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۭ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ

اس بات پر جس کو جھٹلا چکے تھے پہلے سے اسی طرح ہم مہر لگا دیتے ہیں دلوں پر

الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ

زیادتی والوں کے پھر بھیجا ہم نے ان کے پیچھے ۹۵؎ موسیٰ اور

هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا

ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنی نشانیاں دے کر پھر تکبر کرنے لگے

وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ

اور وہ تھے لوگ گنہگار پھر جب پہنچی ان کو ۹۶؎ سچی بات

مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ

ہمارے پاس سے کہنے لگے یہ تو جادو ہے کھلا کہا

مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ۭ اَسِحْرٌ هٰذَا ۭ

موسیٰ نے کیا تم یہ کہتے ہو حق بات کو جب وہ پہنچی تمہارے پاس کیا یہ جادو ہے

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا

اور نجات نہیں پاتے جادو کرنے والے بولے ۹۷؎ کیا تو آیا ہے کہ تو ہم کو پھیر دے اس رستے سے

بے دلیل بات منسوب کرتے ہو جو سراسر تمہاری جہالت اور نادانی پر مبنی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اپنا نائب متصرف نہیں بنا رکھا۔ ۹۰؎ زجر مع تخویف اخروی۔ ایسے لوگ جو اللہ کی طرف ایسی من گھڑت باتیں منسوب کرتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پائیں گے نہ اللہ کے عذاب سے بچ سکیں گے۔ ای لا یفوزون و لا یأمنون (قرطبی ج ۸ ص ۳۶۲) مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا الخ یہ بھی تخویف اخروی ہے۔ ۹۱؎ یہ تخویف دنیوی کا پہلا تفصیلی نمونہ ہے۔ قوم نوح علیہ السلام کا حال دیکھ لو انہوں نے ہمارے پیغمبر کے حکم کی تعمیل نہ کی اور اس کی طرف سے دی گئی دعوت توحید کو قبول نہ کیا تو ہم نے ان کو نیست و نابود کر دیا اگر تم نے بھی نہ مانا تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا امره علیه السلام ان یذکرهم اقاصیص المتقدمین ویخوفهم العذاب الالیم علی کفرهم (قرطبی) ۹۲؎ فَاَجْمِعُوْا جملہ انشائیہ اِنْ شرطیہ کی جزا ہے اور شُرَكَآءَكُمْ کا ناصب محذوف ہے ای ادعوا شرکاءکم کیونکہ شرکاءکم، اجمعوا کے تحت داخل نہیں ہو سکتا اسلئے لفظ اجماع بروزن افعال آراء جمع کرنے اور باہمی اتفاق رائے کرنے کے لئے مستعمل ہے لیکن افراد کو جمع کرنے کیلئے مستعمل نہیں۔ غُمَّةً پوشیدہ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب کر کے فرمایا اگر تم میں میرا ٹھہرنا اور اللہ کی توحید بیان کرنا تمہیں ناگوار ہے تو مجھے اس کی ذرہ بھر پروا نہیں میرا اعتماد اور بھروسہ اللہ پر ہے اگر تم مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہتے تو سب باہم مل کر مشورہ کر لو اور اپنے خود ساختہ معبودوں کو بھی بلا لو اور پھر ایک واضح فیصلہ کر لو اور پھر ایک لمحہ کی مہلت دیئے بغیر میرے ساتھ جو کرنا چاہتے ہو کر لو اللہ کی مہربانی سے تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔ ۹۳؎ اگر تم نہیں مانتے ہو تو میرا اس میں کیا نقصان ہے میں تبلیغ توحید پر تم سے کوئی اجرت تو نہیں مانگتا کہ تمہارے نہ ماننے سے مجھے مالی نقصان کا اندیشہ ہو میں تو محض اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے تمہیں تبلیغ کرتا ہوں۔ فَكَذَّبُوْهُ لیکن وہ لوگ تکذیب پر اڑے رہے آخر ہم نے ان کو غرق کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کو طوفان سے بچا لیا۔ اب دیکھ لو نہ ماننے والوں کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ ۹۴؎ یہ تخویف دنیوی کا اجمالی نمونہ ہے، حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے اور بہت سے رسول بھیجے جو توحید کے واضح دلائل لے کر اپنی قوموں کے پاس آئے مگر انہوں نے ضد و عناد سے کام لیا اور انکار و جحود پر اڑ گئے۔ كَذَّبُوْا بِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع مَا ہے اور مَا سے شریعت کے وہ تمام عقائد و اعمال اور اصول و فروع مراد ہیں جو ہر پیغمبر لے کر اپنی امت کے پاس آیا وما موصولة والمراد بها جمیع الشرائع التی جاء بها کل رسول اصولها و فروعها (روح ج ۱۱ ص ۱۶۲) یعنی ان کے پاس اللہ کے پیغمبر آئے اور انہوں نے پہلی بار پیغام توحید اور دیگر شرائع کا انکار کر دیا تو پھر انکار پر ہی ڈٹے رہے پیغمبروں کے بار بار سمجھانے اور واضح دلائل پیش کرنے کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا یا كَذَّبُوْا کی ضمیر سے قوم نوح مراد ہے مطلب یہ ہے کہ جس پیغام توحید کو قوم نوح نے ان سے پہلے جھٹلا دیا تھا اب یہ اس کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے التقدیر بما کذب به قوم نوح من قبل (قرطبی ج ۸ ص ۳۶۵) كَذٰلِكَ ای لذلک یعنی جو لوگ کفر و انکار اور تکذیب و تردید میں حد سے گذر جائیں اور ضد و عناد پر اتر آئیں ان کے دلوں پر ہم ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے مہر جباریت لگا دیتے اور ان سے توفیق ایمان

تخویف دنیوی کا اجمالی نمونہ

تخویف دنیوی کا دوسرا تفصیلی نمونہ

سلب کر لیتے ہیں۔ ۹۵ یہ تخویف دنیوی کا دوسرا تفصیلی نمونہ ہے۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اسکی قوم کے پاس آیات بینات اور دلائل و معجزات دیکر بھیجا گیا مگر فرعون اور اس کی قوم جو حکومت و دولت کے نشہ میں بدمست تھے پیغام حق اور دعوت توحید کو ٹھکرا دیا اور اللہ کے پیغمبر کے ساتھ مجادلہ و مکابرہ پر اتر آئے آخر جب اللہ نے ان کے مطالبہ کے مطابق ان پر اپنی حجت قائم کر دی تو بھی وہ ایمان نہ لائے اور تکذیب و انکار پر مُصر رہے جس کا انجام انہوں نے اپنی عبرتناک تباہی کی صورت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ۹۶ جب قوم فرعون کے پاس ہمارے پیغمبر معجزات لے کر پہنچے تو انہوں نے معجزات کو جادو قرار دیا اور ان کے من جانب اللہ ہونے سے انکار کیا وَقَالَ مُوسٰى الخ ان کے اس قول باطل کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم اللہ کے دئیے ہوئے معجزات کو

وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَتَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي

جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو اور تم دونوں کو سرداری مل جائے

الْأَرْضِ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ ﴿٧٨﴾ وَقَالَ

اس ملک میں اور ہم نہیں ہیں تم کو ماننے والے اور بولا

فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَاءَ

فرعون ۹۸ لاؤ میرے پاس جو جادوگر ہو پڑھا ہوا پھر جب آئے

السَّحَرَةُ قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿٨٠﴾

جادوگر کہا اس کو موسیٰ نے ڈالو جو تم ڈالتے ہو

فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُم بِهِ السِّحْرُ إِنَّ

پھر جب انہوں نے ڈالا موسیٰ بولا کہ جو تم لائے ہو سو جادو ہے اب

اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨١﴾

اللہ اس کو بگاڑتا ہے بے شک اللہ نہیں سنوارتا شریروں کے کام کو

وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨٢﴾

اور اللہ سچا کرتا ہے حق بات کو اپنے حکم سے اور پڑے بُرا مانیں گنہگار

ع ۱۲ ۱۳

فَمَا آمَنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّن قَوْمِهِ عَلَىٰ

پھر کوئی ایمان نہ لایا موسیٰ پر ۹۹ مگر کچھ لڑکے اس کی قوم کے

خَوْفٍ مِّن فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ وَإِنَّ

ڈرتے ہوئے فرعون سے اور اس کے سرداروں سے کہ کہیں ان کو بچلا نہ دے اور

فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٨٣﴾

فرعون چڑھ رہا ہے ملک میں اور اس نے ہاتھ چھوڑ رکھا ہے

وَقَالَ مُوسَىٰ يَا قَوْمِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ

اور کہا موسیٰ نے ۱۰۰ اے میری قوم اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر تو اسی پر

جو سراپا حق ہیں جادو کہہ رہے ہو کیا یہ معجزے جادو ہیں جو پوری تحدی اور چیلنج کے ساتھ تمہارے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں حالانکہ جادوگروں میں ایسی جرأت و جسارت کہاں کہ وہ اس طرح تحدی کریں اور پھر کامیاب بھی ہو جائیں کیونکہ جادو ایک فریب ہے جو چل نہیں سکتا۔ یعنی حاصل السحر تمویہ وتخییل وصاحب ذلك لا یفلح (خازن ج ۳ ص ۲۲۳) ۹۷ برسر اقتدار لوگوں کو ہمیشہ اپنا وقار و اقتدار بحال رکھنے کی فکر دامن گیر رہتی ہے اور وہ اپنے ملک میں اٹھنے والی ہر تنظیم کا اسی نقطۂ نگاہ سے جائزہ لیتے ہیں کہ یہ تنظیم ان کے اقتدار کے لئے کس قدر مفید یا نقصان رساں ہے فرعون نے بھی محسوس کر لیا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کی دعوت توحید قبول کر لی گئی تو اسکی خدائی اور ربوبیت ختم ہو جائیگی۔ بات تحفظ اقتدار کی تھی مگر فرعون اور قوم فرعون نے مذہب کی آڑ میں دعوت توحید کی مخالفت کی اور کہا کیا تو ہمیں ہمارے آباء و اجداد کے دین سے منحرف کرنے آیا ہے اور ہمارے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ عَمَّا، مَا موصولہ سے مراد دین ہے۔ الْكِبْرِيَاءُ بڑائی، سرداری اور حکومت۔ ۹۸ آخر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے کی ٹھان لی اور ملک کے تمام ماہر جادوگروں کو بلانے کے احکام جاری کر دیئے فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ الخ ملک کے نامی گرامی جادوگر جمع ہو گئے جب مقابلے کیلئے آمنے سامنے ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو مکر و فریب لائے ہو پیش کرو فَلَمَّا أَلْقَوْا الخ جب انہوں نے اپنے جادو کی لاٹھیاں اور رسیاں زمین پر ڈال دیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ تو محض جادو اور مکر و فریب ہے جو ابھی باطل ہوا چاہتا ہے، تم لوگ میرا مقابلہ کر کے دعوت توحید کو روکنا اور شرک کو پھیلنے کا موقع دینا چاہتے ہو جو سراسر فساد فی الارض ہے اور اللہ تعالیٰ فسادیوں کے منصوبوں کو ناکام بناتا ہے وَيُحِقُّ الْحَقَّ اور واضح دلائل و براہین سے توحید کو غالب اور برتر فرماتا ہے۔ اس کے بعد اندماج ہے یعنی پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پھینکی جو ان کی تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی یہ دیکھ کر تمام جادوگر سجدہ ریز ہو گئے الخ

۹۹ مِنْ قَوْمِهِ کی ضمیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ فرعون اور اس کی قوم اسرائیلیوں کو ایذائیں دیتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت بنی اسرائیل کے لئے فرعون کی غلامی سے نجات کا پیغام بھی اپنے اندر رکھتی تھی اس لئے وہ دل سے ان کے حامی تھے مگر فرعون اور اس کی قوم کے ڈر سے وہ علانیہ ان کی حمایت نہیں کر سکتے تھے مگر اس کے باوجود کچھ نوجوانوں نے ہمت کر کے ایمان کا اظہار کر دیا اور علانیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین پر آگئے۔ ۱۰۰ جب بنی اسرائیل فرعون اور فرعونیوں کے مظالم و شدائد سے تنگ آگئے اور ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکوی کیا کہ آپ کی آمد سے پہلے اور اس کے بعد ہم یکساں طور پر فرعون کی طرف سے مصائب و آلام میں مبتلا ہیں کیا ہم ہمیشہ اسی حال میں رہیں گے أُوذِينَا مِن قَبْلِ أَن تَأْتِيَنَا وَمِن بَعْدِ مَا جِئْتَنَا (اعراف ع ۱۵) اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تسلی دی کہ جب تم اللہ پر ایمان لا چکے ہو تو اللہ پر بھروسہ کرو اور تسلیم و رضا سے کام لو اللہ تمہاری مدد کرے گا، تمہارے دشمن کو ہلاک کر کے اس کے تمام مقبوضات کو تمہارے قبضہ میں دیدے گا۔ پھر تمہارا ابھی پتہ چل جائے گا کہ تم کس ڈگر پر چلتے ہو۔

۱۰۱ قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلقین پر صبر و استقامت اور توکل علی اللہ کا عہد کر لیا اور اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ ہمیں اس مشرک اور فاسق و فاجر قوم سے نجات عطا فرما اور ہمیں ان کے ہاتھوں ذلت و رسوائی سے بچا۔ **۱۰۲** حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے قبل بنی اسرائیل اپنی مسجدوں میں عبادت کرتے تھے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مبعوث ہو کر توحید کی دعوت دی تو فرعون اسرائیلیوں پر برہم ہو گیا اور ان کے تمام عبادت خانے گرا دئیے اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو وحی بھیجی کہ اپنی قوم کو حکم دے دو وہ شہر میں اپنے کچھ گھروں کو عبادت کیلئے مخصوص کر لیں اور انہی میں عبادت بجا لائیں اور نماز قائم کریں اور ساتھ ہی ان کو فرعون سے نجات کی خوشخبری بھی سنا دیں (قرطبی و مظہری) **۱۰۳** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزات ظاہرہ اور دلائل قاہرہ سے دعوت توحید کو واضح اور اعلم نشرح کر دیا مگر قوم جحود و انکار اور ضد و عناد پر مُصر رہی اور وہ ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو اب ان کے لئے بددعا کی اور بددعا کرنے کی وجوہات بھی بیان کر دیں کہ اے اللہ تو نے ان کو دنیوی مال و متاع اور شان و شوکت عطا کی ہے اور وہ حُبِ مال و جاہ کی وجہ سے تیری توحید کو نہیں مانتے۔ اے اللہ جن اموال کی وجہ سے وہ مغرور ہیں ان کو تباہ و برباد کر دے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دے کہ وہ ایمان کی طرف راغب نہ ہو سکیں کیونکہ اب تیری سنت جاریہ کے مطابق وہ اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ ان کے دلوں پر مہر جباریت لگا دی جائے اور ان سے توفیق ایمان سلب کر لی جائے۔ ای اجعلها قاسیة واطبع علیها حتی لا تنشرح للایمان کما ھو قضیة شأنهم (روح ج ۱۱ ص ۱۷۳) رَبَّنَا لِيُضِلُّوا میں رَبَّنَا کا اعادہ بُعدِ عہد کی وجہ سے ہے۔ **۱۰۴** اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبول دعا کی خوشخبری سنائی گئی کہ تمہاری دعا قبول ہو چکی ہے لیکن ابھی چند دن صبر و استقامت سے کام لینا ہو گا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ الخ اللہ پر بھروسہ رکھو وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے امور و احکام کی حکمتوں اور مصلحتوں سے بے خبر ہوتے ہیں وہ اللہ کے وعدوں کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے رہتے ہیں اور صبر و استقامت کے بجائے عجلت اور بے صبری کا اظہار کرتے ہیں اے موسیٰ و ہارون ایسے بے خبر لوگوں کی سی کوئی حرکت تم سے ہرگز سرزد نہ ہونے پائے۔ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ

تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ

بھروسہ کرو اگر ہو تم فرمانبردار تب وہ بولے ہم نے اللہ پر

تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ

بھروسہ کیا اللہ اے رب ہمارے نہ آزما ہم پر زور اس ظالم قوم کا اور

نَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ

چھڑا دے ہم کو مہربانی فرما کر ان کافر لوگوں سے اور حکم بھیجا ہم نے

اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ

موسیٰ کو ۱۰۲ اور اس کے بھائی کو کہ مقرر کرو اپنی قوم کے واسطے مصر میں سے گھر اور

اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۗ وَبَشِّرِ

بناؤ اپنے گھر قبلہ رو ف۱ اور قائم کرو نماز اور خوشخبری دے

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ

ایمان والوں کو ف۱ اور کہا موسیٰ نے ۱۰۳ اے رب ہمارے تو نے دی ہے

فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ

فرعون کو اور اس کے سرداروں کو رونق اور مال دنیا کی زندگی میں

رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ

اے رب اس واسطے کہ بہکاویں تیری راہ سے اے رب مٹا دے ان کے مال

وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ

اور سخت کر دے ان کے دل کہ نہ ایمان لائیں جب تک دیکھ لیں عذاب

الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَ

دردناک ف۲ فرمایا قبول ہو چکی دعا تمہاری ۱۰۴ سو تم دونوں ثابت رہو اور

لَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَجٰوَزْنَا

مت چلو راہ ان کی جو ناواقف ہیں ف۳ اور پار کر دیا ہم نے

موضح قرآن ف۱ جب فرعون کا ہلاک ہونا نزدیک پہنچا تب حکم ہوا کہ اپنی قوم ان میں شامل نہ رکھو اپنا محلہ جدا بساؤ کہ آگے ان پر آفتیں پڑنی ہیں یہ قوم آفت میں شریک نہ ہوں ف۲ سچے ایمان کی ان سے امید نہ تھی مگر جب کچھ آفت پڑتی تو جھوٹی زبان سے کہتے کہ اب ہم مانیں گے اس میں عذاب تھم جاتا کام فیصل نہ ہوتا دعا اس واسطے مانگی کہ یہ جھوٹا ایمان نہ لاویں دل ان کے سخت رہیں تا عذاب پڑ چکے اور کام فیصل ہو۔ ف۳ یعنی شتابی نہ کرو حکم کی راہ دیکھو۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مساجد البیت بنا کنند ۱۲

ا؂ بعد جب اللہ کے وعدے کے مطابق بنی اسرائیل کی نجات اور فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کا وقت آگیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات شہر سے روانہ ہوگئے جب فرعون کو پتہ چلا تو وہ بھی اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ان کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ بنی اسرائیل جب دریا کے کنارے پہنچے تو اللہ تعالےٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا میں اپنا عصا ڈالا تو اس میں بارہ راستے بن گئے اسرائیلی بخیریت پار ہوگئے ان کے پیچھے فرعون بھی مع لاؤ لشکر دریا میں گھس گیا اللہ نے پانی کو روانی کا حکم دیدیا اور فرعون مع قوم غرق ہو کر ہلاک ہو گیا۔ قَالَ اٰمَنْتُ الخ جب فرعون ڈوب رہا تھا تو اس نے اپنے ایمان کا اعلان کیا کہ میں اس اللہ پر ایمان لے آیا جس کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لا چکے ہیں۔ فرعون کا ایمان عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد تھا اس لئے قبول نہ ہوا۔ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ الخ جب ایمان لانے اور اللہ کی عبادت وطاعت کا وقت تھا اس وقت تو نے انکار کیا اور اللہ کی نافرمانیاں کیں اور شرک پھیلا کر دنیا کو شر وفساد سے بھر دیا اس لئے اب ایمان لانے سے کیا فائدہ۔ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ یہ نجوۃ (اونچی جگہ) سے ماخوذ ہے یعنی آج ہم تیری لاش کو اونچی جگہ ڈالیں گے تاکہ تو باقیماندہ لوگوں کے لئے عبرت ونصیحت کا نشان بن جائے نلقیك بنجوۃ من الارض (مدارک ج ۲ ص ۱۳۲) یہ مطلب نہیں کہ تیری لاش کو قیامت تک محفوظ رکھوں گا ؂۱۵ بنی اسرائیل پر اللہ تعالےٰ نے ان کے صبر واستقامت کی بدولت بہت بڑے بڑے انعامات فرمائے ان کو فرعون کی غلامی سے نجات دی اور ملک شام اور مصر ان کے قبضہ میں دیدیئے اور نعیم کی فراخی عیش سے ان کو متمتع کیا مگر انہوں نے انعامات الٰہی کی قدر نہ کی، ان کا شکر ادا نہ کیا اور جس دین توحید کی خاطر انہیں یہ سب کچھ ملا تھا اسکی حفاظت نہ کی بلکہ اسے بدل ڈالا۔ فَمَا اخْتَلَفُوْا الخ اس کے ساتھ بَغْیًا کی قید ملحوظ ہوگی بقرینہ وَمَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ (شوریٰ ع ۲۶) یعنی انہوں نے دلائل وبراہین سے مسئلہ توحید واضح ہوجانے کے بعد محض ضد وعناد اور بغاوت وکجروی سے اس میں اختلاف کیا۔ مزید تفصیل پہلے گذر چکی ہے ملاحظہ تفسیر سورۂ بقرہ ص ۱۰۲ حاشیہ نمبر ۴۰

بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ

بنی اسرائیل کو دریا سے پھر پیچھا کیا انکا فرعون نے اور

جُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ

اس کے لشکر نے شرارت سے اور تعدی سے یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا

قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ

بولا یقین کر لیا میں نے کہ کوئی معبود نہیں مگر جس پر کہ ایمان لائے

بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْئٰنَ

بنی اسرائیل اور میں ہوں فرمانبرداروں میں اب یہ کہتا ہے

وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۱﴾

اور تو نافرمانی کرتا رہا اس سے پہلے اور رہا گمراہوں میں ف۱

فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ

سو آج بچائے دیتے ہیں ف۲ ہم تیرے بدن کو ف۲ تاکہ ہووے تو اپنے پچھلوں کے واسطے

اٰیَةً ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

نشانی اور بے شک بہت لوگ ہماری قدرتوں پر توجہ نہیں کرتے ف۳

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ

اور جگہ دی ہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانہ پسندیدہ جگہ اور

رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰی

کھانے کو دیں ستھری چیزیں سو ان میں پھوٹ نہیں پڑی یہاں تک کہ

جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ

کہ پہنچی ان کو خبر بے شک تیرا رب ان میں فیصلہ کرے گا قیامت

الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاِنْ

کے دن جس بات میں کہ ان میں پھوٹ پڑی ف۴ سو اگر

ع ۹ / ۱۴

موضح قرآن ف۱ یہ اللہ فرماتا ہے یعنی ساری عمر مخالف رہا اب عذاب دیکھ کر یقین لایا اس وقت کا یقین لانا کیا معتبر۔ ف۲ وہ جیسا بے وقت ایمان لایا بے فائدہ ایسا ہی اللہ نے مرگئے پیچھے اس کا بدن دریا میں سے نکال کر ٹیلے پر ڈال دیا کہ بنی اسرائیل دیکھ کر شکر کریں اور عبرت پکڑیں۔ اسکو بدن بچنے سے کیا فائدہ؟ ف۳ یعنی ملک شام دیا کہ کوئی مخالف اُن کا نہ رہا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی برروی آب آریم ۱۲ ف۲ یعنی بغیر تغییر ۱۲۔

وَاِنۡ كُنۡتَ فِيۡهِ زجر ہے۔ خطاب بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن مراد غیر رسول ہے کیونکہ آپکو تو شک تھا ہی نہیں امام ثعلب اور امام مبرد فرماتے ہیں فَاِنۡ كُنۡتَ فِىۡ شَكٍّ کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہر کافر سے فرما دیں اگر تجھے کوئی شک ہے الخ الخطاب للنبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم والمراد غیرہ ای لست فی شك ولكن غیرك شك قال ابو عمر محمد بن عبد الواحد الزاهد سمعت الامامین ثعلبا والمبرد یقولان معنى (فَاِنۡ كُنۡتَ فِىۡ شَكٍّ) ای قل یا محمد للكافر فَاِنۡ كُنۡتَ فِىۡ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ (قرطبی ج ۸ ص ۳۸۲) قرآن مجید میں مسئلہ توحید وایسے دلائل وبینات سے بیان کیا گیا ہے کہ اب اس میں شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی لیکن جو شخص قرآن کے ان دلائل وبراہین کے بعد اور اہل کتاب کے علماء ربانیین کے ایمان لے آنے کے بعد بھی اس میں شک کرے اور اسے نہ مانے تو اس کا انکار انصاف اور عقل پر مبنی نہیں ہوگا بلکہ محض ضد وعناد کی وجہ سے ہوگا۔

ف۱۰۶ جن لوگوں کے دلوں پر مہر جہار ربت لگ چکی ہے وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ تمام دلائل ان کے سامنے پیش کردیئے جائیں اور معجزات کا ان کو مشاہدہ کرا دیا جائے۔ حَتّٰى يَرَوُا الخ ان لوگوں کے ایمان لانے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ دردناک عذاب کی لپیٹ میں آجائیں مگر اس وقت کا ایمان بے سود ہوگا۔ ای عند الیأس فیؤمنون ولا ینفعهم او عند القیامة ولا یقبل منهم (مدارک ج ۲ ص ۱۳۵) ف۱۰۷ بہت سی بستیاں تکذیب انبیاء ورسل علیہم السلام کی وجہ سے سزاوار عذاب ٹھہریں اور اجل معین پر عذاب سے ان کو ہلاک کردیا گیا اگر وہ آثار عذاب کو دیکھ کر ایمان لے آتے تو ان کی نجات ہوجاتی اور ایمان سے ان کو فائدہ مل جاتا مگر کسی قوم کو یہ بات میسر نہ ہوئی البتہ قوم یونس علیہ السلام نے خوش قسمتی سے ایسا کیا جب انہوں نے آثار عذاب دیکھے تو ڈر گئے اور ایمان لے آئے تو ہم نے عذاب اٹھا کر ان کو دنیا کی ذلت ورسوائی سے بچا لیا۔ والمعنى هلا كانت قرية واحدة من القرى التى اهلكناها تابت عن الكفر واخلصت فى الايمان قبل معاينة العذاب الا قوم يونس... ولكن قوم يونس لما آمنوا فعلنا بهم كذا وكذا (كبير ج ۱۷ ص ۱۶۷) ف۱۰۸ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تسلی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ سب لوگ ایمان لے آئیں اور مشرکین کے مسلسل انکار پر آپ آزردہ خاطر ہوتے اللہ نے فرمایا آپ کی خوشی کیلئے اگر میں تمام لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرنا تو کر سکتا تھا مگر یہ میری حکمت بالغہ کیخلاف ہے اس طرح ابتلاء وامتحان کی حکمت فوت ہوجاتی یہاں جَمِيۡعًا کے بعد وَلٰكِنۡ لِّيَبۡلُوَكُمۡ مقدر ہے بقرینہ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنۡ لِّيَبۡلُوَكُمۡ فِىۡ مَاۤ اٰتٰٮكُمۡ (مائدہ ع ۷) ف۱۰۹ اللہ تعالیٰ کے حکم تکوینی اور اس کی مشیت وتوفیق کے بغیر کوئی شخص ایمان نہیں لاسکتا اور توفیق صرف انہی لوگوں کو ملتی ہے جو اللہ کی آیتوں میں عقل وفکر سے کام لیں اور ان کے دلوں میں ضد نہ ہو بلکہ انابت اور تلاش حق کا جذبہ ہو۔ الرِّجۡسَ شرک کی پلیدی۔ جو لوگ عقل خداداد سے کام نہیں لیتے وہ ہمیشہ شرک

كُنۡتَ فِىۡ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ فَسۡـئَلِ الَّذِيۡنَ
تو ہے شک میں اس چیز سے کہ اتاری ہم نے تیری طرف تو پوچھ ان سے جو

يَقۡرَءُوۡنَ الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۚ لَقَدۡ جَآءَكَ الۡحَـقُّ
پڑھتے ہیں کتاب تجھ سے پہلے ف۱ بے شک آئی ہے تیرے پاس حق بات

مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ۙ‏ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوۡنَنَّ
تیرے رب سے سو تو ہرگز مت ہو شک کرنے والا اور مت ہو

مِنَ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوۡنَ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ‏ ﴿۹۵﴾
ان میں جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی باتوں کو پھر تو بھی ہو جائے خرابی میں پڑنے والا

اِنَّ الَّذِيۡنَ حَقَّتۡ عَلَيۡهِمۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَۙ‏ ﴿۹۶﴾
جن پر ثابت ہو چکی بات تیرے رب کی وہ ایمان نہ لائیں گے ف۱۰۶

وَلَوۡ جَآءَتۡهُمۡ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ‏ ﴿۹۷﴾
اگرچہ پہنچیں ان کو ساری نشانیاں جب تک نہ دیکھ لیں عذاب دردناک ف۲

فَلَوۡلَا كَانَتۡ قَرۡيَةٌ اٰمَنَتۡ فَنَفَعَهَاۤ اِيۡمَانُهَاۤ اِلَّا قَوۡمَ
سو کیوں نہ ہوئی کوئی بستی ف۱۰۷ کہ ایمان لاتی ف۳ پھر کام آتا ان کو ایمان لانا مگر

يُوۡنُسَ ۚ لَمَّاۤ اٰمَنُوۡا كَشَفۡنَا عَنۡهُمۡ عَذَابَ الۡخِزۡىِ فِى
یونس کی قوم جب وہ ایمان لائی اٹھا لیا ہم نے ان پر سے ذلت کا عذاب

الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَمَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰى حِيۡنٍ‏ ﴿۹۸﴾ وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ
دنیا کی زندگی میں اور فائدہ پہنچایا ہم نے ان کو ایک وقت تک ف۴ اور اگر تیرا رب چاہتا ف۱۰۸

لَاٰمَنَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ كُلُّهُمۡ جَمِيۡعًا ؕ اَفَاَنۡتَ تُكۡرِهُ
بے شک ایمان لے آتے جتنے لوگ کہ زمین میں ہیں سارے تمام اب کیا تو زبردستی کرے گا

النَّاسَ حَتّٰى يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ‏ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفۡسٍ اَنۡ
لوگوں پر کہ ہو جائیں با ایمان اور کسی سے نہیں ہو سکتا ف۱۰۹ کہ

موضح قرآن ف۱ ٹھیک آئی بات یعنی ابلیس کو جو فرمایا تھا کہ تجھ کو اور تیرے ساتھیوں کو دوزخ میں بھروں گا۔ ف۲ یعنی دنیا میں عذاب دیکھ کر یقین لانا کسی کو کام نہیں آیا مگر قوم یونس کو اس واسطے کہ ان پر حکم عذاب نہ پہنچا تھا حضرت یونس کی شتابی سے صورت عذاب کی نمودار ہوئی تھی وہ ایمان لائے پھر بچ گئے۔ اسی طرح مکے کے لوگ فتح مکہ میں ان پر فوج اسلام پہنچی قتل وغارت کو۔ لیکن ان کا ایمان قبول ہوگیا اور امان دی۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی تا ظاہر شود کہ بر انبیاء سابق نیز وحی نازل میشد ۱۲ ف۲ یعنی نزدیک نزول عذاب ۱۲۔

کی نجاست سے ملوث رہتے ہیں۔ ۱۱۰ آپ ان کو زمین و آسمان کی عجائب المخلوقات میں غور و فکر کرنے کی دعوت دیں مگر یہ تکوینی دلائل اور انبیاء و رسل علیہم السلام کی آسمانی تعلیم ایسے لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں دیتی جن سے مہر جباریت کی وجہ سے توفیق ایمان سلب کر لی گئی ہو۔ ۱۱۱ یہ تخویف دنیوی ہے۔ ضدی اور معاند لوگوں پر دلائل و آیات کا کوئی اثر نہیں ہوتا بس ان کے لئے بھی ایک راہ باقی ہے کہ گذشتہ معاند قوموں کا جو حشر ہوا یہ بھی اپنے لئے اسی انجام کا انتظار کریں لہذا تم بھی اس وقت کا انتظار کرو اور میں بھی اس کا انتظار کرتا ہوں تاکہ حق و باطل اور صادق و کاذب کا فیصلہ ہو جائے۔ ۱۱۲ تراخی کے لئے نہیں بلکہ تعقیب ذکری کیلئے ہے اور یہ ماننے والوں کے لئے بشارت اخروی ہے۔ ۱۱۳ یہ دعوائے سورت کا علی سبیل التفصیل بیان ہے۔ جب سب کچھ کرنے والا، اور ساری کائنات کا مالک و مختار اللہ تعالے ہی ہے اور وہی ہر بات سنتا اور ہر چیز کو جانتا ہے اور اس کے سامنے کوئی شفیع غالب نہیں تو پھر حاجات و مشکلات میں مافوق الاسباب غائبانہ صرف اسی کو پکارو اور کسی کو نہ پکارو۔ فَلَآ اَعْبُدُ الخ معبودان باطلہ کے استحقاق عبادت اور ان کی الوہیت کی نفی ہے یعنی کلمہ توحید کے جزو اول لَآ اِلٰهَ کا مضمون اس میں بیان کیا گیا ہے وَلٰكِنْ اَعْبُدُ الخ یہ اِلَّا اللّٰهُ کا مضمون ہے یعنی اللہ تعالے کی الوہیت کا اثبات۔ جب تک تمام معبودان باطلہ کی نفی اور ایک اللہ کی الوہیت کا اثبات نہ کیا جائے اس وقت تک توحید کامل نہیں ہو سکتی۔ ۱۱۴ یہ اَنْ اَكُوْنَ پر معطوف ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ خالصتہً دین حنیف یعنی وہ دین جو ہر قسم کے شرک سے پاک ہے اس کی طرف اپنا رخ سیدھا رکھوں اور شرک کی جانب ادنیٰ میلان بھی نہ کروں۔ وَلَا تَدْعُ الخ پہلے فَلَآ اَعْبُدُ میں عبادت غیر اللہ کی نفی کی گئی عبادت کا جزو اعظم چونکہ دعاء اور پکار ہے اس لئے یہاں بالاستقلال غیر اللہ کی پکار سے ممانعت فرمائی۔ یعنی تیرا نفع اور نقصان جن کے قبضہ و اختیار میں نہیں انہیں حاجات میں ہرگز نہ پکار، پکار کے لائق صرف اللہ تعالے ہی ہے ہر چیز جس کے اختیار و تصرف میں ہے۔ فلاحکم الا للّٰہ ولا رجوع فی الدارین الا الی اللّٰہ (کبیر ج ۱۷ ص ۱۷۱) یہ خطاب بھی ہر انسان سے ہے اگرچہ بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی مخاطب ہیں کیونکہ آپ کی ذات سے تو غیر اللہ کو پکارنے کا ادنیٰ امکان بھی نہیں والمعنی ولا تدع ایھا الانسان من دون اللّٰہ مالا ینفعك الخ (خازن ج ۳ ص ۲۱۵)

تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ

ایمان لائے مگر اللہ کے حکم سے اور وہ ڈالتا ہے گندگی ان پر جو

لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۱۰۰ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

نہیں سوچتے تو کہہ دیکھو تو کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں ۱۱۰

وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰۱

اور کچھ کام نہیں آتیں نشانیاں اور ڈرانے والے ان لوگوں کو جو نہیں مانتے

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا

سو اب کچھ نہیں جس کا انتظار کریں مگر ان ہی کے سے دن جو گذر چکے ہیں

مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ

ان سے پہلے ۱۱۱ تو کہہ اب راہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ

الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝۱۰۲ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

راہ دیکھتا ہوں پھر ہم بچا لیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور ان کو جو ایمان لائے

كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰۳ ع قُلْ يٰٓاَيُّهَا

اسی طرح ۱۱۲ ذمہ ہے ہمارا بچا دیں گے ایمان والوں کو کہہ دے اے

النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ

لوگو ۱۱۳ اگر تم شک میں ہو میرے دین سے تو میں عبادت نہیں کرتا

الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ

جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا اور لیکن میں عبادت کرتا ہوں اللہ کی

الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ښ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰۴

جو کھینچ لیتا ہے تم کو اور مجھ کو حکم ہے کہ رہوں ایمان والوں میں ف

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

اور یہ کہ سیدھا کر منہ اپنا دین پر حنیف ہو کر ۱۱۴ اور مت ہو

ع ۱۱ / ۱۰ / ۱۵

۱۱۱ تخویف دنیوی

۱۱۳ دعوائے سورت کا تفصیلی ذکر ۱۲

موضح قرآن ف کھینچ لینا ہے یعنی موت دیتا ہے یہ صفت سب لوگ اللہ کی سمجھتے ہیں اس واسطے یہ بتا دیا۔

۱۱۵ یہ ماقبل کے لئے بمنزلہ دلیل ہے یعنی نفع اور نقصان تو اللہ تعالے کے اختیار میں ہے اگر تو کسی مصیبت اور تکلیف میں گرفتار ہو تو اس کو اللہ کے سوا دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر اللہ تعالے تجھے بہتری اور بھلائی عطا کرنے کا ارادہ فرمائے تو اسے روکنے کی کسی کو مجال نہیں وہ جسے چاہے تکلیف دے اور جس کو چاہے آرام وراحت عطا فرمائے جب نفع وضرر اس کے اختیار و تصرف میں ہے تو پھر اس کے سوا کسی اور کو مت پکارو (وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ) تقریر لما اورد فی حیز الصلة من سلب النفع من المعبودات الباطلة وتصویر (خفاص)

الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٥﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا

شرک والوں میں سے اور مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ

يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ

بھلا کرے تیرا اور نہ برا پھر اگر تو ایسا کرے تو تو بھی ہو اس وقت

الظّٰلِمِينَ ﴿١٠٦﴾ وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا

ظالموں میں اور اگر پہنچا دیوے تجھ کو اللہ کچھ تکلیف تو کوئی نہیں

كَاشِفَ لَهٗ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ

اس کو ہٹانے والا اس کے سوا اور اگر پہنچانا چاہے تجھ کو کچھ بھلائی تو کوئی پھیرنے والا

لِفَضْلِهٖ ۚ يُصِيبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَهُوَ

نہیں اس کے فضل کو پہنچاوے اپنا فضل جس پر چاہے اپنے بندوں میں اور وہی ہے

الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٧﴾ قُلْ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ

بخشنے والا مہربان کہہ دے اے لوگو

جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى

پہنچ چکا حق تم کو تمہارے رب سے اب جو کوئی راہ پر آئے

فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا

سو وہ راہ پاتا ہے اپنے بھلے کو اور جو کوئی بہکا پھرے سو

يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ﴿١٠٨﴾ وَاتَّبِعْ

بہکا پھرے گا اپنے برے کو اور میں تم پر نہیں ہوں مختار اور تو چل

مَا يُوحٰٓى إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ

اس پر جو حکم پہنچے تیری طرف اللہ اور صبر کر جب تک فیصلہ کرے اللہ

وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِينَ ﴿١٠٩﴾

اور وہ ہے سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا

ع ۱۱ / ۱۶

۱۳ ماقبل کے لئے بمنزلہ دلیل ہے ۱۲

۱۴ مسئلہ توحید مان لینے کی ترغیب ۱۲

۱۵ توحید پر دوسری دلیل وحی ہے ۱۲

۱۶ تسلی برائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ۱۲

به سبحانه الخ (روح ج ۱۱ ص ۱۹۹) **۱۱۶** یہ مسئلہ توحید مان لینے کی ترغیب ہے۔ لوگو! اللہ کی طرف سے حق تمہارے پاس آچکا ہے اور دلائل سے واضح ہو چکا ہے اس لئے اسے قبول کرلو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے جو شخص توحید اور دین حق کو قبول کرتا ہے وہ اپنے ہی بھلے کا کام کرتا ہے اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ انکار و جحود کا نتیجہ اور اس کا ضرر بھی خود ہی پائے گا۔ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ میرا کام تبلیغ حق ہے میں نے اپنا فریضۂ تبلیغ ادا کردیا باقی رہا تم سے منوانا تو وہ میرا کام نہیں۔

۱۱۷ یہ توحید پر دلیل وحی ہے۔ یعنی مجھے اللہ تعالے کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس چیز کی پیروی کروں جو میری طرف وحی کی گئی ہے اور مسئلہ توحید جس طرح دلائل کے ساتھ میں نے بیان کیا ہے بالکل بعینہ اسی طرح ذریعۂ وحی مجھ پر نازل ہوا ہے۔ وَاصْبِرْ الخ یہ آپ کے لئے تسلی ہے یعنی اتباع وحی کی وجہ سے اگر آپ کو کوئی تکلیف یا گزند پہنچے تو آپ صبر و ثبات کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں یہاں تک کہ اللہ تعالے آپ کے اور آپ کے دشمنوں کے درمیان آپ کو کامیاب و کامران اور ان کو ناکام اور ذلیل و خوار کرکے اپنا آخری فیصلہ فرمادے۔ والمعنی انه تعالٰی امره باتباع الوحی والتنزیل فان وصل الیه بسبب ذلك الاتباع مكروه فليصبر عليه الى ان يحكم الله فيه وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِينَ (کبیر ج ۷ ص ۱۰۲)

وَلَا يخفى ما فى هٰذه الآيات من الموعظة الحسنة وتسلية النبى صلى الله عليه وسلم ووعد للمؤمنين والوعيد للكافرين (روح ج ۱۱ ص ۲۰۲)

موضح قرآن ف۱ حنیف نام ہے ابراہیم کے دین والوں کا اور عرب شرک کرتے اور آپ کو حنیف کہے جاتے۔

سورۂ یونس کی خصوصیات اور اس میں آیات توحید

۱۔ اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ ـــــ تا ـــــ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ (ع ۱) نفی شرک اعتقادی و نفی شفاعت قہری۔ مَا مِنۡ شَفِیۡعٍ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اِذۡنِہٖ۔ یہ اس سورت کی خصوصیت ہے۔

۲۔ ھُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَآءً ـــــ تا ـــــ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَّقُوۡنَ ○ (ع ۱) نفی شرک فی التصرف۔

۳۔ وَ یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ـــــ تا ـــــ سُبۡحٰنَہٗ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ○ (ع ۲) نفی شرک فی التصرف و نفی شفاعتِ قہری جو اس سورت کی خصوصیت ہے۔

۴۔ وَ یَوۡمَ نَحۡشُرُہُمۡ جَمِیۡعًا ـــــ تا ـــــ مَا کَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ ○ (ع ۳) دنیا میں جن کو کارساز سمجھ رکھا ہے آخرت میں وہ اپنے پجاریوں کی دعا اور پکار سے لاعلمی کا اظہار کریں گے۔

۵۔ ھُوَ الَّذِیۡ یُسَیِّرُکُمۡ فِی الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ ـــــ تا ـــــ فَنُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ○ (ع ۳) نفی شرک فی التصرف۔ مشرکین مشکل ترین کاموں میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے۔ یہ بھی اس سورت کی خصوصیت ہے۔

۶۔ قُلۡ ہَلۡ مِنۡ شُرَکَآئِکُمۡ ـــــ تا ـــــ فَمَا لَکُمۡ ۟ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ ○ (ع ۴) جن کو تم نے خدا کے شریک بنا رکھا ہے وہ بالکل عاجز اور بے بس ہیں اس لئے الوہیت کے لائق نہیں ہیں۔

۷۔ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ ـــــ تا ـــــ وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ○ (ع ۶) نفی شرک فی التصرف۔

۸۔ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ ـــــ تا ـــــ اَمۡ عَلَی اللّٰہِ تَفۡتَرُوۡنَ ○ (ع ۶) نفی شرک فعلی، تحریمات غیر اللہ اور نذر لغیر اللہ۔ یہ سورت کی خصوصیت ہے۔

۹۔ وَ مَا تَکُوۡنُ فِیۡ شَاۡنٍ وَّ مَا تَتۡلُوۡا مِنۡہُ مِنۡ قُرۡاٰنٍ ـــــ تا ـــــ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ ○ (ع ۷) نفی شرک فی العلم۔

۱۰۔ ھُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الَّیۡلَ ـــــ تا ـــــ لِّقَوۡمٍ یَّسۡمَعُوۡنَ (ع ۷) نفی شرک فی التصرف۔

۱۱۔ قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنۡ کُنۡتُمۡ ـــــ تا ـــــ وَ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ○ (ع ۱۱) نفی شرک فی التصرف

آج بتاریخ یکم ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۶۶ء بروز پنجشنبہ بوقت ۳/۴ بعد دوپہر سورۂ یونس کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔